نمبر ۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ جنوری ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۲

قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت کا سوال فیصلہ ہوگیا

چاہا گیا تھا کہ حضرت حکیم الامۃ کا ترجمہ قرآن مجید معہ مفید نوٹوں اور حواشی کے ایک حمایل اور قرآن شریف کے ساتھ چھاپا جاوے مگر مین فی الحال یہ اعلان کرنے پر مجبور ہون کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے مین اس کام کو ملتوی کرتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ منشی عبدالرشید صاحب مالک مطبع احمدی میرٹھ نے جب مجھ سے گفتگو کی ہے۔ تو مجھے صاف طور پر یہی معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ آئندہ اس کام کو نہین کرین گے۔ اور اسی بنا پر انہون نے اپنی لکھوائی ہوئی حمایل مجھے دیدی تھی۔ مگر بعد مین خط و کتابت کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ کہ انہون نے اپنا ارادہ فسخ نہین کیا وہ مولوی صاحب کے ترجمہ کو جس طرح ان سے ممکن ہوگا چھاپین گے۔ اور ایک پارہ وہ پہلے ہی شایع کر چکے ہین۔ ایسی حالت اور صورت مین مین نے مناسب نہین سمجھا۔ کہ ایک کام کو دو آدمی شروع کر دین۔ اس لئے مین نے اپنے ارادہ کو کسی دوسرے وقت تک ملتوی کر دیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور پھر جس رنگ اور جس صورت مین وہ چاہیگا مدد کریگا۔ اور محض اپنے فضل سے توفیق اور تائید کریگا۔ یہ میرا اپنا یقین اور تجربہ ہے

مین جانتا ہون میرے اس اعلان پر بعض کم **حوصلہ** اور واقعات پر غور نہ کرنے والے مختلف قسم کی رائے زنیان کرین گے۔ مگر یہ ان کی اپنی سمجھ اور دانش ہے۔ مجھے اسپر اعتراض کرنے یا اس سے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ وہ جو چاہین کہین۔ مین ہرگز یہ پسند نہین کرتا۔ کہ منشی عبدالرشید بھی اس کام کو کرین اور مین بھی اس کام کو لے بیٹھون۔ مین تو تقسیم محنت کے اصول کو مبارک سمجھتا ہون میری غرض اس سے یہ تھی۔ کہ ترجمہ کی اشاعت ہو۔ جب ایک شخص اس کے لئے ہمہ تن طیاری ظاہر کرتا ہے تو پھر مین بے سرو سامانی کی حالت مین اس پر ہاتھ ڈالون۔ یہ سراسر نادانی ہے۔ اس لئے مین منشی عبدالرشید صاحب کو مبارکباد دیتا ہون۔ کہ انہون نے ترجمہ کی **اشاعت** کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اب شاید بعض لوگ یہ کہین۔ کہ ایڈیٹر الحکم نے جب **ترجمہ قرآن مجید** کے لئے پہلے سوال اٹھایا تھا۔ تو اس مین حضرت حکیم الامت کے ترجمہ کا ذکر نہ تھا۔ بلکہ **شاہ رفیع الدین** صاحب کے مقبول ترجمہ کا اظہار کیا تھا۔ البتہ بعض مقامات پر نوٹ دینے کا ارادہ بتایا تھا۔ اس لئے اب اگر منشی عبدالرشید صاحب حضرت حکیم الامۃ کا ترجمہ چھاپین۔ تو کیون کارخانہ الحکم سے وہی مجوزہ ترجمہ شایع نہ ہو جائے۔

یہ بالکل درست ہے۔ کہ مین نے اول مرتبہ اعلان کیا تھا۔ تو میرے زیر نظر یہی امر تھا۔ پھر اسی تجویز مین منشی عبدالرشید صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد اضافہ ہوا۔ اور وہ تجویز مین نے بجائے خود ملتوی نہین کی ہے۔ مین اس کے سامان اور اسباب لیلئے ساعی رہونگا اور جس وقت کام شروع کرنے کا موقع مجھے مل گیا۔ وہ انشاءاللہ شروع ہو جائیگا۔ اس کے لئے مین اپنے ناظرین کو مایوس نہین کرتا۔ ہان اس کو ختم کرتے ہوئے مین یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہون۔ کہ جبتک ترجمہ قرآن مجید کے سامان اللہ تعالیٰ بہم پہنچائے اور اسکی رحمت اور نیکی کے فرشتے میری مدد کرین مین محض اسی کے فضل سے توفیق پاکر یہ خوشخبری اپنے ناظرین کو پہنچاتا ہون۔ کہ وہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء تک سورہ آل عمران کی تفسیر پڑھکر انشاءاللہ محظوظ ہونگے۔ جو تفسیر القرآن کے سلسلہ مین چھپ رہی تھی سورہ بقر کی مکمل تفسیر پہلے پہنچ چکی ہے۔ اور سورہ آل عمران کی پوری تفسیر **یکدم** ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء تک انشاءاللہ شایع ہو جائیگی۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ ناظرین یہ اچھی تلافی سمجھین گے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اسی کی تائید اور توفیق سے ہوگا جو کچھ ہوگا۔

سالانہ جلسہ کے اجمالی حالات

(رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

کسی انسٹی ٹیوشن کی سالانہ رپورٹ ہمیشہ دلچسپی سے دیکھی جاتی ہے اور میری اپنی سمجھ اور رائے کے موافق سالانہ رپورٹ کا چھاپ کر تقسیم کرنا مفید اور مبارک ہوتا ہے اس سے جہاں عام پبلک سلسلہ کے حالات سے واقف ہوتی ہے وہاں سلسلہ کے مفید اور مبارک کاموں میں حصہ لینے کے لئے طیار ہو جاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جن درسگاہوں اور سوسائٹیوں کی سالانہ رپورٹیں شایع ہوتی ہیں۔ عام لوگوں میں اس کے متعلق عام دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک ضروری امر ہے کہ ہمارے سلسلے کے ان کاموں کی جو قومی کاموں کے رنگ میں ہو رہے ہیں باضابطہ ایک رپورٹ مرتب ہو کر اگر کثرت سے نہیں تو کم از کم اپنی جماعت میں اس کی ہزاروں کاپیاں شائع ہوا کریں۔ اس سے جماعت کو معلوم ہوگا کہ وہ کون سے کام ہیں جن کے لئے وہ ذمہ وار ہے اور اسکا فرض ہے کہ ان کے استقلال اور قیام کے لئے اپنا روپیہ اور وقت خرچ کرنے کی حاجت ہے۔ ایک مختصر سی تعداد کے مجمع میں سالانہ رپورٹ کا سرسری طور پر یا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ دینا اس ضرورت کو رفع نہیں کر سکتا۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے یہ رپورٹ پڑھی جاتی ہے وہ قوم کے ممتاز اور برگزیدہ اصحاب کا مجمع ہوتا ہے تاہم عام احمدی پبلک میں اس کا پہنچنا لازمی امر ہے۔ اگر یہ رپورٹ مستقل طور پر نہ شائع ہو تو کم از کم مدرسہ اور میگزین کی رپورٹ تفصیلی ہونی چاہئے۔ مدرسہ کو جاری ہوئے کئی سال گذر چکے ہیں مگر اس کی مستقل رپورٹ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا ایک مرتبہ کے سوا کبھی شائع نہیں ہوئی۔ اس مرتبہ بھی جناب مولوی **محمد علی** صاحب ایم اے کی سعی اور توجہ سے وہ شائع ہوئی تھی۔ پھر اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔ قادیان کے تعلیم الاسلام کی رپورٹ بہت سے غیر احمدیوں کو بھی مجبور کریگی کہ وہ اپنے بچوں کو یہاں بھیجیں۔ اور ایسا ہی اس رپورٹ کی متعدد کاپیاں مختلف صوبوں کے معزز اور وقیع اخبارات میں بھیجی جاویں۔ جو اس پر مناسب ریویو اور ریمارک کرکے کام کرنے والی جماعت کو مفید مشورے دیں اور پبلک کو ایسی مفید انسٹی ٹیوشن کی امداد کے لئے آمادہ کر سکیں۔ اور خود جماعت کے اندر ایک جوش پیدا ہو کہ اس کی اپنی درسگاہ کیا کام کر رہی ہے اور اس کو زیادہ مفید اور بابرکت بنانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ رپورٹ بجائے خود ایک قومی اپیل ہوگی اس کے کارنامے بڑے زور کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرینگے اس وقت تک بجز ان لوگوں کے جو مدرسہ کے انتظامی امور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دوسروں کو بہت ہی کم معلوم ہے کہ ان کے قائم کردہ مدرسہ کے کیا پھل ہیں؟

اس لئے مدرسہ کی مکمل رپورٹ ۱۸۹۸ء سے لیکر ۱۹۰۷ء کے آخیر تک نکلنی چاہئے۔ ہاں اس رپورٹ کو ایسے طور پر مرتب کرنا کہ وہ رپورٹ سمجھی جاوے ایک محنت اور وقت کو چاہتا ہے اور اس میں خصوصیت سے ان پہلوؤں کو دکھانا چاہئے جو دوسرے سکولوں اور تعلیم گاہوں کے مقابلہ میں ممتاز ہیں۔ مثلاً لڑکوں کے چال چلن کی نگرانی ان کی اخلاقی اور مذہبی تربیت۔ ملکی معاملات سے ان کی علیحدگی ان کی زندگی کا مقصد جو انہیں سمجھایا جاتا ہے اس قسم کے بہت سے پہلو ہیں جن پر مفصل بحث ہو سکتی ہے اور وہ دوسرے سکولوں سے بالکل نرالی مگر ضروری ہیں۔

مدرسہ کے بعد عظیم الشان **شاخ** میگزین کی ہے میگزین کی اشاعت کو ساتواں سال شروع ہو گیا مگر اب تک اس کی مفصل رپورٹ بھی روز روشن میں نہیں آئی۔ حالانکہ میگزین کے ذریعہ **اشاعت اسلام** کا ایک ایسا قابل قدر اور لانظیر کام ہوا ہے جس کا فخر صرف سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ہے۔

ممالک غیر میں اس کے مضامین نے مذہبی دنیا پر جو اثر پیدا کیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ انگلینڈ اور امریکہ کے اخباروں میں ہی رہے یا ایڈیٹر میگزین کے دفتر میں ان کا ذخیرہ رہے بلکہ وہ اس قابل ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ اس میگزین کے ذریعہ کیا **کام** ہوا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس کو مخالف مسلمانوں نے بھی تسلیم کیا تھا کہ **اشاعت اسلام** کا اکیلا کام کرنے والا ہے۔ اس کی مفصل رپورٹ بڑی مؤثر اور دلچسپ ہو سکتی ہے۔ رپورٹ میں زیادہ بحث اس کام پر ہونی چاہئے جو اس کے ذریعہ کیا گیا ہے اور پھر اسی ضمن میں ان تجاویز کا بھی ذکر کر دیا جاوے جو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مدنظر ہیں تو اور بھی مفید ہو۔ بہر حال سلسلہ کی ان دو ضروری شاخوں کی مکمل رپورٹ نکلنی چاہئے اور اگر اب اس کے لئے وقت باقی نہیں رہا تو میں سمجھتا ہوں اگلے سال میں مدرسہ کی دہ سالہ اور میگزین کی ہفت سالہ رپورٹ ضرور شائع ہونی چاہئے اور یہ اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

سالانہ رپورٹ کی اشاعت کی ضرورت پر اس قدر بحث کرنے کے بعد اب میں اگلی اشاعت میں انشاء اللہ العزیز ۱۹۰۷ء کی **رپورٹ** پر مختصر ریویو کروں گا۔

اشاعت اسلام کا سوال

اشاعت اسلام کا سوال بہت قابل توجہ ہے۔ ہم نے یہ کام رسالہ انگریزی کے ذریعہ سے شروع کیا تھا اور بعض چھوٹی چھوٹی کتابوں کی اشاعت کا بھی خیال تھا۔ مگر احمدی جماعت کی توجہ اس کی طرف دلچسپی نہیں رہی۔ اشاعت اسلام کے لئے جو رقم ۱۹۰۶ء میں وصول ہوئی تھی سال گذشتہ میں اس سے کم رقم وصول ہوئی ہے میں تو یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ہمارے احباب اس کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ خود حضرت امامؑ نے بڑے پرزور الفاظ میں اس کی تحریک فرمائی تھی۔ اور اس کو سلسلہ کا ایک اہم مقصد بیان فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر جو قواعد احمدیہ انجمنوں کے لئے تجویز ہوئے تھے ان میں حضرت امامؑ کی اجازت اور آپ کے حکم سے **اشاعت اسلام** کے چندہ کو لنگر اور مدرسہ کے چندہ کی طرح ضروری قرار دیا گیا تھا۔ مگر اس کی طرف بھی اکثر احمدی احباب اور احمدی انجمنوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ اردو میگزین کی اشاعت میں جو مقصد مدنظر تھا وہ بھی صرف اشاعت رسالہ انگریزی کو ہی مدد پہنچانا تھا۔ مگر اس کی خریداری میں بھی سال حال میں بہت سی کمی ہو گئی ہے۔ میگزین اردو کی خریداری اور انگریزی کی اعانت دونوں کم ہو جانا بہر حال جملہ احمدی احباب اور احمدی انجمنوں کے لئے قابل توجہ امر ہے کیونکہ اس کا اثر بلاد غیر میں جو اشاعت بذریعہ زبان انگریزی کی جاتی ہے اس پر پڑتا ہے۔ خصوصاً میں ان احباب کو بغیر نام لینے کے ہی توجہ دلاتا ہوں جنھوں نے ۱۹۰۶ء کے ابتدا میں ہمیں بڑی بڑی امیدیں دلائی تھیں اگر اس وقت ابتدائے سال میں بڑی بڑی انجمنوں اور ذی مقدرت احباب کی طرف سے زور کی تحریکات اور توجہ کا اطمینان ہو تو ہم ابھی سے اس کارروائی کو وسیع پیمانہ پر شروع کر سکتے ہیں ورنہ سال گذشتہ کی کمی کو مدنظر رکھکر کام کرنا پڑے گا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس تحریک پر کسی عملی کارروائی کی اطلاع ان احباب اور انجمنوں کی طرف سے جلدی مجھے ملیگی۔ جو اشاعت اسلام کے سوال میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ انجمنیں اردو میگزین کی خریداری کی توسیع کے سوال پر بھی غور کرینگی۔ اسی اثنا میں میں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انگریزی مطبع کے لئے جو سال گذشتہ میں تحریک کی گئی تھی اس تجویز کو بھی ابھی ملتوی کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ جس قدر رقم بکار تھی اس کی چوتھائی کے قریب بمشکل جمع ہوئی ہے اور جس صورت میں اعانت کی رقم میں کمی واقع ہو رہی ہے تو مطبع کے خیال کو بالفعل چھوڑ کر اور اس کے لئے کسی آئندہ وقت کے منتظر رہ کر اس امر کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ جو بہر حال مقدم ہے۔

تازہ وحی

۲۸ جنوری ۱۹۰۸ء۔ انی معک یا ابراہیم

" " از خدا یا بندہ مراں خدا۔

ایڈیٹوریل برلف نوٹس

اس نفاق سے کیا فائدہ؟

جب اجیت سنگھ پولیٹیکل قیدی کی حیثیت میں جلاوطن کیا گیا تو ہر فرقہ آریہ اور سکھ نے اس سے علیحدگی کا اظہار کرنا تھا لیکن جب وہ مراحم خسروانہ کی بنا پر رہا ہو کر آیا تو اسے ملکی لیڈر سمجھ لیا گیا اس نفاق سے کیا فائدہ؟ کیا اس نفاق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم میں خود غرضی اور دو رنگی کام کر رہی ہے۔

کانگرس اور قانون اسلحہ

اخبار وکیل نے خوب لکھا ہے کہ قانون اسلحہ کی منسوخی پر کانگرس ابتدا سے زور دے رہی ہے، خدانخواستہ اگر اس میں کامیابی ہو جاتی تو ۲۶ اور ۲۷ دسمبر ۱۹۰۷ء کو سورت میں کس قدر ہولناک سین نظر آتا۔ کانگرس کے تمام ڈیلی گیٹس۔ عام تماشائی اور بالخصوص وہ قومی والنٹیر جن کے سوکھے ہونٹ جام شہادت کے لئے بیقرار ہیں خونریز آلات حرب سے مسلح ہو کر نبرد آزمائی کرتے اور مدفن کانگرس خون میں لتھڑے ہوئے لاشوں اور کٹے ہوئے خونچکاں اعضا سے بھر جاتا چشم تصور سے تھوڑی دیر کے لئے کام لو دیکھو کہ کس قدر وحشت ناک اور ہوشربا منظر ہے۔ بیسیوں مہدی کی مہلک گولیوں بارود کے کثیف دھوئیں اور دھوئیں کی کثیف فضا میں کبھی کبھی چمک جانے والی تلواروں نے کانگرس پنڈال کو مہابھارت کا میدان بنا دیا ہے اس وحشت اور جہالت کے سمندر میں کن کی خون آلود لاشیں تیر رہی ہیں؟ انکی جو ہندوستان کو اجانب کی غلامی سے نجات دلانے والے ہیں جو ماڈرن انڈیا کی منتخب ترین جماعت ہے جو مقدس ہندوستان کو برومتہ الکبریٰ کے ہمپایہ دیکھنے کے لئے سخت پریشان ہے۔

انجمن حمایت اسلام میں پھوٹ

ہر چند لاہور کی انجمن حمایت اسلام نام کی حمایت اسلام ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ وہ صوبہ کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت میں مدد دینے والی انجمن ہے اور اگر اور کچھ نہیں تو اس نے ایک کالج اور یتیم خانہ اور کچھ زنانہ مدرسے مشنریوں کے مدارس کے مقابل میں کھول کر کچھ کام کیا ہے، مگر یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ کچھ عرصہ سے اس میں پھوٹ پڑ رہی ہے اور دو پارٹیاں ہو کر ایک دوسرے کی تذلیل اور تخریب کے درپے ہیں۔ اب ان کے جنگل اجلاس کے کمروں سے نکل کر اخباروں میں مشتہر ہونے لگے ہیں اور انجمن ہی کے بعض ممبر انجمن کے حساب کو مشکوک ثابت کر رہے ہیں ہم بڑے افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ یہ خانہ جنگی انجمن کو سخت نقصان رساں ثابت ہوگی اور دونوں پارٹیوں میں سے کوئی ایک بھی اس کے انجام کو نہیں سوچتی۔ اگر انتظام اور قلمیت انجمن کے کارپردازوں میں کام کرتی ہے تو کیوں ایک فریق اپنی ضد نہیں چھوڑ دیتا۔ باوجودیکہ انجمن حمایت اسلام کی کوئی نمایاں اسلامی خدمت ہمارے سامنے نہیں مگر پھر بھی وہ مسلمانوں کی انجمن کہلاتی ہے اس لئے اس کی ابتری کی خبر خوشی کی خبر نہیں ہو سکتی بہتر ہے لاہور کے معزز اور معاملہ فہم مسلمان اس قضیہ کو دبا دیں اور دوسروں کو ہنسی کا موقع نہ دیں۔

نانک دکھیا سب سنسار سو سکھیا جس نام آدھار

حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد ایک امر واقعہ اور صداقت ہے فی الحقیقت دنیا میں سچی راحت اور حقیقی سکھ کسی کو حاصل نہیں بجز ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار اور نام لیوا ہیں نہ مال و دولت سے انسان مسرور رہ سکتا ہے اور نہ اولاد اور دوسرے رشتہ دار اس کو راحت پہنچا سکتے ہیں بلکہ حقیقی سکھ محض اللہ تعالیٰ کے ہی فضل پر موقوف ہے اور اس فضل کو اللہ تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری جذب کرتی ہے۔ خدا کرے ہم اس کی توفیق پا سکیں اور وہ اسلام ہمیں نصیب ہو جس کا نتیجہ **لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون** ہے۔

انجمن اخوت اسلام

سیالکوٹ میں ایک نئی انجمن نے کتم عدم سے سر نکالا ہے اس کے متعلق غالباً انجمن مذکور کے فنانشل سکرٹری نے ایک مضمون انجمن کے اغراض و مقاصد پر چھپوایا ہے جس میں سب سے پہلے ہی یہ لکھا ہے۔ "انجمن اخوت اسلام پنجاب جس کا انگریزی نام مسلم برادرہڈ پنجاب ہے ایک خالص تعلیمی جماعت ہے اس کو مذہبی اور ملکی جھگڑوں اور قضیوں سے کچھ سروکار نہیں"

مگر جب مقاصد کا اظہار کیا تو دوسرا مقصد یہ قرار دیا کہ مستند مذہبی کتب کا عربی اور فارسی سے انگریزی میں ترجمہ کر کے انگریزی خوانوں کی دینی حالت کو تقویت دی جاوے اور غیر مذاہب کے حملوں کو روکنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ تیار کیا جاوے۔

ناظرین انجمن اخوت اسلام کے فنانشل سکرٹری کی اس تحریر کو اب پڑھ کر سمجھ لیں ہم تو قاصر ہیں کس قدر افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اسلام نے **اخوت** پیدا کس طرح کی تھی اگر وہ اس اصول کو پیش نظر رکھیں تو بات بنے مگر یہاں ایک برکت اور فضل کا نام لے لیا جاتا ہے مگر اس کے حصول کی راہ کو چھوڑ دیا جاتا ہے

ترقی ہے یا پردہ دری

اخبار عام نے لاہور کی ایک عجیب خبر لکھی ہے جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے جنسہ درج کی جاتی ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ ملک میں اخلاق اخلاق اور آزادی اور ترقی کی پکار پکار نے والوں کی حالت کہاں تک پہنچی ہے۔ "پہلے ہندو اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو ننگے پھرنا اور اس طرح بے نقابی پسند کرنا کسی صورت میں ترقی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسی ترقی کا باعث یہ ضرور ہے جو ملک کی اخلاقی حالت پر ایک بجلی گرائے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو یہ ترقی شاید راس آ جاوے مگر ہمارے دل و دماغ تو اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں بہرحال وہ نئی ترقی کا نمونہ۔ چشم بد دور باد! لاہور میں مغربی تہذیب کی ترقی سے متعلق ایک خبر دی گئی ہے جو بہت سے اخبارات میں چکر کاٹ رہی ہے تعلیم یافتہ دیسی شرفا کے بچے مثل یورپین کے ہر روز صبح شام آپ کے ساتھ میدانوں میں ہوا خوری کرتے ہیں بعض دلیر حضرات شام کو اپنی اہلیہ کو ہلکی گاڑی میں اپنے ساتھ سوار کر کے ہوا خوری کراتے ہیں اور پردہ کا خیال بالکل اٹھتا جاتا ہے مشرقی طریق شرم و حیا کا بھی ابر عصمت وہ کیا۔ اس روز سٹیشن ریلوے کے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا کہ ایک معزز اور متمول ہندوستانی کی نوجوان لڑکی اپنے والد کے ہمراہ ٹہل قدمی کرتی تھی اس کا لباس بالکل فرنگیوں کا سا تھا گون زیب تن اور اونچی ایڑی کی چست گرگابی پاؤں میں پہنے تھی۔ چہرہ بالکل کھلا تھا۔ اتنے میں اس ماہ پارہ نوجوان لڑکی کا خاوند آیا۔ تب وہ لڑکی جھٹ اپنے والد کو چھوڑ کر پیارے جا ملی۔ اور اسی کے ساتھ ٹہل قدمی کرتی تھی جن لوگوں کے رشتہ دار لاہور میں ہیں ان کو تاکید کی گئی ہے کہ خود وہاں جا کر دیکھیں اور ان حالات کی بآسانی تصدیق کریں۔ وہ دیکھیں گے اور ضرور دیکھینگے کہ نوجوان عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ شانہ بشانہ نکل کر شام کو ہوا خوری کی غرض سے ٹہل قدمی کرتی ہیں اور ان کی چہل پہل ہی بھلی معلوم ہوتی ہے اس کو ہر شخص اپنے دل میں اندازہ کر سکتا ہے تمام قدیم تہذیب اور حیاداری کو خیرباد کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ترقی اور تبدیلی کا ہے کہ اگر کوئی آدمی از راہ دلیری کے پرانے طریق کو واپس لانا چاہے تو اس کی باتیں محض ہنسی سے اڑائی جائیں گی۔ اسے ٹھٹھا کیا ہوگی؟

برٹش حکومت کی برکت

ایک وہ وقت تھا کہ مسلمانوں کو اپنی مسجدوں میں نماز کی اذان تک دینے کی ممانعت تھی یہ سکھوں کا دور تھا مگر آج برٹش حکومت کے نیچے مسجدوں کی حفاظت اور مرمت میں گورنمنٹ ہزاروں روپیہ دیتی ہے شاہی مسجد لاہور کی مرمت کی خاطر نصف لاکھ سے زیادہ روپیہ گورنمنٹ دے چکی ہے اب دہلی کی ایک قدیم اور مشہور مسجد جو سنہری تالاب کے نام سے پکاری جاتی ہے کی مرمت اور حفاظت کے لئے بھی گورنمنٹ پنجاب نے ذمہ اٹھایا ہے۔ اس مسجد کو تاریخی عمارت کی ذیل میں شامل کیا گیا ہے، اس کی مرمت گورنمنٹ کریگی اس کے دونوں بغل کے حجرے اور دروازے بھی بطور یادگار محفوظ رکھے جائیں گے۔

تائید حق

نیرے جلوہ کی لائے تاب اتنی کس میں طاقت ہے
تو بے شک ثانی یوسف کہاں اُس کو فضیلت ہے
تیری یہ سادگی دلبر نہیں محتاج زیور کی
خدا نے نور سے اپنے تجھے دی زیب و زینت ہے
لکھوں تعریف تیری میں میرا مقدور کیا ہادی
قلم تیرے میں طاقت ہے زباں تیری میں قوت ہے
تیری تحریر کے آگے سبھی تحریریں ناقص ہیں
تیری ہی اک عبارت میں فصاحت ہے بلاغت ہے
تیرے قدموں کے آگے سب سر کو جھکاتے ہیں
خدا نے تجھکو بخشی آج ایسی شان و شوکت ہے
سکندر اور دارا سے ہیں آگے کانپتے تیرے
تیرا وہ جاہ و حشمت ہے کہ سب پر رُعب و ہیبت ہے
تیرا جو ہے عدو اُس کا خدا دشمن یقیناً ہے
مگر جو تیرے گھر میں ہیں خدا کی اُن پہ رحمت ہے
تو ہی ہے عیسٰے دوراں تو ہی ہے مہدی سلطان
کہ در پر جس کے عاصی کو بھی اب ملتی ہدایت ہے
تو ہی تو اس صدی کا ہے مجدد آج کوکب ہے
کہ جس صاحبقراں نے سب مٹایا شرک و بدعت ہے
وہ حلیہ جو تیرا ہم کو تھا پیغمبر نے بتلایا
وہی یہ قد و قامت ہے وہی یہ پیاری صورت ہے
ہیں تیرے بال سیدھے اور گندم گوں تیری رنگت
تو ہی وہ پاک ہے جس کی زباں میں جس کی لکنت ہے
تیرے ہی ہاتھ نے توڑا نصارے کی صلیبوں کو
بنائیں اُن کو دوبارہ کہاں وہ ان میں ہمت ہے
بڑی مدت سے عیسٰے کو بٹھایا آسماں پر تھا
مگر کشمیر میں تو نے دکھائی اُس کی تربت ہے
وہ لیکھو آتھم و ڈوئی سبھی خنزیر ہیں واللہ
کہ ان کی تیرے ہاتھوں سے ہوئی کیسی ہلاکت ہے
تیری خاطر ہی طاعون نے زلازل نے غضب ڈھایا
مہ و خورشید نے رمضاں میں دی تیری شہادت ہے
عبث ہیں مانگتے تجھ سے نشاں یہ عقل کے اندھے
تیری ہر بات ہی پیارے مسلم اک کرامت ہے
غرض تعریف تیری یاں قلم سے ہو نہیں سکتی
خدا مداح ہے تیرا بھلا پھر کس کی حاجت ہے
تمنا ہے میرے دل کی تیرے کوچہ میں دم نکلے
بہشتی مقبرہ مدفن ہو گر میرا تو جنت ہے
مگر ہے دل میں یہ خدشہ ہو پوری کس طرح خواہش
ادھر کیسہ زر خالی ادھر ایماں کی قلت ہے
گو اک واں ہر بشر اپنے کئے کا اجر پائے گا
بہ نیت بر مراد آوے یہ مشہور اک کہاوت ہے

دعا کر اے میرے پیارے تیرے سایہ میں آ جاؤں
تیرے دیدار سے دل کو بتاؤں کیا جو راحت ہے
بشکل مرغ بسمل ہے مرا دل ہجر میں تیرے
جہاں اس دل کو چین آوے تیری وہ پیاری قربت ہے
نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑینگے کبھی ہم اپنے دلبر کو
تیری بے سود اے ناصح یہ سب وعظ و نصیحت ہے
کوئی محبوب دنیا میں نظر اس سا نہیں آتا
خدا نے حسن بخشا ہے عجب جس میں ملاحت ہے
بجز رشک قمر کوئی میرے دل کو نہیں بھاتا
کہ اتنی اُس شہ والا کی دل میں میرے اُلفت ہے
اُسی کے نام کا ڈنکا بجا ہے آج دنیا میں
اُسی کے حسن کی یارو ہر اک عالم میں شہرت ہے
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا وہ اپنی خوشنمائی میں
یہ اُٹھنا بیٹھنا چلنا بھی جس کا اک نزاکت ہے
ہر اک معشوق کے ظلموں سے رونا ہی نظر آیا
مگر یہ ایسا دلبر ہے کہ جس کی سب پہ شفقت ہے
کسی کی دل آزاری میں وہ راضی ہی نہیں ہرگز
ہر اک سے گفتگو اُس کی وہ ایسا خوش طبیعت ہے
کبھی سنتے تھے حسن ترک ہے معروف عالم میں
مقابل پر مگر اس کے اسے بھی سخت غیرت ہے
نگاہیں اور ہی کچھ ہیں ادائیں اور ہی کچھ ہیں
غرض ہر بات میں اس کی انوکھی ہی نزاکت ہے
وہی محبوب خالق ہے وہی محبوب احمد ہے
وہ محبوب ملائک ہے مجھے جس سے محبت ہے
مگر علمائے دیں پرواہ نہیں ایمان کی کرتے
زباں پر اللہ اللہ ہے چھپی دل میں کدورت ہے
بٹھا ئیں ابن مریم کو فلک پر زندہ برسوں سے
سلائیں مصطفٰے کو زیر پا یہ اُن کی غیرت ہے
کسی کو زندہ بتلائیں جو اب تک ہو رہا باقی
پھر عیسٰی زندہ ہو کیونکر وہ کیا اس میں فضیلت ہے
وہ ثابت جبکہ مردہ ہے حدیثوں اور قرآں سے
تو پھر ہم سے بھلا ان کی یہ کیوں بیجا شکایت ہے
محمد فوت ہو جائیں جو سب نبیوں سے افضل ہیں
تو باہر موت سے عیسٰے عجب یہ مولویت ہے
یہ دل سے مانتے ہیں سب مسیحا کی حقیقت کو
بجز اس کے نہیں کچھ پر شرارت ہی عداوت ہے
گئے گذرے ہیں کتے سے حریص نان ایسے ہیں
بھلا مانینگے پھر کیونکر کہ جن کی یہ حقیقت ہے
نہ مانینگے نہ مانینگے خدا بھی خواہ اُتر جائے
یہ اندھے بہرے گونگے ہیں کفر پہ استقامت ہے
نہ پوچھو حالتیں ان کی نہیں کچھ ربط دیں سے ہے
یہ لگے بھگت ہوتا ان کا شکلوں سے بھی ثابت ہے

زباں سے اور کہتے ہیں عمل کچھ اور کرتے ہیں
منافق ہیں مخالف ہیں ریاکاری سے رغبت ہے
گلہ کیوں ہم سے کرتے ہیں یہ اپنی بدنصیبی کا
انھیں کے شامت اعمال کی ان پہ مصیبت ہے
خدا نے ہیں نشاں ظاہر کئے لاکھوں کروڑوں تک
مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں صاحب بصیرت ہے
خدایا فضل کر ان پر کہ آخر تیرے بندے ہیں
دلوں کو صاف کر ان کے چھٹی ان پہ ضلالت ہے
بنے ہیں گو مخالف یہ تیرے مہدی و عیسٰے کے
مگر یہ دشمنی اُس کی صداقت کی علامت ہے
ضروری ہے نبی کے ہوں مطابق بھی مخالف ہوں
سوا اسکے نہیں ظاہر کبھو ہوتی صداقت ہے
خدایا تیرے کاموں سے ہے قدرت اک نظر آتی
تیری ہر بات میں یارب کوئی نہ کوئی حکمت ہے
تیرا اور تیرے نبیوں کا جہاں میں جو کہ منکر ہو
تو دونوں ہی جہانوں میں ہمیشہ اُس پہ لعنت ہے
تیرا دیکھا و ستادہ ہے اپنی آنکھوں سے
کہ جس کے دشمنوں پہ آج برپا اک قیامت ہے
تیرے جو پاک بندے ہیں انھیں کو ملتی نصرت ہے
مگر جو مفتری ہو وے اُسے ذلت پہ ذلت ہے
مقابل پر مسیحا کے تھا نکلا آریہ لیکھو
زمانے پر بھی روشن ہے بنائی اُس کی جو گت ہے
بنا تلوار کا کشتہ تیرا جو جو مخالف تھا
مگر بیار جو تیرا تھا ابھی تک وہ سلامت ہے
الٰہی کر مدد اپنی دعا آخر میں کرتا ہوں
کرم کر تو مسلمانوں پہ آئی ان پہ غربت ہے
مسلماں بھی مسلماں نام کے ہیں یاں نظر آتے
یہ حالت ہر مسلماں کی بنی اب جائے عبرت ہے
ہے مطلب ان کو دنیا سے مگر ہے دین سے غفلت
تو اپنی روشنی سے دور کر جو ان پہ ظلمت ہے
لگا تھا بوٹا ہاتھوں سے محمد کے نہ ضائع ہو
الٰہی کھا رہا دل کو میرے یہ فکر ملت ہے
برائے مصطفٰے اب تو خود ہی اک نظر فرما
ترحم کر ترحم کر نبی تیرے کی اُمت ہے
دلوں کو پھیر دے انکے مسیحا کی طرف یارب
تو قادر ہے توانا ہے تیری یہ اک عنایت ہے
ارے لوگو چلو جلدی مسیحائے زماں کے پاس
کہ لٹتی در پہ اُس کے اب پڑا ایماں دولت ہے
چلو دار الاماں میں اب اگر تم امن ہو چاہتے
وگرنہ یہ سمجھ رکھو کہ پھر اک روز حسرت ہے
قلم کو بند کر اشرف تجھے اوروں سے کیا مطلب
خدا کا شکر تجھکو ملی توفیق بیعت ہے

کانے دجّال کے صاحب کو ایکسو اسی [۱۸۰] روپیہ انعام

پٹیالہ اور تراوڑی سے ہوتا ہوا جو کانا دجال

نکلا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا صاحب فی الحقیقت پورا دجال ہے۔ اس لئے کہ دجال کا جو کام بتایا گیا ہے۔ اس کے پورا کرنے مین اس نے کوئی کسر اٹھا نہین رکھی۔ بلکہ گالیان دینے مین تو اس کے بھی کان کترے ہین۔ دجال کا کام یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ حق اور باطل کو ملتبس کرکے لوگون کو گمراہ کریگا۔ اس لحاظ سے مرتد ڈاکٹر نے التباس حق و باطل مین دقیقہ اٹھا نہین رکھا اگرچہ خدائی فیصلہ

حق کی نمایان فتح

کے رنگ مین ہو کر نہایت شان و شوکت سے اپنے وقت پر ظاہر ہو گا۔ مگر اس دجل و زور کے پتلے کے کانے ٹیٹوے کو توڑنے کیواسطے اس کے دماغ کو سہلانے کی کچھ ضرورت ہے۔ تاکہ کم از کم اس مین سے متعفن مادہ کبر و نخوت کا تحلیل ہونے لگے اور خلق اللہ کو نفع پہنچے۔

مرتد ڈاکٹر نے ایک فصل مین اس عظیم الشان آیت اللہ کو جھٹلانے کے لئے بڑے ہاتھ پاؤن مارے ہین جو کسوف و خسوف کے رنگ مین ۱۳۱۲ھ ہجری مین ظاہر ہوا دارقطنی کی مشہور حدیث ان لمھدینا آیتین الاخرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تصدیق دعویٰ مین وہ زبردست حربہ ہے جس سے دجال کے دجل کا طلسمی بت ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر مرتد نے نہایت چالاکی کے ساتھ اپنی تفسیر کے خلاف اسی آیت اللہ کو مشکوک کرنے کی کوشش کی ہے۔ مرتد نے اپنے کانے دجال کے ذریعہ بوڈ آف دی گلوبس اور حدایق النجوم وغیرہ کا حوالہ دیکر اور ایک نقشہ کھینچ کر بتایا ہے کہ ابتدائے سنہ ہجری سے ۱۳۱۲ھ ہجری تک پچیس یا چھبیس مرتبہ خسوف کسوف بالکل اسی طرح واقع ہوا ہے جسطرح کہ ۱۳۱۲ھ ہجری مین ہوا۔ کانا دجال اگرچہ تراوڑی کے کھنڈرات اور پٹیالہ کی گلیون ہی مین منڈلاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور اہل علم کے دروازے تک اسکی رسائی ناممکن معلوم ہوتی ہے تاہم اگر کسی اہل علم نے اسے دیکھا ہوگا۔ اور اس فصل پر نظر کی ہوگی تو اس نے

اسپر تھوک دیا ہوگا

مگر عوام کو علم ہیئت سے چونکہ مذاق نہین اس لئے کچھ تعجب نہین کہ کانے دجال کی علم ہیئت کی کتابون کے نام اور اس کے نقشون کو دیکھکر مغالطہ کہا جائین۔ (حالانکہ مرتد خود بھی ہیئت کی ان کتابون اور بالخصوص کسوف و خسوف کے متعلق حصص اور نقشون کو بالکل نہین سمجھا) اس لئے دجال کی اس چالاکی اور مغالطہ کا راز طشت از بام کرنے کے لئے اس اعلان اور انعام کو شایع کرنے کی ضرورت سمجھتا ہون۔

پہلا مغالطہ جو کانے دجال نے دیا ہے یہ ہے کہ اسنے ہرگز ثابت نہین کیا۔ کہ جن لوگون کی اُسنے فہرست دی ہے انہون نے مہدی موعود ہونے کا دعوے کیا ہو۔ اور یہ اقرار کیا ہو۔ کہ یہ کسوف و خسوف کا نشان میرے لئے ہوا۔ اس لئے مرتد کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے فہرست کے دیئے ہوئے نامون مین سے ہر ایک کے متعلق یہ ثابت کرے کہ اس نے فلان سنہ مین یہ دعوے شایع کیا تہا۔ کہ مین مہدی موعود ہون۔ اور یہ کسوف خسوف مہدی کے نشانات کے ضمن مین

میرے لئے واقع ہوا ہے

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ واقع ہوئے ہین ۱۳۱۲ھ ہجری مین جس طرح کسوف و خسوف اکھٹے واقع ہوئے ہین اسی طرز پر کبھی کسوف و خسوف اکٹھے رمضان کے مہینے مین واقع نہین ہوئے۔ مگر مرتد اپنی دجالیت کے ثبوت مین ایک فہرست دیتا ہے اور نہین سوچتا اور سمجھتا۔ کہ مین کس امر کی تردید کر رہا ہون۔

پس

مین اس اعلان کے ذریعے مرتد اور اس کے مویدین پر اتمام حجت کرتا ہون۔ کہ اگر وہ ایک ماہ تک کانے دجال کے کسوف و خسوف والے نقشہ کو حدیث دارقطنی کی مشہور شرایط کے موافق صحیح ثابت کردے تو اسکو ایک سال تک پندرہ روپیہ ماہوار بطور انعام دیا جائیگا۔ یہ انعام امرتسری موید مرتد کے ہمرنگ نہین ہوگا جسکو اس کے امرتسری احباب و دیرینہ نے معما سازی اور چیستان نہی کی خوب مشق کرائی ہوئی ہے۔ اور جب سے اس کی انعامی چیستان کا حل میرے ایک معزز دوست نے کیا ہے۔ وہ کچھ ایسا متحیر اور ششدر ہوا ہے کہ اسے اتنا بھی پتہ نہین لگتا۔ کہ مین کیا کہتا ہون۔ اور اسپر دوسرون کے دماغ کا اس کو فکر پڑا ہوا ہے۔ اس کے تنقیہ

دماغ کے لئے مرتد ڈاکٹر جس مناسب نسخہ سے چاہیے کام لے مجھکو اس سے کچھ سروکار نہین۔ البتہ یہ امر ضرور حیرت کی نظر سے دیکھا گیا ہے کہ تراوڑی سے کانا دجال نکل آیا۔ مگر امرتسری موید نے مسہل کی پیٹھ نہ ٹھونکی۔

اگر ایک مہینے کے اندر ایک سے زیادہ اشخاص کامیاب اور مستحق انعام ثابت ہونگے۔ تو مقررہ رقم ان پر تقسیم کردی جائے گی۔

یہ مضمون ناقص اور ناتمام رہ جائیگا۔ اگر یہ نہ دکہایا جاوے کہ مرتد ڈاکٹر نے اپنی تفسیر القرآن مین اسی کسوف و خسوف کے متعلق کیا لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے (۱۸)

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۴۶۔ اگر (محمد) بعض باتین ہم پر بنا کر کہتا۔ ہم اس کا دہنا ہاتہہ پکڑ لیتے اور گردن کی رگ کاٹ ڈالتے پہر کوئی بھی ہم مین سے اس کو بچانیے والا نہ ہوتا۔ یہی علامات توریت مین جہوٹے نبی کی بیان کی ہوئی ہین۔ کہ وہ قتل کیا جاویگا۔ اس کی پیشگوئیان جہوٹی ثابت ہونگی۔ جو الہام کا جہوٹا دعوے کرتا ہے۔ وہ جلد ہلاک ہوگا۔ چنانچہ مقامات ذیل کو دیکھو (استثنا ۱۳ باب ۱ تا ۵) (استثنا ۱۸ باب ۲۰ تا ۲۲) (یرمیاہ ۲۳ باب ۲۵ تا ۳۲) (یرمیاہ ۲۷ باب ۱۵) (یرمیاہ ۲۸ باب ۱ تا ۱۷) (متی ۷ باب ۱۵) (اعمال ۵ باب ۳۶ و ۳۷) یہی ابدی صداقت قرآن مجید نے خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق مین پیش کی تہی۔ اور یہی حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حالات پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ آپ کو دعوے الہام کرتے ہوئے پچیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوچکا۔ جو زمانہ نبوت محمدی سے زیادہ ہے۔ آیات قرآنی و تورانی کے مطابق چاہیے تہا۔ کہ اگر آپ جہوٹے ہوتے تو ابتک آپ اور آپ کے مرید برباد ہوجاتے آپ کی کوئی پیشگوئی سچی ثابت نہ ہوتی۔ آپ پر ذلت اور مصیبت روز بروز زیادہ ہوتی اور کوئی انسان آپ کو بچا نہ سکتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ آپ کی عزت اور قبولیت روز بروز زیادہ ہے آپ کے مخالف برباد ہوتے جارہے ہین۔ اور ذلت پر ذلت اٹھاتے ہین۔ آپ کی صدہا پیشگوئیان پوری ہوچکی ہین۔ بلکہ آپ کے مریدون کی بھی صدہا پیشگوئیان پوری ہورہی ہین۔ اور ان کے مخالف ذلت و مصیبت اٹھاتے ہین۔ اور زمانہ قریب ہے کہ عالم کا عالم آپ کی طرف جہک جائے۔

(۱۹) وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۔ جب چاند گہنا جائے۔ اور شمس و قمر اکٹھے کئے جائین۔ یعنی سورج گرہن ہوجائے۔ اور انسان کہے گا۔ کہ اب بہاگنے کی جگہ کہان ہے۔ طبعیات سے ثابت ہے کہ جب چاند اور سورج ایک سیدہ مین جمع ہوتے ہین یعنی سورج اور زمین کے درمیان چاند آجاتا ہے۔ تو سورج گرہن واقع ہوتا ہے۔ گویا کہ اجتماع شمس و قمر کا ذکر کرنا۔ سورج گرہن کا علمی بیان ہے۔ مگر بعض علماء نے ناواقفیت طبعیات کیوجہ سے اس آیت کے یہ معنی کرلئے کہ جب چاند اور سورج ایک جگہہ اکٹھے ہون ایسا ہونا نہ محض علم طبعیات و نجم کی رو سے باطل ہے۔ بلکہ قرآن بھی اس کی تردید فرماتا ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ۔ اور سورج ایسا کبھی نہین کرسکتا۔ کہ چاند کو جا کر پکڑ لے۔

الغرض چاند گرہن اور سورج گرہن کا ایک مہینے مین واقعہ ہونا مسیح موعود کی قطعی علامت بیان فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک

المہدی سے ظاہر ہے کہ اب جائے گریز کہاں ہے یہی مضمون دار قطنی کی حدیث میں پوری تشریح کے ساتھ اس طرح پر بیان ہوا ہے تحقیق مہدی کی تصدیق کے واسطے دو نشان الہی ہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کئے گئے ہیں وہ دونوں نشان کسی کی تصدیق کے واسطے نہیں ہوئے۔ چاند گرہن اول رات میں اور رمضان میں سورج گرہن ہوگا۔ نصف میں ہیئت سے ثابت ہے کہ چاند گرہن تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں ہوا کرتا ہے اور سورج گرہن ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ کو چنانچہ حدیث شریف کی تشریح میں مطابق ۱۳۱۲ ہجری کے ماہ رمضان میں چاند گرہن تیرھویں کو جو چاند گرہن کی پہلی رات ہے واقعہ ہوا تھا۔ اور سورج گرہن ۲۸ تاریخ کو جو اس کی مدت گرہن کی نصف سے ظہور میں آیا تھا۔ پس اب بتلاؤ کہ جائے گریز کونسی ہے جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے یہ دو نشان اس ہیئت کے ساتھ ہوئے مہدی کے اور کسی مدعی مہدویت کے واسطے نہیں ہوئے جیسا کہ حدیث شریف میں صاف مذکور ہے اور اس سے زیادہ صحیح حدیث بھی کونسی ہو سکتی ہے۔ جو قرآنی آیت کے مطابق اور اس کے مفسر زیادہ زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہو۔ اور ۱۳ صدیوں کے بعد دعوے مسیح موعود کے زمانہ میں اس کے مطابق ظہور بھی ہو جائے اس حدیث شریف میں مہدی لفظ ہے اور ابن ماجہ و حاکم نے جو انس سے روایت کی ہے اس میں یہ لفظ ہیں **لا مہدی الا عیسیٰ** یعنی عیسیٰ کے سوائے مہدی اور کوئی نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے چنانچہ حضرت مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا بھی یہی دعوے ہے کہ مہدی موعود اور مسیح موعود میں ہی ہوں نعمت اللہ ولی کے شعر میں ہے۔ شعر

مہدی وقت عیسیٰ دوران۔

ہر دو را شہسوار مے بینم۔

اب ناظرین خود نتیجہ نکال لیں کہ مرتد کا سنے والا میں رہ گیا ہے یا تفسیر القرآن میں۔

راقم علم ہیئت کا مطالعہ کرنے

والا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

مذہب العرب

۲۴ر دسمبر ۱۹۰۷ء کو مصر کی انجمن

مدرس عالیہ میں عز تو احمد زکی آفندی نے جو مجلس نظار کے سکرٹری ہیں اور جو علمائے مشرقیات کی بین الاقوامی مجلس کے ایک سالانہ اجلاس میں مصر کی طرف سے ڈیلی گیٹ ہو کر جا چکے ہیں۔ اور جن کا سفرنامہ یوروپ نہایت مقبول ہوا ہے۔ ایک علمی و تاریخی لیکچر دیا۔ اس لیکچر کا خلاصہ ہم اپنے اخبار کے ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فاضل لیکچرر نے اول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانہ خلافت میں تاریخ ہجری کی بنیاد پڑنے کا ذکر کیا۔ پھر عربوں کی فتوحات اور ان کی علمی ترقیات کا اجمالی بیان کیا۔ مامون عباسی کے علمی عہد کے بیان میں انہوں نے ارسطو کی کتاب **السیاسۃ** کا ذکر کیا۔ کہ وہ نہایت مشکل سے دستیاب ہوئی تھی۔ اور اس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ پھر کہا کہ میرے پاس یہ کتاب موجود ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایسی نادر کتاب کتب خانہ خدیویہ میں موجود نہیں ہے پھر علامہ شریف ادریسی کی بادشاہ راجر کی بے نظیر کتاب **نزہۃ المشتاق** کا ذکر کیا ہے جو جغرافیہ میں ہے۔ اور جو سسلی کے عیسائی بادشاہ راجر کی سرپرستی میں لکھی تھی انہوں نے کہا کہ اس کتاب کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا گیا ہے اٹلی کے ایک عالم میشل اماری نے اس کتاب کے اس خاص حصہ کو اصل میں چھپوایا ہے۔ جو جزیرہ سسلی کے حالات میں ہے۔ نیز اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا ہے۔ ایک اور عالم نے اس حصہ کو علیحدہ کر کے شائع کیا ہے۔ جو سلطین کی نسبت ہے۔ پھر کہا کہ یہ افسوس ہے۔ کہ یہ نادر کتاب بھی کتب خانہ خدیویہ میں موجود نہیں ہے۔

پھر فاضل لیکچرار نے اس عجیب روایت کا بیان کیا۔ جو ادریسی نے اپنے جغرافیہ میں لکھی ہے۔ اور کتاب جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کلمبس سے پہلے ۴۴۳ ہجری میں امریکہ کا خیال عربوں کے ذہن میں آیا تھا۔ اور انہوں نے امریکہ کی تلاش کا ارادہ کیا تھا۔ ادریسی نے یہ اس زمانہ کا ذکر لکھا ہے جب کہ عربوں کی حکومت اسپین اور پرتگال میں تھی۔ اس نے لکھا ہے کہ لشبونہ (یعنی لزبن حال دار الحکومت پرتگال) کے ۸ عربوں نے جو ایک ہی قبیلہ کے تھے بحر ظلمات میں سفر کرنے اور اسکی انتہا معلوم کرنے اور نئے ملکوں کا سراغ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے وہ ایک بڑی کشتی میں سوار ہوئے۔ مگر بعض جزائر سے آگے نہ بڑھ سکے۔ کیونکہ راستے میں بلشوں کے ایک گروہ نے (جو شکاری پرندے ہیں) ان کو گھیر لیا۔ اور ان کو اس قدر تنگ کیا۔ کہ وہ آگے نہ جا سکیں۔ لزبن کے جس محلہ میں یہ عرب رہتے تھے۔ وہ آج تک درب المغررین کے نام سے مشہور ہے درب کے معنی پھاٹک کے ہیں۔ اور ان مغررین لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو اپنے تئیں خطرہ میں ڈالدیں لیکچرار نے کہا کہ یوروپ کے سفر میں اس مقام کو میں نے دیکھا ہے۔

اس کے بعد فاضل لیکچرار نے اسی واقعہ کے متعلق ایک اور روایت بیان کی جو ادریسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اس روایت میں بجائے ۸ عربوں کے ۸ کی تعداد درج کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ یہ سب چچازاد بھائی تھے انہوں نے کئی مہینے کا کھانا اور پانی کشتی میں رکھا۔ اور مشرقی ہوا پر ہوا کے رخ پر چل پڑے۔ گیارہ دن چلنے کے بعد وہ ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سمندر کا پانی غلیظ تھا۔ اور روشنی کم تھی۔ یہاں ان کو خطرہ محسوس ہوا اس لئے انہوں نے کشتی کو جنوب کی طرف چلانا شروع کیا۔ بارہ دن کے بعد وہ ایک جزیرہ میں پہنچے۔ جس میں بکریاں کثرت سے تھیں۔ مگر ان کا چرواہا کوئی نظر نہیں آیا۔

انہوں نے ایک بکری کو ذبح کیا۔ مگر گوشت کا مزہ تلخ معلوم ہوا اس جزیرہ سے چلکر بارہ دن تک وہ اور سفر کرتے رہے۔ اس مدت کے بعد ان کو ایک نیا جزیرہ نظر آیا جس میں کھیتی اور آبادی دکھائی دی۔ اس جزیرہ کے باشندوں نے یکایک ان کی کشتی کو گھیر لیا اور ان کو کشتی سے اتار کر اپنے جزیرہ میں لے گئے اس جزیرہ کے باشندوں کے قد لمبے تھے۔ چہرے گلابی رنگ کے تھے۔ سروں کے بال کندھوں پر چھوٹے ہوئے تھے۔ عورتیں بھی حسین تھیں حسن اتفاق سے ان کو ایک شخص ملگیا۔ جو عربی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا اور جو جزیرہ کے حاکم کا ترجمان تھا اسنے حاکم سے ان کا حال بیان کیا۔ حاکم ان کے حال پر رحم آیا۔ چند روز اپنے ہاں ان کو ٹھہرایا پھر اسکی حکم سے انکی آنکھوں پر پٹیاں باندھی گئیں اور ان کی مشکیں کسی گئیں اور اس کے ملازموں نے ان کو کشتی پر سوار کیا اور تین دن کے بعد ان کو رات کے وقت خشکی پر اتارا اور اسی حالت میں چھوڑ گئے صبح کے وقت جب سورج نکلا۔ اور لوگوں کی آمد و رفت ان کو معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی مدد کے لئے لوگوں کو بلایا۔ اس پر چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان کی مشکیں کھولی گئیں۔ اور آنکھوں پر سے پٹیاں اتاری گئیں اور ان کا حال پوچھا گیا۔ یہ بربرے باشندے تھے۔ ان میں سے ایک بربری نے پوچھا کچھ معلوم ہے کہ یہاں سے تمہارا وطن کس قدر دور ہے انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا دو مہینے سے کم عرصہ کی مسافت نہیں ہے اس پر ان عربوں کے سردار نے آہ سرد بھر کر کہا۔ **وااسفی**۔ یعنی افسوس صد افسوس!!! اسی روز سے بندرگاہ کا نام **اسفی** مشہور ہو گیا۔ آج کل یہ بندرگاہ مراکو کے مغرب میں ہے۔ اور اس کا نام بگڑ کر۔ سافی ہو گیا ہے۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد فاضل لیکچرار نے ایک نقشے کی طرف اشارہ کیا۔ جو دیوار پر آویزان تھا۔ اور عربوں کے سفر کی اسطرح تشریح کی کہ وہ اول بخط مستقیم مغرب کی جانب چلے پھر انہوں نے جنوب کی طرف رخ کیا جس جگہ سمندر کا پانی ان کو غلیظ دکھائی دیا۔ یہ وہ موقع ہے۔ جہاں کی نسبت افلاطون نے کہا ہے۔ کہ ایک بر اعظم اٹلانٹا کے نام سے یہاں آباد ہے۔ پھر سمندر میں غرق ہو گیا اور بحر ظلمات کا نام اٹلانٹک اسی بر اعظم کے سبب سے رکھا گیا ہے۔ پانی کے غلیظ ہونے کی وجہ یہی تھی۔ کہ یہاں خشکی کا ایک بہت بڑا حصہ غرق ہو چکا تھا۔ آج کل بھی

اس موقع پر پانی گدلا معلوم ہوتا ہے اور اس کی سطح پر گہر چہائی رہتی ہے اس کہر کے سبب سے اکثر جہاز ٹکرا جاتے ہیں سب سے پہلے وہ مجمع الجزائر سعد کے کسی جزیرہ میں پہنچ جہان آج کل بہی بکریاں کثرت سے ہوتی ہیں۔ اور جہان کے باشندے کہالوں کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ جزیرہ جس میں اول اول پہنچے۔ غالباً جزیرہ اسود تہا۔ پرتگیزوں نے بہی اس جزیرہ کے قریب وحشی پرندوں کا ہجوم دیکہا۔ جیسا کہ عربوں کو دکہائی دیا تہا۔ یہاں سے چل کر وہ مجمع الجزائر مڈیرا میں پہنچے۔ جہان کے باشندے اب بہی سرخ و سفید ہوتے ہیں مڈیرا کے معنی پرتگیزی زبان میں لکڑی کے ہوتے ہیں۔ ان جزائر میں کشتیان بنانے کی لکڑی کثرت سے دستیاب ہوتی ہے اور اسی لئے ان کا نام رکہا گیا۔

فاضل لیکچرار نے کہا۔ یہ سچ ہے کہ لزبن کے عرب امریکہ نہیں پہنچ سکے۔ مگر یہ بہی کچہہ کم بات نہیں ہے۔ کہ ایک جدید ملک کا خیال اُن کے دلوں میں آیا اور اس کے معلوم کرنے کے لئے انہوں نے اپنے تئیں خطرہ میں ڈال گو کہ وہ کامیاب نہ ہوئے اس کے بعد جب کلمبس نے یہ خیال لوگوں پر ظاہر کیا۔ تو اُن عربوں کی طرح اس کو بہی لوگوں نے دیوانا بتایا۔

اس کے بعد لیکچرار نے اندلس میں عربوں کی سلطنت پہر اُن کے اُس ملک سے نکالے جانے کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ چارلس دوم نے جب عربوں کے نکالے جانے کے بعد ملک کو ویران پایا تو ابن عوام اندلسی کی اس کتاب کا ترجمہ اندلسی زبان میں کرایا جو علم زراعت میں ایک نادر کتاب سمجہی جاتی ہے۔ اور اہل ملک کے سامنے وہ ترجمہ یہ بات کہہ کر پیش کیا۔ کہ اگر عرب یہاں موجود نہیں ہیں۔ تو ان کی یہ نادر یادگار تو موجود ہے۔ تم لوگ اس پر غور کرو۔ اور اپنے ملک کو سرسبز اور شاداب کرنے کی کوشش کرو۔ پہر لیکچرار نے کہا کہ اسی زمانہ میں اندلسی عربوں میں سے جو اس ملک میں سے نکال دیئے گئے تہے۔ ایک عرب اس ملک میں باقی رہ گیا تہا۔ جو رات دن عربوں کے اس ملک میں واپس آنے کے خواب دیکہا کرتا تہا۔ امریکہ کے دریافت ہو جانے اور اسپین کے جنگی جہاز میں ملاح بن کر نوکری کر لی اور وہ توپوں اور بندوقوں کے بنانے اور چلانے اور جہاز رانی اور بحری جنگ کا فن چپ چاپ سیکہتا رہا جب وہ ان فنون میں کامل ہو گیا۔ تو اس نے ٹیونس میں آکر پناہ لی۔ ٹیونس کے کنارے سے جاتا اور باشندگان اندلس لوٹ کر واپس چلا آتا تہا۔ کہ ایک لڑائی میں اتفاقاً وہ زخمی ہوا۔ اور اس سبب سے صاحب فراش ہو گیا۔ اسی زمانہ میں اُسنے ایک کتاب ان جنگی فنون پر لکہی جو اسنے اسپین کے جہاز پر سیکہے۔ یہ کتاب اس نے اسپین کی زبان میں لکہی تہی۔ مگر ایک شخص نے جو شمالی افریقہ کے مسلمان فرمانروا کا ترجمان تہا۔ اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا۔ اس کتاب کا نام وو کتاب العز والمنافع فی المجاہدین فی سبیل اللہ بالمدافع،، ہے۔ لیکچرار نے کہا کہ ۱۹۰۴ء میں حسن اتفاق سے یہ نادر قلمی کتاب مجہے قسطنطنیہ میں ملی۔ میں نے ساٹہہ پونڈ خرچ کر کے اس کتاب کے صفحات کا عکس فوٹو لیتھوگرافی کے طریقے سے تیار کرایا۔ یہ کہکر لیکچرار نے اس کتاب کو حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ اس کا ایک نسخہ قسطنطنیہ میں اور ایک وائنا میں موجود ہے اور دو نسخے الجزائر میں ہیں۔ اس شخص کا نام جس نے یہ کتاب تصنیف کی ،، ابن غانم ،، تہا۔ اس شخص کا نام جسنے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کیا ابن قاسم اندلسی تہا۔ اس کتاب میں بہت سی ریاضی شکلیں اور نقشے ہیں۔ جو ابن ذکریا اندلسی کے ہاتہہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ جہاز رانی اور بحری جنگ اور آتش فشان ہتہیاروں سے کام لینے کے طریقے اس کتاب میں نہایت شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔

یہ خلاصہ اس لیکچر کا ہے۔ جو احمد زکی آفندی نے مصر میں دیا ہو۔ اور جو مصر کے اخبارات میں چہاپا گیا ہے میں نے خود بہی سرسید مرحوم کی زندگی کے اخیر زمانہ میں ترجمہ کر کے لکہی تہی۔ اور اس پر ایک مضمون تحریر کیا تہا۔ بلاشبہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب اندلس کے دلوں میں ایک جدید اور نامعلوم ملک کا خیال آیا تہا اور وہ اس کے دریافت کرنے کے درپے ہوئے تہے۔ کچہہ عجب نہیں ہے۔ کہ یہ روایت یوروپ میں مشہور ہو گئی ہو۔ اور کلمبس کو اسی روایت نے امریکہ کے دریافت کرنے پر آمادہ کیا ہو۔ اگر اندلس میں عربوں کی سلطنت قایم رہتی۔ تو کسی زمانہ میں وہ ضرور امریکہ کو دریافت کر لیتے۔ اور وہاں بہی اسلام کا علم بلند کرتے۔ مگر کسی نے سچ کہا ہے۔ تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ ـ

(از علی گڈہہ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

خبروں کا گلدستہ

دنیائے اسلام کی خبریں

جدہ کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ایام حج میں روزانہ دو سو حاجی مرض ہیضہ سے تلف ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب مرض کا اس قدر زور ہو گیا ہے کہ روزانہ پانچسو اموات تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے عاجز بندوں پر رحم فرمائے۔

مدینہ منورہ میں عین الزرقہ نامی نہر کا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر دولت علیہ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ صحت کے مضر ہے اس لئے سلطان المعظم نے چار ہزار لیرہ اسکی اصلاح کے لئے منظور کیا ہے تاکہ اسباب مضر صحت کو دور کیا جاوے۔

باخبار ترجمان رواں ہے کہ پچہلے دنوں قبایل عرب کے شیوخ نے ایک عام جلسہ کر کے ایک عرضداشت بابعالی میں اس مضمون کی ارسال کی ہے کہ ہمارے لڑکوں کو ورکشاپ میں کام سیکہنے کے لئے بہرتی کیا جاوے اور انہیں مفید پیشے سکہائے جائیں۔

طہران میں جرمن بنک قایم کرنے کی تجویز فی الحال معرض التوا میں پڑ گئی۔

ایران کی حسب درخواست گورنمنٹ فرانس نے ایک فرانسیسی انسپکٹر مال کو مالیہ ایران کو از سر نو ترتیب دینے کے لئے بعہدہ مشیر مال مقرر کیا۔

کابل کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر صاحب اور ان کے مشیر عہدنامہ روس و برطانیہ کی شرائط پر غور کر رہے ہیں۔ اور کابل میں جب لوگوں کو اس عہدنامہ کی کیفیت سے آگاہی ہو گئی ہے۔

تیونس۔ تیونس کی حکومت نے ایک اعلیٰ افسر کو مصر میں اس غرض سے بہیجا ہے۔ کہ وہ یہاں کے زراعتی اور مالی حالات پر غور کرے اور مفید تحقیقات کر کے واپس جائے۔ تاکہ پہر اس کی معلومات میں سے مناسب امور پر ٹیونس میں بہی عمل ہو۔ (اللواء)

ایران کی حالت:۔ اخبار ٹائمز کی خبریں پڑہہ کر ایران کی حالت جس قدر افسوسناک معلوم ہوتی تہی۔ تازہ ایرانی ڈاک نے وہ خیال دور کر دیا۔ اور معلوم ہوا کہ ہمعصر ٹائمز نے محض ہول دلانے کے لئے اتنی خراب حالت لکہہ دی تہی (ہ)

دولت علیہ کی بحری طاقت:۔ حال میں تین تارپیڈو کشتیاں جو کہ دولت علیہ نے فرانس کے کسی کارخانے سے بنائی تہیں بہمہ ہیئت مکمل ہو کر آستانہ علیہ میں آگئی ہیں۔ اور ان کے نام در مین تاب، مد ملاطیہ، اور ،، فرات ،، ہیں۔ ان کے ابنائے شاخ زرین میں داخل ہونے کا شاندار جلسہ ہوا جس میں تمام امرا اور عمائد اور بحری افسر وہاں موجود تہے۔ یہ نظارہ بڑا دلچسپ تہا۔ (المؤید)

سلطانی فیاضی:۔ دولت عالیہ نے ایک لاکہہ پونڈ کا غلہ گندم مزارعین میں اعانتاً تقسیم فرمانے کے لئے اس قدر رقم منظور دی ہے (الانوار)

مرمت نہر:۔ مدینہ منورہ میں جس نہر سے پانی جاتی ہے اس مجاری میں خرابی آجانے سے اس کی مرمت ہو رہی ہے اور چندہ جمع ہو رہا ہے۔ (ہ)

سارے جہاں سے بہتر دار الاماں ہمارا
دار الاماں ہمارا جنت نشاں ہمارا

یہ شعر ہمارے سلسلے کے کسی جوشیلے بھائی کی زبان سے نہیں بلکہ دل سے نکلا ہے شعر کیا ہے حقیقت الامر کی سچی تصویر کھینچی ہے جس کی صداقت پر وہ مہر لگا سکتا ہے کہ جو دار الاماں میں چند دن گذارے ہم اگرچہ قادیان میں عرصہ سے آنے والے ہیں مگر بد قسمتی سے ہم کو دو یا ڈیڑھ دن سے زیادہ رہنے کا موقعہ کبھی بھی میسر نہیں آیا ہے۔ اگرچہ وہ عرصہ بھی حقیقت شناس کے لئے فایدے سے خالی نہیں ہوتا مگر تاہم جس قدر زیادہ رہا جاوے زیادہ لطف زیادہ ذوق زیادہ سرور ہی حاصل ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ موسم جو موسم سرما ہے ہمارے لئے نہایت ہی مبارک موسم آیا کہ جس میں ہم کو خوش قسمتی سے تین بار دار الامان جیسے سرزمین میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ گویا کہ تین موقع تبدیلی کرنے کے لئے میسر آگئے گو ہر ایک شجر کے لئے موسم بہار ہی نیا جوبن دکھلانے اور نئے خلعت کو زیب بدن کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جس میں کہ وہ اپنی پرانی پوشاک سے نفرت کرکے اُس کو اتار پھینکتے ہیں جس کی آخر نوبت یہ ہوتی ہے کہ وہ جو ایک وقت میں زیب و زینت کا کام دیتے تھے وہ اب ایسی کس مپرسی کی حالت میں ہو گئے ہیں کہ لوگ اُن کو پیروں کے نیچے کچلتے پھرتے ہیں اور کہ جو بالآخر آگ میں جلانے پر کام آتے ہیں۔ مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک موسم میں تبدیلی کے تین ایسے نایاب موقعے دئے کہ باید و شاید۔ اگر اب بھی باوجود ایسی نعمت پانے کے ہم اس سے محروم رہیں تو ضرور بضرور ہماری بد قسمتی اور کم ہمتی پر دال ہے۔ چونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غور اور توجہ سے کام نہیں لیا جاتا اور اکثر اغماض کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا مگر فضل کو جذب کرنا بھی ہمیں لازم ہے اگر ہم ایسے ہو جاویں کہ فضل الٰہی کے جذب کرنے کی تدابیر چھوڑ دیں تو ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم فضل الٰہی سے محروم ہو جاویں گے اور اگر خدا کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اُن تدابیر پر بھی عملدرآمد کریں گے تو بہت کچھ فایدہ حاصل کریں گے۔

اس مبارک موسم میں ہم کو تیسری بار خدا کے فضل و احسان سے سہ یا چار ہفتے رہنے کا موقعہ نصیب آگیا جس سے ہم کو یہ اندازہ لگانے کا اچھا خاصہ وقت مل گیا کہ دار الامان کی زندگی دراصل بے نظیر زندگی ہے۔ ہم جب اپنے خاص مقام زندگی اور یہاں کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمارا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ ؎

سارے جہاں سے بہتر دار الاماں ہمارا
دار الاماں ہمارا جنت نشاں ہمارا

یہاں کا رہنا دراصل نکتہ شناس کو بہت کچھ سوجھا دیتا ہے وجہ یہ کہ یہاں کا کوئی لحظہ اور کوئی دم ذکر اللہ سے خالی نہیں ہے۔ یہاں رات اور دن کا پتہ ہی نہیں لگتا کہ کدھر چلتے ہیں۔ پہلے تو ہم حیران ہوا کرتے تھے کہ کس طرح یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ رات اور دن کا پتا لگانا مشکل ہوا کرتا ہے مگر اب پتہ لگا کہ ضرور بضرور ایسا ہوا کرتا ہے۔ کہ نہ رات کا پتہ لگتا ہے اور نہ دن کا۔

ہم جب رات کو سونے کے لئے بستر پر جاتے ہیں تو خدا کا ذکر ہی ہر چہار طرف سے سنتے ہوئے سوتے ہیں جب صبح سویرے منہ اندھیرے اُٹھتے ہیں تو اُس وقت بھی ہر طرف سے یہی صدائیں آتی ہیں گویا کہ یہ جگہ ایک ایسا چمن بے نظیر بنا ہوا ہے کہ جس میں ہر طرف پرندے چہچہا رہے ہیں۔

صبح کی نماز کے بعد مہمان خانہ میں حکیم فضل الدین صاحب کا درس عجیب لطف دیتا ہے۔ مولانا حکیم الامۃ کا سارے دن فیض کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ مولانا کی عجیب و غریب باتیں سنتے سنتے ہی نماز ظہر کا اور پھر عصر کا وقت آجاتا ہے۔ ظہر اور عصر کی نمازوں میں اکثر حضور انور مسیح موعود علیہ السلام تشریف لاکر دیدار سے مشرف کرتے ہیں اور پاک نصیحتوں سے روحانی بیماروں کا تسلی بخش علاج کرتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں درس قرآن مجید سے جو جو دُر بے بہا حکیم الامۃ عطا کرتے ہیں اُن کا بیان کرنا موجب طول طویل ہے۔ اس مبارک درس کے تھوڑی دیر بعد ہی نماز مغرب ہوتی ہے اُس کے بعد اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک کوئی ایسی جگہ اور کوئی مقام یہاں کا نہیں دیکھا جاتا کہ جہاں ذکر اللہ نہ ہوتا ہو۔

گویا کہ دار الامان کے در و دیوار سے ہی ذکر اللہ کے آوازے آکر عاشقان الٰہی کو لذت اور سرور سے بھر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہتوں نے یہاں کی زندگی میں ہی اپنی خیر دیکھی ہے اور دنیا کے سب تعلقات کو چھوڑ چھاڑ کر یہیں کے ہو رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ان کی یہ ہمتیں بڑی ہی قابل قدر اور قابل تقلید ہمتیں ہیں جن پر گویا خدائی رنگ چڑھ گیا ہے اور فی الحقیقت انھیں لوگوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا راز سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب میں توفیق پیدا کرے کہ ہم ان کے جیسے اپنے دل بناویں اور خدا کے مسیح علیہ السلام کے ایسے ہی تابعدار بنیں جیسا کہ حق تابعدار بننے کا ہے۔

بالآخر یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ اگر دنیا میں جنت کا کوئی جگہ زندہ نمونہ ہے تو وہ دار الامان قادیان ہے۔ پھر افسوس ہم پر جو اس نعمت غیر مترقبہ سے ایسے دور و مہجور رہتے ہیں کہ مدتوں یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو آج آئے اور کل یا پرسوں چل دئے۔ یہ نعمت جو ہم کو خدا نے دی ہے اس سے ایک جہان بے خبر ہے بے نصیب ہے اور بہت سے مر کر اس سے محروم گئے ہم کو تو چاہئے کہ اس کی پوری قدر کریں اس سے پورا فایدہ حاصل کریں۔ مگر آہ! صد آہ!! ہم میں بہت کم ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں اگرچہ اُن کے کان شنوا تو ہیں پر سننے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ آنکھیں بینا بھی ہیں مگر پھر بھی نہیں دیکھتے۔ اور تو اور رہا اگر اپنے پیارے بچوں سے حقیقی محبت اکرموا اولادکم کو زیر نظر رکھ کر کرتے تو یہاں سے بڑھ کر اُن کو تعلیم دینے کا موقع اور کوئی جگہ نظر ہی نہ آتی مگر کس سے کہیں اور کس کے آگے روئیں کہ خدا کا مسیح علیہ السلام تو بچوں پر اس قدر شفقت کرے کہ اُن کی خاطر ایسے سامان مہیا کر رہا ہے تو قوم اُس کی قدر نہیں کرتی اور اُس سے فایدہ نہیں اُٹھاتی اس میں شک نہیں کہ بہت سے ایسے بھی ہیں جنھوں نے بچوں سے سچی محبت کی ہے اور خدا کے مسیح علیہ السلام کی اس شفقت کی قدر کی ہے جو حضور نے مدرسہ بنانے کے ذریعہ سے کی ہے مگر ایسے بہت ہی کم ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم سب مل کر خدا کے مسیح موعود علیہ السلام کے پاک ارادوں کی قدر کر کے اُس سے فایدہ اُٹھاویں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد میں پورے اُتریں یا اللہ! ہماری تمام کمزوریوں کو دور کر دے اور ہم کو اپنے حکموں پر عملدرآمد کرنے کی توفیق اور طاقت بخش دے آمین ثم آمین۔ فقط (خاکسار محمد حسین حال وارد دار الامان قادیان شریف)

کون رہبر ہو سکے جو خضر بہکانے لگے

پولیس رعایا کے جان و مال اور آبرو کی محافظ ہے اور امن عامہ کا قیام اس کے فرایض میں داخل ہے مگر بعض اوقات اس سے ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں جو نہایت شرمناک اور قابل نفرین ہوتی ہیں جہلم میں ایک پولیس آفیسر کی شرمناک کرتوت کا ایک راز افشا ہوا ہے کہ گیان چند ڈپٹی انسپکٹر پولیس شنداس سارجنٹ کے گھر موقع پاکر ارتکاب زنا کے لئے پہنچا۔ شنداس کو معلوم ہونے پر اُس نے حکمت عملی سے اس کو گرفتار کرا کر محکمانہ سزا دلائی چنانچہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء سے اُسے موقوف کیا گیا ایسے خبیث الفطرت ہرگز اس قابل نہیں ہوتے کہ لوگوں کے مال و جان اور آبرو کے محافظ ہوں۔

نوٹ:۔ اشتہارات اس اشاعت میں شایع نہیں ہو سکے (ایڈیٹر)

انوار احمدیہ مشین پریس میں شیخ یعقوب علی تراب کے لئے چھپکر شایع ہوا۔

نمبر ۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۸ء مطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۲

سلسلہ کے متعلق نوٹ

لنگر خانہ کی ضروریات قوم کی توجہ بدستور چاہتی ہین

جناب مولوی محمد علی صاحب کو مجلس معتمدین نے مامور کیا ہے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی بلڈنگ (عمارت) کیلئے ایک سرکلر لیٹر شایع کرین۔ اس چٹھی کے ذریعہ وہ قوم کو توجہ دلائین گے۔ کہ مدرسہ کی جدید عمارت کیلئے ایک کافی رقم چندہ کے ذریعہ جمع کرین۔ ایسا ہی وہ اسی چٹھی مین ان احمدیون کو بھی توجہ دلائین گے جن کے پاس روپیہ جمع ہو۔ کہ وہ اپنے روپیہ کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے کمرون کی تعمیر مین لگا دین جب تک مجلس ان کا روپیہ ادا نہ کرے اس وقت تک وہ ان احباب کو کرایہ دیتی رہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ اس طرح پر جلدی وہ رقم جمع ہو جائے گی جس کے لئے اپیل کیا جائیگا ہر حال مدرسہ کی عمارت کا سوال بہت ضروری سوال ہے۔ جس کے لئے سرمایہ کا جلد تر بہم پہنچانا ازبس ضروری ہے۔

شیخ محمد حسین صاحب ۔۔۔ سے (جنکا پہلے کسی اشاعت ۔۔۔ ذکر ۔۔۔) کے ۔۔۔ مدرسہ تعلیم الاسلام مین فی الحال ایک ماہ کے لئے سعت کام کرنے کیواسطے تشریف لے آئے ہین۔ اور اس طرح پر انہون نے ایک قابل قدر نظیر قومی خدمت مین ایثار کی قایم کی ہے۔ خانصاحب ذوالفقار علیخانصاحب کی خدمت چونکہ خاص طور پر ریاست رامپور مین منتقل ہو چکی ہین۔ اس لئے وہ اسوقت آنیسے معذور رہے۔ جسکا انہین بھی افسوس ہے۔ شیخصاحب مدرسہ مین کام کرنے لگ گئے ہین۔ اسوقت مدرسہ اور میگزین کی بڑھتی ہوئی ضروریات مین ایسے آدمیون کی ضرورت ہے۔ جو تعلیمی اور اخباری مذاق رکھتے ہین۔ یہ موقع ہے۔ خدمت دین کا۔ اور مبارک ہونگے۔ وہ لوگ جو اس سے فائدہ اٹھائین۔

مدرسہ تعلیم الاسلام مین ایک ایسے مولوی کی ضرورت ہے۔ جو مڈل کی جماعتون کو ادب عربی اور دینیات کی تعلیم دے سکے۔ جو لوگ اس عہدہ کے لئے آسکین۔ انہین فوراً مولوی شیر علی صاحب افسر صیغہ تعلیم کے نام قادیان درخواست بھیجدینی چاہئے۔ تعلیمی تجربہ رکھنے والے کو ترجیح دی جائیگی۔

وصایا کے متعلق احمدی انجمنون کو بڑی کوشش کرنی چاہئے اور احمدیون کو رسالہ الوصیت کے مقاصد سے آگاہ کرنا لازمی ہے۔ وصیتون کی آمد کے سلسلہ مین کوئی نمایان ترقی نہین ہے۔ اس لئے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ضرورت ہے اس امر کی کہ احمدی انجمنین اپنے جلسے کر کے اپنے ممبرون کی وصیتین حاصل کر کے بہت جلد افسر مقبرہ بہشتی کے نام بھیجین۔ مگر اس سے پہلے کہ وصیت تحریر کر کے بھیجی جاوے۔ وصیت کا مسودہ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب لاہور کے پاس بھیج دینا چاہئے۔ خواجہ صاحب انجمن کے مشیر قانونی ہین۔ خواجہ صاحب کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت یہ پتہ مدنظر رکھنا چاہئے۔ نولکھا عزیز منزل۔ خواجہ کمال الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ لاہور لکھنے کی حاجت نہین۔ نولکھا ڈاک خانہ ہے۔ وہان سے ڈاک خواجہ صاحب کو براہ راست مل جاتی ہے۔

اگر خواجہ صاحب کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے لاہور سے باہر بھی گئے ہوئے ہون۔ تب بھی ان کی ڈاک ان کے دفتر مین پہنچ جاتی ہے۔

ایڈیٹوریل بریف نوٹس

سانپ اور عیسویت

سانپ کا لفظ عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں سب سے زیادہ خطرناک مشہور ہے۔ شیطان کا مظہر سانپ کو قرار دیا گیا ہے اور جناب مسیح کا یہ فرمان دکھایا گیا ہے کہ میں سانپ کا سر کچلنے کے لئے آیا ہوں۔ یورپ کے بعض سوداگران شراب کی دوکان پر سانپ کی شکل بناتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں شیطان کا مظہر ایک معنوں سے شراب ہے اور ایک حد تک مذہبی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح بات ہے قرآن مجید نے بھی اس کو عمل الشیطان قرار دیا ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس شیطان کا سر کچلا گیا یا عیسویت نے اسے ترقی کی دی؟ اس کا جواب تجربہ سے دیا جا سکتا ہے۔ یورپ میں شراب کی جو کثرت ہے وہ ایک عیاں امر ہے۔ عشاء ربانی میں شراب مذہبی رسم کے لئے لازمی سمجھی جاتی ہے اور مسیح کا پہلا معجزہ شراب سازی کا ہے پھر یہ شیطان (سانپ) کا سر کچلا گیا یا اسے پرورش کیا گیا۔ یہ عیسویت کا زندہ معجزہ سمجھنا چاہیئے!!!

ملک کی اخلاقی حالت کا اندازہ

ضروریات ہر شخص کی اخلاقی حالت کو ظاہر کر سکتی ہیں اور ایسا ہی جس ملک میں جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو وہ بتا سکتی ہے کہ ملک کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔ ٹریبیون کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ امرتسر کے کارخانہ شراب کے لئے ساٹھ ہزار من گڑ خریدا گیا ہے اور اس کارخانہ کو ابھی اور بڑھانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کارخانہ میں ۶ ہزار بوتل روزانہ طیار ہوتی ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملک کی حالت کیسی بگڑی ہوئی ہے اسپر ہندوستان کی مفلسی کا اندازہ غلط ہوگا یا نہیں۔ یا اللہ رحم کر۔

گورنمنٹ کی تعریف کیوں نہ کریں

گورنمنٹ انگلشیہ کی دی ہوئی مذہبی آزادی کی برکات کو جب ہم دیکھتے ہیں تو بے اختیار اسکے لئے دل سے دعا نکلتی ہے اور جن اُن برکات کے لئے ہم گورنمنٹ کے شکرگذار ہوتے ہیں تو نااہل اور محسن کش ہمیں خوشامدی کہتے ہیں۔ حال میں موضع بیلا (ضلع گیا) میں مسلمانوں پر جو ظلم کیا گیا ہے وہ سکھا شاہی زمانہ سے بھی زیادہ تاریک اور خونچکاں ہے۔ اور اس فساد کے بانی مبانی بہرحال آریہ سماجی ہیں۔ کیونکہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء کو عین عید کے دن آریہ سماج کا جلسہ ہوا جس میں پنجاب اور دوسری جگہ کے آریہ سماجیوں نے گئو رکھشا کے متعلق پرزور اور پرجوش تقریریں کیں جن کا نتیجہ بیلا کا فساد ہے جہاں غریب مسلمانوں کے دس بارہ گھر میں ہندوؤں نے انھیں مار اپیٹا۔ ان کی عورتوں کو بے عزت کیا۔ چار عورتیں گیا کے ہسپتال میں آئی ہیں۔ کیا اسی سلوک پر ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہمارے ساتھ اتفاق کرو۔ آریہ اخبار اس کو کچھ اور ہی رنگ دینگے مگر یہ ظلم غریب مسلمانوں پر ایک ادنیٰ جانور کے لئے کیا گیا ہے جو قوم انسان کے مقابلہ میں **حیوان** کو ترجیح دیتی ہے۔ اس سے انسانیت اور ہمدردی کی امید رکھنا فضول ہے کیا معزز اخبار ہندوستان کا ایڈیٹر اس بنا پر اتفاق کا مشورہ دے سکتا ہے؟

اسلام نے دوسرے مذاہب کو عالمگیر بننے کی ہدایت کی

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کل نوع انسان کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور فی الحقیقت وہ مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ہندوؤں یا سکھوں میں آج تک یہ نہیں ہوا تھا کہ وہ دوسری قوموں کو اپنے مذہب میں داخل کریں بلکہ بعض قومیں رہتیے۔ میگھ وغیرہ سکھ کہلا کر بھی ان سے باہر تھے۔ اب **اسلام** کو دیکھکر آریوں نے پہلے غیر قوموں کو برائے نام داخل کرنا شروع کیا اب سکھوں نے بھی یہ عزم کیا ہے۔ چنانچہ موضع بلاہی متصل بھنگیاڑہ آج بڑی بھاری شدھی ہوگی اور رہتیے اور میگھ وغیرہ سکھوں میں شامل کئے جائینگے ؛ یہ آثار مبارک ہیں اس سے اسلام کی عظمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے یقین کر لیا ہے کہ اسلام ان سب کو اپنے میں شامل کر لیگا۔ اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اب **چوڑھوں** کو بھی خوش ہونا چاہیئے شاید وہ وقت دور نہ ہو کہ آریہ **سماجی** انہیں آریہ بنالیں اس لئے کہ سرکاری کاغذات میں چوڑھے ہندو لکھے جاتے ہیں۔

خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟

حضرت مسیح موعودؑ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ "دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے۔ جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جان نثاری کا رتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دُنیا میں ذلیل کئے جاتے ہیں اور ان کو بُرا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجال اور ٹھگ اور فریبی اُن کا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ انکی تائید میں کوئی نشان دکھاوے تب ایک دفعہ ان کا دل دکھتا ہے اور ان کا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کیلئے گرتے ہیں اور ان کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یکدفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں۔

گورنر بمبئی اور دیسی اخبارات

یہ دوسرا موقعہ ہے کہ ۲۰ جنوری کو سر جارج کلارک گورنر بمبئی نے احاطہ بمبئی کے دیسی زبانوں کے اخبارات کے پچاس ایڈیٹروں کو لیبوریٹری میں جہاں پلیگ کے ٹیکے کا سیرم تیار ہوتا ہے۔ مدعو کر کے شفقت آمیز سلوک کا اظہار کیا۔ پہلے کپتان لسٹن نے انہیں لاگ تیار کرنے کے متعلق جس قدر احتیاطیں کی جاتی ہیں مشاہدہ کرائیں۔ پھر گورنر صاحب خود تشریف لائے۔ اور ایڈیٹروں کو خوش آمدید کہکر ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا کہ جب سے میں ہندوستان میں آیا ہوں ٹیکے کے استعمال پر بہت زور دے رہا ہوں اس لئے کہ میرے یقین میں پلیگ سے بچنے کا ایک ہی سب سے زبردست علاج ہے پلیگ عموماً غریب آدمیوں پر حملہ کیا کرتی ہے۔ جس کی آپ اور مجھے سب کو پرواہ کرنی چاہیئے جب تک آپ کا خود خاطر خواہ اطمینان نہ ہو جائے میں نہیں کہتا کہ آپ پبلک کو اس کی طرف مائل کریں۔ جو کچھ آپ نے یہاں دیکھا اُس سے اور شمار و اعداد پر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ اس طریق کو بہت کچھ کامیابی ہوئی ہے ملک معظم کو ہندی رعایا سے جو ہمدردی ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں ہز مجسٹی کو مطلع کر سکوں کہ احاطہ بمبئی میں ہم سب ملکر غربا کی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ ضروری ہے کہ میں اور آپ ایک دوسرے کو سمجھیں۔ بعض دفعہ ہم میں اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارا اصل منشا ایک ہی ہے آپ اس ملک میں رہتے ہیں اور اپنے ملک والوں کی بہتری کرنا چاہتے ہیں۔ میں انگلستان سے اس لئے آیا ہوں کہ اس ملک کے لوگوں کے ساتھ کچھ بھلائی کروں اس لئے آپ یہ نکتہ بھول نہ جائیں کہ میرا اور آپ کا مقصد ایک ہی ہے اخبارات کی طاقت دن بدن بڑھ رہی ہے اور یہ اپنے سر پر ایک بھاری ذمہ واری رکھتے ہیں میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی ذمہ واری کو سنجیدگی کی نظر سے دیکھیں ؛

مسیح اور مہدی کا مشن

{حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے پاک الفاظ مین}

شریعت دو حصون پر منقسم تھی۔ بڑا حصہ یہ تھا۔ کہ لا اله الا الله یعنی توحید۔ اور دوسرا حصہ یہ کہ ہمدردی نوع انسان کرو۔ اور ان کے لئے وہ چاہو۔ جو اپنے لئے۔ سو ان دو حصون مین سے حضرت مسیح نے ہمدردی نوع انسان پر زور دیا ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ اسی زور کو چاہتا تھا۔ اور دوسرا حصہ جو بڑا حصہ ہے یعنی لا اله الا الله جو خدا کی عظمت اور توحید کا سرچشمہ ہے۔ اس پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ اسی قسم کے زور کو چاہتا تھا۔ پھر بعد اس کے ہمارا زمانہ آیا۔ جس مین ہم ہین۔ اس زمانہ مین یہ دونون قسم کی خرابیان کمال درجہ تک پہنچ گئی تھین۔ یعنی حقوق عباد کا تلف کرنا۔ اور بے گناہ بندون کا خون کرنا مسلمانون کے عقیدہ مین داخل ہو گیا تھا۔ اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے ہزارہا بے گناہون کو وحشیون نے تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور پھر دوسری طرف حقوق خالق کا تلف کرنا بھی کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اور عیسائی عقیدہ مین داخل ہو گیا تھا۔ کہ وہ خدا جس کی انسانون اور فرشتون کو پرستش کرنی چاہیے۔ وہ مسیح ہی ہے۔ اور اس قدر غلو ہو گیا۔ کہ اگرچہ ان کے نزدیک عقیدہ کے رو سے تین اقنوم ہین لیکن عملی طور پر دعا اور قبولیت مین صرف ایک ہی قرار دیا گیا ہے یعنی مسیح۔ یہ دونون پہلو تلاف حقوق یعنی حق العباد اور حق رب العباد اس قدر کمال کو پہنچ گئے تھے۔ کہ اب یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ ان دونون مین سے کونسا پہلو اپنے غلو مین انتہائی درجہ تک جا پہنچا ہے سو اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا۔ اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ایسا ہی اس نے حقوق خالق کو تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا۔ اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ سو مین ان معنون کر کے عیسیٰ مسیح بھی ہون اور محمد مہدی بھی۔ مسیح ایک لقب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہین خدا کو چھونے والا۔ اور اس کا خلیفہ اور صدق اور راستبازی کو اختیار کرنے والا۔ اور مہدی ایک لقب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ جس کے معنے ہین۔ کہ فطرتاً ہدایت یافتہ اور تمام ہدایتون کا وارث اور اسم ہادی کے پورے عکس کا محل۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت نے اس زمانہ مین ان دونون لقبون کا مجھ کو وارث بنا دیا اور یہ دونون لقب میرے وجود مین اکٹھے کر دیئے سو مین ان معنون کے رو سے عیسیٰ مسیح بھی ہون اور محمد مہدی بھی۔ اور یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصلاح مین بروز کہتے ہین سو مجھے دو بروز عطا ہوئے ہین۔ بروز عیسیٰ و بروز محمدؐ۔ غرض میرا وجود ان دونون نبیون کے وجود سے بروزی طور پر ایک معجون مرکب۔ عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانون کو وحشیانہ حملون اور خون ریزیون سے روک دون جیسا کہ حدیثون مین صریح طور سے وارد ہو چکا ہے۔ کہ جب مسیح دوبارہ دنیا مین آئے گا۔ تو تمام دینی جنگون کا خاتمہ کر دیگا۔ سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے* جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات مین آباد ہین۔ اور ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے۔ اور مجھکو مسیح موعود مانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانہ مین جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آ چکا ہے۔ خاصکر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے نہ محض نفاق سے اور یہ وہ مصلحکاری کا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ اگر ایک لاکھ مولوی بھی چاہتا۔ کہ وحشیانہ جہادون کے روکنے کے لئے ایسا پر تاثیر سلسلہ قائم کرے تو اس کے لئے غیر ممکن تھا۔ اور مین امید رکھتا ہون کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو چند سال مین ہی یہ مبارک اور امن پسند جماعت جو جہاد اور غازی پن کے خیالات کو مٹا رہی ہے۔ کئی لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ اور وحشیانہ جہاد کرنے والے اپنا چولہ بدل لینگے۔

اور محمد مہدی ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانون کے ساتھ خدائی توحید کو دنیا مین دوبارہ قائم کرون۔ کیونکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بت پرستون کے دلون مین قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے روح القدس سے مدد دی گئی ہے وہ خدا جو تمام نبیون پر ظاہر ہوتا رہا۔ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ہوا۔ اور حضرت مسیح پر شعیر کے پہاڑ پر طلوع فرمایا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چمکا وہی قادر قدوس خدا میرے پر تجلی فرما ہوا ہے اس نے مجھ سے باتین کین۔ اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بھیجے گئے۔ مین ہون۔ مین اکیلا خالق اور مالک ہون۔ اور میرا کوئی شریک نہین اور مین پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہون۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا۔ کہ جو کچھ مسیح کی نسبت دنیا کے اکثر عیسائیون کا عقیدہ ہے یعنی تثلیث و کفارہ وغیرہ یہ سب انسانی غلطیان ہین۔ اور حقیقی تعلیم سے انحراف ہے۔ خدا نے اپنی زندہ کلام سے بلاواسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے۔ اور مجھے اس نے کہا ہے کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہین کہ ہم کیونکر سمجھین کہ تو خدا کی طرف سے ہے تو انہین کہدے کہ اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اس کے آسمانی نشان میرے گواہ ہین۔ دعائین قبول ہوتی ہین پیش از وقت غیب کی باتین بتلائی جاتی ہین اور وہ اسرار جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہین وہ قبل از وقت ظاہر کئے جاتے ہین اور دوسرا یہ نشان ہے۔ کہ اگر کوئی ان باتون مین مقابلہ کرنا چاہے۔ مثلاً کسی دعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس قبولیت کا علم دیا جانا یا اور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حد علم سے باہر ہین تو اس مقابلہ مین وہ مغلوب رہیگا۔ گو وہ مشرقی ہو یا مغربی یہ وہ دو نشان ہین۔ جو مجھکو دیئے گئے ہین۔ تا ان کے ذریعہ سے اس سچے خدا کی طرف لوگون کو کھینچون جو درحقیقت ہماری روحون اور جسمون کا خدا ہے جس کی طرف ایک دن ہر ایک کا سفر ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ مذہب کچھ چیز نہین جس مین الٰہی طاقت نہین۔ تمام نبیون نے سچے مذہب کی یہی نشانی ٹھرائی گئی ہے۔ کہ اس مین الٰہی طاقت ہو یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ دونون نام جو خدا تعالیٰ نے میرے لئے مقرر فرمائے یہ صرف چند روز سے نہین ہین بلکہ میری کتاب براہین احمدیہ مین جس کو شایع کئے قریباً تیس برس گذر گئے یہ دونون نام خدا تعالیٰ کے الہام مین میری نسبت ذکر فرمائے گئے ہین یعنی عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی تا مین ان دونون گروہ مسلمانون اور عیسائیون کو وہ پیغام پہنچا دون جس کا مین نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کاش اگر دلون مین طلب ہوتی اور آخرت کے دن کا خوف ہوتا۔ تو ہر ایک سچائی کے طالب کو یہ موقع دیا گیا تھا۔ کہ وہ مجھ سے تسلی پاتا۔

اے خدا اے چشمۂ نور ہدے۔
از کرم ہا چشم این امت کشا
یک نظر افگن سوئے این راز نہان
تا رہے اے طالب از وہم و گمان

* اگرچہ خاص آدمی جو علم اور فہم سے کافی بہرہ رکھتے ہین دس ہزار کے قریب ہونگے۔ مگر ہر ایک قسم کے لوگ جن مین ناخواندہ بھی ہین تیس ہزار سے کم نہین ہین۔ بلکہ شاید زیادہ ہون۔ منہ

** اب یہ تعداد چار لاکھ تک پہنچتی ہے۔

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمان

[حضرت حجۃ اللہ کے چند مکتوبات جو شکستہ خاطروں کے لئے اکسیر اور ابتلا میں آئے ہوئے لوگوں کے لئے موجب تسکین ہیں منقول از رسالہ تشحیذ الاذہان]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مخدومی مکرمی سیٹھ صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا یہ بھی خدا تعالیٰ کی آپ پر ایک رحمت ہے کہ آپ نے میری اس نصیحت میں غفلت نہیں کی کہ خط برابر بھیجا جاوے اور میں جس قدر خدا تعالیٰ کی عجیب اور خارق عادت فضلوں پر یقین رکھتا ہوں کاش اگر کوئی ایسا طریق ہوتا کہ میں آپ کے دل میں بھی ڈال سکتا خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت اور قدرت کا تجربہ اگر ہو تو وہ اس حالت میں بھی انسان کو نا امید نہیں کر سکتا کہ جب انسان پا بزنجیر زندان میں ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کے اور اسباب سے سب امیدیں ہماری ٹوٹ چکی ہیں لیکن جب تک ہم قبر میں داخل ہو جائیں یہ امید ہماری ٹوٹنے کے قابل نہیں ہے کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو ہر ایک بات پر قادر ہے انسان کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ دو چار تجربہ سے خواص اشیا پر یقین کر لیتا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ پانی ہمیشہ پیاس کو بجھاتا ہے اور روٹی ایک بھوکے انسان کو سیر کرتی ہے کسٹرائل دست لاتا ہے سم الفار پوری خوراک پر ہلاک کر دیتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم پر کیوں یقین نہ کریں جس کو ہم اپنی زندگی میں صدہا مرتبہ آزما چکے ہیں سچ تو یہ ہے کہ گھبراہٹ ضعف ایمان کے باعث ہوتی ہے اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ میرا ایک خدا ہے جو مجھے ہرگز ضائع نہیں کریگا تو ممکن ہی نہیں کہ وہ غمگین ہو اور کیونکر غمگین ہو سکے انسان تو آدمی سے بھی تسلی پا کر غمگین نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی کو لاکھ دو لاکھ روپیہ کی ضرورت پیش آجائے اور اُس کے پاس ایک پیسہ نہیں اور وہ فکر اندیشگی میں مر رہا ہے اور کوئی رفیق نہیں تو غم سے ہلاک ہو جائیگا۔ جس طرح سر سید احمد خان آمد ایک لاکھ روپیہ کے غم سے دُنیا سے کوچ کر گئے لیکن اگر ایسے مضطرب آدمی کو کوئی دوست مل جائے جو ذاتنت کا جیب مر اپنے ہینگ ہے یا چار ہے اور وہ جت دولت مند ہو اور وہ اُس کو تسلی دے کہ تو غم نہ کر کچھ دیر کے بعد یہ تمام ہزار روپیہ ادا کر دونگا اور اس کو یقین آجائے کہ اب بلاشبہ اپنے وعدے پر یہ شخص تمام روپیہ ادا کر دیگا تو قبل پہنچنے روپیہ کے جس قدر اس کو کشمکش ہو رہی ہے وہ اُس کی نظر میں ایک معمولی ہو جائیگا اور چہرہ پر افسردگی نہیں رہے گی ایسا ہی وہ شخص جو یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ضائع نہیں کریگا اور بلاشبہ ضائع نہیں ہوگا غم تب آتا ہے جب ایمان جاتا ہے ایک بشریت کا غم ہے اس میں تو انسان ایک حد تک معذور رہتا ہے جب کہ کسی کی موت پر غم آتا ہے اس میں تو انبیاء بھی شریک ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کی جدائی میں چالیس برس تک روتے رہے وہ بشریت کا غم تھا۔ مگر ایک ضعف ایمان کا غم ہوتا ہے جب کہ کوئی نادان یہ غم کرے۔ کہ اب میرا کیا حال ہوگا۔ کیونکر مجھے روٹی کپڑا ملیگا عیال کا کیا حال ہوگا اس غم سے اگر انسان توبہ نہ کرے تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اپنے رازق کا منکر ہے دعا کا سلسلہ خوب سرگرمی سے جاری ہے ہر ایک ساعت خدا تعالیٰ کے فضل کی اُمید ہے۔ والسلام خاکسار میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہٗ۔ ۱۷۔ جولائی ۱۹۰۲ء

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ آپ بکلی مطمئن رہیں آپکے لئے اس قدر دعا کی گئی ہے کہ جو دُنیا میں ایک بڑے خوش نصیب کے لئے ہو سکتی ہے۔ خداوند عزّ و جل غفور رحیم ہے اسکی درگاہ سے بڑی اُمیدیں ہیں لیکن ضرور ہے کہ درمیان میں کچھ تشویش لاحق حال ہو جب تک خدا تعالیٰ کا وہ مقرر کردہ دن آجائے اس لئے بڑے استقلال اور قوت اور مردانگی سے ایسی تشویش کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ انسان کو دنیا طلبی کی حالت میں ضرور ہے دل کا کمزور ہوتا ہے درحقیقت جس قدر خدا تعالیٰ پر ایمان کمزور ہوتا ہے اُسی قدر دل کو مصائب پیش آمدہ سے صدمہ پہنچتا ہے اور اسی قدر نومیدی طاری ہوتی ہے سو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کے لئے خدا تعالیٰ نے مبشر الہام صادر فرمایا ہے اور خدا کا کلام غلط نہیں جاتا۔ میرا یہ حال ہے کہ دُنیا کے تمام بادشاہ متفق ہو کر ایک وعدہ کریں تو میں اُس وعدہ کو پھر بھی یقینی نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ قبل ایفائے وعدہ کے وہ لوگ مر جائیں یا اس کے ایفاء پر قادر نہ ہو سکیں اور مجبور ہیں مگر خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے مجھے معلوم نہیں کہ کس راہ سے اور کس طور سے خدا تعالیٰ ان غموم سے آپ کو نجات دیگا اور نہ ابھی تک یہ معلوم ہے کہ وہ وقت کب ہے لیکن کسی قدر مدت کی بات ہے۔ کہ اُس خداوند قادر کی طرف سے یہ وعدہ ہے والکریم اذا وعد وفا اس لئے اب جوانمردی سے اُس ذوالجلال کے منتظر رہیں اور کسی کی بے التفاتی پر کچھ بھی پرواہ نہ کریں جس طرح بارش نامعلوم آتی ہے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ کب بادل ہوگا اور کب مینہ برسیگا اسی طرح خدا کا فضل بھی چور کی طرح آتا ہے پوری استقلال اور استقامت کے منتظر رہنا چاہئے بلکہ بہت خوش رہنا چاہئے۔ کہ خدا کا وعدہ ہے نہ انسان کا اگر آپ دیکھیں کہ میں آگ میں پڑ گیا ہوں یا پڑتا ہوں تب بھی آپ خوش رہیں۔ کیونکہ جس نے یہ آگ پیدا کی ہے وہ ایک دم میں اس کو بجھا سکتا ہے۔ دُنیا میں میں اس بات کو خوب سمجھتا ہوں۔ کہ کیونکر وہ ہمارا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اس لئے میں آگ میں بھی ہو کر اس کو بہشت تصور کرتا ہوں۔ تمام دُکھ اس بات سے ہوتے ہیں جب انسان نہیں جانتا کہ یہ تکلیفیں کیوں آتی ہیں اور کیونکر دور ہو سکتی ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی آوازیں خبر دیتی ہیں کہ یہ تکلیفیں اُس کی طرف سے ہیں اور اُس کے ارادہ کے ساتھ محاً نیست و نابود ہو جاتی ہیں تو کیوں غم کیا جائے باقی خیریت ہے۔ اس وقت قادیان کے چاروں طرف طاعون ہے قریباً دو کوس کے فاصلہ پر اور قادیان اس وقت ایک ایسی کشتی کی طرح ہے جس کے اردگرد طوفان ہو اور وہ دریا میں چل رہی ہے ہر ایک ہفتہ میں شاید بیس ہزار کے قریب آدمی مرجاتا ہے خدا نے ان شکوک کو دور کر دیا۔ کہ اس وقت عام طاعون پھیلے گی۔ والسلام۔ خاکسار میرزا غلام احمد۔ ۳۔ اپریل ۱۹۰۳ء

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ یہ سچ ہے کہ بنا ہوا کام بگڑنے سے اور وسائل معاش کے کم یا معدوم ہونے کی حالت میں بے شک انسان کو صدمہ پہنچتا ہے مگر وہ جو بگاڑتا ہے۔ وہی بنانے پر بھی قادر ہے بس دُنیا میں شکستہ دلوں کی اور تباہ شدہ لوگوں کے خوش ہونے کے لئے ایک ہی ذریعہ ہے کہ اُس خدائے ذوالجلال کو ایمانی یقین کے ساتھ یاد کریں جیسا کہ وہ ایک دم میں تخت پر سے خاک مذلت میں ڈالتا ہے ایسا ہی وہ خاک پر سے ایک لحظہ میں پھر تخت پر بٹھاتا ہے اس جگہ یہ کہنا کفر ہے کہ کیونکر اور کس طرح اور ایسے اوہام کا جواب یہی ہے کہ جس طرح ایک قطرہ نطفہ سے انسان کو پیدا کیا الم تعلم ان اللہ علےٰ کل شیءٍ قدیر۔ نابینائی اور شک اور بدظنی کی وجہ سے تمام دُکھ پیدا ہوتے ہیں ورنہ وہ ہمارا خدا عجیب قادر بادشاہ ہے جو چاہے کرے کوئی بات اس کے آگے اَن ہونی نہیں۔ اگر یقین کی لذت پیدا ہو جائے تو شاید انسان دُنیا طلبی کے ارادوں کو خود ترک کر دے کیونکہ اس سے بڑھکر کوئی لذت نہیں کہ اس بات کو آزما لیا جائے کہ درحقیقت خدا موجود ہے اور درحقیقت وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ کریم و رحیم ہے ان لوگوں کو ضائع نہیں کرتا جو اسکے آستانہ پر گرتے ہیں والسلام۔ خاکسار میرزا غلام احمد ۷ جولائی ۱۹۰۲ء

متفرق مضامین

ایمان باللہ کا انکار

امریکہ میں سونے اور چاندی کے سکّوں پر پہلے یہ عبارت کندہ ہوا کرتی تھی In God we trust مگر پریسیڈنٹ روزویلٹ نے نئے سکوں میں سے یہ عبارت نکالدی ہے اور کہدیا کہ بالکل مہمل اور بے معنی ہے سکّوں سے مذہبی جذبات کو کیا تعلق؟" کیا خوب اس سے امریکہ کی مذہبی دلچسپی کا اندازہ کرنا سہل ہے پریسیڈنٹ کے اس حکم سے مذہبی جماعتوں میں ناراضی پائی جاتی ہے اور وہ اسے مذہبی ہتک قرار دیتی ہیں۔

ایک اور شگوفہ

امریکہ کے تمام مدارس میں عید میلاد مسیح کے موقع پر ایک ترانہ گایا جاتا ہے جس میں مسیح کی بعض فضیلتیں بھی بیان کی گئی ہیں یہودیوں نے کوشش کی کہ یہ ترانہ منسوخ کیا جاوے کیونکہ یہودی اور دیگر مذاہب کے لڑکے بھی مدرسوں میں تعلیم پاتے ہیں ان کو

کیوں مجبور کیا جاوے کہ وہ مسیح کی منقبت سرائی میں شامل ہوں۔ سررشتہ تعلیم کے افسروں نے اس اعتراض کو صحیح قرار دیا اسپر تمام پادریوں میں جوش پھیل گیا منعقد جلسے بھی ہوئے اور عدم تنسیخ پر حکومت کو توجہ دلائی گئی۔

صوبہ پنجاب کی لفٹنٹ گورنری

سابقہ اطلاع کے بموجب اُمید لگائی جاتی تھی کہ آج ایکم فروری ۱۹۰۸ء سے جناب سر لوئی ولیم ڈین بہادر بالقابہم صوبہ ہذا کی زمام حکومت اپنے دست مبارک میں لے لینگے اور آپ اپنے وسیع تجربہ اور اعلیٰ قابلیت سے پنجاب کو فایدہ پہنچانے لگینگے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس صوبہ کے لئے کچھ عرصہ اور بھی جناب آنریبل سر تھامسن گارڈین واکر صاحب بالقابہم کی نیک دلی و معاملہ فہمی سے مستفید ہونا مقدر ہے کیونکہ نہ صرف سر لوئی ڈین بہادر کی روانگی کلکتہ سے بالفعل ملتوی ہو گئی ہے۔ بلکہ تازہ ترین خبر کے بموجب وہ ڈھائی مہینے کی رخصت پر ولایت تشریف لے جانے والے ہیں۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابھی وسط اپریل آیندہ تک پنجاب کی لفٹنٹ گورنری کا موجودہ عارضی انتظام برقرار رہیگا اور جناب آنریبل سر گارڈین واکر صاحب اپنی قائم مقامانہ حیثیت میں فرائض حکومت انجام دینگے۔ سر گارڈین واکر بالقابہم چونکہ باستثنائے واحد صوبہ پنجاب کے سینیر سولین ہیں اور مختلف انتظامی و عدالتی مناصب کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن سے بڑھ کر کسی کے انتظام سے پبلک خوشنود و مطمئن نہیں ہو سکتی!

ویلیو پے ایبل پارسل

آج ایکم فروری سے تمام ڈاکخانہ جات ہند میں ویلیو پے ایبل پارسلوں اور پیکٹوں کے متعلق جدید مختصر فارم رائج ہو گئے ہیں۔ جن سے فرستندگان پارسل و ڈاکخانہ دونوں کو بڑی سہولت رہیگی۔ اور تجارتی کارخانوں کے دفاتر میں ایسے پارسلوں کا حساب بھی آسانی سے رکھا جا سکے گا۔ مگر پبلک کو پوری مسرت اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ ڈاکخانہ قیمت طلب پارسلوں کے متعلق منی آرڈر کی فیس پیشگی وصول کرنے اور بصورت عدم وصول روپیہ وہ فیس مجرا دینے کا ناجائز طریقہ موقوف کرے!

اگر عورتوں کو اختیارات حکومت مل جائیں تو وہ کیا کرینگی؟

(ترجمہ سیر اخبار)

یورپ میں لیڈیوں نے جس آزادی حاصل کرنے کا دعوے کیا ہے۔ اُس کا مفہوم یہ نہیں کہ اُن کے حقوق پامال ہو رہے ہیں یا وہ کسی طرح ستائی جاتی ہیں۔ بلکہ اُن کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح مرد تمام امور میں آزاد اور حکومت و سیاست میں خود مختار ہیں۔ ویسے ہی وہ بھی مردوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہو سکیں اور کسی بات میں اُن سے کم نہ رہ جائیں۔ تاکہ یہ نہ ہو کہ مرد کسی اختیار اور حکومت پر تنہا قابض رہے اور عورت اُس سے محروم رہ جائے۔ جرمن اخبار "لوکل انزیجر" نے بعض مشہور عورتوں سے مندرجہ عنوان سوال کیا تھا اور اسپر یہ جوابات موصول ہوئے:۔

کارمن سلوا:۔ "میرا خیال ہے کہ ملکہ کیتھرائن۔ ملکہ الیزبیتھ اور ملکہ میری وغیرہ نامور تاجدار لیڈیوں نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح قوموں پر حکومت اور ملکوں کا انتظام کر سکتی ہیں"

سارہ برنارڈ:۔ "جس طرح مردوں میں نیکی اور بدی کی عادتیں ہیں اور رہینگی۔ یہی کیفیت عورتوں میں بھی پائی جائیگی کچھ حکومت اُن میں شراب کے پیر نہ لگا دیگی"

ڈچس ہیزان ڈو سیرویس:۔ "آپ پوچھتے ہیں کہ عورتیں حاکم ہو کر کیا کرینگی؟ اُن کے گرد و پیش جھیوڑے بچوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا"

ڈی وٹ گلیپر:۔ "مجھے امید ہے کہ عورتیں سب سے پہلے اختیارات کو ہند اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے پر آمادہ ہونگی۔ اور ایسی گورنمنٹ کے لئے میں اپنے تئیں جو زیر بال تجویز کرتی ہوں"

میڈم ریسیر ازگنشن لیڈ بی:۔ "جب تک قومی زندگی کا مدار ظلم و ستم پر رہیگا۔ اُس وقت تک سوسائیٹی کا حال کبھی درست نہ ہوگا اور زندگی مرض میں مبتلا رہے گی۔ اور عورتوں کا تخت حکومت پر قدم رکھنا سوسائیٹی کی عمارت کو موجودہ حالت سے کہیں زیادہ مضبوط ستونوں پر کھڑا کر سکے گا"

عورتیں انصاف کا مطالبہ کرینگی۔ ظلم و ستم کو مٹانے کے لئے لڑینگی اور قوموں کو یگانگت کی۔ اور قوموں کے حاکموں کو باہم دوستانہ برتاؤ رکھنے کی دعوت دینگی"

میڈم الشکی:۔ "مجھے حکومت ملی تو تھوڑے سے مدرسوں کے علاوہ باقی تمام مدارس کو منہدم کر دوں گی اور کامل نسل کو اس مصیبت بھرے زمانے کی زندگی سے نجات دلا دوں گی"

میڈم بلیوال کوڈ امریکن لیڈی:۔ "عورتوں اور مردوں سب کو یہی فکر ہے کہ سلطنت کے عہدے حاصل کریں۔ اور سب سے پہلی بات جس کی فکر عورت کو ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ گھروں میں خوب جنگ مشارہے۔ اور شہروں کے منظر سے خالی نظر آئیں۔ عورت یہی چاہے گی کہ جس طرح ہو۔ مردوں کو گنتی کے کچھ دیا جائے" (اللواء)

انجمن نگرانی اطفال مصر

ڈاکٹر عبد العزیز نظمی آفندی نے ان دنوں مصر میں ایک انجمن نگرانی اطفال قایم کی ہے۔ جس کے مقاصد و ضوابط حسب ذیل ہیں:۔

(۱) عموماً سب ماؤں کو ترغیب دلائی جائے کہ وہ طبی۔ قانونی اور شرعی صحیح قواعد کے مطابق عمل کرنے کے لحاظ سے اپنے بچوں کو خود ہی دودھ پلایا کریں۔ تاکہ اُن کی صحت عمدہ رہے اور نوع انسان کی خدمت ہو۔

(۲) بچوں کو پیدا ہونے کے وقت ہی سے اُن تمام خطرات اور آفات سے بچانے کی تدبیر یا اختیار کرنے کی ہدایت کی جائے۔ جن سے اُن کی صحت۔ تربیت۔ اور آیندہ زندگی پر برا اثر پڑتا ہو۔

(۳) ایسے حفظان صحت کے قواعد شائع کئے جائیں کہ جن سے بچوں کی صحت محفوظ رہتی ہے۔ اور اُن کی وفات کی اوسط کم ہو جاتی ہے۔ اور خاندان کو اچھی تربیت کے طریقے بتائے جائیں اور اُن سے انہی قواعد پر عملدرآمد کرایا جائے۔

(۴) غریب لوگوں کے بچوں کی خبر گیری اور اُن کی بیماریوں کا علاج کرنے کے لئے خیراتی اسپتال اور دواخانے وغیرہ قائم کئے جائیں اور اندھوں۔ بہروں۔ گونگوں اور دوسرے مجبور لوگوں کے واسطے خیرات خانے اور مدرسے ان امراض کے خاص طور پر علاج کرنے والے لائق ڈاکٹروں اور ذی علم اور روشن دماغ معلموں کی زیر نگرانی کھولے جائیں۔

(۵) ہر جگہ کے بچوں کی نگرانی کیجائے اور دیکھا جائے کہ اُن کے والدین اور مربی اُن کے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں۔ یا اچھا۔ اگر برتاؤ اچھا نہ ہو۔ اور خوف ہو کہ بچوں کے اخلاق بگڑ جائینگے۔ تو انجمن کی طرف سے اُس کی روک تھام کی سعی عمل میں آئے۔

(۶) ایسے بچے۔ جن کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ کسی وجہ سے ہو یا خاصکر تنگدستی اور کسی سرپرست کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ آوارہ ہو رہی ہوں اُن کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص خاص مدرسے قائم کئے جائیں اور اُن کو دستکاریاں اور پیشے سکھائے جائیں۔ اور سزا یافتہ لوگوں کے قید خانے سے نکلنے کے بعد اُنہیں ایسے مدارس میں بھرتی کیا جائے تاکہ آیندہ وہ شریف طریقے سے روٹی کما سکیں۔

(۷) یتیم بچوں یا اُن کی مانند قیدیوں کی اولاد اور اُن بالوں کی اولاد جو کسی سبب سے اپنے بچوں کی خبر گیری نہیں کر سکتے۔ یا وہ بچے جن کا کوئی سمجھدار مربی نہیں ہے۔ اُن کی نگرانی کا اہتمام انجمن کیطرف سے ہو۔

(۸) غریب لڑکیوں کو بدچلن مردوں یا دلال عورتوں کے ہاتھوں میں پڑ کر عفت و آبرو گنوا دینے سے بچایا جائے۔ غرضکہ اس انجمن کے یہ قابل قدر مقاصد عام طور پر قبولیت پا چکے ہیں اور ملک کے غیرتمند اور ذی وجاہت لوگوں نے مدد کی ہے۔ اسکے علاوہ حضور خدیو معظم نے بھی اس کی سرپرستی فرمائی ہے (مجلۃ المجلات العربیہ)

معارف قرآن کریم کس پر کھلتے ہیں!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا تحدی کی ہے۔ کہ خداتعالےٰ نے مجھے قرآن کریم کے معارف اور حقایق کا علم دیا ہے اور اس میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یہ ایک زندہ اور نمایاں نشان ہے۔ کہ کبھی کوئی شخص اس تحدی کے مقابلہ میں نہیں آیا۔ اس وقت مجھے اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی۔ کہ کسی پادری نے ایک اعتراض ووجدک ضالاً فھدیٰ پر کیا۔ اس کا جواب ایک اسلامی رسالہ انوارالاسلام نے دیا ہے اس جواب کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بے اختیار دوبارہ پڑھنے کے لئے جوش پیدا ہوا کہ آپنے جو حقایق اس آیت کے بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور کسی دل پر گذرے اس لحاظ سے کہ موازنہ ہو جائے۔ میں دونوں جوابات کو یہاں درج کرتا ہوں۔ اول اسلامی رسالہ کا جواب اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب تاکہ موازنہ کرنے کا موقعہ مل سکے۔

پادری کا اعتراض اور مسلمان کا جواب

پادری۔ محمدؐ بھولا ہوا بھی تھا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ الایہ۔

مسلمان۔ امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں۔ ووجدک ضالاً عن معاملۃ النبوۃ واحکام الشریعۃ غافلا منہا فھدٰک الیہا وھوالمراد بقولہ ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبی پر احسان اور انعام جتا کر فرماتا ہے۔ کہ اے نبی تجھکو نبوت کے اعلان اور شریعت احکام کا راستہ بتایا جس سے تو پہلے بے خبر تھا اور ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان سے یہی مراد ہے یعنی تو نہ جانتا تھا۔ کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کس کس چیز کے ماننے کو کہتے ہیں۔

بے ایمانی کا تو کچھ جواب نہیں۔ لیکن جو شخص اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا ہے اور اسی کو قدیم اور ہر شے کا خالق جانتا ہے اس کے نزدیک یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ کہ اس نے محض اپنی قدرت کاملہ سے تمام انبیاء کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک منہ دل۔ جگر و دماغ وغیرہ تمام اعضا شکم مادری میں پیدا کئے ہیں۔ اور مقام مخصوص سے پیدا کر کے قوت عقل اور شعور اور علم اور ایمان اور نبوت اور رسالت وغیرہ کمالات ظاہری اور باطنی عطا کئے اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اب اگر کوئی نادان ان باکمال حضرات پر یہ اعتراض کرے۔ کہ جملہ انبیاء معہ حضرت عیسیٰ کا وجود خداتعالےٰ نے پہلے پیدا کیا بعدہٗ یہ کمالات عطا فرمائے ان کمالات کے عطا فرمانے سے پہلے نہ ان میں عقل تھی۔ نہ شعور تھا۔ نہ علم تھا نہ ایمان تھا۔ نہ نبوت تھی نہ رسالت تھی اور یہ تمام بے عقل بے شعور بے علم بے ایمان بے نبوت بے رسالت تھے اور سب کے سب عورت کے مقام مخصوص سے پیدا ہوئے اس لئے ناپاک ہیں۔ تو یہ اس کی بے ایمانی ہے۔

انوارالاسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب

جو شخص قرآن کریم کی اسالیب کلام کو بخوبی جانتا ہے اس پر یہ پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلشانہ اپنے خواص عباد کیلئے ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بدنما ہوتا ہے مگر معنًا نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ اپنے نبی کریم کے حق میں فرمایا۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنے مشہور اور متعارف اہل لغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں جس اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے (اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے۔ کہ کبھی آنحضرت صلعم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر بیدین اور حد شرعی کے لائق ہے۔ بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنی لینے چاہئے جو آیت کے سیاق اور سباق سے ملتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلشانہ نے پہلے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا الم یجدک یتیماً فاویٰ ووجدک ضالاً فھدیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ (یعنی خداتعالیٰ نے تجھے یتیم اور بیکس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھکو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا۔ ان معنوں کی صحت پر یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو ان کے بعد آتی ہیں یعنی یہ کہ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر واما بنعمۃ ربک فحدث۔ کیونکہ یہ تمام آیتیں لف نشر مرتب کے طور پر ہیں اور پہلی آیتوں میں جو مدعا مخفی ہے دوسری آیتیں اس کی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں مثلاً پہلے الم یجدک یتیماً فاویٰ اس مقابل پر یہ فرمایا فاما الیتیم فلا تقھر یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھکو پناہ دی ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے۔ پھر بعد اس کے فرمایا ووجدک ضالاً فھدیٰ اس کے مقابل پر یہ فرمایا واما السائل فلا تنھر۔ یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہماری حقایق اور معارف کا طالب تھا۔ سو جیسا کہ ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم نے استاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علوم کے تجھ پر کھول دیئے اور اپنے لقا کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا اور جو تو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا سو تو بھی مانگنے والوں کو رد مت کر اور ان کو مت جھڑک اور یاد کر کہ تو عایل تھا اور تیری معیشت کے ظاہری اسباب بکلی منقطع تھے۔ سو خدا خود تیرا متولی ہوا۔ اور غیروں کیطرف حاجت لیجانے سے تجھے غنی کر دیا نہ تو والد کا محتاج ہوا نہ والدہ کا نہ استاد اور نہ کسی غیر کی طرف حاجت لے جانے کا۔ بلکہ یہ سارے کام تیرے خداتعالےٰ نے آپ ہی کر دیئے اور پیدا ہوتے ہی اس نے تجھکو آپ سنبھال لیا سو اس کا شکر بجا لا اور حاجتمندوں سے تو بھی ایسا ہی معاملہ کر۔ ان تمام آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اس جگہ ضال کے معنی گمراہ نہیں ہے۔ بلکہ انتہا درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب کی نسبت اسی کے مناسب یہ آیت ہے۔ انک لفی ضلالک القدیم۔ سو یہ دونوں لفظ ظلم اور ضلالت اگرچہ ان معنوں پر بھی آتے ہیں کہ کوئی شخص جادۂ اعتدال اور انصاف کو چھوڑ کر اپنے شہوات غضبیہ یا بہیمیہ کا تابع ہو جائے۔ لیکن قرآن کریم میں عشاق کے حق میں بھی آئے ہیں جو خداتعالےٰ کے راہ میں عشق کی مستی میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو پیروں کے نیچے کچل دیتے ہیں اسی کے مطابق حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اس دیوانگی سے حافظ صاحب حالت تعشق اور شدت حرص اطاعت مراد لیتے ہیں۔

امید ہے اس جواب کو پڑھ کر ناظرین محفوظ ہونگے۔ اور ان کی ایمانی قوت بڑھے گی۔

کوکبانِ درّیان

زہرہ۔ مریخ۔ مشتری۔ تین سیّارے ایسے ہیں جن سے عام لوگ واقف ہیں اور جو بلا مدد دوربین کے رات کے وقت آسمان پر نظر آتے اور تمام اوّل درجہ کے بڑے بڑے ثوابت سے بھی زیادہ آب و تاب دکھلاتے ہیں۔ ہماری زمین بھی مثل ان کے ایک سیّارہ ہے۔ سب سیّارے آفتاب کے گرد مختلف بُعد اور مختلف رفتار سے حرکت کرتے ہیں اس لئے ان سیّاروں کے درمیان آپس میں فاصلہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور اس بُعد کی کمی زیادتی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کبھی کوئی سیّارہ رات کے وقت ہم کو نظر آتا ہے اور کبھی نہیں۔ کبھی کوئی سیّارہ بوجہ قرب کے دیکھنے میں بہت بڑا ہو جاتا ہے اور کبھی دوری کے سبب بہت چھوٹا نظر آتا ہے۔

مریخ جو آخر جون اور شروع جولائی ۱۹۰۹ء میں زمین سے بہت قریب یعنے صرف ۵ کروڑ میل کے فاصلہ پر بہت روشن اور اپنی عجیب و غریب کج رفتاری سے میری اور میرے دوستوں کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھتا تھا آج کل بوجہ زیادتی فصل بہت ہی چھوٹا اور ناقابل التفات ہے۔

زہرہ اور مشتری کے متعلق اس جنوری ۱۹۱۰ء کی آخر تاریخوں میں ایک خاص بات قابل تذکرہ ہے۔ مشتری اور ہماری زمین کے درمیان زیادہ سے زیادہ تقریباً ۶۰ کروڑ میل بُعد ہو جاتا ہے اور کم سے کم تقریباً ۴۰ کروڑ میل فاصلہ رہجاتا۔ جب مشتری اور زمین میں صرف ۴۰ کروڑ میل کا فاصلہ ہوتا ہے اُس وقت مشتری اپنی بڑی سے بڑی اور روشن سے روشن حالت میں ہم کو نظر آتا ہے۔ لیکن بخلاف مریخ و مشتری کے زہرہ جب ہم سے قریب تر ہوتا ہے تو بالکل نظر ہی نہیں آتا۔ چونکہ زہرہ کی گردش کا دورہ زمین کے دورہ سے چھوٹا ہے اس لئے وہ جب زمین سے قریب تر یعنے صرف ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر زمین اور آفتاب کے درمیان ہوتا ہے تو اُس کا تاریک حصہ ہماری جانب ہوتا ہے اور روشن حصہ ہم کو بالکل نظر نہیں آتا۔ جبکہ زہرہ اور زمین کے درمیان زیادہ سے زیادہ بُعد یعنے تقریباً ۱۶ کروڑ میل کی دوری ہوتی ہے تو اُس کا پورا روشن حصہ ہم کو (سوائے اُن چند روز کے جبکہ زہرہ۔ سورج اور زمین تینوں خطِ مستقیم میں ہوں) نظر تو آتا ہے مگر فاصلہ کی زیادتی اور سورج کی شعاعوں کے سبب غروب آفتاب کے بعد ہی یا طلوع آفتاب سے کچھ ہی پیشتر شام یا صبح کو بہت ہی چھوٹا سا ستارہ معلوم ہوتا ہے لیکن جبکہ زہرہ پر سورج اور ہماری زمین کے ساتھ زاویہ قائمہ بنتا ہے اور اُس کا نصف روشن حصہ ہم کو نظر آتا ہے اُس وقت وہ سورج سے زیادہ فاصلہ پر بچا ہوا نظر آتا ہے یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جبکہ زہرہ بڑی سے بڑی حالت میں نمودار ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد دیر تک یا سورج طلوع ہونے سے بہت پہلے ہم اس کو دیکھ سکتے ہیں۔

آجکل حُسنِ اتفاق سے زہرہ اور زمین کے درمیان ۲ کروڑ ۶۳ لاکھ میل کا فاصلہ ہے یعنے زمین و آفتاب کے ساتھ زہرہ پر زاویہ قائمہ بنتا ہے اور زہرہ غروب آفتاب کے بعد مغرب میں نہایت روشن اور شاندار نظر آتا ہے اسی طرح مشتری بھی آجکل زمین سے قریب تر ہونے کے باعث شام کے وقت مشرق میں نہایت آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ غرضکہ شام کو ۸ بجے مشرق و مغرب میں اُفق کے قریب مشتری اور زہرہ اپنی اپنی پوری شان و شکوہ کے ساتھ آسمان پر ایکدوسرے کے مقابل عجیب لطف دکھلاتے ہیں۔ زہرہ اور مشتری کا ایک ہی وقت میں اپنی بڑی سے بڑی اور زیادہ سے زیادہ روشن حالتوں میں نظر آنا پھر مشرق و مغرب میں ایک دوسرے کے مقابل ہونا اس قسم کے اتفاقات حسنہ میں سے ہے جو کبھی کبھی میسّر آتے ہیں۔ اس لئے میرا جی چاہا کہ اُن لوگوں کو جو آسمان پر کسی قدر دلچسپی کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ اس دلچسپ نظارہ کی بروقت اطلاع دے کر محظوظ و مسرور ہونے کا موقع دوں ✤ (راقم اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء)

ایران میں اسلحہ کا استعمال

ایران کے شہر برجند کے بعض فاضل اشخاص نے علماء سے درخواست کی کہ وہ قوم کو استعمال اسلحہ کی نسبت کیا حکم دیتے ہیں جو اس سوال پر جناب حاجی محمد باقر مجتہد نے فتویٰ صادر کیا کہ بحالت موجودہ ہر ایک مسلمان پر فنون جنگ کی مشق بہم پہنچانا ضروری ہے۔ اور اسلامی فوجی قوت کو مکمل بنانا لازم۔ چنانچہ پندرہ اور تیس سال کے مابین کوئی ایرانی نوجوان ایسا نہ ہونا چاہیے۔ جس کو زمانہ موجودہ کے قواعد جنگ سے ناواقف پایا جائے۔ اور وہ آتشبازِ اسلحہ کے استعمال سے ناواقف رہے۔

اس فتوے کے صادر ہوتے ہی حاجی مُلا محمد حسین صاحب تاجر نو ایجاد بندوقوں کی ایک کثیر تعداد اپنے ساتھ لی اور مع اپنے اہل خاندان کے شہر سے باہر میدان میں چاندماری کے لئے تشریف لے گئے و ہر ایک شایق نوجوان کو بھی بندوق اور کارتوس اُنھوں نے عطا کئے۔ اور اعلان کر دیا کہ جس کو بندوق خریدنے کی استطاعت نہ ہو۔ وہ اُن سے آکر مشق کے لئے بندوق لے لے۔ پھر دوسرے دن فاضل مجتہد مع طلباء کی جماعت اور دیگر علماء کے میدان میں جا کر ظہر کے بعد سے قریب مغرب تک چاندماری کرتے رہے۔ اور بعد ازاں جن لوگوں نے کامیابی کے ساتھ نشانہ لگایا تھا۔ اُن کے سروں پر پھول نثار کر کے اُنھیں کچھ انعام بھی دیا۔ غرضکہ شہر برجند میں اس وقت جنگی تعلیم حاصل کرنے کا عام شوق پھیلا ہے۔ اور کم سن بچّے والدین سے اصرار کرتے ہیں کہ ہم کو بندوق خرید دیجیے۔ تاکہ ہم اپنے ملک کی حفاظت کے قابل ہو سکیں۔ اور اگر یہی حالت رہی۔ تو اُمید ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں صرف اسی ایک ایرانی شہر سے پچاس ہزار لایق جنگجو جوان مسلح ہو کر میدان میں اُتر سکینگے۔ اس گروہ نے اپنا نام "قومی سپاہی" رکھا ہے (اللواء)

الجزائر میں تعلیمی ترقیات

سنہ ۱۸۹۱ء میں الجزائر میں صرف (۱۶) مدارس تھے۔ اور اُن میں (۱۳۱۷۲) ملکی طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ اس کے بعد مدرسوں کی تعداد دوچند ہو گئی۔ اور ۱۹۰۱ء یعنے دس سال کے عرصہ میں (۱۲۲۷۰) طالب علم وہاں تعلیم پانے لگے۔ اس کے بعد پھر مدارس کی تعداد بڑھی اور صرف چھ سال کے زمانہ میں یعنے ۱۹۰۶ء میں اکتیس ہزار طالب علم زیر تعلیم ہو گئے۔ جو اس وقت تیس ہزار کی تعداد رکھتے ہیں۔ حکومت فرانس نے الجزائر والوں کی تعلیم پر بہت توجہ فرمائی ہے اور مقامی حکومت کو ۱۲½ ملین (ایک کروڑ پچیس لاکھ) فرانک قرض لیکر اشاعت تعلیم پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے اور قریب قریب تمام ملک میں تعلیم کو لازمی بنا دیا ہے۔ جس سے امید ہے زاید سے زاید تیس سال کے بعد تمام الجزائر میں تعلیم ایسی وسعت پذیر ہو جائے گی کہ ایک بھی ناخواندہ آدمی تلاش کرنے پر مل سکے گا۔ (اللواء)

مقدمہ :۔ لدھیانہ کے متصل لاڈووال میں جو خوفناک تصادم ۲۵ دسمبر گذشتہ کو ہوا تھا اس کے متعلق ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کی عدالت میں مقدمہ شروع ہو گیا ہے۔ سرکار کی طرف سے سرکاری وکیل ملزم نمبر ا اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر محمد رشید اور ملزم نمبر ۲ نوہر یا رام سگنلر ہے۔ جن کی طرف سے شیخ محمد نصیب بیرسٹر اور سردار گجن سنگھ پیروکار ہیں۔

نشانہ بندوق :۔ سیٹھلے روڈ الہ آباد پر ایک لڑکے کو کسی نے نشانہ بندوق بنایا۔ مگر مجرم کا پتہ نہیں۔ پولیس تلاش کر رہی ہے۔

ہم نے پیارا مسیح موعود علیہ السلام کو کیا دیکھکر قبول کیا

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اس میں شک نہیں کہ جس زمین کے قطعہ کو اولیاء اللہ کی آرام گاہ بننے کا فخر ملا وہ خوش نصیب تو ضرور ہے۔ مگر یہ حرکت نہایت ہی سخت مکروہ ہے کہ ہم اولیاء کی قبروں کو مراد ونکا [illegible] یقین کرکے اُن سے وہ حرکات کرنی شروع کردیں کہ جو [illegible] رب العالمین کے ساتھ کرنی ضروری اور موجب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بارگاہ الہی [illegible] [illegible] انسان مقرب بارگاہ الہی ہوکر [illegible] نہیں بن سکتا ہے اور نہ مالک و رازق اور نہ ہم اُس کے بندے اور مخلوق ایسی ہی جیسے خداوند کریم کے ہیں ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہم کو بہت سا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کبھی دعاؤں کے ذریعہ کبھی وعظ و نصیحت کے ذریعہ کبھی خرق عادت تدبیروں کے ذریعہ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ جو ہم پر اُن کی بزرگی کو ثابت کرتی ہیں مگر اس سے وہ ہمارے خالق رازق نہیں بن سکتے اور نہ اُن کا یہ حق ہوجاتا ہے کہ بعد مرنے اُن کی قبریں ہمارے لئے مرادوں کا داتا بن جاویں مسلمانوں میں یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم تمام جہان کے رسولوں اور نبیوں وغیرہ سے افضل ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ایسے اعلےٰ درجہ پانے کے حضورؐ کو حکم ہوتا ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد ط تو پھر اور کوئی کس باغ کی مولی ہے کہ ہم اُس کو مرادوں کا داتا تصور کرکے اُن سے وہ کام شروع کردیں کہ جس کے وہ حقدار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ممتاز انسان تو ضرور ہیں اُن کی بزرگی میں کلام نہیں۔ مقرب بارگاہ الہی ہونے سے انکار نہیں اُن کی بڑائی کے ہم قائل ہیں مگر اُن کو عالم الغیب مان کر اُن کی قبروں پر کھڑے ہوکر اُن سے نہ صرف یہ کہنا کہ تم ہمارا فلاں کام کردو شرک ہے بلکہ یہ کہنا بھی کہ تم خدا سے فلاں امر کے لئے ہمارے واسطے دعا کرو اعلےٰ درجہ کی نامعقول حرکت پر دال ہے۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الیٰ یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غافلون سورۃ الاحقاف رکوع ۱ یعنے اُس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے (معبودوں) کو پکارے جو روز قیامت تک اُس کو جواب (تک) نہ دے سکیں اور (جواب دینا تو در کنار) اُن کو تو دعا (تک) کی (بھی) خبر نہیں۔ پس جب وہ ایسے غافل ہیں کہ ہماری دعا کرنے تک کا اُن کو علم نہیں تو کس قدر شرم کی بات اور قابل افسوس کارروائی ہے کہ ہم اُن کی قبروں سے ایسی حرکتیں کریں کہ جو مضحکہ خیز حرکت سے کم نہیں۔

میاں! موٹی بات کیوں نہیں کہ دیتے کہ اگر فوت شدہ اولیاء اللہ کی قبریں ہی ہماری دینی اور دنیوی فلاح کے لئے کافی ہوتیں تو خداوند کریم کو زندہ اولیاء اور انبیاء و رسولوں کے مبعوث کرنے کی کیا ضرورت تھی جب خداوند کریم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہدایت [illegible] اور اپنے اقوال سے ظاہر کرتا ہے کہ فوت شدہ انسان کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو ہماری [illegible] ہے کہ ہم وہ بات یقین کریں کہ جو محض بے سود ہے۔ اگر اولیاء اللہ کی قبروں سے ہی کام نکل سکتے تھے تو زندوں کا وجود عبث ہوجاتا ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جس کثرت سے اولیاء زمین میں مدفون کئے ہیں اُن کا اندازہ لگانا بھی نہایت مشکل ہے اگر اُن کی قبریں باعث مفاد ہوتیں تب بھی ہمارے لئے مشکلات کے پہاڑ حائل ہوجاتے کہ کہاں کہاں جائیں کس کس سے منت سماجت کریں کیونکہ

؎ چپہ چپہ ہیں یاں گوہر یکتا نہ خاک۔ دفن ہوگا
کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز ؎

اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کا وجود خزانہ تو تھا مگر وہ ایسا خزانہ تھا کہ صرف زندگی میں ہی دُر بے بہا نچھاور کرتا تھا اب اُس میں دُر بے بہا نچھاور کرنے کی طاقت نہیں رہی اس لئے کسی اور دُر و گوہر لٹانے والے کی ضرورت پیش آئی اور یہی وجہ ہوئی کہ جیسے امساک باران کے وقت سخت گھبراہٹ ہوتی ہے جسکو کہ بارش آکر دور کرتی ہے اسی طرح روحانی بارش سے تمام ایسی گھبراہٹیں دور ہوا کرتی ہیں جو کہ کسی خدا کے برگزیدہ کے مبعوث کرنے سے اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور یہ ایک صاف بات ہے کہ زندوں کے لئے زندے کی ضرورت ہے یہ جسمانی زندگانی کی طرف اشارہ ہی یعنے جیسے کہ ہم دنیا میں کھاتے پیتے انسان ہیں ایسے ہی ہماری ہدایت کے لئے کسی ہمارے ہم جنس انسان کی ضرورت ہے فوت شدوں سے ہم کو ہدایت ملنی مشکل ہے کیا بلکہ غیر ممکن ہے۔

ان معقول باتوں کو چھوڑ کر ہم دُنیا کی جاہت کے والا و شیدا ہوگئے تھے دُنیا کی محبت نے ہم کو دھوکا دیا تھا حقیقت الامر سے ایاؤں کا انکار تھا ڈھکوسلے بازی کے سیکڑوں افسانے بر زبان یاد تھے۔ اس سے آگے بڑھے تو راستے میں وہابیت سے ٹاکرا (مقابلہ) ہوگیا جس سے یہ تمام خبط تو حیا ء منثورا ہوگئے مگر توحید کے اصلی مفہوم سے اب بھی ہم گویا محروم کیا بلکہ بدنصیب خیال کیجئے۔ اولیاء اللہ کو تو غیب داں ماننے سے وہابیت نے منکر کرادیا دعاؤں کو نہ سننے والا یقین کرادیا۔ مگر حضرت مسیح ع کے لئے اس خیال کو گویا پیٹنٹ سمجھکر اُس پر بدستور اڑائے رکھا۔ وہابیت کے ایام میں جب کبھی ہمارے سامنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی کشتی کو معہ اُس کے سواروں کے زندہ کرنے کا تذکرہ آتا تو فوراً اُس سے انکار کردیتے مگر مسیح علیہ السلام کے مُردے زندہ کرنے کا اقرار کرنے سے کبھی بھی نہ چوکتے۔ یہ کیوں ترجیح بلا مرجح چہ معنے دارد؟ میاں! دل کی خوشی اور خوش فہمی! باوجود اس اقرار کے انکار و فرار کرجانا گویا ہمارے نزدیک [illegible] [illegible] اگر بہر حالت ہم یہ مانتے [illegible] حضرت عیسےٰ مُردے باذن اللہ زندہ کیا کرتے تھے تو کیا باذن جناب شیخ عبدالقادر سے ناممکن تھا؟ عقل سلیم تو ہرگز اس کو ناممکن نہیں تصور کراتی مگر ہم ایک کے لئے ممکن اور دوسرے کے لئے ناممکن یقین کرکے عیسائیوں کی مدد کرنے کے باوجود بھولے میاں بنے ہوئے تھے۔

غرضیکہ یہ اُس اسلام کی مختصر سی تصویر ہے کہ جس کے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے سے پہلے قائل ہی کیا بلکہ گرویدہ تھے۔ جس میں ترقی کی تو کیا اُمید ہوسکتی ہے بلکہ ادبار اور تنزل کی اُمید رکھنا یقینی بات ہے۔ اس کے بالمقابل ہم اے پیارے ناظرین! اب مختصراً وہ پیارا اسلام پیش کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ جو خدا کے پیارے مسیح موعود کو ماننے سے ہم نے پایا ہے جو کہ کئی شعبوں پر تقسیم ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُس کے ہر ایک شعبے پر مختصراً بحث کرکے آپ کے آگے اپیل کریں کہ کیا یہ اسلام دیکھکر انسانی ہستی جو نفع پسند واقع ہوئی ہے۔ اس کے قبول کرنے کے لئے بے قرار نہیں ہوسکتی کہ جس قدر جلد ہوسکے۔ اسکا والا و شیدا ہوجاوے؟ اس میں شک نہیں کہ مسیح صادق علیہ السلام نے اسلام کا ایسا خوبصورت چہرہ دکھلایا ہے کہ اُس کو دیکھکر دل لٹو ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اگر ہم ذیل کے شعر کو اسلام کی خوبی کے لئے پیش کردیں تو ہرگز ہرگز بے جا نہ ہوگا

؎ ہمہ خوبانِ عالم را بزیورہا بیارایند۔ تو سیمین تن
چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی ؎

اگر انسانی اعضاء وغیرہ زیور انسانی ہیں تو پیارا اسلام ہاں مبارک اسلام ضرور بضرور ایسا ہے کہ وہ زیورہا بیارائید کا پورا پورا مصداق ہے۔ باقی پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ

(خاکسار محمد حسین [illegible] تاویان شریف)

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰
تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی	چہ گویم با تو گر آئی چہ آور قادیان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء مطابق ۷ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۲

تازہ وحی

۸ر فروری ۱۹۰۸ء انت امام مبارک
۲- لعنۃ اللہ علی من کفر
۳- انی معک فی السماء والارض
۴- انی معک فی الدنیا والآخرۃ
۵- ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون
۶- اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا
۷- لا تقتلوا زینب
۸- آسمان مٹھی بھر رہ گیا

مولود مسعود

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے یہ خوشی کی خبر شائع کی جاتی ہے کہ ۸ر فروری ۱۹۰۸ء کو چار بجے دن کے قریب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے محسن و مخدوم حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی نور الدین سلمہ ربہ کے ہاں بڑھاپے میں ایک اور لڑکا[1] پیدا ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ زندہ الٰہی کے ایک خاص اور زندہ نمونہ ہیں۔ میرے کانوں میں وہ الفاظ اب تک گونجتے ہیں جو ایک اشتہاری طبیب کے اولاد نرینہ کے لئے علاج کرنے کی تحریک پر آپ نے فرمائے تھے کہ

مجھے دیندار اور سعادت مند اولاد کی ضرورت ہے مجرد اولاد کی حاجت نہیں

یہ الفاظ کسی معمولی دنیادار کے منہ سے نہیں نکل سکتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ پیرانہ سالی ہو اور پھر اس بڑھاپے میں اس کے کئی بچے فوت ہو چکے ہوں بلکہ ان الفاظ میں نبیوں کی ایمانی قوت اور روح بول رہی ہے۔ ایسے ارادے اور خواہش کو جو محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا بلکہ بارور فرماتا ہے یہ اس کی شان کریمی ہے چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے **عبد الحی جیسا بچہ جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک آیۃ ہے** مولوی صاحب کو عطا فرمایا اور پھر اس سے دو اور بھائی پیدا ہوئے جن میں سے ایک اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کے حضور بلایا گیا اور اب تیسرا بیٹا خدا نے عطا فرمایا۔ یہ خبر ایک خوشی کی خبر ہے اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر نیکی اور سعادت میں دراز کرے اور وہ اپنے

نافع الناس باپ کی طرح

اسلام کا سچا خادم اور نوع انسان کا حقیقی ہمدرد ہو (آمین)

میں مولوی صاحب قبلہ کو بڑی مسرت سے مبارکباد دیتا ہوں اور آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں حضرت حکیم الامۃ اور اس کی اولاد کے لئے **قبولیت دعا** کا نشان ٹھہریں خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے والدین کے کنار عاطفت میں نیکی اور رحمت کے فرشتوں کے سایہ میں اس بچے کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ایک مفید رسالہ۔ میں نے پہلے بھی ایک مرتبہ رسالہ **فتح البزوان** کے متعلق لکھا تھا کہ یہ مفید اور معقول رسالہ ایک دہریہ کے جواب میں لاجواب لکھا گیا ہے اس میں آریوں کے بعض مسلمہ عقائد روح و مادہ کے انادی ہونے پر بھی لطیف بحث ہے۔ ایسے رسالوں کی اشاعت بکثرت ہونی چاہیئے خصوصاً ان ایام میں جبکہ دہریت کی تند ہوائیں چل رہی ہیں نوجوانوں کے لئے ایسے رسالوں کا پڑھنا بہت مفید ہے ۶ر قیمت پر بٹالہ ضلع گورداسپور منشی حسین بخش اپیل نویس سے ملے گا۔

شری نہہ کلنک اوتار۔ مولوی عبد الصمد صاحب سنوری نے ہندوؤں کی مستند کتابوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرشن اوتار ہونے پر بڑی دلچسپ بحث کی ہے۔ ۲ر قیمت پر مولوی عبد الصمد سنوری مدرس بنیاد العلوم پٹیالہ سے ملیگا۔

سفرنامہ کشمیر۔ منشی محمد دین ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور نے لکھا ہے مضمون نام سے ظاہر ہے کشمیر کے مسلمانوں کے حالات سے واقفیت کا عمدہ ذریعہ ہے۔ کشمیری میگزین کے دفتر لاہور سے ۱۲ر قیمت پر ملے گا۔

ضرورت ہے

دو ایسے اشخاص کی جو عربی انگریزی جانتے ہوں اور دونوں زبانوں میں بالمقابل ترجمہ کر سکیں انہیں سمالی لینڈ میں جانا ہوگا ایک آسامی کی تنخواہ ۸۵ سے ما سو روپیہ تک ہوگی پانچ روپیہ سالانہ ترقی کے حساب سے اور دوسری کی ۶۰ سے ۸۰ تک ہوگی درخواستیں مع ۲ر کے ٹکٹ کے ایڈیٹر الحکم کے پاس

---

[1] حضرت اقدس امام علیہ السلام نے مولود کا نام عبد الوہاب رکھا اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص موہبت ہے۔

ویدون کی حقیقت

ویدون کی نسبت ہندوؤن کی طرف سے کبھی یہ دعویٰ نہین ہوا کہ ان کی تعلیم شرک اور مخلوق پرستی سے خالی ہے بلکہ سب ہندو جو تقریباً بالعموم کل ملک پنجاب اور ہندوستان مین رہتے ہین بڑے پیار سے ان دیوتاؤن کو مانتی ہین جو وید مین لکھے گئے ہین اور جب ہندو سے اس کی بت پرستی یا آتش پرستی یا دوسرے ہزارون دیوتاؤن کی پوجا کی نسبت سوال کیا جائے کہ کس کتاب کے حکم سے یہ کام اختیار کیا گیا ہے۔ تو وہ جھٹ یہی جواب دیتا ہے کہ یہ سب طریق پرستش کا وید مین درج ہے اور اسی کے ہدایت کے موافق ہم ان چیزون کی پرستش کر رہے ہین اور حقیقت مین یہ جواب اس کا صحیح ہے۔ کہ جس قدر ہندوؤن مین آتش پرستی و آب پرستی و آفتاب پرستی وغیرہ پرستش جاری ہین۔ ان سب پرستشون کا حکم وید ہی مین درج ہے اور نہ ایک اور نہ دو بلکہ صدہا جگہ ان چیزون کی پوجا کے لئے تاکید ہے اور وید کا کوئی ایسا صفحہ نہین جو مخلوق پرستی کی تعلیم سے خالی ہو جیسا کہ یہ بات اس شخص پر صاف کھل سکتی ہے کہ جو وید کو اپنی ہاتھ مین لیکر کسی جگہ سے اس کو پڑھے غرض کہ وید کا یہ مقصد ہرگز نہین ہے کہ وہ خلق اللہ کو توحید پر قایم کرے بلکہ اول سے آخر تک وید مین یہی تاکید پائی جاتی ہے کہ آگ اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون اور پانی وغیرہ کے پرستش کرنی چاہیے اور انہین چیزون سے اپنی مرادین مانگنی چاہیئے یہی باعث ہے۔ کہ جو کچھ آج تک وید کی تعلیم کا ہندوؤن کے دلون پر اثر پڑا ہے وہ یہی مخلوق پرستی ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کسی حصہ پنجاب یا ہندوستان مین ایسے ہندو بھی پائے جاتے ہین جو مخلوق پرستی سے بیزار اور اپنی تمام عقاید اور عبادات مین موحد ہین۔ حاشا و کلا ہرگز ثابت نہین ہو سکتے۔ بلکہ جہان جاؤ اور جس ملک مین جاؤ جا بجا ہندو لوگ سخت درجہ کے شرک اور مخلوق پرستی مین گرفتار ہین۔ یہان تک کہ انسان سے لیکر حیوانات اور نباتات تک ان نادانون نے اپنے معبود ٹھہرا لیے ہین نہ پانی چھوڑا نہ آگ نہ ہوا نہ پتھر بلکہ دنیا مین جو چیز از قسم اجرام علوی یا اجسام سفلی نظر آتے ہین۔ وہ سب کے سب ہندوؤن کے معبود اور دیوتے ہین اور جیسا کہ ہم بھی بیان کر چکے ہین اس قدر مخلوق پرستی مین ہندوؤن کا قصور نہین ہے۔ بلکہ یہ تمام قصور وید اور شایع کرنے والون کا ہے غرض وید جس جنس سے بھرا ہوا ہے وہ سب شرک ہی شرک ہے اور جو کچھ وید نے دنیا کو فائدہ پہنچایا وہ مشرکانہ تعلیم ہے جس مین آج تک سب ہندو مبتلا اور گرفتار ہین اور کوئی ہندو اس مشرکانہ حالت مین اپنی غلطی اور قصور کا اقرار نہین کرتا بلکہ سارے کے سارے یہی کہتے ہین۔ کہ یہ تحفہ ہماری وید مقدس سے ہمکو ملا ہے اور اس نے اس راہ پر ہمین کو لگایا اور جب ہم بذات خود وید کو کھولکر دیکھتے ہین تو ہندوؤن کو ان کی اس بیان مین راست گو پاتے ہین اور ہندوؤن کی مشرکانہ حالت جو ہزارون برسون سے چلی آتی ہے۔ وہ ان کی خود تراشیدہ معلوم نہین ہوتی بلکہ وید کی پیروی کے نتایج ہین جو بطور داغ ملامت [illegible] کے ٹیکہ کے وید کے اندرونی حالت کو ظاہر کرتے ہین۔ تھوڑے دنون سے پنڈت دیانند سرستی نے (جو اب اس دنیا سے کوچ کر گئے ہین) اس خیال سے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ مشرکانہ تعلیم ہر ایک سلیم الطبع کو بری معلوم ہوتی ہے اس بے بنیاد خیال کے ثابت کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤن مارے کہ کسی طرح داغ مخلوق پرستی کی تعلیم کا وید کی پیشانی سے دھویا جائے اور برخلاف اپنی تمام قوم کے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ اگرچہ وید مین بظاہر مشرکانہ تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ مگر در پردہ اس کے اندر مین توحید چھپی ہوئی ہے۔ لیکن وہ اس اپنے مطلب کے پورا کرنے کے لئے کامیاب نہ ہو سکے اور ہندوستان اور پنجاب مین تمام محقق پنڈتون نے ان کی خیالی وید بھاش کو رد اور نامنظور کیا اور اس پر یہ ریویو لکھے کہ پنڈت صاحب کا یہ وید بھاش اصل مین ویدون کی تفسیر نہین ہے بلکہ ان کا ایک نیا وید سمجھنا چاہیے جسکو پنڈت صاحب اپنے من سے گھڑت سے بنا رہے ہین ہندوؤن کے وید سے اسکو کچھ تعلق نہین۔ بلکہ اس کی سراسر مخالف اور منافی ہے اور جب پنڈت صاحب نے دیکھا کہ ہندوستان اور پنجاب کے پنڈتون مین ہماری دال نہین گلتی اور کوئی ہمارے دھوکہ مین نہین آتا تو پھر انہون نے ایک اور تدبیر سوچی کہ وہ مصنوعی وید بھاش یونیورسٹی مین درسی کتاب بنانے کے لئے سرکار انگریزی مین پیش کیا جاوے تو پنڈت صاحب نے ایسا ہی کیا اور صاحب لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت مین ایک درخواست معہ چند جز اپنی وید بھاش کے بدین التماس مرسل کئے۔ کہ یہ وید بھاش میرا یونیورسٹی مین پڑھا جاوے۔ کیونکہ مین نے بڑی ہمت اور بہادری کر کے وید مین توحید ثابت کر دکھائی ہے اور وہ لاکھون پنڈت جھوٹے ہین جو وید کو توحید سے خالی سمجھتے ہین۔ اس پر صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر کو اس درخواست کے سننے سے بہت تعجب ہوا۔ کہ یہ کیونکر اور کیسے ممکن ہے کہ وید جو اپنی مشرکانہ تعلیم مین سارے جہان کے اعتراضون کا نشانہ بنا ہوا ہے اور ضرب المثل ہے۔ وہ شرک اور دیوتا پرستی سے خالی ہو۔ سو انہون نے وہ درخواست یونیورسٹی کے چند اور منتخب پنڈتون کے پاس بھیجدی۔ کہ وہ لوگ پنڈت دیانند کے وید بھاش کو دیکھکر اپنی اپنی رائے لکھین اب قصہ کوتاہ یہ کہ سب پنڈتون نے بالاتفاق یہ رائے لکھی کہ یہ وید بھاش دیانند کا سراسر غلط اور پوچ اور لغو ہے وید کے مخلوق پرستی کی تعلیم اور جا بجا دیوتاؤن کی پوجا کے لئے ترغیب اور تحریک ایسا امر نہین ہے کہ اسکو چھپا سکین یا پوشیدہ کر سکین سو دیانند کا وید بھاش ویدون سے کچھ تعلق نہین رکھتا۔ ہان اگر اس کو نیا وید کہین جسکے خود پنڈت صاحب ہی مصنف ہین تو یہ کہنا بجا اور درست ہے اس رائے کے پہنچنے سے لفٹنٹ گورنر بہادر نے پنڈت دیانند کی درخواست کو نامنظور کر کے ان کو اطلاع دیدی کہ یہ وید بھاش تمہارا عام رائے پنڈتون سے برخلاف ہے اس لئے قابل منظوری نہین۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اگر وید مین ایک ذرہ بھی توحید کی بو پائی جاتی۔ تو کیونکر تمام ہندوستان کے پنڈت اس سے انکاری یا غافل رہتے۔ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لین۔ کہ وید مین بطور معما یا چیستان اور پہیلی کے ایک چھپی ہوئی توحید ہے جس پر صرف پنڈت دیانند کو اطلاع ہو گئی۔ اور دوسرے تمام دنیا کے پنڈت اس سے بیخبر رہے۔ تو پھر یہ سوال عائد ہو کہ ایسی پیچیدہ اور سربمہر توحید سے دنیا کو کیا فائدہ ہوا۔ در بجز اس کے کہ لاکھون بندگان خداوید کے الٹے معنے سمجھ کر دیوتا پرستی مین مبتلا ہو گئے۔ اور کیا نتیجہ ایسے پیچیدہ بیان سے نکلا کیا ہندوؤن کے پرمیشر کو بات کرنے کا سلیقہ ہی نہین کہ بجائے اس کے جو توحید کو کہ جو اس کا اصل مطلب تھا۔ واضح تقریر سے بیان کرتا ایسے بے سر و پا اور غیر فصیح لفظون مین بیان کیا جس سے لوگ کچھ کا کچھ سمجھ گئے اور ہزارہا دیوتاؤن کی ہندوؤن مین پوجا شروع ہو گئی اور مخلوق پرستی اس حد تک پہنچ گئے جس کی نظیر دنیا مین نہین پائی جاتی اور یہ تو ہمنے بطور تنزل کہا ہے اور ایک فرضی طور پر بیان کیا ہے ورنہ اگر کوئی ذرا آنکھ کھول کر ایک صفحہ وید کا بھی پڑھے تو بہ یقین تمام اسکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وید کے منتر کا اصل مقصد اور مطلب یہی ہے کہ تمام دیوتاؤن کی پوجا کرائی جائے۔ مگر پنڈت دیانند نے اس بدیہی بات کو چھپانے کے لئے کوشش کرنا چاہا آخر ناکام رہا اور بجائے اس کے کہ وید مین توحید ثابت کرتے اور اس عیب سے مبرا ہونا اسکا پایہ ثبوت کو پہنچاتے کئی ایک اور عیب بھی جو وید مین پائے جاتے ہین انہون نے ظاہر کر دکھائے اور ایک نہ شد دو شد کا معاملہ ہو گیا ہے۔

— — — — — —

اب صرف اجمالی طور پر لکھا جاتا ہے کہ ہندوؤن کے وید نعمت توحید سے بالکل تہیدست اور بے نصیب ہین۔ اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہین کہ وہ کتاب جو وید سے موسوم کی گئی ہین ایک شخص کی تالیف نہین ہین۔ بلکہ مختلف لوگون نے مختلف وقتون مین ان کو تالیف کیا ہے۔ اور مولفین کے نام اب تک منترون کے سر پر جدا جدا لکھے ہوئے پائے جاتے ہین اور وہ منتر بطور شعر کے ہین۔ جو دیوتاؤن کی تعریف مین

خوش اعتقاد لوگون نے بنا لے تھے۔ ان کتابون کے پڑہنے سے ہرگز پایا نہین جاتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے ان کو کسی ایک یا دو چند پیغمبرون پر نازل کیا تہا۔ بلکہ منجانب اللہ ہونے کا ذکر ہی نہین۔ جا بجا منترون کے سرون پر لکہا ہوا نظر آتا ہے کہ یہ منتر فلان شخص نے تالیف کیا ہے اور یہ فلان شخص نے اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ حال کے محققون نے یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ وید ایسی کتاب نہین جو یہ دعوےٰ کرتی ہو کہ مین آسمانی کتاب ہون۔ اور فلان فلان پیغمبر پر مین اوتری تہی۔ بلکہ ایک مجموعہ اشعار ہین جنکو کئی شاعرون نے اوقات مختلفہ مین جوڑا ہے ماسوا اس کے وید مین یہ بات ہی نہین کہ جیسے ربانی کتاب ربانی قدرتون اور صفتون کا ایک آئینہ ہونی چاہیے اور خدا تعالےٰ کے وجود اور اس کے قدرت تامہ اور اسکو غیب بینی اور اسکی خالقیت و رزاقیت وغیرہ صفات کو صرف عقلی طور پر ثابت نہ کرے بلکہ آسمانی نشان کے طور پر طالب حق کا مشاہدہ کرا دے کہ خدا فی الحقیقت موجود اور اس مین یہ صفات موجود ہین۔ کیونکہ در حقیقت ربانی کتابون کے نازل ہونے سے عمدہ فائدہ یہی ہے کہ خدا اور اس کے صفات کو نہ صرف عقلی اور قیاسی طور پر شناخت کیا جائے بلکہ آسمان کتاب خدا تعالےٰ کی ہستی اور صفات کو ایسا ثابت کرکے دکہلا وے کہ اس کے پیروان تمام امور مین گویا رویت کے گواہ ہو جائین اور اس طرح پر وہ ایمان کو اس کمال کے درجہ تک پہنچاوین جس تک مجرد عقل کے پیروی سے ایسا پہنچ نہین سکتا۔ مثلاً خدا تعالےٰ مین جو صفت غیب دانی ہے اگرچہ عقلی طور پر انسان یہ خیال کر سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ غیب دان ہونا چاہیے۔ لیکن ربانی کتاب مین شہودی طور پر اس بات کا ثبوت دینا ازبس ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ حقیقت مین غیب دان ہے اور وہ ثبوت اس طرح پر میسر آسکتا ہے۔ کہ ربانی کتاب مین بہت سی پیشگوئیان اور اخبار غیبیہ درج ہون۔ جو لوگون کے سامنے پوری ہو چکین ہون۔ علیٰ ہذا القیاس خدا تعالےٰ کا قادر ہونا اور اپنے بندون اور مرسلون کا حامی اور ناصر اور موید ہونا اگرچہ عقلی طور پر بہی ضروری اور محمود سمجہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بہی ضرور ہے کہ خدا تعالےٰ کا کلام شہودی طور پر اپنے قدرت کاملہ اور حمایت اور نصرت خاصہ کا ایک ایسا عمدہ اور کامل نمونہ دکہلا دے جسکو دیکہکر اپنے ایمان اور اعتقاد پر قوی ہو جائے اسی طرح خدا تعالےٰ کے دوسرے صفات بہی اسی طور پر خدا تعالیٰ کے کلام مین ثابت ہو جانے چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا کلام اس کی ذات اور صفات کے پہچاننے کے لئے ایک نہایت صاف اور شفاف آئینہ ہے۔ جو ہم عاجز اور بیخبر بندون پر اس غرض سے عنایت ہوتا ہے۔ کہ تا ہماری معرفت صرف عقلی اور قیاسی خیالات تک محدود نہ رہی۔ بلکہ ہم ان تمام صداقتون کو بچشم خود بہی دیکہہ

غیب دانی

لین کیونکہ اگر خدا تعالےٰ نے صرف اسی قدر ہمکو بذریعہ اپنی کتاب کی معرفت اور بصیرت عنایت کرے جس قدر بذریعہ عقل سے بہی ہمکو حاصل ہو سکتی ہے۔ تو یہ ربانی تعلیم اور عقلی تفہیم مین کیا فرق رہا۔ اور اس بات مین خدا تعالےٰ کی کتاب پر ایمان لانے والے کو برہمو سماج والون پر (جو عقلی الکلون پر چلتے ہین) اکو نسی ترجیح ہوئی۔ سو اس تحقیق سے بہ ہدایت عقل ثابت ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے کلام مین یہی عمدہ خوبی ہے کہ جن صداقتون کو ہماری عقل ناقص صرف قیاسی طور پر پیش کرتی ہے ان صداقتون کو خدا کا کلام ہماری آنکہون کے سامنے لا کر دکہلا بہی دیتا ہے مثلاً جیسا کہ ہم نے ابہی بیان کیا ہے کہ عقل یہ تجویز کرتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ غیب دان ہونا چاہیے۔ سو خدا تعالیٰ کا کلام صدہا پیشگوئیون سے جو صحیح طور پر پوری ہو گئین۔ ہم پر اس صداقت کو یقینی اور قطعی طور پر کہول دیتا ہے لیکن وید اس مرتبہ اعلیٰ سے جو خدا کی ذات اور صفات کا آئینہ ہو سکو ہزار کوس دور اور مہجور ہے بلکہ مجرد عقلی طور سے بہی خدا اور اس کے صفات کا ثبوت دینے سے وید عاجز ہے کیونکہ وید کا پہلا اصول یہی ہے کہ عالم بجمیع اجزائیہ انادی یعنی قدیم اور غیر مخلوق اور پرمیشر کی طرح واجب الوجود ہی اور پرمیشر نے کسی چیز کو پیدا نہین کیا اور نہ پیدا کرنے کے اسکو طاقت اور لیاقت ہے بلکہ اس کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ بعض چیزون کو بعض سے جوڑتا ہے مثلاً جسم کا قالب بنا کر روح کو اس مین داخل کر دیتا ہے یا کبہی قالب سے روح کو نکالتا ہے سو یہی تالیف اور تفریق پرمیشر سے ہو سکتی ہے اس سے زیادہ نہین یعنی اگر پرمیشر کچہہ کام کر سکتا ہے تو بس یہی۔ کہ بعض اجزا سے عالم کو بعض سے جوڑتا ہے اور کبہی بعض سے بعض کو الگ کرتا ہے اب ظاہر ہے کہ اس اعتقاد مین صرف اتنی ہی خرابی نہین کہ پرمیشر کو قادر مطلق ہونا چاہیے۔ عاجز اور ناتوان سمجہا گیا ہے اور قدیم اور غیر مخلوق ہونے مین کل اجزاء عالم کے اس کے شریک اور حصہ دار اور بہائی بند ٹہرائے گئے ہین۔ اور ہر ایک موجود اپنے اپنے نفس کا آپ مالک قرار دیا گیا ہے گو یا پٹی داری کا نو کے طرح قدامت اور وجوب وجود کے جنس پر سب ارواح اور پرمیشر کا برابر اور یکسان دخل اور قبضہ چلا آیا ہے۔ بلکہ ایک بڑی بہاری خرابی وید کی اس اصول سے یہ بہی پیش آئی کہ عقلی طور پر پرمیشر کے وجود پر کوئی دلیل باقی نہ رہی کیونکہ جس حالت مین تمام عالم بجمیع اجزائہ خود بخود قدیم سے موجود ہے اور پرمیشر کا کام صرف تالیف اور تفریق ہے۔ تو پہر اس سے وجود پرمیشر کا کیونکر ثابت ہو سکو۔ پہلے تم آپ ہی غور سے دیکہو اور انصاف کرو۔ کہ اگر دنیا کے تمام چیزون مین سے کوئی چیز بہی اپنے وجود کی پیدائش مین پرمیشر کی محتاج نہین تو پہر اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ اپنے تفریق یا اتصال مین پرمیشر کی محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ ماسوا اللہ کے وجود سے صانع عالم

کے وجود پر اسی وجہ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ ماسوا اللہ کا وجود خود بخود ہونا بہ ہدایت عقل محال ہے اور جس حالت مین یہ تسلیم کیا جائے کہ ماسوا اللہ بہی خود بخود ہو سکتا ہے تو عقل کو خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنے کے لئے کونسی راہ باقی رہی گی۔ کیا ایسے ناپاک اعتقادون سے وید نے مذہب والون کو مدد نہین پہنچی غرض وید کے ایسے فاش غلطی ہے کہ اسکی تابعین کو اس کے جواب مین کوئی بات بن نہین آتی اور وہ لوگ کسی طور سے پرمیشر کے وجود پر کوئی دلیل نہین بیان کر سکتے اور کیونکر بیان کر سکین جب آپ ہی پرمیشر کی طرح قدیم اور واجب الوجود ٹہرے۔ تو پرمیشر سے ان کو کیا تعلق اور غرض رہا۔ اور اس کے وجود کی کونسی ضرورت اور حاجت رہی۔ اب دیکہنا چاہیے کہ ایک طرف تو وید خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات کی ثابت کرنے کے لئے آئینہ ہونیکی لیاقت نہین رکہتا یعنی طالب حق کو شہودی طور پر اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات پر یقین نہین دلا سکتا۔ بلکہ طرح طرح کی بدگمانیون مین ڈالتا ہے۔ اور پہر دوسری طرف اس مین یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ عقلی طور پر بہی وہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دینے سے بے نصیب اور بے بہرہ ہے۔ تو اب منصف سوچ سکتا ہے کہ معرفت الٰہی کے دونون طریقون عقلی اور شہودی سے ہندوؤن کا وید کس قدر دور اور مہجور ہے اور جس قدر ہم نے اب تک بیان کیا کچہہ بہی اصول وید کا ایسا نہین ہے کہ جو عقل کے برخلاف ہو بلکہ وید کے سارے اصول جو منیا ودہرم کے سمجہے جاتے ہین۔ ایسے ہی ہین۔ ہان وید کے رو سے پہلے ہدایت تو یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کسی چیز کا خالق نہین مگر اس کے سوا وید کی دوسرے ہدایتین بہی ایسی ہین جن کی پڑہنے سے عاقل کو ضرور یہ شک پڑیگا کہ شاید وید کا زمانہ کوئی ایسا زمانہ تہا جس مین ہنوز آریہ دیس کو لوگون نے کوئی حصہ عقل اور دانشمندی کا نہین پایا تہا۔ چنانچہ ہم بطور نمونہ ایک دو اصول وید کے اور بہی لکہتے ہین۔ یا جو لوگ وید کے اندرونی حقیقت سے بیخبر ہین۔ ان کو اس عجیب کتاب کے حالات کسی قدر معلوم ہو جائین چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات مین ایک ذرا رحیم اور عفو نہین۔ اور کسی گنہ گار کے گناہ کو اسکی توبہ یا استغفار سے ہرگز نہین بخشتا اور جب تک ایک گنہ کے سزا مین چوراسی لاکہہ جون مین ڈالکر شخص مجرم کو پورا پورا عذاب نہ پہنچائے تب تک اس کا ایک غصہ فرو نہین ہوتا۔ اور گو انسان اپنے گناہ سے باز آکر پرمیشر کی محبت اور اطاعت مین فناہ ہو جائے تب بہی جب تک پرمیشر اسکو لاکہون جونون مین ڈالنے سے سزا نہ دیدی تب تک ہرگز اس کا پیچہا نہین چہوڑتا۔ اب دیکہنا چاہیئے۔ کہ اس اصول مین صرف اتنی ہی قباحت نہین کہ پرمیشر کو ایک ایسا شخص ماننا پڑتا ہے کہ جو نہایت درجہ کا سنگدل اور بے رحم ہے کہ جو رجوع کرنے والون کی طرف ہرگز نہین جہکتا۔ اور محبت کرنے والون سے ہرگز محبت نہین کرتا۔ اور ایک ادنیٰ خطا یا قصور سے ایسا چڑ جاتا ہے کہ پہر کوئی سبیل اسکو راضی ہونیکا نہین۔ بلکہ ایک بڑی قباحت

یہ ہے۔ کہ اس اصول کے رو سے نجات پانے کا راستہ بکلی مسدود ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ مین محبت اور مجاہدہ کرنا اور اسکی طاعت اور عبادت مین دل لگانا سراسر لغو اور بیفائدہ ٹہرتا ہے۔ کیونکہ جس حالت مین پرمیشر ایسا کینہ ور اور پُر غضب ہے۔ کہ کسی خطا کے سرزد ہو جانے سے بجز لاکھون برسون تک جونون مین ڈالنے کے ہرگز کسی بندہ پر رحم نہین کرسکتا۔ تو پہر اس حالت مین وہ نومید بندہ کہ گویا جیتے جی مرگیا ہے۔ کیونکر اس کی بندگی مین دل لگائیگا۔ اور کس امید پر عبادت اور زہد اور رجوع الی اللہ اختیار کریگا۔ اور پہر زیادہ تر مشکل بات (جسکو عاجز بندہ اپنی ضعیف اور کمزور حالت پر نظر کرنے سے بخوبی جانتا ہے) یہ ہے کہ بعد چوراسی لاکہہ جون بہگتنے کے پہر بہی ایسے پاک اور صاف حالت کہ جس مین ایک ذرا خطا یا غفلت سرزد نہ ہو اسکی نصیب نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے۔ کہ انسان اپنی کمزوری کی وجہ سے قصور اور خطا سے محفوظ نہین رہ سکتا۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ بات جو بشر کے لئے لازمی غیر منفک کی طرح ہے غفلت ہے جو انسانی سرشت کا پہلا گناہ اور سب گناہون کی جڑہ ہے۔ مگر دنیا مین ایسا آدمی کہان اور کدہر ہے جو ایک طرفۃ العین کے لئے بہی اپنی مولیٰ کے ذکر سے غافل نہین رہ سکتا۔ اور ایک لحظہ کے لئے بہی قبض کی حالت اس پر طاری نہین ہوتی۔ ماسوا اسکے جہان تک ہم انسان کے عام حالتون پر نظر ڈالتے ہین۔ اور ان کے سلسلہ زندگی کو اول سے آخر تک دیکہتے ہین۔ تو ہم پر صاف کہل جاتا ہے۔ کہ کوئی انسان اُمر بلوغ کے ابتدائی زمانہ مین کسی قدر خطا یا زلت یا لغزش یا غفلت یا لہو و لعب سے خالی نہین رہ سکتا اور نہ جیسا کہ نعماء الٰہی اس پر وارد ہوئے ہین۔ ان کا پورا پورا شکر کرسکتا ہے اور یہ ایسی صاف اور روشن صداقت ہے۔ کہ جو ہماری کوائف زندگی اور واقعات عمری اس پر شہادت دے رہی ہین۔ اور موجودات کا ہر ایک ذرہ اور قدرت کا ہر ایک قانون اسکی تصدیق کر رہا ہے اور ہماری روحین پکار پکار کر ہمین بہی کہتی ہین کہ ہم بوجہ مخلوق اور ضعیف اور کمزور اور ممنون منت ہونے کے ایسی فتح عظیم اپنے خالق اور محسن حقیقی اور مربی بے علت پر ہرگز حاصل نہین کرسکتے۔ کہ جو اس کو یہ کہہ سکین کہ جو کچہہ تیری حقوق ہماری گردن پر تہے۔ وہ سب ہم نے جیسا کہ چاہیے ادا کر دیے ہین۔ اور ہم تیرے حساب سے فارغ اور تیرے مطالبہ سے امن مین ہین اور جبکہ ہم لوگ ایسی فارغ خطی حاصل نہین کرسکتے تو پہر صاف ظاہر ہے کہ اگر خداوند کریم ہمارے گناہون پر ہمیشہ ہمکو سزا دیتا رہے اور درگذر اور عفو کسی حالت مین نہ کرے تو پہر ہرگز ممکن نہین کہ ہم کسی زمانے مین نجات کا منہ دیکہہ سکین۔ کیونکہ جب گناہ غیر محدود ٹہرے تو پہر سزا بہی ضرورت لازمی اور ضروری ہونے کی غیر محدود اور دائمی چاہیے سو یہ اصول نہایت منحوس اور نامبارک ہے۔ اور اگر یہی بات سچ ہے تو انسان غایت درجہ کا بدبخت اور بے نصیب ہوگا جسکے لئے سخت دل پرمیشر کا یہ ارادہ ہے کہ جب تک وہ بکلی گناہون کے صادر ہونے سے کہ جو انسان کے سرشت سے لازم ہو گئی ہین۔ محفوظ نہ رہے تب تک مختلف جونون کا تختہ مشق رہیگا

اب دیکہنا چاہیے کہ اس کے مقابلہ پر یہ اصول قرآن شریف کا کیسا بابرکت اور پیارا اور تسلی بخش اور انسانی فطرت کے لئے ضروری اور مناسب حال ہے کہ گناہ کا تدارک توبہ اور استغفار سے ہوسکتا ہے اور بدیون کی تلافی نیکیون سے ممکن ہے یہ ایسا ضروری اور لابدی اصول ہے کہ انسان کی مغفرت اور نجات یابی بجز اس کے ممکن نہین خیال کرنا چاہیے کہ اکثر تمام انسانون کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی ابتدائی عمرون مین کسی قدر غفلت اور لہو و لعب یا نالایق باتون اور بد چلنیون مین رہ کر پہر کسی نیک صحبت کی برکت سے یا کسی واعظ اور ناصح کے سمجہانے سے یا اپنی ہی انصاف دلی کے جوش سے اسبات کے مشتاق ہو جایا کرتے ہین۔ کہ اب ہم خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہون اور بُرے کامون اور خراب راہون کو چہوڑ دین۔ تو اب سوچنا چاہیے۔ کہ اگر ایسے طالب حق کے لئے جناب الٰہی مین باریابی کا کوئی سبیل نہین اور توبہ منظور ہی نہین اور استغفار قبول ہی نہین تو پہر بیچارہ اپنی اخروی بہبودی کے لئے اگر کچہہ کوشش بہی کرے تو کیا کرے اور کیونکر کرے اور کدہر جائے ممکن ہے کہ وہ ایسے پرمیشر سے سخت نومید اور شکستہ دل ہوکر اور اس کی رحمت سے بکلی ہاتہہ دہو کر پہر اپنے گناہون کی طرف رجعت قہقری کرے اور خوب دلکہول کر ہر قسم کے گناہ اور بدمعاشی سے تمتع اور حظ اٹہاوے۔ غرض یہ اصول ہے کہ نہ بندہ اس سے نجات تک پہنچ سکتا ہے اور نہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہی اس سے قایم رہتی ہے۔ کیا یہ بات اللہ تعالیٰ کے عادت کریمانہ کے موافق ہے۔ کہ وہ انسان کی کامیابی مین اس قدر مشکلات ڈالے اور اس کی نجات کو معلق بالمحال کر کے اس کے گناہ کو ہمیشہ یاد رکہے۔ مگر اس کے رجوع اور محبت اور توبہ اور استغفار کا ایک ذرہ قدر نہ کرے اور چوراسی لاکہہ جونون مین سے ایک جون کے تخفیف کرنے سے بہی دریغ کرتا ہے۔ کیا ایسے پرمیشر پر کوئی امید رہ سکتی ہے ہرگز نہین۔ پہر تیسرا اصول وید کا جو عقل کے برخلاف ہے۔ یہ ہے۔ کہ نجات ابدی کسی کو حاصل نہین ہوسکتی۔ بلکہ لوگ کچہہ مدت محدود تک نجات پاکر پہر مکتی خانہ سے ناکردہ گناہ باہر نکالے جاتے ہین اور پرمیشر ہرگز قادر نہین کہ ان کو ہمیشہ کے لئے نجات دیسکے اب جو لوگ عشق الٰہی کی ایک چنگاری بہی اپنے اندر رکہتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ ایسی بے مروتی اس محبوب حقیقی سے ہرگز نہین ہوسکتی۔ کہ عزت دیکر پہر بے عزتی کرے اور ایک نعمت بخش کر پہر اس سے چہین لے اور ایکدفعہ اپنا مقرب اور پیارا بناکر پہر ناکردہ گناہ کیڑون مکوڑون اور کتون بلون کے جونون مین ڈالتا رہے جس شخص کو محبت الٰہی کے جام مین ایک گہونٹ بہی ملا ہے اسکو عارف باللہ روح جو اس جود مطلق پر بڑی بڑی امیدین رکہتی ہے۔ اور سب کچہہ کہو کر اسی کی ہو رہی ہے وہ ہرگز اسکو یہ تسلی نہین دیتی کہ اس کا پیارا اور محبوب جانی آخر اس سے ایسا بد معاملہ کریگا۔ کہ اسکی سب امیدین خاک مین ملا کر اور اسکی خوشحالی دائمی کے خواہش جو اس کے دل مین ڈالی گئی ہے نظر انداز کر کے اسکو اس مصرعہ کیطرح جو بارہ دورہ مصرع سے دکہہ اٹہاتا ہے۔ مختلف جونون کے عذاب سے معذب کرتا رہیگا اور اسکے صدق اور وفا کا اسکو کچہہ بہی خیال نہین رہیگا۔ اور اسکی خالص

محبتون پر اس کو کچہہ بہی نظر نہین ہوگی افسوس کہ ہندو لوگ کیسا اعتقاد رکہنے سے خود اپنے اوتارون اور رشیون کی عزت کو خاک مین ملاتے ہین مگر اول ان کو بڑے مقبول الٰہی بلکہ خدا کا اوتار سمجہکر پہر ان کے لئے یہ تجویز کرتے ہین مگر ان بیچارون کو نجات ابدی حاصل نہین اور وہ بہی کیڑون مکوڑون اور کتے بلے بننے سے مستثنیٰ نہین رہ سکتے جن لوگون کو ان مقدس ویدون کے خبر نہین وہ تعجب کرینگے کہ یہ کیسے اصول ہین جو ویدون کی طرف نسبت دی گئے ہین اور کچہہ بعید نہین۔ کہ وہ بدگمانی سے یہ خیال کرین کہ یہ ویدون پر تہمت ہے جو واقع ہو کہ ہم نے ان اصولون کو کمال تحقیق اور تدقیق سے لکہا ہے اور اسوقت وید ہمارے سامنے پڑا ہے اور اس کے بہاشہ ہمارے پاس موجود ہین۔ اگر کسی کو شک ہو تو ہر طرح ہم سے تسلی کرا سکتا ہے اور خود ویدون کے ماننے والی اس سے بے خبر اور انکاری نہین ہین۔ اور اگر کوئی ہم تک نہ پہنچ سکے اور نہ پنڈتون سے دریافت کرسکے تو ہم اسکو صلاح دیتے ہین کہ وہ رگ وید کو جو دہلی سوسائٹی مین کمال تصحیح و تحقیق سے چہپا ہے ذرا نظر غور اور تدبر سے مطالعہ کرے اور پہر یہ بہی مناسب ہے کہ پنڈت دیانند کے ستیارتہ پرکاش اور وید بہاشہ کا بہی درشن کرلے تا اسے معلوم ہو کہ وید کیا شے ہے اور اس کی تعلیم کیا ہے۔

بعض جاہل ہندو اور مسلمان اپنشدون کو جو براہم پستک ہین اور صدہا سال ویدون کے بعد لکہے گئے ہین وید ہی سمجہتے ہین جیسے دارا شکوہ نے بعض اپنشدون کا ترجمہ بہی کسی پنڈت سے لکہوا کر ایک رسالہ تالیف کیا ہے لیکن جاننا چاہیے کہ یہ لوگ صریح غلطی پر ہین۔ ویدون اور اپنشدون کے مضامین مین کچہہ تعلق ہی نہین بلکہ وہ خیالات جو اپنشدون مین درج ہین صرف برہمنون کے دلون کے تراش و خراش ہین اور ان خیالات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انسان وغیرہ مخلوق پرمیشر کے وجود کا ایک ٹکڑا ہے اور اسی سے نکلتا ہے اور اس مین داخل ہو جاتا ہے اور یہ صورت دخول اور خروج کی ہمیشہ بنی رہتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیالات برہمنون نے ایک مدت کے بعد بدہ مذہب والون سے لئے ہین اور یہ اس زمانے کے خیالات ہین کہ جب برہمن لوگ وید کی تعلیم سے بیزار ہو چکے ہین اور انکا منشا تہا کہ بجائے تعلیم کے ان خیالات کو جو اپنشدون مین درج ہین شایع کیا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے پہر بہی برہمن وید کے دیوتاؤن سے الگ نہین ہوئے اور انکی پرستش سے کنارہ نہین کیا۔ بلکہ صدہا طرح کی مشرکانہ باتین حاشیہ کے طور پر چڑہادین اور کئی طرح کے جہوٹے قصے اور کہتا اور کہانیان برہما اور بشن اور مہادیو اور اندر وغیرہ کے بارے مین لکہہ ڈالین اور کئی پستک اپنے طرف سے تالیف کر کے یہ مشہور کرنا چاہا کہ یہ بہی وید انگ یعنی ویدکی جز ہین مین چنانچہ نہین مین سے وہ اپنشدین بہی ہین جنکا بعض نادان مسلمان نے ترجمہ بہی کیا تہا۔ اور اپنی اوپری واقفیت سے یہ سمجہہ بیٹہے تہے۔ کہ یہی وید ہین مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ کوئی امر مشتبہ نہین رہ سکتا

وہی وید کہ برہمنون کے تہ خانون مین چھپے ہوئے تھے۔ اب کتب فروشون کی دوکانون مین چھپے ہوے رکھے ہین۔ اس مقام پر بڑے افسوس سے لکھتے ہین۔ کہ مرزا جان جاناں صاحب کہ جو نقشبندی فقیرون مین سے ایک نامی اور مشہور بزرگوار ہین۔ دخل در معقولات کر کے ویدون کے بارہ مین ایک مکتوب کسی اپنے مرید کے بارے مین لکھا ہے اور اس مین ویدون کی تعریف کی ہے کہ وہ مخلوق پرستی اور شرک سے پاک ہین اور توحید کی تعلیم ان مین بھری ہوئی ہے اب جب ایکطرف ہم ویدون کی مشرکانہ تعلیم اور ملحدانہ عقائد کو بچشم خود دیکھتے ہین۔ اور ہزارون ہندوؤن کو اس مین مبتلا پاتے ہین اور دوسرے طرف مرزا صاحب کا یہ مکتوب پڑھتے ہین جس کو انہون نے نہایت سادہ دلی اور لاعلمی سے لکھا ہے تو ہم بجز اس کے کہ حضرت مرزا صاحب کے حق مین دعا مغفرت کرین اور خدا تعالےٰ سے ان کی خطا کی معافی چاہین اور کسی طرح سے ان کے کلام پر پردہ نہین ڈال سکتے۔ مرزا صاحب نے نہایت بیجا اور نامناسب کام کیا کہ بیخبر محض ہونے کے حالت مین ویددانی کا بھی دعویٰ کر بیٹھے۔ ان کے لئے یہی بہت فخر کی بات تھی کہ وہ اپنی فقیرانہ اشغال اور اذکار مین مشغول رہتے اور جس کوچہ مین ایک ذرا بھی ان کی رسائی نہین تھی اس کی نامعلوم خبرین لوگون کو نہ بتلاتے پھر مرزا صاحب اپنے مکتوبات مین یہ لکھتے ہین کہ ہندوؤن کا وید چار دفتر ہین جو احکام امر و نہی و اخبار ماضیہ و مستقبلہ پر مشتمل ہے اور یہ وید بذریعہ ایک فرشتہ کے جس کا نام برہما تھا جو آلہ ایجاد عالم ہے ہندوؤن کو پہنچائی اسے وید مین سے ان کی پران اور شاستر نکالی گئی ہین اس وید مین بلحاظ عمر طولانی عالم کے چار طور کے مختلف ہدایت رکھے گئے ہین جن مین سے بعض ہدایتین ست جگ کے مناسب حال اور بعض ہدایتین کل جگ کی مناسب حال ہین اور ہندو اگرچہ مختلف فرقے ہین۔ مگر وہ سب کے سب توحید باری پر اتفاق رکھتے ہین اور عالم کو مخلوق سمجھتے ہین اور روز حشر کے قایل ہین اور معارف اور مکاشفات مین ید طولیٰ رکھتے ہین اور ان کی بت پرستی حقیقت مین بت پرستی نہین ہے۔ بلکہ وہ بعض ملایکہ کو جو بامر الٰہی عالم کون و فساد مین تصرف رکھتے ہین یا بعض کاملین کے ارواح کو جن کا تصرف بعد گذر جانیکے اس نشہ دنیا سے باقی ہین یا بعض زندون کو جو ان کے زعم مین خضر کے طرح ہمیشہ زندہ رہتے ہین قبلہ توجہ کر لیتے ہین یعنی صوفیا اسلامیہ کی طرح انکی خیالی صورتون کی طرف متوجہ ہوتے ہین جیسے صوفیا اسلامیہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہین اور اس سے فیض اٹھاتے ہین۔ مگر صرف اتنا ہی فرق ہے کہ اسلامی صوفی ظاہر مین کوئی تصور شیخ کی اپنے آگے نہین رکھتے اور یہ لوگ رکھ لیتے ہین سو ان کی یہ صورت عبادت کفار عرب کی بت پرستی سے مشابہ نہین ہے کیونکہ کفار عرب اپنے بتون کو متصرف و موثر بالذات مانتے تھے اور ان کو خدائی زمین سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ کو خدائی آسمان سمجھتے تھے اسی طرح ہندو لوگ جو ان تصویرون کو سجدہ کرتے ہین وہ سجدہ بھی سجدہ عبادت نہین بلکہ سجدہ تحیت ہے ان کی شرع مین باپ

پیر اور استاد کے لئے بجائے سلام کے یہی سجدہ مرسوم اور معمول ہی انتہی۔ اب مرزا صاحب نے اپنے اس بیان جس قدر غلطیان کی ہین اور وہو کہے کہائے ہین اور خلاف واقعہ لکھا ہے ہم کس کس کی اصلاح کرین مرزا صاحب نے صرف کسی ہندو کی زبانی سنکر بغیر اپنی ذاتی تحقیق کے یہ خس و خاشاک غلطیان کا اپنے خط مین بھر دیا ہے نہ معلوم کہ انہون نے کہان سے اور کس سے سن لیا کہ ہندوؤن کے یہی خیالات اور عقاید ہین جو ان کے محققون نے اپنی معتبر کتابون مین لکھی ہین کیونکہ اول مرزا صاحب لکھتے ہین۔ کہ وید کے چار دفتر ہین سو مرزا صاحب کے یہ پہلی غلطی ہے کہ وید کو ایک قرار دیکر اس کے چار دفتر خیال کرتے ہین بلکہ حق بات جسکا ثبوت ایک مدت ہی کیطرح حال کے زمانے مین کہہ گیا یہی ہے کہ وید کے مجموعہ چار کتابین ہین جو چار مختلف زمانون مین کئی لوگون نے ان کو بنایا ہے۔ چنانچہ چوتھا وید جو اتھرون سے موسوم ہے اسکی نسبت اکثر پنڈتون کی یہی رائے ہے کہ وہ پیچھے سے ویدون کے ساتھ ملایا گیا ہے اور کسی برہمن نے اسکو لکھا ہے اور اس کے سوا جو تین وید ہین وہ چار الگ الگ کتابین ہین جنکو الگ الگ رشیون نے جمع کیا ہے۔ اور ہندوؤن کے محققون کے نزدیک برہما کچھ چیز نہین ہے بلکہ وہ وید اگنی اور وایو اور سورج پر اوتری ہین اور محقق ہندو یہ بھی کہتے ہین کہ جو اٹھارا ن پران اور شاستر وغیرہ اور اپنشدین ہندوؤن کے ہاتھ مین ہین۔ وہ وید کے رو سے بڑا گناہ اور پاپ کی بات ہے بلکہ وید کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا نہین دنیا خود بخود قدیم سے ایسی چلی آتی ہے جیسا پرمیشر چلا آتا ہے اور پرمیشر کے وجود سے دنیا کے وجود کو کسی قسم کا فیض نہین پہنچتا یہانتک کہ اگر پرمیشر کا مرنا فرض بھی کر لیا جائے تو دنیا کا اس مین کچھ بھی حرج نہین اور ایسا ہی ہندوؤن کے محقق یہ بھی کہتے ہین کہ حشر اجساد کچھ چیز نہین اور وید پر عمل کرنے سے ہرگز کسی کا گناہ عفو نہین ہو سکتا اور نہ توبہ اور استغفار کچھ کام آتی ہے بلکہ ایک گناہ کے عوض مین ہر ایک شخص کو جور اسی لاکھ جونون مین سزا بھگتنی پڑیگی۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ وید اخبار ماضیہ و مستقبلہ سے بکلی خالی ہے اور کوئی امر خارق عادت کہ جو نبیون سے ظہور مین آتا ہے اس مین درج نہین اور مکاشفات کا تو ذکر تک نہین اور انکے نزدیک مکاشفات اور خوارق اور پیشگوئیان اور اخبار غیبیہ از قبیل محالات ہین جن کا وجود ہرگز ممکن نہین اور جن لوگون پر وید نازل ہوا وہ لوگ بکلی ان باتون سے محروم تھے اور وید کے رو سے ان باتون کا ظہور مین آنا قطعی طور پر ناجایز اور غیر ممکن ہے۔ اب دیکھنا چاہیے۔ کہ ہندوؤن کے محقق تو اپنے وید کو اخبار ماضیہ و مستقبلہ سے بکلی عاری اور مکاشفات سے بکلی بے نصیب اور خدا تعالےٰ کے خالقیت اور حشر اجساد سے بکلی انکار قرار دیتے ہین اور مرزا صاحب ایک قدم آگے بڑھ کر ہندوؤن کے وید کی نسبت ان سب چیزون کو مانتے ہین۔ اب دیکھئے کہ بقول شخصے کہ مدعی سست گواہ چست کیسا نالایق غلو مرزا صاحب کے بیان مین پایا جاتا ہے پھر آج کل محقق اطلاع پاوین تو مرزا صاحب کو ایک نہایت درجہ کا سادہ لوح قرار دین اور انکی باتون پر قہقہہ مار کر ہنسین پھر دیکھنا چاہئیے کہ مرزا صاحب اپنی مکتوب

مین ہندوون کو بت پرستی سے بَری قرار دینا چاہتے ہین۔ یہ کس قدر بیخبری اور لاعلمی مرزا صاحب کی ہے کہ ہندوستان مین پرورش پاکر ہندوؤن کے عقاید سے کس قدر بیخبر اور غافل ہین انہین معلوم نہین کہ ہندو لوگ تو عرب کے بت پرستون سے اپنی شرک مین کئی درجہ بڑھ کر ہین کیونکہ عرب کے بت پرست اگرچہ اپنی مرادین بتون سے مانگتے تھے۔ مگر ان کا یہ قول تو ہرگز نہ تھا کہ دنیا کے خالق و مالک وہی دیوتے ہین جنکی تصویرین اور مورتین پتھر یا دہات وغیرہ سے تشکل کر کے پوجی جاتی ہین لیکن ہندوؤنکا اصول جیسا کہ ابھی مین نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ پرمیشر دنیا کا خالق نہین ہے بلکہ ان کے دیوتے دنیا کے خالق ہین اور انہین سے مرادین مانگنی چاہیے اس بات کو کون نہین جانتا کہ ہندو لوگ اپنے بتون سے مرادین مانگتے ہین بڑے سرگرم ہین مرزا صاحب نے شاید کسی نہ خانہ مین پرورش پائی ہوگی کہ ان کو اپنی مدت العمر تک یہ بھی خبر نہین ہوئی کہ ہندو لوگ اپنی پورانے بت خانون کے درشن کے لئے کس جوش و خروش مین جایا کرتے ہین۔ یہان تک کہ جگناتھ وغیرہ بت خانون کے بڑی بڑی بتون کے درشن اور خوش کرنے کے لئے بعض بعض ہندو اپنی زبانین بھی کاٹ کر چڑھا دیتے ہین۔ اور گنگا مائی کے درشن کرنے والے جو ہر سال ہزارہا جاتے ہین اور پکار پکار کر مرادین مانگتے ہین۔ یہ بات بھی مرزا صاحب سے چھپی رہے اور اسی طرح وہ صدہا کتابین ہندوؤن کے جنھون نے خود اپنے بت پرستی کا اقرار کیا ہے اور اپنے دیوتاؤن اور بتون وغیرہ سے مرادین مانگنے کے طریق لکھی ہین۔ اگر ان مین سے کوئی کتاب مرزا صاحب کی نظر مین گذر جاتے ہین۔ تو مین خیال کرتا ہون کہ مرزا صاحب موصوف بہت ہی شرمندہ ہوتے اب ہم کہان تک لکھین بہتر ہے کہ اب اس خط کو ختم کر کے اپنے گذرے ہوئے بھائیون کے لئے دعا مغفرت کرین۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اطلاع

اخبار کی قیمت اور بقایا سال گذشتہ جلد آنا چاہیئے۔

یعقوب علی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بے نظیر نشان

خموشی نے بڑی مدت سے کھولی ہے زباں میری
چلا ہے رکتے رکتے دردِ دل سے اب قلم میرا

میرے ہم خیال محض مسلمان توجہ کریں!

سب سے پہلے میں اُس قادر ذوالجلال کا شکر گذار ہوں کہ جس نے میرے اخباری۔ نیچرل اور دہریہ خیالات کو بمصداق اس کے کہ **کٹی گناہوں میں عمر ساری الٰہی تو یہ الٰہی توبہ** اپنی قدرت کاملہ سے متغیر کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں اور دو سالانہ جلسوں کی تقریروں کے سننے سے میرے دل کا زنگاری پردہ ساڑھے تیراں مہینہ کی رہایش قادیان دارالامان کے بعد الودعی وقت پر دور ہوا گو طبیعت میں حسن اعتقاد اس سے پہلے عرصہ چھ ماہ سے بیٹھ چکا تھا اور حسن اعتقاد زیادہ تر بحث مخدومی مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری سے کرتے ہوئے بیٹھا لیکن اسپر بھی دہریت اور نیچرل کے باطل خیالات اکثر اوقات غلبہ پاکر بیعت کرنے کے مانع ہوتے رہے اور ان مذبذبانہ خیالات کے دور کرنے کے لئے کئی ایک رقعہ رہایشی میعاد مندرجہ بالا کے اندر حضرت اقدس کے حضور میں نہایت صاف بیانی سے بھیجتا رہا جن پر یہ حکم ہوا کرتا تھا "کبھی کبھی یاد دلاتے رہو انشاء اللہ دعا کروں گا"۔ میرے اخباری دوست اور رشتہ دار بالخصوص میرے واقعات پر غور کریں ؎ **دل کو سمجھائیں۔ ہی سمجھ کی بات نا سمجھ سے کہا۔ نہیں جاتا**

میرا خواب گذشتہ ماہ رمضان سحری کے وقت مجھے ایک خواب آیا تھا کہ میں حضرت حکیم الامتہ مولوی نور الدین صاحب کے شفاخانہ سے گذرتا ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حکیم الامتہ ایک بڑے بھاری جلسہ کی ایک خوش نما چوکی پر **صدر نشین** ہیں اور اُن کے آگے ایک دلپسند میز بھی ہے۔ میں بخلاف عادت یکا یک دیوانہ وار داڑھی نتراشیدہ عادتاً صورت میں حضرت حکیم الامتہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور حضرت ممدوح نے بشاش چہرہ سے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم **وزیر آباد** کے رہنے والے ہو اور تم نے کبھی ملازمتیں کی ہیں۔ اسپر میں عادتاً ہنسی کے لہجہ میں شرمساری سے یہ جواب عرض کرتا ہوا کہ "بہت سی ملازمتیں کیں اور چھوڑ دیں" میز کے سایہ کی آڑ میں فرش پر بیٹھ گیا دیکھتا ہوں کہ شفقی امیر احمد صاحب قریشی طالب علم حاضرین جلسہ کو بند لفافوں میں چٹھیاں رجسٹرڈ کر کے تقسیم کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے اپنی ذاتی واقفیت کے ذریعہ وہ چٹھی مانگی تو انھوں نے کہا کہ بغیر حکم حضرت حکیم الامتہ آپکو چٹھی نہیں مل سکتی۔ اس جواب کے سننے سے میرے ہجوم خیالات کا فانوس زیر و بالا ہوتے ہوئے مجلس موجودہ سے چلے جانے کے لئے ترغیب دہ ہوا اور طبیعت میں رنج سا پیدا ہوا۔ اُٹھ کھڑا ہونے کو تھا کہ شفقی امیر احمد صاحب رشتہ دار حضرت حکیم الامتہ نے میری طرف ایک بند لفافہ پھینک دیا کہ اب مولوی صاحب ممدوح کا حکم ہو گیا ہے یہ **چٹھی** لے لو۔ میں نے اُس چٹھی کو بڑے شوق سے کھولا تو اُس میں ایک عظیم الشان کسی آیندہ جلسہ کا انعقادی نوٹس (جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں رہی) الجروف سنہری پڑھا جس میں **مجھے بھی شامل ہونے کی اجازت دی گئی تھی**۔ یہاں تک دیکھ چکنے کے بعد میں نیند سے بیدار ہوا تو کان میں بڑی مسجد سے علی الصبح کی اذان سنائی دی اور اس خواب کو میں نے **آج سے پہلے** بہت آدمیوں سے بیان کیا ہے اور میں بخدا سچ کہتا ہوں کہ یہ میرا اصلی اور سچا خواب ہے۔ اگر میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تصنع رکھتا ہوں تو خداوند تعالیٰ مجھے اُس تصنع کی سزا دے اور یہ خواب میرے دل پر اُس جلسہ کی کیفیت و حالت کا نقشہ اب تک بجنسہٖ منقش ہے ۔

چونکہ حضرت حکیم الامتہ کی ذات مبارک عوام نفع رساں مخلوق خدا سے نیاز مند کو اپنی رہایش جموں۔ بھیرہ کے مختلف وقتوں سے پوری واقفیت ہے محض اپنی شرمساری اور گناہگاری کی وجہ سے شفاخانہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ لیکن مخدومی مفتی فضل الرحمٰن صاحب سے پُرانی آشنائی تازہ ہوتی رہی۔ اب میں حضرت حکیم الامتہ مولوی **نور الدین** صاحب بالقابہ کی **عطا کردہ چٹھی** مندرجہ بالا بحالت خواب۔ بغرض شمولیت غائبانہ عظیم الشان جلسہ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں اور آیندہ کے لئے بھی حضرت ممدوح کی دعا کا محتاج رہوں گا ۔

حضرت حکیم الامتہ صاحب کی متذکرہ عطا کردہ چٹھی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج **میں** حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر صدق دل اور ایمان سے **عملی احمدی** ہونے کے لئے **بیعت** کرتا ہوں اور بیعت کا احسان حضرت اقدس پر نہیں بلکہ اس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنے بوجھ **گناہگاری** کے دور کرنے اور عملی دینداری حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس سے امداد نیکی طلب کرتے ہیں بدیں وجہ حضرت اقدس کا احسان ہے ۔

میری رائے میں یہ واقعہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بڑا بھاری **صداقتی نشان** ہے بحالیکہ میں **سنہ ۱۹۰۲ء** میں اپنے ذاتی اخبار موسومہ **دیہاتی گزٹ لاہور** کے ذریعہ متعدد پرچوں میں حضرت اقدس کے مشن کے برخلاف **الحکم** کو بھی مخاطب کرتا رہا۔ پھر **سنہ ۱۹۰۶ء** قصبہ قصور (لاہور) سے روزانہ پیسہ اخبار لاہور کی تقطیع کا ہفتہ وار اخبار موسومہ **اخبار مختار عام قصور** نکالا۔ اس کی **ایڈیٹری** بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ ایک خبر آشفتگی مقامی لوکل لکھتے ہوئے میں نے نقصان رساں شخص کو احمدی جماعت کا ظاہر کیا تھا۔ لیکن اسپر کسی **ڈپٹی** صاحب لاہور نے مجھ سے تردید کی خواہش کی۔ کہ یہ ہماری جماعت کا آدمی نہیں۔ غلط فہمی کی کاوش اُس وقت ایسی تھی کہ خواہ مخواہ ہی **ریمارک** کرنے کو دل چاہتا تھا۔ افسوس!

خدا کی قدرت ہے کہ آج میرا ہی **آہنی قلم** حضرت اقدس کی **سچائی** کے آگے چابک جگری سے اپنی غلط فہمیوں کی **تردید** کر رہا ہے۔ اور اُن گذشتہ تحریروں سے معافی مانگتا ہے۔ آخرکار حضرت اقدس کی صداقت **سعید الفطرت** انسانوں کو راہ **راست** پر لا رہی ہے ۔ یاد رہے کہ مجدد دست قدرت لیکر ہیں آیا کرتے۔

اظہار دل بیعت کی **دس ۱۰** شرائط کی پابندی اوقات پر پورا ہونا خوف زدہ کرتی ہے اور زیادہ کمزوری یہ بھی ہے کہ میں اس سے پہلے صوم و صلوٰۃ کا عادتاً پابند نہیں تھا۔ اس لئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامتہ سے بالخصوص دعا کا خواستگار ہوں کہ میری کمزوریاں اور باطل خیالات مجھ سے دُور ہوں اور راہ راست **نصیب ہو** ۔

ضروری التماس قابل عمل مجھ بد نصیب کے دو لڑکے ایک کا نام **عبد العزیز** ۱۶ سالہ اور دوسرے کا نام **عبد الحق** ۹ سالہ طاعون سے فوت ہوئے تھے۔ اُن کے لئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامتہ اور صحابہ کرام و تمام **احمدی احباب** سے غائبانہ نماز جنازہ اور دعائے **مغفرت** کے لئے لازماً **درخواست** کرتا ہوں امید ہے کہ ہر ایک بھائی بجائے خود مرحوموں کے لئے دعا کر کے اس فرض سے سبکدوش ہوگا ۔

دعا بدرگاہ احکم الحاکمین اے مالک الملک قادر ذو الجلال **میں تجھ سے نیکی کی توفیق** مانگتا ہوں۔ اور تیری برکتوں کا امیدوار ہوں ؎

من گناہگاریم تو آمرزگار

احمدی جماعت کا جدید بھائی خاکسار عاجز

عبد الغنی احمدی وزیر آبادی

حال مقیم قادیان دار الامان ۔ ۹۔ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء

نوٹ :- دو نوجوان عزیزوں کی بیوقت موت نے یکے بعد دیگرے دائرہ دہریت کی حد تک پہنچا دیا۔ یاد رہے کہ ابتدائی حالت دہریت کی نہ تھی۔ بلکہ ہمارے خاندان میں اسلامی اصلاح کا رواج قدامت سے تا ہنوز مسلسل چلا آتا ہے

الحمد للہ کہ میں نے کبھی دہریت میں بھی دنیاوی زندگی کے لالچ سے اپنے آپ کو عیسائی مشن کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ کتابت جیسی محنت کا عادی رہا جیسا کہ افواہ ہے کہ فلاں فلاں اخبار والے بھی عیسائی مشن میں ایمان فروشی کر چکے ہیں مصیبت کے آزمائشی زمانہ میں غور و حفاظتی ہمت مردانگی کا کام دیتی ہے **خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے**۔ اس موقعہ پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف پارہ آٹھواں سورۃ الاعراف رکوع تیسرا میں سے مندرجہ ذیل آیات بینات معہ ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی نقل کر کے حضرت اقدس کے متعلق قرآنی شہادت محض مسلمانان کی آنکھ کھولنے پیش کرتا ہوں کہ یہ تاریکی کا وقت ہے۔ یٰبنی آدم اِمّا یاتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیٰتی فمن اتّقٰی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ والذین کذّبوا باٰیٰتنا واستکبروا عنھا اولٰئک اصحٰب النار ھم

یہ وظیفہ اختیار رکھے مصلحتاً کچھ عرصہ کے لئے خاموش ہو جاتا ہوں ؎ خدا جانے میری کشتِ عمل سرسبز کب ہوگی۔ قدسی آنکھوں سے جاری ہے نکلتا دل ہی نالہ ہی وفا کرنا عبد الغنی

وصیّت ۱۶۱/۱۱۵

مَیں مسماۃ فتح بانو زوجہ مستری قطب الدین مہاجر قوم اوان پیشہ آہنگری ساکن قادیان دارالامان - بقائمی ہوش و حواس خمسہ و بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج تو ا ریخ ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں -

نوٹ - شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر ایک وصیّت میں واحد ہے اس لئے یہاں پر اس کا اندراج نہیں کیا -

چہارم - میری جائیداد حسب ذیل ہے مبلغ ۲۵۰ روپیہ ہیں جن پر اس وقت میرا مالکانہ قبضہ ہے اور اس میں میرا کوئی شریک نہیں - آج کی تاریخ سے اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کے متعلق یہ وصیّت کرتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جائے اور یہ مبلغان مذکور میں نے اپنی دوکان میں تجارت کے لئے دئے ہوئے ہیں - ان کی نسبت مَیں یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ اس میں نفع دیگا تو اس کی انجمن مذکور ہی مالک متصور ہوگی - میرے وصیّت کردہ جائیداد کے نفع کی اور انجمن مذکور کو اختیار رہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اس میں شامل رہنے دے - یا اُس وصیّت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے - غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہوگی - میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی - میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں - اگر میری جائیداد وصیت کردہ بڑھ جاوے جیسا کہ مَیں نے اوپر اقرار کیا ہے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے -

پنجم - مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد مَیں اور کوئی جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ماسوائے جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو - تو ایسی جائیداد فاضلہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جس کا ذکر مَیں نے فقرہ بالا نمبر ۴ میں کیا ہے - مَیں ایسی جائیداد کی وقتاً فوقتاً انجمن کو اطلاع دیتی رہوں گی - المرقوم ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء

العبد - مسماۃ فتح بانو - نشان انگوٹھا

گواہ شد - مستری قطب الدین بقلم خود کاتب وصیت ہذا و شوہر موصیہ

گواہ شد - محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر اخبار بدر قادیان

وصیّت ۲۵۶/۱۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مَیں محمد عارف ولد میاں عادل قوم کلیار ساکن امیر پور ضلع ملتان مہاجر قادیان - بقائمی ہوش و حواس خمسہ و بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں -

نوٹ - چونکہ شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر وصیت میں واحد اور مطبوعہ فارم پر ہے اس لئے اس کا اندراج اس جگہ نہیں کیا گیا -

چہارم اپنی جائیداد متروکہ کے متعلق مَیں حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں - کہ میرے پاس کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے منقولہ جائیداد یہ ہے - کتب و اوزار جلد سازی قیمتی ۱۷۰ اس کا تیسرا حصہ بعد وفات میری ملکیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ہوگا - علاوہ اس کے اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا - علاوہ اس کے اگر اور کوئی جائیداد پیدا کروں یا بعد وفات میری متروکہ ثابت ہو - تو اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ۱/۳ حصہ کی ہے - ۸ جولائی ۱۹۰۷ء

العبد

محمد عارف احمدی ساکن امیر پور ضلع ملتان حال وارد قادیان

گواہ شد - نورالدین

گواہ شد - غلام محمد بقلم خود

گواہ شد - روشن علی بقلم خود

وصیّت ۲۶۷/۱۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مَیں دین محمد ولد امام دین قوم لوہار ساکن قادیان دارالامان بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں -

نوٹ - چونکہ وصیت کا فارم مطبوعہ ہے اور شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر ایک وصیت میں واحد ہے اس لئے اُس کا اندراج یہاں پر نہیں کیا گیا -

چہارم - اپنی جائیداد متروکہ کے متعلق مَیں حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میرے قبضہ میں ایک مکان قادیان میں ہے جس کا حدود اربعہ یہ ہے - مشرق شاہ راہ عام - مغرب مکان شیخ خیرالدین قریشی - جنوب مکان جیون گمہار - شمال مکان عبداللہ گمہار - واقعہ محلہ گمہاراں ہے - بالفعل قیمتی ایک سو بیس روپیہ اس کے علاوہ اسباب آہنی جو میری دوکان میں فروخت کے لئے موجود ہے - اور میرے گھر کے برتن وغیرہ ہیں - مَیں اپنی جائیداد متروکہ کے متعلق یہ وصیّت کرتا ہوں کہ اس کا ۱/۱۰ حصہ میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے - میرے کسی وارث کو میری اس وصیت کے خلاف کرنے کا ہرگز ہرگز اختیار نہ ہوگا - ایسا ہی میری اس جائیداد کے متعلق جو مَیں آئندہ پیدا کروں یا جو میری وفات کے بعد میری جائیداد ثابت ہو - غرضیکہ میری ہر قسم کی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ میری موت کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے - صدر انجمن کو میری موہوبہ جائیداد کے متعلق ہر قسم کا اختیار ہوگا جس طرح چاہے وہ کرے - مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

العبد

دین محمد لوہار ولد امام الدین لوہار ساکن قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد

مستری قطب الدین لوہار ساکن قادیان

گواہ شد

محمد صادق عفی اللہ عنہ ۲۵ / ۹

وصیّت ۲۶۶/۱۲۸

مَیں عبداللہ پروفیسر جہانگیر ولد ولی بیگ قوم مغل ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں -

نوٹ - چونکہ وصیت کا فارم مطبوعہ ہے اور شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر ایک وصیت میں واحد ہے لہذا اس جگہ اس کا اندراج نہیں کیا گیا -

چہارم - اپنی جائیداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میرا مال سنہار فروشی تخمیناً دو سو روپیہ کا ہے اس کے متعلق مَیں وصیت کرتا ہوں کہ اس کا تیسرا حصہ یعنی مبلغ ۱۱ ؎ اپنی زندگی میں ادا کروں گا - اگر ادا نہ کر سکوں - تو میری جائیداد مذکورۃ الصدر سے وصول کر لیا جاوے - اگر بعد وفات میرا کوئی وارث ہو - تو بعد تجہیز و تکفین بقیہ مال میرے ورثاء کا حق ہوگا اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو وہ بھی میرے وارث حقیقی و آقا و شفیع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اُن کے جانشینان کی ملکیت ہوگا اور اپنی آمدنی ماہوار کا دسواں حصہ ماہوار از روئے ایمانداری ادا کرتا رہوں گا - فقط المرقوم ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء

العبد

محمد عبداللہ بیگ عرف پروفیسر جہانگیر مہاجر قادیان بقلم خود

گواہ شد

حافظ تصور حسین مہاجر بریلوی

گواہ شد محمد صادق عفی اللہ عنہ

گواہ شد مفتی فضل الرحمٰن بقلم خود

وصیّت ۱۴۳/۱۲۵

مَیں عبدالسمیع ولد عبدالرحمن قوم شیخ ساکن مراده

ضلع میرٹھہ حال کپورتھلہ - بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

نوٹ - چونکہ شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر ایک وصیت میں واحد ہے - لہذا اس جگہ بوجہ طوالت درج نہیں کیا گیا۔

چہارم - میری جائیداد جو اس وقت میرا مالکانہ قبضہ ہے صرف مبلغ مالئہ۱۸ روپیہ ہے - جو سیونگ بینک ڈاکخانہ کپورتھلہ میں جمع ہے - اس روپیہ میں یعنے جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں ہے - آج کی تاریخ سے اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کے متعلق میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جاوے انجمن مذکور کو اختیار ہوگا۔ کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اس میں شامل رہنے دے یا اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے - غرض کہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہوگی - میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

پنجم - میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد مذکورہ بالا جائیداد ماسوائے جائیداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جائیداد فاضلہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ جس کا ذکر فقرہ ماسبق نمبر ۴ میں کیا ہے - میں وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو ایسی جائیداد کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ فقط۔

العبد

عبد السمیع ولد عبد الرحمان قوم شیخ سکنہ مراد ضلع میرٹھہ حال وارد کپورتھلہ

گواہ شد

ظفر احمد ولد شیخ ابراہیم ساکن حال کپورتھلہ احمدی بقلم خود

گواہ شد

فضل محمد خان رئیس بگووال حال وارد کپورتھلہ

وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں عبد اللہ ولد مراد قوم کھرل ساکن یوسف والہ چک ۲۷۸ تحصیل سمندری ضلع لائل پور سابق ٹھٹھہ پنشر ضلع منٹگمری۔

بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی و رضامندی سے حسب ذیل وصیت کرتا ہوں -

نوٹ - چونکہ شرط اول و دوم و سوم کا مضمون ہر وصیت میں واحد اور مطبوعہ فارم پر ہے - اس لئے اس کا اندراج اس جگہ نہیں کیا گیا۔

چہارم - اپنی جائیداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میں اپنی جمیع پیداوار از قسم زمین و مال و مویشی کمائی وغیرہ کا اپنی زندگی میں ۱/۱۰ انجمن احمدیہ قادیان کو ہر سال بعد وضع خرچ و قرضہ (جو حصول پیداوار کے لئے کرنا پڑتا ہے) ادا کرتا رہوں گا - اور میرے مرنے کے بعد بھی میری یہ وصیت قائم رہے گی - اور میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو - میرے اس وصیت کردہ حصہ آمدنی سے کوئی تعلق نہیں - اگر میں اپنی زندگی میں اپنی جائیداد (منقولہ غیر منقولہ) کی قیمت کا تخمینہ لگا کر اور اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حوالے کر کے باقاعدہ رسید بھی حاصل کروں - تب بھی میری وصیت مذکورہ بالا دربارہ دسواں حصہ پیداوار بقیہ جائیداد پر قائم رہے گی اور میرے ورثاء احمدی ہوں یا غیر احمدی ان کو یکمشت ادا کردہ روپیہ کی بابت گنجائش حجت یا عذر نہ رہے گی -

اگر میرے مر جانے کے بعد میرے ورثاء ۱/۱۰ حصہ پیداوار دینے میں خیانت کریں - تو انجمن مذکور کو یہ بھی وصیت ہے - کہ دسواں حصہ جائیداد الگ کر لیوے اور اپنے قبضہ میں کر لیوے -

العبد

موصی عبد اللہ احمدی ولد مراد ذات کھرل سکنہ چک ۲۷۸ تحصیل سمندری ضلع لائل پور۔

گواہ شد

بوٹے خان احمدی ساکن تلہ سوہا سنگھ ضلع سیالکوٹ حال پٹواری نہر حلقہ نمبر ۲۸۰ بقلم خود

گواہ شد

محمد عمر ولد عبد اللہ قوم کھرل ساکن چک ۲۷۸ تحصیل سمندری ضلع لائل پور

گواہ شد

امام بخش احمدی مدرس چک ۲۸۲ تحصیل سمندری ضلع لائلپور بقلم خود

گواہ شد

تاجا ولد سرشتہ احمدی قوم کھرل ساکن چک ۲۷۸ تحصیل سمندری ضلع لائل پور

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ۔ سیدہے ریشے وارکشیر کی لکڑی کے بے بینڈل کاک کین اور دو ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائیدار ہے قیمت ۱۲؍ روپیہ۔

کرکٹ بیٹ سیدھی ریشے دارکشمیر کی لکڑی ۶؍ کین ہنیڈل ۸؍ دو ربڑ کے میچ کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوئم کی ہوگی۔ ہنیڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا ۲؍۔ کرکٹ بیٹ آل کین لکڑی جیدہ مضبوط اور پائیدار پریکٹس کے لئے ۱۲؍۔ کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ۱؍۔

بچوں کے کرکٹ اسٹمپ { ۱۳ سال ایرس کیوا سلی وسٹ ایک سٹ مع کس ایک بال لکڑی کا فی بکس فی سٹ ۳؍

۱۰ سال اسٹمپ ایک سٹ وکٹ ایک بال فی بکس ۲؍

فٹ بال عمدہ کاؤ نائڈ پائیدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پائیدار ۵؍

" " " " " " ۴؍

بچوں کے لئے فٹ بال ۴؍ مع بلیڈر ۲؍

" " ۳؍ ۱؍

کرکٹ بال گسٹ سون نہایت عمدہ اور مضبوط چمڑے کے ۱؍

" " دھاگے کے بیچ ۱؍

" " پریکٹس ۱؍

کرکٹ ولیس فی کاپی ۱؍

المشتہر

نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

سار ٹیفکیٹ } السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال از قسم پریکٹس بیٹ۔ پریکٹس وکٹ۔ فٹ بال وغیرہ پہنچا ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میرے خیال میں ولایت کے سامان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور قیمت میں اس سے کم ہے پس اس کو کم خرچ بالا نشین کا مصداق پاتا ہوں۔ نیازمند حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول اجانپور ڈیرہ ضلع کانگڑہ ۹؍ ۲ ۰۸ء

لوہے کے خراس آٹا پیسنے کی مشین یہ تمام ہندوستان میں چلتی ہے آٹا فی گھنٹہ ۳۰ سیر پختہ پس جاتا ہے وزن تخمیناً ۸ من ۲۵ سیر پختہ ہوتا ہے قیمت درجہ اول فی من پختہ ۸؍ روپیہ اور دوم مبلغ ۷؍ روپیہ مبلغ ۵؍ بیانہ آنے پر خراس وی پی کیا جاتا ہے۔ بیلنے کماد پیڑنے والے بھی تیار ہیں۔

مستریان مولابخش غلام حسین بٹالہ ضلع گورداسپور

آپ اسکو ثابت کرسکتے ہیں

اگر یہ بات کسی دوسری جگہ ہوئی ہوتی تو آپ اسپر یقین تو کر لیتے لیکن ثابت نہ کر سکتے اور یہی گویا بڑی بات ہے۔ آپ نے اس سے بیشتر بہت سے بیانات پڑھے ہونگے۔ لیکن ان کی طرف بالکل توجہ نہ کی ہوگی کیونکہ نہ تو آپ ان اشخاص سے واقف ہیں کہ جن کا ذکر کیا گیا ہے اور نہ ان شہروں سے کہ جن میں وہ رہتے ہیں لیکن لیجئے یہ الفاظ ایک بمبئی کے طبیب کے بمبئی کی خلایق کی بہتری کے لئے ہیں اور یہی سبب ہے کہ جیسا ہم نے بیشتر کہا آپ ان کی تصدیق کر سکتے ہیں جمشید جی کلی کمانی پورا میڈیکل اور سرجیکل ہال کے طبیب ڈاکٹر سوی سلیم نولے صاحب لکھتے ہیں۔ میرے ان مریضوں کو جو کہ جوڑوں کے سخت اور پرانے درد میں مبتلا تھے ڈون کی پشت اور گردہ کی گولیاں (ڈونس بیک ایک کڈنی پلس) دینے سے مجھے بہت ہی عمدہ تجربہ حاصل ہوا کیونکہ ایسے بہت سے مریضوں کو کہ جن کو یہ گولیاں میں نے استعمال کرائیں پوری شفا حاصل ہوئی ایسے مریضوں کے لئے میں نے اس دوا کو نہایت مجرب پایا اور میں نے ان گولیوں کو بارہا استعمال کرایا ہے یہ گولیاں نازک گردوں کو صحت بخشتی ہیں اور ان کو خون صاف کرنے اور ان سیال زہروں کو نکالنے میں مدد کر دیتی ہیں کہ جن کی وجہ سے درد پشت۔ گٹھیا۔ پیشاب کی بیماریاں جلندھر۔ ذیابیطس۔ میٹھا پیشاب اور گردوں کا اختلاط مثلاً پتھری وغیرہ جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ تمام دوا فروشوں کی دوکانوں پر یا براہ راست ڈون کی اور یہ پوسٹ آفس باکس نمبر ۲۰ بمبئی کے پتہ سے ملتی ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ یا چھ شیشیوں کے ۱۱؍ اگر آپ اپنی فرمایش کے ساتھ اس اشتہار کو مع نام اخبار کہ جس میں یہ چھپا ہے بھیجینگے تو آپ کی فرمایش کی تعمیل بغیر وی پی کا محصول لینے سے کی جائے گی۔

دون کا مرہم (ڈونس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو فوراً کم ہو جاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیا چھاجن بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سرخ بادہ۔ کھرجا۔ کیڑے۔ جھیپر۔ داد۔ اور جلد کی سب طرح کی سوزش۔ نمکین ہنبور اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے۔ تمام دوکانداروں کے پاس قیمت دو روپیہ فی ڈبیا۔

لاکھوں روپیہ کمانے کا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے علاوہ لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں تو حکیم نور محمد پروپرائیٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور کے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگا کر فروخت کریں جس کے کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں یہ تریاق بے نظیر و سریع الاثر مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنے سے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے اور اگر مبتلائے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گھی میں ملا کر بدن پر مالش کی جائے تو سر درد و بخار چند منٹ میں دور اور سرسام وگلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت و سرور حاصل ہوگا۔ تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور ان کے لئے جن کو بے ہوشی یا بندش گلو کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہو جاتا ہے یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے تعمیم افادہ کے لئے بشرط حلفی اقرار عدم اشاعت راز بعوض فیس اس کا تیار کرنا بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ مگر ان اشخاص سے جو ایجنٹ ہوکے یا سیکھنے کے ارادہ سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت۔

(نوٹ) جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نمونہ اخبار و زر اجرت سے مطلع فرمائیں۔

المشتہر

فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون

مقام موکل ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزمائیے پھر منگائیے سمجھنا اس میں کچھ بھی دھوکا ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت کی ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کے لئے یہ لاجواب معجون طیار کی ہے جسکے چند سے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی باہ شکایت کے لئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھ دیں کہ جواہرات سے طیار ہوئی ہے اول نمونہ مفت منگائیے پھر پسند ہو طلب فرمائیں قیمت فی بکس ایک روپیہ ۱؍

طلا طلسمی ۔ پیرانہ سال کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے جو مرض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتے ہیں وہ ہمارے اس طلاء طلسمی سے نابود ہو جائیں اور معجون طلسمی کھائیں انشاء اللہ تعالیٰ جو اس کو مفید پائینگے منگوانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزمائیں قیمت چھ ماشہ دو روپیہ ۲؍

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ست بچن ۱۰ر - آریہ دھرم - آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت ازبام کر دیا ہے خصوصیت کیساتھ جوابدیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۸ر - نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط - حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲ر - سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲ر - نور القرآن حصہ دوم - عیسائیوں کا عجیب رد قیمت ۸ر - فیصلہ آسمانی قیمت ۲ر -

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات - تفسیر القرآن پارہ اول - یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے قیمت فی پارہ (عہ) سلک مروارید حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا ہے قیمت ۸ر حصہ دوم ۸ر - حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲ر - برہان الحق قیمت ۳ر - محامد المسیح قیمت ۳ر - خطبات کریمیہ قیمت ۸ر - تفسیر سورہ تبت قیمت ۳ر - نمونہ قرآن مجید ۲ر -

المشتہر
منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

حقیقت نماز شائع ہو گئی

کتاب حقیقت نماز جس میں خدا کے فضل سے نماز کی حقیقت کو بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے شائع ہو چکی ہے اس کتاب کا پڑھنا ہر ایک پر ضروری ہے نماز کے کل مسایل کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے کے علاوہ حضرت اقدس کے کل دعاوی پر ضمناً بحث کی ہے اور جیسا کہ اس سے قبل ایک مکمل فہرست الحکم مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۷ء میں بطور ضمیمہ شائع کر چکا ہوں آخرے پارے کی چند سورتوں کی تفسیر بھی درج کی گئی ہے کتاب کی قیمت بلحاظ اس کی خوبیوں کے کم ہے یعنے معہ محصولڈاک عہ اور علاوہ محصول صرف ایک روپیہ درخواست ذیل کے پتہ پر آنی چاہیے -

شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان دار الامان

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

نمبر ۱۲ — قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۸ء مطابق ۱۱ محرم ۱۳۲۶ھ — جلد ۱۲

احمدی ڈیپوٹیشن

سلسلہ عالیہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات ایک عرصہ سے توجہ دلا رہی ہیں کہ ایک قومی وفد قادیان سے نکلے اور وہ اپنی قوم کے دروازوں پر پہونچے اور انہیں بالمشافہ ضروریات سلسلہ سے آگاہ کرکے روپیہ وصول کرے۔ میں ایک سے زیادہ مرتبہ اس ضرورت کو پیش کر چکا ہوں لیکن ہر ایک کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب وقت آگیا ہے جو اس ضرورت کو قوم کے سربرآوردہ اور کارکن ممبر عملی رنگ میں محسوس کریں مجلس معتمدین میں یہ سوال آگیا ہے اور بہت جلد اس کے متعلق فیصلہ ہونے کی توقع ہے۔

یہ ڈیپوٹیشن جہانتک میرا خیال ہے اسی مہینہ میں نکلے گا۔ لیکن چونکہ ڈیپوٹیشن میں ایسے لوگ ہوں گے جو ایک لمبے عرصہ تک متواتر اپنے ہیڈکوارٹر سے باہر نہ رہ سکیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ انہیں ایسا کرنا پڑے گا کہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات کا سفر کریں بہر حال وہ وقت قریب ہے کہ یہ ضروری وفد اب نکلے۔ اس لحاظ سے میں کل احمدی انجمنوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ ان گدایانِ قوم کے استقبال کے لئے ہر طرح آمادہ رہیں۔ ڈیپوٹیشن ہر ایک مقام پر زیادہ عرصہ تک غالباً نہیں ٹھہر سکیگا۔ اس لئے اس سے پہلے کہ ڈیپوٹیشن کسی جگہ پہونچے پہلے ہی سے احباب کو طیار رہنا ضروری ہے۔ ڈیپوٹیشن کی غرض اہم سلسلہ کی ضروریات کے لئے چندہ بہم پہونچانا ہوگا۔ جب باقاعدہ ڈیپوٹیشن کے نکلنے کا فیصلہ ہو جائے گا۔ تو اخبار میں اس کا پروگرام چھاپ دیا جائے گا۔

خدا کی تازہ وحی

۹ فروری ۱۹۰۸ء - ۱- انت امامٌ مبارکٌ

ترجمہ۔ تو امام مبارک ہے۔

۲- لعنۃ اللّٰہ علٰی من کفر

ترجمہ۔ اللہ کی لعنت اس پر جس نے انکار کیا۔

۳- انی معک فی السماء والارض۔

ترجمہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں آسمان اور زمین میں۔

۴- انی معک فی الدنیا والاخرۃ

ترجمہ۔ میں دنیا اور آخرت میں تیرے ساتھ ہوں۔

۵- انّ اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

ترجمہ۔ اللہ ساتھ ہے ان کے جو تقوی اختیار کریں اور نیکوکار ہیں۔

۶- اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً۔

ترجمہ۔ جہاں کہیں پائے گئے پکڑے جائیں گے اور ہلاک کئے جاویں گے۔

۷- لاتقتلوا زینب

ترجمہ۔ زینب کو قتل نہ کرو۔

۸- "آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا"

۱۱ فروری - یامسیح اللّٰہ عدوانا۔

ترجمہ۔ اسے اللہ کے مسیح ہماری شفاعت کر۔

---

۱۳ فروری کو قاضی عبداللہ صاحب کا نکاح سید عزیز الرحمن کی دختر سے ہوا۔ مبارک ہو (باقی پھر)

اکارت نہیں گئی

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں سالانہ جلسہ کے حالات کے ضمن میں اشاعت اسلام کی رپورٹ پر ریمارک کرتے ہوئے میں نے ممالک غیر میں میگزین کی اشاعت کی کمی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ میں نے اس مضمون میں یہ بھی لکھدیا تھا کہ اگر کوئی شخص الحکم کو بند کرکے مدد کرسکتا ہے تو میں اسکو ناپسند نہیں کرتا بلکہ خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ کہ وہ اس صیغہ اشاعت میں مدد دیوے۔ میرے پاس ایک دوست کی چٹھی آئی ہے کہ وہ اس غرض کے لئے الحکم کو بند کرنا چاہتا ہے۔ میں بھی اس درخواست پر خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایثار کی توفیق دی۔ بہرحال میری صدا اور سعی اکارت نہیں گئی اسی ضمن میں میں انجمن احمدیہ انبالہ کے سرگرم ممبروں کی تعریف کرتا ہوں کہ انھوں نے سب سے اول اس سلسلہ میں قدم اٹھایا ہے اور اسی تحریر سے متاثر ہوکر **۲۶ رسالوں** کے ولایت بھیجے جانے کا انتظام کیا ہے اگر کل انجمنیں اس طرح پر کام کریں تو یقیناً **ایک ہزار رسالہ** ولایت جاسکتا ہے۔ اس حوصلہ پر میں اس اپیل کو **ایک ہزار رسالوں** تک بڑھا دینا چاہتا ہوں اس لئے احباب کو چاہیے کہ وہ اس سال کے لئے

ایک ہزار رسالوں

کے ولایت بھیجے جانے کا انتظام کریں۔ اسی سلسلہ میں میں مدرسہ تعلیم الاسلام کی **عمارت** کے متعلق سرکلر لیٹر کے اس جواب کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انجمن احمدیہ **انبالہ** نے دیا ہے۔ انبالہ کی انجمن نے چار سو سینتالیس روپیہ کی رقم اس مد میں جمع کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس ارادہ میں برکت اور اخلاص پیدا کرے اور ان کے اموال کو بڑھائے۔ انجمن احمدیہ انبالہ کی یہ کارروائی

سابق بالخیرات

کی مصداق ہے۔ اب میں اسکا اصل خط یہاں درج کرتا ہوں۔

انجمن احمدیہ انبالہ کا اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ آج بتاریخ ۹ فروری بمکان بابو عطا اللہ خان صاحب وٹرنری دفعدار کورٹ ۲۷ ہوا۔ عاجز راقم نے جناب سکرٹری صاحب صدر انجمن قادیان کی چٹھی مطبوعہ پڑھکر سنائی۔ جناب پریذیڈنٹ صاحب نے تحریک کی کہ ہر ایک ممبر ایک ایک ماہ کی تنخواہ یا آمدنی بطور چندہ مدرسہ کے مکان کے واسطے ادا کرے۔ جس کی تائید جناب شیخ محمد یوسف صاحب محاسب انجمن نے کی۔ اسی کے ساتھ ہی امداد میگزین کی درخواست کی گئی جو بعد اتفاق رائے پاس کی گئی۔ اور اصحاب ذیل نے مندرجہ ذیل رقوم کے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

جناب چوہدری رستم علی صاحب پریذیڈنٹ انجمن انبالہ چندہ مدرسہ ماعہ ۱۷۵ روپیہ اور ۸ رسالہ انگریزی ریویو آف ریلیجنز کی نسبت۔

نام	چندہ مدرسہ	تعداد رسالہ
بابو عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ٹریژری کلرک	للعہ	۲ رر
بابو عطاء اللہ خانصاحب وٹرنری دفعدار	للعہ	۳ رر
بابو محمد یوسف صاحب محاسب انجمن	عار	۴ رر
بابو عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ سکرٹری	لہ للعہ	- -
اہلیہ بابو صاحب مذکور	۔	۲ رر
بابو غلام مصطفیٰ خانصاحب وٹرنری دفعدار	عہ	۱ رر
بابو عبدالحکیم صاحب اسسٹنٹ ٹریژری کلرک	عہ	۱ رر
بابو احمد اللہ صاحب بوٹ فیکٹری	عیہ	۱ رر
بابا شادی صاحب	عسہ	۱ رر
میاں مولا بخش صاحب	۔	۱ رر
خادم راقم	مہ	۲ رر
کل میزان للعاعہ ۴۷۵		۲۶ رر

بابو عطاء اللہ خان صاحب نے مبلغ للعہ روپے جلسہ میں ہی ادا کردئے۔ جو امین انجمن کے پاس جمع کردئے گئے۔

چونکہ چند ایک ممبر جلسہ مذکور میں شامل نہ ہوسکے تھے اس لئے ۲۳ فروری کو دوسرے جلسہ کی تاریخ مقرر کی گئی جس کی اطلاع بعد میں روانہ کی جاویگی۔ خدا خوش رکھے چوہدری رستم علی صاحب و شیخ محمد یوسف صاحب کو جن کی ہمت نے انجمن ہذا کو اس کار خیر میں شمولیت کی عزت بخشی۔ (راقم عاجز فضل احمد سکرٹری انجمن احمدیہ انبالہ)

بیعت کی غرض کیا ہے؟

یاد رکھنا چاہیے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ کہ جو اول حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور بہ برکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جاوے اور اس کا جزو بن جاوے اور وہ مشکواتی نور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں مکروہ اور بری ہے۔ اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر ایک موجود کو کالعدم سمجھکر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے سو اس نور کے پیدا ہونے کے لئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے ھدیً للمتقین یہ نہیں فرمایا ہدی للفاسقین یا ھدی للکفرین ابتدائی تقویٰ جس کے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اس کی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشاناہ خلقاً آخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی **تولد ثانی** پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔ (مسیح موعودؑ)

الوقت میگویدز نہیں

اے کج دل قوم! خدا تیری ہر ایک تسلی کرسکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیار ہو دیکھو! یہ کیا وقت ہے۔ کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آگئیں کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا تعالےٰ کے رحم کا وقت ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانہ کے اندھے ابتک بے خبر ہیں آسمانی سلسلہ کی ان کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے۔ **مبارک** وہ جو اس کو پاتے ہیں۔ (در)

مومنو اشک بہاؤ کہ محرم آیا
سید بیکس و مظلوم کا ماتم آیا

یہ کسی شیعہ صاحب کا شعر ہے جس میں محرم شریف کی آمد آمد پر روتے اور ...

اصل پوچھیں تو اس شعر کے پڑھنے سے سارے کا سارا تعزیہ داری اور رقت اور سوز گداز اور مجالس و محافل محرم شریف کا فوٹو ہوبہو نظر آجاتا ہے اور چونکہ یہ عاجز عرصہ دراز تک اس بلا میں مبتلا اور گرفتار رہ چکا ہے۔ انواع و اقسام کی بدعتوں کے نظارے جو جو کچھ نظر سے گذر چکے ہیں سب کے سب سامنے آجاتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل پر سخت چوٹ لگتی ہے اور آنکھوں سے خون اتر آتا ہے۔ کہ سبحان اللہ انسان کی پیدایش کی علت غائی تو ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کے لحاظ سے محض عبادت اور فرمانبرداری ہے اور پھر عبادت کی کئی اقسام مثلاً تحیات۔ صلوات۔ طیبات۔ وغیرہ جس میں حقوق اور حقوق عباد وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے۔ اور ان کی تفصیل و تشریح قرآن مجید میں ہے۔ جو بحکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ایک محفوظ اور مصئون کتاب ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ محرم شریف کا رونا پیٹنا چیخنا۔ چلانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عبادت کی کونسی قسم میں داخل ہے۔ آؤ کلام مجید میں ہی تلاش کریں۔ کہ کہیں بھی باقی فرائض کیطرح کسی شخص کی موت مرگ پر یا مصیبت پر صف ماتم بچھا کر دردانگیز لہجہ میں بیان کرکے رونا رلانا موجب اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے۔ یا نہ۔ سب سے پہلے سورہ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے منعم علیہ گروہ کا طریق طلب کرنے اور مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی ہے۔ جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا نہایت ہی ضروری حکم ہے۔ اور منعم علیہ گروہ کی تشریح دوسری جگہ فرمائی ہے کہ وہ نبین صدیقین۔ شہداء۔ صالحین ہیں۔ اور مغضوب علیہم یہود اور ضالین نصاریٰ ہیں۔ اب ایک ایک کرکے دیکھنے جائیں۔ نبین۔ یہ وہ گروہ ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ کرکے خاص اپنے واسطے چن لیا ہے اور تمام مخلوق کے لئے نمونہ اور اسوہ بنا کر ان کی اتباع اور تابعداری فرض و واجب کرکے ان کی پیروی کا نام سنت اور ان سے انحراف کرنیکا نام کفر و بدعت رکھکر ان کے تابعداروں کے لئے جنت کا وعدہ اور ان کے منکرین و مخالفین کے واسطے دوزخ کی وعید فرمائی ہے پھر ایسی سردار اور معزز اور پاک گروہ پر جس قدر ابتلا اور مصائب صادر ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے پر وارد اور نازل ہوں۔ تو جیتا ہی مر جاوے وہ خدا کے بندے تکالیف شرعیہ اور مصائب آسمانی کو بطیب خاطر کس خوشی سے جھیلتے ہیں کہ دیکھنے والے

حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح کسی چیز کی تکمیل اور درستی کے لئے مثلاً لکڑی۔ لوہے۔ سونے چاندی وغیرہ کی درستی اور تکمیل کے لئے اس پر اوزاروں ہتھیاروں سے طرح طرح سے حملے کئے جاتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ ان کو خراب و خستہ کیا جاوے بلکہ اس واسطے کہ تراشا جاوے چھیلا جاوے رگڑا جاوے اور کوٹا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے کمال تک پہنچ کر ایک قیمتی اور قابل قدر چیز بن ... کے لئے ہم ایک تکالیف شرعیہ

یعنی نماز روزہ حج۔ زکواۃ۔ وغیرہ مقرر کی ہیں۔ مگر چونکہ صرف انسان اس میں طرح طرح کے حیلے حوالے نکالکر ٹال مٹول کر کے کما حقہ روحانیت اور طمانیت حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے اس لئے مجبوراً دوسرے ہتھیاروں یعنی تکالیف قضا و قدر سے اسکی اچھی طرح خبر لی جاتی ہے پھر تو خوب ہی سیدھا ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں بلکہ قانون قدرت ہی اسی طرح چلا آتا ہے کہ ہر ایک چیز کی تکمیل اور درستی کیلئے خواہ مخواہ طرح طرح کے الٹ پھیر ضروری کرنے پڑتے ہیں اب جس پاک گروہ کو سارے جہان کے لئے نمونہ اور اسوہ بنایا گیا ہے اسکو کیوں نہ پورا پورا درست اور ٹھیک کرکے دکھلایا جاوے۔ اس میں ظلم کیا اور زیادتی کی کونسی بات ہوئی چنانچہ فرمایا ہے۔ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم واولئک ھم المھتدون یعنی ہم ضرور ہی انسان کو طرح طرح کی بلاؤں اور قسم قسم کی آفتوں اور انواع انواع کے نقصانوں اور تکلیفوں میں پھنسا کر اور مصیبتوں اور رنجوں میں مبتلا اور گرفتار کرکے امتحان لیتے ہیں تو جو لوگ صبر و سہار اور رضا بقضا ہونے سے کام لے کر امتحان میں پورے نکلتے ہیں اور اف تک نہیں کرتے اور اگر کچھ بولنا چاہیں تو صرف تسلیم و رضا سے بھرے ہوئے الفاظ کہ ہم سب لوگ اللہ تعالیٰ ہی کا مال ہیں اور اسی کے پاس آخر کو حاضر بھی ہونا ہے اور بس اس قسم کے لوگوں پر درود و رحمت شاباش مرحبا وغیرہ اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ گروہ مانے جاسکتے ہیں۔ اور جس شخص نے ایسے امتحان کے وقت بے صبری اور جزع فزع کیا اور شکوہ و شکایت سے لب کشائی کی تو مصائب تکالیف کے علاوہ ناراضگی مولا مزید برآن۔ اب اس قطعی حکم کے سن لینے کے بعد بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ نبیوں اور رسولوں کے پاک گروہ نے اس امتحان میں پورے پورے نمبر نہیں حاصل کئے یا کبھی بھی کسی قسم کی بے صبری یا شکوہ و شکایت کی ہے۔ حاشا و کلا مہرا بلکہ ہر ایک خدا سے ڈرنے والے مومن کا نور قلب شرح صدر سے گواہی دیتا ہے۔ کہ نبیوں اور رسولوں کے گروہ نے ضرور ضرور اللہ تعالیٰ بھیجی ہوئی بلاؤں اور نازل کئے ہوئے امتحان میں تعریف کے ساتھ پورے پورے نمبر حاصل کرکے درگاہ الٰہی سے سارٹیفکیٹ اور ڈپلومے حاصل کئے۔ اور اگر رونا پیٹنا اور صف ماتم

بچھانا ہی اگر کوئی ضروری امر ہوتا۔ تو خواہ مخواہ نبیوں اور رسولوں کا گروہ مقدس ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا تیسرے کے بعد چوتھا علیٰ ہذا القیاس اپنے سے پہلے بزرگ نبی اور رسول کی مصیبتوں اور تکلیفوں اور دکھوں۔ دردوں اور بلاؤں کو یاد کرکے رسم تعزیت اور عزاداری بوجہ احسن بجا لا کر اس سنت کے دنیا میں قایم کرنیکا اپنا فخر سمجھتا خصوصاً ہماری سرکار خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی نبیوں [illegible] کی تعزیت اور عزاداری بجا لانی پڑتی اور اگر ایسا ہوتا تو کس کا دین اور کہاں کا اسلام جنگ جہاد۔ وعظ۔ بند۔ شب خیزیاں اور تہجد گزاریاں ساری کی ساری بھول جاتیں۔ ایک منٹ بھی رونے پیٹنے اور صف ماتم بچھانے اور نام بنام ہر ایک بزرگ نبی اور رسول کا تابوت اور تعزیہ بنا کر گذشتہ حالات کی پوری پوری نقل کرنے سے فرصت نہ ملتی پر نہ ملتی۔ مگر نہیں انہوں نے تسلیم و رضا اور صبر و شکر سے کام لے کر سب کے سب مسلمان اور مومنوں کے لئے نمونہ قایم کر دیا۔ جب نبیوں اور رسولوں کے گروہ کا یہ حال ہے۔ تو صدیق۔ شہدا۔ صالحین جو انہی کے پیرو اور جانشین اور حلقہ بگوش ہیں وہ کس طرح ان سے انحراف کر سکتے ہیں بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ بھی ایک محبت کا نشان ہے۔ کہ ہم لوگ ان کے غم سے غمگین اور ان کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں اسبات کا جواب صرف اسی قدر کافی ہے کہ ماں سے زیادہ چاہے۔ پھاپھا کٹنی کہلائے۔ بعض فرمایا کرتے ہیں کہ جس قدر ظلم اور ستم اور زیادتی اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے وہ اور کسی نبی یا رسول پر وارد اور صادر نہیں ہوئے اور دوسرے پہلے رسولوں اور نبیوں کو تکلیف ہو ہو کر آخر کار دشمنوں پر فتح اور غلبہ اور نصرت نصیب ہو گئی تھی۔ مگر اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری دم تک تا دم مرگ مصیبت ہی مصیبت اور تنگی ہی تنگی اور جفا پر جفا ہوتا رہا یہاں تک شہید ہو کر قبروں میں دفن بھی ہو گئے۔ اول تو ان کا یہ فرمانا ہی بیجا ہے۔ کیونکہ اس میں قاعدہ کلیہ العاقبۃ للمتقین اور کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اور انا لننصر رسلنا وغیرہ ... ٹوٹ جاتا ہے اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے ان کی بات مان بھی لیں تب بھی اگر موجودہ حالت پر عین اس وقت جبکہ مصیبت اور تنگی نازل اور صادر ہو رہی تھی۔ با قتضائے بشریت ہم بھی غمگین اور غمناک ہو کر بیساختہ آنسو بہانے لگتے تو بحکم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا قابل معافی تھے نہ کہ لایق اجر ثواب۔ لیکن اس عاجز کا تو یہ سوال ہے کہ جن بزرگ شہدا کے غم سے ہم رو رہے ہیں۔ یا ندی کی تیاری کر رہے ہیں یا اگر رونا نہ آوے تو رونی شکل ہی بنا کر داخل ثواب ہونا چاہتے ہیں وہ مقدس گروہ اس وقت ہے کہاں۔ آیا کسی تکلیف یا مصیبت میں مبتلا اور گرفتار

اور دشمنوں کے تیر و تفنگ کا نشانہ بن رہے ہیں۔ یا عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ اور ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا یشعرون۔ کا خلعت حاصل کر کے عیش و آرام خوشی و فرحت میں ہمیشہ کے لئے ایسے زندہ ہو چکے ہیں کہ اب موت اور ہلاکت ان کے پاس بھی تو نہیں پھٹکتی۔ تو اب اس وقت رونا کیوں اور پیٹنا کس لئے۔ اب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کا رونا گروہ سے کسی طرح بھی لگا نہیں کھاتا۔ اب باقی رہ گئے مغضوب علیہم اور ضالین۔ سو اب اپنی طرف سے تو کچھ کہنا بے سود ہے۔ وہ خود ہی خدا کے خوف سے دل میں جگہ دیکر سوچیں کہ کہیں خدانخواستہ تقوے۔ طہارت اور خشیتہ اللہ کو چھوڑ چھاڑ کر صرف تبرا اور لعنت اور گالی گلوچ بدزبانی پر زور دیکر مطلق العنان یہودیوں سے اپنی مطابقت پیدا نہ کریں یا جس طرح نصاریٰ شریعت کو لعنتی قرار دیکر صرف خداوند مسیح کی خدائی پر ایمان لاکر ان کو کفارہ گناہوں کا مقرر کرتے ہیں اسی طرح آپ بھی شرعی اور عبادتی اور دینی طرز و طریق کو چھوڑ کر صرف اسی ایک بات پر زور دیتے ہیں کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم و الم میں رونے پیٹنے سے سب کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں اور انہوں نے اپنا سر مبارک محض اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بخشوانے ہی کے واسطے کٹوایا ہے اور بس۔ بھلا جس چھوٹے چھوٹے بچوں یا عمر رسیدہ جاہلوں کو سال بسال یا ہمیشہ ہمیشہ مجلسوں محفلوں میں جمع کر کے بار بار یہی اور صرف یہی کچھ سنایا اور سمجھایا جائے تو وہ لوگ تقوے طہارت کی کٹھن منزل کے طے کرنے کو تکلیف کیوں گوارہ کرنے لگے۔ میرے پیارے بھائیو پہلے بزرگوں کیلئے غم و الم کرنیکی جگہ دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ اور زیادہ سے زیادہ کرے اور مناقب اور فضائل میں ان کو بہت ہی بڑھائے اور ان کی تعلیموں اور تلقینوں کو جو افراط تفریط سے بالکل پاک و صاف ہیں حاصل کرنے کی سعی کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے آپ کے اس زمانے کو بھی خالی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ایک نہایت ہی بزرگ انسان کو اپنے الہام و وحی و مکالمہ و مخاطبہ سے مستفیض و مستفید کر کے محض اصلاح خلق اللہ کیلئے مبعوث فرمایا ہے شیعہ ہو کر اس امام مہدی کی ناقدری کرو تو نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ اس بزرگ ہادی کی تعلیم و تلقین کا خلاصہ دس شرایط بیعت میں بدر اخبار کے پہلے ہی صفحہ پر آپ کو ملیگا۔ انپر عمل درآمد کر کے پورا پورا اطمینان اور تسکینت دل حاصل نہ ہو جاوے تو اس عاجز کے حق میں جو چاہیں کہہ لیں۔

گلاب الدین احمد۔

ثناء اللہ کی بے حیائی

کیا ہی سچ فرمایا ہے۔ فرزانہ عرب نے کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔ ثناء اللہ امرتسری نے اس مقولہ کو اپنا بدرقہ بنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں [illegible] وقتاً فوقتاً علم کے ذریعہ ظاہر کی جا چکی ہیں۔ ایک عرصہ سے الحکم میں اس کے متعلق ایڈیٹر کی طرف سے کچھ نہیں لکھا گیا لیکن اس کی بڑھتی شوخی اور باوجود دعویٰ علم و فضل حق پوشی کی ترقی کرتی ہوئی عادت مجھے مجبور کرتی ہے کہ اسکی مزورانہ کارروائیوں کو طشت از بام کروں میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس نے حضرت امام کے مقابلہ میں نکل کر اپنا مقابلہ خدا تعالےٰ سے کرنا چاہا ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ

خدا سزا دینے میں دھیما ہے۔

اسی الٰہی حلم اور مہلت سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ بہرحال ایک روشن فیصلہ ہوگا وہ جس طرح چاہیے گا اور جب چاہیگا کر کے دکھا دیگا۔ اس لحاظ سے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر محض اس خیال سے کہ خاموشی سے بعض سادہ لوح لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ثناء اللہ کے تمام مغالطوں پر قلم اٹھایا جاوے اور اس کے علم و فضل اور اس تقوے اور راستبازی کا جسکی تعریف وہ شہادت میں کر چکا ہے حقیقت کھول کر دکھا دی جاوے تاکہ اسے اپنی تصویر اس آئینہ میں نظر آجاوے مرقع قادیانی کی تازہ اشاعت میں جس بے حیائی سے اس نے کام لیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اسے ثناء اللہ پر واضح کیا جاوے صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے۔

آپ نے اپنے کذبات (ذرا فضیلت کی دم کو سامنے رکھ کر اپنے کذبات پر غور کریں۔ ایڈیٹر)

آپ نے اپنے کذبات کی بنا ایک ہی رکھی ہوئی ہے کہ جب کبھی کوئی مخالف آپ کا مرتا ہے تو آپ جھٹ سے کہدیتے ہیں کہ مرا اور اس کا مباہلہ تھا کہ جھوٹا اور سچے سے پہلے مریگا اس دفعہ اخیر دسمبر کے جلسہ میں بھی آپ نے اسی اصول سے کام لیا چنانچہ آپ نے پنڈت لیکھرام کی بابت دُر افشانی فرمائی ہے کہ

اخر اس لیکھرام نے مباہلہ کے طور پر ایک دعا لکھی اور اس میں میرا نام اور اپنا نام لکھکر اپنے پرمیشر سے نہایت تضرع اور ابتہال کے ساتھ پرارتھنا کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے پرمیشر اسے ہلاک کرے (الحکم ۲ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۵)

اس سے آپ کی غرض جو ہے وہ تو ظاہر ہے مگر میں جانتا ہوں کہ آپ نے اس میں بھی اسی اپنے کذب سے کام لیا ہے پس آپ اگر اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ پنڈت لیکھرام نے آپ کے ساتھ اس قسم کا مباہلہ کیا ہے۔ تو آپ اس کتاب کا نام اور مع نشان صفحہ بتلاویں

مرقع قادیانی

اب ناظرین غور کریں جن الفاظ کو میں نے جلی کر دیا ہے۔ وہ ثناء اللہ کے مطلبہ کو واضح کر دیتے ہیں اس سے پہلے کہ میں ثناء اللہ کو وہ مباہلہ دکھاؤں۔ میں ثناء اللہ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسکے بعد وہ اس بے حیائی اور حق پوشی کا اقرار کر کے توبہ کر لیگا۔

اس کی تو ناظرین اس سے امید نہ رکھیں۔ کیونکہ اس کی عادت [illegible] ہیں میں اظہار حق کی خاطر اسے دکھاتا ہوں کہ اس کے مخدوم لیکھرام نے مباہلہ کیا اور اسے چھاپ کر شائع کیا جس کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ ثناء اللہ کو چاہیے کہ عینک اوتار کر نہیں بلکہ لگا کر پڑھے اور اگر بالکل ایمان و علم دشمن اللہ کی مخالفت میں سلب نہیں ہو گیا تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور لوگوں کو حق اور ہدایت سے روکنے کے لئے ایسی راہ اختیار نہ کرے۔ لیکھرام کے مباہلہ کے متعلق دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۵

خدائی فیصلہ کی درخواست از جانب لیکھرام

میں کسی دانا کے اس مقولہ پر کہ دروغگو را تا بدر وازہ باید رسانید۔ پر عمل کر کے مرزا صاحب رئیس اسلام کی اس آخری التماس کو منظور کرتا ہوں (یعنی خدا کا فیصلہ مانگتا ہوں) میں نیاز التیام لیکھرام شرما ولد پنڈت تارا سنگ (مصنف تکذیب براہین احمدیہ) اقرار صحیح بدرستی ہوش حواس کر کے کہتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کے دلایل کو بخوبی سمجھ لیا لیکن انہوں نے میرے دل پر کچھ اثر نہیں ڈالا اور میں پرمیشر کو حاضر ناظر جانکر اقرار کرتا ہوں کہ وید ہی ست ودیاؤں کا پستک ہے اور میری روح اور مادہ انادی ہیں اور خدا نے نیست سے ہست نہیں کیا اور نہ وہ کسی کا گناہ بخشتا ہے اور نہ اسکے ہاں شفاعت کارگر ہے۔ بلکہ بقدر انصاف سے ہر ایک اپنے کرموں کا پھل محدود پاتا ہے اور وید اور اسکی ساری تعلیمات کو خدا کیطرف سے مانتا ہوں جسکو آریہ سماج کی تعلیم (کو پرمیشور کی تعلیم یقین کرتا ہوں جسطرح میں راستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی میں اسلام کو اور قرآن اور اس کے اصولوں اور تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں ان کو غلط اور جھوٹا سمجھتا ہوں۔ لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد (صاحب) ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور

بد مرزا صاحب کو دروغگو گمان کر کے تا بدر وازہ پہنچاتا ہے لیکن یہ بددعا اسی پر الٹ پڑی کیونکہ بذات خود دروغگو ثابت ہو کے تا بدوزخ رسید ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک اور مرزا صاحب بفضلہ تعالیٰ صادق و راستباز ثابت ہو کر اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ منہ

اس کی سب تعلیمون کو درست اور صحیح سمجھتا ہے اور غلطی سے لوگون کو دہوکے مین پھنساتا ہے ہے پرمیشور ہم دونو مین سچا فیصلہ کر ایسا ہو کہ جہالت اور تعصب اور جور و ستم والے کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور مین عزت نہین پاتا

دستخط لیکرام شرما از پشاور

مولوی صاحب فرمائے ابھی تسلی ہوئی کہ نہین۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ کا مباہلہ جو سرمہ چشم آریہ کے آخر مین درج ہے۔ وہ بھی پڑھ لو۔

فیصلہ کی درخواست از جانب حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب

سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۹۰ - ۱۹۱

بعد حمد و صلوۃ مین عبد اللہ الاحد الصمد غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم (مؤلف کتاب براہین احمدیہ حضرت خداوند کریم کی قسم کہا کر کہتا ہون۔ کہ دین اسلام اور قرآن کریم منجانب اللہ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہین قرآن کریم تمام پاک صداقتون اور سچائیون پر مشتمل ہے اور اس کی تعلیم سے کہ اللہ تعالےٰ اپنے وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور دوسرے اپنے جمیع صفات مین وحدہٗ لاشریک ہے اور سب مخلوقات۔ کا خالق اور سب ارواح و اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق وفادار اور ایماندار کو ہمیشہ کے لئے نجات دیگا۔ وہ رحمٰن اور رحیم اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور ان تمام باتون کا دہرا ثبوت مجھ اس نے بذریعہ الہام بھی دیدیا ہے۔ الغرض مین دل و جان سے قرآنی صداقتون اور اس کی کل تعلیمون کو منجانب اللہ مانتا ہون اور دوسرا فریق مخالف (آریہ) دعویٰ کرتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ سیدنا محمد مصطفیٰ سچے نبی نہین اور قرآن کریم انجیل توراۃ وغیرہ سب جعلی کتابین ہین اور خدا کی طرف سے نازل نہین ہوئین اور کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ نہین اور نجات یعنی مکتی ابدی ہرگز نہین اور جو کچھ ویدون مین بہرا ہوا ہے۔ وہ سب سچ ہے اور اس کے برخلاف جو قرآن شریف مین ہے وہ سب جھوٹ ہے سوائے قادر مطلق خدا تو ہم دونون فریقون مین سچا فیصلہ کر اور ہم دونون مین سے جو شخص اپنے بیانات مین اور عقاید مین جھوٹا ہے اور بصیرت کی راہ سے نہین بلکہ تعصب اور ضد کی راہ سے ایسی باتین منہ پر لاتا ہے جو بے یقین کرنے کے لئے کوئی قطعی دلیل اس کے ہاتھ مین نہین ہے ایسے قادر کبیر کوئی ایسا عذاب نازل کرکے کاذب کی پردہ دری کر اور صادق کی مدد کر اور لعنت سے بھرے ہوئے دکھ کی مار ایسے شخص کو پہنچا جو دانستہ سچائی سے دور اور راستی کا دشمن اور راست بازی کا مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیرے ہی ہاتھ مین ہے آمین یا رب العالمین۔

مرزا غلام احمد قادیانی

ان دونون مباہلون کو پڑھ کر بھی اگر کوئی کہے کہ مباہلہ نہین ہوا۔ تو پھر ایسے بے حیا کا جواب یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کو آپ آزمالے۔ اب مین ثناء اللہ صاحب کو غور کا موقع دیتا ہون۔ اگر اس نے اس پر بھی شوخی اور بیباکی سے کام لیا۔ تو اس کے مغالطون کی حقیقت کھولنے مین پھر قلم اٹھاؤنگا۔ انشاء اللہ۔

نظم

شکر حق آئی چمن مین پھر بہار جان فزا۔
آسمان سے ابن مریم بن کے احمد آگیا۔
مہدی معہود آیا ہے بصد عز و وقار۔
باغ اسلام ہوگیا پھر جس کی برکت سے ہرا
للہ الحمد آگیا وہ دور آخر کا امام۔
جس نے افسردہ دلون کو آکے تازہ کردیا
ابن مریم سے زیادہ پاکے شان و مرتبہ۔
آگیا ہے نائب شاہنشہ ہر دو سرا
دے گئے جس کی بشارت صاحب لولاک ہین
دوستو اُٹھو کہ اب وہ دل ستان ہے آگیا
گیتا مین لکھی ہوئی ہے جس کی مہان کہوںکر
قادیان مین وہ کرشن اوتار جلوہ گر ہوا
جب بجائی اس نے آکر بانسری توحید کی
اس جہان شش جہت مین غلغلہ ہے پڑگیا
ہین مسیح ناصری اس کے نشان تبلاگئے
کہول کر انجیل دیکھو تاکے تم کو پتہ
الغرض کتب سماوی مین لکھے تھے جو نشان
اس نے آکر ان نشانون کو ہے ثابت کردیا
جو لگا رمضان مین تھا چاند سورج کو گہن
اس کے صدق دعویٰ پر ہے کیسا شاہد پرملا
اور عرب مین ریل کے ہونے سے جاری دوستو
اعشار عطلت کا وعدہ پورا ہوگیا۔

ماننے مین اس کے کی بیت و پس دنیا نے جب
کی مسلط ان پہ حق نے قحط و طاعون کی بلا۔
غافلون کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے
زلزلہ کا اس زمین کو بارہا دھکا لگا۔
کر رہی طاعون ہے کیا غور کیون کرتے نہیں
شامت اعمال نے مدہوش کیسا کر دیا۔
وہ دکہا دیوے جھلک دیدار کی اپنی تمہین
پردہ کبر و غروری کو دو اگر دل سے اٹھا
غیرت دین تم سے رخصت ہوگئی ہے العجب
نام کو باقی نہین تم مین بھی شرم و حیا۔
دیدہ ور کرتے ہین اس سے اکتساب نور نیک
بوم کو بہاتی نہین ہے مہر تابان کی ضیا
اس تجربے سے ہے کہو یا قوم اسرائیل کو
خاندان مین جن کے ہو گذرے ہین اتنے انبیا
حال دیکھو ان کا اب وہ کیسے بندر خوار ہین
کیسا انکار و عداوت نے انہین رسوا کیا
تم بھی باز آجاؤ شوخی سے اگر ہو چاہتے
تلخ کامی اور ہلاکت کا نہ چکہو تم مزہ۔
اس کا تم نے کیا بگاڑا اپنی کرتوتون سے
اپنا ہی ایمان ہے زایل تمہارا ہوگیا۔
ساری دنیا درپئے ایذا رہی اس کے مگر
بال بیکا اس کا مولا نے نہین ہونے دیا
کاذب ہوتا وہ اگر مدت کا ہوجاتا ہلاک
کاذبون کو کب خدا کرتا ہے یہ نصرت عطا
منہ کی پہونکون سے نہین بجھنے کا برگزیدہ چراغ
دمبدم فضل خدا سے ہے یہ روشن ہو رہا
آیت اللہ کو نہ جھٹلاؤ کرو کچھ خوف حق
باز آؤ اپنی بد حرکات سے بہر خدا
دشمنی مرد خدا کی اچھا پہل لاتی نہین۔
دشمن خاص خدا ہے دشمن مرد خدا

تا رسیت از رسیت آیا ہے قرآن مین — اور ید اللہ فوق ایدیہم کی سچی صدا
بولہب فرعون اور بوجہل اعدائے رُسل — ہوگئے تکذیب حق سے مورد غصب خدا
اتھم بھی مرگیا اور لیکرام شوخ چشم — تیغ بران محمد کا ذبیحہ ہوگیا
سو مراج یا چہر شریر و بد زبان ہین ایک یان — بد زبانی نے انہین کیسا چکھایا ہے مزہ
الگزنڈر ڈوئی جو الیاس امریکہ کا تھا — جس تہا اسلام کی تخریب کا دعویٰ کیا
غیرت دین نے اہل مبہج موعودؑ کر — ایک ہی حربہ مین اس کا کام پورا کردیا
ای خدا فضلون پہ تیرے جان مری قربان ہو — تیری رحمت نے مسیح موعود تک پہنچا دیا
رکھیہ گناہون سے مجھے محفوظ اے میرے خدا — اور مجھ ثابت قدم ایمان پر رکھیو خدا
نادم آخر محبت ہو مسیح پاک سے — شافع روز جزا سے مجھکو الفت ہو سدا

شتہراب لاقدام خاکسار اللہ دتا احمدی سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول قلعہ دیدار سنگہ۔ ضلع گوجرانوالہ

اسلام وسط افریقہ میں

آستانہ علیہ کے ترکی معاصر صباح نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک دلچسپ مضمون شائع کیا ہے - یہ کسی یوروپین سیاح کے مشاہدات ہیں جس نے بڑی دقت نظر سے اس خطہ کو ملاحظہ کیا ہے سیاح مذکور لکھتا ہے کہ:-

"میں اپنے اس سفر میں وسط افریقہ کے درمیان ایک وسیع صحرا طے کر کے وہاں تک پہنچ گیا ہوں جہاں اس علاقہ کے متعدد قبایل اور اقوام رہتی ہیں - ان تمام قبایل میں مسلمان اقوام ہی ترقی میں اول نمبر پر ہیں اور یہی لوگ یہاں کے تہذیب یافتہ ہیں - وسط افریقہ کا احوال ابھی تک نامعلوم ہی رہا ہے - باشندوں کا اکثر حصہ ابھی اپنی پہلی وحشیانہ حالت میں ہے - اُس سرزمین میں بڑی بڑی نہریں بہ رہی ہیں - اور معدنیات کی بھی بہتات ہے خودرو نباتات اور پھولوں اور شگوفوں سے جنگل نمونہ گلشن نظر آتا ہے - اور جنگل بھی اس قدر وسیع ہے کہ سینکڑوں میل اسکا دامن پھیلتا چلا گیا ہے - باشندوں کی یہاں تک کثرت ہے کہ اُن کا حساب ملینوں تک جا پہنچا ہے - اور اُن سب کو بڑی سہولت سے مسلمان کر لیا جا سکتا ہے -

جو شخص یہاں تک آنا چاہے اُسے پہلے مغربی افریقہ سے نہر کانگو کے دہانے تک آنا پڑتا ہے - اس دہانے کے نزدیک بیسٹ میدان چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں - اور ان میں دلدل اور تالاب موجود ہیں - اور آنیوالا جب یہاں سے بھی پار ہو جاتا ہے - تو اُسے سرزمین خط استوا سے ہو کر اس مقام کو جانا پڑتا ہے جو پہاڑی زنجیروں اور عمیق عمیق غاروں اور وادیوں سے لبریز ہے - اور جن کے کناروں پر بڑے بڑے میدان اور گنجان جنگل واقع ہیں وسط افریقہ کو آنے کے لئے "اوبانگی دیشاوی" کے رستہ نہر کانگو میں سفر کرنا ضرور ہے اور یہ سفر دو مہینوں میں پورا ہوتا ہے - نہر کے کناروں پر قدرتی باغ لگا ہے جو نگاہوں کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے ایسا کہ درختوں اور شگوفوں اور پھولوں اور سبزے نے مل کر کنارہ کی زمین کو ایک سدا بہار سبز خلعت پہنا دیا ہے - انسان کو یہاں دیکھ کر بڑا تعجب آتا ہے کہ بڑے بڑے گراں ڈیل درخت اور اُن کے نیچے ایک دوسرے سے اس طرح مل جل گئے ہیں کہ آسمان کے نیچے ایک خوشنما سبز گنبد سا نمودار ہو رہا ہے - اور یہ گنبد اُن غاروں کے مشابہ ہے کہ جن میں رہکر چھوٹے چھوٹے نباتات اور جنگلی سبزہ آفتاب کے مدسے پناہ میں آ جاتا ہے - پس یہی باعث ہے کہ ان اشجار کے نیچے زمیں ہمیشہ مرطوب رہتی ہے اور گھاس کا وہ عالم ہے کہ مٹاپے اور لمبان میں بڑے بڑے درختوں سے باتیں کرتا ہے - میدان کے خودرو پھولوں میں قدرتی خوشبو ہے چاندنی راتوں میں جو سماں ان کناروں پر ہوتا ہے - اُس کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی - جب چاند اپنی کرنوں کے سلسلہ کو جو ہو بہو ایک روپہرے پہاڑی زنجیرے کے مشابہ ہوتے ہیں اُن آپس میں پیچ تاب کھائی ہوئی عشق پیچاں جیسی شاخوں پر ڈالتا ہے - اور اُن کی

ہری ہری پتیاں چاندنی کی گوری گوری رنگت میں نکھر اُٹھتی ہیں تو عجب بہار پیدا ہو جاتی ہے اور اس روشنی کو مچھلیوں کے جرگے اور بھی رونق نثار کر ڈالتے ہیں جو جنگل سے نکلکر نہر کے کنارے آتے اور اپنے لمبے لمبے سونڈ دراز کر کے سطح نہر پر دوڑنے والے جہازوں کو پکڑنا چاہتے ہیں - اس عمیق نہر کے سکوت کو جو چیز توڑتی ہے - وہ کنارہ کے درختوں پر کے پرندوں کی میٹھی میٹھی آوازیں ہیں جو سُریلی تانوں میں اُٹھکر جنگل میں منگل مناتی ہیں - ہوا کی فضا میں تو طیور کا چھپا ہوتا ہے اور اودھر اونچے اونچے گھاس کے اندر سانپ اور اژدہے پڑے رینگتے ہیں - اور پانی میں مگرمچھوں کے تیتر غمزے تو سارے دریا میں ایک تلاطم مچا دیتے ہیں جو درخت کنارے پر موجود ہیں وہ یا آبنوس ہیں یا اسی قسم کے اور اشجار خاردار - یہاں کے باشندوں کا حال دریافت کرنا - اور اُن کے نسب کا سلسلہ ڈھونڈھ نکالنا اور اُن کے قومی حالات اور خصایص کو دریافت کرنا ایک دشوار امر ہے - کیونکہ سب ایک نسل کی اولاد نہیں ہیں - ایسی صورت میں سب کی اصلی شاخ اور خانوادہ کو جاننا کوئی آسان کام نہیں - تاہم میں اپنے اس سفر میں بہت سے قبایل کو دیکھ چکا ہوں کہ جن کے حالات خودبخود نگاہوں کو اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں - سواحل افریقہ میں کچھ انسان ایسے بھی مجھے دیکھنے میں آئے جو بہت بلند قامت ہیں - اُن کا نام بابوٹین ہے - جسم بہت کالا ہوتا ہے - اور ایسا ہی چہرہ بھی - دانت بالکل باریک ہوتے ہیں جیسے کنگھی کے دندانے - بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ اپنے دانتوں کو سوہن سے ریت کر اس شکل میں لے آتے ہیں - اور اس علاقہ کی سیاحت میں کچھ اور قبایل بھی میری نظر پڑے ہیں جو بڑے جنگجو ہیں - دن رات مار کٹائی ہی ان میں ٹھنی ہے - اور لوٹ تو شیر مادر - مگر ساتھ ہی بڑے تیز مزاج اور جری بھی ہیں - یہاں ان کا نام "بان والا" ہے بت پرستی کرتے ہیں بحر الغزال کے شمالی سمت میں جو قبایل بستے ہیں وہ مسلمان ہیں - اور جوق جوق دائرہ اسلام میں آ کر داخل ہو گئے ہیں یہ لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں - اور کھیتی بھی کرتے ہیں - ان کے قبایل کے سوا ایک قبیلہ "بارگو میاں" ہے جو کپڑے بنتے - اور زراعت کرتے - اور بہادری میں بہت نام آور ہے "توتو باس" نامی جو قبیلہ ہے - اُس نے حال ہی میں اسلام اختیار کیا ہے اور یہاں اُن کا دینی جوش بڑا مشہور ہے - ان سب مذکورہ قبایل میں اسلام کا صرف نام ہی نام ہے اور بجز دو کلمات شہادت کے ارکان و اعمال اسلام سے بالکل انجان ہیں - ان اسلامی قبایل کے علاوہ ایک اور قبیلہ بھی ہے - جس کا نام "فورس" ہے - اس قبیلہ کے لوگ ارکان اسلام کے عالم اور اُن کے عامل ہیں - ہر روز پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں - زکوٰۃ دیتے ہیں ماہ رمضان میں روزہ رکھتے ہیں - اور حج بھی کرتے ہیں -

اس چھوٹے سے مراسلہ میں اُن تمام اسلامی دیہات کے بیان کی گنجائش نہیں جو وسط افریقہ میں موجود ہیں - مگر میں اتنا کہ سکتا ہوں کہ ایک قریہ کی حالت دوسرے قریہ سے کچھ چنداں الگ نہیں - صرف جزئی اختلاف ہے - ان قریوں میں گھر سب مٹی کے بنتے ہیں - شکل ہر ایک مکان کی گنبدنما ہے - چھتیں یا تو گول ہیں یا چارکونی - اندر حصیر اور بورئے نہایت صفائی کے ساتھ بچھے ہوئے ہوتے ہیں - شمالی افریقہ میں مذہب اسلام بہت ترقی کرتا جاتا ہے - اور بت پرست اقوام آہستہ آہستہ اسلام اختیار کرتے چلے جاتے ہیں مصر اور خود شمالی افریقہ کے مسلمان علما ان علاقوں کو آتے - اور بت پرست قبایل میں اسلام کا وعظ کہتے - اور اُنھیں دین اور دُنیا کے متعلق جمیع اُمور کی تعلیم دیتے ہیں - بالخصوص زراعت کرنا اور صنعت و حرفت کی اُنھیں تعلیم دیتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ ان کو خلافت مقدسہ اسلام سے برابر تعلق ہے اس کے سوا یہ بھی اُنھیں سکھایا جاتا ہے کہ مسلمان خواہ کہیں کے ہوں - سب آپس میں بھائی بھائی ہیں - اور پھر مذہبی اور قومی محبت اور صلہ رحمی کی بھی اُنھیں تعلیم دیجاتی ہے یہ لوگ سب کام بتدریج ادا کرتے ہیں اور میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے کہ جس میں وسط افریقہ سے اسلام بُت پرستی کو نکال باہر کریگا - جو آج کل وہاں ہر طرف چھا رہی ہے - مجھے اپنی اس سیاحت میں مسلمانان افریقہ کے خیالات اور افکار کو بھی جاننے کا موقع ملا ہے جو میری نگاہوں میں اُن کو قابل وقعت بناتے ہیں - ان لوگوں میں غیرت و حمیت کا مادہ موجود ہے - اخلاق اور مروت بھی پائی جاتی ہے - اور یہ پاک صفات عوام سے بڑھکر قبایل کے خواص اور ان کے شیوخ میں بخوبی اپنی جلوہ گری دکھلا رہے ہیں -

یہ شیوخ اور سردار اپنی مذہبی تعلیمات کو بڑی کوشش کیساتھ ان قبایل میں پھیلا رہے ہیں جو ان تعلیمات سے انجان ہیں اور لطف یہ ہے کہ انھیں کامیابی بھی ہوتی جاتی ہے - اس حالت کو دیکھکر مجھے تجسس ہوا کہ انکی کامیابی کے اسباب کیا ہیں اور کیونکر اسلام اسقدر تیزی کیساتھ انکی ذریعہ پھیل رہا ہے مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ پہلے اچھی اچھی نصیحتوں اور میٹھی میٹھی باتوں سے ان قبایل کے دلوں میں اپنا سکہ بٹھاتے ہیں - پھر اسلامی تعلیمات کو اُن میں پھیلاتے ہیں لیکن تعجب اس امر پر ہے کہ خود بت پرست اقوام بھی ان مسلمان معلمین کی کوششوں سے خوش ہیں -

غرض سارے بُت پرست اقوام میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ چند ہی روز میں سارے قبایل مسلمان ہو جائینگے - میں اپنے مراسلہ کے خاتمہ پر اُن علما و فضلا کی تعریف و توصیف کئے بغیر نہیں رہ سکتا - جو بت پرستوں کے دل و دماغ سے توہمات اور جہالتیں دور کرنے کے لئے اپنے وطن چھوڑ چھوڑ کر اتنے مسافت ہائے بعیدہ کو طے کر کے آتے ہیں - اور اُن میں علم و لیاقت کو پھیلاتے ہیں - یہ بُت پرست قبایل بھی اُن علماء کے محنت ہائے شاقہ کو جانتے ہیں - چنانچہ یہی سبب ہے کہ یہاں ہر طرف اُن کی

ملفوظات احمدیہ

(از بدر)

اسلام ہی خدا کو واحد لاشریک مانتا ہے اگر یہ مسلمان بھی اس توحید سے الگ ہو گئے۔ تو ان کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔

دوسری قوموں کی تقلید ان کے لئے مبارک نہیں ہو سکتی۔ دوسروں کو اگر بے دینی سے کامیابی بھی ہوتی ہے تو یہ بطور ابتلا ہے۔ ہر شخص سے خدا تعالیٰ کا معاملہ علیحدہ ہے عیسائی قومیں زنا کریں۔ شراب خوری۔ قمار بازی کریں تو یہ ان کے لئے مفید ہو سکتے ہیں لیکن اگر مسلمان ایسے کام کریں تو ان پر ضرور عذاب نازل ہوگا۔ دیکھو ظاہری سلطنت کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ کہ اگر ملازم کسی شورش کے جلسہ میں شامل ہو تو اس کو عبرت ناک سزا دیجاتی ہے۔ پس اسی طرح جو کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ یہ خدا کے خاص بندے ہیں اگر یہ لوگ گستاخی کریں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کریں تو ضرور گرفتار ہوں گے۔ یہ الہام جو ہم کو ہوا۔ وہ وعدہ ٹلنے کا نہیں جبتک خون کی ندیاں چاروں طرف سے بہ نہ جائیں۔ تو اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔ کہ اس کی توحید دنیا سے گم ہو۔ جب مسلمان ہی کفر و شرک کو پسند کرنے لگیں۔ تو پھر دوسری قوموں کا کیا گلا ہو سکتا ہے۔ پہلے گھر صاف ہو۔ تو پھر دوسرے لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے تمام قوموں میں دہریت بڑھتی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی ہستی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اور اول خواہشیاں بعد دردیشاں کے مطابق ہمارا فرض ہے۔ کہ پہلے اپنی قوم کی اصلاح کریں۔ جب مسلمانوں ہی میں ہزاروں گند ہوں۔ تو دوسروں کو کیا کہا جا سکتا ہے۔ جہاد جہاد پکارتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر ہمیں جہاد کرنے کا حکم ہوتا تو سب سے پہلے انہی سے کیا جانا چاہیے تھا۔ یہ عادت اللہ ہے۔ کہ جس قوم کے اندر کتاب ہو۔ پہلے اُسے درست کیا جاتا ہے پھر دوسری قوموں کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے سب سے پہلے قریش کی اصلاح کی۔ پھر یہود و نصاریٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ (یہاں سے یہ اعتراض بھی دور ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مسلمانوں کو ہی کہتے ہیں تم ایسے تم ایسے دوسری قوموں میں سے کتنے مسلمان کئے) مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک جو پورا کلمہ بھی پڑھنا نہیں جانتے جن میں سے وہ بھی ہیں۔ جن کی نسبت آریہ مشہور کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے اتنے مسلمانوں کو آریہ کر لیا۔ پہاڑ میں ایسے آدمی ہم نے بہت دیکھے ہیں جنکو اسلام کی کچھ خبر ہی نہیں اور دوسرے وہ جو مہذب تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں۔ یہ اسلام کو کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نماز کے ارکان پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ نماز روزہ وحشیانہ زمانے کی باتیں ہیں یہ احکام آجکل کے زمانہ میں مناسب نہیں پس ان دونوں گروہوں کی اصلاح سب سے اول ضروری ہے۔ مگر ہم کیا اصلاح کر سکتے ہیں۔ جبتک آسمان ہی سے نہ ہو۔ جن کے کان سننے کے ہوں اسے ہم کچھ بھی سناتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ بیان کردہ سنینگے ہی نہیں۔ یا بات کو دوسری طرف لیجائینگے۔ بے دینی کی ایک زہرناک ہوا چل رہی ہے۔ جس نے کسی کو ہلاک کر دیا کسی کو اندھا کسی کو سُست۔ وہ جو خدا سے تعلق پیدا کرنیوالے ہیں بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ خدا کی ہستی ثابت کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ فرنے تو بہت ہو گئے تھے مگر دہریہ سب سے زیادہ ہیں عظمت الہی مطلق نہیں رہی عظمت کیا ہو جبکہ خدا کے وجود پر ہی پورا یقین نہیں رہا۔

ہر نبی کے زمانہ میں کچھ نہ کچھ خونریزی ہوئی۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض۔

انسانوں کے ہاتھوں پر جو امور مقدر تھے۔ وہ تو ختم ہو چکے اب خدا نے ایسے کل امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ طاعون زلزلے طرح طرح کے امراض مصائب سب خدا کی تلواریں ہیں۔ تعجب ہے کہ حادثے پر حادثے آتے ہیں مصیبت پر مصیبت آتی ہے۔ مگر ہماری جماعت کے سوا دوسرا کوئی ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ سب بلائیں اس لئے ہیں کہ لوگوں کی غفلت دور ہو۔ وہ تضرع اختیار کریں اور سمجھیں کہ خدا ہے۔ دیکھو ہر پہلو سے حادثے واقع ہو رہے ہیں اور ابھی کیا معلوم کہ آگے آگے کیا ہونے والا ہے۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ اب جو کچھ کریگا خدا ہی کریگا۔ جراحی آخری علاج ہے اور علاج تو سب ہو چکے۔ پس یہ آخری علاج ہے اب یا بیمار مرے گا یا صحت یاب ہوگا۔

کئی لاکھ انسان مر چکا ہے۔ مگر عملی حالت دکھاتی ہے کہ ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ نیکی کی طرف سے بہت دور ہیں اور بدی کی جانب قریب ہیں۔ استغفار کرنا چاہیئے۔ آگے قاعدہ تھا۔ کہ مسلمان بادشاہ عام طور پر وباؤں کے وقت انابت الی اللہ اور دعا صدقہ و خیرات کی طرف توجہ لاتے رہتے۔ اب یہ بھی نہیں بلکہ خدا کا نام لینا بھی خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔

سلطان المعظم نے وزراء سے ایک امر کی نسبت مشورہ کیا اور اُسکے متعلق تجویزیں پوچھیں جب سب تجویزیں بیان ہو چکیں تو کہا اور تو سب کچھ کہا مگر یہ کسی نے نہ کہا کہ دعا بھی کرو۔ آخر مسلمان کا بچہ تھا۔ کچھ نہ کچھ خدا پرستی تو تھی۔ سلطان المعظم جمعہ کی نماز کو بھی جاتا ہے۔ فقراء سے بھی نیاز رکھتا ہے اس لئے اچھا ہے۔

خدا تعالیٰ ابتداء زمانہ میں بولا کہ میں تیرا خدا ہوں ایسا ہی اخیر زمانہ میں بھی اس نے فرمایا کہ انا الموجود۔ یاد رکھو کہ وہ ہادی ہے۔ اگر چھوڑ دے تو سب دہریہ بن جائیں پس وہ اپنی ہستی کا ثبوت دیتا رہتا ہے اور یہ زمانہ تو بالخصوص اس بات کا محتاج ہے۔ جس چیز کی حکومت ہو اُسکا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ آجکل اگر صالح آدمی جس نے حق پا لیا ہے۔ خیال پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ضلالت کی حکومت ابھی باقی ہے۔ جب ایسی ہوا چلتی ہے تو سب اسکے اثر سے متاثر ہو جاتے ہیں مومن اگرچہ بچا رہتا ہے۔ مگر دوسروں پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ ضلالت کے رعب کا یہ حال ہے۔ کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ ہیں ان سے مذہب کی نسبت کوئی کچھ نہیں کہتا۔ کہ شاید یہ ناراض ہو جائیں یا مجھ سے ٹھٹھا ہو۔ مگر صحابہ کرام کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ اسلام کے ضعف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شاہوں کو خط لکھ دیا۔ اُس وقت ایسا مہذبانہ زمانہ بھی نہیں تھا۔ نہ یہ اب کی صورت۔ صحابہ نے ان خطوط کو پہنچایا۔ اور ہر سر دربار اپنے عقائد کو کھول کر بیان کیا۔ ایک عیسائی بادشاہ کو جب اسلام کا پیغام پہنچا اور اس نے صحابہ سے کلام الٰہی سنا۔ تو وہ بول اٹھا۔ یہ اس کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ جس نے تورات نازل کی اور کہا۔ اگر اس نبی کے پاس میں جا سکتا۔ تو اس کے قدم چومتا۔ پادریوں کو بلا کر کہا دیکھو اسلام کیسا عمدہ مذہب ہے۔ کیا تم اسے پسند کرتے ہو۔ جب ان سے مخالفت محسوس کی۔ تو کہدیا کہ میں تو تمہیں آزماتا تھا۔ یہ کمزوری دنیا کی حرص کا نتیجہ تھی۔ جن میں دنیا پرستی نہیں وہ حق کہنا اور حق کا اعلان کرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور ان کی خدا مدد کرتا ہے۔

ہماری جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر طبقہ کے انسانوں کو مناسب حال دعوت کرنے کا طریق سیکھے۔

بعض کو باتوں کا ایسا ڈھنگ ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ کہ لیتے ہیں اور اس سے ناراضی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ بعض بظاہر خبیث معلوم ہوتے ہیں۔ جن سے نا امیدی ہوتی ہے۔ مگر وہ قبول کر لیتے ہیں اور بعض غریب طبع دکھائی دیتے ہیں اور ان پر بہت کچھ امید ہوتی ہے۔ مگر وہ قبول نہیں کرتے۔ اس لئے قول موجہ (کہ دلیل یا دلائل جو اپنے ساتھ روشنی رکھنے والا ہو) ضرور ہے۔ جس سے آخر کار فتح ہوتی ہے۔

دہلی میں سخت مخالفت ہوئی۔ آخر میں نے کہا۔ کہ ۱۳۰۰ برس وہ نسخہ (حیات مسیح) آزمایا۔ اس کا نتیجہ دیکھا کہ کئی مرتد ہو گئے۔ اب یہ نسخہ (وفات مسیح) آزما دیکھو۔ دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ایک شخص بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا حق وہی ہے۔ جو آپ فرماتے ہیں۔ غرض قول موجہ بڑی نعمت ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ایہو ہنگی کیہا جو کوئی جانے بول۔ ہر ایک کو ایسی بات کرنی نہیں آتی۔ پس چاہیئے۔ کہ جب کلام کرے۔ تو سوچ کر اور مختصر کام کی بات کرے۔ بہت بحثیں کرنے سے کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ پس چھوٹا سا چٹکلہ کسی وقت چھوڑ دیا۔ جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے پھر کبھی اتفاق ہوا تو پھر سہی۔ غرض آہستہ آہستہ پیغام حق پہنچاتا رہے اور تھکے نہیں۔ کیونکہ آجکل خدا کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق کو لوگ دیوانگی سمجھتے ہیں۔ اگر صحابہ اس زمانے میں ہوتے۔ تو لوگ انہیں سودائی کہتے اور وہ انہیں کافر کہتے۔ دن رات بیہودہ باتوں اور طرح طرح کی غفلتوں اور دنیاوی فکروں سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ بات کا اثر دیر سے ہوتا ہے۔ ایک شخص علیگڈھ کی طرف کا تحصیلدار تھا۔ میں نے اُسے کچھ نصیحت کی۔ وہ مجھ پر ٹھٹھا کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا میں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنے کا۔ آخر باتیں کرتے کرتے اس پر وہ وقت آ گیا۔ کہ وہ یا تو مجھ پر تمسخر کرتا تھا۔ یا چیخیں مار مار کر رونے لگا بعض وقت سعید آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے شقی ہے یاد رکھو۔ ہر قفل کے لئے ایک کلید ہے بات کے لئے بھی ایک چابی ہے۔ جو مناسب طور ہے۔ جس طرح دوائیں کی نسبت مشاہدہ ہے کہ کوئی کسی کے لئے مفید ۲ ۔ ایسے ہی ہر ایک بات ایک خاص پیرائے میں خاص شخص کیلئے مفید ہو سکتی ہے یہ نہیں کہ سب سے یکساں بات کہی جائے۔ یہاں سہولت کو چاہیئے۔ کہ کسی کے بُرا کہنے کو برا نہ منائے بلکہ اپنا کام کئے جائے اور تھکے

۲ اور کوئی کسی کے مفید ہے

محرم الحرام

محرم الحرام پر معزز ہمعصر وکیل نے ایک قابل قدر آرٹیکل لکھا ہے اصلاحی نظر سے ہم اسے ضروری سمجھتا ہوں کہ الحکم میں چھاپ دیا جاوے اس لئے ذیل کے صفحہ میں اس مضمون کو نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

محرم الحرام

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ!

میکس مولر کہتا ہے کہ مذاہب کی ابتدائی صداقت سے ہوتی ہے مگر انتہا توہمات پر اور صرف میکس ہی نہیں کہتا دنیا کی ہزاروں برسوں کی تاریخ مذاہب اور صدیوں کے استقراء کا فلسفہ تاریخ بھی یہی کہتا ہے محقق دنیا یقین کرتی ہے کہ تمام مذاہب عالم کی ابتدا وحدت الٰہی و تہذیب نفوس کی تعلیم سے ہوئی۔ مگر آج کتنے مذہب ہیں جو اپنی انتہا کو ابتدا سے تطبیق دیتے ہوئے شاد کام نظر آسکتے ہیں! ہندوازم کی بنیاد یقیناً صداقت توحید نے ڈالی تھی مگر ہندوستان کی سرزمین قرون وسطیٰ میں سب سے بڑا بت کدہ بنی مسیح نے کہا کہ اس ایک باپ کے آگے جھکو جسنے سب کچھ پیدا کیا لیکن ابھی ایک نصف صدی بھی ابھی نہیں گذری تھی کہ باپ کو بیٹے اور روح القدس کے کبوتر کیلئے تخت الوہیت میں جگہ نکالنی پڑی یہ مصائب توان مذاہب سے دوچار ہوئے جنکی تعلیم ہی مشتبہ اور پیچیدہ طرز بیان میں ملفوف تھی جنکے اعمال و لین میں غلط فہمی اور فریب خوردگی کا کافی سامان موجود تھا جنہوں نے فقط توحید فی الذات اور توحید فی العبادت پر ہی زور دیا تھا اس لئے اگر ایسا ہوا تو وقوع گو کتنا ہی دردانگیز ہو مگر اعجوبہ زا نہیں ہے مگر عجائبات عالم کی فہرست میں سب سے بڑا حیرت انگیز واقعہ یہ نظر آئیگا کہ جس مذہب کی تولید کا اصلی سبب صداقت اور حقایق کی حمایت تھی جسنے اپنی صاف اور غیر پیچیدہ تعلیم میں غلط فہمیوں کی گنجایش نہیں رکھی جو دنیا میں فقط اسلئے آیا کہ توہمات اور شرک کو ہمیشہ کیلئے ضعیف کر دیوے ڈالی شکست دیدے اور جسکی توحید فی الصفات کی صدا رعد آسا سے فضائے عالم گونج اٹھا آج اسکی انتہا بھی اوروں کیطرح ابتدا سے بالکل متضاد ہے مسیح کی تعلیم مسخ ہو کر پولوس کی شرکیات میں مدغم ہو گئی ہندوازم عالیشان مندروں اور سنگین بتوں کے ہجوم میں چھپ گیا اگرچہ اسکی حالت یہانتک متغیر نہیں ہوئی مگر یہ کیا کم جگر دوز سانحہ ہے کہ خصوصیات مٹ گئی ہیں اصلیت پر رسم و رواج کا برقع اوڑھ دیا ہے توہمات خط پیشانی ہیں اور شرک آمیز کثافت سے روشن مطلع تاریک ہو گیا ہے۔

یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا اشارہ کسطرف ہے؟ مذہب اسلام نے اپنی اصلاح کی بنیاد توحید کامل اور حقایق و اصلیت کی روشن سرزمین پر رکھی تھی لیکن کتب خانوں سے باہر نکلکر دیکھتے ہیں تو توہمات غلط فہمی رسم و رواج اور شرک آمیز اعمال کا کثیف ابر ہر طرف چھایا ہے اور قریب ہے کہ ایک نیا مذہبی ظلمت کدہ تیار ہو حقیقت کی آنکھیں کیوں نہ خونبار ہوں؟ اصلاح کے جگر میں کیوں نہ ٹیس اٹھے کہ یہ حالت پیروان قرآن کی ہے وہ قرآن جو چھٹی صدی عیسوی کی عام تاریکی میں ایک شعلہ نور بنکر درخشندہ ہوا جسنے دنیائے قدیم کی تمام توہمات اور عقلی غلط فہمی کو آگ لگادی جسنے پورے بچے ازمنہ مظلمہ کے جہل و توہم پر فتح پائی اور جو دنیا میں ایک ہی غیر مادی تحریک ہے جسنے پوری صداقت کیساتھ عقل انسانی کیلئے ارتقا کامل کی راہیں کھولیں اور انسان کو پستی اور مذلت سے نکالنے کیلئے صدیوں تک کار ہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔

سب سے زیادہ اسلام مسلمانان ہند کا رہین آزار ہے انہوں نے اپنا اصلی مرکز چھوڑ کر بالکل بے تعلق ہو گئے فتنہ تاتار نے اسلامی دارالخلافہ کی اینٹیں بجا دیں مگر انکو خبر نہ ہوئی اسپین میں ہشت صد سالہ اسلامی تمدن وحشیانہ سفاکی سے ذبح کیا گیا مگر انہوں نے گردن موڑ کر دیکھا تک نہیں کہ یہ کس کے خون کی چھینٹیں اڑ رہی ہیں اس بے تعلقی کا یہ نتیجہ نکلا کہ آہستہ آہستہ خصوصیتیں چھوڑنے لگے اور بت پرستوں کے مراسم بسب دوامن میں بیٹے لگے یہ وہی دامن تھے جو کبھی اسلام کے آگے پھیلائے جاتے ہیں مگر یہ ہندوستان کی ملکی جہل و توہم کے کانٹوں سے لبریز ہونے لگے بے تعصبی اور فیاض طبعی جو مسلمان حکمرانوں اور فاتحوں کا خاصہ تھا اسنے اس شکست و بت کیلئے راستہ صاف کر دیا محکوم اقوام سے مساویانہ سلوک ہونے لگا اور میل جول و مراسم صحبت نے تھوڑے ہی دنوں میں ایسا اثر ڈالا کہ اسلام کی صورت متغیر ہو گئی آج ہندوستان کے رسمی اسلام کو دیکھتے ہیں تو حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اللہ اکبر! یہ وہی اسلام ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور جسنے عراق کے گہوارے میں نشو و نما پائی تھی لباس از فرق تا بقدم ہندوستانی رسم و رواج اور جلوع توہمات میں غرق ہے قرون اولیٰ کی پاک نژاد اگر آج قبروں سے اٹھیں تو شاید پہچان بھی نہ سکیں ابن جبیر اور بطوطہ کو بھی گھنٹوں اسکو پہچاننا پڑے۔

ہندوستان میں اس عرب کے مسافر پر جو مصیبتیں آئیں انکا فسانہ غم بہت طولانی ہے بغیر ارادہ کے دل درد آشنا نے اتنی تمہید سنا دی ورنہ آج ہمیں صرف ماہ محرم الحرام کے ہندوستانی بدعات و مراسم کی نسبت کچھ عرض کرنا تھا یہ مہینہ جاہلیت عرب میں خاص عظمت اور اہلیت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ تمام جھگڑے اور لڑائیاں بند کر دی جاتی تھیں امن قائم ایکماہ کیلئے جنگجو عرب کو امن دوست بنا دیا تھا اسلام نے بھی عرب کے اس تخیل کو قایم رکھا اور اس مہینے کی عظمت پر اور زیادہ زور دیا اس واقعہ کا نتیجہ تو یہ ہونا تھا کہ مسلمانوں کیلئے محرم صحیح معنوں میں محرم الحرام ہوتا اسکی حرمت اور عظمت کیجاتی۔ اعمال حسنہ میں ہر شخص مصروف نظر آتا اور اسلامی سنین کا آغاز خیر و برکت کی جگہ سے ہوتا مگر صد حسرت و مایوسی کہ حالت بالکل نقیض اور بالکل متضاد ہے۔ محرم کا آنا گویا مسلمانوں کیلئے باب بداعمالی کا افتتاح ہے بدعات کی تو مسلمانوں پر حکومت ہے مگر محرم کا چاند اذن عام کے پروانہ کا کام دیتا ہے اس پروانہ کے ملتے ہی ہماری تمام سوسائٹیاں یکایک بدل جاتی ہیں بدعات اور شرک آمیز افعال کا بادل جھمکر برسنے لگتا ہے فسق و فجور اور بدافعالی کا علانیہ بازار گرم ہو جاتا ہے۔ تعزیے سینکڑوں روپوں کے صرف سے تیار کئے جاتے ہیں وہ بانس کی کھپچیوں اور کاغذ یا کپڑے کے سوا کچھ نہیں ہوتے مگر چند دنوں کیلئے ہر قسم کی قدرتوں اور طاقتوں کو خدا سے چھین کر ان کے سپرد کر دی جاتی ہیں اور اسطرح خدا کی تمام مخصوص صفات انکے لئے وقف ہو جاتی ہیں ہزاروں انسان انکے آگے سجدے کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں اپنی مرادیں پیش کرتے ہیں اور پھر اکھاڑوں اور اسباب لہو و لعب کیساتھ وہ کاغذوں کے بنائے ہوئے بت کدے سڑکوں میں پھرائے جاتے ہیں عورتوں کو عقیدت مندانہ جوش کیساتھ بہار دیدی جاتی ہے کہ ان توحید سوز ہنگاموں کا تماشا دیکھیں آرایش و تزئین کیساتھ وہ نکلتی ہیں اور ناگفتہ بہ حالات پیش آتے ہیں فتنہ گران بازاری کیلئے محرم کے ہنگامے بہترین تجارت گاہیں ہوتی ہیں ان کے حیا سوز کرشموں سے ان ہنگاموں میں دلچسپی پیدا کیجاتی ہے اور بالخصوص لکھنؤ میں جسطرح دلچسپی پیدا کیجاتی ہے۔ اسکا نظارہ ایک ذکی الحس مسلمان کے دل و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے یہ ہنگامے جب شہروں میں برپا ہوتے ہیں تو نبی عرب اور قرآن عربی کی پیروی عجیب حالت میں دکھائی دیتی ہیں کوئی کاغذ کے بتوں کی پرستش میں مصروف ہوتا ہے کوئی استاسعند ہوتا ہے کیونکہ اسکی روح کو انسان بننے کی ذلت دی گئی اس لئے رنگ و روغن اور مصنوعی چہروں سے مدد لیکر خرس و پلنگ کی صورت اختیار کرتا ہے شائستہ قومیں دیکھ دیکھ کر ہنستی ہیں اور کہتی ہیں کہ دنیا کی عالمگیر اصلاح کے مدعی مذہب اور اسکے پیروؤں کا دلپذیر تماشہ ہے

فما جوٰی علی المسلمین، وما لذی دقع بهم من علیین الی اسفل السافلین

اسلام ہر جگہ بگڑا اسلامی ممالک کے کس حصہ میں اسکی اصلیت قایم رہی! مگر محرم کے یہ بیہودہ مناظر فقط ہندوستان ہی کے حصہ میں آئے تھے چشم بصیرت اگر خونکا دجلہ بہاوے تو کچھ بیجا نہیں کہ قرآن کی دعوت کو اس سفاکی کیساتھ ملیامیٹ کیا گیا ہے کہ اصلیت کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی سمجھ میں نہیں آتا مسلمانوں نے توحید کا کیا مطلب سمجھ رکھا ہے اگر صرف خدا تعالیٰ کی وحدت کا اقرار اور اسکو عبادت کا مستحق سمجھ لینا ہی اصل توحید ہے تو اسلام سے پہلے بھی انکار جو دیا پایا جاتا تھا کسی ایسے ہندو کو ڈھونڈھ کر نکالو جو جہل و توہم کا ایک ہی نمونہ ہو اس سے کہو کہ تم جو خواہ کتنا ہی بت پرستی کا شایق ہو مگر کبھی مٹی اور پتھر سے بنائے ہوئے بتوں کو خالق کون و مکان نہیں بتلائیگا سومنات جاؤ اور پارسیوں کو دستور اعظم سے اور وہ بھی یہی کہیگا کہ آگ مظہر ایزدی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں عرب جاہلیہ بھی بتوں کو وسیلہ تقرب اور شفاعت کنندہ سمجھتے تھے کسی ان دیکھی ہستی کے وجود سے انکو بھی انکار نہ تھا اسلام نے سب سے پہلے یہ ندا بلند کی اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ سب کام خدا ہی کے اختیار میں ہیں۔ اور کہا کہ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ۔ خدا ہی کو پکارنا سچی پکار ہے جو لوگ اسکے سوا دوسرے بنائے ہوئے معبودوں کو پکارتے ہیں وہ انکی کچھ نہیں سنتے۔ پھر کہا کہ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ کیا تم نے خدا کے سوا دوسرے کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے جو اپنے ذاتی نفع و نقصان کو بھی مالک نہیں اسے پیغمبر انسے کہو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہکر اس نے تمام طاقتوں اور ہر قسم کی قدرتوں کو خدا کیلئے مخصوص کر دیا اور کہدیا کہ اسکے دربار میں کسی شافع یا وسیلہ کی ضرورت نہیں پس جو لوگ منہ سے شہادتین کا اقرار کرتے ہیں مگر تعزیوں، نشانوں اور قبروں کے آگے منتیں اور مرادیں لیجاتے ہوئے نہیں جھجکتے یا ان چیزوں کا مافوق البشر احترام بجالاتے ہیں کیسے کہیں کہ وہ اسلامی توحید پر عامل ہیں اسی بزرگوں کی مفرط عظمت اور انسے منسوب اشیا کی غیر معمولی عزت نے تمام مذاہب سابقہ کو مبتلائے شرک کیا یہی عزت بڑھتے بڑھتے پرستش بن جاتی ہے اور آخر میں انسانی دلوں کو اصلی عبادت سے پھیر کر صرف اپنی ہی طرف لگا لیتی ہے یہی خوف تھا جسنے آنحضرت سے کہلوایا کہ لعن اللّٰه الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد یعنی یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا

مسلمانو! خدا کیلئے اپنے شائستہ مذہب کو اپنے ہاتھوں ذلیل نہ کرو محرم کی حرمت کو رام لیلا کا موسم نہ بناؤ تعزیوں کی پرستش عام فسق و فجور لہو و لعب اور حیا سوز آوارگیاں کاش صرف تم ہی کو بدنام کرتیں مگر افسوس کہ انکا اثر اسلام تک پہنچتا ہے اور اغیار و اجانب اسلام کو ان افعال کے پردے میں چھپا ہوا دیکھکر تمیز نہیں کر سکتے ہر تعلیم یافتہ مسلمان کا فرض ہے کہ انکے انسداد کیلئے اپنی تمام طاقت سے کام لے اسلام کو ازمنہ مظلمہ کا رومن کیتھلک مذہب بنانا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے جسے نظر اغماض سے دیکھا جائے ہر سال اسلامی تعلیم کی بربادی کا یہ دردانگیز منظر ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم سرسری نظر ڈالکر آگے بڑھ جاتے ہیں یہ حالت کب تک رہیگی اور کب تک اسلام کا بے دردانہ خون کیا جائیگا سب سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ یہ افعال قبیحہ ہر جگہ زیادہ تر اہلسنت کیلئے مخصوص ہیں حالانکہ اندورنی تعلیم میں کوئی اشارہ ان مزخرفات کی نسبت نہیں پایا جاتا اس مضمون میں ہمارے روئے سخن اگرچہ عام ہیں مگر اہل سنت سے خاص طور پر التماس کرتے ہیں برادران شیعہ کو مشورہ دینے کا ہمیں حق نہیں مگر اتنا ضروری کہیں گے کہ اگر حضرات ائمہ کے مجموعہ ارشادات اور قدما کی تصنیفات کو مطالعہ کی تکلیف گوارا کریں تو مروجہ مراسم محرم کا ایک بڑا حصہ انہیں چھانٹ دینا پڑے۔

محرم حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی جانفرسا شہادت کی یادگار ہے انکو چاہیے کہ اس جگر گوشہ رسول کی لائف کا چشم خونبار سے مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ یہ زندگی صفات حسنہ کی کن عجیب نظیروں سے پر ہے۔

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا۔

نمبر ۱۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۰۸ء مطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

تعلیم الاسلام عمارت فنڈ

تعلیم الاسلام سکول کی عمارت کے سوال کو مدنظر رکھکر قوم کو ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ آگاہ کیا گیا ہے اور مدرسہ کی ضروریات نے مجبور کر دیا ہے کہ مدرسہ کو اس کھلی زمین میں لے جائیں جو آبادی سے باہر اس مقصد کے لئے پچھلے سالوں میں خریدی گئی ہے ... مدرسہ کی اپنی ضروریات ہی اس امر کی داعی نہیں بلکہ سلسلہ کی بعض اور ضروریات نے مجبور کر دیا ہے کہ مدرسہ اور بورڈنگ کی عمارت کو باہر لایا جاوے۔ کیونکہ مہمان خانہ کی ضروریات الگ وسعت مکان کو چاہتی ہیں اور لڑکیوں کے مدرسہ کے لئے بجائے خود ایک مکان کی حاجت ہے اس وقت جس مکان میں مدرسہ ہے وہ اپریل ۱۹۰۸ء سے خالی کرا لیا جاوے گا۔ کیونکہ صرف ایک ہی سال تک کے لئے ایک بھائی نے لڑکیوں کے سکول کے لئے مکان کے دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہاں قادیان میں مکانات ملنے مشکل ہو رہے ہیں۔ اور اپریل تک زنانہ سکول کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام ہو جانا چاہئے۔ ایسا ہی بورڈنگ ہوس کی ضروریات جب مدرسہ منتقل ہو کے لئے ... عمارت پکار رہی ہے

غرض

سلسلہ تعلیم الاسلام میں عمارت کا سوال بڑا ہی اہم اور ضروری ہے اس ضرورت پر اب زیادہ بحث کی حاجت نہیں اب ضرورت ہے اس امر کی کہ جسقدر جلد ممکن ہو تعمیر فنڈ میں کافی روپیہ جمع ہو جاوے تو کام شروع کیا جاوے۔ انبالہ کی جماعت نے جس اولوالعزمی سے اس فنڈ میں حصہ لیا ہے وہ نہایت قابل قدر ہے۔ چودھری رستم علی صاحب نے انبالہ سے لکھا ہے کہ ایک مہینے کی پوری آمدنی کا مطالبہ کرنا چاہئے تھا۔ اور جیسا کہ ناظرین کو جماعت انبالہ کی فہرست سے معلوم ہوا ہوگا وہاں کی جماعت کے افراد نے ایک ایک ماہ ہی کی آمدنی اس مد میں دی ہے۔ بجز ایک بھائی کے جنھوں نے ½ حصہ دیا ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ بھی اس ضرورت کے اہم اور اشد ہونے کو تسلیم کر کے پورے ہی مہینے کی آمدنی دیدیں تاکہ انبالہ کی جماعت اس امر میں ممتاز نظر آوے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ مدرسہ کی عام اغراض اور میگزین کی مفت اشاعت کے لئے بھی تحریک ہوتی مگر یہ سمجھکر کہ ایک ہی وقت میں مختلف تحریکوں سے نتیجوں ہی ادھورے نہ رہیں صرف

عمارت فنڈ

کی تحریک کی گئی تھی اور میگزین کے متعلق ایڈیٹر الحکم نے قوم کو توجہ دلائی تھی کہ یورپ اور امریکہ میں اس کی بہت سی کاپیاں مفت جانی چاہئیں۔ انبالہ کی جماعت نے اس تحریک کو ساتھ رکھ لیا ہے۔ اور ۲۶ رسالوں کے لئے اپنے انتظام کر دیا ہے۔

بہرحال انبالہ کی جماعت کے اسوہ پر اگر قوم نے قدم مارا تو چالیس ہزار کیا ایک لاکھ جمع ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے چار لاکھ کی جماعت میں یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں فیروزپور کی انجمن احمدیہ کی چٹھی بھی قابل قدر اور شکر گذاری کے لائق ہے۔ فیروزپور کی انجمن کے ایک سرگرم ممبر چودھری محمد حیات خان صاحب سب انسپکٹر مندرجہ ذیل خط بھیجتے ہیں اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب نے اشاعت میگزین کے سلسلہ میں بھی پانچ خریدار دئیے ہیں اور آئندہ وہ سعی کر رہے ہیں بہرحال اُن کا خط یہ ہے

آپ کی تجویز متعلق طیاری عمارت مدرسہ واقعی نہایت عمدہ ہے اور فی الحقیقت اُس قوم کے آگے جو آخرین منہم کی مصداق ہے۔ اور ایسے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔ جس نے اس زمانہ میں اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ میرا اپنا ایمان گواہی دیتا ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ اس ارادہ میں کامیاب ہو جاویں گے مختلف مقامات پنجاب ہندوستان میں بڑی بڑی کثیر التعداد کی انجمنیں ہیں۔ یہاں فیروزپور میں چند آدمیوں کی ایک چھوٹی سی انجمن ہے۔ اور ایک پودہ کی طرح ہے۔ جو ابتدا ً کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ آج اتوار کے دن آپ کی مرسلہ تجویز کو پیش کر کے کہا گیا۔ کہ واقعی اس عمارت کا شروع ہونا

چندہ وجوہات سے جس کا ذکر جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر نے موقعہ جلسہ سالانہ پر کیا تھا۔ نہایت ضروری ہے۔ میں نے اپنی نصف تنخواہ کا دینا منظور کر کے تحریک کی تو آناً فاناً ہر ایک بھائی نے اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ماہواری پیش کر دیا۔ کیونکہ عموماً اصحاب یہاں کے ۵ روپیہ سے کم تنخواہ والے تھے۔ اور بیرونجات میں سکرٹری صاحب انجمن کو مامور کیا گیا کہ وہ جماعت زیرہ ضلع فیروزپور سے فراہمی چندہ کے ساعی ہوں انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ یہاں سے ہمت ہو سکی۔ کی جاوے گی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ یہ سلسلہ خود اُس کا قائم کردہ ہے۔ مجھے ایسے ایسے ذی وجاہت اصحاب اس سلسلہ میں دکھائی دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے نام پر ایک ایک کمرہ بنوا سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ وہ کرایہ کے خواہاں ہوں۔ خدا کرے اُن کے دل میں یہ اُمنگ پیدا ہو سکے وہ بہت جلد اپنے نام پر کمرہ کی طیاری کا بندوبست کریں۔

اسی سلسلہ میں تیسرا خط انجمن احمدیہ کپورتھلہ کا ہے جو بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نامہ نامی مطبوعہ درباره فراہمی چندہ پینتیس ہزار روپیہ بنا پر تعمیر عمارت مدرسہ وغیرہ موصول ہوا۔ انجمن احمدیہ کپورتھلہ احباب کی اس تجویز کو کہ ہر ایک احمدی اپنی تنخواہ آمدنی ماہوار کا دسواں حصہ دے نہایت پسند کرتی ہے۔ بے شک یہ بہت ہی سہل طریق ہے جس کی ادائیگی کے لئے چار اقساط تک کی آزادی بھی ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر اس پر عملدرآمد شروع کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد وصولی قسط وار یہاں سے روپیہ پہنچتا رہے گا اور میں اندازاً عرض کرتا ہوں کہ قریباً دو سو روپیہ یا کچھ زیادہ انجمن احمدیہ کپورتھلہ کی معرفت پہنچ جائے گا والسلام۔

اِن خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ تحریک شروع ہے اور ابھی لاہور۔ سیالکوٹ۔ وزیرآباد۔ پشاور۔ ضلع جالندھر۔ لودہانہ۔ وغیرہ کی انجمنوں سے قابل اطمینان جواب پہنچنے کی توقع ہے جیسے جیسے خطوط آتے جائینگے وہ درج اخبار ہوتے رہینگے۔

لیکھرام کا مباہلہ

اگرچہ گذشتہ اشاعت میں لیکھرام کے مباہلہ کو میں درج کر چکا ہوں۔ اور اس کے مباہلہ میں سے بہت سی بیہودہ اور دور از کار باتوں کو چھوڑ دیا گیا تھا تاہم محض اس خیال سے کہ نادان کو اس پر حرف رکھنے کا موقع نہ ملے اس کی اپنی کتاب نسخہ خبط احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۳۴۴ و ۳۴۵ کو نقل کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کتاب پر لیکھرام کے اپنے دستخط بھی ہیں۔ اور وہ یہ ہے

(خاتمہ مباہلہ) غلام احمد ۲۵۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئیں۔ تو آخر الحیل مباہلہ ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارت کر آئے ہیں مباہلہ کے لئے وید خوان ہونا ضروری نہیں ہاں باتمیز اور ایک باعزت اور نامور آریہ ضرور ہے جس کا اثر دوسروں پر بھی پڑ سکے سو سب سے پہلے لالہ مرلیدھر صاحب اور پھر لالہ جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور اور پھر کوئی اور دوسرے صاحب آریوں میں سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں مخاطب کئے جاتے ہیں۔

آریہ چونکہ ہمارے مکرم و معظم ماسٹر مرلی دھر صاحب و منشی جیونداس صاحب بہ سبب کثرت کام سرکاری کے عدیم الفرصت ہیں بنابران اپنے اونشاء اور اُنکے ارشاد سے اس خدمت کو بھی نیازمند نے اپنے ذمہ لیا۔ پس کسی دانا کے اس مقولہ پر کہ دروغگو را تا بدروازہ باید رسانید عمل کر کے مرزا صاحب کی اس آخری التماس کو بھی منظور کرتا ہوں اور مباہلہ کو یہاں پر طبع کرا کر مشہور۔

میں نیاز التیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ صاحب شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ ہذا اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اول سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اور اُس کے دلایل کو بخوبی سمجھ لیا۔ بلکہ اُن کے بطلان کو بروے ست دھرم خود رسالہ ہذا میں شائع کیا۔ میرے دل میں مرزا جی کی دلیلوں نے کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ اور نہ وہ راستی سے متعلق ہیں میں اپنے جگت پتا پرمیشور کو ساکھی جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جیسا ہر چہار وید مقدس میں ارشاد ہدایت بُنیاد ہے اُس پر میں نخستہ یقین رکھتا ہوں کہ میری روح اور تمام ارواح کو کبھی نیستی یعنے قطعی ناش نہیں ہے اور نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ میرے روح کو کسی نے نیست سے ہست نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ سے پرماتما کی اناوی قدرت میں رہا اور رہے گا۔ ایسا ہی میرا جسمی مادہ یعنے پرکرتی یا پرمانو بھی قدیمی یا انادی پرماتما کے قبضہ قدرت میں موجود ہیں کبھی مفقود نہیں ہونگے۔ اور تمام جگت کا سرجن ہار ایک ہی کرتار ہے دوسرا کوئی نہیں سیکں پر میشر کی طرح تمام دنیا کا مالک یا صانع نہیں ہوں۔ اور نہ سرب بیاپک ہوں۔ اور نہ انتریامی

بلکہ اُس مہان شکتی مان کا ایک ادنیٰ سیوک ہوں مگر اُس کے گیان اور شکتی میں ہمیشہ سے ہوں معدوم کبھی نہیں ہوا اور نہ کوئی عدم خانہ کہیں ہے۔ بلکہ کسی چیز کو عدم نہیں۔ ایسا ہی وید کی اس انصافانہ تعلیم کو بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مکتی یعنے نجات کرموں کے مطابق مہاکلپ تک ملتی ہے۔ بعد اُس کے پرماتما کے نیاے کے مطابق پھر جسم انسانی لینا پڑتا ہے۔ محدود کرموں کا بے حد پھل نہیں ہے۔ میں ویدوں کی ان سب تعلیموں کو دلی یقین سے مانتا ہوں کہ پرمیشور جڑ نہیں اور نہ جڑھ جگت پرمیشور ہے۔ اور نہ پرمیشور کی ذات سے یہ جگت بطور حصہ کے بنا ہے۔ اور نہ کن فیکون سے۔ بلکہ پرمیشور کے قبضہ میں سرب شکتی مان ہونے سے یہ مادہ جگت کا ہمیشہ سے ہے اور رہے گا۔ کبھی کوئی شے ناش مطلق نہیں ہوتی۔ ہاں رنگتیں۔ حالتیں اور کیفیتیں بدلتی ہیں اور اصلیت مادہ کی کبھی نیست نہیں ہوتی۔ میں یہ بھی مانتا ہوں۔ کہ پرمیشور گناہوں کو بالکل نہیں بخشتا ہے۔ بلکہ انصاف قدیم کے سبب سے سب کو مطابق اعمالوں کے سزا و جزا دیتا ہے۔ میرا کسی کی شفاعت یا سفارش پر بھروسہ نہیں کیونکہ میں خدا کو راشی یا ظالم نہیں جانتا اور میں وید کے رو سے اس بات پر کامل و صحیح یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشور کا گیان ہے اُن میں ذرا بھی غلطی یا جھوٹھ یا کوئی قصہ کہانی نہیں اُن کو ہمیشہ ہر نئی دُنیا میں پرماتما جگت کی ہدایت عام کے لئے پرکاش کیا کرتا ہے۔ اس سرشٹی کے آغاز میں جب انسانی خلقت شروع ہوئی پرماتما نے ویدوں کو شری اگنی شری وایو شری آدت شری انگرہ جیو چار رشیوں کے آتماؤں میں الہام دیا۔ مگر جبرئیل یا کسی اور چیٹھی رسان کی معرفت نہیں بلکہ خود ہی۔ کیونکہ وہ آسمان یا عرش پر نہیں بلکہ سرب بیاپک ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ پرمیشور کامل ہے پس اُس کا الہام بھی کامل زبان میں ہونا چاہئیے بدیہہ صدہا فضلا و علما غیر ممالک کی شہادت سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سنسکرت سب سے کامل ہے۔ پس وید ہی سب سے کامل اور مقدس گیان کی پستک ہیں۔ آریہ ورت سے ہی تمام دُنیا نے فضیلت سیکھی آریہ لوگ ہی سب کے اُستاد اول ہیں کیونکہ تواریخ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر (۵۔ ۶ ہزار برس میں) آئے ہیں۔ اور توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ

کُتب لائے ہیں بیک دلی یقین سے اُن پُستکوں کے مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے زبان شناس اُن باتوں کے جو وید مقدس اپ نشدوں یا شاستروں میں درج ہیں اُن کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی اصلی الہام کے بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں میرا پورا یقین ہے کہ ایشور کا الہام یا گیان نہیں بدلتا۔ اور نہ اُس میں غلطی یا دھوکا یا ظلم ہوتا ہے۔ اس واسطے اُس میں کمی بیشی کو بھی مادہ نہیں مگر چونکہ توریت زبور انجیل قرآن باہمی ناسخ و منسوخ اور تغیر و تبدل سے بھری ہوئی غلطیوں سے مملو اور جور و ستم کے ہادی ہیں اُن کی سچائی کی دلیل سوائے طمع یا لڑائی یا تلوار کے اُن کے پاس کوئی نہیں اس واسطے وہ سچے نہیں ہیں کیونکہ راستی لاتغیر ہوتی ہے اور اُن میں صدہا مقام پر تغیر و تبدل ہے پس ناراستی کے پھیلانے والا اور جھوٹ کو ترقی دینے والا سچا کبھی نہیں ہو سکتا۔

چونکہ سچائی ویدوں سے نکلتی ہے اور وید آریہ ورت میں ظہور پذیر ہوئی پس بجید انند پرماتما کا کامل گیان سب سے پہلے آریہ ورت میں ہوا۔ بعد ازاں اور ملکوں میں پھیلا اور رشی لوگ بھی متفرق اوقات دور دراز ملکوں میں جا کر ست دھرم کا اپدیش سُناتے اور غیر آبادیوں کو آباد بناتے رہے۔ جیسا کہ اب سوامی دیانند جی مہاراج نے کیا اُن کا امریکہ میں بھی جانے کا ارادہ تھا مگر آریہ ورت کی مذہبی اصلاح نے اُنھیں فرصت نہ دی۔ جس طرح میں توراستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی میں قرآن اور اُس کے اصولوں و تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں یا راستی اور علمیت کے قطعی ورودھ۔ اُن کو غلط اور جھوٹا جانتا ہوں۔ لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد ہے۔ وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور اُس کی سب تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے خواہ وہ راستی اور معقولیت اور علمیت کے کس قدر برخلاف ہوں جس طرح میں قرآن وغیرہ کو پڑھکر غلط سمجھتا ہوں ایسے وہ اُمی محض سنسکرت سے اور ناگری سے محروم مطلق عربی کے گھمنڈ میں بجھلا ہوا بغیر دیکھنے یا سمجھنے ویدوں کے ویدوں کو غلط سمجھتا ہے۔ جس طرح بعض فضلاء اسلام کے ترجمہ سے اُسے مُلزم بناتا اور قرآن کی اصلی عبارت کو سنداً لاتا ہوں ویسے ہی وہ غیر مذاہب کے غیر مستند ترجموں کو خود پڑھکر نہیں بلکہ سُنے سُنائے یا افواہی طور پر لکھکر بے تمیز حوالوں سے چھپواتا ہے

اور لوگوں کو دھوکے میں پھنساتا ہے۔

اے پرمیشور ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور جو پر راست دھرم ہے اُس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار سے معقولیت اور دلایل کے اظہار سے جاری کرا اور مخالف کے دل کو اپنے ست گیان سے پرکاش کر تاکہ جہالت و تعصب و جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ (راقم آپ کا ازلی بندہ لیکھرام شرما سبھا سد آریہ سماج پشاور حال اڈیٹر آریہ گزٹ فیروزپور پنجاب)

حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ اور مشرقی

مشرقی تخلص ایک سکھ شاعر کا ہے جس کا نام گنڈا سنگھ ہے اس نے جیب جی کے ساتھ ایک نظم حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کی شان میں لکھی ہے حُسن اعتقاد الگ چیز ہے وہ انسان سے جو چاہے کرا لے۔ مگر واقعات نفس الامری کو شاعرانہ مذاق میں بالکل چھوڑ دینا خصوصاً مذہبی شاعری میں ایک دیندار کے لئے نہایت ہی قبیح امر ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ باوا صاحب کی تعریف نہ کی جاوے ضرور کی جاوے اس لئے کہ وہ ایک راست باز حق جو اور حق گو تھے مگر ان کی وہ تعریف کرنا جس کے وہ سزاوار ہوں اور نہ مدعی اخلاق اور راست بازی کے خلاف ہے اور پھر ایسی تعریف کرنا جو کسی فریق کے لئے موجب دل آزاری ہو اور بھی شرمناک ہے۔ مشرقی صاحب نے باوا صاحب کی تعریف میں جو نظم کہی ہے اس کے چند شعر یہ ہیں:-

امام رُسل قدوۃ الانبیا — شفیع الامم زبدۃ الانبیا
سر سروران سرورِ مقبلاں — شہ عارفاں مرشد کاملاں
غرض بے شمار انکی ہیں معجزے — زبان قلم کیا ادا کر سکے
ملا جب شرف ان کو معراج کا — رہے زیر صد سدرۃ المنتہا
ہوئے چرخ بالا سے بالا گئے — وہاں چھوڑ بالا کو اقصیٰ گئے
نہ بالا رہا بلکہ مردانہ بھی — رہی طاقت نہ نہیں پرواز کی
وہ درگاہ نور اعلےٰ نور تھے — تجلے میں مانند صد طور تھے
ہوئے جب تجلی میں قدرت کے گم — معاً گوش میں آئی آواز قم
ہویدا ہوا نور رب جلیل — ندا ہوئی نت غیب سے کای خلیل
یہ ساغر ہے زندگی نوش کر — جو ارشاد ہو غیب سے گوش کر
ہوئے جس قدر پیشتر انبیا — تجھے سب کا سردار ہم نے کیا

ان اشعار کو پڑھکر سکھ بھی تو خوش نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ باوا نانک کو خدا کا رسول ہرگز یقین نہیں کرتے اور نہ سکھ ازم کا یہ اصول ہے کہ وہ مسئلہ رسالت والہام کا اقرار کریں اُن کے ہاں کوئی آسمانی اور الہامی کتاب نہیں۔

پھر جبکہ وہ رسالت ہی کے منکر ہیں تو باوا صاحب کو خیر الرسل اور سرور مقبلاں وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا دراصل

باوا صاحب کا تمسخر اُڑانا ہے

جو ہمارے نزدیک سخت گناہ اور توہین ہے ایک راستباز کی۔ مثلاً مشرقی صاحب کے والد صاحب کو جو ایک انسان ہے یہ کہدیا جاوے کہ وہ تو جن ہے تو کیا مشرقی صاحب خوش ہو جائیں گے یا خود مشرقی صاحب کو۔ شاعر ہے یہ کہدیا جاوے کہ وہ زار روس ہیں تو کیا مشرقی صاحب اس سے خوش ہو جائیں گے بلکہ وہ صاف اقرار کریں گے کہ یہ میری ہنسی اُڑائی گئی ہے۔

اسی طرح پر باوا صاحب کے متعلق ان صفات کو موصوف کرنا جس کا انھوں نے خود کبھی دعوے نہیں کیا اور نہ ان کے معتقدین نے کبھی ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھا) ان کی ہجو ہے نہ مدح۔

اور یہ **مشرقی** صاحب نے اپنے حسن اعتقاد کا اچھا ثبوت دیا۔ کیا **مشرقی** بتا سکتا ہے کہ باوا صاحب نے کبھی **معراج** کا دعوے کیا یا **رسالت** کا اعلان کیا؟ ان اشعار میں مشرقی نے **سکھوں** کے اعتقاد پر سخت حملہ کیا ہے اور سکھ کہلا کر

باوا صاحب کی وہ ہجو کی ہے

جو پنڈت دیانند نے بھی اپنی ستیارتھ پرکاش میں نہیں کی ہوگی۔ آج تک ہم پنڈت دیانند کی **ستیارتھ پرکاش** کو باوا صاحب کی ہجو میں سب سے زیادہ سخت سمجھتے تھے مگر اب

اس نادان دوست نے اس پر بھی کمال کیا

دراصل **مشرقی** نے پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک کٹوائی ہے اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس طرح پر مسلمانوں کو ستاؤں اور دُکھ دوں اُن کے مذہبی فیلنگس کو صدمہ پہنچیگا مگر نادان نے اتنا نہیں سوچا کہ یہ تو اُلٹا سکھوں کو رنج دے رہا ہوں۔ دانشمند سکھ اس دوست کو

اُس احمق بندر کی مانند سمجھیں گے

جس کا ذکر انوار سہیلی میں ہے اور جو نادان دوست کا مصداق ہوا تھا۔ ہمیں اس نظم کو پڑھکر سخت رنج ہوا اس لئے کہ ہم بجائے خود **باوا صاحب** کے ایک ادنیٰ داس ہیں اور ان کی ہی پاک تعلیم نے ان کے چال چلن اور نمونے نے ہم کو وہ راہ دکھایا جس پر وہ

صراط مستقیم سمجھکر خود چلے

میں اس امر کو سکھوں کی سنجیدہ اور دانشمند پبلک کے

سامنے پیش کرکے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس دلآزار نظم کو جب جی سے الگ کریں اور گنڈا سنگھ پر قومی تعزیر لگائیں کہ اُس نے

باوا صاحب کی توہین کی ہے

یہ بالکل سچ ہے اور میرا اپنا ایمان ہے کہ باوا صاحب ایک نیک با خدا مرد تھے اور میں اس امر کے کہنے سے نہیں رُک سکتا کہ اُنھوں نے اپنی صاف دلی اور نیک فطرتی کی وجہ سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادنےٰ خادموں اور چاکروں کے مقابر پر جاکر عرصہ تک استغفار روحانی کیا اور انھوں نے اپنا طرزِ عمل ایسا رکھا جس سے ان کے مذہب کے متعلق کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ جاتی۔ پچولا صاحب ان کے مذہب کا اعلان کرتا ہے کہ وہ

صادق مُسلمان تھے

اگر گرنتھ صاحب اور ساکھی (اور ان کی تعلیم جس طرح پر مل سکتی) اصاف بتاتی ہے کہ اُنھوں نے ایک متدیّن اور متقی مُسلمان کی طرح اپنی زندگی بسر کی۔ یہ ایک جدا مضمون ہے جس پر اس وقت بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ پھر اسی نظم کے سلسلہ میں مشرقی صاحب نے سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو ناگوار بنانے کے لئے بہت ہی بیہودہ طریق اختیار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں

ستم جب لگا کرنے اورنگ زیب۔ دلش غافل از بیم روزِ حسیب
ہوا ختم اقبال تیموریہ۔ بحکم خدا بخت بابر سیاہ
چھپا کوکبِ حشمتِ مغلیہ۔ ہوا نور افگن خور خالصہ

اِن اشعار میں اورنگ زیب کے خیالی مظالم کا ذکر کیا ہے اور بابر جیسے جلیل القدر اور فقیر دوست بادشاہ پر سخت حملہ کیا ہے۔ اگر مشرقی کو تاریخی واقعات سے کچھ بھی علم ہوتا تو ایسی بزدلی اور اخلاقی کمزوری سے کام نہ لیا جاتا وہ لوگ جو صدیاں گذر گئیں اس عالم فانی سے کوچ کر گئے اُن پر حملے کرنا جبکہ وہ اس کے جواب اور مدافعت کے لئے موقع نہیں پاتے

کیسی بزدلی ہے

بابر نے سکھوں پر جو احسان کئے ہیں اور خود باوا صاحب کی ذات سے جو سلوک کیا ہے وہ تاریخ کے صفحات سے مٹ نہیں گیا۔ اگر کسی اور تاریخ کے پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تو تاریخ خالصہ ہی پڑھو اگر مشرقی نے ان احسانات کا انکار کیا تو ہم اُس کو بتا دیں گے اور منوا دینگے۔ ہم یقین نہیں کرتے کہ دانشمند اور ذی علم سکھ کمیونٹی میں نہیں رہے نہیں ہیں اور ضرور ہیں۔ وہ تسلیم کریں گے اور مشرقی کو شرمندہ کریں گے۔ مشرقی نے پہلے تو

باوا صاحب کی ہجو کی

اور اب سکھ کمیونٹی پر محسن کشی کا الزام لگانا چاہتا ہے کیا اس نے سکھوں کو ایسا بے وقوف سمجھ لیا ہے کہ وہ اس کی اس تحریر کا مطلب نہ سمجھ سکیں ہم مشرقی کو

انعام دیں گے

اگر وہ بابر بادشاہ کا کوئی ظلم سکھوں پر ثابت کردے اور اگر ثابت نہ کرسکے اور نہیں کرسکے گا تو پھر اس کی پاداش میں بجز لعنت اللہ علے الکاذبین۔

اور کیا کہیں۔ پھر مشرقی صاحب کو یہاں تک بھی صبر نہیں آیا۔ **باوا صاحب** کی ہجو۔ قوم کی ہجو کرکے بیٹھے نہیں بھرا۔ باوا صاحب کے خوارق بیان کرتے ہوئے عقلمندوں کو اور بھی ہنسی کا موقعہ دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

قدم زن ہوئے بحر پر مثل بر
اُڑے آسمانوں پہ بے بال و پر

مشرقی صاحب سے تو کیا پوچھنا ہے اس نے تو عقل کو شاید مغرب میں بھیج دیا ہے مگر ہم **سکھوں** کی تعلیم یافتہ پارٹی سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ہوا میں اُڑنا اور دریا میں پا پیادہ چلنا معجزہ یا نبوت کی شان ہے ہم تو **باوا صاحب** کو نہایت ہی عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے اور

واجب الاحترام گورو

سمجھتے ہیں مگر اس شعر کے مصنف نے تو سخت ہتک کی ہے۔ پانیوں پر چلنا تو آبی پرندوں کا کام ہے اور ہوا میں اُڑنا زاغ و زغن کا۔ ہاں ایسی ایجادیں ہوئی ہیں۔ جن سے انسان پانی پر چل سکتا ہے اور ہوا میں اُڑ سکتا ہے پھر اس میں خوارق کی کیا بات ہوئی۔ صلحا اور راستباز لوگ ایسے شعبدہ بازیوں سے اعلے مقام رکھتے ہیں۔

اور یوں ایسے لوگ گذرے ہیں جو

ترا کشتی آورد و مارا خدا

کہ اُٹھتے ہیں۔ اسپر بھی بس نہ کرکے مشرقی نے گرنتھ **صاحب** پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ یہ مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے اس لئے ہم اس کو اسی مقام پر ختم کرتے ہیں۔ اور اگلی اشاعت میں اسپر کچھ اور لکھینگے۔ اور خالصہ کمیونٹی سے اپیل کریں گے کہ وہ ایسی بیہودہ۔ رنجدہ اور باوا صاحب اور سکھ کمیونٹی کی سخت توہین کرنے والی نظم کو جلاکر **مشرقی** سے جواب لیں کہ کیوں اُس نے ایسی حرکت کی۔

راقم داسن داس
برہم چاری سوہن سنگھ

مختصر نوٹ اور نکات

عام نظارہ قدرت پر جو لوگ غور کرنے کے عادی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اجسام میں دو قسم کی قوتیں ہیں مؤثرہ اور متاثرہ یعنے یا تو وہ دوسروں پر اثر ڈالتے ہیں یا دوسروں کا اثر قبول کرتے ہیں اور **انسان** کا لفظ جو دو قسم کی قوتوں اور محبتوں کا مجموعہ ہے فی نفسہٖ اس امر کو ظاہر کرتا ہے۔ انھیں قوتوں کے اصول کو مدنظر رکھکر خالق فطرت نے انسان کو یہ حکم دیا ہے۔

کونوا مع الصادقین

صادقوں کی صحبت اور محبت میں ایک خاص اثر ہے۔ ان کی توجہ ان کی عقدِ ہمت ان کا استقلال ان کا عتا ان کا دائمی سرور اور اطمینان ان کے حرکات سکنات اندر ہی اندر صحبت میں رہنے والے پر اثر کرتے ہیں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ایسی تبدیلی اور انقلاب اس کی حالت میں پیدا ہو رہا ہے جو پہلے نہ تھا۔ پس جبکہ **صادق** اور **مصدوق** دُنیا میں موجود ہو تو اس کی صحبت اکسیر اور اس کی معیت **نور علے نور** ہے کیونکہ

نیست ممکن نکند صحبت نیکاں تاثیر
گل بہ خورشید رساند اثرِ شبنم را

قوموں کے عروج اور اوج اور ان کے زوال اور انحطاط کے اسباب پر محققین اور فلاسفروں نے بڑی بڑی دلچسپ اور ضخیم بحثیں کی ہیں ان میں سے اسباب انحطاط اور زوال پر لکھنے والوں کی بحثوں کا خلاصہ جو قدرِ مشترک کے طور پر نکالا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی **خصوصیت قومی** کو چھوڑ دیتی ہے یا اس سے دور جا پڑتی ہے تو اس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم **مردہ** ہو جاتی ہے اور اس میں وہ **روح** باقی نہیں رہتی جو اس کی قومی زندگی کا سہارا تھی۔ اور جسکو دوسرے الفاظ میں

حمیتِ قومی

کہا جاتا ہے حمیت **قومی** اس طریق عمل کا نام ہے جسکے ذریعہ اس خصوصیت کو قائم رکھا جاتا ہے جو اسے دوسری قوموں یا افراد انسانی سے ممتاز بناتی ہے ❊ **اسلام** نے قوم میں زندگی کی اس روح کو

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

کہکر پیدا کیا تھا کیونکہ جب ایک شاخ ایک درخت سے الگ ہو جاوے تو خواہ اُس کی زندگی کے لوازمات اور اسباب سے کتنا ہی حصّہ کیوں نہ دیا جاوے وہ ضرور سڑ جائے گی۔ اور ایک عضو جو جسم انسانی سے کاٹا جاوے

خواہ اسے کیسا ہی کھلی ہوا میں رکھا جاوے اور شیرین پانی میں اسے رکھا جاوے مگر وہ دن بدن سڑ جائے گا۔ یہ ایک اصل تھی جس پر قرآن مجید نے مسلمانوں کو قائم کیا تھا مگر انھوں نے اسے چھوڑا اور اس کا نتیجہ بھگت لیا۔ قومیت اور عصبیت کو چھوڑ کر قوم کا نشان مٹ جاتا ہے اور وہ مردہ قوم متصور ہوتی ہے

از صراط المستقیم قوم پا بیروں منہ
چوں گسست از رشتہ سوزن زود خود را گم کند

جمعیت قومی کی روح کے نفخ کا بھی دراصل ایک وقت ہوتا ہے اور وہ وقت وہ ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور اور مصلح آتا ہے اس وقت ہر قسم کی طبیعتوں میں ریفارمیشن کی ایک اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے کوئی اس کا محرک ہو یا نہ ہو کیونکہ فطرت میں ایک نفخ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا **ارادہ** اور قضا و قدر اس وقت چاہتی ہے کہ حالت موجودہ میں اصلاح ہو۔ جیسے اس وقت جبکہ بارش ہوتی ہے ہر بیج خواہ وہ کیسا ہی ناقص کیوں نہ ہو اپنی طاقت کے موافق نشو و نما پاتا ہے ٹھیک اسی قاعدہ کے ماتحت جب خدا تعالیٰ کا مامور آتا ہے تو ہر عقل اور ہر طبقہ کے لوگوں میں ایک اصلاح شروع ہو جاتی ہے کہیں وہ اصلاح سیاسی اصلاح کے رنگ میں نمودار ہوتی ہے کہیں اخلاقی رنگ میں کہیں علمی طرز پر اور کہیں مجلسی صورت میں پس یہ کیسا آسان اور موٹا گُر ہے کہ جب دنیا میں اصلاح کا عام جوش اور شوق ہو تو دانشمندوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کے سلسلے کو وسیع کریں اور اسی پر قانع نہ ہو جائیں کہ اصلاح اور ریفارمیشن کی صدائیں اُن کے کانوں میں گونجتی ہیں بلکہ انھیں اس **مامور مصلح** کو تلاش کرنا چاہیئے جس کی آمد کی وجہ سے یہ عام تحریک ہو رہی ہے۔

بشنوید اے طالبان کز غیب بکنند ایں ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

مسلمانوں نے خیرات کا مطلب ایسے بُرے معنوں میں سمجھا ہے کہ خیرات کا اصلی مفہوم ہی فوت ہو گیا ہے اور اب خیرات کا مفہوم نری شہرت کا مترادف قرار دیا گیا ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ اصل غرض کیا ہے؟ امرتسر کے ایک رئیس نے لڑکے کی شادی پر بہت کچھ خرچ کیا اسے توجہ دلائی گئی تو اب معلوم ہوا کہ آپ نے ایک اسلامیہ کتب خانہ کو ایک ہزار روپیہ نقد دیا۔ مگر نہیں معلوم کہ اس کتب خانہ کے اغراض کیا ہیں؟ ایک اسلامیہ کتب خانہ امرتسر میں کتابوں کی تجارت کرتا ہے

اگر وہ اسلامی کتابوں کی اشاعت کے لئے ہی یہ رقم دینا چاہتے تھے تو ضروری تھا کہ یورپ اور امریکہ میں **اشاعت اسلام** کے سلسلے میں اسی رقم کو خرچ کرتے۔ یا اپنے شہر کے اسلامیہ سکول میں دینیات کی شاخ کے لئے خرچ کر دیتے مگر سمجھائے کون؟

ذکا خیل افغانوں نے سرحد پہ جو طوفان لوٹ مار کا طوفان برپا کر رکھا تھا اور پشاور میں جس دلیری کیساتھ ڈاکہ کی واردات ہوئی ہے اس نے سرکار کو انتظام کی طرف متوجہ کیا ہے اور اب تازہ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ ذکا خیل کی شرارتوں کو روکنے کے لئے ایک مہم روانہ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے جو چھاؤنی نوشہرہ میں فوجی طیاریوں سے عیاں ہے ۱۳ فروری کو کوچ بولدیا گیا ہے۔ خدا خیر کرے

مکہ معظمہ کو دنیا کی ناف کہتے ہیں احمقوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ جب اسلام یا مسلمان مکہ کو ناف عالم کہتے ہیں تو وہ زمین کے متعلق اس کی کرویت کے مسئلہ کا انکار کرتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ ایسے معترضین نے سوچا ہی نہیں کہ مکہ کو ناف کہنے سے مطلب کیا ہے؟ حقیقت الامر یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کو کھانا پینا سب کچھ ناف کے ذریعہ سے ملتا ہے اور پیدا ہونے پر بھی ناف کا تعلق ماں سے ہوتا ہے۔ پس اس استعارہ کے نیچے یہ امر مخفی تھا اور ہے کہ دراصل **توحید** کا دودھ یہیں سے یعنے مکہ معظمہ سے لوگوں کی پرورش کے لئے پہنچا ہے اس حیثیت سے وہ دنیا کی ناف اور مکہ **ام القریٰ** ہے۔

مسلمانوں کی شومی اعمال نے انھیں کچھ ایسا متفرق اور پریشان کر دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ ان میں باہم کوئی ہمدردی اور اخوت ہوتی ہے باہم لڑمرنے لگے ہیں بمبئی میں محرم کے روز وہاں کے شیعہ سُنیوں میں ایسا ہنگامہ ہوا کہ امن قائم رکھنے کے لئے گورہ فوج طلب کی گئی بیسیوں آدمی مجروح ہوئے اور پولیس کمشنر کے فائر کرنے پر چار آدمی ہلاک ہوئے۔ اور زخمیوں سے کئی ہسپتال بھرے پڑے ہیں فساد کی بنا تعزیوں کا اُٹھانا اور ماتم تھا گذرے ہوئے واقعات پر رونا اور چلانا تو اب کہانی سمجھی جائے گی مسلمانوں کو تو ابھی موجودہ زمانے کے واقعات پر ہی رونے سے فرصت نہیں کیا یہ واقعہ قوم کے لئے رونے کا موجب نہیں۔ وہ ملت بیضا جس نے مختلف قوموں اور نسلوں کو ملا کر ایک کر دیا تھا اور جابلیت کے کینوں اور انتقام لینے کی عادتوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔ اب اس حالت میں ہے کہ ایک تاریخی واقعہ کو مذہبی رنگ دیکر اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ اب آپس میں بھائی بھائی لڑ مریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھکر اور رونے کا کیا مقام ہوگا پس جو ماتم حسین میں رونا چاہتا ہے۔ اسے پہلے اپنی قوم کا ماتم کرنا چاہیئے۔

سُنیوں اور شیعوں تک ہی یہ اختلاف اور جدال محدود نہیں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں یہ وبا اور آگ پھیلی ہوئی ہے اور تو اور وہ لوگ جو صوفی اور درویش کہلاتے تھے اور جن کا مسلک

بامسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

کہا جاتا تھا۔ ہر چند یہ مسلک ایک موحد اور مخلص مسلمان کا نہیں ہو سکتا تاہم عام طور پر یہ مشہور تھا کہ صوفیوں اور درویشوں میں اتحاد ہوتا ہے اب اس گروہ نے جنوبی ہندوستان میں جو نظارہ دکھایا ہے وہ نہایت ہی خطرناک اور عبرت بخش ہے نقشبندیہ کہتے ہیں ہم اچھے ہیں قادریہ کہتے ہیں ہم افضل ہیں اس تو تو میں میں میں شیرازہ قوم بکھر رہا ہے اندر جنگ ہنسائی ہو رہی ہے مگر یہ جھگڑے ہیں کہ بڑھ رہے ہیں گھٹنے میں نہیں آتے۔ اس پر بھی کہا جاتا ہے کہ

امام کی ضرورت نہیں

آہ صد آہ! چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

قبرستان میں کبھی کبھی جانے سے انسانی قلب پر عجیب رقت پیدا ہوتی ہے اسے اپنی زندگی کا انجام اور آخری گھر نظر آتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس شہر کے رہنے والے کیسے خاموش اور امن جو ہیں ان میں کیسا صبر اور برداشت ہے وہ کسی آنے والے کو نہیں روکتے اور تھوڑی سی زمین میں گذارہ کر لینے کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ کیا عبرت کا سماں ہے اس خاک میں سونے والے مختلف اوقات میں انسانی زندگی کے مختلف مرحلوں سے گذرے ہیں اور مختلف طبقوں کے لوگ ہیں۔

بدیدہ عبرت سے گورستاں کی جانب کر نگاہ
خاک پہ سوتے ہیں کیا کیا قصر و ایواں چھوڑ کر

انسان عجز و انکساری سے عزت پاتا ہے مغرور اور متکبر رسوائی اور ذلت کے صدمے اُٹھاتا ہے عجز و حلم اپنے آپ میں پیدا کرو یہ ہر دو وصف دنیاوی مشکلات میں تمہاری گرہ کشا ہونگے [illegible]

اسلام کے ثمرات

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اُسکے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اُس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرا ہو کر اُس کی طرف رُخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اُس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقاید جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور معضلات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اُس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اُس کی زبان اور اُس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اُس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اُسکو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور رذالت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلی اُس سے دور کر کے اُس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے تب وہ بکلی مُبدّل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھیرتا ہے اور اُسکا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اُس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اُس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اُس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اُس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اُس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اسی کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ گویا ہر وقت مقربوں کے دلوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور اُن کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہیں **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ** لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدا تعالیٰ کا کلام اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور وہ اُس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اس قدر کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ جل شانہ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اُس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اُس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دی جائے یا کسی امر میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے بہرحال یہ وحی ایک آلٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھکر اُس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کی دخل کی خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُر برکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور آلٰہی صولت رکھتی ہے۔

اس جگہ ہر ایک سچے طالب کے دل میں بالطبع یہ سوال پیدا ہو گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الٰہیہ حاصل کر سکوں پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہے جس میں نئی قوتیں نئی طاقتیں نئی زندگی عطا کی جاتی ہے اور نئی ہستی پہلی ہستی کی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ سے جو فدائے نفس اور فدائے عزت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مراد ہے بکلی جاتی رہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور اُس کی جگہ لے لیتی ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دور ہونے کے نشان کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دور ہو کر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوں اور اپنی فطرت میں ایک انقلاب عظیم مشہود ہو اور تمام حالتیں کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبدی ایسی ہی بدلی ہوئی نظر آویں کہ گویا اُن پر اب رنگ ہی اور ہے غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئیں ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالیٰ بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یاد الٰہی میں نئی لذتیں پیدا ہو جائیں جن کی پہلے کچھ بھی خبر نہیں تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے رب پر بکلی متوکل اور غیر سے بکلی لاپرواہ ہے اور تصور وجود حضرت باری اس قدر اُس کے دل پر استیلا پکڑ گیا ہے کہ اب اُس کی نظر شہود میں وجود غیر بکلی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ اور ذلیل اور بے قدر نظر آتے ہیں اور صدق اور وفا کا مادہ اس قدر جوش میں آ گیا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا تصور کرنے سے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصور بلکہ مصائب کے وارد ہونے سے بھی ہر یک درد ہر رنگ لذت نظر آتا ہے تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ اب پہلی ہستی پر بکلی موت آ گئی۔

اس موت کے پیدا ہو جانے سے عجیب طور کی قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باتیں جو دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں اور وہ راہیں جو دوسرے دیکھتے ہیں پر چلتے نہیں اور وہ بوجھ جو دوسرے جانچتے ہیں پر اٹھاتے نہیں ان سب امور شاقہ کی اُس کو توفیق دی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست آلٰہی طاقت اُسکی اعانت اور امداد میں ہوتی ہے جو پہاڑوں سے زیادہ اُس کو استحکام کی رو سے کر دیتی ہے اور ایک وفادار دل اُس کو بخشتی ہے تب خدا تعالیٰ کے جلال کے لئے وہ کام اُس سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صدق کی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اور آدم زاد کی کیا حقیقت ہے کہ خود بخود اُن کو انجام دے سکے وہ بکلی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور ماسوا اللہ سے دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سب تفاوتوں اور فرقوں کو درمیان سے دور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحانات اُس کو پیش آتے ہیں اور ایسی مصائب اور تکالیف اُس پر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیوں کو بڑی انشراح صدر سے برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاون حوادث میں پیسا بھی جاوے اور غبار سا کیا جائے تب بھی بغیر **انی مع اللہ** کے اور کوئی آواز اُس کے اندر سے نہیں آتی۔ جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اُس کا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہو جاتا ہے اور اُن تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر پا لیتا ہے جو اُس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیا

اور رسل کا وارث اور نائب ہو جاتا ہے۔ وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔

گلدستۂ اخبار

(دنیائے اسلام)

فروری کے مہینے میں بعض جلیل القدر مسلمانوں کی وفات کی خبر افسوسناک ہیں۔ نواب محسن الملک مرحوم کی بیوہ نے ۳ فروری ۱۹۰۸ء کی شب کو اس جہان فانی سے رحلت کی ہے۔ مرحومہ بیش قرار مال و دولت چھوڑ گئی ہے۔

دیگر خلیفہ سید محمد حسین سابق پرائم منسٹر حال ممبر کونسل پٹیالہ نے ایک ہفتہ بخار سے بیمار رہ کر پچھلے ہفتہ کو ریاست پٹیالہ میں رحلت فرمائی۔ ریاست پٹیالہ میں یہ خاندان بڑا معزز اور محترم خاندان تھا۔ اور گورنمنٹ اور ریاست ان کے خاندان کو اور خود خلیفہ صاحب کو اپنے وقت بہت بڑا محسن علیہ یقین کرتی تھی۔

ان خبروں کے ضمن میں وہ خبر بھی ہے جو مصری نیشنلسٹ **مصطفیٰ کامل** کی وفات کی ہے لنڈن کی ۱۰ فروری کی تار برقی منظر ہے کہ مصطفیٰ کامل نے وفات پائی۔ مصطفیٰ کامل برسوں سے پولیٹیکل تحریک کا محرک تھا اس نے مصر میں ایک گروہ **الحزب الوطنی** نام پیدا کر دیا تھا اور اس نے مصر میں **اللواء** نامی ایک سربرآوردہ جریدہ **یومیہ** جاری کر رکھا تھا مگر انگلستان کی سیاحت کے بعد انگریزی اور فرنچ میں دو روزانہ اخبار جاری کر دئیے جن کا نام **ایجپشن سٹنڈرڈ** اور **لیتندرا ایجپشن** بھی جاری کر دئیے تھے مگر موت کی حکومت عجیب حکومت ہے اس نے آتے ہی وہ صف لپیٹ دی اور **مصطفیٰ کامل** اس سے پہلے کہ اپنی جدوجہد کو بارور ہوتے دیکھتا اس دنیا سے رخصت ہوا مصطفیٰ کامل کے جنازہ کے ساتھ پچاس ہزار آدمی تھے جن میں بہت سے طلبا تھے۔ نظارہ موثر تھا۔

خدا تعالیٰ مرنے والوں پر اپنا رحم کرے۔ آمین۔

بحکم سلطانی نو نیہ اور حلب میں دو جدید قانونی مدارس کھولے جائیں گے۔

حجاز ریلوے لائن پر جدید فوجی افسروں کی آسامیاں مدارس جنگی کے تازہ کامیاب طلبہ سے پر کی گئی ہیں۔

جامع ازہر کی یونیورسٹی کی اصلاح کے لئے خدیو معظم عباس حلمی پاشا نے ایک مینیجنگ کمیٹی بنائی ہے۔

اس یونیورسٹی میں اب علوم ریاضیات اور دیگر علوم جدیدہ اور کارآمد فنون خوشخطی اور عربی انشا پردازی بھی شامل کر دئیے ہیں۔

ذکا خیل آفریدیوں پر تادیبی مہم روانہ کی گئی جنہوں نے انگریزی علاقہ میں گیارہ چھاپے مارے ہیں جس میں علاوہ بہت سی لوٹ کے کئی جانیں ہلاک کی ہیں۔ نوشہرہ میں فوج جمع ہو گئی ہے۔

مکہ سے حاجی واپس آ رہے ہیں ہیضہ وغیرہ سے ان لوگوں کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی کئی روز تک چار چار سو آدمی ہلاک ہوتے رہے جمعہ کے روز جو لوگ جہاز سے اترے وہ آرتھر روڈ کے شفاخانہ میں بھیجے گئے۔

عام خبریں

بمبئی میں چیچک کا بہت زور ہے ٹیکہ پر زور دیا جاتا ہے۔

مسز اینی بسنٹ ہندوستان میں تھیاسوفیکل سوسائٹی کے متعلق ایک یونیورسٹی قائم کرنا چاہتی ہیں۔

مہاراجہ دربھنگہ نے راجکمار کی ولادت کی خوشی میں اڑھائی لاکھ روپیہ کلکتہ یونیورسٹی کے کتب خانہ کو پچاس ہزار بانکی پور کے یتیم خانہ کو جسے پچاس ہزار پہلے بھی دئیے جا چکے ہیں اور پچاس ہزار دربھنگہ کے یتیم خانہ کو اور ۱۴ ہزار روپیہ یتیم خانہ کی عمارت کے لئے کلکٹر کو دیا ہے۔

روسی ریلوے چور مدراس میں گرفتار ہو گیا ہے۔

۳ ماہ رواں کی شب کو کراچی چھاؤنی میں کنٹونمنٹ مجسٹریٹ کے دفتر کے قریب چار پٹھانوں نے ڈاک کی گاڑی پر حملہ کیا گاڑی بان کو سخت زدوکوب کیا تھیلوں میں جو کچھ تھا نکالا اور بھاگ گئے پولیس سرگرم تلاش ہے مگر وہ اب تک گرفتار نہیں ہوئے۔

حضور وائسرائے ۲۰ ماہ رواں کو منڈالہ واقع ممالک متوسط کو تشریف لے جائیں گے راستہ میں ایسٹ انڈین ریلوے کے والنٹیروں کے قواعد ملاحظہ کرنے کے لئے ایک دو روز قیام کریں گے۔

دہلی کے جنرل پوسٹ آفس پر ڈاکہ پڑا صرف پارسلوں کا صندوق اٹھا کر چلدئیے۔

کراچی میں ایک نیا کارخانہ کاتنے اور بننے کا کھلنے والا ہے جس کا سرمایہ ۱۲ لاکھ ہے اس کے مالک اور مہتمم بہت تجربہ کار مہاجن اور متمول آدمی ہیں ساڑھے چار لاکھ روپیہ انہوں نے اپنی جیب سے دیدیا ہے۔

پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب مسٹر سیکسویل قائمقام ڈائرکٹر جنرل صیغہ ڈاک خانہ ہند مقرر ہوتے ہیں۔ کیونکہ مسٹر سٹوارٹ ولسن رخصت پر جانے والے ہیں۔

شمسی منت کے پیر ہزہائینس سر آغا خان کے خلاف ایک مقدمہ بمبئی ہائی کورٹ میں دائر ہے۔ مدعیہ حاجی بی بی ہیں۔ یہ دعویٰ ہے کہ مدعیہ آغا خان اول جائیداد میں اپنی جائیداد شرکت ظاہر کرتی ہے اور اس کا حصہ لینا چاہتی ہے بمبئی کے نامور وکلاء فریقین کے پیروکار ہیں۔

مدراس میں ایک کانفرنس ہونے والی ہے کہ دیسی کرگھوں کے وسیلہ سے نوربافی کو ترقی دینے کی تجاویز سوچے اور وسایل اختیار کرے۔

بارہ بنکی کے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے پانچ چھ ڈاکوؤں کو بڑی ہوشیاری سے صرف ایک کنسٹبل کی مدد سے گرفتار کیا۔

امسال گورنمنٹ ہند کے دفاتر خلاف معمول بہت جلد شملہ پر کھلینگے۔ ۳۰ مارچ ۱۹۰۸ء کو کھل جائینگے۔

کلکتہ میں افواہ گرم ہے کہ کلکتہ یونیورسٹی کے دو حصے کئے جائیں گے۔

احمدی ڈیپوٹیشن

آخر احمدی ڈیپوٹیشن کی تجویز پر عمل ہو گیا اور یہ قرار پایا ہے کہ ڈیپوٹیشن اپنا کام شروع کرے۔ اس ڈیپوٹیشن میں فی الحال خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ میاں چراغ دین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ میاں معراج الدین عمر اور بزرگ بھی شامل ہو سکینگے۔ لاہور سے اس ڈیپوٹیشن نے کام شروع کیا ہے۔ لاہور کی رپورٹ جو نہایت اطمینان بخش ہے اگلی اشاعت میں درج کریں گے فی الحال پروگرام آئندہ کا دیا جاتا ہے امید ہے کہ جماعتیں اپنے قومی وفد کا خیر مقدم کرینگے۔

پروگرام

یہ وفد ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء شام کو سات بجے امرتسر پہنچیگا۔ اور ۲۹ فروری کو وہ کپور تھلہ کو روانہ ہو کر کرتار پور سٹیشن سے ۲۹ ہی کو کپورتھلہ پہنچکر کام کریگا۔ یکم مارچ تک وہاں قیام ہوگا۔ یکم کو وہاں سے واپس ہوگا۔ ۸ مارچ ۱۹۰۸ء کو لایل پور ۱۴ مارچ کی شام کو گوجرانوالہ ۱۵ مارچ کی صبح کو راولپنڈی۔ راولپنڈی سے اسی روز شام کو روانہ ہو کر ۱۶ مارچ کو مردان اور پھر اسی رات کو پشاور پہنچیگا۔ باقی پروگرام پھر

ویدک تعلیم کی عالمگیری

دسمبر ۱۹۰۶ء کے پیراہ مسافر جالندھر میں ایک دیانندی نے "ویدک تعلیم واقعی عالمگیر ہے" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس کے اول میں ہی آپ نے یہ لکھدیا ہے کہ "نکتہ چینوں کی اصول بحث سے ناواقفیت" اگر واقعی اس مضمون کا لکھنے والا دیانندی پنتھ سے خوب واقف ہوتا تو ہمیں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہ رہتی مگر اس مضمون کے پڑھنے سے ہمارے اس خیال کو بہت تقویت ہوتی ہے کہ دیانندی اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہ دیکھتے ہوئے دوسروں کے تنکے کو شہتیر بنادیا کرتے ہیں بہرحال ہم محققین کے روبرو اس مضمون کا لب لباب رکھکر التجا کرتے ہیں کہ وہ نظر انصاف سے دیانندی صاحب کی دلایل کو پرکھیں۔

منشی محمد حسین صاحب کا اصل اعتراض یہ ہے کہ اگر سب ارواح نیک بن جاویں تو حیوانات و نباتات پیدا ہونے بند ہو کر پرمیشور کو انسان کے گذارے کے لئے کچھ اور انتظام سوچنا پڑے مگر چونکہ دنیا کی جملہ اشیاء کی حالتیں ازلی اور ابدی ہیں جن کے بدلنے پر پرمیشور بھی قادر نہیں اس لئے حیوانات وغیرہ کی عدم موجودگی میں اس کا دوسری اشیاء سے کام لینا بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔

انکے اعتراض پر جو ناواقفیت پر مبنی" لالہ صاحب بہت اُچھلے کودے ہیں اور صرف ممکن ہوسکنے کے مفہوم پر بڑی بحث کی ہے اور آخر میں نتیجہ یہ نکالا ہے کہ "ہمارا (دیانندیوں کا) عقیدہ ہے کہ جس طرح سارے آدمیوں کی شکلیں یکساں نہیں ہوتیں جیسے کہ اُن کے خیالات اور رائیں ایک طرح کی نہیں پائی جاتیں ایسے ہی چونکہ وہ (بہ اختیار تفریق نیک و بد کے) فعل کرنے میں خود مختار ہیں لہذا کبھی ایک وقت میں اُن کے کرم بھی یکساں نہیں ہونگے۔ نہ ہوئے اور نہ ہوسکتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ویدک دھرم نے آغاز آفرینش سے بنی نوع انسان کی دو ہی قسمیں بتلائی ہیں (۱) آریہ (۲) دیو۔ یعنے نیک اور بد"

یہ ہے نتیجہ جو عالمگیر مذہب کے پیرو لالہ دیانندی نے نکالا ہے اس نتیجہ کے پڑھنے سے جہاں ہمیں مدعی عالمگیر پنتھ کے ناواقف حامی کی عقل و خرد پر افسوس ہوا وہاں ایسے فضول اور بے اصول مضمون کے اندراج کے لئے پیراہ مسافر پر بھی سخت افسوس ہوا کہ اُس نے بلا سوچے سمجھے ایک ایسے مضمون کو درج رسالہ کردیا جس نے دیانندی پنتھ کے اصولوں کو جڑ سے کاٹ دیا۔ بہرحال چونکہ ہمیں دیانندیوں کی تسلی کرنی منظور ہے اس لئے ہم اس مضمون پر بوضاحت بحث کرنے کے لئے اسے مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس کے سمجھنے میں دقت محسوس نہ ہو

(۱) فطرت ایشور۔ روح و مادّہ بموجب عقیدہ دیانندیاں (۲) کیا کوئی ایسا وقت ہو گذرا ہے جس میں بموجب ویدک عقیدہ کے تمام انسانوں کے کرم یکساں تھے (۳) کیا جو بات ایک دفعہ قانون قدرت میں ہوچکی ہے وہ دوبارہ ہوسکتی ہے یا نہیں (۴) کیا ویدک دھرم نے بنی نوع کی تقسیم آغاز آفرینش میں ہی کردی تھی یا بعد ازاں ہوئی (۵) آریہ اور دیو کے معنے (۶) ہمارا فیصلہ۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرکے ہر ایک عنوان پر لکھتے ہیں۔

(۱) ایشور۔ روح۔ مادّہ کی فطرت

لالہ دیانند ستیارتھ پرکاش سملاس سات دفعہ ۱۸ صفحہ ۲۱۷ میں ایشور اور جیو کی ذات اور طبیعت کے بارے میں لکھتا ہے کہ ہر دو یعنے ایشور اور روح بالذات چیتن (ذی عقل) ہیں طبیعت ہر دو کی پاک غیر فانی اور دھارمک وغیرہ ہے آگے چل کر سملاس آٹھ دفعہ چار صفحہ ۲۳۸ پر پرکرتی یعنے مادّہ کی تعریف لکھتا ہے کہ ستو (لطافت و پاکیزگی) رج (حالت متوسط) تم (کثافت یا غیر ذی شعوری) ان صفات کے جامع کو مادّہ کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوگیا کہ روح جو ذی شعور ہے اس کی فطرت پاک اور دھارمک ہے اور مادّہ محض ایک بے جان غیر ذی شعور تابع روح ہے یعنے جو افعال روح (جو ایک خود مختار ہستی ہے) اس سے کرانا چاہے وہ کرسکتی ہے۔ چونکہ لالہ دیانند کا عقیدہ ہے (ستیارتھ پرکاش سملاس آٹھ دفعہ ۱۴ صفحہ ۲۴۳) کہ کسی چیز کی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہیں پلٹ سکتا اب قابل غور امر یہ ہے کہ جس چیز کی ازلی اور ابدی فطرت ہی دھارمک اور پاک واقع ہوئی ہے تو وہ اپنی پہلی حالت میں یعنے جبکہ اُس کا تعلق مادّہ سے پہلی بار ہوا کیوں نہ ایک ہی حالت پر دھارمک اور پاک ہوگی اور پھر اگر گناہ کی کثافت سے جو ایک عارضی فعل ہے کچھ عرصہ کے لئے خراب بھی ہوجاوے تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ کسی وقت جلد یا بدیر وہ اپنی اصلی فطرت پر پھر جمع ہوجائے گی کیونکہ کسی چیز کے فطرتی خواص ضائع نہیں ہوسکتے۔ مثلاً ایک سفید کپڑا لیجیے جس کی اصلیت سفید ہے مگر بباعث کثرت استعمال اس پر میل لگ گئی ہے اور جونہی کہ میل کو دور کردیا جاوے اسی وقت وہ اپنی اصلیت حاصل کرلیتا ہے۔ اس سے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ انسان پیدا ہوکے پر بالکل پاکیزہ دھارمک اور ایک ہی حالت پر تھے ان کے کرم یکساں تھے۔ فطرتیں ایک تھیں۔ گویا لالہ دیانندی کے ناممکنات کی قلعی کھل گئی اور ثابت ہوگیا کہ بموجب ویدک عقیدہ کے کسی وقت گو اسے کتنا ہی لمبا چوڑا عرصہ گذر چکا ہو تمام انسانوں کے خیالات۔ رائیں۔ شکلیں اور کرم بالکل ایک سے تھے یعنے اپنی اصلی فطرت پاکیزگی و دھارمک پن پر تھے۔ اور جس طرح میلا کپڑا دھونے سے اور نیز دیگر تدابیر سے سفید ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ویدک عقیدہ کے مطابق تمام انسان کسی وقت یہ عارضی پاپ کی میل دور کرنے پر اپنی فطرت اصلی یعنے دھارمک پن پر آجائینگے گو کتنے عرصہ دراز تک آویں مگر اصل فطرت پر آجانا لازمی ہے کیونکہ کسی چیز کے فطرتی خواص ویدک پرمیشور ہرگز نہیں بدل سکتا۔

(۲) کیا کوئی ایسا وقت گذر چکا ہے جس میں بموجب عقیدہ دیانند تمام انسانوں کے کرم یکساں تھے؟

بے شک ویدک عقیدہ کے مطابق ایک زمانہ میں تمام انسانوں کے کرم شکلیں خیالات سب یکساں گذر چکے ہیں جس کی تشریح لالہ دیانند نے اُپدیش منجری صفحہ ۵۹ پر اس طرح کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آدسرشٹی (یعنے دنیا کے شروع میں) کے پیدا شدہ انسانوں میں گیان اور کرم کی وجہ سے اب جیسا فرق ہوگیا ہے موجود نہ تھا اُن لوگوں کو صرف کھانا پینا اور بھوگ کرنا ہی معلوم تھا اور ان وحشیوں میں بھی سب جاندار ایک ہی سے اور ایک رس تھے۔ پھر ذرا آگے چل کر مزید تشریح کرکے لکھتا ہے کہ آدی سرشٹی میں امیتھنی (سانکلپک) سرشٹی ہونے کی وجہ سے بہت سے جیو آتما انسانی جامہ میں پیدا ہوئے حیوان وغیرہ نہ ہوئے پھر چال چلن کے فرق اور پاپ پن کے مطابق وے بھی جنمانتر کے چکر میں آپھنسے اب ہم مسافر بے راہ کے نامہ نگار سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کا یہ عقیدہ کہ کسی زمانہ میں تمام آدمی ایک ہی شکل خیال رائے اور یکساں کرم کے نہیں ہوگذرے کس وید منتر یا دیانند کی کس پستک پر مبنی ہے اور یا یہ آپ کا خود تراشیدہ عقیدہ ہے

(۳) کیا جو بات ایکدفعہ قانون قدرت میں ہوچکی ہے وہ دوبارہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

چونکہ بموجب ستیارتھ پرکاش سملاس ۹ صفحہ ۲۶۳ لالہ دیانند کا عقیدہ ہے کہ گناہ وغیرہ ایک عارضی فعل ہے طبعی نہیں۔ اس لئے جبکہ جیو کی طبعی صفت پاکیزگی ہے وہ گناہ کے عارضی فعل کو دور کرکے اپنی اصلی فطرت پر آسکتا ہے یعنے چونکہ انسان خود مختار ہے اس لئے پاپ کے عارضی میل کو دور کرنے پر قادر ہے۔ چونکہ ایک وقت ایسا گذر چکا ہے کہ تمام انسان پاک تھے اور پاپ سے مبرا تھے اس لئے یہ قرین قیاس ہے کہ ایک عارضی چیز کے دور ہونے پر وہ اپنی اصلی فطرت پر جمع ہوسکتے ہیں۔ کُل شئی یرجع الٰی اصلہ۔ مشہور مقولہ ہے۔ تمام انسانوں کا ایک ہی حالت پر آجانا کسی طرح قانون قدرت کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔

(۴) کیا ویدک دھرم نے بنی نوع کی تقسیم شروع دنیا میں ہی کردی تھی یا بعد ازاں ہوئی؟

(باقی)

نمبر دوم کے ملاحظہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ویدک دھرم نے شروع آفرینش میں کسی قسم کی تفریق انسانوں میں نہیں مانی۔ مزید ثبوت اس کا یہ ہے کہ لالہ دیانند ایڈیشن منجری صفحہ ۶ پر لکھتا ہے کہ آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے ان کے لئے کوئی امر و نہی نہیں تھا نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا اور کہ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی بعد ازاں پرمیشور نے منشیوں کو وید گیان دیا پس وید کے گیان سے ہی گناہ اور پاپ کا علم ہوا اور اسی اسی قسم کے چلن ہوتے گئے (گویا وید ہی سب سے پہلا معلم پاپ ہوا) اور اس کے سیکھنے سے لوگوں میں پاپ کا مادہ پیدا ہوا۔ ورنہ اگر یہ کوک شاستر اور نیوگ شاستر دُنیا میں نہ آتا تو لوگ پاپ پر ہرگز مزاولت نہ کرتے۔ چونکہ مسافر بے راہ کے نامہ نگار کا عقیدہ ہے کہ شروع دُنیا میں ہی ویدک دھرم نے انسان کی دو اقسام بتائیں اس لئے اس کے ثبوت میں اور دیانند کی زد میں کوئی وید منتر پیش کرنا چاہئے۔

(۵) آریہ اور دیو کے معنے

ستیارتھ پرکاش کے بموجب آریہ اور دیو کے ایک ہی معنے ہیں یعنے نیکو کار عالم اور نیک۔ مگر چونکہ مسافر بے راہ کا نامہ نگار سنسکرت اور اپنی کتب سے محض بے بہرہ ہے اس لئے آریہ و دیو کے معنے اس نے نیک و بد لکھے ہیں۔ بے راہ کے اڈیٹر صاحب بھی مکھی پر مکھی مارنا جانتے ہیں خواہ ویدک دھرم کا بیڑا ہی غرق ہو جاوے۔ جب نامہ نگار اس سمجھ اور عقل کا آدمی ہے تو ویدک دھرم کی ایسوں سے حمایت ہونا معلوم۔ موٹی عقل کے آدمی نے اردو پڑھکر دیانند کا نام سنکر اول جلول جو آیا دھر گھسیٹا۔ چونکہ دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں ایک جگہ لکھا ہے کہ شریفوں کا نام آریہ عالم۔ دیو الخ ہو گیا تو اس کے معنے نامہ نگار نے سمجھے کہ آریہ کے معنے تو عالم ہوئے اور اس کی ضد میں بباعث درمیانی لکیر کے دیو کا لفظ پڑا ہے جسکے معنے آپ نے بڑا کر دیے گویا دیو کے لفظ نے دیو پری کی کہانی یاد آگئی واہ رے عقل اور اسپر حامی وید ہونے کا دعوے

بریں عقل و دانش بباید گریست

(۶) ہمارا فیصلہ

جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ تمام انسان شروع دُنیا میں ایک ہی دھارک حالت پر تھے پھر چونکہ ویدک ایشور سب کا انجام بخیر کرنے والا (ستیارتھ پرکاش سملاس اول دفعہ ۷ صفحہ ۱۲) اور سب کا بنا یعنے بھتری چاہنے والا (دفعہ صفحہ ۵۱) سب کی ماتا یعنے سب کی ترقی چاہنے والا (دفعہ صفحہ ۵۴) اور رشدھ یعنے سب کو پاک کرنے والا (دفعہ صفحہ ۶۷) اور پھر سب سے بڑھکر یہی تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے اس طرح پرارتھنا یعنے دعا کرو کہ اے پرماتما آپ اپنی رحمت سے از خود تمام جیووں کے دلوں میں جلوہ گر ہو جیئے تاکہ سب جیو دھرم پر چل کر اور ادھرم کو چھوڑ کر غایت درجہ کے آنند کو حاصل کریں اور دُکھوں سے الگ رہیں۔ (دفعہ ۲۵) جب انسانوں کی کوشش نیک اعمالی کے ساتھ ایشور کی مدد بھی جیسے مانگی گئی ہے شامل ہو جاوے تو ضروری بات ہے کہ تمام انسان کسی زمانہ میں نیک ہو جاوینگے۔ ورنہ ایسی دعائیں مانگنے کے لئے جن سے کچھ فایدہ حاصل نہ ہو تو تعلیم دینا فضول امر ہے اگر ویدک ایشور تمام جیووں کو ادھرم سے چھڑا کر آنند نہیں دے سکتا تو اس سے مانگنا یا التجا کرنا لاحاصل ہے۔

ہر دو فریقین کی دلائل دیکھنے سے ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ بے راہ نامہ نگار دیانند کی تعلیم محض بے بہرہ اور کُندہ ناتراش ہے اور بجائے ویدوں کی حمایت کے ان کی تعلیم کی جڑ کاٹ رہا ہے اس لئے اُسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ حامی وید ہونے کا دعوے کر سکے منشی محمد حسین صاحب کے اعتراضات بہت معقول اور ستیارتھ پرکاش کی اصل تعلیم پر مبنی ہیں۔ اس لئے بجنسہ قائم ہیں۔ ہم کسی لایق وِدوان دیانندی کے معقول دلائل پر غور کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ بہتر ہو کہ ویدک دھرمی کالت کے لئے کوشش کریں ۔ (خاکسار ابوالفضل محمد منظور الٰہی سوہدروی بھنڈرہ)

انجمن حمایت اسلام اور اسکے مخالف

مَیں نے الحکم کی کسی دو اشاعتوں میں انجمن حمایت اسلام کے متعلق دو نوٹ لکھے تھے ۔ مَیں یہ کئی مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام ہمارے سلسلہ کے مخالف ہے لیکن اس کی مخالفت یہ نہیں سکھاتی کہ مَیں محض اس ایک خیال کو دل میں رکھکر اس کی مخالفت شروع کروں خدا نکرے کہ ہم لوگ ایسا کرنے والے ہوں کیونکہ یہ فرمان الٰہی کے خلاف ہے۔

لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا

علاوہ بریں یہ مُسلمانوں اور اسلام کے ساتھ دشمنی ہے کہ ایک مفید کام کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشش کی جاوے مَیں نے اپنے پچھلے ریمارکس جو کچھ ظاہر کیا تھا وہ ان واقعات کی بنا پر تھا جن کو محض خود غرضی کی بنا پر انجمن کے مخالف پیش کر رہے ہیں۔ کسی کو تنخواہ دار یا اجارہ دار انجمن ہونے کے طعنے دینا بتا رہا ہے کہ اصلاح طلب فریق کی غرض و غایت کیا ہے؟ اور جب ان مطالبات پر نظر کی جاوے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اصل حقیقت اور بھی کھل جاتی ہے بیسہ اخبار میں جس قدر مضامین انجمن کے خلاف شائع ہوئے ہیں اُن کو پڑھکر مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مخالفت محض ذاتی اغراض کی بنا پر ہے۔ اور مخالف فریق اس میں ایسا مدہوش ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس کا یہ طریق عمل مسلمانوں کے ایک چلتے ہوئے کام کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ عین سالانہ جلسہ کے قریب آکر مخالفت کا علم بلند کرنا کس دانشمندی اور مآل اندیشی کا نتیجہ ہے مجھے انجمن کے حسابات یا اندرونی حالات پر بحث کرنے کی اس وقت حاجت نہیں مَیں عام نظر سے اس مخالفت کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ آیا وہ مسلمانوں کے اس تعلیمی کام کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اس کا جواب صاف ہے کہ وہ مضر ہے مسلمانوں میں پہلے ہی خانہ جنگیوں کی کمی نہیں جو اَب اس سلسلہ کو شروع کر کے اس کی تکمیل کی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے شروع سے لیکر اتبک انجمن کے لئے محنت کی ہے اور بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے انکو اس طرح پر ہدف ملامت بنانا بالکل نامناسب ہے۔ دو سال پہلے جب اس فریق نے شور مچایا تھا اُس وقت کیا کیا تھا جو اَب کریں گے۔ انجمن کے بعض کارکنوں کو مقدمات کی دھمکیاں دینا اور قوم میں بدنام کرنا۔ انجمن کو بدنام کرنا اور اس طرح پر مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے یہ وقت تھا کہ انجمن کے فنڈز کے لئے یہ مہذب اور معترض گروہ سعی کرتا مگر اس نے اُلٹی راہ اختیار کی ہے۔ اگر انجمن کے کام میں کوئی نقص ہے یا اُس کے حسابات قابل پڑتال ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں انتظامی کونسلیں اور کمیٹیاں کس مرض کی دوا ہیں وہاں ان جھگڑوں کا فیصلہ کرو۔ اور وہ کالج اور مدرسے جو انجمن کے ماتحت ہیں انھیں قومی کام سمجھکر باہم متفق ہوکر انکی ترقی اور بہتری کی فکر کرو اس لئے کہ یہ اب مشترکہ کام ہو گیا ہے۔ میری اپنی رائے یہ ہے کہ کم از کم اس قسم کے تعلیمی اور دوسرے مشترکہ کاموں میں مسلمانوں کو مل کر کام کرنا چاہیئے جو قومی کام سمجھے جا سکتے ہیں اگر وہ اسلامی فرقہ بندیوں سے نجات نہیں پا سکتے۔ اگرچہ اگر دین مقدم ہو اور ہم اس راہ پر چلیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور خود اور اپنی جماعت کو لیکر اسپر عمل کر کے دکھایا تو یہ جھگڑے آج مٹ جائیں۔ بہرحال وہ بڑی اصلاح کا مدعی پیسہ اخبار جو طنز سے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر اعتراض کیا کرتا ہے کہ اس فرقہ نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالدی کیا اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ اس نے ایک چلتے ہوئے کام میں روڑا اٹکانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ اس شرمناک طریق کو چھوڑنا چاہیئے۔ اگر کوئی قابل اصلاح امر ہے تو اس کی باقاعدہ طور پر اصلاح کرنی چاہیئے نہ کہ وہ رنگ اختیار کیا جاوے جو غیروں کو ہنسی کا موقع دے۔ اے خدا تو مسلمانوں کو چشم بصیرت عطا کر اور انھیں سمجھ دے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو

قران السعدین

اللہ تعالیٰ ہی کی حمد اور ستایش ہو جس نے صہر اور نسب کو بنایا اور اس کے رسول پر صلوٰۃ اور سلام ہو جس نے رحمۃ للعالمین ہو کر دنیا میں صہری رشتوں کی عظمت اور قدر کو ہ قایم کیا اور پھر خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ سے معطر کئے ہوئے مسیح موعودؑ اور ہمارے امام پر سلام ہو جس کے نسبی اور صہری شرف کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام سے شہادت دی

الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر و النسب

یعنی وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے اللہ تعالیٰ کی یہ وحی ایک لمبا زمانہ ہوا حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کیموافق (جیسا کہ صراحت کے ساتھ پیشگوئیوں میں مذکور تھا) حضرت جری اللہ کا صہری تعلق دہلی کے ایک صحیح النسب اور دینداری میں ممتاز خاندان سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے موافق اس رشتہ کو بار ور فرمایا۔ چنانچہ کئی بچے جو اپنے اپنے رنگ میں

آیۃ اللہ

تھے اور ہیں خدا تعالیٰ نے عطا فرمائے ان میں سے حضرت بنت رسول صاحبزادی مبارکہ بیگم کے نکاح کی تقریب سعید

آج ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء یوم دوشنبہ کو بعد نماز عصر

دار الامان کی جامع مسجد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خدام کی موجودگی میں ہوئی۔ صاحبزادی صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کا نکاح

۵۶ ہزار مہر

پر جناب نواب محمد علیخانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت حکیم الامۃ مولوی نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام کے ارشاد کیموافق حسب معمول پڑھا۔ اس تقریب سعید پر میں حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کو

مبارکباد دیتا ہوں

جناب نواب صاحب پر جو فضل ہوا ہے اور خدا کے برگزیدہ رسول مہدی اور مسیح نے جس شفقت اور کرم سے انکو نوازا ہے وہ بہت ہی شکر گزاری کے قابل ہے اور اس لئے نواب صاحب بہت ہی مبارکباد کے قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شرف اور بزرگی عطا فرمائی ہے اسلئے میں صدق دل سے اس انعام عظیم پر جو اللہ تعالیٰ نے انپر کیا ہے انہیں

مبارکباد دیتا ہوں

اس تعلق سے وہ خدا تعالیٰ کے مسیح کی دعاؤں سے بیش از بیش فیض اٹھائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے ان انعام و اکرام سے حصہ لیں گے جو نواب مبارکہ بیگم کی ذات بابرکات کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود و مامور کے ذریعہ وعدہ فرمائے ہوئے ہیں اور جنکی صراحت کسی دوسرے وقت پر کیجائیگی یہاں اشارۃً حضرت مسیح موعود کے یہ دو شعر یہاں درج کرتا ہوں جو

نواب مبارکہ بیگم

کے متعلق ہیں۔

ہوا اک خواب میں مجھپر یہ ظاہر — کہ اس کو بھی ملیگا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر — یہی روز ازل سے ہے مقدر

نواب مبارکہ بیگم یہ ہی الہامی اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ جسطرح چاہیگا اور جسوقت چاہیگا اپنے وعدوں کو پورا کریگا۔ بہر حال نواب صاحب کی سعادت اور خوش قسمتی جس کا اس تعلق سے

دور جدید

شروع ہوا ہے بہت بہت مبارکباد کے قابل ہے۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو اس انعام عظیم کی عظمت کا اظہار کرسکیں۔ حضرت حکیم الامۃ نے اپنے خطبہ میں کیا ہی لطیف فرمایا کہ ایک وقت تھا جب نواب محمد علیخان صاحب کے مورث اعلیٰ شیخ صدر جہاں (علیہ الرحمۃ) کو ایک رئیس اعظم نے اپنی لڑکی دی تھی مگر یہ خدا کا فضل کا نتیجہ ہے اور اسکی نکتہ نوازی ہے کہ آج محمد علیخان کو

سلطان دین نے اپنی لڑکی دی ہے

اور یہ اس بزرگ مورث سے زیادہ خوش قسمت ہیں یہ میرا دین میرا قلم اور ایمان بتاتا ہے کہ وہ حضرت صدر جہاں سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔

بہر حال خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تقریب سعید بعد نماز عصر ہوئی۔ اور اسکے ساتھ ہی تین اور نکاح بھی ہوئے اور اسطرح آج کا دن ہماری احمدی جماعت مقیم قادیان دار الامان کیلئے از بس خوشی کا دن اور مبارک دن تھا جبکہ حضرت خلیفۃ اللہ نے اپنے ایک خادم کی ذرہ نوازی فرمائی + بالآخر میں صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہر طرح مبارک فرماوے اور اپنے فضلوں کے وعدوں کو پورا کرے تا دنیا کی آنکھیں روشن ہوں اور اس کے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ کا جلال چمکے۔ آمین۔

اس تقریب سعید کی شمولیت کیلئے لاہور سے معزز احباب شیخ رحمت اللہ صاحب خواجہ کمال الدین صاحب اور منشی تاج الدین میاں چراغ الدین صاحب ڈاکٹر نور محمد صاحب حکیم محمد حسین صاحب قریشی بابو غلام محمد صاحب خلیفہ رجب الدین صاحب مستری محمد موسیٰ صاحب وغیرہم بھی حاضر ہوئے تھے + حضرت حکیم الامۃ کا خطبہ اگلے الحکم میں

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ۔ سیدھی ریشہ دار کشمیر کی لکڑی کا بڑا بینڈل کاک کین اور دو ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائدار ہے قیمت ۷ روپیہ

کرکٹ بیٹ سیدھے ریشے دار کشمیر کی لکڑی ۳۲ کین بینڈل کے ربڑ کے بیچ کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی۔ بینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا ۳ا۔ کرکٹ بیٹ آل کین لکڑی چیدہ مضبوط اور پائدار پریکٹس کے ۱۲ا۔ کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ۱۲ا۔

بچوں کے کرکٹ سٹ — ۱۰ سے ۱۳ برس کی عمر واسطے دو سٹ ایک سٹ وکٹس ایک بال لکڑی کا فی بکس فی سٹ — ۵ر

اور ۱۳ سٹ ایک سٹ وکٹس ایک بال فی بکس — ۶ر

فٹ بال عمدہ کاؤ ہائڈ پائدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پائدار ۵ — ۷ر

ء ء ء ء ۵ — ۸ر

بچوں کے لئے فٹ بال ۱۲ معہ بلیڈر — ۱۲

ء ۳ — ۱۸

کرکٹ بال گٹ سوہن نہایت عمدہ اور مضبوط چمڑے کے — ۵

ء دھاگے کے بیچ — ۶ر

ء پریکٹس — ۴ر

کرکٹ ولس فی کاپی — ۴ر

المشتہر
نظام الدین سنتری احمدی شہر سیالکوٹ

سارٹیفکیٹ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال از قسم پریکٹس بیٹ۔ پریکٹس وکٹس۔ فٹ بال وغیرہ پہنچا۔ ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میرے خیال میں ولایت کے سامان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور قیمت میں اس سے بہت کم ہیں اسکو کم خرچ بالا نشین کا مصداق پاتا ہوں۔ نیاز مند۔ حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجانپور ڈیرہ ضلع کانگڑہ ۲۳ ۵ ۰۷

لوہے کے خراس آٹا پیسنے کی مشین یہ تمام ہندوستان میں چلتی ہے آٹا فی گھنٹہ ۲۰ سیر پختہ پس جاتا ہے وزن تخمیناً ۳ من ۲۵ سیر پختہ ہوتا ہے قیمت درجہ اول فی من پختہ مبلغ ۳ روپیہ اور دوم مبلغ ۲ روپیہ مبلغ ۸ بیعانہ آنے پر خراس وی پی کیا جاتا ہے۔ بیلنے کناد پیڑنے والے بھی تیار ہیں۔

پیٹنٹ خراس

چھ سال کا تجربہ

جب ہم کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو ہم کو یہ بات معلوم کرنے سے تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سے ہمسایہ بھی اس طرح کی مصیبت میں مبتلا تھے اور جب ہم اپنے ہمسایوں سے وہ طریقہ جس سے اُنھوں نے اس مصیبت سے رہائی پائی دریافت کرتے ہیں تب ہم بھی وہی راستہ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کرتے ہیں جس سے وہ کامیاب ہوئے تھے اس سے بھی زیادہ بہتر خبر یہ ہے کہ کلکتہ کا ایک نامی طبیب ہمیں ایسی دوا بتاتے جو ہمیں شفا بخشیگی۔ ڈاکٹر سی سی۔ مٹر صاحب ایل۔ ایم۔ ایس سور مکرجی کمپنی عطاران ۱۰۳۔۱۰۴ کورن والس اسٹریٹ کے شفاخانہ کے طبیب) کہتے ہیں میں گذشتہ چھ سال سے اپنے انگریز اور دیسی مریضوں کو ڈوون کی درد پشت اور گردہ کی گولیاں استعمال کراتا ہوں اور اُن کو گردوں کے انحطاط۔ درد کمر اور درجع مفاصل میں مفید پایا ہے۔ ایسے مرضوں سے تکلیف والوں کو میں بغیر کسی پس وپیش کے اس دوا کے استعمال کرنے کی صلاح دیتا ہوں۔ گردوں کی بیماری اس وجہ سے خطرناک ہے کہ وہ اتنی خفیہ اور آہستہ آہستہ اپنا گھر کرتی ہے کہ جو شخص درد سر پٹھوں اور قلب (دل) کی بیماری یہ خیال۔ جگر آنار سستی اور کاہلی میں مبتلا ہے وہ اصل سبب کو نہیں جانتا۔ یہ سب علامتیں گردوں کے خراب ہونے کی ہیں اور اسی طرح ذیل کی شکایات بھی۔ درد پشت جلد جلد پیشاب کی بیماریاں اور وجع مفاصل اور گردوں کے سڑنا۔ یہ گولیاں ان سب باتوں کو رفع کرتی ہیں کیونکہ اصل سبب یعنے گردوں کی بیماری دور کرتی ہیں تمام دوا فروشوں کی دکانوں پر یا براہ راست ڈوون کی ادویہ پوسٹ آفس بکس نمبر ۳۰ بمبئی کے پتہ سے ملتی ہیں قیمت فی شیشی دو روپیہ یا چھ شیشیوں کے ۱۱ روپیہ۔ اگر آپ اپنی فرمایش کیساتھ اس اشتہار کو معہ نام اخبار کہ جس میں یہ چھپا تھا بھیجینگے تو آپ کی فرمایش کی تعمیل بغیر ریلوے پارسل خرچ لینے کے کی جائے گی

ڈوون کا مرہم (ڈوانس اینٹمنٹ) ایک دفعہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو فوراً کم ہو جاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیہ چھاجن۔ بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سرخ بادہ۔ کھجوا۔ کیڑے چیڑے۔ داد۔ ساد رجلد کی سب طرح کی سوزش۔ نمکین۔ شور۔ اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے۔ تمام دوکانداروں کے پاس۔ قیمت دو روپیہ عہ فی ڈبیا۔

لاکھوں روپیہ کمانے کا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے علاوہ لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں

حکیم نور محمد پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور سے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگاکر فروخت کریں جس سے کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں۔ اس تریاق بے نظیر و سریع الاثر مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حفظ ما تقدم استعمال کرنے سے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گھی میں ملاکر بدن پر مالش کیجائے تو سر درد و بخار چند منٹ میں دور اور سرسام وگلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت و سرور حاصل ہوگا۔ تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور اُن کے لئے جن کو بے ہوشی یا بندش گلو کے باعث دوا حلق سے اتارنا محال ہو جاتا ہے یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے تعمیم افادہ کے لئے بشرط حلفی اقرار عدم افشار ادائے فیس اسکا تیار کرنا بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ مگر اُن اشخاص سے جو ایجنٹ ہو سکے یا سیکھنے کے ارادہ سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت

(نوٹ) جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نمونہ اخبار زر اجرت سے مطلع فرمائیں۔

المشتہر
فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون
مقام موکل ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز وطراری مریضوں کی آہ وزاری آجکل دکھا رہی ہے لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اس میں کچھ بھی دھوکا ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت کی ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کے لئے یہ لاجواب معجون تیار کی ہے جسکے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاءاللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی باہیہ شکایت کے لئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھ مارین کہ جواہرات سے تیار ہوئی ہے اول نمونہ مفت منگائیے پھر پسند ہو طلب فرمائیں۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ ۸ ع

طلا طلسمی

پیرانہ سال کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے جو مرض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خود کشی تک پہنچا دیتے ہیں وہ ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیں اور معجون طلسمی کھائیں انشاءاللہ

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ست بچن ۱۲ - آریہ دھرم - آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت ازبام کر دیا ہے خصوصیت کیساتھ جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۴ - نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط - حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲ - سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲ - نور القرآن حصہ دوم - عیسائیوں کا عجیب رد قیمت ۴ - فیصلہ آسمانی قیمت ۲ - ایڈیٹر الحکم کی تالیفات - تفسیر القرآن پارہ اول - یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے قیمت فی پارہ (۱۲) سلک مروارید حصہ اول - سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا ہے قیمت ۴ - حصہ دوم ۴ - حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲ - برہان الحق قیمت ۴ - مجاہد المسیح قیمت ۳ - خطبات کریمیہ قیمت ۴ - تفسیر سورہ قیمت ۲ - نمونہ قرآن مجید ۲

المشتہر

مینجر الحکم قادیان ضلع گورداسپور

حقیقت نماز شائع ہوگی

تعالیٰ وہ اس کو مفید پائینگے منگوانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزماؤ - قیمت چھ ماشہ دو روپیہ ۲

سرمہ سلیمانی - آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور بصارت بڑھانے والا قیمت ایک تولہ ۸

سنون دندان - دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرکے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے فی بکس ۴

المشتہر

حکیم محمد حسین خلف حکیم سرافراز حسین

مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی

۱۸۶۹ء سے ۱۹۰۶ء تک وقت کا امتحان

سینتیس سال سے زیادہ تک اسکالٹس املشن نے فاضل طبیبوں کے مجوزہ ہر سخت امتحان کا مقابلہ کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تمام جہان میں مستند علاج امراض جگر - کھانسی - زکام گوشت اور بھوک کی کمی کا ہے اور باپ بیٹے دونوں کے لئے مقوی اعصاب کا کام دیتا ہے -

ماتھ سے نہیں چھوا جاتا

اسکاٹ اینڈ براؤن لمیٹڈ

مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

ہمیشہ اس نشان یعنی ماہی گیر کا املشن لو اسکاٹ کے طریقہ ساخت کا نشان ہے

الزامات احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور معروف اخبار ہر مہینے کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

الحکم

(ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی)

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عام سے
۲- خواص و معاونین سے
۳- ہندوستان سے باہر سے
۴- غیر مذاہب والوں سے
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع
کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ: ... کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۱۴ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء مطابق ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

احمدی ڈیپوٹیشن

احمدی ڈیپوٹیشن سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضروریات پر قوم کو آگاہ کرنے کے لئے نکلا ہے جیسا کہ میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں۔ ڈیپوٹیشن میں شریک ہونے والے بہت عدیم الفرصت اور بعض ان میں سے قومی خدمات کے بوجھ کے نیچے بہت ہی دبے ہوئے ہیں مگر موجودہ ضروریات نے انہیں مجبور کیا ہے کہ وہ قومی گدا بن کر قوم کے دروازوں کو کھٹکھٹائیں۔

اس سے پیشتر کہ باضابطہ ایک وفد روانہ ہو مولوی محمد علی صاحب پچھلے اتوار کو لاہور تشریف لے گئے اور انہیں نے مناسب سمجھا کہ لاہور ہی سے کام شروع کریں لاہور شہر میں انہوں نے بعض دوستوں کو مدرسہ کی عمارت کے لئے تحریک کی اور پچاس ساٹھ آدمیوں ہی میں **دو ہزار** کے قریب چندہ تجویز ہو گیا۔ اس وقت لاہور کی ساری جماعت بھی جمع نہ تھی۔ اور ابھی ضلع لاہور بالکل باقی ہے۔ لاہور کی جماعت کی یہ **اولوالعزمی** باقی جماعتوں کے لئے قابل قدر نمونہ ہو گی خاص شہر **لاہور** کا اور وہ بھی سَو سے کم افراد کا چندہ **دو ہزار** ایک معقول رقم ہے اس چندہ کی تفصیل ابھی میرے پاس نہیں آئی اور نہ تفصیلی حالات مجھے ملے ہیں کیونکہ ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء کو محمد علی صاحب نے لاہور میں یہ تحریک کی اور ۱۷ کو انہیں دار الامان میں واپس پہنچکر صاحبزادی صاحبہ کے نکاح کی تقریب میں شامل ہونا ضروری تھا۔ اور پھر اس سعید تقریب سے فارغ ہو کر بعض ضروریات کی بنا پر دو دن کے لئے انہیں وطن جانا پڑا۔ ۲۲ فروری کو وہ پھر لاہور انشاء اللہ پہنچینگے اور لاہور کے چندہ کی فہرست مکمل کرینگے۔ میں امید کرتا ہوں کہ لاہور کی باقی ماندہ جماعت کم از کم **دو ہزار** اور پورا کر کے **چار ہزار** صرف شہر لاہور سے دیگی اور ضلع کی باقی جماعتوں کا چندہ اس سے الگ ہو گا۔

۲۸ فروری ۱۹۰۸ء کی شام کو یہ ڈیپوٹیشن امرتسر پہنچیگا۔ اور ۲۹ کی دوپہر تک وہ امرتسر میں کام کریگا اور جماعت سے مدرسہ کی عمارت فنڈ میں چندہ لیگا۔ اور ۲۹ کو بعد دوپہر کلکتہ میل میں سوار ہو کر کپورتھلہ کے ارادہ سے کرتارپور سٹیشن پر اُترے گا اور اسی شام کو یعنے ۲۹ فروری کی شام کو کپورتھلہ میں **پہلا جلسہ** ہو گا۔ اس لئے میں امرتسر اور کپورتھلہ کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس **قومی وفد** کے خیر مقدم کے لئے طیار رہیں۔ اور جن امیدوں کو لیکر وہ اپنے برادران طریقت کے پاس آتا ہے انہیں پورا کر کے خیبروں میں یہ نمونہ قائم کر دو کہ حق پرست قوم حق کی حمایت اور نصرت کے لئے **اپنے مالوں کو عزیز نہیں رکھتی**

وفد کی خدمت میں میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ **اشاعت** **اسلام** کے سوال کو بھی ساتھ ہی رکھیں۔ جبکہ آج یا کل پھر ان لوگوں ہی سے لینا ہے تو پھر کیوں آج ہی انہیں اس ضرورت پر بھی متوجہ نہ کیا جاتا احمدی قوم کا یہ پہلا **ڈیپوٹیشن** ہے یہ خیال قوم کے دل سے محو نہ ہو جاوے وہ سمجھ لے کہ آج ضرورت پیش آگئی ہے تو یہ بزرگان ملت اپنے گھروں سے نکلے ہیں کہ قوم سے کچھ مانگیں اپنے لئے نہیں بلکہ

قوم ہی کے لئے

مدرسہ میں تربیت اور تعلیم پانے والے بچے دراصل وہ قوم ہے جو احمدی **قوم** پورے معنوں میں کہلائے گی کیونکہ اُن کا نشو و نما احمدیت ہی میں ہو گا۔ اور آنکھیں کھولتے ہی وہ احمدیت میں ہونگے اس لئے اس قوم کی حفاظت اسکی تربیت کے لئے ہمیں پوری سعی کرنی چاہئے۔ اور اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے

چالیس ہزار

کی رقم کچھ چیز نہیں۔ عمارت فنڈ کے سوال کیساتھ مدرسہ کے مستقل اخراجات کو نظرانداز نہ کر دینا۔ مدرسہ کا مستقل خرچ **ایک ہزار روپیہ** ہے اور یہ احمدیوں ہی کے پاس سے آنا چاہئے۔

بہرحال

۲۸ فروری ۱۹۰۸ء کی شام کو جماعت احمدیہ امرتسر کو اپنے جلسہ کا وقت مقرر کر لینا چاہئے۔ اور جماعت کو لیڈر ... ہمیں ... لاہور ... الا فقد ... قوم کو وقت پر جمع ہو جانا چاہئے ... سات بجے شام

حزب اللہ

[اس عنوان کے نیچے وقتاً فوقتاً اولیاء اللہ اور صلحاء امت کی باتیں درج ہوا کرینگی۔ ایڈیٹر]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی چند باتیں

ایک اعرابی حسن کے پاس آیا اور صبر کی بابت پوچھا آپ نے جواب دیا صبر دو طرح پر ہے۔ ایک تو بلا اور مصیبت پر ہوتا اور دوسرا ان چیزوں پر جن سے خدا نے ہم کو منع کیا ہے اور صبر کا جیسا کہ حق ہے اُس کو بیان کیا اعرابی نے سُنکر کہا میں نے تم سے زیادہ زاہد کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی تم سے کوئی زیادہ صابر آدمی سُنا ہے حسن نے کہا اسے اعرابی سب کا صبر تو اس جہت سے ہے کہ ان کو اس کی طرف میل ہے اور میرا صبر جزع کی جہت سے ہے اعرابی نے کہا اس قول کے معنے کھولکر بیان کر کیونکہ اس مقولہ سے میرا اعتقاد پریشان ہو گیا ہے فرمایا میرا صبر بلاؤں اور طاعت خالق پر ہے جس کا باعث دوزخ کی آگ سے میرا خوف ہے اور یہ عین جزع ہے اور دنیا میں جو میرا زہد ہے اور آخرت میں رغبت ہے اور یہ عین نصیبہ کا طلب کرنا ہے اس کے بعد فرمایا اُس شخص کا صبر قوی ہوتا ہے جو اپنے نصیبہ کو درمیان سے اٹھا لے تاکہ اس کا صبر خدا کے واسطے ہو اس واسطے نہ ہو کہ دوزخ سے میرے تن کو آرام ملے۔ اور اس کا زہد حق کے واسطے ہو نہ اپنے بہشت کے پہنچنے کے واسطے۔ اور یہ اخلاص کی علامت ہے۔ اور کہا مرد کو ایسا علم چاہئے جو فایدہ دینے والا ہو اور کامل علم ہونا چاہئے اور پورا اخلاص ہو اور پوری قناعت ہو اور پورا صبر ہو جب یہ تینوں باتیں حاصل ہوں تو اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کرینگے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ بھیڑ بکریاں آدمی سے زیادہ آگاہ ہیں کیونکہ جب چرواہے کی آواز سُنتی ہیں تو آگاہ ہو کر چرنے سے باز رہ جاتی ہیں اور آدمی خدا کی کلام سُنتا ہے اور اپنی خواہش سے باز نہیں رہتا۔ اور آپ نے فرمایا ہے بدوں کی صحبت آدمی کو نیکوں کے حق میں بدگمان کر دیتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے اگر کوئی مجھکو شراب پینے کے واسطے بلائے تو میں اس آدمی کو اس سے زیادہ دوست رکھتا ہوں جو مجھ کو دُنیا کی طلب کیواسطے بلاتا ہے اور فرمایا ہے معرفت یہ ہے کہ تو اپنے آپ میں خصومت کا ایک ذرہ بھی نہ پائے اور آپ نے فرمایا ہے جو بے انتہا ہمیشگی کا بہشت ہے وہ ان چند دنوں کے عمل سے حاصل نہیں ہوتا وہ نیک نیت سے ملتا ہے اور فرمایا ہے کہ جب بہشتی آدمی پہلے بہشت میں دیکھینگے تو سات سو ہزار سال تک بے ہوش ہو جائینگے کیونکہ حق تعالیٰ اپنی تجلی ظاہر کریگا اگر اس کے جمال میں دیکھینگے تو وحدت میں غرق ہونگے اور اگر اس کے جلال میں دیکھینگے تو ہیبت میں مست ہو جائینگے اور آپ نے فرمایا کہ تیرا فکر آئینہ ہے جو تیری نیکیاں اور تیری برائیاں تم کو دکھلاتا ہے اور فرمایا ہے جس کا سخن حکمت کے بھید سے نہیں وہ عین آفت ہے اور جو فکر سے خاموش نہیں

اس کا سبب فعل شہوت اور غفلت ہے۔ اور جو نظر عبرت سے نہیں ہوتی وہ سب بازی اور ذلت ہے اور فرمایا ہے کہ توریت میں ہے کہ جس آدمی نے قناعت کی وہ لوگوں سے بے پروا ہو گیا اور جب لوگوں سے گوشہ اختیار کر لیا تو اس سے سلامتی میں ہو گیا اور جب شہوت کو پاؤں کے نیچے ڈالدیا تو آزاد ہو گیا اور جب حسد سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو اس سے دوستی پیدا ہوتی ہے اور جب کچھ روز صبر کرتا ہے تو اس سے پھل پاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے جو لوگ اہل عقل ہیں وہ خاموش رہنے کی عادت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دل گویائی میں آجاتے ہیں اور اس کے بعد وہ گویائی زبان پر جاری ہو جاتی ہے اور فرمایا ہے ورع یعنے پرہیزگاری کے تین مقام ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آدمی بات نہ کرے مگر وہی جو حق چاہے غصہ میں ہو اور چاہے راضی ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ جس میں خدا کا غصہ ہو اس سے اپنے اعضاؤں کو نگاہ رکھے تیسرا یہ ہے کہ آدمی کا ارادہ اس چیز میں ہو جس میں خدا تعالیٰ کی رضا دی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ پرہیزگاری کا ایک ذرہ ہزار سالوں کے نماز روزہ سے بہتر ہے۔ اور فرمایا ہے کہ سب عملوں میں سے زیادہ بزرگ عمل فکر اور پرہیزگاری ہے۔ اور فرمایا ہے اگر مجھکو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ میں نفاق نہیں ہے تو جو کچھ سطح زمین پر ہے۔ اس سے میں اپنے آپ کو زیادہ دوست رکھوں اور فرمایا ہے باطن اور ظاہر کا خلاف نفاق میں ہے اور فرمایا ہے کہ گذشتہ لوگوں میں سے کوئی مومن ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوگا جو اس خوف سے نہیں کانپتا۔ کہ ایسا نہ ہو میں منافق ہوں اور فرمایا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں خدا کی قسم یقیناً وہ مومن ہے اور فرمایا ہے مومن وہ ہے جو آہستہ ہو۔ اور حاطب اللیل کی مانند نہ ہو یعنے اُس شخص کی مانند نہ ہو جو کہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ کرے اور جو کچھ اُس کی زبان پر آئے وہ کہدے اور فرمایا ہے تین آدمیوں کے لئے غیبت نہیں۔ ایک تو اُس شخص کے واسطے جو صاحب ہوا ہے اور دوسرے فاسق کے واسطے۔ اور تیسرے ظالم امام کے لئے یعنے اُن کے حق میں جو کچھ کہا جائے وہ غیبت میں شمار نہیں ہوتا۔ اور فرمایا ہے اگر تو صفائی چاہتا ہے تو غیبت کے کفارہ کے واسطے استغفار کافی ہے۔ اور فرمایا ہے آدم کا مسکین فرزند اس سرائے میں راضی ہو گیا ہے جسکے حلال کا تو حساب ہے اور اس کے حرام کا عذاب۔ اور فرمایا ہے کہ آدم کا فرزند کسی حال میں دنیا سے جدائی نہیں کرتا مگر تین حسرتوں سے ایک تو یہ ہے کہ جمع کرنے سے سیر نہیں ہوتا اور اس کی حسرت رکھتا ہے۔ دوسری یہ ہے کہ جو اس کے دل میں اُمید ہوتی ہے اسکو حاصل نہیں کر لیتا۔ تیسری یہ ہے کہ جو راستہ اس کے پیش آیا ہے اس کے واسطے توشہ تیار کیا ہوا نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے آپ کو کہا کہ فلاں آدمی جان توڑ رہا ہے کہا تو ایسا نہ کہو کیونکہ وہ تو ستر سال سے جان توڑنے کی حالت میں ہے اور اس وقت وہ جان توڑنے سے چھوٹ جائیگا۔ اور آپ نے فرمایا ہے جو لوگ ہلکے بوجھ تھے وہ نجات پا گئے اور جو بھاری بوجھ تھے وہ ہلاک ہو گئے

اور فرمایا ہے کہ اس قوم کے لوگوں کو خدا نے بخش دیا جن کے پاس دنیا امانت تھی اور اس امانت کو واپس دیا اور ہلکے بوجھ ہو کر یہاں سے چلے گئے اور آپ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک دانا آدمی وہ ہے جو دنیا کو خراب کرتا ہے اور اس کے خراب کرنے سے آخرت کی عمارت کرتا ہے اور آخرت کو خراب نہیں کرتا۔ اور آخرت کو خراب کر کے دُنیا کو نہیں بناتا اور آپ نے فرمایا ہے جس نے خدا کو پہچانا اُس نے اُس کو دوست بنا لیا اور جس نے دُنیا کو پہچانا اُس نے خدا کو دشمن جانا۔ اور فرمایا ہے دنیا میں سخت لگام دینے کے لائق تیرے نفس سے بڑھکر کوئی اور چوپایہ نہیں ہے اور آپ نے فرمایا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ یہ دیکھے کہ میرے بعد دُنیا کیونکر ہوگی تو اس کو دیکھ لے کہ دوسروں کے مر جانے کے بعد دُنیا کیونکر ہے اور آپ نے فرمایا ہے خدا کی قسم لوگوں نے بُتوں کی پوجا نہیں کی مگر دُنیا کی دوستی کے واسطے۔ اور آپ نے فرمایا ہے جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں انھوں نے اس زمانہ کا قدر جان لیا جو حق کی طرف سے اُن کو پہنچا تھا۔ رات کے وقت اس میں سوچتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے۔ اور تم اس کو درست تو کرتے ہو مگر اس کے موافق عمل نہیں کرتے۔ اعرابوں اور حرفوں کو ہی بناتے رہتے ہو اور پھر دنیا کا نام بناتے ہو۔ اور فرمایا ہے کہ خدا کی قسم چاندی اور سونے کو وہی عزیز جانتا ہے جسکو خدا تعالیٰ خوار کرتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جو احمق آدمی قوم کے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اُس کے پیچھے چلنے لگ گئے ہیں اس کا دل بجا نہیں رہتا جیسے آتش کے آگے گھی کی مانند پھول کر کُپا ہو جاتا ہے اور بڑا غرور کرتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی دوسرے لوگوں کی باتیں تیرے پاس لا کر بیان کرتا ہے وہ تیری باتیں بھی اوروں کے پاس لیجائیگا۔ اور فرمایا ہے بھائی ہمارے نزدیک جوروں اور فرزندوں سے زیادہ عزیز ہیں کیونکہ وہ دین کے بارہ میں اور جورو اور فرزند دُنیا کے بارہ میں اور دین کے دشمن۔ اور آپ نے فرمایا ہے ماں اور باپ پر جو کچھ آدمی خرچ کرتا ہے اُس کا تو حساب ہوتا ہے مگر اس طعام کا حساب نہیں ہوتا جسکو مہمان اور دوستوں کے آگے رکھتے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے جو نماز ایسی ہو کہ اُس میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کے نزدیک ہوتی ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ خشوع کیا ہے جواب دیا وہ خوف ہے جو دل میں جما ہوا ہوتا ہے اور دل نے اُس کو اچھی طرح پکڑا ہوا ہوتا ہے لوگوں نے آپ کو کہا کہ ایک آدمی کو بیس سال ہو گئے ہیں وہ نماز جماعت میں نہیں آیا ہے اور کسی کے ساتھ ملتا جُلتا نہیں حسن اس کے پاس گئے اور جا کر کہا تُو نماز میں کیوں نہیں آتا۔ اور کسی سے ملتا جلتا نہیں اُس نے جواب دیا مجھکو معذور رکھ کیونکہ میں مشغول ہوں۔ پوچھا تو کس میں مشغول ہے جواب دیا کوئی سانس میرے اندر سے ایسا باہر نہیں آتا جس سے کہ ایک نعمت حاصل نہ ہوتی ہو اور کوئی نہ کوئی گناہ مجھ سے وجود میں نہ آتا ہو پس اس نعمت کے شکر اور اس گناہ کے عذر میں مشغول ہوں یہ سُنکر

حسن نے فرمایا اسی طرح مشغول رہو اور تو مجھ سے بہتر ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کبھی آپ خوش وقت بھی ہوئے ہو۔ جواب دیا کہ ایک دن میں مکان کے اوپر تھا۔ میں نے سنا ہمسایہ عورت اپنے شوہر کو یہ کہہ رہی تھی کہ قریب پچاس برس ہوئے ہیں کہ میں تیرے گھر میں ہوں۔ اگر کوئی چیز ہوتی ہو تو ہوا اور اگر نہ ہو تو میں ہر حال میں صبر کرتی ہوں گرمی اور سردی میں کوئی زیادہ چیز تجھ سے نہیں مانگی اور تیرے نام اور تیرے ننگ و ناموس کا دھیان رکھا ہے اور کبھی کسی کے پاس تیرا گلہ نہیں کیا لیکن اس ایک بات پر راضی نہیں ہوں کہ تو میرے اوپر دوسری بیوی [illegible] اور اس قدر [illegible] اور تکلیف جو میں نے برداشت کی ہے وہ اس واسطے کی ہے کہ تجھ کو دیکھیں [illegible] اس واسطے نہیں کہ تو دوسری محبوبہ کو دیکھے۔ اگر آج کے دن تو دوسری معشوقہ جان کی طرف توجہ کرتا ہے تو دیکھ یہ تیری ملامت کے واسطے مسلمانوں کے امام کا دامن پکڑتی ہوں۔ یہ سن کر میرا وقت خوش ہوا اور خوشی کے مارے میری آنکھوں سے پانی نکل پڑا۔ میں نے قرآن منگوایا تا کہ اس میں اس کی نظیر دیکھوں۔ یہ آیت ملی ان اللہ لا

یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء

تحقیق اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا جو اس کے ساتھ شریک کریگا اور اس کے سوا جس کو چاہے گا اس کو بخش دیگا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیرے سب گناہ بخش دونگا لیکن اگر تو اپنے دل کے گوشہ کو کسی طرف میل دیگا اور میرے سوا غیر کو دیکھیگا تو پھر ہرگز نہیں بخشونگا۔ **نقل** ہے کہ ایک نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ جواب دیا اس قوم کا حال کیا ہوتا ہے جو دریا میں ہو اور اس کی کشتی ٹوٹ جائے اور ہر ایک کسی نہ کسی ٹوٹے ہوئے تختہ پر دریا میں بہتا ہوا رہجائے۔ سائل نے جواب دیا اس کا حال بڑا سخت ہوتا ہے آپ نے فرمایا میرا حال بھی ایسا ہی ہے **نقل** ہے کہ عید کے دن آپ کچھ لوگوں پر گذرے جو آپس میں ہنس رہے تھے اور کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا ان لوگوں پر مجھکو تعجب آتا ہے جو ہنستے ہیں اور انکو اپنے حال کی حقیقت معلوم نہیں۔ **نقل** ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو قبرستان میں روٹی کھا رہا تھا آپ نے فرمایا یہ منافق ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں۔ جواب دیا ان مردوں کے روبرو جسکی شہوت حرکت میں آتی ہے وہ گویا موت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور یہ منافقوں کی علامت ہے۔ **نقل** ہے کہ آپ مناجات میں کہا کرتے تھے الٰہی تو نے مجھکو نعمت دی ہے اور میں نے اس کا شکر نہیں کیا تو نے مجھ پر بلا بھیجی ہے تو میں نے اس پر صبر نہیں کیا اور شکر نہ کرنے کے باعث تو نے نعمت کو مجھ سے ہٹا نہیں رکھا اور اس واسطے کہ میں نے صبر نہیں کیا بلا کو ہمیشہ تو نے مجھ پر مقرر نہیں کیا الٰہی کرم کے سوا تجھ سے اور کیا آتا ہے۔ اور جب آپ کی وفات نزدیک ہوئی تو اس وقت ہنس پڑے اور آپ کو کسی نے ہنستے ہوئے ہرگز نہیں دیکھا تھا۔ اور اس وقت یہ کہتے تھے کونسا گناہ کونسا گناہ اور اسی حال میں جان دیدی۔ ایک بزرگ آدمی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ آپ سے پوچھا کہ تو زندگی بھر میں تو ہنسا نہیں مگر نزع کے وقت ہنستا ہے یہ کیا حال ہوا ہے جواب دیا کہ اس وقت میں نے یہ آواز سنی تھی کہ اے ملک الموت اس کو سخت پکڑ کیونکہ ابھی اسکا ایک گناہ باقی ہے مجھکو اس سے خوشی ہوئی اور میں ہنسا اور پوچھا کونسا گناہ اور اسی حال میں میں نے جان دیدی۔ جس رات انھوں نے وفات پائی ہے اس رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتوں نے آسمان کے دروازے کھولے ہوئے تھے اور پکار رہے تھے کہ حسن بصری آیا ہے اور اُن کے آنے سے آسمانوں میں بڑی خوشی تھی ٭

شذرات اور خبریں

انجمن حمایت اسلام کے مخالفوں نے اپنا معمول بنا لیا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور لکھتے رہیں۔ اسکا نتیجہ جو کچھ بھی ہو مسلمانوں ہی کا نقصان ہے اس قومی انسٹیٹیوشن کو اگر نقصان پہنچا تو اس کے ذمہ دار اور وبال جان بہادر محمد شفیع کی پارٹی ہوگی۔ ہمنے ان تمام تحریروں کو پڑھا ہے جو انجمن کی مخالفت میں شائع ہو رہی ہیں ہم انھیں محض اصلاح کی بنا پر مبنی نہیں یقین کر سکتا۔ انجمن پر حساب نہ دکھانے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ جنرل سکرٹری نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن الحکم میں شائع ہونے کو بھیجا ہے اس کے بعد بھی اگر کہا جاوے کہ انجمن حساب نہیں دکھاتی تو یہ **ظلم** ہوگا۔

ریزولیوشن جو انجمن حمایت اسلام کی منیجنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء میں متعلق معائنہ حساب کتاب انجمن پاس ہوا ہے یہ ہے۔

چونکہ حساب کے معاملہ میں بہت سی غلط فہمیاں ہوئی ہیں اس لئے آج کی تاریخ سے ایک شخص ۲۰؍ سے ۲۵؍ ماہوار تک تنخواہ کا ملازم رکھا جائے جو انجمن کے دفتر میں ۷ بجے سے ۹ بجے تک صبح اور ۴ بجے سے ۸ بجے شام تک رہے اور انجمن کے حساب کی کتب اُسکے پاس رکھی جائیں جو مسلمان اُنھیں دیکھنا چاہے وہ اُن کو دیکھ سکے بشرطیکہ کوئی صاحب اس کمرہ میں نوٹ قلم دوات سے نہ لے اور اپنا نام ایک رجسٹر میں معہ ملاحظہ شروع کرنیکے وقت اور اختتام کے وقت کے درج فرماوے رجسٹر محرر معائنہ کے پاس موجود رہے گا اور جنرل سکرٹری کا حق نہ ہوگا کہ وہ کسی شخص کو اس معائنہ سے روکے اور اگر بہ سبب کثرت معائنہ کنندگان سکرٹری یا افسر انچارج اجازت نہ دیں تو ان کو اپنی وجوہات تحریری اس شخص کو دینی ہونگی فی الوقت یہ انتظام ایک ماہ کے لئے کیا جاوے اس محرر کو رخصت جمعہ کے روز ہوگی نگرانی کا سکرٹری انتظام کرے اس ریزولیوشن پر ۲ ماہ مارچ تک عملدرآمد شروع ہو جاوے

گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر

ضلع گورداسپور کے بیدار مغز اور روشن خیال ڈپٹی کمشنر میجر پی ٹامسن ریاست ہائے پھلکیاں میں پولیٹیکل ایجنٹ ہو کر جاتے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ آج یا کل آپ ضلع گورداسپور کا چارج مسٹر کنگ صاحب کال ڈپٹی کمشنر میانوالی کو دیدینگے۔ میجر پی ٹامسن کے متعلق اخبار الحکم میں بہت کم کچھ کہنے کا موقع ملا ہے اب جبکہ صاحب موصوف اس ضلع سے تشریف لیجانے والے ہیں میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ صاحب موصوف کے متعلق اُن خیالات کا اظہار کروں جو ہم لوگ ان کے لئے رکھتے تھے۔ ضلع گورداسپور کی رعایا میجر ٹامسن کی ڈپٹی کمشنری کے دوران میں بے حد خوش تھی اس کی وجہ صاحب موصوف کا پبلک کو اپنے خیالات اور خواہشوں کے اظہار کا موقعہ دینا تھا۔ منگل کے دن ہر شخص سے جو اُن سے ملنا چاہے اور جو وہ کہنا چاہتا اُسے سُنتے تھے۔ اور جہاں تک مصلحت وقت اور قرین انصاف ہوتا ایسے جواب دیتے۔ ضلع کے بعض عمال کے متعلق جب اُنھیں شکایات پہنچیں تو انھوں نے اس پر پورا نوٹس لیا۔ پنڈت کاہن چند سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی کمشنر کی شکایتوں سے بہت لوگ نالاں تھے۔ صاحب موصوف پر جب اس کی شکایتوں اور اخلاقی کمزوریوں کا راز کھلا۔ تو آپ نے اس پر توجہ فرمائی۔ پنڈت کاہن چند مستعفی ہوئے اور ان کی جگہ ایک ہوشیار اور مستعد نوجوان منشی **منور الدین** سپرنٹنڈنٹ ہو کر آیا ہے۔ ایسا ہی صاحب موصوف کے عہد کا ایک واقعہ جو اخلاقی اصلاح کے سلسلہ میں نہایت قابل قدر ہے بٹالہ ایم بی سکول کے پنڈت **رام لال** کا خلاف وضع فطری میں سزا پانا ہے میجر ٹامسن ایک غیور اور ایک نیک خیال انسان ہیں رام لال کو سزا دیکر انھوں نے طلبا کی اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے قابل قدر کام کیا ہے اور اس سلسلہ میں ضلع گورداسپور کی پولیس کے رکن بابو غلام محمد صاحب انسپکٹر اور بٹالہ سٹی کے لائق سب انسپکٹر منشی الطاف الرحمن بہر حال شکریہ کے مستحق ہیں۔ ایک دو مقدمات نہیں جن میں میجر ٹامسن کی غیر معمولی فراست اور نکتہ رسی نے ضلع گورداسپور میں نام پیدا کیا ہو بلکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں مختصر طور پر میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ ان کا **عہد حکومت** گورداسپور میں بہت قابل قدر ہے جیسا کہ میں اوپر کہہ آیا ہوں امید کیجاتی ہے آج **مسٹر کنگ** ضلع گورداسپور کی ڈپٹی کمشنری کا چارج لینے والے ہیں مسٹر کنگ کو ضلع گورداسپور کی ہوا کیسی راس آئیگی ابھی کچھ نہیں کہا جاتا تاہم پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ آپ بڑی کار شناس اور ستی پسند بیدار مغز آفیسر ہیں۔ میں احمدی قوم کی طرف سے جانیوالے ڈپٹی کمشنر کو خدا حافظ اور آنیوالے صاحب ضلع کو

خیر مقدم

کہتا ہوں۔ اور اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اس ضلع کے بہتر حالات سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ضروری حالات سے بھی واقفیت حاصل کرینگے بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ واقف ہونگے یہ جماعت انکے محدود ضلع کے اندر گورنمنٹ انگلشیہ کی ایک حقیقی خیر خواہ اور فرمانبردار جماعت ہے اور اسی سلسلہ کا بانی اور امام و پیشوا **حضرت مرزا غلام احمد صاحب** ادام اللہ برکاتہ گورنمنٹ انگلشیہ کے ایک پرانے وفادار اور قدیم جاگیردار خاندان کی یادگار ہے جس خاندان نے ۱۸۵۷ء کے طوفان

ثناء اللہ کی یاوہ گوئی اور طاعون کی پیشگوئی

حجت رحماں برایشاں شد تمام
یاوہ گوئی ماندہ در دست لئام

مجھے مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے پڑھنے کا اکثر موقعہ ملا ہے۔ علی الخصوص آپ کی وہ تحریرات جو کہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں میری خاکسار کی نظر سے گذر چکی ہیں جس دن سے آپ نے مرقع جاری کیا ہے میں مرقع کی ایک ایک سطر کو پڑھتا رہا ہوں اور میں یہ یقین تام سے کہتا ہوں کہ مولوی فاضل نے جو کچھ حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں لکھا ہے وہ آنکھوں پر تعصب اور دشمنی کی پٹی باندھ کر لکھا ہے۔ جب میں سوچتا ہوں کہ مولوی صاحب کو کس چیز نے تشبیہ دوں تو میرے دل میں فوراً یہ خیال آتا ہے کہ مولوی صاحب مندرجہ ذیل شعر کے واقعی مصداق ہیں اور شاید انہیں کے حق میں کہا گیا ہے۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است۔ مقتضائے طبیعتش این است

اعتراض کس پر نہیں ہوئے اور کس پر نہ ہونگے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ دشمنان اسلام باوجودیکہ اسلام ایک مصفا چشمۂ توحید ہے اس پر بھی اعتراضات کرنے سے نہیں رکتے۔ حالانکہ ہزار ہا مرتبہ انکے بیہودہ اعتراضوں کا جواب دیا جا چکا ہے۔ مگر بوجہ دشمنی انکا نت نئے دن وہی اعتراض ہے۔ اگر ہم اعتراضوں کے پیچھے چلیں تو جملہ انبیاء میں سے کسی نبی کا وجود ایسا نہ ملیگا جس پر اعتراض نہ کیا گیا ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ ان اعتراضات میں کوئی جان نہیں ہوتی جن کی حقیقت صرف یہ ہے کہ

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند

ان تمام اعتراضوں کا نہایت معقول جواب تو ان تمام انبیاء کی خود عصمت ہی ہے جو ایک باحیا انسان کو اعتراض کرنے سے فوراً روک دیتی ہے۔ مگر بےحیاؤں کی بلائیں دور وہ اُن کے پردۂ عصمت پر بھی اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک نہایت لطیف دلیل بیان فرماتا ہے ولقد لبثت فیکم عمرا جس کا مطلب یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو آنحضرت کے منکر ہو ذرا یہ تو بتلاؤ کہ محمد صلعم نے تم میں کس قدر اپنی عمر گذاری کیا اس عرصہ دراز میں تم نے کوئی اس میں بدی دیکھی۔ کیا تم نے اس کو امین ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا۔ چونکہ اس کی گذشتہ زندگی ایسی مطہر ہے کہ تم خود ہی تو اسے امین کہا کرتے تھے۔ پس کیا تمہیں اتنی عقل بھی نہیں کہ ایسے سچ بولنے والے امین پر بدظنی نہ کرو۔ بھلا جس نے انسانوں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی ایسا امین کس طرح خدا پر افترا باندھ سکتا ہے بالیقین وہ صادق رسول اللہ ہے پس اس کی اطاعت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

یہ کیسا معقول ازالہ اوہام منکرین تھا مگر بدبخت انسان اپنی شوخی اعمال کے باعث ان معقول دلائل کو بھی نہ سمجھے۔ چونکہ انسانوں کی طبائع مختلف ہیں کوئی ابوبکر کی موحدانہ طبیعت رکھتا ہے اور کوئی ابوجہل کی سی منکرانہ اور ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے ہر زمانہ میں خدا کے مرسلوں کے لوگ مخالف بھی رہے ہیں اور موافق بھی۔ اطاعت کرنے والوں نے اس محکم اصول سے فائدہ اٹھایا اور مخالفوں کو سوائے استہزا کے اور کچھ نہ سوجھی۔ آج بھی وہی انسان موجود ہیں جن میں سے بعض کے دل بسبب اپنی کرتوتوں کے الوجہل کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور بعض کے دل حلیم اور باحیا مومنوں جیسے ہیں جنھوں نے امام وقت کی آواز کو سنکر لبیک کہا ہے اور ان کا سلسلہ روز افزوں ترقی پر ہے جیسا کہ سنت اللہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو ان سلیم الفطرت انسانوں کے اصنا و صدقنا کہنے پر معترض ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ انؤمن کما آمن السفہاء کیا ہم بھی بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آویں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کثیر التعداد جماعت منکرین سچائی پر ہے ہاں اللہ تعالیٰ تو گواہی دیتا ہے الا انھم ھم السفہاء ولکن لا یعلمون بے شک یہی لوگ بے وقوف ہیں جو راستی پر نہیں ہیں مگر ان کو سمجھ نہیں ہے کہ راستی اور ناراستی میں فرق کر سکیں۔ جسکا نتیجہ مخالفت رسل ہے مخالفین مرسلین کی عقلیں مسخ ہو جایا کرتی ہیں اور پھر سیدھا بھی ٹیڑھا ہی نظر آتا ہے۔

اب شاید کوئی یہ پوچھے کہ تم نے جو اتنی بات کی آخر اس کا ثبوت بھی تو چاہیئے کس کی عقل ماری گئی ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف میری مدنظر ہیں اور ان میں سے بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُن کی ہاں میں ہاں ملانے والے مخالف ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ عالی جناب مرزا صاحب موصوف دام اقبالہ سچے مرسل من اللہ ہیں اور گروہ ثانی ان کی مخالفت میں حق پر نہیں ہے یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے جملہ اعتراضات اسی قسم کے ہیں جو کفار قدیم سے انبیاء پر کرتے آئے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کوئی معتبر گواہ نہیں ہیں مجھے اس وقت ذاتیات سے بحث نہیں۔ لوگ مولوی صاحب کے حالات سے واقف ہونگے میں اس وقت ان کے دجل کا ایک کھلا کھلا ثبوت ناظرین کے سامنے پیش کرنے والا ہوں۔ اور آپ دیکھ لینگے کہ مولوی فاضل کی کیا ہی ردی حالت ہے۔ مجھے اس بات کے اقرار کرنے میں کہ میں مولوی صاحب کی طرح فاضل نہیں ہوں کوئی شرم نہیں۔ ہاں میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ مسیح موعود کی برکت سے ثناء اللہ کے مرقع کی قلعی کھولنے کی توفیق مجھے دی گئی ہے۔ میں مولوی صاحب کے اعتراضات کی کچھ بھی قدر نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ سب روباہ بازی ہی ہے۔ ہاں ہی خواہان مرقع اگر انھیں شیر پنجاب کا خطاب دیں تو نامناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح شیر پنجاب رنجیت سنگھ کے عہد میں مسلمانوں کو اسلام کے باعث تکالیف دیجاتی تھیں ویسے ہی اب مولوی صاحب کی حالت ہے۔

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں۔ کیا یہی ہے ایمانداروں کا نشاں

اب ہم ناظرین کی خاطر مولوی صاحب کی ردی حالت کا فوٹو کھینچتے ہیں تاکہ مولوی صاحب ہم پر خفا نہ ہو جائیں اور یہ نہ کہیں کہ بیجا الزام لگایا ہے اور ہر مولوی صاحب کو جواب الجواب دینے کو بھی تیار ہیں لیکن اس وقت تک کہ مولوی صاحب شرافت سے کام لیں ورنہ ہم فضول کلام کرنا پسند نہیں کرتے۔

سُنیئے مولوی فاضل صاحب آپ نے ریویو آف ریلیجنز کے مضمون "طاعون اور پیشگوئی" پر جو ایک آرٹیکل مرقع بابت ماہ دسمبر میں شائع کیا اس میں آپ نے متعدد غلطیاں کی ہیں اور آپ نے اسلام کے ایک مسلم اصول کے خلاف لکھا ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کا مضمون میری یا کسی اور کی تعریف کا محتاج نہیں مگر افسوس تو مولوی فاضل صاحب پر ہے کہ آپ صداقت کو چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں۔

مہر تاباں چو بر فلک رخشید۔ چوں تواں نی بخاک و خس پوشید

تاکہ آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے آپ کی عبارت میں کوئی دست اندازی کی ہے اور یونہی اعتراض کر رہا ہے۔ اس لئے آپ کے اصل الفاظ نقل کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"سارا زور بلکہ زور اس مضمون کا تکلم کے لفظ پر ہے جسکے معنے آپ نے کئے ہیں وہ دابہ زخمی کریگا حالانکہ اس لفظ کے معنے کلام کرنے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں کئی ایک مقام پر یہ لفظ آیا ہے۔ غور سے سنو! پارہ ۳ رکوع ۱۴۔ پارہ ۷ رکوع ۵۔ پ۱۶ رکوع ۶ و پ۲۳ رکوع ۳۔ ان سب مقامات پر تکلم کا لفظ آیا ہے یہ صیغہ مفرد مؤنث اور مخاطب فعل مضارع کا ہے یہی لفظ بصیغہ جمع فعل نہی کی صورت میں پ۱۸ رکوع ۶ میں یوں آیا ہے۔ وکلم اللہ موسٰی تکلیما۔ ان سب مقامات میں اس لفظ کے معنے کلام کرنے یعنے بولنے کے آئے ہیں۔ یہ صیغہ باب تفعیل سے ہے یعنے تکلیم سے ہے۔ تکلیم کے معنے ہمیشہ کلام کرنے کے آئے ہیں مگر قادیانی نبوت جیسی جدیدہ ہے اس کی لغات بھی جدیدہ کیوں نہ ہو۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا۔ ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

آیت کا مطلب صاف ہے کہ ان منصوب مفعول ثانی ہے تکلم کا یعنے وہ دابہ لوگوں سے یہ کلام کریگا کہ لوگ اللہ تعالےٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اس دابہ کی تحقیق کا کہ اس سے کیا مراد ہے یہاں موقع نہیں صرف یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ اس آیت کے مطابق اگر طاعونی کیڑے آئے ہیں تو کسی کیڑے نے یہ کلام کیا بھی؟ کیا تو کس نے سنا۔ یہ ہیں ان حضرات کے معارف قرآنی جن پر فخر کیا کرتے ہیں جن کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں۔

گر تو قرآن بریں نمط خوانی۔ ببری رونق مسلمانی"

ناظرین آپ مولوی فاضل کی چال کو دیکھیں کہ کس طرح صاف انکار کر رہے ہیں کہ تکلم کا مطلب کاٹنا یا زخمی کرنا مطلق نہیں بلکہ اس کے معنے صرف کلام کرنے کے ہی ہیں۔ مجھے یہ تو ہرگز یقین نہیں کہ مولوی صاحب یہ نہ جانتے ہوں کہ اس کے معنے زخمی کرنے کے بھی ہیں کیونکہ صراح جیسی مشہور عالم لغات میں بھی کھلے طور پر تکلم کا ترجمہ زخمی کرنا لکھا ہے اب لطف یہ کہ وہاں پر یہی آیت قرآنی لکھکر

بتادیا ہے کہ تکلیم کے معنے تجریح یعنے زخمی کرنا لکھے ہیں۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب یہ جانتے ہی ہیں کہ مرقع خوان یہ کب کرنے لگے کہ لغات کو بھی دیکھ لیں اور تعصب نے بہت دلوں کو اندھا تو کر ہی رکھا ہے جو کچھ جی میں آئے لکھدو۔ میں نے ایک مرقع خوان کو اس دجل سے جو مطلع کیا تو وہ نہایت افسوس کرنے لگا اور کہنے لگا کہ بھائی ہمیں کیا معلوم تھا کہ اس کے یہ معنے صراح میں بھی لکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ تو آپ نے کوشش کی اور لغات کو دیکھ لیا ورنہ شاذ و نادر ہی کوئی ایسا کرتا ہے۔ میں نے اس قیل و قال سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر لوگوں کی ایسی حالت نہ ہوتی تو مولوی صاحب بھی کچھ سوچ سمجھکر اس میدان میں قدم دھرتے۔

ناظرین آپ غور سے مولوی صاحب کے اس اعتراض کو پڑھیں اور دیکھیں کس قدر زور مولوی صاحب کا صرف اسی تحقیقات پر ہے اور بخیال خویش انہوں نے اصل مضمون کی دھجیاں اڑا دی ہیں صرف اس بات سے کہ تکلم کے لفظ کے معنے ان کے نزدیک کلام کرنے کے ہی ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ مولوی صاحب اہلحدیث کہلاتے ہیں اور احادیث میں کلمیٰ کا لفظ پڑھتے ہیں جس کے معنے زخمیوں کے ہیں اور پھر مولوی صاحب کلم کے معنے زخم کے بھی جانتے ہیں۔ مگر عداوت کے باعث پسند نہیں کرتے کہ کبھی حق منہ سے نکلے۔

پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں "بس سارا زور اسی آیت پر تھا جس کا پردہ اٹھا دیا گیا۔ باقی دوسری آیات میں جس عذاب کا ذکر ہے وہ ہمیشہ ہوتا ہے کہیں نہ کہیں دنیا میں وبا ہے کہیں قحط ہے کہیں زلزلہ ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے۔ اس لئے ان آیات کا مضمون ہمیشہ سے اپنی تصدیق کراتا ہے مگر اس سے مرزا جی کی نبوت کو کوئی تعلق نہیں مرزا جی کی نبوت سے اس کو تعلق ہوتا تو مرزا جی کے سخت مخالف جن سے مخالفت نکل کر دوسرے لوگوں تک پہنچتی ہے سب سے پہلے تمام کے تمام اس کی بھینٹ ہوتے نہ یہ کہ مرزا جی کے راسخ مرید پہلے چلدیتے جن کی تفصیل کبھی آئے گی"

میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب باوجودیکہ آپ نے جھوٹ کی نجاست پر بھی منہ مارا اور کہدیا کہ تکلم کے معنے صرف کلام کرنے کے ہی ہیں مگر پھر بھی حقیقت میں آپ کو خائب و خاسر ہی ہونا پڑا۔ جیسا کہ ہم نے ابھی دکھلا دیا ہے اور علاوہ اس شرمندگی کے جو آپ کو یوں اٹھانی پڑی۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ واقعی آپ نے یہ بات صرف دھوکہ دہی کے واسطے ہی لکھدی تھی۔ مگر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

آپ کا یہ ارشاد کہ جس عذاب کا ذکر دوسری آیات میں ہے وہ ہمیشہ ہوتا ہے .... الخ یہ بھی پرلے درجہ کی ایمانداری کا ثبوت ہے۔ ذرا آپ ان آیات کو تو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اشارہ صرف آیہ شریف وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا کی طرف ہے کیونکہ اور جتنی آیات نقل کی گئی ہیں وہ سب کی سب بقول خود آں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانے کے متعلق ہیں۔ اب ان کا کوئی فایدہ نہیں ہے۔ آپ گھبرا نہ جائیں میں آگے چل کر یہ بھی کھول کر بتاؤں گا کہ کیونکر آپ قرآن مجید کی آیات کو فضول بتا رہے ہیں۔

مولوی صاحب ہیں تو مفسر قرآن بھی مگر چار پائے بروکتابے چند کی مثال پوری پوری آپ پر صادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کھلے لفظوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرماتا ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا پر ایک عذاب عام نازل کیا جائیگا مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ دوسری آیات میں جس عذاب کا ذکر ہے وہ ہمیشہ ہوتا ہے کہیں قحط ہے کہیں زلزلہ کہیں کچھ کہیں کچھ۔ مولوی صاحب اگر یہ عذاب جس کا ذکر اوپر والی آیت شریفہ میں ہے کہ جس سے بہت سے قریہ تو بالکل نیست و نابود ہونگے اور بہت عذاب شدید کا مزا چکھینگے۔ معمولی اور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیا بات بتائی۔ بقول آپ کے نہ تو یہ غیب کی خبر ہے اور نہ اس میں کوئی خوبی ہے بلکہ یہ روزمرہ کا باقاعدہ دستور ہے۔ اور یہ خبر ویسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ آج سورج غروب ہو جائیگا۔ افسوس ہے تو یہ ہے کہ صرف مرزا صاحب کی مخالفت کے باعث فاضل امرتسری قرآن مجید کی ایک بڑی زبردست پیشگوئی کو ردی میں پھینک رہا ہے۔ مولوی صاحب اس سے تو بہتر ہوتا کہ آپ اس عذاب کو بھی آدم سے لیکر قیامت تک کے لئے مقرر کر دیتے کیونکہ قبل یوم القیامت سے مراد تمام پہلا زمانہ بھی تو ہو سکتا ہے پھر یوں کہدیتے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی امت نہیں کہ جس میں ہم نے نذیر نہ بھیجا ہو اور پھر یہ پیش کر دیتے کہ چونکہ امتیں تمام دنیا پر حاوی تھیں اس لئے رسول بالضرور ہر جگہ آئے اور جہاں رسول آئے وہاں عذاب بھی ضرور آیا لیس عذاب شدید تو محمد رسول اللہ سے پہلے تمام دنیا پر نازل ہو چکا۔ اب مرزا صاحب کو اس سے کیا تعلق۔ اگر آپ یہ کہتے ہم جانتے کہ مولوی صاحب نے ایسا اعتراض کیا ہے جو بنا ہے مگر خدا جس کو نیچا دکھانا چاہتا ہے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیتا ہے آپ اپنے اسی مضمون پر تشحیذ الاذہان کے ریمارکس کو پھر پڑھیں جو یہ ہیں "مولوی صاحب کے جس قدر اعتراض ہیں سب ہی ایسے ہیں کہ وہ کفار عرب کی طرف سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکے ہیں۔ اب آپ نے از سر نو ثابت کر دیا ہے کہ واقعی آپ اعتراضات کرنے میں انبیا کے منکرین کے زمرے سے کسی طرح باہر نہیں ہیں۔ آپ تو کہتے ہیں کہ یہ عذاب ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور معمولی بات ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے اب آپ منکرین انبیا کے الفاظ بھی سنئے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون ○ ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذناھم بغتۃ وھم لا یشعرون ○ اس میں قابل غور الفاظ کے نیچے خط کھینچ دیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو انبیا کے مخالف تھے کہا کہ۔ ہمارے باپ دادا کو بھی تو تکالیف پہنچیں تو معمولی بات ہے جو ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی تھی۔ کیوں مولانا یہی مطلب ہے نہ؟ آہ مولوی وہ اعتراض کریں جو کفار نے کئے تھے شرم! شرم!! شرم!!! مولوی صاحب کیا یہی توحید کا راز تھا۔ جس پر برسوں سے تمہیں اک ناز تھا۔ اگر مولوی صاحب قرآن مجید کو غور سے پڑھینگے تو انہیں صاف معلوم ہوگا کہ طاعون زلزلہ قحط اور سیلاب وغیرہ ہی وہ عذاب ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے قوموں کو نیست و نابود کر دیا ہے اور بلاشک اس وقت جو کئی ایک طرح کا عذاب دنیا پہ نازل ہو رہا ہے اور ابھی معلوم نہیں کہ کیا کیا عذاب آنے والا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ عذاب آ رہیں اور ناظرین کو معلوم ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ پیشگوئی بھی حال ہی میں شائع کی ہے کہ ایک نہایت سخت قسم کی طاعون نمودار ہوگی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ خدا کا وعید ہے۔ غرض یہ تمام قسم کے عذاب جو ہم دیکھ رہے ہیں گواہی دے رہے ہیں کہ بے شک دنیا میں خدا کا مرسل موجود ہے اور اس کی تکذیب کی جاتی ہے یہ معمولی عذاب نہیں ہے لاکھوں انسان تو صرف اس طاعون کا ہی شکار ہو چکے ہیں اور زلزلوں سے جو قریباً تمام دنیا میں آئے زمین تہ و بالا ہو چکی ہے اور لاکھوں انسان مر گئے اور لاکھوں بے خانماں ہوئے مگر تعجب ہے کہ ایک مسلمان ہاں فاضل مسلمان نہیں مفسر قرآن مسلمان کہتا ہے کہ یہ ایک معمولی بات ہے۔

اے مولوی صاحب آپ ذرا تاریخی طور پر تو کوئی ایسی مثال بتائیے کہ جب دنیا پر یہ بلا بھی اسی طرح آئی ہو تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ اور یقیناً یاد رکھو تمہیں ایک بھی مثال نہ ملے گی اگرچہ دن کو مشعلیں جلا کر بھی کتابوں کو پڑھو۔ اس قسم کا عالمگیر عذاب کبھی پہلے نہیں آیا۔ دنیا بول اٹھی ہے کہ یہ زلزلے تو کچھ ایسے آئے ہیں کہ اپنی مثال آپ ہیں۔ آج ہندوستان میں تو کل بلوچستان میں اور پرسوں یورپ کے ایک حصے میں اور دوسرے حصہ میں اور اگلے دن کسی اور میں علی ہذا القیاس تمام ملکوں میں زلازل متواتر آئے۔ اور اگر یہ عذاب نہیں ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ کبھی عذاب آیا ہی نہیں۔ ایک مومن تو اس نظارہ کو دیکھکر فوراً سورہ تغابن پڑھتا ہے جیسے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ ذالک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات میں اس کی دوا موجود ہے۔ اور اسی بے خطا نسخہ سے ہر شخص حسب عمل فائدہ اٹھاتا ہے۔ مبارک ہے وہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمودہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ایسے مشکل وقت میں جبکہ مولوی فاضل جیسے بھی این المفر کا اقرار کرتے ہیں تو اسی قرآنی دوا سے اپنا علاج کر کے نجات پاتا ہے۔ ہاں اس جگہ مولوی صاحب ایک اور اعتراض پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے "اگر مرزا جی کی نبوت کو اس عذاب سے کوئی تعلق ہوتا تو مرزا جی کے سخت مخالف جن سے مخالفت نکلکر دوسرے لوگوں پر پہنچتی ہے سب سے پہلے وہ تمام کے تمام اس طاعون کی بھینٹ ہوتے نہ یہ کہ مرزا جی کے راسخ مرید چلدیتے"۔

اس اعتراض کے لکھتے وقت بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب مات کھا بیٹھے یا یوں کہو کہ مولوی صاحب کے دل میں نہ خوف خدا ہی تھا

اور یہ قرآن پاک پر ہی نظر تھی ہم سب باتوں کو چھوڑتے ہیں اور [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] [illegible] تمام [illegible] میں جوش [illegible] کے بعد قتل [illegible] کس قدر اور [illegible] اسی کی وراثت تھے [illegible] ان میں سے بالآخر [illegible] [illegible] اگر آپ انصاف سے [illegible] سنت اللہ یہ ہے کہ افلا یرون

انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا افہم الغالبون ٥

[illegible] آہستہ آہستہ مٹاتا ہے اور اسلام کو [illegible] دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کس طرح دنیا سے [illegible] گئے۔ آج ایک مسلمانوں کے ہاتھوں سے راہی ملک عدم ہوا [illegible] اور بالآخر زمین اپنے کناروں سے گھٹتے گھٹتے ایک نئی زمین [illegible] جس میں اسلام کا چمن پھیلا اور پھولا اور پھر غور کرو کہ حضرت موسیٰ کا بڑا دشمن فرعون کس طرح ہلاک کیا گیا پہلے عذاب آئے اور ہزارہا لوگ تباہ ہوئے مگر وہ [illegible] آخر نیل ہی میں غرق ہوا۔ المختصر یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ عذاب کو چھوٹے چھوٹے مخالفوں سے شروع کر کے بالآخر سخت سخت مخالفوں تک پہنچاتا ہے اور انجام کار میدان صرف صرف متقی لوگوں کے ہی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ کاش یہ صحیح سنت سے بیگانہ فاضل قرآن کا فاضل ہوتا اور وہ یہ اعتراض نہ کرتا۔ جو سیدھا تمام انبیا پر جا پڑتا ہے۔ عربی دانی کا تو مولوی صاحب کو بہت گھمنڈ ہے مگر لا یمسہ الا المطہرون کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔

مولوی صاحب آپ کے لئے بھی خدا کی غیرت دکھلائیگی صادق کی وہ تیز قضا جو سید ہا جگر کے پار ہونے والا ہے۔ ہاں یہ معلوم نہیں کہ کب ایسا ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ آخری فیصلہ ضرور ہو۔ اُس وقت معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے ماموروں کی ذلت ہو۔ میں آپ کو کوئی دھمکی نہیں دیتا بلکہ صرف آپ کو یہ سمجھانے کی خاطر کہ آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ آپ بڑے سخت مخالف سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہیں اور آپ کی مخالفت اوروں تک اثر کرتی ہے اس لئے چاہئے کہ آپ کا پہلے خاتمہ ہو۔ بالضرور پورا ہوگا مگر اسی طرح جس طرح خدا تعالیٰ کو منظور ہے اکثر حصہ ملک میں تبلیغ حق کا ذریعہ یہ بھی ہے کہ آپ جیسے مخالفت کریں اور ساری کوشش سے مخالفت کریں اور نتیجہ یہ ہو کر خود خائب و خاسر ہو جاویں اور پھر وعدہ الٰہی پورا ہو جو افہم الغالبون میں مسطور ہے۔

میں اس بات کو ذرا آسان طور پر بیان کرتا ہوں تا کہ میرا مطلب آپ کے خیال مبارک میں اچھی طرح سے رچ جائے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک زبردست بادشاہ ایک چوروں کے گروہ کے نیست و نابود کرنے کے لئے حکم دیتا ہے تو اُس کے لشکر ان چوروں کے پیچھے لگ جاتے ہیں حتیٰ کہ انھیں ایک مکان میں گھیر لیتے ہیں اور دروازہ پر آگ لگا دیتے ہیں تا تمام اندر آگ لگ جاوے اور وہ چور جلکر خاک سیاہ ہو جاویں تو ہم پہلے تو اس وقت جب بادشاہ کا یہ حکم ہی سُنتے ہیں تو جان لیتے ہیں

کہ بس اب وہ چور رہ گئے [illegible] ابھی وہ زندہ ہی کیوں نہ ہوں اور نہایت [illegible] سے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہوں اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ [illegible] کو آگ لگا دی گئی تو ہم کہتے ہیں کہ اب تو بس انکا خاتمہ ہوا حالانکہ ابھی وہ زندہ ہیں اور انھیں خبر بھی نہیں اور وہ غافل سو رہے ہیں اور انجام [illegible] آہستہ آہستہ چھت کی کڑیوں تک جا پہنچتی ہے اور انجام کار شہتیر بھی جل اُٹھتا ہے اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ چور جو بمنزلہ گھر کی کڑیوں کے ہیں اور ان کا سردار جو شہتیر ہے سب کے سب جل کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ افلا تبصرون ـ

اس عذاب الٰہی کی حقیقت کا مفصہ بیان کرنا میری طاقت سے باہر ہے اور میں اپنے لئے سب سے اچھا فیصلہ تو اس طرح کر سکتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے یقینی پہلو کی طرف غور کیا جاوے یہ کہنا کہ محمد افضل ایڈیٹر البدر طاعون سے مرگیا یا فلاں مرزائی مرگیا صرف شرارت کی باتیں ہیں اگرچہ اس کے بھی کئی ایک جواب ہیں مگر میرے نزدیک سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ ہم اس پیشگوئی کے یقینی پہلو کی طرف غور کریں یعنے خود ملہم اور اُس کے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے جو پچیس کے قریب ہیں اور جو ایام طاعون میں ٹھہر بھی جاتے ہیں اُن کا یقیناً اب تک بچ رہنا اور آئندہ کے لئے قطعی حفاظت کے وعدہ کی طرف غور کریں یہ یقینی پہلو جو تمام اعتراضات کو صاف کرتا ہے۔

قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے کہ خدا کے رسل اور اُن کے سچے مطیعین جو اپنے ایمان کو نفسانی آلائیشوں سے پاک رکھتے ہیں بالضرور عذاب الٰہی سے بچے رہتے ہیں۔ اور اُنکا یقیناً بچے رہنا ان کے صادق ہونے کے لئے مہر الٰہی ہے اگر مولوی فاضل کو اس میں شک ہو تو قرآن مجید کے الفاظ

"ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا کذالک حقا علینا ننجی المؤمنین" پر غور کریں۔ القصہ حضرت مرزا صاحب کا بذات خود بلا ہر قسم کی شرائط کے طاعون سے محفوظ رہنا ان کے صادق ہونے کی قطعی دلیل ہے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو لوگ اس کے ساتھ ہونگے وہ بھی اسی طرح بچائے جائینگے مگر چونکہ ہر شخص نورالدین نہیں یا مولوی محمد علی نہیں یا مولوی عبدالکریم نہیں۔ اس لئے سب کی حفاظت بھی یکساں نہیں ہو سکتی ہاں یہ الگ امر ہے کہ خدا کسی کو نوازے اور اُس کو اپنی رحمت کی پناہ دے مگر چونکہ عام طور پر اٰمنوا کی شرط ہے اس لئے ہر ایماندار اپنے ایمان کے مطابق رحمت سے حصہ لے گا۔ فرداً فرداً کسی شخص کے ایمان کے متعلق ذکر کرنا تو خدائے علام الغیوب کا ہی کام ہے ہاں جن لوگوں کی نسبت یہ وعدہ الٰہی ہے کہ وہ ضرور بچائے جائینگے یعنے مرزا صاحب کے گھر کے اندر رہنے والے لوگ ضرور طاعون سے محفوظ رہینگے سو ہمارا ایمان ہے کہ وہ ضرور بچائے جائینگے جیسے کہ اب تک بچ رہے اور ان لوگوں کا یقینی طور پر بچے رہنا اس بات کی شہادت صادقہ ہے کہ طاعون مرزا صاحب کے دشمنوں کے لئے عذاب الٰہی ہے۔ جس سے وہ رہائی نہیں پا سکتے۔ اے نجات کے طالبو دوڑو کہ وہ امام الوقت کے سایہ میں ہے جو تمہیں مدت سے اپنی طرف بلا رہا ہے۔ مت خیال کرو کہ مولوی صاحبان کیا کہ رہے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمان ہے کہ آخری زمانہ میں مولوی بدترین

خلایق ہو جاوینگے۔ اور قرآن مجید بھی اسی کا موید ہے جیسے کہ آیت استخلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم پر کفر کا فتوےٰ دینے والے بھی یہودی عالم ہی تھے اور تم خود جانتے ہو کہ ان مولویوں کے کفر کے فتووں سے کون بچا ہے۔ سو تم ان کو چھوڑ دو مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہو جاؤ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

ہاں خبردار ہو ورنہ یہ عالم ہی تو ہیں جو تمہیں ڈبونا چاہتے ہیں۔ ذرا دیکھنا کہ امرتسری فاضل کس طرح آپ لوگوں کے راستے میں دجل کے جال بچھا رہا ہے سُننا وہ کہتا ہے۔

"ماکنا مہلکی القریٰ حتیٰ نبعث فی امہا رسولاہ"

آیت میں زمانہ ماضی کی حکایت ہے جب تک رسولوں کا آنا بند نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس میں کنا ماضی کا صیغہ یعنے یہ صیغہ حال میں جب آتا ہے کہ اس کے لئے کوئی قرینہ ہو ورنہ اصل ماضی ہے علیٰ ہذا القیاس ما ارسلنا والی آیت میں بھی ماضی کا صیغہ ہے۔ پس معنے آیت کے یہ ہوئے کہ گذشتہ زمانے میں ہم رسول بھیجنے کے بغیر عذاب نہ کرتے تھے لیکن اب جو حضرت محمد مصطفےٰ الصلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ خاتم النبیین ہو کر تشریف لائے ہیں اس لئے اُن کی تعلیم بمنزلہ ارسال رسول اور نبی جدید کے قائم مقام ہے پس جبکہ کسی جدید رسول کی آمد کو آیت خاتم النبین نے مسدود کر دیا ہے تو اب کس رسول کی تلاش کی جاوے جو کوئی بعد آں حضرت کے رسول ہونے کا مدعی ہے یہ دعوے ہی اُس کے کذب کی دلیل ہے"۔

اے مولوی فاضل کیا یہی ایمان داری ہے کہ یوں لوگوں کو دھوکہ دیا جاوے۔ اس جگہ تو آپ نے کمال ہی دجل سے کام لیا ہے قرآن مجید کو ایک فسانہ بنا دیا ہے۔ جیسے کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ زمانہ ماضی کی حکایت ہے۔ اس حکایت کے کیا معنے ہیں کیا کوئی فایدہ بھی اس سے مدنظر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا ہے آپ خود ہی بتائیے تا کہ آپ کے مُنہ سے ہی معلوم ہو جائے کہ آپ کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔

چونکہ مجھے امید نہیں کہ آپ مُنہ سے حق بات کہیں اس لئے میں خود ہی بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان حکایات کے ذکر کرنے کی یہ فلاسفی بیان کرتا ہے کہ تا لوگ نصیحت حاصل کریں۔ کیوں مولوی صاحب سچ ہے نہ؟ ہاں ضرور یہی حق ہے ورنہ قرآن مجید کی شان سے بعید ہے کہ وہ مہمل کہانیاں بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم گذشتہ زمانے میں رسول مبعوث کئے بغیر عذاب نہ دیا کرتے تھے یہ سمجھانے کے لئے ہے تا لوگ عذاب کے اسباب کی طرف متوجہ ہوں اور جب کبھی عذاب آئے تو اس علاج کے درپے ہوں جو خدا کے تمام نبیوں کا آزمودہ ہے اور جس کے بے خطا ہونے پر اللہ کریم بھی گواہ ہے۔ جہاں کہیں عذاب الٰہی کے نزول کا ذکر ہے وہاں بتایا گیا ہے کہ اس کی اصلی وجہ ماموریں الٰہی کا انکار ہے اور جنھوں نے انبیا کا ساتھ دیا وہ بچے اور باقی جو قابل فنا تھے ہلاک کر دئے گئے۔ اور پھر کہا گیا ہے کہ ان واقعات سے عبرت پکڑو۔ اس بیان سے غرض یہ ہے کہ تا ان خطرناک راہوں سے بچ جائیں کہ جن پر چلکر ان سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔ کیوں مولوی صاحب آپ کیا فرماتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالےٰ عذاب الٰہی کا ذکر کرنے کے بعد اکثر مقامات

ہیں فرماتا ہے ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا اور ولن تجد لسنت اللہ تحویلا۔ سنت اللہ کبھی نہیں بدلیگی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی واقع ہو اور خدا سے زیادہ سچ بولنے والا کون ہو سکتا ہے پس مطلب صاف یہ ہے کہ اگر پہلے عذاب آنے سے پہلے خدا کے نبی دُنیا کو ڈرا لیتے تھے کہ ڈرو عذاب آنے والا ہے تو اب بھی ضروری ہے کہ عذاب سے پہلے نذیر موجود ہو تا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر کہنا ہوگا کہ معاذ اللہ خدا بھی اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرتا بلکہ معاذ اللہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہائے افسوس ان مولویوں کو کیا ہو گیا یہ کیسی اُلٹی راہ پر چل رہے ہیں مگر پھر بھی کہتے ہیں علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل کے ہم ہی مصداق ہیں۔ مولوی صاحب ذرا یہ تو بتا دو کہ اگر اب عذاب عظیم جس کا وقت قبل قیامت ہے اور یہی وہ وقت بھی ہے۔ آرہا ہے اور کوئی رسول موجود نہیں ہے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ پہلے جو عذاب کسی قوم پر آیا کرتا تھا اس وقت ضرور رسول مبعوث ہوتا تھا۔ اگر اس عذاب شدید کے وقت کوئی رسول نہیں آیا تو کبھی بھی رسول نہیں آیا۔ کیونکہ جو ضرورت بعثت عذاب سے پہلے بیان کی جاوے ہم کہ سکتے ہیں کہ وہ غلط ہے کیونکہ جب ہم ایک عذاب عظیم کو دیکھتے ہیں اور کوئی رسول نظر نہیں آتا تو معاً خیال آتا ہے کہ قرآن مجید میں جو وارد ہے کہ عذاب سے پہلے اللہ رسول بھیج لیا کرتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ غرض یہ راہ تو تمام انبیاء کی صداقت کو مشکوک ٹھیراتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور ہم ایمان لائے کہ سرور عالم کا فرمان سچ ہے کہ جب عذاب آئے تو سورہ تغابن کو پڑھو جس میں صاف لکھا ہے کہ عذاب الٰہی کا سبب اعلےٰ یہ ہے ذالک بانہم کانت تاتیہم رسلہم بالبینات پس یہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ عذاب تو آئے اور یہ سبب موجود نہ ہو۔ اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو قیامت سے پہلے خدا ایک عذاب عام کی پیشگوئی فرماتا ہے اور ساتھ ہی بعثت مسیح الموعود کی خبر بھی دیتا ہے جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ یہ عذاب مسیح الموعود کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ وبس۔

مولوی فاضل کہتا ہے کہ یہاں آیت میں کنا آیا ہے جو ماضی کا صیغہ ہے پس آیت گذشتہ زمانہ کے لئے ہے۔ ہم پہلے تو مولوی صاحب کا اپنا اقرار دکھاتے ہیں کہ کنا حال کے لئے بھی آتا ہے اور بلا کسی قرینہ کے پھر قرآن مجید سے اس کا ثبوت دینگے سُننے مولوی فاضل صاحب آپ نے حیات و وفات مسیح پر بحث کرتے ہوئے تفسیر ثنائی میں کانا یاکلان الطعام والی دلیل بر وفات مسیح کو رد کرنے کے لئے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اُن علماء سے جو قادیان میں ہیں پوچھ لیں کہ ''کانا'' کے لفظ سے زمانہ حال کی نفی کس طرح ہوتی ہے'' کیا اس سوال سے آپ کی یہی مراد نہیں کہ کانا کا لفظ **زمانہ حال کے لئے بھی آتا ہے اور یہاں یہ لفظ زمانہ حال** کے لئے ہی آیا ہے کانا تثنیہ غائب کا صیغہ ہے اور کنا جمع متکلم کا صیغہ ہے پس جس طرح کانا سے مراد زمانہ حال کی نفی نہیں ہے اسی طرح کنا سے بھی زمانہ حال کی نفی نہیں ہے (کیوں مولوی صاحب سچ ہے نہ؟)۔

یہ کیسی ایمانداری ہے کہ جب مسیح کو زندہ ثابت کرنا چاہا تو کانا کے معنے زمانہ حال میں کئے اور جب بعثت رسول قبل عذاب موعود کا سوال پیش ہوا تو اسی لفظ کو جمع متکلم کے صیغہ کو ماضی محض کہہ دیا اور جھٹ اعتراض کر دیا کہ مرزائیوں کو سمجھ نہیں کہ وہ مولوی صاحب کی طرح ۲+۲ کا جواب ۲ + ۲ = چار روٹیاں ہی دیں۔

قرآن مجید تو مولوی صاحب کے حلق سے اُترا ہی نہیں ورنہ یہ سب فضول قیل وقال وہ نہ کرتے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وما کنا عن الخلق غافلین (یعنے ہم خلق سے کبھی غافل نہیں) اب اس آیت کے سامنے وما کنا معذبین حتےٰ نبعث رسولا اور وما کنا مہلک القریٰ دونوں آیتوں کو رکھو اور دیکھو کہ کیا وما کنا تینوں جگہ ایک ہی طرز پر مستعمل ہوا ہے کہ نہیں۔ دیکھو تو تینوں جگہ یکساں طور پر استعمال ہوا ہے پس تینوں جگہ معنے استمراری لئے جائینگے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ سے بعید نہیں کہ وہ کہدیں کہ وما کنا عن الخلق غافلین میں بھی کنا ماضی ہی کے لئے ہے اور اس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کہتا ہے کہ ہم خلق سے غافل نہیں تھے مگر میں کہتا ہوں کہ بھلا کیا اب خدا عن الخلق غافل ہے معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں ہے وہ تو حی ہے۔ اور ہمیشہ خبردار ہے اگر ایک دم کے لئے بھی وہ غافل ہو تو دُنیا کا سلسلہ زیر و زبر ہو جاوے۔ پس چونکہ یہاں استمراری معنے ہیں اس لئے دونوں دوسری آیتوں میں بھی استمراری معنے مراد ہیں۔ کیونکہ تینوں جگہ الفاظ میں کوئی فرق نہیں۔

اب مولوی صاحب کا ایک اعتراض باقی رہا اور وہ یہ ہے کہ خاتم النبین کے بعد تو کسی رسول نے آنا ہی نہیں پھر اب یہ کہنا کہ ضروری ہے کہ ایک رسول مبعوث ہو قبل اس کے کہ کاٹنے والا کیڑا پیدا ہو بالکل غلط ہے بلکہ جو شخص رسالت کا دعوےٰ کرے اُس کے کاذب ہونے پر اسکا دعوےٰ ہی کافی دلیل ہے۔

یہ اعتراض بظاہر تو بہت ہی مضبوط ہے اور ممکن ہے کہ مولوی صاحب کے مرقع خوان بھی اس دلیل کو بہت ہی مضبوط خیال کرتے ہوں مگر ہمارے نزدیک یہ اعتراض بھی ویسا ہی بودا ہے جیسے پہلے اعتراضات۔ آں حضرت صلعم کے بعد ہر صدی کے سرے پر ایک رسول مبعوث ہوتا ہے ہاں وہ آنحضرت کا ہی مظہر ہوتا ہے۔ اور ان کی رسالت کوئی ایسی رسالت نہیں ہوتی کہ جسے ہم ایک ایسا رسول سمجھیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو۔ بلکہ وہ محمد رسول اللہ کے دین کے خادم ہوتے ہیں۔ ہاں وہ اس لحاظ سے کہ خدا کا کلام اس پر بھی نازل ہوتا ہے جو مبشرات اور منذرات سے مملو ہوتا ہے وہ بشیر و نذیر ہوتا ہے۔ اور یہی حقیقت حضرت مرزا صاحب کے دعوے رسالت کی ہم نے سمجھی ہے۔ سنو خود حضرت والا شان فرماتے ہیں۔

''اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قایل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنے آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح۔

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

پھر آپ اپنے قصیدہ الہامیہ میں فرماتے ہیں جو مدت سے ازالہ اوہام میں چھپ چکا ہے۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

قرآن مجید پارہ ہشتم سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیہم ولاہم یحزنون۔ اس آیت کا اول اور آخر سارا دیکھ لو کہیں یہودیوں کو مخاطب نہیں کیا کھلے لفظوں میں اُمت محمدیہ کو خصوصاً اور دیگر انسانوں کو عموماً مخاطب کیا گیا ہے۔ اس آیت کا مطلب صاف ہے یعنے اے انسانو جب کبھی تمہاری طرف تم میں سے رسول آویں اور تمہیں میری آیات سُنائیں تو تم تقویٰ اختیار کرو کیونکہ متقی کا ہی انجام بخیر ہوتا ہے اور اپنی اصلاح کرو کیونکہ صالحین ہی جنت کے وارث ہیں۔ کیوں مولوی صاحب اس آیت کو بھی کبھی غور سے پڑھا ہے اگر پڑھا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آں حضرت کے بعد رسل منکم کے آنے سے انکار ہے۔

مولوی صاحب کی اس طرز استدلال سے تو ہم یہ نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں کہ عذاب پہلے ہی آیا کرتے تھے اب جبکہ عذاب کے آنے سے پہلے آنے والے منذروں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو بالضرور عذاب بھی ختم ہو چکا ہے۔ اور آں حضرت صلعم کے وقت میں یا بعد آپ کے کبھی عذاب نہ آیا اور نہ آئیگا۔ مگر یہ بات واقعات کے خلاف ہے۔ اول تو ہم عذاب کو ہی بچشم خود دیکھ رہے ہیں اور مدعی رسالت (بروزی) بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور نشانات جو اس کی تائید میں نازل ہوئے ہیں ان کو دیکھکر سعید دل تو فوراً بول اٹھتے ہیں کہ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار

ہم ان تمام باتوں سے درگذر کرتے ہیں اور خود مولوی صاحب کا قلمی اقرار پیش کرتے ہیں ہاں مولوی صاحب میرے ان الفاظ سے یہ فایدہ نہ اُٹھائیں کہ جواب دیتے وقت تمام باتوں کو نظر انداز کر دیں بلکہ چاہئے کہ وہ میرے اس مضمون کو مرقع میں شائع کر دیں اور ایک ایک پوائنٹ پر بحث کریں۔

سُنئے مولوی صاحب آپنے اسی مضمون میں آگے چل کر ترمذی باب فتنۃ الدجال کی وہ حدیث نقل کی ہے کہ جس کا پہلا ٹکڑا بدر کے مضمون میں مشکوۃ سے نقل کیا گیا ہے جو یہ ہے فیبعث

إِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی

۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی	چہ گویم با تو گر آئی بچادر قادیاں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے عہ۴

۲۔ خواص و معاونین سے عـــہ

۳۔ ہندوستان سے باہر سے ۷

۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۱۲ روپے

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲ روپے

نوٹ

عہ۸ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ذیل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے

نمبر ۱۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۶ | جلد ۱۲

اطلاع

شروع جنوری سنہ ۱۹۰۸ء سے الحکم چہار روزہ شائع ہو رہا ہے اور یہ انتظام امتحاناً کیا گیا تھا تاکہ اگر اس کی اشاعت چہار روزہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاوے تو اسے مستقل کر دیا جاوے۔ دو مہینے کا تجربہ بتاتا ہے کہ یہ ایزادی یا ترقی جو الحکم کی رفتار میں کی گئی ہے عام طور پر پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ اس لئے اب کسی مزید انتظار کے بغیر میں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ الحکم کی چہار روزہ اشاعت کو مستقل کیا جاتا ہے آئندہ جب تک خدا تعالیٰ چاہے الحکم اسی طرح چہار روزہ شایع ہوگا۔ اور اس لئے اضافہ چندہ سرپرستان ان لوگوں سے جن کی قیمتیں پہلی شرح سے وصول ہو چکی ہیں وصول کیا جاویگا۔ اس مطلب کے لئے

۱۰ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

کو الحکم ان سرپرستان الحکم کے نام عہ۸ کے لئے وی پی ہوگا جن کی سالانہ قیمتیں ۱۰ مارچ سے پہلے سے وصول ہو چکی ہیں۔ کئی سالوں سے الحکم کی قیمت وصول کرتے وقت وی پی کمیشن ایک آنہ شامل نہیں کیا جاتا جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کے اضافہ سے ایک آنہ کا زاید ٹکٹ لگانا پڑتا تھا۔ اس لئے وہ ایک آنہ بقایا اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اور آئندہ جن احباب کے نام سالانہ قیمت کے وی پی ہوں گے ان کی موجودہ قیمت میں عہ۸ کا اضافہ ہو کر وی پی ہوگا۔ لہذا تمام سرپرستان الحکم کی عام اطلاع کے لئے یہ چند سطریں شائع کی جاتی ہیں۔ امید ہے سرپرستان الحکم یہ وی پی وصول کر کے کارخانہ کی اعانت کریں گے بار بار یاد دہانیوں کی نہ حاجت ہے نہ موقع۔ اور نہ کارخانہ واپسی وی پی کے اخراجات کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے نقصان آخر ایک معقول رقم بن جاتے ہیں۔

الحکم کے متعلق عنقریب ایک چٹھی تمام سرپرستان الحکم کی خدمت میں بھیجنے والا ہوں۔ جس پر اگر غور کیا گیا تو مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ انشاء اللہ الحکم ایک نہایت مفید جریدہ ہو سکے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

یعقوب علی
ایڈیٹر و منیجر الحکم

دارالامان کی خبریں

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔

۲۔ بزرگان ملت کی صحت کی خبر قوم کے لئے مسرت فزا ہے۔ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ تشریف لے گئے ہیں آپ کی غیر حاضری میں صیغہ مقبرہ کا کام حضرت مولوی محمد علی صاحب کر رہے ہیں اور مولوی صاحب جمعرات گذشتہ کو ڈیپوٹیشن میں شامل ہونے کے لئے امرتسر چلے گئے۔

۳۔ مدرسہ تعلیم الاسلام سے ۱۶ طالب علم انٹرنس کے امتحان میں شامل ہونے کے لئے گئے ہیں آج سے امتحان شروع ہوگا۔ حلقہ امرتسر کے کھیلوں کے مقابلہ میں فٹ بال کے لئے ضلع گورداسپور میں سے مقابلہ کے لئے قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ٹیم منتخب ہوئی۔

۴۔ مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے اینٹ عنقریب تیار ہونے لگینگی۔ مدرسہ کی زمین کے احاطہ میں حد بندی کے لئے فی الحال شیشم کے پودے لگائے گئے ہیں۔ اور کنواں تیار ہو رہا ہے۔

۵۔ موسم میں تغیر ہو چکا ہے۔ دو تین دن تیز ہوا چلتی رہی اور آسمان پر بادل بھی رہے بارش نہیں ہوئی۔ خدا کے فضل کی امید ہے۔

۶۔ حضرت حکیم الامۃ عربی زبان کا مذاق قوم میں پیدا کرنے کی فکر میں ہیں۔ پسرور سے ایک عرب صاحب کو بلایا ہے جو عربی زبان سکھنے کے لئے کوئی

نوٹ۔ جو صاحب ۱۰ مارچ کا الحکم کسی وجہ سے نہ وصول کر سکیں وہ فوراً اطلاع کریں کہ کب ان کے نام وی پی ہو۔

پوسٹماسٹر جنرل پنجاب کی توجہ طلب

صوبہ پنجاب وشمال مغربی سرحد کے سابق پوسٹماسٹر جنرل مسٹر ڈبلیو ہیکسویل صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل ہوکر تشریف لے گئے ہیں جو عنقریب مسٹر سٹوارٹ ولسن کے رخصت پر جانے ہی ڈائرکٹر جنرل ہونگے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ صوبہ پنجاب کا پوسٹ ماسٹر جنرل عموماً ڈائرکٹر جنرل کی کرسی پر بٹھایا جاتا ہے۔ مجھے مسٹر ڈبلیو ہیکسویل صاحب سے ذاتی نیاز حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ پبلک کی عام شکایات کو رفع کرنے میں بہت جلد توجہ کرتے رہے ہیں۔ اس لئے اُن کی ڈائرکٹری کا زمانہ بہت سی ترقیوں اور اصلاحوں کا زمانہ ہوگا۔ اب ان کی جگہ مسٹر جے ہملٹن صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل ہوئے ہیں جو یہاں ہی ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل تھے۔ چونکہ اب ان کا خصوصیت کے ساتھ پبلک سے واسطہ ہوگا اس لئے تجربہ بتائیگا کہ آپ کو پبلک شکایات کے رفع کا کہاں تک مذاق ہے۔ میں اپنے صوبہ کے نئے پوسٹماسٹر جنرل کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ذیل کے امور پر بہت جلد نوٹس لیں۔

اول وی پی کا نیا طریق جو فروری ۱۹۰۹ء سے جاری ہوا ہے یہ نہایت فضول اور تکلیف دہ ہے تجارتی کارخانوں کو اس سے سخت تکلیف ہو رہی ہے اور ڈاک خانہ کا جس قدر کام بڑھ گیا ہے وہ ذمہ دار افسروں سے معلوم ہو سکتا ہے اگر پوسٹ ماسٹروں سے متفقہ رائے طلب کی جاوے تو وہ اس سسٹم کے سب مخالف ہونگے اور تجارتی کارخانہ والوں کو جو تکالیف ہیں وہ اخبارات میں نکل رہی ہیں۔ اس طریق کو منسوخ کر کے پہلا طریق جاری کیا جاوے۔

دوم قادیان کے سب آفس کے متعلق میں ایسے صاحب سے توجہ دلاتا ہوں۔ قادیان کا ڈاکخانہ امرتسر ڈویژن میں ایک بڑا ڈاکخانہ ہے جہاں سے ایک ہفتہ میں دو بار ایک ہفتہ وار اور تین ماہواری رسالے شائع ہوتے ہیں اس کے علاوہ کثرت سے ڈاک کی آمد ورفت ہوتی ہے یہ امر ڈاک خانہ کے کاغذات سے بخوبی ظاہر ہے۔ قادیان کے ڈاک خانہ کی اہمیت کو سمجھکر سابق سپرنٹنڈنٹ خلیفہ فضل حسین صاحب نے بذریعہ یکہ ڈاک کے آنے جانے کے لئے رپورٹ کی تھی۔ اور چنانچہ اب ڈاک یکہ ہی کے ذریعہ آتی جاتی ہے مگر کچھ عرصہ سے ایک ایسے شخص کو ٹھیکہ ڈاک دیا گیا ہے جس کے گھوڑے ایسے خراب ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کوئی مہینہ کم خالی جاتا ہوگا جس میں کئی مرتبہ ڈاک گاڑی کو نہیں مل سکی۔ نمونے کے طور پر جنوری اور فروری کے مہینوں میں دریافت کیا جاوے کہ کتنی مرتبہ ڈاک نہیں مل سکی۔ پوسٹ ماسٹر جنرل توجہ کریں اور سپرنٹنڈنٹ صاحب سے دریافت کریں کہ انھوں نے اسپر کیا نوٹس لیا۔

پہلے ٹھیکہ دار پر جو ایک مسلمان تھا کئی مرتبہ جُرمانہ ہوا۔ مگر اس ٹھیکہ دار پر جو ہندو ہے ایک پیسہ جُرمانہ تو کہاں اس سے جواب تک بھی شاید نہیں لیا گیا۔ میں نہیں جانتا یہ امرتسر ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کی چشم پوشی ہے یا ان کے ہیڈ کلارک صاحب کی مہربانی۔ بہرحال یہ امر تعجب خیز ضرور ہے کہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ قریباً مہینے میں ایک ہفتہ ڈاک گاڑی ہی کو نہ مل سکے اور ٹھیکہ دار صاحب سے کوئی پوچھے بھی نہیں۔ اس عدم توجہی نے یہاں کے کاروباری سلسلہ میں سخت گھبراہٹ پیدا کی ہے۔ اور عام شکایت پیدا ہو رہی ہے۔ کہاں تو یہ ضرورت محسوس کی جاتی تھی کہ قادیان کی ڈاک دو دفعہ آئے اور جاوے اور کہاں یہ حالت کہ ایک مرتبہ بھی وقت پر نہیں پہنچتی اور اس کو کوئی نہیں پوچھتا۔ نئے پوسٹ ماسٹر جنرل اپنی فوری توجہ سے قادیان کی پبلک کو ممنون فرماویں۔

اس سے بہتر ہے کہ بذریعہ یکہ کے ڈاک کی آمد ورفت کے سلسلے کو بند کر کے ہرکاروں کے ذریعہ ڈاک کا سلسلہ جاری کیا جاوے اور ڈاک بجائے ایک مرتبہ کے دو مرتبہ کر دی جاوے۔ یعنے دو مرتبہ ڈاک قادیان سے روانہ ہو اور دو ہی مرتبہ تقسیم ہو۔ اس طرح پر ڈاک خانہ کا خرچ بھی کم ہوگا اور یہ شکایت بھی نہ ہوگی۔ یکہ والے اچھے جانور نہیں رکھتے اور یوں معاہدہ میں سب کچھ لکھ دیتے ہیں لیکن جب کوئی پوچھتا ہی نہیں تو پھر انھیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ اچھے گھوڑے رکھیں۔ میرا خیال ہے کہ ٹھیکہ دار خود ٹانگہ رکھتا ہی نہیں اور نہ وہ پرواکرتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر جلد توجہ نہ کی گئی تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ میں اگلی اشاعت میں پوری سکیم لکھونگا جس پر عمل کرنے سے قادیان کی ڈاک کی آمد ورفت میں سہولت ہو سکے گی۔ **بہرحال** ڈاک کو دو مرتبہ کر دیا جاوے اور ڈاک کو بدستور سابق بذریعہ ہرکاروں کے کر دیا جاوے۔

اور اب تک جتنی مرتبہ ڈاک قادیان کے ٹھیکہ دار نے مِس کی ہے اُس کے متعلق سپرنٹنڈنٹ امرتسر ڈویژن کی معرفت اس سے معاہدہ کے موافق سلوک کیا جاوے تاکہ آیندہ کے لئے احتیاط ہو سکے۔ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب یہ بھی دریافت فرماویں کہ اس نئے ٹھیکہ دار کا کوئی معاہدہ بھی ہے یا یونہی کام چلایا جا رہا ہے۔ کیونکہ ایسی بے توجہی شبہ میں ڈالتی ہے کہ شاید اس کا معاہدہ بھی ابھی نہ ہوا ہو۔ بہرحال اگر معاہدہ لیا گیا ہے تو معاہدہ کے موافق سلوک ہونا چاہیئے۔ وہ معاہدہ عملدرآمد کے لئے ہے نہ کہ توڑنے کے لئے۔

لنگرخانہ کی طرف توجہ چاہیئے

لنگرخانہ کی ضروریات پر ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے۔ لنگرخانہ کے اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور قحط سالی کے سبب سے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب یکمشت چندے لنگرخانے کے لئے دیں اور ماہواری چندے اپنے وقت پر ادا ہوتے رہیں تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اوقات گرامی میں تشویش کی وجہ سے ہرج واقعہ نہ ہو۔ اس تحریک کو معمولی اور عام نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ڈیپوٹیشن جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کیلئے نکلا ہے اسکے مقاصد میں لنگرخانہ کیلئے یکمشت چندہ جمع کرنا بھی داخل کیا گیا ہے جہاں احباب عمارت مدرسہ کے لئے چندہ دیں۔ لنگرخانہ کے لئے یکمشت چندہ بھی دیں۔ بار بار اس قسم کی تحریکیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ لنگرخانہ سب سے اول نصب العین رہنا چاہیئے۔ یاد رہے لنگرخانہ کیلئے جس قدر روپیہ بھیجا جاوے وہ براہ راست حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام

مختصر نوٹ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کو ایک بڑے بھاری فتنہ سے جس کا نام فتنۂ دجال ہے ڈراتے آئے ہیں۔ یعنے اجماعی طور سے یہ امر ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ فتنۂ دجال سب سے بڑا فتنہ ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں مختلف قسم کے اعمال بد کی مختلف سزائیں بیان ہوئی ہیں۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ فسق۔ فجور۔ شراب خواری قمار بازی۔ شرک۔ افترا علی اللہ۔ انبیاء کا کفر۔ خود خدا تعالیٰ کی ذات کا انکار۔ غرض ان سب کی سزائیں قرآن شریف نے مختلف طور سے کھول کھول کر بیان کی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ غضب اور قہری عذاب جو بیان کیا ہے اور وہ کل صغائر کبائر کے عذاب سے بڑھکر ہے وہ قوم نصاریٰ کے اتخاذ ولد کے بدترین عقیدہ کا نتیجہ ہے۔ چونکہ سزا سب قسم کے گناہوں صغائر و کبائر سے سخت ہے اور ناراضگی سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جس امر کا نتیجہ ایسا خطرناک اور سب سے بڑھکر ہے وہ گناہ یا فتنہ بھی سب سے بڑھا ہوا ہے اور یہ امر صاف ہے کہ وہ عقیدہ اتخاذ ولد ہے۔ پس صاف طور سے معلوم ہوا کہ اتخاذ ولد کا عقیدہ رکھنے والے لوگ ہی وہ لوگ ہیں جن کے فتنہ کا نام فتنۂ دجال ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للمومنین ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قوم کے لئے ایک قبولیت دعا عطا ہوا کرتی ہے۔ جس کو انبیاء نے مختلف مقامات پر برتا ہے چنانچہ حضرت نوح ؑ نے اُس دعا کو رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا کہکر قوم کا بیڑا ہی غرق کرا دیا۔ حضرت موسیٰ ؑ نے لا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم کہہ اس دعا کو پورا کیا۔

مگر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الف الف صلوٰۃ و السلام اُنھوں نے اس دعا کو اپنی امت کے لئے کوئی عذاب مانگ کر پورا نہیں کیا بلکہ آپ نے اس موقع کو قیامت کے دن اپنی اُمت کی نجات کے واسطے رکھ لیا۔ جو شفاعت کے رنگ میں اُمت محمدیہ کے واسطے باعث انعامات الٰہیہ ہوگی۔ کیا ہی رحم ہے اور کیسی شفقت ہے اسی لئے تو آپ کا نام رحمۃ للمومنین رکھا گیا۔ رؤف رحیم ہوا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

دنیا میں مختلف قوتیں کام کرتی ہیں۔ آجکل مادی دنیا میں قوت مقناطیس کا بہت چرچا ہو رہا ہے مگر قوت ایمانی ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ جیسے طوفان باد و باران۔ آتش سوزاں۔ اور ننگی تلواروں سے یا کسی طمع یا خوف کا یا کسی لومۃ لائم کا خطر نہیں۔ حضرت موسیٰ ؑ کے مقابلہ کے واسطے فرعون نے ساحر جمع کئے۔ مقابلہ سے پہلے اُن لوگوں کی جو حالت تھی اُس کا نقشہ قرآن شریف نے الفاظ ذیل میں کھینچا ہے۔ ءان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین۔ ہاتھ جوڑکر نہایت عجز اور انکسار سے جیسے کمین بادشاہوں سے مانگا کرتے ہیں۔ حضور ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا اگر ہم نے فتح پا لی۔ مگر جب قوت ایمانی کی پرزور اور سچی طاقت اُن میں آئی اور اُن پر ثابت ہو گیا کہ واقعی حضرت موسےٰ ساحر نہیں بلکہ خدائی طاقت ان کے ساتھ کام کرتی ہے تو پھر فرعون نے اُن کو دھمکیاں دیں وہی فرعون ابھی ابھی جس کے سامنے وہ نہایت ہی تذلل اور انکساری سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر دانت پیس رہے تھے کہ ہمیں کچھ انعام بھی دیا جاوے فرعون تھے کے جبروت اور اسکی سطوت اور اُس کے جلال کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح جان کر بالکل بے پرواہی سے اُس کی دھمکیوں کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں لا ضیر انا الی ربنا منقلبون کچھ پرواہ نہیں (تیری حقیقت ہی کیا ہے) ہمیں اپنے رب کی طرف جانا ہے۔ گویا ہاتھ پاؤں کا کاٹا جانا تو درکنار جان تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ سبحان اللہ یہ ہے قوت ایمان۔ اور زیور ایمان۔ اُن کی پہلی اور پچھلی حالت کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی قوت ایمانی ہی سب طاقتوں سے بڑھکر کام کرنے والی ہے۔

قرآن شریف میں تدبر و تفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احیاء موتیٰ تین کا کام ہے۔ اللہ اور اُس کے رسولوں اور ساحروں کا۔ اللہ تعالیٰ کا احیاء موتیٰ جیسا کہ آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔

رسولوں کا احیاء موتیٰ جیسا کہ ذیل کی آیت سے معلوم ہوتا ہے یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔

ساحروں کا احیاء موتیٰ جیسا کہ آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ

غرض اب ان اقسام ثلثہ میں سے حضرت عیسےٰ ؑ کو جو مرتبہ کوئی دینا چاہے وہ دے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں اُن کو رسولوں کی ذیل میں شمار کیا گیا ہے لہذا اُن کا احیاء موتیٰ بھی رسولوں کا سا تھا۔

حقیقی مردوں کا زندہ کرنا چونکہ صرف ذات باری تعالیٰ کی صفت ہے جو کہ قیامت کو ہوگا اور اس صفت میں نہ کوئی رسول اور نہ کوئی ساحر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے۔ روحانی مُردے زندہ کرنا رسولوں کا کام ہے اور حضرت مسیح ؑ بھی خدا کے مرسلین میں سے ایک تھے لہذا اُن کا احیاء موتیٰ بھی وہی حقیقت رکھتا ہے جو رسولوں کے متعلق بیان ہوئی۔ تیسرا گروہ جادوگروں اور ساحروں کا ہے سو اس گروہ سے نعوذ باللہ حضرت مسیح ؑ کی شان بہت بلند ہے اب با ایں ہمہ اگر کوئی مسلمان کہلا کر بھی حضرت مسیح ؑ کی ذات میں خدائی کے صفات یقین رکھتا ہے تو اُس کا اختیار ہے کہ حضرت مسیح کے احیاء موتیٰ کو اللہ تعالےٰ کے احیاء موتیٰ کی طرح یقین کرے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ اسلام نہیں بلکہ کفر مرتبع ہے۔

وجود ملائکہ۔ بدون محرک کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ دیکھو کبھی عین نیکی کرتے کرتے انسان کے دل میں بدی کا خیال اور کبھی عین بدی کرنے کے وقت نیکی کا خیال موجزن ہو جاتا ہے۔ یہ بدون تحریک محرک نہیں ہے پس نیکی کی تحریک کا محرک ملک اور بدی کی تحریک کے محرک کا نام شیطان ہے۔

ملائکہ پر ایمان۔ پس جب انسان کے دل میں نیکی کا خیال پیدا ہو تو اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ فوراً اُسکو مان لے اور اس نیک تحریک کے مطابق کام کرنے لگ جاوے دیر نہ کرے۔ یہی ایمان بالملائکہ ہے سو اس طرح سے چونکہ عام طور سے انسانوں میں بھی ہم اس قاعدہ کو مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کی بات کو مان کر اُس کے کہنے کے مطابق عمل کرے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ کسی کی فرمانبرداری کرے تو وہ شخص فرمانبرداری کرنیوالا اپنے فرمان دہ شخص کا پیارا بن جاتا ہے اور قدرتاً اُسکے دل میں جس نے اس کو حکم دیا ہے اسکا حکم ماننے والے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے پس اس قاعدہ سے چونکہ انسان اس نیک تحریک کو مان لیتا ہے تو اُس فرشتہ کو جس کی تحریک کو اُس نے مانا ہے اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ فرشتہ اپنے دوستوں میں اسکی تعریف کرتا ہے اس طرح سے عام طور سے کہ فرشتے سے ساتھ نیکی کی تحریکات کو مان لینے سے آہستہ آہستہ فرشتوں کے سردار جبرئیل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور آخر کار جبرئیل کی تحریکات کو ماننے کی وجہ سے انسان کا تعلق جبرائیل سے ہو جاتا ہے۔ آخر جب اس طرح سے ان تحریکات کے قبول کرنیکا نتیجہ ہوتا ہے کہ تتنزل علیہم الملائکہ فرشتے اسپر نازل ہونے لگتے ہیں۔

اور اگر برعکس اسکے انسان جان بوجھکر نیکی کی تحریک کو جو کہ در اصل ایک فرشتے کی تحریک ہوتی ہے نہیں مانتا اور اس کی پرواہ نہیں کرتا تو اس فرشتے کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے سو اس طرح فرشتہ اُس سے دور اور متنفر ہو جاتا ہے۔ پس جب نور نہیں تو ظلمت آہی جاتی ہے پھر اُس شخص کا قرین ایک شیطان ہو جاتا ہے۔ پس اسی واسطے مسلمانوں کے ارکان اسلام میں یہ امر داخل ہے کہ ایمان بالملائکہ ہو۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ یعنے جب نیکی کی تحریک انسان کے دل میں پیدا ہو تو فوراً اُسپر کاربند ہو۔ ورنہ سستی اور کاہلی کرنے سے توفیق چھن جاتی ہے۔ غرض وجود ملائکہ اور شیطان اس طرح سے صاف طور سے نظر آجاتا ہے۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۲۵ فروری ۱۹۰۸ء قبل از عصر

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور اُن کی فرمانبرداری اللہ نے انسان پر فرض کی ہے مگر میرے والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو اُنھوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہ کرنا اور اب ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں فرمایا کہ قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گذاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم۔ ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا۔ بنی اسرائیل رکوع ۳۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات آ گئے تھے کہ دینی مجبوری کی وجہ سے اُن کی اُن کے والدین سے نزاع ہو گئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے اُن کی خیریت اور خبرگیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو جب کوئی موقع ملے اُسے ہاتھ سے نہ دو تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدِنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو۔ اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا کو مقدم کرو۔ اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہو۔ اور صحت نیت کا خیال رکھو۔

۲۶ فروری ۱۹۰۸ء بوقت سیر

فرمایا کہ اصل میں ہمارے دعوے کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو حضرت عیسیٰؑ کی وفات۔ دوسرا اُن کی آمد ثانی۔ وفات کے متعلق تو ہم ہزاروں بار بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف میں خود مسیح کا ۔۔۔ اقرار لکھا ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ یہ عجیب نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیان کو قیامت کے دن کے لئے خاص کر دیا ہے۔ اس سے تو صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں کہ کیا ایسے مشرکانہ خیالات اور عقاید تم نے ان لوگوں کو بتائے ہیں حضرت مسیحؑ صاف انکار کرتے ہیں اور کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں کہ یا الٰہی میں نے تو ان کو توحید کی تعلیم دی تھی۔ یہ مشرکانہ تعلیم میری وفات کے بعد انھوں نے اختیار کی ہے۔ میں اس کا ذمہ وار نہیں ہوں۔ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش تیرے بندے ہیں۔ اب صاف بات ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دُنیا میں آئے ہوتے اور عیسائیوں کے ایسے فاسد عقاید کی اصلاح کی ہوتی تو بڑے زور سے عرض کرتے کہ یا اللہ میں نے بڑے بڑے جنگ کئے ہیں اور بہت مشکلات اُٹھا کر اُن کے مشرکانہ خیالات اور عقاید کی جگہ دوبارہ تیری توحید اُن میں قائم کی ہے میں تو بڑے انعامات کا مستحق ہوں چہ جائیکہ مجھ سے ایسا سوال کیا جاتا۔ غرض خود اُن کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ وفات پا چکے اور دوبارہ دُنیا میں نہیں آئینگے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن کو معراج کی رات میں مردوں میں دیکھا۔ بھلا زندوں کو مردوں سے کیا تعلق۔ اگر مسیحؑ زندہ تھے تو پھر مردوں میں کیوں جا شامل ہوئے۔

اس کے سوا سینکڑوں مقامات قرآن شریف میں ہیں جن سے ان کی وفات ثابت ہے۔

عجیب بات ہے کہ یہی توفی کا لفظ ہے جب اوروں کے واسطے آوے تو اُس کے معنے موت کے کئے جاتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰؑ کے واسطے آوے تو کچھ اور کئے جاتے ہیں۔ نہ معلوم یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ کو کیوں دی جاتی ہے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کی دعا ہے کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ علاوہ ازیں اور بیسیوں جگہ توفی کا لفظ موت ہی کے معنوں میں وارد ہوا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ توفی فعل کا فاعل اللہ ہوا اور مفعول ذی روح چیز ہو تو معنے بجز موت کوئی اور ہو سکتے ہیں۔

احیاء موتیٰ ان کے مُردے زندہ کرنے کے معجزے کو بھی خواہ مخواہ خصوصیت دی گئی ہے تعجب آتا ہے ان مولویوں پر کہ حضرت عیسیٰ کے واسطے احیاء موتیٰ کا لفظ آوے تو حقیقی مُردے زندہ ہو جاویں جو سنت اللہ اور قرآن مجید کے منشاء کے خلاف ہیں۔ مگر جب وہی لفظ آنحضرتؐ کے واسطے آتے ہیں تو اُس سے مراد روحانی مُردے بن جاتے ہیں۔

انجیل میں لکھا ہے کہ جتنے مُردے قبروں میں تھے سب زندہ ہو کر شہروں میں آ گئے اس کثرت سے آپ نے مُردے زندہ کئے۔ بھلا ان سے کوئی سوال تو کرے کہ ہزاروں مُردے زندہ ہو کر شہروں میں آ گئے اُن کا گذر کیسے ہوا اور دوسرا یہ کہ باوجود اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے پھر وہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے۔ اُن کو کوئی سمجھاتا کہ انھوں نے ہی دعا کی اور تم زندہ ہوئے اب انہیں ایمان لے آؤ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا بڑا معجزہ نہ اُن مُردوں کے واسطے مفید ہوا نہ اُن کے رشتہ داروں کے واسطے جنہوں نے ان مردوں کو بچشم خود زندہ ہوتے قبروں میں سے نکلکر شہروں میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ علم تعبیر رؤیا میں لکھا ہے کہ جب کوئی دیکھے کہ مُردے قبروں میں سے زندہ ہو کر شہروں میں آ گئے ہیں تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس وقت کے نیک طبع لوگ قید سے رہائی پا جاویں گے۔ اس وقت چونکہ خود حضرت مسیحؑ قید میں تھے تو ممکن ہے کہ اُنھوں نے خود یا کسی اور نے یہ رؤیا یا مکاشفہ دیکھا ہو۔ مگر بعد میں وہ مکاشفہ یا رؤیا تو ترک کر دیا گیا اور اصل مطلب لے لیا گیا۔ آنحضرتؐ کی نسبت بھی مُردے زندہ کرنے کے متعلق کئی روایات تھیں مگر معتبر کتب احادیث میں اُنکا ذکر نہیں کیا گیا۔ دیکھو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے مشکلات جھیل کر قریب ایک لاکھ کے حدیث جمع کی مگر آخر اُن میں سے صرف چالیس ہزار رکھی باقی متروک کر دیں۔ ہمارے مسلمان ان معاملات میں بڑے محقق گذرے ہیں۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا خلق طیور کا مسئلہ ہے۔ ہم معجزات کے منکر نہیں بلکہ قائل ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا خلق طیور کا مسئلہ بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام کے سوٹے والی بات ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ کے وقت وہ اگر سانپ بن گیا تھا تو دوسرے وقت میں وہی سوٹے کا سوٹا تھا۔ نہ یہ کہ وہ کہیں سانپوں کے گروہ میں چلا گیا تھا۔ پس اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے وہ طیور بھی آخر مٹی کی مٹی ہی تھے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ کا سوٹا تو چونکہ مقابلہ میں آ گیا تھا اور مقابلہ میں غالب ثابت ہوا تھا اس واسطے حضرت عیسیٰؑ کے طیور سے بہت بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ طیور تو نہ کسی مقابلے میں آئے اور نہ اُن کا غلبہ ثابت ہوا۔

غرض ایک حصہ تو ہمارے دعاوی کا حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ثابت کرنے کے متعلق ہے جس کو ہم نے ہر طرح سے عقل سے نقل۔ اقوال [illegible] غرض ہر پہلو سے بیسیوں کتابیں تالیف کر کے ثابت کر دیا ہے اور دوسرا حصہ آمد ثانی کے متعلق ہے سو وہ اللہ تعالیٰ نے خود آسمانی نشانات اور تائیدات سماوی کے ذریعہ سے اور آئے دن ہماری ترقی [illegible] دشمنوں کا تنزل کر کے ظاہر کر دیا۔ ایک طوفان اور دریا کی لہریں تائید اور نصرت کی خدا کی طرف سے آ رہی ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تازہ نشانات اور قبل از وقت زبردست کثیر پیشگوئیاں دلوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ اور انہی سے ترقی ہوئی ان ملانوں کے پرانے رطب و یابس جو اُن کے پاس قصے کہانیوں کے رنگ میں ہیں اُن سے کیا ترقی ہو سکتی ہے۔ بلکہ تنزل کے اسباب ہیں۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ ممبروں پر چڑھکر رویا کرتے تھے کہ یہ تیرھویں صدی سخت منحوس ہے۔ چودھویں صدی انعامات و برکات کا موجب ہوگی۔ اور امام مہدی اور مسیح موعود اس صدی میں آویگا۔ صدیق حسن خان نے کئی اولیاء اللہ کی روایات سے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کہ سب کا اتفاق تھا کہ مسیح آنے والا چودھویں صدی میں آویگا۔ مگر خدا جانے اب لوگوں کو کیا ہو گیا۔ خیر اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی صفائی کرنی چاہئیے صرف زبان سے کہہ دینا کہ مَیں نے بیعت کر لی ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا جب تک عملی طور سے کچھ کر کے نہ دکھلایا جاوے صرف زبان کچھ نہیں بنا سکتی۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یہ وقت ہے کہ سابقوں میں داخل ہو جاؤ۔ یعنے ہر نیکی کے کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ اعمال ہی کام آتے ہیں زبانی لاف و گزاف کسی کام کی نہیں۔

دیکھو حضرت فاطمہ رضؓ کو آں حضرت صلعم نے کہا کہ فاطمہ اپنی جان کا خود فکر کر لے مَیں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔ بھلا خدا کا کسی سے رشتہ تو نہیں۔ وہاں یہ نہیں پوچھا جاویگا کہ تیرا باپ کون ہے بلکہ اعمال کی پرسش ہوگی۔

انسان میں کئی قسم کے گناہ۔ کسل۔ کبر۔ سستیاں اور باریک در باریک گناہ ہوتے ہیں ان سب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نفس انسان کے تین مرتبے بیان فرمائے ہیں۔ امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ نفس امارہ تو ہر وقت انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ اور بہت خطرناک ہے۔

لوامہ وہ ہے کہ کبھی کوئی بدی ہو جاوے تو ملامت کرتا ہے۔ مگر یہ بھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ قابل اطمینان صرف نفس کی وہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ کے نام سے پکارا ہے۔ اور وہی اچھا ہے۔ وہ اُس حالت کا نام ہے کہ جب انسان خدا کے ساتھ ٹھیر جاتا ہے۔ اسی حالت میں آکر انسان گناہ کی آلائش سے پاک کیا جاتا ہے۔ یہی ایک گناہ سوز حالت ہے اور ایسی درجہ کے انسانوں کے ساتھ برکات کے وعدے ہوئے ہیں۔ ملائکہ کا نزول اُن پر ہوتا ہے۔ اور حقیقی نیکی اور پاکی صرف انہی کا حصہ ہوتی ہے۔

صرف زبان کا اقرار تو خدا کے نزدیک کچھ چیز ہی نہیں۔ ہم اکثر ہندو دیکھتے ہیں کہ خیانت کرتے ہیں۔ کم تولتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دُنیا کی محبت میں مرے جاتے ہیں مگر زبان سے دوسری طرف یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ راجی صاحب دُنیا فانی ہے ناپایدار ہے۔

پس تم ایسے ہو جاؤ کہ خدا کے ارادے تمھارے ارادے ہو جاویں اُسی کی رضا میں رضا ہو اپنا کچھ بھی نہ ہو سب کچھ اُس کا ہو جاوے۔

صفائی کے یہی معنے ہیں کہ دل سے خدا کی عملی اور اعتقادی مخالفت اُٹھا دی جاوے۔ خدا کسی کی نصرت نہیں کرتا جب تک وہ خود نہیں دیکھتا کہ اس کا ارادہ میرے ارادے اور اُس کی مرضی میری رضا میں فنا نہیں ہے۔

مَیں کثرت جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اب اگرچہ چار لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہے مگر حقیقی جماعت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر صرف بیعت کر لی۔ بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے اُن میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے۔ اور اُن کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجہ سے نکل کر خدا کی رضا میں محو ہو جاویں۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخ دلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعت دین کے لئے اُن میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں آرزوں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو سوائے جسے مَیں ہدایت دوں۔ تم سب اندھے ہو مگر وہ جس کو مَیں نور بخشوں۔ تم سب مردے ہو مگر وہی زندہ ہے جس کو مَیں روحانی زندگی کا شربت پلاؤں۔ انسان کو خدا کی ستاری ڈھانکے رکھتی ہے ورنہ اگر لوگوں کے اندرونی حالات اور باطن دُنیا کے سامنے کر دئے جاویں تو قریب ہے کہ بعض کے بعض قریب تک بھی جانا پسند نہ کریں۔ خدا بڑا ستار ہے۔ انسانوں کے عیوب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا۔

پس انسان کو چاہئیے کہ نیکی میں کوشش کرے اور ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ یقیناً جانو کہ جماعت کے لوگوں میں اور اُن کے غیر میں اگر کوئی مابہ الامتیاز ہی نہیں ہے تو پھر خدا کو کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو عزت دے اور ہر طرح حفاظت میں رکھے اور انکو ذلت دے اور عذاب میں گرفتار کرے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ متقی وہی ہیں کہ خدا سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں نفس اور خواہشات نفسانی کو اور دُنیا و ما فیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں۔ ایمان کا پتہ مقابلے کے وقت لگتا ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سُنتے ہیں دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔ ان باتوں کو دل میں نہیں اُتارتے۔ چاہو جتنی نصیحت کرو مگر اُن کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آجاوے تو اُن باتوں کے واسطے اُس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالت اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء

ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیئے۔ اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اُسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے بُرے نمونے سے اوروں کو نفرت ہوتی ہے اور۔ اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے ہمارے پاس خط آتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مَیں اگرچہ آپ کی جماعت میں ابھی داخل نہیں مگر آپ کی جماعت کے بعض لوگوں کے حالات سے البتہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اس جماعت کی تعلیم ضرور نیکی پر مشتمل ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔ پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئیے اور اُس میں غور کرنا چاہئیے۔ کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔ انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔

انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اُسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔ ایک شخص جو اولیاء اللہ میں سے تھے اُن کا ذکر ہے کہ وہ جہاز میں سوار تھے سمندر میں طوفان آگیا۔ قریب تھا کہ جہاز غرق ہو جاتا۔ اُس کی دعا سے بچا لیا گیا اور دعا کے وقت اُس کو الہام ہوا کہ تیری خاطر ہم نے سب کو بچا لیا۔ مگر یہ باتیں نرا زبانی جمع خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔

دیکھو ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ دیا ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ مگر دیکھو کہ ان میں غافل عورتیں بھی ہیں مختلف طبائع اور حالات کے انسان ہیں خدانخواستہ اگر ان میں سے کوئی طاعون سے مرجاوے یا جیسا کہ بعض آدمی ہماری جماعت میں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں تو ان دشمنوں کو ایک اعتراض کا موقع ہاتھ میں آگیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم۔ بہرحال جماعت کے افراد کی کمزوری یا برے نمونہ کا اثر ہم پر پڑتا ہے۔ اور لوگوں کو خواہ مخواہ اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ پس اس واسطے ہماری طرف سے تو یہی نصیحت ہے کہ اپنے آپ کو عمدہ اور نیک نمونہ بنانے کی کوشش میں لگے رہو۔ جب تک فرشتوں کی سی زندگی نہ بن جاوے تب تک کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی پاک ہو گیا یفعلون ما یؤمرون۔ فنافی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہیئے۔ کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد بیوی بچوں۔ خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعث رحمت بن جاؤ۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقع ہرگز ہرگز نہ دینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فمنھم ظالم۔ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ جیسے دو نو صفات اونٹے ہیں۔ سابق بالخیرات بننا چاہیئے۔ ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندہ ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار بدمزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ ستھرا اور مزے دار ہوتا ہے اگرچہ اس میں بھی نیچے کیچڑ ہو مگر کیچڑ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہیئے۔ یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہیئے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہیئے۔ ورنہ خدا انسان کی مدد نہیں کرتا۔ اور اس طرح سے انسان بے نور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ آخرکار بعض اوقات ارتداد ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے انسان دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ خدا کی نصرت انھی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے۔ اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ابتدا میں تو ان میں بڑا شوق ذوق اور شدت رقت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں۔ اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ اصلح لی فی ذریتی۔ میری بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ سو اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو پہلا فتنہ حضرت آدمؑ پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں بلعم کا ایمان جو حبط کیا گیا اصل میں اس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰؑ پر بددعا کرنے کیواسطے اکسایا تھا۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔

تعلیم الاسلام عمارت فنڈ

تعلیم الاسلام عمارت فنڈ کے متعلق گشتی چٹھی پر سیالکوٹ کی انجمن نے اپنے ضلع کی انجمنوں میں بطور خود ایک چھپی ہوئی سرکلر لیٹر شائع کی ہے اور اس کے ساتھ چھپے ہوئے فارم بھیجے ہیں میں اس چٹھی کو اس غرض سے شائع کرتا ہوں تاکہ دوسری انجمنوں کو بھی باقاعدہ اور باضابطہ کام کرنیکا جوش اور شوق پیدا ہو۔ انجمنوں کے قیام سے سلسلہ کی اعانت اور ضروریات کی تکمیل میں سہولتیں پیدا ہونی چاہئیں نہ یہ کہ اس میں اور بھی روکیں پیدا ہوں۔ انجمنوں کے کاموں میں بہت توجہ درکار ہے اور جہاں انجمنوں کے قیام میں ضرورت ہے کہ چستی سے کام لیا جاوے وہاں قائم شدہ انجمنوں کو اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ وہ چٹھی جو انجمن ضلع سیالکوٹ نے شائع کی ہے یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ چٹھی نمبر ۲ مجریہ دفتر انجمن احمدیہ ضلع سیالکوٹ مورخہ ۶ افروری ۱۹۰۸ء بنام انجمن ہائے مقامی ضلع سیالکوٹ۔ برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو مطبوعہ چٹھی مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۸ء دربارہ فراہمی چندہ رقم چالیس ہزار روپیہ متعلق عمارت مدرسہ دفتر صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان سے مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن نے جاری فرمائی ہے وہ انجمن ہذا میں پیش ہوئی ہے جو کچھ اس چٹھی میں ذکر کیا گیا ہے اور جو طریق فراہمی چندہ کا قائم کیا گیا ہے وہ قطعی ہے اور گویا ایک حکم ناطق ہے جس میں کسی احمدی کو یا کسی عہدہ دار انجمن ہائے مقامی یا ضلع کو کسی طرح دخل دینے کا اختیار نہیں ہے خادمان سلسلہ احمدیہ کے ذمہ اب صرف یہ امر باقی ہے کہ بموجب اصول مقررہ کردہ کے ہر ایک احمدی کی آمدنی یا تنخواہ ایک ماہ سے نصف یا ثلث حصہ وضع کرکے بالمقطع یا بصورت اقساط وصول کرکے بخدمت صاحب سکرٹری و محاسب صدر انجمن احمدیہ ارسال کرے۔ انجمن سیالکوٹ نے ایک فوری جوش کیساتھ اس بارہ میں عملی کارروائی شروع کر دی ہے اور ایک فہرست بہ نمونہ منسلکہ مرتب کر لی ہے ہر ایک احمدی کی آمدنی درج کرنے کے بعد وصولی شروع ہو گئی ہے اور کوشش اور پوری کوشش اس بارہ میں مصروف کی جا رہی ہے کہ رقومات چندہ جلدی وصول ہوں۔ پہلی قسط یا رقم بالمقطع کا روپیہ تو اخیر مارچ ۱۹۰۸ء تک قادیان میں پہنچ جانا چاہیئے۔ باقی اقساط مقررہ کی ادائیگی بھی اخیر جون ۱۹۰۸ء تک ختم ہو جانی چاہیئے۔ اراکین انجمن احمدیہ ضلع سیالکوٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۴ فروری ۱۹۰۸ء میں یہ امر فیصلہ کیا ہے کہ اس چٹھی کی ہمراہ آپ کی خدمت میں دو قطعہ سادہ فارم فہرست مجوزہ کے بھیج دئیے جائیں اور آپ سے التماس کی جائے کہ آپ ایک فارم اس فہرست کا نہایت صحت سے پر کرکے دفتر انجمن ضلع سیالکوٹ میں ارسال کر دیں۔ جس قدر جلدی ممکن ہو یہ فارم مکمل ہو کر دفتر انجمن ضلع میں پہنچ جانا چاہیئے۔ دوسرا فارم اپنے پاس رکھکر وصولی رقم کی کارروائی شروع کر دیں اور پوری ہمت اور محنت صرف کرکے اخیر مارچ ۱۹۰۸ء سے ایک ہفتہ پیشتر زر وصول شدہ دفتر انجمن ہذا میں بنام محاسب ارسال کر دیں تاکہ فوراً قادیان میں وہ رقم ارسال کر دی جائے۔ اور باقی رقومات اقساط کی وصولی بالترتیب اپنے وقت مقررہ پر کرکے روپیہ ارسال کرتے جائیں تاکہ ساتھ ساتھ قادیان میں پہنچتا رہے اس انجمن کو اب اس امر کی ضرورت نہیں کہ اپنی طرف سے آپکے دلکو جوش دلانیوالے اور رغبت پیدا کرنیوالے الفاظ استعمال کرے جو کچھ ہمارے اور قوم کے سچے خیرخواہ اور مکرم بھائی مولوی محمد علی صاحب نے چٹھی میں تحریر فرمایا ہے وہ کافی سے بھی زیادہ ہے ہر ایک مقامی انجمن گرد نواح کے احباب کو شامل کرکے پورا اجلاس کرے اور فوراً فہرست منسلکہ کو مکمل کرا کر کارروائی شروع کر دے اور انجمن ہذا کو اطلاع دیدے کہ اسنے کارروائی شروع کر دی ہے۔ وما علینا الا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ایک چٹھی معہ فہرست منسلکہ بغرض اطلاع بخدمت صاحب سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ارسال کی گئی ہے۔ دستخط خاکسار میر حامد شاہ سکرٹری انجمن احمدیہ ضلع سیالکوٹ۔

شملہ کی انجمن احمدیہ کے سرگرم اور پرجوش سکرٹری بابو برکت علی صاحب نے مندرجہ ذیل خط اسی سلسلہ میں مجھ کو بھیجا ہے۔ جو بہت ہی ہمت افزا ہے اگر اس طرح پر انجمنوں میں کارروائی شروع ہو گئی تو چالیس ہزار روپیہ کا اپیل بہت جلد پورا ہو جائے گا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کو عمارت مدرسہ کی تکمیل کے لئے بہت سی سہولتیں میسر آجائیں گی۔ خدا کرے کہ قوم کے دل میں یہ درد پیدا ہو۔

جماعت شملہ کی چٹھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ

مکرم و معظم جناب شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چونکہ جماعت شملہ کے بعض احباب رخصت پر گئے ہوئے ہیں اور بعض اس وقت کلکتہ میں ہیں جو ماہ آئندہ کے اختتام پر دفتروں کے ساتھ یہاں آئیں گے۔ اس لئے یہ مناسب خیال کیا گیا تھا کہ جب بہت احباب موجود ہوں گے تو عمارت سکول کے چندہ کے متعلق تحریک کی جائے گی۔ مگر جماعت انبالہ کی اس کارروائی سے کہ پہلے انھوں نے چندہ کا وعدہ موجودہ احباب سے لے لیا اور باقیوں کے لئے پھر کمیٹی کر لی۔ اخبار الحکم میں یہ پڑھکر ہم نے بھی اس تجویز کو پسند کیا اور گذشتہ اتوار کو اس غرض کے لئے کمیٹی کر لی۔ چنانچہ مفصلہ ذیل احباب نے وعدے دئے ہیں جن کا چندہ جیسا وصول ہوتا رہے گا۔ دارالامان بھیجدیا جائیگا۔ برکت علی ۱۲۰ روپیہ

مولوی خدابخش ۳۷½ روپیہ مولوی عمرالدین ۳۰ روپیہ

بابو امیرالدین ۲۵ روپیہ۔ صوفی کرم الٰہی ۳۰ روپیہ

شیخ الہ دین ۲۰ روپیہ۔ شیخ کلن ۲۰ روپیہ

چودھری وزیر حسین ۱۲ روپیہ۔ بابو ولی محمد ۱۸ روپیہ

بابو عبدالرحمٰن ۳۷½ روپیہ۔ منشی شمس الدین ۳۰ روپیہ

شیخ ولی اللہ ۲۷½ - ۴۰۷

علاوہ اس کے احباب موجود نہیں تھے اور چار رخصت پر ہیں۔ کلکتہ میں ہیں۔ ان کے آنے پر پھر کمیٹی منعقد کی جائے گی اور امید ہے کہ سوا سو روپیہ اور بھی ہو جائے گا چونکہ آپ نے لکھا ہے کہ چندہ عمارت سکول کے متعلق مختلف انجمنوں کی کارروائی آپ چھاپتے رہینگے۔ اس لئے یہ چند سطور بطور اطلاع ارسال خدمت ہیں۔ والسلام۔ خاکسار برکت علی سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ۔

کسب و عمل اور اسلام

کہتے ہیں کہ توکل کا بڑا مرتبہ ہے متوکل کو خدا اپنے غیب کے خزانہ سے بھیجتا ہے یہ صحیح ہے لیکن افسوس ہے کہ توکل کے اصل معانی کو سمجھنے والے کم اور نہایت کم ملتے ہیں۔ اور اس کے بدنام کرنے والے بہت زیادہ ہیں اس لئے کہ توکل کے معنے یہ نہیں ہیں کہ آدمی اپنے ہاتھ پاؤں کو توڑ کر سعی و عمل کسب و وسائل کو چھوڑ کر ایک طرف ہو بیٹھے اور کہے کہ ہم تو خدا پر توکل رکھتے ہیں۔ اُسی نے ہمیں پیدا کیا اُسی نے توکل کا حکم دیا۔ وہی ہمیں کھانے کو دیگا۔ ہماری ضرورتیں پوری کریگا ہم ہاتھ پاؤں ہلا کر کیوں اُس کے نافرمان بنیں۔ کیوں سمجھیں کہ ہم بھی اپنے لئے کچھ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ فرض کرو کہ کسی مذہب کا یہی شرعی حکم ہے کہ لوگو توکل کرو (وہی توکل جسکی تعریف اوپر ہو چکی) تو اس حکم پر تمام قوم مکلف ہوگی نہ کہ چند افراد اب خیال کرو کہ اُس مذہب کو ماننے والی قوم کے تمام افراد اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اس کا انجام کیا ہوگا؟ یہی کہ ساری قوم محتاج ہو جائے گی۔ قومی ثروت کا نام و نشان نہ رہیگا ہر طرح کی ندامت و ذلت اُس کے سامنے آئے گی۔ خواری و ہلاکت آکر اُس کا نرغہ کریں گی اور رفتہ رفتہ قوم صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جائے گی۔ جس طریق عمل کا یہ مآل ہو کیا عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے کہ کوئی سچا مذہب اسکا حکم دیگا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پھر اسلام جیسے کامل و مکمل مذہب کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ بھی ایسے ہی غیر سوجھ توکل کا حکم دیتا ہے سراسر غلط نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن یہ خیال ہے کہ مسلمانوں میں پھیلا ہوا ہے اور کاہل و نکمی اور دوسروں کی کمائی پر نگاہ رکھنے والے اپنے آپ کو متوکل بتلا کر اپنے انسانی عیوب پر پردہ ڈال لیتے ہیں یا غیروں کی کمائی سمیٹنے کی ایک تدبیر نکال لیتے ہیں اور سیدھے مسلمان اُن کے دھوکوں میں آکر اور اُن کی مدد کر کے اوروں کو بھی حوصلہ دلا دیتے ہیں کہ ایسا ہی کریں انھیں دونوں قسم کے لوگوں کی بدولت مسلمانوں میں غلط معنی اور اسباب و سعی کو معطل کر دینے والے توکل کا خیال عام ہوا۔ اور خیال اصل ہے اعمال کی۔ جب خیال یہ ہو کہ سعی و عمل نہ کرنا چاہیئے تو پھر اکتساب کی کوشش ہو تو کیونکر؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کاہل ہو گئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کا ذمہ وار اپنے فاسد خیال کے موافق خدا کو سمجھتے ہیں اور اس کے رسول کو۔ حالانکہ خود خدا فرماتا ہے۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ یعنے جونہی تم نماز سے فارغ ہو۔ زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل و کرم کو تلاش کرو کہ وہ کس طرح سے ملیگا اور کیونکر اور کس تدبیر سے روزی ہاتھ آئے گی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگو! معاش کی تدبیروں سے غافل نہ ہو اور کسی نہ کسی ایسے مشغلہ میں لگے رہو۔ جس سے روزی حاصل ہو سکے۔ اللہ اس مومن کو پسند کرتا ہے جو کسی پیشہ میں لگا ہو اور فرمایا کہ جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اُسے مانگنا نہ چاہیئے۔

علمانے ابوہریرہ رضی کی کثرت روایت کی بابت لکھا ہے چونکہ وہ امیر تھے خدمت رسول اللہ میں زیادہ حاضر رہتے اور اور صحابہ معاش کے دہندوں میں لگے رہنے کی وجہ سے اس قدر حضوری میں حاضر نہ رہ سکتے تھے کیونکہ کوئی ان میں تاجر تھا کوئی حرفت پیشہ۔ کوئی کاشتکار۔ یہی اور اسی قسم کے ذرائع اُن کی معاش کے تھے وہ ان کاموں میں لگے رہتے۔ جب اُن سے فرصت پاتے حاضر خدمت ہوتے۔ صحابہ کرام سے بڑھکر اور کون دیندار اور سچا مسلمان ہوگا؟ اگر اسباب معاش کا معطل کر دینا ہی توکل ہوتا تو وہی سب سے زیادہ اس کے پابند ہوتے۔ لیکن زینہار ان بزرگوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ اسی لئے کہ وہ جانتے تھے کہ خدا کا حکم ہے کہ روزی کی تلاش آپ کرو۔ یہی تمہاری فطرت ہے یہی وجہ تھی کہ ہر صحابی کسی نہ کسی کسب سے روزی کماتا تھا کیا وہ لوگ متوکل نہ تھے؟ تھے اور ضرور تھے پھر توکل کے کیا معنے ہیں؟ توکل کے معنے ہیں کہ آدمی اپنی سعی و تدبیر ہی پر نہ پھول لے اور خدا کو نہ بھلا بیٹھے سعی خود کرے اور اُس کا ثمرہ دینے والا خدا کو سمجھے اس لئے کہ جب تک خدا کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو کوئی سعی و تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ یہی توکل اصل توکل ہے اور قرن اولیٰ میں اسی کو توکل سمجھتے تھے۔ لیکن جب یہ زمانہ گذر گیا اور مسلمانوں کی ہمتوں کی چستی سستی سے بدلنے لگی تو مسلمانوں کی ایک جماعت ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئی اور اُس نے اپنے اس اخلاقی عیب کو چھپانے کے لئے توکل کی آڑ پکڑی اور حیرکوا اپنا اعتقاد بنالیا کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے اور جو کچھ دیتا ہے خدا ہی دیتا ہے سعی و کوشش سب رائگان اور بے سود۔ اور خلاف توکل ہے اور چونکہ یہ بات بالکل ایک نئی بات تھی اور مسلمان اس پر اعتراض کرتے تھے۔ اس لئے اُن لوگوں نے اپنے عیب کو چھپانے اور اپنے مسلک کے ثابت کرنے کے لئے ان نصوص شرعیہ سے مدد لی جو زہد و قناعت اور مذمت دنیا کے بارے میں وارد ہیں اور پھر قصہ کہانیوں سے اپنے اس من گھڑت کو ایسا دلکش بنایا کہ لوگ اُسپر لوٹ ہو نے لگے کیونکہ کسل و بیکاری کو آدمی پسند کرتا ہی ہے۔ لیکن درحقیقت نصوص شرعیہ میں سے ایک نص بھی ایسی نہیں جو بطالت و کسالت پر آمادہ کرتی ہو۔ اسلام بیشک قناعت کا حکم دیتا ہے زہد کی ہدایت کرتا ہے۔ دنیا کی مذمت کرتا ہے۔ لیکن نہ اُن معانی میں جو ان کاہلی اور بیکاری کا سبق پڑھانے والے استادوں نے سمجھے۔

اسلام نفوس انسانی کا طبیب ہے وہ ہر مرض کا علاج بتاتا ہے یا مزاج کو اعتدال پر قائم رکھنے کی تدبیر۔ ایک طرف اُس نے حکم دیا کہ سعی و کسب کرو اور دوسری طرف کہا کہ دُنیا سے کنارہ کرو مطلب اُس کا یہ ہے کہ کسب و سعی کا ثمرہ پا چکیے تو پھر اس کے خیال کو چھوڑ دو اور خدا کی طرف رجوع لاؤ۔ اس لئے کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جہاں اُس کی حاجت پوری ہوئی وہ خدا کو بھول جاتی ہے

نمبر ۱۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۶ صفر ۱۳۲۶ء | جلد ۱۲

خطبہ جمعہ

۶ مارچ ۱۹۰۸ء از حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ

الحمد للہ۔ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

یہ اذان جو اس وقت تم نے سنی ہے یہی جناب الٰہی کی طرف سے ایک فرشتہ کے ذریعہ اسلام کو سکھائی گئی ہے اور یہ ایسے پاک کلمات ہین۔ کہ سارے اسلام کا نچوڑ ہین۔ جس طرح سے عبادت الٰہی نماز۔ روزہ۔ اور حج وغیرہ کے طریق ہمین بڑی حفاظت اور تواتر سے پہنچائے گئے ہین۔ ان سے کہین بڑھ چڑھ کر تواتر سے ہمین اذان کے الفاظ پہنچے ہین۔ بڑے بڑے بلند مقامات پر مناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے پورے زور اور طاقت سے پانچ وقت ان الفاظ سے اسلام کی منادی ہوتی چلی آئی ہے۔ جہان تک میری سمجھ۔ علم۔ طاقت پہنچ سکتی ہے۔ مین جانتا ہون۔ کہ اس اذان مین بڑے اسرار ہین۔ ایک انگریز جس کے ذریعہ سے مین نے عیسائیت کے متعلق اسقدر معلومات پیدا کی کیونکہ وہ عیسائیت کی بہت سی کتابین مجھ بھیجا کرتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ بڑی ترقی کا زمانہ ہے۔ امریکہ اور یورپ بہت ترقی کے معراج پر پہنچ گئے ہین۔ مین نے اس سے کہا کہ یورپ اور امریکہ بیچارہ کیا دینی ترقی کریگا۔ اور کیا ترقی اس نے کی ہے۔ ۱۹۰۰ برس گذر گئے۔ ہر اتوار کے دن گھنٹوں اور گھڑیالوں کی شور و پکار ہوتی ہے۔ نہین معلوم کیون اور کس غرض کے لئے یہ بجائے جاتے ہین کسی کو بلانے کے واسطے بجائے جاتے ہین۔ یا کہ شوقیہ۔ اگر بلانے کو بجائے جاتے ہین۔ تو کس مطلب کس غرض و غایت کے واسطے بلایا جاتا ہے۔ اس بلانے مین کوئی حقیقت نہیں۔ اس مین دنیا کو کوئی وعظ نہین۔ تبلیغ نہین۔

برخلاف اس کے اسلام کی منادی کو دیکھو کس طرح جرأت اور دلیری سے اپنے پاک اصولون کی پنج وقتہ تبلیغ کرتے ہین۔ کس بلند آوازی سے اور کیسی بلند مقامات پر سے اور کیسی حقیقت ان الفاظ مین بھری ہے۔ اول اپنے مذہب کے اصل الاصول بیان کئے جاتے ہین۔ پھر بلانے کی غرض و غایت اور پھر آنا بے فائدہ نہین کسی کھیل تماشے کے واسطے نہین کوئی لہو و لعب کوئی خدا سے غافل کرنے والا یا بے حقیقت بچون کا کھیل نہین بلکہ اس کا نتیجہ فلاح ہے۔ بھلا اس طرز دعوت کو ذرا اپنے طرز دعوت کا مقابلہ تو کر کے دیکھو پھر کہنا کہ ترقی کس نے کی ہے۔

اسلامی آذان مین سارا اسلام کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ غور کرنے والا غور کرے اور سوچنے والا دل گہری سوچ کے بعد بتائے کہ بھلا اپنے مذہب کی تبلیغ اور خدا کے جلال اور اس کی عظمت اور جبروت کے اظہار کی اس سے بہتر بھی کوئی تجویز ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہین۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلی جوش۔ ان کے سچے ارادون اور ولولون کا ایک سچا فوٹو ہے جس کو اللہ تعالے نے الفاظ اذان مین بیان کیا اور ان الفاظ کی تہ مین گویا صحابہ کرام کے ساری اغراض و مقاصد کا سچا نقشہ جناب الٰہی سے فرشتہ کی معرفت بھیج کر بتایا گیا ہے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے اور انسانی فطرت مین یہ امر مرکوز ہے۔ کہ انسان اپنے سے بڑے کی بات کو مان لیتا ہے۔ آج کل کا کوئی نادان لڑکا اپنی بے ہودگی کی وجہ سے اپنے بڑے بزرگون کی نہ مانے تو یہ اس کی بیہودگی ہے۔ انسانی صحیح فطرت مین روز ازل سے یہی رکھا گیا ہے بڑے علم والون۔ تاجرون۔ حاکمون۔ فلاسفرون۔ تجربہ کارون سے پوچھ کر دیکھ لو کہ سب اپنے سے بڑون کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہین۔ اور یہی سلیم فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر کسی کی فطرت مسخ ہو گئی ہے تو اس کا ہم ذکر نہین کرتے چنانچہ اذان مین اول اللہ کے نام سے ابتدا کی ہے سارے محامد سے متصف۔ سارے صفات کا ملہ کہنہ

والا اور سارے نقائص اور عیوب سے مبرا و منزہ ذات اس کا نام اللہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور پھر وہ اکبر ہے۔ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم نقائص سے منزہ ہونے کے ساتھ وہ اکبر بھی ہے یعنی بہت بڑا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اب اپنے کاروبار یاروں دوستوں غرض ہر ایک کو چھوڑ کر اللہ کی طرف آ جاؤ۔ اور چونکہ وہ سب سے ہر رنگ میں بڑا ہے اب اس کا حکم آنے پر دوسروں کے احکام کی پرواہ مت کرو۔ ایک طرف خدا کا بلاوا آ جاوے دوسری طرف کوئی یار دوست آشنا بلاویں۔ یا کوئی دنیا کا کام بلاوے تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دو کیونکہ اللہ اکبر سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑے کی بات کو مان لینا تمہاری فطرت میں رکھا گیا +

حتی کہ ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے۔ خدا کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو۔ فرمانبرداری کا پتہ مقابلے کے وقت لگتا ہے۔ کہ آیا فرمانبردار اللہ کا ہے یا کہ مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے اور بڑے بڑے تاکیدی الفاظ میں یہ حکم دیا ہے۔ ان کے کفر و اسلام اور فسق و فجور یا دشمن اسلام وغیرہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی اور ہر حالت میں ان کی فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا ہے مگر یہ مقابلہ کے وقت ان کے متعلق بھی فرما دیا کہ ان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما اگر خدا کے مقابلہ میں آ جاویں۔ تو خدا کو مقدم کرو۔ ان کی ہرگز نہ مانو۔

اولی الامر۔ حاکم وقت کی فرمانبرداری کا بھی بہت تاکیدی حکم ہے۔ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ کہہ کر بتا دیا۔ کہ اللہ اور رسول کے آگے پیش کرو۔ پھر جیسا کہ حکم ہو کرو۔

غرض نفس ہو یا دوست ہوں۔ رسم ہو یا رواج ہو۔ قوم ہو یا ملک ہو۔ ماں باپ ہوں۔ یا حاکم ہوں جب وہ خدا کے مقابلہ میں آ جاویں یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف تو خدا کو مقدم رکھو۔

یہاں اس وقت ہمیں ایک اعتراض یاد آیا ہے ایک ہمارے دوست نے ہم سے یہ اعتراض بیان کیا کہ چار شہادتوں کا مہیا ہونا صرف زنا کے بارہ میں ہی آیا ہے ورنہ اور کسی امر میں چار گواہ بیان نہیں۔ اس وقت آذان کے الفاظ سے ہی یہ بھی حل ہو گیا کہ اذان میں بھی اللہ اکبر کے بعد کلمات شہادت کے متعلق بھی چار بار بیان کرنے کی روایات ہیں۔ غرض موذن بھی ہمیشہ چار ہی شہادت دیتا ہے اور یہ حد کمال شہادت ہے +

اللہ اکبر کی شہادت اپنی کامل حد تک ادا کر چکنے کے بعد موذن لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے

یعنی کوئی بھی بجز اللہ تعالے قابل عبادت اور واجب الاطاعت وجود نہیں ہے۔ پس خدا کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی فرمانبرداری کرنا۔ سجدہ کرنا۔ رکوع کرنا۔ دعا کرنا۔ کسی پر بھروسا رکھنا اللہ کے سوا بالکل جائز نہیں ہے۔

بعض لوگ جو کم فرصتی کی شکایت کر کے آذان کی چنداں پرواہ نہیں کرتے وہ بھی اسی ذیل میں ہیں۔ جو ایمان کی حقیقت اور آذان کے سچے مضمون سے ناواقف ہیں۔ پھر چونکہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری اور اطاعت کے واسطے اس کے احکام اوامر و نواہی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پس جس انسان کے ذریعہ سے وہ احکام اوامر و نواہی ہمیں پہنچے ہیں۔ وہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت محمد رسول اللہ کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اور بغیر رسول صلعم کے بتانے کے ہمیں اللہ کے اوامر و نواہی کی اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم اللہ تعالے کے صفات کا مظہر اتم ہیں۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے ہمیں اللہ تعالے کی ذات کا یقین ہوا ہے اور آپ کا وجود خدا نما وجود ہے۔ اس واسطے اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لازم ملزوم کر دیا +

پھر چونکہ شکریہ کا کامل ذریعہ۔ عبادت کا کامل ذریعہ اپنے مطالب کے حصول کا کامل ذریعہ۔ حق سبحانہ تعالے کی تعظیم کا اعلیٰ مقام۔ انسانی ترقیات کا انتہائی نتیجہ جس کا نام معراج ہے۔ گناہ اور گندوں سے پاک ہونے کی سچی راہ صرف صرف نماز ہی ہے۔ اس واسطے بلانے کی وجہ بتائی کہ نماز کی طرف بلاوا ہے۔ پھر نماز میں اھدنا الصراط المستقیم۔ کیسا پاک کلمہ ہے۔ نبی۔ شہید۔ صدیق اور صالحین جیسے عظیم الشان محسنوں کی راہ جن کے احسانات کی کوئی قیمت ہی نہیں بجز اس کے کہ کوئی جان ہی فدا کر دے ان کی راہ پر چلنے کی درخواست کرتا ہے۔ اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور ان کے واسطے دعائیں کرتا ہے سلام بھیجتا ہے پھر رسول اللہ صلعم جو سردار انبیاء ہیں عجیب طرح سے گداز ہو ہو کر درد دل سے ان کے واسطے کہتا ہے اور دل میں محبت کا ایسا جوش پیدا کرتا ہے کہ گویا ان کے احسانات کے باعث ان کو اپنے تصور میں سامنے سے آتا ہے اور کہتا ہے۔ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

غرض آذان ایک اعلیٰ قسم کا کامل اکمل طرز دعوت ہے جس میں خلاصہ اسلام بیان کر دیا ہے۔ دعوت کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے اور پھر نتیجہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ کہ حی علی الفلاح۔

فلاح۔ کے معنے ہیں۔ کامیاب ہو جانا۔ دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور ہو جانا۔ اسی واسطے حکم ہے۔ کہ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز تمام بدیوں اور بدکاریوں سے بچا لیتی ہے اور پھر اس فرمانبرداری کا نتیجہ فلاح ہے۔

پھر بعد آذان کے جوش میں آ کر کہتا ہے اور دعوت کو ختم کرتا ہے۔ لا الہ الا اللہ + فرمایا کہ آذان کے معنے سوچو اور ان پر غور کرو +

جلسہ کے بعد

فرمایا۔ الحمد للہ۔ ایسا پاک کلمہ ہے اور اس میں ایسے سمندر حکمت الٰہی کے بھرے ہوئے ہیں کہ جن کا خاتمہ ہی نہیں۔ میں بعض اوقات نماز میں الحمد للہ پڑھنے کے بعد ٹھہر جاتا ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ان کے معانی میں غور و خوض کرتا ہوا۔ غرق ہو جاتا ہوں۔ دیکھو بعض وقت مجھے بھی سخت سے سخت مشکلات اور تکالیف پہنچی ہیں۔ کہ ان سے جان جانے کا بھی اندیشہ ہوا ہے۔ مگر میں نے جب قرآن شریف کو شروع کیا ہے اور اس میں اول ہی اول الحمد للہ سے شروع ہوا ہے۔ اور میں نے اس آیت پر غور کیا ہے۔ تو دل میں بسا اوقات جوش آیا ہے کہ تبارک تو بھی اب الحمد للہ۔ کا کیا مقام ہے ان مصائب اور دکھوں کے سمندر میں کس طرح سے الحمد للہ کہو گے۔ اور ممکن ہے کہ کسی دوسرے مومن کے دل میں بھی آیا ہو۔ کیونکہ میرے دل میں ایسا بارہا آیا ہے۔

تو اس کے واسطے میں نے غور سے دیکھا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں واقعی اللہ تعالے کی ذات سارے طرح سے الحمد للہ کہے جانے کے لایق ذات ہے۔

ہر بلا کین قوم را حق دادہ است۔
زیر آن گنج کرم بنہادہ است۔

(۱) اول تو اس لئے کہ مصائب اور شدائد کفارہ گناہ ہوتے ہیں۔ سو یہ بھی اس کا فضل ہے۔ ورنہ قیامت میں خدا جانے ان کی سزا کیا ہے۔ اس دنیا ہی میں بھگت کر نپٹ لیا۔

(۲) اس لئے کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ممکن ہے۔ اس کا فضل ہے کہ اعلیٰ اور سخت مصیبت سے بچا لیا +

(۳) مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں دینی اور دنیوی ممکن ہے کہ گناہ کی سزا میں انسان کی اولاد مرتد ہو جاوے یا یہ خود ہی مرتد ہو جاوے۔ سو اس کا فضل ہے کہ اس نے دینی مصائب سے بچا لیا اور دنیوی مشکلات ہی پر اکتفا کر دیا +

(۴) مصائب شدائد پر صبر کرنے والوں کو اجر ملتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا۔ کہ ہر مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھ کر یہ دعا مانگو۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا

اور قرآن شریف میں مشکلات اور مصائب

پر صبر کرنے والون کے واسطے تین طرح کے اجر کا وعدہ ہے۔

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون یعنی مصایب پر صبر کرنے والون اور انا للہ کہنے والون کو تین طرح کے انعامات ملتے ہین۔

(۵) صلوات ہوتے ہین ان پر اللہ کے۔

(۶) رحمت ہوتی ہے ان پر اللہ کی۔

(۷) اور آخرکار ہدایت یافتہ ہوکر ان کا خاتمہ بالخیر ہوجاتا ہے۔ اب غور کرو جن مصائب کے وقت صبر کرنے والے انسانکو ان انعامات کا تصور آجاوے جو اس کو اللہ کی طرف سے عطا ہونے کا وعدہ ہے تو بہلا پہر وہ مصیبت مصیبت رہ سکتی ہے اور غم رہتا ہے۔ ہرگز نہین پس کیسا پاک کلمہ ہے۔ الحمد للہ۔ اور کیسی پاک تعلیم ہے وہ جو مسلمانون کو سکہائی گئی ہے۔ یہ نہایت ہی لطیف نقطہ معرفت ہے اور دل کو موہ لینے والی بات۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن شریف اسی آیت سے شروع ہوا۔ اور رسول اکرم صلعم کے تمام خطبات کا ابتدا بہی اسی سے ہوا ہے۔

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحبان اخبار الحکم و بدر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کاغذ کی پشت پر ایک فہرست وصولی عید فنڈ کی ہے جو گذشتہ عید کے موقعہ پر وصول ہوا ہے۔ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ اس فہرست کو اس تحریر کے ساتھ اپنے اخبار مین شایع فرماوین۔ تاکہ احباب غور کرین۔ کہ ضروری اور اہم معاملات مین کس قدر بے توجہی سے کام لیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ عید فنڈ کی تحریک سے اس وقت اس سال مین کل پونے تین سو روپیہ وصول ہوا ہے اس مین اگر زیادتی کی امید ہو تو صرف جماعت سیالکوٹ سے جہان کی سرگرم جماعت میرے خیال مین اسی کے قریب قریب روپیہ بہیجے گی۔ جو باقی کل احمدی جماعت سے وصول ہوا ہے کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ جہان آدمی کی توجہ سے ہزار ہا روپے اکٹھے ہو سکتے تھے وہان ایک پونے تین سو کی رقم آئی ہے۔ جو مدرسہ کے دس دن کا خرچ ہے۔

دوسری طرف ماہواری چندون کا یہ حال کہ بہت تہوڑی جماعتین ہین جو توجہ کرتی ہین۔ مین ان کو شایع نہ کرتا اگر مین اس تکلیف کو محسوس نہ کرتا کہ بات کے احباب کی بے توجہی سے سلسلہ کو ایک بڑا بہاری نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہر ماہ مین ایک طرف لنگرخانہ کا فکر خود حضرت اقدس کو ہوتا ہے کہ یہ کام کس طرح چلیگا۔ اور دوسری طرف مدرسہ میگزین وغیرہ کا فکر منتظمین صدر انجمن احمدیہ کو ہوتا ہے۔ کیا سارے پنجاب اور ہندوستان مین اسی قدر احمدی جماعتین ہین۔ جسقدر عید فنڈ کی تحریک مین شامل ہوئی ہین؟ اور کیا باقی کی جماعتین جن کے نام اس فہرست مین نہیں ہین اس سلسلہ کی ضروریات کو محسوس نہین کرتین۔ اور ہر روز اخبارون مین کمی آمد کا شور نہین سنتین؟ پہر کیا وجہ ہے کہ باوجود ان سب باتون کے دلون مین وہ جوش پیدا نہین ہوتا جو ہونا چاہیے؟ چار لاکہہ آدمی کو چہوڑو کیا چار ہزار آدمی بہی اس جماعت مین ایسا پیدا نہین ہوسکتا۔ جو عید کے دن ایک روپیہ مدرسہ فنڈ کے لئے لکہدیا کرین۔ مین نہین جانتا کہ کن الفاظ مین مختلف انجمنون کے کارکنونکو ان کے فرایض کی طرف توجہ دلاؤن۔ آخرکار اللہ تعالے کے آگے ہی یہ التماس ہے۔ کہ وہ نصرت دین کے لئے خود القا کرے اور وہ جوش پیدا کرے جو مشکلات کے پہاڑون کو پاش پاش کر دے۔

والسلام۔

محمد علی ۔ محاسب صدر انجمن احمدیہ۔

فہرست عید فنڈ۔ (عید الضحی) جو مختلف جماعت ہا انجمن احمدیہ کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

نمبر شمار	نام جماعت	تعداد رقم عید فنڈ	پائی	آنہ	روپے
۱	جماعت گجرات	[illegible]	۰	۱۳	۴۰
۲	" بلب گڈہ	[illegible]	۰	۶	۶
۳	" بہیرہ	[illegible]	۰	۹	۲۴
۴	" دہلی	[illegible]	۰	۰	۱۰
۵	" جمون	[illegible]	۰	۰	۱۳
۶	" پشاور	[illegible]	۰	۸	۲۰
۷	" منی پور آسام	[illegible]	۰	۰	۱۳
۸	" شملہ	[illegible]	۰	۵	۱۶
۹	" گجرانوالہ	[illegible]	۶	۹	۲۴
۱۰	" چک نمبر ۲۴ راوتیانی (سندہ)	[illegible]	۰	۵	۳
۱۱	" قتالپور ضلع ملتان	[illegible]	۰	۴	۱
۱۲	" ملتان	[illegible]	۰	۰	۱
۱۳	" راولپنڈی	[illegible]	۰	۱۰	۹
۱۴	" فیروزپور	[illegible]	۰	۰	۱۰
۱۵	" لاہور	[illegible]	۰	۰	۵۰
۱۶	" رنگون معرفت ابوسعید	[illegible]	۰	۰	۱۰
۱۷	" ڈیرہ غازیخان	[illegible]	۶	۵	۵
۱۸	" گگوئی ۔ برہما	[illegible]	۰	۰	۲
۱۹	" سامانہ پٹیالہ	[illegible]	۰	۱۱	۴
۲۰	جماعت بٹالہ	[illegible]	۰	۷	۱۰

G. Total ۲۷۶-۱۳-۰۰ ۔ ۲۷۶-۱۳-۰۰

نوٹ

ان رقوم مین قربانی کی کہالون کی قیمت شامل نہین وہ رقم الگ مسکین فنڈ مین جمع ہوتی ہے۔

اطلاع

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ڈیپوٹیشن کی شرکت کی وجہ سے کچھ ایسے مصروف رہے ہین۔ کہ مارچ کے انگریزی رسالہ کا مضمون پورا نہین کر سکے اس لئے خریداران رسالہ انگریزی مطلع رہین کہ اسی اشد مجبوری کیوجہ سے مارچ اور اپریل کا رسالہ انگریزی اکٹھا ۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۰۸ء کو شایع ہوگا۔ اور یہ صرف انگریزی رسالہ کے متعلق ہے۔ اردو رسالہ کی اشاعت مین انشاء اللہ العزیز کوئی فرق نہ ہوگا۔ وہ اپنے وقت پر بدستور شایع ہوگا۔ امید ہے۔ کہ خریداران انگریزی میگزین اس بنا پر منیجر رسالہ میگزین انگریزی کو معذور سمجہین گے۔

حکام کا دورہ قادیان مین

۲۱ر مارچ ۱۹۰۸ء کو جناب فنانشل کمشنر صاحب قادیان مین تشریف لانے والے ہین۔ اسی تقریب پر آپ کے ہمراہ جناب کمشنر صاحب حلقہ لاہور اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور بہی ہونگے۔ امید کی جاتی ہے کہ حکام عالی مقام کا یہ دورہ قادیان کے لئے بہت سے مفید نتایج کا موجب ہوگا۔ صاحبان موصوف بٹالہ اور قادیان کے درمیان جو سڑک ہے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائینگے۔ اسی سڑک پر آمد و رفت کی بڑی کثرت ہے۔ اور یہ کثرت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ سے بڑہ رہی ہے۔ قادیان تک میلون کے نشان لگائے گئے ہین۔ اگر یہ سڑک پختہ ہوگئی۔ جیسا کہ تجویز درپیش ہو تو پبلک کو بہت بڑا آرام ہوگا۔ فنانشل کمشنر صاحب کے اسی دورہ کی تقریب پر یہ تجویز عمل مین آگئی۔ تو بہت مبارک ہوگی۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۶ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء قبل عصر

مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ ایک دو خطوں کے اور زبانی بھی کسی مقدمہ میں منصف بننے کے واسطے لکھا اور کہلا بھیجا تھا۔ اور ساتھ ہی دھمکیاں بھی دی تھیں کہ اگر آپ اس معاملہ میں منصف نہ بنیں گے تو میں عدالت میں آپکو گواہ لکھوا دوں گا اور اس طرح سے آپ کو عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ تعجب آتا ہے کہ ایک طرف تو ہمیں کافر و دجال سب لے دین اور مرتد ٹھیراتا ہے اور پھر یہی نہیں کہ اپنے آپ تک ہی محدود رکھا ہو بلکہ اس فتویٰ میں قریباً تمام ہندوستان کے بڑے بڑے مولویوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کیواسطے سر توڑ کوشش کرتا رہا ہے۔ دوسری طرف ہمیں ایک شرعی معاملہ میں منصف بنانا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک جب ہم دائرہ اسلام سے ہی خارج ہیں تو پھر ایک شرعی معاملہ میں ہمارا دخل کیا اور فیصلہ کیسا۔ اس سے کہو کہ پہلے تم ہمارے کفر و اسلام کا تو فیصلہ کر لو پھر ہمیں منصف بھی بنا لینا۔

اس شخص نے تو جہاں تک اس سے ممکن ہوسکا ہے اور اس کا بس چلا ہے ہمیں پھانسی دلانے کی کوششوں میں بھی کمی نہیں کی۔ مگر یہ اللہ کا فضل اور اُس کی خاص نصرت تھی کہ اُس نے ہمیں ہر میدان میں عزت دی اور اعدا اور ہماری ذلت چاہنے والوں کو ذلیل کیا۔ دیکھو لیکھرام کے قتل کے وقت بھی اس نے کس طرح آریوں کو اکسایا ہماری تلاشی ہوئی۔ اور پھر خون کے مقدمہ میں ایک عیسائی کی طرف سے گواہ بن کر ہمارے برخلاف اقدام قتل کے ثبوت کے واسطے کوششیں کیں۔ گورنمنٹ کو ہم سے بدظن کرنے میں اس نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا ہمیں باغی بنایا اور صاف کہا کہ گورنمنٹ کیوں ایسے باغی کو نہیں پکڑتی۔

عام لوگوں کو ہم سے بدظن کرنے میں اپنے ناخنوں تک زور لگایا۔ لوگوں سے کہہ دیا کہ ان سے سلام مت کرو مصافحہ مت کرو۔ ان کی چوری کرنا۔ ان کو قتل کر دینا اور ان کی عورتیں چھین لینا جائز ہے۔ پھر جب اس کے ہم پر ایسے ایسے احسانات ہیں تو اب یہ نامہ و پیام کیسے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں جسکے واسطے یہ اتنے زور دیتا ہے اس کی کوئی ذاتی اور نفسانی غرض ہے۔

اگر کچھ بھی سعادت کا حصہ اُس میں ہوتا تو اسی معاملہ میں غور کرتا کہ جس دن سے اس نے ہماری مخالفت کا بیڑا اٹھایا ہے اور ہمارے نیست و نابود کرنے میں جان توڑ کوششیں کی ہیں اُسی دن سے اندازہ تو لگائے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے کیسے فیضان نازل ہوئے۔ اور ہمیں کس طرح خدا نے بڑھایا اور اس کا اپنا کیا حال ہوا۔ ایک سعید انسان اور سلیم الفطرت آدمی کے ہدایت پا جانے کیواسطے صرف یہی بات کافی تھی۔ پھر اپنے خط میں لکھا ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ یہ فقرہ لکھنے سے اس کی مراد نکتہ چینی ہے۔ اور پیشگوئیوں اور امور نبوت کا نعوذ باللہ استخفاف کرنا مدنظر ہے۔ سو اس کے جواب میں اُس سے کہہ دیا جاوے کہ ہماری کتاب حقیقت الوحی کا مطالعہ کرے۔ ہم نے ان امور کو اس میں بالتفصیل لکھ دیا ہے۔

وہ نہیں جانتا کہ خواب تو اکثر چوہڑے چماروں اور مردار خواروں کو بھی آجاتا ہے اور اکثر سچا بھی ہوتا ہے۔ تو پھر اس میں کیا شیخی ہے کہ **میرے گھر لڑکا ہوگا۔** ہمارے پاس بعض ہندو آتے ہیں اور خواب سناتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ خواب سچا بھی نکلا۔ اس سے مطلب اُن کا صرف یہ ہوتا ہے کہ اعتراض کریں کہ اسلام کی اس میں خصوصیت ہی کیا ہے۔

ہم ایسی نظیریں بتا سکتے ہیں کہ بعض فاسق۔ فاجر۔ بدمعاش۔ مشرک۔ چور۔ زانی۔ ڈاکوؤں کو بھی خواب آجاتے ہیں اور اُن میں سچے بھی ہوتے ہیں۔ تو پھر اس میں مولوی محمد حسین کی کیا خصوصیت ہوئی۔

شرمپت یہاں کا ایک آریہ ہے اُس نے ایک خواب میں اپنے ہاں لڑکا پیدا ہونا بتایا تھا چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور پھر ایک بار بیان کیا کہ بالو اللہ دتا تبدیل ہو جاویگا چنانچہ یہ خواب بھی اس کا پورا ہو گیا اور بالو اللہ دتا کو وہ اس معاملہ کا گواہ بھی کرتا ہے۔ تو پھر کیا ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ شرمپت کو یا اور ایسے لوگوں کو نعوذ باللہ ہم نبی مان لیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ امور بطور شہادت اللہ تعالیٰ نے ہر طبقہ کے لوگوں میں اس لئے ودیعت کر دیئے ہیں کہ تا انسان ملزم ہو جاوے اور قبول نبوت کیواسطے اس کے پاس اپنے نفس میں سے شاہد پیدا ہو جاوے۔ خواب کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے انسان کی بناوٹ میں رکھ دیا ہے کہ کہیں یہ نبوت کا انکار ہی نہ کر دے۔

سچی خواب کے واسطے اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں رکھی۔ بلکہ بلا امتیاز کفر و اسلام۔ نیک و بد یہ ملکہ ہر فرد بشر میں رکھ دیا ہے۔ بھلا دیکھو تو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو دو آدمی قید تھے اُن دونو کو بھی خوابیں آئیں۔ اور وہ دونو سچی بھی تھیں۔ فرعون کو بھی جو اس وقت کا بادشاہ تھا خواب آئی اور سچی نکلی تو کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کی کوئی تعظیم کی۔ یا اُن کو نبی مان لیا۔ یا بتاؤ تو بھلا تم نے بھی اُن کو کوئی مرتبہ دیا ہے؟ بھلا ایک نے تو اپنے خواب کو قتل ہو کر سچا کر دیا۔ مگر دوسرا تو بادشاہ کا مقرب بن گیا تھا اُس کی عزت کی ہوتی۔ اگر اسی طرح کی ایک دو خوابیں سچی ہو جانے سے کوئی نبی بن جاتا ہے اور اس میں نبوت کی شان آجاتی ہے تو بتاؤ کس کس کو امام مانو گے۔

نعوذ باللہ اس طرح تو شان نبوت کی ہتک اور انبیاء کا تمسخر کرتے ہو۔

یاد رکھو کہ ایک دو پیسے پاس ہونے سے یا دو چار آنے کا مالک بننے سے یا چند پونڈوں کے پاس ہونے سے کوئی بادشاہ نہیں بن جاتا۔ بلکہ پیسے روپے اور پونڈ تو کثرت مال و زر کی ایک شہادت ہیں۔ کہ تا اُن سے قیاس کر لیا جاوے کہ کروڑ در کروڑ پونڈ اور لاتعداد خزانے بھی ضرور اور یقیناً ہیں۔

پس اِن لوگوں کی خوابوں اور انبیاء کے الہامات مکالمات اور مخاطبات میں ایک مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔ انبیاء کی وحی اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس میں ایک شوکت اور جلال و رعب ہوتا ہے۔ انبیاء کی وحی کیا بلحاظ کیفیت اور کیا بلحاظ کمیت عام لوگوں سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور وہ اُن کی کامیابی اور اُن کے دشمنوں کی نامرادی پر مبنی ہوتی ہے۔

انبیاء کی وحی غیب پر مشتمل ہوتی ہے۔ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ غرض انبیاء کی وحی میں کسی انسان کو کسی طرح کا اشتراک نہیں ہوتا حیثیت کے لحاظ سے جو اشتراک رکھا گیا ہے وہ بھی صرف اسواسطے کہ تا انسان کو انبیاء کی پاک وحی پر ایمان لانے میں مدد دے۔ ورنہ اُس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور وہ تو انبیاء کی وحی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ بس مولوی محمد حسین صاحب کو آپ کہہ دیں (جو صاحب زبانی پیغام لائے تھے) کہ مولوی ہو کر آپ کے مُنہ سے کس طرح ایسی باتیں نکلتی ہیں جن سے نعوذ باللہ شان نبوت کا تمسخر اور استخفاف ہوتا ہے۔

اول تو آپ کا یہ خواب یا الہام جو کچھ بھی ہے تفسیر طلب ہے دوسرے اگر یہ سچا بھی ہو تو نہ یہ شان نبوت تک کے لئے اعتراض ہوسکتا اور نہ ہی آپ اس سے نبی بن سکتے ہیں۔ آپ سے پہلے بھی ایک شخص نے ہمارے مقابلہ میں امرتسر سے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ مگر خدا جانے کیا ہوا وہ موہوم حمل بھی حمل نہ رہا۔ اور ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔

غرض آپ کا خواب یا الہام بھی تو ابھی تصدیق طلب ہے۔ مگر جن کے خوابوں کی تصدیق ہو چکی ہے اور اُن میں سے بعض مشرک اور دہریہ بھی ہیں اور بعض فاسق و فاجر اور جور و زانی اُن کو بھی تو آپ کچھ جواب دیں کہ کیا آپ اُن کو نبی یا ولی اللہ مان لینگے۔

یہاں آنا ہو تو نفسانی غرض سے نہ آؤ۔ بلکہ تحقیق حق کے لئے آؤ۔ اسی تصفیہ کے واسطے آجاؤ کہ خواب کفار فجار کو بھی آجاتی ہیں۔ اور انبیاء کو بھی جنسیت میں دونو مشترک ہیں۔ تو پھر کفار اور انبیاء کی خوابوں اور الہامات میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟۔ ان میں کوئی معیار بھی خدا نے رکھا ہے یا کہ نہیں؟ یہ ایک دینی کام ہے اس کی تحقیق کے واسطے آجاؤ۔ ثواب بھی ہے۔

یاد رکھو کہ قرآن شریف نے ان دونو قسموں میں امتیازی معیار پیشگوئی کو رکھا ہے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خارق عادت رنگ میں غیب پر مشتمل ہو۔

معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کہ موسیٰ ؑ کے سونٹے کی طرح فوراً دکھا دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے علمی رنگ کے معجزات اور غیب پر مشتمل پیشگوئیاں۔ اول الذکر معجزات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اُن سے دشمنوں کے مُنہ بند ہو جاتے ہیں۔ مگر دیرپا اور ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ وقتی ضرورت کے مناسب حال ہوتے۔ پیچھے آنے والی قوموں کے واسطے وہ کوئی حجت اور دلیل نہیں ہوتے۔ کیونکہ اُن میں تدبر و تفکر کا انسان کو موقع نہیں ملتا۔ مگر موخر الذکر معجزات ایسے علمی رنگ میں ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے واسطے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ انسان جوں جوں اُن میں غور و خوض کرتا ہے توں توں اُن کی شوکت اور عظمت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اور جوں جوں بُعد زمانی ہوتا جاتا ہے اُن کے ضیاء اور شوکت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اُن کی عظمت میں فرق نہیں آتا۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس قسم ثانی کے ہیں۔ دیکھو تیرہ سو برس گذر چکے ہیں زمانہ ترقی کے لحاظ سے معراج پر پہنچ گیا ہے۔ نئے نئے علوم اور طبیعات نکلے مگر نہ آں حضرت ؐ کی تعلیم کا کوئی نقص کوئی ثابت کر سکا اور نہ ہی آپ کے معجزات کی قدر و عظمت میں فرق آیا۔ بلکہ روز افزوں اُن کی عظمت اور شوکت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اور جوں جوں نئے نئے علوم نکلتے ہیں سائنس اور فلاسفہ ترقی کرتا جاتا ہے توں توں آپ کی تعلیم کی عظمت اور آپ کے معجزات کی شوکت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

دیکھو ایک اور بڑا بھاری مابہ الامتیاز اللہ تعالےٰ نے یہ قائم کیا ہے کہ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ یعنے اگر کوئی شخص تقول علے اللہ کرے تو وہ ہلاک کر دیا جاوے گا۔ خبر نہیں کیوں اس میں آنحضرت صلعم ہی کی خصوصیت رکھی جاتی ہے۔ کیا وجہ کہ رسول اللہ ؐ اگر تقول علے اللہ کریں تو اُن کو تو گرفت کی جاوے اور اگر کوئی اور کرے تو اس کی پرواہ نہ کی جاوے۔ نعوذ باللہ اس طرح سے تو امان اُٹھ جاتی ہے۔ صادق اور مفتری میں مابہ الامتیاز ہی نہیں رہتا۔

انہ من یأت ربہ مجرما فان لہ جہنم۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ انہ لا یفلح الظلمون۔

ان آیات سے صاف طور سے عموم ظاہر ہو رہا ہے کوئی خصوصیت نہیں۔ نہ معلوم تو پھر رسول اللہ صلعم اگر افترا علی اللہ کریں تو خدا بُرا مانتا ہے مگر اگر کوئی اور یہی جرم کرے تو خیر چنداں ہرج کی بات نہیں معاذ اللہ۔ براہین کے زمانہ کو دیکھو جبکہ خود اس نے ریویو بھی لکھا ہے اس سے قسماً پوچھ لو کہ اُس وقت میں اکیلا تھا یا نہیں۔ اور اب اس وقت چار لاکھ سے بھی زیادہ آدمی ہمارے ساتھ ہیں۔ بھلا کبھی مفتری کی بھی اللہ تعالیٰ ایسی نصرت کرتا ہے۔

پس عام لوگوں کے خوابوں اور انبیاء کی وحی میں اللہ تعالیٰ نے خود مابہ الامتیاز مقرر کر دئے ہیں۔ جنسیت کے لحاظ سے تو کم و بیش ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں مگر بلحاظ اپنی کیفیت اور کمیت۔ مقدار و نصرت انبیاء ہی کی وحی ممتاز اور قابل اعتبار ہوتی ہے۔

پھر ہمیں تشریعی نبوت کا دعوے نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اب اسی شریعت کی خدمت بذریعہ الہامات مکالمات۔ مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے کرنے کا ہمارا دعوےٰ ہے۔

مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے۔

غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں مفصل لکھ دیا ہے تم اس کا مطالعہ کر کے اپنی تسلی کر لیں۔

احمدی انجمنیں

گذشتہ اشاعت سے آگے

مگر قبل اس کے کہ میں ان امور کو بیان کروں جو میں نے دیکھے ہیں ان انجمنوں کی اغراض کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ انجمنیں ایک بڑے بھاری ذمہ داری کے کام کو سرانجام دینے کے لئے بنائی گئی تھیں اور میرے یا کسی اور صاحب کے خیال سے نہیں بلکہ حضرت اقدس کے ایما سے ایسا ہوا تھا۔ یہ ضرورت تو دیر سے محسوس ہو رہی تھی کہ ہر مقام میں احمدیوں میں تعلقات کا قایم ہونا اور اغراض سلسلہ میں مدد دینے کے لئے ایک نظم کا قایم کرنا ضروری ہے مگر ہر امر کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ اواخر ۱۹۰۵ء میں جب حضرت مسیح موعود نے رسالہ الوصیت شایع کیا تو اس میں اس سلسلہ کے کاموں کو ایک انجمن کے سپرد کرنے کی تجویز خود حضرت اقدس نے فرمائی۔ چنانچہ یہ انجمن ۱۹۰۶ء میں بنی۔ اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ رکھا گیا اور اس کا نظم و نسق ایک مجلس کے سپرد کیا گیا جس کا نام مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ ہے۔ اسی انجمن کے قواعد میں جو بمنظوری حضرت اقدس شائع ہوئے تھے۔ سلسلہ میں ایک نظم قایم کرنے کی ضرورت کو محسوس کر کے یہ تجویز بھی کی گئی تھی کہ اس انجمن کی شاخیں مختلف اضلاع اور بڑے بڑے مقامات میں قایم کی جاویں اور پھر مفصلات میں ان انجمنوں کی شاخیں بنا کر ایک ایسا نظم قایم کیا جاوے جس سے تمام احمدی احباب وقتاً فوقتاً ضروریات سلسلہ سے آگاہ ہو کر اس کے کاموں کی تکمیل میں مدد دیتے رہیں اور ان کاموں کے سرانجام دینے کا بوجھ بجائے چند دوستوں پر پڑنے کے سب سلسلہ پر تقسیم ہو کر پڑے اور اس طرح پر ان کاموں کی تکمیل میں بھی سہولت ہو۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ایک طرف لنگر خانہ کو اور دوسری طرف مدرسہ۔ میگزین وغیرہ مدات متعلقہ انجمن کو مالی مشکلات پیش آتی رہیں یہاں تک کہ ان مشکلات کی وجہ سے حضرت اقدس کے اوقات گرامی میں خلل آنے لگا۔ اس لئے حضرت اقدس کے مشورہ کے بعد آخر ۱۹۰۶ء میں مختلف مقامات پر انجمنوں کی بنا ڈالی گئی اور قواعد تجویز کر کے سب جگہ احمدی احباب کی خدمت میں بھیجے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بڑے بڑے مقامات میں انجمنیں قائم ہو گئیں اور ان انجمنوں کے کارکنوں کی طرف سے مستعدی سے کام کرنے کی امید دلائی گئی مگر باوجود اس کے کہ انجمنوں کو بنے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے ابھی تک اس مقصد کے حصول میں بہت ہی کم مدد ملی ہے جس کے لئے یہ انجمنیں بنائی گئی تھیں۔

محصل اور کارکن توجہ فرماویں

اس وقت تک مجھے صرف تین انجمنوں کے رجسٹرات کے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے یعنے انجمن احمدیہ قادیان۔ انجمن احمدیہ لاہور۔ انجمن احمدیہ کپورتھلہ۔ انجمن احمدیہ امرتسر کے رجسٹرات کو بھی دیکھنا چاہتا تھا مگر اس کا موقعہ نہ ملا لدھیانہ میں خود مجھے ذہول ہو گیا۔ اس لئے میں سب سے پہلے جملہ انجمن ہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کو توجہ دلاتا ہوں کہ جہاں کہیں وفد جاوے علاوہ احباب کو جمع کرنے کے وہ اس بات کا بھی انتظام کریں کہ جملہ رجسٹرات انجمن جو مطابق قواعد رکھنے ضروری ہیں دکھائے جاویں تاکہ جو نقص ابتک ہیں ان کی طرف توجہ دلائی جاوے۔ تینوں انجمنیں جن کے کام اور رجسٹرات کو میں نے دیکھا ہے ان کو اطمینان بخش نہیں پایا۔ مفصلات میں انجمنیں قایم کرنے کا کام تو خیر ایک بڑا کام تھا مگر افسوس یہ ہے کہ خود ان صدر مقامات میں بھی ابھی تک انجمنوں کی کارروائی بالکل ناقص ہے۔ ان نقصوں کے رفع کرنے کے لئے کارکنان انجمن اور محصلوں کی خاص توجہ درکار ہے۔ اصل میں بڑی غرض اور اہم مقصد انجمنوں کے قایم کرنے کا یہ ہے کہ لنگر خانہ یا ان اہم کاموں کے سرانجام دینے کے لئے جن کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کر رہی ہے **تمام احمدی احباب سے مستقل ماہوار چندے باقاعدہ وصول ہوتے رہیں**۔ اس کا انتظام ہر ایک صدر مقام میں یوں ہونا چاہئے کہ الگ الگ محلوں میں محصل مقرر کئے جاویں۔ اور ان محصلوں کے پاس ایک ایک فہرست رہے جس میں ان کل اشخاص کے نام درج ہوں جن سے چندہ وصول کرنا اس محصل کے سپرد ہو اور وہ رقم چندہ بھی درج ہو جو لنگر خانہ مدرسہ اشاعت اسلام یعنے اشاعت میگزین یا ضروریات مقامی کے لئے ایسے شخص نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ محصل کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ وقت پر ایسے تمام اشخاص سے جن کے نام اس کی فہرست میں موجود ہیں چندہ طلب کرے اور وصول شدہ چندہ کو باقاعدہ محاسب انجمن کے پاس جمع کراتا رہے۔ نیز یہ بھی اس کا فرض ہونا چاہئے کہ ان تمام اشخاص کا جن سے وہ چندہ وصول کرتا ہے ایک کھاتہ حسب نمونہ کھاتہ محاسب رکھے اور اس کے کھاتہ کی نقل محاسب کے کھاتہ میں ہوتی رہے۔ محاسب کا کام ان تمام محصلوں کے کام کی نگرانی ہونی چاہئے۔ اور محصلوں سے یا چندہ دہندگان سے بقایا کا مطالبہ بھی محاسب ہی کرے۔ مثلاً اگر ایک محصل کی معرفت ۵ ماہوار چندہ کسی مد کا آنا چاہئے اور یہ سارا چندہ ماہ بماہ پورا نہیں آتا تو محاسب کو لازم ہوگا کہ جس قدر بقایا اس کی طرف رہتا ہے اس کا اس محصل سے یا ان چندہ دہندگان سے جن کی طرف دراصل بقایا ہے مطالبہ کرے۔

اگر انجمنوں کے محاسب اور محصل اس ذمہ داری کو پوری طرح سے اپنے اوپر لے لیں اور چندوں کے وصول کرنے کو سلسلہ کی اہم غرض سمجھ لیں جیسا کہ دراصل یہ ہے کیونکہ بدون اس کے سلسلہ کے کام چل نہیں سکتے تو میں امید کرتا ہوں کہ بہت سارے خاص اور یکمشت چندوں کی ضرورت جاتی رہے۔ ماہوار چندوں کا دینا نہ صرف دینے والے کے لئے آسان ہے بلکہ سلسلہ کو اس سے مدد بھی زیادہ پہنچتی ہے اگر ہمارے دوست اس بات پر غور کریں اور عزم اور ہمت سے اس کام کو شروع کر دیں تو انشاء اللہ جلدی ہی اس کا مفید نتیجہ دیکھ لینگے۔ مہینہ کے مہینہ ایک تھوڑی سی رقم دیدینے والے کے لئے بھی آسان ہے لیکن اگر ان چندوں کے دینے میں یا وصول کرنے میں سستی کی جاوے تو اس کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ منتظمین کو تشویش اور کاموں میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ پھر الٹی چندہ دینے والوں کو یا اسکے بھائیوں کو یکمشت رقمیں دینی پڑتی ہیں میں حیران ہوں کہ کیوں ہمارے دوست اس آسان پہلو کو اختیار نہیں کرتے۔ اور میں کس کی مثال دوں خود قادیان کی انجمن میں میرا یہ خیال ہے کہ کم از کم پچاس روپیہ ماہوار چندہ جو وصول ہو سکتا تھا وصول نہیں کیا گیا اور اس طرح ان چھ ماہ میں لنگر خانہ مدرسہ اور میگزین کو تین سو روپیہ کی رقم جو اوفی توجہ سے اور محصلوں اور کارکنوں کی تھوڑی سی کوشش سے وصول ہو سکتی تھی وصول نہیں ہوئی؟ اور چندہ نہ دینے والوں کی مالی حالت اس سے کچھ اچھی نہیں ہو گئی بلکہ جو شخص خدا کے لئے اپنے مال میں سے نکالتا رہتا ہے اُس کے مال میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ اگر ایک طرف چندہ دینے والے خود کسی قدر سستی کو چھوڑ دیں اور دوسری طرف محصل اور انجمنوں کے کارکن کچھ ہمت کریں تو یہ طریق بہت سی برکتوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ میں نے ان باتوں کو کھولکر اس لئے لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سستی اب گناہ کی حد تک پہنچ گئی ہے اور جہاں تک میرا قیاس ہے چندہ دینے والوں کی نسبت چندہ وصول کرنے والوں کی سستی اس نقص کی زیادہ ذمہ وار ہے۔ اگر وصول کرنے والے کوشش کریں تو ممکن نہیں کہ چندہ دینے والے انکار کریں بلکہ وہ بخوشی دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی وقت پہ اُن سے وصول کرنے والا ہو۔ اگر ایک آنہ یا دو پیسے بھی روپیہ میں سے ہر ایک شخص اپنی آمد میں سے دیدے اور انجمنیں اس کی وصولی کا پورا اہتمام اور باقاعدہ انتظام کریں تو سلسلہ کے تمام قسم کے اخراجات کے لئے ایک کثیر رقم جمع ہو سکتی ہے۔ اس تھوڑے سے ٹیکس کی ادائگی سے دینے والوں کا کوئی کام رکا نہیں رہیگا اور سلسلہ کے کاموں میں بڑی بھاری مدد مل جائے گی۔

بالآخر میں ان تمام احباب کی خدمت میں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا ہے اپیل کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں وہ سستی کو چھوڑ دیں۔ بعض جگہ میں نے سنا ہے کہ بعض دوست چندہ انجمنوں کی وساطت سے اس لئے ادا نہیں کرتے کہ ہم براہ راست حضرت اقدس کو دیں گے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی نفس کا ایک دھوکہ ہے اگر چندہ دیا جاتا ہے تو خدا کی خوشنودی کے لئے سو وہ جس جگہ دیا جائے دیکھتا ہے۔ ایسی باتوں سے صرف اس کام میں جسے حضرت اقدس کرنا چاہتے ہیں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ سب دوستوں کو چاہئے کہ بالکل اس انتظام کو قائم کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑی سی تحریک سے سیالکوٹ کی جماعت سے سینکڑوں روپے آجاتے ہیں اگرچہ اس شہر میں تعداد جماعت کی بھی زیادہ ہے مگر اصل وجہ اس کی یہی ہے کہ اس جماعت نے اس معاملہ میں اعلےٰ درجہ کا عمدہ انتظام کیا ہوا ہے۔ اور باقاعدہ ہر ایک ممبر سے چندہ وصول ہو جاتا ہے اگر دوسری جماعتیں اسی طرح کوشش کریں تو بغیر کسی بڑی تکلیف کے اُن سے بھی سینکڑوں روپوں کی مدد سلسلہ کو پہنچ سکتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ دین کے لئے اور سلسلہ کے لئے جوش رکھنے والے احباب میری اس تحریر کے بعد اس طرف پوری توجہ فرما کر مجھے مشکور فرماویں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

(محمد علی از قادیان)

تازہ وحی

۷ مارچ ۱۹۰۸ء **ماتم کدہ**

فرمایا اس کے متعلق کوئی تفہیم نہیں ہے۔

پھر غنودگی میں دیکھا کہ ایک جنازہ آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احباب و اخوان احمدیہ کی نسبت میری ایک تحریک

(از حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک بار ستر برس کی عمر اور بہت بڑی عمر جو عمر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری حد ہے پہنچنے کو ہے۔ سوچتے سوچتے بہت گھبرا سا گیا۔ بعد الموت نتائج پر غور کرتا ہوا التحیات کے اسرار کی طرف جھکتا جھکتا مثنوی کے طوطے والی کہانی کی طرف جا پہنچا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طوطے نے اپنے تاجر کو کہا کہ ہند کے طوطیوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔ تو ان طوطوں نے کہا کہ جب تک وہ ایک قسم کی موت اپنے اوپر نہ لاوے تو نجات محال ہے۔

- - - - - - - - - -

میں طوطیان الٰہی ارواح شہداء اللہ کی طرف جو حرف طیبہ مختصر میں عرش سے متعلق ہیں انتقال کر گیا اور السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین پر تدبر کرتے کرتے جوش کے ساتھ جناب الٰہی کو تاجر پایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے بدلہ میں ان کو جنت دینے کا وعدہ دیا۔ پس اسی لئے ہر ایک مومن کو چاہئے کہ وہ اپنی جان اور مال کو بجز پروانگی الٰہی کے خرچ نہ کیا کرے۔ کیونکہ اُس نے تو اپنی جان اور مال کو خدا کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام مشتری تاجر رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و برکات و سلام پڑھنے شروع کئے۔ آخر اس شغل کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ چند اپنے احباب بناؤں۔ کی نسبحک کثیرا و نذکرک کثیرا اور ان کے لئے کوئی امتیازی نشان قائم کروں۔ والحمد للہ کہ شرک و بدعت سے متنفر اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے والوں میں سے اور بیکے سنت جماعت فرقہ احمدیہ جو سنت متواترہ پر عمل کرکے سنی اور امام کے ماتحت ہو کر جماعت ہیں۔ ان میں سے میں نے حسن ظن۔ استقلال۔ مرنجاں مرنج۔ نیک حالت والے دعاؤں کے قائل لوگوں کو لکھنے اپنے فہم و محدود معاملہ کے دوست بنایا اس میں چند اغراض تھے۔ اول کم سے کم یہ ہے کہ ایسا ہو کہ یہ شہداء اللہ فی الارض ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صالحین جس کی نسبت اچھی گواہی دے دیں وہ جنتی ہوتا ہے اور جس کی نسبت بری گواہی دیں وہ ناری اور دوزخی ہوتا ہے۔ ان شہداء اللہ فی الارض کی شہادت سے میں انشاء اللہ ادخت ما ادخت من اللہ۔

دوم۔ اس میل جول سے باہم تعاون علی البر والتقویٰ کے مصداق بن جاویں۔ اور یار اور انصار ہوں۔

سوم۔ بعض ایسے خاص فضل الٰہی ہوتے ہیں جو بغیر اتفاق اور اتحاد اور جماعت کے نہیں ملتے اس بات کو میں نے مد نظر رکھ کر ایک مجمع احباب بنایا ہے۔ تاکہ باہمی دوستانہ تعلقات سے کوئی فیضان الٰہی خاص طور پر نازل ہو۔ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے۔ اور ہمیں خادم اسلام و مسلمین کرے۔

چہارم۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قیامت کے دن سبعۃ یظلہم اللہ یوم لا ظل الا ظلہ سات قسم کے لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ منجملہ اُن کے دو ایسے آدمی بھی ہوں گے جو اللہ ہی کے لئے محبت کا رشتہ باندھتے ہیں۔ جب وہ ملتے ہیں تو اسی پر ملتے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو اسی محبت الٰہیہ پر الگ ہوتے ہیں۔ سو میں نے چاہا کہ متحابا فی اللہ والے لوگوں میں شامل ہو کر ہم سایۂ عرش عظیم کے نیچے آسودگی حاصل کریں۔ عرش کا سایہ اس جہان اور اُس جہان۔ دُنیا و آخرۃ ہر دو جگہ میں ظہور پا سکتا ہے۔

پنجم۔ کوئی تدبیر ایسی نکل آوے کہ عربی زبان باہم خصوصاً احمدیوں میں اور عام طور سے تمام مسلمانوں میں رائج ہو جاوے۔ کیونکہ صرف یہی ذریعہ ہے جس سے تمام دُنیا کے مسلمان خواہ وہ کسی ملک کے باشندے ہوں باہم سلسلہ اتحاد اور اتفاق کو ترقی دے سکتے ہیں۔ دوسرے صرف عربی پر ہی فہم قرآنی اور احادیث رسول ربانی منحصر ہے۔ اسپر کسی خاص صورت میں ملکہ پیدا ہو جاوے۔ جس طرح جسمانی لوگوں نے سکۃ الحدید کے ذریعہ طی الارض کیا ہے۔ اور وہ ما ننزلہ الا بقدر معلوم سے صاف واضح ہوتا ہے۔

ششم۔ جہاں احباب احمدیہ میں باہمی رنج و کدورت ہو یہ احباب صلح کا موجب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واصلحوا ذات بینکم اور اصلحوا بین اخویکم۔ والصلح خیر۔

ہفتم۔ ہر عسر و یسر میں باہمی مشوروں اور دعاؤں سے کام لیں مگر مسلمانوں کی کاہلی ہے کہ اب تک قادیان کے احباب نے بھی ان امور میں کسی قدر کسل سے کام لیا ہے۔ اور دور دور والوں پر کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ جو اعتراض مجمع پر ہوتے ہیں اُن کے جوابات کی نقل جہاں جہاں بھیجی گئی تھی ان میں سے صرف سیالکوٹ اور پشاور نے ہی اپنے مفید مشورہ سے امداد دی ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لاہور سے کوئی جواب نہیں آیا۔

اس کے علاوہ میں نے دور دور کے اہل الرای کو خطوط لکھے ہیں کہ کس طرح عربی تعلیم اور ارشاد کیا معنے وعظ کرنے اور تقریر و تحریر کرانے میں ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسکندریہ اور مصر تک خط بھیجے ہیں۔ کہ ایسے پاک مشوروں سے کوئی کام نکل آوے۔ نیز کوشش کی جاوے کہ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ جن میں تائید اسلام کی جاوے اور اُن اعتراضوں کا جواب دیا جاوے جو جماعت پر غیر مذاہب کی طرف سے کئے جاتے ہیں اور جن سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض سے کسی قدر سبکدوش ہوں اور سوء ظن کے آفات سے احباب کو آگاہ کیا جاوے اور یہ تحریک سرورست الحکم۔ بدر اور تشحیذ الاذہان میں شائع کی جاتی ہے احباب اور اخوان احمدی اپنے پاک مشوروں سے ہماری نصرت کے لئے کوشش کریں۔

ترجمہ قرآن کے متعلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہر ایک پر اعتراض کیا گیا ہے اور کوئی اعتراض سے خالی نہیں رہا ہے۔ یہ ایک ایسا کلیہ قاعدہ ہے کہ اسکا کوئی استثنا نہیں۔ حالانکہ انگریزی مثل کہتی ہے کہ استثنا ہی قاعدہ کا ثبت ہوا کرتا ہے۔ جبی فی اللہ مولانا مولوی نورالدین صاحب نے

قرآن شریف کا ترجمہ شروع کیا ہے۔ اسکا ایک پارہ چھپ بھی چکا ہے۔ ان کے ترجمہ پر معترضین نے کئی ایک اعتراض کئے ہیں۔ ہم ان کے دو ایک اعتراض یہاں پر لکھتے ہیں اور اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اُس کے نیچے اور واقعی جواب دینے کی توفیق عنایت کرے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

بالکل سچے اور واقعی کلمے ہیں۔ اب ہم معترضوں کے اعتراض مندرجہ ذیل الفاظ میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اعتراض اول۔ مولوی صاحب اپنے پہلے پارہ کے ترجمہ کے ۱۴ صفحہ سطر ۴ پر ایک حاشیہ لکھتے ہیں اور اس حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ نمبر اسے نمبر ۴ کے حواشی کی نسبت ناظرین کی خدمت میں گذارش ہے۔ کتاب الٰہی میں متشابہات بھی ہیں جن کو محکمات کی طرف لیجانا چاہیئے۔ قتل۔ ضرب۔ احیار کے معنے لغت عرب میں بہت ہیں۔ اس آیت میں ان معانی کی تعیین کے لئے خود آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ یا سنن الٰہیہ کو بنے ٹٹولا ہے مگر مجھکو ابتک ایسا انشراح صدر نہیں ہوا کہ ناظرین کے سامنے کروں کیونکہ یہ ایک بحر یا سمندر ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے اس میں سے جواہرات عطا کرے۔ کیا مولوی صاحب کے پاس تفاسیر موجود نہ تھیں اگر ان کو تفاسیر پر اعتماد کلی نہ تھا تو کیا مرزا صاحب سے پوچھ نہیں سکتے تھے جن کو قرآن دانی کا دعوےٰ ہے یا اگر اُن کو بھی اس آیت کے معنے نہیں آتے تھے تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دریافت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ سے اُن کو شرف حاصل ہے؟

اما الجواب۔ سچا اور واقعی جواب جسکو ہم سچا اور واقعی خیال کرتے ہیں یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے کوئی تمام قرآن کریم کی تفسیر نہیں بھیجی اگرچہ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جئناک بالحق واحسن تفسیرا۔ کیونکہ اس کو معترض بھی تسلیم کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ اگر وہ قرآن شریف کو ہی تفسیر خیال کرتا ہے تو اور حواشی کو کیوں ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے بعد روح الامین حضرت جبرائیل نے کوئی قرآن شریف کی تفسیر نہیں فرمائی۔ اس کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بالاستیعاب پوری اور کامل تفسیر قرآن شریف کی نہیں لکھی۔ آپ نے بعض خاص الفاظ کی تشریح اور تفسیر عملاً کر کے دکھلادی ہے کہ ان الفاظ کے یہ معنے ہیں مثلاً صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ صوم اور کلمہ طیبہ پھر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی پوری تفسیر نہیں لکھی۔ حالانکہ شروع سے لیکر آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور آپ ہی خلیفہ بلا فصل اور قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] اپنی [illegible] بیاض [illegible] سمجھے یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے قرآن شریف کی ایک کامل نسخہ لکھا کر رکھ لیا تھا۔ مگر آپ نے قرآن شریف کی پوری تفسیر نہیں لکھی۔ نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن کی رائے کے موافق کہتے ہیں کہ تین دفعہ وحی نازل ہوئی تھی قرآن شریف کی پوری تفسیر لکھی ہے۔ اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن شریف کی پوری تفسیر لکھی ہے اگرچہ آپ کو جامع القرآن کا خطاب دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے اُس نسخہ سے جو حضرت ابو بکر نے لکھوایا۔ بہت سے نسخے نقل کرا کر تمام اسلامی دنیا میں شائع کرائے تھے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن شریف کی پوری تفسیر لکھی ہے اور نہ ہی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے قرآن شریف کی تفسیر کامل طور سے کی ہے۔ ایسا ہی امام زین العابدین علی بن حسین نے کوئی قرآن شریف کی پوری تفسیر پورے طور پر نہیں بیان کی۔ ایسا ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی نے قرآن شریف کی پوری تفسیر نہیں لکھی۔ اور نہ ہی ائمہ احادیث میں سے مثل امام بخاری اور مسلم کے کسی نے کامل تفسیر قرآن شریف کی نہیں کی ہے۔ سید عبد القادر جیلانی جو تمام قادریوں بلکہ اکثر اولیاء اللہ کے مقتدا بھی ہیں اور حضرت معین الدین صاحب چشتی جو چشتیوں اور عامہ اہل ہند کے سردار ہیں اور حضرت نقشبند جو نقشبندیوں اور اکثر بلاد اسلام کے امام ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی قرآن شریف کی پوری اور کامل تفسیر نہیں کی ہے۔ ہاں سہروردیوں کے پیشوا حضرت شہاب الدین سہروردی نے تحفۃ البیان کو لکھا ہے مگر انھوں نے بھی اس کا نام تفسیر نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ خاتم الاولیاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ابھی تک تمام قرآن شریف کی پوری تفسیر نہیں لکھی۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ ان بڑے بڑے دین کے ستونوں اور نوروں نے قرآن شریف کی پوری تفسیر نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا۔ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اگر یہ لوگ قرآن شریف کی پوری تفسیر لکھ جاتے تو لوگ قرآن شریف پر تدبر کرنا بالکل چھوڑ دیتے۔ کیونکہ ہر ایک جس کو وہ اپنا بزرگ خیال کرتا ہے اسی کی تفسیر کو کافی سمجھتا اور خود قرآن شریف میں غور نہ کرتا۔ اور اس طرح سے تدبر فی القرآن بالکل ترک ہو جاتا۔ بھلا پھر کس کو سکت تھی کہ ان کے بزرگوں کی تفسیر کے مقابلہ میں کوئی نئی بات تدبر سے دریافت کر لیتا۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ قرآن شریف میں تدبر اور جہاد سے کام لیا جاوے۔ اس سنت کو پورا کرنے کے لئے مولانا نے بعض آیات کے نیچے یہ لکھدیا ہے کہ ان میں تشابہ ہے انہیں راسخ العلم ہونے والا خود توجہ کرے اور ان کو محکمات کے نیچے لا کر ان کا مطلب اور معنے سمجھے۔ اور مولانا کا ان کو متشابہ قرار دینا واقعی امر ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے لئے قرآن شریف سارے کا سارا ہی محکم ہو جاوے اور قرآن شریف کی وسعت اور پھر عربی زبان کی وسعت کو ترجمہ برداشت نہیں کر سکتا اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اگر ایک عالم کو ایک آیت کے معنے نہیں آتے ہیں تو کیا ہوا۔ کہتے ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سوالات دریافت کرنے کو گئے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن میں آپ نے کہا لا ادری۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ پھر آپ امام کیسے بن گئے ہیں جبکہ آپ بہت سے سوالوں کا جواب ہی نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں امام بنا ہوں کہ جو مجھے آتا ہے اُس کو بتاؤں اور جو نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کی کیسی مذمت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مطلب گھڑ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ ایک قسم کا اللہ پر افترا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مولانا صاحب جن آیات کے فہم میں انکو انشراح صدر نہیں ہوا۔ ان پر وہ کچھ نہیں کہہ سکتے اور نہ ان کو اسپر کچھ کہنا چاہیئے۔ مجھے تو تعجب آتا ہے کہ سچی بات اور سچ بتانے پر بھی لوگوں کا اعتراض ہوتا ہی حالانکہ اسمیں مولوی صاحب نے خود اعتراف کیا ہے اور پھر نہیں مانتے۔ ایسے لوگوں کو کون سمجھائے۔ اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا۔

اعتراض دوم۔ دوسرا اعتراض مولوی صاحب پر یہ کیا گیا ہی کہ مولوی صاحب نے نقلنا ام حسبت ان اصحاب الکہف کے معنے یہ کئے ہیں تو کیا تم نے ام حسبت ان اصحاب الکہف۔ تو یہ کیا ہوا یہ معنے کیا ہوئے۔ ان ہی عربی الفاظ کو ترجمہ میں نقل کر دیا ہے۔

اما الجواب۔ اصل بات یہ ہی کہ قرآن شریف کا الہام ایسے پُر معانی ہوتے ہیں اور انمیں مضامین کے سمندر کوزہ میں بند کئے ہوتے ہیں اور چونکہ عربی زبان بہت ہی وسعت رکھتی ہی اور وہ وسعت دوسری زبان کے ترجمہ میں اور نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ترجمہ میں ہی عربی الفاظ بعض دفعہ دئیے جاتے ہیں اور انکی کسی قدر توضیح و تشریح حاشیہ پر کر دیجاتی ہی اور اس سے بڑا مطلب اور غرض یہ بھی ہوتی ہی کہ قاری کو عربی زبان میں مس ہوتی جاوے۔ تمام مسلم دنیا میں صرف عربی ہی ایسی ہی جو مختلف ملکوں کے مسلمانوں میں باہم اتفاق اور اتحاد کا ذریعہ

الوارالحمدیہ [illegible] قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

ہم اُسکو صاف اقرار کر دوں کہ مجھے نہیں آتا

نمبر ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

انجمن احمدیہ مونگھیر اور صوبہ بہار کے احمدیوں کا فرض

کیا ہمارے بہاری احمدی بھائیوں کو معلوم ہے کہ آج کل احمدی دنیا میں کیا ہو رہا ہے دارالامان کی صدر انجمن احمدیہ کس مہم کی تیاری میں ہے۔ پنجاب کے احمدی پیرو کس طرح بڑھ بڑھ کر اپنی دلاوری دکھا رہے ہیں۔ وہ کونسا گھر ہے جسکو بنانا مقصود ہے؟ اور ہر ایک احمدی کو اس کا مزدور ہونا ضروری ہے؟ وہ کونسے بڑے بڑے معمار اسکی تیاری میں سرگرم ہیں؟ اگر آپ لوگوں نے نہیں جانا اور نہ سمجھا تو افسوس ہے۔ اور اگر اس کی مزدوری نہ کمائی تو حسرت۔ یہ مکان تعلیم الاسلام کی بلڈنگ ہے (خدا اسکو مکمل کرے) اس میں احمدیوں کے ہونہار بچے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زیر سایہ تعلیم پا دینگے اس میں ان کو اسلامی آداب اسلامی اخلاق اسلامی ہمدردی کا سبق پڑھایا جائیگا اسلامی قواعد و پریٹ سکھائی جاوے گی۔ کسر صلیب کے شاندار آبدار حربوں سے انکو آراستہ پیراستہ کیا جائیگا صلیب کی کاٹ چھانٹ کی روحانی مشق کرائی جائیگی اور ایک دن ایسا ہوگا کہ اسی تعلیم الاسلام کے تعلیم یافتہ بچے یورپ کی گلیوں میں ہر تبلیغ کرتے نظر آوینگے (کاشکہ میں بھی انہی بچوں میں ہوتا) کیسی مبارک ہے پنجاب کی زمین اور کیا اچھا ہے ہمارے پنجابی احمدیوں کا نصیبہ جو کسی نادر اور مفید موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ہر ایک سعادت کے حاصل کرنے کو آگے ہی دوڑتے ہیں۔

اے بہار کی زمین کیا تو بالکل مردہ ہو گئی ہے کیا مدینۃ المسیح والمہدی کی مسیحانفس اور روح پرور ہواؤں کے جھونکوں نے شفا رحمت کے اُبلتے بادلوں کو ادہر اوڑا کر نہیں لایا اور نور کا مینہ تجھپر نہ برسایا؟ برسایا! اور ضرور برسایا نور کے قطرے موتی بن بن کر ضرور گرے لیکن اے شور زمین تو نے سنبل و ریحان نہ اُگائے مولانا حسن علی رحمتہ اللہ علیہ جیسا قوم کا فدائی بنگال و بہار کا پہلا احمدی تائید حق کے ساتھ آیا۔ لیکن تو نے اس کی تحریک کی تائید نہ کی صدر انجمن احمدیہ کے شایع کردہ قواعد کے مطابق مقام مونگھیر میں ایک انجمن احمدیہ صوبہ بہار قایم کی گئی ہر جگہ اشتہار و خطوط بھیجے گئے لیکن سوائے مونگھیر و بعض اطراف مونگھیر و بھاگلپور کے بعض احبابوں کے کسی نے لبیک نہ کہا۔ قوم کے مسلم بزرگ علمی دنیا کے نامور عالم جناب مولانا مولوی ابو المجد محمد عبد الماجد صاحب نے اسکی میر مجلسی قبول فرمائی۔ لیکن خفتہ بختوں کو اسکی خبر نہیں۔ کیا صوبہ بہار و نیز بنگال کے لئے یہ باعث شرم نہیں کہ ملک کے اس قدر وسیع رقبہ میں دس بیس انجمن احمدیہ بھی نہیں صرف ایک انجمن احمدیہ ہو اور اس کی حالت بھی قابل حسرت ہو اور معدودے چند اس کے ممبر ہوں سلسلہ کی ضرورتوں پر آئے دن آرٹیکلیں نکل رہی ہیں نعلین اعلان کر رہا ہے مگر ہم ہیں کہ سو رہے ہیں۔ قادیان سے مبارک وفد کے نکلنے پر ہر جگہ خوشیاں منائی جاتی ہیں عقیدتمندانہ جوش و ارادت ہر اس شعر کے ساتھ خیر مقدم ہو رہا ہے۔

بے حجابانہ در آ بر در کاشانہ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانہ ما

لیکن بہار کی قسمت میں یہ خوش نصیبی کہاں اولوالعزمی کے

خانہ کا نمبر یا سطر مین اسکا نام ہی نظر نہین آتا۔

آخر اس بے توجہی کی کیا وجہ ہے پیارے احمدیو۔ جبکہ آپ احمدی ہین جبکہ آپنے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے جبکہ آپ نے دین اور دین کی ہمدردی کے لئے اپنے جان اپنے مال اور اپنی عزیز سے عزیز چیزون کو وقف کرنیکا وعدہ کیا ہے جبکہ آپ کا امام آپ مین موجود ہے اور اسی کے اشارے سے یہ سب کچھہ ہو رہا ہے۔ تو کیا آپ پر فرض نہین کہ سلسلہ کی ضرورتون کی طرف توجہ کرین صدر انجمن احمدیہ کے ہر ایک اعلان پر کان لگائین حضرت اقدس کے ہر فرمان پر قربان جائین اور تن دہن من سبے حاضر کر دین۔ اُٹھو یار و ہمت و استقلال سے کام لو خدا تمہاری مدد کریگا۔ سلسلہ کی ضرورتون کو اپنی ذاتی ضروریہ کی طرح سمجھو۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم غریب ہین۔ ہم سے کچھہ نہین ہو سکتا۔ آخر دنیا کے سب دہندے کرتے ہی ہو۔ کہانا پینا سونا اُٹھنا بیٹھنا اور زندگی کے لئے سانس لینا انسانی ضروریات مین سے ہے کیا ہی کوئی انسان غریب و نادار کیون نہ ہو کسی نہ کسی طرح ان ضرورتون کو کم و بیش ضرور پورا کرتا ہے۔ کاش کہ ان ضرورتون کی طرح ہم سلسلہ کی ضرورتون کو بھی ضروری سمجھین نہ کہائین جب تک سلسلہ کو نہ کہلائین نہ پئین جبتک سلسلہ کو سیراب نہ دیکھلین۔ سانس لین جس مین کہ سلسلہ کی ہواخواہی نہ ہو۔ کیونکہ اس سے اپنی ہی زندگی ہے اپنی سیرابی ہے اور اپنے ہی روح کی پرورش ہے۔ سلسلہ تو اپنی ضرورتون کو پورا کرکے رہیگا۔ پر حسرت ہے میری ذات پر اگر ہم نے ایسے وقت مین ایسے موقعہ پر ایسی مصلحت پر توجہ نہ کیا۔

آجکل قوم مین عمارت فنڈ کا چندہ درپیش ہے ہر جگہ کی انجمن دریا دلی کے ساتھہ چندے دے رہی ہے اور لنگر خانہ کا یکمشت چندہ جمع کیا جا رہا ہے۔ مجھکو امید ہے کہ ہمارے احمدی بہائی مونگیر بہاگلپور پورنیہ۔ مظفرپور پٹنہ۔ گیا۔ آرہ۔ کلکتہ۔ وغیرہ کے ضلعون مین جہان کہین ہو اس مبارک موقعہ کو ہاتہہ سے جانے نہ دینگے اور حسب لیاقت و استطاعت اپنے فراخدلی کے ساتہہ عمارت فنڈ اور لنگر خانہ کا یک مشت چندہ محاسب انجمن احمدیہ مونگیر جناب ماسٹر محبوب علیصاحب کے نام روانہ فرماوین گے اور جن احباب نے ہنوز اس انجمن کی ممبری نہین قبول کی ہے ساتھہ ہی اس کے اپنے نام نامی معہ تعداد ماہانہ چندہ سے خاکسار کو مطلع فرما دین۔ ہم نے اپنے موجودہ ممبرون کے نام خاص خاص خطوط روانہ کئے ہین اور اپنے معزز ممبرون سے خصوصاً جناب مولوی نصیرالدین احمد صاحب ایم۔ اے ڈپٹی کلکٹر مولوی اختر علیصاحب پولیس انسپکٹر مولوی سید وزارت حسین صاحب سرکل افیسر منشی سعیدالحسن صاحب مختار مولوی سید ارادت حسن صاحب زمیندار و نیز احباب سورجگڈہ سے امید کیجاتی ہے کہ سلسلہ کی اس اہم ضرورت پر سلسلہ کی ہمدردی کا بہتر ثبوت دین گے۔ اخویم جناب مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے سب ڈپٹی کلکٹر آج کل قادیان مین تشریف رکہتے ہین آپ نے بذریعہ خط خاکسار کو مطلع فرمایا ہے کہ مین اپنا چندہ یہین داخل کر دونگا اور آپ افسوس ظاہر کرتے ہین کہ ہماری انجمن نے ہنوز کچھہ بھی نہ کیا۔

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ۔

خاکسار

خلیل احمد (سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر)

انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ایسٹر کی تعطیلات مین جو ۱۷ سے ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء تک رہینگی منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالٰے۔ بہی خواہان و ہمدردان انجمن کی خدمت مین بالعموم اور ممبران انجمن کی خدمت مین بالخصوص نہایت ادب سے التماس ہے کہ وہ اس قومی جلسہ مین شامل ہو کر اراکین انجمن کو مرہون منت فرماوین۔ اس کے علاوہ معاملات موجودہ بھی اس امر کے سخت متقاضی ہین کہ برادران اسلام کثرت سے شریک جلسہ ہون۔ اور حالات اصلی سے واقفیت حاصل کرکے اس نیک اور مفید کام کے قایم اور جاری رہنے کا مکمل بندوبست کرین حکام نارتہہ ویسٹرن ریلوے اور اودہ اور رہیلکھنڈ ریلوے نے درجہ سویم اور درمیانہ درجہ کے لئے کرایہ مین حسب دستور رعایت دیدی ہے۔ مسافت کے لئے وہی پچاس میل کی شرط رکہی گئی ہے۔

شریک جلسہ ہونے والے صاحبان سے گذارش ہے کہ محصول کے لئے صرف آدہ آنہ کا ٹکٹ بہیجکر سرٹیفکٹ دفتر انجمن سے منگوالین۔ ایک سرٹیفکٹ صرف ایک شخص استعمال کر سکے گا۔

خاکسار شمس الدین جنرل سکٹریری

سکول کا ایک کمرہ

انجمن احمدیہ انبالہ و شملہ نے متفق ہوکر بنوانیکا پختہ ارادہ کرلیا ہے

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھے پیشتر چندان خیال نہین تہا۔ کہ چندہ کے متعلق انجمن کی کارروائی کو اخبار مین شایع کیا جائے۔ مگر آخر ثابت ہوا ہے۔ کہ اس سے بھی ایک قسم کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات عمدہ نتایج نکلتے ہین۔ چندہ سکول کے متعلق میری چٹھی اخبار الحکم مین شایع ہونے پر مکرمی شیخ محمد یوسف صاحب ٹھیکہ دار کمسریٹ انبالہ نے جو وہان کی انجمن کے محاسب ہین۔ مجھے خط لکھا کہ شملہ اور انبالہ کی انجمنون کا موعودہ چندہ ۱۰۸۵ روپے ہے۔ اگر اس مین ایک سو پندرہ روپیہ کا اضافہ ہو جاوے تو ہر دو انجمنون کی طرف سے سکول کا ایک کمرہ تیار ہو سکتا ہے۔ پس اگر شملہ کی جماعت پسند کرے تو اس تجویز کو انبالہ کی انجمن کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اگر یہ تجویز منظور ہو جائے تو دیگر انجمن کے لئے باعث تحریک ہوگی اور دوئم ثواب دوامی قایم رہیگا۔

مجھے یہ تجویز نہایت پسندیدہ معلوم ہوئی چنانچہ مین نے بعض ممبرون کی رائے سے گذشتہ اتوار کے جلسہ مین اس سوال کو انجمن کے سامنے پیش کر دیا۔

سو الحمد للہ کہ سب نے متفق ہو کر اس تجویز پر صاد کیا۔ اور بعض صاحب توفیق احباب نے فراخدلی سے رقم موعودہ پر اضافہ کر دیا۔ اس وقت کل رقم موعودہ عمہ روپیہ تک پہنچ گئی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

نام	رقم	نام	رقم
برکت علی صاحب	ماسہ	بابو ولی محمد صاحب	مہ عہ
مولوی خدابخش صاحب	للعہ	بابو عبدالرحمن صاحب	للعہ
مولوی عمرالدین صاحب	سہ	منشی شمس الدین صاحب	عہ
بابو امیرالدین صاحب	سہ	شیخ ولی اللہ صاحب	سہ
صوفی کرم الٰہی صاحب	عہ	منشی نبی بخش صاحب	عہ
شیخ الہ دین صاحب	عہ	ملک غلام محمد صاحب	عہ
شیخ کلن صاحب	عہ	ماسٹر سلطان خان صاحب	لہ عہ
چودہری نذیر حسین صاحب	عہ	ماسٹر نور محمد صاحب	لہ عہ

میزان کل عمہ

علاوہ ازین چار یا پانچ ممبر ابھی باہر ہین۔ اُن کے لئے امید ہے کہ چھہ سو روپیہ ہو جائیگا۔ بہرحال ہم کوشش کرین گے اور انشاء اللہ چھہ سو کی رقم پوری ہو جاویگی۔ اگر انبالہ کی انجمن نے تجویز مذکورہ منظور کر لیا تو ہر دو انجمن کی طرف سے سکول کا ایک کمرہ تیار ہو سکتا ہے جس کا تخمینہ صدر انجمن احمدیہ نے ایکہزار دو سو روپیہ لگایا ہے۔ امید ہے کہ انبالہ کی جماعت بھی اس تجویز کو منظور کریگی۔ کیونکہ ان کو حصہ مساوی شراکت مین صرف طلعہ روپیہ کی کمی ہے۔ جو اگر ممبر نسبتاً قوم موعودہ مین تہوڑا تہوڑا اضافہ کر دین تو پوری ہو سکتی ہے۔ براہ مہربانی اس چٹھی کو اپنے اخبار مین شایع کر دین تاکہ اگر دوسری انجمنیں اس تجویز کو پسند فرمائیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

افسوس ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے جو خط چندہ سکول کے متعلق موصول ہوا اسمین لنگر خانہ کے سوال کا ذکر نہیں تہا۔ اور ہمیں سکول کا چندہ کرنیکے بعد معلوم ہوا کہ اس تحریک میں لنگر خانہ کو

کہ ایک جگہ جمعہ کے دن ایک مولوی صاحب خطبہ جمعہ میں فرماتے تھے کہ دس آدمی ہیں جو کبھی کسی صورت میں بھی نہیں بخشے جاوینگے۔ منجملہ ان دس آدمیوں کے ایک ولد الحرام کے متعلق بھی یہی فتویٰ تھا۔ خدا کی قدرت اس وقت اس موقعہ پر ایک شخص اس قسم کا بھی موجود تھا یہ سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی کہ مولانا میں اس قسم کی پیدایش کا انسان ہوں۔ اور آپ نے اس قسم کی پیدایش کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ کبھی مغفرت نہ ہوگی۔

اب میری عرض یہ ہے کہ کوئی سبیل میری نجات کے لئے ممکن بھی ہے یا کہ نہیں۔ مولوی صاحب نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا کہ نہیں۔ کوئی صورت بھی نہیں۔

میرا یہ چشم دید واقعہ ہے کہ وہ شخص اسی وقت مسجد سے اٹھ کر سیدھا عیسائیوں کے پاس گیا اور بیان کیا کہ میں اسلام کو سچا جانتا ہوں اور ہر طرح سے میرا ایمان اور اعتقاد ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے۔

مگر چونکہ میرے جیسے انسان کی نجات اصول اسلام کے رو سے کسی صورت میں ممکن ہی نہیں لہذا اب میں عیسائی ہو کر اس ذریعہ سے نجات حاصل کیا چاہتا ہوں۔ مگر اس کی خوش قسمتی سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ عیسائی ہونے سے بچ گیا۔

غرض انسان جب خوف میں بھی حد سے ترقی کر جاتا ہے تو ارتداد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ہر کام کی ایک حد مقرر ہے۔ حد سے تجاوز ہرگز مفید نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ مضر ہی ہوا کرتا ہے۔ افراط اور تفریط ہمیشہ نقصان رسان ہوا کرتی ہے۔

پس خوف اور امید جب انسان میں حد اعتدال پر پیدا ہو جاویں تو یہی ہیں۔ جو انسان کو بدی سے نفرت اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض مقامات پر اپنی رحمت اور مغفرت کے اسماء اور صفات بیان فرما کر انسان میں امید پیدا کرائی ہے۔ اور بعض مقامات میں اپنا شدید البطش اور منتقم ہونا بیان کر کے خوف بھی پیدا کرایا ہے۔

ان آیات میں بھی انسان کو گناہ اور منشاء الٰہی کے برخلاف اعمال کرنے سے ڈرایا ہے۔ اور مناسبت موقع کے لحاظ سے اپنے صفات کا تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا کہ **ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ**۔ یعنی ہم انسانی نفس کے وسوسوں کو بھی جانتے ہیں۔ وسوسہ سے باریک تر کوئی بھی بدی نہیں ہے حتیٰ کہ انسانی اعضا مثل کان ہاتھ وغیرہ بھی انسان کے دل کے وسوسوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ عزیز سے عزیز دوست۔ یا اعلیٰ سے اعلیٰ جبروت اور سطوت والا حاکم یا بادشاہ پہلو بہ پہلو بیٹھا ہو۔ وہ بھی انسانی دل کے وسوسوں سے آگاہ نہیں ہو سکتے مگر خدا فرماتا ہے کہ ہم انسانی دل کے کسی گوشے میں بھی اگر کوئی بدی کا خیال پیدا ہوتا ہے تو ہم اسے خوب جانتے ہیں۔ انسانی فطرت میں رکھا ہے کہ بدی کو ہمیشہ چھپایا کرتا ہے پس جب اس کو یہ یقین ہو گا۔ کہ خدا میرے دل کی ہر ہر حالت اور سکون و حرکت سے بھی آگاہ ہے تو پھر کیوں بدی کرے گا۔ حکام ظاہری کے سامنے تو انسان باوجود جرم کرنے کے بھی عذر کر سکتا ہے اور بعض اوقات عدم ثبوت میں بریت بھی ہو جاتی ہے مگر خدا سے کیا عذر کر سکتا ہے پس فرمایا کہ بدی کے خیال کو بھی دل میں جگہ مت دو۔ چہ جائیکہ بدی اور جرم کا ارتکاب کرو۔

پس خدا کے علیم ہونے پر ایمان لانے والا ہرگز ہرگز گناہ کی آگ نہیں کھا سکتا۔

پھر فرمایا کہ ہم نے انسانی اعمال کے لئے دو نگران بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے اس بات سے کہ اسکو کسی انسان کے اعمال کے واسطے کسی شہادت کی ضرورت اور احتیاج ہو وہ **علیم بذات الصدور** ہے۔ وہ انسانی دل کے وسوسوں سے بھی خوب واقف ہے مگر یہ جو دو نگران حال اور کاتب اعمال جو لگائے ہیں ان میں صرف غرض یہ ہے کہ انسان پر اتمام حجت ہو جاوے اور کسی قسم کا عذر اور بہانہ نہ کر سکے

پھر فرمایا کہ **جاءت سکرۃ الموت بالحق** دوسرا بڑا ذریعہ انسان کو خوف دلانے کا یہی ہے انسانی زندگی کا انجام اور انتہا بتا دیا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ عموماً ہر فرد بشر نے کبھی نہ کبھی دیکھی ہوتی ہے۔ وہ کیسی بے بسی اور بے کسی کا نظارہ ہوتا ہے عزیز سے عزیز رشتہ دار۔ ماں باپ۔ بہن۔ بھائی۔ بیوی بچے۔ یار۔ دوست۔ خادم۔ مال و دولت غرض کوئی اس وقت اس کی اس مصیبت کا بٹانے والا نہیں ہوتا۔ سب حسرت اور یاس کی نظر سے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ مال و دولت جاہ و حشمت سب یہیں دھرا رہ جاتا ہے۔ نہ کوئی ساتھ جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس وقت کوئی اس سفر سے روک کر بچا سکتا ہے۔ غرض پوری یاس و حسرت اور بے بسی و بے کسی کا سماں اور نظارہ ہوتا ہے۔ ذرا غور کر کے انسان اگر اس حالت کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائے تو پھر دیکھے کہ اس کا دل کیسا نرم اور دنیوی لذات سے متنفر اور خدا کی طرف پانی کی طرح بہ نکلنے والا ہو جاتا ہے۔ غرض اس نقشہ کو خدا نے پیش کیا ہے کہ تا انسان اس میں غور کرے اور بدیوں سے کنارہ کش ہو جاوے۔

ساری بدیوں کی جڑ صرف غفلت ہے۔ نیکی سے روکنے اور بدی کی جرأت دلانے والی اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اپنا محاسبہ کیا کرے اور خدا کے علیم ہونے پر یقین رکھے اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ نہیں معلوم کہ کس وقت سفر کا حکم آ جاوے گا پس اپنا حساب صاف رکھنا چاہیئے۔ صوفیا کا قول ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں ہر وقت کے مناسب حال بعض عبادات مقرر ہیں۔ ان سے غفلت اور لاپرواہی ہی بدی کا گھر ہے۔ اور گناہ کی جڑ۔ انسان کو لازم ہے کہ ہر وقت دعا میں لگا رہے اور غفلت سے بچتا رہے۔ اور ہر وقت کے مناسب حال اوامر و نواہی پر کاربند رہے +

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان امرتسر سرکل میں

یہ بالکل پہلا موقعہ ہے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طلباء سرکل ٹورنمنٹ کے لئے امرتسر گئے تھے۔ ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں چونکہ ہمارے مدرسہ کے طلباء نے فٹ بال میچ جیتا تھا۔ لہذا امرتسر سرکل میں ان کو صرف فٹ بال میچ ہی میں شامل ہونا تھا۔ امرتسر سرکل میں امرتسر خاص۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ اور کانگڑہ کے اضلاع شامل تھے۔ فٹ بال میچ کے لئے صرف تین پارٹیاں یعنی خالصہ کالجیٹ سکول امرتسر۔ گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ اور مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان شامل تھے۔ اول میچ خالصہ کالجیٹ سکول امرتسر اور گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ کے درمیان ہوا۔ اور خالصہ کالجیٹ سکول جیتا۔ فائنل میچ کامیاب ٹیم اور مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے درمیان ۱۴ مارچ ۱۹۰۸ء ۴ ½ بجے شام کو شروع ہوا۔ اور خدا کے مخصوص فضل سے میدان مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان فٹ بال ٹیم کے ہاتھ میں رہا۔ اور اس طرح سے امرتسر سرکل میں فٹ بال چیمپین سکول مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ہی رہا۔ ہم جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں نہایت خوشی سے اس کامیابی کے واسطے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اس کامیابی میں علاوہ ایک شیلڈ کے جو مدرسہ تعلیم الاسلام کو آئندہ ... عطا کی گئی ہے ٹیم کے لڑکوں کو عمدہ تلہ دار پگڑیاں لنگیاں بطور انعام عطا کی گئی ہیں۔ ہم آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ اس میچ کی مفصل رپورٹ شائع کریں گے +

کربلا معلیٰ کو ایک خط

ہمارے محترم دوست میر مہدی حسین صاحب مہتمم کتبخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے ایک شیعہ استاد نے کربلا سے خط لکھا ہے جس میں وہ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اس جگہ آنا چاہیئے۔ میر صاحب نے جو اُن کو جواب لکھا وہ فائدہ عام کے لئے شایع کیا جاتا ہے۔ شیعہ اصحاب غور سے پڑہیں۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وبہ نستعین ونحن علی بابہ مستغفرین ولرحمتہ راجین رب فارحم من السماء وکن معنا فی کل حال وفی کل حین۔ امین

امابعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مخدوم استادی کا شفقت سے بھرا ہوا مکتوب ۸۔ صفر المظفر کو بمقام قادیان دارالامان (من فتن ھذا الاوان) ملا۔ اس سے پہلے ۲۴ محرم الحرام کو بمقام سیالکوٹ جو یہ عاجز ضروری کام کے لئے گیا تہا جناب کا زیارت مقامات متبرک آیات کے لئے جانا مسموع ہوا تہا نیز یہ بھی سنا تہا کہ بہت بہاری سفر اختیار فرمایا ہے۔ شاید واپسی کی بھی نوبت آئے یا نہیں۔ بجز دعا کے اور عاجز دور افتادہ کیا کر سکتا تہا۔ مگر اب مسرت نامہ نے نصف ملاقات کی خوشخبری دی۔ خدا کرے یہ عریضہ جناب کو بخیریت پہنچے اور صحت بدن اور قلب سلیم کی حالت میں نظر سے گذرے۔ جواب لکہنا اگرچہ موجب تصدیعہ ذات سامی ہے مگر نہ لکہنا بھی داخل عیب ہے لہذا جو کچہ لکہتا ہوں محض اللہ تعالے کے لئے لکہونگا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے باہر نجاؤنگا۔ چونکہ جناب عظمت انتساب نہ یہاں تشریف لائے نہ بالاستیفا حالات سے مطلع ہوئے اسوجہ سے بیساختہ آپ کے قلم سے نکلگیا۔ کہ تم نے دربار محمد صلعم اور آئمہ اطہار کو چھوڑ دیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ

ما مسلمانیم از فضل خدا + مصطفٰے مارا امام و پیشوا + اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم + آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست + بادۂ عرفانِ ما از جام اوست + آن رسولے کش محمد ہست نام + دامن پاکش بدست ما مدام + ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بروشد اختتام + مہر او باشیر شد اندر بدن + جان شد و با جان بدر خواہد شدن + معجزات انبیائے سابقین + آنچہ در قرآن بیانش بالیقین + بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست + ہر کہ انکارے کند از اشقیاست + آنچہ مارا وحی و ایمائے بود + آن نہ از خود از ہمان جائے بود + ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست + زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست + سلہ امام علیہ السلام را

اس ناکارہ نالایق کو زیارات کے بارہ میں جو غور کیطرف توجہ دلائی ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ اپنی طرف سے انسان کسی کام کو پسندیدہ قرار دیدیتا ہے لیکن اگر خدا کے زیر حکم اُس کو نہیں کرتا تو اس کا حال کچہ معلوم نہیں ہو کہ وہ کہاں تک وثوق کے لایق ہے یعنی کتاب اللہ کا حکم یعنی مہر کلام الٰہی اگر کسی امر کے کرنے کے لئے اس کے پاس موجود نہیں تو وہ کام اپنی رضا سے ہے نہ کہ خدا کی۔ قال اللہ تعالے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال الرسول۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی لن تمسک بھما۔ یعنی آیت مذکورہ بالا قرآن شریف میں موجود ہے اور حدیث مسطورہ شیعوں میں ساری و سائر ہے آیت مندرجہ صادقین کی معیت فرض کرتی ہے نہ کہ مقابر صادقین کی زیارت یا دعا یا اعتکاف پس اگر وہاں کا سفر اختیار کروں تو کس حکم خدا کے لئے کروں آیت سیروا فی الارض کا جو حوالہ جناب نے دیا ہے یہ نہیں سوچا کہ یہ حکم کن لوگوں کو ملا! اور مخاطب کون ہیں۔ یہاں تو وہ زیر خطاب عتاب ہیں جو انبیاء مرسلین کے نشانات صداقت دیکہکر بھی تکذیب سے باز نہیں آتے تہے! ان کو حکم ہے کہ مکذبین کے حالات جاکر دیکہو۔ سو میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ کبھی کسی رسول یا مامور من اللہ کا منکر مجھے خدا کرے بلکہ صادقین کی معیت چاہتا ہوں۔ اور ضروری ہے کہ صادقین کا وجود بھی ہوتا تعمیل حکم میں مجبوری پیش نہ آوے اس کے بعد تعجب و تاسف سے بہرے دل کے ساتہہ حدیث مندرجہ بالا کو غور سے پڑہتا ہوں۔ اس میں سب سے مقدم تمسک کے قابل کتاب اللہ کو لکہا ہے اور یہ زایرین اور عاکفین نجف اشرف و کربلائے معلی کو مسلم ہے لیکن آنجناب نے سارے کرم نامہ میں بجز سیروا فی الارض کے زیارات کے بارہ میں تمسک کتاب اللہ سے کہیں فخر حاصل نہیں کیا شاید اسکو بیاض عثمان کے رتبہ سے زیادہ مرتبہ حاصل نہیں ہوگا (معاذ اللہ) اور اصل قرآن شریف تو امام صاحب الزمان کے جیب خاص میں ہوگا جس کے چالیس پارہ ہیں اور وہ غایب بحکم خدا ہیں۔ پہر کس طرح یہ فخر حاصل ہو؟ لیکن فیکم الثقلین کا لفظ کتاب اللہ اور عترت کو موجود فی الخارج کہ رہا ہے۔ اور یہ دونو جدا بھی نہیں ہو سکتے جیسے لا یمسہ الا المطھرون سے بھی واضح ہے۔ یہاں مطہرون کا لفظ آیمہ کو موجود مع الکتاب بتلا رہا ہے غرض بحث سے نہیں صرف توجہ دلانا مدنظر ہے اور عرض اسقدر کہ اگر وہاں زیارات کو آنا ہی مقصد زیست قرار دیا جاوے تو کس آیت کے ماتحت یہ متبرک کام کیا جاوے ما انت بمسمع من فی القبور تو رسول کریم کو کہا گیا ہے تا بدیگران چہ رسد۔ دیگر حج کو نہ جانے اور وہاں کے لوگوں کو راہ راست پر نہ لانیکا الزام حضرت مرزا صاحب پر قایم فرمایا ہے اس کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ حکم حج کے ساتہہ شرط من استطاع بھی لگی ہوئی ہے اور استطاعت صرف روپیہ کی ہی نہیں اتنی استطاعت بھی ضروری ہے کہ شریروں سے اپنی جان بچا سکے لاتلقوا بایدیکم کا بھی خلاف نہ ہو۔ تو جبکہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طایف جانے پر پتہر اؤ کیا گیا اسی طرح امرتسر میں حضور پر احکام الٰہی پہنچانے کے وقت پتہر برسائے گئے اور انتظام پولیس کی بھی پرواہ نہ کی تو مکہ معظمہ کے راستہ میں جہاں پولیس وغیرہ حفاظت کا بندوبست ہی نہیں کس طرح جا سکتے ہیں اگر کہو زرا امامت سے جاویں تو واضح ہو کہ جب یہ حکم خدا تعالے کی طرف سے پہنچیگا اور خدا کو منظور ہوگا تو پہر کوئی دیر نہ ہوگی آنحضرت صلعم نے بھی اخیر عمر میں حج کیا تہا۔ اور کس قدر مصیبتوں سے وہ میسر ہوا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہو سکتا ہے۔ صرف حکم کی دیر ہے۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ اور راہ راست پر لانا خدا کا فعل ہے نہ کسی نبی یا امام کا۔ افضل الرسل کو حکم ہے۔ انک لاتھدی من احببت یہاں تو سراسر اتباع نبوی ہو رہا ہے نہ کوئی خودروی۔ باقی امور رحم غفیر اور گروہ کثیر اسجگہ کا جو ذکر فرمایا ہے مختصر اعرض ہے کہ کیا ہردوار اور گنگا جمنا کے اشنان اور گوردوکل کے میلہ جات پر اور کانگڑہ اور نینا دیوی وغیرہ مکانات متبرکہ پر جم غفیر نہیں ہوا کرتا؟ میں نے یہ نظیر اس لئے لکہی ہے کہ اگر وہ لوگ انبوہ خلایق کو بطور دلیل صداقت کے پیش کریں تو ہمارے پاس سوائے اس کے کیا جواب ہے کہ قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث یہاں کثرت کے ساتہہ خبیث کا لفظ ذکر کیا ہے اور جہاں آخر عباد کا ذکر ہے وہاں قلیل کا لفظ فرمایا ہے۔ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ میں اگر افواج کا لفظ کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ تو الناس کا لفظ عوام الناس کیطرف توجہ دلا رہا ہے جو سابقون اولون سے کم درجہ پر ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں معاذ اللہ خبیث لوگ ہی جمع رہتے ہیں۔ نیک نہیں ہوتے مجہے لفظ کثرت کیطرف توجہ دلانا مقصود تہا۔ پہر نیت کا حال اللہ تعالے کو معلوم ہے اور معیت صادقین اسیوجہ سے فرض ہے کہ تا فساد سے امن رہے اور صادق انسان کے ساتہہ مفسد لوگ ہرگز نہیں رہ سکتے وہ گندہ پان کی طرح الگ کر دئے جاتے ہیں۔ آپ نظر امعان میری معروضہ پر مبذول فرماویں تفاسیر آئمہ و دیگر معتبر کتابوں کا حوالہ دیکر جو لکہا ہے کہ کیا وہ غلط ہیں۔ اس کے جواب میں آپ کو تصدیعہ ہونچیگا۔

فرما رہا ہے۔ اگر کسی دوسرے خدا کا حکم ہو تو خوف ہو سکتا ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جب کہ وہی خدا ہے اور وہی اپنا تازہ کلام نازل فرما رہا ہے۔ تو کیا ممکن نہیں۔ کہ وہ جب چاہے حضرت مسیح موعود کو اپنے حکم متعلق حج سے مشرف فرماوے جیسا کہ گئے تہے۔ بلکہ مجبوراً روکے گئے تہے وہی مجبوری اس جگہ بھی درپیش ہے۔ منہ

ورنہ جواب تو خود ذہن مین آ سکتا ہے آئمہ اور معتبرین کے اقوال کا مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کسی صورت مین بڑھ نہیں سکتا۔ وہ کلام اللہ نہیں ہیں تو جبکہ احادیث رسول الثقلین صدہا وضعی پائی جاتی ہیں اقوال آئمہ وضعی بنانے خصوصاً معتقدین کے روبرو کیا بعید ہین افسوس آپ شیطان کا وجود مانتے ہین شیاطین الانس والجن کے کارنامون سے بے خبر ہین۔ صرف قرآن شریف کی نسبت محافظت کا وعدہ الٰہی ہے باقی سب کتب ظنی طور پر صحیح سمجھی جاسکتی ہین۔ ورنہ یقین کا مرتبہ ہی کوئی نہینگی توریت انجیل کی نسبت وعدہ محافظت نہ تھا اس واسطے ان مین تحریف راہ پاگئی مگر آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہر وقت قرآن کریم کو کمی بیشی تحریف تبدل سے بچانے کے واسطے وقت نزول سے آج تک بلکہ ابد تک مسلح کھڑی ہے۔ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا کو غور سے پڑہین کیا ایسی کتاب مین کوئی چالیس کی جگہ تمیتی پارہ کر سکتا ہے؟ کیا خدا کی کوئی بھی عزت ایسے لوگون کے دلون مین نہین؟ ایسا کمزور خدا ہو گیا؟ معاذ اللہ۔ مروان نے آل عمران کو آل مروان لکھدیا تو اسکو عہدہ کتابت وحی سے معزول کیا گیا۔ حالانکہ نبی کریم امی تھے اور صرف سورۃ کے نام کی تبدیلی پہ پکڑا گیا۔ مگر دس پارہ گم کرنیوالا کبھی مواخذہ مین نہ آیا (جائے غور) یہ صرف مخلوق کی طرف توجہ اور خدا سے غفلت کا پہل ہے ورنہ قرآن کریم ازل سے ابد تک لاتبدیل کتاب لاریب فیہ ہے لو کنتم تعقلون یہی ترکہ رسول ہے نہ کہ فدک۔ فھل انتم منتھون

جمال وحسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے +
قمر ہے چاند اورون کا ہمارا چاند قرآن ہے +

افسوس آنجناب کو مقامات سامرہ وغیرہ سے محبت ہوئی مگر قرآن کریم سے یہ الفت پیدا نہ کی ورنہ ضرور تھا کہ ہر نعل کے وقت تمسک بکتاب اللہ فرماتے۔ نیازمند ہر چند گذارش کین کہ ایک مرتبہ یہان آکر دیکھ جاوین کہ کیا حال ہے مگر آپ کی خوش اعتقادی اور طرف لے گئی۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو عزت سے اپنے حضور کھڑا کر کے ہر ایک جنبش اور لغزش کو معاف فرماوے حضرت مولانا نور الدین صاحب سلمہ ربہ کی خدمت مین جناب کا خط پیش کیا تو نہایت شفقت سے فرمایا ان کو متانت سے جواب لکھ دو۔ شاید فائدہ پہنچے اب ناچیز بے تمیز کچھ حال اپنے رہنے کا مقام قادیان پر عرض کرتا ہے۔ سات سال کے عرصہ سے اس جگہ مقیم ہون۔ میرا کوئی عزیز قریبی رشتہ دار بجز ذات پروردگار یہان موجود نہین سب لوگ اپنے رشتہ دارون کو ساتھ لائے مگر میرے ساتھ کوئی بجز منکوحہ بیوی کے نہ آیا مجھ کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ یہ کون شخص ہے۔ نہ زر پاس نہ کوئی ہنر نہ بخت یا درجنگلون مین اکیلا بیٹھ کر دعائین کرتا رہا کہ اے ارحم الراحمین مین صرف تیرے لئے اس مقام باالکرام پر بود و باش کرنا چاہتا ہون کوئی ہو یا نہ ہو۔ یہ تیری مجھ سخت ضرورت ہے تو میرے ساتھ ہو۔ تو ہی میرا حال سن تو لطف کی نظر فرما ذلت سے بچا رب انی سکنت مع اھلی وذریتی فی بقعۃ غیر ملک عند مسجدک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الینا وارزقنا من الطیبات لعلنا نشکرک ونحمدک امین

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک دریائے بیاس پر جو اس جگہ سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے مقیم رہا اور دعا مین لگا رہا۔ آخر قادیان آنے پر دوپہر کے وقت مین نے چارپائی پر پڑے ہوئے دیکھا کہ ایک آہنی ہاتھ نے جس کی کلائی نہایت نازک تہی مجھ پشت کی جانب سے آکر بازو سے پکڑ لیا مین نے پکڑ دیکھا تو ہاتھ غائب ہو گیا مجھ اسقدر خوشی ہوئی کہ غم بہول گیا اور یقین ہو گیا۔ کہ اب خدائے قدیر دستگیری ضرور فرمائیگا سو اس وقت سے اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ایسی دستگیری فرمائی ہے کہ اس کی نظیر پہلی زیست مین نہین ملتی مین چاہتا تہا کہ حضرت امام علیہ السلام کے زیر تربیت کام کرون سو وہ مجھ بفضل خدا سے میسر ہے۔ آزادی سے کام کرتا ہون اور کسی کا خدا نے محتاج مجھ نہین کیا۔ وہ پروردگار دعاؤن کا سننے والا اور جواب دینے والا اس جگہ آکر دیکھا گیا۔ پہلی زندگی نہایت ناپاک زندگی تہی جو اس معبود سے غفلت کی حالت مین بسر ہوئی مگر یہان ربانیون کی صحبت مین اس قدر پتہ تو لگا۔ کہ مین قصور بہت کرتا ہون اور گناہ سے بہت سا حصہ میرے وجود کا شیطان کا شکار ہو چکا ہے۔ دعا مین لگا ہوا ہون کہ اللہ تعالےٰ میری اس زمین کو جو شیطان کے قبضہ مین رہن ہے واگذار کرادے جیسی وہ معبود اور حاجات برلاتا ہے اور دعاؤن کو سنتا ہے امید کہ یہ حاجت بہی پوری کریگا۔ امام علیہ السلام کی صداقت کے نشانات جس قدر مین نے اس جگہ دیکھے وہ لاتعداد ہین اور ذرہ ذرہ میرا اُنکا گواہ ہے وہ موہوم امور نہین ہین۔ نہ صرف خوش اعتقاد لوگ ہی اون کے گواہ ہین۔ بلکہ دوست اور دشمن ہزارون دیکھتے ہین اور شہادت دیتے ہین جن مین ہندو بہی شامل ہین وہ گوہر یقین سے دامن لکو بہر دیتے ہین اور کوئی مہینہ خالی نہین جاتا کہ کوئی پیشگوئی جو پہلے سے شایع ہو چکی تہی پوری ہو جاتی ہے جس سے آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کی صداقت ظاہر ہوتی ہے حضرت امام بالکل اتباع نبی کریم مین محو ہین ہر بات مین تمسک کتاب اللہ یا قول و فعل رسول اللہ سے کرتے ہین کیا ہی رتبہ اُس نبی کا ہے جس کا غلام ایسا شخص ہے۔ اللھم صل علیٰ

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے +
جسکا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے +

اب ایک نظم پر جو امام الزمان کی ہے اکتفا کرتا ہوں آمین جواب آپکے خط کا ہے والسلام رقیمہ کمترین مہدی حسین احمدی از مقام قادیان ضلع گورداسپور پنجاب بوقت شب ۱۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۶ ہجری المقدس

خطبہ جمعہ

۱۳ مارچ ۱۹۰۸ء از حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفاءہ الراشدین المھدیین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ آخر آیت ذٰلک ما کنت منہ تحید +

خداوند تعالےٰ ہمیشہ انسان کو عجیب عجیب رنگون سے اپنی ذات سے کبھی خوف اور کبھی امید دلاتا ہے انسان کا ایمان اور سعادت کی بنا صرف اسی پاک اعتقاد پر مبنی اور منحصر ہے کہ اس مین خوف اور امید دونو چلے ہون۔ الایمان بین الخوف والرجاء اگر انسان مین حد مقررہ سے امید بڑہ جاوے تو بھی حبط ایمان کا خوف اور عذاب لازم۔ اور اگر انسان کو اللہ تعالےٰ کا خوف حد مقررہ سے زیادہ ہو جاوے تو بہی سلب ایمان کا اندیشہ اور سزا ضروری ہے مثلاً اگر انسان مین امید بڑہ جاوے تو بعض اوقات انسان کے دل مین یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا بخشنے والا ہے اور وہ رحیم ہے اس کی رحمت اس کے غضب سے سبقت رکھتی ہے۔ تو اس طرح سے انسان بعض اوقات ارتکاب جرائم کے لئے بے باک ہو جاتا ہے علیٰ ہذا۔ اگر انسان مین خوف بہی حد مقررہ سے بڑہ جاوے تو بہی انسان خدا کی مغفرت اور رحم سے نا امید ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے چنانچہ میرا ایک چشم دید واقعہ ہے۔

شامل کرنا اشد ضروری ہے۔ چونکہ ہم سکول کا چندہ کر چکے ہیں اور اسی غرض سے کہیں زیادہ وعدے کر چکے ہیں اس لئے سر دست اور چندے کی تحریک نہیں کر سکتے۔ تاہم ہم نے ارادہ کیا ہے کہ جون تک سکول کا چندہ وصول ہونے کے ساتھ ہی لنگر خانہ کا سوال اٹھایا جائیگا اور انشاء اللہ لنگر خانہ کے چندے میں شریک ہونیکا ثواب بھی حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ارادوں میں کامیابی عطا کرے۔ والسلام

خاکسار

برکت علی سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۸ء

ڈیپوٹیشن کا دوسرا دورہ۔

وفد کا دوسرا دورہ جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے لائل پور کے لئے تھا۔ مگر وہاں کے مخلص اور پرجوش احباب نے قبل از وقت پانسو کی رقم اکٹھی کر کے لاہور میں جناب کمال الدین صاحب سکرٹری صدر انجمن احمدیہ کو اطلاع دیدی اور صاحب موصوف نے سفر کے اخراجات کے خیال سے دورہ کو ملتوی کر دیا۔ جماعت لائل پور خاص شکریہ کے قابل ہے کہ انہوں نے خود ہی اس اہم ضرورت کو محسوس کر کے وہ کام کر دیا جسکے لئے وفد نے جانا تھا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ امید ہے کہ عنقریب یہ رقم قادیان پہنچ جاویگی کیونکہ سب رقم نقد جمع ہو گئی ہے اور یہی امید ہے جیسا کہ منشی محمود الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لائل پور نے زبانی اطلاع دی ہے کہ قریب دوسو روپے اور بھی اکٹھا ہو جاویگا۔ اسکے بعد ۱۳ تاریخ کو بعد از نماز مغرب ڈیپوٹیشن بمقام گجرانوالہ پہنچا اور اسی رات کو وہاں سے روانہ ہو کر صبح ۴ بجے جہلم۔ ۱۵ کی صبح کو مردان اور ۱۶ کو قریب ۱۱ بجے پشاور جہاں سے ۱۷ مارچ کو بوقت دس بجے رات واپس ہو کر ۱۸ کو بارہ بجے لاہور پہنچ گئے۔ کل وصولی یا وعدہ متعلق چندہ تعمیر مدرسہ اس دورہ میں حسب ذیل ہوا۔ (نوٹ۔ افسوس ہے کہ راولپنڈی کا مقام ایک ضرورت کی وجہ سے رہ گیا۔ کیونکہ ڈیپوٹیشن کو ایک دن پہلے واپس ہونا پڑا۔)

نام جماعت	تعمیر مدرسہ	وصول	وعدہ قابل وصول	میزان
جماعت مردان	؍؍	۱۱۰-۴-۰	۲۰۲-۸-۰	۳۱۲-۱۲-۰
؍؍ پشاور	؍؍	۲۶۲-۰-۰	۱-۰-۰	۲۶۳-۰-۰
؍؍ گجرانوالہ	؍؍	۲۱۱-۰-۰	۴۲۹-۱۲-۰	۶۴۰-۱۲-۰
؍؍ جہلم	؍؍	۱۰۴-۸-۰	۱۰۴-۸-۰	۲۰۹-۰-۰
کل میزان		۶۹۷-۱۲-۰	۱۱۳۷-۱۲-۰	۱۸۳۵-۸-۰

اس میزان میں لائل پور کا چندہ قریباً سات سو روپے جمع کر کے یہ میزان اڑہائی ہزار روپیہ سے اوپر ہو جاتی ہے۔ علاوہ تعمیر مدرسہ کے قریب ساڑھے تین سو روپے چندہ لنگر خانہ مختلف جگہ سے ہوا جس میں بعض جگہ ماہوار چندے کی رقم بھی شامل تھی قادیان ماہوار لاہور ۳۰ گجرانوالہ ۲۵ جہلم ۱۲ مردان ۱۲ پشاور ۱۲ اور جہلم اور مردان میں قریب ۵۰ کے چندہ اشاعت اسلام کے وعدہ بھی ہوا۔ اس طرح پر یہ کل رقم قریب تین ہزار کے پہنچ جاتی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

اس جگہ خصوصیت سے میں بعض امور کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ شہروں میں جماعت کی تعداد بمقابلہ دیہات کے بہت قلیل ہے اور اس لئے تجویز پیش کردہ اسوقت جو احباب ڈیپوٹیشن میں شریک ہوئے ہیں۔ ان کا اس غرض کے لئے کہ دیہات میں دورہ کریں نکلنا قریباً محال ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ایک بڑا لمبا عرصہ چاہیئے پس یہ ذمہ داری ضلعوں کی انجمنوں پر آ پڑتی ہے۔ اور نہایت ضروری ہے کہ ان انجمنوں کے ارکان اس طرف توجہ کریں۔ مگر ساتھ ہی اسجگہ میں خوشی سے اس بات کا اظہار بھی کرتا ہوں۔ کہ بہت سے مقامات میں مخلص احباب اس ضرورت کو محسوس کر چکے ہیں اور اس فکر میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ سب سے پہلے گجرانوالہ میں منشی احمد دین صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کر کے مفصلات کے احمدی احباب تک پہنچ اور اسکو اس تحریک میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے امید دلائی ہے کہ فصل کے موقع پر کوشش کر کے وہ انشاء اللہ ایک ہزار روپیہ یا اس سے زیادہ جمع کر سکیں گے مردان اور پشاور کے مفصلات میں جماعت بہت کم ہے اور ان دونوں جماعتوں نے ممبران مفصلات کو اس تحریک میں شامل کر لیا ہے۔ جماعت مردان کا میں خصوصیت سے تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ سارے سفر میں یہی ایک جماعت دیکھی گئی جس میں انجمن کا نظم باقاعدہ پایا گیا۔ اور صدر انجمن کے شایع کردہ قواعد کے مطابق سارا عمدرآمد پایا گیا۔ چنانچہ ایک نہایت عمدہ مہمانخانہ اور ایک کتبخانہ بھی اس چھوٹی سی جماعت نے تیار کر رکھا ہے اور اس کے سارے کام عمدہ اور باقاعدہ ہوتے ہیں۔ اس جماعت کی روح رواں منشی محمد یوسف صاحب اپیلنویس مردان ہیں مگر دوسرے تمام ممبر بھی علی قدر مراتب ہر طرح سے جماعت کو ترقی دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کی کارروائی کو دیکھکر طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ ہر روز درس قرآن شریف میں جمع ہوتے ہیں۔ اور در حقیقت یہی بڑی برکات کا سرچشمہ ہے۔ انجمن پشاور کا انتظام بھی عمدہ ہے اور ماہواری چندوں کی وصولی باقاعدہ ہوتی ہے۔ اس جگہ: جناب مولوی غلام حسین صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔ اگر ہر جگہ یہ انتظام کیا جاوے تو جماعت کی بڑی ترقی کا موجب ہوگا +

جہلم میں بھی بعض پرجوش احباب انجمن کے انتظام کو باقاعدہ بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اس جماعت میں کم چندہ وصول ہونے کی وجہ بعض احباب کی غیر حاضری ہے۔ سارے دورہ کی اجمالی کیفیت میرے ان معزز مکرم احباب کے جن کے ہمرکاب میں تھا۔ دلوں پر یہ تھی کہ احمدی جماعت کا اخلاص جو ان کو اس سلسلہ کے ساتھ ہے اور ان کی کوشش خدا کے راہ میں ہماری امیدوں سے بڑھکر پائی گئی۔ خدا تعالے اس اخلاص اور ان کوششوں میں اور بھی ترقی دے۔ ڈیپوٹیشن کے جانے کا اثر نہ صرف یہی ہوا۔ کہ فراہمی چندہ میں بڑی بھاری کامیابی ہوئی۔ بلکہ ہر جماعت میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی۔ اور خصوصاً جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریروں سے جو ڈیپوٹیشن کی روح رواں تھے احباب بہت محظوظ ہوئے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو بہت سی برکات کا موجب ہوگا۔ میں خصوصیت سے ان احباب کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ جنہوں نے وفد کے استقبال کے لئے ہر طرح کی تکالیف کو خوشی سے اپنے اوپر لیا۔

خاکسار محمد علی۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری جواب دیں۔

کہ مرقع قادیانی کے انعامی مضامین کے جوابات ہو جانے پر مجیب کو جس رقم کے دینے کا اعلان کیا تھا۔ مکمل جوابات کے شایع ہو جانے کے بعد آپ نے اب تک وہ موعودہ انعامی رقم کیوں نہیں بھیجی۔ بواپسی جواب سے مطلع فرماویں

وہی قرضخواہ از قادیان

نکاح۔

آج واقع ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو چوہدری حاکم علی صاحب کے لڑکے غلام مصطفےٰ کا نکاح بابو غلام حسن صاحب ساکن لوہاری والا متصل وزیر آباد حال سٹیشن ماسٹر بہاول پور کی لڑکی مسمات زینت بی بی سے مبلغ پانصد روپیہ پر حضرت اقدس کے روبرو حضرت حکیم الامت نے پڑھا۔ اور حضرت اقدس نے اس کے مبارک اور بارور ہونے کے واسطے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو طرفین کے واسطے مبارک اور باعث مودت و رحمت بنا دے۔ آمین

تازہ ڈائری

۱ مارچ ۱۹۰۸ء - فرمایا۔ شیعہ کہتے ہین۔ قرآن مجید مین کچھہ کمی بیشی ہے۔ اس اعتراض کی زد مین سب سے پہلے وہی آتے ہین حضرت علی رضؓ اسی لئے خلیفہ نہین ہوئے تھے۔ کہ معاویہ کے ساتھہ جنگ کرین بلکہ ان کا فرض تہا۔ کہ قرآن شریف کی حفاظت کرین۔ جو اصل الاصول دین ہے۔ پس وہ اپنی خلافت کے زمانے مین اصل قرآن کو شایع کر جاتے۔ کیا جب قرآن مجید کی اشاعت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہزارون مخالف و موافق لوگون مین ہوتی رہی ہو۔ اس مین کچھہ تغیر ممکن تہا۔ یہ کیسی لغو بات ہے۔ پہر ہم پوچھتے ہین۔ کہ انہی خلفاء کے پیچھے حضرت علیؓ نمازین پڑہتے رہے اگر ان کے غاصب ظالم ہونے کا یقین تہا تو ایسا کیون کیا۔ دیکھو ہمارے مرید ہین وہ دوسرون کے پیچھے نماز نہ پڑہین گے۔ توکیا حضرت علیؓ ان سے بہی ایمانی حالت مین کمزور تہے جو تقیہ کرتے رہے خدا تعالے فرماتا ہے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے ایسی بات ہو تو ہجرت کر جاؤ۔ آپ نے یہی نہ کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلفاء ثلاثہ کو اپنا مقتدا تسلیم کرتے تہے۔

فرمایا۔ شر الفقراء من هو علی باب الامراء یہ لوگ (اولیاء۔ انبیاء) اللہ تعالے سے بہتری پاتے ہین پس انہین امراء کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے ہان امراء ان کے بہت کچھہ محتاج ہین۔

فرمایا۔ لوگ دین حق اختیار کر کے داعی الی اللہ پر احسان رکہتے ہین اللہ تعالے نے کہا یہ تو میرا احسان ہے کہ تمہین ہلاکت سے بچا لیا۔ تم بجائے احسان نمائی کے نبی کا شکریہ ادا کرو۔ (بدر)

کیمیا

فرمایا کہ بہت سے لوگ کیمیا کی فکر مین لگو رہتے ہین اور عمر کو ضائع کرتے ہین۔ اور بجائے اس کے کہ کچھہ حاصل کرین جو کچھہ پاس ہوتا ہے اسکو بہی کہو دیتے ہین ایک شخص بٹالہ کا رہنے والا تہا۔ جو کہ کسی قدر غربت سے گذارہ کرتا تہا اور اس نے جو مکان رہایش کے لئے بنایا تہا اس کے باہر کی ایک ایک اینٹ تو پکی تہی اور باقی اندر سے کچا تہا ایک دن اسے ایک فقیر ملا جو بہت وظیفہ پڑہتا رہتا تہا اور ظاہرا نہایت نیک معلوم ہوتا تہا بوجہ اس کے ظاہری ورود وظایف کے وہ سادہ لوح آدمی اس کے ساتھہ بہت بیٹہتا۔ اور تعلق رکہتا تہا۔ کچھہ مدت کے بعد اس فقیر نے بڑی سنجیدگی سے اس آدمی سے پوچھا کہ تم نے یہ مکان اس طرح پر کیون بنایا ہے کیون نہین سارا پختہ بنا لیتے اس نے جواب دیا۔ کہ روپیہ نہین غریب ہون اس پر فقیر نے کہا روپیہ کی کیا بات ہے اور اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس ذومعنی جواب پر اس شخص کو کچھہ خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے اس سے پوچہا کہ کیا تم کچھہ کیمیا جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہان استاد صاحب جانتے تہے اور بہت اصرار کے بعد مان لیا کہ مجھکو بہی آتا ہے پر مین کسی کو بتاتا نہین۔ چونکہ تم بہت پیچھے پڑے ہو اس لئے کچھہ تم کو بتا دیتا ہون۔ اور یہ کہکر اسکو گہر کا زیور اکٹھا کرنے کی ترغیب دی اور کچھہ مدت تک باہر میدان مین جا کر وظیفہ پڑہتا رہا ایک زیور لیکر ہنڈیا مین رکہنے لگا۔ مگر کسی طرح اس زیور کو تو چرا لیا اور اس کی جگہ اینٹین اور روڑے بہر دیئے اور خود وظیفہ کے بہانے باہر چلا گیا اور جاتے وقت کہہ گیا کہ اس ہنڈیا کو بہت سے اپلون مین رکہہ کر آگ دو۔ مگر دیکھنا کچا نہ اتارنا بلکہ جب تک مین نہ آؤن اسے ہاتہہ نہ لگانا۔ اس نے اس کے کہنے مطابق اس ہنڈیا کو خوب آگ دی اور - - - - - - - - اس قدر دہوان ہوا کہ ہمسائے اکٹہے ہو گئے اور دروازہ کہلوا کر اندر گئے اور جب اس سے پوچہنے پر معلوم کیا۔ کہ کیمیا بن رہا ہے۔ تو انہین نے اس شخص کو سمجہایا کہ وہ تجہے لوٹ کر لے گیا اور جب ہنڈیا کہولی تو اس مین سے روڑے نکلے۔ چنانچہ وہ شخص جب کسی کام کے لئے گوجرانوالہ گیا تو اسے وہان معلوم ہوا۔ کہ وہی شخص کسی اور کو دہوکا دے گیا ہے اور وہان آگ جل رہی ہے پس اس نے ان کو بہی سمجہا دیا کہ وہ مجھکو بہی لوٹ کر لے گیا ہے اور وہان بہی ہنڈیا کہولنے پر اینٹ پتھر ہی نکلے۔ اسی طرح قادیان کے پاس ایک گاؤن ہے وہان ایک کیمیاگر آیا اور مسجد مین ٹہیرا۔ مسجد والے سے پوچہا کہ یہ مسجد ٹوٹی ہوئی ہے اسکو بنا لیتے کیون نہین۔ اس نے کہا کہ ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے مین یہ مسجد بنی تہی اب ہم غریب ہین اس قدر روپیہ نہین۔ اس نے کہا کہ نہین روپیہ کا کیا ہے بندوبست ہو جائیگا۔ اور پوچہے جانے پر جواب دیا کہ مین چاندی بنا سکتا ہون چنانچہ اس شخص نے پچیس روپے دیئے اور وہ کیمیاگر اس کو لیکر بٹالہ آیا اور وہان پہنچ کر اسکو صاف کی ہوئی قلعی دیدی وہ شخص بے چارہ سادہ لوح تہا فرق نہ کر سکا اور اپنے گاؤن مین آکر سنار کو دکہلائی تو معلوم ہوا کہ بالکل بے قیمت ہے اسی طرح ایک ڈپٹی صاحب تہے جن کو مدت سے کیمیا کا شوق تہا اور اس مین بہت روپیہ ضایع کر چکے تہے ایک دن ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ مین کیمیا بنانی جانتا ہون مگر سامان وغیرہ کے لئے پانچسو روپیہ درکار ہے وہ ڈپٹی صاحب نے فوراً دلوا دیا۔ روپیہ لیکر وہ شخص ایک پاس کی دکان مین بیٹہہ گیا اور ڈپٹی صاحب کو کہلا بہیجا کہ روپیہ تو مین لے چکا اب جو مرضی ہو کرو مین نہین دیتا۔ لینا ہے تو عدالت مین نالش کرو۔ ڈپٹی صاحب اب ایسے بوڑہاپے مین نالش کسطرح کرتے اور کرتے - - - تو اپنی بے عزتی ہوتی چپ ہو رہے۔ غرض یہ سب بیہودہ ہے۔

کیمیا کی مرض پہلے زمانہ مین تو عام طور پر تہی اور ہنود اسمین مدت سے پہنسے ہوئے تہے مگر افسوس بعض تعلیم یافتہ لوگ بہی ابتک اس کے دلدادہ ہین اسلام اس کو بالکل ناجایز قرار دیتا ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ رزق کریم متقی کو ضرور ملتا ہے اور وہ رزق جس سے فایدہ پہنچے کریم ہی ہوتا ہے ورنہ بہت سے ایسے مال ہوتے ہین جو ناجایز طریقون سے کمائے جاتے ہین اور ناجایز باتون مین اور فضول رسومات مین اٹہہ جاتے ہین حالانکہ محنت اور نیکی سے کمایا ہوا روپیہ اپنے اصل موقعہ پر خرچ ہوتا ہے جیسا کہ ان دو بہائیون کے قصہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالے نے ابوهما صالحا کی وجہ سے دو نبیون کو اس بات کا مامور کیا کہ اس روپیہ کی حفاظت کے لئے جو کہ نیکی اور تقوی سے کمایا ہوا تہا۔ ایک دیوار بنائین۔ خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ فی السماء رزقکم وما توعدون۔ فورب السماء والارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون۔ یعنی ہر ایک انسانون کو خدا تعالے اپنے پاس سے روزی دیتا ہے حضرت داؤد کہتے ہین۔ کہ مین بچہ تہا اور بوڑہا ہو گیا ہون۔ مگر آج تک مین نے کسی صالح کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے نہین دیکہا اسیطرح توریت مین ہے کہ نیک بخت انسان کا اثر اسکی سات پشت تک جاتا ہے پہر قرآن مجید مین بہی ہے کہ کان ابوهما صالحا۔ یعنی ان کا باپ صالح تہا۔ اس لئے خدا تعالے نے ان کا خزانہ محفوظ رکہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کچھہ ایسے نیک نہ تہے۔ باپ کی نیکی کی وجہ سے بچائے گئے۔ پس انسان کے لئے متقی اور نیک بننا کیمیاگر سے بہت بہتر ہے۔ اس کیمیاگری مین تو روپیہ ضایع ہوتا ہے مگر اس کیمیاگری مین دین بہی اور دنیا بہی دونو سدہر جاتے ہین۔ افسوس ہے ان لوگون پر جو ساری عمر یون ہی فضول ضایع کر دیتے ہین۔ اور کیمیا کی تلاش مین ہی مر جاتے ہین۔ حالانکہ اس کوچہ مین سوائے نقصان مال اور نقصان ایمان اور کچھہ نہین اور ایسا شخص میکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مستحق ٹہرتا ہے اصل کیمیا تقوے ہے جس نے اسکو حاصل کر لیا اس نے سب کچھہ حاصل کر لیا اور جس نے اس نسخہ کو نہ آزمایا اس نے اپنی عمر ضایع کی۔ اگر کیمیا واقعی ہو بہی تو بہی اس

کے پیچھے عمر کہونیوالا کبھی متقی اور پرہیزگار نہین ہوسکتا - جس کو رات دن دنیا کی محبت لگی رہیگی - وہ اپنے پاک اور پیارے خدا کی محبت کو اپنے دل مین کس طرح جگہ دیگا

کفارہ

کفارہ کی نسبت فرمایا کہ عیسائی کفارہ پر اس قدر زور دیتے ہین حالانکہ یہ بالکل لغو بات ہے ان کے اعتقاد کے موافق مسیح کی انسانیت قربان ہوگئی - مگر صفت خدائی زندہ رہی اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہ جو دنیا کے لئے فدا ہوا - وہ تو ایک انسان تھا خدا نہ تھا - حالانکہ کفارہ کے لئے بموجب انہی کے اعتقاد کے خدا کو قربان ہونا ضروری تھا - مگر ایسا نہین ہوا بلکہ ایک انسانی جسم فدا ہوا اور خدا زندہ رہا اور اگر خدا فدا ہوا - تو اس پر موت آئی اصل مین اس کفارہ کی وجہ سے ہی دنیا مین گناہونکی کثرت ہو رہی ہے مگر جب عیسائیون کو کہا جاتا ہے کہ کفارہ نے دنیا مین گناہ پھیلایا ہے تو وہ جواب دیتے ہین کہ کفارہ صرف نجات کے لئے ہے ورنہ جب تک انسان پاک نہ ہو اور گناہون سے پرہیز کرتا ہو کفارہ کچھ نہین - مگر جب انہی لوگون کیطرف دیکھا جاتا ہے جو اس قول کے کہنے والے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ طرح طرح کے گناہون مین مبتلا ہین ایک دفعہ ایک پادری کسی گنہ کی وجہ سے پکڑا گیا ہے - تو اس نے جواب دیا کہ کفارہ ہوچکا ہے اب کوئی گنہ نہین اگر کفارہ گنہ کرنے سے نہین بچاتا تو اس کا کیا فائدہ چنانچہ اس کا جواب عیسائی کچھ نہین دے سکتا -

نظم

یہ نظم چوہدری عبداللہ خانصاحب امیدوار ذیلدار بہلول پور ضلع لائیلپور نے ۲۲ر مارچ ۱۹۰۸ء کو قبل ظہر حضرت مسیح موعودؑ کے حضور پڑہی +

آیا تیرے وار سے طالب تری دعا کا -
طالب تری دعا کا راہی رہے خدا کا -
تو ہے امام برحق مہدی مسیح تو ہی ہے -
بعض انبیا سے بہتر خاتم ہے اولیا کا -
محبوب مصطفٰے ہے مطلوب کبریا ہے -
مقصود دو جہان ہے مہدی رہ خدا کا -
چودہ صدی سے جبکی تہی ہم کو انتظاری -
اترا ہے قادیان مین نائب یہ مصطفٰے کا -
شاہد نشان سارے روشن ہین جون ستارے -
پورے ہوئے ہین سارے فرمان جو تہا خدا کا -

شمس و قمر کو دیکھو کیسا نشان ہے بہاری
ہر وقت پورا ہونا فرمان مصطفٰے کا -
گاڑی کو دیکھ چلتی آتی ہے یاد قدرت
چودہ صدی کا وعدہ پورا ہوا خدا کا
ہر بات پر ہے حجت منکر ہے ہر نشان کا
اللہ رے ضد تری یہ دشمن ہے تو حیا کا
کر غور کچہ تو منکر سنت پیشینیان پر
پہر دیکھ آکے چہرہ محبوب کبریا کا
مہدی تری دعا سے ملتے ہین دین و دنیا
آیا ترے دوار سے طالب تری دعا کا

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے	مرزا رحیم بیگ صاحب وہرم سالہ سے اطلاع دیتے ہین - کہ آج

دس مارچ ۱۹۰۸ء قریباً ۱۱ بجے رات کے شدید زلزلہ ہوا - جو ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد کے تمام زلزلون سے شدید تھا نقصان کچھ نہین ہوا - خداوند کریم کا فضل رہا - پہر قریباً چار بجے صبح کے دوبارہ زلزلہ ہوا - اور پہر صبح ۹ بجے کے قریب تیسری دفعہ زلزلہ آیا - اس سے پہلے بھی تین دفعہ زلزلہ ہوچکا تھا - گویا ماہ مارچ مین ۱۰ر تاریخ تک ۶ر زلزلہ ہوچکے ہین -

اور برادرم عادل شاہ صاحب ترنگ زئی سے تحریر فرماتے ہین - آج رات کو شب جمعہ ۱۳ر ماہ حال کو ایک سخت جھٹکا زلزلے کا محسوس ہوا - جو نہایت زور سے تھا اللہ تعالٰے رحم کرے - یہ ہے ہماری شامت اعمال و مسیح موعود کی صداقت -

اور سول اینڈ ملٹری آرگن رقمطراز ہے - ۵-۶ر مارچ کی درمیانی شب کے ۹ سے ۵ بجے تک شارع بلوچستان مین زلزلہ کے ۱۳ر جھٹکے محسوس ہوئے بازار کے بہت سے مکانات گر پڑے اور ریلوے عمارات کو مزید صدمہ پہنچا جھٹکے درگئی اور خوست مین بھی محسوس ہوئے ہین اور آریہ گزٹ مین مسطور ہے - ۱۳ر ماہ حال کو درگئی اور خوست ملک بلوچستان مین ۹ بجے بڑا سخت بھونچال آیا کئی مکانات اور عالی شان عمارتین گر کر مسمار ہوگئین اور ریلوے اسٹیشن پر بھی بہت نقصان ہوا -

ربنا فلا تجعلنا فی القوم الظالمین (ایڈیٹر)

ڈوئیل :- روسی جنرل فوک اور جنرل سمرنا ف کے درمیان پورٹ آرتہر کی حوالگی کے متعلق جھگڑے کی بنا پر ڈوئل لڑائی ہوئی جنرل سمرنا ف سخت زخمی ہوا -

ہیضہ و چیچک :- ساحل ملابار پر ہیضہ و چیچک کا کا بڑا زور ہے - تازہ ترین رپورٹ کے مطابق ہفتہ مختتمہ پنجشنبہ گذشتہ مین ۱۹۹ اموتین ہیضہ اور چیچک سے ہوئین طاعون کی مہلک وارداتین بھی ہو رہی ہین - اور گورنمنٹ مدراس نے کالی کٹ کے لئے ایک خاص افسر حفظان صحت مقرر کیا ہے -

بچہ کشی :- بمبئی مین پان بائی نامی ایک ہندو بیوہ اپنے بچہ کو مار ڈالنے کے جرم مین ماخوذ ہے -

جعلی ٹکٹ :- بمبئی ہائیکورٹ سے ایک شخص ہنی لال نامی کو ریلوے کے جعلی ٹکٹ بنانے کے جرم مین دو سال قید سخت اور ۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا ہوئی -

روسی جنرلون کی ڈوئل :- جنرل فاک اور سمرنا ف کے درمیان جو ڈوئل ہوئی تہی - وہ ایک اعلٰے درجہ کا جوانمردانہ کام سمجھا جاتا ہے - ڈوئل ہارس گارڈ رائڈنگ اسکول مین لڑی گئی تہی کئی لیڈیان موجود تہین - سمرنا ف کی دونلا گولی فاک کے کوٹ کے پاس سے گذر گئی - اور فاک کی سمرنا ف کے پیٹ مین گہس گئی - اور خوف ہے - کہ زخم مہلک ثابت ہوگا -

تصادم :- ڈائمنڈ ہاربر میں یکشنبہ کو دو اسٹیمر لاک سٹے اور لائینگ کے مابین تصادم ہوا - اول اسٹیمر لاک کو نقصان پہنچا - مگر ناقابل دونون مین سے کوئی نہین ہوا

آتشزدگی :- ۹ر مارچ کی صبح کو پہنامالر برہما مین سخت آتشزدگی ہوئی جس سے ۱۰۰ عمارتین جل گئین - محکمہ جنگلات دفتر بال بال بچا -

آتشزدگی :- ۱۷ر مارچ کی شب کو راولپنڈی مین جنگل کے اندر آگ لگ کر کئی میل تک پہیل گئی - رات بہر شعلے بہڑکتے رہے اور دوسرے دن آسمان پر سیاہ دہوان اٹہتا ہوا نظر آیا - ایک ماہ کے عرصہ مین اس نواح مین تین بار آگ لگ چکی ہے - ہوا کی تیزی کی وجہ سے آگ نے اور زیادہ زور پکڑا تہا - (پیسہ)

اشد ضروری اطلاع

اگر کوئی پرچہ کسی صاحب کو نہ ملے - تو ان کو ضروری کہ وہ تاریخ اشاعت سے زیادہ سے زیادہ پندرہ دن کے اندر طلب فرماوین - ورنہ دفتر ان کے لئے پرچہ دینے کا ہرگز ذمہ وار نہ ہوگا - اسی واسطے اطلاع جلی قلم سے شایع کی جاتی ہے -

منیجر -

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چہپکر شایع ہوا -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور معروف اخبار ہر مہینے کی

۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بچادر قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر ۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے ۵ روپیہ

۲۔ خواص و معاونین سے ۱۰ روپیہ

۳۔ ہندوستان سے باہر ۶ روپیہ

۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۱۲ روپیہ

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۲ روپیہ

نوٹ

۱ روپیہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کیوجہ سے کیا گیا ہے ۔

نمبر ۱۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۲۶ | جلد ۱۲

لنگر خانہ کی طرف توجہ چاہیے۔

لنگر خانہ کی ضروریات پر ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے۔ لنگر خانہ کے اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور قحط سالی کے سبب سے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب یک مشت چندے لنگر خانے کے لئے دیں اور ماہواری چندے اپنے وقت پر ادا ہوتے رہیں تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اوقات گرامی میں تشویش کی وجہ سے ہرج واقعہ نہ ہو۔ اس تحریک کو معمولی اور عام نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ڈیپوٹیشن جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کیلئے نکلا ہے اسکے مقاصد میں لنگر خانہ کیلئے یک مشت چندہ جمع کرنا بھی داخل کیا گیا ہے جہاں احباب عمارت مدرسہ کیلئے چندہ دیں۔ لنگر خانہ کیلئے یک مشت چندہ بھی دیں۔ بار بار اس قسم کی تحریکیں کرنیکی ضرورت نہیں۔ لنگر خانہ سب سے اول نصب العین رہنا چاہیئے۔ یاد رہے لنگر خانہ کیلئے جسقدر روپیہ بھیجا جاوے۔ وہ براہ راست حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کے نام بھیجا جاوے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۹ء

از حضرت مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب سلمہ ربہ

فرمایا قرآن شریف میں یہ جو انبیاء اور اُن کے مخالفوں کے قصے بار بار بیان ہوئے ہیں اُن سے اصل غرض و غایت اور حکمت کیا ہے۔ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب یا قصّے کہانیوں کا مجموعہ تو ہے نہیں۔ تاریخ کی بات ہے کہ بعض حکماء اور حاذق طبیبوں نے تجربہ کر کے اپنے عام اور مقبول علاج پیش کئے ہیں جو کام تجربہ سے مفید ثابت ہو جاتا ہے۔ دنیا اس کو اپنا دستورالعمل بنا لیتی ہے اور اس کی رغبت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو کام تجربہ سے مضر اور انجام کار ہلاکت کا باعث ثابت ہو جاتا ہے لوگ اُس کے پاس تک نہیں پھٹکتے اور اُس سے دلوں میں قدرتاً نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف بھی اسی بر ورسۂ فطری اصول کو ملحوظ رکھ کر دنیا کو ملزم کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی رسول اور نبی آئے (خواہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوں یا کم و بیش) اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں گذرا کہ وہ دنیا میں رہ کر تبلیغ احکام اوامر و نواہی الٰہی کرتا رہا ہو اور وہ دنیا سے اُٹھ گیا ہو اور کسی نے اُس کی مخالفت نہ کی ہو۔ اور پھر یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء مخالفوں کے مقابلہ میں دنیا سے ناکام چل بسے ہوں۔ ہر فرقہ کے لوگ ادنیٰ سے اعلیٰ تک اور عالم سے لیکر جاہل تک انبیاء کے مخالف ہو گئے ہیں مگر کبھی نہیں ہوا کہ نبی اُن سے مغلوب ہو گیا ہو۔

اور پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جب انبیاء آتے ہیں اور وہ دنیا پر اپنی حجت پوری کر دیتے ہیں اور دنیا پھر بھی حق کو قبول نہیں کرتی اور شرارت اور مخالفت سے باز نہیں آتی تو طرح طرح کے عذاب و بلائیں و قحط بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول اول معمولی عذاب آتے ہیں کہ تا سعید فطرت انسان سلیم طبع لوگ اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور حق کے قبول کرنے میں اُن کے دل ان عذابوں سے نرم ہو کر خدا کی طرف جھکیں اور معاصی اور جرائم کے ارتکاب سے باز آکر خدا کے فرستادہ کی اطاعت کر لیں۔ اوائل میں جو عذاب آتے ہیں وہ ہلاکت کے واسطے نہیں آتے بلکہ اس لئے ہوتے ہیں کہ اُن سے اثر پذیر ہو کر شرارت اور شوخی سے توبہ کریں اور ہدایت پا جاویں۔ مگر جب ان کی پروا نہیں کی جاتی تو پھر مہلک عذاب بغتۃً آ جاتے ہیں۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

فرمایا حق سے محروم رہنے والوں کا ہمیشہ سے یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ وہ اپنے ایمان لانے کو مشروط بشرائط کیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جاوے تو ہم ایمان لاویں گے۔ اگر ایسا ہو جاوے تو ہم مان لینگے۔ مگر خدا بڑا بے نیاز ہے۔ آخر ایسے لوگ قبول حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پس جب لاکھ در لاکھ انبیاء اولیاء اور خدا کے پیارے بندوں کا یہ تجربہ شدہ ہے کہ انبیاء کے مخالف کبھی کسی زمانہ میں اور کسی بھی حالت میں انبیاء کے مقابلہ پر کامیاب بامراد۔ مظفر و منصور نہیں ہوئے۔ تو پھر باوجود اتنے پاکباز انسانوں کے متواتر تجربہ کے اگر کوئی اس تجربہ شدہ نسخہ پر عمل نہ کرے اور انبیاء کی مخالفت سے (خواہ وہ کسی زمانہ اور وقت میں ہوں) باز نہ آوے تو کیسا نادان ہے وہ شخص۔

یاد رکھو کہ دو باتیں۔ امراض اور قحط انبیاء کے نشانات میں سے ہیں۔ ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور قبل اس کے کہ وہ بڑا عذاب آ جاوے جو بغتۃً آتا ہے۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور ایمان مشروط بشرائط نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ محرومی کی نشانی ہے۔ اب اس وقت بھی ایک خدا کا رسول اور نبی اللہ ہم میں موجود ہے پس اس کی عملی اور اعتقادی مخالفت سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اس کی بھی ابتدائی حالت اور اس موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کے مخالفوں کی ناکامی بھی اسی منہاج نبوت پر ہے جو آج سے ہزار ہا برس پیشتر سے خدا کے پاک رسولوں کے ساتھ ساتھ چلی آئی ہے۔ پس یاد رکھو کہ کسی علم۔ دولت۔ بزرگی۔ وجاہت پر گھمنڈ ہرگز ہرگز مت کرنا۔ نبیوں کی مخالفت سے بچتے رہنا اور سچے دل سے اُن کی تعلیم کا پابند ہو کر اُن کا ساتھ دینا ہی سعادت ہے۔ خدا ہمیں اور آپ لوگوں کو توفیق عطا کرے کہ کبھی بھی کسی رنگ میں عملاً یا اعتقاداً کسی قسم کی مخالفت نہ کریں۔ اور امام پاک کی سچی تعلیم کا پورا نمونہ بنیں۔ آمین۔

اخبار گلزار مرتضوی لاہور

یہ اخبار چند مہینوں سے کسی خاص وجہ سے بند کی گئی تھی اب چند معزز احباب کی توجہ سے یکم اپریل ۱۹۰۹ء کو پھر جاری کیجاتی ہے۔ ان چند معزز حضرات کی امداد سے پانصد درخواستیں تو ہم پہنچ گئی ہیں امید کیجاتی ہے کہ اگر پبلک اور قوم کی بھی توجہ رہی تو دو ہزار درخواست پورا ہونے میں کوئی دیر نہیں یہ اخبار ۲۲×۲۹ کے ۸ صفحہ ہفتہ وار شہر لاہور سے شائع ہوگا جسمیں سچے واقعات و تازہ خبریں اور گورنمنٹ اور قوم کی سچی ہمدردیکا پورا ذخیرہ ہوگا قیمت سالانہ مع محصولڈاک ۲ روپیہ ہوگی ہر ایک امور کی نسبت بذریعہ خط کتابت فیصلہ ہو سکتا ہے۔ قوم کا خادم سید احمد شاہ شمسی ایڈیٹر اخبار گلزار مرتضوی لاہور

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۱۷ مارچ ۱۹۰۹ء بوقت سیر

کسی آریہ کے اس اعتراض پر کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی وحی اور الہامات پر یقین اور وثوق نہ تھا اسی واسطے تحویل کعبہ ہوا تھی۔

فرمایا کہ یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ تحویل کعبہ اور یہ انقلاب اللہ تعالیٰ نے اس واسطے کرائے تھے تا یہ ظاہر ہو جاوے کہ مسلمان کعبہ پرست نہیں ہیں۔ ہر دو متبرک مقامات جن کی بزرگی اور عزت کی وجہ سے کبھی کسی زمانے میں کسی کو ان کی پرستش کا خیال ہو سکتا تھا اُن کو پیٹھ کے پیچھے کرا کے اس امر کا اظہار عام طور پر کرا دیا کہ مسلمان واقعی اور حقیقی طور سے خدا پرست ہیں نہ کہ کعبہ پرست۔ باایں ہمہ یہ لوگ مسلمانوں پر حجر اسود کی پرستش کا الزام دیئے ہی جاتے ہیں۔ صاف بات ہے کہ عبادت کیلئے انسان کو کسی نہ کسی طرف تو منہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ پس ایک شخص تو خود اپنی خواہش سے کسی طرف کو پسند کرتا ہے اور دوسرا حکم الٰہی سے ایک خاص طرف منہ کرتا ہے بھلا بتاؤ تو سہی ان میں سے کون اچھا ہے۔ ایک تو حکم پرست ہے اور دوسرا نفس پرست۔ باایں ہمہ یہ لوگ مسلمانوں کو کعبہ پرست کہتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تحویل کعبہ کرنا اسی حقیقت پر مبنی تھا۔ کہ مسلمان خالص موحد اور توحید کے پابند ہو جاویں۔ کعبہ پرستی کا وہم تک بھی ان کے دل سے نکل جاوے۔ نہ کسی تلون اور یقین کی کمی کی وجہ سے جیسا کہ نادان آریوں کا وہم ہے۔ کیونکہ آپ تو صاف کہتے ہیں قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔

ایک دوسرے اعتراض پر کہ مسلمان لوگ جو جنگوں میں لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے یہ بڑا ظلم اور وحشت ہے۔ فرمایا کہ مسلمانوں نے جو کچھ بھی کیا تھا سب کچھ کفار مکہ کے جور و ستم اور ظلم و تعدی کے بعد کیا تھا۔ اُن کے مظالم کے کارنامے دیکھ کر پھر مسلمانوں پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ بھلا غور کرو کہ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کس طرح کی گذری ہے۔ کس غربت اور انکساری سے اہل مکہ کے تشدد اور مظالم کا مسلمان نشانہ بنتے رہے تھے۔ کہ آخر اُن کی شرارتوں سے تنگ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عزیز وطن بھی چھوڑنا پڑا۔ اُس زندگی میں

ایک مسلمان بیوی کا ایک جگر خراش واقعہ ہے جو کفار مکہ کے جور و ظلم کا مشت نمونہ خروارے است۔ ہماری فطرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس ظلم کی تفصیل اور تشریح کریں جنھوں نے وہ واقعہ کتب تواریخ میں پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ کیسا جانکاہ واقعہ ہے۔ غرض مسلمانوں نے جو کچھ بھی کیا ہے دفاعی رنگ میں کیا ہے۔ مقابل لوگوں نے پہلے وہ سارے کام کئے تھے بعد میں مسلمانوں نے کئے۔ جیسا جیسا اُنھوں نے کیا تھا ویسا اُن سے کیا گیا۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے انتظام کے واسطے خدا تعالیٰ نے دو حکومتیں بنائی ہیں۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ہمارے رسول اکرمؐ کو یہ دونو حکومتیں عطا کی گئی تھیں پس شریروں۔ بدمعاشوں۔ لٹیروں راہزنوں کو اُن کی شرارتوں کی سزا دینی ملک میں امن قائم کرنے کے واسطے ضروری تھی۔ مدینہ کے لوگوں نے آپؐ کو اس وقت اپنا ظاہری بادشاہ بھی مان لیا تھا۔ اکثر مقدمات کے فیصلے آپ سے ہی کراتے تھے۔ چنانچہ ایک مقدمہ ایک مسلمان اور یہودی کا تھا آپؐ نے یہودی کو اس میں ڈگری دی تھی۔ بعض وقت آپؐ نے کفار کے جرائم اُن کو معاف بھی کئے۔ اور بعض رسوم بد کو آپ نے مقابلہ میں بھی ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ کفار مکہ لڑائی میں مسلمان مردوں کی بے حرمتی کیا کرتے تھے۔ ناک کان کاٹ لے جاتے تھے مگر آں حضرتؐ نے مسلمانوں کو اس رسم بد کے ترک کر دینے کا حکم دیا تھا۔

غرض ان معترضوں کو دونوں آنکھوں سے کام لینا چاہئے۔ ورنہ آنکھوں کے ہوتے کانے کیوں بنتے ہیں۔ کفار مکہ کے مظالم کو پہلے مطالعہ کریں پھر مسلمانوں کی اگر کوئی زیادتی ثابت ہو تو اُن کو حق ہے مسلمانوں کے تمام جنگ اور کفار کے ساتھ تمام سلوک دفاعی رنگ میں ہیں ابتدا ہرگز ہرگز مسلمانوں نے کبھی نہیں کی۔

اچھا اب دیکھو یہ سرحدی لٹیرے جو آئے دن گورنمنٹ کی رعایا کے جان و مال پر حملے کرتے ہیں اور بدامنی پھیلاتے ہیں تو کیا گورنمنٹ کو چپکے بیٹھے رہنا چاہئے۔ اور ان کی سرکوبی اور سزا کی کوئی مناسب تجویز نہیں کرنی چاہئے۔ ذرا غور کرو اور سوچو۔

---

۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء بوقت سیر

فرمایا دینی ضروریات کے انجام دہی کے واسطے چندوں کی ضرورت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آئی تھی۔ دیکھو ہماری جماعت جو اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہے اگر اس میں سے صرف دس ہزار آدمی جو خواہ غریب کسان ہی ہوں اور اخلاص سے ضروریات دینی کے واسطے اپنے نفس پر وہ اگر صرف ۸ ماہوار ہی مقرر کر لیں اور التزام سے ماہوار ادا کرتے رہیں تو پانچ ہزار روپیہ ماہوار کی کافی امداد دینی ضروریات کی انجام دہی کے واسطے پہنچ سکتی۔ اور یہ امر جفاکش۔ محنتی۔ اور دیانتدار واعظوں کے ذریعہ سے اچھی طرح سے پورا ہو سکتا ہے۔ جو لوگوں کو دینی ضروریات سے آگاہ کرتے رہیں۔ فرمایا کہ سلسلہ خطوط کے دیکھنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس قدر لوگوں کے خط ہر روز بیعت کے واسطے آتے ہیں۔ اور یوں بھی کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ دس بیس آدمی بیعت نہ کرتے ہوں۔ اب اس طرح سے بیعت کے رجسٹروں کی تعداد میں آئے روز افزوں ترقی ہے مگر یہ رجسٹر ایسے باقاعدہ چندہ دہندگان کا اپنی اسی حالت پر ہے۔ اس میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوتی۔ اصل وجہ یہی ہے کہ لوگ بذریعہ خطوط بیعت کرتے ہیں۔ یا اس جگہ آکر بیعت کرتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں مگر اُن کو ضروریات سلسلہ سے مطلع کرنے کا کوئی کافی ذریعہ نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں مولوی فتح دین صاحب بھی اس کام کے واسطے موزون ہیں آدمی مخلص۔ دیانتدار ہیں۔ اور یوں ان کی کلام بھی موثر ہے۔ ان کی پنجابی نظم جو اس ملک کی مادری زبان ہے اور جسے لوگ خوب سمجھتے ہیں وہ بھی اچھی موثر ہے۔ ہمارے خیال میں ان کے ذریعہ سے تبلیغ و اشاعت کا کام بھی ہوتا رہے گا اور چندہ کی وصولی کا بھی باقاعدہ انتظام ہو جاوے گا۔

مولوی فتح دین صاحب کی کسی عرض پر فرمایا کہ خدا جب بندے سے خوش ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بندے کو خود عظمت اور رُعب عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ حق کے ساتھ ایک عظمت اور رعب ہوتا ہے۔ دیکھو ابوجہل وغیرہ جو اُس وقت مکہ میں بڑے آدمی بنے ہوئے تھے اصل میں اُن کا سارا تکبر اور دبدبہ جھوٹا تھا۔ اُن کی عظمت فانی تھی۔ چنانچہ نتیجہ میں دیکھ لو کہ اُن کی عظمت و شوکت کہاں گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ سچا رعب اور حقیقی عظمت اُن لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو اول خدا کے واسطے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ اور اپنی عظمت اور جلال کو خاکساری سے۔ انکساری سے تواضع سے تبدیل کر دیتے ہیں تب چونکہ اُنھوں نے خدا کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہوتا ہے خدا خود اُنکو اُٹھاتا ہے۔ اور قدرت نمائی سے ان کو نوازتا ہے۔ دیکھو تو بھلا اگر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی اپنی پہلی خاندانی بزرگی اور عظمت ہی کو دل میں جگہ دیئے رہتے اور خدا کے لئے وہ اپنا سب کچھ نہ کھو بیٹھتے تو کیا تھے۔ زیادہ سے زیادہ مکہ کے نمبردار بن جاتے۔ مگر نہیں خدا نے اُن کے دلوں کے اندرونہ حالات کو خلوص سے بھرا پایا اور اُنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی کسی بزرگی اور عظمت و سطوت کی پروا نہ کی بلکہ سب کچھ نثار کر دیا اور خدا کے لئے فروتن۔ متواضع اور خاکسار ہو گئے تو اللہ نے اُن کو کیسا نوازا کیسی عظمت اور جبروت عطا کی۔ بھلا جو کچھ خدا نے اُن کو دیا اُس کا وہم بھی کبھی کسی عرب کے دل میں اس وقت آسکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ پس سچی عظمت اور سچا رعب یہی تھا۔ نہ کہ ابوجہل وغیرہ کا۔ اور یہ باتیں اُنہی کو دی جاتی ہیں جو پہلے اپنے اوپر خدا کے لئے ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔

فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ صبر سے کام لینا چاہئے ترقی ہو رہی ہے۔ قبولیت دلوں میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور دُنیا کے کناروں تک اب یہ سلسلہ پہنچ چلا ہے۔ ہمارے پاس بعض ایسے لوگوں کے بھی خط آتے ہیں۔ جن میں سے بعض رؤسائے ریاست بھی ہوتے ہیں اور اُنھوں نے بیعت بھی نہیں کی ہوتی وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے فلاں امر میں دعا کی جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ دُنیا کے دل مان گئے ہیں۔ اور اب دیکھو متواتر ۲۶ یا ۲۷ برس سے ہمارا دعوےٰ چلا آرہا ہے۔ اور خدا اس میں روز ترقی دے رہا ہے۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے اس بات کی نظیر نہیں ملتی کہ کسی مفتری علی اللہ کو اس قدر مہلت دی گئی ہو اور ایسی قبولیت اور ترقی عطا کی گئی ہو۔ آسمانی اور زمینی نشان اس کے واسطے بطور شاہد پیدا کئے گئے ہوں۔ آخر ان باتوں کا بھی تو دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ گھبرانا نہیں چاہئے۔ صبر۔ استقامت۔ اور دعا سے کام لینا چاہئے۔

سیر سے واپسی پر ایک کسان منگو نام سکنہ بھینی لئے سامنے سے آکر سلام مسنون اور مصافحہ کرنے کے بعد عرض کی کہ حضور تھوڑی دیر بیٹھ جاویں میں کچھ گنے نذر کرنا چاہتا ہوں حضور نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں تمہیں ثواب ہو گیا۔ اب تکلیف مت کرو۔ مگر اُس نے نہ مانا اور اصرار کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اچھا میاں شادی خان کو دے دو وہ ہمارے واسطے لے آویگا۔ مگر اُس شخص نے نہایت ہی الحاح سے عرض کی نہیں حضور یہاں ٹھیر ہی جاویں اور حضور کے سارے ساتھی گنوں کی دعوت قبول کریں یہ کہہ کر

لپٹ گیا اور حضور کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھیت میں لے گیا حضرت اقدس مسکرائے اور اُس کے کھیت میں چند منٹ تک ٹہلتے رہے - اتنے میں اُس نے گنّے لاڈھیر کئے - چنانچہ حضرت علیہ السلام کے تمام ساتھیوں نے لے لئے - چلنے سے پہلے حضرت اقدس علیہ السلام نے نہایت لطف اور مہربانی سے اُس شخص کو بُلا کر اُس کا نام وغیرہ دریافت کیا اور اُس کے صدق اور خلوص محبت سے مسکرا کر رخصت ہوئے -

اس واقعہ سے حضرت کے ہمراہیوں پر خاص اثر ہوا کہ کس لطف اور شفقت سے اور فراخ دلی سے حضرت اقدس علیہ السلام اس سے پیش آئے - اور یہ آپ کے اخلاق حمیدہ کا ایک نمونہ تھا -

اس جگہ ہم بڑی فروگذاشت کریں گے اگر ناظرین کو انجیلی یسوع اور اُس کے ایک کسان کے کھیت میں سے بلا اجازت بالیں توڑنے کے قصہ کی طرف توجہ نہ دلائینگے ایک طرف تو انجیلی یسوع کا بلا اجازت مالک بالیں توڑ لینا اور دوسری طرف مسیح محمدی کا باوجود اصرار مالک کھیت یہ کہنا کہ تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا تکلیف مت کرو غور کرنے والوں کے لئے انجیلی اور قرآنی تعلیم کا موازنہ کرنے کے واسطے بہترین مثال ہے -

---

فرمایا ہر قوم کی اصلی تعلیم کا خواہ اُسپر ہزاروں ہی برس کیوں نہ گذر جائیں کچھ نہ کچھ اثر یا نمونہ بطور بیج کے رہ ہی جاتا ہے - ویدوں میں اگر توحید کی تعلیم کا کوئی بھی شعبہ موجود ہوتا تو اُس تعلیم کا اثر اُس کے ماننے والوں میں ضرور کچھ نہ کچھ تو پایا جاتا کروڑوں نمونے بت پرستی کے موجود ہیں - لاکھوں مندروں میں طرح طرح کے بُت رکھے ہیں - بلکہ اکثروں میں تو فحش اور ننگی .... مورتیاں ان کے تمدن اور ویدوں کی تعلیم کی اصلیت کا زندہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں - علمی رنگ میں ان کی کتب جو دیانند سے پہلے اسلام کے مقابل میں علم مناظرہ میں لکھی گئی ہیں وہ ان کی تعلیم کی اصلیت ظاہر کرتی ہیں - چنانچہ وہ لوگ ہمیشہ مسلمان موحدوں کے مقابلہ میں بت پرستی کے اثبات کے دلایل اپنی انہی کتب منزلہ یعنے ویدوں سے پیش کیا کرتے تھے اور اُن کی ساری جد و جہد مورتی پوجا کے اثبات کے لئے ہوا کرتی تھی - سوا چند اُن آدمیوں کے جن کو دیانند نے پیدا کیا ہے - کل بڑے بڑے علما اور فضلا مورتی پوجا ہی کے معتقد تھے - اب ہم اُن لاکھ در لاکھ پنڈتوں اور متقدمین بزرگان اہل ہنود کو ان محدود چند دیانندی خیال کے مقلدوں کے مقابلہ میں کس طرح جھوٹا جان سکتے ہیں - والفضل للمتقدمین -

یہ بات دو حال سے خالی نہیں - یا تو یہ دعوے توحید پنڈت دیانند کا زمانہ حال کی موجودہ روش اور ترقی کو دیکھ کر خود ساختہ مسئلہ ہے - اور دراصل ویدوں میں اس کا نام و نشان نہیں - بلکہ وہی مورتی پوجا کا پرانا مسلم مسئلہ ان کتب میں اصل الاصول ہے جس کا ثبوت مدت ہائے دراز سے اہل ہنود کے کروڑوں رشی اور پنڈت بزرگ اپنے عملی نمونے سے دُنیا میں قائم کر گئے ہیں -

اور یا اگر پنڈت دیانند کو اپنے دعوے میں سچا مان لیں اور اُن متقدمین کو جو ان کتابوں کے اصل وارث اور اہل تھے غلطی پر خیال کر لیں تو یوں ماننا پڑے گا کہ وید گونگے ہیں اور وہ اپنے اظہار مطلب سے بالکل عاری ہیں - توحید اور بت پرستی میں زمین آسمان کا فرق ہے - مگر ان دونو کا سرچشمہ وہی کتب مقدسہ یعنے وید ہی بتایا جاتا ہے - ایک طرف متقدمین اہل ہنود انہی ویدوں کو ہاتھ میں لیکر بُت پرستی ثابت کرتے ہیں اور موحدوں سے مباحثہ کرتے ہیں - دوسری طرف اُنہی پاک کُتب سے آجکل موجودہ نسل کے دیانندی خیال کے لوگ جو بلحاظ زمانہ اور زبان کے بہت پیچھے کی نسلیں ہیں وہ اُنہی کتب سے توحید نکالتے ہیں اور بُت پرستی کے دشمن ہیں - بہرحال ایک بات سے انکار نہیں یا تو پہلے بزرگ راستی پر ہیں - اور یا وید گونگے ہیں - کہ اپنے اظہار مطلب سے عاجز اور عاری ہیں -

بھلا کبھی کسی نے کسی مسلمان کو بھی بُت پرستی اور مورتی پوجا کا حامی دیکھا یا سُنا ہے - قرآن شریف نے توحید کے مسئلہ کو ایسا صاف اور بیّن دلائل سے کھلے کھلے طور سے بیان کیا ہے کہ بت پرستی کا کبھی کسی مُسلمان کے دل میں وہم و گمان تک بھی نہیں پیدا ہوا -

فرمایا کہ چشمہ معرفت میں ہم نے ان لوگوں کے کل اعتراضات کا پورے طور سے ہمیشہ کے واسطے فیصلہ ہی کر دیا ہے - ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر کوئی حق جو انسان تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق کی تلاش کے واسطے ہماری اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ لیگا تو وہ کم از کم کبھی بھی اسلام کے برخلاف زبان یا قلم نہیں اٹھا سکتا - پوری توجہ سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر انصاف سے پڑھنا شرط ہے -

---

دو خط اور اُن کے جواب

چند روز ہوئے ایک خط حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بدیں مضمون آیا تھا کہ ایک مسجد اہل ہنود کے محلہ میں واقع ہے اور وہ بالکل ویران ہے - ہمارا ارادہ ہے کہ اس مسجد کو فروخت کر کے اس کے روپیہ سے ایک اور مسجد کسی مناسب موقع پر بنا دی جاوے حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ نے وہ خط حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا - حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں بجائے دوسری جگہ مسجد بنانے کے اُسی کو آباد کرنا اور نماز کی پابندی سے اُسی مسجد کو رونق دینا باعث ثواب ہے - فرمایا کہ آج ہی سیر سے واپس آتے ہوئے ہمارے دل میں بڑی مسجد کو دیکھکر خیال آیا کہ اگر مسجد کے جانب شمال کی دو تین دوکانیں مل جاویں تو وہ خرید کر مسجد کو جانب شمال بھی وسیع کر دیا جاوے اس طرح سے ہماری مسجد عین بازار کے چوک میں آجاوے گی -

---

ایک اور خط حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں مضمون ذیل کا آیا جس کا جواب حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا فایدہ عام کی غرض سے درج ذیل کیا جاتا ہے -

سوال - شرع محمدی صلعم کے رو سے لڑکے یا لڑکی کا سن بلوغ کیا ہے -

جواب - قرآن شریف نے لڑکے یا لڑکیوں کے سن بلوغ کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی - بلکہ یوں فرمایا ہے کہ حتیٰ اذا بلغوا النکاح - اس میں سر یہ ہے کہ اس امر کا قرآن شریف کے نازل کرنے والے کو ہی اسوقت علم تھا کہ مختلف ممالک میں بوجہ شدت گرمی مختلف حد بلوغ ہیں - چنانچہ بعض ممالک میں بعض وقت ۲۶ یا ۲۷ برس تک پہنچکر لڑکے یا لڑکیاں بالغ ہوتے ہیں اور بعض ممالک میں دس بارہ چودہ برس ہی میں بالغ ہو جاتے ہیں - غرض اگر قرآن شریف کوئی حد مقرر کر دیتا تو اس وقت جبکہ ساری دُنیا نفس واحد کا حکم رکھتی ہے قابل اعتراض ٹھیرتا ہے - سبحان اللہ کیا پاک تعلیم ہے -

لڑکیاں عموماً حیض کے بعد اور لڑکے موئے زہار پیدا ہونے کے بعد بالغ سمجھے جاتے ہیں -

سوال - اگر کوئی لڑکا ۱۶ برس کا اپنا نکاح کر کے خود ہی حق مہر لکھ دیوے تو کیا وہ قابل ادا ہوگا -

جواب - فرمایا کہ میری تحقیق میں لڑکی کا بدون اجازت ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہوتا تو پھر ہم سے ایسا مسئلہ کیوں پوچھا جاتا ہے -

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف میں صاف طور سے حکم ہے کہ فان انستم منهم رشدا - لڑکوں کے واسطے ایسے امور میں رشد کی شرط رکھی ہے - اور پندرہ سولہ برس کے لڑکے ہمارے ایسا رشد کہاں رکھتے ہیں اور پھر بات یہ ہے کہ اب تو یہ مسائل حکام وقت کے اختیار میں ہیں - حکام وقت ان کا موقعہ کا فیصلہ کرتے ہیں -

انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے

انسانی زندگی کے مدعا پر بنی نوع انسان کی مختلف قومیں ایسے ہی اختلاف رکھتی ہیں جیسے کہ وے اپنی شکلوں۔ صورتوں۔ رنگوں۔ بولیوں وغیرہ میں اختلاف رکھتی ہیں کوئی تو صرف صرف مادی دنیا کی ترقی اور جاہ و مال حاصل کرنیکا ہی ذکر کرتا ہے یعنی ان کے نزدیک جو دنیوی جاہ و مال و منال میں سبقت لے جاوے اس نے زندگی کا اصل مدعا سمجھ لیا۔ کوئی کہتا ہے کہ نہیں نہیں دنیا کو ترک کر کے کسی جنگل میں جا کر منگل منانا ہی زندگی کا اصل مدعا ہے اس لئے دنیا اور اہل دنیا سے تعلق توڑ کان پھٹا جوگی بن کر یا ایک پیر سے کھڑا ہو کر یا کسی جگہ پر دھونی رما کر بیٹھنا ہی باعث چین و راحت ہے کیونکہ دنیا کے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا ہی غفلت کا موجب ہے اور اصل راحت حاصل کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے کہ بیوی اور بال بچوں کے جھگڑے بکھیڑے میں نہ پڑے اور جنگل کا راستہ لے۔ کوئی کہتا ہے کہ نہیں میاں! انسانی زندگی کا اصل مدعا تو یہ ہے کہ وہ اس عالم مثال میں آکر اپنے آپ کو پہچانے کہ وہ کیا ہے۔ اور کون ہے اور کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا فرض منصبی کیا ہے؟

اس قوم کے نزدیک ہر ایک موجود لوجود بجائے خود ایسے ہستیاں ہیں کہ جنکو اس کا عین کہنا چاہیے۔ جسکو دوسرے خالق تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہ ان کے نزدیک شرک سے رہائی ہو سکتی ہی نہیں جب تک کہ دوئی کے خیال کو حرف غلط کی طرح مٹایا نہ جاوے۔ مگر یہ شرک ایسا نہیں ہے جیسا کہ دوسرے حضرات تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک جو مخلوق کو خالق کی عین نہ سمجھے وہ مشرک ہے اور ظالم اور حق تلفی کا مرتکب ہے ان کے نزدیک عین کا حرف زبان پر لانا ہی بھس میں چنگی ملانے والا کام ہے۔ وجہ یہ کہ ان کے خیال کے بموجب یہ کل کائنات جسکو دوسرے مخلوق بتاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔ خالق کی عین ہے پس ان کے نزدیک ایمانداری اور بہی خواہی کا یہی راستہ ہے کہ اس لکیر کا نقیر دل و جان سے ہو جاوے کہ عین کوئی نہیں ہے سب عین ہی عین ہیں۔ گویا کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کا قائل ہونا ان کے نزدیک عقل و خرد کا خاکہ اڑانا ہے کیونکہ وہ اپنے جملہ وجود کو خدا میں سے ایسا نکلا ہوا بیان کرتے ہیں کہ جیسے پانی میں حباب (بلبلا) پیدا ہو کر اسی میں معدوم ہو جاتا ہے۔ پس اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہ کہ نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی مخلوق بلکہ ایسی ایک ہستی ہے کہ جو بسبب وسیع ہونے کے کسی وقت مختلف شکلیں صورتیں رنگتیں اختیار کر لیتی ہے اور پھر سمٹ سمٹا کر ایک ہو جاتی ہے۔

اس ہر ایک ایسی ہستی بجائے خود وہی ہے۔ اور ان کے نزدیک جو شخص اس اعتقاد میں زبانی طور پر پختہ ہو گیا ہے۔ اس نے گویا زندگی کا مدعا سمجھ لیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان کی پیدایش کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا اور یہی معنے ان کے نزدیک من عرف نفسه فقد عرف ربه کے ہیں۔ اور وہ انسانی ہستی اور جملہ دیگر ہستیوں کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کہ دریا میں جوش آنے سے حباب پیدا ہوتے ہیں اور بعد کو جوش کے مدہم ہونے سے خود بخود معدوم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ایک استاد صاحب (جو آج کل ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ہیں) جو اس مسئلہ کے گویا ماسٹر سمجھنا چاہیے یہی فلاسفی اس کی۔ بالآخر سمجھاتے رہتے تھے۔ مگر ہم ایسے کودن تھے کہ باوجود کثیر محنت کرنے کے یہ سبق ان کا پڑھایا ہوا۔ ہماری سمجھ میں نہ ہی آیا وجہ یہ کہ ہم ایسے بھولے میاں تو تھے ہی نہیں کہ بدیہیات کو چھوڑ کر ایسی ژٹلیات کے گرویدہ ہوتے کہ جس کے نہ تو پیر ہوں اور نہ وہ قابل تسلی و تشفی ہو۔ قرآن کو ہم نے پڑھا ہی تھا اس میں ہمکو پہلا سبق تو یہ ملا تھا کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ جو رب العالمین ہے یعنی عالموں کا پیدا کرنے والا ہے۔

اس لئے ہم نے اگر پر کہنا تھا تو اسی سبق سے اس مسئلہ کو پر کھنا تھا۔ بدین لحاظ کہ ہمارے یقین کے بموجب چونکہ قرآن شریف کلام الٰہی ہے اور تمام خوبیوں کا جامع اور تمام بھیدوں کا خزانہ ہے۔ مگر باوجود ایسی بات کے وہ اللہ تعالیٰ اپنے کو رب العالمین ظاہر کرتا ہے پھر اسکو الرحمٰن لکھتا ہے الرحیم لکھتا ہے۔ مالک یوم الدین لکھتا ہے جس سے یہ امر بہ بداہت ظاہر و باہر ہوتا ہے کہ وہ ضرور خالق ہے مالک ہے رازق ہے جزا و سزا کا مالک ہے اور ہم سب بمعہ اپنی روحانی ... و جسمانی خاصیتوں قوتوں طاقتوں عقلوں شعوروں اور آلوں وغیرہ وغیرہ کے مخلوق ہیں پس اگر خدا کے نزدیک یہ مسئلہ حق ہوتا تو چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ الحمد للہ رب العین سے شروع کرتا ہے نہ کہ رب العلمین سے چونکہ قرآن شریف کو خدا تعالیٰ نے رب العلمین سے شروع کیا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ قرآن شریف کے برخلاف ہے یہ عقیدہ کہ ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کی عین ہے از غین نہیں ہے اور دنیا میں اس کے نشانات قدرتوں سے بھی یہی ترشح ہوتا ہے کہ دراصل انسان یا جملہ مخلوق اس کی عین کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ مگر اس قوم نے عین سمجھ جانے کو ہی انسانی زندگی کا مدعا سمجھا ہے جو کہ بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ انسانوں اور جملہ مخلوق کو جو آئے دن ٹھوکریں لگتی رہتی ہیں۔ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو یہ تمام تکلیفیں اسی کو سمجھی جاوینگی اور اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ اس بیچوں و بیچگون کو کمزور۔ بزدل اور روگی و ناتوان سمجھا جائے اس مذکورۃ

الصدر قوم کے علاوہ اور بہت سی قومیں ہیں کہ جو مختلف عقائد انسانی زندگی کے مدعا میں قولاً و فعلاً ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً آریوں کا عقیدہ ہے کہ مادہ۔ روح۔ پرمیشر یہ تینوں انادی یعنی ان تینوں کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے یعنی ازلی ابدی ہیں۔ گویا کہ یہ ہر سہ اپنے ذات و صفات کر آپ ہی خدا ہیں۔ مادہ ازلی ابدی۔ ارواح ازلی ابدی۔ پرمیشر ازلی ابدی۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ بظاہران ہر سہ کو ایک دوسرے کا ماتحت سمجھنا سخت غلطی ہوگی۔ وجہ یہ کہ جب ایک چیز ازلی ابدی ہوگی تو اس کی ذات صفات اور افعال بھی ازلی ابدی ہونگی چنانچہ دیانندجی بھومکا صفحہ نمبر ۲۶ میں فرماتے ہیں کہ "جو شے غیر فانی ہوتی ہے اس کا نام صفت فعل بھی غیر فانی ہوتا ہے کیونکہ ان کا ادھار (جوہر) غیر فانی ہے جس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ارواح اور مادہ میں جسقدر جوہر ہیں وہ سب ازلی ابدی ہیں۔ اور جسطرح مادہ اور ارواح کو پرمیشر کی ذات کے جوہروں کا علم نہیں ہے اسیطرح ایک حیثیت کے لحاظ سے پرمیشر کو بھی ان کے جوہروں کے علم کا ہونا ممکن ہے کیونکہ ایک حالت کی شئی اپنے ہم جنس شئی کی کل خواص و صفات سے آگاہ نہیں ہوتی ہے اگر کسی کسی صفات کا علم ہوتا ہے تو تجربہ کرنے کے بعد یا صرف ظنیات پر جو کہ بعض دفعہ غلط بھی نکلا کرتا ہے۔ مثلاً طبی علم محض ظنیات پر مبنی ہے۔ اگر حقیقی علم طبیب کو ہر مریض کے مرض کا ہو جاتا اس کی تشخیص میں غلطی [illegible] نہ ہوتی۔ تو نہ اس قدر قبریں نظر آتیں اور نہ دنیا میں امراض و وبا کے کا روز بڑھتا۔ چونکہ جیسے مریض مخلوق ہے۔ ایسے ہی طبیب مخلوق ہے ایسے ہی دوائی مخلوق ہے۔ اس لئے ہر ایک کی پوری پوری کیفیت ایک دوسرے کو معلوم نہیں۔ اس لئے طبیب کی تشخیص میں غلطی ہو جاتی ہے اور مریض کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ کچھ کی جگہ کچھ سمجھتا اور کچھ کی جگہ کچھ دید یتا ہے جس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ علم کی کمی ہے اور تشخیص میں غلطی ہے۔ پس اگر تینوں کو ایک حالت کا سمجھا جاوے یعنی ازلی ابدی تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ کہ وہ ہر سہ بوجہ ایک حیثیت اور حالت کے ہونے کے ایک دوسرے کو ہٹانے کی اور ذاتی صفات کو پلٹنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے چنانچہ دیانندجی نے یہ بات بھی تسلیم کر لی ہے کہ پرمیشر کسی کی ذاتی صفات کو پلٹ نہیں سکتا۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸ اور نہ ہی ہست ہوئی چیز پاطل قت و قوت وغیرہ کو نیست کر سکتا ہے۔ دیکھو بھومکا صفحہ ۲ جب یہ بات تسلیم کر لی جاوے تو پھر اس بات کے قبول کرنے کے لئے وجوہات نہیں ملتے کہ کیوں دو کو ایک کے قبضہ قدرت میں تسلیم کیا جاوے۔ نیز کیوں ایک قبضہ میں دو ہوں۔ اگر ایک کے قبضہ میں دو ہونگے۔ تو اس سے لازم ہی آتا ہے۔ کہ یہ نتیجہ نکالا جاوے کہ ضرور بضرور ایک کو دوسرے دونوں کے اندرونی جوہروں کا علم ہے۔ اور جب

علم ہوگا تو ماننا پڑیگا کہ وہ اُن کے بنانے پر بھی قادر ہے کیونکہ علم کامل کسی شئی کا اس کے بنانے پر قادر کر دیتا ہے اور اس ایک کا علم کامل ہونا اُن دونوں کے ذاتی وصفاتی جوہروں سے اس طرح پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں کہ طرح طرح کی مخلوق جنم لیتی رہتی ہے جو آریوں کے اصول کے بموجب تناسخ کے چکر میں گناہوں کی سزا میں آ کر گاہے بندر۔ گاہے سوئر۔ گاہے آدمی (مرد وعورت) گاہے گائیں وبکری وغیرہ وغیرہ بنتے رہتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ ایسی ہستی کو جو نٹ کی طرح گویا چولا پہناتی رہتی ہے اس کے علم سے محض غافل سمجھیں اور کیوں نہ تسلیم کریں کہ ارواح کو مادہ کے ساتھ جوڑ کر طرح طرح کی شکلیں صورتیں بنانا محض اس لئے ہے کہ وہ ان کے اندرونی جوہروں سے آگاہی و واقفیت تامہ رکھتا ہے؟ اگر کہا جاوے کہ آریہ سماج یہ تو مانتی ہے کہ پرمیشر کو جوڑنے جاڑنے کی قدرت اور علم ہے مگر اُن اشیاء کے بنانے کا علم نہیں ہے تو ہم یہ کہینگے کہ آریہ سماج ایک طرف تو یہ تسلیم کرتی ہے کہ ایشور کو تینوں (ماضی مستقبل۔ حال) زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے" دیکھو اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۳ دوسری طرف یہ کہ وہ کسی شے کی ذاتی صفت کو پلٹ نہیں سکتا۔ تیسری طرف یہ اقرار ہے کہ ہر ایک دکھ سکھ پچھلے جنموں کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے چوتھے یہ کہ ارواح میں ہمیشہ ارادہ خواہش اور نفرت محبت اور جوڑنے جاڑنے کی طاقت اور تحریک اور ملاپ جدا اور جدا کرنا اور ملانا اور گیان اور فعل وغیرہ کی وہ ساری چیزیں لا فنیش ساتھ رہتی ہیں دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۳ پس ان عقیدوں کے ہوتے ہوئے یہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ پرمیشر کچھ کر سکتا ہے یا اس کا اختیار ہے وجہ یہ پہلا عقیدہ یعنے یہ کہ پرمیشور کو تینوں زمانوں ماضی مستقبل حال کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے اس عقیدے کی تردید کر دیتا ہے کہ ہر ایک دُکھ اور سکھ پچھلے جنموں کی کرتوت کا نتیجہ ہے جب پرمیشور کو معلوم ہی نہیں کہ زمانہ ماضی میں کیا ہوا ہے تو وہ سکھ دکھ کیا دے سکتا ہے اگر دے تو اندھا دھند کارروائی پر دال ہے۔ ایسے ہی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۳ کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہو چکا وہ جوڑنے جاڑنے والا پرمیشور کو ہرگز ثابت نہیں کرتا کیونکہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ارواح میں وہ صفات خود بخود ذاتی طور پر موجود ہیں جب وجہ اس کے کہ پرمیشر کو ماضی کا علم نہیں پرمیشر ہرگز نہیں جانتا ہے اگر کوئی آریہ دھینگا دھینگی سے یہ مانے کہ اُس کو جوڑنے جاڑنے کا علم ہے اور وہ جوڑتا جاڑتا ہے تو جہالت کا کام تسلیم کرنا پڑیگا۔

اصل میں یہ عقیدہ ہے تو بڑا مزیدار عقیدہ کہ پرمیشر کو نہ تو ماضی کی خبر ہے اور نہ مستقبل کی اور نہ حال کی کیونکہ اس سے دھریت کے لئے پورا پورا سامان موجود ہو جاتا ہے مادہ روح کو انادی ازلی ابدی مانتے ہیں جو باقی کسر رہ جاتی ہے وہ اس میں آکر پوری ہو جاتی ہے اور بالآخر یہی ماننا پڑتا ہے کہ نہ کوئی پرمیشر ہے اور نہ نیکی و بدی کا پھل دینے والا ہے بلکہ دُنیا کا تمام کاروبار خود بخود چل رہا ہے اگر کچھ ہے تو صرف یہ ہے کہ بعض ارواح میں یہ امر داخل ہے کہ وہ گائیں بکری بیل اور دوسرے چوپائے اور پرند وغیرہ بنیں اور بعض میں یہ کہ وہ انسان (عورت و مرد) اور بعض میں یہ کہ وہ گھاس پھوس و سبزی وغیرہ۔ اس لئے ایسا ہوتا رہتا ہے اور اسی لئے نہ تو کچھ نیکی ہے اور نہ بدی بلکہ جو کچھ ہے اور ہو رہا ہے وہ ازلی ابدی طریقہ پر ہو رہا ہے وجہ یہ کہ نہ تو نیست سے ہست ہو سکتا ہے اور نہ ہست سے نیست اور نہ روحانی و جسمانی صفات کو کوئی پلٹ سکتا ہے کیونکہ نام۔ فعل۔ صفت وغیرہ غیر فانی ہیں۔ اور جو کام ہم نے مثلاً ۱۹۰۶ء میں کئے تھے اُس میں سے جیسے کہ بہت سے ہم کو بھول گئے ہیں اسی طرح پرمیشر کو کچھ بھی یاد نہیں رہا ہے بہ سبب اس کے کہ ۱۹۰۶ء ماضی ہو گیا ہے اور ماضی کی نسبت دیانند جی کا یہ فیصلہ ہے کہ "ماضی وہ ہے جو ہو کر نہ رہے" ماضی کی تو یوں صفائی ہوئی اب رہا مستقبل۔ مستقبل کے وجود کا مدار آریہ سماج کے اصول کے بموجب چونکہ ماضی پر تھا یعنے ہر ایک ذی روح کو اُن کے کرموں کے انوسار بدلا دیکر کسی کو بیل کسی کو گدھا کسی کو بندر کسی کو سوئر اور کسی کو آدمی کسی کو درخت اور کیڑا مکوڑا سبزی وغیرہ بنانا تھا مگر اب جبکہ ماضی کا علم ہی نہیں ہے تو مستقبل میں کچھ ہونا یا کرنا بالکل غیر ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے پرمیشر کو مستقبل کے علم سے بھی خالی بیان کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ جو پرمیشر کی نسبت یہ یقین رکھے کہ وہ مستقبل کو جانتا ہے وہ جہالت کا کام کرتا ہے وجہ یہ کہ مستقبل سوامی جی کی منطق میں وہ ہے کہ جو نہ ہو کے ہووے لطف یہ کہ باوجود ماضی اور مستقبل کی یہ تعریف کرنے کے سوامی جی کی سمجھ میں نہیں آیا اور ہستی سے نیستی اور نیستی سے ہستی کا انکار کر دیا۔ خیر بہرکیف مذکورہ بالا تحقیقات سے یہ نتیجہ نکلا کہ جیسے ہم مستقبل کے علم سے بے خبر ہیں ویسے ہی پرمیشر بھی بے خبر ہے یہی وجہ ہے کہ آریہ سماجی کسی پیشگوئی کو سُنکر دنگ ہو جاتے ہیں اور اُس پیشگوئی کا پورا ہونا اُنکو مبہوت کر دیتا ہے کیونکہ اُن کا تو یہ عقیدہ تھا اور ہے جو اوپر مذکور ہوا مگر اسی آریہ ورت میں ایک ایسے خدا کے آ پرا جنے اور اپنے خالقیت مالکیت رازقیت کے حق جتانے اور اپنے عالم الغیب ہونے وغیرہ کی خبر دینے جو اُس نے ایک پاک کتاب قرآن کے ذریعہ دنیا کو ایک عرصہ پہلے دے رکھی تھی اور اس زمانے میں اُسی کتاب مقدس کی پیروی کی برکت سے اپنے ایک بندے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو خبر دینے اور مبعوث کرنے اور غیبی خبروں پر مشتمل پیشگوئیوں کے کرنے نے ان کو ایسا حیران کر دیا کہ آخرکار یہ دنگ ہو گئے۔ اور صداقت کو قبول کرنے کے بجائے ایسا وتیرہ اختیار کیا کہ جو انصافاً ان کو جائز نہ تھا۔

مزا یہ کہ دیانندی عقائد کے رو سے انسانوں کا علم بہ نسبت پرمیشر کے زبردست ٹھہرتا ہے وجہ یہ کہ ۱۹۰۶ء کے بہت سے واقعات بجز معدودے چند کے ہم کو بھی یاد ہیں اور ایسے ہی دوسرے انسانوں کو بھی یاد بیشک ہونگے مگر پرمیشر اُس کو نہیں جانتا لہذا صاف ظاہر ہے کہ ہمارا علم پرمیشر کے علم سے بموجب دیانندی اصول کے وسیع اور قابل اعتماد ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پرمیشر کی انسانوں پر کچھ بھی برتری نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پرمیشر میں یہ برتری ہے کہ وہ جوڑتا جاڑتا ہے تو ہم کہینگے کہ اول تو جوڑنے جاڑنے سے کوئی بزرگی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ لوہار ترکھان (بڑھئی) سب جوڑنے جاڑنے کے کام کرتے ہیں دوم یہ کہ انسان باوجودیکہ صرف مادہ کے بعض خواص کا ظنی علم رکھتے ہیں ایسے ایسے عجیب عجیب صنعتوں کے ماہر ہیں کہ جس سے بنی نوع انسان کو ہزاروں طرح کا فائدہ پہنچتا ہے پرمیشر مادہ اور روح کے بغیر کچھ نہیں بنا سکتا اور یہ (انسان) صرف مادہ سے ہی ایسی ایسی کاریگریاں کرتے ہیں کہ باید و شاید۔ سوم یہ کہ جیسے کہ پرمیشر کو مادہ اور روح کے بنانے پر قدرت حاصل نہیں ایسے ہی انسان کو حاصل نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیثیت میں تو یہ دونوں برابر ہیں مگر صنعت اور حرفت میں انسان کمال کو پہنچا ہے جو صرف مادہ سے ہی ایسی ایسی کاریگریاں کرتا ہے کہ ایک جہان اُن کو دیکھکر دنگ ہو جاتا ہے نہ معلوم اگر یہ ارواح پر بھی قابو پا لیتا تو خبر ہے کیا کیا اپنی دانائی کے نمونے دکھلاتا۔ جو کہ ازلی ابدی طور پر بقول آریہ سماج اُس میں موجود ہے۔

اس تمام تحقیقات سے نتیجہ کیا نکلا یہی کہ انسانی زندگی کا کچھ بھی مدعا نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پرمیشر کی ذات صرف موہومی ہے ورنہ فی الحقیقت اُس کے ہونے کی ضرورت ثابت نہیں ہوتی اور نہ اُس کا تصرف ثابت ہوتا ہے لہذا کیوں نہ یہ کہہ دیا جاوے کہ آریہ سماج کے اصولوں کو مدنظر رکھکر پرمیشر ہرگز ہرگز نہیں ہے جس سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو یہی کہ آریہ سماج کے اصول کی چھان کرنے سے انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ ہر ایک چیز کو ازلی ابدی مانکر پرمیشر کے نہ ہونے کی تحقیقات بذریعہ اصول آریہ سماج کر کے اباحت اختیار کی جاوے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ نیوگ جیسا حیا سوز مسئلہ ایسے ہی مخفوق کی جدت طبع کا نتیجہ ہے اس کے بعد ایک اور مذہب ہے جس کے پیرو اپنے آپ کو عیسائی اور مسیحی کہتے ہیں اُنھوں نے انسانی زندگی کا کیا مدعا سمجھا ہے؟ یہی ہے کہ جب تمام خلقت کو خداوند خدا نے گناہوں میں مبتلا پایا تو بجائے اس کے کہ کوئی تدبیر اُن کے راست باز ہونے یا راہ مستقیم پر آنے کی کرتا اُس نے ایسا کام کیا کہ جو کسی طرح بھی اُس جیسی ذات اور ہستی کو کرنا واجب اور جائز نہ تھا۔ یعنے عیسائی کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں خدا نے جو رحیم کل ہے اور کسی کے گناہ بغیر بدلے کے نہیں بخشتا یہ کام کیا کہ بندوں کی حالت پر بلا لنت برحم کھا کر خود جامہ انسانی پہننا قبول کر لے ایک اسرائیلی کنواری عورت کے شکم میں اپنے کو بچہ بنا کر داخل کیا اور وہاں نو ماہ تک اُس عورت کے حیض کے خون سے پرورش پاکر جنم لیا اور پھر بچپن کی تمام صعوبتیں برداشت کیں اور جب جوان ہوا تو ایک اسرائیلی مرد کے ہاتھ پر جا کر گناہوں کا اقرار کر کے بپتسمہ حاصل کیا اگرچہ بپتسمہ لینے سے پہلے اُس اسرائیلی مرد نے اُس کو اس فعل کے کرنے سے منع کیا اور اپنے طور پر انکساری کی اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں مگر اُس نے نہ مانا اور یہی کہا کہ ہم کو چاہیے کہ یونہی راستبازی پوری کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے رحم میں نو ماہ تک رہنے سے اُس کو اپنی راستبازی پر شک آگیا تھا اور حقیقت میں وہ راستبازی سے دور گر گیا تھا جبھی تو اُس کو یوحنا کے ہاتھ پر گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کا بپتسمہ لینا پڑا۔ اور یوحنا بھی عجیب مرد تھا کہ اس کے آگے گناہوں کا اقرار کرنے اور توبہ کا بپتسمہ پانے ہی معاً روح القدس کبوتر کی شکل میں اُس پر آن موجود ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے باوجودیکہ وہ خدا تھا لیکن تھا مگر بسبب نو ماہ رحم میں رہنے اور انسانی جسم دھارنے کے روح القدس اُس سے بیزار ہو گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آدم کے ذریعہ جو گناہ کا سلسلہ [illegible] اُس کی ماں تک پہنچا تھا جس کے سبب [illegible] آلودہ ہو گیا تھا نو ماہ پیٹ میں رہنے اور [illegible] حیض سے پرورش پانے اور قریباً دو برس تک دودھ پینے وغیرہ کے باعث اسی لئے روح القدس اُس سے بیزار ہو گیا تھا مگر جب یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیا گناہوں کا اقرار کر کے تو پھر روح القدس اُس کی طرف [illegible] کبوتر کی شکل میں [illegible] [illegible] آخر کار شیطان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا یا چلایا گیا۔ یہ اُس سے ایک ایسی سخت غلطی ہوئی کہ کسی راست باز کو بھی نہ کرنی چاہیے تھی چہ جائیکہ خود خدا ہو کر شیطان کے پیچھے پیچھے جاوے۔ اُس کی اس حرکت سے روح القدس ایسا بیزار ہوا کہ پھر باوجودیکہ وہ صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ کر اُس کو پکارتا رہا ہے مگر پھر وہ اُس کے پاس ہرگز ہرگز نہیں پھٹکا۔

ہم نے ایلی ایلی لما سبقتنی سے روح القدس اس لئے مراد لی ہے کہ بقول عیسائیاں خود خدا تو یسوع تھا پھر خدا ہو کر کسی اور خدا کو پکارنا عقیدۃ الانجیل ہو جاتا ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے جس کی وجہ صرف اُن کا خیال تھا جیسا کہ وہ الیاس کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ مگر ہمارا خیال کسی طرح بھی غلط عیسائی عقیدے کو مدنظر رکھ کر نہیں ہو سکتا وجہ یہ کہ ساری عمر کل انسان اُس کی منادی پر ایمان لانے والے صرف بارہ ہی ہیں جس میں سے صرف ایک ہی امر پر اُس سے بیزار ہو گئے تھے باقی رہے بارہ اُن میں سے ایک نے تیس روپیہ لیکر پکڑوا دیا دوسرے نے سامنے کھڑے ہو کر تین دفعہ انکار کیا اور باقی تمام کے تمام اُس کے صلیب دیئے جانے کے وقت فرار ہو گئے اس تمام ناکامی کی حالت میں بجز اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ جب زمین والے منکر ہو گئے اور بھاگ گئے تو اب آسمان والوں کو ہی آواز دی جاوے مگر افسوس کہ آسمانی بھی اس آواز سے متاثر نہ ہوئے اور نہ یسوع کو جو اُنکا خالق تھا مالک تھا (بقول عیسائیان) مدد دی آخر کار خدا جو یسوع کی شکل میں تھا صلیب پر جان سے جاتا رہا۔ جس سے یہودیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا تھا اور ملعون ہو کر جہنم کا کندا ہوا اور عیسائیوں نے یہ نتیجہ نکالا مدت کے بعد یعنے جب حضرت پولوس کی عقل میں کمال آئی کہ وہ سارے جہان کے گناہوں کی گٹھڑی اپنی گردن پر لاد کر ہمارے لئے سولی ہوا ہے۔ غرضیکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے موجب ازلی ابدی خدا کی جس نے [illegible] بادشاہوں کے تختہ الٹ کر [illegible] قوم [illegible] تار دیا تھا اُس کی آخر یہ درگت ہوئی کہ وہ ایک ایسی قوم سے جو اپنی بادشاہت بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے کھو بیٹھی [illegible] منہ پر تھکوایا اور [illegible] صلیب [illegible] ملعون ہو کر سارے جہان [illegible] [illegible] تمام عیسائیوں [illegible] ازلی ابدی خدا یسوع مسیح [illegible] تمام جہان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اور تمام جہان کو نجات دے گیا گویا کہ عیسائیوں کے نزدیک انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ خداوند خدا [illegible] (نعوذ باللہ) اُن کی خاطر ذلت اٹھائی اور وہ ملعون ہو گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ خداوند کو ملعون (نعوذ باللہ) سمجھا جاوے اور اُس کو اُس کے اپنے ہاتھوں ذلت میں پڑنے کا اقرار کیا جاوے اور اعتقاد رکھا جاوے۔ تبھی نجات ہے ورنہ جہنم کا کندا بننا ہوگا۔ مگر ہماری سمجھ میں خالق مالک کی توہین اور ذلت کے قائل ہونے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ سارا جہان جہنم رسید ہو جاوے کیونکہ (نعوذ باللہ) جب خدا کی ہی ذلت ہو گئی اور وہ ہی ملعون ہو گیا تو اور کسی کا دُکھ اُٹھانا ہرگز بے جا نہیں ہے غرضکہ انسانی زندگی کا مدعا عیسائیت کے اصول سے نہایت ہی نامعقول اور قابل نفرین ثابت ہوتا ہے۔

اِن سب مذہبوں کے مقابلے میں ایک اور مذہب ہے جو اپنا نام "اسلام" ظاہر کرتا ہے اس نے ایک ایسا خدا پیش کیا ہے کہ جو اس کُل کائنات کا خالق مالک رازق ہے چنانچہ اُس نے بیان کیا کہ الحمد للہ رب العالمین (تمام تعریفوں کے لائق وہ ہی ہستی ہے جو رب العالمین یعنے تمام جہانوں کے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والی ہے) جس کا نام اللہ ہے الرحمٰن ہے (وہ بے مانگے دینے والا ہے) الرحیم (مانگنے والوں کی سُنکر اُن کو اُن کے اصل ناپید ہونے کی چیز بوجہ علیم و خبیر اور غیب دان ہونے کے دینے والا) ہے مالک یوم الدین (نیکیوں کو نیکی کی جزا اور بدوں کو بدی کی سزا دینے والا ہے) ہے۔ پھر ان تمام عبودیت اور ربوبیت کے تعلقات کو ذکر کر کے فرمایا کہ انسانی زندگی کی اصل غرض یہ ہے جو ذیل کے فقرے میں مذکور ہے یعنے

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

یعنے جنوں اور انسانوں کی پیدائش محض اس لئے ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اصل مدعا کو سمجھیں جو کہ یہ ہے کہ وہ خالص خدا تعالیٰ کے ہو جاویں کیا معنے اپنے اُسی خالق مالک رازق کے تابعدار بن جاویں اُس کی بلائے بولیں اُس کے چلائے چلیں غرضکہ ہر ایک ذرہ ذرہ جسم کا جب کہ فی الحقیقت اُس کے دست قدرت سے [illegible] [illegible] رازق [illegible] گویا کہ انسانی زندگی [illegible] مدنظر رکھا جاتا ہے [illegible] [illegible] اس انسانی زندگی کے مدعا کو پورا کرنے کے لئے اسلام نے نہ تو کسی کی پھانسی کو جائز ٹھہرایا ہے اور نہ بپتسمہ

دی ہے کہ خود خدا کو اس مدعا کے پورا کرنے کی خاطر جنم لینا پڑا اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ تم کسی بن میں جاؤ اور تمام دنیوی تعلقات کو چھوڑ دو اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ تم لنگوٹ پوش ہو جاؤ اور چار ابرو کا صفایا کرو۔ اور نہ یہ ظاہر کیا ہے کہ صرف دنیوی جاہ و مال و منال میں ہی ترقی کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور نہ یہ بتایا کہ تم کو اس مقصد کے ادا کرنے کی خاطر کان پھٹا جوگی بننا ضروری ہے اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ ایک پیر سے کھڑے ہو کر یا ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس مقصد کو ادا کرو نہ یہ بتلایا ہے کہ تم جورو بچوں کو تیاگ دو بلکہ ان تمام ردی اور لچر پوچ باتوں کا اسلام کھلا ہوا دشمن ہے وہ تو صاف فرماتا ہے کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنے اسلام میں ایسی تو بات ہی داخل نہیں کہ انسانی قوای اور جوارح کا ادب ملحوظ خاطر نہ رکھا جاوے اور بعض قوتوں طاقتوں کو اور بعض قوی کو محض فضول اور نامعقول سمجھا جاوے یہی وجہ ہے کہ اسلام ہاں پیارا اسلام حکم دیتا ہے کہ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون یعنے جنوں اور انسوں کی پیدائش تو ہم نے اس لئے کی ہے کہ وہ ہمارے تعبیدار بن جاویں اور ہمارے حکموں کو مانیں اُن پر چلیں اُن سے اہل دنیا کو نفع پہنچائیں اور خود نفع حاصل کریں۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا یہی کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنے نہ تو اُن پر دنیا سختی کا برتاؤ کرانے کامیاب ہو گی اور نہ وہ کبھی کسی حالت میں خوف زدہ یا آزردہ خاطر ہوں گے کیونکہ اُن کا تعلق ایک ایسی بڑی سرکار سے ہے کہ جو نہ صرف سب کا خالق ہے مالک ہے رازق ہے بلکہ فعال لما یرید بھی ہے پس جب ایسی ہستی کے تم تعبیدار بن جاؤ گے تو کوئی بھی تم کو سختی نہیں نظر آوے گی اور نہ تم کو کسی سختی میں پڑنے کا موقع نصیب ہو گا وجہ یہ کہ وہ خدا جس کی رضا کو تم نے مقدم کرنے کا اقرار قصد کر لیا ہے تمہاری مدد پر ہو گا اور ہر ایک آفت اور ٹھوکر سے تم کو بچا وے گا۔

اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر اسلام کے اصول کے بموجب خدا نے یہی کیا ہے کہ ہمیشہ ضرورت کے وقت یعنے جبکہ اہل دنیا اس مقصد سے لاپرواہ ہو گئے کوئی بندہ اپنے بندوں میں سے اس مقصد کی طرف یاد دہانی کے لئے مبعوث کیا ہے اور اُس کے ذریعہ طرح طرح کے نشانات قدرت دکھلا کر اہل دنیا پر ظاہر کیا ہے کہ حقیقت میں تمام کائنات کا مالک اور خالق وہی ہے تم کو اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی کا بننا چاہیئے۔ طرح طرح کے نشانات قدرت دکھلانا اور طرح طرح کی پیشگوئیاں کرنا محض اس لئے نہیں ہے کہ مجرد نشان یا پیشگوئی انسانی زندگی کا مدعا ہے جیسے کہ ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کر دینا زندگی کا اعلےٰ مدعا ٹھہر رہے ہیں بلکہ اس سے منشا یہ ہوتی ہے کہ تا خدا تعالیٰ کے موجود ہونے اور اُس دعوت حق کرنے والے کو مبعوث کرنے کی خدا کے عالم الغیب ہونے کی اس کے ذریعہ خبر دیجاوے اگر مطلق پیشگوئی کرنا ہی زندگی کا مدعا ہوتا تو نجومی اور رملی اور ایسا ہی بہت کو پیدا کر کے ... ملہم من اللہ یا نبی و رسول کی ضرورت نہ تھی مگر جب انسانی زندگی کا مدعا ہی یہ رکھا گیا ہے کہ وہ خدا کا ہو جاوے اسکا ہر ایک فعل قول خدا کی فرمانبرداری اور رضا کے نیچے ہووے تو یہ لازم آیا کہ جب یہ مدعا قریب المرگ ہووے تو خدا کی طرف سے کوئی مامور کیا جاوے اور اُس کے ذریعہ اس مقصد زندگی اور مدعا اصلی کا سبق پڑھایا جاوے چونکہ اسلام نے ہی خدا تعالیٰ کی ہستی کا چہرہ دکھلایا ہے جیسا کہ دکھلانے کا حق ہے اور اسکو ویسا ہی پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہے اور یہ شرف صرف دنیا کے ایک سردار اعلےٰ کو جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسکا پیارا نام دنیا میں رکھا تھا عطا کیا ہے جسکے ذریعہ خدا کی قدرتوں کے جلوے نہ صرف کسی پہلے زمانے میں دکھلائے گئے تھے بلکہ جب جب وہ مقصد زندگی فوت ہونے لگا تو آپ کی تعلیم پر عمل کرنیوالے اور آپ کے رنگ سے رنگین ہو جانے والے کو خدا نے ... آپ کی پیروی سے پھر اس زندگی کے مدعا کی طرف دعوت کرنے کے لئے مبعوث کیا چنانچہ اس ہمارے زمانے میں بھی خدا نے تمام خرابیوں پر نظر کر کے جن کی تفصیل ایک دفتر سے کم نہیں ہم میں سے ہی ایک ایسے بندے کو جو فی الحقیقت اپنے قول و فعل سے حضرت محمد صلعم کے رنگ سے رنگین ہو گیا ہے۔ اس زندگی کے مدعا کی طرف دعوت کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے جس کا نام نامی اسم گرامی حضرت میرزا غلام احمد قادیانی ہے جو تمام جہان کے لئے مسیح اور مہدی بن کر آیا ہے یعنے دنیا پرستی کے گند سے مسح کر کے چھڑانے اور محبوب حقیقی کی راہ کے دکھلانے کے لئے۔ مبارک وے جو اُس کی سُنیں اور اُس پر ایمان لا کر اصول زندگی اور مدعا زندگی کو حاصل کریں۔

الغرض اسلام نے یہی ظاہر کیا ہے کہ انسانی زندگی کا مدعا بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدا کا حقیقتاً بن جاوے یعنے دنیا کے تعلقات جس قدر ہوں محض اس مقصد کے پورا کرنے کی خاطر ہوں کھانا ہو تو محض خدا دن برائے زیستن و ذکر کردن است کے لئے ماں باپ کی خدمت ہو تو محض اُسی حکم کی بجا آوری کے لئے بیوی کے بچوں کے حقوق ادا کرنے ہوں تو محض حکم حاکم کی تعبیداری کے لئے گویا کہ اسلام کے اصول کے بموجب خدا نے انسانی ہستی کو لیعبدون کے لئے پیدا کر کے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ حق اللہ اور حق العباد کو زیر نظر رکھے خدا کے برابر کسی حالت اور کسی صورت میں کسی کو نہ سمجھے اور نہ یقین کرے اور بندوں کا حق محض اُس کی اطاعت کی خاطر اور اُس کے راضی کرنے کی خاطر ادا کرے اور دل کو اُس کی محبت و چاہت و عشق سے بھر لیوے جس نے اُس کو پیدا کیا ہے۔ بس انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے؟ یہی کہ ہر ایک امر میں خدا کی تعبیداری کو نصب العین رکھا جاوے اور اُس کے حکم سے ایک ذرہ تجاوز نہ کیا جاوے۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو صرف صرف اسلام نے سمجھایا ہے۔ مبارک وے جو اس پیارے مذہب کی قدر کریں۔ فقط (خاکسار محمد حسین از لاہور چھاؤنی پنجاب۔

اطلاع ضروری

عبدالحی عرب صاحب کو آجکل دو ضرورتیں درپیش ہیں ایک مکان بنوایا ہے اس کی چھت کے لئے روپیہ کی ضرورت اور دوسری ایک کتاب عربی بول چال تصنیف کی ہے اس کے لئے چھپوائی کے واسطے روپیہ چاہیئے اور اشتہار بھی دیا۔ مگر صرف تیس درخواستیں آئی ہیں اس کی زبانی معلوم ہوا اور میرے سامنے ایک تجویز کی ہے اور وہ تجویز مجھے پسند ہے اور کار خیر ہے اور تجویز یہ ہے کہ مذکورہ ذیل کتابیں وہ احباب جو فی وسعت ہیں دس دس روپیہ کی کتابیں پانچ پانچ روپیہ میں دیگا اور محصول ڈاک عرب صاحب کے ذمہ ہوگا اگر ایسے دوست جو تعداد میں پچیس ہوں اور میری آواز کو سنیں تو عرب صاحب کا کام ہو جائے گا کتب یہ ہیں۔

نام	تعداد	اصل قیمت	نصف قیمت
استخلاف رد شیعہ	۱۶	فی نسخہ ۳ر	۱ر
مبادی الصرف	۱۶	فی نسخہ ۲ر	۱ر
قرآن کریم کی دعائیں	۱۶	فی نسخہ ۲ر	۱ر
نظم سلاک اہل فضائل	۸	فی نسخہ ۶ر	۳ر

اس تجویز کو دل سے پسند کرنے والا اور میں خود خریدار ہوں
والسلام نورالدین

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینے کی

تاریخ ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی | دو ابینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر - شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے صہ ر

۲- خواص و معاونین سے عہ

۳- ہندوستان سے باہر ۶ ر

۴- غیر مذاہب والوں سے ۱۲ ر

۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے عہ

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈاک اور اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے

نمبر ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۹ صفر ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

لنگر خانہ کی طرف توجہ چاہیئے

لنگر خانہ کی ضروریات پر ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے لنگر خانہ کے اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور قحط سالی کے سبب سے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب یک مشت چندہ لنگر خانے کیلئے دیں اور ماہواری چندے اپنے وقت پر ادا ہوتے رہیں تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اوقات گرامی میں تشویش کی وجہ سے حرج واقعہ نہ ہو۔ اس تحریک کو معمولی اور عام نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ ڈیپوٹیشن جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کیلئے نکلا ہے اسکے مقاصد میں لنگر خانہ کیلئے یک مشت چندہ جمع کرنا بھی داخل کیا گیا ہے جہاں احباب عمارت مدرسہ کیلئے چندہ دیں لنگر خانہ کیلئے یک مشت چندہ بھی دیں۔ بار بار اس قسم کی تحریکیں کرنیکی ضرورت نہیں لنگر خانہ سب سے اول نصب العین رہنا چاہئے۔ یاد رہے لنگر خانہ کیلئے جسقدر روپیہ بھیجا جاوے وہ براہ راست حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام بھیجا جاوے

کلمات طیبات حضرت

امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۱۹ مارچ ۱۹۰۸ء سیر

فرمایا کہ شیعہ لوگ خواہ مخواہ غلو کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں خارجی ان کا اچھا منہ بند کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ میں کبھی کوئی نزاع بھی اگر واقع ہوئی ہو تو گیا ہونے کی بات ہے نزاع اور جھگڑا ہمیشہ وہیں ہوا کرتا ہے جن کو آپس میں تعلقات ہوں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کا جواب قرآن شریف ہی میں دیا ہے کہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ پس خدا کے فیصلہ کے بعد ان امور میں زبان کھولنا ایمان کا نشان نہیں۔

اگر صحابہ کرامؓ پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں تو خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی تو اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت علی رضی کا ارادہ تھا کہ ابوجہل کی لڑکی سے شادی کریں۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اب ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ کہ خدا کے رسول کی لڑکی اور خدا کے دشمن کی لڑکی ایک گھر میں جمع ہوں اگر ایسا ہی کرنا منظور ہو تو فاطمہؓ کو طلاق دیدیجاوے۔ بلکہ خارجی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نعوذ باللہ اپنے اسی ارادے کو پورا کرنے کے واسطے خوذ و السنہ حضرت فاطمہؓ کو زہر دیکر مار دیا تھا۔ اور آخرکار اس طرح سے اپنے ارادے کو پورا بھی کر لیا۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے متعلق قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ وہ امہات المومنین ہیں تو حضرت علیؓ گویا مدت تک ماں سے جھگڑا کرتے رہے ہیں۔

حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہ کے مقابلہ میں ملک ہی چھوڑ دیا تھا مگر دیکھو حضرت علیؓ نے ماں سے جھگڑا نہ چھوڑا۔

بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اول اول حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے بھی تخلف کیا تھا مگر پھر گھر میں جا کر خدا جانے یکدفعہ کیا خیال آیا کہ پگڑی بھی نہ باندھی اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آ گئے اور پگڑی پیچھے منگائی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں خیال آ گیا ہوگا کہ یہ تو بڑی معصیت ہے اسی واسطے اتنی جلدی کی

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں قرآن شریف میں تدبر نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔

وفات مسیحؑ پر فرمایا کہ قرآن شریف یہود و نصاریٰ کے اختلافات کے لئے بطور حکم ہے۔ اصل جھگڑا تو یہ تھا کہ توریت میں لکھا تھا کہ جو سولی پر لٹکایا جاوے اُس کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ اور وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ خدا کی طرف سے ایسے شخص کو خلعت نبوت عطا کیا جاوے۔ بلکہ ملعون اور لعنتی ہوتا ہے سولی جرائم پیشہ لوگوں کی سزا ہے اور جو جرائم پیشہ لوگوں کی سزا سے موت کا لقمہ بن جاوے وہ اس قابل کہاں ہوتا ہے کہ اس کا رفع روحانی ہو۔ غرض ان یہود کا دعوےٰ تو صرف یہی تھا کہ حضرت عیسےٰؑ کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ وہ حضرت موسےٰؑ کے رفع روحانی کے قائل تھے نہ کہ رفع جسمانی کے۔ رفع جسمانی کا تو اُن کے دلوں میں خیال تک بھی نہ تھا۔ پس سچی بات یہی ہے کہ مسلمانوں اور یہود کا متفقہ اور مسلم اعتقاد یہی ہے کہ خدا کے نیک بندوں کا بعد وفات رفع روحانی ہوا کرتا ہے۔ اور یہی قابل بڑائی بات ہے۔ رفع جسمانی کے یہ نہ قایل ہیں اور نہ کوئی اس میں فضیلت مدنظر ہے۔ چنانچہ قرآن شریف بھی اسی اصول کو یوں بیان فرماتا ہے کہ مفتحة لھم الابواب۔ یعنے جو خدا کے نزدیک متقی اور برگزیدہ انسان ہوتے ہیں خدا اُن کے لئے آسمانی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور اُن کا رفع روحانی بعد الموت کیا جاتا ہے۔ اور ان کے مقابل میں جو لوگ بدکار اور خدا سے دور ہوتے ہیں اور اُن کو خدا سے کوئی تعلق صدق و اخلاص نہیں ہوتا اُن کے واسطے آسمانی دروازے نہیں کھولے جاتے جیسا کہ فرمایا لا تفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔

غرض یہود کا اعتراض تو یہی تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ سولی چڑھائے گئے ہیں اس واسطے وہ ملعون ہیں اور صاف بات ہے کہ ملعون کا رفع روحانی نہیں ہو سکتا۔ اسی کے جواب میں قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ بل رفعه الله الیه

اچھا ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ اگر یہودیوں کا یہی اعتراض تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی نہیں ہوا تو پھر قرآن شریف جو کہ ان دونوں قوموں میں حکم ہو کر آیا ہے اس نے یہود کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا ہے۔ کیا وجہ کہ قرآن شریف نے یہود کے اصل اعتراض کا تو کہیں جواب نہ دیا اور رفع روحانی پر اتنا زور دیا۔ اور رفعه الله الیه فرمایا۔ رفعه الله الی السماء کیوں نہ فرمایا؟ عرش الٰہی ایک وراء الوراء مخلوق ہے۔ جو زمین سے اور آسمان سے بلکہ تمام جہات سے برابر ہے۔ یہ نہیں کہ نعوذ باللہ عرش الٰہی آسمان سے قریب اور زمین سے دور ہے۔ لعنتی ہے وہ شخص جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ عرش مقام تنزیہ ہے اور اسی لئے خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ھو معکم اینما کنتم۔ اور ما من نجوی ثلاثة الا ھو رابعھم اور فرماتا ہے کہ نحن اقرب الیه من حبل الورید۔

غرض اصل جھگڑا تو صرف اُن کے رفع روحانی اور مقرب بارگاہ سلطانی ہونے کے متعلق تھا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ہی کر دیا یہ فرما کر بل رفعه الله الیه۔ اب کوئی بتائے کہ بھلا اس سے اُن کا آسمان پر چڑھ جانا کیسے ثابت ہوتا ہے کیا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عیسےٰؑ کا قصہ ہی تمام کر دیا ہے جہاں یہ سوال و جواب ہے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو حضرت عیسےٰؑ کا وفات پا جانا۔ اور دوسرے اُن کا دوبارہ دُنیا میں نہ آنا۔ کیونکہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن کو ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سوال حضرت عیسےٰؑ سے کہ کیا تم نے عیسائیوں کو یہ شرک کی تعلیم دی تھی اور حضرت عیسےٰؑ کا یہ جواب دینا کہ یا الٰہی یہ میری وفات کے بعد بگڑے ہیں مجھے اس بات کا علم نہیں کہ میرے بعد انھوں نے کیسے عقاید اختیار کر لئے میں نے تو ان کو صرف توحید کی تعلیم دی تھی اس سوال و جواب سے صاف صریح اور واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ دُنیا میں دوبارہ نہیں آئینگے۔ ورنہ اگر وہ دوبارہ کبھی دُنیا میں آئے ہوتے۔ اور اُن کی گندی تعلیم اور مشرکانہ عقاید کی اصلاح کی ہوتی۔ صلیب توڑی ہوتی اور خنزیر قتل کئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُن کو ایسے صریح جھوٹ سے سرزنش نہ کرتا؟ اور وہ ایسی جرأت اور دلیری سے حضور الٰہی کے سامنے قیامت کے دن ایسا جھوٹ بولتے۔ ہرگز نہیں۔

پس واقعی اور حق بات یہی ہے کہ حضرت عیسےٰؑ وفات پا چکے اور وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئینگے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قول ہوا۔ اس کی تصدیق آں حضرتؐ نے فعل سے کر دی۔ اور آپ نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰؑ کے پاس

بیٹھے دیکھیا غور کا مقام ہے کہ زندہ کو مردہ سے کیا تعلق - اور کیا کام - حیات اور وفات تو ضدین ہیں جس طرح نور اور ظلمت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا اسی طرح مردے اور زندہ لوگوں کا بھی آپس میں کوئی تعلق نہیں کہ ایک جگہ رہیں - بلکہ حضرت عیسیٰ کے واسطے تو کوئی الگ کوٹھڑی درکار تھی -

اس کے بعد اور زیادہ تشریح بخاری اور مسلم نے کر دی ہے - جنھوں نے آخری زمانہ کے علامات کا ذکر کرتے ہوئے ایک نئی سواری کا ذکر کر کے یہ کہا کہ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا - اور قرآن شریف نے اسی مضمون کو عبارت ذیل میں بیان فرما کر اور بھی صراحت کر دی کہ **اذا العشار عطلت** - قرآن و حدیث کا تطابق اور پھر عملی رنگ میں اس دور دراز زمانہ میں جبکہ ان پیشگوئیوں کو ۱۳ سو برس سے بھی زاید عرصہ گذر چکا ہے ان کا پورا ہونا ایمان کو کیا تازہ اور مضبوط کرتا ہے - چنانچہ ایک اخبار میں ہم نے دیکھا ہے کہ شاہ روم نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ ایک سال کے اندر حجاز ریلوے تیار ہو جاوے - سبحان اللہ کیا عجیب نظارہ ہو گا - اور ایمان کیسے تازہ ہونگے کہ جب پیشگوئی کے بالکل مطابق بجائے اونٹوں کی لمبی لمبی قطاروں کے ریل کی لمبی قطاریں دوڑتی ہوئی نظر آوینگی - پس جب یہ پیشگوئی جو آثار قرب قیامت اور مسیح موعود کی آمد کے نشانات میں سے ایک زبردست اور اقتداری پیشگوئی ہے پوری ہو رہی ہے تو ایمان لانا چاہئے کہ مسیح موعود بھی موجود ہے -

فرمایا کہ زلازل اور طاعون کا سلسلہ بھی حکام وقت کے دورہ کی طرح دورہ ہی کر رہا ہے - جس طرح حکام وقت اپنے انتظامی دوروں میں جہاں کوئی سرکشی یا بدنظمی پاتے ہیں اس کی اصلاح کرتے ہیں اسی طرح زلازل اور طاعون بھی ملک کے مختلف حصوں میں دورہ کر رہے ہیں - بعض ممالک میں سنا گیا ہے کہ زلزلوں سے پہاڑ گر گئے اور شہروں کے شہر فنا ہو گئے - یہی حال طاعون کا ہے - جب لوگ کسی قدر وقتہ کچھ مطمئن ہو جاتے ہیں [illegible] اور غفلت میں ترقی کرنے لگ جاتے ہیں تو پھر خدا طاعون کو اُن کی سرزنش اور سرکوبی کے واسطے بھیج دیتا ہے - پس بے فکر اور مطمئن نہیں ہونا چاہئے - بلکہ قبل اس کے کہ کوئی مصیبت اچانک آن پکڑے اپنی اصلاح میں لگے رہنا چاہئے - اور توبہ استغفار میں مشغول ہونا چاہئے -

فرمایا خدا جب کسی کام کو کرانا ہی چاہتا ہے تو گردن سے پکڑ کر بھی کرا دیتا ہے - اس کے منوانے کے عجیب عجیب رنگ ہیں - چنانچہ ایک مسلمان بادشاہ کا ذکر ہے کہ اُس نے امام موسیٰ رضا کو کسی وجہ سے قید کر دیا ہوا تھا - خدا کی قدرت ایک رات بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو نصف رات کے وقت بلوایا اور نہایت سخت تاکید کی کہ جس حالت میں ہو اُسی حالت میں آ جاؤ - حتیٰ کہ لباس بدلنا بھی تم پر حرام ہے - وزیر حکم پاتے ہی ننگے سر ننگے بدن فوراً حاضر ہوئے اور اس جلدی اور گھبراہٹ کا باعث دریافت کیا - بادشاہ نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک حبشی آیا اور اس نے گرز اسے کی قسم کے ایک ہتھیار سے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے - اس کی شکل نہایت پُر ہیبت اور خوفناک ہے اُس نے مجھے کہا ہے کہ امام موسیٰ رضا کو ابھی چھوڑ دو - ورنہ میں تمہیں ہلاک کر دونگا - اور اسے ایک ہزار اشرفی دیکر جہاں اس کا جی چاہے رہنے کی اجازت دو - سو تم ابھی جاؤ اور امام موسیٰ رضا کو قید سے رہا کر دو - چنانچہ وزیر اعظم قید خانہ میں گئے - اور قبل اس کے کہ وہ اپنا عندیہ ظاہر کرتے امام موسیٰ رضا بولے کہ پہلے میرا خواب سن لو - چنانچہ انھوں نے اپنا خواب یوں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ تم آج ہی قبل اس کے کہ صبح ہو قید سے رہا کئے جاؤ گے - غرض یہ ہیں خدا کے اقتداری نشانات -

فرمایا شیعہ لوگ جس راہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں اُس ارادہ سے تو نعوذ باللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا مذہب ہی برباد جاتا ہے - دیکھو **اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا** - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دین الٰہی یعنی اسلام میں بہت کثرت اور ثبات سے لوگ شامل ہونگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین حیات میں ہی اب ظہور میں آویگا - بھلا ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ کیا دو چار آدمیوں کا نام ہی افواج ہے - اور کیا یہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی لمبی محنت اور جانکاہ کوششوں کا نتیجہ تھا افسوس - دیکھو فوج ہی کچھ کم نہیں ہوتی - یہاں تو اللہ نے فوج کی بھی جمع کا لفظ بولا ہے اور افواجاً کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فوجوں کی فوجیں داخل اسلام ہو جاوینگی ان لوگوں کے عقاید کے لحاظ سے تو قرآن شریف ہی کی تکذیب لازم آتی ہے - انھوں نے قرآن شریف کو تو محرف مبدل کا الزام دیکر چھوڑ دیا - رہے قرآن شریف کے پہنچانے والے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے **رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ** فرمایا اور ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کا وارث بنایا - اور آں حضرت صلعم کے منہ سے نکلی ہوئی پیشگوئیوں کی تصدیق کرنے والے اور پورا کرنے والے بنایا - انہی کے ہاتھ سے بڑے بڑے قرآنی وعدے پورے کئے قیصر و کسریٰ کے تخت اور خزانے انہی کے ذریعہ اسلام کا ورثہ بنائے سو ان کو غدار - ظالم منافق اور غاصب کا لقب دیکر چھوڑ دیا - اُن کا تو وہ حال ہے کہ جس طرح ایک عورت کو جب اُس کے دن حمل کے پورے ہو چکتے ہیں تو دردزہ شروع ہوتی ہے - جس کی تکلیف سے وہ اور اُس کے عزیز و اقارب اور خویش روتے ہیں اور دردمند ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک نازک حالت ہوتی ہے - نتیجہ کی کسی کو خبر نہیں ہوتی - مگر جب اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہو جاوے اور وہ چلہ پورا کر کے غسل صحت بھی کر لے اور بچہ بھی اُس کا صحیح سالم جیتا جاگتا ہو - اُس وقت لگے کوئی آدمی رونے - تو اُس کا رونا کیسا بے محل اور بے موقع ہو گا - سو یہی حال ہے اُن کا وقت گذر چکا - صحابہ کرام رض کامیابی کے ساتھ تخت خلافت کو مقررہ وقت تک زیب دیکر اپنی اپنی خدمات بجا لا کر بڑی کامیابی اور اللہ کے رضوان لیکر چل بسے اور جنات و عیون جو آخرت میں اُن کے واسطے مقرر تھے اور وعدے تھے وہ اُن کو عطا ہو گئے اب یہ روتے ہیں - اور چلاتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ ایسے تھے اور ایسے تھے محرم میں شہیدان کربلا کی مصیبت کو یاد کر کر کے رونے سے کیا حاصل - اپنے نفس کا غم کرنا چاہیے اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے - سب سے بڑا نکتہ ان کو جو کرنا چاہئے وہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کر لے اور آخرت کے واسطے زاد راہ لے لے - دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی کو کیا کہا تھا اے فاطمہ رض اپنی جان کو آگ سے بچانے کی فکر کر لے - میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا - جب آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے تو پھر اور کسی کا کیا حال ٭

جنازہ غائب

مولوی اللہ دتا صاحب احمدی بھٹی ساکن ربانہ سہو ضلع ملتان اپنی بیوی کے فوت ہو جانے پر جنازہ غائب کی درخواست احباب احمدی سے کرتے ہیں -

سرکل ٹورنمنٹ امرتسر اور مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کا دن امرتسر میں احمدی قوم کی اٹھتی ہوئی ہونہار پود کی سچی تعلیم و تربیت کے اظہار کا دن تھا جو کہ انھوں نے مرسل یزدان مامور من اللہ مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے باغبانوں کے ماتحت رہ کر سکول اور بورڈنگ کی زندگی میں حاصل کی تھی۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ آج کا دن کیا تھا؟ کس غرض کے واسطے احمدی قوم کے نوخیز طلبا امرتسر میں جمع تھے؟ وہ ایک معمولی کھیل کا موقع تھا۔ جسکے لئے عام طور سے لڑکے بڑی بڑی تیاریاں کیا کرتے ہیں۔ کوئی وردیوں کی چھان بین کرتا ہے۔ کوئی بوٹ کو سنوارتا ہے۔ غرض جس طرح کسی سے بن پڑتا ہے۔ اپنے کھیل کود کے کاموں میں کامیابی کی راہیں سوچتا ہے۔ مگر ان لڑکوں نے جن کی تعلیم احمدی قوم کے پاک دل اور لائق مالیوں کی زیر نگرانی ہوئی ہے انھوں نے اپنے اس مقابلے کے واسطے کیا تیاری کی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان بچوں کے دلوں میں کیا نقوش جمائے گئے ہیں۔ اور اپنے کل کاروبار میں خواہ دینی ہوں یا دنیوی کھیل کود ہو یا تعلیمی امتحان۔ انکو کامیابی کے واسطے کیا راہ بتائی گئی ہے۔

معمولی وقت پر نماز ظہر کی اذان ہوئی۔ سب لڑکے وضو کر کے نماز کے واسطے تیار تھے۔ نماز با جماعت پڑھائی گئی۔ مگر خدا کی شان کس ذوق شوق اور سرور سے یہ دو رکعت نماز ادا ہوئی۔ کس تضرع و انکسار اور گریہ و بکا سے لڑکوں نے حضور الٰہی میں دردمندانہ طور سے دعائیں کیں۔ میں حیران تھا کہ ان بچوں کو دعا کی ایسی حقیقت سے کس چیز نے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ کیا وجہ تھی جس نے ان کے دلوں میں اپنی کامیابی کے واسطے صرف صرف اسی راہ کو اختیار کرنے کی تحریک پیدا کر دی۔ وہ یقین کامل کہاں سے آگیا جو ان کے دلوں میں میخ فولاد کی طرح قبولیت دعا کی حقیقت کو نقش کر گیا۔ وہ درد وہ سوز وہ گداز وہ رقت کہاں سے ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی کہ وہ سچے دل سے آستانہ ایزدی پر ہی اپنی حاجت روائی کے واسطے گر گئے۔ انھوں نے کیوں دوسرے لوگوں کی طرح اپنے کو آراستہ پیراستہ نہیں کیا۔ انھوں نے کیوں اس وقت ظاہری ساز باز کو ایک طرف رکھکر در الوہیت کے آگے سر نیاز جھکا دئے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا اصل خمیر ہی انہی امور کی ملونی سے تیار کیا گیا تھا۔ وہ برسوں سے قبولیت دعا کے زندہ نمونے اور تازہ مثالیں دیکھتے رہے ہیں۔ اُن کی تعلیم کا آغاز ہی توحید سے ہوا ہے۔ خدا کا مرسل مسیح موعود علیہ السلام جس کو خدا نے [illegible] کی بنا کے بھیجا ہے۔ جس کی مجلس خدا نما مجلس ہے اور جسکے فیضان اس قوم اور اس قوم کی نسلوں کی آبپاشی کرنے میں اُن کی مقبول دعائیں ہر وقت اُن کے شامل حال ہیں۔ اور ان لڑکوں کو خوش قسمتی سے تا دیر انہی پاک صحبتوں میں رہنے کا موقع ملا ہے اور آئے دن قبولیت دعا کے تازہ نمونے دیکھنے کا ان کو موقع دیا گیا ہے۔ غرض وہ دن انکے اندرونہ خیالات اور دلی ولولوں اور قلبی جوشوں کے اظہار کا ایک اچھا موقع تھا۔ اور ایک باریک بین شخص اچھی طرح سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ ان لڑکوں کی تعلیم و تربیت کس رنگ میں کی جاتی ہے۔ نماز ظہر اور عصر جمع کرنے کے بعد میدان مقابلہ کا قصد کیا گیا۔ اور سب لڑکے جمع ہو کر فیلڈ کی طرف چلے۔ مگر راستہ میں بھی اُن کے دلوں میں دعا کے لئے جوش اُٹھتے جاتے تھے اور خیرات کرتے ہوئے مقررہ مقام پر قریب چار بجے پہنچے۔

اس جگہ امرتسر کی احمدی جماعت کی محبت اور خلوص بھی قابل ذکر ہے کہ انھوں نے نہایت ہی محبت اور ہمدردی سے فرش۔ کرسیاں۔ بنچ اور کچھ سامان ریفرشمنٹ فیلڈ پر پہنچا دیا۔ اور قریباً کل احمدی احباب خود بھی اظہار محبت اور ہمدردی کے لئے میچ کے موقع پر تشریف لائے۔ اور دعاؤں سے بھی مدد کی۔

ٹھیک چار بجکر تیس منٹ پر میچ شروع ہوا۔ پہلا ٹاس چونکہ تعلیم الاسلام فٹ بال ٹیم کے کپتان نے جیتا تھا اس لئے گول اس ٹیم کے کپتان نے چن لیا۔ اور سٹارٹنگ کک خالصہ کالجیٹ فٹ بال ٹیم نے کی۔ خدا کی قدرت کہ پہلے ہی رش میں بال گول میں پہنچا اور وہ ایک سخت نازک مقام تھا۔ دونوں پارٹیوں کے کھلاڑیوں نے سخت جد و جہد کی۔ اور اس جد و جہد میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ٹیم کے کپتان کی ران پر سخت چوٹ آگئی۔ خدا کی قدرت نمائی اور محض فضل سے گول ہوتا ہوتا بچ گیا۔ بظاہر نظر میں **ہاتھی اور چیونٹی** کا مقابلہ تھا خالصہ کالجیٹ بڑے مضبوط۔ توانا اور قد آور نوجوان تھے۔ اور پھر باقاعدہ وردیوں، شن گارڈز اور بوٹوں سے آراستہ تھے۔ وہ ہمیشہ سے کھیلنے والے۔ اُن کو گورہ پلٹنوں اور مختلف ٹیموں سے مقابلہ کرنے کا ہمیشہ سے موقع ملتا رہتا تھا جس سے وہ ہر طرح کے نشیب و فراز سے واقف اور اپنے فن کے پورے تجربہ کار اور ماہر تھے۔ اُن کے واسطے اس قسم کے کھیلوں کے لوازم بہترین طور سے مہیا تھے۔ مگر تعلیم الاسلام فٹ بال ٹیم کے طلبا ایک دور دراز چھوٹی سی بستی کے رہنے والے۔ ناتجربہ کار اور چھوٹے چھوٹے لڑکے ننگے پاؤں سادہ لباس میں تھے۔ جن کو نہ کبھی کسی مخالف ٹیم سے میچ کا موقع ملا اور نہ ہی کبھی اُنھوں نے ایسے سخت مقابلوں میں حصہ لیا۔ اور باایں ہمہ کپتان جسکے سر پر کھیل کا سارا دار و مدار ہوتا ہے پہلے ہی رش میں زخمی ہو گیا۔ کپتان کے علاوہ ایک دو لڑکے اور بھی زخمی ہو جانے کی وجہ سے کھیل میں پورا حصہ نہ لے سکے۔ غرض اُس وقت کے دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ بظاہر ان کے واسطے کوئی صورت کامیابی ممکن ہی نظر نہ آتی تھی۔ اول تو یہ اُن باقاعدہ کھیلنے والوں کے مقابلہ میں چیز ہی کیا تھے۔ پھر جو کچھ تھے بھی سو وہ زخمی ہو کر نکمے ہو گئے۔ اور یہ سب کچھ اس واسطے ہوا کہ تا ان لڑکوں کے دلوں میں جو کچھ بھروسہ اپنی طاقت اور کھیل پر تھا وہ بھی ٹوٹ جاوے اور پھر خالص قدرت نمائی سے ان کو کامیاب کرے۔ کھیل کیا تھا خدا کی قدرت کا ایک جلوہ تھا۔ ایک طرف تو چیرز اور ہرّوں کے نعروں کی آواز آتی تھی دوسری طرف جب کوئی خوشی کا موقع آتا تھا تو الحمد للہ اور اللہ اکبر کی پُر تاثیر آوازیں دلوں سے نکلکر دلوں پر اثر کرتی تھیں۔

غور کا مقام ہے کہ بچوں کو ایسے موقعوں پر کھیل کود کے تماشے دیکھنے کا از حد شوق ہوا کرتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لڑکے اپنے فوائد کی پروا نہ کر کے اور نقصان اُٹھا کر بھی دور دور سے ایسے نظارے دیکھنے کے واسطے جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر میں بعض ایسے لڑکوں کو خوب جانتا ہوں جو مدرسہ تعلیم الاسلام ہی کے تعلیم یافتہ ہیں جو اس وقت اپنی ٹیم کی کمزوری اور مقابل ٹیم کی طاقت اور مضبوطی کو دیکھکر کھیل کے میدان سے الگ جا کر دور تنہائی کے گوشوں میں گریہ و بکا سے حضور الٰہی میں دعاؤں میں مصروف تھے۔ یہ بات کوئی چھوٹی سی نہیں کہ نظر انداز کر دیجاوے سوچنے والی طبیعت اس سے اندازہ کر سکتی ہے اور نتیجہ نکال سکتی ہے کہ ان بچوں نے اپنی کامیابی کی کلید کس بات کو یقین کر رکھا تھا۔ اور اس سے ان کے دلی خیالات اور عقاید کا اچھی طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کے اعلےٰ اصول کا پتہ لگ سکتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ہی مجھے بڑے [illegible] سے قساوت قلبی اور تعصب و جہالت کے ایک بیہودہ نمونے کے پیش کرنے کی بھی اس واسطے ضرورت ہے کہ تا اندازہ لگایا جاوے کہ دنیا میں جہالت و تعصب نے بھی کیا کچھ کارنمایاں کئے ہیں۔ ایک لڑکا سجدے میں پڑا رو رو کر دعا کر رہا تھا۔ جب وہ دعا سے فارغ ہو کر اُٹھا اور میدان مقابلہ کی طرف آنے لگا تو ایک شخص جو خدا جانے کب سے تاک میں لگا ہوا تھا آگے بڑھا اور ٹھیک اسی مقام پر جہاں اُس لڑکے

نے سجدے میں دعائیں کی تھیں۔ عمداً پیشاب کر دیا۔ جس کو دیکھکر لڑکے کا دل بھر آیا اور وہ زار و قطار رو دیا۔ اب غور کرنے والے غور کریں کہ بھلا اُس کو ایسا کرنے سے بجز اسکے کہ اس نے ایک شخص کا دل دکھایا اور کیا فایدہ ہوا۔ افسوس صد افسوس۔

جوں توں کر کے ہاف ٹائیم گذرا۔ پانچ منٹ آرام یا یوں کہیے کہ دعاؤں کے لئے ایک موقع ہاتھ آگیا۔ اور وقت گذرنے پر پھر میچ شروع ہوگیا۔ غرض پھر پورے جوش وخروش سے اپنی اپنی کامیابی کیواسطے سر توڑ کوششیں کرنے لگے۔ خدا کی شان کوئی پندرہ بیس منٹ کی کھیل کے بعد تعلیم الاسلام قادیان فٹ بال ٹیم نے ایک گول خالصہ کالجیٹ پر کر دیا۔ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا گیا۔ اور سب نے بلے چون وچرا اُسکو تسلیم کر لیا۔ اللہ اکبر گول کا ہونا تھا کہ سب لڑکے میدان مقابلہ میں جدھر جس کا منہ تھا اور جہاں جو کوئی تھا وہیں اللہ اکبر کہکر سجدے میں گر گئے۔ تمام احمدی قوم کے افراد جو اس وقت وہاں موجود تھے خدا کی اس ذرہ نوازی پر شکریہ کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ جن کی دیکھا دیکھی عوام اہل اسلام بھی سجدے میں گر گئے۔ عجیب ایک نظارہ تھا۔ اور عجیب ہی سماں۔ حاضرین پر ایک پر خاص اثر ہوا۔ بجائے اسکے کہ گول کرنے کی خوشی میں چیرز اور ہُروں کے نعرے لگائے جاتے اور بڑا غل غپاڑا کیا جاتا۔ کوئی اچھلتا کوئی کودتا سب کے سب یکدم خدا کی حمد اور ستایش کے لئے سر نیاز زمین پر رگڑ رگڑ کر شکریہ کرنے لگے۔ سب لوگ اس نظارے سے متاثر ہوئے اور لڑکوں کی تعریف کرنے لگے۔

اس جگہ پر میں ایک عجیب نکتہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو کہ اگرچہ احمدی قوم کی تعلیم کی گھُٹی میں شامل ہے مگر موقع اور وقت کے لحاظ سے ایک نکتہ رس طبیعت کے واسطے بڑا ہی قابل تعریف امر ہے۔ حضرت صاحبزادہ **بشیر الدین محمود احمد** صاحب جو اس وقت موقع میچ میں شریک تھے سجدہ شکر کے بعد اُٹھے اور فرمایا کہ ہم نے تو صرف یہ دعا کی ہے کہ **غیر المغضوب علیہم**۔ اُن کا یہ فرمانا تھا کہ بجلی کی طرح میرے دل میں وہ سارا سماں بندھ گیا اور ساری حقیقت اس دعا کی میرے دل میں پھر گئی۔ اور میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی نکتہ رس طبیعت اور **انتقال ذہن** پر عش عش کر گیا۔ اور پھر میں نے بھی اسی رنگ میں دعا کرنی شروع کر دی تھی یہی دعا [illegible] کے مناسب حال تھی۔ کیونکہ باقی رہتے ہیں مقابل کے لوگ بہت تیز۔ چالاک۔ تجربہ کار اور خوب آراستہ تھے اور اُن کا گول کر لینا ایک در کنار بلکہ اپنی طاقت کی طرف دیکھنے سے تو کبھی گول کر لینا ممکن تھا۔

کسی نے کسی ماہر فن جنگ سے پوچھا تھا کہ ہتھیاروں میں سے ہتھیار سب سے اچھا کونسا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ جو وقت پر کام آجاوے۔ غرض مناسب موقع اور مناسب حال یہی ایک دعا تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بڑا **فضل** کیا اور انجام بخیر ہوا۔ اور مقابل کے لوگ کوئی گول نہ کر سکے۔ اور اس طرح سے خدا نے محض اپنے فضل سے تعلیم الاسلام ہائی سکول کو **فتح** عطا کی۔ جو کہ لڑکوں کے لئے خصوصاً موجب ازدیاد ایمان ہوئی اور قبولیت دعا کا ایک تازہ نمونہ اُن کو خدا نے اُن کے اپنے وجود میں عطا کر دیا۔ اس طرح سے مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول سنہ ۱۹۱۰ء کا امرتسر کے سرکل میں فٹ بال **چیمپین سکول** تسلیم کر لیا گیا۔ ہم اس کامیابی پر نیز مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے طلبا نے نیک اور عمدہ نمونہ دکھا کر کھیل کو عملی رنگ چڑھا دیا مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے نیک دل **ہیڈ ماسٹر** صاحب کو **مبارکباد** دیتے ہیں۔ اور پھر ماسٹر عبدالرحیم صاحب کو بھی مبارکباد دیتے ہیں جن کے زیر نگرانی فٹ بال ٹیم پریکٹس کیا کرتی ہے کہ خدا نے اُن کی محنت کو بارور کیا۔

بالآخر ہم یہ بھی لکھ دینا مناسب جانتے ہیں کہ جناب انسپکٹر صاحب مدارس حلقہ امرتسر نے اس کامیابی پر نہایت ہی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور جناب ماسٹر عبدالرحیم صاحب اور کپتان ٹیم کو مبارکباد کہی اور فرمایا کہ ہم خوش ہیں کہ آپ کی ٹیم بہت اچھا کھیلی اور دریافت فرمایا کہ آیا قادیان میں کوئی عمدہ فیلڈ مدرسہ کی طرف سے فٹ بال پریکٹس کیواسطے ہے۔

بالآخر ہم نیک مزاج منصف دل ریفریوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے فرض منصبی کو نہایت ہی احتیاط اور انصاف سے انجام دیا۔ اور جن کے نام نامی ہیں۔ **انچ سرکار** ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول امرتسر و **مسٹر رام ناتھ** منیجر بی بی این ہائی سکول امرتسر۔

اور یہ بھی قابل ذکر اور قابل شکریہ ہے کہ خالصہ ٹیم نے بڑے اخلاق سے کام لیا اور زبان درازی کی اُس شکایت کا ہمیں موقعہ نہیں دیا جو کہ گورداسپور میں پیدا ہوئی۔

غرض اس طرح سے نہایت خوشی سے ۵½ بجے فارغ ہو کر کل لڑکے بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے واپس اپنے مکان پر پہنچے۔ اس وقت چونکہ بہت سر غیر احمدی احباب بھی ہمدردی اور محبت کے تقاضا سے ساتھ ساتھ مکان تک تشریف لائے تھے۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ ایک مختصر سی دعوت اُن کو دی جاوے۔ چنانچہ بعض احمدی احباب امرتسر نے ہی چندہ کر کے کچھ شیرینی اُن کے واسطے منگائی۔ اور دعوت روحانی کے واسطے اول **سکرٹری صاحب** انجمن تشحیذ الاذہان ماسٹر عبدالرحیم صاحب نے اور پھر **پریذیڈنٹ** حضرت صاحبزادہ میاں **بشیر الدین محمود احمد** صاحب نے مختصر اور لطیف تقریریں کیں اور جلسہ برخاست ہوا۔

یہ دونو تقریریں انشاء اللہ کسی دوسری اشاعت میں درج کی جاویں گی۔

آخر میں ہم اپنے مکرم دوست شیخ فضل الرحمن صاحب ٹریفک کلرک امرتسر کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اُن کے لئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے مال میں برکت دے۔ اور اُن کو بیش از بیش اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا کرے۔ جنھوں نے اس کھیل کے موقع پر لڑکوں کے اخلاقی حالات سے خوش ہو کر اور اُن کی اس طرح کی خارق رنگ کی کامیابی دیکھکر لڑکوں کو بڑی پُر تکلف دعوت دی۔

ضرورت دعا

مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے وہ تمام طلبا جو اس سال امتحان انٹرنس میں شامل ہوئے ہیں اور جن کے نام کسی قدر تعارف اور جوش پیدا کرنے کی غرض سے درج ذیل کئے جاتے ہیں بہت ہی انکسار سے احباب احمدی سے اپنی کامیابی کے واسطے خاص خاص اوقات میں دردمندانہ دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ گوہر دین۔ عبدالعلی۔ فضل دین۔ محمد جمیل۔ خواجہ عبدالرحمن۔ مستری عبدالرحمن۔ عبدالرحمن امرتسری۔ ولی اللہ شاہ۔ عبدالحمید۔ فخر دین۔ غلام حسین۔ محمد صادق۔ عطا محمد۔ محمد امجد حسین۔ فیض احمد۔ عبدالحق۔

نیز شیخ مبارک اسمعیل جنھوں نے لاہور سے امتحان انٹرنس دیا ہے۔ ان سب کے حق میں دعائے کامیابی اور سعادت دارین کی جاوے۔

کثیر الازدواجی اور ویدک قانون قدرت

ماہ جنوری ۱۹۰۸ء کے جالندھری براہ ساز میں ایڈیٹر نے جو اپنے آپ کو بڑا ودوان اور بے شبہ دیانندی خیال کرتا ہے "کثیر الازدواجی خلاف قانون قدرت ہے" کے عنوان سے ایک مضمون لکھکر اسلام اور بانی اسلام پر بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ قبل اسکے کہ ہم اسکی تحقیقی جواب مندرجہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۴ ۱۹۰۵ء کی طرف متوجہ کریں ہم لالہ جی سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ ویدک قانون قدرت جس کے رو سے کثیر الازدواجی ناجائز ہے لالہ دیانند کے خیالات زاد ہی ہیں یا اس سے پہلے ودوان ویدک رشی اور خصوصاً مصنفان وید بھی اس قانون قدرت کو جانتے تھے اگر امر اول ہے تو دیانندی جانیں اور ان کا کام۔ کیونکہ اس صورت میں وہ حامیان وید یا پیروان وید کہلانے کی نسبت دیانندی یا دیانندی وید (تعلیم دیانند مندرجہ کتب دیانند) کے پیرو کہلانے کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر امر دوم ہے تو جو عمل مسلمہ ودوان رشیوں اور مصنفان وید کا ہوگا ہم اسے عین قانون قدرت کے بموجب تعلیم وید خیال کرینگے اور دیانند کے خیالات کو وید کے برخلاف تصور کر کے اس کی خود ساختہ تعلیم قرار دینگے۔ اگر دیانندی صاحبان یہ کہیں کہ وید کے رو سے تو کثیر الازدواجی خلاف قانون قدرت ہے اس لئے رشیوں کا عمل ان کے نزدیک قابل بحث نہیں تو ہم کہینگے کہ پھر ایسے رشیوں کے نمونے اور تعلیم موجودہ زمانہ میں پیش کر کے لوگوں کو دکھلانا جو خود بھی وید کی تعلیم پر نہیں چلتے تھے کہاں تک سچائی کی حمایت ہے لالہ دیانند کا خیال تو یہ ہے کہ ایسے کھانے کو خواہ وہ آب حیات ہی کیوں نہ ہو جس میں تھوڑا بھی زہر ہو چھوڑ دینا چاہئے مگر افسوس کہ نہ تو دیانند نے خود اور نہ اس کے پیروں نے آج تک اس پر عمل کیا ورنہ آج کے ذال کا بھی معلوم ہو جاتا۔ سید تو خیر مرغی مرغ کی مثال دیگر قابل طعن بنا مگر جن ویدک رشیوں نے کثیر الازدواجی کو جائز مان کر اس پر عمل کیا اور پھر جس ویدک مصنف نے اس خلاف قانون قدرت مسئلہ کی تائید میں مثال بیان کر کے ویدک رشیوں کی تائید کی ہے تو عجیب ہے کہ سب دیانندی مل کر ایسے ویدک مصنف اور اس کے رشیوں کے لئے ملامت کا ووٹ پاس کریں اور ان کو تو ان سے کنارہ کشی کریں تاکہ لوگ معلوم کر لیں کہ دیانندی جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں اور حقیقت میں سچ کے حامی ہیں۔ ورنہ فضول بکواس پر جس کے ساتھ عمل نہ ہو کون اعتبار کر سکتا ہے۔

اگر دیانندیوں کے نزدیک اور خصوصاً مساز بیراہ کے ایڈیٹر کے نزدیک یہ مسئلہ فی الحقیقت خلاف قانون قدرت ہے تو سب سے پہلے ملزم دیانندیوں کے نکتہ خیال کے رو سے وید ہی ٹھہرتا ہے جس کے خلاف قانون قدرت مثالیں دیکر دنیا میں اس مسئلہ کا رواج دیا۔ ہم دیانندیوں کی مسلمہ کتب کے حوالوں کے بغیر کچھ رطب ویابس پیش کرنا فضول سمجھتے ہیں ہاں تائید میں ویدک تواریخ کی بھی ورق گردانی کر لیجاوے تو حرج نہیں۔

اس خلاف قانون قدرت مسئلہ کی بنا پرش سوکت یعنی یجروید کا اکتیسواں ادھیا منتر بائیس پر ہے جس کا ترجمہ لالہ دیانند نے اپنی کتاب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا پیدائش عالم کے باب میں کیا ہے "اے پرمیشور سری اور لکشمی دو پیاری بیویوں کی مثال تیری خدمت گذار ہیں الخ"۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ اگر دو بیویاں رکھنا ویدک ایشور کے نزدیک خلاف قانون قدرت اور جرم ہے تو ایسی خلاف قانون قدرت مثال دینے سے ویدک ایشور کی کونسی عقلمندی ظاہر ہوئی اور پھر وید کی فصاحت کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔ افسوس کہ ویدک ایشور نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے نزدیک باپ بیٹی کی مجامعت بھی خلاف قانون قدرت نہیں۔ ورنہ دیانندی اپنے کسی رشی کا قول پیش کریں یا وید کا منتر ہی دکھاویں۔ کہ خلاف قانون قدرت مثالیں دیکر کوئی کلام فصیح کہلائے جانے اور پھر الہامی کلام کہلائے جانے کا مستحق ہو سکتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب اس خلاف قانون قدرت مسئلہ یعنے کثیر الازدواجی پر ویدک رشیوں کے عملدرآمد کا حال دیکھئے۔

(۱) دیانندیوں کے مسلمہ مستند شتپتھ برہمن کے مصنف رشی یاگیہ ولکیہ کی جن کی تعلیم کا بہت سا حصہ دیانند کی کتب میں بطور اقتباس موجود ہے دو عورتیں بنام میتری اور کاتیانی تھیں اس رشی کے بارے میں دیانندیوں کی یہ رائے ہے کہ یہ رشی ایشور کا سچا جاننے والا تھا (بھارت کی شجاع استریاں حصہ اول صفحہ ۶) سب سے بڑھکر یہ کہ رشی کے معنے ہی یہ ہیں کہ جو شخص تمام علوم سے ماہر ہو کر دوسروں کو پڑھاتا ہے۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ اگر کثیر الازدواجی خلاف قانون قدرت اور ویدک ایشور کے منشا کے خلاف تھی تو ایک ایسے ودوان اور خداشناس رشی کا اس پر عمل کرنا اُسے رشی اور خداشناسی کے درجہ سے گراتا ہے وہ اچھا وید کے علوم کا ماہر تھا جس نے نفس کی خاطر وید کی تعلیم پر بٹہ لگایا۔

(۲) ویدوں کی رکشا کرنے والے اور بچانے والے شلوجی مہاراج دو پیاری بیویاں پاربتی اور پاروتی نام رکھتے تھے (بھارت کی شجاع استریاں حصہ ششم اور ہفتم صفحہ ۲۳) جب اس زمانہ میں جبکہ وید کی تعلیم عالمگیر تھی وید کی رکشا کرنے اور بچانے والے ودوان رشیوں کا یہ حال تھا تو راجوں اور عوام کا کیا کہنا۔

(۳) سری کرشن جی کی آٹھ عورتیں تھیں

(۴) راجہ دسترتھ کی کیکئی کے علاوہ دو اور رانیاں تھیں (بھارت کی شجاع استریاں حصہ پنجم صفحہ ۴۲)

(۵) مہاراجہ اوتان پاد ولد سوئمبھو منو دو رانیاں بنام سوروچی اور سونیتی رکھتے تھے (ایضاً صفحہ ۵۳)

(۶) مہاراجہ سری دشرتھ دو رانیاں بھدرا اور جینا رکھتے تھے (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۷) مہاراجہ دھرو جو سوئمبھو منو کا پوتا اور راجہ اوتان پاد کا لڑکا تھا پانچ رانیاں رکھتا تھا۔ اچلا۔ سبھدری۔ الا۔ دھنیا۔ وجیّی (آریہ گزٹ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

(۸) پانڈو کی دو رانیاں کنتی اور مادری تھیں (ایدیشن مجری صفحہ ۱۱)

(۹) راجہ ارجن کی دروپدی کے علاوہ ناگ خاندان کی شاہزادی الوپی۔ منی پور کے راجہ کی لڑکی چترانگدا۔ اور سری کرشن جی کی ہمشیرہ سبھدرا تھیں۔

(۱۰) رشی نارد کے زمانہ میں راجہ ... نے کئی عورتوں سے بیاہ کیا۔

(۱۱) وچترویریہ کی دو عورتیں تھیں جن سے بیاس جی نے جماع کر کے لڑکے پیدا کئے۔

(۱۲) بھیشم پتامہ کے باپ کی دو عورتیں تھیں۔

(۱۳) بھیم کی دو عورتیں ہڈمبا اور بلندھرا تھیں۔

یہ نہایت مختصر فہرست ہے اب لالہ دیانندی صاحبان بتاویں کہ سوائے موجودہ جاہل متعصب دیانندیوں کے جنہوں نے شاید کبھی وید نہ دیکھے ہوں گے۔ ان کی روشن زمانہ کے ویدک رشی راجے مہاراجے سب ویدوں کی تعلیم کی مذمت کرنے والے اور خلاف قانون قدرت پاپوں کے دلدادہ تھے اور ان کو اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہم ویدک تعلیم کے خلاف عمل کر کے برا نمونہ قائم کر رہے ہیں اور نہ ان کے زمانہ کے دوسرے ودوانوں نے ان کو اس عمل سے روکا شاید دیانندی صاحبان یوں اٹھیں کہ اس زمانہ میں عورتیں بہت تھیں۔ اس لئے بزرگ رشی نفس پرستی کے لئے کثیر الازدواجی کے پابند رہے اور اسی لئے ویدک مصنف کا دل بھی للچایا۔ کہ اُسے بھی دو بیویاں رکھنی پڑیں۔

ہم نے کافی سے زیادہ ثبوت دیدیا ہے کہ وید کی تعلیم کے رو سے کثیر الازدواجی نہ صرف جائز ہی ہے بلکہ ویدوں کے عروج کے زمانہ میں بڑے بڑے ودوان رشی اور مہاراجے اس پر زور سے عمل پیرا تھے۔ اور اگر دیانندی اسی تعلیم کو پیش کر رہے ہیں جسے ویدک رشیوں نے پیش کیا تھا تو کم از کم اپنی تائید میں کوئی وید منتر یا کسی رشی کی بحث پیش کریں تاکہ اہل علم دیکھ سکیں کہ دیانندی تعلیم کہاں تک ویدوں کی تائید میں ہے اگر بیراہ کے مسافر نے مدلل طور پر اس معاملہ میں قلم اٹھایا۔ تو ہم اس بارہ میں مزید لکھنے کو تیار ہیں ورنہ فضول بکواس کی طرف چنداں التفات نہ کی جاوے گی۔

وما علینا الا البلاغ

خاکسار محمد منظور الٰہی سوہدروی

سامان ورزش کی عجائباتی شہرت

کرکٹ بیٹ ۔ بہترین ریشے دار کشمیر کی لکڑی کے ۱۲ بینڈل کاک کین اور دو ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پایدار ہے قیمت ۱۲ روپیہ ۔
کرکٹ بیٹ ۔ بہترین ریشے دار کشمیر کی لکڑی ۱۲ کین بینڈل اور دو ربڑ کے میچ کے لئے نہایت عمدہ ہے ۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی ۔ بینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا ۔ کرکٹ بیٹ آل کین لکڑی عمدہ مضبوط اور پایدار پریکٹس کے لئے ۱۲
کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ۔
بچوں کے کرکٹ سٹ ۱۲ ۔ ۱۳ برس کے واسطے دو بیٹ ۔ ایک سٹ وکٹس ایک بال لکڑی کا فی بکس فی سٹ
فٹ بال عمدہ کاؤ ہائڈ پایدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پایدار
بچوں کے لئے فٹ بال مع بلیڈر
کرکٹ بال گٹ سون نہایت عمدہ اور مضبوط چمڑے کے
کرکٹ بال دھاگے کے بیچ
کرکٹ بال پریکٹس
کرکٹ وکٹس فی کاپی

المشتہر

نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مال از قسم کرکٹ
سرٹیفکیٹ بیٹ پریکٹس وکٹ ۔ فٹ بال وغیرہ پہنچا ہر طرح سے قابل تعریف پایا ۔ میرے خیال میں اس سے بہت کم ہیں اس کو کم خرچ بالانشین کا مصداق پاتا ہوں ۔ نیاز مند حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول بجانپور ٹیرہ ضلع کانگڑہ ۲۰ ۱۵ ؍

لوہے کے خراس آٹا پیسنے کی مشین یہ تمام ہندوستان میں چلتی ہے ایک فی گھنٹہ ... سیر بخیتہ پیس جاتا ہے وزن تخمیناً ۲۵ من بخیتہ ہوتا ہے قیمت درجہ اول فی من بخیتہ مبلغ روپیہ
اور درجہ دوم مبلغ مبلغ
بیعانہ آنے پر
خراس وی پی کیا جاتا

لوہے کا خراس

کیا آپ بیمار ہیں ؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو اس سے کچھ بحث نہیں کہ کون سی شکایت ہے آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں مجھے ایک مرتبہ دست صاف ہو جاتا ہے ؟ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ڈوان کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) کھا لیجئے ۔ دوسرے روز صبح آپ کو دست صاف ہوگا ۔ اور پیشتر کی بہ نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا ۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے ۔ اس سے بخوبی سمجھا جائیگا کہ کیوں قبض سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ۔ جگر کی شکایات ہیجان صفرا ۔ صفراوی بخار یا تپ ۔ بدہضمی ۔ سوء ہضمی ۔ پٹھوں کی کمزوری جسم کی نقاہت امراض قلب یعنی دل دوار یعنی چکر آنا ۔ درد سر ۔ نفخ کھٹی ڈکاریں آنا ۔ اور مستورات کی بیماریاں وغیرہ اگر کچھ عرصہ تک یہ ہی حالت رہی تو خون کثیف ہو جاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے ۔ ڈوان کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکورالصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادے اور زہریلے بخرات کو آنتوں میں سے نکالتی ہیں ۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں صفرا یعنی پت کو اچھی طرح بہاتی ہیں جسم کو پاک اور صاف کرتی ہیں اور مرد عورت اور بچہ کو جلد اور ہمیشہ کے لئے صحت بخشتی ہیں ۔

بارہ آنہ والی

قیمت ۸ ؍ ۔ بارہ آنہ والی شیشی میں ڈھائی گنا گولیاں ہیں جو ۸ آنہ والی شیشی کی گولیوں سے زیادہ ہیں ۔ کل دوا فروش فروخت کرتے ہیں یا ڈوان پی ۔ او باکس ۲۰ بمبئی کے پاس سے

ڈوانس کام نیم (ڈوانس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو فوراً کم ہو جاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیا جیسا جیسا بواسیر بابر نکلی ہوئی یا خونی اسرخ بادہ ۔ کھجوا کربلا ۔ جیٹہ ۔ داد ۔ اور جلد کی سب طرح کی سوزش ۔ ٹکین نشور اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے ۔ تمام دوکاندار کے پاس قیمت دو روپیہ فی ڈبیا ۔

لاکھوں روپیہ کمانے کا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے علاوہ لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں تو حکیم نور محمد پروپرائیٹر نوری شفا خانہ موکل ضلع لاہور کے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں بنا کر فروخت کریں جسکے کمیشن ومنافع سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں ۔ اس تریاق بے نظیر وسریع الاثر مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنے سے طاعون وجملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے اور اگر مبتلائے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گھی میں ملا کر بدن پر مالش کی جائے تو سر درد و بخار چند منٹ میں دور اور سرسام و گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت وسرور حاصل ہوگا ۔ تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور ان کے لئے جن کو گلے ہوشی یا بندش گلو کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہو جاتا ہے یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے تعمیم افادہ کے لئے بشرط حلفی اقرار عدم افشا راز ادائے فیس اس کا تیار کرنا بھی سکھا دیا جاتا ہے ۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ مگر ان اشخاص سے جو ایجنٹ ہو کے یا سیکھنے کے ارادہ سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت ۔

(نوٹ) جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نمونہ اخبار ذرا جرأت سے مطلع فرما دیں

المشتہر

فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون مقام موکل ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز طراری مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھلا رہا ہے لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اس میں کچھ بھی دھوکا ہے قوائے تناسلیہ کے متعلق ان رنگوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت کی ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کے لئے لاجواب معجون طیار کی ہے جسکے چند روز استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسلیہ ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی باہیہ کی طاقت کے لئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھ ماریں کہ جواہرات سے طیار ہوئی ہے اول نمونہ مفت منگائیے پھر جب ہو طلب فرمائیں قیمت فی بکس ایک روپیہ ۸ ؍

طلا طلسمی ۔ پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی بے احتیاطیاں اور غلط کاریوں سے جو مرض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتے ہیں وہ ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیں اور معجون طلسمی کھائیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائینگے منگوانے سے پہلے نمونہ منگا کر آزماؤ ۔ قیمت

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ستیارتھ پرکاش اور آریہ دھرم۔ آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے طشت از بام کر دیا ہے۔ خصوصیت کیساتھ جواب دیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۴؍ ۔ نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط۔ حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۲؍ ۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۲؍ ۔ نور القرآن حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد قیمت ۴؍ ۔ فیصلہ آسمانی قیمت ۲؍ ۔

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات۔ تفسیر القرآن پارہ اول۔ یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے قیمت فی پارہ (۴؍) سلک مروارید حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق ناول کے طور پر لکھا ہے قیمت ۴؍ حصہ دوم ۴؍ ۔ حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲؍ ۔ برہان الحق قیمت ۳؍ ۔ مکالمۃ المسیح قیمت ۲؍ ۔ خطبات کریمیہ قیمت ۴؍ ۔ تفسیر سورہ تبت قیمت ۳؍ ۔ نمونہ قرآن مجید ۳؍ ۔

المشتہر
منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

حقیقت نماز شائع ہوگئی

کتاب حقیقت نماز جس میں خدا کے فضل سے نماز کی حقیقت کو بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے شائع ہو چکی ہے اس کتاب کا پڑھنا ہر ایک پر ضروری ہے نماز کے کل مسائل کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے کے علاوہ حضرت اقدس کے کل دعاوی پر ضمناً بحث کی ہے اور جیسا کہ اس سے قبل ایک مکمل فہرست الحکم مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۷ء میں بطور ضمیمہ شائع کر چکا ہوں آخرے پارے کی چند سورتوں کی تفسیر بھی درج کی گئی ہے کتاب کی قیمت بلحاظ اس کی خوبیوں کے کم ہے یعنے معہ محصولڈاک ۱۲؍ اور علاوہ محصول صرف ایک روپیہ درخواست ذیل کے پتہ پر آنی چاہیئے۔

شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان دارالامان

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ؎ ۔

۲- خواص و معاونین سے ؎ ۵

۳- ہندوستان سے باہر ؎ ۶

۴- غیر مذاہب والوں سے ؎ ۱۲

۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ؎ ۱۲

نوٹ

عــــہ۸ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

صاحب فنانشل کمشنر بہادر قادیان میں

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ۱۲ مارچ ۱۹۰۸ء صاحب فنانشل کمشنر بہادر کی تشریف آوری کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ ایک لمبا زمانہ گذرتا ہے کہ قادیان میں کوئی معزز عہدہ دار آیا ہو۔ اس لحاظ سے جناب فنانشل کمشنر صاحب کی تشریف آوری قادیان کے لوگوں کے لئے عموماً اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے خصوصاً بہت ہی خوش کن تھی۔ ایک وقت تھا جب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام ہمام حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے والد ماجد جناب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم سے ملاقات کرنے کے لئے بڑے بڑے عہدہ دار اور یورپین افسر تشریف لایا کرتے تھے۔ اسوقت قادیان کے سردار اور رئیس کی شہرت خاندانی وجاہت اور سرکار انگلشیہ کی خیر خواہی کی وجہ سے دنیوی رنگ میں دور دور تھی۔ مگر جب وہ زمانہ بدل گیا۔ سرکار انگریزی کے اس وفادار خاندان کا جسیت ممبر خدا تعالیٰ کے فضل سے اسکی طرف کھینچا گیا اور دنیوی شان و شوکت کا خیال اسکے دل سے محو ہو گیا اور وہ مخلوق الٰہی کی روحانی بھلائی اور بہتری کیلئے مامور ہو کر آیا ہے۔ اور **اصلاح خلق** کیلئے مہدی اور مسیح کہلا کر پبلک میں نکلا۔ اور اگرچہ اسکو موقعہ نہیں ملا کہ وہ اپنے والد بزرگوار کی طرح گھوڑوں اور سواروں سے گورنمنٹ کی مدد کرتا۔ مگر اس نے جو خدمت کی اور کسی غرض کیلئے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کیلئے کی وہ بلا مبالغہ **گورنمنٹ کی بے نظیر خدمت** ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے تو **عـــذر** کے وقت خدمت کی تھی مگر ہمارے امام نے لوگوں کی ایسی اصلاح شروع کی ہے کہ غدر کے خیالات ہی ایک جماعت کے دل سے دور کر دیئے جائیں اور آئندہ کسی وقت کے لئے گورنمنٹ کو ایسا اندیشہ ہی نہ رہے۔ اسوقت تیغ و سنان کی جنگ گورنمنٹ کیلئے اتنی نقصان رساں نہیں جسقدر خیالات میں بدظنی اور بغاوت کے نا پاک بیج کا پیدا ہونا ہے۔ پس آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے مامور ہو کر اور منصب مسیح پر ممتاز ہو کر جو دنیا میں حیرت انگیز انقلاب کا مترادف سمجھا گیا ہے ایک ایسا تغیر پیدا کیا **جسکی نظیر نہیں مل سکتی**۔ مہدی اور مسیح کی آمد کا مسئلہ ایک خطرناک مسئلہ سمجھا جاتا تھا۔ اور مسلمانوں نے علمی اور عملی غلط فہمی کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا تھا کہ آنے والے مہدی اور مسیح کا کام صرف جنگ ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ عقیدہ سخت خوفناک ہو چکا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اپنے طرز عمل اور تعلیم سے دکھا دیا کہ اسلام ہی **ایک ایسا مذہب ہے جسکی اشاعت کیلئے تلوار کی حاجت نہیں**۔ اور آنیوالا مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہوگا اور اسلام کی اشاعت عملی نمونہ اور خدا تعالیٰ کی خارق عادت تائیدوں سے کریگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی منشاء وحی کے موافق **آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا**۔ اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے اعتقادات کو حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا۔ اور اسطرح جو جماعت تیار کی اعتقادی طور پر اسکی سیرت میں اصلاح اخلاق و وفاداری اور شکر گذاری اور گورنمنٹ انگلشیہ کیلئے سچی اطاعت کی روح پھونک دی۔ اپنی شرائط بیعت میں اس امر کو داخل کر دیا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ ستر کے قریب کتابیں تالیف کرکے انمیں گورنمنٹ انگلشیہ کے برکات اور محاسن کو ممالک اسلامیہ میں کثرت سے پھیلا دیا۔ غرض چونکہ زمانہ خیالات کے نشو و نما اور ترقی کا تھا اور سواروں اور تلواروں کی حاجت نہ تھی اسلئے حضور نے گورنمنٹ انگلشیہ کے بہی خواہوں کی جماعت پیدا کرنے میں بہت بڑی کوشش فرمائی۔ اور یہ کوشش کسی صلہ اور اجر کے لئے نہیں بلکہ

محض خدا کیلئے اور خدا کے حکم سے

میں اس مضمون سے دور نکل جاؤنگا اگر اسی سلسلہ سخن کو دراز کرونگا۔ اس لئے پھر اسی مطلب کی طرف آکر کہتا ہوں۔ کہ سالہا سال کے بعد قادیان کو یہ موقع ملا۔ کہ صوبہ پنجاب کا ایک ذمہ دار اعلیٰ آفیسر اس سرزمین میں خیمہ زن ہوا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جو سرکار انگلشیہ کیلئے مذہبی رنگ میں خاص جوش وفاداری رکھتا ہے کیطرف سے اسکے خیر مقدم کے لئے بڑی خوشی اور فرحت کے ساتھ انتظام کیا گیا چنانچہ صاحب ممدوح کے اترنے کے لئے کیمپ کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کیا گیا اور انجمن نے اپنے معزز مہمان کو اپنی زمین مدرسہ میں اترنے کا موقعہ دیا۔ اس مقصد کے لئے ایک شاندار کیمپ مدرسہ کی نئی عمارت کیلئے مجوزہ زمین میں تیار کیا گیا۔ چونکہ فنانشل کمشنر بہادر کے ہمراہ ہمارے ضلع کے بیدار مغز اور وقیقہ رس نیکدل صاحب ڈپٹی کمشنر مسٹر سی ایم کنگ اور صاحب مہتمم بندوبست بھی تھے اس لئے یہ معاملہ بہت وسیع اور کہلا تا تھا مجھے ضرورت نہیں کہ میں اسکی آرایش اور تیاری کا لمبا ذکر کروں۔ بس ہے کہ خوش قسمتی سے یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی۔ تاہم میں مطمئن ہوں۔ کہ خدمت کے سرانجام دینے میں مجھ کو کامیابی ہوئی۔ ہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس کیمپ کی درستی میں جناب ملک قادر بخش صاحب تحصیلدار بٹالہ نے پوری مدد دی اور جس محنت اور جفاکشی سے انہوں نے اس موقع پر اپنے فرض کو ادا کیا وہ اسی ایک بات سے ظاہر ہے کہ بٹالہ کی تحصیل کے تین مقامات متواتر تھے جس میں اتنے بڑے ڈیرے کا انتظام اور اہتمام معمولی بات نہیں۔ مگر انہوں نے

نے کمال تندہی اور جفاکشی سے اپنے فرض کو انجام دیا۔ اور اس دورہ کے ختم کے ساتھ ہی ٹیکا طاعون کے لئے پھر نہیں دورہ پر نکلنا پڑا میں یقین کرتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کا ایک رفیع عہدہ دار جو گورنمنٹ پنجاب کے بعد دوسرے ہی نمبر پر ہے۔ تحصیلدار صاحب کی ان خدمات کو قابل قدر نظر سے دیکھے گا۔

بہرحال کیمپ تیار کیا گیا۔ صاحبان ممدوح کے گذرنے کے لئے ایک سڑک بنائی گئی اور داخلہ کیلئے ایک شاندار دروازہ تیار کرایا گیا جس کے سنہری حروف اپنے معزز مہمان کو خیر مقدم کہتے تھے۔

صاحبان ممدوح ۲۱ر مارچ کو گیارہ بجے کے قریب قادیان میں داخل ہوئے۔ قادیان کی سرحد پر حضرت اقدس علیہ السلام کے بڑے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور صدر انجمن احمدیہ کے واجب احترام سکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب اور خواجہ جمال الدین صاحب نے صاحبان ممدوح کا استقبال کیا۔ اور کیمپ کے باہر مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلباء نے سلام کیا۔ تعلیم الاسلام سکول کے طلباء یہاں دورویہ کھڑے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں تعلیم الاسلام کا جھنڈا ایک طرف صداقت اور وفاداری کا مضمون لئے ہوئے سکول موٹو دوسری طرف لہرا رہا تھا۔ صاحبان ممدوح نے ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ سے بعض ضروری امور دریافت کئے اور پھر طلباء کا سلام لیتے ہوئے ان کے حلقہ میں دروازہ تک پہونچے۔ جہاں صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے آپ کا استقبال کیا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ نے اپنی جماعت کے ان معزز اور سرگروہ ممبروں کو نام بنام پیش کیا۔ جو اس موقعہ پر حاضر تھے۔ اس تقریب پر ہولی کی تعطیلات کیوجہ سے بہت سے احباب قادیان میں موجود تھے۔ بہرحال صاحب ممدوح اس جماعت کو ملکر اس موقعہ پر بہت خوش ہوئے۔ اسی موقعہ پر سلسلہ کلام میں خواجہ صاحب نے اپنے معزز مہمان کو حضرت مسیح موعود ایسے جلیل الشان میزبان کیطرف سے **شام کی دعوت کا پیغام پیش کیا۔**

جس کا جواب بعد میں دینے کے وعدہ پر صاحب ممدوح اپنے کیمپ میں تشریف لے گئے اور جماعت کے منتخب افراد جناب صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے ان کے کیمپ میں ملے۔ مسٹر سی ایم کنگ صاحب کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی حاجت نہیں وہ ضلع بڑا خوش قسمت ہے۔ جہاں مسٹر کنگ سا ڈپٹی کمشنر ہو۔ آپ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور ہمارے معروضات کو نہایت توجہ سے سنا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے معائنہ مدرسہ کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ایڈیٹر الحکم اور جناب شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ابھی کیمپ ہی میں موجود تھے۔ جو انہیں اطلاع ملی۔ چنانچہ وہ صاحب ممدوح کے ساتھ مدرسہ تعلیم الاسلام کو آئے۔

دروازہ پر ٹرسٹیاں مدرسہ اور قوم کے معزز افراد نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا استقبال کیا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر ہر ایک سے نہایت محبت سے ملے اور مدرسہ کے تمام کمروں اور جماعتوں اور صیغوں کو نہایت توجہ اور دلچسپی سے دیکھا۔ اور اظہار مسرت فرمایا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کی نئی عمارت کا نقشہ بھی ملاحظہ فرمایا۔ اور پھر مدرسہ کی رائے بک اپنی رائے لکھنے کے لئے مانگی اور پچھلے افسروں کے معائنوں کو پڑھا۔ ان تمام امور کے بعد صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے جناب فنانشل کمشنر صاحب کیطرف سے قبول دعوت کا شکریہ کے ساتھ پیغام دیا۔ جس پر صاحبان ممدوح کا شکریہ انجمن کیطرف سے کیا گیا۔ چنانچہ شام کی دعوت صاحبان ممدوح کو حضرت مسیح موعود کی طرف سے دی گئی۔ اگرچہ یہ معمولی باتیں ہیں۔ مگر میں یہاں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز اور رفیع ارکان ہر موقعہ پر ان افراد اور خاندان کی عزت افزائی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جو اسکے ساتھ دوستانہ اور وفادارانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے والد بزرگوار کے زمانہ میں جیساکہ میں اوپر لکھ چکا ہوں گورنمنٹ کے بڑے بڑے عہدہ داران کے مکان پر بلاتکلف آتے اور دعوت کھاتے رہتے تھے۔ اس موقعہ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام اور پیشوا کی دعوت کو قبول کرکے ان معزز عہدہ داران نے سلسلہ احمدیہ کے افراد کے دلوں میں گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی کے خیالات کو بیش از پیش بڑھا دیا ہے۔

اس تقریب میں پر سب سے بڑی اور اہم بات **حضرت مرزا صاحب کی ملاقات ہے۔**

بعض نادانوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے۔ کہ حضرت اقدس سرکاری عہدہ داروں سے ملتے نہیں۔ حالانکہ یہ امر محض افترا پر مبنی ہے۔ جو شخص اپنے سلسلہ کے اغراض اور تعلیم میں گورنمنٹ کی خیر خواہی اور اطاعت کا سبق دیتا ہے۔ تو اسے اگر کسی عہدہ دار سے ملنے کا موقع پیش آوے تو اسے کب انکار ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں اسے تو خدا تعالے کیطرف سے حکم ہے۔ کہ لوگوں کی ملاقات سے تھکنا نہیں پھر وہ تو کسی کے ملنے سے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں چونکہ ایسے دنیا داروں اور خوشامدیوں کیطرح وہ کسی سے نہیں ملتے جن کی غرض صرف کسی خطاب کی خواہش یا اور مطالب کا حصول ہوتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب اپنی خدمات ان اغراض کے لئے نہیں کر رہے ہیں اس لئے انہیں جبکہ اس قسم کے اغراض سے خدا تعالے نے بالاتر فرمایا ہے۔ اور آپ کے قلب پر ان امور کا اثر ہی نہیں۔ تو وہ اس خیال اور رنگ میں رنگین کیوں ہوں۔ بہرحال اثنائے گفتگو میں جبکہ فنانشل کمشنر صاحب بہادر نے حضرت مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے خوشی کا اظہار فرمایا۔ تو قرارداد کے موافق شام کو پانچ بجے آپ کیمپ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت نظارہ عجیب تھا۔ کیمپ کے ارگرد مخلوق خدا کا ایک تانتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب معہ چند خدام کے صاحب فنانشل کمشنر صاحب بہادر کے کمرہ ملاقات میں وقت مقررہ پر پہونچے۔ فنانشل کمشنر صاحب بہادر نہایت اخلاق اور اکرام کے ساتھ **حضرت مرزا صاحب کو اپنے خیمہ کے دروازہ پر ملے اور بڑے احترام کے** ساتھ جو دونوں ملنے والوں کی شان کے شایان تھا پیش آئے حضرت اقدس اور احباب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بھی موجود تھے۔ مہمان اور میزبان میں نہایت مسرت کے ساتھ سلسلہ کلام شروع ہوا۔ حضرت مرزا صاحب پون گھنٹہ تک مناسب وقت اپنے سلسلہ کے اغراض اور مقاصد اور اپنے تعلقات گورنمنٹ پر گفتگو فرماتے رہے۔ مجھے یقین ہے کہ فنانشل کمشنر صاحب بہادر کے لئے یہ پہلا موقعہ ہوگا۔ کہ کوئی بالکل بے غرض انسان ان سے ملا ہے۔ آخر میں صاحب فنانشل کمشنر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی ملاقات پر بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔ ازاں بعد حضرت مرزا صاحب واپس تشریف لے آئے اور صاحب ممدوح نے - - - - - - - - -

- - - - - اپنے اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اور بتایا کہ باوجود ایسے معزز رتبہ اور عہدہ کے بھی وہ قابل عزت انسانوں کی تکریم کرتے ہیں۔ اور یہ بالکل غلط ہے کہ وہ دیسی شرفا سے نفرت کرتے ہیں۔ آخر میں میں جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی رائے متعلق مدرسہ درج کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس خیر مقدم کو درج کر دیتا ہوں جو اس تقریب پر میں نے شائع کیا تھا۔

رائے۔

آج اس مدرسہ کے معائنہ کے لئے جاکر مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس انسٹیٹیوشن کے معتمدین تعلیم میں حقیقی دلچسپی سے کام لیتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ انکی قابل تعریف کوشش ضلع کے اس حصہ میں تعلیم پھیلانے میں کامیابی حاصل کریں گی قصبہ کے باہر ایک معقول قطعہ زمین مدرسہ کیواسطے خرید اگیا ہے۔ جو نقشہ میں نے دیکھا ہے۔ وہ امید دلاتا ہے۔ کہ اس جگہ پر بہت خوبصورت عمارت تعمیر ہو جائیگی۔

دستخط۔ سی۔ ایم کنگ ڈپٹی کمشنر کیمپ قادیان۔ ۲۱ر مارچ ۱۹۰۸ء

خاص پرچہ الحکم

جو بہ تقریب تشریف آوری عالیجناب فنانشل کمشنر صاحب بہادر پنجاب و جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور و جناب مہتمم بندوبست صاحب بہادر ضلع گورداسپور شائع ہوا۔

خیر مقدم

اے آمدنت باعث آبادی ما ۔ ذکر تو بود زمزمہ شادی ما

ہیچمیز ایڈیٹر الحکم سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے وفاداری اور اخلاص کی جوش کے ساتھ جو اس سلسلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ بباعث اسکے احسانات عظیمہ کے جو تمام مسلمانوں پر عموماً اور ہم احمدیوں پر خصوصاً ہیں مندرجہ بالا افسران ذیشان کو قادیان کے مقام پر تشریف آوری کیلئے **ویلکم** کہتا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہمیں گورنمنٹ برطانیہ کے سایہ عاطفت میں اپنے سید و مقتدا امام ہمام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہدایتوں کے موافق اپنی محسن گورنمنٹ کو دلی شکریہ کے ایسے موقعے ملتے رہیں امید ہے صاحبان ممدوح اس ہیچمیز کی صدا

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

(۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء بوقت سیر)

حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب جو کسی کار ضروری کے واسطے حضرت اقدسؑ کی اجازت سے امروہہ تشریف لے گئے ہوئے تھے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی حضور کاسفی دجال نے بڑا دجل کر رکھا ہے اور بعض جاہل اور بے علم لوگ اس کے اس دھوکے میں آئے ہوئے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب میں ۲۵ یا ۲۶ دفعہ چاند اور سورج گرہن رمضان میں ہونیکا ثبوت دیا ہے۔

اس پر

فرمایا کہ ہم نے اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا کہ پہلے بھی رمضان میں کبھی کسوف خسوف ہوا ہو۔ بلکہ ہم تو نظام شمسی کے قائل ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کبھی پہلے بھی ایسا واقعہ ہو گیا ہو۔ ہمارا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ جن **شرایط** اور لوازم کا ذکر حدیث دارقطنی میں درج ہے ایسا آج سے پہلے کبھی واقع نہیں ہوا۔ مثلاً اس حدیث میں صاف تاریخ مقرر کی گئی ہے کہ چاند گرہن اپنے گرہن کی مقررہ تاریخوں میں سے اول تاریخ میں اور سورج گرہن اپنے گرہن کی مقررہ تاریخوں میں سے ان کے نصف میں یعنے **تیرہویں چاند** اور **اٹھائیسویں** کو سورج گرہن ہوگا۔ اور اس وقت سے پہلے سے ایک **مدعی مہدویت** کا دعویٰ موجود ہوگا۔ نہ کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کو دیکھکر دعویٰ کرے گا۔ بلکہ وہ پیشتر ہی سے دعویٰ موجود ہوگا اور اسکی تائید اور نصرت کے واسطے آسمان پر اسطرح جیسے چاند اور سورج گرہن ہوگا۔ اور علاوہ ازیں اور اور نشانات زمینی و آسمانی اور دلایل و براہین سے اپنے دعویٰ کو مبرہن کرتا ہوگا۔ اور اس کا دعویٰ خوب طرح سے شہرت پاکر دور دور اطراف میں مشہور ہو گیا ہوگا۔

پس کیا عبد الحکیم نے ایسا ہی ثبوت دیا ہے کہ وہ پہلے گرہن جو رمضان میں واقع ہوئے تھے ان میں سے کوئی ان شرایط و لوازم اور قید تاریخ سے بھی واقع ہوا تھا اور کیا اس وقت پہلے اس سے کہ وہ اسطرح کا موعودہ کسوف خسوف ظہور میں آوے کوئی مدعی مہدویت اور مسیحیت موجود تھا جس نے اپنے دعویٰ کو عام تبلیغ کے ذریعہ سے شایع بھی کیا ہو۔ اور اس کا دعویٰ دنیا میں شہرت یافتہ ہو۔ اور پھر اس کے ساتھ کوئی آسمانی یا زمینی نشان اور تائیدات بھی موجود ہوں یا قرآن و حدیث سے مبرہن کیا گیا ہو۔ ہمارا مطالبہ تو ان شرایط اور لوازم کے ساتھ کسوف خسوف ثابت کرنیکا ہے۔

دیکھو اس واقعہ کا بیان تو انگریزی اخبارات مثل سول ملٹری اور پایونیر وغیرہ نے بھی کر دیا تھا کہ اس ہیئت کذائی سے اس سے پہلے کبھی کوئی ایسا واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔

اس سے بڑھکر دجل اور بے ایمانی اور کیا ہوگی کہ سب لوازم کو ترک کرکے صرف ایک بات کو ہاتھ میں لیکر اعتراض کر دینا۔ دکھانا تو یہ چاہیے تھا کہ ایسا نشان ظاہر ہونے سے پہلے کہ وہ **مقررہ تاریخوں** میں ظاہر ہوا ہو کوئی **مدعی** بھی موجود ہو۔ پھر اس نے **دعویٰ** بھی کیا ہو۔ اس **دعوے** کی **اشاعت** بھی کی ہو۔ اور اس کو آیات و نشانات ارضی و سماوی اور دلایل قاطعہ سے **مبرہن** بھی کیا ہو۔

یونہی زبان اعتراض ہلا دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اس طرح سے تو تمام نبوت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اسجگہ ہم ناظرین کو اس انعامی مضمون کیطرف توجہ دلاتے ہیں جو الحکم مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں خان صاحب اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی کیطرف سے ایک ماہ میں جواب دینے کے واسطے مبلغ ایکسو اسی روپیہ انعام کے وعدہ پر شایع کیا گیا تھا۔ بلکہ راقم مضمون اب بھی موقع دیتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب ہمت اس انعام کو حاصل کرنا چاہیں تو پھر ایک ماہ کی اور میعاد دیجاتی ہے۔ جو کانا دجال یا اس کا کوئی اور ہم خیال یا حمایتی اب ہی طبع آزمائی کرکے اس انعام کو حاصل کریں۔ ہم خرما و ہم ثواب +

*

مولوی عبداللہ خان صاحب پٹیالوی نے عرض کیا کہ حضور تمام جماعت **پٹیالہ** نے بڑا شکر کیا تھا جس دن یہ شخص جماعت میں سے خارج کیا گیا تھا۔ وہ بارہا مجھ سے یوں مخالف ہوا کرتا تھا کہ مولوی صاحب جب کونین میں خاصیت شفا کی موجود ہے تو کیا ضرورت ہے کہ عبد الحکیم کو ڈاکٹر مانیں ہی سے کونین شفا دے۔

اسطرح جب توحید الٰہی پر ایمان لانے کا نتیجہ نجات ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ہم محمدؐ کو نبی مانیں۔ بلکہ جسطرح سے کونین بغیر اس کے بھی کہ کسی زید و بکر کو ڈاکٹر تسلیم کیا جاوے نفع پہونچاتی ہے اسی طرح توحید بھی اپنے نفع پہونچانے اور نجات دلانے کے لئے کسی رسول اور نبی ماننے کی محتاج نہیں۔

فرمایا۔ ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ بجائے اس کے کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض سنیں اور ایمان لانے کی ضرورت نہ سمجھیں اسکو سوال سنیں کیوں عبد الحکیم ہی کو جماعت سے خارج نہ کر دیں۔

۲۵ مارچ ۱۹۰۸ء بوقت سیر

جناب خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن فرخ آباد کے گذشتہ نوابی حالات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تباہی اور بربادی اور ان کے محلات کے کھنڈرات بنائے جانے کے متعلق ذکر کرتے تھے۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں یہ قاعدہ ہوتا تھا کہ ان کے درباروں میں کوئی نہ کوئی اہل اللہ بھی موجود ہوا کرتے تھے جنکی صلاح مشوروں سے بادشاہ کام کیا کرتے تھے اور ان کی دعاؤں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ مگر اب وہ حال نہیں رہا۔ بلکہ ان مسلمانوں کا بھی بنی اسرائیل والا حال ہو گیا ان کو بھی خدا نے بوجہ ان کی بدکاریوں کے چھوڑ دیا تھا اور کوئی نصرت انکی نہیں ہوتی تھی۔ وہی حال اب بھی ہو رہا ہے۔ اسلام کی نصرت اور مدد کا خدا نے خود وعدہ کیا ہے مگر کوئی مسلمان بھی ہو۔ مسلمان تو خود ہی مورد قہر و عذاب الٰہی ہو رہے ہیں انکی نصرت کیسے ہو۔

یہ چند ہندوستانی مسلمانوں کی ریاستیں جو خدا کے قہر کا نشانہ بنیں اگر یہ کچھ بھی نیک طینت ہوتے تو خدا ضرور ان کو محفوظ رکھتا اور انکی نصرت کرتا۔ یہ عذاب اور تنزل جو ان کو نصیب ہوا یہ انکی اپنی ہی بدعملیوں کا باعث تھا۔

دیکھو بنی اسرائیل کو خود حضرت موسیٰؑ کے ہوتے ہوئے شکست ہوئی تھی۔ اسمیں بھی یہی وجہ تھی کہ انکی حالت خود جاذب نصرت نہیں تھی۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ نے انکو کہدیا تھا اس وقت مقابلہ مت کرو۔ موقع مناسب نہیں اور نہ ہی وہ وقت ایسا ہے کہ تمہاری نصرت ہو +

صلاح الدین ایک نیک بخت شخص تھا۔ نماز وں کا بھی پابند تھا چنانچہ خدا تعالیٰ نے بھی اسکی تائید کی اور سخت سے سخت مشکلات اور مخالفوں کے حملوں میں اسکو فتح نصیب کی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم بگڑ جاتی ہے اور خدا کو چھوڑ کر دنیا کیطرف جھک جاتی ہے اور بدکاریوں اور فسق و فجور میں غرق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم کو خدا اپنے ارادہ سے اس پر مسلط کر دیتا ہے۔

ایک دوست نے خط کے ذریعہ اس امر کا استفسار کیا کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے اور مجھے طلاق کے واسطے حکم دیتی ہے۔ مگر مجھے بیوی سے کوئی رنجش نہیں میرے لئے کیا حکم ہے

فرمایا کہ والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اسکی اطاعت فرض ہے گمر پہلے یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔ مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کیوجہ سے ایسا کرتی ہو تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنیکی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ایسا شرعی امر ممنوع نہیں ہے جب تو [illegible] واجب طلاق ہے۔

اصل میں بعض عورتیں محض شرارت کیوجہ سے ساس کو [illegible] ہیں۔ کہ لیاں دیتی ہیں۔ ستاتی ہیں۔ بات بات میں اس کو [illegible] کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے خدا خدا کرکے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم [illegible] سکتی ہے کہ وہ بیجا طور سے اپنے بیٹے کی بہو سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ایسے لڑائی جھگڑوں میں عموماً کہا گیا ہے کہ والدہ ہی حق بجانب ہوتی ہے۔

[illegible] یہ بیٹے کی ہی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ جب اسکی والدہ ناراض ہے تو وہ کیوں ایسے بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے کہ میں ناراض نہیں ہوں۔

یہ کوئی سوکنوں کا معاملہ تو ہے نہیں۔ والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی [illegible] شرعی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث [illegible] ہے تو فوراً اسے دور کرنا چاہیئے۔ خرچ [illegible] وغیرہ کے معاملہ میں اگر والدہ ناراض ہے اور یہ بیوی کے ہاتھ میں خرچ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ماں کے ذریعہ سے خرچ کراوے۔ اور کل انتظام والدہ کے ہاتھ میں دے۔ والدہ کو بیوی کا محتاج اور دست نگر نہ کرے۔

بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہیئے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہیئے۔ اور والدہ کو خوش کرنا چاہیئے۔

دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور آفت والے درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے اگر صلح کیجاوے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔

فرمایا کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں۔ بیویوں میں باہمی [illegible] ہو جانے پر ایک بیوی خود بخود بلا اجازت اپنے میکے چلی گئی۔ وہ شخص میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں طلاق دیدوں۔ میں نے سوچا کہ یہ معاملات بہت باریک ہوتے ہیں۔ سوکن کو بڑی بڑی تلخیاں اٹھانی پڑتی ہیں اور بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ بعض عورتیں اپنی مشکلات کیوجہ سے خودکشی کر لیتی ہیں۔ جیسے دیوانہ آدمی مرفوع القلم ہوتا ہے اسیطرح یہ بھی ایسے معاملات کیوجہ سے مرفوع القلم اور واجب الرحم ہوتی ہیں۔ کیونکہ سوکن کے مشکلات ہی دیوانگی کی حد تک پہونچا دیتے ہیں۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ شخص خود ہی دوسری بیوی کیطرف زیادہ التفات کرتا تھا اور وہ بیوی بھی اس بیچاری کو کوستی اور تنگ کرتی تھی آخر مجبور ہو کر اور ان مشکلات کی برداشت نہ کرکے چلی گئی۔ چنانچہ اس شخص نے خود اقرار کیا کہ واقعی یہی بات تھی اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔

ایسے قصوروں کو تو خود خدا ہی معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ جو امر فوق الطاقت اور ناقابل برداشت ہو جاوے اس سے خدا بھی درگذر کرتا ہے۔

دیکھو حضرت ہاجرہ کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ جو کہ مومنین کی دادی تھی پہلی مرتبہ جب وہ نکالی گئی تو فرشتہ نے اسے آواز دی اور بڑی تسلی دی۔ اور اس سے اچھا سلوک کیا۔ مگر جب دوسری مرتبہ نکالی گئی تو سوکن نے کہا کہ اس کو ایسی جگہ چھوڑو جہاں نہ دانہ ہو نہ پانی۔ اسکی غرض یہی تھی کہ وہ اس طرح سے ہلاک ہو کر نیست و نابود ہو جاویگی۔ اور حضرت ابراہیم کا ایسا منشا نہ تھا مگر خدا نے حضرت ابراہیم کو کہا کہ اچھا جسطرح یہ کہتی ہے اسیطرح کیا جاوے۔ اور سارہ کی بات کو مان لے۔

اصل میں بات یہ تھی کہ خدا کا منشا قدرت نمائی کا تھا۔ توریت میں یہ قصہ مفصل لکھا ہے۔ بچہ جب بوجہ شدت پیاس رونے لگا تو بیوی ہاجرہ رضہ پہاڑ کیطرف پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گھبراہٹ سے دوڑتی بھاگتی پھرتی رہی۔ مگر جب دیکھا کہ اب یہ مرتا ہے تو بچے کو ایک جگہ ڈالکر پہاڑ کی چوٹی پر دعا کرنے لگ گئی۔ کیونکہ اسکی موت کو دیکھ نہ سکتی تھی۔ اسی اثنا میں غیب سے آواز آئی کہ ہاجرہ۔ ہاجرہ۔ لڑکے کی خبر لے۔ وہ جیتا ہے۔ آکر دیکھا تو لڑکا جیتا تھا۔ اور پانی کا چشمہ جاری تھا۔ اب وہی کنواں ہے جس کا پانی ساری دنیا میں پہونچتا ہے اور بڑی حفاظت اور تعظیم اور شوق سے پیا جاتا ہے۔

غرض یہ سارا معاملہ ہی سوکنوں کے باہمی حسد و ضد کیوجہ سے تھا۔

فرمایا خدا کا نام ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ وہی ظاہر ہے اور کوئی ظاہر نہیں۔ خدا کا ظہور دنیا میں انبیاء کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ انبیاء کا وجود خدا کے ظہور کا باعث ہوتا ہے انبیاء کے آنے سے پہلے خدا مخفی ہوتا ہے۔ لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اور زبان حال سے دنیا بول اٹھتی ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں۔ انبیاء آکر دنیا کو خواب غفلت سے جگاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے خدا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اسیواسطے انبیاء خدا نما کہلاتے ہیں۔ وہ خود فنا ہو جاتے ہیں جب خدا کا ظہور ہوتا ہے۔ دیکھو جب تک انسان اپنے نفسانی جذبات اور خودی سے فنا نہ ہو جاوے جبتک خواہ الہام بھی ہوں اور کشوف بھی دکھائے جاویں مگر کسی کام کے نہیں ہیں کیونکہ بجز اس کے کہ خدا میں اپنے آپ کو فنا کر دیا جاوے یہ امور عارضی ہوتے ہیں اور دیرپا نہیں ہوتے اور انکی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

دعا کی قبولیت کا بھی یہی زور ہے انسان جبتک اپنی خواہشات ارادوں اور علموں کو ترک کرکے خدا میں فنا نہ ہو جاوے اور خدا کی قدرت کاملہ اور قادر مطلق ہونے اور سننے اور قبول کرنیوالا ہونے پر یقین کامل اور پورا وثوق نہ رکھتا ہو جبتک دعا بھی ایک بے حقیقت چیز ہے۔ فلسفیوں کو کیوں قبولیت دعا پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو خدا کی وسیع قدرت اور باریک در باریک سامانوں کے پیدا کر دینے والا ہونے پر ایمان نہیں ہوتا۔ اور وہ خدا کی قدرت کو محدود جانتے ہیں۔ اور اپنے تجارب اور علوم پر ہی بھروسہ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کو اپنے تجارب کے مقابلہ میں یہ خیال ہی نہیں ہوتا کہ خدا بھی ہے اور وہ بھی کچھ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے بعض اوقات بعض سخت سخت مہلک امراض میں وہ لوگ یقینی اور قطعی حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ شخص بچ نہیں سکتا۔ یا اتنے عرصے میں مر جاوے گا۔ یا اس طرح سے مرے گا۔

مگر بیسیوں مثالیں ایسی خود ہماری چشم دید میں اور بعض کو ہم جانتے ہیں جن میں باوجود ان کے یقینی اور قطعی حکم لگا دینے کے خدا تعالے نے ان بیماروں کے واسطے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ آخر کار بچ گئے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض وہ بیمار جن کے حق میں یہ لوگ موت کا قطعی اور یقینی فتوے دے چکے تھے زندہ سلامت ہو گئے اور کسی دوسرے موقعہ پر ان کو مل کر شرمندہ کیا۔ اور ان کے علم و دعوی کو بھی شرمندہ کیا ہے۔

حدیث میں آیا ہے ما من داء الا و لہ دواء۔ ایک مشہور ڈاکٹر کا بھی قول یاد ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی مرض بھی ناقابل علاج نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہماری سمجھ اور عقل و علم کا نقص ہے کہ ہمارے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کیواسطے بعض ایسے ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جن سے وہ شخص جس کو ہم ناقابل علاج یقین خیال کرتے ہیں قابل علاج اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو جاوے۔ پس قطعی حکم ہرگز نہ لگانا چاہیے۔ بلکہ اگر رائے ظاہر ہی کرنی ہو تو یوں کہدو کہ ہمیں ایسا شک پڑتا ہے مگر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سامان پیدا کر دے کہ یہ

خطبہ جمعہ

از حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۲۰ر مارچ ۱۹۰۸ء

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ کذالک یبین اللہ لکم ایٰتہ لعلکم تہتدون۔

قرآن کریم کی ان آیات مین اصل الاصول اس آخری فیضان کا جو آخری حد اور کمال پر پہنچا ہوا ہو۔ بیان کیا گیا ہے۔ نیکی کا نتیجہ خدا کا فیضان ہوتا ہے۔ سو ان آیات مین نیکی اور پھر اس کے فیضان کے اصل الاصول کا بیان ہے۔

اللہ تعالےٰ ایمان اور پھر ایمان کے بابرکت بنانے کے واسطے انسان کو یون خطاب کرتا ہے۔ کہ تقویٰ کرو۔ اور تقوےٰ بھی ایسا کہ جو حق تقوےٰ ہو۔ اور مومن منتہی بن جاؤ۔

ایمان اور تقوےٰ کی سچی بنا اور اصلی جڑ عقاید صحیحہ مین۔ سو انسان کا فرض ہے کہ تکمیل ایمان اور تقوےٰ کے لئے ان عقاید صحیحہ کی تلاش اور جستجو کرے۔ اور وہ بھی اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی ایک آیت مین بیان فرما دیئے ہین جہان فرمایا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ ۲ سپارہ رکوع ۶۔ تقوےٰ کی جڑ اور بنیاد سچے عقاید ہین۔ اور ان کی جڑ کی بھی جڑ کیا ہے۔ امن باللہ۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا۔ کہ وہ ہر بدی سے منزہ اور کل صفات کاملہ کا مالک۔ اور حقیقۃً وہی معبود مقصود اور مطلوب ہے۔ اس کے اسماء۔ افعال۔ اور صفات پر کامل ایمان لانا۔ اور کہ وہ نیکی سے خوش اور بدی سے ناراض ہو کر نیکی کی عوض انعامات اور بدیون پر سزا دینے والا اور قادر مقتدر ہستی ہے۔ وہ رب ہے۔ رحمٰن ہے رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ غرض انسان جس طرح سے جب حقیقی طور سے اللہ کے صفات سے آگاہی حاصل کر کے ان پر کامل ایمان لاتا ہے تو پھر ہر بدی سے بچنے کے واسطے اس کو جناب الٰہی سے ایک راہ عطا کی جاتی ہے جس سے بدیون سے بچ جاتا ہے۔ فطرت انسانی مین یہ امر روز ازل ازل سے ودیعت کر دیا گیا ہے کہ انسان جس چیز کو اپنے واسطے یقینا مضر جانتا ہے اس کے نزدیک تک نہین جاتا بھلا کبھی کسی نے کسی سلیم الفطرت انسان کو کبھی جان بوجھ کر آگ مین ہاتھ ڈالتے یا آگ کے انگارے کہاتے ہوئے دیکھا ہے یا کوئی شخص اس حالت مین کہ اس کو اس امر کا وہم ہی ہو۔ کہ اس کے کہانے مین زہر کی آمیزش ہے۔ اس کہانے کو کہاتے دیکھا ہے یا کبھی کسی نے ایک کالے سانپ کو حالانکہ وہ جانتا ہو۔ کہ اس کے دانت نہین توڑے گئے اور اس مین زہر اور کاٹنے کی طاقت موجود ہے۔ کسی کو ہاتھ مین بے خوف پکڑنے کی جرأت کرتے دیکھا ہے یاد رکھو کہ اس کا جواب نفی مین ہی دیا جائیگا۔ کیونکہ یہ امر فطرت انسانی مین مرکوز ہے۔ کہ جس چیز کو یہ ضرر رسان یقین کرتا ہے اس کے نزدیک نہین جاتا۔ اور حتی الوسع اس سے بچتا رہتا ہے۔ تو پھر غور کا مقام ہے۔ کہ جب انسان خدا پر کامل یقین رکھتا ہو۔ اور اس کے صفات سے خوب آگاہ ہو۔ اور یہ بھی یقین رکھتا ہو۔ کہ خدا نیکی سے خوش اور بدی سے ناراض ہوتا ہے اور سخت سے سخت سزا دینے پر قادر ہے۔ اور سزا دیتا ہے۔ اور یہ کہ گناہ حقیقت مین ایک زہر ہے۔ اور خدا کی نافرمانی ایک بھسم کر دینے والی آگ ہے۔ اور اس کو آگ کے جلانے پر۔ اور زہر کے ہلاک کر دینے پر۔ اور سانپ کے کاٹنے سے مر جانے پر جیسا ایمان ہے۔ اگر ایسا ہی ایمان خدا کی نافرمانی اور گناہ کرنے پر خطرناک عذاب اور ہلاکت و عذاب کا یقین ہو۔ تو کیونکر گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر خدا کی نافرمانی کے انگارے کہائے جا سکتے ہین۔ دیکھو انسان اپنے مربی۔ دوست یار۔ آشنا۔ اور کسی طاقتور با اختیار حاکم کے سامنے کسی بدی اور گناہ کا ارتکاب نہین کر سکتا۔ اور گناہ کرتا ہے تو چھپ کر کرتا ہے۔ کسی کے سامنے نہین کرتا۔ تو پھر اگر اس کو خدا پر اتنا ایمان ہو۔ کہ وہ غیب در غیب اور پوشیدہ در پوشیدہ انسانی اندرونہ اور وسوسون کو بھی جانتا ہے۔ اور یہ کہ کوئی بدی خواہ کسی اندھیری سے اندھیری کوٹھڑی مین جا کر کیا جاوے۔ اس سے پوشیدہ نہین ہے اور یہ کہ وہ انسان کا بڑا مربی۔ رب۔ محسن۔ اور احکم الحاکمین ہے۔ تو پھر انسان کیون گناہ کی جگر سوز آگ مین پڑ سکتا ہے۔

پس ان باتون مین غور کرنے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ انسان کو خدا اور اس کے صفات اور افعال اور علیم و خبیر اور بصیر ہونے سے واقف ہونے اور قادر مقتدر اور منتقم شدید البطش ہونے پر ایمان نہین۔ ہر بدی خدا کے صفات سے غافل ہونے کی وجہ سے آتی ہے صفات الٰہی پر ایمان لانے کی کوشش کرو۔

انسان اگر خدا کے علیم و خبیر اور احکم الحاکمین ہونے پر ہی ایمان لاوے اور یقین جانے کہ مین اس کی نظر سے کسی وقت اور کسی جگہ بھی غائب نہین ہو سکتا تو پھر بدی کہان اور کیسے ممکن ہے۔ کہ سرزد ہو۔ غفلت کو چھوڑ دو کیونکہ غفلت گناہون کی جڑ ہے۔ ورنہ اگر غفلت اور خدا کے صفات سے بے علمی اور بے ایمانی نہین۔ تو کیا وجہ ہے کہ خدا کو قادر مقتدر اور احکم الحاکمین علیم و خبیر اور اخذ شدید والا مان کر اور یقین کر کے بھی اس سے گناہ سرزد ہوتے ہین۔ حالانکہ اپنے معمولی دوستون۔ آشنائون حاکمون۔ اور شرفا کے سامنے جن کا نہ علم ایسا وسیع اور نہ اُن کی طاقت اور حکومت خدا کے برابر اُن کے سامنے بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے رُکتا ہے۔ اور خدا سے لاپرواہ ہے۔ اور اس کے سامنے گناہ ... کئے جاتا ہے اس کی اصل وجہ صرف ایمان کی کمی۔ اور صفات الٰہی سے غفلت اور لاعلمی ہے۔

پس یقین جانو کہ اللہ اور اس کے اسماء اور صفات پر ایمان لانے سے بہت بدیان دور ہو جاتی ہین ۔ پھر انسان کی فطرت مین یہ بھی رکھا گیا ہے کہ انسان اپنی ہتک اور بے عزتی سے ڈرتا ہے اور جن باتون مین اسے اپنی بے عزتی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے پس غور کرنا چاہئے۔ کہ دنیا مین اس کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے گھر مین یا محلے مین یا گاؤن یا شہر مین یا اگر بہت ہی مشہور اور بہت بڑا آدمی ہے تو ملک مین بدنام ہو سکتا ہے۔ مگر قیامت کے دن جہان اولین و آخرین خدا کے کل انبیاء اولیا۔ صحابہ۔ اور تابعین اور کل صالح اور متقی مسلمان بزرگ۔ باپ دادا و پڑدادا وغیرہ اور مان بہن بیوی بچے غرض کل اقربا اور پھر خود ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہون۔ تو ذرا اس نظارہ کو آنکھون کے سامنے رکھ اس ہتک اور بے عزتی کا خیال تو کرو۔ اور اس نظارہ کو ہمیشہ آنکھ کے سامنے رکھو۔ اور پھر دیکھو تو سہی کیا گناہ ہونا ممکن ہے۔ جب انسان ذرا سی بے عزتی اور معدود چند آدمیون مین ہتک کے باعث ہونے والے کامون سے پرہیز کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے۔ کہ کہین میری ہتک نہ ہو جاوے۔ تو پھر جسکو اس نظارے کا ایمان اور یقین ہو جس کا نام **یوم الاخرۃ** ہے تو بھلا اس سے بدی کہان سرزد ہو سکتی ہے۔ پس **یوم الاخرۃ پر ایمان لانا بھی بدیون سے بچاتا ہے۔**

تیسرا بڑا ذریعہ نیکی کے حصول و توفیق اور بدی سے بچنے کا ایمان بالملائکہ ہے۔ ہر نیکی کی تحریک ایک ملک کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس تحریک کو مان لینے سے اس ملک کو ماننے والے سے انس اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ تعلق گہرا ہو جاتا ہے اور اس طرح سے ملائکہ کے نزول تک نوبت پہنچ جاتی ہے پس چاہئے کہ انسان کے دل میں جب کوئی نیکی کی تحریک پیدا ہو۔ فوراً اس کو مان لے اور اس کے مطابق عملدرآمد کرے اور اس پر اسی طرح سے کاربند ہو جاوے۔ ورنہ اگر اس موقع کو ہاتھ سے دے دیگا۔ تو پچھتانا بے سود ہوگا بعض لوگ پچھتاتے ہیں۔ کہ فلاں وقت اور موقع کیسا اچھا تھا۔ یہ کام ہم نے کیوں اس وقت نہ کر لیا۔ پس نیکی کی تحریک کا موقع فرصت اور وقت مناسب اور نیک فال سمجھکر فوراً مان لینا چاہیئے۔ اس طرح سے نیکی کی توفیق بڑھتی جاتی ہے۔ اور انسان بدیوں سے دور ہوتا جاتا ہے +

پھر اس بات کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی کامل رضامندی اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ صرف کتب الہیہ کی سچی پیروی کے سوا خدا کی رضامندی ممکن ہی نہیں۔ خدا کی پہچان اور اس کی ذات صفات اور اسماء کا پتہ خدا کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے بغیر لگ ہی نہیں سکتا۔ خدا کے اوامر و نواہی اور عبادت و فرمانبردار کے احکام معلوم کرنے کا ذریعہ کتب الہیہ ہی ہیں جو خدا کے پاک رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں +

غرض انسان کے عقاید درست ہوں تو فروعات خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ انسان کو لازم ہے۔ کہ اصل الاصول پر توجہ کرے فروعات تو ضمنی امور ہیں اور اصول کے ماتحت غور کر کے دیکھو۔ کہ جس انجمن جس کمیٹی اور سوسائٹی نے صرف فروعات میں کوشش کی ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ دیکھو اگر جڑ ہی خشک ہو تو پتوں کو پانی میں تر کرنے سے کیا فائدہ جڑ سیراب ہونی چاہئے درخت مع اپنے تمام شاخوں اور پتوں کے خود بخود سرسبز و شاداب ہو جاوے گا۔ اور ہرا بھرا نظر آنے لگے گا۔ ورنہ اگر جڑ ہی قایم نہیں تو پتوں اور شاخوں کو خواہ پانی میں ہی کیوں نہ رکھو وہ ہرگز ہرگز ہری بھری نہ ہوں گی۔ بلکہ دن بدن خشک ہوتی جاوینگی +

پس تم عقاید کی طرف توجہ کرو۔ دیکھو امام صاحب کے دل میں جماعت کی خیرخواہی اور بہتری کے ہزاروں ہزار خیالات بھرے ہیں۔ ساٹھ یا ستر کے قریب کتب موجود ہیں مگر سامنے جو بات پیش کی ہے وہ صرف ایک مختصر اور پُر معانی چھوٹی سی بات ہے کہ **دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا**۔ حضرت امام علیہ السلام نے بھی اسی قرآنی اصول کو ہاتھ میں رکھکر یہ مختصر سا فقرہ تمہارے سامنے رکھا ہے۔ اگر اصل قوی ہاتھ میں آجاوے تو فروعات خود سنور جاتے ہیں اور انسان ہر قسم کی نادانی۔ جہالت۔ گناہ۔ اور بدکاری سے مضائقہ کرنے لگ جاتا ہے۔ ہر کام میں سوچے گا۔ کہ آیا میں دین کو مقدم کر رہا ہوں یا دنیا کو۔ حکام کے سامنے۔ مقدمات میں۔ بڑے بڑے گھبرا دینے والے مصائب میں۔ شادی میں غم میں۔ رسم میں۔ رواج میں۔ خویش اقارب میں۔ دوستی میں دشمنی میں۔ لین دین میں غرضا اپنے کل کاموں میں دیکھنا پڑے گا کہ آیا میں دنیا کو دین پر تو مقدم نہیں کر رہا۔ تو اس طرح سے ہر بدی دور ہو جاوے گی۔ اور دین مقدم ہو جاوے گا۔ جو سراسر رشد اور سراپا نور ہے +

ان مرسلوں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ بدی کے دنیا میں پھیلنے کے وقت ان کے اندر خدا کی طرف سے ایک ہمت۔ استقلال۔ توجہ۔ دعا۔ قول موجہ اور فیضان کے طلب کرنے کی کوشش اور تدبیر پیدا کر دی جاتی۔ اور مرض کے مناسب حال دوائی ان کو دی جاتی ہے +

آج کل دنیا کے کالج۔ انجمنیں۔ سوسائٹیاں کمیٹیاں ایکسنیاں کمپنیاں غرض جسے دیکھو اسی کے اغراض و مقاصد حصول دنیا ہے۔ کسی طرح سے دنیوی ترقی ہو۔ کوئی ایسی راہ نکل آوے کہ دنیوی معراج نصیب ہو جاوے جسے دیکھو اسی دنیا کی دھن میں مصروف ہے۔ طبیبوں کو دیکھو فلاسفروں کو دیکھو سب کی غرض و غایت یہی حصول دنیا ہے۔ بڑے بڑے امتحانوں کی مشکل سے مشکل محنتیں اور کثیر سے کثیر اخراجات کیوں برداشت کئے جاتے ہیں۔ صرف اسی واسطے کہ کسی طرح سے دنیا نصیب ہو جاوے

دیکھو اگر کسی کے چہرے پر ذرا سا نشان پھل بہری کا نمودار ہو جائے تو اس کے والدین۔ خویش اقارب یا دوستوں۔ کو کیسے کیسے فکر لگ جاتے ہیں علاج کے واسطے کہاں سے کہاں تک پہنچتے ہیں کتنا روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ خرچ برداشت کرتے ہیں۔ وقت صرف کرتے ہیں مشکل سے مشکل تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ مگر کیوں صرف اس لئے کہ تا اس چند روزہ دنیوی زندگی میں تکلیف نہ ہو۔ لیکن اگر فکر نہیں اور بے فکری اور لاپرواہی ہے تو کس بات کی صرف دین کی۔ نہیں خرچ کرتے تو کس کے لئے دین کے لئے مرتد ہو جاوے۔ نماز نہ پڑھے۔ خدا سے غافل ہو منکر ہو اس کی پرواہ نہیں چند روزہ زندگی کے واسطے تو اتنی فکر ہے۔ فکر نہیں تو کس کا لازوال اور ابدالآباد زندگی کا +

پس یہ زمانہ بلحاظ اپنی پرفتن حالت کے اسی امر کا متقاضی تھا۔ کہ کوئی مرد خدا ایسا آتا جو دین کو مقدم کرنے کا عہد لیتا۔ اس مرض کی یہی دوا تھی۔ اور اس وقت کے مناسب حال یہی تعلیم تھی۔

میں نے ایک شخص کو نصیحت کی کہ تم قرآن شریف بھی پڑھا کرو۔ آخر وہ بھی خدا کی ایک چٹھی ہے۔ تو جواب میں بلا تامل یوں کہا۔ کہ پھر کوئی نہایت اعلےٰ قسم کی عمدہ اور میری شان کے شایان حمایل عطا کر دیجئے۔ جائے غور ہے کہ آخر اپنے دیگر ضروریات دنیوی کے واسطے بھی تو ہزاروں روپے خرچ کرتا تھا۔ اگر ایک یا دو روپے خرچ نہیں کر سکتا تھا۔ تو کس کے لئے دین کے لئے +

غرض دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک اصل ہے جو حضرت امام نے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ کام میں کاج میں۔ سونے میں جاگنے میں۔ کھانے میں پینے میں۔ لباس میں پوشاک میں۔ گھر میں باہر میں۔ عادات میں رسم و رواج میں۔ شغل میں۔ اور رہنے کا رہی میں۔ شادی میں غم میں لین دین میں۔ غرض اپنے کل کاروبار میں اسی اصل کو نصب العین رکھو اور جانچتے رہو۔ کہ دنیا مقدم ہے یا کہ دین۔ پھر ولایت کا کونسا درجہ ہے جس کو تم حاصل نہیں کر سکتے +

دیکھو تم جو اس وقت اس جگہ موجود ہو۔ عمروں میں مختلف ہو۔ بلحاظ قوم کے آپس میں بڑے بڑے اختلاف ہیں۔ رسوم و رواج عادات۔ تعلیم و تربیت خیالات امنگیں بالکل مختلف ہیں۔ عزت اور مرتبوں کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ پھر باوجود ان اختلافات کے گرمی ہے۔ اور پھر قحط کی مصیبت بھی ہے۔ ان سب کو مشکلات کے ہوتے ہوئے پھر ایک جگہ پہنچنے سے تم کیسے یکدم جمع ہو گئے ہو۔ ذرا اس میں غور تو کرو۔ اسی طرح سے **واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا**۔ اللہ تعالےٰ کی طرف چلنے کے واسطے بھی اسی طرح یکجا کوشش کرو + دعا کرو کہ باوجود ہر قسم کے اختلافات کے وحدت کی روح پھونکی جاوے۔ اور تنفر کینے فساد و تین سب دور ہو کر باہمی محبت اور ادب پیدا ہو جائے۔ تکلیف میں صبر اور استقلال نصیب ہو جاوے۔ سوء ظنی الہیمیں اور خدا کی ذات پر دور ہو جاوے۔ مصائب اور شدائد میں خدا کے ساتھ صلح ہو جاوے۔ غرض دعاؤں سے کام لو۔ اور وحدت مانگو۔ تا وحدت کے فیوض سے بھی مستفید ہو سکو۔

واذکروا اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم دیکھئے تو دیاں کی زبان۔ یہاں کا باس یہاں کا کوئی منظر یا کوئی فضا۔ اس نو آج بھی لوگوں کے اخلاق و عادات یا رسم و رواج کچھ بھی ایسا دلچسپ

بے جس سے لوگ اس طرح اس کے گرد جمع ہوکر اردگرد سے
اس طرح سمٹ آتے جیسے پروانے شمع پر۔ ہرگز نہیں۔
بلکہ میرے خیال میں تو یہ بھی ایک **وادی غیر ذی زرع** ہے۔
اس **وادی غیر ذی زرع** میں زبان کا کمال تو تھا۔ مگر یہاں
تو وہ بھی نہیں۔ وہاں سمجھا تھا جو ایک خوبی ہے۔ یہاں یہ بھی تو نہیں
صرف ایک آواز ہے جو خدا کے ایک برگزیدہ انسان نے خدا سے
نصرت اور تائید کے الہام پاکر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی دلکش
دلآویز اور سریلی راگنی گائی۔ اور بہت سے اس کو سن کر دوڑ آئے۔
پس اسی طرح اپنی آخرت کے واسطے بھی زاد راہ تیار کرنے میں
سرتوڑ کوشش کرو۔ اور اس کے واسطے دعاؤں اور [illegible]
دعاؤں سے سامان مہیا ہوں گے اور توفیق عطا کی جاوے گی۔
دیکھو قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب کسی امام سے یا پیر و مرشد
سے تعلق کرتا ہے تو سوچتا ہے کہ مجھے اس سے کیا فائدہ ہوا اور
اس کو مجھ سے کیا نفع ہوا۔ سو اگر ان لوگوں کے ساتھ جو خدا کی طرف
سے مامور ہو کر آتے ہیں اگر اول ہی اول بڑے بڑے لوگ شامل
ہو جاویں تو وہ جب غور کریں کہ ہم سے ہمیں کیا فائدہ پہنچا تو ممکن ہے کہ
دلوں میں یہ خیال آجاتا ہے کہ ہمیں تو جو فائدہ ہوا سو ہوا مگر اس پر ہمارے
بڑے بڑے احسان ہیں۔ ہماری وجہ سے اس کو عزت ملی۔
ہمارے مالوں سے اس کے سارے کام چلے۔ ہماری وجہ
سے اس کو شہرت نصیب ہوئی۔

غرض اس طرح سے وہ سلسلہ پر اپنا احسان رکھتے ہیں۔ اس
واسطے خدا جو کہ قادر مطلق ہستی اور سب کا مالک ہے اس نے
یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ ماموروں اور رسولوں کے ساتھ ابتدا میں
معمولی اور غریب لوگ ہی شامل ہوا کرتے ہیں۔ اور جتنے اکابر
اور بڑے بڑے مدبر کہلانے والے ہوتے ہیں وہ ان کے
مقابل میں کھڑے کر دیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی سفلی
کوششیں ان کے نابود کر دینے میں صرف کر لیں۔ اور اپنے
سارے زوروں سے ان رسولوں کی بیخ کنی کے منصوبے
کر لیں پھر ان کو ذلیل اور پست کر دیا جاتا ہے اور خدا کے بندوں
کی فتح اور نصرت ہوتی ہے اور وہی آخر کار کامیاب اور
مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ
تا کوئی خدائی سلسلہ پر احسان نہ رکھے۔ بلکہ خدا کی قدرت
نمائی اور ذرہ نوازی کا ایک بین ثبوت ہو کر ان مومن مستضعفوں
کے دلوں میں ایمانی ترقی ہو اور ان کے دلوں میں خدا کے
ملایا۔ اس کی قدرتوں اور کرموں کے گن گانے کے جوش
پیدا ہوں۔

پس تم اس خیال کو کبھی بھی دل میں جگہ نہ دو کہ اکابر اور
بڑے بڑے مالدار اور دوسرے عظام تمہارے ساتھ
نہیں ہیں۔ اگر تم ذلیل ہو تو تم سے پہلے بھی گزرے ہیں جو تمہاری طرح
ذلیل گزرے ہیں مگر آخر کار کامیابی کا تمغہ ایسے پاک اور
مومن ذلیلوں ہی کو عطا کیا جایا کرتا ہے۔
دیکھو موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون کیسا زبردست اور
جبروت والا بادشاہ تھا مگر خدا نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔
فرمایا:- وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔ کس طرح سے ان ضعیف اور
کمزور لوگوں کو اپنے احسان سے امام اور بادشاہ بنا دیا۔
دیکھو یہ **باتیں صرف کہنے ہی کی نہیں بلکہ عمل کرنے کی**
ہیں۔ عمل کے اصول کے واسطے کہنے والے پر حسن ظن ہونا
ضروری اور لازمی امر ہے۔ اگر دل میں ہو کہ کہنے والا مرتد،
فاسق، فاجر ہے۔ منافق ہے تو پھر نصیحت سے فائدہ اٹھانا
معلوم اور عمل کرنا ظاہر۔ بعض اوقات شیطان اس طرح سے بھی
حملہ کرتا ہے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیتا ہے۔ دل
میں نصیحت کرنے والے کے متعلق بدظنی پیدا کر دیتا ہے۔ پس اس سے
بچنے کے واسطے بھی وہی ہتھیار ہے جس کا نام دعا۔ درد مند دل
کی اور سچی تڑپ سے نکلی ہوئی دعا ہے۔

عقائد صحیحہ کے ساتھ مال کا انفاق بھی ضروری ہے۔ خیرات
کرنا۔ غریبوں۔ رشتہ داروں پر۔ یتیم بچوں کو دینا۔ مسکینوں
اور مسافروں کو دینا۔ سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں خرچ
کرنا۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مال عزیز خرچ کرنا۔ نمازیں باقاعدہ
اخلاص اور ثواب کے ماتحت ادا کرنی۔ اور ایک مقررہ حصہ
اپنے مال میں سے الگ کرنا جس کا نام زکوٰۃ ہے۔ رنج میں مصائب
میں شدائد میں۔ مقدمات میں۔ غربت میں صبر اور استقلال
سے قدم رکھنے والے ہی خدا کو پیارے ہیں۔ انہی کا نام خدا نے
صادق رکھا ہے۔ اور یہی متقی ہیں۔

ایک ہو جاؤ۔ اور وحدت کا رنگ چڑھ جاوے۔ یہاں
آنے والوں کے واسطے نہایت ضروری ہے کہ ایک دوسرے
سے میل ملاپ کریں۔ پتہ مقام دریافت کریں۔ نام و نشان
پوچھیں۔ اور آپس میں تعارف حاصل کریں۔ یہ بھی ایک راہ
ہے وحدت کے پیدا ہونے کی۔

اور اگر کوئی کہے چلو جی ہمیں کیا ہم تو ہیں پنجاب کے اور یہ
ہیں ہندوستان کے اس سرے کے۔ ہم تو آپس میں ملیں جلیں
اوروں سے کیا غرض و غایت تو وہ نادان نہیں سمجھتا کہ یہ امر
وحدت کے متضاد ہے۔ بلکہ چاہئے کہ ہر ایک یہاں کے آنے والے
کے نام و نشان سے بخوبی واقفیت اور آگاہی ہو۔ اور ایک دوسرے
کے حالات پوچھے جاویں۔ اسی طرح سے تعلق ہو جاتے ہیں۔ خدا کی
طرف سے آنے والے وحدت چاہتے ہیں **اخوان** کے معنے
اور مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے
والے ہوں۔ تعارف کو بڑھانا چاہئے۔

خدا تمہاری محنتوں، محبتوں، جانفشانیوں کو رحم سے دیکھے
اور قبول کرے اور آخر تک استحکام اور استقلال بخشے۔ یہاں تک
کہ کوچ کا وقت آجاوے۔ اور تم اپنے اقرار کے پورے پکے
رہنے والے ہو۔ اور اللہ کی رضا کے حاصل کرنے والے
اور مقدم کرنے والے بنو۔ آمین۔

جلسہ

بات کا موقع تو کم ہے۔ آپ لوگوں کے آج یہاں پر آجانے کا
تو ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اللہ ہی نے یہ ایک موقع نکال دیا ہے
اور یہ اسکی خاص حکمت ہے۔ میں فروعات کے جھگڑوں کو
پسند نہیں کرتا۔ مجھے ایک بات آپ سے کہنی ہے اور وہ یہ
ہے کہ سننے والے اس وقت میرے سامنے کچھ بچے ہیں۔ کچھ
جوان۔ کچھ ادھیڑ ہیں اور کچھ بوڑھے ہیں سب کو یہ بات سناتا
ہوں کہ میرا یہی تجربہ ہے اور محبت اور بھلائی کے لحاظ اور بہتری کی امید
سے میں نے مناسب سمجھا کہ سنا دوں۔

یاد رکھو کہ ابتدا کی عادات۔ لڑکپن اور جوانی کی بدعادتیں ایسی
طبیعت ثانی بن جاتی ہیں کہ آخر ان کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ پس
ابتدا میں دعا کی عادت ڈالو۔ اور اس ہتھیار سے کام لو کہ کوئی
بدعادت بچپن میں نہ پڑ جاوے۔ بڑے بوڑھے اپنی اولاد
کے واسطے دعائیں کریں۔ اور لڑکے اور جوان اپنے واسطے
آپ کریں کہ ابتدا میں عادات نیک ان کو نصیب ہوں۔

بعض وقت دیکھا ہے کہ بڑے بڑے عباد و زہاد اور صلحاء
کے ساتھ ساتھ وہ بچپن کی عادات چلی جاتی ہیں۔

دیکھو جھوٹ بولنا۔ چوری کرنا۔ بدنظری کرنا۔ بیجا ہنسی مذاق
اور ٹھٹھا کرنا غرض کل بدعادتیں ان سے بچنے کی کوشش کرنا
چاہئے۔ اور دعا سے کام لینا چاہئے۔ جوں جوں عمر پختہ ہوتی
جاتی ہے توں توں بدعادات بھی راسخ ہوتی جاتی ہیں۔ بعض
اوقات دل میں ایک شیطانی وسوسہ آجاتا ہے کہ چلو جی جہاں
اور اتنی نیکیاں ہیں ایک بدی بھی سہی۔ خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ
کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ اس کے فریب میں مت آنا اور ابتدا
ہی سے ان بدیوں کے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش اور سرتوڑ سعی
کرتے رہنا چاہئے۔ اور ان باتوں کے واسطے عمدہ علاج دعا۔ استغفار
لاحول۔ اور الحمد شریف کا پڑھنا اور صحبت صالحین ہے۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۲۶ر مارچ ۱۹۰۶ء (سیر)

فرمایا اگر انسان تکبر چھوڑ دے اور اخلاق اور ملنساری سے
پیش آوے تو یہ ایک بھاری معجزہ ہوتا ہے۔ اخلاقی معجزہ ہمیشہ
اپنے اندر ایک زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ درخت اپنے پھل
سے پہچانا جاتا ہے۔ سچی تعلیم اور پاک ایمان کا اثر اخلاق سے
ظاہر ہوتا ہے۔ درجہ کمال کے دو ہی حصہ ہیں ایک تعظیم اوامر
الٰہیہ۔ دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ۔ امر اول کا تعلق تو
دل سے اور خدا سے ہوتا ہے جسکو ہر ایک ہر کوئی نہیں
جان سکتا۔ دوسرا پہلو چونکہ خلقت سے تعلق رکھتا ہے اور

اول ہی اول انسان کی نظر انسانی اخلاق پر پڑتی ہے ... اس لحاظ سے اخلاق کا کمال ایک بڑا معیار ہے اور شناخت کا ایک معجزہ ہے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کے کئی ایک نمونے پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محض آپ کی اخلاقی کمال کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مشرک عیسائی مہمان آیا۔ صحابہ اس کو اپنا مہمان بنانا چاہتے تھے۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ میرا مہمان ہے۔ اس کا کھانا میں لاؤں گا۔ چنانچہ اس مشرک کو آنحضرت نے اپنے ہاں مہمان رکھا اور اسکی بہت خاطر تواضع کی اور عمدہ عمدہ کھانے اس کو کھلائے اور عمدہ مکان اور اچھا بستر اس کو رات بسر کرنے کے واسطے دیا۔ مگر وہ بوجہ کھانا زیادہ کھا جانے کے بدہضمی کی وجہ سے رات بھر اسی کوٹھڑی میں رفع حاجت کرتا رہا۔ مکان اور بستر خراب کر دیا۔ صبح منہ اندھیرے ہی شرم کے مارے اٹھ کر چلا گیا۔ مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تلاش کی اور وہ نہ ملا تو بہت ہی افسوس کیا۔ اور کپڑے جو پاخانہ سے آلودہ ہو گئے تھے خود اپنے دست مبارک سے صاف کر رہے تھے کہ وہ رستہ میں سے واپس آگیا کیونکہ وہ اپنی ایک بیش قیمت صلیب بھول گیا تھا۔ اس کو آتے دیکھ کر آنحضرت بہت خوش ہوئے اور اس سے کوئی اظہار رنج نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے اس کی مدارات اور خاطر کی اور اسکی صلیب نکال کر اسکو دیدی۔ وہ شخص اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا کہ وہیں **مسلمان** ہو گیا۔

اس کے سوا اور کئی ایسے ایسے واقعات اس قسم کے اعلیٰ درجہ اخلاق کے موجود ہیں۔ غرض یہ ہے کہ **اخلاقی معجزہ** صداقت کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔

یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے کہ اسلام کو ظالم کہا جاتا ہے۔ حالانکہ **ظالم وہ خود ہیں جو تعصب** کی وجہ سے بے سوچے سمجھے اسلام پر بے جا **اعتراض** کرتے ہیں اور باوجود بار بار سمجھانے کے نہیں سمجھتے کہ اسلام کے کل جنگ اور مقابلے کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر دفاعی رنگ میں حفاظت جان و مال کی غرض سے تھے اور کوئی بھی حرکت مسلمانوں کی طرف سے ایسی سرزد نہیں ہوئی جس کا ارتکاب اور ابتدا پہلے کفار کی طرف سے نہ ہوا ہو۔ بلکہ بعض قابل نفرین حرکات کا مقابلہ بتقاضائے وسعت اخلاق آنحضرت نے خود عمداً ترک کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ مثلاً کفار میں ایک سخت قابل نفرت رسم تھی جو کہ وہ مسلمان مردوں سے کیا کرتے تھے مگر آنحضرت نے اس قبیح فعل سے مسلمانوں کو قطعاً روک دیا۔

قرآن شریف میں بڑی بسط اور تفصیل سے اس امر کا ذکر موجود ہے مگر کوئی غور کرنے والا اور بے تعصب دل سچائی اور حق کی پیاس بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ قرآن شریف میں صاف طور سے اس امر کا ذکر آگیا ہے کہ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ یعنے ہر ایک شرارت اور فساد کا ابتدا پہلے ان کی طرف سے ہوا ہے بلکہ قرآن شریف نے تو اس امر کی بڑی وضاحت کر دی ہے کہ جنہوں نے تلوار سے مقابلہ کیا ان کا مقابلہ تلوار سے کیا جاوے۔ اور جو لوگ الگ رہتے ہیں اور انہوں نے ایسی جنگوں میں کوئی حصہ نہیں لیا ان سے تم بھی جنگ مت کرو بلکہ ان سے بیشک احسان کرو اور ان کے معاملات میں عدل کیا کرو چنانچہ فرماتا ہے کہ

لا ينهٰكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من ديارکم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين۔

دیکھنا چاہئے غور سے کہ قرآن شریف نے جن اضطراری حالتوں میں جنگ کرنے کی اجازت دی ہے کہ ان میں سے آج اس زمانہ میں کوئی بھی حالت موجود ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی جبر و تشدد کسی دینی معاملہ میں ہم پر نہیں کیا جاتا بلکہ ہر ایک کو پوری مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ اب نہ کوئی جنگ کرتا ہے کسی دینی غرض کے لئے اور نہ ہی لونڈی غلام کوئی بناتا ہے۔ نہ کوئی نماز روزے آذان حج اور ارکان اسلام کی ادائیگی سے روکتا ہے تو پھر **جہاد کیسا** اور لونڈی غلام کیسے۔

مسئلہ مساوات

فرمایا کہ آریہ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ایک یہ بھی اسلام پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اسلام نے **مرد اور عورت میں مساوات** نہیں رکھی۔ مردوں کو ترجیح دی ہے۔ فرمایا تعصب اور حق کی مخالفت نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ ایسا کہتے ان کو شرم نہیں آتی۔ پہلے اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھیں۔ اور پھر انصاف کریں۔ غور کا مقام ہے کہ ان میں سے اگر کسی آریہ کے ہاں اگر چالیس لڑکیاں بھی ہو جاویں جب تک ان کی مذہب کی رو سے اپنی بیوی کو کسی دوسرے سے منہ کالا کرانے کے واسطے بھیجنا پڑے گا تاکہ وہ اپنی نجات کے واسطے **لڑکا حاصل کرے** کیونکہ ویدوں کی تعلیم کے مطابق جس کے ہاں لڑکا نہیں اسکی مکتی نہیں۔ اب ذرا انصاف تو کریں کہ مساوات کس جانور کا نام ہے چالیس پچاس بلکہ لاتعداد لڑکیاں بھی ایک لڑکے کی برابری نہیں کر سکتیں۔ اور لڑکیاں بلحاظ کثرت کے خواہ کتنی ہی ہوں اپنی ماں کو اس قابل نفرت اور خلاف فطرت قبیح فعل سے بچا نہیں سکتیں جب تک **لڑکا پیدا نہ ہوئے** نیوگ کرانا ہی پڑے گا۔ اب بتاؤ کہ کیا تم نے **مرد و عورت** میں مساوات رکھی ہے؟

اسلام جو کہ بڑا پاک اور بالکل **فطرت** انسانی کے مطابق واقع ہوا ہے اور بڑی کامل اور حکیمانہ تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے اس نے عورتوں کے نکاح میں جسطرح ولی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اسی طرح ان کے طلاق میں بھی ایک ولی کا ہونا ضروری رکھا ہے۔ مثلاً جسطرح عورت اپنے نکاح کے واسطے اپنے ولی کی محتاج ہے اسیطرح طلاق کے واسطے بھی ولی کی محتاج ہے۔ اگر کسی عورت کا کسی خاص شخص سے گزارہ اور نباہ نہیں ہو سکتا تو اس کو اجازت ہے کہ قاضی یا حاکم وقت کی معرفت خلع کرا لے۔ تو یہی قاضی یا حاکم وقت اس کا ولی طلاق ہوگا۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔

باقی رہا ورثہ کے متعلق سو قرآن شریف نے مرد سے عورت کا حصہ نصف رکھا ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ نصف اس کو والدین کے ترکہ میں سے مل جاتا اور باقی نصف وہ اپنے سسرال میں سے جا لیتی ہے۔ اور پھر اس کے نان و نفقہ لباس و پوشاک کا ذمہ دار بھی اس کا خاوند ہوتا ہے۔ اسطرح پر ایک طرح سے عورت مرد سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

ان معترضوں کو شرم اور حیا سے کام لینا چاہئے۔ پہلے اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر جھانک لیا کریں۔ پھر زبان اعتراض کھولا کریں۔

فرمایا ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظالم کو ظالم مت کہو۔ بلکہ خود اپنے آپ کو کوسو۔ بادشاہ یا حاکم کو مت کوسو۔ اگر تم اپنی حالت کو سنوار لوگے تو حاکم بھی نرم اور رحمدل ہو جاویں گے اگر کسی کا حاکم ظالم اور جابر ہے تو وہ جان لے کہ اس کے اعمال ہی اس لائق ہیں۔ قرآن شریف نے کیا پاک اصول قائم کیا ہے۔ ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم

جب انسان پر خدا کی طرف سے ہی قہر جرم لگ جاوے تو کون ہے جو اسکی رعایت کرے۔ اور بچا سکے۔ حکام خدا کے قہر اور رحم کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر خدا خوش ہو تو حکام کے دل میں خود بخود رحم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر خدا ہی ناراض ہے تو پھر انسان خود واجب سزا ہے کسی کے گلہ کی بات۔ پس اگر تم اس دنیا میں آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو خدا کی طرف جھک جاؤ اور اپنی اصلاح کر لو۔ اور پورے طور سے خدا کے ہو جاؤ۔

من كان لله كان الله له۔ پنجابی کی مشہور مثل ہے کہ **سچے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو**۔ اصل بات یہی ہے کہ خدا خوش ہو سب خوش ہو جاتے ہیں۔ خدا کا راضی کرنا مقدم ہے۔ نادر شاہ کے حملہ کے وقت دلی کے بعض عقلمندوں نے کیا خوب کہا ہے۔ **شومئی اعمال ما صورت نادر گرفت**۔

تازہ وحی

۵ مارچ ۱۹۰۸ء

(۱) امتنا بالرحمۃ۔ اول الذکر و آخر الذکر

(۲) حٰم تلک آیات الکتاب المبین۔

(۳) لا تن روه جارية۔

(۴) کبھی معدے کے خلل سے بھی ورم ہو جاتی ہے۔

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا۔

نمبر ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۶ صفر سنہ ۱۳۲۶ | جلد ۱۲

تازہ وحی

(۲۹ و ۳۰ مارچ کی درمیانی شب)

(۱) احسن اللہ امرک
(ترجمہ۔ اللہ نے تیرا کام اچھا کر دیا۔)
(۲) احسن اللہ امری۔
(ترجمہ۔ اللہ نے میرا کام اچھا کر دیا۔
(۳) تاتیک من کل فج عمیق۔ ہدیے بڑھکر
(ترجمہ۔ میرے پاس آئیں گے (تحائف) ہر دور کی راہ سے)
(۴) رعایا میں سے ایک شخص کی موت۔
(۵)۔ فتح۔

قرآن شریف سیکھنے کی ایک مجرب اور آسان راہ

فرمودہ حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن شریف کی علوم کے حصول کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں بیان کر دیے ہیں۔ الرحمٰن علم القرآن۔ قرآن شریف کا سکھانا اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ اس کے واسطے ضرورت کس چیز کی ہے وہ بھی خود خدا تعالیٰ نے بیان فرمادی ہیں۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ متقی کو خدا تعالیٰ معارف اور علوم قرآنی سے خبردار کر دیتا ہے اور تقویٰ ایک ذریعہ ہے قرآن دانی کے واسطے دوسری جگہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ تقوے کے ساتھ جہاد اور کوشش کی بھی شرط ہے پس علوم قرآنی کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس فیض اور فضل رحمانی کا جاذب تقویٰ۔ اور جہاد۔

فرمایا کہ ہمارے نزدیک ہم نے ایک راہ کا تجربہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان دل میں سچی تڑپ اور پیاس علوم قرآنی کے حصول کے واسطے پیدا کرکے تقویٰ تام سے دعائیں کرے اور اس طرح سے قرآن شریف شروع کرے۔ **دور اول**۔ خود تنہا ایسا ترجمہ قرآن شریف لیکر جس کا ترجمہ لفظی ہو انسان کی اسمیں اپنی ملاوٹ کچھ نہ ہو اور اس کے واسطے میں شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ کا ترجمہ پسند کرتا ہوں۔ لیکر ہر روز ایک حصہ قرآن کا پڑھا کرے اور لفظوں کے معنوں میں غور کرے۔ پھر جہاں آدم اور شیطان کا حال مذکور ہو اپنے نفس میں غور کرے کہ آیا میں آدم ہوں یا کہ ابلیس۔ مو پیسے ہوں کہ زعمون جیسے یہودیوں کے خصائل ہیں یا کہ مسلمانوں کے اور اسیطرح سے عذاب کی آیات سے ڈرے اور پناہ مانگے۔ اور رحمت کی آیات سے خوش ہو اور اپنے کو رحمت کا مورد بننے کے واسطے دعائیں کرے۔ ہر روز درود و دعا استغفار اور لاحول پڑھکر شروع کرے اور اسیطرح ختم کرے۔ اسیطرح سے دور اول ختم کر دیوے۔ اور اس دور میں ایک نوٹ بک پاس رکھے مشکل مقامات اسمیں نوٹ کرتا جاوے۔

پھر دور دوم شروع کرے۔ اور اسمیں اپنی بیوی کو سامنے بٹھا کر سناوے اور یہ جانے کہ قرآن شریف ہم دونو کے واسطے نازل ہوا ہے بیوی خواہ توجہ کرے یا نہ کرے یہ سناتے جاوے اور پہلے دور کی نسبت کسیقدر بسط کرتا جاوے۔ اور پہلے طریق کیطرح اس دور کو بھی ختم کرے اور وہ پہلی نوٹ بک ساتھ رکھے اور اسے دیکھتا رہے۔ پھر اس دور میں یہ دیکھیگا کہ بہت سے وہ مشکل مقامات جو دور اول میں نہیں سمجھا تھا اس دور میں حل ہو جاوینگے۔ اس دور ثانی کی بھی ایک الگ نوٹ بک طیار کرے۔

پھر اسطرح سے **دور ثالث** شروع کرے اور گھر کے بچوں عورتوں اور پڑوسیوں کو بھی اس دور میں شامل کرلے۔ مگر وہ لوگ ایسے ہوں کہ کوئی اعتراض نہ کریں۔ اور پہلی اور دوسری دونو نوٹ بکیں اپنے سامنے رکھے اسطرح اس دور میں دیکھیگا بہت سی مشکلات جو پہلے دونو دوروں میں حل نہ ہو سکے تھے اس دفعہ حل ہو جاوینگے۔ اس دور کی الگ ایک نوٹ بک تیار کرے۔

دور ثالث کے بعد چوتھا دور عام مجمع کے سامنے شروع کرے مگر سامعین مسلمان ہوں انکی اعتراضات وغیرہ کے اگر جواب آتے ہوں تو دیتا جاوے ورنہ نوٹ بک میں نوٹ کرتا جاوے۔ اور انکی حل کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور درد دل سے دعائیں کرتا رہے۔

اور **پانچواں دور** شروع کرے۔ اور بلا امتیاز مسلمان مشرک کافر و مومن سب کو سنانا شروع کردے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور فیضان اسکے شامل حال ہوگا اور ایک بہت بڑا حصہ قرآن شریف کا اسے سکھا دیا جاویگا

بابو گیشپ چندر چٹرجی

کا مشرف باسلام ہونا

بابو صاحب موصوف کلکتہ کے ایک معزز برہمن خاندان کے معزز ممبر ہیں۔ آپ کلکتہ سے شملہ جا رہے تھے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن فرخ آباد سے جو کہ بوجہ کسیقدر علالت طبع تبدیل آب وہوا کی غرض سے قادیان تشریف لا رہے تھے گاڑی میں ملاقات ہوگئی۔ دوران گفتگو میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے منزل مقصود اور وہاں کے مفصل حالات اور حضرت اقدس کا خدا کیطرف سے زمانہ موجودہ کی اصلاح کیواسطے مبعوث ہوکر آنے کے متعلق بھی مفصل طور سے ذکر کیا۔ اور آپ کے متعلق ہر پہلو کے مفصل حالات سے بابو صاحب کو آگاہ کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی پرجوش اور ناصحانہ اور دردمندانہ تقریر اور خوش خلقی سے بابو صاحب موصوف کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ چلکر موجودہ زمانہ کے اوتار رشی اور نبی کی زیارت سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے اس بیان پر کہ میں تو وہاں جا رہا ہوں کیونکہ وہاں ایک نبی (اوتار) مبعوث ہوکر آیا ہے۔ بابو صاحب موصوف چونک پڑے اور زیارت کا از حد شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ انبالہ پہونچکر انہوں نے بھی بٹالہ کا ٹکٹ لے لیا۔ اور باوجود اسکے ایک آریہ خیال ہمراہی کے بار بار منع کرنے کے آپ انبالہ سے بٹالہ ہمراہی جناب ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے۔ جب آپ کے آریہ ہمراہی نے دیکھا کہ بابو صاحب پر اُس کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوا اور بابو صاحب کے دل میں موجودہ زمانہ کے نبی (اوتار) کی زیارت کا شوق اس قدر ہے تو اس نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو ضرور ہی دیکھنا ہی منظور ہے تو امرتسر گولڈن ٹیمپل کی سیر کر کے واپس آ جاؤ۔ مگر اس کا جواب بھی انہوں نے نفی میں دیا اور کہا کہ اینٹ پتھروں کی زیارت سے کوئی روحانی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جبکہ ایک زندہ نبی موجود ہے تو میں کیوں اسکی زیارت نہ کروں۔ اور بڑے اخلاص اور اظہار عقیدت سے حضرت اقدس سے ملاقات ہوئی۔ اور بابو صاحب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ آپ نے اپنے اسلام لانے کا ارادہ دوسرے ہی دن ظاہر کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی۔ گو حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی آپ کچھ اور ٹھہریں اور اس معاملہ میں غور کریں۔ اس طرح سے بابو صاحب کو چند روز اور ٹھیرنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے اپنے خیالات کو اور بھی مضبوط کر لیا تا آخر ۲۵ر مارچ ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپ کا نام احمد گیشپ چندر چٹرجی رکھا گیا۔

خطبہ نکاح

از حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

پیشتر اس کے کہ خطبہ نکاح درج کیا جاوے اتنا عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پرفتن زمانہ میں جہاں دینی معاملات میں ہزاروں قسم کے بدعات اور عقاید بد مروج ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہی دوسرے پہلو یعنی دنیوی امور میں بھی اسراف اور فضول خرچی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ بیاہ شادیوں میں اور خصوصًا جب اُن لوگوں کے بیاہ شادی وغیرہ کے رسومات کیطرف نظر اٹھا کر دیکھا جاوے جو اپنی دنیوی حیثیت کسیقدر متوسط درجہ کی رکھتے ہیں اور ان کے تعلقات باہمی بہت وسیع ہیں تو عجب قسم کی حیرت ہوتی ہے کہ کسطرح اپنی جھوٹی اور چند روزہ عزت کے واسطے بے دریغ روپیہ فضول کاموں میں ضائع و برباد کیا جاتا ہے۔ خصوصًا وہ **قوم اور برادری** جس سے ہمارے معزز دوست **چودہری حاکم علی صاحب** اور بابو **غلام حسن** صاحب تعلق رکھتے ہیں۔ ان کاموں میں بے دریغ روپیہ خرچ کرنا موجب عزت اور باعث فخر جانتی ہے۔ یہ قوم بلحاظ اپنے وسیع تعلقات کے بہت سے بیجا رسم و رواج میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور بہت سی قابل نفرت قابل شرم اور خلاف شریعت رسومات کا ایسے موقع پر اس میں رواج ہے مگر قابل تقلید ہیں یہ دونو صاحب اپنی زمیندار برادری میں جنہوں نے ان سارے جنجالوں اور زنجیروں کو یکدم اپنے گلوں سے اتار پھینکا اور کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کر کے بالکل سادگی اور سنت رسول اور پابندی شریعت کے مطابق یہ نکاح کیا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کا عملی نمونہ قائم کر کے . . . . دکھایا۔ اتنا ہی ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طرفین اللہ کے خاص فضل سے اپنی دنیوی حیثیت کے لحاظ سے بھی بہت خوشحال اور آسودہ ہیں۔ اور باقی قوم کیطرح بلکہ بطریق اولیٰ اُن فضولیوں پر قادر تھے مگر محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کو مقدم کرنے کی خاطر انہوں نے اُن سب رسوم و رواج کو یکدم خیرباد کہدیا۔ اور احمدی قوم کے زمیندار بھائیوں اور خصوصًا اُن لوگوں کے واسطے جو بلحاظ وسیع تعلقات بہت سے فضول اور خلاف شریعت رسم و رواج والی برادری سے تعلقات رکھتے ہیں ایک اسوہ حسنہ قایم کر دیا ہے۔ ہم اپنے دونو معزز دوستوں کو اس ہمت اور توفیق خیر پر مبارکباد کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان تعلقات کو باعث رحمت اور فضل بناوے۔ آمین۔

مضمون خطبہ

خطبہ مسنونہ کی آیات پڑھنے کے بعد فرمایا کہ یہ چند آیتیں اس غرض کیلئے پڑھی گئی ہیں کہ ان کا پڑھا جانا خطبہ نکاح کے موقع پر ایک سنت متوارثہ ہے۔ میں نے بارہا اس امر کا ذکر بوضاحت کیا ہے کہ ہر مسلمان کا عربی زبان کے ساتھ کسیقدر تعلق نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ دیکھو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو کتاب تمام دنیا کی ہدایت کیواسطے لائے وہ بھی عربی میں ہے یعنی خدائی احکام اور ہمارے مولا کی چٹھی جس میں اُس نے ہمارے کل دینی اور دنیوی امور کا مفصل ذکر فرما دیا ہے اور اپنی خوشنودی اور رضا کی راہیں بھی اسمیں درج فرمائی ہیں وہ بھی عربی میں ہے۔ پھر وہ آواز جس کے ذریعہ سے ہمیں نماز کیطرف بلایا جاتا ہے یعنی **اذان** وہ بھی **عربی** میں ہی ہے۔ نماز جو کہ عبادت الٰہی کا ایک مکمل اور بے نظیر طریقہ ہے اور جسمیں شفقت علیٰ خلق اللہ کا پورا سبق موجود ہے اور گویا کہ وہ **معراج المومنین** ہے۔ اس کا بھی بڑا حصہ **عربی زبان** میں ہی ہے۔ اگرچہ ماثورہ دعاؤں کے بعد اور دعاؤں کے واسطے ہر زبان میں اجازت ہے۔ الحمد شریف کا پڑھا جانا ہر نماز میں نہایت ضروری اور لازمی رکھا گیا ہے اور وہ بھی عربی زبان میں ہے۔ خطبہ نکاح میں بھی چند آیات اور فقرے عربی زبان کے لازمی طور سے رکھے گئے ہیں۔ تو ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے دل میں جہاں وحدت کی روح پھونکنے کیواسطے اور اور ذرایع کا استعمال کرنا تھا وہاں منجملہ ان ذرایع کے تعلیم عربی ہی تھی۔ بہت سے اختلاف صرف عربی زبان کے نہ سیکھنے کیوجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ غرض وحدت قومی کے پیدا کرنیکا ایک بڑا بھاری ذریعہ زبان عربی سے واقفیت حاصل کرنا بھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اگر انسان صرف اتنے حصہ زبان کے الفاظ کو بھی اچھی طرح سمجھ لے جو مسلمانوں میں روزمرہ کے بول چال میں مروج ہیں تو بھی ایک حصہ قرآن شریف کا جو ذکر کے متعلق ہے اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ مگر خدا جانے کیا وجہ ہے کہ کیوں لوگ اسطرف توجہ نہیں کرتے۔ انگریزی جیسی دور دراز ملک کی زبان اور پشتو جیسی بوجھیلی زبان پنجابی جیسی مشکل اور کشمیری جیسی نرم زبان سیکھ لیتے ہیں مگر نہیں سیکھنے کی کوشش کرتے اور نہیں دلچسپی پیدا کرتے تو کس زبان سے قرآن اور رسول پاکؐ کی پیاری اور دلربا زبان سے۔

اب چونکہ نماز ظہر کا وقت ہے اور نیز بارہا ایسے مضامین سننے کا آپ لوگوں کو موقع ملتا رہتا ہے اسواسطے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نکاح کی اجازت بابو غلام حسن صاحب نے جو کہ لڑکی کے والد اور ولی ہیں مجھے بذریعہ ایک خط کے دی ہے جسمیں انہوں نے لڑکی کیطرف سے بھی تہویت بذریعہ تحریر بھیجی ہے۔ اسطرح کی تحریر سے انکی اس شوق کا اظہار ہوتا ہے جو انکو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیواسطے ہے۔ چودہری حاکم علی صاحب بھی اور بابو غلام حسن صاحب بھی جہانتک میرا علم ہے دونو حضرت اقدس کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مرزا صاحب کی نبوت سے کیا مراد ہے؟

ہمارے مکفرین غور کریں!

جاننا چاہیئے۔ کہ ہم احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ جو کسی قرآنی حکم کو آکر منسوخ کر دے۔ ہمارے نزدیک قرآنی احکام میں تنسیخ و ترمیم کو راہ نہیں۔ جناب مرزا صاحب کی نبوت کوئی تشریعی نبوت نہیں۔ جو احمدیوں پر اعتراض ہوتے صرف نبی کا لفظ سُنکر کافر کہدینا کونسی بھلے مانسی ہے دیکھو تفسیر حسینی میں زیر آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبیا۔ نبی کی یہ تعریف لکھی ہے ''نبی آنکہ آواز شنود ملہم گردد یا خواب بیند'' جب خواب دیکھنے والے کو نبی کہہ سکتے ہیں۔ تو پھر اگر جناب مرزا صاحب کو کثرت مکالمہ۔ اور مخاطبہ اور پیشگوئیوں کی وجہ سے نبی کہا گیا۔ تو کیوں اس کو کفر سمجھا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام شرح بخاری میں حضرت مریم صدیقہ کی نبوت پر جہاں بحث کی گئی ہے۔ وہاں نبی کی تعریف میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے کہ ''ہر کس کہ آمد او را فرشتہ از خدا بحکمے از امر و نہی یا باعلام بآنچہ کہ خواست پس وے نبی است''۔ قرآن شریف نے ایسے شخص کو جس کو غیب کی خبریں بتائی جاویں رسول کہا ہے۔ دیکھو آیت فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول بعض لوگ محض شرارت کی وجہ سے سیدھے سادھے مسلمانوں کو بہکانے اور بھڑکانے کے لئے جناب حضرت مرزا صاحب کی رسالت اور نبوت کو پیش کرکے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کو پڑھکر سنا دیتے ہیں۔ جس سے جاہل آدمی بلا سوچے سمجھے غضب میں آکر بکنے لگ جاتے ہیں۔ کیا واعظ۔ کیا سامع۔ کوئی بھی احمدیوں کو کافر کہنے کے وقت خدا کا خوف نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی انصاف سے اس مسئلہ کی تحقیق چاہتا ہے۔ رسول یا نبی کا لفظ سنا۔ جھٹ کافر کہہ دیا۔ حالانکہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام بار بار اپنی تصانیف میں تحریر فرما چکے ہیں۔ کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے اپنے ہادی و پیشوا جناب سرور انبیا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں وہ درجہ بخشا کہ اللہ تعالیٰ۔ بذریعہ وحی کے میرے ساتھ کلام فرماتا ہے۔ اور غیب کی خبریں مجھپر کھولی جاتی ہیں۔ اس واسطے خداوند کریم نے مجھکو رسول اور نبی کہا۔ مہدی اور مسیح کا لقب دیا۔ ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے تھے اپنے پیارے حبیب فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ میں کوئی نئی کتاب اور نئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ جو جو نشانات و معجزات میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ میرے آقا و مولیٰ جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض اور انہیں کی صداقت ہے ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اب اگر کوئی متعصب۔ بیخوف۔ جاہل آدمی اپنے تعصب بے غوری اور جہالت کی وجہ سے خاتم النبیین کے یہ معنے کرے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے فیض کا دروازہ قیامت تک بند ہے اور اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک مردہ مذہب ہے اور جیسے آپ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں۔ ویسے ہی روحانی اولاد سے بھی آپ کو محروم سمجھتا ہے یا حدیث لا نبی بعدی سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ امت محمدیہ سے جزئی نبوت کا مدعی اور قائل دونوں کافر ہیں اس امت میں کسی کو نبی یا رسول کہنا تا یوم حشر ممنوع اور ناجائز ہے۔ تو ایسا شخص نبوت اسلام اور ایک مسلمان کو کافر کہنے کے سبب سے خود کافر ہے نہ کہ مسلمان کیونکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح کو نبی اللہ کہا ہے اور وہ بموجب آیت استخلاف اور حدیث اماکم منکم اسی امت سے ہونا چاہیئے پس نبی اللہ کو کافر کہنے والا کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کب روا ہے۔ غیر احمدی غور کریں۔ نیز قرآن شریف میں ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین اس آیت میں مع النبیین موجود ہے۔ جو لوگ اس امت میں لفظ نبی کا استعمال کفر سمجھتے ہیں۔ اب ان کو بھی اس کفر سے حصہ لینا پڑا۔ یا لفظ صدیق۔ شہید صالح سے بھی انکار کریں۔ کہ ان کا استعمال بھی کفر ہے جو شخص خدا اور رسولؐ کا فرمانبردار ہے۔ اور صدیقین شہداء۔ صالحین کے ساتھ ملکر صدیق۔ شہید۔ صالح کہلا سکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ نبیین کے ساتھ ملکر نبی نہیں کہلا سکتا ہے۔ جو معنے مع النبیین کے ہیں وہی مع الصدیقین کے ہیں۔ کیا توفنا مع الابرار میں یہ سمجھا گیا ہے کہ تم ابرار نہیں ہو سکتے۔ سوچو اور غور کرو اور پھر دوسری آیت اس بحث کے متعلق یہ ہے یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۃ اعراف) یہاں اللہ تعالیٰ نے یاتینکم رسل منکم فرما کر ظاہر فرما دیا کہ اس اُمت میں بھی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے بعض خادم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل ہو کر آئیں گے۔ اس کا ترجمہ تفسیر حسینی میں اس طرح لکھا ہے ''خطاب با مشرکان عرب است۔ چوں بیایند بشما پیغمبران از شما بزبان شما واضح آنست کہ خطاب عام وارد شدے اے فرزندان آدم چوں بیایند فرستادگان بشما از نوع شما بخوانند بر شما آیتہائے کتاب مرا یا خبر دہند شما را با حکام شریعت الخ۔ اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے کہ مراد آیات سے آیات قرآنی ہیں۔ جس سے یہ عذر کہ آیۃ میں انبیاء سابقین کا ذکر ہے۔ باطل ہو گیا۔ سباق آیۃ بھی اس عذر کو رد کرتا ہے۔ اس سے پہلے کی آیت میں ہے یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد بعضے بر آنند کہ این خطاب عام است واکثر مفسران گویند کہ خاص است بمسلمانان۔ (تفسیر حسینی) پھر اس یا بنی کے بعد یا بنی ہے۔ جس میں رسولوں کا آنا لکھا ہے۔ درمیان میں کسی اور نبی کا ذکر نہیں جو عذر بالا کو قبول کیا جاوے۔ لہذا ہمیں کافر کہنے والے غیر احمدی ذرا سوچیں۔ کیا وہ اپنے ان مفسرین کو بھی کافر کہدیں گے۔ جو اس بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس امت سے رسول آوینگے۔ میں ان متعصب ملانوں پر حیران ہوں۔ کہ کس منہ سے یہ حدیث لا نبی بعدی کو پیش کرکے ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیثوں سے ہر مومن صالح کا جزئی نبی ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری کتاب التعبیر میں یہ حدیثیں موجود ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ۔ ایضاً ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ گفت ابو ہریرہ شنیدم رسول خدا را کہ فرمود باقی نماندہ است از نبوت مگر خواب ہائے صالح کہ دلالت دارد بر بشارت پیغمبری واز عالم وحی است وبہرہ از ان دارد (تیسیر القاری شرح بخاری) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر الخ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فی من کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر قال ابن عباس من نبی ولا محدث۔ ہر آئینہ تحقیق بودند در آنچہ پیش از شما امتہائے مردمانے محدثان

وتفسیر کردہ اند آنکہ محدث بفتح دال مشدد ملہم بمعنی ملہم کہ گویا حدیث کردہ شود از غیب پس سے گوئید آنحدیث را وبعضے بمعنی متفرس گفتہ یعنی آنکہ در سے یا بد صواب را بحدس وفراست ایمانی کہ دارد و بعضے گوئند آنکہ کلام می کنند او را ملائکہ بے نبوت وبعضے گوئند آنکہ جاری سے شود صواب بر زبان وے بے قصد و در حقیقت ایں ہمہ عبارت اند از یک معنے واحد کہ ملہم بصواب است - پس اگر باشد در امت من یکی محدث پس تحقیق آن عمر است وظاہر تعلیق اگرچہ تردد است ولیکن مقصود نہ چنان است - زیرا کہ امت بہ افضل امم است و ہرگاہ در امم سابقہ موجود بودہ دریں امت بطریق اولی باشد بلکہ مراد تاکید اتصاف عمر است بایں منقب چنانکہ سے گوئید اگر مرا دوستے در دنیا باشد فلاں است مراد اختصاص فلاں است بکمال دوستی نہ نفی دوستان (شیخ الاسلام شرح بخاری) - شارح طیبی نے لکھا ہے - المراد بالمحدث الملہم البالغ فی ذلک مبلغ النبی صلی اللہ (فتح الباری شرح بخاری) یعنے محدث سے وہ ملہم مراد ہے - جو اپنے الہامات کے صدق میں مبلغ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا ہو - دیکھو! ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ خواب مومن نبوت کا ٹکڑہ ہے اور مبشرات عالم وحی سے ہے - اور جنس نبوت سے یہ نوع باقی ہے اور اس امت میں جو خیر الامم ہے ہمیشہ محدث آتے رہینگے - مگر یہ ظالم اور دشمن اسلام مولوی محض ضد اور تعصب سے مومنوں کو کافر اور اسلام کو بدنام کر رہے ہیں - لا نبی بعدی جیسے سیکڑوں لا انہوں نے خاص کر دیئے اور کافر نہ ہوئے - بلکہ خالص مسلمان بنے رہے جیسے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ - ولا دین لمن لا عہد لہ - لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب لا نکاح الا بولی - لا حسد الا فی اثنتین - وغیرہ - لیکن احمدی اگر اس لا کا عموم قائم نہ رکھیں تو کافر ہائے تعصب ... سنیا ناس میں ناظرین کو ... شیخ الاسلام شرح بخاری سے اسی قسم کی ایک مثال سناتا ہوں - بخاری میں ابی ہریرہ سے روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبی - یعنے نیست درمیان من ومیان عیسیٰ پیغمبرے - و چونکہ ظاہر حدیث دال مخالف ہے اس آیت کے جو سورۃ یسین میں ہے - واضرب لھم مثلا اصحاب القریۃ اذ جاءھا المرسلون - موضح القرآن میں ہے "یہ شہر تھا انطاکیہ حضرت عیسیٰ کے دو یار وہاں پہنچے" آیت میں ان کو مرسل کہا گیا - حالانکہ حدیث میں ہے لیس بینی وبینہ نبی - دوم مخالف ہے اس قول کی جو خود شارح نے درج کیا - جرجیس وخالد بن سنان دو پیغمبرے بودند پس از عیسیٰ الخ وقصہ خالد بن سنان آوردہ است آنرا حاکم در مستدرک از حدیث ابن عباس"۔ اس لئے شارح حدیث کے متعلق لکھتا ہے "مراد ازیں حدیث آنست کہ نیست میان من و میان عیسیٰ پیغمبرے بشریعت مستقلہ و ..... مبعوث نشدہ بعد از عیسیٰ کسے کہ مبعوث شدہ مگر بہ تقریر شریعت عیسیٰ" اسی طرح تکملہ مجمع البحار میں جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کے قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ - تطبیق حدیث لا نبی بعدی سے یوں کی گئی ہے لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ یعنے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آئیگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے - شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی بھی اسی کے قائل ہیں - چنانچہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں فان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھو نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخا لشرعہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یزید شرعہ حکما اخر وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی فلا رسول بعدی الی احد من خلق اللہ بشرع یدعوھم الیہ فھذا ھو الذی انقطع وسد بابہ لا مقام النبوۃ - یعنے جو نبوت منقطع ہو گئی وہ تشریعی نبوت ہے - مقام نبوت منقطع نہیں ہوا - پس کوئی شرع ایسی نہیں آسکتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کو منسوخ کردے - نہ شریعت محمدیہ میں کوئی حکم بڑھ سکتا ہے اور یہی معنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت و نبوۃ منقطع ہو گئی - پس کوئی رسول یا نبی میرے بعد نہ ہوگا یعنے میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا - جو میری شریعت کے خلاف شریعت پر ہو - بلکہ جب کوئی نبی یا رسول ہوگا تو وہ میری شریعت کا تابع ہوگا - پس کوئی رسول ایسا نہیں آئے گا - جو خلق اللہ کو غیر شریعت محمدیہ کی طرف بلائے - یہی امر منقطع ہو گیا اور اسی کا دروازہ بند ہوا ہے - مقام نبوت منقطع نہیں ہوا -

الغرض جو لوگ ہم احمدیوں کو محض اس وجہ سے کافر کہہ رہے ہیں کہ ہم حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کو جناب سرور انبیاء حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز سمجھکر ان کی ظلی اور بروزی نبوت کے قائل ہیں - وہ ذرا خدا ترس دل کرکے میرے اس مضمون کو پڑھیں اور انصاف کریں - کہ بموجب حدیث اذا قال الرجل لاخیہ کافر فقد باء بہ اور حدیث ومن رمی مومنا بکفر فھو کقتلہ - کون کافر اور قاتل وظالم ہے - بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہوگا - کہ جو شخص جو عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جو بنی اسرائیل کا پیغمبر تھا - جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بشارت دی - مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد - اخیر زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہو کر چالیس سال دنیا میں رہیگا اور بعض قرآنی احکام مثل لا اکراہ فی الدین اور حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون یعنے اپنے اس قول ولم یجعلنی جبارا شقیا کے برخلاف دین میں جبر واکراہ کرکے جزیہ وغیرہ کو منسوخ کردے گا - نیز ایسا عقیدہ رکھنے والا حضرت عیسیٰ کی محبت میں عیسائیوں کی طرح حد سے بڑھا ہوا ہے اپنے پیغمبرؐ کی وہ عزت نہیں کرتا جو حضرت عیسیٰ کی کرتا ہے - بات بات میں اُن کو خصوصیت دے رکھی ہے - مثلاً تَوَفّی کے لفظ پر ہی غور کرو - اگر اور انبیاء کے حق میں آوے - تو معنے موت اور اگر یہی لفظ حضرت عیسیٰ کے حق میں آوے - تو اس کے معنے زندہ بمعہ جسم آسمان پر اُٹھانے کے کئے جاتے ہیں ایسا ہی ثم بعثنا من بعدہ رسلا - ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ وھرون وغیرہ آیات اور الخلافت بعدی ثلثون سنۃ - لا نبی بعدی وغیرہ احادیث میں لفظ بعد کے معنے موت مگر حضرت عیسیٰ کا من بعدی جو آیت میں ذکر ہوا تَوَفّی کی طرح یہ معنے رکھتا ہے - کہ وہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جا بیٹھے (شاباش اے چودھویں صدی کے علماء) اب انصاف کرو - یہ عقیدہ رکھنے والا جس نے حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے پیغمبر کو اُتار کر شریعت محمدی علی صاحبہا التحیۃ والصلوۃ کے حکم منسوخ کر دیئے - یہ تو آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کا پورا ماننے والا اور پکا مسلمان - لیکن جو شخص جناب افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کا آنا نہیں مانتا جو قرآن شریف کے کسی چھوٹے سے حکم کو بھی منسوخ کردے وہ کافر اور بے دین - فتدبروا یا اولی الابصار -

اے ہمارے مسلمان بھائیو! خوب یاد رکھو - ہمارے مرشد و امام جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تم کو مرض شرک میں مبتلا پا کر الہام ربانی اعلیٰ درجہ کی توحید کا نسخہ بتایا ہے - جب تک ان کے مطب روحانی میں داخل ہو کر تم لوگ اس نسخہ کا استعمال نہیں کرو گے - تب تک اس خطرناک موسم میں تم کو کبھی صحت ایمانی حاصل نہیں ہو سکتی - آؤ اپنی جانوں پر رحم کرو - کیونکہ ضد و تعصب کی بد پرہیزی سے اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو - اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت بخشے - تاکہ تم اپنے خیر خواہ امام کو شناخت کر سکو - آمین!

راقم
کرم داد احمدی از دولمیال ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جن اور شہاب ثاقب

پر حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر بعد از نماز فجر

۲۱ مارچ ۱۹۰۸ء

فرمایا میں اس وقت کسی وعظ کے واسطے نہیں کھڑا ہوا۔ بلکہ ایک شخص کا سوال تھا جس کے جواب میں میں بیٹھا بیٹھا ہی گفتگو کر رہا تھا۔ مگر بعض دوستوں کے ارشاد کی تعمیل کے واسطے کھڑا ہو گیا ہوں۔ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے اور سچی محبت ہوتی ہے۔ تو انسان اپنے محبوب کی بات سننے کا بہت ہی شوق رکھتا ہے اور دل میں ہوتا ہے کہ خدا جانے اس کے مونہہ سے کیا اچھا مضمون یا آلاویز نصیحت یا کوئی مفید کلام نکلے گا لہذا یہ اپنے محبوب کی باتوں کو سننے کے واسطے بہت کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے اس وقت ہمارے کھڑے ہو کر تقریر کرنے کی ہے۔ بیٹھکر جس پہلو سے تقریر کر رہا تھا اب اس پہلو کو بدلنا پڑا اور اس بات کو عام فائدہ کے رنگ میں لانا پڑا ہے۔

یاد رکھو کہ وعظ کرنا تین شخصوں کا کام ہے اول تو ملہمین کا جن کو براہ راست کسی امر کے پہنچانے کا ارشاد الہیٰ ہوتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کو مامورین کی طرف سے کسی وعظ و نصیحت کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ تیسرے متکبر۔ یاد رکھو مجھے وعظ کا شوق نہیں ہے اور نہ میں کسی دنیوی بڑائی اور بزرگی کا طالب ہوں۔ بلکہ وعظ کرنے میں تو مجھے بعض اوقات سخت سے سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ میں جب وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ تو مجھے اپنے نفس کی فکر دامنگیر ہو جاتی ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ جو لوگ خدا کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے واسطے مامور ہو کر آتے ہیں ان کے دل میں یہ بات میخ فولاد کی طرح مضبوطی اور استحکام سے گڑی ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح سے انسان کا ظاہر و باطن یکساں ہو جاوے۔ اور ان کی ساری توجہ اور کوشش اسی بات میں ہوتی ہے۔ کہ کس طرح یہ بندے خدا کے بن جاویں۔ وہ لوگ اگر ان کو کوئی موقع ہاتھ آ جاوے۔ تو ظاہری اور دنیوی امور سے بات کو پھیر پھار کر روحانیت اور باطن کی طرف لیجاتے ہیں اور توحید اور رسالت حقوق اللہ اور حقوق المخلوق کا وعظ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کی ہر ایک ظاہر بات کا ایک باطن ہوتا ہے اور ظاہر کی تہہ میں ایک وعظ مدنظر ہوتا ہے جو توحید اور رسالت کے اثبات میں ہوتا ہے۔

دنیا میں مختلف قسم کے طبائع ہوتے ہیں بعض پیسے اور دنیا کے بندے اور بعض جسمانی صفائی اور ضروریات کے خواہاں اور ایک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جن کو روح کی فکر ہوتی ہے۔

دیکھو حضرت یوسف ؑ قید خانے میں ہیں ادھر تین آدمیوں نے خواب دیکھا۔ دو تو ان کے صاحب قید ہیں اور ایک بادشاہ وقت۔ خواب میں قیدیوں نے ان کے سامنے اپنے خواب بیان کئے اور تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسف ؑ نے بجائے اس کے کہ ان کو تعبیر بتا دیں۔ وعظ شروع کر دیا اور موقع کو غنیمت جان کر تبلیغ کرنے لگ گئے ہیں۔ ارے بھائی میں تمہیں اس کی تعبیر تمہارا کھانا آنے سے پہلے ہی بتا دونگا۔ بھلا تمہیں خبر بھی ہے۔ کہ مجھے علم تعبیر کیسے ملا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے کفر و شرک اور بے دینی کا مذہب چھوڑ کر توحید کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جو کہ ابراہیم اسحق اور یعقوب جیسے پاک بزرگوں کا مذہب ہے۔ غور کا مقام ہے۔ کہ شرک تو ہمیں کسی حالت میں بھی کرنا جائز و روا نہیں۔ خدا کا یہ فضل ہے کہ اس نے مجھے شرک سے بچنے کی توفیق دی اور پھر مجھ پر انعام و اکرام کئے۔ اے میرے صاحبو بھلا غور کرو۔ کہ ایک خدا کی فرمانبرداری اور عبادت اچھی ہے۔ یا کہ کئی مختلف ارباب بنا لینے اچھے ہیں۔ شرک تو ایک ایسی بے دلیل بیرہ ہے۔ کہ خدائی تائید اس کے شامل حال ہی نہیں اور کوئی حجت برہ اور دلیل قاطعہ اس کے ماننے والوں کے پاس نہیں ہے پس تم بھی خدائی فیصلہ کو مانو اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کرو۔ اور شرک سے توبہ کر کے ایک خدا کی پرستش کرو۔ توحید کی راہ ہی ایک مضبوط اور سیدھی راہ ہے۔

غرض اس طرح سے ایک لمبا اور باریک در باریک رنگ کا ان کو وعظ کیا۔ اول خدا پر ایمان لانے اور شرک سے اجتناب کرنے کی تاکید فرمائی اور پھر رسالت اور نبوت کی طرف دعوت کی کیونکہ توحید پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی۔ بجز نبوت کے اور کوئی ایمان قوی اور زندہ نہیں رہ سکتا۔ بجز ایمان بنبوت کے اور کوئی نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ سوا نبوت کو ماننے کے اس طرح سے توحید اور رسالت کا وعظ کر چکنے کے بعد ان کو تعبیر رویا بتا دی۔ وہ بیچارے قیدی حیران ہوتے ہوں گے۔ کہ پوچھی ہم نے خواب کی تعبیر۔ اور اس نے وعظ شروع کر دیا۔ مگر اصل بات یہی ہے۔ کہ ان لوگوں کو جب کوئی موقع مل جاوے۔ یہ روح کی نجات کی کوشش کرتے ہیں۔

اس زمانے میں یہ بہت بڑی بھاری غلطی ہے۔ کہ کسی کے دل میں روح کی نجات کے واسطے اور ایمان کی مضبوطیا اور عقائد صحیحہ کے حصول کے واسطے کبھی تڑپ ہی نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ جس طرح انبیاء کا گروہ ادھر ادھر سے پھیر پھار کر نجات روح اور ایمان باللہ کی طرف بات کو لے آتے ہیں۔ آج کل لوگ اپنی ہر بات میں دنیا کو اور روپیہ کے کمانے کے وسایل کو مقدمات میں کامیابی کو وسائل تلاش کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔

میری عمر اس وقت قریباً ستر برس کی ہے۔ میرے پاس سینکڑوں خط آتے ہیں۔ ان کو میں خوب پڑھتا ہوں۔ بعض اوقات جواب دینے سے ہی حیران ہو جاتا ہوں۔ مگر جواب دیتا ہوں۔ ان میں جب کوئی سوال ہوتا ہے۔ تو یہی ہوتا ہے۔ کہ آدم کیسے پیدا ہوا۔ حوا کیسے پیدا ہوئی۔ وہ کیا چیز تھی جس سے ان کو روکا گیا تھا۔ نوح کے وقت میں طوفان کیا ساری دنیا پر آ گیا تھا۔ کیا ساری دنیا پر طوفان آنا ممکن ہے یا کہ نہیں۔ ان کی کشتی میں کیا شیر ببر بھی تھے۔ ابراہیم ؑ کو کیا سچ مچ آگ میں ڈال دیا تھا اور وہ کس طرح آگ میں سے زندہ بچ نکلے۔ پھر حضرت یوسف کے قصے کو تو لوگوں نے زلیخا کا قصہ رنگا رنگ میں لکھ کر اور بھی پیچیدہ کر دیا ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں سوال ہوتے ہیں۔ نہیں ہوتا تو یہی سوال نہیں ہوتا کہ روح کی اصلاح اور نجات کس طرح سے ہو سکتی ہے۔ عقاید صحیحہ کس طرح مل سکتے ہیں۔ ایمان کامل کیسے ہو سکتا ہے۔ فکر نہیں تو کس کی آخرت کی اور خدا کے سامنے جا کر حساب کتاب دینے کی۔ جس کو دیکھو ادھر کی باتوں میں مبتلا ہے آخرت کی فکر ہی نہیں۔ کبھی کوئی سوال نہیں کرتا کہ نماز کی حقیقت کیا ہے اس کے معانی و مطالب کیا ہیں۔ غرض ان سب باتوں سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہم بھی یوسف ؑ کیطرح خواب پوچھنے والوں کو ایک اور اصلی اور ضروری امر کیطرف لے جاویں۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف اور کل انبیاء کا اصل منشاء اللہ کو منوانا اور اسکی فرمانبرداری کرانا ہے۔ اور دوسرا حصہ انکی پاک تعلیمات کا شفقت علی خلق اللہ ہے۔ ان کی ساری کوشش حق اللہ اور حق العباد کی بجاآوری میں ہے۔ دیکھو ہر عبادت کا یہی خلاصہ ہے۔ نماز ہے سو اللہ کے نام سے شروع ہو کر اللہ ہی کے نام پر ختم ہوتی ہے اور حق اللہ کی ادائگی کے سبق اس میں کوٹ کوٹ کر بھرے گئے ہیں۔ پھر اپنے محسنوں کیلئے دعائیں ہیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ کیونکہ حق العباد ادا کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ ایکطرف اگر دنیا کے واسطے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ ہے تو ساتھ ہی وفی الاخرۃ حسنۃ مانگتا ہے۔ اور رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی کی دعائیں مانگتا ہے۔ غرض نماز میں دونوں پہلو حق اللہ اور حق العباد۔ دین اور دنیا رکھے گئے ہیں۔

پس اس اصل غرض و غایت کیطرف جسکی انبیاء اور قرآن شریف تعلیم کرتے ہیں خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اور آخرت کے واسطے اس دنیا سے سامان ساتھ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے

اب ہم اصل سوال کے جواب کیطرف توجہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق شامل حال ہو اور ٹہیک اور درست جواب آجاوے ممکن ہے کہ کسی دوست کو اس سے ہی فائدہ پہنچ جاوے۔

جن کے معنے ہیں چھپے ہوئے کے۔ جَنَّ کے معنے ہیں رات نے اندہیرا کیا۔ آیا ہے جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ

جُنَّةٌ کہتے ہیں ڈہال کو کیونکہ اس سے بھی انسان دشمن کے وار سے چھپ جاتا ہے۔

پہلے زمانہ میں ڈہال بھی منجملہ ایک عمدہ لباس کے ہوا کرتی تھی کیونکہ اسکا ہر وقت ساتھ رکھنا ضروری تھا بوجہ آزادی ہتھیاروں کے دشمن ایک دوسرے پر وار کرتے تھے تو اس ذریعہ سے بچاؤ کیا جاتا تھا۔

جنون۔ پاگل پنے کو کہتے ہیں کیونکہ پاگل بھی ایک طرح کی ظلمت اور اندہیرے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اسکو تمیز نہیں رہتی + اندہیرے میں بھی دوست دشمن محبوب اور عدو میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ اور اسی طرح پاگل کو بھی استیاز نہیں رہتا۔ اس واسطے پاگل کو مجنون کہتے ہیں

جنۃ۔ باغ کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دور سے بوجہ گنجان درختوں کے کالی گھٹا اور اندہیرے سے مشابہت رکہتا ہے۔

جنان۔ دل کو کہتے ہیں کیونکہ دل کے حالات بھی کسی کو معلوم نہیں ہوتے اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔

جنین۔ اس بچے کو کہتے ہیں جو کہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہو۔ وہ بھی چونکہ پوشیدہ اور ظلمت میں ہوتا ہے اسواسطے جنین کہلاتا ہے۔

غرض ہر پوشیدہ اور چھپی چیز اور بات کو عربی میں جیم اور نون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ باریک کیڑے جن سے طاعون پیدا ہوتا ہے انکو بھی الجن کہتے ہیں کیونکہ وہ بہت باریک ہوتے ہیں اور عام نظر سے پوشیدہ اور غائب ہوتے ہیں۔ اس واسطے طاعون وخز الجن ہے۔

اس آزادی کے زمانے میں جبکہ خدا تعالےٰ کو خوب علم تھا کہ شریعت الٰہی اور کلام نبوت پر اعتراض کئے جاویں گے اللہ تعالےٰ نے ایسے سامان بھی مہیا کر دیے کہ جن سے وہ اعتراض خود بخود حل ہو گئے۔ اس وخز الجن پر بھی اس آزادی کے زمانہ میں اعتراض کیا گیا تھا۔ آزادی خود خدا نے بخشی تاکہ اس کی کلام کا سچا ہونا اچھی طرح سے روز روشن کیطرح بپایہ ثبوت پہونچ جاوے اس نے اپنی کامل حکمت اور وسیع علم سے ایک آلہ جس کا نام خورد بین ہے پیدا کرا دیا جس کے وہ باریک درباریک مخلوق اور عناصر جو انسانی نظر سے پوشیدہ رہکر باعث اعتراض ہوئے تھے اسطرح نظر آ گئے۔ اور شریعت الٰہی اور کلام نبوت کا سچا ہونا ثابت ہو گیا۔

ممکن تھا بلکہ اغلب تھا کہ وخز الجن سے انکار کر دیا جاتا اور شریعت الٰہی اور کلام نبوت کی تغلیط اور استہزا کیا جاتا مگر خورد بین کے نکل آنے سے صداقت ظاہر ہو گئی۔

اسیطرح ہیضہ کے کیڑوں مرگی کے کیڑوں اور اور باریک درباریک مخلوق کا نام بھی جن ہے۔

حالت جنون میں جن خبیث روحوں کا تعلق انسان کے دل و دماغ سے ہوتا ہے اس کا بھی انکار تھا۔ مگر سپرچولزم سے اس امر کا صاف ثبوت مل گیا۔

غرض تمام کتب میں جن کے وجود کے متعلق اتفاق ہے مسلمان۔ یہود۔ عیسائی۔ مجوسی۔ ہندو۔ سب اس بات کے قائل ہیں۔ انبیاء نے اولیاء نے بھی جن کے وجود کو مانا ہے۔ اور فلاسفروں نے بھی تسلیم کیا ہے کیونکہ ان کی مساعی جمیلہ سے جن کے وجود کا ثبوت گویا ہر ایک انسان کے واسطے مہیا ہو گیا ہے۔

میں اگر اپنی تحقیق کا سلسلہ شروع کر دوں تو بات بہت لمبی ہو جاوے گی۔ مگر اللہ کے فضل سے میرے سب مخاطب اس وقت مسلمان ہیں۔ لہذا مجھے سلسلہ کلام کو بہت وسیع کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

یاد رکھو دُکھ پہنچانا اس جن کا کام ہے۔ اور مخفی در مخفی خبیث روح کا نام ہے۔ جیسے کبوتر باز۔ مرغ لڑانیوالے پتنگ اڑانیوالے۔ بٹیر باز۔ غافل۔ کاہل۔ چور۔ لڑکوں سے زنا کرنیوالے بدمعاش ہیں۔ ان سب میں جن اور شیطان کی ایک صفت کام کرتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو کہ ایک کبوتری کے پیچھے بھاگا جاتا تھا فرمایا کہ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً۔ شیطان وہ روح ہے جو خدا سے دور۔ ہلاک شدہ اور خدا سے غافل ہو۔

غرض باریک در باریک موذی روح کا نام شیطان ہے کالا کتا..... یہ بھی شیطان ہے کیونکہ جس کو کاٹتا ہے بہت تکلیف دہ اور ضرر رساں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو امور انسان کو غافل کرنیوالے اور ہلاک کرنیوالے ہوتے ہیں ان کو بھی شیطان اور جن سے تشبیہ دی ہے۔ مثلاً وہ عورت جو کسی گلی کوچے یا تنہا بازار میں پھرتی ہو اس کے متعلق بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ عورتیں شیطان کی رسیاں ہوتی ہیں جسطرح کسی کے گلے میں رسہ ڈالکر کسی کو کھینچ لیا جاتا ہے اسی طرح اس طرح کی عورتیں بھی چونکہ انسان کو غفلت اور گناہ کیطرف راغب کرتی ہیں۔ ان کو بھی حبائل الشیطان کر کے فرمایا ہے۔ چنانچہ انبیاء کی اصطلاح بن گئی کہ عورت حبیل الشیطان ہے۔

غرض جن باریک در باریک ضرر رساں روح کا نام ہے اس کو ظلمت سے پیار اور نور سے نفرت و عار ہوتی ہے۔ ظلمت اور اندہیرے میں وہ جانور اور روحیں خوش ہوتی ہیں۔ اور کہلے پھرتے ہیں مگر نور میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور نور سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ شیر۔ چیتے۔ وغیرہ موذی جانور دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کے وقت اپنی کمین گاہوں سے نکلکر شکار کرتے ہیں مچھر۔ پسو۔ چڑیں۔ سب موذی جانور ہیں ان کا زور شام کے بعد اندہیرے کی سلطنت میں ہوتا ہے۔ نور سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔

دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو خلق خدا کے واسطے رحمت اور ابر بہار تھے۔ اور خیر خواہی اور بہی خواہی کے بہترین نمونے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ شام کے وقت بچوں کو گھر سے باہر نہ جانے دو۔ اس وقت بوجہ ظلمت شیاطین کا زور اور غلبہ ہوتا ہے۔ گھروں کے دروازے بند کر دو۔ کہانے پینے کی چیزوں کے برتن ڈہانک دو۔ ڈہکنا نہ ملے تو اللہ کا نام لیکر ایک لکڑی ہی رکہدیا کرو۔ اس حکم کا بھی یہی منشاء ہے کہ ظلمت اور اندہیرے کے وقت چونکہ جن اور شیاطین کا غلبہ ہوتا ہے وہ ان چیزوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اگر دروازے بند اور برتن ڈھکے ہوں تو وہ ٹکر کہا کر واپس ہو جاتے ہیں اور اہل خانہ اور خورد و نوش کی چیزیں ان کے دخل و تصرف سے محفوظ رہتی ہیں ایسے گھر جن میں احکام شریعت کی پابندی ہوتی ہے وہاں ان باتوں پر عمل درآمد ہوتا ہے اور وہ ان کے ضرر سے محفوظ بھی رہتے ہیں۔

غفلت بھی ظلمت اور اندہیرے کا ایک شعبہ ہے۔ دیکھو انسان۔ حیوان۔ پرند۔ چرند۔ سب غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اندہیرے ہی کا اثر ہوتا ہے۔ پھر جب پوہ پھٹنے لگتی ہے اور ذرا اجالا ہوتا ہے تو سب جانور پرندے پھر بیدار ہو جاتے ہیں اور ہوش سنبہالتے ہیں غفلت دور ہوتی ہے اور پھر جوں جوں نور ترقی کرتا ہے غفلت دور ہوتی جاتی ہے اور نور تمیز بڑہتی جاتی ہے۔ شراب خوار عیسائی قوم بہت دن چڑہے تک غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ آخر جب روشنی بہت زور پکڑ جاتی ہے تو وہ بھی چونک اٹہتے ہیں۔ شراب کو چونکہ ظلمت اور شیطان سے ایک تعلق ہے اس واسطے وہ اپنا دباؤ ان پر ڈالے رکہتی ہے اور ایک حصہ دن میں بھی ان پر غفلت طاری رہتی ہے۔ مگر آخرکار جب نور اپنے کمال پر پہونچ جاتا ہے تو ظلمت غفلت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ روشنی کو چونکہ غفلت سے ایک ضد ہے۔ اس واسطے غفلت اور روشنی جمع نہیں ہو سکتیں۔ روشنی کو تمیز سے اور اندہیرے کو بے تمیزی سے تعلق ہے جتنے بھی باریک کام کرنیوالے ہیں۔ مثلاً گھڑی ساز۔ یا بہت باریک قسم کی کتابت کرنیوالے۔ ڈوری باف وغیرہ یہ سب لوگ روشنی میں کام کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی طاقت تمیز کو اور بھی بڑہانے کے واسطے ایک قسم کے شیشے سے کام لیتے ہیں جسے وہ اپنی آنکھ کے آگے لگا لیتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے قوت

رتیاں میں ترقی ہو جاتی ہے۔ اب ان باتوں کے بعد رات ہو کر اندھیری اور ظلمت کا گھر ہوتی ہے اسمیں جو بعض اوقات ہوا میں آگ سی لگ جاتی ہے۔ اور اس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں کبھی سفید کبھی سرخ۔ اور سبز اور زرد وغیرہ اور جس کو قرآن شریف نے شہاب ثاقب کے نام سے تعبیر کیا ہے وہ روشنی ظاہر ہو کر کچھ حصہ ظلمت کو تباہ و برباد کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی ان مضر مادوں کو ضایع کرتی ہے جن کو اس ظلمت سے تعلق ہوتا ہے۔ اندھیرے کو دور کر کے روشنی اور تمیز پیدا کرتی ہے کیونکہ ہر اندھیری تمیز کو اٹھا دیتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام چونکہ ظاہر سے باطن کیطرف لیجاتے ہیں۔ لہذا اس مثال میں بھی ایک حقیقت پوشیدہ ہے اور ایک سبق سکھانا مد نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ جسطرح رات کی گھٹا ٹوپ ظلمت میں شہاب ثاقب روشن ہو کر کسی حصہ ظلمت کو تباہ کرتا اور ان جرایم کو جن کا اس ظلمت سے تعلق تھا ہلاک کرتا ہے تو تم بھی اپنے واسطے دعائیں کرو اور ہر ظلمت سے نکلنے کی کوشش کرو۔ ظلمت خواہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو ہمیشہ مضر ہے۔ اور بدی کی یہی جڑھ ہے۔ دیکھو بادل کا گرجنا۔ بجلی کا چمکنا۔ تیز ہواؤں کا چلنا۔ تیز گرمی کا ہونا۔ باد و باراں کے طوفان یہ سب اصل میں ظلمت اور موذی کیڑوں کے دفعیہ کے بواعث ہیں جن سے وبائیں پھیلتی ہیں۔ انبیاء ظلمت کے بڑے سخت دشمن ہوتے ہیں۔ اور ان کو ہر قسم کی ظلمت سے نفرت تام ہوتی ہے۔ دیکھو میں تم کو اپنے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ آپ ہر روز صبح کی دو سنتوں کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللھم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و عن یمینی نوراً و عن یساری نوراً و فوقی نوراً و تحتی نوراً و امامی نوراً و خلفی نوراً و اجعل لی نوراً و فی لسانی نوراً و عصبی نوراً و لحمی نوراً و دمی نوراً و شعری نوراً و بشری نوراً و اجعل فی نفسی نوراً و اعظم لی نوراً اللھم اعطنی نوراً۔

اے اللہ میرے دل کو نور سے بھر دے۔ میری آنکھوں میں میرے کانوں میں میرے دائیں میرے بائیں۔ میرے اوپر میرے نیچے میرے آگے میرے پیچھے نور ہی نور کر دے۔ اور میرے واسطے نور ہی نور کر دے میری زبان میں میرے پٹھوں میں میرے گوشت میں میرے خون میں میرے بال بال میں اور میرے سارے ہی بدن میں اور میری جان میں نور ہی نور کر دے۔ اور میرے واسطے نور کو بہت بڑا کر دے اور اے اللہ مجھے نور ہی نور عطا کر دے (ظلمت [illegible])

اب غور کا مقام ہے کہ انبیاء ظلمت کے کیسے دشمن ہوتے ہیں۔ دنیوی جاہ و جلال اور مال و منال کی محبت جو کہ ایک خطرناک مرض ہے یہ بھی ظلمت کیوجہ سے ہوتی ہے۔ خدا سے دور پھینک دیتی ہے۔ جتنا زیادہ مال و دولت ہوگا اتنا ہی حرص بڑھتی جاوے گی۔ اچھے اچھے مرغن کھانے اور پر تکلف سامان خورد و نوش معدوں کو خراب کر کے انسان کو محتاج کر کے حکیموں اور ڈاکٹروں کے محتاج کر دیتے ہیں اور اسطرح سے ان کا مال و دولت اُن کے کام نہیں آتا بلکہ دو ماوروں کے لیے ہو جاتا ہے۔

سنئے ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ وہ بہت ہی بڑا آدمی تھا کروڑوں کا مالک تھا۔ ایک شخص اونٹوں والا میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہماری سپارش کر دیں کہ ہمیں ہماری مزدوری ملجاوے۔ پانسو اونٹ کی مزدوری باقی ہے میں نے کہا کہ سپارش کی ضرورت ہے آخر بات کیا ہے تو اُس نے کہا کہ وہ شخص کہتا ہے کہ پانسو اونٹ چونہ کا بوجھ میرے مکان پر لیجاؤ جب مزدوری دونگا۔ ورنہ نہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارا حرج ہی کیا ہے لیجاؤ آخر تم نے وہیں جانا ہے خالی ہی تو جاؤ گے۔ اس کا کام ہی کر دو۔ اس شخص نے کہا کہ آپ بجائے اس کے کہ ہماری سپارش کرتے اسپر الٹا ہمیں سطرح سے کہا۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آیا وہ شخص اسطرح سے رشوت لے لے کر مکان بنوا کر اس میں رہتا بھی ہے یا کہ نہیں۔ پھر اس شخص نے مجھے بتایا کہ اینٹ میں سے اینٹ اور پتھر میں سے پتھر اور لکڑی میں سے لکڑی سب کچھ اس شخص نے چورایا ہے۔ اور مکان کا مصالح جمع کیا ہے۔ خدا کی قدرت وہ اونٹ والے بوجھ تو لے گئے۔ مگر نشان ایزدی کہ اس شخص کو وہ مکان دیکھنا تک بھی نصیب نہ ہوا اور جان نکل گئی شنید ہے بلکہ رہنے دو (؟) خیرات اور صدقہ کا رواج ہوتا ہے مگر اس کو مرتے دم وہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ نوکر سے چاء منگا کر وہ پیالہ پیا نہیں تھا کہ دیکھا گیا ہے کہ وہ مرا پڑا ہے۔ یہ کوئی قصہ کہانی اور نانا دادی کی بات نہیں بلکہ واقعی اور دیدہ ہے نہ کہ شنیدہ کیا نہیں عبرت پکڑنی چاہیے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ ہر قسم کی ظلمت کو دور کر کے سچا نور اور ملکہ تمیز عطا کرے

رات کے گھٹا ٹوپ گھمبیر اندھیرے میں اللہ تعالیٰ انسان کو کیسا نظارہ دکھاتا ہے اور وہ کیسا خوش منظر ہوتا ہے۔ باریک بین طبیعت اور متقیان کرنے والی طبیعتیں اس سے عبرت پکڑتی ہیں اور ایک دوسری بات جس کو روح سے تعلق ہوتا ہے حاصل کرتی ہیں سب جانتے ہیں [illegible] اپنی جگہ پر کوئی [illegible] منظر [illegible] انبیاء کی [illegible] چونکہ سب سے زیادہ تیز ہوتی ہیں وہ [illegible] باریک بینیاں [illegible] رہ جاتے ہیں اور ان کو دور کر

سوجھتی ہے۔ انسان خواہ کیسا ہی ظلمتوں میں گرفتار ہوا اور کیسی ہی ضلالت میں مبتلا ہو کیسے ہی مشکلات دینی یا دنیوی میں پھنسا ہوا ہو اس کیواسطے یہ امر ایک بشارت ہے کہ اگر ذرا سا بھی مادہ سعادت اور رشد اور نور قلب اسمیں باقی ہے تو ہدایت پا جانا ممکن ہے اس لیئے نا امید نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دعاؤں میں لگ جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس ذرا سی قوت تمیز اور نور کو بڑھا کر اس سے ہر ظلمت جہل۔ رسم و رواج۔ عقاید۔ مشکلات۔ غرض ہر قسم کی ظلمت کو پاش پاش کر سکتا ہے کیونکہ خود اس نے فرمایا ہے کہ

لئن شکرتم لازیدنکم۔ دیکھو جب دنیا میں کوئی بڑا عظیم الشان تغیر واقع ہونیوالا ہوتا ہے اور کسی انسان کو خلعت نبوت ماموریت ملنے والا ہوتا ہے تو آسمان پر کثرت سے شہاب ثاقب ٹوٹا کرتے ہیں۔ اسمیں بھی سر اور راز حقیقت ہوتا ہے باریک بین اور عقلمند انسان اس نشان سے سمجھ جاتے ہیں کہ اب دنیا میں ضرور کوئی نہ کوئی بڑا پاک باز انسان ظلمت کا دشمن بے تمیزی کے روحوں کو ہلاک کر کے نور اور تمیز اسکی جگہ قایم کرنے کیواسطے آنیوالا ہے۔ آسمان پر اس تغیر اور کثرت سے شہاب ثاقب ٹوٹنے اس امر کی صریح اور بین دلیل ہوتی ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی نہ کوئی عظیم الشان تغیر واقع ہونیوالا ہے۔ اور کوئی بڑا عظیم الشان مصلح اور مجدد آنیوالا ہے۔ جو ظلمت کا دشمن اور نور کا حامی ہوتا ہے۔

پس چاہیئے کہ دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تمیز عطا کرے۔ اور ہر ظلمت سے بچا وے۔ بار بار اس قدر لمبے مضامین نہ سنائے جا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ لوگوں کو سننے کا موقع ملتا ہے۔ میں آپ لوگوں کو ایک سہل راہ بتاتا ہوں۔ دیکھو ہمارے تمہارے اندر بھی جن ہیں۔ اب بڑا حصہ عمر کا گذر چکا ہے۔ اور تھوڑا باقی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ ہی غفلت سر اٹھانے نہیں دیتی۔ پس ان ظلمتوں کے جلانے کے واسطے بڑا پکا اور سچا موا آتا (شہاب ثاقب) استغفار۔ توبہ۔ لاحول اور الحمد کی ورد و مستانہ دعائیں اور لدار ہو ہو کر درود پڑھنا ہے۔ اور دعائیں کرنا اور رحمت الٰہی کے نزول کی راہیں تلاش کرتے رہنا چاہیئے۔ جو تڑپ تڑپ اور سچے دل سے دعائیں کرتا ہے خدا اس کے اندر ایک نور پیدا کر دیتا ہے۔ جو اس کے کل کاروبار میں اس کا راہبر ہوتا ہے۔ خواہشات نفسانی کی پیروی سے ظلمت آتی ہے اور وہ تباہ کر دیتی ہے۔ ایک اندھے کے سامنے کے سامنے عمدہ سے عمدہ ایرانی قالین رکھ دو اور اس کے خوشنما رنگ اور خوبصورت بوٹے اس کے واسطے کسی کام نہیں۔ اس کے دل کو اُنکے دیکھنے سے کوئی مسرت نہیں پہنچ سکتی۔ اسطرح جو انسان ظلمت میں گھرا ہوا ہو خواہ کتنی ہی نصیحت کرو۔ کیسے ہی عمدہ عمدہ پیرایوں میں وعظ کرو مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں چلتی اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پس خدا سے ہر روز دعا کرو کہ وہ ہر ظلمت سے بچا وے اور نور عطا فرماوے۔

نمبر ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سپارش

ہمارے بھائی جو اخبار الحکم پڑھتے ہیں انکی خدمت میں التماس ہے کہ اس مضمون کو ذرا غور سے پڑھیں اور توجہ کریں۔ اور جو نہیں پڑھتے اُن کو چونکہ ہماری اس بات سے بھی اطلاع نہ ہوگی لہذا پڑھنے والے بھائی ان کو اس سپارش کی اطلاع کر دیں۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

(۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء قبل ظہر)

پیر عبد اللہ شاہ صاحب ساکن پنڈ صاحب خان ضلع اٹک جو کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ایک معزز خلیفہ ہیں اور ان کو پیر صاحب موصوف کیطرف سے بیعت لینے کی بھی اجازت ہے۔ دو تین دن سے قادیان میں تشریف رکھتے تھے انہوں نے آج حضرت اقدس کی خدمت میں نہایت ادب اور حق جوئی اور اطمینان قلب کی خاطر یوں عرض کی کہ "خدا کے بندوں کے ساتھ خدا کے نشان ہوتے ہیں۔ اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مامور و مرسل بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور آپ کے ہزاروں نشان ظاہر ہو چکے ہیں مگر چونکہ میں ایک بہت دور دراز ملک کے رہنے والا ہوں اور ہم نے آپ کے ان نشانات سے کوئی حصہ نہیں لیا جیسطرح آپکی موجودہ جماعت کے لوگوں نے آپ کے نشانات کو دیکھا ہے۔ لہذا میری عرض یہ ہے کہ کوئی نشان دکھایا جاوے جو کہ ہمارے اطمینان قلب اور ترقی ایمان کا باعث ہو۔

فرمایا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بموجب تعلیم قرآن شریف ہمیں یہ امر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایکطرف تو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اپنے کرم رحیم۔ لطف اور مہربانیوں کے صفات بیان کرتا ہے اور رحمٰن ہونا ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ ان لیس للانسان الا ما سعٰی اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا فرما کر اپنے فیض کو سعی اور مجاہدہ میں منحصر فرماتا ہے۔ نیز اسمیں صحابہ رضی اللہ کا طرز عمل ہمارے واسطے ایک اسوہ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے۔ صحابہ رض کی زندگی میں غور کر کے دیکھو۔ بھلا انہوں نے محض معمولی نمازوں سے ہی وہ مدارج حاصل کر لئے تھے؟ نہیں! بلکہ انہوں نے تو خدا کی رضا کے حصول کے واسطے اپنی جانوں تک کی پرواہ نہیں کی اور بھیڑ بکریوں کیطرح خدا کی راہ میں قربان ہو گئے۔ جب جا کر کہیں انکو یہ رتبہ حاصل ہوا تھا۔

اکثر لوگ ہم نے ایسے دیکھے ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ ایک پھونک مار کر اُن کو وہ درجات دلا دیئے جاویں۔ اور عرش تک انکی رسائی ہو جاوے۔

ہمارے رسول اکرمؐ سے بڑھکر کون ہوگا۔ وہ افضل البشر افضل الرسل والانبیاء تھے۔ جب انہوں نے ہی پھونک سے وہ کام نہیں کئے تو اور کون ہے جو ایسا کر سکے۔ دیکھو آپؐ نے غار حرا میں کیسے کیسے ریاضات کئے۔ خدا جانے کتنی مدت تک تضرعات اور گریہ و زاری کیا کئے۔ تزکیہ کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں اور سخت سے سخت محنتیں کیا کئے۔ جب جا کر کہیں خدا کیطرف سے فیضان نازل ہوا۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان خدا کی راہ میں جبتک اپنے اوپر ایک موت اور حالت فنا وارد نہ کرلے تب تک اوپر سے کوئی پرواہ نہیں کیجاتی۔ البتہ جب خدا دیکھتا ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے کمال کوشش کی ہے اور میرے پانے کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کر لی ہے تو پھر وہ انسان پر خود ظاہر ہوتا ہے اور اس کو نوازتا

اور قدرت نمائی سے بلند کرتا ہے۔

دیکھو قرآن شریف میں ہے۔ وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجراً عظيماً۔ قاعدین یعنی سست اور معمولی حیثیت کے لوگ اور خدا کی راہ میں کوشش اور سعی کرنے والے ایک برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ تجربہ کی بات ہے اور سالہائے دراز سے ایسا ہی دیکھنے میں آرہا ہے۔

انسان دنیا میں دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جن کو بدقسمتی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ بعض اولیاء اور اقطاب دنیا میں ایسے بھی موجود ہیں کہ جنکی ایک توجہ سے انسان ولایت کے درجہ تک پہونچ سکتا ہے اور عرش تک کی اسے خبر ہو جاتی ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف میں تدبر کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کے پانے کے واسطے صدق و اخلاص سے کوشش اور ورزش کرتے ہیں۔ اور یہی ہیں کہ آخر جنکی پرسوز اور دردمندانہ محنتیں اور کوششیں ضائع نہیں کیجاتیں۔ اور آخر یہ لوگ جو صبر سے خدا کے دروازے پر مانگتے ہیں اور اخلاص اور صدق سے کھٹکھٹاتے ہیں ان کے واسطے کھولا جاتا ہے اور آخر وہ اپنے صدق و اخلاص اور سچی تڑپ اور حقیقی اضطراب کی وجہ سے خدائی خزانوں کے مالک اور وارث بنائے جاتے ہیں۔

دیکھو خدا بڑا بے نیاز ہے۔ اس کو اس بات کی کیا پرواہ ہے کہ کوئی جہنم میں جاوے یا کہ بہشت میں جاوے۔ کسی کے دوزخ میں جانے سے خدا کا کچھ بگڑتا نہیں اور کسی کے بہشت میں جانے سے سنورتا نہیں۔ خدا کا اس میں ذاتی نفع یا نقصان کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون۔ یعنی کیا بس اتنی بات سے کہ لوگ زبان سے اتنا کہدیں کہ ہم ایمان لائے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ اور حال یہ کہ ابھی انکے اس قول کا امتحان نہیں کیا گیا کہ آیا وہ حقیقتاً مومن بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اور ان کے اس قول کا صدق ہنوز ظاہر نہیں ہوا۔

بس سچی اور پکی بات یہی ہے کہ انسان اول صدق اخلاص اور گدازش اختیار کرکے اپنے اوپر ہزاروں موتیں بسر کرے جب جاکر اللہ رحم کرتا ہے۔ اور اسکی طرف جھانکتا ہے جنتر منتر سے ولی بن جانیوالے خیالات کے لوگ اور صرف ایک چھو سے آسمانی خزانوں کے مالک بنجانے کے خیالات رکھنے والے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

ایکدفعہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ میں تو ایسے کامل انسان کی تلاش میں ہوں جو دم بھر میں ایک توجہ سے ولی بنا دیوے۔ ہم نے جو اسے سمجھایا مگر جب وہ باز نہ آیا تو ہم نے کہا کہ اچھا جاؤ تلاش کرو اگر تمہیں ایسا کوئی قطب غوث مل جاوے تو ہے۔ آخر ایک مدت دراز کے بعد وہ پھر مل گیا۔ بری خستہ حال مندے دیا ہے ہم نے پوچھا کہ کیوں! تم کو ایسا پھونک مارنیوالا آدمی ملا بھی جیسے تم تلاش کرتے تھے؟ وہ پھیکا ہی رہ گیا۔ اور کچھ جواب نہ دیسکا۔

ہمارے عقیدے کے موافق تو یہ بات ہے کہ نہ اللہ نے اور نہ ہی اس کے رسول نے کسی کو یہ راہ نہیں سکھائی دیکھو صحابہؓ نے کسقدر کوششیں کی ہیں جسکی قسمت میں ہی ایسا ہوتا کہ اسکی عمر ضائع ہو وہ کتاب اللہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ قرآن شریف پڑھکر دیکھلو تمہیں کہیں بھی ایسا نہیں ملیگا کہ خدا اس شخص پر بھی راضی ہوتا ہے جو اوسکی رضامندی کی راہوں سے غافل اور لاپرواہی کرنیوالا ہو۔ خدا تعالےٰ نے اپنی رضامندی کی جو راہیں مقرر کردی ہیں انہی کے اختیار کرنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔

صاف طور سے اس نے یہ دعا سکھادی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ دیکھو انسان انسان سے خوش ہوکر اس کو انعامات عطا کرتا ہے۔ تو کیا خدا اپنی رضامندی کی راہوں پر چلنے والوں اور اس کی تلاش کرنے والوں سے محبت نہیں کرے گا۔ مگر استعداد بھی ہو اس کے فیوض کے لینے کی۔ ایک گندہ پھوڑا جس میں پیپ اور گندے مواد بھرے ہوں اس پر کیسے مرہم کیا جاوے۔ دیکھو صحابہ نے حق فرمانبرداری اور رضاجوئی ادا کیا تھا اور وہ ایک عمدہ نمونہ اور اعلےٰ مثال ہیں اس ثبوت کے واسطے۔ انہوں نے کسطرح اپنی جانیں قربان کردیں۔ اطاعت کی۔ خون کی ندیاں بہادیں تو وہ بھی انکی اس حالت پر کیسا راضی ہوگیا۔

جتنے بھی بزرگ اور اولیاء گذرے ہیں وہ سب مجاہدات اور ریاضات میں اپنے اوقات گذارتے تھے۔ دیکھو باوا فرید صاحب اور اور جتنے بھی اولیاء اور ابدال گذرے ہیں یہ سب گروہ ایک وقت تک شاق ریاضات اور مجاہدات شاقہ کرنیکی وجہ سے ان مدارج پر پہونچے ہیں۔ اور ان لوگوں نے بڑی سختی سے اور پورے طور سے اتباع سنت کی ہے۔ جب جاکر انکی بشریت زنگ ناموس اور خواہ مخواہ کی کبریائی نکلی اور وہ گویا کہ سوئی کے ناکے میں سے ہوکر نکلے ہیں جس سے ہمیشہ ایسے لوگ نکلا کرتے ہیں جب جاکر کہیں ان لوگوں کو حالتیں نصیب ہوئی ہیں۔ دعائیں بھی انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہیں۔ ورنہ دیکھو جیسے ایک حکیم کی دوائی بجز پرہیز کرنے کے موثر نہیں ہوتی اسیطرح دعا کی قبولیت کا بھی یہی راز ہے۔ دعا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتی جبتک انسان پورا اور کامل پرہیزگار نہ ہو۔

لوگوں نے بعض اولیاء کی نسبت بعض جھوٹے قصے کہانیاں بنا رکھے ہیں وہ بھی نکوکاری کی راہ میں بڑا بھاری پتھر اور روک ہو جاتے ہیں اور بہتوں کی ٹھوکر کا باعث ہو جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق ہی ایک قصہ ایسا گھڑ رکھا ہے کہ ایک چور ان کے سامنے آیا اور انہوں نے گویا ایک ہی پھونک سے اس کو ولی اور قطب بنا دیا تھا۔

یاد رکھو کہ کوئی بھی کبھی بجز اپنے اوپر ایک موت وارد کرنے اور پوری اتباع سنت کے کسی خاص اور اعلےٰ مقام پر نہیں پہونچا۔ ہاں البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ استعداد کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا بعض طبیعتیں اور استعدادیں ہی اس قسم کی اللہ تعالےٰ نے بنائی ہوتی ہیں اور ان میں ایسا مادہ رکھا ہوتا ہے۔ کہ نخوت تکبر عجب۔ پندار وغیرہ رذیل اخلاق ان سے خود بخود آسانی سے نکل جاتے ہیں اور ایک فانی اور لاشے بن جاتے ہیں اور جسطرح جیسے ایک دانہ زمین میں ملکر [illegible] خاک ہوجاتا ہے تو پھر خدا اس کو قدرت سے بڑھاتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ بھی اول اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں [illegible] جب خدا ان کو پھر زندہ کرتا اور بڑھاتا اور پھیلاتا ہے۔ اور ان کی قبولیت [illegible] میں بڑھا دیتا ہے۔

[illegible] اسطرح سے جو انسان کی مشکلات کو جو اس [illegible] ایک طرف سے اس کے امتحان کے واسطے وقتاً فوقتاً وارد ہوں ان کی برداشت [illegible] کر لیتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی خاص حد و اور شرائط نہیں مقرر کرتا بلکہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے تو خدا اس کو اپنے فضل سے ...... وہ کچھ دکھا دیتا ہے جس سے اس کا ایمان قوی اور مضبوط ہوجاتا ہے۔ اور سلیم قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر جو لوگ ضد کرتے ہیں اور خدا کو اپنے ارادوں کے ماتحت چلانے کی خواہش کرتے ہیں وہ لوگ محروم رہجاتے ہیں۔ اور پھر خدا ایسے لوگوں کی پرواہ ہی کیا رکھتا ہے۔ وہ بے نیاز ہے اس کے کروڑوں بندے ہیں۔ اگر نہیں مانا تو نہ سہی وہ بھی جہنمی گروہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ خدا نشان دکھانے میں بندہ کی خواہش اور ارادہ کے ماتحت نہیں ہوتا۔

فیضان بھی استعداد پر ہوا کرتے ہیں [illegible] گو ہم [illegible] اسطرح سے ایک کہا ہوا ہے [illegible] کا حق کیا جانے [illegible] بار ور [illegible] جب [illegible] وہ [illegible] کا لگ چکا ہے خدا کے انعامات وہ نشانات کے وارث نہیں ہوسکتے [illegible]

بھلا نبی سے بڑھکر اور کون ہوگا۔ سارا قرآن شریف تدبر سے پڑھکر دیکھ لو کہ اللہ تعالےٰ نے فیض کے حصول کے جو سامان مقرر فرمائے ہیں ان کی پیروی سے وہ فیضان ملیگا۔ [illegible] کرنے [illegible] خدا کے فیض [illegible]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنھم شقی و سعید یعنی انسان بلحاظ اپنی استعدادوں کے دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہیں کو ایسے سامانوں کے جمع کرنے میں اور ایسے اعمال بجا لانے کی توفیق ہوتی ہے۔ جو فیوض و برکات الٰہی کے انوار کے جاذب ہوتے ہیں۔ اور وہ سعید کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کے اعمال بد اور خبیث باطن ان کی ترقیوں کے آگے روک ہو کر ان کو اعمال صالحات اور خدائی فیوض و برکات سے دور و مہجور کر دیتے ہیں۔ اب بھی دیکھ لو کہ خوب زور سے تائیدات سماوی اور نشانات کی ایک بارش ہو رہی ہے اور ایک سیلاب کی طرح ترقی ہو رہی ہے۔ مگر اس میں بھی وہی داخل ہو سکتے ہیں۔ جن کی روحوں میں سعادت کا حصہ ہے۔ شقی اور بدبخت لوگ باوجود ہزارہا نشانات کے دیکھنے کے ان میں بھی وساوس شیطانی کو داخل کر کے سعادت اور قبول حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور خدا کا بھی یہی منشا ہے۔ کہ بعض سعادت کی وجہ سے سعید اور بعض شقاوت کی وجہ سے شقی ہو کر یہ **اختلاف قیامت تک برابر قائم رہے**۔ پس جن کو خدا تعالیٰ کا منشا ہی ہماری جماعت سے باہر رکھنے کا ہو۔ اُن کو ہم کیسے ہدایت دے سکتے ہیں۔ دیکھو! کسی خاص شخص کی پرواہ نہ خدا کو منظور ہوا کرتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے رسول کسی خاص شخص کی ہدایت کے لئے زور دیا کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کی دعائیں اور اضطراب عام خلق خدا کے واسطے ہوتے ہیں۔ دیکھو **رسول اکرم**ؐ سے بھی معجزات مانگے گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا و قالوا لولا نزل علیہ اٰیتہ من ربہ۔ قل انما الاٰیات عند اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اقتراح کو منع کیا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ اقتراح کرنے والے لوگ ہمیشہ ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں کیونکہ خدا نہ اُن کی مرضی اور خواہشات کا تابع ہوتا ہے اور نہ وہ ہدایت پاتے ہیں۔ دیکھ لو جب نشانات اور معجزات اقتراحی رنگ میں طلب کئے گئے تب ہی یہی جواب ملا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ خدا تعالیٰ کے اب بھی ہزاروں نشانات ہیں۔ جو گننے سے گنے نہیں جا سکتے۔ اور ہماری کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں۔ اُن کو دیکھا جاوے۔ کیا وہ قابل قبول اور خدائی شان و شوکت کا رعب اپنے اندر رکھتے ہیں یا کہ کسی انسان کی طاقت میں اُن کا امکان ممکن ہے۔ پھر جو نشانات خدا تعالیٰ نے **خود اپنی مرضی** اور خوشی سے دیئے ہیں اُن سے تسلی تشفی نہ پاکر اپنی تسلی تشفی کے واسطے خاص نشانات طلب کرنا تو نہ قرآن میں ثابت ہے اور نہ کسی پہلے نبی کی زندگی میں ملتا ہے۔ **پس ہم سے کیوں منہاج نبوت سے** باہر سوال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہرگز جائز نہیں۔ پہلے سوال کرنے والوں اور معجزات مانگنے والوں کو دیکھ لو۔ ان سے کیا معاملہ ہوا۔ وہی اب موجود ہے۔ ہم نے خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ نشان خدا کے ... ہاتھ میں ہیں۔ جب اور جس قسم کے وہ چاہے اپنی مرضی سے ظاہر کرے۔ وہ کسی زید و بکر کی خواہشات کا پابند اور ماتحت نہیں ہے۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ انسان کبھی ... کامیاب بھی ہوا ہو۔ وہی قرآن شریف موجود ہے۔ اس میں دیکھ لیا جاوے۔ خدا کبھی مجبور نہیں ہوا۔ اور نہ وہ مجبور ہو کر ایسا کیا کرتا ہے۔ بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ اپنی مرضی سے مانگنے والوں کی خواہشات سے ہزار درجہ بڑھ چڑھ کر بھی نشان دکھا سکتا ہے۔ اور دکھاتا ہے۔ اُس کو کسی خاص انسان کی پرواہ نہیں ہوا کرتی۔ کہ یہی شخص ہدایت پاوے گا۔ تو یہ کارخانہ چلے گا۔

آپ بھی مسلمان ہیں۔ بھلا آپ نے بھی کہیں قرآن شریف میں اس قسم کا مضمون پایا ہے۔ کہ کبھی کسی نے اقتراحی رنگ میں نشان مانگا ہو اور پھر اُس نے پا بھی لیا ہو۔ ہرگز ایسا ثابت نہ ہوگا کہ کسی نے اس طرح سے مانگا اور پھر پا لیا ہو۔ پس اگر ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک قسم کی جرأت اور بے ادبی ہے۔ اس سے مسلمان کو بچنا چاہئے۔

پس جس طرح سے آنحضرتؐ نے نشان مانگنے والوں کو کہا اور جواب دیا تھا۔ ہم بھی اُسی طرح کہتے ہیں۔ کہ **نشان خدا کے پاس ہیں۔ وہ جس طرح کے چاہے اور جس وقت چاہے۔ دکھا سکتا ہے۔ نشان دکھانا ہمارا کام نہیں ہے۔**

خدا کے دکھائے ہوئے نشانات ہزاروں موجود ہیں۔ ہاں البتہ اُن میں یہ بات ضرور ہے۔ کہ وہ کسی کے خاص کرکے مانگے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہیں۔ جو خدا نے خود اپنے ارادے اور خوشی سے دکھائے۔ میں تو ایسے شخص کے اسلام میں ہی شک کرتا ہوں۔ جو مسلمان کہلا کر قرآن شریف اور سنت رسولؐ سے باہر کوئی سوال کرتا ہے۔

اگر سعادت و رشد کا انسان میں کچھ بھی حصہ ہو اور حق طلبی کی پیاس اور سچی تڑپ موجود ہو۔ تو کیوں خدائی نشانات میں غور نہیں کی جاتی۔ اور اُن کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا۔ کیا وہ نشانات باسی ہو گئے ہیں۔ کہ اُن کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور کہا جاتا ہے کہ **جو ہم مانگتے ہیں وہ ہمیں دیا جاوے یاد رکھو یہ بڑی بھاری جرأت اور بے ادبی ہے۔ خدا بڑا بے نیاز ہے اُسے کسی کی پرواہ ہی کیا ہے۔ اگر ساری دُنیا بھی اُس سے منہ پھیر لے۔ تو اُس کا کچھ بگڑتا نہیں۔ کسی کی خواہشات کا ماتحت** ہو کر اور مجبور ہو کر وہ نہیں چلے گا۔

نمازِ ظہر کے بعد

پھر پیر صاحب موصوف کو بُلا کر نہایت نرمی، اخلاق اور محبت بھرے الفاظ سے یوں فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جب انسان کے دل کی حالت صاف ہوتی ہے اور اُس میں ایک خلوص اور حق کی تڑپ ہوتی ہے اور خدا کو جو دلوں کے حالات سے واقف ہے اُس کے لئے کوئی امر ہدایت کا منظور ہوتا ہے تو خدا اپنے مامور کے دل میں اس شخص کے لئے ایک خاص جوش اور توجہ پیدا کر دیتا ہے اور **الہام خفی** سے مامور کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے مگر یہ جب ہوتا ہے کہ خدا کو سائل کی حالت تقویٰ اور سچی تڑپ معلوم ہو جاوے۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ حضور الٰہی میں سائل کا سوال قابل قبول ہو گیا ہے۔ پس آپ اس امر کے لئے خدا کے حضور دعا کریں۔ اور توبہ استغفار سے کام لیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا کی وجہ سے خدا کوئی ایسے سامان مہیا کر دے۔ جس سے آپ کے واسطے تسلی کے سامان مہیا ہو جاویں۔ اُس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ بڑا بے نیاز ہے۔ اور انسان اُس کا ہر آن محتاج ہے۔ اور اُسی کی مدد کا محتاج ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے۔ اور جناب پیر صاحب موصوف حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس درس گاہ میں گئے۔

پیر صاحب سے حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ یوں مخاطب ہوئے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے نماز کے بعد آپ کو جو نصیحت کی ہے۔ آپ اُس کا مطلب بھی سمجھے ہیں؟ اور پھر اس کی یوں

تفسیر

بیان فرمائی۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا مطلب یہ تھا کہ انسان میں اضطراب پیدا ہو جاوے اور ایک خاص جوش اور تڑپ سے خدا کے حضور التجا کرے۔ کہ اے خداوندا تجھ سے بڑھ کر کوئی بھی عالم نہیں۔ تو ہر ایک انسان کے دل کی حالت اور اس کی تسلی کے باریک در باریک ذرائع سے بھی واقف ہے۔ اور تجھ سے لطیف در لطیف دلائل اور براہین جو حق اور باطل میں تمیز کرنے کا باعث ہوں۔ اور کون جان سکتا ہے۔ پس تو ہی مجھ کو اپنے رحم سے حق کی ہدایت فرما اور دل کو صراط مستقیم کے قبول کرنے کی توفیق و طاقت عنایت فرما۔

فرمایا۔ مسائل مختلف فیہ میں میرا اپنا یہی طریق عمل ہے۔ اور میں ہمیشہ سے اسی راہ پر قائم ہوں۔ اللّٰھم اھدنی لما اختلف فیہ۔ خدا سے بڑھ کر اس مطلب کے لئے اور کون موزوں و مناسب ہے اور بجز خدا کے اور کون ہے۔ جو دل کی تسلی و تشفی کر سکے۔ دل اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہی دلوں کا مالک اور متصرف ہے۔

خدا سچے اضطراب کو قبول فرماتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ اور پھر فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ قرآن شریف کا ابتدا بھی **دعا** سے ہے اور پھر انتہا بھی **دعا** پر ہوا ہے۔

پس ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص دعا کرتا ہے۔ اور اس دعا کے واسطے سچی **تڑپ۔ اضطراب** اور حق کی **تلاش کا جوش** ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے واسطے حق کی راہیں کھول دیتا ہے۔ دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو شخص **خدا پر ایمان** رکھتا ہے وہ **قبولیت** دعا کو بھی مانتا ہے۔

لیکن بعض اوقات دعا کی قبولیت میں انسان کے اپنے گناہ روک ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات دعا کی قبولیت بجائے ہدایت کے ضلالت اور ابتلا کا باعث ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین۔ پس اس کا علاج استغفار مقرر کیا گیا ہے۔ دعا کرنے سے پہلے انسان بہت بہت استغفار کرے۔ انسان غلطی سے پاک نہیں۔ لہذا خدا کے حضور التجا کرے۔ کہ یاالٰہی میرے اعمال بد کے نتائج بد سے تو مجھے محفوظ رکھ۔ اور آئندہ غلطیوں سے میری حفاظت کر۔ جتنے جو غلطیاں مجھ سے پہلے سرزد ہو چکی ہیں۔ اُن کے نتائج بد اور سزا سے بچا اور حفاظت میں رکھ۔ اور آئندہ تیری ایسی حفاظت میرے شامل حال ہو۔ کہ گناہ مجھ سے سرزد ہی نہ ہوں۔ ہر گناہ کا نتیجہ سزا ہوتا ہے اور ابتلا۔ تو ممکن ہے کہ انسان کی دعا یا تو بوجہ اس کے گناہوں کے قبول ہی نہ ہو۔ اور اگر قبول ہو بھی۔ تو ابتلا کے رنگ میں ہو۔ اصطفیٰ اور اجتبیٰ کے رنگ میں نہ ہو۔ اسی واسطے استغفار کا پڑھنا درد دل اور سوز سے ضروری ہے۔

تیسرا ضروری امر یہ ہے۔ کہ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** کو ورد بھی درد دل سے کرے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی نیکی۔ سکھ اور فضل و فیض کے جذب کی توفیق مجھ کو نہیں۔ میرا کوئی علم طاقت اور عمل کافی نہیں۔ غرضیکہ میں کسی فضل اور رحمت کے پانے کا اقتدار نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی مجھ میں کوئی ایسی قوت اور طاقت ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے میں کسی دکھ۔ مصیبت۔ کم علمی۔ جہل و نادانی یا بد عادت و گناہ کو ترک کر سکوں۔ یا مقابلہ کر سکوں۔ الا باللہ۔ مگر اللہ کے فضل اور توفیق سے۔

مختصر یہ کہ ایصالِ خیر اور دفع شر کی مجھ میں طاقت اور قوت نہیں۔ بجز اس کے کہ اللہ کی خاص توفیق شامل ہو۔

غرض **استغفار** تو اس لئے کہ ہماری دعائیں . . . . کسی ابتلا کا باعث نہ ہو جاویں۔ اور **لاحول** اس واسطے کہ ہمارا علم کافی نہیں اور اظہار عجز کے واسطے۔

سچا اضطراب **لاحول**۔ استغفار پڑھ کر دعائیں کرنے کے بعد بھی اگر کچھ دیر قبولیت دعا میں ہو تو کچھ صدقہ خیرات کر دے۔ صدقہ بھی قبولیت دعا کا ایک راز ہے۔ حدیث میں آیا ہے ان الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ بعض مصائب شدائد صدقہ سے ٹل جاتے ہیں۔ **صدقہ رد بلا**۔ عام طور سے مثل کے طور پر مشہور ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی گناہ یا خدا کی ناراضگی قبولیت دعا کے واسطے روک ہو رہی ہو۔ اور ہمیں اُس کا علم نہ ہو۔ وہ صدقہ سے ٹل جاوے اور پھر قبولیت دعا کا دروازہ کھل جاوے۔

پھر **درود** پڑھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں درد دل سے آنحضرت صلعم کے لئے **خاص رحمت** اور خاص فیضان اور خاص خاص مدارج علویہ کے حصول کی دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ پر درود ایک بار بھیجتا ہے۔ خدا اُس پر کئی بار رحمت نازل کرتا ہے۔ خدا کی رحمت کیا ہے؟ وہی **ہدایت** ہے۔ ہر مشکل سے نکل جانا بھی ہدایت ہے۔ خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔ غرض یہ خدا کا وعدہ ہے۔ جو کبھی نہیں ٹلتا۔

مثنوی میں ایک طوطے کا قصہ یوں درج ہے کہ ایک طوطا ایک تاجر کے پاس تھا۔ تاجر تجارت کی غرض سے ہندوستان جانے لگا۔ تو اُس طوطے نے تاجر سے عرض کیا۔ کہ آپ میرا سلام ہند کے طوطوں کو پہنچا دینا۔ چنانچہ وہ تاجر جب ہندوستان میں آیا۔ اور اُس نے طوطے کا سلام طوطوں کو پہنچایا۔ تو اُن میں سے ایک طوطا تڑپ تڑپ کر زمین پر گر گیا اور ایسا دکھائی دیا کہ گویا مر گیا ہے۔ تاجر جب سفر سے واپس آیا۔ تو طوطے نے اُس سے اپنے سلام کا حال دریافت کیا۔ تاجر نے اپنا سارا ماجرا بیان کیا۔ تو وہ طوطا بھی ایسا تڑپا اور گردن ڈال دی کہ گویا مر گیا۔ مالک کو رنج ہوا۔ اُس نے مردہ جان کر پنجرے میں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ طوطا اُڑ کر درخت پر جا بیٹھا۔ مالک نے حیران ہو کر پوچھا۔ یہ کیا ہوا؟ پھر طوطے نے جواب دیا کہ اصل میں میرا سلام یہی معنے رکھتا تھا۔ کہ مجھے کوئی ترکیب بتاؤ۔ جس سے میں اس قید سے رہائی پا سکوں۔ تو اُنہوں نے جواب دیا تھا کہ بجز موت وارد کرنے کے رہائی ممکن نہیں۔

اسی طرح ہم بھی جو انبیاء اور عباد اللہ الصالحین پر سلام اور درود بھیجتے ہیں۔ اس کا بھی یہی منشاء اور ماحصل ہے کہ اسے نجات یافتہ روحو! اور خدا کے مقدس مجتبیٰ اور مصطفیٰ لوگو! تم تو **نجات یافتہ اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ** کے مصداق ہو کر بارگاہ الٰہی میں مقرب بنے ہو۔ ہمیں بھی اپنی جانوں کے صدقے کوئی ایسی راہ بتاؤ۔ کہ ہم بھی دنیا کی ان تلخیوں اور گناہوں سے نجات یاب ہو سکیں۔ اور ہمیں اجتبیٰ اور اصطفیٰ کے مدارج نصیب ہو کر ہم بھی خدا کی رضوان کے عرش کے سایہ میں آ جاویں۔

غرض دعا ہی ایک اعلیٰ ہتھیار ہے جو ہر مشکل سے نجات کی راہ ہے۔ جہاں کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہو سکتا وہاں دعا کے ذریعہ کامیابی ممکن اور یقینی ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے۔ کہ دعا کی قبولیت کے تمام شرائط اور لوازم مہیا و میسر ہوں۔

عمدہ دعا اھدنا الصراط المستقیم ہے۔ جس میں نہ کسی خاص مذہب کا نام ہے۔ اور نہ کوئی خاص پہلو اختیار کیا گیا ہے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے اُن الفاظ کا جو آپ نے بعد از نماز فرمائے مطلب سب لوگ سمجھیں۔ اور اس پر کاربند ہوں۔

معذرت

چونکہ ۲۔ اپریل ۱۹۰۸ء کے الحکم کی کاپیاں پتھروں پر لگائے جانے کے بعد مورخہ ۳۱۔ مارچ ۱۹۰۸ء قبل ظہر ایک لطیف اور مبسوط تقریر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمائی۔ جس کا بہت جلد شائع کیا جانا از بس ضروری معلوم ہوا۔ مگر چونکہ اُن کاپیوں کی ترتیب اس امر کی مانع تھی کہ یہ تقریر یکجائی طور سے شائع ہو سکتی۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ صرف اس تقریر کو وقت پر شائع کر دیا جاوے تاکہ احباب کو انتظار کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اسی عجلت کی وجہ سے دو ورقہ شائع ہوا۔

مینجر

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا۔

اِنّی مُہینٌ من اَرادَ اہانتک

حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک پرانا الہام ہے۔ اور سینکڑوں مثالیں اس الہام کی تصدیق میں آجتک ظاہر ہو کر الہام الٰہی کی صداقت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً اخبارات میں شایع ہوتی رہی ہیں۔ کئی من چلے اس الہام کی پرکھ اور جانچ کے لئے اپنے پورے ہتھیاروں اور طاقتوں سے نبرد آزمائی کے لئے نکلے اور آخر اپنے ذاتی تجارب اور مشاہدات سے آپ ہی کی زندہ مثال اور شہادت کی مہریں رجسٹر تصدیق صداقت الہام ربانی میں ثبت کرتے ہوئے چلے گئے۔ کوئی مقدمات کے رنگ میں آیا۔ اور کسی نے دعاؤں سے مقابلہ کیا۔ کسی نے علمی رنگ میں سامنا کیا۔ اور تفسیر نویسی کے لئے اٹھا۔ کسی نے گھر بیٹھے بٹھائے یکطرفہ بد دعائی اور کوئی مباہلہ کے میدان میں نکلا اور کسی نے بالمقابل پیشگوئیاں کیں غرض ہر طرف سے اور ہر رنگ میں شیطان نے اپنی پوری طاقت سے ربانی سلسلے کے نیست و نابود اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے سرتوڑ کوششیں کیں مگر جس رنگ سے پیا نکلا اور جس پہلو سے آیا اسی رنگ میں منہ کی کھائی اور ہمیشہ کے لئے ذلت و ادبار کا نشانہ بنا۔ اور خدائی الہام کی صداقت کا پورے زور سے ثبوت دیتا رہا۔ ممکن تھا کہ اس الہام کے بعد کوئی مقابلہ کے واسطے ہی نہ اٹھتا۔ مگر زمین و آسمان اپنی جگہ سے ٹل جانے ممکن ہیں پر خدا کے منہ کی باتیں ہرگز ہرگز نہیں ٹل سکتیں۔ اور پوری ہو کر ہی رہتی ہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ اس الہام کی پورے زور سے مخالفت بھی کی جاتی تاکہ اس کی صداقت بھی اپنے اعلیٰ ترین پایہ ثبوت کو پہنچ جاوے ہر مخالف مقابل میں آیا اور خدا کی شان کہ جس جس رنگ میں کسی نے مقابلہ کیا۔ اور جس جس رنگ میں کسی نے مرسل یزدانی مامور سلطانی کی ذلت اور اہانت کا ارادہ کیا۔ اسی ذلت و ادبار کے گڑھے میں گرا۔ اور ایسا منہ کے بل گرا کہ پھر نہ سنبھلا۔

ایک تازہ واقعہ ناظرین کے ایمان کی ترقی و تازگی اور الہام ربانی کی صداقت کے لئے لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے چند روز گذرے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ ایک خط کے اپنا یہ خواب یا الہام جو کچھ بھی ہو لکھا تھا کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اس خواب یا الہام کو ناظرین کیکر وحی اور الہام کے سلسلہ پہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کا مفصل ذکر الحکم نمبر ۱۸ جلد ۱۲ مورخہ ۱۰ر مارچ ۱۹۰۸ء میں موجود ہے۔ خدا کی شان کہ یہ صرف پہلا ہی موقع تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرح کا مقابلہ کیا ہو۔ اور ساری عمر میں انہوں نے اس قسم کا یہی ایک ہی دعویٰ پیش کیا تھا۔ مگر چونکہ اس سے انکی مراد معیار صداقت وحی پر حملہ کرنا تھی اور اسطرح سے حضرت اقدسؑ کے الہامات اور وحی پہ ہنسی اڑانے کا منشا تھا لہذا خدا تعالیٰ نے جسکو ہمیشہ اپنے مرسلوں اور ماموروں کی حمایت منظور ہوتی ہے اور وہ انبیاء اور رسل کیلئے ایک خاص غیرت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس گروہ کی ہتک اور ہار میں خدائے عزوجل کی ہتک اور ہار اور اس گروہ کی کامیابی اور عزت اور غلبے میں خدا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ خدانما وجود ہوتے ہیں لہذا اس نے اِنّی مُہینٌ من اراد اہانتک کے الہام کے بموجب ان کو اس ذلت اور رسوائی کا منہ دکھایا کہ بجائے اس کے کہ ان کے گھر میں مطابق ان کے دعوے کے لڑکا پیدا ہوتا لڑکی پیدا کر کے ان کو شرمندہ کر دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو اپنے اس خواب پر اتنا دعوے اور بھروسہ تھا کہ انہوں نے لڑکے کی ولادت سے پہلے ہی اس کا نام مظہر اللہ تجویز کر رکھا تھا جو کہ ان کے لئے مظہر ذلت بنا۔ مگر خدائی شان کہ ان کو خدا نے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا اور ایسا نادم کیا کہ اب وہ تادم حیات وحی اور الہام کے معیار پر عوام کی خوابوں یا الہاموں کو پیش کر کے حجت اور استہزا نہیں کریں گے۔

خدا کی شان دیکھو کہ خدا کے برگزیدوں کا مقابلہ اچھا نہیں ہوتا اور اس گروہ پاک کی مخالفت بہت خطرناک ہوتی ہے بعض اوقات سلب ایمان کا باعث ہو جاتی ہے۔ سینکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ بعض اوقات کفار اور فاسق لوگوں کو خواب آئے اور راست بھی نکلے۔ مگر یہ اس واسطے نہیں کہ صداقت الہام و وحی پر اعتراض ہو بلکہ یہ ایک ملکہ ہے جو کہ خدا نے انسان میں بطور شہادت وحی کے لئے رکھدیا ہے۔ اس میں نہ تو کافر و مومن کی کوئی تفریق ہے اور نہ یہ الہام کے معیار کی صداقت پر اعتراض۔ منجملہ ان کے ایک واقعہ ذیل میں ایک آریہ کا جو کہ قادیان کا رہنے والا ہے لکھا جاتا ہے:-

غور کا مقام ہے کہ ایک طرف تو ایک آریہ شخص (شرمپت) خدا اور اس کے رسول کا دشمن خواب دیکھتا ہے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو اور وہ سچا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف ایک مسلمان مولوی اور مستند اور مشہور مولوی ایک گروہ کا پیشوا مراتب اعلیٰ کا دعویٰ رکھنے والا بھی وہی خواب دیکھتا ہے اور اس کے ہاں بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہو کر دوگنی شرم اور ندامت کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس میں بھید کیا ہے۔ یہی کہ اول الذکر آریہ نے نہ تو دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی کسی مامور من اللہ کے مقابلہ کے واسطے کھڑا ہوا ہے۔ اور نہ اس نے اس خواب کو قبل از وقوع نتیجہ خواب کے سلسلہ وحی و الہام کے صداقت کے معیار کو توڑنے اور استہزا کرنیکا ذریعہ بنایا بلکہ عام طور سے معمولی ایک خواب آیا ہے۔ اور وہ سچا نکلا ہے۔ مگر چونکہ مولوی صاحب موصوف کا اس خواب کے بیان کرنے سے اور بصورت اس کے سچا نکلنے کے معیار صداقت وحی پر اعتراض اور استہزا کرنیکا ارادہ تھا اور انہوں نے چونکہ خدا کے مامور و مرسل کے مقابلہ میں ایسا اظہار کیا تھا اس لئے خدا نے ان کو اپنے اس ارادے میں ناکام کیا اور اِنّی مُہینٌ من اراد اہانتک کے الہام کی سچائی ہمیشہ کے لئے روز روشن کی طرح ثابت کر دی۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا کے برگزیدوں کے مقابلہ میں خدا کے دشمنوں کی نصرت کیجاوے۔ ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المومنین سبیلا۔

ہمیں امید ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف اب اس عقدہ کے حل کے لئے کہ کیوں آریہ کا خواب سچا ہوا اور کیوں ان کا خواب غلط نکلا حضرت اقدسؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی کیطرف توجہ کریں گے اور حقیقت خواب و وحی کا سچا فلسفہ اور حقیقی معیار تلاش کر کے اسے قبول کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے۔

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین کی حدیث پر پورا عمل کر کے آیندہ محتاط بن جاویں گے اور ایسی خوابوں یا الہامات کا اعتبار نہ کریں گے اور نہ ہی ان کو نبوت کی وحی کے جھٹلانے کا معیار بناویں گے۔

تلاش مطلوب ہے

میرے چچا صاحب مسمی عبدالحق صاحب احمدی معہ چچی صاحبہ و ایک دس برس کے بچہ کے جسکا نام احسان الحق ہے بعرصہ دو ماہ تلاش روزگار میں حیدرآباد دکن گئے ہیں مگر اتبک کوئی خط انکا نہیں آیا جس سے گھر پر متفکر اور بے چین ہے۔ صرف ترنطیہ لاسور سے (جو حیدرآباد دکن سے دو سو میل کے فاصلہ پر ہے) چلتے وقت ایک خط ان کا آیا تھا پھر کوئی خط نہیں آیا ان کا قیام کا ارادہ بھی مولوی سید محمد رضوی صاحب احمدی بیرسٹر حیدرآباد و ہائیکورٹ کے ہاں کا تھا۔ مولوی صاحب موصوف کو بھی رجسٹری خط بھیجا کوئی جواب تاحال نہیں آیا اور نہ رجسٹری کی رسید آئی ہے طبیعت از حد پریشان ہے۔ چونکہ آجکل ریل گاڑیوں کے آپس میں لڑنے کے بہت حادثات ہوتے ہیں اسلئے اور فکر ہے خدا انکو محفوظ رکھے۔ براہ مہربانی الحکم کے اول ہی پرچہ میں شایع کر دیجیے کہ جس احمدی بھائی کے ہاں چچا صاحب موصوف حیدرآباد میں مقیم ہوں وہ احقر کو بذریعہ خط مطلع فرما کر مشکور فرمائیں اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آج سے دو ماہ قبل یا اس کے قریب مقام لاسور اور حیدرآباد کے درمیان کوئی ریل گاڑی تو نہیں لڑی فقط والسلام

محمد عثمان احمدی ہیڈ ڈرافسمین دفتر ڈسٹرکٹ انجنیئر ای۔ ای الہ آباد

خاص توجہ کے قابل

خُطبہ جُمعہ

از حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد اقصیٰ

۱۳ مارچ ۱۹۰۸ء

الحمد للہ۔ نحمدہ و نستعینہٗ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ اما بعد! التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ آخر درود تک۔

یہ وہ فقرات ہیں۔ جو ہر مسلمان ہر دو رکعت کے بعد پڑھتا ہے۔ جو شخص دن رات میں چالیس رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ وہ ان فقرات کو بیس مرتبہ پڑھتا ہے۔ تین رکعت والی نماز میں بھی یہ کلمات دو مرتبہ پڑھے جاتے ہیں۔ فرائض۔ سُنن۔ اور نوافل سب میں ان کا پڑھا جانا ضروری ہے۔ قرآن شریف میں اور احادیث میں بھی نماز کو سنوار کر اور سمجھ کر پڑھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ حتیّٰ کہ سوچ سمجھ کر نہ پڑھنے والوں کی نماز نماز ہی نہیں کہلاتی۔ اور نہ اس کو قبولیت کا درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ طوطے کی طرح الفاظ کا رٹتے رہنا اور حقیقت سے بے خبر ہونا مفید نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ خدا اور اُس کے رسول کا منشاء ہے۔ متوالوں کو بحالت نشہ میں ہوں مسجد میں آنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ غرض قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کے فعل و قول میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ نمازی کے واسطے نماز کے مطالب خوب اچھی طرح ذہن نشین ہونے لازمی رکھے گئے ہیں۔

پس ہر انسان کو لازمی ہے کہ نماز کے مطالب اور معانی کے سمجھنے کی کوشش کرے!

تحیّہ۔ عربی میں کسی کی تعریف۔ مدح۔ ستائش۔ بڑائی اور اُس کی مہربانیوں اور انعامات کے بیان کرنے میں اور اس کی شکر گزاری کے واسطے اُس کے حسن و احسان کو یاد کر کے اس کے گرویدہ ہونے کے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے **قولی عبادت** بھی اس کا ترجمہ کیا ہے **عبادت**۔ فرمانبرداری اور تعظیم کا نام ہے۔ اس واسطے زبان سے جو کچھ عبادت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا جاتا ہے اس کا نام **تحیۃ** ہے۔

چونکہ کل انعامات اور فیوض کا سچا اور حقیقی سرچشمہ **اللہ تعالیٰ** ہی ہے۔ اور بجز اس کے خاص فضل کے ہم دُنیا و مافیہا کے کُل سامانِ آرام و آسائش سے متمتع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صرف صرف اسی کی حمد و ستائش کے گیت گانے اور اسکی فرمانبرداری کو سب پر مقدم کرنا چاہئے۔ دیکھو! اگر کوئی ہمارا محسن نہایت اعلیٰ درجہ کی عمدہ اور نفیس گرم پوشاک دے۔ مگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اور ہمیں سخت محرقہ تپ ہو تو وہ لباس ہمارے کس کام آسکتا ہے۔ اور اگر ہمارے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ مرغن کھانے قسم قسم رکھے جاویں مگر ہم کو قئے کا مرض لاحق حال ہو۔ تو ہم اُن کھانوں کی لذت کیسے اُٹھا سکتے ہیں۔

غرض غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسائش و آرام کے کل سامانوں کے مادے پیدا کرنا بھی جس طرح اللہ ہی کا کام ہے۔ اسی طرح سے اُن سے متمتع اور بارور ہونا بھی محض اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ صحت عطا کرنا۔ قوت ذائقہ بخشنا۔ قوت ہاضمہ کا بحال رکھنا سب اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ **واما بنعمت ربک فحدث**۔ تحدیث نعمت کرنا اور خدا کے انعامات کا شکر ادا کرنا ازدیاد انعامات کا باعث ہوتا ہے **لئن شکرتم لازیدنکم**۔ پس اس طرح سے تحدیث نعماء اور عطایا الٰہی اور شکر کا اظہار زبان سے کرنے کا نام ہے **تحیۃ**۔

صلوٰۃ۔ اُس تعظیم اور عبادت کا نام ہے۔ جو زبان دل اور اعضاء کے اتفاق سے ادا کی جاوے۔ کیونکہ ایک منافق کی نماز جو کہ ریا اور دکھلاوے کی غرض سے ادا کی گئی ہو۔ **نماز نہیں** ہے۔ نماز بھی ایک تعظیم ہے جس کا تعلق بدن سے ہے۔ بدن کا بڑا حصہ **دل اور دماغ** ہیں۔ چونکہ زبان نماز کے الفاظ ادا کرنے میں اور دل و دماغ اس کے مطالب و معانی میں غور کر کے توجہ الی اللہ کرنے میں اور ظاہری اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم کے ادا کرنے میں شریک ہوتے ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام بدن یا جسم ہے۔ اس لئے **بدنی عبادت** کا نام صلوٰۃ ہے۔

دل و دماغ خدا کی بزرگی اور حق سبحانہ کی عظمت کا جوش پیدا کرتے ہیں۔ بذریعہ اس کے انعامات اور حسن و احسان میں غور کرنے کے اور پھر اس جوش کا اثر زبان پر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ زبان کلمات تعریف و ستائش کہنے شروع کر دیتی ہے اور پھر اس کا اثر اعضا اور ظاہری جوارح پر پڑتا ہے اور ادب و تعظیم کے لئے کمربستہ ہونا۔ رکوع کرنا سجود کرنا وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم بجا لاتے ہیں۔ پھر یہ اثر اسی جگہ محدود نہیں رہتا۔ بلکہ انسان کے مال پر بھی پڑتا ہے اور اس طرح سے انسان اپنے عزیز اور طیب مالوں کو خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی کے واسطے بے دریغ خرچ کرتا ہے اور اپنے مال کو بھی اپنے دل و دماغ۔ زبان اور ظاہری اعضا کے ساتھ شامل و متفق کر کے عبادت الٰہی میں لگا دیتا ہے۔ تو اس کا نام ہے **والطیبات** جس کو بالفاظ دیگر یوں بیان کیا گیا ہے **مالی عبادات** اور یہ بھی صرف اللہ جل شانہٗ ہی کا حق ہے۔

غرض التحیات۔ الصلوٰۃ۔ الطیبات۔ تینوں طرح کی عبادت فقط اللہ جل شانہٗ ہی کا حق ہے۔ کسی قسم کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے غنی ہے۔ کہ کوئی اس کا شریک اور ساجھی ہو۔

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ ہر محسن اور مربی کی محبت کا جوش انسان کے دل میں فطرتاً پیدا ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر کیسے کیسے احسان ہیں۔ وہی ہیں جن کے ذریعے ہم نے خدا کو جانا۔ مانا اور پہچانا۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے ہمیں خدا کے اوامر و نواہی اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی راہیں بذریعہ قرآن شریف معلوم ہوئیں۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے خدا کی عبادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ اذان اور نماز ہمیں میسر ہوا۔ اور وہی ہیں جن کے ذریعہ سے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک ترقی کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہو سکتا ہے۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے لا الٰہ الا اللہ کی پوری حقیقت ہم پر منکشف ہوئی۔ اور وہی ہیں جو **خدا نمائی** کا اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے احسانات اور انعامات ہیں کہ ممکن تھا۔ کہ جس طرح سے اور قومیں اپنے محسنوں اور نبیوں کو بوجہ اُن کے انعامات کثیرہ کے غلطی سے بجائے اس کے کہ اُن کو **خدا نمائی اور خدا شناسی** کا ایک آلہ سمجھتے اُنہی کو خدا بنا لیا اور توحید سکھانے والے لوگوں کو واحد و یگانہ مان لیا اور اُن کی تعلیمات کو جو کہ نہائیت خاکساری اور عبودیت سے بھری ہوئی تھیں بھول کر ترک کر دیا۔ اور اُن ہی کو معبود یقین کر لیا۔ ہم مسلمان بھی ممکن تھا کہ ایسا کر بیٹھتے۔ مگر اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اور اس امت مرحومہ پر رحم کرنے اور ایسے خطرناک ابتلا سے بچانے کی غرض سے محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کا فقرہ ہمیشہ کے واسطے توحید الٰہی لا الٰہ الا اللہ کا جزو بنا کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے شرک سے بچا لیا۔

بلکہ اسی باریک حکمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی مدینہ منورہ میں بنوائی۔ مکہ معظمہ میں نہیں رکھی کیونکہ اگر مکہ معظمہ میں آپ صلعم کی قبر ہوتی تو ممکن تھا۔ کہ کسی کے دل میں خیال پرستش آجاتا یا کم از کم دشمن اور مخالف ہی اس بات کا اعتراض کرتے۔ مگر اب مدینہ میں قبر ہونے سے جو لوگ مکہ معظمہ میں جانب شمال سے جانب جنوب مُنہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ تو اُن کی پیٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف ہوتی ہے۔ اس

رضی اللہ تعالیٰ ۔۔۔ قیامت تک ۔۔۔ آپ کی قبر کے نہ پوجا جانے ۔۔۔ مسلمان ۔۔۔ شرک میں مبتلا ہونے کے واسطے بنا دی ۔۔۔ جن باتوں میں اس بات کا وہم و گمان کبھی ہو سکتا تھا کہ کوئی انسان آپؐ کو خدا بنا لے گا۔ یا آپ کو شریک فی الذات یا صفات ہونے کا گمان کبھی جن باتوں سے ممکن تھا اُن کا خود اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سچی اور پاک تعلیم میں ایسا بندوبست کر دیا کہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کوئی مسلمان اس امر کا مرتکب ہو۔

مگر چونکہ محسن سے محبت کرنا اور گرویدہ احسان ہونا انسانی فطرت کا تقاضا تھا۔ اس واسطے ایک راہ کھولدی کہ ہم آپ کے لئے دعا کیا کریں۔ اور اس طرح سے آنحضرتؐ کے مدارج میں ترقی ہوا کرے۔ چنانچہ ہر مسلمان نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کا پاک تحفہ پیش کرتا ہے اور درد دل سے گداز ہو کر گویا کہ آپ کے احسانات اور مہربانیوں کے خیال سے آپؐ کی ایسی محبت پیدا کر لیتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے موجود ہیں ۔۔۔ مہربانیوں سے آپؐ کا وجود حاضر کی طرح سامنے لا کر خاص رنگ میں دعا کرتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

برکۃ عربی میں تالاب کو کہتے ہیں۔ اس نشیب کا نام ہے۔ جہاں ادھر اُدھر کا پانی جمع ہو جاتا ہے **مبارک** بھی اسی سے نکلا ہے۔ اور **برکت** بھی اسی میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ آنحضرتؐ کی اُمت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہینگے۔ جو آنحضرتؐ کے اصلی اور حقیقی مذہب اور تعلیم توحید کو قائم کرتے اور شرک و بدعات کا جو کبھی امتداد زمانہ کی وجہ سے اسلام میں راہ پا جاویں۔ اُن کا قلع قمع کرتے رہیں گے اور یہ ضروری ہے آپ کی سچی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا رہے۔ جو امت مرحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہوا کریں۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی بڑی بڑی صراحت سے اس بات کو الفاظ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم اَمنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفٰسقون۔ سپارہ ۱۸۔ رکوع ۱۳۔

اسی طرح سے السلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصّٰلحین کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دین کے سچے خادموں جو صحابہ۔ اولیاء۔ اصفیاء۔ اتقیاء اور ابدال کے رنگ میں آئے اور قیامت تک آتے رہینگے اُن کے واسطے بھی بوجہ اُن کے حسن خدمات کے جن کی وجہ سے انہوں نے بعد رسول اکرمؐ ہم پر بہت بڑے بھاری احسانات اور انعامات کئے۔ اُن کے واسطے بھی دعا کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اس گروہ پاک کی مخالفت کریگا اور اس کو نظر عزت سے نہ دیکھیگا اور اُن کے احکام اور فیصلوں کی پرواہ نہ کریگا۔ تو وہ فاسق ہوگا۔ بلکہ وہانتک جہاں تک تعظیم الٰہی۔ اور تعظیم کتاب اللہ اور تعظیم رسول اللہ اجازت دیتی ہو۔ اس گروہ کا ادب و عزت کرنی اور اس خیل پاک کے حق میں دعائیں کرنے کا حکم قرآن شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیت ذیل میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ وَالذین جاءُو من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًّا للذین اٰمنوا ربنا انک رءُوفٌ رّحیم۔ سپارہ ۲۸۔ رکوع ۴۔ غرض اپنے پہلے بزرگوں اور خادمان اسلام و شریعت محمدیہ کے واسطے دعائیں کرنا اور اُن کی طرف سے کوئی بغض و کینہ۔ غل و غش دل میں نہ رکھنا۔ یہ بھی ایمان اور ایمان کی سلامتی کا ایک نشان ہے۔ پس انسان کو مرنج و مرنجان ہونا چاہیئے اور خدا کی باریک در باریک حکمتوں اور قدرتوں پر ایمان لانا چاہیئے اور کسی سے بھی بغض و کینہ دل میں نہ رکھنا چاہیئے۔ خدا کی شان ستاری سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جن کو تمہاری نظریں بُرا اور بد خیال کرتی ہیں۔ اسے توبہ کی توفیق مل جاوے للّٰہ افرح من توبۃ العبد۔ خدا اپنے بندوں کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر جس کا کسی ویران اور بھیانک وسیع جنگل میں سامان خورش و نوش ختم ہو جاوے اور اس لئے اُسے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ مگر پھر اُسے سامان میسّر آجاوے۔ جس طرح وہ شخص خوش ہوگا۔ اس سے بھی کہیں بڑھکر خدا اپنے بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔ پس **کسی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو** **خدا نقطہ نواز** بھی ہے اور **نقطہ گیر** بھی۔ ممکن ہے کہ جسے تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ اُسے توبہ کی توفیق مل جاوے اور دوسرا اپنے **کبر** کی وجہ سے راندۂ درگاہ اور ہلاک ہو جاوے۔ بعض بدیاں حبط اعمال کا موجب ہو جاتی ہیں اور بعض اعمال جہنم میں لے جاتی ہیں۔ تمام صالحین کے واسطے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ اُن کے احسانات اسلام اور مسلمانوں پر بہت کثرت سے ہیں۔ غور کا مقام ہے۔ کہ انہوں نے یہ دین اور یہ **کتاب**۔ یہ **سنت**۔ یہ نماز و روزہ ہم تک پہنچانے کے واسطے کس طرح اپنی جانیں خرچ کر دیں خون پانی کی طرح بہا دیئے۔ اپنے نفسوں پر آرام اور نیند حرام کر لی۔ کتنے بڑے بڑے سفر پا پیادہ اس مشکلات کے زمانہ میں کئے۔ ایک ایک حدیث کی تحقیقات اور اس کے راوی کے مُنہ سے سُننے کے واسطے سینکڑوں کوسوں کے ناقابل گزر اور دشوار گزار سفر انہوں نے کئے۔ پس اُن کے احسانات۔ اُن کی مساعی جمیلہ۔ کوششوں محنتوں اور جانفشانیوں کو نظر کے سامنے رکھکر اُن کے واسطے دردمند دل سے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرو۔ اگر اُن کی ایسی محنتیں اور کوششیں نہ ہوتیں۔ اور وہ بھی ہماری طرح سست اور کاہل ہوتے تو غور کرو کہ کیا اسلام موجودہ حالت میں ہو سکتا تھا۔ اور ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکتے تھے ہرگز نہیں۔ پس اُن کے واسطے دعائیں کرنا اور نماز میں اُن کے حقوق ادا کرنے کا جزو ہونا بھی لازمی اور ضروری تھا۔ بلکہ از بس ضروری تھا کیونکہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی عبادت کرنے والا اور اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی پرواہ نہ کرنے والا ہونا اور پھر نبوت اور کتب پر ایمان لانے والا بننا چاہیئے۔

جلسہ کے بعد

اللھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علٰی محمد وعلٰی آل محمد کما بارکت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم انک حمیدٌ مجید۔

یہ الفاظ جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ ان کا نام ہے درود۔ واقع میں اگر ہم اللہ کے پورے بندے اور عابد اور تعظیم کرنے والے ہیں۔ اور مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے والے علوم اور عقائد سے خوشحال ہوں۔ تو یہ سب فیضان اور احسان حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے آپؐ کے دل کے درد اور جوش نہ ہوتے۔ تو قرآن کریم جیسی پاک کتاب کا نزول کیسے ہوتا۔ آپؐ کی مہربانیاں اور توجہات اور محنتیں اور تکالیف شاقہ نہ ہوتے تو یہ پاک دین ہم تک کیسے پہنچ سکتا۔ آپؐ نے یہ دین ہم تک پہنچانے کی غرض سے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور ہمدردی خلق کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا۔ تو پھر غور کا مقام ہے کہ جب ادنٰے ادنٰے محسنوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جانا ہماری فطرت سلیم کا تقاضا ہے تو پھر آنحضرتؐ کی محبت کا جوش کیوں مسلمان کے دل میں موجزن نہ ہوگا۔

درود بھی درد سے ہی نکلا ہوا ہے۔ اپنے خاص درد۔ سوز۔ گداز اور رقت سے خدا کے حضور التجا کرنی کہ اے مولا۔ تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج آنحضرتؐ کو عطا کر۔ ہم کوئی کیا سکتے ہیں۔ اور کس طرح سے

حق پرستی اسکو کہتے ہیں

دنیا کی اس موجودہ زندگی میں خدا کے ماننے والی قوموں نے جہاں خدا پرستی کے ایک دوسرے سے جداگانہ طریقے اور رویے اختیار کئے ہیں وہاں پرستش اور پوجا پاٹھ کے لئے اپنے ہم مشربوں کو بلانے کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ طریقے مقرر کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اپنے اپنے ہمخیالوں کو جمع کر کے اکٹھا کرتے ہیں کسی نے تو اس بڑے مقصد کو ادا کرنے کے لئے جرس کو اس کا ذریعہ بنایا اور کسی نے ناقوس کو۔ جرس اور ناقوس سے بظاہر کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوتی کہ جس کے ذریعہ خدا پرست کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لائق ہو سکے یا یہ معلوم کر سکے کہ فی الواقع یہ جرس اور ناقوس کی آواز محض خدا پرستی کے بلانے کے لئے ہے۔ اور نہ ان میں کوئی ایسی دلربا صدا نکلتی ہے کہ جس سے خود بخود طبیعت میں ایک کشش پیدا ہو کر اسکو اس کوچہ میں یا عبادت گاہ میں کشاں کشاں لیجائے کہ جہاں سے یہ آواز آئی ہے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی ایسے پیارے الفاظ نہیں نکلتے ہیں کہ جسمیں محبوب ازل کے حسن کی کوئی جھلک محسوس ہو سکے یا خیال میں آکر دلکو اوس طرف متوجہ کر سکے۔

اسکی وجہ سوچنے پر ہمارے دل میں یہ آئی ہے کہ دراصل یہ لوگ جو جرس یا ناقوس کے ذریعہ عبادت کے لئے بلاتے ہیں حقیقی معبود سے دور و مہجور ہیں اور انکو اس کے حسن و جمال کی وہ کیفیت معلوم نہیں کہ جو وہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں سے اکثروں نے بجائے اسکے انسانوں کو وہ سمجھ لیا اور اسطرح حقوق اللہ کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے سخت سے سخت ظلم و ستم ڈھایا ہے۔ یہ تو سچ ہے اور بالکل راستی سے مملو ہے کہ ان کے مذاہب کی بنیادیں ابتدا میں تو ضرور صداقت پر مبنی تھیں اور ان میں نور تھا اور ان میں صداقت تھی اور ان میں حق پرستی تھی اور ان میں حقوق اللہ کی شناخت کے طریقے تھے اور ان میں خدا پرستی کا مادہ بھی تھا وہ بالکل ایسے نہ تھے جیسے کہ آجکل نظر آتے ہیں بلکہ وہ حقیقتاً خداوند کریم کو خالق سمجھتے تھے مالک سمجھتے تھے رازق سمجھتے تھے معطی سمجھتے تھے۔ جیتا جاگتا اور تمام قدرتوں والا سمجھتے تھے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی نسبت کوئی ایسی صفت جائز نہ رکھی تھی کہ جس سے اسکی توہین لازم آوے مگر مرور زمانہ سے جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ ایک وقت پرنور وقت ہے اور روز روشن ہے تو دوسرے وقت ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے کہ آدمی کو ہاتھ مارے آدمی نہیں سوجھتا اس لئے لازم تھا کہ ایک وہ زمانہ بھی آتا کہ جسمیں وہ سب صداقتیں ظلم و ستم سے بدل جائیں خدا پرستی کی بجائے اینٹ روڑا اور انسان پرستی کی پوجا اور مادہ پرستی اور دنیا کے وہ تمام انسان جو خدا کا نام لیا کرتے تھے یا خدا کو خدا مانا کرتے تھے سراسر انسان پرست یا مادہ پرست ہو جاتے تاکہ اس کے بعد ایک اور شمس ہدایت طلوع کرتا اور اس تمام بدی اور بدکاری اور ظلم و ستم کے سیلاب کو دور و رفع کر دیتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب زمین والے سب کے سب بگڑ گئے اور بالکل ظہر الفساد فی البر والبحر کا نمونہ سامنے نظر آگیا تو خدا نے ایک ایسا انسان زمین پر نازل کیا کہ جسکو یقیناً اس شمس سے جو ہمکو روشنی دیتا ہے بدرجہا بہتر سمجھنا اور یقین کرنا ایمانداری پر دال ہے۔ وجہ یہ کہ اس موجودہ شمس سے اگر کچھ زیادہ ہوتا ہے تو یہی کہ ہماری موجودہ جسمانی زندگی کو فائدہ پہنچتا ہے مگر ہماری روحانیت کے فائدہ پہونچانے سے کسی ایسے شمس کی ضرور بضرور حاجت تھی کہ جو ہمکو نہ صرف اب بلکہ ابدالآباد تک کیلئے ایسا روشن کر دے کہ جس سے نہ تو ہم میں کبھی کوئی روحانی بیماری ہی عود کرے اور نہ ہم پر ایسی مردگی چھا جائے کہ جس سے ہم جیتے جی یا مرے پیچھے ہی حقیقتاً مر جاویں مگر خدا تعالیٰ کا شکر کس زبان سے کریں کہاں سے ایسی طاقت گویائی لاویں جیسا کہ ہمارا اقرار ہے اور سچا اقرار ہے کہ سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم۔ اور پھر رات دن یہی دعا ہے کہ رب زدنی علما جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل ہم کمزور ہیں اور بے علم ہیں اور فی الواقع کسی ایسے آب زلال کے فطرتاً خواہشمند ہیں کہ جس سے نہ صرف ہمارے جسمانی قویٰ ہی راہ راست پر آویں بلکہ روحانی قوے بھی اپنے کام باسانی اور بالطریقہ ادا کر کے ہمکو اوس منزل مقصود تک پہونچا دیویں۔

خداوند کریم نے ہماری اس تپش کو دیکھکر ہم پر رحمت کر کے ہمارے اوپر اسقدر لطف و کرم کیا کہ ہم کو ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بال بال بچا لیا نہ صرف ہم کو بلکہ دنیا کے ہزاروں لاکھوں کروڑوں اربوں بلکہ لاتعداد انسانوں کو اور یہ ایک بڑی رحمت ہوئی کہ دنیا پرستی اور مادہ پرستی اور انسان پرستی سے خدا پرستی کا سبق ملا جو کہ انسان کے لئے ضرور باعث فخر ہے۔ وہ پیارا انسان ہے کہ دنیا میں بھی ایسا پیارا یقین کیا گیا کہ ہر ایک کہ دمہ کی زبان سے خواہ وہ اس کا عاشق صادق ہو خواہ دشمن سیاہ اور ظالم و فاسق ہو اس کے نام سے اسکو یاد کرتا ہے یعنے (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہنے کو تو یہ صرف ایک بندۂ خدا تھا مگر اسکی سیرت و لائف کے اوراق پلٹنے سے معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ فی الحقیقت ایسا انسان نہ تو دنیا میں ہو سکتا ہے اور نہ ہوا ہو گا اور نہ آئندہ ہونیکی امید ہے۔ کیونکہ باوجودیکہ اس پیارے نے کسی اوستاد کے آگے زانوے ادب تہ نہیں کیا اور نہ زمانے کے نشیب و فراز پر غور کرنیوالوں کی پند و نصیحتیں سنیں اور نہ کسی متمدن زمانہ سے اوس کا سابقہ پڑا مگر یہی بات ہے جو خدا کو جان دیتی ہے اور اس کو حسن دکھاتا ہے کہ اس کا ہر ایک قدم ہر ایک امر میں ہر ایک سے پیش رہے ہزاروں قدم آگے ہی رہا ہے اور جہاں پر روز روشن کیطرح یہ امر ظاہر کر دیا کہ واقعی ہر ایک قدم میں اس کے ساتھ خدا کی تائید تھی نصرت تھی اور حقیقتاً وہ خدا کے تمام فرستادوں کا سردار ہے اور دراصل وہی افضل الرسل افضل الانبیاء اور سچا اور حقیقی شفیع ہے۔ دنیا پرستی مادہ پرستی بت پرستی انسان پرستی نفس پرستی اور وہ بھی جو نسلاً بعد نسلاً خون کی جزو ہو گئی ہو اوس کو دور کر کے خدا پرستی کو اوس کی بجائے قائم کرنا معمولی بات نہیں بلکہ بڑا کام ہے اور خدا پرستی قائم کرنا بھی پھر ایسے طور پر کہ خون کا جزو ہو جاوے اور تمام مال و جان سے اسی کا ہو جاوے جو کہ اصلی مالک ہے خالق ہے۔ خدا پرستی کے جیسے جیسے اوس نے سبق پڑھائے ہیں اور دنیا میں اوس قادر خدا کے قبول کرانے کے لئے جسقدر کام کئے ہیں اور جسقدر خوارق اور نشانات قدرت خدا تعالیٰ نے اس کے ذریعہ دنیا کو دکھلائے ہیں اور جسقدر مردے خدا تعالیٰ نے اوس کے ہاتھ پر زندہ کئے ہیں اس تمام کا بیان یقیناً ایسا وسیع ہے کہ دنیا میں اس کا سمانا مشکل اور محال ہے کیونکہ جیسے کہ دل و جان سے زیادہ تر اوس نے پیار کیا تھا اوس کو چاہا تھا اوس کا ہو گیا تھا جو کہ اس تمام کائنات کا خالق ہے مالک ہے رازق ہے اور کہ جس کے رگ و ریشہ میں توحید کا سبق پڑھانے اور عاشق خدا بنانے کا مادہ سرایت کر گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اوسپر ایسا انعام کیا اور اوس کو ایک روشن اور مہیمن کتاب عنایت کی جسکی تعلیم کبھی بوسیدہ نہ ہو مردہ نہ ہوا اور کبھی لغو نہ ہوا اور نہ اوس میں سے ایک لفظ ادہر کا ادہر ہو بلکہ جیسے کہ تھی ویسے ہی تازہ بتازہ اور پوری کی پوری ہے جس کا نام قرآن مجید ہے اور ایسا ہی اس کو دین ابدالآباد تک رہنے والا اور ہزاروں بلکہ لاتعدادوں کو اپنے چشمۂ صافی سے سیراب کرنیوالا عطا کیا اور خدا سے ملانیوالا عطا کیا کہ ایسا کسی کو بھی نہ ملا یعنے اسلام۔ یہ ایسے زندہ نمونے آپ نے اپنی یادگار میں چھوڑے ہیں کہ کسی اور جگہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی طاقت قدسی کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ ہر زمانے اور ہر وقت میں آپ کی پیروی سے خدا سے ملنے والے اور خدا تعالیٰ سے ملانیوالے موجود ہوتے رہے اور موجود ہوتے ہیں چنانچہ اس وقت بھی ہم میں سے ہی ایک ایسے انسان کو جو نہ صرف زبانی آپکی غلامی کا دم بھرتا بلکہ نام بھی غلام احمد رکھتا ہے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کر کے خلقت کی ہدایت کے لئے مسیح اور مہدی بنا کر بھیجا تاکہ دنیا پرستی کے جذام سے وہ لوگوں کو شفا دے وہ جو مردہ ہیں انکو زندہ کرے اور جو اندھے ہیں انکو چشم بینا عطا کرے اور اسطرح پر اہل دنیا کو اطلاع دے کہ تمہارا خداوند زندہ خدا ہے اور وہ کسی پہلے زمانہ میں صفت تکلم سے خالی ہوا اور نہ اب ہے اور نہ آگے کو ہو گا اور اس سے یہ ظاہر ہو کہ آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے رسول ہیں کہ جن کے کارنامے تحریر میں لانے سے زمین پر سما نہیں سکتے آپ کے سوا جس نے ایسا لفظ کسی دوسرے انسان کے لئے تجویز کیا اس نے سخت سے سخت مبالغہ آمیز لفظ بولا ہے جو حق سے بالکل دور اور سراپا ہیچ رہے۔

ہر ایک غور طلب اور منصف مزاج انسان سوچ سکتا ہے کہ بھلا

ایسے مقدس اور اعلے انسان کے کارنامے کسیقدر بھی ضبط تحریر میں لانا آسان کام نہیں ہے پھر ہم کیا اور ہماری بساط کیا کہ اوسپر قلم اٹھاویں اور پورے اتریں۔ مگر توحید کا جوش جو آپ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اوسکی نسبت کسیقدر اس موقعہ پر کہنا ہم ضروری سمجھتے ہیں تاکہ دنیا پر یہ امر ظاہر ہو کہ محبوب ازل اور خالق مالک سے کیسا آپ کا عشق صادق تھا کہ اپنے ہر ایک قول و فعل کے علاوہ عبادت الہی کے لئے بلانے کا بھی وہی پہلو اختیار کیا کہ جس سے ایک جہان پر آپ کے آئینہ دل کا حال ظاہر ہو سکے اور ایک دنیا اس طرف اور ایسے پیارے محبوب کیطرف توجہ کر سکے چنانچہ وہ ندا جسکو عام لوگ بانگ یا اذان کہا کرتے ہیں جو کہ پانچ وقت مسلمانونکو اپنے ہم مشربوں کو بلانے کے لئے سکھائی گئی ہے جس میں وہ بات ہے اور ایسے پیارے الفاظ موجود ہیں کہ نہ تو جرس میں کبھی کسی نے سنے اور نہ ناقوس میں یعنے یہ کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر یعنے اگر تم کسی بڑے سے بڑے کا ادب کرتے ہو وقر کرتے ہو خوف کرتے ہو امید رکھتے ہو اس کے ساتھ تعلق جوڑ کر میں اپنی بہتری اور بہبودی کا خیال رکھتے ہو تو اے لوگو! وہ صرف ایک ہی ایسی ذات ہے کہ جس کا نام اللہ ہے یعنے وہ ایک ایسی ذات بابرکات ہے کہ وہ تمام خوبیاں ہی خوبیاں رکھتا ہے اور بدیوں و نقصوں سے بالکل مبرا و منزہ ہے وہ اپنی طرف رجوع کرنیوالوں کو بھی خوبیوں سے متمتع کر دیتا ہے اور بدیوں سے بالکل پاک و صاف کر دیتا ہے اور اس کا آئینہ دل ایسا صاف و شفاف کر دیتا ہے کہ پھر اس پر بدی اور بدکاری اور نقص و قصور و جہل کا زنگ بیٹھ ہی نہیں سکتا۔

اس کے بعد کہا کہ ندا دیا کرو کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ یعنے اگر مذکورہ بات سے تم فائدہ نہیں اٹھاتے ہو یا تم میں ایسا مادہ نہیں ہے کہ جو مذکورہ باتیں تم کو فایدہ دیسکیں تو اب ایک اور بات سن لو کہ جو شاید تمہاری طبیعت کا جزو ہو کیونکہ جیسے کہ شکلیں مختلف قسم کی ہیں ویسے ہی طبایع بھی مختلف قسموں پر منقسم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم ایسے طبیب حاذق تھے کہ باوجودیکہ دنیوی علوم میں ہرگز کسی انسان کے شاگرد نہ تھے مگر ہر ایک حالت اور طبیعت کے نسخے آپ کو یاد تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس ندا میں ہر ایک طبیعت اور مذاق کا خیال مدنظر رکھا ہے اور ایسے الفاظ رکھے ہیں کہ جو سب کے لئے مفید ہو سکیں کیونکہ دنیا میں بہت سے ایسے ہیں کہ جو امید و بیم کے طرف مایل ہیں کوئی بڑوں سے ملنے اور تعلق جوڑنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک یہی وسیلہ بہتری اور بہبودی کا ہے کسی دماغ میں عشق کا مادہ سرایت کیا ہوا ہے اور وہ کسی حسین مہ جبین سرو قد سیمیں عذار نرگس چشم سنبل زلف وغیرہ کے جال میں پھنسنے کو اپنی فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ

یہاں پر اشھد ان لا الہ الا اللہ فرمایا گیا یعنے بتلایا گیا کہ میاں اصل بات تو یہ ہے جو صداقت اور راستی سے سراسر مملو ہے اور اسی لئے بڑے بڑے زوردار آواز سے اسکی شہادت دیجاتی ہے کہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ ہمارا معبود ہونے کے لایق ہو معشوق ہونے کے لایق ہو محبوب ہونے کے لایق ہو مطلوب ہونے کے لایق ہو مقصود ہونے کے لایق ہو مگر ایک اور صرف ایک وہی جو اللہ ہے تمام خوبیوں کا جامع اور تمام عیبوں سے مبرا و منزہ گویا کہ یہ عاشق مزاجوں کے لئے ایک ایسا نایاب سبق ہے کہ گویا انکی چشم ہوش کھولنے والا ہے جس سے یہی ظاہر کرنا ملحوظ خاطر ہے کہ اے عاشق مزاجو کیوں کسی فانی چیز سے دل لگاتے ہو آؤ ہماری طرح اس محبوب مطلوب و مقصود حقیقی کے عاشق صادق بنجاؤ کہ جس کے حسن احسان نے ہمارے دلوں پر ایسا اثر کیا ہے اور ہم کو اپنی نگاہوں سے ایسا گھایل کر دیا ہے کہ اب سوائے اس کے ہمارے کوئی خطرے میں ہی نہیں آتا ہے۔ اس کے بعد یہ آواز دینے کی تعلیم دی کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ یعنے اس بات کی گواہی دیتا ہوں محمد (صلعم) اوسی اللہ کے رسول ہیں اور کچھ نہیں یہ اس لئے بتایا کہ تا توحید پرستوں کی جماعت میں کسی وقت انسان پرستی کا روگ نہ لگجاوے جیسا کہ دوسری قوموں میں لگ گیا آپکو توحید اور حق پرستی کا اسقدر جوش تھا کہ آپ نے اس بات کے ازالہ کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایسا لفظ اپنے واسطے دن میں پانچ دفعہ بزور سنانے کی تاکید کی کہ جس سے توحید میں انسان پرستی شامل نہ ہو جاوے اور اس لئے آپ نے یہ دعا بھی مانگی کہ اے خدا! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ ہر سال لوگ آ کر وہاں میلا لگاویں اس سے صاف اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ خدا پرستی کیسی آپ کے رگ و ریشہ میں دھنس گئی تھی اور بنی نوع انسان کے ساتھ کیسی اعلے درجہ کی ہمدردی آپ کو تھی کہ اون کے گمراہ ہونیکا کوئی شعبہ رہنے ہی نہیں دیا۔ اگرچہ اس کلمہ سے اور اور بہت سے امور بھی جتانے مقصود بالذات ہیں مگر طوالت کیوجہ سے ہم نے صرف تھوڑے پر کفایت کی ہے زیادہ تشریح کے لئے میرے پیارے اور محسن بھائی یعقوب علی صاحب کی کتاب "حقیقت نماز" کافی ہے اوس کو ناظرین ضرور خرید کر ملاحظہ کریں۔ ان الفاظوں کے بعد یہ بتایا کہ کہا کرو کہ حی علے الصلوۃ یعنے اے بھائیو! ایسے بزرگ نفع رساں فیض بخش اور محبوب مقصود و مطلوب کیطرف جھکنے اور اس سے دعائیں مانگنے اوس کا حق ادا کرنے کیلئے آجاؤ کیونکہ اسمیں تمہارا بھلا ہے جیسا کہ اس کے بعد کے آواز سے جو یہ دیجاتی ہے ثابت ہوتا ہے یعنی حی علی الفلاح یعنے ایسی پیاری ہستی کیطرف رجوع کرنا ہی اصلی فلاح اور کامیابی کا منبع و سرچشمہ ہے پس تم اس فلاح و بہبودی کی راہ کیطرف

دوڑو۔ اس کے بعد پہلے کلمہ کو دوبارہ بطور تاکید کے کہنے کے لئے حکم دیا تاکہ حقوق العباد پورے طور پر ادا ہو اور اگر پہلے کسی نے اسطرف توجہ نہیں کی ہے تو اب کرلے اس لئے یہ تلایا کہ یوں کہو کہ اللہ اکبر اللہ اکبر یعنے اگر تم کسی بڑے سے بڑے سے امید و بیم رکھتے ہو اور اپنی اور اسکی رفاقت کو اپنی فلاح و بہبودی کا ذریعہ سمجھتے ہو تو وہ تو صرف ایک ہی ذات جس کا نام اللہ ہے جو ہر ایک قدرت والا ہے طاقت والا ہے ہر ایک خوبی والا ہے اور ہر ایک عیب اور دکھ سے مبرا و منزہ ہے اس کے بعد دوبارہ اس تاکید کا منشا ظاہر کرنے کو یوں سکھایا کہ یہ کہو تاکہ ہر ایک پر کھل جاوے کہ ہم نے دوبارہ تاکید اس لئے کی ہے کہ لا الہ الا اللہ یعنے تمہارے لئے اصل محبوب و مقصود و مطلوب تو صرف صرف وہ پیاری ذات ہے کہ جو اللہ ہے پس تم اسی کے ہو جاؤ اور اوسی سے دل لگاؤ اوسیکو دل جیسی نعمت دو تاکہ تمہاری فلاح و بہبودی کا سامان تمہارے لئے مہیا ہو کیونکہ دنیا میں جسقدر بھی دل کے گاہک تم کو نظر آتے ہیں سب کے سب بزدل اور نامرد اور مہر و وفا کے اعدا لعنت و رجاہت کے بدنام کرنیوالے ہیں پس تم سچے دل سے اسطرف آجاؤ جو تمہارا حقیقی مالک ہے حقیقی مولا ہے حقیقی خالق ہے حقیقی محبوب ہے مقصود ہے مطلوب ہے تاکہ تم تر جاؤ۔

پیارے ناظرین! یہ وہ عبادت الہیہ کے بلانے کے لئے جرس یا ناقوس ہے جو عرب کے ایک بادیہ نشین نے بجانا سکھایا کہ جسکو سنکر انسانی ہستی جو نفع پسند واقع ہوئی ہے ایکدم دل کو کشاں کشاں اوس کوچہ جاناں کیطرف لیجاتی ہے کہ جہاں اس کے آگے سر نیاز خم کیا جاتا ہے۔ یہ اس قسم کے جرس یا ناقوس کی آواز نہیں ہے کہ جو بے معنے ہو بے لطف ہو بے ذوق ہو بے نکتہ ہو بے حکمت ہو بلکہ سراسر ایسی خوبی اور صداقت سے بھرپور ہے کہ بے اختیار اسکی آواز کو سنکر بشر طلیکہ وہ غور کرے دل ایکدم سے اسکی طرف متوجہ ہو کر اسکو اس راہ کا گرویدہ کر دیتا ہے جس سے آپکی صداقت کا ایک ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے کہ بے اختیار دل سبحان اللہ کہہ اٹھتا ہے اور اس بات کا اقرار کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے کہ حق پرستی اسکو کہتے ہیں اور صداقت اس کا نام ہے اور حقیقتاً خدا پرستی کا سبق پڑھانے والا اور خدا سے ملانیوالا صرف صرف اس زمانے میں اور اس سے پہلے اور اس کے بعد یہی ہے اور یہی رہیگا۔ پس اے وے تمام لوگو! جو خدا کی محبت کا دم بھرتے ہو خدا پر ایمان لاتے ہو تم خوب سمجھ لو کہ سوائے اس کی تابعداری کے کچھ نہیں ملیگا اگر تم سچ مچ خدا سے ملنا چاہتے ہو تو آؤ اور دوڑو اس چشمہ کیطرف کہ جو نہ صرف اپنے وقت میں صاف و شفاف پانی بلکہ آب حیات سے سیراب کرتا تھا بلکہ اب بھی وہ طاقت اور قوت رکھتا ہے جسکا ایک نمونہ اس وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود کے رنگ میں دنیا کے آگے موجود ہے جو اپنے چال ڈھال سے ایک جہان پر روشنی کر رہا ہے کہ حقیقی شمس ہدایت یہی تھا کہ جو محمد رسول اللہ صلعم دنیا میں اپنا نام لیکر آیا تھا جسکی کامل پیروی

انعقاد مجلس اطباء و ڈاکٹران جماعت احمدیہ

بخدمت ڈاکٹران و اطباء سلسلہ احمدیہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

صدر انجمن احمدیہ ڈسپنسری قادیان دارالامان اگرچہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ابتدائی وقت سے ہے مگر جیسے کہ سلسلہ میں گذشتہ دس سال میں ترقی ہوئی ہے۔ ڈسپنسری ابھی اسی حالت میں ہے جیسے کہ شروع میں تھی۔ ادویہ ابھی بہت تھوڑی میسر کیجا سکتی ہیں جو کہ صرف مدرسہ کے بیمار طلباء اور صدر انجمن احمدیہ کے ملازمین کے علاج کے لئے مشکل سے مکتفی ہوتی ہیں اور اوزار اور دیگر ضروری سامان معمولی اپریشن کیلئے بھی مہیا نہیں۔ انڈور مریضوں کے رکھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہانتک کہ مریض طالب علم بھی علیحدہ نہیں رکھے جاسکتے۔ متعدی بیمار و نکی علیحدگی کا کوئی سامان نہیں۔ کوئی اپریشن روم نہیں۔ موجودہ ڈسپنسری کا کمرہ بہت تنگ ہے جس میں نہ شفاخانہ کا سامان آسائش سے رکھا جاسکتا ہے۔ نہ مریض دیکھنے کے لئے کافی جگہ ہے۔

ہمارے سلسلہ کے بہت سے معزز ڈاکٹر کئے دن لمبی رخصت لیکر قادیان میں رہتے ہیں۔ اگر ڈسپنسری میں اپریشن کے لئے کافی سامان مہیا ہو۔ تو وہ بہت سے غریب مریضوں کی دستگیری کرسکیں جو کہ دور دراز کے شفاخانوں میں علاج کے لئے جانے کی وسعت نہیں رکھتے اور اگر ادویہ کے لئے زیادہ روپیہ مہیا ہوسکے۔ تو علاوہ طالب علمان سکول و ملازمان صدر انجمن احمدیہ دوسر احمدی احباب جو کہ قادیان میں رہتے ہیں اس ڈسپنسری سے علاج کراسکیں۔ بلکہ دل تو یہ چاہتا ہے۔ کہ جیسے کہ قادیان میں کل اطراف عالم سے لوگ روحانی امراض دور کرانے کیلئے جوق درجوق آتے ہیں ایسے ہی جسمانی علاج کے لئے بھی دور سے لوگ قادیان کے احمدی ہسپتال میں آئیں اور شفا پاکر جائیں۔

چونکہ صرف سکول کی ڈسپنسری رہنے کی بجائے اب یہ ڈسپنسری صدر انجمن احمدیہ کی ڈسپنسری ہوگئی ہے اسلئے شروع جنوری ۱۹۰۸ء سے شفاخانہ کی مد بجٹ میں دوسری مدات سے علیحدہ کی گئی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کی دوسری مدات مثلاً اشاعت اسلام۔ مدرسہ۔ یتامی و مساکین مقبرہ بہشتی وغیرہ میں پہلے سے ہی اخراجات کی زیادتی ہے اور ہر ایک مد کی آمد کے وسایل جدا ہیں۔ ابتک صیغہ شفاخانہ میں آمد کی کوئی سبیل نہیں اور اس کو شروع جنوری سے چھ ماہ تک امتحاناً صیغہ صدقات کیساتھ لگایا گیا ہے یعنی جبتک کہ شفاخانہ کی مستقل آمد کی صورت پیدا نہ ہو بطور قرضہ صدقات سے اس مد میں روپیہ دیا جاوے۔ جو کہ بعد میں اس مد سے واپس ادا ہوگا۔ اس صورت میں اگر شفاخانہ کی آمدنی کو مستقل کرنے کے لئے کوئی تجویز نہ ہو۔ تو ڈسپنسری میں ترقی تو درکنار اس سال نہ اوزار آسکتے ہیں اور نہ آئندہ سال میں ادویہ آسکتی ہیں اسلئے نہایت ضروری تھا کہ ڈسپنسری کیلئے خاص چندہ کی تحریک کیجاوے۔ اور اس تحریک میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام ڈاکٹر اور طبیب حصہ لیں تاکہ انکی امداد سے ڈسپنسری جو نہایت ضروری جزو اس سلسلہ کا ہے ترقی پکڑے کیونکہ ڈسپنسری اس سلسلہ کی اشاعت کا بہت موجب ہوسکتی ہے دیگر مذاہب کے لوگ مثلاً عیسائی دور دراز ملکوں میں تالیف قلوب کے لئے ڈسپنسریاں اور بڑے بڑے شفاخانے بناتے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ اس سلسلہ حقہ کی اشاعت کیلئے اگر ہر وست شہر بشہر نہیں تو کم از کم حضرت مسیح موعود کے رہایشی مقام یعنے قادیان میں ایک بڑا ہسپتال بنادیں۔

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر وست مفصلہ ذیل اغراض ہیں جن کے لئے مستقل چندہ کی ضرورت ہے (۱) ادویات کے لئے (۲) اوزاروں کے لئے (۳) توسیع شفاخانہ جس کے لئے ضروری ہوگا کہ ہسپتال کو باہر سکول کے پاس بنایا جاوے۔ اور اس میں اپریشن روم اور انڈور مریضوں کے لئے کمرے بھی ایزاد کئے جاویں۔ متعدی مریضوں کے لئے کمرہ وغیرہ انہی اغراض کے لئے قادیان میں چھوٹی مسجد میں ۲۲ مارچ ۱۹۰۸ء کو ایک جلسہ کیا گیا جسکی روئداد ارسال خدمت ہے جو ڈاکٹر اور حکیم صاحبان اس جلسہ میں موجود تھے سب نے ان تجاویز سے اتفاق رائے کیا جو اسمیں مندرج ہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب اگرچہ جلسہ میں موجود نہ تھے مگر جلسہ کے بعد اس روز جب انکو روئداد جلسہ دکھائی گئی تو انہوں نے پورے طور پر اس سے اتفاق رائے ظاہر کیا اور مبلغ عنہ روپیہ بطور عطیہ کے دینے کا وعدہ فرمایا اس کے علاوہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے شفاخانہ کی عمارت کو اپنے دادر احباب کو شریک کرکے اپنی گرہ سے بنوا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس ارادہ میں کامیاب کرے آمین ہم امید ہے کہ دیگر صاحبان بھی ان تجاویز کو پسند فرماوینگے اور عمل کرکے ثواب دارین حاصل کرینگے۔

اس لئے التماس ہے کہ ہر ایک فرد ڈاکٹر و حکیم صاحبان سے اس عرضداشت کو پڑھکر ان تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور خاکسار کو اطلاع دے کہ وہ ان تجاویز پر کاربند ہونگے۔ تاکہ ان کا نام رجسٹر میں درج کیا جاوے۔ زر عطیہ اور پہلی تاریخ کی پرائیویٹ پریکٹس کا روپیہ براہ راست محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال فرماویں۔

مرزا یعقوب بیگ آنریری افسر شفاخانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان

روئداد جلسہ ڈاکٹران و اطباء جماعت احمدیہ منعقدہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۸ء

حاضرین۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب۔ ڈاکٹر فیض قادر صاحب وٹرنری اسسٹنٹ حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین صاحب بب گوہر

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مقرر ہوئے۔ باتفاق رائے منظور ہوا۔

۱۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن کی تجویز پر باتفاق رائے منظور ہوا کہ ہر ایک ڈاکٹر و طبیب اس سلسلہ کا پہلی تاریخ ہر ماہ کی آمدنی جو پرائیویٹ پریکٹس سے ہو صدر انجمن احمدیہ ڈسپنسری قادیان کی امداد کے لئے دیا کرے۔

۲۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی کہ اس ڈسپنسری کو بتدریج خوب ترقی دیجاوے۔ انڈور مریضوں کے لئے علیحدہ کمرے اور اپریشن روم وغیرہ کی ضروری ایزادی کیجاوے اور اگر روپیہ کافی ہو تو بیرونجات کے مریضوں کو بھی اس شفاخانہ سے دوائی دیجاوے تاکہ یہ ڈسپنسری اس سلسلہ کو بہت ترقی دینے کا موجب ہو۔

۳۔ چونکہ ہسپتال کی ضرورت ہے۔ اور روپیہ کی ظاہرا کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ صدر انجمن احمدیہ میں گنجایش روپیہ کی نہیں ہے اسلئے تجویز ہوئی کہ شیخ رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں ایک درخواست دیجاوے کہ جو مکان رہایشی انہوں نے قادیان میں اپنی زمین میں بنانا ہے وہ ابھی بنادیویں اور جبتک ہسپتال کیلئے کوئی مکان طیار نہ ہو کرایہ پر وہ مکان دیدیویں تاکہ اس کار خیر میں لگایا جاوے۔

۴۔ چونکہ صدر انجمن احمدیہ کی ڈسپنسری کی علیحدہ مد شروع سال سے مقرر ہوگئی ہے۔ اور شفاخانہ کی مد میں کوئی روپیہ نہیں اور کافی روپیہ نہ ہونے کے سبب سے اس سال اوزاروں کا انڈنٹ جو کمیٹی میں پیش کیا گیا تھا منظور نہیں ہوسکا۔ اور چونکہ شروع جنوری سے پہلی تاریخ ہر ماہ کی فیس ڈاکٹر اور طبیب احباب سے وصول نہیں ہوگی اسلئے کچھ روپیہ موجودہ اخراجات کے لئے بطور عطیہ کے سب احباب جماعت احمدیہ عطا فرماویں یعنی اسسٹنٹ سرجن صاحبان دس روپیہ فی کس و ہاسپٹل اسسٹنٹ صاحبان دو روپیہ فی کس و حکیم صاحبان دو روپیہ یا کم و بیش حسب استطاعت عنایت فرماویں۔

مفصلہ ذیل اصحاب نے حسب چندہ دیا

نام	رقم	نام	رقم
مولوی حکیم نورالدین صاحب	للعہ (وعدہ)	ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب	صہ وعدہ
ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب	عہ	حکیم محمد حسین صاحب قریشی	عا وصول
″ خلیفہ رشید الدین صاحب	عہ	″ محمد حسین صاحب بب گوہر	عا ″
″ بشارت احمد صاحب	عہ	″ نور محمد صاحب لاہور	عا ″
″ مرزا یعقوب بیگ صاحب	عہ	″ محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	عا وعدہ
″ فیض قادر صاحب	عما وصول	″ مرزا خدا بخش صاحب لاہور	عمہ ″
″ قاضی کرم الٰہی صاحب	صہ وعدہ		

میزان کل۔ ... اکاسی روپیہ

۶ر اپریل

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا

نمبر ۲۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

ملاقات

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء بوقت ۱۰½ بجے
صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں

۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک انگریز اور ایک لیڈی جنہوں نے اپنے آپ کو امریکہ (شکاگو) کے رہنے والے ظاہر کیا اور کہ وہ سیاحت کی غرض سے ملک بہ ملک پھر رہے ہیں اور ہندوستان میں بھی یہاں کے پولیٹیکل اور ریلیجیس حالات سے واقفی حاصل کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ لاہور سے ہمراہی ایک سکاچ انگریز قادیان میں قریب دس بجے کے پہونچے۔ مسجد مبارک کے نیچے کے دفتروں میں اُن کو اچھی طرح سے بٹھایا گیا۔ اور چونکہ انہوں نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اس لئے حضرت اقدس بھی وہیں تشریف لے آئے۔ اور سلسلہ گفتگو مترجم (مترجم کا کام اول اول ڈپٹی علی احمد صاحب نے اور پھر جناب مفتی محمد صادق صاحب نے کیا) کے ذریعہ سے یوں شروع ہوا۔

سوال۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مسٹر ڈوئی کو کوئی چیلنج دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب۔ ہاں یہ درست ہے ہمنے ڈوئی کو چیلنج دیا تھا۔

سوال۔ کس بنا پر آپ نے اس کو چیلنج دیا تھا؟

جواب۔ ڈوئی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام یہ بتایا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا اور خود خدا تھا۔ اور کہ خود مسیح نے مجھے بحیثیت خدا ہونے کے ایسا الہام کیا ہے۔ اور کہ (نعوذ باللہ) اسلام تباہ ہو جاویگا اور کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم جھوٹے نبی تھے۔

چونکہ ہمیں خدا نے بذریعہ اپنے الہام کے یہ بتایا ہے کہ مسیح نہ خدا نہ خدا کا بیٹا بلکہ صرف ایک پاکباز انسان اور رسول تھا۔ اور کہ ڈوئی اپنے اس دعویٰ رسالت میں کاذب ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک ہی وقت میں اسی ایک ہی خدا کیطرف سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد اور مخالف راہوں پر چلنے والے دو رسول موجود ہوں۔ پس چونکہ اسطرح سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا اور حق و باطل میں امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ ہم نے اُسے صادق اور کاذب کے فیصلہ کرنے کیواسطے چیلنج دیا۔

اگرچہ مسیح کو ابن اللہ اور پھر واحد و یگانہ خدا ماننے والے لوگ دنیا میں بہت پائیجاتے ہیں مگر انپر ایسا افسوس نہیں کیونکہ وہ خیالات اور عقائد صرف پرانے غلط اور مصنوعی قصے کہانیوں کی بنا پر ہیں۔ اور وہ لوگ منقولات کے پیرو ہیں۔ مگر ڈوئی نے تو اپنے اس دعویٰ سے خدا پر ایک افترا کیا۔ اور اسطرح سے خدا پر تہمت باندھکر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ اور وہ تو کہتا تھا کہ خود خدا نے مجھے ایسا بتایا ہے۔ اور بحیثیت ایک خدا کے رسول ہونے کے وہ مسیح کی ابنیت اور الوہیت کی منادی کرکے لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اُسے اس فیصلہ کے واسطے چیلنج دیا۔

سوال۔ ڈوئی نے تو ایک جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی صداقت ثابت نہیں کرسکا۔ اور بائبل میں لکھا ہے کہ آخر زمانے میں جھوٹے نبی آئیں گے۔ **تو پھر آپ کے دعویٰ کی سچائی کی کیا دلیل ہے۔؟**

جواب۔ فرمایا۔ بائبل میں جہاں یہ لکھا ہے کہ جھوٹے نبی آئینگے وہاں سچے نبی کے آنے کی نفی تو نہیں کیگئی۔ یہ تو نہیں لکھا کہ سچا نہیں آئیگا بلکہ جھوٹے نبیوں کا آنا خود بخود اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ انہیں سچا بھی ہوگا۔

سوال۔ حضرت مسیح نے مردے زندہ کئے تھے۔ چنانچہ ایک شخص جسکا نام   اُسے زندہ کرنا ثابت ہے۔ اور بائبل حضرت مسیحؑ کی وفات کے بہت جلدی بعد ہی ضبط تحریر میں لائی گئی۔ اور بجز حضرت مسیحؑ کے کسی اور کا مُردے زندہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ پس یہ شہادت انکی دعویٰ کی دلیل اور ثبوت کے واسطے کافی ہے۔

جواب۔ مردوں کا زندہ ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

اتھ پر بھی قرآن شریف میں مذکور ہے مگر ہم آنحضرت کے مردے زندہ کرنیکو روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی رنگ میں۔ اور اسیطرح حضرت عیسےٰ کا مردے زندہ کرنا بھی روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی طور پر۔

اور یہ امر کوئی حضرت عیسےٰ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بائیبل میں لکھا ہے کہ ایلیا نبی نے بھی بعض مردے زندہ کئے تھے۔ بلکہ وہ حضرت عیسےٰ سے اس کام میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اگر فرض محال کے طور پر ہم مان بھی لیں کہ بائیبل میں حضرت عیسےٰ کا حقیقی مردوں کے زندہ کرنیکا ذکر ہے تو پھر ساتھ ہی ایلیا نبی کو بھی خدا ماننا پڑیگا۔ اس میں حضرت عیسےٰ کی خدائی کی خصوصیت ہی کیا ہوئی۔ اور مابہ الامتیاز کیا ہوا۔

بلکہ یسعیاہ نبی کے متعلق تو یہاں تک لکھا ہے کہ مردے ان کے جسم سے چھو جانے پر ہی زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ ان باتوں سے جو کہ اس بائیبل میں درج ہیں صاف شہادت ملتی ہے کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت مسیحؑ کی خدائی کیواسطے کوئی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کو دلیل مانا جاوے تو یوں ان دوسرے لوگوں کو بھی جنہوں نے حضرت مسیح سے بھی بڑھکر یہ کام کیا خدا ماننا پڑے گا۔ اور خدائی کا خاصہ صرف حضرت مسیح کی ذات تک ہی محدود و مخصوص رکھا جاوے۔

بلکہ ہمارے خیال میں تو حضرت موسےٰ کا سوٹے کا سانپ بنانے کا معجزہ مردے زندہ کرنے سے بھی کہیں بڑھکر ہے کیونکہ [illegible] زندہ سے ایک تشبیہ اور لگاؤ بھی ہے کیونکہ وہ [illegible] زندہ تھی اور مردے میں زندہ ہونیکی ایک استعداد [illegible] مگر سانپ کو سوٹے سے کوئی بھی نسبت [illegible] ایک نباتات کی قسم کی چیز اور وہ سانپ [illegible] بنا دیا تو مردوں کے زندہ ہو جانے کی نسبت تو عجیب بات ہے۔ لہذا حضرت موسےٰ کو بڑا خدا ماننا چاہئے۔ مگر حقیقی اور اصلی بات یہ ہے کہ ہم حقیقی مردوں کی زندگی کے قائل نہیں ہیں۔

سوال۔ حضرت مسیح ازلی ابدی ہیں۔ اور اب بھی زندہ ہیں۔ اور [illegible] وقت خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہیں۔ ان کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں [illegible] جو خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہوں؟

جواب۔ ہم [illegible] کوئی حقیقی مردے بھی زندہ کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ فیمسک التی قضی علیہا الموت [illegible] آپ کے دعوے سوم کو بغیر کسی دلیل کے قبول نہیں کر سکتے۔ مردوں کے زندہ کرنے کے ساتھ ان کا خود ازلی ابدی ہونا اور اب زندہ اور خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہونا بھی آپ کے دعوے ہیں جنکی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی۔ اور دلیل کی جگہ ایک اور دعوےٰ پیش کر دیا ہے۔

حضرت عیسیٰ کو بھی ہم اور انبیاء کی طرح خدا کا ایک نبی یقین کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا کی راہ میں **صدق اور اخلاص** رکھنے والے لوگ خدا کے مقرب ہوتے ہیں۔ جسطرح خدا نے اپنے مخلص بندوں کے حق میں بباعث اُن کے کمال **صدق اور محبت** کے بیٹے کا لفظ بولا ہے اسی طرح سے حضرت عیسےٰ بھی انہی کی ذیل میں ہیں۔

حضرت عیسیٰ میں کوئی ایسی بڑی طاقت نہ تھی جو اوروں میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور نہ ہی اُن میں کوئی ایسی نئی بات پائی جاتی ہے جس سے دوسرے محروم رہے ہوں۔ اگر حضرت عیسیٰ میں مردے زندہ کرنے کی طاقت تھی تو اب بھی اُن کا کوئی پیرو **مردے زندہ کرکے دکھائے**۔ مردے زندہ کرنے تو درکنار بلکہ **ہمارے مقابل میں کوئی نشان ہی دکھا دیوے**۔

دیکھو انسان اپنے انسانی حدود اور بشریت کے اندر ترقی مدارج کر سکتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ خدا بھی بن سکتا ہو۔ جب انسان خدا بن ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے نمونے کی کیا ضرورت جس سے انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ انسان کے واسطے ایک انسانی نمونے کی ضرورت ہے جو کہ رسولوں کے رنگ میں ہمیشہ خدا کیطرف سے دنیا میں آیا کرتے ہیں نہ کہ **خدائی نمونہ** کی جس کی پیروی انسانی مقدرت سے ہی باہر اور بالاتر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا خدا کا منشا انسانوں کو خدا بنانے کا تھا کہ اُن کے واسطے خدائی کا نمونہ بھیجا تھا۔ پھر یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ خدا ہو کر پھر **یہود کے ہاتھ سے** اتنی ذلت انتہائی اور رسوا ہوا۔ اور اپنے غالب نہ آ سکا۔ بلکہ مغلوب ہوگیا۔

سوال۔ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟

جواب۔ میں کوئی نیا نبی نہیں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔ تورات میں جن انبیاء کا ذکر ہے اور آپ اُن کو سچا مانتے ہیں جو دلائل اُنکی صداقت کے اور انکو نبی اور خدا کا فرستادہ یقین کرنے کے ہیں وہ آپ پیش کریں انہی دلائل سے میری صداقت کا ثبوت ملجاویگا۔ جن دلائل سے کوئی سچا نبی مانا جا سکتا ہے وہی دلائل میرے صادق ہونیکے ہیں۔ میں بھی منہاج نبوت پر آیا ہوں۔

سوال۔ نہیں بلکہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ آپ سے وہ دلائل سنیں جن سے آپ کو اپنے صدق کا یقین ہوا۔ اور آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟

جواب۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے کلام سے اس بات کا علم دیا۔ اور خدا تعالیٰ کیطرف سے آنیوالے لوگوں کے ساتھ **خدائی نشان** ہوتے ہیں جو کہ اقتداری اور غیب پر مشتمل پیشگوئیوں کے رنگ میں انکو عطا کئے جاتے ہیں۔ کوئی دشمن انپر فتح نہیں پا سکتا۔ اور باوجود کمزور اور ناتوان اور بے سروسامان۔ بے یارو مددگار ہونے کے انجام کار انہی کی **فتح** ہوتی ہے۔ انکی مخالفت کرنیوالوں کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ منجملہ ہزاروں نشانات کے آپ لوگوں کے واسطے تو ایک ڈوئی کا نشان ہی جو کہ آپ کے ملک میں ہی ظہور میں آیا اگر غور کریں تو کافی ہے وہ دعوےٰ کرتا تھا کہ **مسیح خدا ہے۔ مگر ہمارے خدا نے ہم پر ظاہر کیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ ایک عاجز انسان ہیں۔** تب ہم نے اُس سے اس معاملہ میں خط و کتابت کی۔ مگر وہ اپنے دعوے سے باز نہ آیا۔ آخر ہم نے خدا سے خبر پاکر اسکی ہلاکت اور نامرادی کی **پیشگوئی کی**۔ جو ہماری زندگی میں پوری ہونی ضروری تھی چنانچہ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ اور وہ پیشگوئی کے مطابق نہایت ذلت اور عذاب سے صادق کی زندگی میں ہی ہلاک ہوگیا۔ اب کوئی غور کرنیوالا دماغ اور ماننے والا دل چاہیئے کہ انہیں غور کرے کہ آیا یہ پیشگوئی اس قابل ہے یا کہ نہیں کہ اس کو خدا تعالیٰ کیطرف سے یقین کیا جاوے۔ یا کیا یہ بھی کوئی انسانی منصوبہ ہے۔

دوم۔ آپ لوگوں کا یہاں آنا ہی تو ہمارے واسطے ایک نشان ہے۔ جو اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو شاید آپ یہاں آنے میں بھی مضایقہ اور تامل کرتے۔ اصل میں آپ لوگوں کا اتنے دور دراز سفر کرکے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ایک پیشگوئی کے نیچے ہے اور ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان اور دلیل ہے۔ **کہاں امریکہ اور کہاں قادیان**۔

مردے زندہ کرنیوالا تو ایک طرف وہ ہزار ہا گیا ایک کوڑھی (مجذوم) کو صحت یاب ہو نہ سکا۔ اور اُسے تو حضرت مسیح چنگا نہ کر سکے۔ تو مردے زندہ کرنا کیسا۔ وہ باتیں تو ہزاروں سال کی ہیں۔ اور خدا جانے ان میں کیا کچھ ملاوٹیں ہوگئی ہیں۔ اور وہ تو صرف **قصے کہانیوں** کے رنگ میں باقی رہگئی ہیں۔ نہ انکی صداقت کا کوئی نشان یا ان کے سچے ہونے کے کوئی آثار ہی پائے جاتے تو بھی اُن کو مان لینے کی ایک راہ ہوتی مگر وہ تو اب باتیں ہی باتیں اور نرے دعوے ہی دعوے ہیں۔ **مگر ہم تو آجکل کی موجودہ اور زندہ مثال** پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ ڈوئی کے اس انجام کا تو ہر شخص اندازہ لگا سکتا تھا کیونکہ اُس نے ایک جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جھوٹا مدعی ذلیل ہوا کرتا ہے۔

ہم تو آپ کے دعویٰ کی عظمت کیوجہ سے یہاں آئے ہیں کہ اتنا بڑا دعویٰ کرنیوالا انسان کیسا ہوگا نہ یہ کہ آپ کے لئے نشان بننے کے واسطے آئے ہوں۔

جواب۔ فرمایا کہ اگر ڈوئی کو آپ لوگ ایسا ہی **سمجھتے تھے** اور جانتے تھے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھ رہا ہے تو پھر کیا اسی یقین سے آپ لوگوں نے **لاکھوں** بلکہ کروڑوں روپوں کے نذرانے اُسے دیئے؟ اور بیش **قیمت تحائف** اس کے واسطے دور دراز سے مہیا کئے؟ اور اس کی حد سے زیادہ عزت کی یہاں تک کہ دس ہزار سے بھی زیادہ لوگ اس کے مریدین گئے۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک انسان کو باوجود جھوٹا یقین کرنے کے بھی کوئی یہ عزت و عظمت دیتا ہو؟ اور اپنا مال و جان اُس پر نثار اور تصدق کرتا ہو۔؟

امر دوم کے لئے ان کو سنانا چاہئے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ ایک فرد واحد بھی ہمارا واقف نہ تھا اور کسی کو ہمارے وجود کا علم تک بھی نہ تھا۔ بلکہ بہت کم لوگ تھے جنکو قادیاں کے نام سے بھی **اسقدر تھا تعریف** ہوگی۔ ہمتے کہ ہماری طرف کسی کا خط تک بھی نہ آتا تھا

اور ہم ایک گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اُس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ یأتون من کل فج عمیق۔ اور یأتیک من کل فج عمیق۔ اور ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس اور بعض اس مضمون کے الہام زبان انگریزی میں بھی تھے حالانکہ ہم زبان انگریزی سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اور یہ سب خبریں اس زمانہ کی ہیں جبکہ ان کے کچھ بھی آثار موجود نہ تھے۔ اور ہماری اُس وقت کی حالت کو دیکھنے اور جاننے والے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حالت میں ایسی خبروں کے امکان کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ان الہامات کے بعد اندرونی اور بیرونی طور سے یعنی خود اپنی قوم بھی اور دیگر عیسائی اور ہندو وغیرہ بھی سب دشمن ہو گئے۔ مگر باوجود ان سب امور کے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہی اور اُس نے ایسی ایسی تائیدات کیں کہ اب اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی کچھ زیادہ انسان ہمارے ساتھ ہیں۔ اور دور دراز سے آتے ہیں۔ تحفے تحایف اور نقد و جنس جن کے وعدے خدا تعالیٰ کے کلام میں کئے گئے تھے سب پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پیشگوئیوں کو اُن کے تمام لوازم پیشگوئی کے وقت اور حالت سے دیکھنا چاہیئے۔ اور پھر اس کا انجام دیکھنا چاہیئے کہ کس کروفر سے پورا ہوا۔ اگر کسی مفتری کے سوانح میں بھی اسکی نظیر ہے تو پیش کرو۔ اور اگر ہماری اس پیشگوئی کے ماننے سے انکار ہے تو کوئی نظیر دو کہ بجز خدا کی تائید اور نصرت کے کسی مفتری نے بھی ایسا عروج پا لیا ہو۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا لڑکا عبد السلام حضرت اقدس کے نزدیک کھڑا تھا۔ حضرت اقدس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اُن انگریزوں کے روبرو کیا اور فرمایا کہ ان کو سمجھایا جاوے کہ اگر مثلاً یہ لڑکا آج اس حالت میں پیشگوئی کرے کہ میں ستر برس کی عمر پاؤنگا۔ یا لاکھوں انسان دور دراز کی راہوں سے میرے دیکھنے کے واسطے آئیں گے۔ یا کوئی اور عظیم الشان انقلاب کی خبر دے تو کیا ایسی پیشگوئیوں کی اسکی موجودہ حالت کے لحاظ سے کچھ وقعت کیجاویگی؟ اور پھر اگر بالفرض جو کچھ اس نے اس حالت میں کہا ہو وہ ایک وقت پورا ہو جاوے تو اُس وقت اس کو کوئی جھوٹا کہہ سکیگا؟ یا کسی کو یہ کہنے کا استحقاق ہوگا کہ یہ امر انسانی منصوبوں یا تدبیروں سے اسے حاصل ہوا ہے۔؟

حضرت اقدس کے اتنے بیان کے بعد اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہاں ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ پیشگوئیاں ثبوت دعویٰ کی ایک دلیل ہوتی ہیں
مگر

سوال۔ ہم کوئی اور دلیل بھی سننا چاہتے ہیں۔
جواب۔ فرمایا اور دلیل قبولیت دعا ہے۔ اس موقع پر حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند صاحبزادہ عبد الحی بھی حضرت اقدس کے قریب ہی موجود تھا۔ حضرت حکیم الامۃ نے اُسے آگے کر دیا اور حضرت نے اُسے بازو سے پکڑ کر اُن لوگوں کے روبرو کر کے یوں فرمایا کہ۔ ایک شخص نے جو کہ مولوی صاحب کا دشمن تھا اس نے آپ کے متعلق یہ کہا تھا کہ آپ ابتر ہیں۔ اور اشتہار بھی شائع کر دیا تھا۔ اس پر ہم نے دعا کی۔ وہ جناب الٰہی میں قبول کی گئی۔ اور ہمیں بتایا گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا یہ نشان ہوگا کہ اس کے بدن پر پھنسیاں ہونگی۔ اور یہ اسکی پیدائش کے ۶ برس پہلے کا واقعہ ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس کے بدن پر پھنسیاں نکلیں۔ جن کے داغ اب تک موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اور ایسے ہزاروں نمونے قبولیت دعا کے موجود ہیں۔

سوال۔ آپ کے آنیکا مقصد کیا ہے؟ اور اب آیندہ کیا ہوگا؟

جواب۔ فرمایا کہ ہمارے آنیکا یہ مقصد ہے کہ عیسائیوں ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو غلطیاں (خواہ وہ عملی ہوں یا اعتقادی) پیدا ہو گئی ہیں انکی اصلاح کیجاوے۔

بھلا آپ ہی بتائیں کہ آیا عیسائیت یورپ میں اپنی اصلیت پر ہے؟ یا عیسائیوں نے توریت یا انجیل کی تعلیم کے کسی نقطہ پر بھی عمل کیا ہے؟

تمام یورپ کی عملی حالت کیا کہہ رہی ہے؟ آیا ان لوگوں کے دلوں میں خدا پر بھی ایمان ہے؟ اور کیا اون کو خدا کا خوف بھی ہے؟

(ان باتوں کے جواب میں انگریز نے صاف اقرار کیا کہ واقعی نہ تو توریت پر عمل ہے اور نہ ہی یورپ کی عملی حالت درست ہے)

فرمایا کہ ہمیں خدا نے بتایا ہے کہ حضرت مسیح خدا کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی تھے۔ یہ نہیں کہ وہی ایک ہی ایسا نمونہ تھے۔ اور پھر خدا نے اپنا فیضان کسی پر نازل نہیں کیا اور ہمیشہ کے واسطے ایسے برکات کا دروازہ بند کر دیا ہو۔ بلکہ وہ خدا جسکی شان بلند ہے اور وہ تمام ملکوں کا ایک اکیلا خدا ہے اُس نے اپنے فیضان بھی تمام ملکوں پر کئے ہیں۔

دیکھو توریت چھوڑ دی گئی۔ اسکی تعلیمات کی کچھ پرواہ نہیں کیجاتی۔ اسمیں ہزاروں غلطیاں لگائی گئی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی شان کی بے ادبی کیجاتی ہے کیونکہ ان کو خواہ نخواہ خدا بنایا جاتا ہے۔ کیا یہ کافی نہ تھا کہ اُن کو خدا کے ایک برگزیدہ بندے مانکر انکی پیروی کیجاتی! اور اُن کے نقش قدم پر اُن کا نمونہ اور رنگ اختیار کیا جاتا۔

انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ خدا بن جاوے۔ تو پھر ایسے نمونے کیوں دیئے جاتے ہیں؟ جب کسی کو کوئی نمونہ دیا جاتا ہے تو اس سے نمونہ دینے والے کا یہ منشا ہوتا ہے کہ اس نمونہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کیجاوے اور پھر وہ اس شخص کی طاقت میں بھی ہوتا ہے کہ اس نمونے کے مطابق ترقی کر سکے۔ خدا جو فطرت انسانی کا خالق ہے۔ اور اُسے انسانی قویٰ کے متعلق پورا علم ہے۔ اور کہ اس نے انسانی قویٰ میں یہ مادہ ہی نہیں رکھا کہ خدا بھی بن سکے تو پھر کیوں اُس نے ایسی صریح غلطی کھائی۔ کہ جس کام کے کرنے کی طاقت ہی انسان کو نہیں دی اُس کام کے کرنے کے واسطے اسے مجبور کیا جاتا۔ کیا یہ ظلم صریح نہ ہوگا؟ رسالت اور نبوت کے درجہ تک تو انسان ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ انسانی طاقت میں ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ خدا تھے تو اُن کا آنا ہی لاحاصل ٹھہرتا ہے۔ اور اگر اُن کو نبی اور رسول مانا جاوے تو بے شک مفید ثابت ہوتا ہے۔

پھر اس میں خدا تعالیٰ کی بھی ہتک اور بے ادبی لازم آتی ہے۔ گویا خدا نے بخل کیا کہ اپنے تجلیات کا مظہر صرف ایک ہی شخص کو ٹھہرایا اور اپنے فیوض کو صرف حضرت عیسیٰؑ تک ہی محدود کر دیا۔ غور تو کرو اگر کسی بادشاہ کی رعایا صرف ایک فرد واحد ہی ہو تو کیا اس میں اُس بادشاہ کی تعریف ہے یا ہتک؟ یا اگر یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کا فیض اور انعام صرف ایک خاص نفس واحد تک ہی محدود ہے تو پھر اس میں اُس بادشاہ کی کیا بڑائی ہوگی؟

پس جب خدا کے کروڑوں بندے دنیا کے مختلف ممالک میں موجود تھے تو کیا وجہ کہ خدا نے اپنے فیوض کو صرف بنی اسرائیل ہی تک محدود رکھا۔ دیکھو بند پانی بھی آخرکار گندہ ہو جاتا ہے اور کیچڑ کی صحبت سے اس میں ایک قسم تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر خدا کے اوپر ایسا بہتان باندھنا کہ اُس کے فیوض اور برکات صرف ایک خاص قوم تک ہی محدود اور بند ہیں خدا کی شان کی ہتک ہے اور بے ادبی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے خدا بنانے میں فایدہ کیا۔ اور انکی شان میں ترقی کیا؟ بلکہ الٹی اسمیں تو اُنکی ہتک اور کسر شان ہے۔ مردمی اس میں ہے کہ جو کام وہ کرتے تھے وہ کام کئے جاویں۔ اور انکی تعلیم پر عمل درآمد کر کے اچھا نمونہ دکھانے کے ذریعہ دکھایا جاوے کہ وہ خود اعلےٰ قسم کے انسان تھے۔ اور اُن کے انفاس میں تزکیہ کا اثر اور تعلیم میں اعلےٰ درجہ تک ترقی کرنے کی طاقت موجود تھی۔ زبانی تعریف کرنے میں غلو کرنے سے کیا فائدہ؟ کیا انکی تعلیم کا اثر اُسی زمانہ تک محدود تھا؟ یا اب بھی ہے؟ اور اگر ہے تو کہاں؟ اور کس ملک میں ہے؟

افسوس آتا ہے اگر عیسےٰؑ اب آ جاویں تو وہ تو اس قوم کو پہچان بھی نہ سکیں۔ ہم اُن سے محبت رکھتے ہیں اور

آپ نسبت نہیں رکھتے ہونگے کیونکہ آپ کو انکی خبر نہیں۔ ہم نے تو ان کو بارہا دیکھا ہے۔

بلکہ ہم تو جانتے ہیں کہ آپ ہی خود آپ لوگوں کے گھر میں ہی تفرقہ ہے۔ اختلاف ہے۔ بعض ایسے فرقے عیسائیوں میں اب بھی موجود ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا نہیں مانتے بلکہ صرف ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ تو جب گھر میں ہی اختلاف ہے تو کیوں وہ راہ اختیار نہیں کیجاتی جو سلامتی کی راہ ہے؟ اور کیوں وہ راہ ترک نہیں کیجاتی جو کہ بالاتفاق خطرناک ثابت ہو چکی ہے؟

باقی رہا یہ کہ اب دنیا میں کیا ہو گا سو اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ دنیا اپنی اس موجودہ حالت پر نہیں رہے گی بلکہ اس میں ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب واقع ہو گا۔

سوال۔ مسیح کو آپ نے کس طور سے دیکھا ہے؟ آیا جسمانی رنگ میں دیکھا ہے؟

جواب۔ فرمایا کہ ہاں جسمانی رنگ میں اور عین حالت بیداری میں دیکھا ہے۔

سوال۔ ہم نے بھی مسیح کو دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں مگر وہ روحانی رنگ میں ہے کیا آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے؟ جس طرح ہم دیکھتے ہیں؟

جواب۔ نہیں ہم نے ان کو جسمانی رنگ میں دیکھا ہے اور بیداری میں دیکھا ہے۔

اس تقریر کے بعد حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ان کے واسطے چاء تیار ہے لہذا ان کو چاے پلائی جاوے۔ اور اس طرح سے جلسہ برخاست ہوا۔

انگریز والدہ نے حضرت اقدسؑ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور کچھ کھانا اور چاے پینے کے بعد مدرسہ کو دیکھتے ہوئے جہاں ایک طالب علم ہائی کلاس محمد منظور علی شاکر نے سورۃ مریم کی چند ابتدائی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھکر سنائیں۔ کیونکہ اس وقت ان کی قرآن شریف کی گفتگو تھی۔ قرآن شریف سنکر وہ خوش ہوئے اور پھر بٹالہ کو چلے گئے۔

کھانا کھانے کے میز پر بیٹھے ہوئے انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے ایک سوال کیا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد کیا ہو گا؟ جس کا جواب مفتی صاحب موصوف نے یوں دیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہ ہو گا جو خدا کو منظور ہو گا۔ اور جو ہمیشہ انبیاء کی موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدائے فقیر[1]

از منشی نعمت اللہ گوہر

صدا سنانے کو مہدی کے در پہ آئے فقیر | بھلا ہو تیرا ہا لے کچھ بنام رب قدیر
لے ہیں ہی تو کچھ صدقہ محبت | کیا ہے آپ کو اللہ نے غنی و امیر
سنا ہے آپ کے در پر جو مانگنے آئے | جو بینوا ہو بناتے ہو ایک دم میں امیر
سنا ہے آپ محمدؐ کے لاڈلی ہیں حضور | ہے رتبہ آپ کا برتر ز شیر و شبیر
سنا ہے آپ مسیح خدا و مہدی ہیں | ہیں آپ چرخ رسالت کے آج بدر منیر
سنا ہے آپ ہی عیسیٰ ہیں آپ ہی موسیٰ | خلیل و آدم اور احمد بشیر و نذیر
ہیں آپ نور محمد کے آج ہمکیدار | دکان سے آپ کی ملتی ہے نور کی تنویر
جو بکی ہیں آپکے در پر سب اغنیا و گدا | ہے بیشک آپ کا مرجع صغیر و کبیر
ہمیں ہی جبکہ نصیبا ہمارا جاگ اٹھا | لے آئی ہے در دولت پہ آپکے تقدیر
ہیں خود بخود نکل آئے زبان سے اشعار | ہمارا درد بھرا دل ہے شکل نے تقریر
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بن جائے | یہی ہے آرزو اے مرسل خدا قدیر

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

ہم آج مہدیا در پہ جو تیرے آئے ہیں | نہ پوچھو کیا کیا خیالات ساتھ لائے ہیں
دل و جگر میں ہی ناسور اور سینہ ریش | کباب ہو کے غرض تیرے آگے آئے ہیں
کسی امید سے جب اپنا درد دل تھا | تو آخرش ترے دارالشفا میں آئے ہیں
چھورہ بڑی ترے دارالاماں میں مہدی | انہوں نے جنت ماویٰ میں گھر بسائے ہیں
بنے ہیں پھول تری گلشن محبت میں | ہمارے زخم جگر خوب رنگ لائے ہیں
زہے نصیب اگر یہ قبول ہو جائیں | کہ تیری نذر کے قابل یہ پھول لائے ہیں
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بنجائے | اسی غرض کیلئے تیرے در پہ آئے ہیں

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

کبھی تو یاد کرو ہم کو بس کے گھنٹوں میں | مرے پیارے تہجد کی ان دعاؤں میں
تمہیں تو تجربہ ہی ہوں جسوقت نیند کے ماتے | پڑے ہوں سوتے ہوں جب اپنے آشیانوں میں
سیاہ زلف ہو پھیلائے شب جب لیٹی | ہوں کھلبلی پڑی انجم کی پہرہ داروں میں
تری دعا میں ہوں ٹکراتی عرش سی جبدم | جسد زمیں پہ ہو جان تیری آسمانوں میں
برستے جب تری گھر پہ ہوں نور کے بادل | ہو آسماں پہ چرچا ں جنیں فرشتوں میں
ہمیں ہی یاد کرو ایسے وقت میں اکبار | ہوا ہو رتبہ ترا ای مسیح پاکوں میں
دعا یہ کیجئے بگڑی ہماری بنجائے | شمار اپنا بھی ہوتا کہ کامیابوں میں

پر ایسا سوز دعا میں تری مسیحا ہو
کہ ایک دم میں فقیروں کا پار بیڑا ہو

مصرع
یہی ذریعہ تری قرب کا ہے اے پیارے | کہاں فقیر نے دولت کے گنج پائے ہیں

---

[1] جوکہ ۴ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے حضور سنائی گئی۔

درد دل کی ایک نصیحت

درس قرآن شریف جو کہ ہمارے قادیان میں سے ایک پُر لذت - پُر ذوق اور سرور بخش نعمت اور قرآن شریف کے سچے عاشق - بہی خواہ مخلوق - اور ہمدرد بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور بہی خواہی کے سچے جوشوں کا نتیجہ ہے - اور وہ حقائق و معارف قرآنی کے سیکھنے کا ایک نہایت عمدہ ذریعہ بچے سے لیکر جوان اور بوڑھے تک کے لئے مفید اور سراپا نور ہے - جو کہ ہر روز نماز عصر کے بعد مسجد اقصےٰ میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ہیں - اس میں یکم اپریل ۱۹۰۸ء کو پُر درد الفاظ میں درد دل سے ایک نصیحت حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیر آیت ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ فرمائی درج ذیل کیجاتی ہے۔

فرمایا شکر (کسی نعمت کی قدر کرنا) سے انعامات میں زیادتی ہوتی ہے اور کفر (بے قدری) سے انعامات چھن جاتے ہیں اور عذاب لازم ہو جاتا ہے - دیکھو تم سب کے لئے جنہوں نے اس امام کے وقت کو خدا کے فضل سے پایا اور یہ تم کو توفیق ملی کہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تم نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اقرار کیا سوچنے کا مقام ہے کہ کس قدر لمبے زمانے اور مدتہائے دراز کے انتظار کے بعد حضرت محمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد گویا تیرہ سو برس کی شدید انتظار کے بعد اس امام کا وقت پایا - دیکھو اتنی مدت مدید کے بعد آیا ہے اور پھر یہ کہ اس نے تم میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہنا ہے اس تھوڑے سے زمانے کی قدر کرو - اور اس فرصت کو غنیمت جان کر کچھ کر لو کچھ سیکھ لو - کچھ روحانی ترقی کر لو۔

دیکھو یہ انتشار روحانیت اور فیض الٰہی اور برکات کے نزول کا وقت ہے - وہ مدارج جو کسی کو ہزارہا سرزنی اور مجاہدات اور ریاضات سے بھی نصیب نہیں ہوتے وہ اس وقت تھوڑی سی توجہ - تھوڑی سی سعی تھوڑی سی کوشش اور تھوڑی دلی تڑپ پیدا ہونے پر میسر آ سکتے ہیں - دیکھو وقت ہے امام کی زندگی میں ہی اپنے ایمان کو ایسا مضبوط کر لو - اور ایسی ترقی کر جاؤ کہ پھر تمہیں بادصرصر ہلا نہ سکے - تم اس درخت کیطرح بنجاؤ کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا

دیکھو زمانہ نبوت کو اللہ تعالےٰ نے بارش کے ساتھ تشبیہ دیکر بارہا قرآن شریف میں انسان کو اس امر کیطرف متوجہ کیا ہے کہ جس طرح برسات سے پہلے زمین مردہ ہوتی ہے اور گرد و غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا سبزی کا گویا نام نشان ہی نہیں ہوتا - مگر آسمان سے بارش ہونے کے ساتھ ہی زمین پر ہزاروں قسم کی سبزی اور روئیدگی اُگ آتی ہے - اور ہر قسم کی زمینوں میں مختلف قسم کی سبزی نظر آنے لگ جاتی ہے - اور ہر زمین اپنے بیج اور اپنی استعداد کے موافق نشو و نما کرتی ہے پھر بعض اُن میں سے ایسی قسم کے پودے ہوتے ہیں کہ بارش کے زمانہ گذرنے کے ساتھ ہی دھوپ لگی اور وہ مرجھا گئے حتےٰ کہ بعض قسم کی روئیدگی کا تو دو چار دن کی دھوپ اور بارش کے وقفہ سے نام و نشان ہی نہیں رہتا - مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ایام بارش میں ایسی ترقی کر چکتے ہیں اور انکی جڑیں ایسی مضبوط ہو جاتی ہیں کہ پھر ان کو دھوپ کی پرواہ نہیں ہوتی اور وہ بڑھتے ہیں - پھیلتے ہیں پھلتے اور پھولتے ہیں - اور بارور اور باثمر ہوتے ہیں - انسان - حیوان - چرند پرند اُن سے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس روحانی بارش میں بھی بعینہ وہی نقشہ موجود ہے - اور قدر کرنیوالوں کے واسطے اسمیں بڑے بڑے برکات اور ترقی کے سامان موجود ہیں۔

دیکھو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم جیسا جوش سے کہنے والا - درد دل سے نصیحت کرنیوالا اور تمہاری خیر خواہی کی سچی تڑپ رکھنے والا بھی کبھی کوئی انسان ہوگا؟ ہرگز نہیں - وہ چل بسے دیکھو عبرت کا مقام ہے - عبرت پکڑو اور کچھ کر لو - وقت کو غنیمت جانو اور اسے ضائع مت کرو۔

دنیوی ضروریات کو پہلا تم قادیان سے باہر رہکر پورا نہیں کر سکتے تھے؟ بلکہ میرے خیال میں اس سلسلہ سے الگ رہکر اور قادیان سے باہر بطریق احسن دنیوی ضروریات پوری ہو سکتی تھیں - تو پھر تم نے اپنے ملک چھوڑے - خویش و اقارب چھوڑے - مال و منال چھوڑے - اور قوم سے کفر اور گمراہی کے فتوے سنے - بدنام ہوئے - اب اگر خدا سے ہی تمہارا پورا تعلق اور واسطہ نہ ہو - اور خدا کے رسول کی نظروں میں تم حقیقی اور سچے معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ثابت نہ ہو - تو پھر تمہارا کیا حال - تم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے - دیکھو میں تم سب کو اور حضرت اقدس کی اولاد کو بھی (اگر اُن میں سے کوئی اسجگہ موجود ہے تو ورنہ اُن کو اطلاع دی جاوے) درد مند دل سے تاکیداً نصیحت کرتا ہوں کہ خوش قسمتی سے یہ موقع خدا نے ہم لوگوں کو عطا کیا ہے کچھ کر لینا چاہئے - اور آیندہ نسلوں کے لئے ایک اچھا نمونہ چھوڑنا چاہئے شیعہ قوم کیطرف غور تو کرو - ان کو انکی بدقسمتی سے کیسی ٹھوکریں لگی ہیں - حالانکہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے حالات میں تو کوئی بھی ایسا رخنہ اور جائے اعتراض موقع نہ تھا اور وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کا ایک پاک گروہ تھا جن کی زندگیوں میں حرف رکھنے کا کوئی بھی موقع نہ تھا مگر انہوں نے کیسے کیسے طوفان کھڑے کر لئے ہیں پس سوچنے کا مقام ہے کہ وہاں تو کچھ بھی ایسا موقع نہ تھا تو بھی کیا کچھ بنا لیا گیا - مگر یہاں تو ہزاروں قسم کی کمزوریاں موجود ہیں - پس ابھی وقت ہے کہ سنبھل جاؤ اور آیندہ نسلوں کے واسطے اچھا نمونہ چھوڑو - ایسا نہ ہو کہ آیندہ نسلیں تمہارے نمونہ سے ٹھوکر کھائیں اور تم بجائے اس کے کہ اپنے واسطے خیر جاریہ چھوڑ مرو شر جاریہ چھوڑو - خدا تعالےٰ توفیق دے کہ تم میری باتوں پر غور کرو - اور عمل کرو - آمین۔

خطبۂ جمعہ

از حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳ - اپریل ۱۹۰۸ء مسجد اقصےٰ

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ - امابعد - اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ - وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ - اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ - (حزب المقبول صفحہ ۸۴)

متواتر کئی جمعوں سے میں یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ انسان کو نماز کس طرح سے سنوار کر پڑھنی چاہئے - چنانچہ آج بھی نماز کے آخر میں جو دعا ہے اس کا ذکر کرتا ہوں - حدیث شریف سے ثابت ہے کہ درود شریف کے بعد یہ دعا بھی نماز میں پڑھی جایا کرے - نماز کے پہلے مراتب اذان سے لیکر اس دعا سے پہلے تک بیشتر کے جمعوں میں بیان کئے جا چکے ہیں - بعض آئمہ ایسے بھی گذرے ہیں کہ جنھوں نے اس دعا کا پڑھا جانا مستحب یا مسنون کے درجہ سے بڑھکر واجب قرار دیا ہے - اور اسی پر ان کا عمل ہے۔

انسان بہت بڑے بڑے ارادے کرتا ہے - بچپنے سے نکل کر جب جوانی کے دن آتے ہیں اور جوں جوں اسکے اعضا نشو و نما پاکر پھیلتے ہیں اور قویٰ مضبوط ہوتے ہیں اس کے ارادے بھی وسیع ہوتے جاتے ہیں - ایک بچہ رونے اور ضد کرنے کے وقت ماں کی گود میں چلے جانے یا دودھ پی لینے سے یا تھوڑی سی شیرینی یا کسی تماشے کھیل سے خوش ہو سکتا ہے اور اس کے بہلانے کے واسطے بہت تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہو کہ ایک بچے کی خوشی اور خواہشات کا منزل مقصود بہت محدود ہوتا ہے - مگر جوں جوں وہ ترقی کرتا اور اس کے قویٰ مضبوط ہوتے جاتے ہیں

توں توں اُس کے ارادوں اور خواہشات کا میدان بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن شریف کی اس آیت اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ط کا مصداق بن جاتا ہے اس دور کا پہلا درجہ ۱۸ سال کی عمر ہوتی ہے اس وقت انسان میں عجیب عجیب قسم کی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں ایسے وقت میں جبکہ انسان کے قوی بھی مضبوطی اور استواری کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کے ارادے بھی بہت وسیع ہوجاتے ہیں رسول اکرمؐ نے ہر نمازی کو جن میں یہ لڑکا بھی داخل ہے طول امل اور ھموم و غموم سے پناہ مانگنے کے واسطے حکم دیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک چارکونہ شکل بنائی اور اس کے وسط میں ایک نقطہ بنا کر فرمایا کہ یہ نقطہ انسان ہے اور دائرہ سے مراد اجل ہے یعنے انسان کو اجل احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور پھر انسانی امانی اور آرزوئیں اس سے بھی باہر ہیں۔ یہی بات ہے کہ انسان بڑے بڑے لمبے ارادے کرتا ہے۔ جو سینکڑوں برسوں میں بھی پورے نہیں ہوسکتے۔ مگر اس کی اجل اسے ان ارادوں تک پہنچنے سے پہلے ہی دبا لیتی ہے۔

غرض انسان چونکہ بہت لمبے ارادے کرلیتا ہے اور پھر اُن میں کامیاب نہیں ہوتا تو اس ناکامی کی وجہ سے انسان میں ھَمّ یعنے غم پیدا ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو لمبے ارادے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اَعوذبک من الھَمّ کے یہی معنے ہیں کہ اے خدا میں ان موجبات سے ہی تیری پناہ مانگتا ہوں جو ھم کا باعث ہوتے ہیں۔

پھر بعض اوقات انسان ناکامی کے وجوہات تلاش کرتے کرتے گذشتہ امور میں غور کرنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں آج سے دو سال پہلے یا چار سال پیشتر اس طرح سے عمل درآمد کرتا تو آج مجھے اس ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اگر ایسا ہوتا تو میں کامیاب ہوجاتا۔ اس طرح کے غم کا نام جو گذشتہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے شریعت نے **حزن** رکھا ہے۔ اور اس سے پناہ مانگنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے بئس المطیۃ لَو۔ لَو (اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہوجاتا اور یوں ہوتا تو یوں ہوجاتا) بہت بُری چیز۔ اور نقصان رسان لفظ ہے۔ اس طرح اللّٰھم انی اعوذبک من الھم والحزن ط کے یہ معنے ہوئے کہ یا آلٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان بواعث اور موجبات سے جن کا نتیجہ ھم اور حزن ہوتا ہے۔ یعنے نہ تو مجھ میں بے جا اور لمبے ارادے پیدا ہوں اور نہ میں کاش اور لَو کا استعمال کروں۔ مطلب یہ کہ نہ مجھے موجودہ ناکامی کی وجہ سے کوئی غم ہو اور نہ گذشتہ کسی تکلیف کا خیال مجھے رنجیدہ اور ستانے کا باعث ہوسکے۔

اس دعا کے سکھانے سے غرض اور انسان کیواسطے سبق یہ مدنظر ہے کہ انسان بہت **طول امل** سے پرہیز کرتا رہے۔ اور گذشتہ مصائب کو یاد کرکے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالے۔ کیونکہ جب انسان **ہم اور حزن** میں ڈوب جاتا ہے تو آئندہ ترقیوں کی راہیں بھی اس کے واسطے بند و مسدود ہوجاتی ہیں۔ ہم اور حزن سے فرصت ملے نہ یہ حصول خیر اور دفع شر کے لئے کوئی تجویز سوچے۔

پس اسی لئے انسان کو پھر یہ دعا سکھائی گئی کہ اعوذبک من العجز والکسل۔ **عجز** کہتے ہیں اسباب کا مہیا نہ کرنا۔ جو سامان اللہ تعالیٰ نے کسی حصول مطلب اور دفع شر کے واسطے بنائے ہیں اُن کا مہیا نہ کرنا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر **رہ جانے** کو عجز کہتے ہیں۔ بقدر طاقت۔ بقدر امکان۔ بقدر فہم اور علم کوشش ہی نہ کرنا۔ اور تدبیر ہی نہ کرنا یہی عجز ہے۔ **توکل** اسے نہیں کہتے۔ **دیکھو** آنحضرتؐ جو کہ اعلم الناس۔ اخشی للہ اور اتقی الناس تھے اُن سے بڑھکر بھی بھلا کوئی انسان ہوسکتا ہے تو جب اُن کو بھی یہ حکم ہوتا ہے کہ شاورھم فی الامر۔ آنحضرتؐ کی پاک اور بے لوث زندگی جو ہمارے واسطے قرآن شریف اور اس کے کل احکام کا ایک عملی اور زندہ نمونہ موجود ہے اُس میں غور کرنے سے ہرگز ہرگز ایسا کبھی ثابت نہیں ہوگا کہ آپؐ نے بھی کبھی **توکل** کے یہ معنے کئے ہوں جو آج کل بدقسمتی سے سمجھے گئے ہیں۔ **توکل** کے غلط معنوں کی وجہ سے ہی تو مسلمانوں میں سستی اور کاہلی گھر کرگئی۔ اور ان میں سے بعض ہاتھ پاؤں توڑ کر لوگوں کا محنت اور جانفشانی سے کمایا ہوا مال کھانے کی تدابیر سوچنے لگے۔

ہندوستان میں **بارہ** ریاستیں ہمارے دیکھتے دیکھتے تباہ ہوگئی ہیں۔ کئی معزز گھرانے مرتد اور بے دین ہوگئے ہیں۔ اسلام پر اعتراضات کا **آرا** چلتا ہے مگر کسی کو گھبراہٹ نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ لوگ اپنے نفسانی **ہم و حزن** میں مُبتلا ہیں اور سچے اسباب اور ذرائعہ ترقی کی تلاش سے محروم و بے نصیب ہیں۔ پس دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ **عجز** سے بچاوے اور بقدر فہم و فراست تہیہ اسباب کرنا ضروری ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ **مشورہ** کرنا چاہیئے۔ قرآن شریف کا حکم ہے کہ امرھم شوریٰ بینھم۔ مشورہ ایسا پاک اصول ہے کہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور برکت عطا ہوتی ہے۔ اور انسان کو ندامت نہیں ہوتی۔ مگر **خود پسندی** اور کبر ایسی امراض ہیں کہ انھوں نے شیطان اور انسان دونو کو ہلاک کردیا ہے۔ **دیکھو ہر انسان** ایسی پختہ عقل اور فہم رسا کہاں رکھتا ہے کہ خودبخود اپنی عقل سے ہی ساری تدابیر کرلے اور کامیاب ہوجاوے۔ یہ ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اسی واسطے مشورہ کرنا ضروری رکھا گیا۔ ناتجربہ کار تو ناتجربہ کار ہی ہے مگر اکثر اوقات بڑے بڑے تجربہ کار بھی مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے سخت سے سخت ناکامیوں میں مبتلا ہوکر بڑی بڑی ندامتیں برداشت کرتے ہیں۔

پس خود کو موجودہ ناکامیوں کے بہت فکروں میں ہلاک نہ ہونے دو۔ اور نہ گذشتہ کاہلیوں اور فروگذاشتوں کے خیال سے اپنے آپ کو عذاب میں ڈالو بلکہ **سچے اسباب** کی تلاش کرو اور مشوروں سے کام لو۔

الکسل۔ کسل عربی میں کہتے ہیں کہ اسباب موجود ہوں مگر اُن سے کام نہ لیا جاوے۔ سامان مہیا ہیں مگر اُن سے فایدہ نہ اُٹھایا جاوے۔ مثلاً کتاب موجود ہے مدرس اور مولوی پڑھانے کے لئے موجود ہیں مگر علم کا حاصل نہ کرنا کسل ہے۔ یا مثلاً اگر علم ہو پر عمل نہ کیا جاوے۔ **آنکھ** خدا نے دی ہے مگر حق کی بینا نہیں نہ اُس سے کتاب اللہ کو پڑھے اور نظر عبرت سے عبرت خیز نظاروں کو دیکھے۔ **کان** دیئے ہیں مگر وہ حق کے شنوا نہیں۔ **زبان**۔ خدا نے دی ہے مگر وہ حق کی گویا نہیں۔

غرض عجز تو کہتے ہیں اسباب کا مہیا ہی نہ کرنا۔ اور کسل کے معنے ہیں کہ مہیا شدہ اسباب سے کام نہ لینا۔

اور یہ دونو قسم کے اخلاق رزیلہ اور کمزوریاں نتیجہ ہوتی ہیں **ھم اور حزن** کا۔ کیونکہ جب انسان ھم و حزن میں ڈوب جاتا ہے تو اُسے پھر نہ تو آیندہ کسی ترقی اور خوشی کے حصول کے اسباب مہیا کرنے اور شر سے بچنے کی کوشش کرنے کی توفیق اور وقت و فرصت ملتی ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کے خوشی و راحت کے اسباب سے کام لیکر نتیجہ اور پھل کا وارث بن سکتا ہے۔

اسی واسطے شریعت اسلام جو کہ عین فطرت انسانی کے مطابق خالق فطرت خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس میں اس دعا کے ذریعہ سے ان

رذائل سے بچنے کی کوشش کرنے اور پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سکھایا گیا ہے کہ کسی ایک ناکامی سے ایسا متاثر ہونا اور ایسے ہم و حزن میں مبتلا اور تباہ ہوکر ایسا رہ جانا کہ آیندہ کوئی ترقی ہی نہ کرسکے نہ اسلام کا منشا ہے اور نہ مسلمانوں کی راہ۔ بلکہ مسلمان ایسی بودی روکوں اور کچی رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرکے **الخیر فی ما وقع** کے پاک مقولہ کی یاد سے شاد ہوتا ہوا آیندہ ترقیوں کی تدابیر میں بڑی بلند پردازی اور اطمینان سے کوشاں ہو جاتا ہے۔ اور مومن ایسا ہوشیار ہوتا ہے کہ کامیابی کے کل وسایل اور پاک اصول کو وہ خود مہیا کرتا اور پھر ان سے کام لینے کا کوئی بھی دقیقہ اور کسر باقی نہیں رہنے دیتا......

غرض اس دعا کی تہ میں ایک باریک قسم کی تعلیم ہے جو مسلمانوں کو حد درجہ کا ہوشیار۔ چالاک اور شجاع بناتی اور سستی اور کاہلی سے نفرت دلاتی ہے۔ **میں** ان لوگوں کو جو حضرت اقدس کی اتباع میں ہمارے ساتھ شامل ہیں خصوصیت سے تاکید کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم لوگوں نے **اپنا ملک** چھوڑا۔ وطن چھوڑے۔ خویش و اقارب یار دوست چھوڑے۔ قوم سے الگ ہوئے۔ اور ان کے سخت سے سخت فتووں کے نیچے آئے۔ بے دین۔ کافر۔ مرتد۔ ضال۔ مضل کہلائے ہو۔ اگر تم کبھی **علم میں** اور پھر **عمل میں۔ دین میں اور ایمان** میں اپنا اعلےٰ نمونہ نہ دکھاؤ اور بیّن ثبوت نہ دو کہ واقعی تم نے خدا کی طرف قدم اٹھائے ہیں بے نظیر ترقی کی ہے۔ اور تمہارے **افعال**۔ تمہارے **اقوال**۔ تمہارے ظاہر۔ تمہارے **باطن**۔ تمہاری زندگی کی موجودہ روش۔ لباس پوشاک۔ خوراک اس امر کی پکار کر گواہی نہ دے اٹھیں کہ واقعی تم نے **دین کو دنیا** پر مقدم کیا ہے اور تمہارے اعمال کی حالت پاکیزگی تمہارے ایمان کے نہایت مضبوط اور غیر متزلزل ہونے اور تمہارے معتقدات کے صحیح ہونے پر **شاہد ناطق** نہ ہو اور تم ہو اور تمہارے غیروں میں ایک **نور اور ما بہ الامتیاز** پیدا نہ ہو جاوے تو بڑے ہی افسوس اور شرم کا مقام ہے۔

حضرت نبی کریم جو کہ اعلم الناس تھے ان کو حکم ہوتا ہے کہ رب زدنی علماً کی دعا کیا کرو۔ تو پھر **امتی** کون ایسا ہے جو گھمنڈ کرے کہ مجھے **علم** کی **عمل** کی **مشورہ** کی **سیکھنے** کی **سننے** کی۔ اور **صحبت** پاک کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ غلط راہ ہے اور بالکل غلط طریق ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ **واعوذ بک من البخل والجبن**۔ ظاہر ہے کہ جب انسان اپنی مصیبتوں کے رونے روتا رہے اور نہ کام کرے نہ کاج۔ نہ کوشش کرے نہ سامان مہیا کرے اور نہ ان سے کام لے بلکہ ہاتھ پاؤں توڑ لنگڑے لولوں کی طرح بے دست و پا نکھٹو۔ سست اور کاہلوں کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہو جاوے تو آسودگی خوشحالی اور مال و دولت جو کہ کمانے سے محنت اور کوشش کرنے سے انسان کو ملتی ہیں اس کے پاس کہاں سے آجاوے گی۔ اور یہ صاف بات ہے کہ **جو آگ کھاوے گا انگارے ہگے گا۔ جیسا کرے گا ویسا پاوے گا۔ جو بوئے گا سو کاٹیگا**۔ ایسا انسان جو کچھ کرتا ہی نہیں۔ روپیہ کمانے اور روپیہ آنے اور امیر بننے کی جو راہیں خدا نے بنائی ہیں ان کا علم ہی حاصل نہیں کرتا اور ان کی پرواہ ہی نہیں کرتا تو اُس کے پاس روپیہ اور مال و دولت کہاں سے آویگا۔ ظاہر ہے کہ وہ **مفلس** اور **محتاج ہوگا**۔ اور **افلاس اور احتیاج** کا نتیجہ اسے بھگتنا پڑے گا جو کہ لازماً **بخل** اور **جبن** ہوتا ہے۔

یاد رکھو کہ **ہم** اور **حزن** کا نتیجہ **عجز** اور **کسل** ہوتا ہے۔ اور **عجز** اور **کسل** کا نتیجہ **افلاس** اور **احتیاج** کی معرفت **بخل** اور **جبن** ہوا کرتا ہے۔

پس کیسی عجیب راہ مسلمانوں کو بتائی گئی ہے کہ اللہ کے حضور دعا کیا کریں اور **قبولیت دعا** اور **جذب فیضان** کے واسطے چونکہ انسان کو خود بھی حتی المقدور کوشش اور سعی کرنا اور خدا کی بتائی ہوئی راہوں پر کاربند ہونا لازمی ہے لہٰذا خود بھی ان رذائل سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کرے اور پھر نتیجہ کے واسطے خدا کے حضور التجا کرے۔

بخل سے مراد مالی بخل۔ خیالات پاکیزہ کے اظہار کا بخل۔ علم و عمل کا بخل۔ غرض کسی کو نفع نہ پہنچانا خواہ وہ کسی ہی رنگ میں ہو بخل کہلاتا ہے۔

جبن = بزدلی۔ جو کہ انسان میں فطرتاً کسی نہ کسی قسم کی کمزوری یا نقص ہونے کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔

آج اس زمانہ میں علاوہ مالی بخل اور جبن کے **اظہار خیالات کے مادہ اور طاقت کا نہ ہونا**۔ علم جو کہ ایک طاقت اور جرأت کا بڑا بھاری باعث اور موجب ہوتا ہے اس کا نہ ہونا۔ **موثر** پیرایوں میں اپنے عندیہ کو مدلل اور مبرہن نہ کرسکنا۔ قوت بیانی کا نہ ہونا ان سب کا نام ہے بخل۔ اور پھر ان کے عدم کی وجہ سے انسانی حالت جو کہ فطرتاً اس کمی اور کمزوری کی وجہ سے اپنے اندر ہی اندر ایک قسم کا ضعف محسوس کرتی ہے اور مخالف خیالات کے لوگوں سے مقابلہ کرنے سے پرہیز کرتی ہے۔ اس حالت کا نام **جبن** یعنے بزدلی ہے۔

ورنہ اب کوئی تیر و تلوار کی لڑائی تو ہے نہیں۔ اور اُن جنگوں کے واسطے بھی جس جرأت اور بہادری اور دلیری کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی انہی صفات کے ماتحت ہوتی ہے۔ وہاں بھی علم کی ضرورت ہے۔ جو کہ ایک طاقت ہے۔

غرض ہم نے تو بارہا اس نقص کے رفع کرنے کے واسطے کوششیں کی ہیں۔ بلکہ انجمن تشحیذ الاذہان میں اس قسم کے طلباء کے واسطے انعامات بھی مقرر کئے ہیں تاکہ ہمارے نوجوانوں کو **بولنے کی عادت** ہو۔ اور ان میں ایک **ایسا ملکہ** پیدا ہو جاوے جس سے وہ آزادی اور صفائی سے اپنا عندیہ اور خیالات کا اظہار دوسروں پر کرسکیں۔ اور ان کو حق کے پہنچانے اور تبلیغ دین کے لئے موثر پیرایوں سے طاقت بیانیہ حاصل ہو جاوے۔ اور خاص مضمون پر لیکچر دینے اور اسی کے حدود کے اندر تقریر کرنے کی طاقت ہو جاوے مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

یاد رکھو کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس وقت تیر و تفنگ اور بندوق توپ اور قواعد جنگ و فنون حرب سے واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس زمانہ کے مناسب حال ہتھیار یہی دلائل اور صحیح علم کی زبردست طاقت اور تقریر اور قوت بیان اور عجیب در عجیب پیرایوں سے اپنے خیالات کو مدلل اور مبرہن کرکے اپنے دشمنوں پر حجت پوری کرنے کے زبردست اور تیز ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ (نقل برد ا)

واعوذبک من غلبۃ الدین وقہر الرجال = صاف بات ہے کہ جب انسان میں افلاس ہوگا۔ ضرورتیں مجبور کریں گی۔ قحط۔ گرانی اشیاء۔ کپڑا۔ غلہ۔ دال۔ گوشت وغیرہ۔ تعلیم سب چیزیں گراں ہونگی تو انسان جس کا گذارہ ان کے سوا ہو نہیں سکتا مجبور ہوگا کہ کسی سے **قرض** لے۔ اور طرح طرح کی تدابیر

سوال قرض کے واسطے اسے عمل میں لانی پڑیں گی۔ اور اس طرح سے وہ قرض کی مصیبت میں مبتلا ہو جاویگا کیونکہ آمدنی کے ذرائع تو محدود ہیں اور آمد خرچ سے کم ہے قرض کے ادا کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آوے گی۔ لوگ قرضخواہ تنگ کریں گے۔ سختی کریں گے۔ مقدمات کریں گے۔ ڈگریاں کرائیں گے۔ قرقیاں ہونگی۔ لوگ گلے میں کپڑا ڈالیں گے۔ غرض اس طرح سے حالت بہت خطرناک اور نازک ہو جاویگی۔ اس واسطے دعا کرنی چاہیے کہ خدا ان سب باتوں سے بچاوے اور ہم وحزن سے محفوظ رکھے۔ سچے اسباب مہیا کرنے اور پھر اُن سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ **بخل** اور **جبن** اور پھر ان کے بدنتائج **قرض** اور **قہر الرجال** سے حفاظت میں رکھے۔ **رسول اللہ** صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن متقی کی مثال ایسی پرند کی ہے کہ تغدو خماصاً و تروح بطاناً۔

اپنے گھونسلے میں دانہ جمع نہیں رکھتا۔ مگر وہ بیکار اور بے دست و پا ہو کر بھی اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھ رہتا۔ باہر جاتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آشیان میں آتا ہے۔ پس مومن کے واسطے بھی اس میں ایک سبق رکھا ہے۔ اور **توکل** کے معنے یہ نہیں کہ جس طرح سے پرندہ کے گھر میں دانہ جمع نہیں ہے۔ مگر وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ نہیں رہتا بلکہ گھونسلے سے باہر جاتا ہے محنت مشقت کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی محنت کرنی چاہیے۔ تاکہ اس کی ضرورتیں اس کے واسطے بھی مہیا کی جاویں۔

وہ **کاہل** اور سست انسان جو کہ توکل کے معنے گھڑ کر توکل کی آڑ میں ایسا کرتے ہیں سوچیں اور غور کریں۔

پس ایسے انسان جبکہ اُن کی ضرورتیں اُن کو مجبور کرتی ہیں۔ مکان۔ لباس۔ خوراک اور بیوی بچوں کی ضروریات اُن کو مجبور کرتی ہیں تو وہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ کوئی **اَلّو**ل جاوے۔ اور اُنکا کام ہو جاوے۔ کسی کی کمائی ان کو مفت میں ملجاوے غرض اس طرح سے ناجائز طریق سے کوشش کرکے قرض لینے اور پھر جب ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو **کتی کے کان کاٹ کر بلی کے اور بلی کے کاٹ کر کتی کے** لگاتے پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے اور ایک سے لیکر دوسرے کو اور دوسرے سے لیکر تیسرے کو دیتے ہیں۔ ایسی ایسی چالاکیاں اُن کو کرنی پڑتی ہیں۔

غرض یہ بہت خطرناک حالت ہے۔ پس تم کوشش کرو۔ حق پہنچاؤ اور ضرور پہنچاؤ۔ ہم وحزن سے کچھ نہیں ہوتا۔ کوشش سے کچھ ہوتا ہے کوشش کرو۔ اور خدا سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے۔ اور فضل کرے آمین۔

جلسہ کے بعد

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ الخ۔ اذکروا اللہ یذکرکم و ادعوہ یستجب لکم۔

اللہ تعالیٰ کو جتنا جتنا تم یاد کرو گے وہ بھی تمہیں یاد کرے گا اور تمہاری عزت اور بزرگی بڑھائے گا۔ اگر تم اعلاء کلمۃ اللہ میں دل وجان سے کوشش کرو گے۔ خدا کی باتیں لوگوں کو پہنچاؤ گے تو یہ قاعدہ کی بات ہے کہ حق کو اور حق کے پہنچانے والوں کے لوگ دشمن ہو جایا کرتے ہیں۔ قسما قسم کی تہمتیں اور الزام لگائے جاتے ہیں۔ اصل میں یہ سب اس واسطے ہوتا ہے کہ شیطان کو فکر پڑ جاتی ہے کہ اس طرح میرا کام بگڑ جائے گا۔ لہذا وہ سر توڑ کوشش کرتا ہے اور حق کو کے مقابلے کے واسطے اپنے پورے ہتھیاروں سے آ موجود ہوتا ہے۔ تاکہ حق ظاہر نہ ہو۔ مگر آخر کار حق غالب آجاتا ہے اور سچائی کی فتح ہوتی ہے اور شیطان ہلاک اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ پس تم بھی کوشش کرو کہ حق کے پہنچانے والے بنو۔ اور پھر اُن مشکلات پر صبر کرنیوالے ہو جو حق کے پہنچانے میں لازمی ہوتے ہیں۔ اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک۔ مالی مشکلات کے وقت انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ حلال وحرام کی تمیز اُٹھ جاتی ہے اور انسان پروا نہیں کرتا کہ آیا میں جائز ذریعہ سے پیٹ بھر رہا ہوں کہ ناجائز طریق سے۔ غرض فقر و فاقہ ایک ایسی مصیبت ہوتی ہے کہ انسان کو **حلال وحرام** میں فرق بھی نہیں کرنے دیتی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حرام کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان پر اگر ایک بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو جاوے۔ تو اللہ تعالےٰ اس دعا کے ذریعہ سے اُس کے ادا کرنے کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح سے انسان قرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

پس اگر انسان سے خطا پر خطا اور چوک پر چوک ہی ہوتی گئی ہے اور ہم ابتدائی مشکلات سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکا۔ اور **ہم وحزن** کے نتائج کا خمیازہ اُٹھا کر **عجز** و **کسل** میں اور **عجز و کسل** کے نتائج بد بھگتنے کے لئے **بخل اور جبن** اور آخر کار **قرض** کی مصیبت میں مبتلا ہو ہی گیا ہے تو بھی اس کے واسطے ایک ذریعہ نجات کا اور ہے اور وہ **دعا** ہے۔ اگر انسان کو دعا اپنے تمام لوازم اور شرائط کے ساتھ نصیب ہو جاوے تو انسان کی خوش قسمتی ہے۔ اور مصائب سے نجات پا جانے کی ایک یقینی راہ ہے۔

نیز **موجودہ** زمانے میں دُنیا طلبی اور دُنیا کمانے کی کچھ ایسی ہوا چلی ہے کہ جس کو دیکھو اسی دُھن میں لگا ہے۔ اور جیسے لٹو اسی فکر میں حیران و سرگردان ہے۔ کوئی محکمہ کوئی سوسائٹی ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک ماتحت سے افسر تک حاکم سے بادشاہ تک جسے دیکھو دُنیا کی فکر میں لگا ہے۔ ضروریات کے وقت جائز و ناجائز کی بھی پروا نہیں کی جاتی بلکہ بلا امتیاز حلال وحرام اکٹھا کرنے کی کوشش اور فکر کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے **حضرت امام** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس امر کو محسوس کرکے اس زمانہ کے مناسب حال اقرار لیا کہ **میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا**۔

پس آخر کار ان مشکلات کے واسطے اس دعا میں ہی یہ راہ بتائی کہ دعا کرے اور بات بھی یہی حق ہے کہ دعا ہی سے بیڑا پار ہوتا ہے۔

قرآن شریف سُنو۔ اور عمل کی غرض سے سُنو۔ نفس کا دخل مت دو۔ اور خدا سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اعمال صالحات کی اور شر اور گناہ سے بچنے کی۔ آمین۔

یہ قیمت اخبار کس کی ہے

۲ اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک وی پی منی آرڈر عہ کا وصول ہوا ہے۔ جس پر کوئی احمد الدین نام درج ہے۔ یہ دقت دراصل ہم کو اس واسطے ہے کہ ڈاکخانہ کے نئے فارم جواب جاری ہوئے ہیں ان کی وجہ سے ہے۔ اخبارات میں برابر مضمون نکل رہے ہیں۔ مگر ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ پبلک کو اس فارم سے از حد تکلیف ہے۔ اور ادھر ڈاکخانہ والوں کو بھی کام بڑھ گیا ہے۔ بہرحال ان تکلیفوں سے رہائی دینے کے لئے اگر جناب ڈائرکٹر جنرل صاحب بہادر ڈاکخانجات توجہ فرما دیں اور وہی فارم وی پی جاری کر دیں تو یہ سب تکلیف رفع ہو سکتی ہے۔ غرض یہ تکلیف ہے۔ جن صاحب کا منی آرڈر عہ کا ہم کو ۲ اپریل کو ملا ہے۔ وہ مطلع فرما دیں۔ تاکہ انکو نام تعین وصول درج ہو سکے ان کے نام

نمبر ۲۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۶ | جلد ۱۲

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام الرحمٰن

۱۱۔ اپریل ۱۹۰۸ء سیر

کسی معترض کا ایک خط حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں آیا تھا جس میں اُس نے مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اعتراض کیا تھا۔ حضرت مولوی صاحب موصوف نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بوقت سیر اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے

فرمایا

کہ ایسے آدمی سے پہلے یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ آیا تم کلمہ گو بھی ہو یا کہ نہیں؟ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اور انبیاء سابقین پر بھی ایمان رکھتے ہو یا کہ نہیں؟ تعجب آتا ہے ایسے لوگوں کی حالت اور عقل پر کہ ہزار ہا قسم کے نشانات دیکھتے ہیں اُن کی تو کچھ پروا نہیں کرتے اور نہ اُن سے کوئی فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ مگر جب ایک ایسے امر کو جو متشابہات میں سے ہوتا ہے بوجہ اپنی کم فہمی اور کم عقلی کے اس کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی باعث اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن سے اگر یہ سوال کیا جاوے کہ اور جو ہزار ہا بیّن نشان موجود ہیں اُن سے تم نے کیا فایدہ اُٹھایا ہے۔ تو یقیناً اُن سے کوئی جواب بن نہیں آتا۔

حالانکہ وہ امر جس کو وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے نشانہ اعتراض بناتے ہیں۔ عین سنت اللہ کے موافق ایک امر ہوتا ہے۔ اور کوئی بھی نبی نہیں گذرا جو اس سنت سے باہر رہا ہو۔ پس اس سنت سے انکار کرنے والے کا ایمان کیسے خطرے میں ہے۔ وہ صرف ہماری پیشگوئی پر ہی اعتراض نہیں کرتا بلکہ آنحضرت صلعم کی بھی تکذیب کرتا ہے اور بلکہ اس طرح سے تو دوسرے تمام انبیاء کی بھی تکذیب لازم آتی ہے۔

دیکھو آں حضرت صلعم کا صلح حدیبیہ کا معاملہ جس میں بعض بڑے بڑے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھوکر لگ گئی تھی۔ مگر پھر خدا نے اُن کی دستگیری فرما کر اُن کو بچا لیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی اس میں شریک تھے۔

پھر آں حضرت صلعم کا اس امر کا اظہار فرمانا کہ ابوجہل مسلمان ہو جاوے گا۔

ایسا ہی ان کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے بارہ تختوں کا معاملہ۔

حضرت یونس نبی علیہ السلام کی قوم کا معاملہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی ایسا معاملہ موجود ہے۔

تو پھر ہم حیران ہیں کہ ایسا معترض مسلمان کہلا کر کس بات کا انکار کرے گا۔ یہ تو ایک بیہودہ بات ہے کہ جس بات کی سمجھ نہ آئی اُس کا انکار کر دیا۔

دیکھو ہماری اس پیشگوئی کی ایک ٹانگ تو اُسی وقت پیشگوئی کے عین مطابق ٹوٹ گئی۔ جس کی وجہ سے اُن لوگوں پر خوف طاری ہوا۔ اور اُنھوں نے صدقہ اور خیرات سے اور اور طرح سے عجز و انکسار۔ گریہ و بکا سے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے بھی مطابق اپنی سنت کے اُن سے سلوک کیا۔ دیکھو حضرت یونس نبی کی قوم سے جو عذاب کا وعدہ ہوا تھا اس میں تو کوئی بھی شرط موجود نہ تھی۔ اور صاف اور صریح الفاظ تھے کہ چالیس دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہو جاوے گا۔ پس جب ایک غیر مشروط اور قطعی پیشگوئی کا توبہ اور اضطراب اور گریہ و بکا سے ٹل جانا سنت اللہ کے مطابق ہے تو پھر مشروط پیشگوئی پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے جس میں صاف یہ الفاظ موجود ہیں۔ توبی توبی فان البلاء علی عقبک۔

حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ قد یوعد ولا یوفی۔ کہ بعض وعدے خدا تعالےٰ کے ایسے بھی ہوتے ہیں جو وہ پورے نہیں کئے جاتے۔

متشابہات خود قرآن شریف میں متشابہات کا

ذکر ہے۔ مومن اور کافر میں ایسے متشابہات سے تمیز ہو جاتی ہے اور چھپے ہوئے مرتد اور منافق لوگوں کے الگ کرنے کا یہ ایک آلہ ہوتے ہیں۔ خدا اگر متشابہات نہ رکھتا تو دنیا دنیا ہی نہ رہتی۔

منافق کا قاعدہ ہے کہ اُس کو دریا بہتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اور وہ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتا بلکہ خس و خاشاک کی طرف جھک جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

اگر ہم منہاج نبوت سے باہر کوئی امر پیش کرتے ہوں اور کوئی نئی بات اپنی طرف سے پیش کرتے تو اعتراض کا موقع بھی تھا۔

قرآن شریف میں آیا ہے کہ **لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر**۔ پس جس شخص نے نہ کبھی صحبت میں رہ کر ہماری باتوں کو سنا ہو۔ اور نہ خود منہاج نبوت کے ثبوت پر پرکھنے کی عقل ہو وہ کیسے ہدایت پا سکتا ہے۔ دیکھو موجودہ زمانے میں خدا نے اتنی کثرت سے زبردست نشانات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ایسے ایسے اسباب مہیا کر دئے ہیں کہ اگر ایک **لاکھ نبی** بھی ان نشانات سے اپنی نبوت کا ثبوت کرنا چاہئے تو کر سکے۔ کیونکہ اُس وقت نہ تو ایسی ضروریات تھیں اور نہ ہی ایسے ذرائع و اسباب مہیا تھے۔

دیکھو اگر انبیاء کی بعثت کے ساتھ ہی بڑے بڑے زبردست نشانات اور کھلے کھلے معجزات دکھائے جایا کریں تو پھر **ایمان ایمان** ہی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ تو عرفان ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس میں انسان کو ثواب اور مدارج کے حصول کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی۔ اگر ابتدا ہی میں کھلی کھلی کامیابیاں اور فتوحات ہو جاتیں تو سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہونے والے بدمعاش اور فاسق فاجر لوگ ہی ہوتے۔ اور صادق اور کاذب۔ مخلص اور منافق میں تمیز کی کوئی راہ باقی رہ نہ جاتی اور نعوذ باللہ اس طرح سے تو ایمان اُٹھ جاتا۔

صدیق اکبر | دیکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فراست صحیحہ اور نور ایمان سے پہچان لیا تھا۔ کیا اُنھوں نے کوئی معجزہ مانگا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف آں حضرت صلعم کی زندگی کے ابتدائی واقعات ہی سے آپ کے صدق دعوے کو بڑی قوت اور استقلال سے قبول کر لیا۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب عرض کی کہ خدا نے بھی اُن کے صدق اور اخلاص کو کیسا نوازا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے سینہ مبارک میں تھا وہی کچھ اُن کے سینے میں بھر دیا۔ **ما صب اللہ فی صدری شیئا الا صببتہ فی صدر ابی بکر**۔

کس قدر جرأت اور طاقت اور جلال کے ساتھ آپؓ نے آں حضرت صلعم کی وفات کے موقع پر یہ خطبہ پڑھا کہ **من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت**۔

خلیفہ۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اُس کے دل میں **حق ڈالا** جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اُس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سر نو اُس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔

آں حضرت

نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرما دے گا۔ کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے۔ اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت **ابو بکر صدیق** رضی اللہ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اول حق انہی کے دل میں ڈالا۔

حضرت مولانا المکرم سید محمد احسن صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے الہامات میں بھی تو یہی مضمون ہے۔ **الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم** اور آیت استخلاف میں بھی اللہ نے اسناد لیستخلفن اور لیمکنن کی اپنی ہی طرف فرمائی ہے نہ کہ رسول صلعم کی طرف۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے **الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ**۔ اور ایک اور الہام میں یوں آیا ہے کہ **مثلک در لا یضاع**۔ ان الہامات سے ہماری کامیابی کا بین ثبوت ملتا ہے۔

حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب نے ایک اور خط کے متعلق عرض کیا۔

حضرت اقدس علیہ السلام

نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو جب کوئی اس قسم کا خط آتا ہے کہ میں اکیلا ہوں۔ تو ہمیں اُس کے ایمان ہی کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ **مومن خود جماعت** ہے۔ مومن اکیلا کبھی نہیں رہتا۔ جس کا صدا پر ایمان کامل ہوتا ہے خدا خود اُسے اکیلا نہیں رہنے دیتا۔

فرمایا کہ غیر احمدیوں کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے بھی تو نکاح جائز ہے۔ بلکہ اس میں تو فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت پاتا ہے۔ اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہئے۔ اگر ملے تو لے بے شک لو۔ لینے میں حرج نہیں۔ اور دینے میں گناہ ہے۔ فرمایا بعض لوگ جو

یکتم ایمانہ

میں داخل ہیں اور بعض مخفی در مخفی معقول وجوہات کے باعث وہ اپنے ایمان کا اظہار ابھی نہیں کر سکتے اور وہ ایسے نہیں ہیں کہ **لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء** بلکہ اُنھوں نے تمہارے پاس اپنے ایمان اور صدق خلوص کا اظہار کر دیا ہے تو وہ لوگ معذور ہیں۔ اور بعض وہ لوگ جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مکفرین میں داخل نہیں ہیں اُن کو چاہئے کہ وہ اس قسم کا ایک

اشتہار

دے دیں کہ وہ ہمارے مکفرین میں سے نہیں ہیں۔ اور جو لوگ ہم کو کافر۔ دجال وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں اُن سے اپنے آپ کو یوں الگ کر دیں۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیں کہ جو لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں وہ آں حضرت صلعم کی حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے خود کافر ہیں لیکن جیسے جیسے کبھی ہم میں آئے تو ہمارے بن بیٹھے اور اُن میں گئے تو اُن کے ہو گئے یہ ایمانداروں کی روش نہیں ہے۔ ہم کوئی غیب کا علم تو رکھتے نہیں کہ کسی کے دل کی حالت سے ہمیں آگاہی ہو جاوے۔ یہ بس یہ ایک راہ ہے کہ جس سے یہ لوگ اگر ان کے دلوں میں کوئی نفاق کا مرض نہیں ہے تو ہمارے مکفرین میں سے الگ ہو کر الگ ایک جماعت بن سکتے ہیں۔ اور اگر **فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا** والا معاملہ ہے۔ اور ان کے دلوں میں واقعی نفاق کی آگ ہے تو اس طرح سے ان کی بیماری اور بھی زیادہ ہو جاوے گی اور ظاہر ہو جاوے گی۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض اوقات حب دنیا کا غلبہ بھی سلب ایمان کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔ لہٰذا دنیوی امور میں بہت انہماک اور دنیوی امور کو اتنی اہمیت دے دینا کہ گویا دین ایمان اور آخرت کی پرواہ ہی نہ رہے یہ بھی خطرناک زہریلا مرض ہے۔ یہ تو وہ زمانہ ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جاؤ۔ درختوں کے تنوں سے لگ جاؤ اور جس طرح سے بن پڑے زمانہ فتن سے اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کی کوشش کرو۔ پس اگر بحالت مجبوری کوئی احمدی اکیلا ہی ہو تو اُسے تنہا ہی نماز گذار لینی چاہئے۔ اور کوشش اور دعا کرنی چاہئے کہ خدا اُسے جماعت بنا دے۔

اصل میں مومن کو بھی تبلیغ دین میں حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں سختی اور درشتی نہ کرے اور جہاں بجز سختی کرنے کے کام ہوتا نظر نہ آوے وہاں نرمی کرنا بھی گناہ ہے۔

اگر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

دیکھو فرعون بظاہر کیسا سخت کافر انسان تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو بھی ہدایت ہوئی کہ قولا له قولاً لیناً۔ رسول اکرمؐ کے واسطے بھی قرآن شریف میں اسی قسم کا حکم ہے۔ وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ ۱۰-۴۔ مومنوں اور مسلمانوں کے واسطے نرمی اور شفقت کا حکم ہے۔ رسول اللہؐ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ایسی ہی حالت بیان کی گئی جہاں فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ ۲۶-۱۲۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ منافق اور کفار کا سختی سے مقابلہ کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ۔ یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۱۰-۱۶۔ غرض ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا تعالیٰ نے بھی حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے۔ مومنین اور ایمان داروں کے واسطے کیسی نرمی کا حکم ہے۔ اور کفار میں سے بعض میں مادہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ ان کو سختی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سے بعض بیماریوں یا زخموں میں ایک حکیم حاذق کو چیر پھاڑ اور عمل جراحی سے کام لینا پڑتا ہے۔

حضرت ابن عربیؒ

لکھتے ہیں کہ فرعون کے لئے کیوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نرمی کا سلوک کرنے کی ہدایت کی اس میں بھید یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آخر اسے ایمان نصیب ہو جاوے گا۔ چنانچہ اٰمَنْتُ کا لفظ اسی کے منہ سے نکلا۔ بلکہ وہ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ قرآن شریف سے اُن کی نجات بھی ثابت ہے۔ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ فرعون جہنم میں داخل ہوگا صرف یہی لکھا ہے کہ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ

فرمایا

خدا تعالیٰ کی ہیبت ناک اور غضب کی تجلیات کا سب سے اکمل اور اتم مظہر صاعقہ ہے۔ اس میں دونو باتیں سمندر میں میٹھے اور کڑوے پانی کی طرح خدا کے غضب اور مراحم کی پہلو بہ پہلو چلی جا رہی ہیں ایک طرف صاعقہ خدا کے غضب کا مظہر ہے تو دوسری طرف روشنی اور بارش خدا کے رحم کے مظہر بھی موجود ہیں۔ فرمایا ایک الہام بھی ہے کہ انی انا الصاعقہ۔ فرمایا کہ بعض اوقات . . . . ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بغیر اس کے کہ بجلی اپنا اثر کرے موت کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ ایک موقع پر کچھ گدھے صرف بجلی کے صدمے سے ہی مر گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم

سیالکوٹ

میں ایک مکان پر تھے اور پندرہ یا سولہ آدمی اور بھی ہمارے ساتھ تھے۔ دفعتہً بجلی اس مکان کے دروازے پر پڑی اور دروازے کی شاخ کو دو ٹکڑے کر دیا اور مکان میں دھواں دھار ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بڑی کثرت سے گندھک جلائی گئی ہے۔ پھر چند منٹ کے بعد ہی ایک دوسرے محلے میں ایک مندر تھا۔ اور اسکے پیچ در پیچ راستے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر آپؑ نے کھڑے ہو کر اپنے دست مبارک کی لکڑی سے زمین پر ذیل کی صورت کا ایک نقشہ کھینچا۔

اور فرمایا کہ اس قسم کے پیچ در پیچ راستوں سے ہو کر وہ بجلی اندر مندر میں گئی اور وہاں ایک سادھو بیٹھا تھا اُس پر جا کر پڑی۔ چنانچہ وہ سادھو ایک **چو** کی طرح ہو گیا ہوا تھا۔

فرمایا کہ ہمارا معاملہ تو غور کرنے والوں کے واسطے بالکل صاف اور کھلا ہے عقلمند انسان کے واسطے تو اگر اور کوئی بھی معجزہ نہ (حالانکہ یہاں تو ہزاروں زمینی اور آسمانی نشانات اور تائیدات موجود ہیں) ہو تو بھی اتنی مدت دراز تک ہمارے وجود کا (ایسے زبردست دعاوی اور ایسے خطرناک حالات کے باوجود) بقا ہی کافی ہے غور کا مقام ہے کہ ابھی تیرھویں صدی میں سے کچھ سال باقی تھے جب سے ہمارا دعوے ہے اور اب چودھویں صدی کے بھی ۲۶ برس گذر چکے ہیں۔ اندرونی بیرونی دشمنوں کی مخالفتیں اور جوشیلی تدابیر کے ساتھ ساتھ خود ہمارے اپنے وجود کی بعض خطرناک بیماریوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی خدا نے ہمیں معجزانہ زندگی عطا کی ہے۔ پھر خود ہی کہتے ہیں کہ

آنحضرتؐ

کے واسطے تو ایک آدھ گھڑی کا افترا بھی خطرناک اور رگ جان کے کٹ جانے کا باعث تھا مگر ہمیں خدا نے باوجودیکہ ہم ان کے زعم میں مفتری ہیں برابر **تیس ۳۰** تک مہلت دی اور پھر بھی نہیں بلکہ ہزارہا قسم کے زمینی آسمانی نشانوں سے ہمارے صدق دعوے کی تائید کی۔ اور سارے معاملے ہمارے ساتھ صادقوں والے کئے۔ ایک بھی ایسی بات نہ کی جو کاذبوں والی ہو پھر باایں خدا جانے ان کی عقلوں پر کیسی جہالت کے پردے پڑ گئے ہیں۔ اور یہ کیوں نہیں سمجھتے۔

تازہ وحی

میاں منظور محمد کے گھر کی نسبت جو سل کی بیماری سے بیمار ہیں اور ہمارے ہی گھر میں رہتے ہیں۔

(۱)

حٰمٓ۔ تلک آیات الکتاب المبین

لفظ حم میں بیمار کا نام بطور اختصار ہے۔ اس میں۔ کئی نشان ہیں جو خدا کی کتاب میں مقرر ہیں۔

(۲)

بیمار بہت ہی چیخیں مارتی ہے

(۳)

ماتم کدہ

(۴)

انی احافظ کل من فی الدار

من ھذہ المرض الذی ھو ساری

یعنے من ھذہ الآفت (اور مرض اسکا بیان ہے) ترجمہ۔ میں تمام گھر والوں کو اس بیماری سے بچاؤں گا۔ ایسی بیماری جو متعدی ہے۔ اور پھر بیمار کے لئے بعض دوائیں دکھائی گئیں اور پھر الہام ہوا۔

(۵)

کہ امید سے بڑھکر فایدہ ہوا

پھر الہام ہوا۔

(۶)

دوبارہ زندگی

(۷)

منسوخ شدہ زندگی

(۸) انی برائٌ من ذالک۔ یہ کسی کا مقولہ ہے پھر الہام ہوا۔ (۹) کتب اللہ علی نفسہ الرحمۃ (۱۰) حق علینا نصر المؤمنین۔

اور پھر الہام ہوا (۱۱) امثال الرحمۃ فی اول الذکر واٰخر الذکر۔ یعنے دو شخص کی نسبت جو بیمار تھے دعا کی گئی۔ ان کی نسبت رحمت کا نمونہ ہے۔

اور پھر الہام ہوا (۱۲)

رحمت اور فضل کا کام۔ شکر کا کلام

استفسار اور اُن کے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ آپ کا خط مولوی صاحب نے مجھے بنا بر جواب دیا ۔ سو اس خط کی عبارت کے چند ٹکڑے بشکل سوال لکھکر ان کے جواب عرض ہیں و ما توفیقی الا باللہ ۔

سوال اول ۔ چند روز سے ہندوؤں کے طرز تحریر کو دیکھکر حیران ہیں کہ انھوں نے اس بات کہ مسلمانوں کو بالکل برباد کر دیا اور مسلمان ان سے بخوشی سود پر روپیہ نہیں لیتے بلکہ اضطراری طور پر ۔ جیسے ان کو واسطے اور اسے معاملہ یا کسی دیگر ضروریات لازمہ کے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔

جواب ۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک مفصل مضمون مولوی محمد علی صاحب نے ریویو آف ریلجنز میں لکھا ہے اور اس پر سیر کُن بحث کی ہے اب کچھ حاجت نہیں تھی کہ اس کے متعلق کچھ لکھا جاتا اور اُس مضمون سے بڑھکر میں لکھ ہی کیا سکتا ہوں آپ دوبارہ اُس مضمون پر غور کریں ۔ مگر حسب الحکم مولوی صاحب مختصراً عرض ہے ۔ ہندوؤں نے کسی کو برباد نہیں کیا بلکہ خود مسلمانوں نے اسراف اور فضول ایمان اور خلاف ورزی احکام الٰہی کر کر اپنے آپ کو برباد کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یمحق اللہ الربٰو ۔ اللہ تعالیٰ ناقص ۔ باطل محو ۔ ضایع ۔ ہلاک ۔ کر دیتا ہے سود کو ۔ اس کے معنے صرف یہی نہیں کہ سود لینے والے پر ہی یہ وبال پڑتا ہے بلکہ سود کا جہاں جہاں جتنا جتنا جیسا جیسا تعلق ہو اتنا ہی نقصان بطلان ہلاکت وغیرہ واقع ہوتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوٰ و موکلہ و کاتبہ و شاہدیہ و قال ہم سواءٌ سود خور ۔ سود کھلانے والے کاتب شاہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور فرمایا سب برابر ہیں کوئی اس لعنت سے مستثنا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے سود پر دو سزائیں رکھی ہیں یمحق اللہ الربٰو اور فاذنوا بحرب من اللہ یمحق کے پانچ معنے ہیں جو لکھے گئے ۔ اب آپ غور فرماویں بینک والے نوٹ دے کر مفت روپیہ حاصل کرتے ہیں جو بلا سود ہوتا ہے ۔ اور جو روپیہ لوگ ان کے پاس امانت جمع کراتے ہیں وہ بھی للعہ فی صدی سالانہ پر لیتے ہیں اور جو سود ان کو حاصل ہوتا ہے وہ عموماً بلحاظ کمی بیشی نرخ ہنڈوی کے[۴] حاصل ہوتا ہے بلکہ بعض وقت اس سے بھی زیادہ سود حاصل ہو جاتا ہے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ آئے دن بینکوں کے دوالے نکلتے ہیں اور لاکھوں روپیہ کے نکلتے ہیں ۔ یہ تو دور کی بات ہے ۔ آپ اپنے قریب ترین شہروں سے پشاور کو ہی دیکھو وہاں کئی مسلمان سوداگر تھے جن کے پاس بیس بیس پچیس لاکھ روپیہ سے زیادہ روپیہ تھا ۔ وہ سودی روپیہ لیکر بھی تجارت پر لگایا کرتے تھے اور اپنا روپیہ بھی بعض وقت سود پر جمع کراتے ۔ آج وہ خود تو مر گئے مگر ان کی اولاد کا کیا حال ہے جو آپ کو زیادہ علم ہوگا ۔ ہم نے ایسے سوداگر بھی دیکھے ہیں جن کا نظارہ نہاں خوفناک نظارہ میری آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی پھر رہا ہے ۔ غرض بعض مسلمان خود اپنے ہاتھ سے برباد و ہلاک ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ ان کو اللہ جلشانہٗ نے اعلان جنگ دیدیا پھر با وجود اعلان جنگ کے بھی یہ باز نہ آئے بلکہ الٰہی جنگ کو منظور کر لیا ۔ اس جنگ کا نتیجہ اگر بربادی نہ ہو تو اور کیا ہو ۔ مسلمان معاملہ سرکاری کے لئے ہی روپیہ نہیں لیتے بلکہ یا تو اپنی فضولیوں میں روپیہ خرچ کر کر فصل پر روپیہ لے لیتے ہیں پھر فصل ساہوکار لے جاتا ہے تو روپیہ معاملہ کے لئے لینا پڑتا ہے یا ماتم ۔ شادی ۔ ختنہ ۔ بسم اللہ ۔ ولادت پر خرچ کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ ماتم میں سوائے کفن دفن کے کوئی خرچ وغیرہ رسوم اسلام میں نہیں بلکہ اگر زائد کپڑا نہ ہو تو وہی لباس کفن کے لئے کافی ہے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی حالت تھی کہ بعض دفعہ کفن کافی نہ ہوتا تو میت کے پاؤں گھاس سے ڈھانک کر کپڑے سے باقی بدن ڈھانک دیتے ۔ ایک دفعہ کسی صحابی نے مسئلہ پوچھا ایک کپڑے میں نماز جائز ہے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سب کے پاس دو کپڑے ہیں؟ ایسی حالت میں بھی نہ سود سے قرض لیکر دوسرا کپڑا بناتے نہ زیادہ کفن خرید کرتے ایک دفعہ مولانا المکرم مولوی نور الدین صاحب اپنی مسجد میں حدیث پڑھا رہے تھے اور سود کا باب تھا اتفاقاً بھیرہ کا ایک بڑا نامی سود خور ہندو وہاں سے گذرا وہ بیاج کا لفظ سنکر مسائل سننے کے لئے مسجد میں چلا آیا جب تشدد منع سود کا اس نے بہت سُنا تو متعجب ہوکر کہا ۔ مولوی صاحب اگر کسی کا اچانک ماتم ہو جاوے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو اور بلا سود قرضہ بھی نہ مل سکے تو کیا کرے مولوی صاحب نے کہا ماتم کا خرچ ہی اسلام نے کوئی نہیں رکھا کفن کے لئے میت کے کپڑے کافی ہیں دفن کے لئے چند دوست بلکر قبر کھود لیں ۔ پھر کہا اگر شادی ہو تو مولوی صاحب نے کہا شادی تو اسلام میں صرف اتنی ہے کہ لڑکی کا والد کہے میں نے لڑکی دی لڑکا یا اس کا باپ قبول کرے ۔ مہر اگر ہے تو دیدے ورنہ لوہے کی انگشتری بھی مہر ہو سکتی ہے پھر اسی طرح ولادت ختنہ وغیرہ رسوم کا ذکر کرتے کرتے آخر پھر اس نے کہا اگر کاشتکار ہو بیل مر جاوے تو جواب دیا کسی ایک بیل والے کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مزدوری کرے پھر حیران ہو کر اس نے کہا مولوی صاحب آپ اس شہر کے معزز اور رئیس آدمی ہیں اگر آپ کو ضرورت پیش آوے اور آپ کے پاس روپیہ موجود نہ ہو رات کے کھانے کے لئے بھی نہ ہو تو آپ کیا کریں مولوی صاحب نے جواب دیا میں جوان اور خوب مضبوط آدمی ہوں کلہاڑی اور رسی لے کر لکڑیوں کا اتنا بوجھ اُٹھا لاؤں جس سے سارے عیال کا گذارہ بخوبی ہو سکے تو اس نے کہا مولوی صاحب میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر دس ہزار روپیہ تک آپ کو ضرورت ہو تو میں آپ کو بلا سود دیا کروں گا ۔ غرض اول تو خود رسوم کی پابندی کے لئے روپیہ لیا جاتا ہے دوسرا تقوی اللہ نہ کرنے سے یہ مصیبتیں پیش آتی ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا متقی کو اللہ جلشانہ ہر ایک مصیبت سے نکالتا ہے اور مصائب فسق فجور کے سبب آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نبلوھم بما کانوا یفسقون ان کو ہم نے ابتلا میں ڈالا انکی فسق کے سبب ۔ پھر فرمایا ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر[۲۵] ہر ایک مصیبت تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو اکثر معاف بھی کر دیا کرتا ہے ۔ تیسرا حضرت امام ایک روز فرماتے تھے سود خوروں نے تو سود لے کر لعنت حاصل کی ۔ مگر مسلمانوں نے سود دیکر لعنت خرید کی اس لئے یہ خسر الدنیا والآخرۃ ہوئے ۔

چوتھا ایک روز سود کے ذکر پر یہ بھی حضرت امام نے فرمایا کہ سود کو اللہ تعالیٰ نے لحم الخنزیر وغیرہ سے بھی بدتر قرار دیا ہے کہ وہاں وقت ضرورت اجازت موجود ہے اور یہاں ضرورت کی شرط بھی نہیں لگائی ۔

پانچواں لحم الخنزیر وغیرہ میں عند الضرورت لا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم فرمایا یعنے ضرورت چونکہ اس کو تنگ ہے اس لئے حفاظت الٰہی و رحم اس کو اجازت دیتا ہے مگر سود کے متعلق ضرورت و بلا ضرورت ہر حال میں اشتہار جنگ و ہلاکت کا وعید ساتھ رکھا ہے ۔

چھٹا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب اور علام الغیوب کی کتاب ہے ۔ جو اس زمانہ کے حالات اور ضرورتوں کا خوب واقف ہے مگر اس نے کوئی ضرورت کے لئے راہ نہیں رکھی بلکہ اس سے بچنے کے لئے بہت تشدد سے روکا ۔

سوال دوم ۔ کیونکہ مسلمانوں میں قرض حسنہ کا قاعدہ جاتا رہا ہے پس انکو کسی مسلمان سے قرضہ نہیں مل سکتا

[۴] فی صدی ماہوار

اور نہ بلا ادائے سود ہنود سے روپیہ مل سکتا ہے اور ضروریات لازمہ اضطراری طور پر ان کو سودی روپیہ لینے پر مجبور کرتے ہیں۔

جواب - ضروریات لازمہ و اضطرار کا جواب تو آچکا۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ فی الواقع بعض مسلمانوں کو قرض حسنہ مسلمانوں سے نہیں مل سکتا نہ ہنود سے بلا ادائے سود۔ مگر اس کی وجہ بھی مسلمانوں کے احکام آلہی کی خلاف ورزی وعدہ شکنی بدمعاملگی وغیرہ ہی ہے کیا صحابہ کفار سے سودی روپیہ لیا کرتے تھے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ گرو رکھکر سودی قرضہ لیا کرتے تھے۔ نہیں صرف قرضہ کسی حد تک کفار سے ...... مجھے خود اس معاملہ میں بہت تجربہ ہے۔ میرا بہت سارو پیہ ایڈیٹر مولانا الحکم مولوی صاحب کا بھی بہت سارو پیہ مسلمانوں کی طرف رہ گیا۔ بعض تجارتیں کرتے رہے وثیقہ پر وثیقہ لکھکر دیتے رہے اُسی حال میں مر گئے۔ بعض نے نالش کرنے پر زائد المیعاد کا عذر عدالت میں پیش کیا آپ ہی غور فرماویں جو شخص ایک دفعہ ایسے مسلمان کو قرضہ دیگا پھر وہ دوبارہ بھی دیگا ہرگز نہیں بلکہ دوسرے لوگ اس بدمعاملگی کو سنیں یا دیکھینگے وہ بھی ایسے مسلمانوں کو قرض نہیں دینگے۔ ہنود سے بھی بلا سود روپیہ مل سکتا ہے میں نے بارہا ہنود سے تھوڑا روپیہ بھی اور صدہا بھی ایک دفعہ ہزارہا بھی لیا ہے۔ پھر قادیان کے ہندو مجھے جانتے ہیں کہ باہر سے آیا ہوا ہے مگر ان کا بعض وقت میری طرف قرض ہو جاتا ہے اور بلا سود ہوتا ہے اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ مجھ سے مانگتے بھی نہیں بلکہ اور بھی بہل جنید بھائی احمدی بھاجر موجود ہیں جو امرتسر سے سود دلاتے ہیں اور جو روپیہ ہندو کارہ جاوے اُس کا سود نہیں لیتے۔ غرض مسلمانوں پر وہی مثل درست آتی ہے۔ از ماست کہ بر ماست ہنود کا روپیہ سود دیتے ہیں کوئی قصور نہیں۔

خرچ شادی ماتم ولادت وغیرہ یہ ضروریات لازمہ نہیں بلکہ یہ تو بجائے خود اسراف و تبذیر ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین سے فرمایا ہے کیونکہ ان کی جڑ کبر ہے جیسے شیطان کو کبر نے ہلاک کیا یہ اخوان الشیاطین بھی اپنے فخر اور بڑائی کے لئے خرچ کرکر ہلاک ہوتے ہیں۔

سوال سوم - پس اس صورت میں میری رائے میں سود لینے والے مسلمان قابل مواخذہ نہیں۔

جواب - عجب رائے ہے اللہ تعالیٰ تو ان کو سزا دے رہا ہے اور آپ مانتے بھی ہیں کہ وہ سزایاب ہو رہے ہیں آپ کی رائے تو جب قابل پذیرائی تھی کہ ان کی سزا کو اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے سپرد کرتا اور وہ رائے لیتا اگر اہل الرائے رائے دیتے تو سزا ملتی ورنہ وہ بچ جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ معذور نہیں تھے اسی واسطے اُن کو سزا برابر دے رہا ہے وہ سزا نہ کسی کی رائے دینے سے ٹلتی ہے نہ کسی مولوی کے فتوے دینے سے موقوف ہوتی ہے دارو غہ جیل مجسٹریٹوں کا ماتحت ہوتا ہے جب اُس کو کسی کی قید کا حکم ہوتا ہے تو قید کرتا ہے۔ تشدد یا نرمی کا حکم ہوتا ہے تو اُسیپر عمل کرتا ہے مگر یہاں تو معاملہ ہی اور ہے اللہ تعالیٰ کے ملائک سزا دینے والے صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حکم بجالاتے ہیں۔ لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے فرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہوتا ہے کرتے ہیں۔ آپ فرض کریں آپ کی رائے کے ساتھ اور بہت عجیب عجیب آرا جمع ہو جائیں اور بہت سے مولوی اضطراری حالت سمجھ کر مسلمانوں کو معذور بھی سمجھ لیں مگر کیا اللہ تعالیٰ کے ملائک جو حدود الٰہی ہیں وہ بھی اس کثرت رائے کے سبب اپنا کام چھوڑ دینگے ہرگز نہیں اپنی اصلی تدبیر تو یہی ہے کہ صاحب ہاد المحیط جل اکبر (اللہ جلشانہ) سے درخواست کی جاوے تاکہ وہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا دے اور یہ سوائے توبہ و استغفار و تقوے کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوال چہارم - پس یہ تو یقینی امر ہے کہ اگر وہ ہندوؤں سے بلا ادائے معاملہ روپیہ نہ لیں تو عاملان معاملہ سے ان کو سخت تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

جواب - یہ تو صحیح مگر اس کا علاج آپ نے بھی تو کوئی بیان نہ فرمایا کہ کیونکر وہ اس تکلیف سے بچ سکتے ہیں۔ ان کا علاج صرف یہی ہے کہ نحوست نحر کو جو جڑھ ہیں تمام اسراف فضولیوں کے چھوڑیں اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی روحانی طاقت کے نیچے نہ آجاویں جس کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق اللہ کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ پس سوائے اس کے کوئی تدبیر نہیں۔ صحابہ بھی جاہلیت کے زمانہ میں ہر قسم کا سود کا کام لیا دیا کرتے تھے اور عام رواج بھی تھا مگر قوت قدسی حضرت خیر الوریٰ انفی الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے کیسے متاثر ہوئے کہ اگر کفن نہیں ملتا تو شاک یا گوا نقص کفن پر گذارہ کیا۔ اگر ایک ہی کپڑا ہے تو اسی پر گذارہ کر لیا اگر گھر میں دو ہیں اور کپڑا نہیں تو گھر میں آدھا کپڑا بھی دیکر جاوے کو سینہ کے ساتھ مشترک کر لیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

سوال پنجم - اگر یہ لوگ اندریں صورت قابل مواخذہ نہ ہوں تو ایک گونہ عذر ہو سکتا ہے۔

جواب - اچھا ان کو معذور ہیں۔ پھر کیا فائدہ کیا ملائکۃ اللہ معذور بھی ان جاینگے۔ بات تو تب بنے کہ وہ بھی مانیں۔

سوال ششم - علاوہ ازیں ہندو لوگ نہ صرف برائے ضروریات خود در گزر یہ سود پر دیتے ہیں بلکہ کچھ مدت سے ایک گونہ لڑائی سے مسلمانوں کی جاید اد لے رہے ہیں۔

جواب - یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو مسلمانوں نے ایک عظیم الشان حکم کی بے فرمانی سے خود خریدا ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں حکم وراثت کا فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین ۔ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی بے فرمانی کرتا اور اُس کی حدود کو توڑتا ہے وہ دنیا میں بھی جلتا بھنتا رہیگا اور آخرت میں بھی اور اسی طرح دونوں جہان میں ذلیل بھی ہوگا۔ مسلمانوں نے جب اس قدر ظلم کیا کہ عورتوں کی وراثت شرط بند و لسبت میں بھی موقوف کر دی تو اللہ تعالیٰ نے وہ جاید اد غیروں کو دیدی۔ جس کو اللہ تعالیٰ دیا جاہتا تھا ان کے ہاتھ سے انھوں نے چھینی اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے چھین لی۔

ایتو ان تمام مصائب کا علاج سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ امام وقت کو سچا مانیں اور اُس کی تعلیمات پر عمل کریں تاکہ ملائکۃ اللہ جو حکم ہوا اُن کے حق میں وہ خوبیاں کریں اور جنگ کرنا چھوڑ دیں۔

سوال ہفتم - پس کیا کوئی مسلمان مالدار اس بات کا مجاز نہیں ہو سکتا کہ سود خور ہندوؤں سے بطور بدلہ و انتقام سود لیا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔

جواب - یہ سوال آپ کا بطور خاتمہ و نتیجہ کل شکایات کے ہے۔ اب آپ ہی فرماویں کہ شکایات تو یہ تھیں کہ مسلمانوں کی جاید اد ہندو لے گئے اگر ایک مسلمان سود لے گا تو کیا وہ جاید اد واپس ہو جائیگی۔ دوم اگر وہ بذریعہ انتقام سود کے جاید اد واپس لے بھی لیگا تو کیا جن کی جاید اد چھینی گئی تھی اُن کو واپس دیگا۔ ہرگز نہیں۔ پس نتیجہ اس قدر شکایات کا برباد شدہ مسلمانوں کے حق میں کیا فائدہ مند ہوا۔ تیسرا اور نہایت ضروری قابل غور یہ ہے کہ یہ مسلمان بھی ہر دو وعید الٰہی ہلاکت و جنگ آلہی کے نیچے آنے سے کیونکر بچیگا۔ شکایات کی غرض تو یہ بھی کہ آئندہ مسلمان ہلاکت سود سے بچیں مگر اس تدبیر سے ایک اور مسلمان کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ ہو تھا ہندوؤں سے تو انتقام لے کے بارے ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے ضرور انتقام لیگا۔ پانچواں مسلمان مالدار اگر ایسا ہمدرد قوم ہو تو قرض حسنہ کیوں نہیں دیتا جس سے بجائے ہلاکت ثواب بھی حاصل ہو۔ (فضل دین حکیم از قادیان)

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین۔

مکرم معظم و علیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ آپ نے لکھا ہے کہ ایک شخص چند سوال کرتا ہے ان کے جواب الحکم میں شایع کرا دیں۔

سوال اول۔ مولانا جامی مولانا رومی شیخ محی الدین ابن عربی سب کے سب ہمہ اوست کے قایل تھے۔ امام الزمان ان کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔

جواب۔ فرعون نے بھی بعینہٖ یہی سوال کیا تھا۔ قال فما بال القرون الاولیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا قال علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسیٰ۔ اب بھی مخالف لوگ اسی قسم کے سوال کرتے ہیں ان کا بھی یہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ دوسرا۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ہمہ اوست کے قائل تھے یہ تو دعوے ہی بلا دلیل ہیں۔ سوال تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضرت امام مذہب ہمہ اوست کو سچ مانتے ہیں۔ جواب سخت ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک خط متعلقہ وحدت وجود مدت سے حضرت کی طرف سے شائع ہو چکا ہے آپ کے پاس ضرور ہوگا آپ اس کو دکھا دیں۔ تیسرا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مامور تھے اور آپ کے قرب الٰہی کا یہ اندازہ ہے کہ حضور کے فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فعل قرار دیا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ اور حضور کے ہاتھ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے اطیعوا اللہ والرسول باوجود اس قرب و عظمت کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا یعصینک فی معروف۔ اچھی بات میں اُن کی بے فرمانی نہ کریں۔ اس میں سِرّ کیا ہے یہی ہے کہ لوگوں کو سبق دیا گیا کہ جب ایسے عظیم الشان بے نظیر انسان کی اطاعت کی نسبت یہ حکم ہے تو اور کون ہے جس کے اندھا دھند ہر ایک امر میں تقلید کی جاوے۔ لہٰذا اگر ثابت بھی ہو جاوے کہ وہ ہمہ اوست کے قایل تھے۔ تو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں حدیث صحیح میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ سو اس کا جواب نفی میں ہے۔ قبل اسکے ایک شخص نے چند سوال بحوالہ آیات و احادیث اسی مسئلہ کے متعلق مجھے لکھے تھے۔ میں نے ان کا جواب شایع کر دیا ہے دیکھو الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۷۔

دوسرا سوال۔ حضرت امام نے خواجہ غلام فرید صاحب کی تعریف کی ہے حال آنکہ وہ ہمہ اوست کے قایل تھے اور حضرت امام ہمہ اوست کے قایل نہیں۔

جواب۔ جب سایل خود مانتا ہے کہ حضرت امام ہمہ اوست کے قایل نہیں تو پھر یہ سوال ہی عبث ہوا۔ کیا اسی تعریف میں حضرت امام نے کہیں یہ بھی لکھا تھا کہ مشرب ہمہ اوست صحیح ہے کسی میں جو خوبی ہو اس کی تعریف کرنا منع نہیں۔

تیسرا سوال۔ ہزارہا اولیاء اللہ ہمہ اوست کے قایل گذرے کیا یہ سب طریق مستقیم پر نہ تھے۔

جواب۔ اول تو ہزارہا کا لفظ منہ سے کہنا آسان ہے اگر ثبوت طلب کیا جاوے تو سو کا ثبوت بھی نہ دے سکیں۔ دوسرا پھر یہ وہی فرعون والا سوال اور موسیٰ والا جواب ہے۔ تیسرا اگر ثبوت فرض بھی کر لیا جاوے کیا فایدہ۔ ثبوت تو چاہیئے قرآن مجید اور حدیث صحیح سے۔ سو اس کا جواب نفی میں ہے۔ چوتھا۔ آدمی کہہ سکتا ہے کہ لاکھوں بلکہ کروڑوں ہمہ اوست کے منکر بھی ہیں اور بڑے بڑے مشہور آئمہ دین بھی منکر ہی ہیں ذرا مجدد الف ثانی صاحب اور اُن کے اتباع کی تعداد پر ہی غور کرو۔

چوتھا سوال۔ سورہ کہف میں صاف لکھا ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۹ سال غار میں سوئے رہے۔ پھر اس قدر دراز عرصہ میں نہ کھایا نہ پیا۔ پس اگر مسیح آسمان پر بغیر خورد و نوش زندہ ہوں تو کیا عجب۔

جواب۔ سورہ کہف میں صاف لکھا ہے کہ جو لوگ ۳۰۹ سال کے قایل ہیں وہ غلطی پر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ اعلم بما لبثوا لہ غیب السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ ہی اُن کے ٹھیرنے کا زمانہ خوب جانتا ہے۔ یہ تو غیب کی بات ہے کسی کو کیا خبر اللہ تعالیٰ کے لئے سارے غیب آسمانوں اور زمین کے مخصوص ہیں یہ لوگ خود ہی غلط معنے کر کر خود ہی اس پر اعتراض گھڑ لیتے ہیں بنائے فاسد علی الفاسد کے طور پر۔ دوسرا وفات مسیح کا تو قرآن مجید میں بہت سی آیات میں ثبوت موجود ہے پھر احادیث میں پھر صحابہ کا اس پر اتفاق۔ ایسے مسئلہ کے مقابلہ میں ایک ڈھکوسلا کیا قابل پذیرائی ہو سکتا ہے۔ والسلام و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(فضل دین حکیم از قادیان)

تیسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مولانا المکرم مولوی صاحب نے مجھے بنا بر جواب دیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بیعت کو جی چاہتا ہے مگر مجھے دو شک ہیں۔ اول حکم کفر تمام مسلمانوں پر۔ دوم صفت سلطنت انگریز اور بادشاہان اسلام کو بُرا کہتے ہیں۔ .. حضرت صاحب میرے لئے دعا بطور معجزہ کراویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے محتاجی سے بچاوے۔ .. اور کوئی صورت معاش وطن میں ہی کر دے۔ ...

رجل تزوج مع امرأۃ و دخل بہا۔ بعد نکاح مع امہا ہل یحرم علیہ زوجتہ ام لا۔ یعنی مذہب شافعی میں حرام نہیں ہوتا اگر حنفی آدمی اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کرے تو جائز ہے۔ یا نہیں۔

جواب حکم کفر حضرت جی نے کسی مسلمان پر نہیں دیا بلکہ خود ان لوگوں نے حضرت امام پر فتویٰ کفر کا دیکر اپنے آپ کو کافر بنایا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر کہنے والے پر پڑتا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کو مسلم ہے۔ دوسرا سلطنت انگریزی کی تعریف۔ اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں سچی بات کا اقرار کرنے میں کیا ہرج ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لئے ابر رحمت ہے کیا آپ کو سکھوں کا زمانہ بھول گیا ہے جس میں اذان پر ہزاروں جانیں تلف کی جاتیں۔ مگر اس سلطنت کا حال دیکھو کہ مذہب کو ہرگز کوئی تعلق سلطنت کے ساتھ نہیں جس قدر تردید مذہب عیسائی کی کی جاوے کوئی اعتراض سلطنت کی طرف سے نہیں ہوتا۔ علاوہ اس کے نقطہ امن کس قدر ہے سکھوں کے زمانہ میں گھروں سے آ کر لوگ مال لوٹ لے جاتے تھے مگر آجکل جنگلوں میں سونا ہاتھوں میں اچھالتے جاؤ کوئی پوچھتا نہیں۔ اسی گورنمنٹ کے احسانات ڈاک۔ مطبع۔ تار۔ ریل۔ انہار۔ امن وغیرہ احسانات اس قدر ہیں کہ ان کی تفصیل کے لئے بڑی کتاب چاہیئے یہ خط اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی جہاں عیسائیوں کی تعریف فرمائی فرمایا ہے۔ ولتجدن اقربہم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ۔ غرض سلطنت انگریزی کی تعریف ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے مطابق ضروری اور ان کی ناشکری من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے مطابق موجب گناہ ہے۔

طلب معجزہ ایک مومن کے لئے جائز نہیں طالب معجزہ کو ایمان کی توفیق نہیں ملتی جیسے فرعون نے بھی معجزہ دیکھا

اور ساحروں نے بھی مگر فرعون طالب معجزہ تھا ایمان سے محروم رہا اور ساحر طالب معجزہ نہ تھے مومن ہوگئے - قرآن مجید میں طالبان معجزہ کو کسی جگہ سزا ملی فاخذتکم الصاعقۃ - اور کسی جگہ جواب ملا - انما اذا جاءت لایومنون - بلکہ ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ و کلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ میں فرمایا کہ انکو ہرگز ایمان نصیب نہیں ہوتا - اللہ تعالیٰ ایمان کے بعد ترقی عطا فرماتا ہے جس سے ایمان عرفان بن جاتا ہے مگر ایمان کے ساتھ غیبوبت کا ہونا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یؤمنون بالغیب - اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان لانے نہ لانے کی کوئی پروا نہیں - پہلے معجزہ مانگنا پھر ایمان لانا یہ تو گویا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا احسان جتلانا ہے حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے توفیق ایمان عطا فرمائی بل اللہ یمن علیکم ان ہداکم للایمان -

۴ - حرمت مصاہرہ کا مسئلہ جبکہ آپ مانتے ہیں کہ حنفی مذہب میں زوجہ اس کی ماں کے زنا کے سبب حرام ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے دخول کو شرط حرمت قرار دیا ہے جیسے فرمایا من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم ہر ایک مسئلہ میں اگر انسان اپنا فایدہ دیکھ لے اور ہر مذہب میں اس مسئلہ میں فایدہ ہو اسی پر عمل کر لیا کرے تو مذہب کو گویا ایک کھیل بنانا ہے - دوسرا مشتبہات سے بچنا بھی ضروری ہے بلکہ مشتبہات سے بچنے کے لئے اس قدر تاکید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من رعی حول الحمی یوشک ان یقع فیہ رکھ سرکاری کے قریب چرنے والا رکھ کے اندر داخل ہوسکتا ہے - یہی گناہ ہے پس میرے نزدیک اسی مسئلہ میں اسلم راہ بھی ہے کہ اس بی بی سے علیحدہ ہو جاوے -

۵ - سب اور شاہان اسلام کو برا کہنا اس کا آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا - اصل بات یہ ہے کہ ایک تو ہوتا ہے برا کہنا اور ایک ہے بیان واقعہ - ان دونوں میں فرق ہوتا ہے - ایک ملزم کو عدالت کے کمرہ میں کس قدر بار بار چور چور کہا جاتا ہے کیا کہنے والے پر کوئی الزام عاید ہوتا ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بتوں کو حصب جہنم فرمایا - کیا یہ گالی ہے ہرگز نہیں - اسی طرح اگر حضرت امام نے شاہ کابل کے متعلق لکھا کہ اس نے سید عبد اللطیف صاحب شہید کو ناحق صرف اختلاف میں ہی کہ وہ قابل جہاد نہ تھا سنگسار کیا تو یہ بیان واقعہ ہے بدگوئی میں داخل نہیں اگر اس کے حق میں برا بھی لکھتے تو بموجب قرآن مجید جائز لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم چونکہ ہمارے شہید مرحوم کے قتل کے سبب ناحق سخت ظلم کیا گیا اس لئے ہم کو برا کہنا بھی جائز تھا مگر یہاں نہیں کہا تاں واقعات کو بیان کیا گیا - ولا حول ولا قوۃ الا باللہ - (فضل دین حکیم از قادیان)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میں نے جو تحریک چندہ تعمیر مدرسہ کے لئے کی تھی - اس میں ایک تجویز یہ بھی تھی جو باجازت انجمن درج کی گئی تھی کہ اگر کوئی احباب اپنے سرمایہ کو تجارتی طور پر لگانا چاہیں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ اپنے خرچ سے کمرے بنوادیں اور ان کا کرایہ انجمن سے لیتے رہیں - اور پھر جب انجمن کے پاس کافی روپیہ ہو تو انجمن ان سے یہ کمرے واپس خرید کرسکے گی - اب بعض احباب کے خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ بعض دوست جو اس طرح پر کمرے بنوادینے کے لئے تیار ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے معمولی چندہ میں جو نصف یا تہائی آمدنی ہے شریک ہونے کی ضرورت نہیں - یہ ایک غلط فہمی ہے نصف یا تہائی آمد کا چندہ سب احباب کے لئے ہے بھی جب تک کل احباب اس میں شامل نہ ہوں گے - تجویز پر کامیابی سے عملدرآمد نہیں ہوسکتا - اگرچہ جو احباب کرایہ کے لئے کمرے بنوادیں ان کی طرف سے بھی ایک قسم کی مدد اس وقت انجمن کو پہنچتی ہے مگر یہ مدد اس چندہ میں شامل نہیں ہوسکتی ہاں اگر کوئی دوست محض للہ کوئی کمرہ بنوادینے کا ارادہ رکھتے ہوں یا چند دوست ملکر ایسا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ الگ صورت ہے - امید ہے یہ چند سطریں اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے کافی ہونگی -

ضروری نوٹ - میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ بھٹہ کا کام شروع ہوگیا ہے - روپیہ بہت جلد پہنچنا چاہیے ورنہ کام میں ہرج واقعہ ہونے کا اندیشہ ہے -

محمد علی از قادیان ۸/۴

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں

ایک عریضہ اور اُسکا جواب

شیخ محمد نصیب صاحب احمدی کلرک سکرٹری آفس صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ایک سہ سالہ لڑکی ۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو قبل صبح صادق فوت ہوئی - فانا للہ وانا الیہ راجعون - اس سے پہلے بھی اُن کے دو بچے وفات پاچکے ہیں - اللہ تعالیٰ

اُن کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرماوے آمین۔
انھوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے واسطے عرض کیا تھا جس پر حضرت اقدس نے نہایت ہمدردی اور شفقت سے ذیل کا نوازش نامہ لکھا۔ جو ناظرین کے فایدہ کے لئے درج کیا جاتا ہے۔
شیخ صاحب موصوف تمام احمدی احباب کی خدمت میں بھی التجا کرتے ہیں کہ اُن کے حق میں دعا کی جاوے۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے خط پڑھ لیا ہے۔ انشاء اللہ بہت دعا کرونگا کہ خدا تعالے نسل عطا فرماوے۔ مگر **صبر شرط ہے**۔ جب انسان خدائے تعالیٰ کے ایک فعل پر حد سے زیادہ بے صبری کرتا ہے تو اپنے ثواب کو کھو دیتا ہے۔ والدین کے گھر میں جانے کا مضائقہ نہیں مگر عورت کے لئے اپنے مرد سے زیادہ کوئی مونس اور غمخوار نہیں ہوتا۔ چند روز کے لئے اگر چلے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر زیادہ ٹھیرنا مناسب نہیں۔ اس غم میں آپ اور وہ دونو شریک ہیں پس تعجب کہ کس طرح اُن کو گوارا ہے کہ ان کو اس غم کی حالت میں اکیلا چھوڑ کر چلی جائے۔ اور ہماری شریعت کے رو سے زیادہ غم **آیندہ ملنے والے اجر سے محروم** کر دیتا ہے۔ یہ سب خدا کے بندے ہیں جس کو چاہتا ہے بھیجتا ہے جس کو چاہتا ہے اُٹھا لیتا ہے۔ حد سے زیادہ نہیں بڑھنا چاہیئے۔ حد سے زیادہ غم **ہرگز مبارک** نہیں ہوتا۔ **خدا تعالے کا مقابلہ ہے اور ایمان کے** برخلاف ہے۔ زیادہ آپ خود سمجھتے ہیں۔ اگر صبر اور استقامت سے مجھے یاد دلاتے رہیں گے تو میں دعا کروں گا۔ مجھے شک ہے کہ یہ اٹھراہ کی بیماری ہے۔ اس میں بڑی دوا جو تجربہ میں آچکی ہے یہ ہے کہ میاں بیوی ڈیڑھ برس تک ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔
انشاء اللہ یہ بیماری دور ہو جاوے گی۔ اس کے ساتھ دوسری دوائیں بھی دی جاویں گی۔ والسلام

اذا العشار عطلت

کیا اب بھی اُس پاک وعدے کے پورا ہونے کا کسی کو انکار ہے جس کی آمد کا نشان خود بخود خدا نے مقرر فرماو یا۔ حجاز ریلوے کی خبر ہے کہ مدینہ منورہ تک یکم مئی تک لوہے کی پٹڑیاں بچھ جاوینگی اور ۵ مئی کو ریلوے انجن لوکوموٹو مدینہ طیبہ میں داخل ہوگا۔ مٹی کا کام ریلوے کے لئے اب ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے شرق تک بندرگاہ رابغ سے مشرق تک بندرگاہ رابغ سے جدہ تک جدہ سے مکہ معظمہ تک مکہ معظمہ سے جدہ کی طرف مکہ معظمہ سے عرفات کی طرف سپاہی ... سب ملا کر دس ہزار سے زیادہ آدمی اس مقدس کام پر ہیں

فبھت الذی کفر واللہ لا یھدی القوم الظلمین

ایک شخص مسمی عبد الواحد نام جموں کا رہنے والا ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء کو ایک عجیب بھروپ میں قادیان پہنچا۔ ایک بہت بڑے لمبے بانس پر ایک لمبے چوڑے کپڑے کا اشتہار بشکل صلیب کاٹے ہاتھ میں لئے ہوئے لڑکوں کے ایک خاصے ہجوم کے ہمراہ بازار کے چوک میں آیا۔ اور لگا بکواس کرنے۔ اور ادھر اُدھر کی ہانکنے۔ اس کی ہیئت کذائی ہی کچھ ایسی تھی کہ گویا لڑکوں کا کھیل اور تماشا بن گیا۔ کپڑے کے اشتہار پر کتابوں کی ایک مکمل فہرست تھی جو وہ فروخت کرتا پھرتا تھا۔ ایک اشتہار جو کہ کاغذ پر چھپا ہوا تھا اور کسی قدر اُس کپڑے کے اشتہار کی نقل تھا اُس نے قادیان کے گلی کوچوں میں چسپان کیا۔ ابتدا سپر لکھا ہوا تھا کہ۔ **عیسائیت اور مرزائیت کا خاتمہ**۔

دوسرے دن ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء کو وہ مسجد مبارک میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ میں حضرت مرزا صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ مگر حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم مرزا صاحب کو کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اور تمہاری اس میں کیا غرض۔ اور نیت ہے۔ جبکہ تم نے اس امر کا فیصلہ ہی کر لیا ہے کہ مرزائیت کا خاتمہ تو اب ملنے سے کیا فایدہ اور کیا غرض۔ جواب میں کہنے لگا کہ **تحقیق حق** کرنا چاہتا ہوں۔
حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے یہ لکھ دیا ہے کہ ہم فیصلہ کر بیٹھے ہیں کہ "مرزا جھوٹا ہے" اور تم نے اشتہار بھی دیدیا ہے کہ مرزائیت کا خاتمہ ہوگیا ہے تو اب تحقیق حق کس بات کی۔ تم تو اپنے زعم میں ہمارا خاتمہ ہی کر چکے ہو تو اب ملتے کسے ہو اور حق کس سے لیتے ہو۔ اسپر ایسا مبہوت ہوا کہ چپکا رہ گیا۔ کوئی جواب بن نہ آیا۔ اور چلا گیا۔ اس شخص کے چہرے سے آثار جنون عیاں تھے۔ اور اس کے حرکات سے بھی اس امر کا پتہ ملتا تھا کیونکہ تمام دن بغیر تھکنے کے وہ برابر کھڑا الا بینے اور بیہودہ بکواس مجنونانہ وار کرتا رہا۔ اُس کا کوئی مخاطب نہ تھا مگر وہ تھا کہ اپنی دھت میں گالیاں اور بے ادبی کے کلمات بولتا ہی چلا جاتا تھا۔ جس جرات اور دلیری سے وہ بے باکانہ رنگ میں گالیاں اور توہین کے کلمات مُنہ سے نکالتا تھا اس طرز سے یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ ممکن ہے کہ اس کی نسبت میں فساد ہو کر کوئی احمدی اُس کے اس طرح سے بے ادبی کرنے سے جوش میں آجاوے اور برانگیختہ ہو کر اُس سے دست و گریبان ہو جاوے

مگر یہاں اللہ کا فضل تھا کہ اُس کی طرف کسی کو التفات بھی نہ تھی۔ اور جاہل مطلق سمجھکر کسی نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ اگر کوئی اپنے معمولی کاروبار کے لئے بازار گیا اور گالی اُس کے کان میں پڑی بھی تو صبر کیا۔ کیونکہ گالی کے مقابل میں گالی دینا احمدیوں کی تعلیم میں داخل نہیں۔ فقط

گلدستہ اخبار

روسی گرجا میں چوری۔ سینٹ پیٹرسبرگ کا ایک تار مظہر ہے کہ پیرا اور پال کے گرجا میں چور گھس آئے جہاں زاروں کی قبریں ہیں اور بہت سی تاریخی یادگار کی چیزیں لے گئے جن میں سے ایک عظیم الشان کنجی قلعہ جیورگو دینگ واقع لیونیڈ کی ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کی ڈگری ڈاکٹر آف فلسفہ اب کے سال دو صاحبان نے پائی ایک ہندو اور ایک مسلمان۔ نام یہ ہیں (۱) مہامہو پادھیا ستیشچندر آچاریہ (۲) شمس العلماء مولوی عبد اللہ المامون سہروردی دونوں ایم اے۔

میکسیکو کا قصبہ چلا پا جو زلزلہ سے برباد ہوا ہے اُس کی آبادی ۱۲ ہزار تھی۔

اِس کا باعث بجز زلزلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ لاہور اور میانمیر شرقی کے درمیان نارتھ ویسٹرن ریلوے کی جانب شالامار باغ جدید عمارت کے لئے زمین کھودتے ہوئے ایک عجوبہ چیز دستیاب ہوئی سو وہ ایک دیسی عورت تھی جو نشست کی حالت میں تھی اور دہان کو ٹیتی ہوئی معلوم ہوا تھی۔ صورت بالکل ہو بہو تھی گویا کہ ایک صحیح تصویر ہے لیکن جونہی اُس کو چھوا کہ بھر کر مٹی ہو گئی چونکہ خستہ تھی۔ بعد میں افسوس ہوا کہ اس کو نائمہ میوزیم لگایا تھا۔ یہ عورت قدرتی صورت میں صحیح و سالم تھی بجز دانتوں کے سب جسم مٹی ہو گیا۔ حیران تھے کہ یہ ایسی خستہ اور کمزور حالت میں اب تک ہو بہو کیونکر محفوظ تھی سہی کے پاس عمارت کا ایک ستون بھی برآمد ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ عورت مذکور اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی دہان کو ٹیتی تھی۔ کہ شاید بھونچال کی وجہ سے مع مکان کے زمین میں گر گئی۔

کان کنی کا حادثہ سنارتھ ہل (مڈسٹافرڈ) کی کان پھٹ جانے سے دس آدمی ہلاک ہوئے۔ بہت سے مزدوروں کی جانیں جانبازوں نے نہایت دلیری سے بچائیں۔ ان بچانے والوں میں سے ایک شخص خود زخمی ہو کر مر گیا۔

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

استفسار اور اُن کے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین۔

آپ کا خط مولوی صاحب نے مجھے بنا بر جواب دیا۔ جو سوالات آپ پر کسی نے کئے ہیں اُن کے جواب حسب ذیل ہیں۔

سوال اول۔ مرزا صاحب نے جو دعوے کیا ہے اور اس کے متعلق جو کامیابی ہے وہ تمام عالم پر اظہر من الشمس ہے۔ اس قدر روپیہ جو قوم سے وصول ہوتا ہے اس سے کونسا اہم اور مفید کام ہوا جس پر ہم دیگر فرقہ ہائے اہل اسلام پر فخر کر سکیں۔

جواب وباللہ التوفیق۔ معترض عجیب آدمی ہے خود چار لاکھ کا داخل بیعت ہونا مانتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا اہم کام ہوا۔ شاید سنت اللہ سے بے خبر ہے سنت اللہ ارسال رسل میں یہ ہے کہ مامور کے وقت میں اسقدر تخم ریزی ہو جاوے کہ اس تعلیم کا دُنیا سے اُٹھ جانے کا احتمال نہ رہے۔ نہ یہ کہ ساری کی ساری قوم مامور کی زندگی میں ہی تابع ہو جاوے۔ مثلاً دیکھو حضرت نوحؑ کے ساتھ وقت طوفان کتنے مسلمان تھے اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما اٰمن معہٗ الا قلیل ۱۲/۴ (کچھ تھوڑے ہی ایمان لا چکے تھے) حالانکہ ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی گئی۔ حضرت لوطؑ کی قوم پر جب عذاب آیا تو اُس وقت بھی فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین ۲۷/۲ (صرف ایک ہی گھر مسلمانوں کا اس گانوں میں تھا) حضرت مسیحؑ کی ہجرت کے وقت صرف چند حواری ہی تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف بعض حصہ ملک عرب فتح ہوا۔ حالانکہ حضرت افضل الانبیا اصفی الاصفیا صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک ساری زمین کے ہادی تھے۔ مگر آج روئے زمین پر کوئی ملک بھی اسلام سے خالی ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ غرض انبیاء مامورین کا کام یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ہی ان کی تعلیم کا کھیت خوب مضبوط ہو جاوے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہٖ ۲۶/۱۲ اس کا تنہ خوب مضبوط ہو کر اپنے پانو پر کھڑا ہو گیا مگر یہ علامت مامور کی آخری زندگی کے وقت کی ہے۔ پس سایل چار لاکھ تو مانتا ہے اور حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات ابھی زندہ ہیں ان کی زندگی کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کتنی باقی ہے۔ مگر اس وقت بھی آپ کی تعلیم کا اثر یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ ایشیا وغیرہ تمام براعظموں تک پہنچ چکا ہے اور ترقی روز افزوں ہو رہی ہے۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام تدریجی ہوتے ہیں۔ بھان متی کا تھیلا نہیں کہ اسی وقت تھیلے سے نکال کر تماشا دکھا دیا۔

تیسرا سچی تعلیم کا اثر ابتداءً بہت دھیما ہوتا ہے اور جیسے جیسے ترقی ہوتی ہے اُس کی ترقی کی چال بھی تیز ہوتی جاتی ہے مثلاً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی مکی زمانہ تیرہ سال میں صرف ۸۰ یا کچھ زیادہ آدمی مسلمان ہوئے مگر بعد ہجرت صرف ایک ہی سال میں اتنے آدمی مشرف باسلام ہوئے کہ ۳۱۳ جنگ بدر میں بھی حاضر ہو سکے۔ پھر بعد اس کے عرصہ آٹھ سال میں اس قدر اسلام پھیلا کہ صرف فتح مکہ پر دس ہزار فوج آگئی پھر انتقال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عرب قریباً مسلمان ہو چکا تھا جو لاکھوں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے سچی تعلیم کی مثال درخت سے دی ہے جیسے فاستغلظ فاستوٰی اور کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ ۱۳/۱۵۔ درخت کا ابتدائی نشو ونما کیسا دھیما ہوتا ہے مثلاً ایک دو پتے ابتداً نکلتے ہیں پھر تیسرا پھر تین کے ساتھ تین اور اب چھ ہو گئے پھر چھ کے ساتھ چھ اور علٰی ہذالقیاس پھر کوئی شمار بھی نہیں کر سکتا کہ آج کتنے نکلے اور کل کتنے۔ اصل اعتراض سایل کا چندہ پر معلوم ہوتا ہے۔ مگر چندہ بھی کوئی بات نہیں اور نہ اعتراض چندہ کوئی نئی بات ہے۔

چندہ کا تو یہ حال ہے کہ قرآن مجید میں شروع ہوتے ہی شرایط تقویٰ میں تیسری شرط چندہ ہی ہے ومما رزقنٰہم ینفقون۔ (ہمارے دئے سے کچھ خرچ بھی کرتے ہیں) بلکہ ہم اگر اس سے بھی پیچھے چلے جاویں تو ام القرآن (سورہ فاتحہ) میں سب سے مقدم اسماء حسنیٰ سے اسم رب کو ہی رکھا ہے اور باقی قرآن مجید کے اگر حوالے دئے جاویں تو یہ خط بڑی کتاب بن جاتا ہے۔ مگر اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید میں چندہ دینے کا حکم صلوٰۃ کے حکم کے ساتھ ہر جگہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال سے افضل بعد صلوٰۃ چندہ ہی بہت موکد اور ضروری حکم ہے۔

یہاں تک کہ التحیات میں وللہ الصلوات کے بعد والطیبات ہی لگایا گیا (صلوٰۃ عبادات بدنی طیبات عبادات مالی) تاکہ اگر کوئی مسلمان قرآن مجید نہیں جانتا تو نماز تو ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ دوسرا قرآن مجید ہر وقت نہیں پڑھا جاتا مگر نماز تو ہر مسلمان۔ بہر حال پانچ وقت پڑھتا ہے لہٰذا نماز میں اس کو یاد دہانی کرائی گئی جو ہر روز تخمیناً بیس پچیس دفعہ اس کی زبان پر جاری ہوتی ہے گویا کم سے کم بیس پچیس دفعہ ہر روز اللہ تعالیٰ چندہ دینے کی تاکید فرماتا ہے۔

چندہ ..... نہ دینے والوں کا ذکر دوسرے رکوع میں ہی ابتدائے قرآن مجید میں بیان فرمایا جہاں منافقوں کی علامات بیان فرمائیں گویا چندہ نہ دینے والوں کو منافق فرمایا وما یخدعون الا انفسہم ۱/۲ چندہ دینے سے رک جانے اور ممسک بننے کا وبال خود اُنہیں پر ہی پڑیگا۔ پھر فرمایا یقولون لا تنفقوا علٰی من عند رسول اللہ ۲۸/۱۳ منافق کہتے ہیں صحابہ پر مت خرچ کرو۔ ایک جگہ فرمایا ویقبضون ایدیہم ۱۰/۱۵ منافق اپنے ہاتھوں کو دینے سے بند رکھتے ہیں بلکہ کراہت سے چندہ دینے والوں کو بھی منافق قرار دیا ولا ینفقون الا وہم کارہون ۱۰/۱۳ منافق خوشی سے خرچ نہیں کرتے بلکہ کراہت سے کرتے ہیں۔ معترضین چندہ کو ملعون فرمایا لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء ۴/۱۹ بل اللہ مغلولۃ غلت ایدیہم ولعنوا بما قالوا ۶/۱۳ (اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی بات سُن لی ہے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ محتاج ہے اور ہم مالدار اس واسطے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دینے سے رکا ہوا ہے۔ ہاتھ اُنہیں کے رکے رہیں اور ایسے اقوال کے سبب ملعون ہو جاویں) اسی طرح چندہ دینے والوں کی تعریف و چندہ دینے کی ترغیب بکثرت بیان فرمائی۔ اگر معترض کو چندوں پر اعتراض ہے تو اس کو بہت جلد توبہ کرنی چاہئے کہ یہ اعتراض تو اسلام پر بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ خاص اللہ جلشانہ پر جا پڑتا ہے۔ صادق کی علامتوں سے یہ ایک بڑی بھاری علامت ہے کہ جو اعتراض اس کی تعلیم پر کیا جاوے وہ ضرور انبیا پر بلکہ اللہ تعالیٰ پر جا پڑتا ہے۔

چار لاکھ سے زیادہ مہمان آئے تو اُن کے لئے کھانا و دیگر لوازم مہمانداری اور اشتہارات وکتب جو مفت جاتے ہیں بلکہ محصول ڈاک بھی خرچ ہوتا ہے چار لاکھ اور اس کے علاوہ مذبذبین مولفۃ القلوب وغیرہ معترضین کی طرف خطوط خرچ مدرسہ ابناء السبیل مہاجرین اصحاب الصفہ کا ہر طرح کا خرچ یہ کل روپیہ کہاں سے آتا ہے بلکہ مدرسہ میں یتامیٰ ومساکین کی پرورش بھی اسی چندہ سے ہوتی ہے۔ ان کو روپیہ کہاں سے آتا ہے یہی روپیہ ہے کیا یہ اہم کام اور کامیابی جو اس وقت تک اشاعت اسلام کی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات نے کر کے دکھائی ہے کوئی فرقہ اہل اسلام بلکہ غیر اہل اسلام بھی اپنے مقتدا کا اس کی زندگی میں سوائے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔

سوال دوسرا۔ دو یا چار لاکھ مسلمانوں کا مرزا صاحب کو تسلیم کرنا مرزا صاحب کو حضرت مجدد صادق

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ آں جناب کو جو کامیابی ہوئی اس کو مرزا صاحب کی کامیابی سے کیا نسبت - چہ نسبت خاک را با عالم پاک-

جواب وباللہ التوفیق - شاید سایل نے بروز کے معنے یہ سمجھے ہیں کہ بروز اور اصل دونوں بعینہ ہر ایک کام میں یکساں ہوتے ہیں - یہ خیال غلط ہے - مساوات نہیں ہوتی اور ہرگز نہیں ہوتی - حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الشریعت ہیں بلکہ اسی شریعت کے تابع وخادم ہیں اسیواسطے غلام احمد نام ہے ورنہ احمد نام ہوتا کیا غلام اور آقا دونوں مساوی ہوا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں - دوسرا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمال وجلال تھے مکی زندگی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمالی تھی مگر مدنی زندگی جلالی بھی تھی اور حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف جمالی رنگ میں ہی مبعوث ہوئے یہاں تک کہ ابتدائے اعبثت سے آج تک صدہا رسایل وکتب واشتہارات میں جہاد کی ممانعت کو دلایل قرآنی وحدیثی سے ثابت کرکے شائع کیا - ہاں بروز کا یہ مطلب ہے کہ جیسے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام روئے زمین کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی عام ہے - اور جیسے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین تھے کہ جنکے آپ کے بعد کسی نبی کو بلا واسطہ فیضان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہیں مل سکتی - اسی طرح حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الخلفا ہیں - آج کے بعد قیامت تک کسی کو منصب خلافت بلا واسطہ فیضان حضرت امام کے عطا نہیں ہوگا-

دوسرا حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات کی کامیابی خواہ کتنی ہی ہو حضرت امام کی اپنی کامیابی نہیں - بلکہ وہ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کامیابی ہے بلکہ جس قدر کامیابیاں آج تک اسلام کے مجددین کی معرفت اسلام میں ہوئی ہیں مع اُن تمام کامیابیوں کے جو آج تک مرزا صاحب کو ہوئی ہیں یا آئندہ ہونگی یا آئندہ قیامت تک کسی خلیفہ کو ہوں گی وہ سب کامیابیاں حضرت خیر الورٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہیں - اس لئے یہ کہنا سچ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابی ہوئی یا ہوگی اُس کے ساتھ مرزا صاحب کی کامیابی کو کیا نسبت -

بروز ثابت کرنے کے لئے تعداد تابعین کا ثابت کرنا ضروری نہیں - یہ معترض کی غلط فہمی ہے - معترض نے کہا ہے کہ وہ چار لاکھ مسلمان تابع ہیں یہ غلط ہے بلکہ اول تو قریب بیس کے ہوگیا کہ یہ تعداد تھی اب اور بھی بہت بڑھ گئی ہے - دوسرا صرف مسلمان ہی اس میں داخل نہیں ہوئے بلکہ مسلمان - سکھ - آریہ - عیسائی - یہود - دہریہ - وغیرہ بھی داخل ہوئے - مگر مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک نبی ایسا بھی ہوا جس کے ساتھ ایک بھی قیامت میں نہ ہوگا - پھر حضرت نوح حضرت لوط حضرت مسیح کی کامیابیوں کو دیکھو بلکہ حضرت نوح کی کامیابی وما آمن معہ الا قلیل اور اس کے مقابل ان کی عمر فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما ۲۰/۱۴ - اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال رہے) کو دیکھو پھر کامیابی کا موازنہ کرو کیا معترض کے نزدیک وہ نبی تھے یا نہیں اور ان سے کوئی اہم کام ہوا یا نہیں - دیکھو یہ علامت صداقت ہے اعتراض معترض کا کہاں جا پڑا - ۴۴

جواب - اسلام میں جبر واکراہ نہیں لا اکراہ فی الدین ۳/۲ تبلیغ کا کام جیسا چاہیے برابر جاری ہے - کسی کے مرتد ہونے پر اس کے پیچھے پڑ جانا یا مومن کی سنت نہیں - کیا حضرت موسیٰ قارون کے پیچھے پڑ گئے تھے - جب وہ مرتد ہوا تھا - حال آنکہ وہ تو حضرت موسیٰ کے پاس موجود بھی تھا کیا حضرت مسیح یہودا اسکریوطی کے پیچھے پڑے تھے جس نے تیس درم لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کرا دیا تھا - کیا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب الوحی مرتد ہوگیا تھا کے پیچھے پڑے تھے حال آنکہ وہ مدنی زندگی یعنے جلال کا زمانہ بھی تھا - کیا منافقین مدینہ جو ہر وقت مجلس نبوی میں آتے رہتے تھے - اور اصل میں مرتد تھے اُن کا پیچھا کیا گیا - ایسی مثالیں اور بھی بہت ہیں جن کے بیان سے بہت طول ہوجاتا ہے -

غرض تبلیغ عام ہوتی ہے خاص نہیں ہوتی خاص تبلیغ سے اللہ تعالیٰ نے انک لا تھدی من احببت ۲۰ (تو جس کو چاہے ہدایت پر چلا نہیں سکتا) کہکر منع فرمادیا ہاں جو خود سوال کرے اُس کا جواب دینا یا اُس کا سمجھانا تبلیغ ہوتی ہے - قوم کا جو پیسہ حکم الہیٰ وسنت اللہ کے موافق لیا گیا وہ تو بہر حال حلال ہے - معترض کی تحریم سے حرام نہیں ہو سکتا -

سوال چوتھا - غرض مرزا صاحب کی بعثت سے اسلام کو کوئی دینی اور دنیوی فایدہ نہیں ہوا -

جواب - یہ فقرہ ہی عجیب ہے خود چار لاکھ کے تابع ہونے کا بھی قایل ہے پر خود ہی منکر بھی ہے - فشھدوا علی انفسھم انھم کانوا کاذبین ۸/۲ (اپنے جھوٹ پر خود شہادت دینگے)

سوال پانچواں - حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا یہ اثر تھا کہ حضرت عمر جیسے زبردست انسان جو قتل حضرت کے واسطے آئے مشرف باسلام ہوئے مگر یہاں عبدالحکیم جیسے مخلص مرید جو ہزار ہا روپیہ اشاعت احکام الہیٰ میں صرف کرتے رہے علیحدہ ہوگئے -

جواب - معترض خود لکھ چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت مساوات نہیں اور فی الواقعہ کوئی نسبت مساوات نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر معلوم نہیں کہ یہ اعتراض معترض نے کیوں کیا یہ اعتراض تو دعوے مساوات پر ہونا چاہیئے نہ دعوے غلامی وفنا کیا ہوئے پر - دوسرا چونکہ حضرت امام بروز احمد ہیں اس لئے یہاں بھی بہت لوگ بنا بر مقابلہ آئے اور مشرف بہ بیعت ہوئے - گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ - مگر یہ قوت قدسی بھی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے کیونکہ ان کے بروز سے یہ قوت قدسی ظاہر ہوئی نہ مرزا صاحب کی اپنی ذاتی - مگر اس قسم کا اسلام لانا یا نہ لانا کسی مامور کی سچائی یا ناراستی کا معیار نہیں ہوسکتا دیکھو ابوجہل عتبہ شیبہ ولید ربیعہ وغیرہ کفار بارہا حضور کے دربار میں حاضر ہوئے - پھر جنگ کے لئے بھی بدر میں گئے مگر اسلام سے محروم رہے - ونیز کسی مرید کا مرتد ہونا یا نہ ہونا مرشد کی سچائی یا ناراستی کی علامت نہیں کیا ارتداد قارون یہودا اسکریوطی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی بلکہ کل منافقین کا ارتداد جو بظاہر مسلمان تھے بلکہ کل عرب کا مرتد ہونا اور بعض صحابہ جو حبشہ کو ہجرت کرکے گئے تھے اُن سے بعض مرتد ہوگئے حال آنکہ محض اسلام کے لئے اُنھوں نے وطن کو چھوڑا تھا ان کا ارتداد ان مرسلین صلوٰت اللہ سلامہ والبرکات علیہم کی سچائی پر کوئی بٹہ لگا سکتا ہے - ہرگز نہیں عبدالحکیم خان کے احکام الہیٰ پر ہزار ہا روپیہ کے خرچ کا ثبوت معترض کے ذمہ ہے -

سوال چھٹا - مرزا صاحب کو اس امر کے ثبوت کے واسطے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہونگے بلکہ کوئی دوسرا شخص ہوگا - معجزات انبیاء علیہم السلام کی تاویلات کرنی پڑیں - احیاء اموات کا انکار - معراج شریف کی تاویل بلکہ دوسرے معنوں میں انکار - قرآن شریف کی بہت سی آیات کی تاویلات بعید از قیاس سے ایک طالب حق مطمئن نہیں ہو سکتا -

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے سوال نسبت احیاء موتیٰ اور اُس کا جواب - سوال تو یہ تھا کہ مردے کس طرح زندہ ہوتے ہیں - جواب بلائے ہوئے جانوروں کا

سے دیا گیا جزءً آگے لفظ سے ظاہر ہے کہ زندہ جانور کے ٹکڑے بغیر ہلال کرنے کے کس طرح ہوسکتے ہیں۔ یہاں اور ہی تاویل کی گئی ہے۔

جواب وباللہ التوفیق۔ معترض کو چاہئے تھا کہ معجزات انبیا کی تاویل کی کوئی نظیر پیش کرتا اور مرزا صاحب کی تاویل کے برخلاف اس کا ثبوت قرآن مجید و حدیث صحیح سے دیتا اسی طرح انکار احیاء موتی پر اور معراج شریف کے انکار پر مرزا صاحب کا کلام پھر اس کی تردید بیان کرتا تو اس کا جواب دیا جاتا۔ اب ایسے مہمل اعتراض کا کیا جواب دیا جاوے۔ جو صرف دعوے بلا دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم کے سوال پر معترض کہتا ہے فصرھن کے معنی ہلاک کرنے کیا یہ معنے لغت کے خلاف کئے یا کسی تفسیر میں نہیں لکھے بلکہ ضرور لکھے ہیں دیکھو فصرھن اختلفت القراء فی قراءۃ ذلک۔ فقراءۃ عامۃ اہل المدینۃ والحجاز والبصرۃ بضم الصاد من قول القائل صرت ہذا الامر اذا املت الیہ ویقال انہ الیکم لاصور ای مشتاق مائل۔۔۔۔ فمعنے قولہ فصرھن الیک ضمھن الیک ووجھھن نحوک کما یقال صر وجھک الیّ ای اقبل الیّ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۳۳ (اس میں قاریوں کا اختلاف ہے مگر عام اہل مدینہ و حجاز و بصرہ صاد کے رفع (پیش) سے ہی پڑھتے ہیں اور پنجاب و ہندوستان میں بھی یہی قراءت ہے) صرت ہذا الامر اس وقت کہتے ہیں جب اس کام کی طرف توجہ کریں انہ الیکم لاصور بولتے ہیں تو اس کے معنے کرتے ہیں۔ میں تمہاری طرف مشتاق اور مائل ہوں۔ (پھر اس لغت کی شہادت کے لئے دو شاعروں کے شعر لکھ کر کہتا ہے) کہ حاصل کلام فصرھن کے معنے ہوئے اپنی طرف ان کو جمع کر اور متوجہ کر اپنی طرف جیسے کہا جاتا ہے صر وجھک الیّ اس کے معنے ہیں اپنا منہ میری طرف کر۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے پس جمع کن ایشاں را بطرف خود۔ فصرھن۔ الیک تفسیر مظہری صفحہ ۲۸۵ و نیشاپوری جلد اول صفحہ ۲۴۸ فصرھن واملھن وضمھن فتح البیان جلد اول صفحہ ۳۴۸ اوقطعھن تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ عن ابن عباس من طریق العوفی فصرھن اوثقھن تفسیر درمنثور جلد اول ص — احادیث کا بھی کچھ حوالہ بطور نظیر لکھ دیتا ہوں فی صفۃ مشیہ صلے اللہ علیہ وسلم کان فیہ شیٔ من صور ای میل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں کسی قدر میلان تھا جھکنے کی طرف مجمع البحار صفحہ ۲۷۱۔ اس کے سوا وہاں اور بھی بہت سی احادیث کے حوالجات ہیں آپ دیکھو وہ جواب

اللہ تعالیٰ کا کیا جواب ہے کہ پرندے چند روز تیرا سکھلایا ہوا وہ بھی اصل میں میرا ہی ہے) کھا کر تیرے بلائے آجاتے ہیں تو کیا ارواح جو میری مخلوق اور میرے رزق سے دائمی پرورش پاتی ہیں نہ آئیں گے؟۔ ضرور آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم صرف اسی دلیل سے سمجھ گئے اور وہ کام نہ کیا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کام کا کرنا بیان نہیں فرمایا۔

دوسرا حضرت ابراہیم نے رویۃ کے لفظ سے سوال کیا جو رویت اس کے معنے جاننے کے بھی ہیں جیسے الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم ۲/۱۴ واقعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدہا سال اول کا ہے اور اس معنے رویا میں دیکھنے کے بھی ہیں جیسے وقال الملک انی اری سبع بقرات ۲/۱۲ بادشاہ نے کہا میں نے رویا میں دیکھا ہے۔ آنکھ سے دیکھنے کا تو ان کا سوال ہی نہ تھا جزو کہتے ہیں ایک حصہ کو۔ چار جانوروں کا نصف حصہ ہوتا ہے دو جانور اور چہارم حصہ ہوتا ہے ایک جانور اگر ان کا ٹکڑے ٹکڑے کرنا مقصود ہوتا تو اول قطعھن فرماتا پھر بجائے جزو کے قطعۃ فرماتا جزو سے ٹکڑے ٹکڑے ہونا کسی طرح نہیں نکلتا پس ثابت ہوا کہ ہر جانور کے ۴ حصہ سوائے ذبح کے بھی ہوسکتے ہیں۔ تیسرا آیت کا آخری حصہ صاف بتلاتا ہے کہ سوال حضرت ابراہیم صرف سمجھنے کے لئے ہی تھا اسی واسطے جواب کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے فاعلم ہی فرمایا یعنی اب تو سمجھ جا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اگر دیکھنے کا سوال ہوتا اور زندہ کر کے دکھاتا۔ جواب ہوتا تو اللہ تعالیٰ فانظر کہ معنے اب دیکھ لے۔ فاعلم نہ فرماتا۔ اگر معترض اسی طرح دوسری تاویلات کی نظیر بھی دیتا تو ان کا بھی جواب دیا جاتا۔ باقی رہا اطمینان کا ہونا یہ فعل الٰہی ہے کسی انسان کا کام نہیں۔

سوال ساتواں — وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کے اور انہ لعلم للساعۃ کی تاویلات اپنے مطلب کے موافق کی گئی۔

جواب وباللہ التوفیق۔ معترض نے سارے دعویٰ بے دلیل ہی بیان کئے اس کا فرض تھا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاویلی معنے بیان کرتا پھر ان کی تردید کرتا پھر اپنے صحیح معنے بیان کرتا تو اسکا سوال قابل جواب ہوتا۔ مگر تاہم میں ان دونوں آیتوں کے معنے لکھ دیتا ہوں اس پر جو معترض کو اعتراض ہو کرے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جاوے گا۔ پہلی آیت شریف اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کے صلیب پر قتل نہ ہونے کا بیان فرما کر۔ اور دعویٰ یہود کا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر ڈالا کی تردید کر کر فرماتا ہے کہ اہل کتاب کا اپنی زندگی میں ہی یقین ہے کہ حضرت مسیح مقتول ہوئے اور یہ یقین ان کا ان کے مرنے سے پہلے تک ہی رہے گا۔ دوسری آیت کے معنے ہیں بے شک یہ قرآن کریم بڑا علم ہے قیامت کے لئے کیا معنے ثبوت قیامت قرآن کریم میں مدلل و مفصل بیان کیا گیا۔ اگر انہ کی ضمیر مسیح کی طرف بھی پھیری جاوے۔ تب بھی حیات مسیح ثابت نہیں ہوتی پھر یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح علم ہیں قیامت کا یعنے ثبوت قیامت بیان کریں گے۔ آیت شریف میں لعلم ہے لعلامۃ نہیں۔ علم بمعنے علامت کسی لغت میں نہیں۔

سوال آٹھواں ۔ تم کس فکر میں ہو۔ مختلف طریقوں سے تمہاری جائدادوں پر ہاتھ پھیرنا شروع ہوگیا ہے۔ جیسے بہشتی مقبرہ۔ آپ کو نماز روزہ کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ مقبوضہ جائداد کا ۱/۱۰ حصہ انجمن کو دیدو اور پس ماندگان کو وصیت کر دو کہ بعد میری وفات کے جس طرح ہو سکے بہشتی مقبرہ میں دفن کرو۔ تو پھر آپ بہشتی ہیں۔ کیا یہ مسئلہ عیسائیوں کے کفارہ کے مسئلہ سے کم ہے۔ اگر وقف بنام انجمن کر دی جاوے تو بہشت کا ٹکٹ مل جاتا ہے۔ یہ بات کہدینی سہل ہے کہ یہاں بہشتی ہی دفن ہونگے۔ اگر کسی گنہگار کو دفن کیا جاوے۔ اگر وہ زمین اس کی لاش کو قبول نہ کرے تو البتہ قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔

جواب وباللہ التوفیق۔ معترض نے پہلے چندہ پر مضحکہ اڑایا ہے۔ اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے انا کفیناک المستھزئین ۹۵/۱۴ (ان تمسخر کرنے والوں کے ہم ہی تجھے کافی ہیں) چندوں پر مضحکہ اڑانا یہ کوئی نئی بات نہیں یہ سنت بھی ان کے پہلے بھائیوں کی ہے۔ کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم ۱۴/۱ (جو ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی ایسا کہا ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں)۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جن کا ذکر ہے۔ الذین یلمزون المطوعین ۔۔۔ من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ۱۴/۱۰ (جو لوگ طعن کرتے ہیں بطور صدقہ دینے والے مومنوں کو اور محنت سے کما کر دینے والوں کو وہ مومنوں سے مخول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی مخول کی سزا دیگا ان کو دکھ کی مار

ہ علامۃ زبر ع ولام کے ساتھ بمعنی علامت ہے۔

ہوگی۔ ان کے لئے معافی مانگ یا نہ مانگ اگر ستر دفعہ بھی تو ان کے لئے معافی مانگے گا اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کریگا۔ معترض تو ۱/۱۰ پر اعتراض کرتا ہے مگر بعض صحابہ نے سارا مال بھی دیدیا جیسے حضرت صدیق رض نصف مال بھی دیدیا جیسے حضرت فاروق رضؓ وعبدالرحمن بن عوف رضؓ اور مزدوری کرکے بھی نصف آمدن دیدی جیسے عاصم بن عدی انصاری دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۴ حالانکہ اس وقت مال وجان دونوں کے خرچ کرنے کے لئے حکم تھا۔ اور آخری زمانہ میں آخرین کے لئے صرف مال خرچ کرنیکا ہی حکم ہے۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شيء في سبيل الله يوف إليكم۔ تم ان موجودہ دشمنوں کے لئے جس قدر تمہاری طاقت ہے تیاری کرو قوت جانی کی اور مالی خرچ بھی کرو) کیلئے گھوڑے باندھکر تیار رکھو۔ تمہاری اس تیاری مالی جانی سے اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کے دشمن کو خوف پیدا ہوگا۔ اور کچھ اور دشمن بھی ... ان کے لئے بھی تیار رہو جو ان موجودہ دشمنوں کے سوا ہیں تم ان کو نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے جو مال خرچ کروگے اللہ تعالیٰ کے راہ میں پورا بدلہ دیا جائیگا۔ آخرین کے ساتھ صرف خرچ ہی بیان فرمایا کیونکہ یہ زمانہ امن کا ہے کوئی کسی کو تلوار سے دکھ نہیں دیتا۔ صرف زبانی مباحثے ہوتے ہیں۔ اس لئے تم بھی مال سے ہی کام لو۔ غرض یہ چندوں کا اعتراض صرف مرزا صاحب پر ہی نہیں رہتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ سے بڑھکر اللہ تعالیٰ پر جا پڑتا ہے۔ اور معترض کو اڑانے والے کی نسبت مشابہت کفار و منافقین کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک راستباز کی صداقت کی علامت ہے کہ جیسے اس کے اعتراض اسی پر منحصر نہیں رہتے بلکہ اور راستبازوں پر بھی جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح ان کے مخالفوں کی مشابہت بھی اگلے راستبازوں کے مخالفوں کے ساتھ ثابت ہوتی ہے رہا یہ کہ چندہ عیسائیوں کے کفارہ کی طرح ہے۔ اس میں معترض یا خود دھوکہ میں ہے یا دھوکہ دینا چاہتا ہے یا اس نے رسالہ الوصیت نہیں دیکھا دیکھا کہ ... مقبرہ بہشتی کے لئے دیا گیا اس میں ہرگز ہرگز نہیں لکھا کہ ۱/۱۰ حصہ دینے سے آدمی بہشتی ہوجاتا ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ ۱/۱۰ حصہ دینے سے ضرور مقبرہ بہشتی میں وہ دفن کیا جاویگا بلکہ برخلاف اسکے لکھا ہے۔ مفصلہ دیکھو چند مقامات رسالہ الوصیت سے ... لکھتا ہوں۔ (۱) رسالہ الوصیت مطبوعہ ... صفحہ ۱۵۔ ایک جگہ مجھے دکھلائی

گئی اور اس کا نام مقبرہ بہشتی رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔

کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک ۱/۱۰ حصہ دینے والا اس میں مدفون ہو سکیگا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایسے آدمی کی میت کو یہاں دفن ہونے کا موقع اور توفیق ملیگی جو بہشتی ہوگا نہ یہ کہ ۱/۱۰ حصہ دینے سے اس میں دفن ہوگا یا بہشتی ہوجائیگا۔ چنانچہ آج تک جس قدر لوگ اس میں دفن ہوئے[۴] سوائے دو تین کسی نے بھی وصیت نہیں کی اور نہ قابل وصیت تھی۔ بلکہ مساکین ہی تھے۔

۲۔ صفحہ ۱۵۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنھوں نے درحقیقت **دین کو دنیا پر مقدم کرلیا**۔ اور دنیا کی محبت چھوڑدی۔ اور خدا کے لئے ہوگئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا آمین یارب العالمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقعہ تیرے لئے ہوچکے اور دنیا کے اغراض کی ملونی ... ان کے کاروبار میں نہیں آمین یارب العالمین۔

اور پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کرچکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں آمین یارب العالمین۔

صفحہ ۱۶۔ خدا نے میرا دل اپنے وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسی شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجالانا ہوگا۔

۱۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائینگے اور ایک کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھیرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے اس لئے وہاں ایک پل بنایا جائیگا۔ ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا ... سو پہلی شرط یہ ہے۔ کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے چندہ داخل کرے۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی بعد بھی جاری رہیگا۔ اس صورت میں انجمن چاہئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں خرچ کرتی رہے +

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے کہ اس کی موت کے بعد اس کے تمام ترکہ کا دسواں[۲۸] حصہ حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی۔ اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام واشاعت علم قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے ..... خرچ کرینگے ...

اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے ..... وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگی اگر کوئی شخص وصیت کرکے منکر ہوجائے ... تو گو انجمن نے قبضہ بھی کرلیا ہو تو وہ تمام مال واپس کرنا ہوگا ... کہ خدا کے نزدیک ایسا مال مکروہ اور رد کرنے کے لائق ہے۔ تتمہ انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا + اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

ص۱۸ ... دور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں وہاں کا وصیت والا مال اسی ملک کے اغراض دینیہ کے لئے خرچ ہو یہ بھی جائز ہوگا۔ ان اموال میں سے ان یتیموں مسکینوں نو مسلموں کا بھی حق ہوگا ... جو اس سلسلہ میں داخل ہیں۔

۳۔ شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک وبدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ سچا اور صاف مسلمان ہو۔

۴۔ شرط یہ ہے کہ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے۔ اور ہر ایک بدگو کی بدگوئی پر صبر کریں اور دعائیں لگے رہیں۔

ص۲۲ تتمہ انجمن کے تمام ممبر ایسے ہونگے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانتدار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے

* جن کی تعداد اس وقت چودہ ہے۔

بلکہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالیا ذمیح اور دنیا کے ملونی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو بلا توقف ایسے شخص کو انجمن خارج کرے (صفحہ ۱۹)۔ خدا تعالیٰ کو بھی مہذب طریق پر اس کی اطلاع دیں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دیگی بلکہ خدا تعالیٰ کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائیگا (کیا معنے توفیق اور موقع ہی نہیں ملے گا)۔ ص ۲۱ تصریح سے لکھیں کہ وہ اپنی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصہ اشاعت اغراض سلسلہ احمدیہ کے لئے دیتے ہیں۔

صفحہ ۲۲ نمبر ۲ یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصہ دیا جاوے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو اور تقویٰ طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو اور نیز حقوق عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔

انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اُس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی۔

صفحہ ۲۴ سطر ۱۹ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے رد کیا جائے تو گو وصیتی مال بھی پیش کرے تاہم اس قبرستان میں داخل نہیں ہوگا . . . .

یہ چالیس شرائط مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی ہیں۔ کیا یہ کفارہ ہے؟ معترض کو چاہیئے کہ ص ۱۱ و ص ۲۵ و ص ۲۶ و ص ۲۷ و ص ۲۸ و ص ۳۵ و صفحہ ۱۹ حاشیہ و صفحہ ۲۴ ص ۱۹ خصوصاً غور سے پڑھے تا کہ اُس کو معلوم ہو جاوے کہ کفارہ تو بجائے خود ایک مسلمان بدعتی گناہگار بھی باوجود ۱/۱۰ حصہ دینے مقبرہ بہشتی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آپکے معترض ٹھنڈے دل سے خالی الذہن ہو کر بنظر انصاف غور کریں کیا یہ تدابیر اور شرائط اور احتیاطیں ذرہ بھر بھی کفارہ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں یا از دست کفارہ موز ہیں۔ باقی رہا کہ زمین غیر بہشتی کی لاش کو باہر پھینک دے یہ اعتراض کسی وجہ نزی اللہ جہرۃ ۲/۵۶ سے کم نہیں۔ جس کا جواب یہود کو فاخذتکم الصاعقہ ۲/۵۶ کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

سوال نانواں ستہ سالہ نشان پر غور کرو جو آخر اعجاز احمدی کہ کربلا چھوڑ آیا۔

جواب وباللہ التوفیق۔ معترض کو چاہیئے تھا کہ اگر اس کے نزدیک یہ نشان، نشان نہیں، تو نشان کے علامات سنۃ اللہ کے موافق قرآن مجید سے پیش کرتا اور پھر ثابت کرتا کہ کتاب اعجاز مسیح اعجاز یا نشان نہیں۔ معترض نے اس اعتراض میں بھی بعینہ وہی یضاھئون قول الذین کفروا من قبل ۱۱/۳۰ کا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولو سحر مستمر ۲۷/۸ (جب کبھی کوئی نشان دیکھتے ہیں کہ دیتے ہیں یہ تو چالاکی ہے جو ہمیشہ ایسے لوگ کرتے چلے آئے ہیں) صم بکم عمی کن لوگوں کو خطاب ملا؟ ایسے ہی لوگوں کو جو برابر نشان پر نشان دیکھتے اور کہتے لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ ۱۳/۸ اس پر کیوں کوئی نشان اُسکی رب کی طرف سے نازل نہیں ہوتا۔

کیا یہ تھوڑا نشان ہے کہ ابتدا میں دعوے کیا گیا جو اس کے جواب کا ارادہ کریگا وہ ہلاک یا ذلیل ہوگا ایک نے ارادہ کیا ہلاک ہوا دوسرے نے وہ نوٹ چوری لیکر اپنے نام پر شائع کئے ذلیل ہوا۔ پھر آج تک کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کا جواب لکھیں۔

سوال دسواں طاعون کے مقابلہ میں نام رکھا دار الامان۔ آخر روحانی گھر سے بھی خارج ہو کر باغ میں تشریف لے جانا چہ معنے دارد۔

جواب وباللہ التوفیق۔ حضرت امام بسبب طاعون کے باغ میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بلکہ زلزلہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے روز تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ اور زلازل کے متعلق وحی ہو چکی تھی اس لحاظ سے باغ میں ہی کچھ عرصہ تک رونق افروز رہے اگر بلحاظ قواعد حفظ صحت طاعون کے لئے بھی تشریف لے جاتے تب بھی کچھ حرج نہ تھا مامورین اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے بہت ڈرنے والے ہوتے ہیں باوجود دعاؤں اور وعدہ ہائے حفظ آلہی کے ظاہری اسباب کو بھی نہیں چھوڑتے کیونکہ ظاہری اسباب بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہی ہیں ربنا ما خلقت ھذا باطلا ۴/۱۱ یہ ظاہری کارخانہ اسباب بھی لغو اور باطل نہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود وعدہ حفاظت و وعدہ فتح روز جنگ احد دو زرہ پہن لیں۔ اسی طرح جب کفار مکہ نے ارادہ قتل کیا باوجود وعدہ حفاظت آلہی مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے پھر اس لحاظ سے کہ کافر تعاقب نہ کریں تین روز غار ثور میں رونق افروز رہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ آلہی پر نعوذ باللہ یقین نہ تھا۔ ضرور یقین تھا اور حق الیقین تھا مگر ظاہری اسباب کو بھی ہاتھ سے نہ دیا تاکہ سنت اللہ ظاہری و باطنی دونوں پر عملدرآمد ہو۔ دوسرا اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو حرماً آمنا فرمایا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بے امنی کے خوف کے وقت تشریف لے گئے کیا وہ اب حرماً آمنا نہ رہا؟ ضرور رہا اور اب تک ہے مگر ایک خاص ضرورت کے لئے وہاں سے جانا ہی مناسب معلوم ہوا۔

تیسرا اگر حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام طاعون کے سبب باغ میں تشریف لیجاتے تو اس سے اول اور اس سے بعد بارہا قادیان میں طاعون پڑا مگر حضرت کبھی باہر تشریف نہیں لے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی طاعون کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔

چوتھا۔ لفظ قادیان (جو الہام الٰہی میں ہے) سے خاص حضرت کا دار مراد ہے اسواسطے کہ اس کا اصل نام ہے دار الاسلام۔ قاضی ماجھی کثرت استعمال سے قاضی ماجھی رہ گیا پھر صرف قاضی رہ گیا اب بھی عام لوگ صرف کادی ہی کہتے ہیں قادیان نہیں کہتے۔ حضرت امام کے آباؤ اجداد کے وقت یہاں پانچسو حافظ قرآن ہمیشہ رہتا تھا اور اس ملک میں مولوی عالم دیندار کو قاضی کہتے ہیں چنانچہ آجکل بھی اس ملک میں امام مسجد کو قاضی ہی کہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ قاضی یا کادی یا قادیان صرف حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسکن یا دار کا ہی نام ہے اور اسی کے لئے وعدہ امن کا ہے اور آج تک اتنے عرصہ میں باوجود بار بار طاعون کے ہونے کے اس دار سے ایک چوہا بھی طاعون سے نہیں مرا۔

سوال گیارہواں قادیان کا طاعون سے محفوظ نہ رہنا اور احمدیوں کا پلیگ سے نہ بچنا۔ اگر تاویل کرو تو نبوت کے لئے یہ شعر ہے۔ کاذبوں کی قربتوں کا حکم ہے طاعون کو۔ صادقوں کو مل گئیں امن و امان کی ڈگریاں۔

جواب سوال نمبر ۱۰ میں بیان کیا گیا کہ جس جگہ کا وعدہ ہے وہ ابتدائے طاعون سے آجتک محفوظ ہے۔ اور میری اس تقریر کا گواہ ایک اور الہام بھی ہے انی احافظ کل من فی الدار۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔

جو اس دار میں رہتے ہیں میں سب کی حفاظت کرونگا۔ اگر اس گھر والوں کی عزت کا پاس نہ ہوتا تو باقی ساری کی ساری بستی ہلاک کی جاتی مگر صدقہ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے ہلاک نہ ہونگے اور اصل میں لولا الاکرام والا الہام تفسیر ہے ایک آیت قرآن کریم کی وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً ۱۵/۶ کیا معنے قبل قیامت ایک بڑا عذاب (طاعون) آنے والا ہے بعض بستیوں کو وہ بالکل ہلاک کر دیگا ان میں کوئی بھی نہ بچے گا۔

۴۴ اور ہر ایک بدگوئی بدگوئی پر صبر کریں۔ اور دعا میں لگے رہیں۔

۲ - وہ مقامات جن پر مرضی ہے +

جیساکہ وقوع آچکا اور آیندہ نہ معلوم کس قدر ہلاکت ہونے والی ہے اور بعض کو عذاب ہوگا اور کچھ بچ بھی رہنگے تو اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بستی بسبب مخالفت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قابل تھی کہ اسکو بالکل ہلاک کیا جاتا مگر بسبب عزت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو بالکل ہلاک نہ کیا جاویگا بلکہ سدوم والی بستیوں کی طرح صرف عذاب ہی ان پر نازل ہوگا کیا جنے کوئی طاعون وغیرہ سے تباہ ہوگا کوئی بچے گا معترض اگر شعر پر غور کرتا تو یہ اعتراض پیش ہی نہ کرتا کیونکہ اس وقت تک غیر احمدی ہی اس شعر کا مصداق ہو رہے ہیں۔ کتنے احمدی طاعون سے مرے؟ پورا لوپر انسان شمار کرسکتا ہے مگر کتنے غیر احمدی مرے؟ اس کا حساب نہیں۔ لاکھوں لاکھوں تک نوبت پہنچی۔ اسی طرح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار کو وعدہ عذاب تلوار دیا گیا تھا جیسے

او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض ۔ مگر صحابہ بھی جنگوں میں بہت شہید ہوئے کیا صحابہ پر بھی نعوذ باللہ وہ عذاب ہی تھا بلکہ وہ تو شہید ہوئے تھے اور ان کو دربار الٰہی سے سارٹیفکیٹ

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اٰتٰہم اللہ من فضلہ

کا دیا گیا۔ اسی طرح احمدی جو طاعون سے فوت ہوئے وہ بھی شہید ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(حکیم فضل دین از قادیان)

خطبہ جمعہ

مسجد اقصیٰ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء

از حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل یایھا الکٰفرون الیٰ اٰخر السورۃ۔

نماز کے اختتام پر سلام پھیر کر معاً ہی حکم ہے کہ انسان کم از کم تین بار استغفار پڑھے۔ اور حدیث میں تو یوں بھی آیا ہے کہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ۔ ۳۳ بار الحمد للہ۔ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے۔ یہ بھی نماز کے بعد کے وظائف میں سے ایک ضروری وظیفہ ہے مگر

اس کا ہم انشاء اللہ توفیق ہوئی تو آیندہ کبھی اس کے موقع پر بیان کریں گے۔ سلام پھیرتے ہی معاً تین بار

استغفر اللہ ۔ استغفر اللہ ۔ استغفر اللہ

کہنے کا جو حکم ہے اس میں بھید کیا ہے؟ اور اس کی وجہ کیا؟۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان بڑا کمزور۔ ناتوان اور سست ہے۔ علم حقیقی سے بہت دور ہے۔ آہستگی سے ترقی کرسکتا ہے۔ ہم تم تو چیز ہی کیا ہیں۔ اس عظیم الشان انسان علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کی بھی یہ دعا تھی کہ رب زدنی علماً۔ تو جب خاتم الانبیاء۔ افضل البشر صلعم کو بھی علمی ترقی کی ضرورت ہے جو اتقی الناس۔ اخشی الناس۔ اعلم الناس ہیں۔ اور ان کے متعلق الرحمٰن علم القرآن وارد ہونے کے باوجود بھی ان کو ترقی علم کی ضرورت ہے تو ما وشما ..... حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ کہ ہم علمی ترقی نہ کریں۔ اگر میں کہہ دوں کہ مجھے کتابوں کا بہت شوق ہے۔ اور میرے پاس اللہ کے فضل سے کتابوں کا ذخیرہ بھی تم سب سے بڑھکر موجود ہے اور پھر یہ بھی اللہ کا خاص فضل ہے کہ میں نے ان سب کو پڑھاہے اور خوب پڑھاہے اور مجھے ایک طرح کا حق بھی حاصل ہے کہ ایسا کہہ سکوں۔ مگر باایں ہمہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے علم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مجھے بھی ترقی علم کی ضرورت ہے اور سخت ضرورت ہے۔ علم سے میری مراد کوئی دنیوی علم اور ایل۔ ایل۔ بی۔ یا ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگریوں کا حصول مراد نہیں ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

بلکہ ایسا تو کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا۔ اور نہ ہی ایسی میری کبھی اپنی ذات یا اپنی اولاد کے واسطے خواہش ہوئی ہے۔ عام طور پر لوگوں کے دلوں میں آجکل علم سے بھی ظاہری علم مراد لیا گیا ہے اور ہزارہا انسان ایسے موجود ہیں کہ جن کو دن رات یہی تڑپ اور لگن لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح وہ بی۔ اے یا ایم۔ اے۔ یا ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں حاصل کرلیں۔ ان لوگوں نے اصل میں ان علوم کی دھن ہی چھوڑ دی ہے۔ جن پر سچے طور پر علم کا لفظ صادق آسکتا ہے۔ پس ہماری مراد ترقی علم سے

خدا کی رضامندی کے علوم

اور اخلاق فاضلہ سیکھنے کے علوم۔ وہ علوم جن سے خدا کی عظمت اور جبروت اور قدرت کا علم ہو۔ اور اس کی صفات۔ اس کے حسن و احسان کا علم آجاوے غرض وہ کل علوم جن سے تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا علم آجاوے مراد ہیں۔

انسان چونکہ کمزور ہوتا ہے اور اس کا علم اپنے کمال تک نہیں پہنچا ہوتا اور بعض اوقات اپنی کمزوریوں اور سستیوں کی وجہ سے نماز کو کبھی وقت سے بے وقت۔ کبھی بے توجہی سے پڑھتا ہے۔ اور کبھی نمازوں میں اس کا خیال کہیں کا کہیں چلا جاتا اور پورا حضور قلب اور خشوع خضوع جو نماز کے ضروری ارکان ہیں ان کے ادا کرنے میں سستی ہو جاتی ہے یا نماز پورے طور سے نہیں پڑھی جاتی۔ یا کبھی اصل لذت اور سرور سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور باریک درباریک وجوہ کے باعث نماز میں کوئی نہ کوئی کمی یا نقص رہ جاتا ہے اس واسطے حکم ہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے ساتھ ہی معاً استغفار پڑھکر اپنی کمزوریوں اور نماز میں اگر کوئی نقص رہ گیا ہے تو اس کی تلافی خدا سے چاہے۔ اور عرض کرے کہ یا الٰہی اگر میری نماز کسی باریک در باریک کمی یا نقص کی وجہ سے قابل قبول نہیں تو میری کمزوریوں پر پردہ ڈال کر بخشش فرما اور میری عبادت کو قبول فرمالے۔ ہم تیرے عاجز بندے ہیں ہم تیری اس

کبریائی عظمت اور جلال

کو جو تیری ذات پاک کے شایان اور مناسب حال ہے کہاں جان سکتے ہیں۔ اس واسطے ان کمیوں پر چشم پوشی فرما۔ اور عفو کر۔ گذشتہ غلطیوں کو معاف فرما اور آیندہ کے واسطے توفیق عطا فرما کہ ہم تیری عبادت بطریق احسن اور ابلغ کرنے کے لایق ہوں۔

نماز کی کمی اور نقائص کی تلافی کے واسطے ماثورہ اوراد کے علاوہ ایک مقررہ تعداد رکعات سنن کی بھی ضروری ہے جو کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ فرائض کی تکمیل کے واسطے سنن کا پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے جو لوگ سنتوں کے ادا کرنے میں سستی یا کاہلی کرتے ہیں ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل سے کہ آپ نماز فرائض کے بعد فوراً اندر تشریف لیجاتے ہیں کوئی ٹھوکر کھاوے اور خود بھی فرائض کے بعد فوراً مسجد سے باہر بھاگنے کی کوشش کرے اور ادعیہ ماثورہ اور سنن کی پرواہ نہ کرے۔ یاد رکھو کہ حضرت اقدس ع ان سب باتوں کے پورے پابند ہیں اور اکثر گھر میں نوافل میں بھی لگے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات آپ سنن مسجد میں بھی ادا کر لیتے ہیں۔

غالباً یہی خیال آیا ہوگا کہ کوئی ٹھوکر نہ کھائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

نماز سے گھر بابرکت ہو جاتے ہیں

چنانچہ میرا خود بھی اسی پر عمل ہے۔ اکثر سنن اور نوافل گھر میں ادا کرتا ہوں مگر اسی خیال سے کہ کسی بیمار دل کو ٹھوکر نہ لگے بعض اوقات مسجد میں بھی ادا کر لیتا ہوں اور خدا سے یہ دعا عرض کرتا ہوں کہ گھر میں تو بھی برکت رہے رہیجو۔ رسول اکرم کا عمل بھی اسی طرح پر ہے۔ شام کے نوافل کے متعلق آنحضرت صلعم کا مسجد میں نوافل ادا کرنے کا بھی ایک اثر موجود ہے۔

غرض یہ ہے کہ سنن کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ خواہ گھر میں ہوں اور خواہ مسجد میں۔

قرآن شریف کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں جن میں چار سورتیں **قل** بھی ہیں۔ نماز میں بھی اور نماز کے بعد کے اوراد و ماثورہ میں بھی داخل ہیں لہٰذا ان کے متعلق بھی کسی قدر بیان کر دینا ضروری ہے۔ مسلمان انسان میں

غیرت اور حمیت

ہونی چاہیے اور ہر حالت میں لازمی ہے کہ انسان ایماندار بے غیرت ہونے کی حد تک ذلیل نہ ہو جاوے۔ دیکھو حضرت نبی کریم کی ابتدائی **تیرہ** سالہ مکی زندگی کیسی مشکلات اور مصائب کی زندگی ہے۔ مگر باوجود یکہ آپ بالکل تنہا اور کمزور ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی زبان سے اہل مکہ کے بڑے بڑے اکابر قریش اور سرداران قوم کو جو اپنے برابر کسی کو دنیا میں سمجھتے ہی نہ تھے یوں خطاب کراتا ہے **قل یاایہا الکافرون** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کمزوری کی حالت میں بھی خدائی تائید اور نصرت کی وجہ سے جو آپ کے شامل حال تھی اور اس کامل اور سچے علم کی وجہ سے جو آپ کو خدا کے وعدوں پر تھا۔ آپ میں ایسی قوت اور غیرت و حمیت موجود تھی کہ آپ تبلیغ احکام الٰہی میں اُن کے سامنے ہرگز ہرگز ذلیل نہ تھے۔ بلکہ آپ کے ساتھ خدا کی خاص نصرت اور

حق کا رعب اور جلال

ہوا کرتا تھا۔ پس اس سے مسلمانوں کو یہ سبق لینا چاہیے کہ حق کے پہنچانے میں ہرگز ہرگز کمزوری نہ دکھائیں۔ اور دینی معاملات میں ایک خاص غیرت اور جوش اور صداقت کے پہنچانے میں سچی حمیت رکھیں۔

کافر کا لفظ عرب کے محاورے میں ایسا نہیں تھا جیسا کہ ہمارے ملک میں کسی کو کافر کہنا گویا آگ لگا دینا ہے۔ وہ لوگ چونکہ اہل زبان تھے خوب جانتے تھے کہ کسی کی بات کو نہ ماننے والا اس کا کافر ہوتا ہے۔ اور ہم چونکہ آپ کی بات نہیں مانتے اس واسطے آپ ہمیں اس رنگ میں خطاب کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں خود مسلمانوں کی صفت بھی کفر بیان ہوئی ہے جہاں فرمایا ہے کہ **یکفرون بالطاغوت**۔ معلوم ہو کہ کفر مسلمان کی بھی ایک صفت ہے مگر آج کل ہمارے ملک میں غلط سے غلط بلکہ خطرناک سے خطرناک استعمال میں آیا ہے۔ کسی نے کسی کو کافر کہا اور وہ دست و گریباں ہوا۔

اصل میں کافر کا لفظ دل دکھانے کے واسطے نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو ایک واقعہ کا اظہار و بیان تھا۔ وہ لوگ تو اس لفظ اور خطاب کو خوشی سے قبول کرتے تھے۔

قل یاایہا الکافرون

کے معنے ہوئے کہ وہ لوگ [illegible] اور پوچھ سے میری بات کو سن لو۔ **لا اعبد ما تعبدون**۔ میں اُن بتوں کی۔ اُن خیالات کی۔ اُن رسوم و رواج کی اور اُن ظنوں کی فرمانبرداری نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔

اُن لوگوں میں اکثر لوگ تو ایسے ہی تھے جو رسم و رواج۔ عادات اور بتوں کی اور ظنوں اور وہموں کی پوجا میں غرق تھے۔ ہاں بعض ایسے بھی تھے کہ جو دہریہ تھے مگر زیادہ حصہ اُن میں سے اول الذکر لوگوں میں سے تھے خدا کو بڑا خدا جانتے تھے۔ اور خدا سے انکار نہ کرتے تھے۔ بعض ایسے بھی کافر تھے جو خدا کو بھی مانتے تھے اور بتوں سے بھی الگ تھے۔ رسم و رواج میں بھی نہ پڑے تھے آں حضرت کے پاس آنے کو اور آپ کی فرمانبرداری کرنے ہی کو اپنی سرداری کی ہتک جانتے تھے اور ان کے واسطے اُن کا کبر اور بڑائی ہی حجاب اور باعث کفر ہو رہی تھی۔

ولا انتم عابدون ما اعبد۔ اور نہ ہی تم میرے معبود کی عبادت کرتے نظر آتے ہو۔ **ولا انا عابد ما عبدتم**۔ اور نہ ہی میں کبھی تمہاری طرز عبادت میں آؤں گا۔

ولا انتم عابدون ما اعبد۔ اور نہ ہی تم اپنے رسم و رواج جتھے اور خیالات اپنے بتوں اور منتوں کو چھوڑتے نظر آتے ہو تو اچھا پھر ہمارا تمہارا یوں فیصلہ ہوگا۔ کہ **لکم**

[illegible] تمہارے اعمال اور عقائد کا نتیجہ تم پا لو گے۔ اور تمہارے بد کردار اور عقائد کا ... کی سزا تم کو ملے گی۔ پھر اس وقت پتہ لگ جاوے گا کہ کون صادق اور کون کاذب ہے۔

اس کا جو نتیجہ نکلا وہ دنیا جانتی ہے۔ ہر ایک نے دیکھ لیا ہوگا کہ آں حضرت صلعم دنیا سے کس حالت میں اُٹھائے گئے۔ اور آپ کے اتباع کو دنیا میں کیا کچھ اعزاز اور کامیابی نصیب ہوئی اور اور آپ کے وہ دشمن کہاں گئے اور اُن کا کیا حشر ہوا کسی کو اُن کے ناموں سے بھی واقفیت نہیں۔ پس یہی نمونہ اور مابہ الامتیاز ہمیشہ کے واسطے صادق اور کاذب میں خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ فقط

نتیجہ امتحان انٹرنس

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان دارالامن والایمان کے ۱۶ طلباء میں سے جو اس سال امتحان انٹرنس میں شامل ہوئے تھے ۱۱ طالب علم یعنی۔ **عبد العلی۔ ولی اللہ شاہ۔ عبد الرحمٰن امرتسری۔ محمد صادق۔ امجد حسین بٹالہ۔ عطاء محمد۔** پاس ہیں۔ اور **تین** لڑکے یعنی گوہر دین۔ خواجہ عبد الرحمٰن (کشمیری) اور میاں فیض احمد زیر تجویز ہیں۔ اِن تینوں لڑکوں کی تمام احمدی احباب کی خدمت میں نہایت الحاح سے التجا ہے کہ اُن کے حق میں دعا کی جاوے کہ اللہ تعالیٰ ان کو **کامیاب** کرے۔ سُنا گیا ہے کہ قریباً ۱۶ فی صدی طلباء اس سال اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارا نتیجہ بہت اچھا رہا ہے۔

الاخوان

بخدمت سابق ممبران الاخوان لاہور۔

برادران السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ چونکہ سالانہ رپورٹ جلسہ الاخوان چھپنے والی ہے اور اس میں نئے اور پرانے ممبروں کی فہرست کا اندراج ضروری ہے لہٰذا میں آپ صاحبان کی خدمت میں بذریعہ الحکم اس امر کی التماس کرتا ہوں کہ سب احباب اپنے اسمائے گرامی مع مفصل پتہ کے میرے پاس بھیجکر بندہ کو ممنون فرماویں۔ والسلام۔

رپورٹ جلسہ احمدیہ تحصیل پھالیہ بمقام مونگ

مونگ تحصیل پھالیہ میں ایک گاؤں ہے۔ جہاں قریب چارکس غریب احمدی رہتے ہیں اور مخالفین کی بیجا زیادتیوں اور سختیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ ان میں سے میاں عبداللہ صاحب مہاجر جو بلحاظ اپنے تقویٰ و طہارت اور خشیۃ اللہ کے تحصیل پھالیہ کی جماعت میں ایک واجب التقلید نمونہ ہیں وہ میاں کے ناہنجار ملانوں اور جاہل مخالفوں سے تنگ آکر اور ہجرت کرکے دارالامن والامان قادیان شریف میں اپنے پیارے آقا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں جا پناہ گزین ہوئے ہیں اور دو تین آدمی احمدی جو باقی رہ گئے ہیں وہ موافق فرمودہ حضرت اقدس پورے استقلال سے مخالفین کی بیجا سختیوں کے نشانہ بنے رہ کر اور ہر طرح کی تعدیوں کی پرواہ نہ کرکے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم کردہ دستور العمل رکھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی ہی استقامت اور ایمانی طاقت بخشے۔ آمین

عرصہ تخمیناً دو سال سے ضلع گوجرات میں جلسوں کی بنیاد قائم ہو گئی ہے اور جیسا کہ اخبار الحکم و بدر میں اس ضلع کی گذشتہ احمدی جلسوں کی رپورٹیں شایع ہو چکی ہیں ہر ایک جلسہ میں موضع مونگ کے یہ احمدی شامل ہوتے رہے ہیں۔ گذشتہ جلسہ میں جو مقام سیلاں میں ہوا تھا۔ یہ بھی خواستگار ہوئے کہ آیندہ جلسہ میں قرب و جوار کے بھائی مونگ میں جمع ہوں۔ چنانچہ انکی درخواست کے بموجب ۲۳ر اگست ۱۹۰۷ء مقرر ہوئی۔ ان احمدیوں نے واپس مونگ جاکر اعلان کر دیا اور مخالفین کے مقتدا شکم پرست ملانوں کو اسبات کیطرف دعوت دی کہ ہم کو جو تم ہمیشہ طرح طرح کے الزام سے بدنام کرتے حضرت امامنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں دیدہ و دانستہ ناشائستہ اور برے الفاظ استعمال کرتے اور یہ کہتے ہو کہ تم نے نیا دین اور مذہب اختیار کر لیا ہے۔ آؤ اب فیصلہ کا وقت آگیا ہے۔ ہم نے اسی نیت سے اپنے احمدی بھائیوں کو بلاکر جلسہ کا انتظام کیا ہے۔ ہمارے مولویصاحب بھی آویں گے طرفین کی بحث کرنے پر حق اور باطل میں امتیاز ہو جاویگا۔ اور ہم تمہارے روز بروز کے مظالم سے خلاصی پاکر آزادی سے عبادات الٰہیہ کو بجا لانے کے قابل ہو جاویں گے۔ . . . .

. . . . . مگر مخالفین ملاؤں پر ایسا رعب غالب ہوا کہ سکوت کی مہر ان کے مونہہ پر لگ گئی اور ادہر ادہر جھانکنے لگے۔ آخر جب جلسہ مذکور کی تاریخ قریب آگئی تو یہ ملانے مارے خوف کے دو تین یوم پہلے ہی ایسے بھاگے جیسے گدہے کے سینگ۔ غرضیکہ بمنطوق آیۂ کریمہ قد جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ہر سہ ملا جو الگ الگ مسجدوں کے امام تھے گاؤں کے لوگوں کے پاس کوئی نہ کوئی عذر تراش کر کافور ہو گئے تین مسجدوں میں جمعہ ہوا کرتا تھا بسبب امام نہ ہونے کے جمعہ پڑھنا تو رکنار رہا۔ احمدی رعب انپر ایسا غالب آیا کہ جبتک احمدی جماعت مونگ میں مقیم رہی کسی نے آذان تک بھی نہ کہی۔

۹ بجے صبح تک چک سکندر۔ چک بامریاں۔ لالہ موسیٰ رسول۔ گوڑ لا۔ بوہہ۔ ہیلاں۔ اور کل وغیرہ جگہوں سے احباب جمع ہو گئے تقریباً پچاس آدمیوں کی تعداد ہو گئی۔ جماعت مونگ اگرچہ نہایت قلیل اور غریب ہی صرف تین ہی آدمی تھے مگر جیسا کہ انہوں نے مہمانوں کا خیر مقدم اور مہمانداری کے فرائض کو بوجہ احسن ادا کیا وہ نہایت ہی قابل رشک نمونہ ہو اور اس سے انکی ایمانی طاقت کا پتہ لگتا تھا کہ کس طرح خدا کے پیارے اور یہ معطر مسیح نے لوگوں کے دلوں کو خدا کی راہ میں مسخر کر رکھا ہے۔ خرچ نہایت فراخدلی اور خوشدلی سے کیا گیا۔ غرضیکہ مہمانوں کی مدارات بہت سے بڑھ چڑھ کر کیگئی جزاہم اللہ۔

مولوی غلام رسول صاحب احمدی راجیکے سے احمدی دنیا بخوبی واقف ہے کہ کس دل و دماغ کے وہ آدمی ہیں۔ ان کے ساتھ ناظرین کو انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت نہیں جمعہ سے پہلے جو تقریر ہوئی وہ مولویصاحب موصوف نے بیان فرمائی۔ یہ تقریر بلحاظ اعلےٰ استدلال اور شستگی بیان و جامعیت کے نہایت قابل قدر تھی دوران تقریر میں مخالفین کی اچھی خاصی تعداد تھی سب لوگ بہت آرام سے تقریر سنتے رہے یہ تقریر نہایت موثر تھی۔

جمعہ کا خطبہ بھی مولویصاحب موصوف نے پڑھا قرآن کریم کے معارف اور نکات نہایت خوبی سے بتلائے گئے۔ بعد از نماز جمعہ میرے مخدوم و مکرم مولوی مہرالدین صاحب سکنہ لالہ موسےٰ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے مولوی صاحب پنجابی زبان میں نہایت عمدہ ملکہ رکھتے ہیں اور مثالیں دے دے کر نفس مضمون سامعین کے دلوں پر اچھی طرح سے منقش کر دیتے ہیں انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام پر تقریر شروع کی گاؤں کے لوگ بھی ساٹھ ستر کے قریب سامعین تھے۔ ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک ہی وعظ ہوا تھا کہ بعض مفسد اور شریر جو اس تقریر میں شامل تھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یہ مشورہ ٹھانکر آئے تھے کہ شاید ان احمدی لوگوں کا وعظ سنکر کچھ لوگ مرزائی ہو جاویں چلو شور کریں اور وعظ نہ ہونے دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا انکو خاموش کرنے کے لئے مولوی غلام رسول صاحب دوبارہ کھڑے ہوئے مگر چونکہ ان جھولوں کا مطلب اور ہی تھا حق جوئی نہ تھا۔ اس لئے نماز عصر تک یہی شور و غل رہا تقریر ناتمام رہی کہ وقت عصر ہو گیا نماز عصر پڑھکر لوگ ادہر ادہر چلے گئے نماز مغرب کے بعد کھانا کھایا اور پھر عشا کی نماز کو ٹہے پر ادا کیگئی۔ مصلحت وقت کے لحاظ سے مولوی غلام رسول صاحب نے فرمایا کہ اس وقت تمام گاؤں میں سکوت ہے آذان عشا اور قرأت بلند آواز اور خوش الحانی سے ہونی چاہیئے تاکہ سب مستورات و مردماں مخالفین جو اس وقت کوٹھوں پر ہیں سنیں۔ شاید کوئی سعید روح ہدایت پا جاوے۔ مولویصاحب کا یہ خیال فراست ایمانی تھی جو غیبی طاقت بنکر گویا انکی زبان سے بول رہی تھی کہ ایسا ہونا چاہیئے مولوی فضل الرحمان ہیلانی نے آذان عشا اور قرأت بلند آواز اور خوش الحانی سے پڑھی آذان اور قرأت سنکر سامعین کے دلوں پر پورا پورا اثر ہوا جب نماز سے فارغ ہو گئے تو گاؤں کے باشندے دو اڑہائی سو کے قریب جمع ہو گئے۔ انہوں نے درخواست کی ہم کو وعظ سناؤ۔ عقائد بتلاؤ۔ ہم صرف حق جوئی کے لئے آئے ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب نے اون کی درخواست منظور کرکے سورہ کوثر پڑھکر تقریر شروع کی۔ اسی ضمن میں سب پہلو جنہیں لوگ شک و شبہات کیا کرتے اور اعتراض کرتے ہیں کھول کھول کر بیان فرمائے۔ سبحان اللہ وبحمدہ یہ تقریر ایسی موثر اور کشش قلوب کا باعث ہوئی کہ ۲ بجے رات تک نہایت سکون اور توجہ سے لوگوں نے وعظ سنا۔ آخر ایک شخص مسمیٰ میرا جو پہلے احمدیان مونگ کا نہایت مخالف اور ایذا رسان تھا اور ہر ایک تکلیف دہی میں سابق اور سرگروہ تھا وہ بول اٹھا کہ بس مولویصاحب جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے۔ ہم سب نے اچھی طرح سنا۔ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی بدگوئی کرتے ہیں جھوٹے ہیں۔ آپ لوگوں کی نماز میں وعظ اور عقاید نہایت ہی عمدہ ہیں۔ آپ کا وعظ سنکر ہم لوگ بہت خوش ہوئے جزاک اللہ لیکن آپ نے دوران وعظ میں ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لیکھرام پشاوری کو گویا کسی فرشتہ نے پیشگوئی امام کے مطابق قتل کیا تھا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی یا شاید آپ نے غلطی کھائی۔ مولویصاحب ابھی جواب دینے کو ہی تھے کہ اونہیں سے ایک دوسرا آدمی بول اوٹھا کہ قبل اس کے کہ مولویصاحب جواب دیں میرا جواب سن لو۔ اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کا جواب تلوار سے دیا اور سینکڑے کفار کو واصل جہنم کیا تو مرزا صاحب کا دعویٰ بھی اونہیں کی خلافت کا ہے تو اگر ایک کافر بے ایمان دشمن رسول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا صاحب کی دعا یا پیشگوئی سے قتل ہو گیا تو یہ خوشی کا مقام ہے نہ کہ محل اعتراض غرضیکہ اس تقریر نے لوگوں کے دلوں کی گرہیں کھولیں اور وہ ایک حد تک حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو مان گئے۔ مولوی غلام رسول صاحب موصوف اور حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کی خدمت میں نہایت ادب سے ہماری درخواست ہے کہ جب تخم ریزی ہو چکی ہے اگر آپ بھی اور گوڑی کیجا طرح ایک دو دفعہ مونگ میں تشریف لیجاویں تو یقین کامل ہے کہ یہ پودے نہایت عمدہ صورت میں نشو و نما پا جائینگے۔

ہمیں اسبات کا نہایت افسوس ہے کہ جناب ملک مولا بخش صاحب سکرٹری ضلع اور حافظ صاحب وزیرآبادی بسبب علالت طبع اس جلسہ میں شریک نہ ہو سکے آیندہ جلسہ کی ابھی کوئی جگہ اور تاریخ مقرر نہیں ہوئی غالباً ماہ شعبان میں بمقام شیخ امل میں جلسہ منعقد ہوگا فیصلہ ہونے پر ...

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی مالک کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینے کی

۱۰، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۶، ۳۰ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے صہ

۲- خواص و معاونین سے عہ

۳- ہندوستان سے باہر سے

۴- غیر مذاہب والوں سے ۱۲ے

۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے عہ

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی بہ قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

تازہ وحی

۱۸- اپریل ۱۹۰۸ء

(۱) انا فتحنا لک فتحا مبینا

(۲) نزلنا لک الارض فحق العذاب و تدلّٰی

(۳) بُشریٰ

۲۲- اپریل ۱۹۰۸ء

(۴) میرے لئے ایک نشان آسمان پر ظاہر ہوا۔

(۵) خیر و خوبی کا نشان۔

(۶) میری مرادیں پوری ہوئیں

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۲۰- اپریل ۱۹۰۸ء

شیخ فضل کریم صاحب جنھوں نے اسی سال حج کعبۃ اللہ کا شرف حاصل کیا ہے چند روز سے دارالامان میں تشریف رکھتے ہیں۔ قبل ظہر حضرت اقدسؑ سے ملاقات ہوئی۔ اور انھوں نے اس سال کے ناقابل برداشت تکالیف کا جو حجاج کو برداشت کرنے پڑی۔ سارا حال بیان کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ انگلش حدود سے نکل کر ٹرکش حدود میں داخل ہوتے ہی ایسی مشکلات کا سامنا ہوا کہ جن کی وجہ سے یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ مشکلات ایسی ہیں جن سے حج کے بالکل بند ہو جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً اہل ہند کے واسطے۔ انھوں نے بیان کیا کہ ٹرکی حدود میں کوارنٹائن کی ناقابل برداشت سختیاں۔ وہاں کے ڈاکٹروں اور حاکموں کا سخت درجہ کا حریص اور طامع ہونا اور اپنے فائدہ کیلئے ہزاروں جانوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرنا۔ لوگوں کا سامان خوراک پوشاک وغیرہ بسا اوقات ضائع کر دینا یا نقدی کا ضائع جانا۔ اور پھر جو چیز ایک مصری حاجی ایک پیسہ میں حاصل کر سکتا ہے وہ ہندیوں کو ٹکٹ تک بھی بمشکل دیتا۔ رستوں میں باوجودیکہ سلطان المعظم نے سرد سبیل پر کنواں تیار کروا رکھا ہے عمال اور کارکنوں کا بغیر دو چار آنے لئے کے پانی کا گلاس تک نہ دینا۔ اور پھر رستہ میں باوجود بدوؤں کی پہرہ داری کے انتظام کے جو کہ سلطان المعظم کی طرف سے کیا گیا ہے پرلے درجے کی بدامنی کا ہونا یہاں تک کہ انسان اگر رستہ سے دو چار گز بھی ادھر اُدھر ہو جاوے تو پھر وہ زندہ نہیں بچ سکتا۔ اور پھر ہندیوں سے خصوصاً سختی برتا جانا۔ بات بات پر [illegible] تھا

اور کوئی داد فریاد نہیں۔ بات بات پر کذاب۔ بطال اور الفاظ حقارت سے مخاطب کیا جانا وغیرہ وغیرہ ایسے سامان ہیں کہ بہت ہی مصیبت کا سامنا نظر آتا ہے۔ یہ سارا ماجرا سن کر

حضرت اقدس نے فرمایا

کہ ہم آپ کو ایک نصیحت کرتے ہیں ایسا ہو کہ ان تمام امور تکالیف سے آپ کی قوت ایمانی میں کسی قسم کا فرق اور تزلزل نہ آوے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلا ہے۔ اس سے پاک عقائد پر اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔ ان باتوں سے اُس متبرک مقام کی عظمت دلوں میں کم نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے بدتر ایک زمانہ گذرا ہے کہ یہی مقدس مقام نجس مشرکوں کے قبضہ میں تھا اور انھوں نے اسے بت خانہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ یہ تمام مشکلات اور مصائب خوش آئند زمانے اور زندگی کے درجات ہیں۔ دیکھو آنحضرتؐ کی بعثت ہونے سے پہلے بھی زمانہ کی حالت کیسی خطرناک ہوگئی تھی اور کفر و شرک اور فساد اور ناپاکی حد سے بڑھ گئی تھی۔ تو اس ظلمت کے بعد بھی ایک نور دنیا میں ظاہر ہوا تھا۔ اسی طرح اب بھی امید کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان مشکلات کے بعد کوئی بہتری کے سامان بھی پیدا کر دیگا اور خدا کوئی سامان اصلاح پیدا کر دیگا۔

بلکہ اسی متبرک اور مقدس مقام پر ایک اور بھی ایسا ہی خطرناک اور نازک وقت گذر چکا تھا جس کی طرف آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ۔ غرض یہ اب تیسرا واقعہ ہے اس کی طرف بھی اللہ تعالیٰ ضرور توجہ کریگا۔ اور خدا کا توجہ کرنا تو پھر قہری رنگ میں ہی ہوگا۔

ایک شخص کابلی سید عبد المجید خان نامی چند روز سے قادیان میں آیا ہوا تھا۔ اس نے ...

کلمات طیبات حضرت امام الزمان مسیح الرحمٰن

۴ اپریل ۱۹۰۸ء

کسی صاحب نے حضرت اقدس ؑ کی خدمت میں اس قسم کی ایک درخواست کی تھی کہ یہاں کے رئیس اعظم کو حضرت اقدس ؑ کے حالات کی تحقیق کا شوق ہے لہذا اگر ان کی خدمت میں براہ راست اس قسم کی کوئی تحریر بھیجکر تحریک کی جاوے تو خالی از فایدہ نہ ہوگی۔ اس پر

حضرت اقدس ؑ

نے فرمایا کہ ہم اس قسم کی سردردی کو ہرگز پسند نہیں کرتے اگر ان کو اس قسم کی تحقیق کا خیال ہوتا تو کیوں خود اپنے ہاتھ سے درخواست نہیں کی۔ اصل میں ان لوگوں میں ایک قسم کا مخفی کبر ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ یہ لوگ رعایا پر تو حکومت کرتے ہیں مگر اس طرح سے خدا پر بھی حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ **خدا کے ماموروں میں کبریائی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ظل الٰہی ہوتے ہیں۔ خدا سے ان کو تواضع اور بندوں سے لاپرواہی ہوتی ہے**۔ بجز اس کے کہ ان لوگوں میں سے کوئی شخص خود توجہ کرے اور پھر خدا بھی اس کے لئے دل میں جوش پیدا کردے۔ خواہ نخواہ بناوٹ سے توجہ کرنا بھی ایک قسم کی بت پرستی ہے۔ خدا کے مامور کسی فرد واحد کی خصوصیت کرنا بھی شرک جانتے ہیں کیونکہ ان لوگوں میں باریک در باریک رنگ میں کبر مخفی ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ رض سے یہ سوال

سوال اور اس کا جواب

کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کو کن دلائل سے مانا؟

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ہر ایک شخص کے ذوق اور فہم کے مطابق الگ الگ دلائل ہوتے ہیں۔ جس دلیل سے ایک شخص کسی کی سچائی پر ایمان لاتا ہے ممکن ہے کہ دوسرے کے نزدیک وہ دلیل ہی نہ ہو۔ یا ایک ضعیف دلیل ہو۔ غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رض نے اپنے ایمان کے وجوہ کا اظہار لوگوں کے سامنے نہیں کیا۔ اور اسی طرح تمام ائمہ دین نے جن جن وجوہ سے اسلام اختیار کیا۔ یا کسی کو بزرگ مانا اُن کے وہ ذوقی دلائل ہمیں کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتے جو اُن کے لئے باعث اعتقادات ہوئے۔ ان کا خصوصیت سے ان بڑے لوگوں نے تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ ہم اگر اس سے آگے بڑھیں تو انبیاء و رسل اور ملائکہ نے بھی بیان نہیں کیا کہ کن کن وجوہ سے انھوں نے وحی کے فرشتے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کیا۔ کیونکہ یہ ان کے اپنے ذاتی ذوق ہوتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک دلیل جس سے کوئی خاص شخص کسی امر کی سچائی پر یقین کرتا ہے وہی تمام دنیا کے واسطے اس سچائی پر ایمان لانے کے واسطے حجت نہیں ہو سکتی۔ مخلوق جس طرح اپنے رنگ شکل و شباہت۔ اور آرزوؤں کے لحاظ سے مختلف واقع ہوئی ہے اسی طرح بلحاظ ذوق بھی اس میں عظیم اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور اس کی ہزارہا مثالیں دنیا میں موجود ہیں۔ یہی وجوہ ہیں کہ میں بھی اس معاملہ میں اپنے ذوق کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ میں بہت سے وجوہ سے

قبولیت دعاء

کا بڑا قائل ہوں۔ اور میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ہزاروں قسم کے مشکلات میں تجربۃً دعاؤں کو بہت ہی مفید پایا ہے اور یہ کہا جائے خود ایک بڑا بھاری سلسلہ ہے۔ اگر خدا نے توفیق دی تو میں اپنی دعاؤں کے اس بڑے حصے کو بھی بیان کرونگا۔ اس وقت میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ اور دعاؤں کا خیال مجھے سن بلوغ سے بھی پہلے کا پیدا ہوا ہے اور میں نے ہمیشہ بڑے بڑے خطرناک اور ہلا دینے والے وقتوں میں دعاؤں کا تجربہ کیا ہے۔ اور ایک مسلمان انسان کے واسطے یہ مسئلہ کافی ہے کہ مضطر انسان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں وارد ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ۔ لہٰذا ایک مسلمان عقیدہ کے انسان کے واسطے قبولیت دعا کی فلاسفی پر کوئی لمبی چوڑی بحث کرنے کی حاجت بھی نہیں معلوم ہوتی۔

شہر میں داخل ہونے کی دعا اس کے بعد ایک اور امر جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے میرا یہ قاعدہ ہے کہ میں جب کسی شہر میں جاتا ہوں یا کسی گاؤں کی طرف رخ کرتا ہوں اور اس شہر یا گاؤں کے قریب پہنچکر اُس کی بیرونی حالت کو دیکھ لیتا ہوں تو وہیں سے نہایت اضطراب اور درد دل سے وہ دعاء مسنونہ ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں جو نبی کریم ؐ نے ایسے وقت مانگنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور میرے دوست جو میری صحبت میں رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں نے اپنے وعظوں۔ لیکچروں اور درس قرآن میں اس کا بارہا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم رب السمٰوات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیٰطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین فانا نسئلک خیر ھٰذہ القریۃ وخیر اھلھا۔ ونعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا۔ اللھم بارک لنا فیھا (تین بار) اللھم ارزقنا جناھا وحببنا الیٰ اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔ اب میں بڈھا ہوگیا ہوں مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بچپن سے لیکر اب تک جن لوگوں کو میں نے اپنا دوست بنایا ہے وہ آج تک باوجود میری بہت عظیم الشان لغزشات۔ یا وسیع علوم اور تجاربہ کے آج بھی مجھکو وہ لوگ نیک ہی نظر آتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی بد شان کو میرے ساتھ کبھی تعلق پیدا ہوا۔ اور یہ خاص خدا کا فضل ہے۔

میں نے بہت بزرگوں سے بیعت بھی کی ہے منجملہ اُن مشہور لوگوں کے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدنی مجددی بھی ہیں۔ اور ملک بخارا کی طرف کے مشہور لوگوں میں سے حضرت محمد جی نامی میرے پیر و مرشد تھے اور علماء میں سے مولوی عبد القیوم صاحب مرحوم مولوی عبد الحی صاحب مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ اور ان کے سوا اور اور بزرگ بھی ہیں۔

میں نے بڑے بڑے شہروں مثلاً۔ لکھنؤ۔ رام پور۔ بھوپال۔ مکہ معظمہ۔ یمن۔ مدینہ طیبہ اور آخر کشمیر وغیرہ میں اس دعا کے بعد جن جن لوگوں سے تعلق محبت یا نیاز پیدا کیا ہے وہ سب کے سب بحمد اللہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی میری سچی اور درد دل کی دعاؤں کو ضائع نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی مجھے کسی دھوکہ میں مبتلا کیا۔

حضرت مرزا صاحب

مباحثہ کا خیال مجھے پہلے پہلے اس بات سے پیدا ہوا کہ ایک بڑا انگریزی تعلیم یافتہ اور بہت بڑا عہدہ دار شخص جو کہ مسلمان کہلاتا تھا میرا اُس سے حضرت نبی کریم ؐ کی نبوت کے معاملہ میں مباحثہ ہوا۔ کیونکہ وہ ایسے دعاوی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ آخر کار دوران گفتگو میں اُس نے تسلیم کیا کہ میں حضرت محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین یقین کرتا ہوں۔ لہٰذا اس معاملہ میں میں اب بحث نہیں کرتا۔ اس پر میں نے اس سے پوچھا کہ بھلا ختم نبوت کی کوئی دلیل تو بیان کرو۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ اس شخص نے اس وقت یہ اقرار صرف پیچھا چھڑانے کی غرض سے کر لیا ہے۔ چنانچہ میرا وہ خیال درست نکلا اور اس نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت ؐ کی کمال دانائی اور عاقبت اندیشی اس امر سے مجھے معلوم ہوتی ہے کہ آپ ؐ نے ختم نبوت کا دعوےٰ کیا کیونکہ آپ ؐ زمانہ کی حالت سے یہ یقین کر چکے تھے کہ لوگوں کی عقلیں اب بہت بڑھ گئی ہیں۔ اور کہ آئندہ ایسا زمانہ اب نہیں آوے گا کہ لوگ آئندہ کسی کو مرسل یا مہبط وحی مان سکیں۔ اسی بنا پر آپ ؐ نے (نعوذ باللہ) دعوےٰ کر دیا کہ میں ہی خاتم النبیین ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں آپ ؐ کو بڑے اعلیٰ درجہ کا دانا اور عاقبت اندیش

انسان مانتا ہوں میں نے اس دلیل کو سنکر بہت ہی پیچ کیا۔ اور میرے دل کو سخت صدمہ اور دکھ پہنچا کہ یہ شخص بڑا ہی عجوبہ ہے اور بے باک ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولیاء کرام کے حالات سے بھی نابلد محض ہے۔ اب چونکہ ایک طرف تو اس سے مباحثہ ہوا تھا۔ اور اس کا صدمہ دل پر ابھی باقی تھا۔ دوسری طرف وہیں کے پرائم منسٹر نے مجھے

حضرت اقدس ؑ کا پہلا اشتہار

دیا جس میں اس سوفسطائی کا ظاہر اور بیّن جواب تھا جونہی کہ پرائم منسٹر نے مجھے وہ اشتہار دیا میں فوراً اُسے لیکر اُسی عہدہ دار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ دیکھو تمہاری وہ دلیل کیسی غلط اور ظنی ہے۔ اس وقت بھی ایک شخص نبوت کا مدعی موجود ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ یہ سُنکر وہ نہایت گھبرایا اور متحیر ہو کر بولا کہ اچھا دیکھا جاوے گا۔

آپ رض کا قادیان آنا میں تو چونکہ مجھے ایک تازہ چوٹ اسی وقت لگی تھی فوراً اس اشتہار کے مطابق اس امر کی تحقیقات کے واسطے **قادیان** کی طرف چل پڑا۔ اور روانگی سے پہلے اور دوران سفر میں اور پھر قادیان کے قریب پہنچکر قادیان کو دیکھتے ہی نہایت اضطراب اور کپکپا دینے والے دل سے دعائیں کیں۔

جب میں قادیان پہنچا۔ تو جہاں میرا یکہ ٹھیرا وہاں ایک بڑا محراب دار دروازہ نظر آیا جس کے اندر چارپائی پر ایک بڑا ذی وجاہت آدمی بیٹھا نظر آیا۔ میں نے یکہ بان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا مکان کونسا ہے۔ جس کے جواب میں اُس نے اُسی رشئیل مشتبہ داڑھی والے کی طرف جو اُس چارپائی پر بیٹھا تھا اشارہ کیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں۔ مگر خدا کی شان اُس کی شکل دیکھتے ہی میرے دل میں ایسا انقباض پیدا ہوا کہ میں نے یکے والے سے کہا کہ ذرا ٹھیر جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا اور وہاں میں نے تھوڑی دیر کے واسطے بھی ٹھیرنا گوارا نہ کیا۔ اس شخص کی شکل ہی میرے واسطے ایسی صدمہ وہ تھی کہ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ آخر طوعاً و کرہاً میں اس مرزا کے پاس پہنچا۔ میرا دل ایسا منقبض اور اس کی شکل سے متنفر تھا کہ میں نے السلام علیک تک بھی نہ کہی۔ کیونکہ میرا دل برداشت ہی نہیں کرتا تھا۔ الگ ایک خالی چارپائی پڑی تھی اسپر میں بیٹھ گیا اور دل میں ایسا اضطراب اور تکلیف تھی کہ جس کے بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے کہ لوگ

مبالغہ نہ سمجھ لیں

بہرحال میں وہاں بیٹھ گیا۔ دل میں سخت متحیر تھا کہ میں یہاں آیا کیوں۔ ایسے اضطراب اور تشویش کی حالت میں اُس مرزا نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے نہایت روکھے الفاظ اور کبیدہ کبیدہ دل سے کہا کہ پہاڑ کی طرف سے آیا ہوں۔ تب اُس نے جواب میں کہا کہ آپ کا نام نورالدین ہے؟ اور آپ جموں سے آئے ہیں؟۔ اور غالباً آپ مرزا صاحب کو ملنے آئے ہوں گے۔ بس یہ لفظ تھا جس نے میرے دل کو کسی قدر ٹھنڈا کیا۔ اور مجھے یقین ہوا کہ یہ شخص جو مجھے بتایا گیا ہے مرزا صاحب نہیں ہیں۔ میرے دل نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ میں اس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں اگر آپ مجھے مرزا صاحب کے مکانات کا پتہ دیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اسپر اُس نے ایک آدمی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مجھے بتایا کہ اُن کا مکان اس مکان سے باہر ہے۔ اتنے میں حضرت اقدس ؑ نے اُس آدمی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ نماز عصر کے وقت آپ ملاقات کریں۔ یہ بات معلوم کر کے میں معاً اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس جگہ نہ ٹھیرا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شریف انسان کسی شریف انسان کے مکان پر جاتا ہے اور **سلام علیک** تک کا روادار نہیں ہوتا باوجودیکہ صاحب مکان اس کی ہر طرح کی مدارات بھی کرتا ہے۔؟ آپ غور کریں کہ یہ کس قسم کے قلب ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں

غرض عصر کے بعد

حکیم الامۃ رض کا ایک رویا حضرت اقدس ؑ تشریف لائے۔ اور مجھے فرمایا کہ میں ہوا خوری کے واسطے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلینگے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ چنانچہ رستے میں مینے اپنا ایک رویا بیان کیا جس میں میں نے نبی کریم ؐ کو دیکھا تھا۔ اور عرض کیا تھا کہ کیا حضرت ابوہریرہ رض کو آپ کی احادیث بہت کثرت سے یاد تھیں؟ اور کیا وہ آپ کی باتوں کو ایک زمانہ بعید تک بھی نہیں بھولا کرتے تھے؟ آپ ؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ مینے عرض کیا کہ کیا کوئی تدبیر ہو سکتی ہے کہ جس سے آپ کی حدیث نہ بھولے؟۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو میں تمہیں کان میں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ؐ نے اپنا مُنہ مبارک میرے کان کی طرف جھکایا اور دوسری طرف معاً ایک شخص نورالدین نام میرے شاگرد نے مجھے بیدار کر دیا۔ اور کہا کہ ظہر کا وقت ہے آپ اُٹھیں۔

یہ ایک ذوقی بات تھی کہ میں نے مرزا صاحب کے سامنے اسے پیش کیا کہ کیوں وہ معاملہ پورا نہ ہوا؟۔ اسپر آپ ؑ کھڑے ہو گئے اور میری طرف منہ کر کے ذیل کا شعر پڑھا ؎

من ذرہ ز آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

پھر فرمایا کہ جس شخص نے آپ کو جگایا تھا اُسی کے ہم ملنے کوئی آیت قرآن کریم کی ہے اور وہ یہ ہے۔ لا یمسہ الا المطہرون۔ غرض یہ تو ایک پہلا بیج تھا جو میرے دل میں بویا گیا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی سادگی جواب اور وسعت اخلاق اور طرز ادا نے میرے دل پر ایک خاص اثر کیا۔

مجاہدہ میں اس وقت تو واپس چلا گیا۔ اور پھر جلدی آیا اور عرض کیا کہ آپ ؑ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ اسکے جواب میں آپ ؑ نے فرمایا کہ مجاہدہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے مقابل پر ایک کتاب لکھو۔ میں نے عرض کیا کہ بعض سوال اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں الزامی جواب ہی دشمن کو خاموش کرتا ہے۔ لہذا اگر ان کے بعض اعتراضات میں صرف الزامی جواب دیا جاوے تو کیا آپ اس طریق کو پسند فرماوینگے؟ کیونکہ بعض اعتراض بہت ہی لاجواب ہوتے ہیں۔ تو فرمایا بڑی ہی بے انصافی ہوگی اگر ایک بات جسکو انسان خود نہیں مانتا دوسرے کو منوانے کیواسطے تیار ہو۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی مشکل سوال اگر آپکے راہ میں آجاوے جس کا جواب ہرگز آپ کی سمجھ میں نہ آسکتا ہو

حل مشکلات کے لئے تو اُس کے واسطے یہ راہ مناسب ہے کہ اس کے جواب کے لئے آپ اس سوال کو نہایت ہی خوشخط اور جلی قلم سے لکھکر اپنی اکثر اوقات نشستگاہ کے سامنے جہاں ہمیشہ نظر پڑتی رہے لٹکا دیا کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے **خاص فضل** سے وہ فیضان نازل فرمائے جس سے کسی بھی اسلامی صداقت کے متعلق آپ کو کوئی مشکل پیش آئی ہو۔ **غرض** اس طریق دعا کا میں کم و بیش پہلے ہی سے قائل تھا آج مجھ پر اس کی مضبوطی حضرت اقدس ؑ نے ظاہر کر دیا۔ یہ بہت پرانی بات ہے پھر آپ کو میں کیا سناؤں کہ مجھے کس طرح سے اس مجاہدہ کرنے کے سامان میسر آگئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ میرا ایک ہم مکتب حافظ عیسائی ہو چلا۔ اور اُس نے عیسائیت کے متعلق مجھ سے مباحثہ کیا۔ اور پھر مجھے باوجود کثرت کاروبار کس طرح فرصت مل گئی۔ اور اس کتاب کے چھپنے کے لئے کس قدر مال مجھے ایسی جگہ سے مل گیا جہاں میرا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس کتاب کے چار جلد تھے نام اسکا **فصل الخطاب** تھا۔ خدا کی شان کہ صرف دو ہی جلد کے شائع ہونے پر میرا اس ہم مکتب حافظ دوست اور اور بھی جو اُس کے ساتھ شریک تھے اور بعض عجوبوں نے مجھے میری کامیابی پر مبارکباد دی۔ اور خدا تعالیٰ نے میری اس محنت کو محض اپنے فضل سے قبول فرمایا۔ یہ میری پہلی ہی تصنیف تھی جسکے لکھنے کیلئے مرزا صاحب نے مجاہدہ کا حکم دیا تھا۔ اس بیج کا جو درخت بن سکتا ہے اب آپ اسکو سمجھ سکینگے۔ اور اگر نہ سمجھ سکیں تو پھر کبھی اگر چاہیں تو مجھے اطلاع دیں۔

دعا مدد

امتحان انٹرینس میں جو تین لڑکے یعنی گوہر دین (۲) خواجہ عبدالرحمٰن (۳) میاں فیض احمد زیر تجویز ہیں۔ وہ احباب سے بصد انکسار دعا کی التجا کرتے ہیں۔

نتیجہ امتحان الیف۔ اے

خوشی کی بات ہے۔ کہ چوہدری فتح محمد صاحب اور بابو عبدالعزیز صاحب دو ایف۔ اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔

مراسلت

(رقم زدہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحبہ)

پھر چلے آتے ہیں لوگو زلزلے آنے کے دن
زلزلے کیا اس جہان سے کوچ کر جانے کے دن
سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے

مورخہ ۱۵ مارچ ساڑھے بارہ بجے رات کے جبکہ میں اپنے خیال میں محو ہو کر مضمون لکھ رہی تھی دفعتہً زلزلہ کا دھکا لگا پھر دوسرا جھٹکا ذرا آہستہ آیا (چونکہ میں جاگ رہی تھی میں نے اسے اچھی طرح محسوس کیا) خدا کی ہیبت نے اپنا نقشہ جمایا اور بے ساختہ یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاویں سورج مغرب سے نمودار ہو مگر فرستادہ خدا کی باتیں ہرگز ہرگز پورا ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔

مجھے حیرانگی بلکہ سخت حیرت آتی ہے جبکہ ہر ہفتہ کی اخبار میں کسی نہ کسی جگہ کا زلزلہ دیکھتی ہوں شاید ہی کوئی ہفتہ ہوگا جس میں زمین کے زیر و زبر ہونے کی خبر مندرج نہ ہو مگر جب انھیں اخباروں کے پچھلے دس پندرہ سال کے فائل اٹھا کر دیکھئے تو زلزلوں کی یہ روز افزوں ترقی ہرگز نظر نہیں آئیگی۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہیئت دان اور سائینس دان ان زلزلوں کے آنے کا کیا سبب بتلاتے ہیں۔ دونوں گروہ متفق ہو کر یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ زلزلے اس وقت تک پہنچے کہ زمین کے بخارات نکلنے یا کسی آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے آتے ہیں۔ ان الفاظ نے میرے دل پر الٹا اثر کیا۔ میری حیرت اور بھی ترقی کر گئی اور دل نے بے اختیار ہو کر سوال کیا کہ کیا زمین پچھلے سالوں میں (کسی خاص موقعہ کے واسطے) بخارات بند ہی کئے رکھتی تھی اور نہ ہی کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹتا تھا۔ یہ زمین اور پہاڑوں نے اپنا جمع کیا ہوا سرمایہ ہمارے حضرت اقدس کی تائید میں ہی کیوں اگلنا شروع کر دیا؟ اور الہامات کے پورا ہونے کا سامان خود ہی مہیا کر دیا؟ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ قرآن کریم جو کہ خدا کی کتاب اور سب علموں کا خلاصہ نچوڑ اور روح ہے وہ زلزلوں کے بارے میں کیا فرماتا اور آنے کا سبب کیا بتلاتا ہے۔ قرآن کریم کھولا تو یہ آیت نکلی۔

وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ اور کہا انھوں نے اے صالح لے آ ہمارے پاس جو وعدہ دیتا ہے تو ہم کو اگر ہے تو پیغمبروں سے۔ پس پکڑا ان کو زلزلے نے پس صبح کو اٹھے بیچ گھروں اپنوں کے زانو پر گرے ہوئے۔

اس خدا کا قانون جو مالک ارض و سما اور علام الغیوب ہے صاف بتلا رہا ہے کہ زلزلے مامور من اللہ کی مخالفت کے باعث ہی آتے ہیں جیسا کہ حضرت صالح کی قوم ان کے نہ ماننے کے سبب تہ و بالا کی گئی فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۔ ترجمہ پس بھیجا ہم نے اوپر ان کے عذاب آسمان سے بہ سبب اس کے کہ تھے ظلم کرتے۔ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۔ ترجمہ۔ پس پکڑ لیا اُن کو عذاب نے اور وہ ظالم تھے۔ ظالم لوگ اپنے ہادی کے نہ ماننے کے باعث شرک کی زنجیروں میں زیادہ جکڑے جاتے ہیں فرستادہ خدا کو جو کہ ایک خدا واحد کی بندگی کرنے کی تعلیم دیتا ہے اس کے ساتھ کئی کٹ حجتیاں کرتے ہیں جس کے باعث ان پر خدا کی پھٹکار پڑتی ہے فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ والا معاملہ پیش آ جاتا ہے وہ اپنے گناہوں میں دن بدن زیادہ ترقی کرتے جاتے ہیں حتی کہ زمین ان کے گناہوں سے پر ہو جاتی ہے اور وہ **خوف الٰہی سے کانپنے لگتی ہے** ۔ ان زلزلوں کو خفیف سا نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو کسی آنے والی بڑی بھاری آفت کا پیش خیمہ خیال کرنا چاہئے یہ خداوند ذوالجلال کی مہربانی ہے کہ ہم کو بار بار خواب غفلت سے بیدار کر رہے اور اشارتاً و کنایتاً سمجھا رہے ہیں اور اپنی کلام پاک میں بھی فرماتا ہے۔ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ترجمہ کہ سیر کرو بیچ زمین کے پس دیکھو کیا ہوا انجام گناہگاروں کا۔ ہمیں بھی جلدی اپنی خبر لینی چاہئے کہ مبادا ہم کو بھی وہ حضرت صالح کی قوم والا زلزلہ نہ پکڑے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی سنت ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ۔ ترجمہ ہم جب تک کوئی رسول مبعوث نہ کر لیں۔ عذاب دینے والے نہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اس زمانہ سے بڑھکر مصائب اور تکلیفیں کب نازل ہوئیں یہ سب آفات ارضی و سماوی اُس کے فرستادہ کی تکذیب کے باعث آ رہے ہیں یہ خدا کی شکر ہے اس کو عنایت الٰہی سمجھو کیونکہ اپنے فرستادوں کا معاون وہ خداوند ہو جاتا ہے جس نے کُن کے لفظ سے کارخانہ عالم کو بنا لیا جو کہ رب العالمین ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے پیارے اور سچے مسیح مرزا صاحب کی عزت برقرار رکھیگا اس کے دشمنوں کو ہمیشہ ذلت اور خواری کی مار دیگا۔ اور ان کا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ترجمہ تحقیق گذرے ہیں پہلے تم سے راہیں پس سیر کرو بیچ زمین پس دیکھو کیونکر ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔ اس کے جھٹلانے والے ہمیشہ ہی نامرادی اور ناکامی کی موت سے مریں گے۔ جیسا کہ کلام عزیز خود بیان فرما رہی ہے اور توجہ دلا رہی ہے۔ اور یہ آزمایش شدہ نسخہ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ کہ تم دنیا کی سیر کرو تا کہ تمہیں پتہ لگے کہ مامور من اللہ کی مخالفت کرنے والے کیسے تباہ برباد ہوئے گویا کہ یہ ایک مجرب نسخہ ہے جیسا کہ سنکھیے کی تاثیر ہلاکت ہے جیسا اس کے کھانے والا مر جاتا ہے کیونکہ وہ مجرب چیز ہے ایسا ہی یہ بھی مجرب نسخہ ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خداوند کریم عزوعلا ہر ایک کو اس گناہ عظیم سے بچاوے۔ آمین ثم آمین۔ (راقمہ عاجزہ اہلیہ ملک کرم الٰہی)

فتوائے کفر کی تجدید

آجکل ایک تازہ کفرنامہ جالندھر سے شائع ہوا ہے جس پر بڑے زور شور سے پشاور سے لیکر مدراس تک نام کے علماء نے ایک دوسرے سے بڑھکر بڑھکر اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔ ہم تو اس کو اپنے واسطے موجب برکات اور فیضان الٰہی کے نزول اور نصرت ایزدی کا باعث یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ سالہائے دراز کا تجربہ بتاتا ہے کہ جب جب دشمنوں کی طرف سے شرارت اور دکھ پہنچانے کی کوئی کوشش ہوئی ہے تب ہی خدا کی نصرت اور فیضان و برکات کا نزول بھی بڑے زور سے خدا کے مرسل صادق علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے شامل حال ہوا کیا ہے۔ اور جس رنگ میں کوئی خدا کے فرستادہ کی مخالفت کے لئے اٹھا ہے اُسی رنگ سونہ کی کھا کر ندامت و ذلت کے اندھیر گھپ گڑھے میں گرا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی اس رنگ میں ایک فتویٰ تیار کیا گیا تھا اور ایک حزب الشیطان نے مامور سلطانی مرسل یزدانی کے سامنے اپنی ایک فہرست پیش کی تھی۔ جس میں سے خدا کے غضب اور قہر کی آگ نے بعض کو تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق کر کے حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اور بعض کو جن میں مادہ رشد اور سعادت تھا محض اپنے فضل سے ہدایت بخشی اور ایک گروہ کو محض اپنی رحمت اور لطف سے ایک عرصہ کے واسطے ڈھیل دی تا کہ وہ دوسروں کے حالات سے عبرت پکڑیں۔

اب پھر تازہ بتازہ ایک فہرست اپنے ناموں کی ان لوگوں نے خدا کے مامور و مرسل کے حضور پیش کی ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو پہلے انبیاء کے مکذبوں کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور جو بعض پہلی فہرست والوں کے ساتھ ہوا۔ اس فتویٰ کے متعلق

حضرت اقدس

نے فرمایا کہ انصاف کی یہ شرط تھی کہ یہ لوگ جلدی نہ کرتے۔ اور اگر ابتک بھی باوجودیکہ ہزارہا نشانات ارضی و سماوی ہماری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لمبا زمانہ جو کہ آں حضرتؐ کی نبوت کے زمانہ کے برابر ہے ہم نے پالیا ہے جو کہ کبھی کسی مفتری کو نہیں ملتا۔ ان کو ہمارے متعلق شبہات تھے تو ان کو چاہیئے تھا کہ یہ ایک جماعت بن کر ہمارے پاس آتے اور اپنے تمام شبہات پیش کرتے اور ایک بارگی تمام بخار نکال دیتے۔ پوری تحقیقات کے بعد ان کا حق تھا کہ ہمیں کچھ کہتے۔ متقی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر پوری تحقیق کے محض جوشِ نفس کے باعث حد سے بڑھ جاوے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

فتویٰ ہیں بڑا زور اس بات پر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ سے بڑھکر بنتے ہیں۔ مگر خدا جانے ان کی عقلوں پر تعصب کے کیسے پردے پڑ گئے ہیں۔ قرآن شریف میں حضرت مسیحؑ کے متعلق یہی لفظ ہیں وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ یہ تو نہیں فرمایا هُوَ الْمُقَرَّبُ۔ مقربان بارگاہ کے ضمن میں ایک حضرت عیسیٰ بھی ہیں۔ حصر کہاں سے نکال لیتے ہیں۔ ترقیات کا دروازہ خدا نے تو بند نہیں کیا۔ اگر یہ دروازہ بند ہو جاتا تو یقیناً دنیا کا بھی خاتمہ ہی ہو جاتا ؂

خطبہ جمعہ مسجد اقصیٰ

(از حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۷ اپریل ۱۹۰۸ء

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ اخلاص تمام تر نماز کے بعد جو وظائف مقرر ہیں اُن میں سے چاروں قل۔ آیۃ الکرسی۔ اور تسبیح۔ تحمید۔ اور تکبیر کے اذکار بھی ہیں۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کے متعلق پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ آج اس مختصر سورۃ کے معانی سنائے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورۃ ثواب میں قرآن شریف کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔ یہ بات بالکل سچی اور بہت ہی سچی ہے۔ اس واسطے کہ قرآن شریف مشتمل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کے معاملات دنیوی امور یعنے اخلاقی۔ معاشرتی۔ تمدنی اور امورِ آخرت یعنے قیامت کے متعلقہ مضامین پر۔ اور اس سورۃ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے صفات اور اُس کی ذات کے متعلق ہی ذکر ہے اس طرح سے بلحاظ تقسیم مضامین یہ سورۃ قرآن شریف کے ثلث کے برابر ہے۔ یعنے قرآن کریم کے تین اہم اور ضروری مضامین میں سے ایک مضمون کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سورۃ فاتحہ سے جو کہ قرآن شریف کی کلید اور ام الکتاب ہے شروع ہوئی ہے۔ اور یہ ام الکتاب ضَالِّيْنَ پر ختم ہوئی ہے۔ ضال کہتے ہیں کسی سے محبت بے جا کرنے کو۔ یا جہالت سے کام لینے اور سچے علوم سے نفرت اور لاپرواہی کرنے کو۔ صرف دو شخص ہی ضال کہلاتے ہیں ایک تو وہ جو کسی سے بیجا محبت کرے۔ دوسرا وہ جو سچے علوم کے حصول سے مضائقہ کرے۔

انسان ہر روز علم کا محتاج ہے

سچائی انسان کے قلب پر علم کے ذریعہ سے ہی اثر کرتی ہے۔ پس جو علم نہیں سیکھتا اُس پر جہالت آتی ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے جس سے انسان اچھے اور بُرے مفید اور مضر نیک اور بد حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ضال نصاریٰ ہیں۔ دیکھ لو انھوں نے اپنی آسمانی کتاب کو کس طرح لینے تصرف میں لاکر ترجمہ در ترجمہ۔ ترجمہ در ترجمہ کیا ہے کہ اب اصل زبان کا پتہ ہی نہیں لگتا۔ صاف بات ہے کہ ترجمہ تو خیال ہے مترجم کا۔ غرض علوم الٰہی اور کتب سماوی میں انھوں نے ایسا تصرف کیا اور جہالت کا کام کیا ہے کہ وہ اصل الفاظ اب ملنے ہی محال ہیں۔

دوسری طرف حضرت مسیحؑ کی محبت میں اتنا غلو کیا ہے کہ اُن کو خدا ہی بنا لیا۔ اور اس سورۃ میں اُس قوم نصاریٰ کا ذکر ہے اور یہ سورۃ قرآن شریف کے آخر میں ہے۔ اور یہ ضال کی تفسیر ہے اور ضال کا لفظ ام الکتاب کے آخر میں ہے۔ پس اس طرح سے ام الکتاب کے آخر کو قرآن کے آخر سے بھی ایک طرح کی مناسبت ہے۔

ایک صحابیؓ جو کہ میرا اپنا خیال ہے کہ غالباً وہ عیسائیوں کے پڑوس میں رہتا ہوگا وہ اس سورۃ کا ہر نماز میں التزام کیا کرتا تھا۔ بلکہ خود آں حضرتؐ نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ آپؐ صبح کی سنتوں میں غالباً زیادہ تر قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (اخلاص) ہی پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز (جو کہ جہری نماز ہے) میں بھی اول رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (اخلاص) اکثر پڑھا کرتے تھے۔ وتروں میں بھی آں حضرتؐ کا یہی طریق تھا۔ چنانچہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (اخلاص) بہت پڑھا کرتے تھے۔ غرض نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ اوراد میں اس سورۃ شریف کی

بڑی فضیلت آئی ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ تو کہدے (وہ جو اس کا کہنے والا ہے) اللہ ہے اور وہ واحد ہے۔ ساری ہی صفات کاملہ سے موصوف اور ساری بدیوں سے منزہ ذات بابرکات ہے۔

یہ پاک نام اور اس کے رکھنے کا فخر صرف عربوں ہی کو ہے۔ اللہ کا لفظ انھوں نے خالص کر کے صرف صرف خدا کے واسطے خاص رکھا ہے۔ اور اُن کے کسی معبود بت۔ دیوی دیوتا پر انھوں نے یہ نام کبھی بھی استعمال نہیں کیا۔ مشرک عربوں نے بھی اور اُن غیر عربوں نے بھی بجز خدا کی ذات کے اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے کے حق میں نہیں کیا خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور واجب التعظیم اُن کا کیوں نہ ہو۔ یہ فخر بجز عرب کے اور کبھی کسی ملک اور قوم کو نصیب نہیں۔

زبان انگریزی سے بندہ خود تو واقف ہوں نہیں مگر لوگوں سے سنا ہے کہ اس زبان میں بھی کوئی مفرد لفظ خاص کر کے خالصاً للہ نہیں ہے۔ ہر لفظ جو وہ خدا کے واسطے بولتے ہیں وہ اُن کی زبان کے محاورے میں اوروں پر بھی بولا جاتا ہے۔

سنسکرت میں تو بَیّن علیٰ وجہ البصیرت کہ سکتا ہوں کہ اول ہی اول جو ان کی کتابوں میں خدا کا نام رکھا گیا ہے وہ اگنی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگنی آگ پر بھی بولا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور اور جو نام بھی ویدوں میں پرمیشر پر بولتے ہیں وہ سارے کے سارے ایسے ہی ہیں کہ جن کی خصوصیت خدا کے واسطے نہیں بلکہ وہ سب کے سب اور دیوی دیوتاؤں وغیرہ پر بھی بولے جاتے ہیں۔

یہ فخر صرف اسلام ہی کو ہے کہ خدا کا ایسا نام رکھا گیا ہے کہ جو کسی معبود وغیرہ کے واسطے نہیں بولا جاتا۔ اَحَدٌ وہ اللہ ایک ہے۔ نہ کوئی اس کے سوا معبود اور نہ اس کے سوا کوئی تمہارے نفع و ضرر کا حقیقی مالک ہے۔ کاملہ صفات سے موصوف اور ہر بدی سے منزہ اور ممتاز و پاک ذات ہے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اللہ ہے صمد۔ صمد کہتے ہیں جس کی طرف اُن کی احتیاج ہو اور خود وہ نہ محتاج

نہیں ہو۔ صمد سردار کو کہتے ہیں۔ اور صمد اس کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر سے نہ کچھ نکلے۔ اور نہ اُس میں کچھ گھسے۔ یہ ایسا پاک نام ہے کہ انسان کو اگر اللہ تعالیٰ کے اس نام پر کامل ایمان ہو تو اس کی ساری حاجتوں کے لئے کام کافی اور سارے دُکھوں سے نجات کے سامان ہو جاتے ہیں۔ میں خود تجربہ کہتا ہوں اور اس امر کی عملی شہادت دیتا ہوں کہ جب صرف اللہ ہی کو محتاج الیہ بنا لیا جاتا ہے تو بہت سے ناجائز ذرائع اور اعمال مثلاً کھانے۔ پینے۔ مکان۔ مہمانداری۔ بیوی بچوں کی تمام ضروری حاجات سے انسان بچ جاتا ہے۔ جوں جوں دنیا خدا سے دور ہو کر آمدنی کے وسایل سوچتی ہے اور دنیوی آمد میں ترقی کرتی جاتی ہے توں توں

قدرت اور منشاء آلہی

اِن آمدنیوں کو ایک خرچ کا کیڑا بھی لگا دیتا ہے۔ گھر کی مستورات سے ہی لو اور پھر غور کرو کہ اس قوم نے کس طرح محنت اور کاروبار خانگی سے دست برداری اختیار کی ہے۔ چرخہ کاتنا یا چکی پیسکر گھر کی ضرورت کو پورا کرنا تو گویا اس زمانہ میں گناہ بلکہ کفر کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ کام کاج (جو کہ دراصل ایک مفید ورزش تھی جس سے مستورات کی صحت قائم رہتی اور دودھ صاف ہو کر اولاد کی پرورش اور عمدہ صحت کا باعث ہوتا تھا) تو یوں چھوٹا۔ اخراجات میں ایسی ترقی ہوئی کہ آجکل کے لباس کو دیکھکر مجھے تو بار ہا تعجب آتا ہے ایسا نکما لباس ہے کہ دس پندرہ ۱۵ دن کے بعد وہ نکما محض ہو کر خادمہ یا چوہڑی کے کام کا ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرت کہ پھر وہ چوہڑی بھی اُس سے بہت عرصہ تک مستفید نہیں ہو سکتی۔ وہ کپڑے کیا ہوتے ہیں وہ تو ایک قسم کا مکڑی کا جالا ہوتا ہے جس میں بیٹھ کر وہ شکار کرتی ہے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور خطرناک گھن لگا ہوا ہے وہ یہ کہ اشیاء خوردنی کا نرخ بھی گراں ہو رہا ہے۔ ہر چیز میں گرانی ہے اگر آمدنی کی ترقی ہوئی تو کیا فایدہ ہوا دوسری طرف خرچ کا پیڑ بھاری ہو گیا۔ بات تو وہیں رہی۔

ہمارے شہر کا ذکر ہے کہ ایک قوم ۲؍ روز کے حساب سے ایک ... مزدوری کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ انھوں نے مل کر یہ منصوبہ کیا کہ بجائے ۴ دن کے ۵ دن میں روپیہ لیا کریں اور جو شخص ہم میں سے اس کی خلاف ورزی کرے اُس کی سزا یہ ہے کہ اُس کی عورت کو طلاق۔ مگر خدا کی قدرت وہ کام نہ چل سکا اور آخر مجبوراً اُن کو فتویٰ لینا پڑا کہ اب کیا کریں۔ مُلاں کے پاس گئے تو اُس نے کہہ دیا کہ تمہاری مسجدیں چند روز مفت کام کرو جواز کی راہ نکل آوے گی۔ غرض ایک تو وہ وقت تھا اور ایک اب ہے کہ وہ روپیہ روز بلکہ بعض سوا روپیہ روزانہ کماتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کام بھی اُس وقت کی برابر عمدہ اور مضبوط نہیں اور مقدار میں بھی اس وقت سے کم ہے۔ اس وقت وہی لوگ اسی مزدوری میں انجنیرنگ اور نقشہ کشی کرتے تھے اور وہی عمارت کا کام کرتے تھے مگر اب ان کاموں کے واسطے الگ الگ معقول تنخواہ کا ملازم درکار ہے۔

میرے والد صاحب

ایک قسم کی لنگی (کھیس) پہنا کرتے تھے اور وہ کپڑا گھر کا بنایا ہوا ہوتا تھا۔ اُن میں تلا ضرور ہوتا تھا۔ ہماری بہنوں کو فخر ہوا کرتا تھا کہ ہم اپنے والد صاحب کے پہننے کی لنگی اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی ہیں۔

غرض ایک وہ وقت تھا کہ آمدنیاں اگرچہ کم تھیں مگر بوجہ کسب حلال ہونے کے بابرکت تھیں۔ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ (دراصل اگر غور کیا جاوے تو آمدنیاں کم مگر خرچ زیادہ ہیں۔) آمدنی بڑھی تو خرچ بھی ساتھ ہی ترقی کر گئے کیونکہ بوجہ زیادتی اخراجات کے لوگ اکثر ادھر اُدھر سے آمدنی کے بڑھانے کے واسطے بہت قسم کے ناجائز وسایل اختیار کرتے ہیں۔ اکثر یہی کوشش دیکھی گئی ہے کہ روپیہ آجاوے اس بات کی پروا نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام یہی وجہ ہے کہ وہ بے برکت ہوتا ہے)

تعلیم کا حال دیکھ لو کیسی گراں ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ گورنمنٹ جو ترقی تعلیم کی ازبس خواہاں اور حریص تھی اُسے ایسی مشکلات آگئے کہ اب وہ لڑکوں کے پاس کرنے میں مضائقہ کرتی ہے۔ اور اس فکر میں ہے کہ کسی طرح یہ سلسلہ کمی پر آجاوے اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گی اور ضرور ہو گی کیونکہ خدا کو جب تک اُن کی سلطنت منظور ہے جب تک اُن کی نصرت بھی کرے گا۔

غرض یہ کہ اگر اپنی چالاکی اور ناجائز تدابیر اور ناجائز ذرائع سے مالوں کو بڑھانے کی کوشش کرو گے تو دوسری طرف خدا اس کو خاک میں ملا دیوے گا۔ اس وقت ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے کہ ایک شخص نہایت خوبصورت صندوق جس میں مختلف قسم کے رنگا رنگ کوئی سرخ۔ کوئی سفید کوئی زرد قسم کے ٹکڑے کانچ کے تھے ایک رئیس کے پاس لایا۔ اور پیش کیا کہ آپ اس کو خرید لیں۔ مگر وہ رئیس بڑا عقلمند تھا۔ اگرچہ مشرک تھا اور مشرک عقلمند نہیں ہوتا۔ مگر ایک قسم کی جزوی عقل تھی۔ وہ بات کو سمجھ گیا اور کہا کہ یہ شخص شریر تو نہیں ہے اس کو دھوکہ لگا ہے سو اگر شریر ہوتا تو اس کو میرے پاس آنے کی اس طرح جرأت نہ ہوتی۔ یہ سوچکر اُس سے کہا کہ میں ان کو خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا البتہ یہ ایک ہزار روپیہ تم کو دیا جاتا ہے اس بات کے بدلے کہ تم نے ایسی نایاب چیز ہمیں دکھائی۔ وہ شخص بہت خوش ہو گیا۔ پھر میں نے اُس سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم چند روز یہیں ٹھہر جاؤ۔ پھر ایک دو دن بعد بلوا کر پوچھا کہ تم نے یہ صندوق کہاں سے لیا۔ اُس نے سارا ماجرا کہہ دیا کہ جب دلی کے غدر کے موقع پر افراتفری پڑی تو میں نے سُنا ہوا تھا کہ بادشاہ لوگ اپنے پاس اس قسم کا ایک مختصر صندوقچہ رکھا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت کام آوے تو میں سب سے پہلے قلعہ میں کودا اور یہ صندوقچہ لے بھاگا۔ رئیس کو یقین آگیا کہ واقعی یہی بات ہے۔ مگر اس شخص کے ساتھ کہیں دھوکا کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تو پھر سارا ماجرا بیان کرو کہ یہاں آنے تک اور کیا کیا باتیں پیش آئیں۔ تو اسپر اُس شخص نے بیان کیا کہ رستے میں ایک اور شخص بھی میرا ہم سفر ہوا اور اُس کے پاس بھی ایک صندوق تھا۔ اور وہ یہی تھا۔ اثنائے راہ میں وہ گاہ گاہ مجھے کھولکر اپنا صندوقچہ دکھایا بھی کرتا تھا اور ذکر کرتا تھا کہ میں نے بھی دلی کی افراتفری میں حاصل کیا ہے۔ مگر چونکہ اُس کا صندوقچہ میرے سے عمدہ تھا اور اُس کا مال بھی میرے مال سے اچھا تھا اور پھر وہ گاہ گاہ میرے حوالہ کرکے چلا بھی جاتا تھا اور میرا اعتبار کرتا تھا میں اُس کا اعتبار نہ کرتا اور نہ ہی صندوقچہ اُسے کھول کر دیتا تھا۔ آخر ہوتے ہوتے مجھے اُس کا صندوقچہ پسند آیا میں نے موقع پاکر اپنا تو پڑا رہنے دیا اور اُس کا صندوقچہ لے بھاگا جو میرے خیال میں میرے والے بکس سے عمدہ اور عمدہ مال والا تھا۔ اور یہ وہی صندوقچہ ہے جو میں نے اُس شخص کا حاصل کیا اور اپنا اُس کے واسطے چھوڑا۔ یہ سارا واقعہ سُننے کے بعد اس رئیس نے اُس سے کہا کہ اب وہ ہزار روپیہ تو ہم تمہیں دے چکے اور وہ تمہاری محنت کا پھل تھا جو تمہیں مل گیا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ معمولی جھاڑ فانوس کے ٹکڑے ہیں چاہو ان کو رکھو اور چاہو پھینک دو یہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ اور روشنی کے داروغہ کو بلوا کر اُسے ویسے ہزاروں ٹکڑے بتا دئیے۔ یہ دیکھکر اُس بے چارے کی آنکھیں کھلیں اور اپنے کئے پر پچھتایا۔ رئیس نے کہا کہ خدا رحیم کریم ہے اُس نے تمہاری محنت بالکل ضائع بھی نہ کی اور سزا بھی دے دی کہ تم نے چالاکی سے عمدہ مال حاصل کرنا چاہا تھا۔ اُلٹا اس حرص سے ایک گناہ بھی کیا اور اصل مال بھی برباد کیا۔ اُس کا جو حال ہوا ہو گا اُس کا ہمیں علم نہیں۔

غرض انسان چاہتا ہے کہ میں چالاکی اور دھوکہ سے کامیاب ہو جاؤں مگر خدا اس کو عین اُسی رنگ میں سزا دیتا ہے اور ناکام کرتا ہے جس رنگ میں خدا کو ناراض کرکے فایدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔ یہ قصہ کہانی نہیں بلکہ ایک واقعہ کا بیان کیا گیا اور عقلمند اس سے عبرت پکڑتے ہیں۔ میں نے یہ ایک بات کہی ہے تم اس سے اصل حقیقت کی طرف چلے جاؤ۔

اللہ الصمد - حقیقت میں وہی محتاج الیہ

ہے -

لم یلد - اس کا کوئی بچہ نہیں - کیونکہ وہ صمد ہے - اور بچہ لینے کے واسطے بیوی کی حاجت ہوتی ہے پس وہ لم یلد ہے کیونکہ وہ صمد ہے - خدا کا ولد ماننے میں نہ تو خدا کی صفت صمد ہی رہتی ہے اور نہ صفت احد ہی قائم رہ سکتی ہے - کیونکہ بچے کیواسطے بیوی کی حاجت لازمی ہے اور پھر بیوی اُسی جنس اور کف کی چاہئے تو احد بھی نہ رہا - غرض یہ بالکل سچ ہے کہ لم یلد ہے وہ ذات پاک -

ولم یولد - اور وہ خود بھی کسی کا بیٹا نہیں کیونکہ اس میں بھی والدین کی احتیاج لازمی اور کف ضروری ہے - پس وہ جب صمد ہے - لم یلد ہے اور لم یولد اور لم یکن لہ کفواً احد ذات ہے -

دیکھو میں پھر کہتا ہوں اور درد دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ **اللہ صمد** ہے - اُسی کو اپنا محتاج الیہ بنائے رکھو - کھانے پینے پہننے عزت اکرام صحت عمر علم بیوی بچے اور اُن کی تمام ضروریات کے واسطے اُسی کی طرف جھکو - میں اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب انسان خدا کو اپنا محتاج الیہ یقین کر لیتا ہے اور اس کا کامل ایمان ہو جاتا ہے تو اللہ تعالٰے بھی اس انسان کو کسی انسان کا محتاج نہیں کرتا - میں اپنا ہر روزہ تجربہ بیان کرتا ہوں کہ اللہ صمد ہے

اُسی پر ناز کرو

خدا کو چھوڑ کر اگر مخلوق پر بھروسہ کر دگے تو بجز ہلاکت کچھ حاصل نہ ہوگا - میں نصیحت کے طور پر تم کو یہ باتیں درد دل سے اور سچی تڑپ سے کہتا ہوں کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور ہر ایک ذرہ اُس کے اختیار اور تصرف میں ہے -

لم یکن لہ کفواً احد - کوئی رسول ہو خواہ نبی ولی ہو یا کوئی غوث و قطب کوئی بھی اس کے لگے کا نہیں کوئی بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا - سب اسی کے محتاج ہیں اور اُسی کے نور سے روشنی حاصل کرنیوالے ہیں اور اُسی سے فیض پا کر دنیا کو پہنچاتے رہتے ہیں - وہی ان سب کے کمال و فضل اور حسن و احسان کے انوار کا منبع اصلی ہے - پس جب ایسا خدا موجود ہے تو پھر ایک مومن انسان کو کیا غم ہے؟ اور کونسی خوشی اُس کی باقی رہ گئی ہے؟

حضرت اقدس فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کو اپنے مال پر خوشی ہوتی ہے کسی کو یار دوستوں پر مگر مجھے یہ خوشی کافی ہے کہ

میرا خدا قادر خدا ہے

مگر یہ باتیں ایمان - یقین - فکر اور تدبر کو چاہتی ہیں - اور اس بات کو چاہتی ہیں کہ انسان ہمیشہ رہنے کیواسطے نہیں بنایا گیا - کسی کو کیا علم ہے کہ میں کل رہونگا یا نہیں - اس واسطے میں جب کبھی وعظ کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو ہمیشہ آخری وعظ سمجھکر کرتا ہوں - خدا جانے پھر کہنے کا موقع ملیگا یا نہیں - (اللہ تعالٰی توفیق دے عمل کی - آمین)

[illegible] کے بعد

ایک دوست نے سوال پوچھا تھا کہ صلوٰۃ اور برکات تو سمجھے مگر یہ جو قرآن شریف میں آیا کہ **سلموا تسلیما** سلام اور تسلیم کیا ہے؟

اس کے واسطے یاد رکھنا چاہئے کہ آں حضرت ؐ ایک دین لائے تھے - جس کا نام اسلام ہے اور وہ حقیقی خوشی راحت اور خوشحالی کی جڑ - اور سرچشمہ ہے - اس کی تعلیم پر چلنے سے انسان ہر دکھ سے نجات پاتا اور ہر سکھ اُسے میسر ہوتا ہے - دیکھو میں بہت بڑی عمر پا چکا ہوں اور اب بڈھا ہو گیا ہوں اس لئے میری شہادت اس امر میں کافی ہے -

قاعدہ ہے کہ ہر انسان کو ضرورتیں ہوتی ہیں - اور کچھ اسکے ارادے اور خواہشات ہوتی ہیں کبھی کبھی انسان کو ان کے پورا کرنے کی کوششوں میں غلط کارروائی کی وجہ سے تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں - اور بجائے نفع کے نقصان بھگتنا پڑتا ہے - جتنی جتنی کوئی چیز نازک اور عظیم الشان ہوتی ہے - اُتنا ہی اُسے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے - دیکھو -

اسلام بڑا نازک اور عظیم الشان

مذھب ہے - اس لئے اسے نقصان کا اندیشہ بھی زیادہ ہے - خود قوم کی حالت اور نمونے کا اسپر اثر ہوتا ہے - افراد کی حالت سے قیاس کر لیا جاتا ہے مسلمان کیسے ذلیل - مفلس اور محتاج ہیں - پھر یہ ایسے کیسے منصوبے کرتے ہیں - ان میں حد درجے کی کمزوریاں اور سستیاں اور کاہلی موجود ہے - فاسق فاجر اور بدمعاش اُچکے ان میں بھرے پڑے ہیں - جیل ان سے بھرے ہوئے ہیں پھر بھی جھوٹا فخر - تکبر - بڑائی اور شیخی ایسی کی جاتی ہے کہ گویا تیس مار خان یہی ہیں - ذرا ذرا سی بات میں وحشی بن جاتے ہیں - اور جھوٹے فخر کرتے ہیں کہ تمام دنیا نے جو کچھ سیکھا ہے اسلام سے سیکھا ہے - اچھا اگر دنیا نے اسلام سے سیکھا ہے تو تم نے اسلام سے کیا سیکھا - اوروں نے سیکھ لیا تو تم نے کیوں نہ سیکھا - غرض ان بداخلاقیوں اور افراد کے رذائل اور ردی حالت سے خود اسلام پر اعتراض اور دھبہ آتا ہے اور دشمنوں کے حملے ہوتے ہیں اور اور قوموں کو ایسے برے نمونے سے نفرت پیدا ہوتی ہے - اسی واسطے مسلمان کو حکم ہے کہ آپکے واسطے تسلیم مانگے - کہ آپ کا دین - آپ کے ارادے - اور آپ کی تمام آرزوئیں ہر طرح سے محفوظ و مصئون رہیں - اور کبھی کسی میں کوئی نقص یا کمزوری اور دھبہ نہ آوے - آمین -

نقطۂ معرفت

حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ کا جب انتقال ہوا ہے اس زمانہ میں آپ جموں تشریف رکھتے تھے - اور آپ کا دوسرا نکاح ہو چکا ہوا تھا - آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات پر صاحبزادہ پیر **افتخار احمد** صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک خط جس میں یہ لکھا کہ "ہمیں آپ کی والدہ ماجدہ کے فوت ہو جانے سے بہت رنج ہوا - پھر خود ہی یہ سوال پیدا کیا کہ آپ کہینگے کہ مجھے کیا رنج ہوا - میں نے اُن کو دیکھا نہیں - اُن سے کوئی ایسا تعلق نہیں تو پھر رنج کیا؟ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آپ کا اور ہمارا ایک تعلق ہوا ہے - اور آئندہ آپ کے اور ہمارے دکھ اور سکھ کا اشتراک پیدا ہو گیا ہے - **والدہ** انسان کی انسان کے واسطے **سپر** ہوتی ہے - چونکہ کوئی انسان ایسا نہیں کہ اُس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو یعنے ہر انسان سے کچھ غلطیاں ہوتی رہتی ہیں - اور غلطی کی سزا لازمی ہوتی ہے - مگر جب کسی انسان کی والدہ زندہ اور حیات ہو تو اُس کی دعائیں اس کی اولاد کے واسطے **سپر** کا کام کرتی رہتی ہیں - اب چونکہ وہ سپر تو آپ کے سر سے اُٹھ گیا ہے لہذا اندیشہ ہے - اچھا اب کچھ ہم چوکس ہوں گے - اور کچھ آپ چوکس ہو جاویں" - حضرت مخدومنا المکرم مولانا المعظم فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ایک نکتہ تھا کہ اس سے پہلے نہ ہم نے کسی کتاب میں دیکھا اور نہ کسی سے سنا - اس سے باریک در باریک علوم کی طرف انتقال ذہن ہو گیا -

یہ واقعی بات ہے کہ انسان کیواسطے والدین کی دعائیں سپر ہوتی ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے کہ والدین کی دعا اولاد کے حق میں بہت جلدی مقبول ہوتی ہے - غرض بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جس کے واسطے کسی دردمند دل کی سچی تڑپ اور جوشیلی دعائیں خدا کے حضور پیش ہوتی ہوں - انسان خود ایسا غافل ہے کہ بعض اوقات اسے علم بھی نہیں ہوتا اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا - تو جب علم ہی نہیں تو علاج کس طرح کرے گا - ایسی حالت میں خود تو غافل ہی - اگر والدین یا دردمند دوستوں یا بزرگوں کی دعائیں بھی اسکے شامل حال نہوں تو پھر ہلاکت میں دیر ہی کیا ہے -

بعض اوقات انسان پر مصائب اور شدائد آتے ہیں اور وہ نتیجہ ہوتے ہیں اس کی باریک در باریک اور مخفی کمزوریوں اور غلط کاریوں کا جو اس سے حالت غفلت میں سرزد ہوتی ہیں تو بعض اوقات اس غفلت اور کم علمی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان خدا پر بدظنی کرتا اور خدا کو ظالم ٹھیراتا ہے کیونکہ اس سزا کے اصل باعث سے ناواقف ہوتا ہے اسواسطے یہ ابتلا بعض اوقات انسان کو ہلاک اور دہریہ بنا دیتا ہے - پس ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالٰی اسکے واسطے کوئی دردمند دوست بزرگ یا والدین کی دعائیں جاری رکھے اور سارے گناہ **ما علم و ما لا یعلم** کی سزا سے بچا وے -

بڑا ہی خوش قسمت انسان وہ ہے جسکے واسطے کوئی ناصح مشفق ہو جو اُسے اس کی کمزوریوں سے مطلع کرتا رہے - اور پھر بڑا ہی مبارک وہ انسان ہے جسکو ایسے دوست یا مربی نصیب ہوں جو دردِ دل سے غیبوبیت میں اس کے واسطے دردِ دل سے دعائیں کریں -

دُرود از درد

درودے در جناب مصطفےٰ	دہد آئینۂ دل را جلائے
ز ہر مشکلے آسان گردد	علاجے بہر دفع ہر بلائے
مقام حمد را دریافت احمدؐ	محمدؐ گفت او را کبریائے
یکے بید بکس عزت بایں نام	کہ احمد شد محمدؐ را سزائے
نیاز لے دل بگو الحمد للہ	محمدؐ گشت مارا رہنمائے
بجز حسن عمل غلمان احمدؐ	کہ احمدؐ شد محمدؐ را فدائے
زدل آخرے را بشنیے ہست	شد احمد از محمدؐ رو نمائے
بسوز خاطر آشفتہ حالے	برون آر از درون دل صدائے
بخوان صلوات بر آل محمدؐ (مسیح موعود)	ز ورد وا بکن شور و بکائے
ادب را لے دل ترسان نگہدار	بیاد مجلس آن بادشائے
بخدمت ایستادہ دست بستہ	بکن در حضرت او التجائے
مسیح احمد و مہدی امت	خدارا بہر من میکن دعائے
تنہا ایں حامد خود را تو بنواز	کہ آمد بر درت مسکین گدائے

طالب دعا راجز حامد سیالکوٹی

گلدستۂ اخبار

انجمن احمدیہ لاہور کا جلسہ ۔ منقول از پیسہ اخبار۔ بارہ وفات کا جلسہ:۔ بسرپرستی انجمن احمدیہ لاہور احمدیہ بلڈنگز واقع سڑک کیلوں والی بروز بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۱۴ اپریل منعقد ہوا ۔ صدر جلسہ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ۔ ایل ۔ بی تھے ۔ علاوہ مسلمانوں کے دیگر مذاہب کے حضرات بھی شریک تھے۔ میاں عبد العزیز صاحب اور بابو غلام محمدؐ صاحب نے نعت پڑھی ۔ مولوی صدر الدین بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ۔ ایم ۔ ایس کی تقریریں بہت پسند کی گئیں۔ آخر میں صدر جلسہ نے بھی تقریر کی۔

دل آزار ۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ بمبئی یونیورسٹی کو ایک کتاب کی طرف توجہ دلائی گئی تھی جس نے مسلمانوں کی مذہبی فیلنگز کی قدر کرکے اُس حصہ کو نکال دیا۔ اسی طرح پر اب پنجاب یونیورسٹی کو اخبار وکیل نے مندرجہ ذیل سطور میں ایسی ہی کسی دل آزار کتاب پر متوجہ کیا ہے جس کی رائے سے میں بالکل متفق ہوں۔

یونیورسٹی پنجاب کی یہ سخت غلطی ہے کہ اس نے بعض جماعتوں کے نصاب تعلیم میں ایسی کتابیں داخل کی ہوئی ہیں جن میں مذہب اسلام کی نسبت ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ۔ جن سے مسلمانوں کے مذہبی خیالات کو سخت صدمہ پہنچتا ہے ۔ امتحان الف ۔ اے کے پرچہ B میں [illegible] جو سوال دیا تھا اس سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے وہ فقرہ

Hughes "Alfred the Great"

الفرڈ اعظم سے جو کورس میں داخل ہے لیا گیا تھا پچھلے دنوں مسلمان اخباروں کے اعتراضی آوازوں پر ہم خوش ہیں کہ سنڈیکیٹ نے اس سوال کو امتحان سے خارج کر دیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس سے اُن کی طبیعتوں کو سکون ہو سکتا ہے؟

ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اسی کتاب میں بعض مفید مقامات بھی موجود ہیں مگر یہ کیا ضرور ہے کہ ان کے ساتھ ایسے جملے اور مطالب بھی رکھے جائیں جو مذہبی نقطۂ خیال سے طبیعتوں کو بھڑکانے والے ہوں یا ایسی تمثیلیں دیجائیں جو دلوں کو زخمی کرنے والی ہوں ۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ الفرڈ اعظم کے ذکر میں شارلمین کے حملوں کو رسول عربیؐ کے غزوات سے تشبیہ دینا اور محمدؐ خیر الذکر کو سفاکانہ اور ظالمانہ قرار دینا مذہبی تعصب اور زبونی کے سوائے کسی اور امر پر بھی مبنی ہو سکتا ہے۔ یونیورسٹیوں کا جو محض ہندو مسلمانوں کی تعلیم کی غرض سے ہندوستان میں قائم کی گئی ہیں یہ اولین فرض ہونا چاہئے کہ کوئی ایسی کتاب داخل نصاب نہ کی جائے جس میں اشارۃً یا کنایۃً ان کے مذہب و عقاید پر حملہ ہو۔

بنا بیشہ ۔ پیرس میں کتوں پر ۵ شلنگ سالانہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔ مگر بہت آدمی ٹیکس ادا کرنے کے زمانہ میں اپنے کتوں کو چھپا لیتے ہیں۔ اس کے لئے افسران محاصل نے کچھ ایسے آدمی ملازم رکھے ہیں جو کتوں کی بولی بولتے پھرتے ہیں۔ اور جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہ ان آدمیوں کے مُنہ سے کتے کی بولی سنکر ضرور جواب دیتا ہے۔ بس یہ لوگ اس گھر کا نمبر لکھ لیتے ہیں اور صبح ہی اس گھر پر ٹیکس کلکٹر آ کھڑا ہوتا ہے۔

ایک امریکن ۔ پادری نے اندازہ کیا کہ روئے زمین پر ہر روز تین ہزار بیاہ ہوتے ہیں بحساب اوسط۔

برلن میں ایک مدرسہ کتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ روئے زمین پر اپنی مثال آپ ہے۔

عورتوں کے ووٹ ۔ عورتوں کے ووٹ دینے کے حقوق مانگنے کے لئے البرٹ ہال لندن میں ایک جلسہ ہوا اور دس ہزار پونڈ کے لئے اپیل کی گئی جس میں سے ۷ ہزار پونڈ فوراً جمع ہو گئے۔

قسطنطنیہ میں حاجی رؤف نام ایک مسلمان زین سازی کا کام کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ دنیا میں اس سے زیادہ عمر کا آدمی نہ ہوگا۔ یہ ۱۳۲ برس کا ہے اب تک اپنا کام بخوبی کرتا ہے۔ اور کہتے ہیں جس گھر میں پیدا ہوا کبھی باہر قدم نہیں دھرا۔ لطف یہ کہ اس کا والد ۱۴۲ برس کی عمر کا ہو کر مرا تھا۔

حوادث زمانہ

کشمیر میں سیلاب ۔ (الہ آباد ۱۴ اپریل) سرینگر کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور سیلاب کے آنے کا اندیشہ ہے ۔ دریائے جہلم ۱۵ انچ چڑھ آیا ہے ۔ سری نگر زیر آب ہے ۔ اور سمندر ایسا جزیرہ کے معلوم ہوتا ہے ۔ بند پر بڑی ستعدی سے کام لیا جا رہا ہے اور طغیانی کے خوف سے کشتیاں بند کی جانب جمع ہو رہی ہیں۔ بند کے قریب جو لوگ بنگلوں میں رہتے ہیں ۔ وہ بڑے خطرہ میں ہیں جب طغیانی زیادہ ہوتی ہے ۔ تو بند کے ٹوٹنے کی افواہیں اُڑ جاتی ہیں۔

پانچ اور چھ اپریل کو بڑے زور کی بارش ہوئی تھی اس سے دریائے جہلم اور زیادہ چڑھ آیا ہے ۔ اس زمانہ کے لحاظ سے [illegible] ڈاک کی آمد و رفت بند ہو گئی ہے لوگوں کو جان و مال کا سخت خطرہ ہے اور عام پریشانی پھیلی ہوئی ہے کسی طرف سے امداد آنے کی امید نہیں۔

حادثۂ انبالہ ۔ انبالہ ریلوے سٹیشن پر کپتان ۔ اے ۔ ای سینٹ ٹہل رہے تھے ۔ کہ ایک خندق میں گر پڑے اور سخت چوٹ کھائی۔

طوفان بارش ۔ کشمیر میں مسلسل ۶۰ گھنٹہ تک بارش ہوئی ۔ پہاڑوں پر سخت برف باری ہوئی ہے ۔ ڈاک آٹھ آٹھ گھنٹہ کی دیر سے پہنچتی ہے ۔ شقاق الارض واقع ہو رہے ہیں ۔ جن سے کئی آدمی ضائع ہو چکے ہیں۔

آتشزدگی ۔ بوسٹن (امریکہ) کی خبر ہے مظہر ہے کہ چیلسیا میں جو بوسٹن کے مضافات سے ہے سخت آتشزدگی ہوئی ۔ اور ایک مربع میل کے بقدر یہ آبادی جل گئی ۔ اور عمدہ عمدہ عمارتیں تباہ ہو گئیں ۔ ۷۰ لاکھ اور ایک کروڑ کے مابین نقصان کا اندازہ ہے ۔ دس ہزار آدمی بے خانماں ہو گئے ہیں۔

چین میں سیلاب ۔ ریوٹر شانگھائی سے اطلاع دیتا ہے ۔ کہ ہانکو میں تباہ کن سیلاب آیا ہے ۔ رات کے وقت دو ہزار آدمی غرق ہوئے۔

آتشزدگی ۔ نناڈنگا (ضلع بنگال) میں ۱۳ اپریل کی صبح کو آتشزدگی ایکسن کے کارخانہ میں ہوئی اور ۳ ہزار مخروطی سن کے جل گئے نقصان ۱۴ ہزار کا بتایا جاتا ہے ۔ کارخانہ بیمہ شدہ بتایا جاتا ہے۔ فائر بریگیڈ کی کوشش نہ ہوتی تو سارا گودام ہی جل جاتا۔

زلزلہ ۔ ۱۶ و ۱۷ کی درمیانی رات کو پونے گیارہ بجے کے قریب لاہور میں زلزلہ کا ایک سخت جھٹکا محسوس ہوا جس سے لوگ بیدار ہو گئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ... صہ
۲- خواص و معاونین سے ... ۵
۳- ہندوستان سے باہر ... ۷
۴- غیر مذاہب والوں سے ... ۴
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ... ۲

نوٹ عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو دار الامان قادیان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

اڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳۰ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

تازہ وحی

۲۶- اپریل سنہ ۱۹۰۸ء

بوقت چار بجے صبح

(۱)

مباش ایمن از بازیٔ روزگار

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۲۱- اپریل سنہ ۱۹۰۸ء قبل ظہر

تذکرہ- افیون اور شراب وغیرہ کے متعلق ذکر تھا کہ ان کی عادت جن لوگوں کو ہو جاتی ہے پھر ان کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے- اور بالخصوص شراب تو ایک ایسی چیز ہے کہ چھوڑ دینے کے بعد بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا عام دوری امراض کی طرح بعض اوقات دورہ ہو جاتا ہے- اور وہ ایسا خطرناک اور شدید دورہ ہوتا ہے کہ انسان پاگل ہو جاتا اور آخر کار پی ہی لیتا ہے خواہ پھر ہوش سنبھالنے پر توبہ ہی کر لے۔

فرمایا

وہ معاصی کا دورہ ہوتا ہے- ورنہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں ہے- جہاں قوت ایمانی ہو وہاں معاصی ٹھیری نہیں سکتے- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی کی طرف دیکھا جاوے کہ انھوں نے حرمت کی آیت نازل ہونے کے بعد کیسی چھوڑ دی کہ پھر اس توبہ کی حالت میں ہی مر گئے- وہاں تو شراب نے کبھی دورہ نہ کیا- اور نہ ہی کسی کو ایسا از خود رفتہ کر لیا کہ وہ مجبور ہو جاتا- حکم حرمت کے دن شہر کی گلیوں میں ٹخنوں تک بہ نکلی- مگر یہ سب کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور تاثیر کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کے ایمان ایسے قوی ہو گئے تھے کہ شراب بھی جس کا وہ لوگ پانی کی جگہ استعمال کرتے تھے شرک کی طرح ایسی نابود ہوئی کہ پھر نہ عود کر سکی

آں حضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے کیسا معصوم رکھا تھا کہ باوجودیکہ آپ کے تمام رشتہ دار اور اقربا اور ہم قوم اس خبیث چیز کے استعمال میں مستغرق تھے- اور آں حضرت صلعم نے اپنی ابتدائی ۴۰ سالہ زندگی انہی لوگوں میں بسر کی مگر کسی کا اثر آپ صلعم پر نہ ہوا- گویا روز ازل ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلعم کو معصوم بنایا تھا- اور یہ آپ صلعم کی فطرت سلیم کی اور عصمت کی ایک خاص دلیل ہے-

۲۲- اپریل سنہ ۱۹۰۸ء

کسی شخص کا یہ اعتراض کہ احمدیوں نے کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی- بات بات پر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں- وغیرہ وغیرہ -

فرمایا

ایسے اعتراض یا ریک در باریک بغض کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیا شرک گناہ اور ناپاک زندگی سے توبہ کرنا تبدیلی نہیں ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص بیعت کر کے جاتا ہے اس میں تبدیلی ضرور ہوتی ہے۔ شاذ و نادر پر اعتراض کرنا ایمان داری نہیں ہے۔ بلکہ قرآن شریف نے تو نکتہ چینی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ **کذٰلک کنتم من قبل فمنّ اللہ علیکم** ۔ یعنے تم بھی تو ایسے ہی تھے خدا نے تم پر احسان کیا۔ غور سے دیکھا جاوے تو جو کچھ ترقی اور تبدیلی ہماری جماعت میں پائی جاتی ہے وہ زمانہ بھر میں اس وقت کسی دوسرے میں نہیں ہے۔ دیکھو آں حضرت صلعم کی وفات کے بعد دنیا میں کیسا طوفان ارتداد برپا ہوا تھا کہ سوائے چند ایک جگہ کے جماعت بھی نہ ہوتی تھی۔ معترض کو کوئی خاص عناد اور بغض ہے اور اس نے ظلم کیا ہے اور خواہ مخواہ حملہ کیا ہے۔ ورنہ ان لوگوں کی تبدیلی تو حیرت میں ڈالتی ہے۔

معترض غیب دان تو ہے نہیں کہ دوسرے کے دل کے خیالات نیک و بد پر اطلاع پا سکے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اندر ہی اندر تبدیلی کرتا ہے۔ اور خدا سے ایک خاص خلوص اور تعلق محبت رکھتا ہے مگر وہ دوسروں کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

۲۴- اپریل ۱۹۰۸ء

فرمایا کہ

بیماریوں میں جہاں قضاء مبرم ہوتی ہے وہاں تو کسی کی پیش ہی نہیں جاتی۔ اور جہاں ایسی نہیں۔ وہاں البتہ بہت سی دعاؤں اور توجہ سے اللہ تعالیٰ جواب بھی دے دیتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشابہ بمبرم ہوتی ہے۔ اس کے ٹلا دینے پر بھی خدا قادر ہے۔ یہ حالت ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ تحقیقات بھی کام نہیں دیتی۔ اور ڈاکٹر بھی لاعلاج بتا دیتے ہیں۔ مگر خدا کے فضل کی یہ علامت ہوتی ہے کہ بہتر سامان پیدا ہوتے جاویں اور حالت دن بدن اچھی ہوتی جاوے۔ ورنہ بصورت دیگر حالت مریض کی دن بدن ردی ہوتی جاتی ہے۔ اور سامان ہی کچھ ایسے پیدا ہونے لگتے ہیں کہ

(مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی)[1]

فرمایا اکثر ایسے مریض جن کے لئے ڈاکٹر بھی فتوے دے چکتے ہیں اور کوئی سامان ظاہری زندگی کے نظر نہیں آتے اُن کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کو معجزانہ رنگ میں شفا اور زندگی عطا کرتا ہے۔ **گویا کہ مردہ زندہ ہونے والی** بات ہوتی ہے۔ حضرت عیسےٰ کے مردوں کو زندہ کرنے کے جو قصے مشہور ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جھوٹ کی نسبت کچھ ملاوٹ کی گئی ہے۔ ورنہ اگر ہزاروں مُردے زندہ ہو جاتے تو یہودی کیا بالکل ہی اندھے ہو گئے تھے کہ اب کھلا کھلا نشان دیکھ کر بھی کہ جس میں غیب بالکل اٹھ گیا اور گویا کہ خدا خود سامنے نظر آ گیا ایسی حالت دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے کیا وہ ایسے ہی قسی القلب تھے کہ ایمان لانا تو در کنار بلکہ خود حضرت مسیح کو جن کے لئے ایسے ایسے معجزات خدا نے دکھائے کہ گویا آسمان کے کُل پردے اُٹھا دیے اُن کو پکڑ کر سولی دیا۔ اور اُن کے سر پر کانٹوں کا تاج پہنایا۔

اصل بات یہی ہے کہ زمانہ دراز گذرا ہے۔ اصل کتاب موجود نہیں۔ نرے تراجم ہی تراجم رہ گئے ہیں۔ خدا جانے کیا کچھ ان لوگوں نے اپنی طرف سے بڑھایا اور کیا کیا نکال دیا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔

فرمایا

کہ خدا کے معجزات تو ہوتے ہیں مگر اُن سے فایدہ صرف مومن ہی اُٹھاتے ہیں۔ بے ایمان لوگ اُن سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اور محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ معجزات میں بھی ایک قسم کا پردہ اور غیب ضرور ہوتا ہے۔

مکرمی جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے ذکر کیا کہ بعض انگریز ان پادریوں سے سخت متنفر ہوتے ہیں سنتے اکہ بعض تو گرجوں کو بجائے اس کے ان میں نماز پڑھیں کسی اور مفید کام پر لگا لیا بہتر جانتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ اکثر ایسے کہ وہ تو خدا سے انکار کر بیٹھے ہیں۔ کیونکہ عیسائی ہو کر سب سے

پہلی نیکی شراب پینا

ہے۔ اور پھر آگے جوں جوں ترقی کرے گا اور اپنے کمال کو پہنچیگا تو **کفارہ** پر ایمان لاوے گا اور یقین کرے گا کہ شریعت لعنت ہے۔ اور کہ حضرت مسیح ساری اُمت کے گناہوں کے بدلے پھانسی پا کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا پھر گناہ کرے گا اور پیٹ بھر کر کرے گا اور اُسے کسی کا خوف نہ ہو گا۔ اور خوف ہو تو کیسے۔ کیا مسیح اُن کے لئے پھانسی نہیں دیا گیا؟ غرض یہ تو ان کی عملی حالت ہے۔ پھر دنیا کو **خدائی** کا جو نمونہ دیا گیا تھا وہ ایسا کمزور اور ناتواں نکلا کہ تھپڑ کھائے۔ پھانسی دیا گیا۔ اور دشمنوں کا کچھ نہ کر سکا۔ بس انہی باتوں سے وہ خدا کے بھی منکر ہو گئے ہیں۔ اور وہ لوگ بے چارے ہیں بھی معذور۔ کیونکہ یہ سب امور فطرت انسانی کے بالکل خلاف پڑے ہیں۔ بھلا کفارہ ایسی بیہودہ تعلیم سے بجز **ناپاک زندگی** کے اور ایسے کمزور و ناتواں خدا کے ماننے سے بجز **ذلت و ادبار** کی مار کے اور حاصل ہی کیا۔ اُنھوں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ ایسے خدا سے ہم یونہی اچھے ہیں۔ یہ اُن کا قصور نہیں بلکہ تعلیم کا قصور ہے۔

آریوں کو دیکھا جاوے

تو اُنھوں نے ذرہ ذرہ کو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن کے اعمال ہی اُن کے سکھ اور دکھ کا باعث ہیں گویا اُن کے اعمال ہی اُن کا خدا ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ ذرات عالم مع اپنے خواص کے خدا کی طرح ازلی ابدی ہیں۔ تو پھر خدا کو اُن پر فضیلت کیسی اور حکم کیا۔ خواہ مخواہ مداخلت بے جا کر کے اُن کی آزادی میں تصرف کرنے کا حق ہی کیا تھا۔ خدا کا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ وہ زمانہ آ گیا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے کہ **وترکنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا** ۔ موجودہ آزادی کی وجہ سے انسانی فطرت نے ہر طرح کے رنگ ظاہر کر دیے ہیں۔ اور تفرقہ اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔ گویا ایسا زمانہ ہے کہ ہر شخص کا ایک الگ مذہب ہے۔ یہی امور دلالت کرتے ہیں کہ اب نفخ صور کا وقت بھی یہی ہے۔ اور **فجمعنٰھم جمعًا** کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہی زمانہ ہے۔

روس میں اہل اسلام پر ظلم

سخت افسوس ہے کہ روسی حکام نے مسلمانوں پر جور و ستم کرنا اپنا دستور بنا رکھا ہے۔ چنانچہ حال میں خبر آئی ہے کہ شہر استراخان کی مشہور اسلامی انجمن "شورائے اسلام" کے صدر جناب مصطفےٰ لطفی بک اسماعیلوف کو مقامی حاکم نے اس بیہودہ الزام پر گرفتار کرا لیا کہ انجمن بغاوت و مفسدہ پردازی کی خفیہ سازش کر رہی ہے۔ حالانکہ دفتر انجمن کی تلاشی میں ایک کاغذ بھی اس تہمت کو ثابت کرنے والا نہیں ملا اور کوئی گواہ بھی بہم نہیں پہنچا۔ مگر پھر بھی مولانا اسماعیلوف کو چھوڑنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور انجمن اپنی فریاد بذریعہ تار برقی سینٹ پیٹرسبرگ تک پہنچانے پر مجبور ہوئی ہے جس میں انجمن نے لکھا ہے کہ اگر اسکے صدر پر کوئی بغاوت انگیز تقریر کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ تو انجمن ہر طرح اُسکے خلاف ثبوت دینے کو آمادہ اور اپنے عزیز صدر کی بریت ثابت کرنے کے لئے تیار ہے۔ اسکے علاوہ انجمن نے ڈوما کے مسلمان ممبروں اور دیگر اقوام کے قائمقاموں کو بھی اس ظلم پر توجہ دلائی ہے اور اُن سے

[1] یہ شعر مکرمی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن نے پڑھا تھا۔ اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ حضور کا شعر تو یہ ہے کہ مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا کی ٭

تجدید دین مسیح کی کیا مراد ہو گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی
و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین
السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کا خط جس
میں کسی سائل کا سوال ہے مولوی صاحب نے مجھے بغرض جواب
دیا ہے چونکہ عبارت سوال بہت طویل ہے اس کا خلاصہ لکھکر
بجواب عرض ہے۔

خلاصہ سوال۔ مہدی و مسیح سے نصرت اسلام و کسر
صلیب ہو گی یہ تو صاف ہے اس پر میں مطمئن ہوں لیکن
یہ کہ خود اسلام کی اصلاح و تجدید کس طرح کی گئی یا کیجاوے گی
مجھے یہ پرسش ہے۔ سوال … تو یہ ہے کہ ضرورت تجدید
کن ارکان و مسایل میں ہے۔

اسلام ہم کو اصول معاد و قوانین معاشرت سکھا کر امیر
[illegible] فرماتا ہے ومن یتعد
حدود اللہ فقد ظلم نفسہ۔ پس اگر طرق معاد
قائم رکھکر قوانین معاشرت کلاً یا جزاً ناقابل عمل ہو جائینگے
تو اکمال دین اپنی اصلی حالت پر قائم نہ ہو گا اور مجدد کا
کام ہے کہ اکمال قائم رکھے مگر آجکل قوانین معاشرت
کا بہت بڑا حصہ قائم نہیں ہے ہم باتباع قوانین سرکار بعض
مسایل شرعی پر اگر عمل کریں تو ان کا درست ہونا کیا سمجھے
سمجھایا جائیگا کہ اسلام [illegible] سمجھ کر
عمل کرنے سے ہم [illegible] ممنوع ہیں کس طرح ہو گی اور حدود
شرعی کس طرح قایم کیجاویگی۔

جواب و باللہ التوفیق۔ حضرت مسیح موعود حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و بارک کے قدم مبارک پر
مبعوث ہوئے ہیں تمام انبیاء و مجددین کا کام سب سے
مقدم توحید و ایمان کا قائم کرنا ہی ہوتا ہے دیکھو حضرت
نوح۔ ہود۔ صالح۔ شعیب متفق اللفظ
یہی منادی کرتے ہیں۔ یا قوم اعبدوا اللہ
ما لکم من الٰہ غیرہ سورہ اعراف ۸ و ۶۶ و ۷۴ و ۸۶
اس کے بعد اہم فالاہم پر متوجہ ہوتے ہیں
حضرت مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی قرآن مجید میں بھی پائی
جاتی ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ
بافواہھم واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و
دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ۲۸
(وہ تو اپنی پھونکوں (یعنی مباحثہ) سے اللہ تعالیٰ
کا نور بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کو پورا ہی کر کے
رہیگا۔ اگرچہ منکر تو ناپسند ہی کرتے رہ جائیں گے
وہ ذات پاک وہی ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعثت (آخرین میں بروزی طور پر
اس لئے) فرمائی کہ تمام ادیان پر اس ہدایت اور سچے
دین کو غالب کر دے) اس آیت شریف میں بھی اللہ تعالیٰ
نے اظہار دین۔ حق کو ہی مسیح موعود کو سپرد کیا۔
حدیثی پیشگوئی میں بھی لوکان الایمان عند
الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس ایمان کا
ہی ذکر فرمایا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا کارروار بنایا تو انکو
بھی یہی وصیت فرمائی کہ اول ان کو ایمان کی دعوت
کر پھر نماز پھر زکوٰۃ وغیرہ صحیح مسلم کتاب الایمان۔
اب عملی حصہ پر غور کرو حضرت نوح حضرت ہود
حضرت صالح حضرت شعیب وقت ہلاکت قوم
تک اور حضرت مسیح زمانہ صلیب تک اور خود
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ ہجرت تک
کبھی بھی قوانین حدود و تعزیرات کی طرف متوجہ
ہوئے ہرگز نہیں۔ بلکہ تمام مکی سورتوں کو دیکھ لو
کہیں نام و نشان حدود کا نہیں۔ بلکہ سورہ مائدہ وغیرہ
بعد فتح مکہ نازل ہوئی۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے درخت
سے تشبیہ دی ہے [illegible] درخت کا پہلے پھل نہیں
[illegible] ہوتا ہے اس کے بعد کہیں پھل لگتے ہیں
غرض تجدید دین کا کام تدریجی ہوتا ہے۔ وہ سب کے
[illegible] بہت غور کر [illegible] وغیرہ [illegible]
[illegible]
[illegible] کا انتظار
کرنا [illegible] کا کام نہیں بلکہ محرومی کا خوف ہے۔ سمجھنا
تو صرف یہ [illegible] تجدید دین ہو [illegible] ہے یا نہیں
سو ظاہر ہے کہ چار لاکھ سے زیادہ مسلمان مقلد
غیر مقلد شیعہ یہود عیسائی ہندو آریہ دہریہ
سکھ وغیرہ منتفرق قوموں کا شیرازہ ایک ہی
ایمانی رنگ پر جمع ہو چکا ہے۔ باقی یہ سوال کہ اس
حصہ کی تجدید جس میں حدود و تعزیرات ہیں کس
طرح قایم ہو گی۔ اول تو یہ سوال حضرت مسیح کی
زندگی میں قبل از وقت ہے اس کا علم اللہ کو ہے
کہ کب ہو گا کس طرح ہو گا بلکہ حضرت مسیح کے بعد
بھی یہ سوال نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خزاین قیصر و کسریٰ کی کنجیاں دی
گئیں مگر اس کا وقوع حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم و بارک کے بہت عرصہ پیچھے پورا ہوا۔ بلکہ
قرآن کریم کی پیشگوئی یا ایہا الناس انی رسول اللہ
الیکم جمیعاً ۹ وما ارسلناک الا کافۃ
للناس ۲۲ اب تک اپنے کمال کو نہیں پہنچی۔ اس
دنیا کے خاتمہ تک برابر اس کا کمال ترقی ہی رہیگا
دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیٔ قدیر کامل قدرت
والا ذوالعجائب کا یہ کام ہے جس کا ذرہ ذرہ خادم
ہے وہ بکل شیٔ علیم ہے اس لئے یہ سوال سوء ادب
ہے۔ وہ تو وہ ذات ہے جس نے موسیٰ کو اسے جو
بمقابلہ فرعون [illegible] اور لا یکاد یبین فرعون کے
سامنے کھل کر بول بھی نہ سکتا تھا پھر اس کی قوم ساری
اس کی غلام تھی) فرعون پر کامل فتح عطا فرمائی بلکہ تمام
انبیاء کی مقابل اسی طرح ہوا۔

سوم یہ کہ حدود و تعزیرات تو اب بھی ہو سکتی ہیں۔ صرف
مسلمانوں کا اپنا ہی قصور ہے صرف تعطیلات کا
حال ہی دیکھو ہنود نے کوشش کر کر اپنے تہواروں
کی تعطیلیں لے لیں مگر مسلمانوں نے پرواہ نہ کی
کہ جمعہ کے لئے درخواست کرتے اسی طرح ورثہ کے
متعلق خود مسلمانوں نے شرعاً واجب العرض [illegible]
کو محروم کر دیا۔ گورنمنٹ نے شرع محمدی [illegible] مگر
مسلمان اب بھی حکام کا فیصلہ ہی چاہتے ہیں۔ اگر حدود
کے متعلق مسلمان متفق ہو کر درخواست کریں تو
عادل گورنمنٹ ثواب بھی مانتے کو تیار ہے کیونکہ وہ مذہبی
معاملات میں مداخلت کرنا ہی نہیں چاہتی۔ بلکہ آیت
مذکورہ سوال سے بھی سایل کا سوال حل ہو جاتا ہے آیت کا
منشا ہے جو حدود اللہ کو توڑیگا وہ اپنی جان پر ظلم
کریگا۔ اگر وہ حد متعلق سلطنت ہے تو سلطنت سے
سزا پائے گا جیسے چوری قتل ڈاکہ وغیرہ اگر سلطنت کے
متعلق نہیں اور گرفتار نہیں ہو سکا تو دنیا میں بھی ذلیل بدنام
ہو گا بعد الموت بھی سزا پائیگا۔ غرض جبکہ حالیہ سایل صاحب
خود مانتے ہیں نصرت دین کسر صلیب ہو رہی ہے تو ان کو
زیادہ انتظار کرنا [illegible] بلکہ خوف محرومی ہے۔
(فضل دین حکیم از قادیان)

ضلع گوجرانوالہ۔ گجرات سیالکوٹ کے درزی احمدی بھائیوں
کی خدمت میں السلام علیکم و رحمۃ اللہ کے بعد گذارش
ہے کہ اگر سب صاحبان اس تجویز پر اتفاق رائے کر سکیں تو
آپس میں رشتے ناطے کرنے کی آسانی ہو سکتی ہے۔ اگر ان اضلاع
کے سب بھائی اپنی اپنی اولاد کے حالات علم۔ کسب ملازمت
عمر۔ شادی شدہ۔ غیر شادی شدہ۔ وغیرہ مفصل لکھکر بذریعہ
اخبار الحکم شایع کر دیں۔ اور شایع کرنے کی یہ تجویز ہو کہ جو بھائی
ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں خط لکھیں ساتھ ہی دو آنہ کے ٹکٹ بھی
روانہ کر دیں تاکہ اشتہار کی اجرت بھی وصول ہو جائے۔ اور یہ بھی
واضح ہو جاوے کہ جو صاحب اس تجویز کے متفق الرائے ہوں
وہ تین ہفتہ تک ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں خط روانہ کر دیں۔
اور اگر کوئی صاحب اس سے بہتر تجویز بیان فرمائیں تو ہم بطیب خاطر قبول
کرنے کو طیار ہیں۔ فقط زیادہ حد ادب۔ ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں مکرر [illegible]

واعظین کی ضرورت

ذیل میں میں ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کا ایک مضمون درج کرتا ہوں جو انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کے ایک اہم ذریعہ کی ضرورت پر لکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب چاہتے ہیں کہ قوم میں ایسے دردمند دل واعظ پیدا ہوں جو صبر و قناعت کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کو مدنظر رکھ کر اور اپنا اصلی مقصد قرار دیکر گھر سے نکلیں اور کوبکو اور دہ بدہ ہی نہیں بلکہ ملک بملک پھر کر حق کی اشاعت کریں۔ یہ تجویز نئی نہیں۔ الحکم کے ایڈیٹر نے آج سے آٹھ سال پیشتر اس تحریک کو پیش کیا تھا مگر اُس وقت اور آج کی حالت قوم میں وہی نسبت ہو سکتی ہے جو ایک سالہ اور آٹھ سالہ بچے کی طاقتوں میں ہوتی ہے۔ اس وقت یہ تحریک ایک دل سے نکلی اور کسی ایک یا دوسرے دل پر اثر کر دگئی۔ آج یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ بہت متاثر ہو۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کئی مرتبہ اس قسم کی تحریک اپنی مجلسوں میں کر چکے ہیں مگر ہر کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ فی الحقیقت اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکلیں اور اس پیغام کو جو انہوں نے خدا کے مامور اور خلیفہ کے منہ سے سُنا دور دور تک پہنچائیں۔ یہ تجویز بہت ہی مبارک اور مفید ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان اغراض کی تکمیل کے لئے کیا راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ کیا اسی قدر کافی ہوگا کہ چند آدمی نکلیں اور بے سر و سامان جدھر جس کا منہ اٹھے چلا جاوے؟ اگرچہ سید صاحب نے اپنے مضمون میں اشارہ کیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے خاص انتظام ہونا چاہیئے مگر میں اس کو ذرا کھول کر لکھنا چاہتا ہوں۔ فی زمانہ واعظوں کی جو حالت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں ہوتی اور سامعین کی تقریریں کوئی اثر پیدا کرتی ہیں۔

اس لئے کہ عوام کے دلوں میں یہ بات جم چکی ہے کہ یہ ایک طبقہ ہے سائلین کا یہ ایک گروہ ہے منتفعیوں کا۔ ان لوگوں کے متعلق ایسے خیالات کا عام ہونا عوام کو ان کی بات تک سننے کا روادار نہیں بناتا پس چاہیئے کہ وہ ایسا مقصد لیکر نکلیں جو ایک انقلاب چاہتا ہے۔ اس لئے اگر ایسے لوگ نرے دریوزہ گر ہو کر نکلیں گے تو وہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوں گے۔ انکی ضروریات اور حوائج انہیں کہیں ٹھوکر کا باعث نہ ثابت ہوں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ وہ ایسی حالت میں جائیں کہ انہیں کہیں بھی دست سوال دراز نہ کرنا پڑے یہ انتظام تو قوم کو کرنا چاہیئے۔ پھر یہ ضروری امر ہے کہ اس کام کے لئے کون لوگ منتخب ہونے چاہئیں؟ کیا ہر شخص اس قابل ہو سکتا ہے کہ وہ واعظ کے منصب پر ممتاز ہو کر نکلے؟ واعظ میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ ان پر تفصیلی بحث کو چھوڑ کر یہ ضروری امر ہے کہ ایسے لوگ ہوں جو تقریر کے فن سے واقف ہوں اور کسی کے رعب اور ہیبت میں آکر خاموش نہ ہو سکیں۔ ان کو اپنے جذبات پر حکومت ہو اور اس کے علاوہ وہ سلسلہ کے مسائل سے واقف ہوں اور ساتھ ہی اسلام کی خوبیاں اور محاسن بیان کرنے پر قادر ہوں ان حملوں اور اعتراضوں کے جواب دے سکیں جو اس زمانہ میں مختلف مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔

اس قسم کے لوگ ایک امتحان لیکر منتخب ہو سکتے ہیں۔ اور پھر یہ جماعت مختلف اطراف ملک میں نکل سکتی ہے۔ اور اگر قطع نظر اس سوال کے کوئی اہل ہو یا نہ ہو۔ اس مقصد کو لیکر نکلے گا۔ تو اندیشہ ہے کہ اصلی مقصد فوت نہ ہو جاوے۔ بہرحال خاص قواعد اور پابندیوں کے ماتحت ایک زمرہ طیار ہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں آپ صاحبان کی خدمت میں ایک درخواست لیکر پیش ہوتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس وقت جبکہ ساری دنیا کے انسان فسق و فجور میں گرفتار ہیں اور ایک پیاسے کی طرح اگرچہ محبت الٰہی کے پیاسے تو ہیں مگر ایک خشک ریت کے میدان کو پانی سمجھ کر اس کی طرف بھاگے جا رہے ہیں جہاں جا کر کہ سوائے تباہی کے اور اُن کے حصہ کچھ نہیں آتا۔ اپنے دنیا طلبی میں ایسے گرے ہیں کہ سچی کامیابی اور فلاح کے رستوں سے دور جا پڑے ہیں اور اُن کی حالت قابل رحم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور زمانہ کی ہدایت کے لئے اور رہنمائی کے لئے اپنا رسول وقت بھیجا ہے۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں صرف ایک ہی جماعت اور قوم ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ پر معہ اُس کی تمام صفات کاملہ کے جیسا کہ چاہیئے ایمان رکھتی ہے اور اس طرح سے ہر ایک قسم کے گناہ اور فسق و فجور سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتی ہے اور اُس راہ پر چل رہی ہے جو کہ سچی کامیابی اور فلاح کو پہنچاتی ہے اور میں مبارک دیتا ہوں کہ تو ہی وہ برگزیدہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں چُنا اور خاص کر لیا۔ **وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** - اے برادران آپ کی ہی وہ قوم ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ فرمایا اور اپنے پاک امام کے ذریعہ اپنے پاک نشانات ارضی و سماوی دکھا کر اپنی ہستی کا یقین آپ کے دلوں میں حق الیقین کے درجہ تک پہنچا دیا اور میرے آقا و مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۳۰۰ سال پیشتر فرمائے ہوئے ارشادات کو تیری آنکھوں کے سامنے پورا کر کے اس کی سچی عزت اور رتبہ سے جو کہ عوام کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے تجھے آگاہ کیا اور اس سچے قانون کی جس پر چل کر ہمیشہ سے انسان حقیقی فلاح کو حاصل کرتے رہے ہیں تجھکو معرفت اور شناخت بخشی اور اس طرح پر تجھے وہ قابل رشک درجہ اور رتبہ بخشا جو کہ اس سے پہلے انبیا و صحابہ کرام کو نصیب ہوا۔ اے قوم... ذرا اپنے گریبان میں نظر ڈال کر دیکھ کہ کیا تیرے کوئی عمل اس انعام کے قابل ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں یہ خدا کا خاص فضل اور عنایت ہے اور اُس کی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ اس نے تجھے چُن لیا اور اپنے سچے امام کی جس کے انتظار میں ہزاروں سال سے آنکھیں لگی ہوئی تھیں تجھ کو وقت پر شناخت بخشی اور ان انعام کا حقدار کر دیا جو کہ انبیا کے ساتھیوں پر ہوا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وقت تیری خوشی کا ہے اور تیرے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر ادا کرنے کا ہے۔ تجھکو اے میری پیاری قوم اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس وقت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان تمام مہربانیوں کا ذکر سارے جہان کے ہر ایک فرد بشر تک پہنچانا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں محو ہونیوالے انسان پیدا کرنا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور قرآن کریم کی عزت کو از سر نو دنیا میں قائم کرنا سب سے پہلا فرض ہونا چاہیئے اور اُس روح کو مسلمانوں اور دنیا کی دیگر اقوام کی روح میں پھونکنا چاہیئے جو کہ تیرے اندر تیرے پیارے امام کے ذریعہ پھونکی گئی اور جس کی وجہ سے تو نے اس دنیا میں بہشتی زندگی حاصل کی۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص رحم ہوا ہے۔ تیرا فرض ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنا ہر ایک ذرہ خرچ کرے اور اُس کی مخلوق پر رحم کرے اور صلح اور آشتی کو دنیا میں پھیلائے۔ اور شیطان کے سر کو کچل کر آرام اور آسایش دنیا میں قائم کرے۔ اور اے میرے پیارے برادران یہ کام اور یہ فرض آپ کا آسان نہیں ہے۔ یہ بڑا بھاری فرض ہے اور ایک عام انسان کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں پر کوئی امید نہ ہو۔ ایک دل توڑنے والی بات ہے۔ مگر تیرے لئے جو کہ اپنے مال و جان کو اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنے کے لئے کمربستہ ہے یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ تیرا فرض اتنا ہے کہ تو اُس کے اس کام میں دل و جان سے لگ جاوے۔ اللہ تعالیٰ جو اس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ خود تیرا دستگیر ہو جاوے گا اور عجیب در عجیب راہوں سے تیری مدد کرے گا۔ ہاں اتنا میں ضرور کہوں گا کہ یہ ایک دو آدمی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ساری جماعت کی مجموعی کوششوں کو چاہتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ ہم سارے ایک جان اور ایک تن ہو کر اس کام میں لگ جاویں اور ایک لشکر کی طرح جو کہ بڑے بڑے بہادر آدمیوں سے بنا ہوا ہوتا ہے آگے بڑھنے لگ جاویں اور ہر ایک روک اور رکاوٹ کو جو رستہ میں پڑے کندھے سے کندھا ملا کر ہٹا دیویں اور اگرچہ اس دھاوے میں ہم میں سے کئی تباہ ہو جاویں مگر وہ ہمارے لئے دلیری کا

موجب ہوں نہ کہ ہمت ہارنے کا - اور ہم چلتے جاویں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو اُس کے پاک نشانوں اور اپنی پاک زندگی کی مثالوں سے اور دعاؤں سے ہر ایک فرد بشر تک پہنچا دیویں خواہ وہ عیسائی ہو - خواہ وہ یہودی ہو - خواہ ہندو ہو - اور خواہ وہ مسلمان - غرض کہ کوئی ہووے اور کسی ملک کا ہووے - مگر یہ کام صرف دو ایک رسالوں اور اخباروں کے اجرا سے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی تھوڑے تھوڑے چندے دیکر ایک سکول کے بنانے سے - یہ کام ہم سب کی زندگیوں کا خواستگار ہے - اور چاہتا ہے کہ ہم سب تعلقات پر اور رشتوں پر اللہ تعالیٰ کے رشتہ اور تعلق کو مضبوط کریں - اور ہماری زندگی کا ہر ایک کام بجائے اپنے تعلق داروں کے لئے ہونے کے یا اپنی زندگی کے لئے ہونے کے جیسا کہ دوسرے دُنیا داروں کا کام ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ کے لئے ہو - اور ہم اپنی اپنی طاقت کے مطابق باہر نکلیں اور اگر خود نہ جا سکیں تو اوروں کو باہر نکالیں اور چندہ کر کے باہر بھیجیں تاکہ وہ اس رحمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تجھ تک پہنچائی ہے ہر ایک فرد بشر کے کان تک پہنچائے اور پہنچاتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو کان سُننے کے لئے دیدیوے -

اے قوم تیرے اور تیری ذریت کے لئے مناسب ہے کہ ایشیا اور افریقہ - یورپ - امریکہ - اسٹریلیا کے کسی کونے کو خالی نہ چھوڑے اور کوئی گاؤں اب باقی نہ رکھے جہاں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو پکار پکار کر اس دہریت کے زمانہ میں نہ پہنچا دے - اے قوم یہ کام ہے - جس کے لئے کہ تجھکو اب بہت جلد طیاری کرنی چاہیے - اپنی جان اور اپنے بچوں کو اس مہم کے لئے طیار رکھ - اور ان سفلی زندگیوں کو اس نیک راہ میں خرچ کر تاکہ تجھکو اصلی اور ابدی زندگیاں عطا ہوں - اے قوم اگر تو ایسا نہ کریگی اور اس وقت اپنی خانہ نشینی میں سست رہے گی - تو مجھے ڈر ہے کہ قوم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح تو بھی ان انعامات سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرض کے ادا کرنے والوں کے لئے رکھے ہیں محروم رہے گی - اور یہ کام جو کہ ضرور ہو کر رہنا ہے کوئی اور قوم تیرے سوا کر لے گی - اے قوم اُس حالت میں تجھ سے زیادہ بدقسمت اور کون قوم کہی جاسکے گی - مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھکو توفیق بخشے اور اس کام کو جو ہمارے مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی منشاء مبارک کے مطابق شروع کیا ہے اور جسکی کہ تو از حد ممنون ہے - تکمیل تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سرخرو جاوے اور اُن انعامات کے حصول کی مستحق ٹھہرے - جو کہ صحابہ کبار پر کئے جاتے رہے ہیں - آخر میں مَیں سارے سر برآوردگان قوم کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ میری اس عرض پر کچھ عملی رنگ لانے کی تجویز کرنی چاہیے - تاکہ وقت تیاری میں ہی گذر نہ جاوے - ہماری ضروریات - ہماری وسعت جو کچھ ہے وہ سب کو معلوم ہے - مگر جب تک ہم اپنے آپ کو صرف ایثار کے لئے اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر تکلیف نہ دیں گے اور اس اسباب پرستی کو جو کہ آجکل ساری دنیا میں ایک بڑے بھاری بُت کا کام کر رہی ہے اور اچھی طرح سے اللہ تعالیٰ کی جگہ لے رہی ہے اللہ کے لئے جو کہ قادر مطلق ہے اور ہم طرح طرح سے اپنی تائید سے مدد بھی دے سکتا ہے نہ چھوڑیں گے - تب تک ہم اس زمینی زندگی سے اُٹھا کر بہشتی زندگی میں نہ ڈالے جاویں گے - ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اسباب کا خیال رکھیں - مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ خیال کرتے کرتے ہم میں اور باقی دُنیا داروں میں کوئی ظاہر فرق نظر نہیں آتا - سو ہم کو چاہیے کہ ہم امتیازی زندگی بسر کریں تاکہ دُنیا میں اوروں سے امتیاز کئے جاویں اور اللہ تعالیٰ کے نشان بن کر اُس کا چمکتا ہوا چہرہ دنیا پر ظاہر کریں - اور اس لئے جب اُس نے اپنے فضل سے رحمت کی ہے ان کی باقی مخلوق کے لئے اُس کی رحمت کا کام دیں - آخر میں مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا میری اس عرض کو آپ سب صاحبان کے دلوں تک پہنچا دے اور مجھکو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی بہت جلد توفیق دے - وما توفیقی الا باللہ -

السید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن لاہور

ڈیپوٹیشن کا تیسرا دورہ

ایسٹر کی تعطیلات میں وفد بغرض فراہمی چندہ تعمیر مدرسہ مقامات ذیل کے احباب کی خدمت میں حاضر ہوا - گجرات - کڑیانوالہ - وزیر آباد - جموں - سیالکوٹ - یہ خوشی کا مقام ہے کہ ان میں سے اکثر مقامات میں سلسلہ کی ضروریات سے واقف اور مخلص احباب پہلے ہی فراہمی چندہ کے متعلق پوری کوشش کر چکے تھے - اگرچہ تجویز یہ تھی کہ پہلے یہ وفد احباب راول پنڈی کی خدمت میں حاضر ہو مگر حکیم شاہنواز صاحب کا خط آنے پر کہ راول پنڈی کی جماعت سے جس قدر چندہ ہو سکا وصول کر کے بھیج دیا گیا ہے اور تھوڑا سا قابل وصول باقی ہے - جو عنقریب بھیج دیا جاوے گا - راول پنڈی جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا - اور اُس کی بجائے کڑیانوالہ کو جو گجرات سے تین چار گھنٹہ کا یکہ کا سفر ہے شامل کر لیا گیا - انجمن کی طرف سے مَیں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کوششوں سے اس وفد کو امید سے بڑھکر کامیابی ہوئی اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے جنھوں نے مجوزہ چندہ میں حصہ لیکر سلسلہ کی ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے - اس جگہ میں پہلے فہرست چندہ دیتا ہوں جو مختلف جماعتوں سے وصول ہوا ہے یا جس کی ادائگی کا وعدہ کیا گیا ہے - یہ صرف چندہ تعمیر مدرسہ ہے -

	وصول	وعدہ	میزان
کڑیانوالہ	[illegible]	-	[illegible]
گجرات و کھاریاں	[illegible]	[illegible]	[illegible]
وزیر آباد	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جموں	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سیالکوٹ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

قبل اس کے کہ مَیں اور کچھ لکھوں اس قدر اور بیان بڑھانا ضروری ہے کہ علاوہ اس رقم کے چودھری نصر اللہ خان صاحب پلیڈر و پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ سیالکوٹ نے تین ہزار دو سو روپیہ کی رقم مدرسہ کی تعمیر کے لئے دی ہے - جس میں سے ایک ہزار روپیہ نقد آپ نے عطا فرمایا ہے اور باقی دو ہزار دو سو روپیہ عنقریب ارسال فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے - جزاہم اللہ خیر الجزاء - اس کا مفصل ذکر مَیں آگے چل کر کروں گا - اس رقم کو شامل کر کے کل چندہ جو وفد کے اس دورہ میں ہوا وہ سات ہزار سات سو چھتیس روپے ہے جس میں سے دو ہزار چار سو چھتیس روپے وصول ہیں اور باقی پانچہزار تین سو روپے قابل وصول ہیں - چندہ تعمیر کے علاوہ لنگر خانہ کے لئے [illegible] کی رقم وصول ہوئی - جس کی تفصیل حسب ذیل ہے - جماعت گجرات [illegible] - سیالکوٹ [illegible] - ایک صاحب از سیالکوٹ جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے [illegible] جموں [illegible] - سٹر احمد عمر از جموں چھ روپے و ایک روپیہ نذرانہ - اہلیہ ماسٹر عطاء اللہ صاحب گجرات تین روپے - علاوہ ازیں متفرق رقوم مدرسہ اشاعت اسلام مسکین فنڈ - یتامی - زکوٰۃ - مقبرہ اور شفاخانہ کی مدات میں بھی وصول ہوئیں - اور کل روپیہ وصول شدہ کی میزان تین ہزار کے قریب ہو گئی اور اس طرح پر گو یا وفد کے اس دورہ میں آٹھ ہزار سے

سنتے کچھ اوپر کل چندہ ہوا جو الحمدللہ ایک بڑی بھاری
کامیابی ہے خصوصاً جب جماعت کی قلت ایام قحط
اور اس پر چندوں کی کثرت کو جو اس سلسلہ میں احباب
کو دینے پڑتے ہیں مدنظر رکھا جاوے۔ یہ کامیابی محض خدا کے
فضل اور اس کی تائید اور نصرتوں سے ہے جو اس سلسلہ
کی ہر ایک شاخ کے شامل حال ہیں۔ ورنہ کسی کوشش کا
یہ نتیجہ نہیں۔

اس جگہ چند امور خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہیں
سب سے پہلے انجمن احمدیہ ضلع سیالکوٹ کی کوششیں
ہیں جو اس انجمن نے صدر انجمن احمدیہ یا یوں کہنا چاہئے
کہ سلسلہ احمدیہ کے مقاصد کو کامیاب بنانے میں کی
ہیں [illegible] ذکر کرنا ہے۔ چندہ تعمیر لنگرخانہ جو اس وقت اس
جماعت سے وصول ہوا ہے اس کے علاوہ بھی اس جماعت
کا طریق ہے [illegible] بڑی مدد سلسلہ کو پہنچتی رہتی ہے۔
[illegible] ہوسکتے ہیں کہ
[illegible] بڑی بڑی رقوم اکٹھی کرکے دی ہیں [illegible]
[illegible] یادگار [illegible] کے رنگ میں
[illegible] کے قریب اس جماعت کی طرف سے وصول
[illegible] اور لنگرخانہ کے لئے خاص کمیشن چندہ ابھی تھوڑے
ہی دن ہوئے ہیں قریب ایک ہزار روپیہ کے اکٹھا کرکے بھیجا
گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انکی ہمتوں میں برکت دے اور ان کو
اس سے بھی بڑھکر تائید سلسلہ کی توفیق دے۔ اگر میں نام
بنام اس سلسلہ کے مخلصین کا ذکر کرنا چاہوں تو اس کے
لئے بہت سے صفحے اخبار کے درکار ہوں گے مگر چونکہ یہ سب
احباب محض خدا کی خوشنودی کے لئے دن رات یہ کام
کرتے ہیں اس لئے میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ نام لیکر ان کی
کوششوں کا ذکر کروں۔

جس قدر چندہ جماعت سیالکوٹ سے وصول ہوا ہے
یا جس کا وعدہ اس جماعت کی طرف سے دیا گیا ہے اس
میں ایک بڑا حصہ مضافات کے چندوں کا ہے۔ اور
یہ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر باقی ضلعوں کی انجمنیں اسی طرح
کوشش کریں تو ایک کثیر رقم چندہ کی وصول ہوسکتی ہے۔
ضلعوں میں انجمنیں قائم کرنے کی اصل غرض یہی تھی کہ
یہ انجمنیں چونکہ خواندہ اور غالباً مستعد احباب کے
ہاتھ میں ہوں گی۔ اس لئے صدر انجمن کا بوجھ اس طرح پر
تقسیم ہوکر سب احباب اس کوشش فراہمی چندہ میں
حصہ لے سکیں گے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے سوائے
ایک دو انجمنوں کے باقی انجمنوں نے اب تک اس طرف توجہ
نہیں کی۔ میں اس تحریک کے متعلق اتنی مرتبہ لکھ چکا ہوں
کہ میں نہیں جانتا اب کون سے لفظ لاؤں جو ہماری جماعت
کے مخلصوں کے دلوں میں اس کام کی تکمیل کے لئے جوش پیدا
کریں۔ میں نے چالیس ہزار روپے چندہ کے لئے تحریک
کی تھی اور اس وقت بذریعہ وفد یا خود بخود تحریک سے
جس قدر چندوں کا وعدہ ہوچکا ہے وہ رقم قریب
سولہ ہزار کے پہنچی ہے اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ دو
چار اور بڑے بڑے شہروں میں تحریک سے چار ہزار
روپیہ دورہ کرنے سے جمع ہوسکے گا۔ اور اس طرح
یہ بیس ہزار روپے کی رقم ہو جائے گی۔ جس کی وصولی
کی امید بھی ہے۔ باقی بیس ہزار کے لئے اگر میں انجمنہائے
ضلع سے یہ درخواست کروں کہ وہ مضافات میں اپنی
طرف سے انتظام کرکے اس رقم کے پورا کرنے کی کوشش کریں
تو یہ کوئی ایسی درخواست نہیں جو پورا نہ کرنے کے قابل ہو۔ اگر
[illegible] تو یہی کہ عملاً اس درخواست کو رد کیا جارہا ہے۔
اس ضرورت کو میں اکیلا محسوس نہیں کرتا بلکہ سب دوست
یکساں محسوس کررہے ہیں۔

بس جن احباب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دیا ہے کہ وہ
عملی طور پر اس کو پورا کرسکیں [illegible] میں پھر یہ
درخواست کرتا ہوں کہ وقت [illegible] سے تیار رہا ہے۔ اور
تھوڑی سی بے انتظامی یا عدم انتظام کی وجہ سے ہزارہا
روپے کا نقصان اس سلسلہ کو ہو رہا ہے۔ آخر ہم سب
لوگ اپنے اپنے کاروبار کرتے ہیں اور بڑے بڑے کاموں
اور پیچیدہ امور کو سرانجام دیتے ہیں اور ان کاموں
میں ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ بھی کرتے ہیں پھر کیوں
ایک ایسے کام میں جو ہمارے ایمان اور ہمارے معتقدات
کی رو سے خدا تعالیٰ کا کام اور اس کی خوشنودی کی
راہ ہے اس قدر ہمت ہار بیٹھے ہیں کہ ذرا سی مشکل کو ایک
پہاڑ سمجھ رکھا ہے۔ اور اس کے سرانجام دینے کے لئے
پہلا قدم بھی ہنوز اٹھایا نہیں گیا حالانکہ مدت سے اس کے
متعلق سلسلہ کے اخباروں میں زور دیا جارہا ہے۔
اگر لاکھوں نہیں تو ہزارہا آدمی ایسے ضرور موجود ہیں
جن سے چندہ وصول نہیں ہوتا۔ کب وہ وقت آئیگا
کہ چند پرجوش احباب اسی کام کے لئے اس طرح کمر ہمت
باندھکر کھڑے ہو جائیں کہ جب تک اس کو پورا نہ کرلیں
آرام نہ لیں۔ دوستو! یہ وقت نصرت دین کا ہے۔
جیسا کہ ابتدا میں ہر ایک مذہب اور ہر ایک سلسلہ
حقہ پر یہ وقت آیا کرتا ہے۔ یہ موقع خدمت کا
ہمیشہ ہمارے ہاتھوں میں نہیں رہے گا اس کو ضائع
نہ کرو اور خدا کے لئے توجہ کرو۔

سیالکوٹ میں میں نے ایک اور بات دیکھی ہے کہ کس
طرح تھوڑی تھوڑی مدد سے جس کا اثر بھی کسی کو محسوس
نہیں ہوتا سلسلہ کی مدد کے لئے بڑی بڑی رقوم جمع
ہوسکتی ہیں۔ سیالکوٹ کے احباب نے ایک آٹا فنڈ
کھولا ہے۔ یہ تجویز مثل دیگر چند تجاویز کے میرے
مکرم دوست ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے کے ذہن رسا
کا نتیجہ ہے۔ اور جس طرح سیالکوٹ کے مخلص احباب
نے اس تجویز کو عملی رنگ میں پورا کرکے دکھایا اگر دوسری
جگہ بھی جماعتیں اسی طرح کوشش کریں تو اس قدر
روپیہ جمع ہوسکتا ہے جو لنگرخانہ کے اخراجات کے
لئے مکتفی ہوسکتا ہے۔ یا کم از کم ایک بڑے حصہ اخراجات
لنگر کو پورا کرسکتا ہے۔ کوئی گھر نہیں جس میں کھانا
نہیں پکتا۔ اور نہ ہی کوئی گھر ایسا ہے جس میں اسقدر
حساب تول کر کام لیا جاتا ہو کہ تولہ یا چھٹانک کم یا زیادہ
نہ ہو۔ جماعت سیالکوٹ میں اس تجویز پر عملدرآمد
ہو رہا ہے کہ تمام احمدی جن کے گھروں میں کھانا
پکتا ہے آٹا گوندھتے وقت خشک آٹے کی ایک مٹھی
ایک الگ برتن میں نکال کر رکھ لیتے ہیں۔ اور اسی
طرح دونوں وقت ایک ایک مٹھی ایک الگ برتن میں
نکال کر رکھ لی جاتی ہے۔ . . . . ساتویں دن
کے بعد نقیب اور بعض حضرات ممبران انجمن تمام گھروں
میں پھر کر اس آٹے کو جمع کرتے ہیں اور ایک جگہ جمع
کرنے کے بعد یہ آٹا بیچ دیا جاتا ہے۔ صرف شہر
سیالکوٹ کی جماعت میں اس آٹے کی فروخت سے
ساٹھ روپے ماہوار کی آمد ہے۔ اب جائے غور ہے
کہ اس تجویز سے کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی
محسوس نہیں کرسکتا کہ اس کو کچھ دینا پڑا ہے۔ مگر
قطرہ قطرہ بہم شود دریا کا معاملہ ہے ایک مٹھی
سے ساٹھ روپے ماہوار یا سات سو بیس روپے
سالانہ کی آمد ہے۔ اگر یہی کوشش دوسری جماعتیں
بھی کریں تو اس جماعت میں زیادہ نہیں تو ہزار روپے
ماہوار کی آمد اسی ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔ بظاہر
اس بات کو حقیر سمجھا جائے گا کہ ایک مٹھی آٹے کی
کیا مدد ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ
ایک ایسی ہے جس کا اثر بھی کسی کو محسوس نہیں ہوتا
اور ایک کثیر رقم مستقل طور پر جمع بھی ہوسکتی ہے۔
مگر یہ بات بھی اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جب
ضلعوں کی انجمنیں کام کو تکمیل دینے کی غرض سے
اپنے ہاتھ میں لیں۔

دوسرا امر جس کو میں اس وقت احباب کی خدمت
میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ چودھری نصراللہ خان
صاحب کی مدد ہے جس کو واقعی نصراللہ یعنے خدا کی
نصرت ہی کہنا چاہئے۔ چودھری صاحب سیالکوٹ
کی انجمن کے پریزیڈنٹ ہیں اور ان برگزیدہ احباب
میں سے ہیں جو اس انجمن کو کامیاب بنانے میں خاص
طور پر کوشش کررہے ہیں۔ چودھری صاحب
مدت سے اس فکر میں تھے کہ بجائے وصیت کرنے کے

وہ اپنی جایداد کا حساب کر کے اپنی زندگی میں ہی اس قدر حصہ وصیت روپیہ انجمن کو دیدیں۔ تعمیر مدرسہ کی تحریک نے ان کے اس نیک ارادے کو عملی رنگ میں آنے کا موقعہ دیدیا۔ چنانچہ انھوں نے بالفعل تین ہزار دوسو روپیہ دو کمروں کی تعمیر کے لئے دیا ہے۔ اور ان کا منشاء یہ ہے کہ اس روپیے سے دو کمرے بنوا دیے جاویں جن کا کرایہ اُن کی حین حیات میں فنڈ تعمیر مدرسہ میں جاتا رہے اور اس کے بعد وہ بروے وصیت مقبرہ بہشتی کی جایداد سمجھی جاویں۔ اس طرح پر وہ اپنی ذات کے لئے اُن کمروں سے کوئی فایدہ نہیں اُٹھانا چاہتے بلکہ سلسلہ کی ہی کوئی مد اُسکا فایدہ اُٹھاتی رہے گی۔ ان دو کمروں کا کرایہ قریب دوسو روپیہ سالانہ کے ہوگا اور خداے تعالیٰ چوہدری صاحب موصوف کی عمر میں برکت دے اس طرح پر ان کی حین حیات ہی میں ہزارہا روپے کی مد تعمیر مدرسہ میں ہی مل جائے گی یہ ایک ایسی نیک فال ہے کہ میں ان احباب کی خدمت میں جن کو یہ موقعہ میسر ہے عرض کروں گا کہ اگر تھوڑے سے اور دوست بھی ایسی تجویز پر عمل کریں تو چند دنوں میں ہی عمارت مدرسہ تیار ہو سکتی ہے۔

یہ بات بالکل سچی ہے کہ وصیت کے روپے کو اپنی زندگی میں ادا کر کے وہ انجمن کو بہت سی مشکلات سے بچائیں گے کیونکہ بعد میں روپیہ کے وصول ہونے میں جیسا کہ تجربہ بتاتا ہے اکثر اوقات دقتیں اور روکیں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ وہ اپنی زندگی میں ادا کر دیں گے اس کا انجمن کو دوہرا فایدہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ چودہری نصراللہ خان صاحب کا یہ نیک نمونہ ضرور کسی اور دل میں بھی یہ نیک تحریک پیدا کریگا اور یہی میری غرض اس کو اخبار میں شائع کرنے سے بھی ہے۔ خدائے تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ بہت سے دلوں کو ایسی نیک مثالوں کے قائم کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

اس موقعہ پر میں منشی محمد یوسف صاحب (کپورتھلہ) کو بھی خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ جب وفد کپورتھلہ میں منشی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو انسے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ ایک کمرہ مدرسہ کے لئے بنوادیں۔ منشی صاحب نے اس درخواست پر غور کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور جو جوش خدائے تعالیٰ نے اس سلسلہ کی تائید کے لئے اس کے اکثر خدام کے دلوں میں ڈال رکھا ہے اسپر نظر کر کے مجھے امید کامل ہے کہ منشی صاحب موصوف عنقریب اس درخواست کی قبولیت سے بھی خوش کریں گے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ انسان کے لئے کام آنے والی وہی چیز ہے جو وہ اپنی عاقبت کے لئے آگے بھیج چھوڑتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے ان کو طاقت دی ہے کہ وہ دین کی اسی قسم کی خدمت کر سکیں۔ ایسا ہی انکو وہ ایمان بھی دیا ہے جو انسان سے ایک عظیم الشان مالی قربانی کرا سکتا ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ۔

(خاکسار محمد علی - ۲۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

نظم پنجابی ۱؎

آطاعون ہوراں جو ساندل باری قدم ٹکایا
بے علماں علماں نوں سیداں اگوں شور مچایا
خلقت ساری کہے ملاں نوں مسجد دیوچ جا کے
کرو حیلہ کجھ ایس وبا تھیں رکھے رب بچا کے
علمار کہن خراتاں کڈھو صدقہ کجھ نکالو
اسانوں حدیث صحیح دے ڈٹھا جا سو فتح وبالو
کہن تختائیں سورت لکھیے لیا ہو ڈھول شتابی
راتیں پنڈاں کول وگا ہو ہووے دور خرابی
نالے ختم کرا ہو تسیں تے علمار کھوا ہو
زرو پیسا نوں کپڑے دیہو مت تسیں بچ جا ہو
جیہیں جیہیں ڈھول وگا ون راتیں تے علما کھواندے
اگے نالوں مرن ودھیرے دُکھ زیادہ پاندے
بھی اوہ ملاں جنھاں سورت لکھی اوپر ڈھولاں
اوہ پہلے حملے دیوچ ہی موئے میں جھوٹھ نہ ہرگز بولاں
حالت دیکھ ملاں دی خلقت سید اندی دل دہائی
استغفار پکارن منہ تھیں قدرت ویکھ ربانی
آکھن ایہہ مرن نساڈے تسیں پیر کہاندے
نذر نیاز شیرینیاں لیکے نت اساتھیں کھاندے
کرو دعائیں رب اسانوں رکھے ایس وبا تھیں
کائیں منجھیں تے اُٹھ گھوڑے نذراں لیو ساتھیں
سید کہن اساڈیاں کوڈیاں گیتیاں نیک کمائیں
جنھے پیر اسیں وچ بابیئے جاون نس بلائیاں
آل نبی اولاد علی ہاں کون اساڈا ثانی
اُمت نبی صاحب دی وچوں اسیں ہاں لاثانی
بھاویں کدی نماز نہ پڑھیے پڑاز ناہ کمائیے
برکت جدا نبی دی اسیں ہر جا فتح پائیے
تساں لگ ملاں دے آکھے ایبادین وںجایا
من پیر فقیر انسندا اسا را دلوں بھلایا
توبہ تائب ہو وہ لیسے نھیں منوں پیر فقیراں
علماواندا کھیڑا جھیڑا و معاف ہو دن تقصیراں
پھلکے سبھ اکٹھے ہو کے عورت مرد تمامیں
فیر اساڈی راہ دیتی ہو و چل سلامی
اسیں بھی چل وادے اگے ایہو عرض کراناں ۴ ۴

سرود فنا

(از منشی نعمت اللہ گوہر ٹھوری ثم قادیانی)

گھر جب سے پیا کا دیکھ لیا — رہی ہم کو نہ دنیا کی چاہ ذرا
دل اس دنیا میں پھنسا نا گیا — دُنیا ہے سراسر دام فنا
احباب ستاتے ہیں کیوں مجھکو — ہر لحظہ جلاتے ہیں کیوں مجھکو
میرے بس میں نہ تھا میرا دل ہرگز — تقدیر نے اپنا کام کیا
تھا سوز و تپش میری قسمت میں — میری قسمت پر کیوں لوگ ہنسیں
جنھیں ذوق نہاں سے بہرہ نہیں — انھیں آدمی کون کہے گا بھلا؟
اک دل کہ جسے مدت سے لگی تھی — شہوت دنیا طلبی کی
اب فضل سے اپنے مولا نے — اُسے اپنی جانب کھینچ لیا
ہمیں زر کی نہیں اب کچھ پروا — کیا کم ہے خزانہ محبت کا
ہے کلید ارادت ہاتھ میں ہر دم — جی چاہا جب کھول لیا
مجھ پر تو بھلا ہنستا ہے تو — کہ تو بھی کہ دنیا کے اندر
کیا نیک کمائی کی تو نے — کیا توشۂ عقبیٰ جمع کیا
تجھے کس مطلب کو بھیجا تھا — کبھی دل میں یہ تیرے خیال آیا؟
تو مسافر ہے کہ کہیں ہے یہاں کا — چشم بصیرت کھول ذرا
جس باغ میں تو چلتا ہے لٹک کر — دیکھ اسکے مالی کون اسکا
سبزے کو سکھائی ایک کس نے — کیا دیدۂ نرگس کس نے وا؟
دیا بلبل کو کس نے نالہ — دل گل کا ہے کیوں پارہ پارہ
کیوں شمع پہ جلتا ہے پروانہ — لالہ کو جگر کا داغ ملا
جب چھوڑ وطن تو سفر کو چلا — تجھے لقب ظلوم و جہول ملا
اب خالی ہاتھ پھریگا جب — کیا منہ مالک کو دکھائیگا؟
یہ زندگی ہے اک جنگ میاں — یہاں چل مرشل تینگ میاں
کھول اپنے تیر و تفنگ میاں — ذرا ہاتھ شجاعت کے دکھلا
ترا آقا تجھ پہ نثار ہوا — تجھے جنگ میں اس نے بھیجدیا
اب بیٹھ دکھاتا ہے ؟ لڑتا — ہے حلم ملک کیوں آقا کا
جب جنگ سے پھر کر جائیگا — اور ہوگا شکست سے منہ کالا
کیا اک چلو بھر پانی میں تو — ڈوب کے مر ہی نہ جائیگا؟
ہے سب کی نظر تیری ہی طرف — خورشید و قمر اور جن و ملک
سب تکتے ہیں تیری راہ کہ دیکھیں — جنگ میں جیتا یا ہارا
یہ درد بھرے دل کی ہے صدا — یا دفتر پند و نصائح کا
گوہر یہ غزل تو خوب پڑھی — اب مطلع کو دہرا دے ذرا
گھر جب سے پیا کا دیکھ لیا — رہی ہم کو نہ دنیا کی چاہ ذرا
دل اس دنیا میں لگا نا گیا — دُنیا ہے سراسر دام فنا

۱؎ مکرمی سید نجف شاہ صاحب ساکنہ موضع حلال پور تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور نے حضرت اقدس کے حضور پڑھی جس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ واقعی صدق دل و اخلاص سے یہ نظم لکھی گئی ہے۔ انشاء اللہ موثر ہوگی

گلدستہ اخبار

امتحان انٹرنس کا افسوسناک نتیجہ - امسال بدنصیب امیدواران امتحان انٹرنس کے بڑے حصہ کو پنجاب یونیورسٹی نے جس بلدحمی سے ذبح کیا ہے۔ اُس کا نظارہ نہایت دردناک ہے اور صوبجات پنجاب و سرحدی کے گوشہ گوشہ سے بیکس طلبار کے نالہ و بکا کی پیہم آوازیں آرہی ہیں جن سے کوئی انسانی طبیعت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ امتحانوں کے خراب نتیجے تو اکثر نکلتے رہتے ہیں۔ مگر جیسا قتل عام ابکے سال ہوا ہے۔ اُس کی مثال خدانخواستہ اور چند سال جاری رہی۔ تو لارڈ کرزن بہادر کی تعلیمی پالیسی کے متعلق لوگوں کا یہ الزام بالکل درست ٹھہر جائیگا کہ اُس سے ملکی تعلیم کو دبانا مقصود ہے۔ بہرحال غریب طلبا پر جو آفت برپا ہوئی تھی۔ وہ تو ہو چکی۔ لیکن کیا یونیورسٹی اس بارہ میں کوئی تحقیقات کرے گی۔ کہ دو تہائی سے زاید امیدواروں کے فیل ہونے کی کیا وجہ ہے اور آئندہ اس کا کیا انتظام کیا جائے؟ ہندوستان ایک نہایت مفلس ملک ہے اور یہاں متوسط الحال اشخاص کو بھی اپنے بچوں کے تعلیم دلانے میں سخت مشکلیں اُٹھانی پڑتی ہیں پس یونیورسٹی کو ایسی سختی پر کمر نہ باندھنی چاہئے جس سے شدید رنج و الم کے سوا ہزارہا نوجوانوں کی آئندہ زندگی پر ناگفتہ بہ اثر پڑتا ہے۔

آتشزدگی - بندرگاہ چاٹگام میں پنبہ کے ذخیرہ میں سخت آتشزدگی ہوئی۔

تصادم - ۱۷ کی رات کو بمبئی میں پائے دھونی کے قریب دو برقی ٹرام گاڑیوں میں تصادم ہو گیا۔ ایک گاڑی کا پہلو ٹوٹ گیا۔ برقسمت افراد میں ضرب صرف ایک شخص کے آئی۔ اور وہ بھی بہت خفیف۔

بم کا گولا - چندر نگر میں بم کے گولے کا جو حادثہ ہوا تھا۔ اس کے متعلق گولے کا امتحان کرایا گیا اور معلوم ہوا۔ کہ یہ گولا اسی قسم کے بارود سے تیار ہوا تھا۔ جس قسم کے بارود لفٹنٹ گورنر کی ٹرین کے تباہ کرنے کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔

ڈکیتی - حال میں لاہور اور اٹاری کے اسٹیشنوں کے درمیان ایک شخص چلتی ٹرین میں زنانہ گاڑی کے اندر گھس آیا۔ اور عورتوں کو چاقو دکھا کر زیور ان سے لے لیا۔ مگر ایک عورت نے چلتی ٹرین ہی میں دوئم درجہ پر جا کر اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ گرفتاری کی کوشش کے وقت اس کی ران میں ایک یورپین کی پستول کی گولی لگی۔ مگر یہ زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ پولیس نے اس کا پتہ لگا لیا ہے۔ اور چھ سو روپیہ کا زیور بھی اس کے پاس سے برآمد ہو گیا ہے۔

آتشزدگی - ۱۲ اپریل کی شب کو اندرون موچی دروازہ متصل چوک نواب صاحب ایک نان بائی کی دوکان میں آگ لگ گئی۔ مگر محلہ والوں کی کوشش سے جلد فرو کی گئی۔ سامان نکالنے اور آگ بجھانے میں رحیم کنسٹیبل ۸۴۷ نے علی الخصوص بڑی جانبازی و مستعدی دکھائی۔

ریلوے کی تباہی - شب دوشنبہ کو دو کھچا کھچ بھری ہوئی گاڑیاں جو بینڈیگو اور بلارٹ سے میلبورن کو آرہی تھیں۔ ۱۱ بجے کے وقت برڈے برک جنکشن پر لڑ گئیں۔ تین گاڑیاں چور چور ہو گئیں۔ ۴۲ لاشیں مل گئی ہیں۔ ۶۰ آدمی زخمی ہوئے ہیں۔ لڑی ہوئی گاڑیوں میں آگ لگ گئی۔ اور کئی آدمی بہت جل گئے ہیں۔

(بعد کی خبر) ملبورن کا ایک تار مظہر ہے کہ تازہ ترین رپورٹ کے مطابق ۴۲ آدمی مرے اور ۸۰ زخمی ہوئے۔

جاپانی پولیٹکل تقرر - رائٹر کا نامہ نگار ٹوکیو سے بذریعہ تار مطلع کرتا ہے کہ مسٹر اچیو کونسلر جاپانی سفارت لندن وسکونٹ ہایاشی کے بیکن میں جانشین ہوں گے اور وسکونٹ ہیاشی سفیر جاپان متعینہ روم ہوں گے۔

ریلوے کی چوری - دسمبر گذشتہ میں جی - بی اینڈ سی - آئی ریلوے کے کیش آفس سے ۳۲۱۴ روپیہ کے نوٹ اور نقد روپیہ جاتے رہے تھے۔ ریلوے پولیس نے اب مدد پولیس کنسٹبل ایک سابق ملازم پولیس اور دو شخص گرفتار کئے ہیں۔ ایک ملزم نے اقبال کیا ہے کہ میں اور میرے ساتھی ۹ ماہ سے آہنی صندوق کے کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

گرفتاری - (بمبئی) پولیس نے ایک چور پکڑا ہے۔ جو سالہا سال سے تنگ کر رہا تھا۔ ملزم کا بیان ہے۔ کہ میں نے چوری کے ذریعہ سے ہزار ہزار روپے ماہوار کمائے ہیں۔

ہرجانہ - تناول میونسپل کونسل نے گورنمنٹ پر ۱۹ ہزار روپے ہرجانہ کا دعوے کیا ہے جو کونسل کا گذشتہ ہنگاموں کے موقع پر ہوا۔

امریکہ کا کاروبار - نیویارک کا ایک تار مظہر ہے - لانگ شائر کمپنی اور ایک کارخانہ پنبہ کے بند ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان کے ذمہ قرضہ کی تعداد کثیر نہیں ہے۔

برآمد طلا - نیویارک سے یورپ کو ۳۵ لاکھ ڈالر کا سونا یورپ کے لئے کل ۲۵ کو روانہ ہونے والا تھا۔

آگ پر چلنا - بمقام منگ کوٹ حال میں آگ پر چلنے کا کرشمہ چند مزدوروں نے نہایت حیرت انگیز طریقہ سے دکھایا۔ چند روز تک یہ لوگ مہابھارت پڑھتے رہے پھر درودپتی اور ارجن کا تہوار منایا۔ اس کے بعد ۱۸ دن تک روزے رکھے۔ اور بتوں کا جلوس نکالا۔ وقت مقررہ پر ایک گڑھا ۲۰ فٹ لمبا اور ۳ فٹ چوڑا کھودا گیا۔ اور اس میں دو فٹ اونچی تہ دہکتے ہوئے کوئلوں کی لگائی گئی۔ اور ۴۰ پجاری ٹھاکر آگ پر چلے اس تماشے کو دیکھنے کے لئے تقریباً چھ ہزار آدمی موجود تھے۔ جن میں سے بہت سے یورپین افسران بھی تھے۔ آگ پر چلنے والے گوند گوند کہتے جلتے تھے۔

تصادم - ۲۱ اپریل کو ہردوئی اور کوراما کے درمیان اودھ روہیلکھنڈ کی دو گاڑیاں لڑ گئیں۔ چار گاڑیاں بالکل چکنا چور ہو گئیں۔ ہردوئی سے آنے والی گاڑی کا انجن دوسری پر چڑھ گیا۔ گارڈوں کے خفیف ضربیں آئیں۔

انعام - مولوی ممتاز علی صاحب مالک رفاہ عام سٹیم پریس لاہور کی اہلیہ صاحبہ کو ترقی تعلیم نسواں کی کوشش کے صلہ میں گورنمنٹ پنجاب سے ۳ سو روپے انعام اور سند ملی ہے۔

قانون تار - واشنگٹن میں اسکول کے چند لڑکوں نے پرائیویٹ تار لگا کر سرکاری تاروں کو لینا شروع کر دیا تھا خفیہ سے خفیہ سرکاری خبریں ان لوگوں کو معلوم ہو جاتی تھیں۔ اس بنا پر کانگرس میں پرائیویٹ تاروں کے خلاف مسودہ قانون پیش ہونے والا ہے۔

سگار نوشی - لارڈ گرینفل کمانڈر انچیف افواج آئرلینڈ نے اعلان شائع کیا ہے۔ کہ فوج میں سگار کے استعمال کو حتی الامکان روکنا چاہئے کیونکہ اس سے سپاہیوں کی صحت پر سخت مضر اثر پڑتا ہے۔

خروج - دوشنبہ کو رنگون میں سمندر کے کسی آتش فشاں پہاڑ کے خروج کرنے کی اطلاع ملی تھی یہ آتش فشاں پہاڑ غالباً سینڈ روے کے قریب ہے۔

بازیافتگی - لاہور اور اٹاری اسٹیشنوں کے درمیان جس شخص نے زنانہ گاڑی میں گھس کر عورتوں سے زیور چھینا تھا وہ گرفتار ہو گیا۔ اور پولیس نے کل زیور برآمد کر لیا۔

ناخوشی - اخبار جوگانتر کا پرنٹر و پبلشر بھوپندر ناتھ دت جس کے نام مفویانہ مضامین شائع کرنے کے جرم میں پھر وارنٹ جاری ہوا تھا پچیس پچیس سو روپے کی دو ضمانتوں

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا

مولوی محمد علی صاحب

رجسٹرڈ ایل نمبر

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ... صر
۲- خواص و معاونین سے
۳- ہندوستان سے باہر
۴- غیر مذاہب والوں سے
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع و ...
سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ یہ سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

سلسلہ عالیہ
احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینہ کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو دارالامان
قادیان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۳ قادیان دار الامان مورخہ ۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ جلد ۱۲

تازہ وحی

۲۹- اپریل
۸ بجے رات

انی احافظ کل من فی الدار

حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لے گئے ہیں وہاں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر چیف کورٹ کے مکان واقعہ سٹرک کیلیانوالی میں فروکش ہیں۔

معذرت

حضرت صاحب کی تصنیف چشمہ معرفت کی کاپیاں کل تیئیس پرچہ کی ہیں اور ان کے پروف لاہور جاکر درست ہونگے۔ اس لئے ۳۰ اپریل و ۲ مئی کا الحکم نہیں نکل سکا۔ — یعقوب علی

حضرت اقدسؑ کا سفر لاہور

مقام بٹالہ ۲۷- اپریل ۱۹۰۸ء

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور کیا اچھا ہو کہ اگر کوئی ایسی سبیل ہو جاوے کہ مسلمانوں کا باہمی اختلاف اٹھ جاوے اور جس طرح دیگر اقوام ہیں دنیوی معاملات میں اپنی یکجائی اور متفقہ کوششوں سے کامیاب ہو رہے ہیں مسلمان بھی کم از کم دنیوی معاملات میں تو مل کر کام کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا

خدا تعالےٰ نے تو کہہ دیا ہے کہ اختلاف ہمیشہ رہے گا تو پھر انسان کون ہے جو اس اختلاف کو مٹانے کی کوشش کرے؟ اصل میں اگر غور سے دیکھا جاوے تو اندرونی اتحاد تو ان کے بیرون میں بھی نہیں ہے۔ انہی میں سے بعض لوگ تو ایسے ہیں جو حضرت عیسےٰؑ کو نعوذ باللہ خدا مانتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو موحد ہیں وہ ان کو صرف ایک رسول خدا کا یقین کرتے ہیں۔ اور پھر بعض ان میں ایسے بھی موجود ہیں کہ وہ نہ عیسےٰؑ کو مانتے ہیں نہ خدا کو دہریہ ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ کسی نے تو دلیری سے اپنے ان عقائد کا اظہار کیا ہے اور بعض نے دل ہی دل میں سے اظہار کیا ہے ...

پس جب ... اختلاف ہے۔ تو باوجود اس اختلاف کے کسی کی ہاں میں ہاں ملانے کے تو یہی معنے ہیں کہ انسان نفاق کا طریق اختیار کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس امت کو منافق نہیں بنانا چاہتا کیونکہ اللہ تعالےٰ تو نفاق سے ڈراتا ہے اور اس طریق زندگی کو بدترین حالت بیان فرماتا ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

کسی سچے مسلمان کی غیرت اور حمیت کب گوارا کر سکتی ہے کہ اپنے معتقدات اور مذہبی مسلمہ پاک عقاید کے خلاف سن سکے یا ان کی توہین ہوتے دیکھ سکے۔ یا ایسے لوگوں سے جو اس کے بزرگوں کو جن کو وہ دین کا پیشوا یقین کرتا ہے برا کہنے والے یا گالیاں دینے والوں سے سچی محبت اور اتفاق رکھ سکے۔ ہمارے نزدیک تو ایسا انسان ہو یا باہمہ کسی سے محبت و مودت رکھتا ہے دنیا کا کتا اور منافق ہے۔ کیونکہ ایک سچے مسلمان کی غیرت یہ چاہ سکتی ہی نہیں کہ وہ نفاق کرتا ہے۔

ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک انگریز سیاح امریکہ سے ہمارے پاس آیا تھا۔ ہم نے اس سے سوال کیا کہ آپ لوگ جو اتنی جان توڑ کوششیں کرتے ہو ...

کہ لوگ آپ کا مذہب اعتبار [illegible] عیسائی بنانا چاہتے ہیں ۔ بھلا [illegible] یہ تو [illegible] کہ عیسائی ہو کر آپ لوگوں نے کیا [illegible] کہ دوسرے وہ فائدہ اُٹھا دیں گے ۔ فسق و فجور میں عیسائی قوم نے جو ترقی کی ہے وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ۔ اکثر حصہ اس قوم کا ایسا ہے کہ خدا سے بھی برگشتہ ہے ۔ اور گویا کہ اپنے نفس سے بتا رہا ہے کہ خدا کی اُن کو ضرورت ہی نہیں پائی جاتی ہے ۔ اب کہیے کہ آپ ایک ایسی قوم کے کس طرح حامی بنتے ہیں جو خود ایسا اقرار کرتے ہیں ۔ یا آپ کس طرح مسلمانوں سے ایسے خطرناک عادات اور فسق و فجور میں غرق شدہ قوم کی تقلید کرانا چاہتے ہیں جن پر خوف ہے کہ ان کے اعمال بد کی وجہ سے عذاب نازل ہو۔

خدا تقویٰ طہارت کو چاہتا ہے ۔ ہم مانتے ہیں کہ مسلمان بھی فاسق ہیں ۔ فاجر ہیں ۔ مگر اس قوم کے مقابلہ میں نسبتاً دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی ان کے مقابلہ میں ہزار درجہ بہتر ہے ۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں میں **توحید کی برکت** سے بدنسق و فجور اور بے غیرتی پیدا نہیں ہونے دی ۔ خود بعض انگریز مصنفوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلمان قوم دنیا میں غنیمت ہے ۔ اور عیسائی اقوام کے مقابلہ میں ان کی زندگی ہزار درجہ بہتر ہے ۔ عیسائی قوم کے واسطے کفارہ کی جو راہ کھلی ہے اس کے ذریعہ سے اس قوم میں کونسا گناہ ہے جو جرات اور دلیری سے کیا نہیں جاتا ہے ۔ اور وہ کونسی بدی ہے جس کے کرنے سے کسی عیسائی کو کوئی روک پیدا ہو سکتی ہے ؟ اصل میں کفارہ کا عقیدہ ہی ان میں ایسا ہے کہ سارے حرام ان کے واسطے حلال ہو گئے ورنہ کفارہ باطل ہوتا ہے ۔

نور افشاں جو کہ عیسائیوں کا ایک معتبر اخبار ہے ۔ اسی میں ایک دفعہ لکھا گیا تھا کہ مسلمانوں میں اُن کی عبادتگاہوں اور مساجد میں ایک ادنیٰ مسلمان بادشاہ وقت کے برابر بلکہ اُس کے آگے کھڑا ہو سکتا ہے ۔ اور دنیوی ثروت اور جاہ و جلال کا کوئی اثر ان کی مسجدوں میں باقی نظر نہیں آتا ۔ حالانکہ عیسائیوں میں ایک خاص یورپ کا عیسائی کبھی دیسی عیسائیوں سے گرجا میں بھی اکٹھا نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ ان میں گرجا میں بھی کرسیوں کے درجے موجود ہوتے ہیں ۔ غرض مسلمانوں میں بڑے بڑے برکات ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور اب بھی ہیں ۔ آپ ان معاملات میں غور کریں اور اپنے علم کو بڑھاتے ہیں ۔ بغیر معلومات وسیع کے آپ کو ایسا دعوےٰ نہیں کرنا چاہیے کہ عیسائی مسلمانوں سے نیکی ۔ تقویٰ ۔ طہارت ۔ میں بڑھے ہوئے ہیں ۔ ہر امر میں جو حکم نسبتاً لگایا جاتا ہے ۔ مسلمان نسبتاً ان سے نیکی میں تقویٰ میں [illegible] طہارت میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں ۔ اور یہ بھی یہ بات کہ مسلمانوں میں باہمی اتفاق نہیں ہے سو اس کے متعلق تو اللہ تعالےٰ کا خود بھی منشا رہے اور اس میں رحمت ہے ۔ البتہ ایک حد تک جب خدا کو منظور ہو گا خود بخود اتفاق اور اتحاد بھی پیدا ہو جاوے گا ۔

مسلمانوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہمیشہ شامل حال رہا ہے کہ خدا ان کو گرنے کے وقت سنبھال لیتا ہے حالانکہ اور قومیں اس سے محروم ہیں ۔ مشکلات بھی دن اور رات کی طرح ہر قوم کے ساتھ دورہ کرتے ہیں مگر خدا نے ہمیشہ مسلمانوں کو ایسے اوقات میں تائید غیبی سے سنبھال لیا ہے ۔ جس صلح کے آپ خواہشمند ہیں وہ تو ہمارے خیال میں نفاق ہے ۔ اور ہم ایسی صلح کے دشمن ہیں ۔ یہ کہنا کہ انگریز قوم بڑی علم دوست ہے کیسی ایک بیہودہ بات ہے ۔ علم بھی ایک طاقت ہے ۔ انسان اس طاقت کے ذریعہ سے ہر ظلمت اور ذلیل عقاید سے بچ جاتا ہے ۔

ان کا علم کیا خاک علم ہے

کہ ایک ناتوان کمزور اور ضعیف انسان جو کہ معمولی انسانوں کی طرح ماں کے پیٹ سے قانون قدرت کے موافق پیدا ہوا اور دنیوی سختیاں اور تلخیاں بچپنے کے مشکلات برداشت کرتا ہوا آخر یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی ذلتیں سہتا اور ماریں کھاتا ہوا سولی پر چڑھایا گیا ایسے ایک انسان کو خدا بنالیا ۔ کیا علم اسی کا نام ہے ۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ۔ جب کوئی بادشاہ بنتا ہے تو اس سے قسماً عہد لیا جاتا ہے کہ وہ انجیل کے احکام کی پیروی کریگا کیا اسی کا نام ہے کہ انگریز علم دوست ہوتے ہیں ۔ سایل نے کہا کہ ہر وقت ان کے ہاتھ میں کتاب یا اخبار موجود رہتی ہے فرمایا ۔ جو شخص علوم حقیقی اور الٰہیات سے بے نصیب محض ہو اس کو علم دوست نہیں کہا جاسکتا ۔

طلباء کے امتحان کا ذکر ہونے پر فرمایا ۔ عند الامتحان یکرم الرجل او یہان ۔ فرمایا اصل میں لڑکے بھی معذور ہیں ۔ امتحان کے مشکلات بہت سخت ہوتے ہیں ۔ جب دنیوی امتحانوں کا یہ حال ہے تو پھر دینی امتحان کا کیا حال ہے ۔ انسان دنیوی امتحان کے واسطے کیا کیا تیاریاں کرتا ہے ۔ اور کس قدر فکر اور غم اس کو ہوتا ہے اور کیسی کیسی شاق محنت برداشت کرتا ہے ۔ بے فکری ہے تو کس سے ؟ دینی امتحان سے ۔ نہیں محنت کی جاتی تو کس کے واسطے ؟ دین کے امتحان کیواسطے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک امتحان کیطرف متوجہ کرتا ہے ۔ اس کا بھی کچھ فکر کرنا چاہیے ۔ اور اس امتحان کیواسطے بھی کچھ تیاری کرنی ازبس لازمی ہے ۔

[illegible] ہمیشہ [illegible] یہ ہو [illegible] پڑتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک [illegible] ۔ اب اس وقت بھی مسلمانوں کا ایک امتحان ہو رہا ہے ۔ خدا نے ایک مامور بھیجا ہے اور اس کے ساتھ ہزاروں زمینی اور آسمانی نشانات اور تائیدات کر کے روشن نشانوں سے دنیا میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے ۔ اب بھی لوگوں کے ایمان کا امتحان ہے ۔ اب بھی یکرم الرجل او یہان کا نظارہ موجود ہے کوئی پا جاویگا عزت کوئی رسوا ہوگا ۔ ایڈیٹر ~~[illegible]~~ مبارک وہ جو خدائی امتحان کی فکر رکھتے ہیں اور پھر مبارک خدائی امتحان میں پاس ہوتے ہیں ۔ پھر اسی شخص نے کہا کہ یہ جو بڑی بڑی سورتیں قرآن شریف میں موجود ہیں آیا یہ یکبارگی نازل ہو گئی تھیں ؟

فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہمیشہ ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوتا ہے ۔ اور پھر پورا حصہ بن جاتا ہے ۔ ہم اس معاملہ میں **صاحب تجربہ ہیں** ۔ جس طرح سے اب اترتا ہے اسی طرح پہلے اُترتا تھا ۔ اس میں اعتراض کی بات ہی کیا ہے ۔ اور خلاف قانون کس امر کو کہا جاتا ہے ۔ خلاف قانون تو جب کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی اس بات کا دعوےٰ کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سارے اسرار کا مطالعہ کر لیا ہے اور سارے قانون قدرت کا اس نے احاطہ کر لیا ہے پھر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ فلاں امر قانون قدرت کے خلاف ہے ۔ مگر جب خدا کی قدرت کا کوئی انتہا ہی نہیں پا سکا تو پھر یہ دعوےٰ کیا ہے ۔ ہمارے الہامات کی کتاب تو بنیاد ہی ہے مگر شریعت نہیں ہے ۔ شریعت وہی ہے جو آنحضرت صلعم لائے اور جو قرآن شریف نے دنیا کو سکھلائی سا ایک نقطہ نہ گھٹایا گیا نہ بڑھایا گیا ہے ۔

خدا جس طرح پہلے دیکھتا تھا اب بھی دیکھتا ہے اس طرح جس طرح پہلے کلام کرتا تھا اسی طرح اب بھی صفت تکلم اس میں موجود ہے ۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب خدا کلام نہیں کرتا ۔ کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ پہلے تو خدا سُنتا تھا ۔ مگر اب نہیں سُنتا ۔ پس اللہ تعالیٰ کے تمام صفات جو پہلے موجود تھے اب بھی اُن میں پائے جاتے ہیں ۔ خدا میں تغیر نہیں ۔ شریعت چونکہ تکمیل پا چکی ہے ۔ لہذا اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اکملت لکم دینکم پس اکمال دین کے بعد اور کسی نئی شریعت کی حاجت نہیں ۔

فرمایا خدا جس کو حکومت دیتا ہے اُسے فراست بھی عطا فرماتا ہے ۔ بشرطیکہ وہ خود اپنے اس پاک جوہر کو شرارت یا تعصب کی کدورت سے مکدر نہ کرے ۔ نیک طبع حکام کو اللہ تعالیٰ تائید غیبی سے بعض ایسے امور میں جن میں حق و باطل پوشیدہ ہوتا ہے حق ظاہر کر دیتا ہے ۔ اور فراست صحیحہ سے وہ اس امر کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں پھر اُن کو اور دلائل کی بھی ضرورت نہیں رہتی ۔

ہمارے اُس مقدمہ کی حالت جو ڈگلس کے سامنے پیش ہوا تھا اُس میں غور کرنے والے کے واسطے کئی نشان موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ راستی اچھی چیز ہے۔ انسان اندر ہی اندر سمجھ جاتا ہے کہ یہ سچا ہے سچ میں ایک جرأت اور دلیری ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گندہ گناہوں سے ملوث ہے وہ ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے۔ اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اور اپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ دنیوی معاملات میں ہی غور کر کے دیکھو کہ کون ہے جس کو ذرا سی بھی خدا لگتی [illegible] امور کا ہے شیطان کبھی اصلاح کا دشمن ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنا حساب صاف رکھے۔ اور خدا سے معاملہ [illegible] خدا کو راضی کرے [illegible] معاملات سے پرہیز کرے جن سے خود ہی مورد عتاب ہو جاوے۔

مگر یہ سب کچھ بھی تائید غیبی اور توفیق الٰہی کے سوا نہیں ہو سکتا۔ صرف انسانی کوشش کچھ نہیں کر سکتی۔ جب تک خدا کا فضل بھی شامل حال نہ ہو۔ خلق الانسان ضعیفا۔ انسان ناتوان ہے۔ غلطیوں سے پُر ہے۔ مشکلات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرے اور تائیدات غیبی اور فضل کے فیضان کا وارث بنا دے۔

اصل میں توکل ہی ایک چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ اللہ اُس کو کافی ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے توکل کے اصلی مفہوم کو سمجھ کر صدق دل سے قدم رکھنے والا ہو۔ اور صبر کرنے والا اور مستقل مزاج ہو۔ مشکلات سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹ جاوے۔

دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے اور اس کے کام بھی ایسے ہی ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اس کا غم کم کرے اور آخرت کا فکر زیادہ رکھے۔ اگر دین کے غم انسان پر غالب آجاویں تو دنیا کے کاروبار کا خود خدا متکفل ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے بڑے بڑے حوادث روز ہو رہے ہیں مگر لوگ ہیں کہ توجہ نہیں کرتے۔ پروا نہیں کرتے۔ حضرت موسیٰؑ کے کافر ہی اچھے تھے کہ جب اُن پر عذاب نازل ہوتے تھے تب تو توجہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر یہ ٹل جاوے تو مان لیں گے۔ مگر آجکل کے کافر اُن سے بھی زیادہ سخت جان ہیں کہ نت نئے عذاب آتے ہیں۔ نئی نئی صورت میں خدا کا قہر نازل ہوتا ہے مگر یہ ہیں کہ کان پر جوں نہیں چلتی۔ دیکھو ایک طاعون نے ہی کیسے کیسے خطرناک حملے کئے۔ کیسی کیسی جانگداز تباہیاں واقع ہوئی ہیں کہ ان کا ذکر سننے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر کسی پر اثر نہیں ہوا۔ وہ لوگ تھے کہ ایسے اوقات میں حضرت موسیٰؑ سے دعا کرایا کرتے تھے مگر یہ لوگ [illegible] کہتے ہیں کوئی نئی معمولی بات ہے۔ ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ اور ایسے عذاب آیا ہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قدیم سے یہ وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں طرح طرح کے عذاب آویں گے اس وقت بعض ہدایت پا جاویں گے اور اکثر ہلاک ہوں گے۔ نشان تو خدا دکھاتا ہے مگر فائدہ ان سے وہی اُٹھاتے ہیں جو مومن ہوتے ہیں۔ اور وہ قلیل ہیں۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا تھا اُس نے ذکر کیا کہ ہمارے شہر میں طاعون نے سخت تباہی ڈالی ہے۔ بہت لوگ تیار ہیں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کریں اور اصل بات یہی ہے کہ مجھے بھی طاعون ہی حضور کے پاس لائی ہے۔

اس سال طاعون کسی قدر کم ہے اس وجہ سے دل بھی سخت ہیں۔ دلیر ہیں مگر کسی کو علم کیا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ پس مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ اور قبل اس کے کہ عذاب نازل ہو جاوے توبہ کرنی چاہیے اور خدا کی طرف جھکنا اور حفاظت طلب کرنی چاہیے۔ مگر یہ سب کچھ توفیق سے ہو سکتا ہے۔ انسان کو بعض اوقات شیطان ایسے بُرے وسوسے پیدا کر دیتا ہے۔ کہ میرے رشتے ناطے ٹوٹ جاویں گے۔ میرے جاہ و عزت میں فرق آجاویگا۔ یا وجوہ معاش بند ہو جاویں گے۔ یا میرے حکام مجھ سے ناراض ہو جاویں گے۔ مگر یاد رکھو کہ ہدایت کے قبول کرنے سے یہ سب امور رکتے ہیں۔ گورنمنٹ کو تو کسی کے مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں۔ اور پھر خدا کا فضل ہے کہ ہمارے اصول ہی ایسے ہی نہیں کہ گورنمنٹ اُن سے ناراض ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ رشتے ناطے ٹوٹ جاویں گے یا معاش میں فرق آجاویگا سو یاد رکھنا چاہیے کہ انسان جب خدا کے واسطے کچھ چھوڑتا ہے اور اپنے اوپر مشکلات برداشت کرتا ہے تو خدا اس کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر حال میں اس کا خود مددگار اور کارساز ہو جاتا ہے۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

بعد از نماز جمعہ یکم مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور

سوال کیا گیا کہ ہم اللہ اور اُس کی کتاب قرآن شریف اور اُس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور نماز روزہ وغیرہ اعمال بھی بجا لاتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں؟

فرمایا

دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعوے کر کے اُن کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور اُن احکام کو جو تزکیہ نفس ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا اسی طرح سے جو شخص مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اُس کو سچا مسلمان خدا اور اُس کے رسول کا سچا تابع دار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔ کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں اور احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے نہ ماننے والے اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں فرق (جو کہ فرق نہیں بلکہ بالفاظ دیگر قرآن شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے) صرف یہ ہے کہ قرآن شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا

ہے اور حدیث میں [illegible] خلیفہ آخری کا مسیح موعود کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس قرآن شریف نے جس شخص کے مبعوث کرنے کے متعلق وعدے کا لفظ بولا ہے اور اس طرح سے اس شخص کی بعثت کو ایک رنگ کی عظمت عطا کی ہے وہ مسلمان کیسا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اس کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے۔ اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدد آتے رہے اور آتے رہینگے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ کما کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے۔ شریعت موسوی کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے جیسا کہ خود وہ فرماتے ہیں کہ میں آخری اینٹ ہوں۔ اسی طرح شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کی خدمت اور تجدید کے واسطے ہمیشہ خلفاء آئے اور قیامت تک آتے رہینگے اور اس طرح سے آخری خلیفہ کا نام بلحاظ مشابہت اور بلحاظ مفوضہ خدمت کے مسیح موعود رکھا گیا۔

اور پھر یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر ہی کر دیا ہو بلکہ اس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کُل کتب سماوی میں بیان فرما دئے ہیں۔ بائیبل میں۔ انجیل میں۔ احادیث میں اور خود قرآن شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں۔ اور ساری قومیں یہودی۔ عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔ پس ایسا ایک شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے ایسی عظمت دی اور جس کی آمد کی ساری قومیں متفق طور سے منتظر ہیں اس کا انکار کر دینا یہ کس طرح سے اسلام ہو سکتا ہے اور پھر جب کہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالےٰ نے اس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے اس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف خسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہو گیا۔ تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے

آسمان نشان ظاہر کرے

اور زمین الوقت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہو سکتا ہے کہ اُس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہو اور لوگ اُسے نہ مانکر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں۔؟ ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ موعود ؑ کے آنے کے کُل علامات پورے ہوگئے ہیں۔ طرح طرح کے مفاسد نے دُنیا کو گندہ کر دیا ہے۔ خود مسلمان علماء اور اکثر اولیائے

مسیح موعود [illegible] صدی میں آنے [illegible] صدی کے متعلق لکھا ہے۔ اور کوئی بھی نہیں ہوا اس صدی سے آگے شروع ہو۔ نیز چودھویں صدی سے تو جانوروں نے بھی پناہ مانگی تھی اور لکھا ہے کہ اب چودھویں

صدی مبارک ہوگی۔

اس قدر متفقہ شہادت کے بعد بھی جو کہ اولیاء اور اکثر علماء نے بیان کی اگر کوئی شُبہ رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ قرآن شریف میں تدبر کرے اور سورۃ النور کو غور سے مطالعہ کرے۔ دیکھو جس طرح حضرت موسیٰ ؑ سے ۱۴۰۰ برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح پر یہاں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ ؑ سلسلہ موسوی ؑ کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح ادھر بھی مسیح موعود ؑ خاتم الخلفاء ہوگا۔

اسلام اس وقت اُس بیمار

کی طرح تھا جس کی زندگی کا جام لبریز ہو چکا ہو۔ اسلام پر ظلم کیا گیا۔ اور بڑی بے رحمی سے دُشمن چاروں طرف سے اپنے پورے ہتھیاروں سے اس کو نیست و نابود کرنے کے واسطے مسلح و تیار ہو کر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اسلام اس وقت مردہ ہو چکا تھا۔ اور اندرونی اور بیرونی حملوں سے نیم جان۔ اسلام کی شمع کا اب آخری وقت تھا۔ اور اس کی گردن پر بڑی بے رحمی سے چھری پھیری جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ کس وقت کے لئے کیا گیا تھا۔ کیا ابھی کوئی اور مصیبت بھی رہ گئی تھی جو اسلام پر آنی باقی ہو۔ یاد رکھو حفاظت سے اوراق کی حفاظت ہی مراد نہیں۔ بلکہ اس کی تشریح ایک حدیث میں ہے۔ جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ قرآن شریف دنیا سے اُٹھ جاوے گا۔ ایک صحابی ؓ نے عرض کیا کہ لوگ قرآن کو پڑھتے ہوں گے تو اُٹھ کیسے جاوے گا۔ فرمایا۔ میں تو تمہیں عقلمند خیال کرتا تھا مگر تم بڑے بے وقوف ہو۔ کیا عیسائی انجیل نہیں پڑھتے اور کیا یہودی توریت نہیں پڑھتے قرآن کے اُٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ قرآن شریف کا علم اُٹھ جاوے گا اور ہدایت دنیا سے نابود ہو جاویگی انوار اور اسرار قرآنیہ سے لوگ بے بہرہ ہو جاوینگے اور عمل کوئی نہ کرے گا۔ قرآن جسکے سکھانے کو آیا ہے لوگ اس راہ کو ترک کر دیں گے اور اپنی ہوا و ہوس کے پابند ہو جاوینگے۔ جب یہ حال ہوگا تو ابنائے فارس میں

[illegible] اور وہ دین کو از سر نو واپس لا [illegible] اور قرآن کو از سر نو تازہ کرے گا۔ قرآن کی کھولی ہوئی عظمت اور کھولی ہوئی ہدایت اور ثریا پر چڑھ گیا ہوا ایمان دوبارہ دُنیا میں پھیلاوے گا۔ لو کان الایمان عند الثریا لناله رجل من ابناء فارس۔ غرض قرآن شریف سے اور احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں آخری زمانہ میں ایک خلیفہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور اس کے علامات اور نشانات بھی بتا دئے گئے ہیں۔

ہمیں مسیح موعود ؑ ہونیکا دعوےٰ

ہے۔ اب ہر شخص کا جو خدا اور رسول سے پیار کرتا ہے اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے فرض ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ آیا ہم نے جو دعوےٰ کیا ہے بجا ہے کہ جھوٹا۔ **خدا کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں**۔ صرف نرا زبانی دعوے قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔ منجملہ اور علامات کے جو ہمارے آنے کے واسطے اللہ اور رسول کی کتابوں میں مندرج ہیں ایک اونٹنی سواریوں کا معطل ہو جانا بھی ہے چنانچہ اس مضمون کو قرآن شریف نے بالفاظ ذیل تعبیر کیا ہے۔ واذا العشار عطلت اور حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ تترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔ اب سوچنے والے کو چاہیے کہ ان امور میں جو آج سے تیرہ ۱۳۰۰ سو برس پیشتر خدا اور اُس کے رسول کے مُنہ سے نکلے اور اس وقت وہ الفاظ بڑی شان اور شوکت سے پورے ہو کر اپنے کہنے والوں کے جلال کا اظہار کر رہے ہیں۔ دیکھیے اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے کیسے کیسے سامان پیدا ہو رہے ہیں حتیٰ کہ حجاز ریلوے کے تیار ہو جانے پر **مکہ معظمہ** اور **مدینہ منورہ** کے سفر بھی بجائے اونٹ کے ریل کے ذریعہ ہوا کریں گے اور اونٹنیاں بے کار ہو جاوینگی۔

رہی یہ بات کہ ان پیشگوئیوں کو مسیح موعود کے لفظ سے کیا تعلق ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں تو مسیح موعود ؑ کا نام کہیں نہیں آیا۔ سو اس کے واسطے یاد رکھنا چاہیے کہ ہم خاتم الخلفاء ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور خاتم الخلفاء کا قرب قیامت کے وقت ظہور ہونے کا وعدہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ پھر ہمیں بار بار بذریعہ الہام الٰہی اس امر کی بھی اطلاع دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود ؑ بھی ہمارا ہی نام رکھا ہے جس کے آنے

کے متعلق احادیث میں وعدہ تھا۔ یاد رکھو کہ جو شخص

احادیث کو ردی کی طرح پھینک

دیتا ہے وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام کا بہت بڑا حصہ ایسا ہے کہ جو بغیر مدد احادیث ادھورا رہ جاتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ مجھے احادیث کی ضرورت نہیں وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ اُسے ایکدن قرآن کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

پس قرآن شریف میں جس شخص کا نام خاتم الخلفاء رکھا گیا ہے اُسی کا نام احادیث میں مسیح موعود رکھا گیا ہے اور اس طرح سے دونوں ناموں کے متعلق جتنی پیشگوئیاں ہیں وہ ہمارے ہی متعلق ہیں۔

خلیفہ کہتے ہیں پیچھے آنے والے کو۔ اور کامل وہ ہے جو سب سے پیچھے آوے۔ اور ظاہر ہے کہ جو قرب قیامت کے وقت آویگا وہی سب سے پیچھے ہوگا۔ لہذا وہی سب سے اکمل اور افضل ہوا۔ صرف تغیر الفاظ ہی ہے۔ قرآن شریف نے خلیفہ کے لفظ سے پکارا ہے اور حدیث میں اس کو مسیح موعودؑ کے نام سے نامزد کیا گیا ہے۔ رہا یہ کہ ہمارے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ہماری صداقت کا ثبوت وہی ہے جو ہمیشہ سے انبیاء اور ماموروں کا ہوتا رہا ہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جو ثبوت کوئی شخص پیش کر سکتا ہے اسی دلیل سے ہم اپنے دعوے کا صدق ظاہر کر سکتے ہیں۔

خدا کی طرف سے آنے والے خدا ہی کی گواہی سے سچے ٹھیرا کرتے ہیں

دعوےٰ تو صادق بھی کرتا ہے اور کاذب بھی۔ اور نفس دعوےٰ کرتے ہیں تو دونوں یکساں ہیں۔ مگر ان میں مابہ الامتیاز بھی تو ہوتا ہے۔ بھلا فرض کرو کہ مسیح موعودؑ کا ذکر قرآن میں بھی نہ ہوتا اور حدیث میں بھی پایا نہ جاتا تو پھر کیا تھا۔ پھر بھی صادق اپنے نشانوں سے شناخت کر لیا جاتا۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ کا ذکر بھلا کس پہلی کتاب میں درج تھا؟ کوئی بتا سکتا ہے حضرت موسیٰؑ کے آنے کی خبر اور پیشگوئی کس کتاب میں موجود تھی؟۔ پھر حضرت موسےٰؑ کس طرح نبی مان لئے گئے۔ یاد رکھو کہ خدا کی تازہ بتازہ گواہی ہی صدق کی دلیل ہو سکتی ہے۔ صرف دعوےٰ بلا دلیل صدق کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جس دعوےٰ کے ساتھ خدائی شہادت نہ ہو وہ جھوٹا ہے۔ اور خدا کے مواخذہ کے قابل ہے۔ جھوٹے مدعی کو خدا خود ہلاک کرتا ہے اور اس کو مہلت نہیں دی جاتی کیونکہ وہ خدا پر افترا کرتا ہے اور حق و باطل میں گڑبڑ ڈالنا چاہتا ہے۔

مَیں کوئی نئی بات نہیں لایا

اور نہ ہی مَیں نے کوئی نئی شریعت قائم کی ہے۔ مَیں اُسی شریعت کی خدمت اور تجدید کے واسطے آیا ہوں جو آں حضرت لائے تھے۔ اور میری سچائی دعوے کے لئے بھی منہاج نبوت پر ہی نشان موجود ہیں۔ مَیں نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ایک تازہ کتاب حقیقۃ الوحی مَیں نے لکھی ہے اس کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جاوے کہ کس قدر نشان خدا نے میری تائید کیواسطے ظاہر فرمائے۔ کیا یہ کسی جھوٹے کے واسطے بھی دکھائے جاتے ہیں۔

دیکھو بعض انبیاء صرف ایک ہی معجزہ سے صادق قبول کر لئے گئے۔ مگر یہاں تو ہزاروں نشان موجود ہیں۔ پھر ہم اگر کسی نئے دین کا دعوے کرتے۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی نیا حکم اپنی طرف سے بیان کرتے۔ سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں کمی بیشی کرتے۔ یا ان کو منسوخ کرنے کا دعوے کرتے۔ نماز روزہ اور حج کے مسایل میں کوئی تغیر تبدل کرتے تو اس قسم کا کوئی دغدغہ اور شک و شبہ بھی بجا تھا۔ مگر ہم تو کہتے ہیں کہ

کافر ہے وہ شخص جو

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روگردانی کرنے والا ہی ہمارے نزدیک جب کافر ہے تو پھر اُس شخص کا کیا حال جو کوئی نئی شریعت لانے کا دعوےٰ کرے یا قرآن اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں تغیر تبدل کرے۔ یا کسی حکم کو منسوخ جانے۔ ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف ہی کو خاتم الکتب یقین کرے۔ اور اسی شریعت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے تھے اسی کو ہمیشہ تک رہنے والا مانے۔ اور اس میں ایک ذرہ بھر اور ایک شوشہ بھی نہ بدلے۔ اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھووے اور اپنے وجود کا ہر ذرہ اسی راہ میں لگائے عملاً اور علماً اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرے۔ تب پکا مسلمان ہوتا ہے۔ البتہ ہمارے اوپر جو کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے کسی

نئی اور تشریعی نبوت کا دعوےٰ

کیا ہے۔ بلکہ مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کیا بلحاظ کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت کی وجہ سے نبی کہا گیا ہے۔ اب اس مجلس میں اگر کوئی صاحب عبرانی یا عربی سے واقف ہے تو وہ جان سکتا ہے کہ **نبی** کا لفظ **نباء** سے نکلا ہے اور نبا کہتے ہیں خبر دینے کو۔ اور نبی کہتے ہیں خبر دینے والے کو یعنے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کے رو سے **نبی** کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ انبئونی باسماء ھؤلاء۔

اصل میں ہماری اور ان لوگوں کی صرف **نزاع لفظی** ہے۔ ہمارے مخالف اگر تقویٰ طہارت نہ چھوڑیں اور تعصب اور عناد نہ کریں تو سب جانتے ہیں اور متقدمین بزرگ اور اولیاء اللہ صاف لکھ گئے ہیں۔ وللہ باولیائہ مکالمات و مخاطبات۔

دُنیا میں صدہا نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں۔ بلکہ سچی خواب تو بعض اوقات بلا امتیاز نیک و بد۔ کافر و مسلم کو بھی آجاتی ہے۔ بعض وقت زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کو جو ہر طرح سے چار رو کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ پھر مومن کو جو کہ بوجہ اپنے ایمان صحیح کے ان سے بڑھکر اس بات کا مستحق ہے کیوں سچی خواب یا کشوف اور الہامات نہ مانے جاویں۔ بلکہ مومن کو بہت بڑھ چڑھکر یہ سب باتیں میسر آسکتی ہیں۔ اس سے یہ مت خیال کرو کہ اس طرح صادقوں اور ماموریں انبیاء و رسل کی رویا اور کشوف اور الہامات کی بے رونقی ہوتی ہے۔ یا ان کی شان میں کوئی فرق یا بے وقعتی لازم آتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ امور تو اس وحی نبوت اور خدا کے مکالمات مخاطبات کے واسطے جو کہ اس کے انبیاء اور رسولوں کو اس کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں اُن کی **تصدیق** کرتے ہیں۔ اور اُن کی صداقت کی ایک قوی دلیل ہیں۔ کیونکہ اگر اس کا بیج ان لوگوں میں نہ پایا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ فاسق فاجر اور بے دین لوگ وحی اور الہام کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتے۔ اور پھر اُن کا اعتراض قوی ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل حکمت سے انبیاء اولیاء کے مکالمات اور مخاطبات اور وحی نبوت کے واسطے بطور تخم ریزی یہ ایک شہادت ہر طبقہ کے لوگوں میں خود اُن کے نفسوں میں پیدا کر دی تاکہ انسان کو انکار کرنے کے واسطے کوئی مفر رہ نہ جاوے اور اندر ہی اندر ملزم ہوتا رہے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کو اگر کسی چیز کا نمونہ نہ دیا جاوے تو اس کے متعلق شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ صداقت مذہب کی ایک اعلےٰ دلیل ہے جو کسی دوسرے مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ اسلام ہی خدا کو

[illegible] اور خدا کا مقرب و مقبول مذہب ہے اس واسطے اس نے محض اپنے رحم سے اسلام میں مسلمانوں کو ٹھوکر اور شبہات سے بچانے کے واسطے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کا ہمیشہ جاری رہنے والا اکمل فیضان عطا کیا۔

لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات اکثر جاگزین ہو جایا کرتے ہیں کہ ہم بھی انسان ہوں۔ اور یہ مدعی الہام بھی آخر ہمارے ہی طرح کا انسان ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مجھے الہام اور مکالمہ الٰہیہ نہیں ہوتا اور اس کو ہوتا ہے۔ اس واسطے ایسے شبہات کا قلع قمع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں اس فیضان کی ایک جھلک بطور نمونہ رکھ دی۔ [illegible] ایک پیسہ لاکھ دو لاکھ پیسوں کے [illegible] اور ایک روپیہ کروڑ دو کروڑ روپیوں اور خزائن کے واسطے دلیل ہو سکتا ہے اسی طرح سے ایک

سچا خواب الہام کے واسطے دلیل ہے

[illegible] ہو سکتا ہے سچے خواب بطور ایک نمونہ کے فطرت انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں تاکہ اس نقطہ سے اس انتہائی کمال فیضان کا وجود یقین کر لیا جاوے۔ جب ایک خواب [illegible] اس خواب کا اعلیٰ مرتبہ جس کو ہم الہام کہتے ہیں موجود نہ ہو۔ کیونکہ سچا خواب بھی کمالات نبوت کا ایک ادنیٰ [illegible]

[illegible] مکالمہ مخاطبہ اسلام کی روح ہے۔ [illegible] حاصل نہ ہوتا تو یقیناً اسلام [illegible] کی طرح ایک مردہ مذہب ہوتا [illegible] اگر اسلام اس نفس الٰہی اور برکت سے خالی [illegible] تو یقیناً اسلام میں بھی کوئی [illegible] نہ تھی۔ [illegible] خدا کا [illegible] فضل ہے کہ وہ اس قسم کے [illegible] اسلام میں ہر صدی کے سر پر بھیجتا رہتا ہے۔ اور اس طرح سے ہمیشہ **اسلام کا زندہ مذہب** ہونا دنیا پر ثابت کرتا رہا ہے۔

اسلام ایک وقت وہ مذہب تھا کہ ایک شخص کے مرتد ہو جانے سے قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ مگر اب وہی اسلام ہے کہ لاکھوں انسان اس سے مرتد اور بے دین ہو گئے۔ اندرونی بیرونی دشمنوں کے حملوں سے اسلام کو نابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اسلام کی ہتک کی گئی۔ پاؤں کے نیچے روندا اور کچلا گیا۔ خود اسلام کا دعوےٰ کرنے والے دین کی حقیقت سے بے خبر ہو کر دین کے دشمن ثابت ہو رہے ہیں۔ اب بتاؤ کہ وہ کونسی ضلالت اور گمراہی باقی ہے جس کی اب انتظار کی جاتی ہو۔ عیسائیوں میں پادری فنڈر کی کتابیں مطالعہ کر کے دیکھو۔ وہ لکھتا ہے کہ اسلام میں ایک بھی پیشگوئی نہیں جو کی گئی۔ اور نہ ہی کوئی پوری ہوئی۔ الٓمّٓ غلبت الروم۔ والی پیشگوئی کو بھی وہ ظنی اور ڈھکوسلا بتاتا ہے۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) واقعات موجودہ کو دیکھ کر ایسا اندازہ کر لیا تھا اور اس طرح سے پیشگوئی کر دی تھی۔ اس کے سوا اور سینکڑوں کتابیں اور رسایل ہیں جو اسلام کے خلاف لکھے گئے۔ کوئی مسلمان کسی عیسائی کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور دشمنان اسلام کو کوئی دندان شکن جواب نہیں دے سکتا

[illegible] اسلام اور اسلام کی زندگی [illegible] [illegible] **آج بھی نہیں ہے اور کل بھی نہیں** ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی جس طرح خدا نے ابتدا [illegible]

[illegible] تازہ بتازہ نشان دکھا سکتا ہو اور ہر مومن کے واسطے وہ [illegible] کوئی **مومن** ہو **فرقان** پیدا کر سکتا ہے۔

مگر یہ ہیں نام کے ملاں اور حامیان دین متین کہ [illegible] بلند آوازوں سے کہتے ہیں کہ اب اسلام میں نشان دکھانے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے خود **جلسہ مہوتسو** میں جہاں کہ تمام مذاہب کے لوگ جمع تھے اس بات کا اقرار کیا کہ افسوس ہے کہ اسلام میں آجکل ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جو نشان دکھا سکیں۔ گویا خود اقرار کر لیا کہ ہمارا مذہب بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک مردہ مذہب ہے اور زندگی کے جو علامات ہوتے ہیں وہ اب اس میں موجود نہیں ہیں۔ اب غور کرو کہ

کیا اسلام کی عزت ایسی ہی

باقی ہی ہے۔ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو گی کہ اسلام کو ایسے لوگوں سے خالی مانا جاوے۔ جن سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہو اور جن کی صداقت کے ثبوت کے واسطے ان کے ساتھ زبردست غیب پر مشتمل نشان موجود ہوں۔ یاد رکھو کہ اگر خدانخواستہ ایسا بھی کوئی زمانہ آجاوے کہ اسلام میں یہ برکات نہ رہیں تو یقین رکھو کہ اسلام بھی اور **مذہبوں کی طرح مر گیا** کیونکہ زندگی کی جو علامت تھی جب وہی مفقود ہے تو پھر زندگی کیسی؟

دیکھو برہمو بھی تو لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں وہ اگر تم سے سوال کریں کہ محمد رسول اللہ کے زیادہ کر لینے سے تم میں کیا طاقت اور خصوصیت پیدا ہو گئی؟ تو بتاؤ ان کو کیا جواب دو گے؟ مسلمان کو چاہئے کہ ایک ایسی زبردست بات پکڑے اور ایسا اصول اختیار کرے کہ جس سے وہ دوسروں پر غالب آجاوے۔

اچھا اگر یہی بات ہے تو پھر بتاؤ تو سہی کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں

مابہ الامتیاز ہی کیا ہے

جبکہ برہمو بھی توحید کے قائل ہیں۔ عیسائی بھی توحید کے [illegible] ہیں۔ آریہ بھی توحید کے قائل [illegible] ہیں۔ [illegible] ہم نے ایک خط ایک فاضل یہودی کو لکھا تھا کہ توحید کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں اس نے لکھا کہ ہماری تعلیم توحید کی ہے۔ **اور ہمارا وہی خدا ہے جو قرآن کا خدا ہے**۔ اب یہ [illegible] بات ہے کہ جب یہ لوگ بھی توحید کا ہی دعوےٰ کرتے ہیں تو مسلمانوں میں خصوصیت کی وجہ کیا ہے۔

رہی نظری اور قیاسی [illegible] سو وہ تو **ذبح کرنے** والی باتیں ہیں۔ جن [illegible] سے کبھی کوئی مانا نہیں۔ دیکھو لیکھرام کا [illegible] ہوا تھا۔ [illegible] واسطے پیشگوئی کی تھی کہ تین برس میں یا مر جاؤں گا۔ میں نے خدا سے خبر پا کر اس کے حق میں پیشگوئی کی تھی کہ

چھ برس میں بذریعہ قتل ہلاک

ہو گا۔ لیکھرام کی کتاب خبط احمدیہ کھول کر دیکھو تو کس طرح اس نے رو رو کر [illegible] دیکتا سے پرمیشر کے حضور نہایت عجز و انکسار سے التجا کی ہے۔ اور خدا سے صادق کی تائید اور نصرت اور کاذب کی ہلاکت اور بربادی کا **فیصلہ** مانگا ہے۔ تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ اور دنیا پر ظاہر ہو جاوے کہ آریہ مت۔ **اور مذہب اسلام** دونوں میں سے خدا کے حضور کون سی راہ پیاری اور منظور ہے۔ اور کون سی مردود۔ آخر کار جو فیصلہ **ہوا ایک دنیا اس کو جانتی ہے کہ خدا نے کس کی تائید کی اور کون نامراد مرا**

اور اس طرح سے سچے اور جھوٹے اور اسلام اور آریہ مذہب کا ہمیشہ کے واسطے تصفیہ ہو گیا۔ باقی آئندہ

رسالہ الصّارم الرّبانی

(مصنفہ مولوی محمد حامد رضا خان صاحب بریلوی مطبوعہ مطبع حنفیہ پٹنہ پر ریویو)
(از سید صادق حسین صادق مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ)

رسالہ الصارم الربانی میری نظر سے گذرا۔ نیم ملّا خطرہ ایمان اس رسالہ کو اور ایسے ہی کئی اور رسالوں کو بغل میں دبائے عوام کالانعام کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کیسی خبر لی ہے کہ مسیحیت کا سارا تانا بانا ادھیڑ کر رکھدیا ہے واللہ ہمارے مولوی صاحبوں کے کیا کہنے ہیں۔ سننے والے بھی ٹکے سیّ ہوتے ہیں کہ ایسی ویسی سُنی سنائی باتوں پر پورا ایمان لے آتے ہیں اور گرہ کی عقل کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ شیطان لعین اور اُس کی ذریت کا داؤ چل جاتا ہے اور سیدھے سادھے بھولے بھالے لوگ ٹھک جاتے اور گمراہ لوگ گمراہی میں اور بھی ترقی کر جاتے ہیں۔

اگرچہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور مخالفین کے درمیان جو مسائل متنازعہ فیہ ہیں اُن کے متعلق متعدد اور ضخیم کتابوں میں مبسوط بحثیں ہو چکی ہیں جن کے رّد کی مخالفین سلسلہ عالیہ کو آج تک توفیق نصیب ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ مگر چونکہ دغا باز کور باطن ستم پیشہ نفس پرست مولوی عوام الناس کو یہ پٹی پڑھاتے ہیں کہ نہ قادیانیوں کی کتابیں دیکھنی چاہئیں نہ اُن کی باتیں سننی چاہئیں۔ اس لئے بہت سے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے بعض بیہودہ سیرت بلید الطبع ملانوں کی ہر سفیہانہ غائبانہ تحریر و کفر آمیز تحریر کو آیت حدیث سمجھکر آمنا و صدقنا کہنا شروع کر دیتے ہیں غرض اس طرح باطل کی حمایت کا جوش ایک عجیب طوفان بے تمیزی برپا کر کے باطل پرستوں کو اہل حق کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا بنا دیتا ہے لیکن جس طرح چاند پر خاک نہیں پڑ سکتی اور آفتاب پر تھوکا ہوا مُنہ کو آتا ہے اسی طرح ان مولویوں کی اُڑائی ہوئی خاک اُنہیں کے سر پر پڑتی رہی اور پڑتی رہیگی اور ان کا تھوکا انہیں کے مُنہ پر آتا رہا اور رہے گا۔ یہ ناحق کوش حق پوش گروہ حاسدانہ جوش کی وجہ سے غم و غصہ و حسرت و اندوہ میں گُھٹ گُھٹ کر اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی دیکھتے دیکھتے آتش غضب سے جل بھنکر خاکستری کیوں نہ ہو جائے مگر آخر کار الحق یعلو و لا یعلیٰ کا نظارہ اسے دیکھنا اور حرمان نصیب اپنی صورت کا بیانہ آپ بننا پڑیگا تاہم انفاس مسیح سے فیض یافتہ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ ایسی گندی تحریرات کی زہریلی ہواؤں سے پبلک کو بچانے کے لئے ٹریکٹ سیریز کے طور پر کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہنے کا التزام فرمائیں۔ ورنہ کم سے کم اخبار کے ذریعہ ریویو کی صورت میں ان طاعونی اجرام کی مخرب ایمان و جانستان تاثیرات سے خلق اللہ کو ضرور متنبہ کرتے رہیں۔

مجھے ایک افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ابا طیل کے شیفتہ اور جھوٹ اور نارستی کے دلدادہ گروہ میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مولوی پایا جاتا ہے جسکی تحریر شرافت و دیانت و تہذیب و متانت سے حقیقی تعلق رکھتی ہو ورنہ عموماً ان کی گندی اور متعفن کتابیں اپنے گندہ و نجس مضامین کے اعتبار سے نجاست کے ٹوکروں اور پُر عفونت سنڈاسوں سے کچھ کم وقعت نہیں رکھتیں۔ کاش پبلک حق و باطل میں تمیز کے لئے پر اثر دلکش مہذب و مدلل تقریر کو ایک ضروری معیار مقرر فرمائے۔

اس تمہید کے بعد اب میں مصنف الصارم الربانی علے اسراف القادیانی کی علمی قابلیت اُن کے فہم و فراست و دیانت و امانت تہذیب و متانت کی قلعی کھولنا اور اُن کی برائے نام الصارم الربانی اور فی الاصل الصارم الشیطانی کی حقیقت کو طشت از بام کرنا ضروری سمجھتا ہوں واللہ المستعان و علیہ التکلان

الصارم الربانی اوسط تقطیع پر چھپا ہوا ۱۶ صفحہ کا ایک رسالہ ہے۔ بریلوی ملّانے اس رسالہ کے شروع میں ایک استفتا منجانب یعقوب خان کلرک پولیس سرساوہ ضلع سہارنپور درج کیا ہے۔

اس استفتا میں کلرک صاحب ملا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

"کہ اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے رہتا ہے پرسوں اُس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ..... اسکے قول کی تحریر یہ ہے۔

"ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے بس اسبارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام بجسدہ العنصری و بحیات جسمانی آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے رجوع کرینگے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہینگے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا اُنکو خدا تعالیٰ اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دیگا تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرہ بالا ہونی چاہیئے اور بعد اس کے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اُس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک اور فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ابن عباسؓ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائے اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جسکے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اُس کی آیت اور نہیں ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا"

اس استفتا کے بعد بریلوی مفتی ملا کا فتوے شروع ہوتا ہے قبل اس کے کہ میں فتوے کے عیب و صواب کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراؤں۔ استفتا کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

یعقوب خان صاحب ناظرین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ استفتا کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی ہے اور مفتی صاحب نے بھی اسی یقین کی بنا پر اپنے فتوے میں احمدیوں کے خلاف بعض ریمارک کئے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ احمدی لوگ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہتے ہیں اور اس لئے ظاہر ہے کہ وہ حدیث سے منکر ہیں۔ مگر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں پس قطعی طور پر ثابت ہوا کہ استفتا کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی نہیں۔

علاوہ بریں ہمیں تعجب ہے کہ پولیس کلرک صاحب نے اُس شخص کا نام جس نے کوئی عبارت اُن کے سامنے پیش کی تھی اور جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا

خلیفہ بتلاتا تھا کیوں نہیں لکھا اور اس عبارت پر اُنکے دستخط کیوں نہیں کرائے۔ چونکہ چھوٹے خان صاحب کی طرف سے استفتا میں یہ اہم فروگذاشت ہوئی اور بڑے خان صاحب نے اپنے کفرنامہ بھیجنے کے فتوے میں اُس کی طرف مطلق توجہ مبذول نہیں فرمائی اس لئے ہمارے نزدیک چھوٹے خانصاحب کی یہ رپورٹ صحیح نہیں بلکہ فرضی ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ دو غیر احمدیوں کے باہم یہ ایک جنگ زرگری ہے وگر ہیچ۔

اگر یعقوب خان صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں تو اُس شخص کا نام بتائیں جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا تھا اور وہ عبارت چند معزز آدمیوں کے روبرو ایک جلسہ میں پیش کریں۔ ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو تحریر اُنھوں نے ایک احمدی کی طرف سے ہونا ظاہر کرکے پیش کی ہے وہ ایک مصنوعی تحریر یا کم سے کم ایک طرفہ تحریر کیوں نہ سمجھی جائے مندرجہ بالا اقتباس میں اُن کے خط کا یہ فقرہ کہ پرسوں اُس نے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں" اور بھی یقین دلاتا ہے کہ استفتا کی عبارت خان صاحب موصوف نے اپنے ہی لفظوں میں ادا کی ہے ورنہ اس فقرہ کی عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ پرسوں اُس نے ایک عبارت پیش کی جس کی نقل ذیل میں درج کرتا ہوں۔

علاوہ بریں خود استفتا کی عبارت خصوصاً اخیر عبارت جو فقرہ "(یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسے علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں)" سے بینوا توجروا تک ہے اسبات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ مضمون استفتا چھوٹے خان صاحب کی جودت طبع کا نتیجہ ہے اور یہ درخواست کہ "ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے" جو اخیر عبارت استفتا میں درج ہے یہ خاص یعقوب خان صاحب کی درخواست ہے کسی احمدی کی طرف سے ہرگز نہیں۔

بنا علیہ بڑے خان صاحب نے اپنے فتوے تکفیر کے مقدمہ اولے صفحہ میں درخواست مذکور کو کسی احمدی کی طرف سے سمجھکر صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہنے والوں کے خلاف جو ضال مضل مردود ابلیس لعین ہونے کا وظیفہ پڑھا ہے اُس کی عجیب و غریب نتیجہ سے صرف چھوٹے خان صاحب ہی فیضیاب ہوسکتے ہیں کوئی احمدی اُس سے متاثر نہیں ہوسکتا

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

استفسار اور اُن کے جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مولوی صاحب نے مجھے بنابر جواب دیا ہے جس میں شیعہ کا اعتراض ہے کہ امام الوقت کی لڑکی کا نکاح اپنے مرید سے ناجائز ہے اور حد ادب سے دور ہے۔

جواب۔ وباللہ التوفیق معترض کو چاہئے تھا کہ وہ کوئی تدبیر بیان کرتا کہ اگر امام الوقت کی لڑکیاں ہوں تو وہ کس کو دے مرید کو دینے سے بے ادبی اور مخالف کو بھی دے نہیں سکتا پھر وہ کیا کرے بلا نکاح رکھے تو سنت رسول م کے خلاف کرکے لیس منی کا مستوجب ہوتا ہے اب کرے تو کیا کرے؟ دوسرا یہ اعتراض صرف حضرت مرزا صاحب پر نہیں رہتا بلکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی جا پڑتا ہے۔ بلکہ خود حضرت علی بھی اس اعتراض سے نہیں بچ سکتے اُنھوں نے مرید ہوکر حضرت امام الوقت کی لڑکی سے کیوں نکاح کیا؟

کوئی مسلمان شیعہ ہو یا خارجی۔ اگر اس کو دعوی اعتراض ہے تو وہ بشرط دعوے اسلام کوئی قرآن کریم سے آیت بتا دے جسے اس کو یہ اعتراض پیدا ہوا ہے یا حدیث ہی دکھا دے۔ گو ضعیف ہی ہو۔ یا اجماع و قیاس دکھا دے۔

اگر مسلمان نہیں عقلی جرح کا اظہار کرے۔ تو اس پر اور اس کے دلایل پر بحث و توجہ ہو۔ آئمہ شیعہ اپنی لڑکیاں مار دیتے تھے یا ان کو بیاہتے نہ تھے۔ یا ان کی لڑکیاں پیدا نہ ہوتی تھیں۔ (فضل دین حکیم از قادیان)

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کرم نامہ آپ کا پہنچا۔ آپ نے لکھا ہے کہ ایک خاوند بی بی کا باہم تنازعہ ہے جن کا نکاح کم عمری میں ہوگیا اب عورت خلع کرانا چاہتی ہے شریعت اسلام نے ایسے تنازعہ کا فیصلہ کس طرح فرمایا ہے۔

جواب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ ۱۳ (اگر تم کو خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ تعا کے حدود قائم نہیں رکھینگے تو کچھ گناہ نہیں کہ بی بی کچھ دیکر اپنی خلاصی کرالے) یہ خلع کا مسئلہ ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ اور جہاں بی بی کو میاں سے ضرر پہنچتا ہے وہاں فرمایا ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ۱۳ (عورتوں کو ضرر دینے کے لئے نہ روکو تاکہ اللہ تعا کے حدود کو تم توڑ ڈالو) بلکہ طلاق دیکر رخصت کردو ایسے موقعہ ضرر پر اللہ تعا نے طلاق دینے کی تاکید بھی فرمائی ہے ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ۱۳ (جو ایسا کریگا (طلاق نہ دیگا باوجود ضرر کے) تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے) پھر تاکید فرمائی کہ ولا تتخذوا ایات اللہ ھزوا ۱۳ (اللہ تعا کے احکام کی تحقیر نہ کرو) گویا سند۔ اگر طلاق ایسی حالت میں نہ دوگے تو یہ تحقیر احکام الٰہی ہے۔ پھر تاکید فرمائی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ۱۳ اللہ تعا کی نعمت کو یاد کرو کہ طلاق تمہارے قبضہ میں کردی۔ یہ تو حکم الٰہی ہے اگر اس کو اللہ تعا کا خوف ہو۔ ورنہ کام حکام کے اختیار میں ہے ہاں اسلام میں تو صرف عورت کی ناپسندیدگی پر بھی طلاق ہوسکتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق دلادی ایک عورت کی شکایت ہے کہ میرا نکاح جس سے میرے والد نے کیا ہے وہ مجھے پسند نہیں۔ کیونکہ اس سے بھی اس کو ضرر تھا۔ ایک جگہ اللہ تعالی نے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ۱۳ (عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مردوں کے اونپر ہیں پسندیدہ طور پر) اس آیت شریف کے مطابق بھی عورت طلاق لے سکتی ہے۔ مگر یہ فتوے ہے اسپر عملدرآمد کروانا کوئی فیصلہ چیف کورٹ کا ہے کہ فیصلہ اول مولوی کا صحیح ہے۔ (فضل دین حکیم از قادیان)

تیسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وآلہ الطیبین الطاہرین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا کارڈ مولوی صاحب نے مجھے بنا بر جواب دیا ہے۔ لہذا عرض ہے۔

حدیث اول لا یغلق الرھن من صاحبہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ اس کے معنے ہیں (کوئی شخص اگر اپنا زیور یا ایک بکری رہن رکھے تو جب فک کرانا چاہے روپیہ لے کر فک کرو۔ روکو نہیں) اس میں تو مجھے کوئی سوال معلوم نہیں ہوتا اور نہ آپ نے کوئی سوال کیا ہے جس کا جواب دیا جاوے۔ بات صاف ہے راہن جب چاہے اپنا رہن چھوڑا لے پابندی میعاد نہ کی جاوے یا کسی اور طرح کا عذر نہ کیا جاوے۔ دوسری حدیث من کان اما

بدین علیه ما لا یقضی من کان اما انفق بعد نفقتها یقضی ذالک من دینه ذلک الذی جمیه بحدان یحسب نفاحوبها هی عنده لاعمه ولقفته ؟ ادان تیسیر حدیث من ارتھن نحو یحسب تمها ایماء الدین ۔ چوتھی حدیث الظہر یرکب بنفقته اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقته اذا کان مرہونا ۔

دوسری اور تیسری ۔۔ کا مطلب یہ ہے کہ زمین مرہونہ کی آمد بعد وضع خرچ مالک کو قرضہ میں مجرا دی جاوے ۔ اور چوتھی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آمد بعوض خرچ خود استعمال کرے ۔ حدیث نمبر ۱و ۳ اول تو صحیح نہیں اگر صحیح فرض کی جاوے تو ان کا مطلب یہ ہے کہ رہن تب حدیث جابر رضی اللہ عنہ دو قسم ہوتا ہے بلاقبضہ و باقبضہ پھر باقبضہ دو قسم ہوتا ہے ایک بلا حاصل کرنے فایدہ کے صرف کسی کو قرض دیا جاوے جب کو آجکل قرض حسنہ کہتے ہیں مگر اپنے روپیہ کی حفاظت کے لئے قبضہ بھی حاصل کیا جاوے ایسی حالت میں تو مطابق حدیث دوسری و تیسری کے اس کا فاضلہ از خرچ زر رہن میں مجرا ہوگا ۔

دوسرا رہن فایدہ کے لئے ہوتا ہے ۔ اس میں فایدہ اٹھانے کی اجازت فرمائی جیسے چوتھی حدیث سے ثابت ہے اور یہ منافع جایز ہے کیونکہ اس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہے گاہ زراعت اچھی ہوتی ہے اور کبھی بسبب مخالف معاملہ کبھی چٹی ہوتا ہے ۔ اسی طرح سواری اگر کرے تو کرایہ کا فایدہ رہا اگر سفر نہ کرے یا جانور بیمار ہو جائے تو خرچ بھی چٹی ہے ۔ اسی طرح مکان ۔ شکست و ریخت کی مرمت پر تو خرچ ہوگا مگر ممکن ہے کہ مکان کرایہ پر نہ جا سکے تو خرچ بھی چٹی ہے ۔ اسی طرح ریوڑ کھاتا ہمیشہ ہے مگر دودھ ہمیشہ نہیں دیتا اور حالت بیماری اور اس کا خرچ مزید برآں ہے ۔

پانچویں حدیث کل قرض جر منفعۃ فہو ربا ۔ یہ تو بالکل صاف ہے جس قرضہ سے صرف نفع ہی نفع ہو اس میں احتمال نقصان نہ ہو وہ ربا ہے ۔ یہ ربا کی تعریف ہے اسی کو آپ قاعدہ کلیہ سمجھ کر باقی احادیث و معاملات کو اسی معیار پر پرکھ لو ۔ کوئی بھی ایک دوسرے کے مخالف نہیں رہیگی ۔ امام احمد نے جو گروی مکان سے نفع حاصل کرنے کو سود فرمایا ہے اول تو ہم ان کی رائے کے پابند نہیں ۔ دوسرا مکان مرہونہ کے ان کے نزدیک وہ مکان نامرہونہ مراد معلوم ہوتا ہے جس مکان کا خرچ مرمت شکست و ریخت گل وغیرہ بذمہ راہن ہو ایسی صورت میں تو البتہ یہ رہن کل قرض منفعۃ کے نیچے آکر ربا ہو جاتا ہے واللہ اعلم علمہ اتم ۔

(از فضل دین حکیم از قادیان)

کچھ تھا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
والہ الطیبین الطاہرین ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ قحط پڑا ہے ۔ آخر یا کو بھی تکلیف ہوئی ۔۔۔ اس میں حکمت الہی کیا ہے ۔۔۔ مولوی ثناء اللہ بھی کہتا ہے کہ اگر مرزا مامور من اللہ ہوتا تو مکذبین کو سب سے پہلے پکڑتا ۔

جواب و باللہ التوفیق ۔ سنت الہی یہی ہے کہ عوام کو پہلے پکڑا جاتا ہے ۔ سلاطین دنیا کو ہی دیکھیئے دارالخلافہ پر حملہ سب ملک فتح کرنے کے بعد کرتے ہیں اسی طرح طوفان جراد قمل ضفادع وغیرہ سے فرعون کو کیا تکلیف تھی ۔ جیسے توریت سے پایا جاتا ہے ۔ ہاں رعایا کو تکلیف تھی مگر آخر کار جو تباہی فرعون پر آئی وہ اس پر آئی وہ تو مع لاؤ لشکر غرق ہوگیا ۔ اگرچہ تھوڑا تھوڑا عذاب عوام کو بھی ہوتا رہا ۔ غرض متعدی شرارت والے جماعت کی باری ہمیشہ پیچھے آیا کرتی ہے اس لئے کہ اول تو اللہ تعالیٰ ان کی سخت شرارتوں کے سبب ان کا استیصال کرنا چاہتا ہے جو عموماً عوام کا نہیں ہوا کرتا ۔ دوسرا عوام کو انعام کہا گیا ہے کیونکہ انعام ان جانوروں کو کہتے ہیں جو انسانوں کی نعمت کھا کر پرورش پاتے ہیں ۔ یہ لوگ اپنے امراء کو اپنا معبود سمجھتے ہیں پھر باوجود ایسے شرک کے اپنے پیچھے ان میں اور امراء سے تیز تر چڑھ کر بدزبانی کرتے ہیں ۔ اس لئے بھی وہ کبرا سے پہلے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں ۔ مگر ان کا عذاب عموماً کبرا کی طرح استیصال والا عذاب نہیں ہوتا ۔ تیسرا بعض میں خاص قسم کی شرارتیں بھی ہوتی ہیں جن کے سبب وہ جلدی پکڑے جاتے ہیں ۔ مگر ہر کوئی ایسی شرارتوں سے واقف نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہی جانتا ہے اس کے سارے کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں ۔

چوتھا امراء کبراء اعلیٰ کے سبب بڑے بڑے اسرار ذکا سنت کھلتے ہیں یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں ان کے جواب میں وحی الٰہی متضمن اسرار عجیبہ نازل ہوتی ہے ۔

پانچواں امراء کبراء اعلیٰ کے سبب تبلیغ میں بہت ہی مدد ملتی ہے یہ لوگ مخالفانہ رنگ میں لوگوں کو روکنے کے لئے دور دور تک خبریں پہنچا دیتے ہیں ۔

چھٹا امراء کبراء اعلیٰ کی ایذا رسانی سے مومنین صابرین کے مدارج بڑھتے ہیں اور وہ لوگ مستقل رہکر روحانی ترقیات کرتے ہیں ۔

ساتواں ان لوگوں کی تکالیف کے سبب منافق ضعیف الایمان علیحدہ ہو کر خالص جماعت کی تمیز و تخیص ہو جاتی ہے گویا ان لوگوں کا وجود زراعت اسلام کے لئے ایک کھاد کا کام دیتا ہے اور بھی اس میں بہت سی حکمتیں ہونگی جو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔

۲ ۔ تم نے گھر کا حال لکھا ہے کہ رطوبت رحم سے نکلتی ہے اور بیمار دبلی ہوتی جاتی ہے ۔ آپ اطلاع دیں کہ وہ رطوبت پتلی ہے یا گاڑھی ۔ قے یا نہ سے درد ہوتا ہے ۔ نبض بڑھتی ہے یا نہیں ۔ کمر و سر میں درد ہوتا ہے یا نہیں ۔ سر دست آپ لعاب تخم اسپغول کی پچکاری ہر روز کرائیں ۔

۳ ۔ تمنی یا ارد و لیت میں فرق آپ نے پوچھا ہے جواب ۔ تمنی ہی جھوٹی آرزو جو ممکن الحصول نہ ہو جیسے ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض پ۵ تمنا مکرو جو اللہ نے کسی کو فضیلت دے چکا ہے ۔ جیسے عورت چاہے کہ مرد ہو جاوے اور تمنی وہ آرزو جس کا حصول بظاہر مشکل ہو جیسے اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ پ۱۷ ع۱۴ جب نبی اپنی کامیابی کی خواہش کرتا ہے تو شیطان اس کی خواہشوں میں مخالفانہ خلل ڈال دیتا ہے ۔ تمنی کے معنے ہیں جھوٹا وعدہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعدھم و یمنیھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا پ۵ وعدے دیتا ہے اور جھوٹے وعدے دیتا ہے ۔ مگر شیطان کے وعدے تو دھوکا ہی دھوکا ہوتے ہیں ۔ لیت حرف تمنی غیر ممکن الحصول پر بولا جاتا ہے جیسے یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا پ۳۰ یا لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا پ۱۹ ۔ قیامت کو کافر کہے گا افسوس میں مٹی ہوتا ۔ افسوس فلانے کو میں دوست نہ بناتا ۔ تمنی اور رغبت کا فرق ہے ۔ ترغیب کے لئے تو حکم ہے ۔ یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال پ۱۰ ع۵ اے نبی مومنوں کو اس دفاعی اور انتقامی جنگ کی ترغیب دے آپ نے لکھا ہے چہرون کا ثبوت ملتا ہے ۔ اور ساقوبرون کا کیا ثبوت ہے

جواب وباللہ التوفیق - جس آیت سے ثبوت چھ دن کا ملتا ہے اسی سے ساتویں دن کا بھی ثبوت ملتا ہے فی ستۃ ایام کے ساتھ ہی ہے ثم استوی علی العرش - پھر اس سلطنت پر بھی استوے ہو گیا - یہ ساتواں دن ہوا) واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

(فضل دین حکیم از قادیان)

پانچواں خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و الہ الطیبین الطاہرین -

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ - آپ نے لکھا ہے کہ آیا ہمارے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی ہوئے ہیں کیا ان پر بھی ہماری طرح نماز فرض تھی یا نہ اگر فرض تھی تو وہ لوگ نماز کو مسجد کے سوا بھی اپنے سفر مرض وغیرہ میں ادا کر سکتے تھے جس طرح کہ ہم کو اجازت ہے -

جواب وباللہ التوفیق تو کار زمین را نکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی - کیا آپ اپنی شریعت کے ضروری احکام کی تحقیق سے فارغ ہو چکے ہیں کہ دوسری شرایع کی تحقیق شروع کر دی اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے والذین ہم عن اللغو معرضون ۲۳ مومنون (جس میں دینی و دنیوی فایدہ کوئی نہ ہو) سے اعراض کرتے ہیں - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بارک ایسے غیر ضروری سوالات سے ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسے وساوس شیطانی کا سلسلہ آخر کار یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ انسان خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا مگر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا لہذا ایسے لغو خیالات کے سلسلہ کو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر روک دینا چاہئے - حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب فرعون نے سوال کیا ما بال القرون الاولیٰ ۱۶ (بھلا اگلوں کا کیا حال) - تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہی فرمایا علمہا عند ربی ۱۶ (ان کا علم میرے پروردگار کو ہے) - آپ پر ہی موقوف نہیں آجکل ہوا ہی ایسے سوالات کی چل رہی ہے کوئی پوچھتا ہے ذبح والا بقرہ (تھا یا) مادہ - کوئی کہتا ہے شجرہ ممنوعہ آدم علیہ السلام والا کونسا تھا - کیا ہے - طوفان حضرت نوح عام تھا یا خاص - غرض ایسے ایسے سوالات جن کے حل کرنے میں کوئی دینی فایدہ ہے نہ دنیوی کئے جاتے ہیں مومن کو ایسے سوالات کے کرنے میں علاوہ اس کے کہ وہ فضول ہیں - ضروری ضروری مسایل سے غفلت ہو جاتی ہے مثلاً ترقی روحانی کس طرح ہو سکتی ہے - حضور نماز کس طرح حاصل ہو سکتا ہے قرآن مجید کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے - نجات کس طرح ہو سکتی ہے - گناہ سے کس طرح انسان بچ سکتا ہے وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے ضروری علوم و مسایل کی طرف سے توجہ اور غفلت ہو جاتی ہے لہذا مومن کو چاہئے ایمانی اخلاقی ترقی کے متعلق سوال کیا کرے - آپ کے سوال کا جواب اگرچہ ضروری نہیں تھا مگر بسبب خوف اس امر کے کہ آپ کو کوئی ابتلا پیش نہ آجاوے - جواب لکھا جاتا ہے کہ فرضیت نماز تو قرآن مجید کی بہت آیات سے ثابت ہے مثلاً واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۱ اس کے مخاطب بنی اسرائیل ہیں دوسرا فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ۳ یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین ۳ واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا ۱۶ یہ حضرت مسیح فرماتے ہیں - سفری نماز کے متعلق عرض ہے اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بارہ نقیب نا بر در یافت حال ملک بھیجے یہود کو حکم دیا کہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ وآتیتم الزکوٰۃ ..... لادخلنکم جنات ۶ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز ٹھیک ٹھاک درست رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو ..... تو میں تم کو باغوں (موعودہ ملک) میں ضرور داخل کروں گا - یہ حکم عین سفر کی حالت میں ہوا - پس معلوم ہوا کہ اگلی امتوں پر نماز فرض تھی اور سفر میں بھی نماز ادا کر سکتے تھے بلکہ ملک موعود کا ملنا ہے ادائے نماز کے ساتھ مشروط کر دیا گیا -

(فضل دین حکیم از قادیان)

چھٹا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و الہ الطیبین الطاہرین - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ - آپ نے لکھا ہے کہ الحکم میں ایک مضمون شایع ہوا ہے اُس میں لکھا ہے کہ جن خبیث روحوں کا نام ہے - جب جن ایسی چیز ہے تو وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا کیا مطلب - راندہ درگاہ روحیں تو عبادت کر ہی نہیں سکتیں - پھر ان کو یہ حکم کیوں دیا گیا -

جواب وباللہ التوفیق - حکم الٰہی اور عبادت (فرمانبرداری) سے کوئی مخلوق کبھی باہر نہیں - ہاں اتنا فرق ہے بعض طوعاً اور بعض کرہاً فرمانبرداری کرتے ہیں جیسے ایک دہریہ وجود اللہ جل شانہ کا منکر ہو قدرت کے نیچے فرمانبرداری کرتا ہے - مثلاً اگر وہ بدشکل ہے تو خوبصورت نہیں بن سکتا - اگرچہ بدصورتی کو پسند بھی نہیں کرتا مگر کرہاً اس حکم کا فرمانبردار ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً ۱۳ (آسمانوں و زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری طوعاً و کرہاً کر رہی ہے) تمام خبیث روحوں کا سرغنہ ابلیس بھی مکلف ہوا ما منعک الا تسجد اذ امرتک ۸ (جبکہ تجھے میں نے سجدہ کرنے کا حکم کیا تو پھر سجدہ سے تو کیوں رک گیا) جن کے لفظ کے معنے کرنے (بعد اس تفصیلی بیان کے جو مولوی صاحب نے الحکم ۳۰ مارچ ۱۹۰۸ء میں کئے ضروری نہیں - سایل کو چاہئے اس جگہ کو دوبارہ غور سے دیکھے - وہاں کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لفظ جن ہمیشہ خبیث روح کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ برخلاف اس کے صفحہ ۶ کالم اول سطر ۶ میں لکھا ہے کہ "جن کے معنے ہیں چھپے ہوئے کے" پھر اس کی تفصیل بالتقسیم یا امثلہ میں یہ بھی لکھا ہے "اسی طرح ہیضہ کے کیڑوں - مرگی کے کیڑوں اور اور باریک در باریک مخلوق کا نام بھی جن ہے" دیکھو کالم ۲ سطر ۴ - پھر ضرر رساں اقسام جن کا نام ہے (جن کا ذکر ہو چکا) اور مخفی در مخفی خبیث روح کا نام ہے" - دیکھو کالم ۲ سطر ۱۹ غرض مولوی صاحب کی کسی تقریر سے ثابت نہیں ہوتا کہ جن کا لفظ خبیث روح کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ جن کا لفظ قرآن مجید میں مومنوں پر بھی بولا گیا ہے دیکھو سورہ جن میں جو جن مذکور ہیں وہ مومن ہی ہیں -

جن مفسد شریر طاغوت امرا پر بھی بولا جاتا ہے جیسے یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاؤہم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض ۸ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنوں (سرداروں) کے گروہ تم نے اپنے ارد گرد بہت سے انس جمع کر رکھے تھے اس وقت وہ انس بول اٹھیں گے اے ہمارے رب جنوں نے ہم سے خدمت کا اور ہم نے جنوں سے مال کا فایدہ اٹھایا) ایک جگہ فرمایا بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بہم مومنون ۲۲ (قیامت میں ملایک بعرض کریں گے کہ یہ ہماری فرمانبرداری نہ کرتے بلکہ اپنے سرداروں

[illegible]

حکیم از قادیان)

ساتواں خط

جواب خط آمدہ [illegible]

[illegible]

رکھ لیں جکو آپ کتاب مقدس مانتے ہیں اور جس مذہب کو آپ سارا محبت اور سارا رحم مانتے ہیں اسی مذہب کے نزدیک وہ منزل من اللہ کیا بلکہ الہامی کتاب ہے۔

چشمہ مسیحی کے مصنف صاحب تو ہمارے نزدیک انسان اور بشر ہیں اور تمام انبیاء بشر ہی تھے اور بشر سے بڑھکر کچھ نہ تھے ہاں وہ مقرب الٰہی تھے اور اُن پر وحی ہوتی تھی۔ مگر کتاب مقدس والا یا کتاب مقدس کا نازل کرنے والا بقول نصاریٰ ابن اللہ بلکہ خود خدا تھا۔ اب اس کا کلام دیکھنا چاہئے کہ کیسا نرم اور ہمہ محبت اور ہمہ رحم ہے ایک طرف تو کہتا ہے فقیہی فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں مگر اُن کے ساتھ خطاب کرتا ہے تو سانپو اور سانپوں کے بچے کہتا ہے متی ۲۳/۳۳۔ لفظ استاد کے بالمقابل بد اور حرامکار کا لفظ بولتا ہے متی ۱۲/۳۹ خداوند کے مقابل شیطان کہدیا متی ۱۶/۲۳۔ وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو متی ۷/۶۔ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا لائق نہیں مرقس ۷/۲۷۔ کیا ہمہ محبت ہمہ رحم (جو تلوار چلانے کے لئے نہیں آیا تھا) کی زبان جو شہادت دیتی ہے وہ تو مقابلہ کے لئے موزوں ہے یا نہیں لہٰذا بہرحال بہتر ہے۔ آپ چشمہ مسیحی کو اُسی کتاب کے ساتھ مقابلہ کریں [illegible] اور ایمان (اگر رائی کے برابر بھی آپ [illegible] اس مقابلہ کے بعد نتیجہ سے بھی [illegible] ہیں۔ الزامی جواب کو آپ پسند نہیں کرتے مگر آپ کا یسوع تو پسند کرتا ہے دیکھو متی ۱۵/۲ جب فقیہوں فریسیوں نے کہا تیرے شاگرد [illegible] کی روایت کو ٹال دیتے ہیں تو جواب [illegible] اپنی روایتوں کے سبب خدا کا حکم ٹال دیتے ہو [illegible] متی ۱۵/۳ [illegible] کون ہے کہ اگر اس کا گدھا یا بیل کنوئیں میں گرے وہ فوراً [illegible]

[illegible] شاگردوں کے بالیں توڑنے پر اعتراض کیا تو داؤد نے بھی جب اس کے ساتھی بھوکے تھے [illegible] یسوع کے الزامی جواب [illegible]

[illegible] کوئی جواب تحقیقی مفید نہیں ہوتا نہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ اسی برابر حجت پر حجت اٹھاتے اور انکار پر انکار کرتے جاتے ہیں وہ سوائے الزامی جواب کے خاموش کبھی نہیں ہوتے اس لئے ان کا جواب الزامی ہی دینا ضروری ہوتا ہے جیسے سخت زہریلا پھوڑا معاً چیرا جاتا اور اس کے پکنے کا انتظار نہیں کیا جاتا یا تپ محرقہ اور وبا میں معاً مسہل دیا جاتا ہے اور منضج کا انتظار کرنے سے خطرہ جان ہوتا ہے۔

(فضل دین حکیم از قادیان)

آٹھواں خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ نے لکھا ہے کہ مطب کا کام بخوبی میرا نہیں چلتا۔ تخمیناً صد روپیہ قرضہ بھی ہو گیا اگر قرض ادا ہو جاوے تو ارادہ ہے کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ آپ ادائے قرض کی کوئی تدبیر فرماویں اور یہ کہ اس جگہ کو چھوڑ دوں یا نہ اگر چھوڑ دوں تو کس جگہ جانا مناسب ہے۔

جواب وباللہ التوفیق۔ تمام قسم کی تکالیف کا علاج اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ۲۸/۱۲ (جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہر قسم کی تکلیف سے نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا) پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ استغفروا ربکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً ویمددکم باموال وبنین ۲۹/۸ (حضرت نوح نے اپنی قوم کو فرمایا تم پچھلے گناہوں کے بد نتائج سے اور آئندہ کسی غلطی کے واقع ہونے سے اپنے رب سے حفاظت طلب کرو وہ تو بڑا ہی حفاظت کرنے والا ہے تم پر آسمان سے عمدہ مینہ بھیجے گا اور تم کو مال و اولاد کی مدد دے گا (بڑھا دیگا) اور قرضہ کے لئے ایک دعا ماثورہ ہے وہ اگر آپ بلحاظ آداب دعا کے دعا کیا کریں۔ اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔ اللھم انی اعوذبک من عذاب جہنم واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات۔ اللھم انی اعوذبک من المأثم والمغرم اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک اللھم اغننی من الفقر واقض عنی الدین وتوفنی فی عبادتک وجہاد فی سبیلک۔

نقل مکان کی بابت مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے۔ بھیرہ میں ایک ہندو سادھو فقیر کا ایک دوست تھا اُس نے اپنی بے روزگاری اور مقروض ہونے کی شکایت سادھو کے پاس کی اور اپنا ارادہ لاہور جانے کا بنا بر روزگار و طلب معاش کے ظاہر کیا تو سادھو فقیر نے کہا جب جانے لگو تو مجھے بھی ملو۔ جب وہ روانہ ہونے لگا تو سادھو کے پاس وداع کرنے کے لئے آیا اُس وقت سادھو نے کہا کہ جب تم لاہور پہنچو تو لاہور کے خداتعالیٰ کو میرا بھی سلام کہنا۔ اس نے عرض کی کہ کیا لاہور میں کوئی اور خدا ہے؟ سادھو نے کہا کہ اگر دوسرا خدا وہاں کوئی نہیں اور یہی خدا وہاں بھی ہے تو تم یہیں رہکر اس سے صلح کر سکتے ہو۔

اصل ظاہری تدبیر یہ ہے کہ نسخہ جات مجربہ اپنی دیسی پیداوار بوٹیوں کی بنا کر تیار رکھو اور غرباء کی ان سے مفت خدمت کرو۔ دوائی بنانے کی حق الخدمت لینا منع نہیں۔ بشرطیکہ غبن کی حد تک نہ پہنچ جاوے۔

(فضل دین حکیم از قادیان)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی

۶ و ۲ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم بانو گرائی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

لنگر خانہ کی طرف توجہ چاہیئے

لنگر خانہ کی ضروریات پر ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے لنگر خانہ کے اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور قحط سالی کے سبب سے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب یکمشت چندہ لنگر خانہ کیلئے دیں اور ماہواری چندے اپنے وقت پر ادا ہوتے رہیں تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اوقات گرامی میں تشویش کی وجہ سے ہرج واقعہ نہ ہو۔ اس تحریک کو معمولی اور عام نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ ڈیپوٹیشن جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کیلئے نکلا ہے۔ اس کے مقاصد میں لنگر خانہ کے لئے یکمشت چندہ جمع کرنا بھی داخل کیا گیا ہے جہاں احباب عمارت مدرسہ کیلئے چندہ دیں۔ لنگر خانہ کیلئے یکمشت چندہ بھی دیں۔ بار بار اس قسم کی تحریکیں کرنے کی ضرورت نہیں لنگر خانہ سب سے اول السابقین رہنا چاہئے۔ یاد رہے لنگر خانہ کیلئے جس قدر روپیہ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

بقیہ گذشتہ اشاعت بمقام لاہور

یہ ہیں خدا کے نشان اور ان کا نام ہے مابہ الامتیاز۔ خشک مباحثات سے کیا ہو سکتا ہے۔ بھلا کبھی کسی نے دیکھا بھی کہ مباحثہ سے کسی نے ہار منوائی ہو؟ ایک طرف خیط احمدیہ کو لے لو اور دوسری طرف میری کتابوں کو لے لو جن میں یہ پیشگوئی بڑی بسط سے درج ہے۔ پھر مقابلہ کرو کہ کونسا خدا کا کلام ہے اور کون سا شیطان کا۔ اگر میرا نطق خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے نہ ہوتا تو کیا ممکن نہ تھا کہ میں ہی مر جاتا اور وہ زندہ رہتا۔ کیونکہ ظاہر اسباب اس بات کے متقاضی تھے۔ میں اس کی نسبت عمر میں زیادہ تھا اور پھر بیماری میرے لاحق حال تھی۔ مگر برخلاف اس کے وہ مضبوط و توانا اور تندرست تھا۔

یہی نہیں بلکہ اس کے سوا اور بھی جس جس نے مباہلہ کیا وہی ذلیل ہوا۔ ہلاک ہوا۔ غلام دستگیر قصوری۔ محی الدین لکھو کے والا۔ ان لوگوں نے مباہلے کئے اور خود ہی ہلاک ہو کر ہماری صداقت پر ہمیشہ کے واسطے مہریں کر گئے۔ مولوی چراغ دین جموں والا نے میری نسبت پیشگوئی کی کہ طاعون سے مریگا اور مباہلہ کیا مگر دیکھو خود ہی طاعون سے مرا۔ ایک فقیر مرزا تھا۔ اس نے بھی اعلان کیا تھا کہ مرزا رمضان کے مہینے میں مر جائیگا مجھے عرش سے یہ خبر دی گئی ہے۔ آخر جب وہ رمضان کا مہینہ آیا تو خود ہلاک ہو گیا۔ بابو الٰہی بخش صاحب نے بھی ہماری نسبت اپنی کتاب میں طاعون سے مرنے کی پیشگوئی کی تھی مگر آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ کس طرح مرے۔ اب بتاؤ کہ

معجزات کے سر پر سینگ

ہوتے ہیں۔ ٹڈروئی جو سمندروں کے پار بیٹھا تھا۔ جب وہ ہمارے مقابلہ میں آیا اور ہم نے خدا سے خبر پاکر اس کے واسطے اس کی پُر حسرت ہلاکت کیواسطے پیشگوئی کی تو فوراً اس پر آثار ادبار ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ اور آخر کار بڑی نامرادی سے مفلوج ہوکر اور طرح طرح کے دُکھ اور ذلتیں دیکھتا ہوا ہلاک ہوگیا۔ غرضیکہ اگر ان نشانات کی ایک کتاب بنائی جاوے تو یقین ہے کہ پچاس جزو کی ایک کتاب تیار ہو۔ دیکھو عبداللہ آتھم بھلا اب کہاں ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے کوئی نیا معجزہ دکھاؤ۔ خدائی نشانات کیا باسی ہوگئے ہیں اور وہ ردی ہوگئے ہیں کہ ان کو رد کر دیا جاتا ہے اور اپنی مرضی کے نشانات مانگے جاتے ہیں۔ خدا کسی کا ماتحت ہوکر نہیں چلنا چاہتا کہ وہ کسی کی مرضی کا تابع ہو۔ وہ نشان دکھا رہا ہے۔ مگر اپنی مرضی کے موافق دکھاتا ہے۔ کیا ان سے تسلی نہیں ہوتی۔ کہ اور مانگے جاتے ہیں۔

الغرض قرآن شریف میں آخری زمانہ کے موعود کا نام خلیفہ رکھا گیا ہے اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسیح کے نام سے اس کو یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمارے دو نو نام رکھے ہیں جو کہ ہماری کتاب میں جس کو عرصہ ۲۶ سال ہوگیا کہ چھپکر شائع ہوگئی اور دوست دشمن کے ہاتھ میں موجود ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک الہام میں یوں آیا ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور ایک دوسرے الہام میں ہے کہ الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ غرض حدیث اور قرآن شریف کے رو سے اللہ تعالیٰ کے ہمارا ہی یہ نام رکھا ہے۔ اور آنے والا موعود ہمیں ہی مقرر فرمایا ہے۔

مسیح ناصری تو مر گیا اور قرآن شریف میں بار بار اس کی وفات کا ذکر بڑے زور سے کیا گیا ہے وہ تو اب کسی طرح زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو بٹھا دیا تو اب بھی اس کا انتظار کرنا کیسی نادانی اور جہالت ہے۔ میرا مدعا یہ ہے کہ لوگ جو اس معاملہ میں بحث کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے منہ مانگے نشان دیئے جاویں۔ دیکھو صد ہا نبی ایسے بھی آئے کہ اُن کی پیشگوئی کسی پہلے کتاب میں نہیں کی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ سچے نبی کے ساتھ خدا کی ہیبت ہوتی ہے۔ اور جو خدا کی طرف سے آتا ہے اس کے ساتھ

خدائی نشان اور تائید کا علم

لازمی طور سے ہوتا ہے۔ دیکھو بائیبل۔ انجیل۔ قرآن۔ حدیث میں جن معجزات کا ذکر ہے دشمن اُن کو نہ ماننے کے کئی وجوہ پیدا کر سکتا ہے۔ تحریف تبدیل کا الزام لگا سکتا ہے۔ اور اور رنگ کے دوسرے پہلو کے معنے کر سکتا ہے۔ غرضیکہ گذشتہ امور پر ہی اگر فیصلہ کا انحصار اور دارومدار ہو تو اس میں بڑے مشکلات پیش آسکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حق و باطل میں خلط ہو اور حق دنیا پر مشتبہ رہے اسی واسطے اس کی سنت ہے کہ وہ تازہ بتازہ نشانات سے امر حق کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا ہے۔

چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ خدا نے ہمیں مامور کر کے بھیجا اور مسیح موعودؑ اور خاتم الخلفاء ہمارا نام رکھا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم مسلمون الخ۔ یعنے ساتھ ہی اپنی شہادت اور گواہی بھی عطا فرمائی۔ پس اس وقت ہمارے ساتھ بھی خدا کی شہادت موجود ہے کوئی بھی اعتراض جو منہاج نبوت پر قرآن اور حدیث کے رو سے کیا جاوے ہم اس کا جواب دینے کو ہر وقت تیار ہیں ہر مدعی سے ... یہی ہوتا ہے کہ اس کے صدق دعوے کا ثبوت مانگا جاتا ہے سو ہم اس امتحان کے واسطے ہر وقت تیار ہیں بشرطیکہ منہاج نبوت پر ہو۔

خدا جانے اُن پرانے قصوں میں کیا رکھا ہے کہ یہ لوگ تازہ بتازہ نشانات کو تو نہیں مانتے۔ اور قصوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ قصوں سے نہیں حاصل ہی کیا ؟۔ یہودیوں کے قصے تو تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ تو کیا اُن کو مان لوگے۔ ہر ایک قوم میں قصوں کی بھرمار ہے مگر خشک قصے تقویت ایمان اور تازگی روح کے واسطے کوئی فایدہ نہیں پہنچا سکتے۔

قصوں والا ایمان بھی کچھ بودا

ہی ہوتا ہے۔ تازہ بتازہ نشانات اور خدا کی گواہی کو ... جو لوگ نہیں مانتے اُن کی سزا ہی آخر یہی ہے کہ وہ قصے کہانیوں کے پیرو رہیں۔

سوال کیا گیا کہ خلیفہ آنے کا مدعا کیا ہوتا ہے؟

فرمایا اصلاح۔ دیکھو حضرت آدمؑ سے اس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسانوں کی عملی حالتیں کمزور ہوگئیں اور انسان زندگی کے اصل مدعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مرسل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قایم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گذرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو لوگ کھو بیٹھتے ہیں اور دُنیا میں ظلمت اور گمراہی فسق و فجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا کی ہستی کے بیّن ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گم شدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔

غرض اُسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔ یاد رکھو کہ ایمان ہی ایمان کو پہچانتا ہے اور روشنی سے روشنی کی شناخت ہوتی ہے۔ سورج دنیا میں موجود ہے مگر جس کی آنکھ میں ہی نور نہ ہو وہ سورج سے فایدہ ہی کیا اُٹھا سکتا ہے۔ منہ سے یہ دعوے کر دینا کہ ہمیں کسی امام یا مصلح کی کیا ضرورت ہے بڑا خطرناک ہے۔

میں سچ کہتا ہوں

کہ خدا کے پانے کے واسطے بڑے بڑے سخت مشکلات اور دشوار گذار گھاٹیاں ہیں۔ ایمان صرف اسی کا نام نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ایمان ایک نہایت باریک اور گہرا راز ہے اور ایک ایسے یقین کا نام ہے جس سے جذبات نفسانیہ انسان سے دور ہو جاویں اور ایک گناہ سوز حالت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے۔ جن کے وجود میں ایمان کا سچا نور اور حقیقی معرفت پیدا ہو جاتی ہے اُن کی حالت ہی کچھ الگ ہو جاتی ہے۔ وہ دُنیا کے معمولی لوگوں کی طرح نہیں بلکہ ممتاز ہوتے ہیں۔

کوئی ایک گناہ چھوڑ کر ایسا مغرور ہو جانا اور مطمئن ہو جانا کہ بس اب ہم مومن بن گئے اور تمام مدارج ایمان ہم نے طے کر لئے یہ ایک اپنا خیال ہے۔ دیکھو انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ ہمیشہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتی پس جب تک لمبے تجربہ اور استقامت سے یہ امر بپایہ ثبوت نہ پہنچ جاوے کہ واقعی اب تم نے

خدا کو مقدم کر لیا ہے۔ اور تمہاری حالت گناہ سوز مستقل ہو گئی ہے اور تم کو نفس امارہ اور لوامہ سے نکلکر نفس مطمئنہ عطا کیا گیا ہے اور عملی طور سے سچی پاکیزگی تم نے حاصل کر لی ہے تب تک مطمئن ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قد افلح من تزکّٰی

فلاح وہ شخص پاوے گا جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کر لے۔ اور گناہ اور معاصی کے ارتکاب کا کبھی بھی اس میں دورہ نہ ہو۔ اور ترک شر اور کسب خیر کے دونوں مراتب پورے طور سے یہ شخص طے کر لے تب جا کر کہیں اسے فلاح نصیب ہوتی ہے۔ ایمان کوئی آسان سی بات نہیں۔ جب تک انسان مر ہی نہ جاوے جب تک کہاں ہو سکتا ہے۔ کہ سچا ایمان حاصل ہو۔

دیکھو ایمان کی دو ہی نشانیاں ہیں۔ اول درجہ یہ ہے کہ گناہ کو انسان چھوڑ دے اور ایسی حالت اس کو میسر آجاوے کہ گناہ کرنا گویا آگ میں پڑنا ہے۔ یا کسی کالے سانپ کے منہ میں انگلی دینا ہے یا کوئی خطرناک زہر کا پیالہ پینے کے برابر ہے۔ پھر یاد رکھو کہ صرف ترک شر ہی نیکی نہیں ہے۔ نیکی اس میں ہے کہ ترک شر کے ساتھ ہی کسب خیر بھی ہو۔ ترک گناہ میں جب انسان اس درجہ تک ترقی کر جاوے تو پھر چاہیئے کہ خدا کے منشا کے موافق سنت رسول پر بڑی سرگرمی سے نیک اعمال کو بجا لاوے۔ اور کوئی روک اس کی طبیعت میں پیدا نہ ہو۔ اور انشراح صدر سے نیکی کرنے پر قادر ہو جاوے۔

دیکھو بعض لوگ فطرتاً ہی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں بعض قسم کے معاصی کے ارتکاب کی طاقت اور مادہ ہی نہیں ہوتا۔ کیا ایک ایسا شخص جس کو قوت رجولیت دی ہی نہیں گئی یہ شیخی مار سکتا ہے کہ میں زنا نہیں کرتا۔ یا وہ جس کو دن بھر میں دو پیسے کی روٹی بھی مشکل سے میسر آئی ہے دعوے کر سکتا ہے کہ میں شراب نہیں پیتا۔ یا ایک ضعیف۔ ناتوان۔ کس مپرس جو کہ خود ہی ذلیل و خوار پھرتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میں ہمیشہ صبر اور تحمل اور بردباری کرتا ہوں اور کسی کا مقابلہ نہیں کرتا عفو کرتا ہوں۔ غرض بعض لوگ فطرتاً ہی ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ بعض گناہوں پر قادر ہی نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے کہ بعض سادہ لوح انسان ایسے بھی ہوں کہ جنھوں نے عمر بھر میں کوئی بھی گناہ نہ کیا ہو۔ پس

صرف ترک ذنوب ہی

نیکی کی شرط نہیں۔ بلکہ کسب خیر بھی اعلیٰ جزو ہے۔ کوئی انسان کامل نہیں ہو سکتا جب تک دونوں قسم کے شربت نہیں پی لیتا۔ سورۃ دھر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شربت کافوری ہوتا ہے اور دوسرا شربت زنجبیلی۔ یہ مقبولوں اور برگزیدہ لوگوں کو دونوں شربت پلائے جاتے ہیں۔ کافوری شربت کے پینے سے انسان کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور گناہ کے قویٰ ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ کافور میں گندے مواد کے دبانے کی تاثیر ہے۔ پس وہ لوگ جن کو شربت کافوری پلایا جاتا ہے۔ اُن کے گناہ والے قویٰ بالکل دب ہی جاتے ہیں اور پھر اُن سے گناہ کا ارتکاب ہوتا ہی نہیں۔ اور ایک قسم کی سکینت جس کو شانتی کہتے ہیں میسر آجاتی ہے۔ اور ایک نور پانی کی طرح اُترتا ہے جو اُن کے سینے میں سارے گندوں کو دھو ڈالتا ہے۔ اور سفلی زندگی کے تمام تعلقات اُن سے الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور گناہ کی آگ کی بھڑک ہمیشہ کے واسطے ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔

مگر یاد رکھو صرف یہی امر نیکی اور خوبی نہیں ہے ایک شخص کا ہمیں واقعہ یاد ہے کہ اس کی کسی نے دعوت کی اور کھانا وغیرہ کھلا چکنے کے بعد میزبان نے اپنے مہمان کی خدمت میں عذر کیا کہ میں جیسا کہ آپ کی خدمت کا حق تھا ادا نہیں کر سکا جیسا کہ قاعدہ ہے اپنی طرف سے معذرت کی۔ مگر مہمان کچھ ایسا شوریدہ سر تھا کہ میزبان کی اس بات سے بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا کہ کیا تم مجھ پر اس طرح سے اپنا احسان جتانا چاہتے ہو۔ تمہارا نہیں بلکہ میرا تم پر بہت بھاری احسان ہے۔ میزبان نے فرمایا کہ یہ اور خوشی کی بات ہے بس وہ بھی جاننا چاہتا ہوں۔ تو اس مہمان نے کہا کہ دیکھو جب تم سامان مہمانداری میں مصروف تھے اور میری طرف سے بالکل بے خبر تھے۔ میں تنہا اس جگہ موجود تھا اگر میں تمہارے اس

مکان میں آگ لگا دیتا

تو تمہارا کتنا نقصان ہوتا۔ پس میں نے تم پر احسان کیا ہے نہ کہ تم نے۔

غرض ترک کی یہ ایک مثال ہے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے سامنے ایسی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا وہاں تو **جیسا کرے گا ویسا پاوے گا۔**

ترک ذنوب کو اللہ تعالیٰ نے شربت کافوری کی ملونی سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کو شربت زنجبیل پلایا جاوے۔ زنجبیل سونٹھ کو کہتے ہیں۔ زنجبیل مرکب ہے لفظ زنا اور جبل سے۔ زنجبیل کی تاثیر ہے کہ حرارت غریزی کو بڑھاتی ہے۔ اور لغوی معنے اس کے ہیں پہاڑ پر چڑھنا۔ اس میں جو لفظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح سے پہاڑ پر چڑھنا مشکل کام ہے۔ اور وہ اس مقوی چیز کے استعمال سے آسان ہو جاتا ہے اس طرح روحانی نیکی کے پہاڑ پر چڑھنا بھی سخت دشوار ہے وہ روحانی شربت زنجبیل سے آسان ہو جاتا ہے۔

خالص اعمال محض للہ اخلاص اور ثواب کے ساتھ بجا لانا بھی ایک پہاڑ ہے۔ اور سخت دشوار گذار گھاٹی سے مشابہ ہے۔ ہر ایک پاؤں کا یہ کام نہیں کہ وہاں پہنچ سکے۔ دیکھو دنیوی امور میں تو ایک ظاہر نتیجہ مد نظر ہوتا ہے اور امر مخصوص کے واسطے کوشش کی جاتی ہے اور ضمیر میں ایک خاص غرض اور مقصد مد نظر رکھکر محنت کی جاتی ہے۔ اور کامیابی کیواسطے کس قدر جان توڑ کوشش کی جاتی ہے حصول عزت اور مدارج پاس کے واسطے کیسی کیسی جانکاہ سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں کہ بعض اوقات انسان اُن محنتوں کی وجہ سے پاگل اور مجنون اور بعض اوقات ایسے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ سل اور دق وغیرہ امراض اس کے لاحق حال ہو جاتی ہیں جب دنیوی امتحانات کی گھاٹیاں ایسی مشکل ہیں تو پھر

دینی اور روحانی مقاصد

کی گھاٹیاں جن کے نتائج ابھی ایک قسم کے پردہ غیب میں ہیں اور بعض ظنی طبائع اُن کے وجود اور عدم وجود میں بھی فیصلہ نہیں کر سکتے اُن کے حصول کے واسطے کیسی کیسی محنت اور کوشش کی ضرورت ہے یہ خیال کر لینا کہ ہم ایک پھونک سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں اور صرف انسانی اقرار سے ہی پاک ہو سکتے ہیں یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جنھوں نے **اصلاح** کبھی دیکھی اور نہ سنی۔

یاد رکھو کہ پاکیزگی کے مراحل بہت دور ہیں۔ اور وہ ان خیالات سے بالاتر ہیں۔ صرف پاکیزگی حاصل کرنا اور سچے طور سے صغائر کبائر سے بچ جانا اُن لوگوں کا کام ہے جو ہر وقت

خدا کو آنکھ کے سامنے رکھتے ہیں

اور فرشتہ سیرت بھی وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ دیکھو ایک بکری کو اگر ایک شیر کے سامنے باندھ دیں تو وہ اپنا کھانا پینا ہی بھول جاوے چہ جائیکہ وہ اِدھر اُدھر کے کھیتوں میں منہ مارے۔ اور لوگوں کی محنت اور جانفشانیوں سے پیدا کی ہوئی کھیتوں کو کھاوے بس یہی حال انسان کا ہے۔ اگر اس کو یہ یقین ہو کہ

میں خدا کو دیکھ رہا ہوں یا کم از کم خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو بھلا پھر ممکن ہے کہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہو سکے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک فطرتی قاعدہ ہے کہ جب یقین اور قطعی علم ہو کہ اس جگہ قدم رکھنا ہلاکت ہے یا ایک سوراخ میں جس میں کالا سانپ ہو اور یہ خود اسے دیکھ بھی لیوے تو کیا اس میں انگلی ڈال سکتا ہے؟ یا ایک ایسے جنگل میں جہاں اس کو یقین ہو کہ ایک خونخوار شیر ہے تنہا بغیر کسی ہتھیار کے جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ غرض یہ فطرت انسانی میں ہی رکھا گیا ہے کہ جہاں اس کو ہلاکت کا یقین ہوتا ہے اس جگہ سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔

جب تک اس درجہ تک خدا کی معرفت نہ ہو جاوے اور یہ یقین پیدا نہ ہو جاوے کہ خدا کی نافرمانی اور گناہ ایک بھسم کر دینے والی آگ ہے یا ایک خطرناک زہر ہے تب تک حقیقت ایمان کو نہیں سمجھا گیا۔ اور بغیر ایسے کامل یقین اور معرفت کے بھی

ایمان بھی ادھورا ایمان ہے

وہ ایمان جس کا اعمال پر بھی اثر نہ ہو یا جو ایمان انسانی حالات میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہ کر سکے کس کام کا ایمان ہے۔ اور اس کی کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے کاروبار میں آرام سے زندگی بھی بسر کرتے رہیں اور خدا بھی مل جاوے اور انسان پاک بھی ہو جاوے اور اسے کوئی محنت اور کوشش نہ کرنی پڑے یہ بالکل غلط خیال ہے۔ کل انبیاء اولیاء۔ اتقیاء۔ اور صالحین کا ایک یہ مجموعی مسئلہ ہے کہ

پاک کرنا خدا کا کام ہے

اور خدا نے اس فضل کے جذب کے واسطے اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازبس ضروری اور لازمی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ سورج دنیا میں موجود ہے مگر چشم بینا بھی تو چاہئے۔ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت لغو اور بے فائدہ نہیں ہے۔ جو ذرائع کسی امر کے حصول کے خدا نے بنائے ہیں آخر انہیں کی پابندی سے وہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ کان سننے کے واسطے خدا نے بنائے ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے۔ آنکھ جو دیکھنے کے واسطے بنائی گئی ہے وہ سننے کا کام نہیں کر سکتی۔ بس اسی طرح خدا کے فضل کے فیضان کے حصول کی جو راہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے باہر رہ کر کیسے کوئی کامیاب ہو سکتا ہے۔

حقیقی پاکیزگی اور طہارت

ملتی ہے اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ خود خدا نے فرما دیا کہ اگر خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو رسول کی پیروی کرو۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمیں کسی نبی یا رسول کی کیا ضرورت ہے وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ تم پاک نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں کسی کو پاک نہ کروں۔ تم اندھے ہو مگر جسے میں آنکھیں دوں۔ تم مردے ہو مگر جسے میں زندگی عطا کروں۔

پس انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہے اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی سچی تڑپ اور سچی خواہش پیدا کرے۔ اور خدا کی محبت کی پیاس دل میں پیدا کرے تاکہ پھر خدا کا فیضان بھی اس کی نصرت کرے اور اسے قدرت نمائی سے اٹھائے۔ خدا کی تلاش میں اور اس کی مرضی کے ڈھونڈھنے میں فنا ہو جاوے تا خدا پھر اسے زندہ کرے اور شربت وصال پلاوے۔ اور اگر انسان جلدی کرے گا۔ اور خدا کی چنداں پروا نہ کرے گا۔ یا معمولی طور سے لاپروائی کرے گا۔ تو پھر یاد رکھو کہ خدا بھی غنی عن العالمین ہے۔ کیا کوئی ہے جو خدائی قانون کو مٹا سکے؟ جو کہ اس نے فضل کے حصول کے واسطے بنا دیا ہے کہ فضل کے حصول کے امیدوار اور از راہ نیاز اس دروازہ سے داخل ہوں جب ان کی امیدیں پوری ہونگی ورنہ اگر تمام عمر بھی بھٹکتے پھریں بجز اس اصلی راہ کے (جو اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ہرگز ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکینگے۔ خدا نے ایک راہ بنا دی ہے۔

ہلاک ہوگا وہ جو پیروی نہ کرے گا

مگر لوگ باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے۔ اور لاپروائی کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس راہ کو جس کی ہم ان کو دعوت دیتے ہیں آزما لیں۔ کہ آیا ہم سچ کہتے ہیں یا کہ جھوٹ۔ ہماری طرف سے تو خدا بحث کر رہا ہے۔ اور اس نے ہماری تائید میں آج تک ہزاروں نشان بھی دکھائے۔ کون شخص ہے جس نے ہمارا کوئی نہ کوئی نشان نہ دیکھا ہو۔ ابھی ایک انگریز امریکہ سے ہمارے پاس آیا تھا۔ وہ خود اقرار کر گیا ہے کہ واقع میں ڈوئی کی پیشگوئی کے عین منشا کے مطابق مرا۔ گر وہ تو خود بڑا تھا۔

غرض ایک ڈوئی کیا ہزاروں روشن اور زبردست نشان موجود ہیں۔ خدا کسی کا محکوم تو ہے نہیں وہ چاہتا ہے۔

مردے زندہ کرے یا زندوں کو مارے

غرض دنیا کے کاموں کے واسطے اپنی عمریں۔ مال۔ دولت صحت۔ وقت آپ لوگ خرچ کرتے ہیں۔ آخر دین کا بھی حق ہے کہ اس کے لئے بھی کوئی وقت عمر دولت خرچ کی جاوے آپ ولایت میں ساڑھے تین سال رہے مگر ہم کہتے ہیں کہ تین کو جانے دیں وہ باقی کی ساڑھے ہی ہمارے پاس رہ جاویں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کے معلومات میں کیا مفید اضافہ ہوتا ہے۔

سوال کیا گیا کہ خاتم النبیین کے کیا معنے ہیں

فرمایا اس کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آویگا۔ اور یہ کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔

رئیس المتصوفین حضرت ابن عربی کہتے ہیں کہ

نبوت کا بند ہو جانا اور اسلام کا مر جانا ایک ہی بات ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تو عورتوں کو بھی الہام ہوتا تھا چنانچہ خود حضرت موسیٰ کی ماں سے بھی خدا نے کلام کیا ہے۔ وہ دین ہی کیا ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ اس کے برکات اور فیوض آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ اگر اب بھی خدا اسی طرح سنتا ہے جس طرح پہلے زمانہ میں سنتا تھا اور اسی طرح سے دیکھتا ہے جس طرح پہلے دیکھتا تھا تو کیا وجہ ہے کہ جب پہلے زمانہ میں سننے اور دیکھنے کی طرح صفت تکلم بھی موجود تھی تو اب کیوں مفقود ہو گئی۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیا اندیشہ نہیں کہ کسی وقت خدا کی صفت سننے کی اور دیکھنے کی بھی معزولی ہو جاوے۔ افسوس ایسے بیہودہ خیالات پر۔

خدا جس طرح سے پہلے تمام انبیاء کے ساتھ بولتا تھا اور کلام کرتا تھا اسی طرح اب بھی بولتا ہے۔ چنانچہ ہم خود اس ثبوت کے واسطے موجود ہیں۔ بیقین جانو کہ جس طرح خدا دیکھتا اور سنتا ہے۔ اسی طرح کلام بھی کرتا ہے۔ بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کو اسلام میں ہمیشہ کے

واسطے مانا جاوے۔ اسلام کی زندگی ہی نہیں رہتی اور کبھی عزت ہی نہیں پا سکتا۔ اور اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح ایک **بے فیض اور بے برکت** مُردہ مذہب رہ جاتا ہے۔

آپ اگر آج اس وقت اس بات کو نہ سمجھو گے تو پھر کسی دوسرے وقت میں سمجھ جاؤ گے۔ اس کے ماننے بغیر تو پھر اسلام رہ ہی نہیں سکتا۔ اور آپ کو بھی مانے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ اگر فطرت ہی کسی کی بے پیروا ہو۔ تو فطری نقص کو تو کوئی دور کر نہیں سکتا ورنہ اگر فطرت سلیم ہے تو پھر کبھی نہ کبھی کشاں کشاں ادھر آ ہی جاوے گا۔

سوال کیا گیا کہ کیا ایک ہی وقت میں کئی نبی ہو سکتے ہیں؟

فرمایا۔ ہاں۔ خواہ ایک ہی وقت میں ہزار بھی ہو سکتے ہیں مگر چاہئے **نبوت اور نشان صداقت** ہم انکار نہیں کرتے۔

سوال کیا گیا کہ کیا یہ آخری صدی ہے؟

فرمایا اس کا علم خدا کو ہے۔ وہ قادر ہے کہ ایک زلزلہ سے تمام دُنیا کا خاتمہ کر دے۔ اصل بات یہ ہے کہ آرام اور خوشی کے وقت میں بھی انسان کو ایسے ایسے سوال سوجھتے ہیں۔ اگر کوئی ذرا سی بھی مشکل آ جاوے یا ابھی ایک زلزلہ آ جاوے اور مکانات لرزنے لگ جاویں اور اس وقت معاً خیال کر لینگے کہ قیامت آ گئی اور یہی دنیا کے خاتمہ کا وقت ہے۔ اور سچے دل سے خدا کو مان لے گا۔ مگر جب امن ہو جاتا ہے تو پھر ایسے ایسے سوالات ہی سوجھا کرتے ہیں۔

فرمایا

میر محمد اسمٰعیل صاحب نے گذشتہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلے کے متعلق ایک قصہ سُنایا کہ ایک شخص دہریہ تھا اور خدا سے منکر تھا۔ مگر جب زلزلہ آیا وہ بھی رام۔رام کرنے لگ گیا۔ آخر جب وہ وقت جاتا رہا تو اُس سے سوال کیا گیا کہ تم خدا کے منکر ہو پھر اُس وقت رام رام کیسا تھا۔ تو شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا کہ اصل میں مَیں نے غلطی ہی کھائی۔ میری عقل ماری گئی تھی۔ غرض خدا چاہے تو صرف ایک ہی زلزلہ سے ہلاک کر دے۔ خدا کے آگے کوئی مشکل بات نہیں اب بھی خدا نے ایک **زلزلہ کی خبر دی** ہوئی ہے۔ آوے گا اور بغتۃً آوے گا۔ ہر کس اپنے اپنے کام میں بے فکری سے مصروف ہوگا۔

فلسفے بھی آرام کی حالت میں

سوجھتے ہیں۔ عذاب نظر آ جاوے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ وہ جو ۴ اپریل والا زلزلہ تھا اُس کی بھی ہم نے قبل از وقت خبر دی تھی۔ اور یہ طاعون جس نے دنیا میں ایک کہرام مچا رکھا ہے اس کی بھی ہم نے قبل از وقت خبر دی تھی۔ کتابوں میں اشتہاروں میں اس کو شائع کر دیا تھا۔ کوئی زبانی بات ہی نہیں چنانچہ وہ بعینہٖ بالکل پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوئی۔ اور ابھی خدا نے بس نہیں کی۔ اس نے دنیا کو متنبہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور نہیں چھوڑیگا جب تک طاقتور حملوں سے دُنیا کو منوا نہ لے گا۔ ہمارے لئے تو ہر رات نئی ہوتی ہے۔ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ اور کیا کچھ ہوگا۔ ہمیشہ ترساں و لرزاں اور دعا میں مصروف رہنا چاہئے۔

اطلاع

مَیں نے بارہا خریداران الحکم کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کو درج کرنے سے نظر انداز نہ کیا کریں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر خریدار اس طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ بعض حضرات تو ایسے ہیں۔ کہ بجائے اس کے کہ نمبر خریداری دیں۔ وہ نام اور پتہ بھی خوشخط نہیں لکھتے۔ بلکہ صرف اپنے دستخط سے ہی گذر جاتے ہیں۔ ایسے حضرات کے خطوط کی تعمیل بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ پس پھر اعلان کیا جاتا ہے کہ خریداران خط و کتابت نمبر خریداری کو ضرور درج کیا کریں۔ یاد رہے کہ رجسٹرڈ ایل نمبر نہ لکھا جاوے۔ کیونکہ اس سے کوئی فایدہ نہیں۔ یہ ڈاک خانہ کا نمبر رجسٹری اخبار ہے۔

مُبارک باد

میاں نور محمد صاحب ننگہ ضلع جالندھر کے ہاں اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ جس کا نام حضرت اقدس نے عبد الرحیم رکھا ہے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے طول عمر دے نیز نافع الناس وجود ثابت کرے۔ آمین

گلدستہ اخبار

گورنمنٹ کے رفاہ عام کے محکمے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے محکمے جو محض رفاہ عام کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں وہ پبلک کی درخواستوں کو غلط انداز نظر سے بھی دیکھنا کیوں پسند نہیں کرتے جب وہ پبلک آمدنی سے چل رہے ہیں تو پبلک کی بہبودی و آسایش کا خیال ایسے محکموں کا اولین فرض ہونا چاہیئے۔ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں اگر کسی شئے نے ہردلعزیز بنایا ہے تو ڈاکخانہ اور ریلوے ہی ہے۔ مگر ہم نہایت افسوس سے دیکھ رہے ہیں کہ روز بروز سہواً یا عمداً ایسی کارروائیاں عمل میں لائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے پبلک کا بیشتر حصہ بدظن ہو رہا ہے انتظامات ریلوے کی طرف سے عام نفرت ہوتی جاتی ہے کیونکہ مسافروں کے بیشتر حصہ سے حیوانوں کا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور ان کی آرام و آسایش کی کچھ پروا نہیں کی جاتی۔ کچھ عرصہ سے ایسی وارداتیں سننے اور دیکھنے میں آئی ہیں کہ اب جان و مال کے نقصان سے قطع نظر ہندوستانی خاتونوں کی عصمت بھی بہت کچھ معرض خطر میں ہے۔ اب ہندوستان کی تجارت پیشہ جماعت کو ڈاکخانہ کے جدید وی پی فارموں سے جو دقت اور تکلیف پیش آ رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ بعض اوقات مہینوں تک قیمت وصول ہی نہیں ہوتی۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک روپیہ دو دو دفعہ ادا ہو گیا ہے۔ اس میں نہ صرف پبلک کو بلکہ ملازمین ڈاکخانہ کو بھی سخت دقتیں پیش آ رہی ہیں۔ باوجودیکہ پبلک اور ان کے اخبارات جدید طریقہ وی پی پر اعتراضی آوازیں بلند کر چکے ہیں مگر منتظمین ڈاکخانہ اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

ابھی یہ شکایت رفع نہ ہوئی تھی کہ تار کے نئے فارموں سے جو اندرون ہند کے پیغاموں کے لئے جاری ہوئے ہیں کارخانہ والوں کو کئی شکایتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ نئے قاعدہ کے مطابق مرسل الیہ مقام رسید تار نہیں درج نہیں کیا جاتا اور پیغام کے ساتھ روانگی کی تاریخ اور الفاظ کی مجموعی تعداد بھی نہیں لکھی جاتی۔ جس سے ایسے کارخانوں کو جہاں سے بیسیوں تار روزانہ روانہ ہوتے ہیں مختلف مقاموں کی رسیدات چھاپنے میں سخت دقت پیش آئی ہے۔

پس ٹیلیگراف اور پوسٹل ڈیپارٹمنٹ کو اپنی اپنی جگہ ان نقائص کو حتی الوسع جلد رفع کرنا چاہیئے کیونکہ پبلک کی شکایتوں پر بھی ان کا قرار واقعی انسداد نہ کرنا پبلک کو نہ صرف پبلک محکموں سے بلکہ گورنمنٹ سے بدظن کرتا ہے۔

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب اسکرٹری علی گڑھ کالج کو گورنمنٹ کی طرف سے نواب کا خطاب عطا ہوا۔ نواب صاحب کو اس خطاب ملنے کا اعلان گزٹ آف انڈیا میں ہو گیا۔ ہماری یہ رائے ہے کہ نواب وقار الملک بہادر کو خطاب ملنے پر قومی خوشی منائی جاوے جس طرح سیکڑوں تار مبارکباد کے نواب صاحب کے پاس پہنچے ہیں اسی طرح ضرورت ہے کہ ہر شہر کے مسلمان جلسہ کر کے گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس شکر گذاری کے تار روانہ کریں۔

۲۰۰ میل پر نشانہ لگانیوالی توپ

حال میں ایک نئی قسم کی برقی توپ ایجاد ہوئی ہے۔ جس سے خیال ہے کہ آلات حرب میں بہت سا انقلاب واقع ہو جائیگا آج تک جس قدر تجربات کئے گئے ہیں۔ ان سے اس امر کا یقین کیا جاتا ہے کہ موجد کا دعوےٰ بالکل صحیح ہے اور یہ کہ اس سے اعلےٰ قسم کی توپ آج تک کبھی ایجاد نہیں ہوئی۔ اس کے موجد کا نام مسٹر ڈبلیو ایس سیمسن ہے اور وہ وکٹوریہ سٹریٹ لندن کے ایک کارخانے کا مالک ہے۔ اس نے اس توپ کی خوبیاں حسب ذیل بیان کی ہیں۔

(۱) توپ ۲۰۰۰ پونڈ تک وزنی گولے کو ۳۰۰ فٹ فی سیکنڈ کی رفتار سے چلا سکتی ہے۔

(۲) یہ لندن سے پیرس پر (جو ۲۰۰ میل کا فاصلہ ہے) گولہ پھینک سکتی ہے۔

(۳) چلنے کے بعد پیچھے نہیں ہٹتی۔ اس لئے سب جگہ آسانی سے رکھی جا سکتی ہیں۔

(۴) چلتے وقت اس کے اندر سے دھواں یا آگ نہیں نکلتی۔

(۵) اس پر لاگت بہت کم آتی ہے۔ اور سادی اسقدر ہے کہ ایک مرتبہ سمجھ لینے کے بعد ہر کاریگر اسے آسانی سے بنا سکتا ہے۔

(۶) اس میں طاقت اس قدر ہے کہ ہر قسم کے زرہ بکتر میں گولی داخل کر دیتی ہے۔ اس توپ کی طرز ساخت بالکل سادہ ہے۔ چلاتے وقت اس میں بارود نہیں ڈالا جاتا۔ نہ دھواں دیتی ہے اور نہ چلنے کے بعد معمولی توپوں کی طرح پیچھے کو ہٹتی ہے۔ اس لئے چھوٹے سے چھوٹے جہاز پر رکھ کر چلائی جایا کرے گی تو طریق جنگ میں اسقدر تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے جن لوگوں نے برقی ٹرینوں پر سفر کیا ہے وہ اس توپ کے متعلق صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ ٹیوب (نالی) کو توپ اور ٹرین کو گولہ فرض کر لیجئے۔ ٹرین کا وزن بالاوسط ۱۲۰ ٹن ہوتا ہے۔ اس قسم کی ٹرین کی رفتار ابتدائی ۱۰۰ فٹ یعنی ۷۰ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اگر ٹرین کا وزن توپ کے گولے کے برابر ہوتا۔ اور اس میں اس قدر طاقت صرف کیجاتی۔ تو خیال کر لیجئے کہ اس کی رفتار کس قدر بڑھ جاتی۔ ٹرین کی رفتار ½ میل فی ثانیہ ہوتی ہے۔ پس یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں۔ کہ توپ کے گولے جیسی ہلکی شئے ۶ یا ۷ میل فی ثانیہ کی رفتار سے نہایت آسانی سے چلائی جا سکتی ہے۔ جس توپ پر آجتک تجربات کئے گئے ہیں وہ ۱۶ فٹ لمبی ہے اور ۵۰۰ پونڈ وزنی گولہ پھینک سکتی ہے گو اب تک اس میں صرف ۵ پونڈ وزنی گولہ ہی استعمال کیا گیا ہے۔

بہت سی وجوہات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہیں کہ توپ کے گولے کی رفتار کا اس قدر زیادہ ہونا ناممکن ہے۔ ایک مثال شہاب ثاقب کی بھی پیش کی گئی ہے۔ مگر اس کا توپ کے گولے سے مقابلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اول الذکر ناہموار اور آخر الذکر ہموار صاف ہوتا ہے۔

معترض کا بیان ہے کہ جب ستارہ رگڑ کی وجہ سے روشن ہو جاتا ہے۔ تو یہ بات کیسے ممکن ہے کہ توپ کا گولہ اتنی دور چلنے میں آگ نہ پکڑے۔ مگر جدید سائنس اس کے بہت سے طریقے بتلاتی ہے۔ جن سے گولہ ایک خاص مقام پر پہنچنے سے پیشتر نہیں پھٹ سکتا۔ اس توپ کی طاقت اس قدر ہو گی۔ کہ جہاں اور توپوں کا گولہ مشکل سے پہنچ سکتا ہے۔ وہاں اس کا نشانہ بالکل بے خطا ثابت ہوا کریگا۔ ۳۰۰ میل کے اندر (جو اس کے گولے کی رفتار ہو گی) گولے کا قبل از وقت پھٹنا قرین قیاس نہیں اس توپ کا منہ بھی چھپا ہو گا۔ جس سے گولہ باری نہایت صحت سے ہو سکتی ہے۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ یہ توپیں موجودہ توپوں سے اس قدر افضل ہوں گی۔ جسقدر زمانہ کرامول کی توپیں آج کل رائیفلوں سے قراب ہیں۔

بہت سے لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ ان توپوں کے رائج ہونے سے طریق جنگ اب بھیانک اور خوفناک ہو جائیگا۔ کہ لوگ خواہ مخواہ اس سے بچنا پسند کرینگے۔ بہرحال راقم مضمون کی یہ رائے ہے کہ گو ان توپوں کی خونریزی سے خائف ہو کر بہت کم قومیں انہیں خریدنے کا ارادہ بھی دل میں نہ لائیں گی تاہم یہ امر قرین قیاس نہیں۔ کہ جنگ صفحہ ہستی سے بالکل معدوم ہو جائے۔ انگلستان والوں کو ان توپوں سے یہ فائدہ ہو گا کہ وہ سمندر پر کھلے بندوں اپنا قبضہ جمانے چلے جائینگے۔ جب یہ توپیں ان کے جنگی جہازوں پر جم گئیں تو کون سی تین طاقتیں ہیں۔ جو اکٹھی ہو کر انگلینڈ کی گولہ باری کا مقابلہ کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ اور قومیں بھی ایسا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو دارالامان قادیان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے
۲۔ خواص و معاونین سے
۳۔ ہندوستان کے باہر
۴۔ غیر مذاہب والوں کو
۵۔ اپنی جماعت کے غریب طلباء و دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں کو

نوٹ

یہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔

نمبر ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۴ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

چشمہ معرفت

کتاب مستطاب چشمہ معرفت یعنے مضمون (الہامی کتاب) جلسہ آریہ لاہور معہ ضمیمہ بجواب اعتراضات مضمون آریہ جو اوایل دسمبر ۱۹۰۷ء میں محلہ وچھووالی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مسلمانوں کو بذریعہ خطوط و اشتہار طلب کر کے آریہ قوم کے مہانماؤں نے دلخراش گالیوں سے اپنے مہمانوں کے دلوں کو گھایل کیا تھا بفضل قادر مطلق ۳۴۸ صفحہ کے حجم میں حضرت اقدس مسیح موعود (ان پر ہزاروں سلام و درود) کے قلم سے لکھی گئی ہے اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء تک انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہو جاویگی۔ جن احباب کی درخواستیں پہلے سے موجود ہیں اُن کو بروقت طیاری بذریعہ وی پی فوراً روانہ کیجاویگی لیکن صرف یہ قابل دریافت ہے کہ وہ بلا جلد چاہتے ہیں یا مجلد؟

قیمت مجلد تین روپیہ ہے اور بلا جلد کی دو روپیہ آٹھ آنہ ۔

مجلد کی روانگی میں کسی قدر توقف بھی واقع ہوگا۔ جدید درخواستیں بھیجنے والے اس امر کی تشریح ضرور کریں کہ مجلد روانہ ہو یا بلا جلد۔ سابقہ درخواستوں میں اگر کوئی صاحب اس کی تصریح فرماویں تو بہتر ورنہ بلا جلد بذریعہ وی پی روانہ کر دی جاوے گی۔ والسلام۔

المشتہر مہتمم کتب خانہ حضرت مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور ۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۲ مئی ۱۹۰۸ء قبل ظہر بمقام لاہور

ایک گریجویٹ صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور کے اس نور کی شناخت کی توفیق دے تاکہ ہم اس نعمت سے محروم نہ رہ جاویں وغیرہ

فرمایا

اگرچہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ مگر کوشش کرنا انسان کا فرض ہے جیسا کہ قرآن شریف نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ یعنے انسان جتنی جتنی کوشش کرے گا اُسی کے فیوض سے مستفیض ہو سکے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ خدا میں ہو کر خدا کے پانے کے واسطے کی تڑپ اور گدازش سے کوشش کرتے ہیں اُن کی محنت اور کوشش ضائع نہیں جاتی۔ اور ضرور اُن کی راہبری اور ہدایت کی جاتی ہے۔ جو کوئی صدق اور خلوص نیت سے

خدا کی طرف قدم اُٹھاتا ہے

خدا اس کی طرف راہنمائی کے واسطے بڑھتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ تدبر کرے اور حق طلبی کی سچی تڑپ اور پیاس اپنے اندر پیدا کرے۔ معلومات کے وسیع کرنے کے جو سبل اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اُن پر کاربند ہو۔ خدا بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اس شخص سے جو خدا سے

لاپرواہی کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ **واللہ غنی عن العالمین** - قبولیت دعا کے واسطے بھی کوشش اور صدق دل کی سچی تڑپ ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

دیکھو دنیوی امتحانات کے واسطے لوگ کیسی کیسی خطرناک کوششیں کرتے ہیں۔ محنت کرتے کرتے اُن کے دماغ پھر جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات خطرناک امراض مثل جنون اور سل دق وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اور بصورت ناکامی بعض لوگ تو ایسے صدمات کے نیچے آجاتے ہیں کہ خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ غرض ایک چندروزہ اور دنیوی زندگی کے لئے کیسی کیسی سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ آخر یہ کامیابیاں کسی قدر اُن کی محنتوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں اگر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہیں اور امتحان کی تیاری نہ کریں تو کبھی کسی کو وہم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کامیاب ہوں۔ مگر جب باوجود سخت محنت اور کوشش کے بھی بعض لوگ ناکام ہو جاتے ہیں تو بالکل نکمے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے والوں کا کیا حال؟ تاکہ کوشش کرنے والے بھی ناکام ہو جاتے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ اب آئندہ کوشش ہی نہ کی جاوے۔ یہ بالکل غلط راہ ہے۔ کیا عجب کسی کا شعر ہے ؎

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند
ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

دیکھو ایک کسان کیسی ہوشیاری اور محنت سے ایک فصل تیار کرتا ہے۔ مگر بعض اوقات ژالہ باری سے اور بعض اوقات امساک باران کی وجہ سے اس کا فصل ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر اس ناکامی پر ایسا اثر نہیں ہوتا کہ پھر آئندہ کے واسطے لوگ زراعت ہی ترک کر دیں۔ ہزاروں ہیں کہ باوجود ان ناکامیوں کے پھر بھی پورے زور سے کوشش کئے جاتے ہیں۔ اور آخر اپنی کوششوں کے ثمرات سے مستفید بھی ہوتے ہیں۔

فیضان الٰہی کوشش پر موقوف ہے

دیکھو شاعر بھی جب کوشش کرتا ہے اور ٹکریں مارتا ہے تو آخر کوئی نہ کوئی شعر سوجھ ہی جاتا ہے۔ آپ کے واسطے بھی ضروری ہے کہ سلسلہ کی کتابیں مطالعہ کریں اور غور اور انصاف پسندی سے دیکھیں کہ آیا ان میں حق ہے یا کہ نہیں۔ کسی امر کے متعلق رائے قائم کرنے کے واسطے معلومات کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ جس کے معلومات وسیع ہو جاتے ہیں وہ خود موازنہ کر سکتا ہے کہ فریقین میں سے کون حق بجانب ہے۔

اکثر لوگ غرور نفس کی وجہ سے اول تو ہمارے پاس آتے ہی مضائقہ کرتے ہیں۔ اور اگر آتے بھی ہیں تو وہ گھر سے ہی فیصلہ کر کے آتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی گذرے ہیں اور ہمیشہ محروم ہی رہ جایا کرتے ہیں۔ ایمان اُن کے نصیب ہوتا ہی نہیں۔ اصل میں ایسے لوگ

دہریہ بے دین اور بے قید

ہوتے ہیں۔ جو شخص سچے طور پر پکا مسلمان ہوتا ہے اسے حق کے پرکھنے کے واسطے بہت بڑی مشکلات نہیں آتے۔ کیونکہ ایک مسلمان جو حقیقت میں مسلمان ہے اور سنت اللہ اور سنت رسول سے واقف ہے وہ ہمیشہ منہاج نبوت کو مدنظر رکھ کر ہی تحقیق کرے گا۔ ایسے لوگوں کے اعتراضات بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں۔ اور اس رستے کا بہت تھوڑا حصہ اُن کے واسطے باقی رہ جاتا ہے۔ اور اگر ایسا شخص ہے کہ اُن سے خود اسلام کے متعلق ہی شک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ابھی اُس نے اسلام کی صداقت کا ہی فیصلہ نہیں کیا تو پھر ایسے لوگوں کے واسطے سلامتی کی کوئی راہ نہیں اور بھی ہیں کہ آخر وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل

روحانی امور کے دشمن

ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قسم کا کبر اور غرور ہوتا ہے۔ وہ لوگ اتباع کو عار سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ نئی روشنی میں بھی ہلاک ہو گئے مگر خدا کے آسمانی نور کو قبول نہ کیا۔ خدا کا ہمیشہ سے یہ قانون چلا آتا ہے کہ جب دُنیا فسق و فجور اور گناہ سے پُر ہو جاتی اور ہر قسم کے مفاسد دنیا میں پھیل جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک روحانی سلسلہ قائم کر کے زمانہ کی اصلاح کرتا ہے۔ مگر وہ جو کہتا ہے کہ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے گویا وہ خدا کے قانون کو بدلنا چاہتا ہے۔ ایسے لوگوں سے تو یہ بھی خوف ہے کہ ایک دن اسلام سے بھی انکار کر دیں اور یہاں تک کہ خود خدا کی ہستی کی بھی ضرورت محسوس نہ کریں۔ یہ بڑی خطرناک راہ ہے کیونکہ جو

حقیقی اور سچی راہ شناخت

اسلام اور وجود باری تعالیٰ پر دلیل تھی ان لوگوں نے اسی سے روگردانی کر لی ہے۔ اکثر ان میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ معلومات وسیع کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر جاہل بلکہ اجہل ہوتے ہیں۔ دین اور علوم دینیہ سے اُن کو مس بھی نہیں ہوتا۔ نابرہ وہ لوگ اُٹھاتے ہیں۔ جو خالی النفس ہوتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں سچی پیاس نرمی اور صبر سے کام کرتے ہیں۔ روشنی کی ضرورت اس شخص کو ہوتی ہے جو ظلمت میں ہو۔ جس کے پاس پہلے ہی روشنی ہے وہ روشنی کا کیسے محتاج ہو سکتا ہے۔ جو برتن پہلے ہی پُر ہے اُس میں اور کیا داخل ہو سکتا ہے ہمیشہ خالی برتن میں کچھ بھرا جاتا ہے۔

عمر کا اعتبار نہیں۔ زمانہ بڑا خطرناک ہے۔ بہت جلدی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

طاعون

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ اس سال طاعون کسی قدر کم ہے۔ یہ کوئی خوشی کا مقام نہیں۔ کیونکہ لوگوں نے طاعون سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ جس غرض کے واسطے یہ آیا تھا وہ غرض ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اصل میں طاعون **نام ہے موت کا**۔ لغت میں وہ خطرناک عوارض جن کا انجام موت ہوتا ہے اس کا نام طاعون ہی رکھا ہے۔ اور یہ لفظ لغت کے رو سے بڑا وسیع ہے۔ ممکن ہے کہ اب کسی اور رنگ میں نمودار ہو جاوے۔ یا اسی رنگ میں آئندہ اور بھی زور سے پھوٹ نکلے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی **افطر و اصوم** کا لفظ ہے یعنے ایک وہ وقت ہے جس طرح افطار میں کھانا پینا جائز ہوتا ہے اسی طرح طاعون لوگوں کو کھاتا جاوے گا۔ اور ایک وقت ایسا بھی ہو گا کہ صوم کی طرح امن ہو جاوے گا۔

انی مع الرسول اقوم - افطر و اصوم - ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم۔

لوگ امن اور آرام کے واسطے جلدی ایک بات بنا لیا کرتے ہیں۔ اجی ایک بیماری تھی۔ سو چلی گئی۔

کیسا نشان اور کیسی تنبیہ

غرض اس طرح کے خیالات سے اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔ اصل میں طاعون بڑا وسیع لفظ ہے۔ الطاعون الموت۔ کل امراض دوری کا نام یہ ہیجک ہے۔ ذات الجنب ہے۔ تپ۔ گلٹیاں۔ قے۔ سکتہ۔ اس قسم کی کل امراض اس میں داخل ہیں۔ یہ لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صحابہ رض کے وقت میں بھی ایک قسم کا طاعون پھوٹا تھا مگر وہ بہت باریک ایک دانہ کی طرح ایک پھنسی ہوتی تھی جو کہ ہتھیلی میں نکلتی تھی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غشی اور نیند کی حالت میں اور بعض ہنستے ہنستے ہی اس دُنیا سے چل گذرتے ہیں بعض کو خون کے جلاب لگ جاتے ہیں۔ بعض کا کسی کسی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہوا کیا؟ دس آدمی تھے رات اچھے بھلے سوئے مگر صبح ہوتے اُن میں سے

ایک بھی زندہ نہ اُٹھا۔ غرض اس قسم کے کئی واقعات ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرض کا کسی کو پتہ نہیں لگا۔ اور اس کے کئی رنگ ہیں۔

اصل میں یہ وقفہ بھی شامت اعمال کی وجہ سے مفید نہیں بلکہ بہت ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ لوگ اب دلیر ہو جاویں گے اور جرأت سے ارتکاب جرائم کریں گے اور اس وقفے سے یہ نتیجہ نکال لینگے کہ اجی صاحب ایک

بیماری تھی گئی گذری

نہ کوئی نشان ہے کسی کا اور نہ عذاب۔ غرض یہ خوشی کا مقام نہیں بلکہ جائے خوف ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ طاعون کی وجہ سے ایک قہر الٰہی ٹوٹ پڑا تھا دُنیا پر ایسے وقت میں یہ الہام ہوا تھا کہ افطر واصوم یعنے ایک استعارہ تھا کہ کبھی یہ مرض زور پکڑ جاوے گا اور کبھی اس میں وقفہ بھی آجاوے گا۔ ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ خدا نہیں چھوڑے گا اور ہرگز نہیں چھوڑے گا جبتک لوگ اپنے اخلاق اعمال اور خیالات میں ایک تبدیلی پیدا نہ کرلیں گے۔

اصل میں ان لوگوں کو یہ امر بھی گراں گذرتا ہے کہ خدا کی طرف کوئی امر منسوب کیا جاوے۔ بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ اتفاقی طور سے ہو گئی۔ خدا کا اس میں کیا دخل و تصرف ہے۔ اب ہمیں تو اس بات کا فکر ہے کہ اب لوگ خواہ نخواہ یہ رائے قائم کر لینگے اور پھر اس رائے کو صحیح یقین کریں گے کہ ایک اتفاقی مرض تھا۔ سو جاتا رہا۔ اب امن امان ہو گیا۔ غرض اس طرح سے اطمینان اور تسلی کر کے خدا سے مُنہ پھیر لینگے اور بے باکی اور جرأت میں ترقی کر جاویں گے۔

دلوں میں سے اللہ تعالےٰ کی عظمت ہی اُٹھ چکی ہے۔ دنیا کے حکام کی اور اپنے اغراض کی جس قدر عظمت اور تڑپ ان کے دلوں میں ہوتی ہے خدا اور اس کی رسول اور اُن کی رضا کی اتنی بھی تڑپ اور عظمت باقی نہیں رہی۔ طاعون کا عالمگیر اور قہری نشان بھی ان کے واسطے مفید نہ ہوا۔ زلزلے بھی خدا کے وعدے کے عین مطابق آگئے۔ اور شہروں کے شہر جو کسی وقت بڑے آباد تھے ویران ہو گئے۔ مگر دُنیا نے تبدیلی پیدا نہ کی۔ چند روز ہوئے الہام ہوا تزلزلۃ الارض یہ بھی ایک مخفی اور خوفناک بات پر استدلال کرتا ہے خواہ ظاہری ہو خواہ اندرونی۔ کیونکہ زلزلہ کا لفظ ظاہری معنوں کے سوا دوسرے معنوں پر بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ تزلزلوا زلزالا شدیدا۔

اب جتنے نشان بھی خدا نے ظاہر کئے ہیں اُن سب کا ان پر اُلٹا اثر پڑے گا۔ اور سب کو یہ طاعون کی طرح اتفاقی سمجھ کر سخت دل ہو جاویں گے۔ فرعون والا حال ہے۔ وہ بھی جب ایک عذاب میں اضافہ ہوتا تھا تو اُسے عارضی اور اتفاقی جان کر اور بھی سخت دل ہو جاتا تھا۔ آخر کار پھر غرق ہوتے وقت کہا میں بھی اسی ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ خدا کا نام پھر بھی نہ لیا۔

یہی حال اس وقت اس قوم کا ہے۔ طاعون تھا سو وہ کسی قدر کم ہو ہی گیا ہے۔ قحط بھی اب چنداں زور پر نہیں اور صورت امن کی نظر آنے لگ گئی ہے اب مطمئن ہو جاویں گے اور بے خوف ہو کر جرأت اور دلیری سے ارتکاب معاصی اور جرائم میں آگے سے بھی سخت دل ہو کر ترقی کر جاویں گے۔ اور توبہ استغفار اور توجہ الی اللہ اور تبدیلی کی فکر دلوں میں پیدا نہ ہوگی مگر خدا فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

۴ مئی ۱۹۰۸ء بعد نماز عصر

(جناب شاہزادہ محمد ابراہیم خان صاحب کی ملاقات کے وقت حضرت اقدس نے بزبان فارسی تقریر فرمائی ایڈیٹر)

فرمایا۔ دُنیا میں اس زمانہ میں نفاق بہت بڑھ گیا ہے بہت کم ہیں جو اخلاص رکھتے ہوں۔ اخلاص اور محبت شعبہ ایمان ہے۔ آپ کو خدا آپ کے محبت اور اخلاص کا اجر دے اور تقویت عطا کرے۔

اخلاق فاضلہ اسی کا نام

ہے بغیر کسی عوض معاوضہ کے خیال سے نوع انسان سے نیکی کی جاوے۔ اسی کا نام انسانیت ہے۔ ادنےٰ صفت انسان کی یہ ہے کہ بدی کا مقابلہ کرنے یا بدی سے در گذر کرنے کی بجائے بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کی جاوے۔ یہ صفت انبیاء کی ہے اور پھر انبیاء کی صحبت ..... میں رہنے والے لوگوں کی ہے۔ اور اس کا اکمل نمونہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خدا ہرگز ضائع نہیں کرتا اُن دلوں کو کہ اُن میں ہمدردی بنی نوع ہوتی ہے۔

صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ کے دو ہی حصے ہیں۔ اور وہی قرآن شریف کی پاک تعلیم کا خلاصہ اور لب لباب ہیں۔ اوّل یہ کہ حق اللہ کے ادا کرنے میں عبادت کرنا۔ فسق و فجور سے بچنا۔ اور کل محرمات الٰہی سے پرہیز کرنا۔ اور اوامر کی تعمیل میں کمربستہ رہنا۔ دوم یہ کہ حق العباد ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور بنی نوع انسان سے نیکی کرے۔

بنی نوع انسان کے حقوق بجا نہ لانے والے لوگ خواہ حق اللہ کو ادا کرتے ہی ہوں بڑے خطرے میں ہیں۔ کیونکہ تعالیٰ تو ستار ہے۔ غفار ہے۔ رحیم ہے۔ اور حلیم ہے اور معاف کرنے والا..... ہے۔ اس کی عادت ہے کہ اکثر معاف کر دیتا ہے مگر بندہ (انسان) کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ کبھی کسی کو کم ہی معاف کرتا ہے پس اگر انسان اپنے حقوق معاف نہ کرے تو پھر وہ شخص جس نے انسانی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہو یا ظلم کیا ہو خواہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں کوشاں بھی ہو اور نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کی پابندی کرتا ہی ہو مگر حق العباد کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کے اور اعمال بھی حبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ غرض مومن حقیقی وہی جو

حق اللہ اور حق العباد

دونوں کو پورے التزام اور احتیاط سے بجا لاوے۔ جو دونوں پہلوؤں کو پوری طرح سے مدنظر رکھکر اعمال بجا لاتا ہے وہی ہے کہ پورے قرآن پر عمل کرتا ہے۔ ورنہ نصف۔ قرآن پر ایمان لاتا ہے۔ مگر یہ ہر دو قسم کے اعمال انسانی طاقت میں نہیں کہ بزور بازو اور اپنی طاقت سے بجا لانے پر قادر ہو سکے۔ انسان نفس امارہ کے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جب تک اللہ کا فضل اور توفیق اس کے شامل حال نہ ہو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ دعائیں کرتا رہے۔ تاکہ خدا کی طرف اسے نیکی پر قدرت دی جاوے۔ اور نفس امارہ کی قیدوں سے رہائی عطا کی جاوے۔ یہ انسان کا سخت دشمن ہے۔ اگر

نفس امّارہ نہ ہوتا تو شیطان بھی نہ ہوتا

یہ انسان کا اندرونی دشمن اور مار آستین ہے۔ اور شیطان بیرونی دشمن ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب چور کسی کے مکان میں نقب زنی کرتا ہے تو کسی گھر کے بھیدی اور واقف کار سے پہلے سازش کرنی ضروری ہوتی ہے۔ بیرونی چور بجز اندرونی بھیدی کی سازش کے کچھ کر ہی نہیں سکتا اور کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ شیطان بیرونی دشمن نفس امارہ اندرونی اور گھر کے بھیدی سے سازش کر کے ہی اف ان کے

متاعِ ایمان میں نقب زنی

کرتا ہے۔ اور نورِ ایمان کو غارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ یعنے میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھیراتا اور اس کی طرف سے مطمئن نہیں کہ نفس پاک ہو گیا ہے بلکہ یہ تو شریر الحکومت ہے۔ تزکیہ نفس بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ اور مدار نجات تزکیہ نفس پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا۔ اور تزکیہ نفس بجز فضل خدا میسر نہیں آسکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا ازلی قانون ہے لن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ اور اس کا قانون جو جاذب فضل کے واسطے ہمیشہ سے مقرر ہے وہ یہی ہے کہ اتباع رسول اللہ علیہ وسلم کی جاوے۔

مگر دُنیا میں ہزاروں ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم بھی لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ نیک اعمال بجا لاتے ہیں اعمال بد سے پرہیز کرتے ہیں اصل میں اُن کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اُن کو

اتباع رسولؐ کی ضرورت نہیں

مگر یاد رکھو یہ بڑی غلطی ہے۔ اور یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ ایسا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں تزکیہ اور محبت الٰہی کو مشروط باتباع رسول رکھا ہے۔ تو کون ہے کہ وہ دعوےٰ کر سکے کہ میں خود بخود ہی اپنی آلائشات سے پاک ہو سکتا ہوں۔ سچا یقین اور کامل معرفت سے سچا ایمان ہرگز ہرگز میسر نہیں آسکتا جب تک انبیاء کی سچی فرمانبرداری اور بیعت اختیار نہ کی جاوے۔ گناہ سوز ایمان اور خدا کو دکھا دینے والا یقین بجز آن نذار اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے جو انسانی طاقت اور وہم و گمان سے بالاتر ہوں ہرگز ہرگز میسر نہیں آسکتا۔

دُنیا اپنے کاروبار دُنیوی میں جس استغراق اور انہماک سے مصروف ہوتی اور جیسی جیسی جانکاہ اور خطرناک مشکل سے مشکل کوششیں اپنی دُنیا کے واسطے کرتی ہے اگر خدا کی طرف بھی اسی طرح کی کوشش سے قدم اُٹھاویں اور اس وقت جو ایک آسمانی سلسلہ خدا نے اس غرض کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کی طرف متوجہ ہوں تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ اُن کے واسطے رحمت کے نشان دکھانے پر تیار ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ لوگ اس پہلو سے لاپرواہ ہیں ورنہ دینی امور اور اعمال کیا مشکل ہیں۔ نماز میں کوئی مشکل نہیں۔ پانی موجود ہے۔

زمین سجدہ کرنے کیواسطے موجود

ہے اگر ضرورت ہے تو صرف ایک فرمانبردار اور پاک دل کی جسکو محبت الٰہی کی سچی تڑپ ہو۔ دیکھو اگر ساری نمازوں کو جمع کیا جاوے اور اُن کے وقت کا اندازہ کیا جاوے تو شاید ایک گھڑی بھر میں ساری پوری ہو سکیں۔ آخر پاخانہ میں بھی جاتے ہیں۔ اگر اتنی ہی قدر نماز کی ان لوگوں کے دلوں میں ہو تو بھی یہ نماز کو ادا کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس اسلام اس وقت بہت خطرے میں ہے اور مسلمان در حقیقت

نورِ ایمان سے بے نصیب

ہیں۔ اگر کسی کو ایک مہلک مرض لگ جاوے تو کیا فکر لگ جاتا ہے مگر اس روحانی جذام کی کسی کو بھی پرواہ نہیں۔ جس کا انجام جہنم ہے۔ اصل میں ہمارے پاس تو آنا خدا کے حضور جانا ہے اور ہماری عزت اور حقیقت خدا اور رسول کے کلام کی عزت ہے۔ متواتر ۲۶ سال ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں مامور کیا۔ مجدد بنایا۔ اور اصلاح مفاسد زمانہ کی غرض سے دُنیا میں بھیجا۔ اور پھر یہی نہیں کہ صرف ہمارا زبانی دعوےٰ ہو بلکہ اُس نے ساتھ ساتھ اپنے ہزاروں زبردست نشان بھی دیئے منہاج نبوت پر بھیجا۔ مگر لوگوں نے پرواہ نہ کی۔ بلکہ اُلٹا کافر کہا۔ اکفر کہا۔ دجال کہا۔ کذاب کہا۔ حالانکہ جس خدا نے مجھے بھیجا اُس نے مجھے میری صداقت کے لئے نشان بھی ظاہر کئے۔ ایک نہیں۔ دو نہیں بلکہ ہزاروں نشان۔ دنیوی عدالتوں میں خواہ کتنا ہی سخت سے سخت مقدمہ ہو مگر دو تین گواہ گذرنے پر سزائے موت تک بھی دیجاتی ہے مگر یہاں تو ہزاروں لوگ ہیں جو ہمارے ان نشانات کے گواہ ہیں۔ مشرق سے مغرب تک کوئی جگہ نہیں جہاں ہمارے نشانوں کی گواہی موجود نہ ہو۔ مگر باایں ہمہ ان لوگوں نے پرواہ نہیں کی۔

گورنمنٹ کا ادنےٰ چپراسی

وصول لگان کے واسطے آجاوے۔ کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کرتا۔ اور اگر کرے تو گورنمنٹ کا باغی ٹھہرتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ مگر خدائی گورنمنٹ کی لوگ پروا نہیں کرتے۔ خدا سے آنے والے لاریب غربت کے لباس میں ہوتے ہیں۔ لوگ اُن کو حقارت اور تمسخر سے دیکھتے ہیں ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے وہ جھوٹ نہیں کہتا وہ فرماتا ہے کہ آدم سے لیکر آخیر تک جتنے بھی نبی آئے ہیں اُن تمام سے ہنسی ٹھٹھا کیا گیا۔ مگر جب وقت گذر جاتا ہے پھر لگتے ہیں تعریفیں کرنے

شیخ عبدالقادر جیلانی رح

پر بھی قریباً دو سو علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ابن جوزی جو محدث وقت تھا اُس نے ایک کتاب لکھی اور تلبیس ابلیس اس کا نام رکھا۔ اور بہت کچھ تلخ اور نازیبا الفاظ اُن کے حق میں استعمال کئے مگر اُن کے دو سو برس بعد اُن کو کیسا کامل اور پاکباز صادق انسان مانا گیا اور کیسی قبولیت ہوئی؟ دُنیا جانتی ہے۔ یہ صرف اُنہی پر نہیں بلکہ تمام اولیاء کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آیا ہے۔

غرض اُسی منہاج پر مجھے بھی تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء نے کافر۔ دجال۔ فاسق۔ فاجر وغیرہ کے خطاب دیئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ میں انبیاء کو گالیاں دیتا ہوں۔ حالانکہ میں ان تمام انبیاء کی عزت کرتا ہوں۔ اور اُن کی عظمت اور صداقت ظاہر کرنے کے واسطے ہی میری بعثت ہوئی ہے۔ یقین جانو کہ اگر میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور میں ہی

جھوٹا ہوں تو پھر تمام انبیاء

میں سے کسی کی نبوت کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عیسےٰؑ کی وفات کا ذکر کرنا گالیاں دینا ہے تو پھر سب سے پہلے جس نے حضرت عیسےٰؑ کو گالی دی وہ خدا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سے ایسا سلسلہ چلا آیا ہے کہ جب دُنیا میں حق اللہ اور حق العباد کی پروا دلوں سے اُٹھ جاتی ہے اور ظلم اور تعدی انسانوں کا شیوہ ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اپنے خالق اور معبود حقیقی سے منہ پھیر کر سینکڑوں بُت اپنے واسطے تجویز کر لیتے ہیں اور انبیاء کی تعلیم لوگ بھول جاتے ہیں۔ ایسے خطرناک وقت میں اللہ تعالیٰ ایک روحانی سلسلہ پیدا کر کے ان سب مفاسد کی اصلاح کرتا ہے۔ آج بھی اگر کسی انسان میں فراست موجود ہے تو دیکھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کی حالت اس خطرناک حالت تک پہنچی ہے یا کہ نہیں جس وقت خدا اس کی خبر گیری کرے۔ زمانہ خود پکار پکار کر زبان حال سے کہ رہا ہے کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ معمولی مسلمان تو کسی شمار میں ہی نہیں جو لوگ بادشاہ

کہلاتے ہیں اور

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین

ہیں خود اُن کا حال ایسا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اُن کو اتنی جرأت نہیں کہ اُن کی سلطنت میں کوئی شخص جرأت اور آزادی سے اظہار حق کر سکے [illegible] کی سلطنت میں کوئی چار سطر بھی مذہب عیسوی کے خلاف نہیں لکھ سکتا ۔ شاید یہ خیال ہو گا کہ تمام عیسائی سلطنتیں [illegible] [illegible] [illegible] جہاں ایمان جائے وہاں ایسی باتوں کا کیا خیال ۔

حالانکہ ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کہ گورنمنٹ کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں ۔ دیکھو ہم نے عیسائیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھی ہیں ۔ اور کس طرح کے زور سے اُن کے عقاید باطلہ کا رد کیا ہے مگر گورنمنٹ [illegible] خوبی ہے کہ کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا ۔ اصل وجہ اپنی ہی کمزوری ہوتی ہے ۔ ورنہ گورنمنٹ دین کے معاملات میں کبھی دست اندازی نہیں کرتی ۔ دیکھو ہمارے اس مقدمہ کی طرف ہی غور کرکے دیکھو لو کہ کس دیانت داری اور انصاف سے اس کا فیصلہ کیا گیا [illegible] [illegible] اور بعد میں [illegible] ایسا کرنے کا جواز بھی [illegible] مگر خدا کا تصرف جو ہمیشہ اپنے [illegible] کے واسطے [illegible] اس نے اس [illegible] پھر مقدمہ تبدیل ہو کر مسٹر [illegible] کی عدالت میں آ گیا جس نے کوئی [illegible] ہمیں بلوا کر [illegible] احترام [illegible] سلوک کرتا رہا [illegible] [illegible] بھی ہے کہ اول تو گورنمنٹ [illegible] عدالت [illegible] [illegible] جاتا ہے جو انصاف اور دیانت [illegible] یہ کہ

خدا کا تعلق ایک ایسی چیز ہے

ہے کہ جس سے ہر مشکل کے وقت اُسے تسلی اور ہر بلا سے نجات عطا کی جاتی ہے ۔ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا بھی پھر ہر بات میں اس کا پاس کرتا ہے ۔ ایسے لوگ مومن کہلانے کے مستحق نہیں ہیں جو دنیا کے خطرات اور تفکرات میں ہی غرق ہوں اور خدا کا خانہ بالکل خالی پڑا رہے ۔ مومن وہ کہلاتا ہے کہ ہلاکت کے قریب بھی پہنچ جاوے ۔ مگر خدا کو نہ چھوڑے ۔ اور ایمان کا یہ ایک نشان ہے کہ آخر تک کل امور اُسی کے ہاتھ میں یقین کرے اور ناامید نہ ہو ۔ بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں ۔ مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ

حرمین اس کی حافظ ہیں

حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے جو بلکہ آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں ۔ دیکھو کس آزادی سے ہم کام کر رہے ہیں اور پھر کیا اثر ہماری [illegible] قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے ۔ اُن کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب [illegible] جاتے تھے اور وہ پھر کر اپنا وعظ [illegible] کرتے تھے مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نظر نہیں آئی ۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دعوت سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی [illegible] آ کر مباحثہ کرے [illegible] نعوذ باللہ [illegible]

[illegible] معجزہ ظاہر [illegible] ہوا ۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اسلام کے [illegible] اور نورانی [illegible]

[illegible]

غرضیکہ طرح طرح کی الزامات اور بے جا اعتراضات کا ایسا طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا کہ ان کی کتابوں اور رسائل جو انھوں نے اسلام کے برخلاف اس نصف صدی میں لکھی ہیں جمع کیا جاوے تو میرے خیال میں ایک پہاڑ بنتا ہے ۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اتنے حملے نہ کبھی کسی نبی پر کئے گئے اور نہ اتنی گندہ دہانی کسی نبی کے مقابل پر کی گئی اور جب سے دنیا پیدا ہوئی نہ کسی کو اتنی گالیاں دی گئیں اور نہ کسی نبی کی اتنی ہتک کی گئی ہے ۔

آریوں کو دیکھو اُن کی کتابوں میں تو ایسا گند بھرا پڑا ہے کہ کوئی باغیرت مسلمان میں سمجھتا ہوں کہ ان کتابوں کی ایک سطر بھی پڑھ نہیں سکتا ۔ خصوصاً اگر لیکھرام کی کتابوں کو دیکھا جاوے ۔ اصل میں یہ لوگ اسلام کو ایک ذلیل اور چھوٹا سا فرقہ بھی دیکھ نہیں سکتے اور چاہتے ہیں کہ اس کا دنیا سے بالکل استیصال ہی ہو جاوے ۔ غرض یہ تو بیرونی دشمنوں کا حال ہے ۔ خود گھر کا حال اس سے بدتر ہے ۔ اور اندرونی دشمن دوستی کے مدعی بن کر ان سے بھی زیادہ نقصان اور مضرت کا باعث ہو رہے ہیں ۔

علماء جو دین کے ستون

اور نجات کا باعث سمجھے جاتے تھے ۔ اُن کا یہ حال ہے کہ جب خدا نے عین سنت قدیمہ کے مطابق محض حق و حکمت سے عین ضرورت کے وقت ان مفاسد کی اصلاح اور ارشاد کے واسطے ایک آسمانی سلسلہ قائم کیا اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی صداقت کے واسطے ہزاروں اقتداری نشانات ظاہر فرمائے ہیں ۔ یہ لوگ جن کا بوجہ اس کے دین کے ستون بھی اور قرآن و حدیث کے علوم سے واقف و آگاہ ہونے کے زیادہ مستحق اس بات کے تھے کہ اس سلسلہ کی تائید کرتے اُلٹے دشمن اور استیصال چاہنے والے بن گئے ۔ اور طرح طرح کے منصوبوں سے اس خدائی نور کے بجھا دینے کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور ان کی عملی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہے کہ حافظ شیرازی کا یہ شعر ۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

شاید انہی علماء کے واسطے لکھا گیا تھا ۔ پھر ان سے دوسرے طبقہ کے لوگ جو امراء ہیں اُن کا جو حال ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے ۔ وہ تو دین سے بالکل بے تعلق ہیں ۔ اُن کو اپنے عیش و عشرت سے ہی فرصت نصیب نہیں ۔ اگر فرصت نصیب ہو گی تو شطرنج کھیلنے [illegible] رہیں گے ۔ پھر اگر تیسرے طبقہ کی طرف نگاہ [illegible] کر دیکھا جاوے جو کہ عوام ہیں تو اور بھی اسلام کی غربت اور نازک حالت پر رحم آتا ہے ۔ جیل خانوں میں مسلمان بھرے پڑے ہیں ۔ شراب خانوں میں مسلمان خراب ہو رہے ہیں ۔ طوائف کے رنگ مسلمان کہلانے والے ہی بدحال ہیں ۔ غرض ہر فسق و فجور اور معاصی اور گناہ کی مجلس میں غور سے دیکھو تو مسلمانوں کا نمبر

بڑھا ہوا ہے۔ جھوٹی گواہیاں دینا بھی مسلمانوں بلکہ خصوصاً نام کے مولویوں کا پیشہ ہی ہو گیا ہے۔

پھر باایں ہمہ ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور طرح طرح کے الزام لگائے ہیں۔ ہماری یہ خواہش ہے اور ہمیں اس بات کا اشتیاق ہے کہ صاحب اثر مسلمانوں کی ایک جماعت اس معاملہ کی تحقیقات تو کرے کہ آیا ہم پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ سچے ہیں؟ کیا یہ سچ ہے کہ ہم نے قرآن اور رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ اور نعوذ باللہ کوئی نیا دین بنا لیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہم انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔

شاہزادہ صاحب موصوف نے سوال کیا کہ آپ بجائے اس کے کہ قادیان میں ہی ہمیشہ قیام رکھیں دورہ کر کے پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں اگر پھر کر وعظ و تبلیغ کا کام کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔

فرمایا۔ کہ اصل بات یہ ہے کہ تبلیغ کے وسائل ہر زمانہ میں مناسب وقت اور مناسب حال الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کی آزادی اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر ساتھ ہی اس میں بعض نقائص بھی ہیں۔ آپ نے جو طریق فرمایا ہے میں نے اس طریق تبلیغ کو بھی استعمال کیا ہے اور بعض مقامات میں اس غرض کے لئے سفر بھی کئے ہیں مگر اس میں تجربہ سے دیکھا ہے کہ اصل مقصد کما حقہٗ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوران تقریر میں بعض لوگ بول اٹھتے ہیں۔ دو چار گالیاں بھی سنا دیتے اور شور و غوغا کر کے بدنظمی کا باعث ہو جاتے ہیں اس لاہور میں ہی ایک دفعہ حالانکہ خود ہمارا اپنا مکان تھا اور پولیس وغیرہ کا بھی انتظام تھا مگر ایک شخص دوران تقریر میں عین بھری مجلس میں کھڑا ہوا۔ اور

منہ پر کھڑے ہو کر گالیاں

سنائیں۔ میاں محمد خان صاحب مرحوم جو کہ ہمارے بڑے مخلص اور محبت کرنے والے تھے ان کو جوش آ گیا مگر ہم نے ان کو بند کر دیا کہ ہمارے اخلاق کے یہ امر برخلاف ہے کہ اسی قسم کا پہلو اختیار کیا جاوے۔ غرض لاہور میں۔ امرتسر میں۔ دہلی میں۔ سیالکوٹ وغیرہ میں ہم نے اچھی طرح سے آزما لیا ہے کہ یہ نسخہ فتنہ سے خالی نہیں۔ اور اس میں شر کا اندیشہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امرتسر میں ہمیں پتھر مارے گئے۔ اور ایک پتھر ہمارے لڑکے کے بھی لگا۔ بعض دوستوں کو جوتیاں بھی لگیں۔ **لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین**۔ پس آزمودہ نسخہ کو ہم اب دوبارہ کیسے آزما سکتے ہیں۔ پھر دوسرا اثرا نقص یہ ہے کہ زبانی گفتگو میں نقل کرنے والے جو ان کا دل چاہے کر لیں اور چاہیں تو رائی کا پہاڑ بنا لیں۔ قلم ان کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بعض شریر النفس لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دو دو گھنٹے تک ان کو سمجھایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ ان زبانی تقریروں میں انسان کو سوچنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اور زبانی تقریریں صرف آنی اور فوری ہوتی ہیں ان کا اثر دیرپا نہیں ہوتا اس واسطے مجبوراً اس راہ سے اجتناب کرنا پڑا۔ اور سلسلہ تحریریں میں نے اتمام حجت کے واسطے مفصل طور سے ستر۷۰ کتابیں لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک جداگانہ طور سے ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالب تحقیق اس کا غور سے مطالعہ کرے ممکن نہیں کہ اس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ ہم نہ پہنچ جاوے۔ ہم نے اپنی عمر میں ایک بھاری ذخیرہ معلومات کا جمع کر دیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن تھا۔ ان کی اشاعت بھی کی گئی ہے۔ اور دوست اور دشمنوں نے ان کو پڑھا بھی ہے۔

زبانی تقریر کا عرصہ کم ہوتا

ہے۔ انسان کو اس میں تدبر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بلکہ بعض جوشیلی طبیعت کے آدمیوں کو سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ تو اپنے خیالات کے خلاف سنتے ہی آگ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے منہ میں جھاگ آنے لگ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے کتاب کو انسان ایک الگ حجرے میں لیکر بیٹھ جاوے تو تدبر کا بھی موقعہ ملتا ہے اور چونکہ اس وقت مدمقابل کوئی نہیں ہوتا اس واسطے خالی الذہن ہو کر سوچنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔

مگر باایں ہمہ ہم نے دوسرے پہلو کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور اس غرض کے واسطے مختلف شہروں میں گئے تبلیغ کی ہے۔ بعض مقامات میں تو ہمارا اینٹ پتھروں سے بھی مقابلہ کیا گیا ہے۔ ابھی آپ کے نزدیک تبلیغ نہیں کی گئی۔

ہم نے اپنی زندگی میں کوئی کام دنیوی نہیں رکھا۔ ہم قادیان میں ہوں یا لاہور میں جہاں ہوں ہمارے انفاس اللہ ہی کی راہ میں ہیں۔ معقول رنگ میں اور منقولی طور سے تو اب

ہم اپنے کام کو ختم کر چکے ہیں

کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا ہو۔ البتہ اب تو ہماری طرف سے دعائیں باقی ہیں۔ خدا نے بھی کوئی امر باقی اٹھا نہیں رکھا۔ معجزات اس کثرت اور ہیبت سے دکھائے ہیں کہ دوست دشمن ان کی عظمت اور شوکت کو مان گئے ہیں۔ اب اگر کوئی ہدایت نہ پاوے تو یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ **انک لا تھدی من احببت**

خدا اگر سلسلے کو شک اور غفلت کی نظر سے نہ دیکھا چاہئے۔ اس نے بہت بڑا ارادہ کیا ہے۔ اسلام کی خیر اسی میں ہے۔ ایک دفعہ ہم دہلی میں گئے تھے۔ ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے **تیرہ سو برس** سے یہ نسخہ استعمال کیا ہے کہ آں حضرت ؐ کو مدفون اور حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر پہنچایا۔ یہ نسخہ تمہارے لئے مفید ہوا یا مضر اس سوال کا جواب تم خود ہی سوچ لو۔ ایک لاکھ کے قریب لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ ہر قوم اور ہر فرقے میں سے سید۔ مغل۔ پٹھان۔ قریشی وغیرہ۔ یہ تو حضرت عیسیٰؑ کو بار بار زندہ کہنے کا نتیجہ ہے۔ مگر اب ایک دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں۔ وہ استعمال کر کے دیکھو۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو (جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے اور رسول کریمؐ نے فعلی شہادت دے دی) وفات شدہ مان لو۔ ان میں ایک شخص جو کہ لمبے قد کا تھا وہ بولا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ آپ اپنا کام کئے جاویں۔ میں نے آپ کا طریق سمجھ لیا ہے۔ واقع میں اسلام کی خیر اسی میں ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں توفی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رویت سے فعلی شہادت دی کہ ان کو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا۔ بھلا زندوں کو مردوں سے کیا تعلق۔ حضرت عیسیٰؑ اگر زندہ ہوتے تو ان کے واسطے تو کوئی الگ کوٹھری چاہئے تھی نہ یہ کہ وہ بھی مردوں کے ساتھ ہی رہیں۔ توفی کا لفظ بجز وفات کے جسم عنصری سے آسمان پر چڑھ جانے کے ہرگز قرآن شریف سے کوئی ثابت نہ کر سکے گا۔ دیکھو یہی لفظ توفی کا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرآن شریف نے بولا ہے۔

اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی لفظ توفی ہی آیا ہے۔ **توفنی مسلما و الحقنی بالصلحین**۔ اب جائے غور ہے کہ اوروں کے واسطے تو یہی لفظ موت پر دلالت کرے مگر حضرت عیسیٰؑ کے حق میں اگر آ جاوے تو اس میں کچھ ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے معنے بجائے موت کے جسم عنصری سے آسمان پر چڑھ جانے کے ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلا اجماع جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوا وہ وفات عیسیٰؑ کے مسئلہ پر ہے۔ ایک دفعہ

مفتی محمد صادق صاحب جو کہ ایک بڑے مخلص احمدی ہیں۔ اُن کو ایک بشپ پادری سے زندہ رسول کے مسئلہ پر مباحثہ کرنے کا موقع ملا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ لاہور میں ایک لارڈ بشپ نے ایک بڑے بھاری مجمع میں یہ بیان کیا کہ مسلمانوں کا رسول (نعوذ باللہ) زندہ نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ زندہ نبی حضرت حضرت عیسےٰ ؑ ہی ہیں۔ مسلمانوں کے

رسول مدینے میں مدفون

اور مسیح زندہ آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہی سوچو اور فیصلہ کرو کہ افضل ان میں سے کون ہے۔ مسلمان بیچاروں کے پاس اس سوال کا کیا جواب تھا؟۔ اتفاق سے مفتی محمد صادق صاحب اس جلسہ میں موجود تھے۔ اُنھوں نے یہ حال دیکھکر غیرت اسلامی کے تقاضا اور جوش سے اُٹھکر کہا کہ میں آپ کے اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت مسیح کی وفات کو بیان کر کے کہا کہ قرآن شریف میں حیات مسیح کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ قرآن شریف اُن کو بار بار انبیاء کی طرح وفات شدہ قرار دے چکا ہے یہ جواب سُنکر وہ بشپ دنگ پڑا۔ اور کوئی جواب اس سے بن نہ آیا۔ صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ معلوم ہوتا ہے

تم مرزائی ہو

ہم تم سے گفتگو نہیں کرتے ہمارے مخاطب عام مسلمان ہیں۔ اس واقعہ نے ہمارے دشمنوں کے دلوں پر بھی اثر کیا اور اندر ہی اندر وہ ملزم ہو گئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ آج اگر کوئی عیسائیوں پر غالب آسکتا ہے تو وہ یہی فرقہ ہے۔ اور لوگوں نے متفق اللفظ یہ کہا کہ اگرچہ

ہیں تو کافر مگر آج اسلام کی عزت

انہی لوگوں نے رکھ لی ہے۔ فرمایا کہ قربان جائیے ایسے کفر کے جو اسلام کی اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کا باعث ہو۔

یہیں یاد رکھو کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی غریب مسافر گٹھڑی باندھے سفر کو تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ دُنیا کے بہت سے فکر اپنے وقت پر ڈال لینے ٹھیک نہیں ہوتے۔ دیکھو دنیا میں طرح طرح کے آفات کیسے خطرناک حملے کر رہے ہیں۔ طاعون ہے۔ زلزلے ہیں۔ قحط ہے ان کے علاوہ اور سینکڑوں آفات ارضی و سماوی ہیں ان کے ہوتے ہوئے انسان [illegible] کیسے ہو سکتا ہے دیکھو یہی طاعون [illegible] ہماری صداقت کا ایک زبردست

نشان ہے [illegible] نے اس کی خبر اس وقت دی تھی جبکہ پنجاب میں اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور یہ کوئی ہمارا صرف زبانی دعوے نہیں بلکہ بار بار ہم نے اس کے متعلق اپنی کتابوں اور سلسلہ کے اخباروں میں لکھکر دنیا کو اطلاع دی تھی کہ خطرناک طاعون ملک میں پھیلنے والا ہے ہر ایک کو چاہیئے کہ قبل اس کے کہ وہ وارد ہو جاوے

توبہ استغفار میں مصروف

ہو جاؤ اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر لو۔ مگر بہت تھوڑے تھے جنھوں نے ہماری بات کو سچا جانا اور اس کی طرف توجہ کی۔ ہم نے دیکھا کہ ملک کے مختلف حصوں میں بعض لوگ سیاہ رنگ کے درخت لگا رہے تھے۔ اُن سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ درخت طاعون کے ہیں۔ اور پھر ایک ہاتھی کا سا جانور جس کی اعضاء مختلف حیوانات سے متشابہ تھے اور مجموعی شکل ہاتھی سے متشابہ تھی دیکھا وہ ہاتھی ایک بن میں کبھی ادھر اور کبھی اُدھر مختلف سمتوں میں جاتا تھا اور مختلف قسم کے جنگلی جانوروں مثل ہرن۔ بکری۔ سانپ۔ خرگوش وغیرہ وغیرہ پر حملہ کرتا اور اُن کو کھا جاتا۔ جب وہ حملہ کرتا تو جانوروں کے شور و غل سے ایک قیامت کا شور برپا ہو جاتا۔ اور اس کے ہڈیوں وغیرہ کے چبانے کی آواز ہم سنتے تھے۔ ایک طرف سے فارغ ہو کر وہ ہمارے پاس آجاتا اور اس کے چہرہ سے بڑے حلم اور عزت کے آثار نمایاں تھے اور گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زبان حال سے کہتا ہے کہ

میرا اس میں کیا قصور ہے

مَیں تو مامور ہوں مجھے جو حکم ہوتا ہے اُس کی تعمیل کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر ہمارے پاس ٹھہرنے کے بعد پھر دوسری طرف جاتا اور وہاں بھی پہلے کی طرح عمل کرتا۔ اور پھر میرے پاس آبیٹھتا ہے۔ ایک طرف تو وہ جنگلی جانوروں کو کھاتا اور دوسری طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدا کے نازل شدہ غضب سے وہ خود بھی ہیبت زدہ تھا۔

یہ باتیں ہم نے آج نہیں بنالیں۔ بلکہ یہ اُس وقت کی ہیں کہ جب طاعون کا ملک میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ کیا اس قسم کی

غیبی پیشگوئیاں انسان کی طاقت

ہیں؟ اور انسان ایسے غیب کے بتانے پر قادر ہو سکتا ہے؟ غور کرو کہ یہ کس قسم کا افترا ہے جو عین دعوے کے مطابق ظہور پذیر ہو کر صدق دعوے کی ایک زبردست اور لاجواب دلیل بن گیا ہے۔

پھر زلزلہ کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت خبر دی تھی۔ زلزلہ کا دھکا اور **عفت الدیار محلها و مقامها**۔ دیکھو پھر کیا زلزلہ آیا اور کیسی کیسی تباہیاں دنیا میں واقع ہوئیں۔ ذرا کانگڑہ کے مندر کے حالات ہی غور سے پڑھ سُن لئے جاویں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور ہیبت معلوم ہوگی۔ کیا یہ انسان کا کام ہے؟۔ ہرگز نہیں۔ بس اگر یہ خدا کا کلام ہے۔ تو پھر کیوں خدا کے مقابلہ میں ایسی جرأت اور دلیری کی جاتی ہے۔

مَیں کمزور اور ایک عاجز انسان

ہوں۔ مگر خدا جس سے چاہے کام لے لے یہ اُس کی بندہ نوازی ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ خدا کے فعل پر اعتراض کرے۔ زمانہ آگیا تھا۔ اور تمام اہل اللہ نے اس وقت کی خبر دی تھی۔ حجج الکرامہ میں بہت سے اولیاء اللہ اور اہل کشف لوگوں کے اقوال کے حوالے درج کر کے صدیق حسن خان نے یہ ثابت کیا ہے کہ جتنے بڑے بڑے اولیاء اور صاحب کشف لوگ تھے تمام نے متفق طور سے یہی خبر دی ہے کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود چودھویں میں ہی آوے گا۔ چودھویں صدی سے آگے کوئی بھی نہیں بڑھا۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ ”کاش وہ میرے زمانہ میں پیدا ہوں۔ تو مَیں اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا دوں۔ ورنہ میں اپنی اولاد کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کو یاد رکھیں اور میرا سلام پہنچاویں گا“۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو بہت کم توفیق قبول حق کی ملتی ہے۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے زمانہ سے پہلے ایک شخص بڑے زور سے وعظ کیا کرتا تھا کہ لوگو نبی آخر الزمان آنے والے ہیں۔ اُن کی آمد کے تمام نشانات اور لوازم پورے ہو گئے ہیں مگر خدا کی شان کہ جب آپ ؐ مبعوث ہوئے تو اول المکذبین ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم زمانہ ہونا بھی ایک فخر اور تکبر بے جا پیدا کر دیتا ہے۔ جو قبول ہدایت سے محرومی کا باعث ہو جاتا ہے۔ صدیق حسن نے بھی ہماری کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور بے ادبی کی تھی مگر

بہت دن نہ گذرے کہ خدائی عتاب

ملازمان ڈاک کی عام شکایتیں

قابل توجہ افسران ڈاک

راستی موجب رضائے خداست - کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

(۱) عام شکایت جو کہ لوکل پوسٹ آفس اور آر - ایم - ایس والوں سے سُنی جاتی ہے - وہ کام کی زیادتی اور اسٹاف کی کمی ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر ملازمین کو ڈبل ڈیوٹی کچھ عرصہ تک بلا کسی ایلاؤنس کے عرصہ تک کرنی پڑتی ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تھک کر بیمار ہو جاتے ہیں اور سک رپورٹ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں -

(۲) عام شکایت حقدار ہونے پر بھی وقت ضرورت کے رخصت کا نہ ملنا ہے کہ جس سے ملازمین کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور وہ نوکری کو ایک قید سمجھتا ہے -

(۳) عام شکایت ہے کہ رخصت کی تنخواہ رخصت کے ایام میں نہیں ملتی بلکہ اُس وقت ملتی ہے کہ جب ملازم اپنی ڈیوٹی پر واپس آتا ہے - کہ جس سے اس کو خرچ خانگی کے چلانے میں بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے -

(۴) عام شکایت ہے کہ اس محکمہ میں اکثر انگریزی تہواروں کی تعطیلیں ہوتی ہیں اور ہندو و مسلمان کے تہواروں کی مثل دیگر محکموں اسکول و کچہری وغیرہ کے نہیں ہوتیں -

(۵) عام شکایت ہے کہ رخصت کے موقعہ پر سفر خرچ ملازم کو نہیں ملتا جیسا کہ ریلوے میں پاس وغیرہ کا قاعدہ ہے -

(۶) ہرکاران و دیہاتی چٹھی رساں کو عام شکایت ہے - کہ ہم کو جاڑے - برسات میں میلوں کی مسافت بہ مشکل طے کرنی پڑتی ہے لیکن کوئی وردی ان موسموں کی شدت کے بچاؤ کے لئے مثل پولیس باران کوٹ اور کوٹ وغیرہ کے نہیں ملتی اور جو وردی سرکار نے تجویز کر رکھی ہے وہ بھی اپنے داموں سے بنانی پڑتی ہے جبکہ قلیل تنخواہیں مقرر ہیں بہ مشکل کنبہ کا گذر ہوتا ہے کیا خوب ہو کہ سرکار حسب دستور سابقہ ان غربا کو وردی عنایت کیا کرے -

(۷) عام شکایت جو اکثر پوسٹمین [illegible] ماہوار کے برانچ و سب پوسٹ ماسٹران کی جانب سے سُنی جاتی ہے - وہ کمیشن ٹکٹ ڈاک کی موقوفی پر اضافہ کا نہ ملنا ہے - جب کہ ان کو ٹکٹ ڈاک بدستور فروخت کرنے پڑتے ہیں - خصوصاً ایسے ڈاکخانے میں کہ جہاں ان کی فروختگی [illegible] روپیہ ہے کہ جس کا [illegible] ماہوار تک کمیشن پڑتا ہے کہ جس کے نہ ملنے سے اُن کو دل شکن نقصان بالکل عیاں ہے - پس امید کہ افسران ڈاک ضرور ایسے مستحق ملازمین کی تنخواہ کے اضافہ پر بھی غور فرمائیں گے کیونکہ ابھی تک کمیشن کی موقوفی پر بڑی تنخواہ کے ملازمین کو ہی کچھ اضافہ ملا ہے - (راقم ایک داد خواہ - کے - آر - پی - سب پوسٹ ماسٹر)

قسمت کو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند - دو تین ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

کمیشن بند ہونے نے تو کم تنخواہ والوں کو حیران اور ششدر کر دیا -

لیکن سرکار نے پھر مردہ دلوں کو تازگی دی کہ تنخواہ بڑھے گی [illegible] دو لاکھ کی منظوری تھی وہ وہ خیالات ویسے کہ اس ماہ میں ترقی ہوگی - تقریباً سال بھر ہوگیا - آنکھیں بھی پتھرا گئیں - کمیشن بھی نہ رہا اور اضافہ تنخواہ بھی عنقا ہوگیا - اُمید بحالی - بڑی تنخواہ والوں میں حصے ہوگئے - لیکن غریب کم تنخواہ والے جن کو اگر یہی اضافہ ملتا کہ کام دیتا ہے - منہ دیکھتے رہ گئے - لیکن کم تنخواہ والے جن کو ترقی نصیب نہیں ہوئی ہے کیا بڑی تنخواہ والوں سے محنت اور مشقت کم کرتے ہیں - نہیں بلکہ جوگنی - بحضور جناب ڈائرکٹر جنرل صاحب بہادر جن کا نام نامی نوشیروان کی طرح مشہور ہے ملتمس ہوں کہ ان غریب ملازمان کے حال پر ترحم فرما کر ان کی دلی مراد کو پورا کریں تاکہ یہ غریب بھی دلی مراد کو پہنچ کر حضور کے جان و مال کو دعائیں دیتے رہیں - (غلام محمد)

گلدستۂ اخبار

تازہ ریلوے حادثہ :- اودھ روہیلکھنڈ ریلوے سے ایک خطرناک حادثہ کی خبر موصول ہوئی ہے جو غازی آباد و مراد آباد برانچ لائن پر ۶ ماہ حال کو علی الصباح ۲ بجے کے قریب متصل سٹیشن ڈبیا واقعہ ہوا ہے - دونوں طرف سے مسافر گاڑیاں آرہی تھیں جبکہ ٹکر واقعہ ہوئی - بہت سے مسافر مر گئے اور زخمی ہوئے - انجن کے تمام ملازم مر گئے - گاڑیوں کو آگ لگ گئی - مال اور جان کا از حد نقصان ہوا - دونوں گاڑیاں چکنا چور ہو گئیں - میرٹھ سے سول سرجن طلب کیا گیا - غازی آباد کا شفاخانہ زخمیوں سے بھرا ہوا ہے - کئی گاڑیاں آگ سے جل گئیں - ایک برات میں سے صرف ایک آدمی بچا - ایک بوگی گاڑی سیدھی کھڑی ہوگئی ہے اور ایک ستون سا معلوم ہوتی ہے - بعد کی خبر یہ ہے کہ غازی آباد کے شفاخانہ میں ۹۸ زخمی ہیں - اور دونوں ٹرینوں کی چھ چھ گاڑیاں جل گئی ہیں - جن میں سے دو آدمی مر چکے ہیں - کھتولی سے خبر آئی ہے کہ کثیر التعداد لاشیں غازی آباد کو لائی گئی ہیں - اور زخمی جب غازی آباد کے شفاخانہ میں نہیں سما سکے تو انہیں دہلی بھیجا گیا -

کابل کی خبریں :- اخبار ٹریبیون کا نامہ نگار شملہ سے بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ مجھے اچھے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ امیر صاحب راہی ملک بقا نہیں ہوئے لیکن وہ بیمار ہیں - اسی وجہ سے وہ عہدنامہ روس پر دستخط نہیں کر سکے - تاہم یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ شرائط عہدنامہ کو پسند کرتے ہیں لیکن وہ ظاہرہ طور پر اپنی رضامندی کا اظہار کرنے سے معذور ہیں - کیونکہ خصوصاً اُن کی بڑی بیگم صاحبہ اور سردار نصر اسد خان اس کے مخالف ہیں - آخر الذکر کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ افغانوں کو ہمسایوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ترغیب دیتے ہیں - اور ملانوں کے ہاتھ میں ہیں لیکن اخبار زمیندار بہ ڈیلی نیوز کا نامہ نگار از الہ آباد راوی ہے کہ امیر صاحب

نے عہدنامہ [illegible] کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے -

ریلوے سورٹروں میں بے چینی :- الہ آباد سرکل کے ریلوے میل سروس کے سورٹروں میں سخت بے چینی پھیل رہی ہے اٹھارہ سے زیادہ آدمیوں نے انسپکٹر جنرل کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا ہے - اس میں اُنھوں نے یہ شکایت کی ہے کہ ترقی کے وقت ان کے حقوق بالکل نظر انداز کر کے باہر کے آدمیوں کو اور بسا اوقات نئے اور غیر مستحق آدمیوں کو محض نگران افسر کا منظور نظر ہونے کی وجہ سے ترقی ملجاتی ہے اور مستحق آدمیوں کی دیرینہ اور قیمتی خدمات کا خواہ وہ ہندوستان سے باہر کے ہی کیوں نہ ہوں بالکل خیال نہیں کیا جاتا - اس شکایت کو کئی صورتوں سے ثابت کیا گیا ہے میموریل اس طرح ختم ہوا ہے - آپ کے میموریل دہندگان یہ میموریل پیش کرنے میں بہت سخت خطرے میں پڑے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے نگران افسران کے ہاتھ سے انہیں سخت تکالیف اور نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے - اور خوف ہے کہ انہیں دور دراز اور غیر صحت بخش مقامات پر تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی آپ کی خدمت میں اس قسم کے میموریل بھیجنے کی ہمت نہ کر سکے -

نتیجہ کیا ہوا - اس میموریل کا تو ابھی کچھ نتیجہ نہیں ہوا مگر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جو شخص میموریل دہندگان کا سرغنہ خیال کیا جاتا ہے اسے آسام تبدیل کرنے کی فکر ہو رہی ہے صرف یہی نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی حال ہی میں اسے ایذا پہنچائی گئی ہے ایک روز علی الصباح وہ گنگا جی جا رہا تھا - رستہ میں ایک آدمی ملا اور اُس نے اس کا نام پوچھا نام بتلانے پر پیچھے سے ایک دوسرے آدمی نے اس کے سر پر لٹھ دیا اور دونوں رفوچکر ہوگئے - لٹھ فوراً ایک کونے پر پڑا اس لئے بہت چوٹ نہ آئی مگر سر پھوٹ ہی گیا - شبہ ہوتا ہے کہ جن اشخاص کو اس میموریل کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا - ان میں سے کسی کی یہ کارگذاری ہے - افسران بالادست کو فوراً اس معاملہ کی تحقیقات کر کے حقداروں کو حق پہنچانا چاہیئے - حقداروں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنا ہی ہندوستان کی اصلی بے چینی کی وجہ ہے -

خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے بورڈنگ ہوس کی تعمیر کے لئے گورنمنٹ پنجاب نے دس ہزار روپیہ عطا کیا - گورنمنٹ کی اس امداد کی تمام سکھ قوم مشکور ہے -

حجاز ریلوے :- مکہ معظمہ تک حجاز ریلوے کے پہنچانے کے لئے تقریباً ۷ ملین فرانک درکار ہیں - مگر فنڈ میں صرف ۸ ملین فرانک ہیں - تازہ ترین رپورٹ مظہر ہے کہ آخر جون تک لائن مدینہ منورہ تک پہنچ جائے گی - کیونکہ فاصلہ سو کیلومیٹر سے بھی کم رہ گیا ہے -

قاہرہ کا ایک تار مظہر ہے کہ مسٹر سکاٹ مونکریف ڈپٹی انسپکٹر صوبہ نیل ارزق [illegible] مقام مسلامیہ کے قریب قتل کیا گیا - گورنر صوبہ تھوڑی سی فوج لیکر موقعہ واردات [illegible]

[illegible]

[illegible] مطبع [illegible] میں [illegible] کے اہتمام سے [illegible] شائع ہوا

دارالامان کو شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نوٹ - پیشگی کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا تینوں میں ڈاک اشاعت کیوجہ سے کیا گیا ہے

قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ

دارالامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی تک لاہور میں مقیم ہیں۔ مخالفین حق نے اپنے پورے زور اور طاقت کے ساتھ نور اسد کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی اور جلسوں پر جلسے کئے مگر خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ **حق اپنی برکتوں کیساتھ روشن ہو**۔ بہت سے لوگ حضرت حکیم الامتہ کے درس میں جو لاہور ہی میں ہوتا ہے آکر شامل ہوتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مختلف مقامات سے احباب نے حاضر ہوکر استفادہ فرمایا۔ ابھی تک واپسی کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

۲- ۱۵ اور ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کی درمیانی رات کو ۱۰ بجے بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر جو اس سلسلہ کے بڑے ہی مخلص اور سرگرم ممبر تھے قادیان ہی میں آکر فوت ہوگئے۔ مرحوم کئی سال سے بعارضہ سل بیمار تھے۔ کئی مرتبہ اس مرض کے دورے ہوئے اور آرام ہو ہوگیا اس مرتبہ ایسے گرے کہ پھر نہ اٹھے۔ مرحوم کو حضرت اقدس کیساتھ خاص **محبت** اور اخلاص تھا اور خود حضرت حجۃ اللہ بھی اُن کی اس ارادت اور عقیدت کی قدر فرماتے تھے۔ مرحوم جہاں کہیں رہے سلسلہ کی اشاعت میں سرگرم رہے اس کام میں انھوں نے تکالیف بھی اٹھائیں مگر ایک دم کیلئے بھی پروانہ کی۔ اگرچہ مرحوم نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی مگر بہت سی روحیں اُن کے لئے باقیات الصالحات کا کام دینگی جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے وہ ذریعہ ہدایت ہوئے۔ مرنے والے میں بہت سی خوبیاں تھیں اور وہ احمدیت کا ایک درخشندہ نمونہ تھے۔ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اور اپنی زندگی کی اصل غرض کو پاگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند ترقی بخشے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۝

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۴ - مئی ۱۹۰۸ء بعد عصر بمقام لاہور

جماعت کو نصیحت

فرمایا ملاقات سے غرض یہی ہوتی ہے کہ امر دین کے متعلق کچھ سوچا جاوے۔ میں بار بار اور کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ظاہر نام میں تو ہماری جماعت اور دوسرے مسلمان دونو مشترک ہیں۔ تم بھی مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ تم کلمہ گو ہو وہ بھی کلمہ گو ہیں تم بھی اتباع قرآن کا دعوے کرتے ہو وہ بھی اتباع قرآن ہی کے مدعی ہیں۔ غرض دعووں میں تو تم اور وہ دونوں برابر ہو۔ مگر اللہ

صرف دعووں سے خوش نہیں ہوتا

جب تک کوئی حقیقت ساتھ نہ ہو۔ اور دعوے کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت اور تبدیل حالت کی دلیل نہ ہو۔ اس واسطے اکثر اوقات مجھے اس غم سے سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ ظاہری طور سے جماعت تعداد میں تو بہت ترقی ہورہی ہے۔ کیا خطوط کے ذریعہ سے اور کیا خود حاضر ہوکر دونوں طرح سے سلسلہ بیعت میں روزافزوں ترقی ہورہی ہے۔ آج کی ڈاک میں بھی ایک لمبی فہرست بیعت کنندگان کی آئی ہے۔ لیکن بیعت کی حقیقت سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے اور

اسپر کاربند ہونا چاہیئے - اور

بیعت کی حقیقت یہی ہے

کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوف خدا اپنے دل میں پیدا کرے - اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھا دے - اگر یہ نہیں تو پھر بیعت سے کچھ فایدہ نہیں - بلکہ یہ بیعت پھر اس کے واسطے اور بھی باعث عذاب ہوگی - کیونکہ معاہدہ کر کے جان بوجھ اور سوچ سمجھ کر نافرمانی کرنا سخت خطرناک ہے -

میں خوب جانتا ہوں کہ ان باتوں کا کسی دل میں پہنچا دینا میرا کام نہیں - اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ میں اپنی بات کسی کے دل میں بٹھا دوں - مگر یہ معاملہ مجھ سے ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اسی راہ بڑے ہیں - انک لا تهدی من احببت یہ ارشاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے - اب اور کون ہے - جو اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت پر قائم کر سکے نصیحت کرنا اور بات پہنچا دینا ہمارا کام ہے -

یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے - بعض اوقات جماعت کا اخلاص محبت اور جوش ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت آتی ہے - اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں - ہزارہا انسان ہیں جنھوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے مگر بعض اوقات

پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری

کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے - ہمارا مطلب یہ ہے بالکل ایسے پاک اور بے لوث ہو جاویں کہ دین کے سامنے امور دنیوی کی حقیقت نہ سمجھیں - اور قسما قسم کی غفلتیں جو خدا سے دوری اور مہجوری کا باعث ہوتی ہیں وہ دور ہو جاویں - جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اس وقت تک حالت خطرناک ہے - اور قابل اطمینان نہیں - کیونکہ جب تک ان باتوں کا ذرہ بھی وجود موجود ہے تو اندیشہ ہے اور ایک دبدہ لگی رہتی ہے کہ کسی وقت یہ باتیں زور پکڑ جاویں اور باعث حبط اعمال ہو جاویں - جب تک ایک قسم کی مناسبت پیدا نہیں ہوتی - تب تک حالت قابل اطمینان نہیں ہوتی -

موت کا کوئی وقت نہیں

آئے دن طاعون - ہیضہ - زلازل - وبائیں - قحط اور اور طرح کے امراض انسان پر حملہ کر رہے ہیں - اور اگر یہ بھی نہ ہوں تب بھی بعض اوقات خدا تعالےٰ کی ناگہانی گرفت اس طور سے انسان کو آدباتی ہے کہ پھر کچھ بن نہیں پڑتا - پس ضروری ہے کہ جو اقرار کیا جاتا ہے کہ میں

دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا

اس اقرار کا ہر وقت مطالعہ کرتے رہو - اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی کا زندہ نمونہ پیش کرو - عمر کا اعتبار نہیں - دیکھو ہر سال ہی کئی دوست ہم سے جدا ہو جاتے ہیں - اور کئی دشمن بھی چل بستے ہیں - خدا نے بعض خوفناک خبریں دی ہیں اور وہ اپنی بات میں سچا ہے - اُن سے اور بھی خوف آتا ہے - وہ بہت ہی خطرناک ہیں - رنگا رنگ کے خوف احاطہ کئے ہوئے ہیں -

طاعون نام ہے مری کا - لغت میں ہے الطاعون - الموت - کسی کو کیا معلوم کہ خدا کا کب غضب بھڑکنے والا ہے - خدا محفوظ رکھے - ممکن ہے کہ ایسا شدید ہو کہ جس کی برداشت ہی نہ ہو - قاعدہ کی بات ہے جیسا کہ ہم نے کل بھی بیان کیا تھا کہ جب کوئی عذاب اور قہر الٰہی خود ہو جاتا ہے - ہیضہ ہو یا طاعون - وبا ہو یا قحط - تو لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں چہروں پر خوشی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں - اور جان لیتے ہیں کہ وقت جاتا رہا - پھر اس طرح سے دل سخت ہو جاتے ہیں - مگر تمہارا یہ کام ہونا چاہیئے کہ خدا کے آئندہ وعدوں کو یاد کر کے

ترساں و لرزاں رہو

اور قبل از وقت سنبھل جاؤ - نت نئی توبہ کرو - جو توبہ کرتا ہے وہ نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے - اور جو توبہ نہیں کرتا وہ گناہ کی طرف جاتا ہے - حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرتا ہے - توبہ نہ کرنے والا گناہ کی طرف جھکتا ہے اور گناہ آہستہ آہستہ کفر تک پہنچا دیتا ہے - تمہارا کام یہ ہے کہ کوئی مابہ الامتیاز بھی تو پیدا کرو - تم میں اور تمہارے غیروں میں اگر کوئی فرق پایا جاوے گا تو جب ہی خدا بھی نصرت کرے گا ورنہ بنی اسرائیل کی طرف دیکھ لو کہ جب اُن میں اور اُن کے غیروں میں فرق نہ پایا گیا تو باوجودیکہ حضرت موسےٰ اُن میں موجود تھے کافروں سے کبھی ذلت کی ہزیمت اٹھائی - ان کے مقابل میں ایک کافر کی تائید کی - اور اُن کو سزا دی - نبی موجود - کتاب موجود - احکام موجود - باایں اُنھوں نے خلاف کیا آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کو کافروں سے بھی شکست کھائی - کافر تو احکام الٰہی سے بے خبر ہوتے ہیں - وہ ایسے مواخذہ کے قابل نہیں ہوتے - جیسے کوئی مان کر - جان پہچان کر خلاف ورزی احکام کرنے والا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

تقویٰ طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والے خدا کی حمایت میں ہوتے ہیں - اور وہ ہر وقت نافرمانی کرنے سے ترساں و لرزاں رہتے ہیں -

آج کل دنیا کا اصول منافقانہ زندگی بسر کرنا ہو گیا ہے اول اول انسان انسان سے نفاق کرتا ہے اور منافقانہ رنگ میں ہاں میں ہاں ملاتا ہے - حالانکہ دلوں میں کدورت اور رنج و بغض بھرا ہوتا ہے - پھر یہ عادت ترقی کرتے کرتے ایسی بڑھتی ہے کہ خدا سے بھی منافقانہ تعلق کرنا چاہتا ہے - اور خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے - حالانکہ جانتا ہے کہ خدا علیم بذات الصدور ہے - دل سے تو مومن ہوتا نہیں مگر خدا کے آگے مومن بننا چاہتا ہے بھلا خدا کسی کے دھوکے میں آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں - دیکھو تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالےٰ صرف ایک متقی انسان کی خاطر دوسروں پر بھی رحم کرتا ہے - اور اس کے اہل و عیال - خویش و اقارب اور متعلقین پر بھی اثر پڑتا ہے - اور اسی طرح سے اگر جرائم اور فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا اثر بھی پڑتا ہے - غرض

خدا سے ڈرنا اور متقی بننا

بڑی چیز ہے - خدا اس کے ذریعہ سے ہزار آفات سے بچا لیتا ہے - بجز اس کے کہ خدا تعالےٰ کی حفاظت اسکے شامل ہو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے بلا نہیں پکڑے گی اور کسی کو بھی مطمئن نہیں ہونا چاہیئے - آفات تو ناگہانی طور سے آجاتے ہیں کسی کو کیا معلوم کہ رات کو کیا ہوگا لکھا ہے کہ ایک بار آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے - پہلے بہت روئے - اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا - عباد اللہ خدا سے ڈرو - آفات اور بلیات چیونٹیوں کی طرح انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں بجز اس کے کہ سچے دل سے توبہ استغفار میں مصروف ہو جاؤ - استغفار اور توبہ کا یہ مطلب نہیں جو آجکل لوگ سمجھے بیٹھے ہیں - استغفر اللہ - استغفر اللہ کہنے سے کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے معنے بھی کسی کو معلوم نہیں - استغفر اللہ ایک عربی زبان کا لفظ ہے ان لوگوں کی تو چونکہ یہ مادری زبان تھی اور وہ

اس کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھے۔ استغفار کے معنے یہ ہیں کہ خدا سے اپنے گذشتہ جرائم اور معاصی کی سزا سے حفاظت چاہنا۔ اور آیندہ گناہوں کے سرزد ہونے سے حفاظت مانگنا۔

استغفار انبیاء بھی کیا کرتے ہیں۔ اور عوام بھی۔ بعض نادان پادریوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار پر اعتراض کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اُن کے استغفار کرنے سے نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گناہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ استغفار تو ایک اعلیٰ صفت ہے۔ انسان فطرتاً ایسا بنا ہے کہ کمزوری۔ اور ضعف اس کا فطری تقاضا ہے۔ انبیاء اس فطرتی کمزوری اور ضعف بشریت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی تو ہماری ایسی حفاظت کر کہ وہ بشری کمزوریاں ظہور پذیر ہی نہ ہوں۔ غفر کہتے ہیں ڈھکنے کو۔ اصل بات یہی ہے کہ جو طاقت خدا کو ہے وہ نہ کسی نبی کو ہے نہ ولی کو اور نہ رسول کو۔ کوئی دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ میں اپنی طاقت سے گناہ سے بچ سکتا ہوں۔ پس انبیاء بھی حفاظت کے واسطے خدا کے محتاج ہیں۔ پس اظہار عبودیت کیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور انبیاء کی طرح اپنی حفاظت خدا سے مانگا کرتے تھے۔ یہ اُن لوگوں کا خیال غلط ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام استغفار نہ کرتے تھے یہ اُن کی بے وقوفی اور بے سمجھی ہے۔ اور یہ

حضرت عیسیٰ ؑ پر تہمت لگاتے ہیں

انجیل میں غور کرنے سے صریح اور صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جا بجا اپنی کمزوریوں کا اعتراف کیا۔ اور استغفار بھی کیا ہے۔ ایلی ایلی لما سبقتانی سے کیا مطلب۔ ایلی ایلی کر کے کیوں نہ پکارا عبرانی میں ایل خدا کو کہتے ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ رحم کر اور فضل کر۔ اور مجھے ایسے بے سروسامانی میں نہ چھوڑ (یعنی میری حفاظت کر)

درحقیقت مشکل تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بوجہ اختلاف زبان استغفار کا اصل مقصد ہی مفقود ہو گیا ہے اور ان دعاؤں کو ایک جنتر منتر کیطرح سمجھ لیا ہے۔ کیا نماز۔ اور کیا استغفار اور کیا توبہ اگر کسی کو نصیحت کرو کہ استغفار پڑھا کرو تو وہ یہی جواب ملتا ہے کہ میں تو استغفار کی سَو بار یا دو سو بار تسبیح پڑھتا ہوں۔ مگر مطلب پوچھو تو کچھ جانتے ہی نہیں۔ استغفار ایک عربی لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں۔

طلب مغفرت

کرنا۔ کہ یا الٰہی ہم سے پہلے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں۔ اُن کے بدنتایج سے ہمیں بچا کیونکہ گناہ ایک زہر ہے۔ اور اس کا اثر بھی لازمی ہے۔ اور آیندہ ایسی حفاظت کر کہ گناہ ہم سے سرزد ہی نہ ہوں۔ صرف زبانی تکرار سے مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

توبہ کے معنے ہیں ندامت اور پشیمانی سے ایک بدکام سے رجوع کرنا۔ توبہ کوئی بُرا کام نہیں ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے والا بندہ خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ خدا کا نام بھی توّاب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں اور افعال بد سے نادم ہو کر پشیمان ہوتا ہے اور آیندہ اس بدکام سے باز رہنے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اس پر رجوع کرتا ہے رحمت سے۔ خدا انسان کی توبہ سے بڑھکر توبہ کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان خدا کی طرف ایک بالشت بھر جاتا ہے۔ تو خدا اُس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے۔ اگر انسان چل کر آتا ہے تو خدا دوڑ کر آتا ہے یعنے اگر انسان خدا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالےٰ بھی رحمت فضل اور مغفرت میں انتہا درجہ کا اس پر فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر خدا سے مُنہ پھیر کر بیٹھ جاوے تو خدا کو کیا پروا۔ دیکھو یہ

خدا کے فیضان کے لینے کی راہیں

ہیں۔ اب دروازے کھلے ہیں تو سورج کی روشنی برابر اندر آ رہی ہے اور ہمیں فایدہ پہنچا رہی ہے۔ مگر اگر ابھی اس مکان کے تمام دروازے بند کر دئے جاویں تو ظاہر ہے کہ روشنی آنی موقوف ہو جاوے گی اور بجائے روشنی کے ظلمت آ جاوے گی۔ پس اسی طرح سے دل کے دروازے بند کرنے سے تاریکیٔ ذنوب اور جرائم آموجود ہوتی ہے۔ اور اس طرح انسان خدا کی رحمت اور فضل کے فیوض سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ پس چاہیئے کہ توبہ استغفار

منتر جنتر کی طرح

نہ پڑھو بلکہ ان کے مفہوم اور معانی کو مدنظر رکھکر تڑپ اور سچی پیاس سے خدا کے حضور دعائیں کرو۔ توبہ میں ایک مخفی عہد بھی ہوتا ہے۔ کہ فلاں گناہ میں کرتا تھا اب آیندہ وہ گناہ نہیں کرونگا۔ اصل میں انسان کی خداتعالےٰ پردہ پوشی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ستار ہے۔ بہت سے لوگوں کو

خدا کی ستاری ہی نیک بنا رکھا

ہے۔ ورنہ اگر خدا ستاری نہ فرماوے تو پتہ لگ جاوے کہ انسان میں کیا کیا گند پوشیدہ ہیں۔ انسان کے ایمان کا بھی کمال یہی ہے کہ تخلق باخلاق اللہ کرے۔ یعنے جو جو اخلاق فاضلہ خدا میں ہیں اور صفات ہیں ان کی حتی المقدور اتباع کرے۔ اور اپنے آپ کو خدا کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً خدا میں عفو ہے انسان بھی عفو کرے۔ رحم ہے۔ حلم ہے۔ کرم ہے۔ انسان بھی رحم کرے۔ حلم کرے لوگوں سے کرم کرے۔ خدا ستار ہے۔ انسان کو بھی ستاری کی شان سے حصہ لینا چاہیئے۔ اور اپنے بھائیوں کے عیوب اور معاصی کی پردہ پوشی کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی کی کوئی بدی یا نقص دیکھتے ہیں جبتک اس کی اچھی طرح سے تشہیر نہ کرلیں اُن کو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ حدیث میں آیا جو

اپنے بھائی کی عیب چھپاتا ہے خدا اسکی پردہ پوشی

کرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے شوخ نہ ہو۔ بے حیائی نہ کرے۔ مخلوق سے بدسلوکی نہ کرے۔ محبت اور نیکی سے پیش آوے۔ اپنے نفسانی اغراض کی وجہ سے کسی سے بغض نہ رکھے۔ سختی اور نرمی مناسب موقع اور مناسب حال کرے۔ اور اگر کسی جگہ درشتی کرنی بھی پڑ جائے تو اس طرح کرے جس طرح کوئی کسی کا مامور یا نائب حکم کی پابندی کی وجہ سے کرتا ہے۔ انبیاء نے بھی بعض اوقات سختی کی ہے مگر نہ جوش نفس سے بلکہ محض خدا کے حکم اور اصلاح کی غرض سے۔ ہم نے کسی کتاب میں ایک حکایت پڑھی ہے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی ایک کافر سے جنگ ہوئی۔ جنگ میں مغلوب ہو کر وہ کافر بھاگا حضرت کرم اللہ وجہہ نے اس کا تعاقب کیا۔ اور آخر اُسے پکڑا۔ اُس سے کشتی کر کے اس کو زیر کر لیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اُس کی چھاتی پر خنجر نکال کر اس کے قتل کرنے کیواسطے بیٹھ گئے تو اُس کافر نے آپؓ کے مُنہ پر تھوک دیا۔ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اُس کی چھاتی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس سے الگ ہو گئے۔ وہ کافر اس معاملہ سے حیران ہوا اور تعجب سے اس کا باعث دریافت کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ تم سے جنگ کرنے

ہیں تو محض خدا کے حکم سے کرتے ہیں کسی نفسانی غرض سے نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو تم لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے تم کو پکڑا خدا کے لئے تھا۔ مگر جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اس سے مجھ کو بشریت کی وجہ سے غصہ آ گیا۔ تب میں ڈرا کہ اگر اس وقت جبکہ اس معاملہ میں میرا نفسانی جوش بھی شامل ہو گیا ہے تم کو قتل کروں تو میرا سارا ساختہ پرداختہ ہی برباد نہ ہو جاوے اور جوشِ نفس کی طوفانی کی وجہ سے میرے نیک اور خالصاً للہ اعمال بھی حبط نہ ہو جاویں۔ یہ ماجرا دیکھ کر کہ ان لوگوں کا اتنا بار یک تقویٰ ہے اُس نے کہا کہ میں نہیں یقین کر سکتا کہ ایسے لوگوں کا دین باطل ہو لہذا وہ وہیں

مسلمان ہو گیا

غرض اسی طرح ہماری جماعت کے بھی جنگ ہوتے ہیں۔ ان میں جوش نفس کو شامل نہ کرنا چاہیے۔ دیکھو اگر ہم خدا کے نزدیک کافر اور دجال نہیں ہیں تو پھر کسی کے کافر اور دجال وغیرہ کہنے سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں۔ اور اگر واقع میں ہی ہم خدا کے حضور میں مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں تو پھر کسی کے اچھا کہنے اور نیک بنانے سے ہم خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ پس تم یاد رکھو کہ نرمی عمدہ صفت ہے نرمی کے بغیر کام چل نہیں سکتا۔

فتح جنگ سے نہیں

جنگ سے اگر کسی کو نقصان پہنچا دیا تو کیا کیا؟ چاہیے کہ دلوں کو فتح کرو۔ اور دل جنگ سے فتح نہیں ہوتے بلکہ اخلاق فاضلہ سے فتح ہوتے ہیں۔ اگر انسان خدا کے واسطے دشمن کی اذیتوں پر صبر کرنے والا ہو جاوے تو آخر ایک دن ایسا بھی آ جاتا ہے کہ خود دشمن کے دل میں ایک خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اثر ہوتا ہے۔ اور جب وہ برکات۔ فیوض اور نصرت الٰہی کو دیکھتا ہے اور اخلاق فاضلہ کا برتاؤ دیکھتا ہے تو خود بخود اس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہی ہوتا اور خدا پر افترا کرنے والا ہی ہوتا تو اس کی یہ نصرت اور تائید تو ہرگز نہ ہوتی۔

ان لوگوں نے کوئی ہمیں ہی یہ گالیاں نہیں دیں۔ بلکہ یہ معاملہ تمام انبیاء کے ساتھ اسی طرح چلا آیا ہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کذاب۔ ساحر۔ مجنون۔ مفتری وغیرہ الفاظ سے یاد کیا گیا تھا۔ اور انجیل کھول کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ حضرت عیسےٰؑ سے بھی ایسا ہی برتاؤ کیا گیا۔ حضرت موسےٰؑ کو بھی گالیاں دی گئی تھیں۔ اصل میں تشابہت قلوبہم والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون۔ کوئی بھی ایسا سچا نبی نہیں آیا کہ آتے ہی اس کی عزت کی گئی ہو

ہم کیونکر سنت اللہ سے باہر ہو سکتے

ہیں۔ بات تو آسان سی تھی اور معاملہ بڑا صاف تھا۔ مگر ان منصوبہ بازوں نے معاملہ کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہم نبیوں کو گالیاں دیتے ہیں؟ ہم تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آئے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ ہماری کتابیں دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس طرح ہمارا ہر ذرہ ذرہ خدا کی راہ میں فدا اور قربان ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ یہ نزاع لفظی ہے۔ مکالمہ مخاطبہ کے تو یہ لوگ خود بھی قائل ہیں۔ اسی مکالمہ مخاطبہ کا نام اللہ تعالیٰ نے دوسرے الفاظ میں نبوت رکھا ہے ورنہ اس تشریعی نبوت کا تو ہم نے بارہا بیان کیا ہے کہ ہم نے ہرگز دعوےٰ نہیں کیا۔ قرآن سے برگشتہ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرنے والے کو تو ہم واجب القتل اور لعنتی کہتے ہیں۔ اس طرح کی نبوت کا کہ گویا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو منسوخ کر دے دعوےٰ کرنے والے کو

ہم ملعون اور واجب القتل

جانتے ہیں۔ ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں یہ سب رسول اکرم کے فیض سے ہی ہیں۔ آں حضرتؐ سے الگ ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اور خاک بھی نہیں۔ آنحضرتؐ کی عزت اور مرتبہ دل میں اور ہر رگ و ریشہ میں ایسا سمایا ہے کہ ان کو اس درجہ سے خبر تک بھی نہیں۔ کوئی ہزار تپسیا کرے۔ جپ کرے۔ ریاضت شاقہ اور محنتوں سے مشت استخوان ہی کیوں نہ رہ جاوے مگر ہرگز کوئی سچا روحانی فیض بجز آں حضرتؐ کی پیروی اور اتباع کے کبھی میسر آ سکتا ہی نہیں۔ اور ممکن ہی نہیں۔ اب جبکہ ہمارا یہ حال ہے اور ایسا ایمان ہے تو پھر ان کا ہمیں کافر و دجال کہنا کیا معنے رکھتا ہے؟ ابھی چند روز ہوئے ہمارے پاس ایک اور نیا فتوےٰ چھپ کر آیا ہے۔ جس میں ہمیں طرح طرح کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ان باتوں سے ہمارا کچھ بگڑتا نہیں۔ اگر ہم خدا کی نظر میں مقبول ہیں تو پھر ان کے فتوے ہمیں کوئی ضرر دے سکتے ہی نہیں۔

ہمیں کافر کہنے والے خود بھی تو کفر سے نہیں بچے۔ بلکہ ان کا کفر تو بہت پکا کفر ہے۔ ان کے واسطے تو لکھا جا چکا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ صرف دھونے سے پاک نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بنیاد سے اکھاڑ کر نیا فرش لگایا جانے سے مسجد پاک ہوتی تھی۔ ہمارے واسطے ایسی بات تو نہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ جتنے اہل اللہ گذرے ہیں کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔ کیسے کیسے مقدس اور صاحب برکات تھے حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اُن پر بھی قریباً دو سو علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لکھا تھا۔ ابن جوزی جو محدث وقت تھا اُس نے اُن کی تکفیر کی نسبت ایک خطرناک کتاب تالیف کی اور اس کا نام تلبیس ابلیس رکھا۔ سُنا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔

یہ تو کفر بھی مبارک ہے

جو ہمیشہ اولیاء اور خدا کے مقدس لوگوں کے حصہ میں ہی آتا رہا ہے۔ ہمارا اس وقت اصل مدعا یہ ہے کہ ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کفر سچا ہی ثابت ہو جاوے۔ انسان اگر خدا کے نزدیک بھی مورد قہر و عذاب الٰہی ہے تو پھر دشمن کی بات بھی ہی ہو جایا کرتی ہے۔ خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور انکسار اور تواضع اختیار کرنی چاہیے۔

دیکھو آں حضرتؐ جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے اُن کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائد مکہ اور رؤسائے شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اُٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرما دی۔ اس پر آنحضرتؐ اس کے گھر میں گئے اور اُسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں

عظمت الٰہی ہوتی ہے

اُن کو لا محالہ خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے۔ اگر کسی حرکت سے ناراض ہو جاوے تو دم بھر میں تباہ کر دے۔ ہمیں ...

رسالہ الصارم الربانی

مصنفہ مولوی محمد حامد رضا خانصاحب بریلوی مطبوعہ مطبع حنفیہ

پر ریویو

(از سید صادق حسین صادق مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

استفتا کے بعد اس رسالہ میں بریلوی ملا کا فتوے درج ہے۔ فتوے میں ایک تمہید کے بعد پانچ مقدمات لکھے ہیں مقدمہ اولے کا خلاصہ مفتی صاحب کے الفاظ میں صفحہ ۷ سے نقل کیا جاتا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری نمودار تھے۔ جنھوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بزور زبانی صرف قرآن عظیم پر دار و مدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن اُن کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنے ہوائے نفس کے موافق اُس کے معنے گڑھتا۔ اب دوسرے یہ حضرات نئے نبوت کے مدعی اس زنو کھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے۔ جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں) حضور کی ......

روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کو صاف پردے پارہ کئے بکھیر رہی ہیں اس لئے اپنی گمراہی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے گڑھنے لینے کی گنجایش لگو مسلمانو تم ان گمراہوں کی ایک نہ سُنو اور جب نہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر اُس میں اپنی وآن نکالیں تم آئمہ کا دامن پکڑو۔ اس تیسرے درجہ پر آ کر حق و باطل صاف کھل جائے گا۔ اُس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے ہوئے نظر آئیں گے۔"

اس تحریر میں مفتی خان صاحب نے پبلک کو یقین دلانا چاہا ہے کہ فرقہ نیچریہ کی طرح فرقہ احمدیہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے منکر ہے۔ معاذ اللہ مولوی مفتی پر کس قدر یہ جھوٹھ اور افترا۔

اے مفتی ملا تجھے جھوٹھ بولتے اور افترا پردازی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آئی کیا تجھے مرنا نہیں۔ اے حنفی بھائیو تم ہی خدا کے واسطے آنکھیں کھولو دروغ بافت اور افترا پرداز مولویوں کی تحریر پر بھروسہ کر کے اپنے ایمان کو برباد نہ کرو۔ آؤ میں

تمہیں دکھلاؤں کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارہ میں اپنی جماعت کو کیا تعلیم دی ہے حضرت اقدس ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۵۵۵ ۔ ۵۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"در حال یہ نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ نے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کر کے کسی طرح اس کو باطل ٹھہرایا جاوے لیکن وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کے رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوار راجہ رام چندر اور کرشن وغیرہ کا وجود تواتر کے ذریعہ سے ہی ہم نے قبول کیا ہے گو تحقیق و تفتیش تاریخی واقعات میں ہندو لوگ بہت کچے ہیں مگر باوجود اس قدر تواتر کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ راجہ رام چندر اور راجہ کرشنا یہ سب فرضی ہی نام ہیں۔

اب سمجھنا چاہئے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل و اتم کتاب ہے مگر حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادات وغیرہ کا مفصل [illegible] ہی ہم نے لیا ہے اور اگر احادیث کو ہم بکلی ساقط الاعتبار سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا ہمیں مشکل ہوگا کہ درحقیقت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما و عثمان ذو النورین اور جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور اکابر المومنین تھے اور وجود رکھتے تھے صرف فرضی نام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان میں سے کسی کا نام نہیں ہاں اگر کوئی حدیث قرآن شریف کی کسی آیت سے صریح مخالف و مغائر پڑے مثلاً قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا اور حدیث یہ کہے کہ فوت نہیں ہوا تو ایسی حدیث مردود اور ناقابل اعتبار ہوگی لیکن جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے۔ پھر یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یک لخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں اور ایسی متواتر پیشگوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سمجھی گئی تھیں بد

موضوعات داخل کر دیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بے شک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر ایک قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں اس کے علاوہ اور آلات اور محک بھی تو ہیں جن کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی صداقتیں آزمائی جاتی ہیں بلکہ اگر سچ پوچھو تو قانون قدرت مصطلحہ حکما کے ذریعہ سے جو جو صداقتیں معلوم ہوتی ہیں وہ ایک ادنیٰ درجہ کی صداقتیں ہیں لیکن اس فلسفی قانون قدرت سے ذرہ اوپر چڑھ کر ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بباعث دقت و بلندی ان لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہے جو عارفوں پر ہی کھلتا ہے اور ربانیوں پر ہی ظاہر ہوتا ہے اس دنیا کی عقل اور اس دنیا کے قوانین شناس اس کو شناخت نہیں کر سکتے اور اس سے منکر ہیں یہی وجہ ہے کہ جو امور اس کے ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور جو سچائیاں اس کے طفیل سے پایہ ثبوت پہنچ چکی ہیں وہ ان سفلی فلاسفروں کی نظر میں اباطیل میں داخل ہیں ملائک کو یہ لوگ صرف قوے خیال کرتے ہیں اور وحی کو یہ لوگ صرف فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ سمجھتے ہیں یا ہر ایک بات جو دل میں پڑتی ہے اس کا نام وحی رکھ لیتے ہیں اور قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں کو ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا نبیوں نے آپ بنا لی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذات قوی و قیوم جو اس عالم کے ظاہر و باطن کی مدبر ہے اس کی عظمت ان کے دل میں نہیں اور اس کو ایک مردہ یا سویا ہوا یا ناتوان اور غافل کیا گیا ہے اور اس کی تمام قدرتی عمارت کے مسمار کرنے کی فکر میں ہیں۔

معجزات سے بکلی منکر اور قرآنی پیشگوئیوں سے انکاری ہیں اور اپنی نابینائی کی وجہ سے قرآن کریم کو ایک ادنے سے معجزہ بھی نہیں سمجھتے حالانکہ وہ تمام معجزات سے برتر و اعلے ہے بہشت و دوزخ کی ایسی ضعیف طور پر تاویل کرتے ہیں کہ جس سے منکر ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ حشر اجساد سے بکلی انکاری ہیں عبادات اور صوم و صلوٰۃ پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور روبحق ہونے کی جگہ رد یہ بنا ہونا ان کے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص روبحق ہو وہ ان کے نزدیک سادہ لوح اور ابلہ اور ایک بے وقوف درویش ہے مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہو گیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے اے خدا لے ہمیں تمام رخدا مدد کر کہ لوگوں نے افراط اور تفریط کی راہیں لے لی ہیں بعض نے تیرے کلام کے بینات تیرے کلام کے اشارات تیرے کلام کے دلالات تیرے کلام کے محوا کو بکلی چھوڑ کر بے بنیاد اکیر کو اس کی جگہ پسند کر لیا اور بعض نے تیرے کلام کو بھی چھوڑا اور اکیر کو بھی چھوڑا اور صرف اپنی ناقص عقل کو اپنا رہبر بنا لیا اور امام الرسل کو چھوڑ کر یورپ کے تاریک خیال محجوب فلاسفروں کو اپنا امام بنا لیا"

پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۸۳ میں مبایعین کو بطور نصیحت تحریر فرماتے ہیں۔

"در چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھا لو۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون"

اب اے بھائیو دیکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور احمدی لوگوں کے یہ عقاید ہیں پھر ذرا سوچو کہ بریلوی ملا کس قدر دیدہ دلیری سے آپ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر متاع ایمان لوٹ لینا چاہتا ہے پس خدا کے واسطے ہوش سنبھالو اور غارتگر ایمان فریب مجسم شکم پرست ملانوں کے بہکانے میں آ کر امام الزمان کی بیعت سے اپنے آپ کو محروم نہ بناؤ۔

(باقی آئندہ)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات

فرمایا جو کسی کی گم شدہ چیز کو پا کر اپنے گھر لاوے وہ گمراہ ہے اور اگر وہ چیز لوگوں کو شناخت کراوے اور رکھے جس کی ہو بیجائے تو مضایقہ نہیں۔

فرمایا۔ کوئی کھانا اپنے قوت بازو سے بہتر نہیں۔

فرمایا مزدور کی مزدوری اُس کے پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو۔

فرمایا۔ کاریگروں کی مدد کرو یا جو صنعت نہ جانتا ہو اُس کو سکھلاؤ۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا آپ گانٹھ لیتے تھے اپنے گھر کا کام کاج آپ کرتے تھے اپنے جانوروں کا دودھ آپ دوہتے تھے اور اپنی خدمت آپ ہی کرتے تھے۔

فرمایا۔ مالدار کو اور جو قوت بازو سے کما سکتا ہے اُس کو خیرات مانگنا اور لینا جایز نہیں۔

فرمایا۔ جو شخص رسی لیکر جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ باندھکر اپنی .... پشت پر لاد کر شہر میں بیچے اور اپنی آبرو سے اپنی گذر کرے یہ کام اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

فرمایا۔ جو خدا کی پناہ چاہے اُسے پناہ دو جو خیرات مانگے اُسے خیرات دو۔ جو دعوت کرے قبول کرو۔ جو تم پر احسان کرے اُس کا نیک بدلہ دو اور اگر ایسا موقعہ نہ ملے تو اُس کے لئے خدا سے یہاں تک دعا کرو کہ تمہارا دل گواہی دے کہ ہم نے دعا میں اُس کا عوض دے دیا۔

فرمایا۔ دُنیا میں مسافر کی مانند رہو جو راستہ چل رہا ہو۔

فرمایا۔ زندگی بے اعتبار ہے۔ شام کو صبح کی اور صبح کو شام کی امید نہیں تندرستی میں بیماری کے لئے اور زندگی میں آخرت کے لئے سامان کرو۔

فرمایا۔ موت کو زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کو مٹا دیتی ہے۔

فرمایا۔ کامل حیادار وہ ہے جو دماغ کو بُرے خیالات سے اور پیٹ کو حرام لقمہ سے بچاوے اور موت کو اور جسم کے خاک ہو جانے کو نہ بھولے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو وہ دنیاوی آرائش و نمایش کو چھوڑ دے۔

فرمایا۔ جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ مثل زندہ کے ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ مانند مردہ کے ہے۔

فرمایا۔ جسم میں ایک بوٹی ہے جب وہ سنورتی ہے تو تمام جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتی ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ بوٹی دل ہے۔

فرمایا۔ یا اللہ ہمارے ظاہر کی بہ نسبت ہمارے باطن کو درست و بہتر بنا۔

فرمایا۔ چار چیزیں جس کو مل جائیں اُس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں مل گئیں۔

(۱) شکر کرنے والا دل (۲) خدا کا ذکر کرنے والی زبان (۳) بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن (۴) اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں نہ خیانت کرنے والی بی بی۔

فرمایا۔ سادہ پن پھٹے پُرانے کپڑوں سے عار نہ کرنا۔ مومن کی علامت ہے۔

فرمایا۔ جو دُنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا خدا اُسکو آخرت میں ذلت کا لباس پہناوے گا۔

فرمایا۔ جو باوجود مقدرت کے خوبصورت لباس ترک کر دے گا خدا اُس کو خلعت بزرگی عنایت فرمائے گا۔

فرمایا۔ خدا پسند کرتا ہے کہ بندوں پر اپنی نعمتوں کا اثر پاوے۔

فرمایا۔ کھاؤ پیو اور خیرات کرو اور پہنو اوڑھو جہاں تک کہ فضول خرچی اور غرور نہ ہو۔

فرمایا۔ رسول اکرم روحی فداہ نے چکدار ریشمی اور کسم کے رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص عمدہ قیمتی چادر اوڑھکر اتراتا ہوا چلا کرتا تھا جس سے غرور ٹپکتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ برباد ہوا۔

فرمایا۔ یاد رکھو سوا خدا کے سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

فرمایا۔ بد آدمی کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیک صحبت تنہائی سے بہتر ہے اور نیکی سکھلانا چپ رہنے سے بہتر ہے۔ اور برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

فرمایا۔ زیادہ ہنسنے سے بچو اس لئے کہ زیادہ ہنسنے سے دل مرتا ہے۔ اور چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ خدا سے ڈرتے رہو خواہ تم کسی جگہ رہو۔

فرمایا۔ جو شخص فروتنی اور تواضع کرتا ہے خدا اُسکو عزت دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے کو ذلیل سمجھتا ہے مگر لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے خدا اُس کو ذلیل کرتا ہے اگرچہ وہ خود کو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگ اسکو سور و کتے سے ذلیل و حقیر جانتے ہیں۔

(انوار الاسلام)

انوار احمد ... پرنٹر نے ... قادیان میں ... شیخ یعقوب علی تراب ... کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰
تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ پادر قادیاں بینی - رود ابینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر - شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے
۲- خواص سجادہ نشین سے
۳- ہندوستان سے باہر
۴- غیر مذاہب والوں سے
۵- اپنی جماعت کے غریب مسکین دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ
یہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا

نمبر ۳۵ قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ

آخری وحی ؏۱

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام

۹ مئی ۱۹۰۸ء

(۱) سرنگ

(۲) الرحیل ثم الرحیل

۱۵ مئی ۱۹۰۸ء (۳) ڈرو مت مومنو

۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے چند معزز تعلیم یافتہ رؤسائے لاہور کی دعوت کی تھی اور حضرت اقدس ؑ سے اس موقع پر کچھ تقریر کرنے کی بھی درخواست کی تھی - چنانچہ حضرت اقدس ؑ نے اس کو منظور بھی فرما لیا تھا - ۱۶ کی رات کو حضرت اقدس کی طبیعت ناساز ہوگئی - اور متواتر چند دست آجانے کی وجہ سے بہت ضعف ہو گیا - چنانچہ ۱۷ کی صبح کو جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو یہ الہام ہوا -

(۴) انی مع الرسول اقوم -

چنانچہ اس وعدہ الٰہی سے طاقت پاکر حضرت اقدس ؑ نے اس موقع پر قریباً اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے ہو کر بڑی پرزور تقریر فرمائی -

(عبدالرحمٰن قادیانی احمدی عفی عنہ ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء از لاہور)

؏۱ اس حاشیہ میں یہ الہامات شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے لاہور سے ارسال کئے تھے اس میں سہواً بجائے آخری وحی کے تازہ وحی تھا +

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام

۹ مئی ۱۹۰۸ء قبل ظہر بمقام لاہور

طاعون اور ہیضہ وغیرہ وباؤں کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ بدقسمت ہے وہ انسان کہ ان بلاؤں سے بچنے کے واسطے سائنس طبعی یا ڈاکٹران وغیرہ کی طرف توجہ کرکے سامان تلاش کرتا ہے۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو

خدا کی پناہ لیتا ہے

اور کون ہے جو بجز خدا کے ان آفات سے پناہ دے سکتا ہو؟ اصل میں یہ لوگ جو فلسفی الطبع یا سائنس کے دلدادہ ہیں ایسے مشکلات کے وقت ایک قسم کی تسلی اور اطمینان پانے کے واسطے بعض دلائل تلاش کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح سے ان وباؤں کے اصل بواعث اور اغراض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور خدا سے بھی کبھی غافل ہی رہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے ڈاکٹروں سے میں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملات میں اپنے ہی علوم کو کافی نہ سمجھیں۔ بلکہ خدا کا خانہ بھی خالی رکھیں اور قطعی فیصلے اور یقینی رائے کا اظہار نہ کر دیا کریں۔ کیونکہ اکثر ایسا تجربہ میں آیا ہے کہ بعض ایسے مریض جن کے حق میں ڈاکٹروں نے متفقہ طور سے قطعی اور یقینی حکم موت کا لگا دیا ہوتا ہے اُن کے واسطے خدا کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بچ جاتے ہیں اور بعض ایسے لوگوں کی نسبت جو کہ اچھے بھلے اور بظاہر ڈاکٹروں کے نزدیک اُن کی موت کے کوئی آثار نہیں نظر آتے خدا قبل از وقت اُن کی موت کی نسبت کسی مومن کو اطلاع دیتا ہے۔ اب اگرچہ ڈاکٹروں کے نزدیک اس کا خاتمہ نہیں مگر خدا کے نزدیک اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آ جاتا ہے۔

علم طب یونانیوں سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا مگر مسلمان چونکہ موحد اور خدا پرست قوم تھی اُنھوں نے اسی واسطے اپنے نسخوں پر

ھو الشافی

لکھنا شروع کر دیا۔ ہم نے اطباء کے حالات پڑھے ہیں علاج الامراض میں مشکل امر تشخیص کو لکھا ہے۔ پس جو شخص تشخیص مرض میں ہی غلطی کرے گا وہ علاج میں بھی غلطی کرے گا۔ کیونکہ بعض امراض ایسے ادق اور باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ پس مسلمان اطباء نے ایسے وقتوں کے واسطے لکھا ہے کہ دعاؤں سے کام لے۔ مریض سے سچی ہمدردی اور اخلاص کی وجہ سے اگر انسان پوری توجہ اور درد دل سے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر مرض کی اصلیت کھول دیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی غیب مخفی نہیں۔ پس یاد رکھو کہ خدا سے الگ ہو کر صرف اپنے علم اور تجربہ کی بنا پر جتنا بڑا دعوے کریگا۔ اتنی ہی بڑی شکست کھائے گا۔ مسلمانوں کو توحید کا فخر ہے۔ توحید سے مراد صرف زبانی توحید کا اقرار نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ عملی رنگ میں حقیقتاً اپنے کاروبار میں اس امر کا ثبوت دے دو کہ واقعی تم موحد ہو اور توحید ہی تمہارا شیوہ ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ہر ایک امر خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس واسطے مسلمان خوشی کے وقت الحمد للہ اور غمی اور ماتم کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر ثابت کرتا ہے کہ واقع میں اسکا ہر کام میں

مرجع صرف خدا ہی ہے

جو لوگ خدا سے الگ ہو کر زندگی کا کوئی حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اُن کی زندگی بہت ہی تلخ ہے۔ کیونکہ حقیقی تسلی اور اطمینان بجز خدا میں محو ہونے اور خدا کو ہی ہر کام کا مرجع ہونے کے حاصل ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی تو بہائم کی زندگی ہوتی ہے۔ اور وہ تسلی یافتہ نہیں ہو سکتے۔ حقیقی راحت اور تسلی انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو خدا سے الگ نہیں ہوتے اور خدا سے ہر وقت دل ہی دل میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ مذہب کی صداقت اس میں ہے کہ

انسان خدا سے کسی حالت میں بھی الگ نہ ہو

وہ مذہب ہی کیا ہے اور زندگی ہی کیسی ہے کہ تمام عمر گذر جائے مگر خدا کا نام درمیان کبھی بھی نہ آوے؟ ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سارے نقائص صرف بے قیدی اور آزادی کی وجہ سے ہیں۔ اور یہ بے قیدی ہی ہے کہ جس کی وجہ سے مخلوق کا بہت بڑا حصہ اس طرز زندگی کو پسند کرتا ہے۔ آج ہی ایک کتاب ہم نے دیکھی ہے جس میں بدھ کی زندگی کے حالات لکھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا قائل ہی نہیں تھا۔ اور کہ جو کچھ ہے یہی دُنیا ہی ہے آئندہ کچھ نہیں۔ ایسے بے قید اور آزاد عقاید ہی ہیں جن کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دُنیا کا ½ یا ⅓ حصہ بدھ عقاید کا پابند ہے یا ان عقاید کو پسند کرتا ہے۔ مذہب کا دائرہ جتنا تنگ ہوگا اُتنا ہی اس میں داخل ہونے والے لوگ بھی کم ہوں گے۔ اور اتنی ہی نسبتاً

پاکیزگی اور طہارت

اس میں موجود ہوگی۔ اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔ پردہ کرنے کا حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے مردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غض بصر کا۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حلال و حرام کا امتیاز۔ خدا کے احکام مقابلہ میں اپنے عادات۔ رسم و رواج کا ترک کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی پابندیاں ہیں جن سے اسلام کا دروازہ نہایت ہی تنگ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص اس دروازے میں داخل نہیں ہو سکتا۔

عیسائی باش ہرچہ خواہی کُن

اور مذہب بھی ایک بے قید مذہب ہے۔ اور مسلمانوں میں بھی آج کل ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اصل میں یہ سب امور اسی بے قیدی اور آزادی کے خواہشمند ہوں کو سوجھتی ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ بے قیدی اور پاکیزگی تو نور و ظلمت کی طرح آپس میں دشمن ہیں۔

لاہور میں بھی طبائع میں قبول حق کی استعداد تو معلوم ہوتی ہے مگر بے قیدی اور آزادی ان کے رستے میں ایک سخت روک ہے۔ لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قوم مسلمان ہوئی۔ اور اُنھوں نے آپ صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف کر دی جاوے۔ مگر آپ صلعم نے اُن کو یہی فرمایا کہ دیکھو جس مذہب میں

خدا کی عبادت نہیں وہ مذہب ہی کچھ نہیں

جب دُنیا کی حالت کے اس آزاد اور بے قید حصہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو دل پر ایک قسم کا زلزلہ اور لرزہ وارد ہوتا ہے۔ اور خیال آتا ہے کہ حقیقت میں اصلاح کی راہ میں سے اسی بے قیدی کا اٹھنا مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ دُنیا پر ایک عظیم الشان انقلاب آجاوے جو دلوں میں خدا کی ہیبت اور سطوت اور جبروت و جلال کا یقین پیدا کر دے۔

آج کل اگر کوئی شراب کو چھوڑ بھی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ شراب کا استعمال ناجائز ہے اصل میں اُن کا بھی یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کثرت سے استعمال نہ کی جاوے یا یہ کہ باہر لوگوں کے سامنے گلی بازاروں میں نہ پی جاوے۔ گھر کی چاردیواری میں جو چاہیں کریں۔ مگر اسلام نے ان سب امور کے ساتھ سچے تقوی اور حقیقی پاکیزگی کی سخت تاکیدی شرط اور خدا کی حدود میں رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

> اتنی تقریر کر چکنے پر چند دوستوں نے بیعت کی اور اُن کے ساتھ ہی ایک بڑے ضعیف العمر بھی تھے۔ اُنھوں نے عرض کی کہ حضور میرے واسطے دعا کی جاوے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کرے۔ ایڈیٹر

فرمایا

سب سے اچھی بات یہ ہے کہ انسان ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ نہ معلوم کہ موت کس وقت انسان کو آن پکڑیگی اور پھر اس کے ساتھ توبہ۔ استغفار کرتا رہے۔ خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہنا اور اس کی رضا کے حصول کی تڑپ دل میں پیدا کرنا اسی میں سب

دین اور دُنیا آجاتا ہے

ساری بندگیوں کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کے گناہ معاف ہوں اور اس سے خدا خوش ہو جاوے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ مستقیم۔ فرمایا اچھا خدا آپ کو مستقیم کرے۔ بابا مستقیم صاحب نے عرض کی کہ حضور میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی کوئی خدمت کرنے کے قابل ہو سکوں۔ فرمایا جب تک نیت میں آجاتا ہے آپ کو آپ کی نیت کا ثواب مل گیا۔ آپ نے یہاں تک آنے کی جو تکلیف اٹھائی ہے اس کا بھی اجر دیا جاوے گا۔ اچھا خدا پر راضی رہو۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے پھر اس سلسلہ کلام کو شروع کر کے

فرمایا

کہ زمانہ موجودہ کے حالات کے لحاظ سے مسئلہ اصلاح کچھ بہت ہی مشکل اور پیچیدہ سا نظر آتا ہے۔ آجکل کچھ ہوا ہی اس کے خلاف چل رہی ہے۔ ہم جو امر پیش کر رہے ہیں وہ تو ایک **داروئے تلخ** ہے۔ یہ لوگ اپنی میٹھی میٹھی عادات چھوڑ کر کڑوی دوا جب ہی استعمال کر سکتے ہیں کہ اس کی حقیقت سے ان کو پوری واقفیت اور آگاہی ہو۔ کہ واقع میں وہ مٹھائی ان کے حق میں مضر اور یہ

داروئے تلخ آب حیات

کا اثر رکھتی ہے۔ اور جب ہی کچھ فایدہ ہو سکتا ہے۔ خدا نے جو قید لگائی ہے اس میں سراسر رحمت اور کرم ہے۔ بھلا ان بے قیدیوں کا انجام ہی کیا ہے؟ یہی ہوتا ہے کہ شراب خوری اور فسق و فجور میں یہ لوگ غرق نظر آتے ہیں۔ اور پھر اس سے جو بد نتائج نکلتے ہیں وہ کیسے خطرناک ہیں؟ دُنیا ان کا روز نظارہ کر رہی ہے۔ لقوہ۔ فالج۔ آتشک۔ سوزاک۔ اور بعض اوقات جذام تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس طرح زندگی خطرناک مصائب میں مبتلا ہو کر خوار ہو جاتی ہے۔ چاہئے کہ

اُس بے قیدی اور اس قید کے نتائج

کا مقابلہ کر کے تو دیکھیں۔ مگر یہ نوجوان جن کو نئی تعلیم کے مصالح لگے ہوئے ہیں سمجھتے نہیں۔ اس مصالح سے ہی ڈر آتا ہے۔

مگر پھر بھی نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ میں اس تجویز کا بھی مخالف نہیں جو اس گروہ کی سچی ہمدردی اور اصلاح کے واسطے کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ بلکہ زور سے اس کے موافق ہوں۔ ان میں سے ایک بھی بچ جاوے۔ ورنہ ان کا ٹھٹھا ہنسی کرنے سے ہی ہم اپنی محنت کا ثواب مل رہیگا۔ فائدہ کی بات ہے کہ جب کسی ایسے مجمع میں جہاں مثلاً پچاس آدمی جمع ہوں کوئی بات کہی جاتی ہے تو اُن میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ اگر بعض ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں تو بعض کو اس میں راستی کی سمجھ بھی آ ہی جاتی ہے۔ اگرچہ ...

صداقت کے حصہ میں تھوڑے ہی

آتے ہیں مگر وہ تھوڑے سے ہی جوانمرد ہوتے ہیں۔ کیونکہ صداقت کا قبول کرنا بھی ایک جوانمردی ہے اور پھر حق اور صداقت میں ایک رعب اور طاقت ہوتی ہے اس طرح سے اُن کی قوت کیا تھا ایک اور قوت شامل ہو کر بہت بڑی طاقت ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایک اور ... ہمارے حصہ میں یہ آیا ہے کہ ہماری طرف آنیوالے لوگ سلیم اور نیک آدمی ہی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے گندے ... اور ان کی خلاف تہذیب اور خارج از انسانیت تحریروں تقریروں اور گالی گلوچ دیکھ کر تو ہمیں خوش ہی ہونا پڑتا ہے

ہمیں فائدہ ہی کیا ہوتا اگر یہ گندے لوگ ہم میں آ شامل ہوتے

خدا نے جو ہمیں بتایا ہے اور وہ خدا کے کلام میں داخل ہے کہ میں خبیث سے طیب کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔ اس تمیز اور ... کے ذرائع بھی خود خدا نے ہی بنا دئے ہیں۔ ورنہ ممکن تھا کہ یہ لوگ مومن کے بھی قایل ہو جاتے اور اس طرح سے ان میں اور ہم میں کوئی اختلاف ہی نہ رہ جاتا مگر خدا جو خبیث اور طیب میں فرق کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے ان میں اور ہم میں کچھ ایسے اختلاف ڈال دئے کہ ان کو ہم سے بالکل الگ ہی کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کے پاس کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔ مگر پھر بھی یہ غیظ و غضب میں بھر رہے ہیں اگر کہیں قرآن شریف میں حضرت مسیح کی زندگی کا لفظ صریح طور سے لکھا ہوتا یا احادیث صحیحہ سے حضرت مسیحؑ کی زندگی ثابت ہوتی جب تو ان کا حق بھی تھا کہ غیظ و غضب کرتے اور ہمیں جو دل چاہتا کہتے۔ مگر جب خود قرآن اور حدیث ہی ان لوگوں کو

دھکے دے رہے ہیں

تو پھر ان کا حق نہیں ہے کہ اس قدر جھوٹا جوش دکھاویں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس پُر فتن زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میل کچیل سے نکال کر ایک علیحدہ فرقہ بنا دے اور دُنیا کو دکھا دے کہ اسلام اس کو کہتے ہیں۔ حالات دو ہی قسم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ عملی اور اعتقادی۔ مگر اس زمانہ کے مسلمانوں نے ہر دو رنگ میں اسلام کو بدنام کیا ہے۔ اسلام ہر گندے پاک اور ہر میدان میں غالب ہے۔ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں نے جو ہتھیار اختیار کئے ہیں ان سے کبھی اسلام غالب ہو سکے۔ اسلام ایک ایسا پاک اور کامل مذہب ہے کہ اس کے کسی اعتقاد پر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ معاد کے متعلق بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ اگر دوزخ کا خلود اور حالت کفر میں مر جانے کی سزا بھی ابدالآباد اور انقطاع زمانہ کے واسطے مانی جاوے تو ایک ... لازم آتا ہے اور یہ امر خدا کے بے انتہا رحم کے ... مگر اصل بات یہ ہے کہ دوزخ کی ابدیت

جنت کی ابدیت اور خلود کی طرح لا انقطاع نہیں ہے۔ کیونکہ جن قویٰ سے انسان ارتکاب گناہ کرتا ہے آخر اُن کا خالق بھی تو خود خدا ہی ہے۔ انسان وہ قویٰ اور وہ فطرت

آخر گھر سے تو لایا نہیں

مانا کہ انسان فعل اور ترک فعل میں بعض اوقات دخل و تصرف رکھتا ہے اور خود بدی کرتا ہے مگر چونکہ خالق فطرت خدا تھا۔ اور اس نے خود فرمایا ہے کہ **خلق الانسان ضعیفا**۔ لہٰذا اس کو اس کا فایدہ بھی دیا جانا چاہئے تھا پس گناہ کی سزا ہو گی اور عذاب ہو گا مگر یہ ابدیت وہ نہیں جس طرح خدا کی ابدیت ہے۔ ایک خاص وقت تک جہنم میں رکھ کر اصلاح ہو جانے پر رہائی ہو جاوے گی۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر خدا کے کلام سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں بہشت کا ذکر ہے وہاں **عطاءً غیر مجذوذ** کا لفظ ہے۔ اور جہاں جہنم کا ذکر ہے وہاں یہ فرمایا کہ **الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید**۔ ان آیات میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بہشتیوں کو خوف نہیں دلایا گیا مگر

دوزخیوں کو مخلصی کی امید ضرور

دلائی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بہشت کے متعلق **عطاءً غیر مجذوذ** کا لفظ نہ ہوتا تو بہشت والوں کو بھی کھٹکا ہی رہتا مگر خدا نے **عطاءً غیر مجذوذ** کا لفظ بڑھا کر وہ کھٹکا ہی مٹا دیا کہ یہ خدا کی عطا ہے۔ وہ واپس نہیں لی جاتی۔

اور اس کی نسبت ہم نے ایک اور حدیث بھی دیکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ **یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد و نسیم الصبا تحرک ابوابہا**۔ اب دیکھو یہ کیسا پاک اصول اور عقیدہ ہے جو اسلام نے دوزخ اور بہشت کے متعلق مسلمانوں کو سکھایا ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں اور نہایت پاک اور حق و حکمت کا اصول ہے کہ ایک خاص حد تک سزا ہو گی بعد اس کے نجات ہو جاوے گی۔ کیونکہ آخر فطرتوں اور قویٰ انسانی کا خالق تو خدا ہی ہے کوئی

فطرت سلیم اور کانشنس

منظور ہی نہیں کر سکتا کہ ایک کمزور اور ناتوان انسان کے گناہ کو ایسا عظیم الشان مانا جاوے جو کبھی بخشا ہی نہ جاوے۔

دوسرا معاملہ **معراج** کا ہے بے شک ہم بھی مانتے ہیں کہ جسم کیساتھ آپ گئے تھے۔ بیداری بھی تھی اور جسم بھی تھا۔ مگر وہ ایک اعلیٰ درجہ کی کشفی حالت تھی اس دلیل کیوالے بخاری کو دیکھ لو۔ کہ یہ سارا واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہو گا کہ **ثم استیقظ**۔ بھلا اسکے کیا معنے؟ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنکو بہت حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ رہنے کا ملا تھا اور جن کا علم بھی بہت بڑا تھا اُن کی یہ روایت ہے۔ **استیقظ** سے یہ مراد نہیں کہ آپ نے خواب دیکھا تھا۔ بلکہ ایک قسم کی بیداری تھی ... مشعر تھا کہ جسم ...

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۱۸ مئی ۱۹۰۸ء بعد ظہر ۳½ بجے سے ۴½ بجے تک بمقام لاہور

مسٹر پروفیسر ریگ جن کا کسی پہلی اشاعت میں حضرت اقدسؑ سے ملاقات کرنا اور سوال وجواب شائع ہو چکا ہے ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء کو پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تحریک اور وساطت سے حضرت اقدسؑ کے حضور حاضر ہوئے۔ اور خیریت حال دریافت کرنے کے بعد ذیل کا سوال وجواب ہوا۔

سوال

آپ کا کیا عقیدہ ہے خدا محدود ہے یا کہ ہر جگہ حاضر ناظر اور اس میں کوئی شخصیت یا جذبات پائے جاتے ہیں۔

جواب

ہم خدا کو محدود نہیں سمجھتے اور نہ ہی خدا محدود ہو سکتا ہے ہم خدا کی نسبت یہ جانتے ہیں کہ جیسا وہ آسمان پر ہے ویسا ہی زمین پر بھی ہے۔ اس کے دو قسم کے تعلق پائے جاتے ہیں۔ ایک عام تعلق جو عام مخلوق کے ساتھ ہے۔ اور ایک دوسرا خاص تعلق جو ان خاص بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پاک کر کے اس کی محبت میں ترقی کرتے ہیں۔ تب وہ اُن سے ایسا قریب ہو جاتا ہے **جیسا کہ اُن کے اندر ہی سے بولتا ہے**۔ یہ اس میں ایک عجیب بات ہے کہ باوجود دور ہونے کے وہ نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔ وہ بہت ہی قریب ہے مگر پھر بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس طرح ایک جسم دوسرے جسم سے قریب ہوتا ہے اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی چیز بھی ہے۔ وہ سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے مگر پھر بھی وہ عمیق در عمیق ہے۔ جس قدر انسان سچی پاکیزگی حاصل کرتا ہے **اُسی قدر اُس کے وجود پر اس کو اطلاع ہوتی ہے**۔

فرمایا

جذبات سے مراد غالباً آپ کی یہ ہے کہ خدا نے انسان کے [illegible] کا جذبہ کیوں ڈال رکھا ہے اور حلال و حرام کی پابندی میں اسے کیوں مقید کر رکھا ہے۔ سو واضح رہنا چاہئے کہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قدوس ہے وہ اپنی قدوسیت کی وجہ سے ناپاکی کو پسند [illegible] وہ جسم [illegible] اس واسطے نہیں چاہتا کہ انسان ایسی راہوں پر چلے جن میں اس کی ہلاکت ہو۔ پس یہ اس کے جذبات ہیں۔ جن کی بنا پر مذہب کا سلسلہ جاری ہے۔ اب ان کا نام خواہ آپ کچھ ہی رکھ لو

سوال

کیا خدا کی کوئی شکل ہے؟

جواب

جب وہ محدود ہی نہیں تو شکل کیسی!

سوال

جب خدا محبت ہے۔ عدل ہے۔ انصاف ہے تو کیا وجہ کہ نظام دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے بعض چیزوں کو بعض کی خوراک بنایا ہے۔ اگر محبت اور عدل یا انصاف و رحم اس کے ذاتی خاصے ہیں تو کیا وجہ کہ اس نے مخلوق میں سے بعض میں ایسی کیفیت اور قویٰ رکھ دئے ہیں کہ وہ دوسروں کو کھا جائیں۔ حالانکہ مخلوق ہونے میں دونو برابر ہیں؟

جواب

جب محبت کا لفظ خدا کی نسبت بولا جاتا ہے تو اس کو انسانی محبت پر قیاس کر لینا بڑی بھاری غلطی ہے محبت کا لفظ جس طرح انسانوں میں اطلاق پاتا ہے اور جو مفہوم اس کا انسانی تعلقات کی حیثیت میں سمجھا جاتا ہے وہ ہرگز ہرگز خدا پر اطلاق نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہی وہ معنے اور مراد خدا پر صادق آتے ہیں۔ انسان میں محبت اور غضب کی قوت ہے مگر جو مفہوم ان کا انسان کے متعلق بولتے وقت ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ خدا پر ہرگز ہرگز اطلاق نہیں پا سکتا۔ یہ غلطی ہے فطرت انسانی میں یہ رکھا گیا ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کے فراق سے اس کو صدمہ بھی پہنچتا ہے۔ ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے مگر اگر اس کا بچہ اس سے جدا ہو جاوے تو اس کو کیا صدمہ ہوتا ہے اور کتنا دکھ اور رنج پہنچتا ہے۔ اسی طرح سے جو شخص کسی دوسرے پر غضب کرتا ہے اول وہ خود اپنے آپ میں اس کا صدمہ اور اثر پاتا ہے۔ گویا دوسرے کو سزا دینے کے ساتھ ہی خود اپنی جان کو بھی سزا دیتا ہے۔ غضب ایک دکھ ہے جس کا اثر پہلے اپنی ہی ذات پر پڑتا ہے۔ اور ایک قسم کی تلخی پیدا ہو کر طبیعت میں سے راحت اور چین نکل جاتا ہے۔ مگر خدا ان باتوں سے پاک ہے۔

پس اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے

کہ ان الفاظ کا اطلاق اس رنگ میں جس رنگ میں ہم انسان پر کرتے ہیں اور جو مفہوم ان کا انسانی تعلق میں ہو سکتا ہے اس رنگ میں خدا پر نہیں بول سکتے۔ اور نہ ہی وہ خدا پر صادق آتے ہیں۔ اس واسطے ہم ان الفاظ کو پسند نہیں کرتے۔ یہ اُن لوگوں کا بنایا ہوا لفظ ہے جو خدا کو محض انسانی حالت پر قیاس کرتے ہیں۔

وہ پاک ذات ہے۔ جو اس کی رضا کے موافق چلتا ہے اس سے اس کا تعلق زیادہ سے زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ہاں البتہ استعارہ کے رنگ میں محبت اور غضب کا لفظ خدا کے لئے بھی بولا جا سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ یہ ایک دنیا کا کارخانہ ہے جس کے واسطے خدا تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت سے موجودہ نظام مقرر فرمایا ہے۔ اور یہ اسی نظام کے ماتحت اس طرح سے چل رہا ہے۔ البتہ اس کے واسطے یہ الفاظ موزوں نہیں ہیں۔ محبت کا لفظ ایک درد اور گداز رکھتا ہے۔ اگر فرض بھی کر لیں کہ خدا محبت ہے اور اُس کی صفت غضب بھی ہے۔ (انسانی حالت کے خیال سے) تو پھر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا کو بھی ایک قسم کی تکلیف اور رنج و دکھ ہوتا ہے مگر یاد رکھو ایسے ناقص الفاظ خدا کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔

سوال

یہ تو میں نے سمجھ لیا ہے مگر میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ خدا نے یہ خاصہ کیوں رکھ دیا کہ ادنیٰ اعلیٰ کا خادم ہو یا اس کی خوراک بنے۔ اور اس کے سامنے ذلیل رہے؟

جواب

ہم نے تو ابھی بیان کیا ہے کہ خدا کے صفات محبت رحم اور غضب کی تشریح ہم اس طور سے نہیں کر سکتے جیسا کہ انسانوں میں یہ صفات ہیں۔ انسانی حالت پر خدا کا قیاس کرنا سخت غلطی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک وسیع نظام ہے جو اس نے اسی طرح بنایا ہے۔ اس نظام میں انسان اپنی حد سے زیادہ دست اندازی نہیں کر سکتا اور یہ مناسب نہیں کہ وہ دقیق در دقیق مصالح خدا کی میں دخل دے کر ہر بات میں ایک سوال پیدا کرے۔ یہ عالم ایک **مختصر عالم** ہے۔ اس کے بعد خدا نے ایک وسیع عالم رکھا ہے۔ جس میں اس نے ارادہ اور وعدہ کیا ہے کہ سچی اور ابدی خوشحالی دکھاوے گی۔ ہر دکھ جو اس جہان میں ہے اس کا تدارک اور تلافی دوسرے عالم میں کر دی جاوے گی۔ جو کمی اس جہان میں پائی جاتی ہے وہ آئندہ عالم میں پوری کر دی جاوے گی۔

باقی رہا دکھ اور تکلیف سو رنج و محن پر تو ادنیٰ و اعلیٰ کو یکساں برداشت کرنا پڑتا ہے اور یہ اس نظام عالم کے قیام کے واسطے لازمی اور ضروری تھے۔ اگر وسیع نظر سے دیکھا جاوے تو کوئی بھی دکھ سے خالی نہیں رہا ہر مخلوق کو علیٰ قدر مراتب اس میں سے حصہ لینا ہی پڑتا

ہے۔ البتہ کسی کو کسی رنگ میں بہت اور کسی کو کسی رنگ میں۔ اگر باز چڑیوں اور اور پرندوں کو کھا جاتے ہیں تو شیر چیتے اور بعض لئے انسان کے بچوں کو بھی کھا جاتے ہیں۔ سانپ بچھو وغیرہ بھی ستاتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ تو اس طرح سے چل رہا ہے۔ اس سے خالی کوئی بھی نہیں۔ البتہ ان کی تلافی اور تدارک کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہے۔ اسی واسطے تو قرآن شریف میں اس کا نام مالک یوم الدین بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انسان خوشحال ہو۔ مگر ممکن ہے کہ دوسرا حیوان اس سے بھی زیادہ خوشحال ہو۔ یہ دنیا ایک عالم امتحان ہے اس کے حل کرنے کے واسطے دوسرا عالم ہے۔ اس دنیا میں جو تکالیف رکھی ہیں اس کا وعدہ ہے کہ آئندہ عالم میں خوشنما رہے گا۔ اگر اب بھی کوئی کہے کہ کیوں ایسا کیا اور ایسا نہ کیا؟ اس کا یہ جواب ہے کہ وہ حکیم اور مالکیت بھی تو رکھتا ہے۔ اس نے جیسا چاہا کیا۔ کسی کو اس کے اس کام پر اعتراض کی گنجائش اور حق نہیں۔

دوسری بات جو قابل غور ہے یہ ہے

کہ چونکہ تکالیف انسانی تکالیف حیوانی سے بڑھی ہوئی ہیں اسی واسطے آئندہ انسانی اجر بھی حیوانی اجر سے بڑھا ہوا ہوگا۔ تکالیف انسانی دو قسم کی ہیں ایک تکالیف شرعیہ۔ دوسری تکالیف قضا و قدر۔ تکالیف قضا و قدر میں انسان و حیوان مشترک اور قریباً برابر ہیں۔ اگر انسان کے ہاتھ سے حیوان مرتے ہیں تو حیوانوں کے ہاتھ سے آخر انسان بھی تو مرتے ہیں۔ اسی طرح اور اور تکالیف میں بھی ان کا آپس میں ایک قسم کا اشتراک پایا جاتا ہے۔

باقی تکالیف شرعیہ میں انسان کے ساتھ حیوانات کا کوئی اشتراک نہیں ہے۔ احکام شرعیہ بھی ایک قسم کی چھری ہے جو انسان کی گردن پر چلتی ہے۔ مگر حیوان اس سے بری الذمہ ہیں۔ امور شرعیہ بھی ایک موت ہیں جو انسان کو اپنے اوپر وارد کرنی پڑتی ہے۔ پس اس طرح سے ان باتوں کو یکجائی طور سے دیکھنے سے صاف معلوم ہوگا کہ تکالیف انسانی تکالیف حیوانی سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔

تیسری بات جو قابل یاد ہے یہ ہے

کہ انسانی حواس میں بہت تیزی ہے۔ انسان میں قوت احساس زیادہ پائی جاتی ہے۔ حیوانات بالمقابل اس کے مقابلے میں بہت کم احساس رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات کو اتنی عقل بھی نہیں ہے، کیونکہ عقل سے ہی شعور پیدا ہوتا ہے۔ حیوانات میں چونکہ عقل اور شعور بہت کم ہوتا ہے۔ اسی واسطے ایک قسم کی سستی کی حالت میں رہتے ہیں۔ احساس کا مسئلہ زیادہ تر انسان میں ہی پایا جاتا ہے۔ حیوانات میں یہ قوی ایسے کم درجہ کے ہیں کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پس حیوانات ان تکالیف کا بہت کم احساس کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض اوقات بالکل ہی نہ کرتے ہوں۔ اب جائے غور ہے کہ دنیا میں ان تکالیف کا بوجھ کس پر زیادہ ہے آیا انسان پر یا حیوان پر؟ صاف ظاہر ہے کہ انسان ہی کو ان مشکلات دنیوی میں بہ نسبت حیوانات کے زیادہ حصہ لینا پڑتا ہے۔

سوال

آپ نے جو کچھ بیان فرمایا میں نے سمجھ لیا۔ اب یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ حیوانات کو بھی آئندہ عالم میں کوئی بدلہ دیا جاوے گا؟

جواب

فرمایا۔ ہاں۔ ہم مانتے ہیں کہ علیٰ قدر مراتب سب کو ان کی تکالیف دنیوی کا بدلہ دیا جاوے گا۔ اور ان کے دکھوں اور تکالیف کی تلافی کی جاوے گی۔

سوال

تو پھر اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ حیوانات جن کو ہم مارتے ہیں ان کو مردہ نہیں بلکہ زندہ یقین کریں؟

جواب

فرمایا کہ ہاں یہ ضروری بات ہے۔ وہ فنا نہیں ہوتے ان کی روح باقی ہے وہ حقیقتاً نہیں مرے بلکہ وہ بھی زندہ ہیں۔

سوال

بائبل میں لکھا ہے کہ آدم یا یوں کہئے کہ پہلا انسان جیحون سیحون میں پیدا ہوا تھا اور اس کا وہی ملک تھا۔ تو پھر کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ۔ آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اسی آدم کی اولاد سے ہیں۔

جواب

فرمایا ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اس مسئلہ میں ہم توریت کی پیروی کرتے ہیں۔ کہ چھ سات ہزار سال سے ہی جب سے یہ آدم پیدا ہوا تھا اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ اور خدا گویا معطل تھا۔ اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہے یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے۔ ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ خدا نے یہ فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کے سوال کے مناسب حال ایک قول حضرت **محی الدین ابن عربی صاحب کا** ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں حج کرنے کے واسطے گیا تو وہاں مجھے ایک شخص ملا جس کو میں نے خیال کیا کہ وہ آدم ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو ہی آدم ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ تم کون سے آدم کے متعلق سوال کرتے ہو؟ **آدم تو ہزاروں گذر چکے ہیں!**

سوال

کیا حضور مسئلہ ارتقاء کے قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ انسان نے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت میں ترقی کی ہے۔ پہلے سانپ بچھو وغیرہ سے ترقی کرتے کرتے بندر بنا اور بندر سے انسان بنا۔ اور روح کس وقت پیدا ہوئی؟

جواب

فرمایا ہمارا یہ مذہب نہیں کہ انسان کسی وقت بندر تھا۔ گر آہستہ آہستہ دم بھی کٹ گئی۔ اور پشم بھی جاتی رہی اور ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس کا بار ثبوت اس دعوے کے مدعی کے ذمہ ہے چاہئے کہ کوئی ایسا بندر پیش کیا جاوے جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے انسانی حالت میں آجاوے۔ ہم ایسے بے دلیل قصے کہانیوں پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ البتہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آدم بہت سے گذرے ہیں مگر موجودہ حالات کے ماتحت جو ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ بندر **سے انسان یا انسان سے بندر کبھی کسی نے پیدا ہوتا نہیں دیکھا ہوگا۔** یہ تو ایک تاولوں کا قصہ ہے۔ ہمیشہ نوع سے نوع ہی پیدا ہوتی ہے۔ خدا نے اپنا قانون ہماری آنکھوں کے سامنے رکھا ہوا ہے کہ گدھے سے گدھا۔ اور گھوڑی سے گھوڑا۔ بندر سے بندر پیدا ہوتا ہے۔ اب اس کے خلاف جو کوئی دعوے کرتا ہے کہ بندر سے انسان بھی پیدا ہوتا ہے اس کو اپنے دعوے کی دلیل بھی پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہ دنیا کہ شاید ایسا ہو گیا ہو۔ شاید کے کیا معنے۔ ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے ایک مشاہدہ دلیل کے طور سے رکھا ہوا ہے اس کے خلاف کہنے والوں کو کوئی بین دلیل پیش کرنی چاہئے ورنہ ظنی باتوں اور صرف دعووں سے کوئی امر ثابت نہیں ہو سکتا۔

روح ایک مخلوق چیز ہے۔ اسی عنصری مادہ سے

خدا اسے بھی پیدا کرتا ہے (جیسا کہ مفصل طور سے اس امر کو ہم نے اس تازہ تصنیف کتاب چشمہ معرفت میں بیان کیا ہے) ۔ روح انسانی باریک اور مخفی طور سے نطفہ انسانی میں ہی موجود ہوتی ہے ۔ اور وہ بھی نطفہ کے ساتھ ساتھ ہی آہستگی سے نشو و نما کرتی اور ترقی پاتی پاتی چوتھے مہینے کے انجام اور پانچویں مہینے کے ابتدا میں ایک بیّن تغیر اور نشو و نما پا کر ظہور پذیر ہوتی ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔

یہ درست نہیں جیسا کہ آریہ بتاتے ہیں کہ روح بھی خدا کی طرح ازلی ابدی ہے ۔ اس اعتقاد پر اشتباہات پڑتے ہیں کہ پھر خدا خدا ہی نہیں رہتا ۔ روح ایک لطیف جوہر ہوتا ہے جو مخفی طور سے انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتا اور نشو و نما پاتا ہے ۔ مثال کے طور ایک گولر کے پھل کو لو ۔ جب وہ کچا ہوگا تو اس میں ایک قسم کے نامکمل حالت میں زندہ جانور پائے جاویں گے مگر جونہی کہ وہ پک کر تیار ہوگا اُس میں سے جانور چلتے پھرتے نظر آویں گے اور یہاں تک کہ پر لگ کر اُڑنے بھی لگ جاویں گے ۔ اس کے سوا اور بھی کئی درختوں کے پھل ہیں جن میں اس قسم کے مشاہدات پائے جاتے ہیں ۔ غرض ہمارے پاس تو ہمارے دعوے کا ثبوت ہے ۔ ثابتہ سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اصل میں ان پھلوں میں ایک قسم کا مادہ اندر ہی اندر موجود ہوتا ۔ جو پھل کے نشو و نما کے ساتھ ساتھ نشو و نما کرتا اور ترقی پاتا ہے ۔

سوال

سپرچولزم والوں کی رائے ہے کہ زندگی چاند سے اُتری ۔ اور عقل مشتری سے ۔ اور چاند زمین سے بنا ۔ ابتدا میں زمین بہت نرم تھی ۔ زمین کا ایک ٹکڑا اُڑ کر آسمان پر چلا گیا ۔ اور وہ چاند بن گیا ۔ اصل میں زندگی زمین ہی سے نکلی زمین سے چاند میں گئی اور چاند سے پھر انسان میں اُترتی ہے ۔ اس میں آپ کا اعتقاد کیا ہے ؟ ۔

جواب

فرمایا ۔ چاند ۔ سورج اور اور سیاروں کی تاثیرات کے ہم قائل ہیں ۔ ان سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس وقت بھی ان کی تاثیرات کا تربچے پر ہوتا ہے ۔ یہ امر شریعت کے خلاف نہیں ۔ اسی واسطے ہمیں ان کے ماننے میں عذر نہیں ۔ نباتات میں چاند کی روشنی کا اثر بیّن طور سے ظاہر ہے ۔ چاند کی روشنی سے پھل موٹے ہوتے ہیں ۔ ان میں شیرینی پیدا ہوتی ہے ۔ اور بعض اوقات لوگوں نے انار وں کے چٹخنے کی آواز تک بھی سنی ہے جو چاند کی روشنی کے اثر سے پھوٹتے ہیں ۔ اس سے زیادہ جو حصہ پیچیدہ اور ثابت شدہ نہیں اُس کے ماننے کے واسطے ہم تیار نہیں ہیں ۔ قرآن شریف میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ چاند سورج اور تمام سیارے انسان کے خادم اور مفید مطلب ہیں ۔ اور ان میں انسانی فوائد پر کوز ہیں ۔ پس ہم اس بات کے ماننے میں کوئی حرج نہیں پاتے کہ جس طرح نباتات سے ہمیں فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح ان تمام سیاروں سے بھی ہم فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔ اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ عقل کو مشتری سے تعلق ہے تو اُس کے ماننے کے واسطے بھی ہم تیار ہیں ۔

اثنائے گفتگو میں پروفیسر موصوف نے عرض کیا کہ میں تو خیال کرتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں بڑا تضاد ہے جیسا کہ عام طور سے علماء میں مانا گیا ہے ۔ مگر آپ نے تو اس تضاد کو بالکل اُٹھا دیا ہے ۔

فرمایا

یہی تو ہمارا کام ہے اور یہی تو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے ۔ اور سائنس خواہ کتنی ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اصول اسلام کو ہرگز ہرگز نہیں جھٹلا سکے گی ۔

سوال

مکھیوں یا اور اس قسم کے جانوروں میں جو چیز پائی جاتی ہے اس کو کس نام سے تعبیر کیا جاوے گا ؟

جواب

روح تین قسم کی ہوتی ہے ۔ روح نباتی ۔ روح حیوانی ۔ روح انسانی ۔ ان تینوں کو ہم برابر نہیں مانتے ۔ ان میں سے حقیقی زندگی کی وارث اور جامع کمالات صرف انسانی روح ہے ۔ باقی حیوانی اور نباتی روح میں بھی ایک قسم کی زندگی ہے ۔ مگر وہ انسانی روح کی برابری نہیں کر سکتی ۔ نہ ویسے مدارج حاصل کر سکتی ہے ۔ نہ کمالات میں انسانی روح کی برابری کر سکتی ہے ۔ کچھ مشابہت ہو تو اس باریک بحث میں ہم پڑنا مناسب نہیں سمجھتے ۔ ہو سکتا ہے کہ بعض خاص خاص صفات میں یہ روحیں انسانی روح سے مشابہت رکھتی ہوں ۔ مگر جس طرح انسان میں اور ان میں ظاہری اختلاف اور فرق ہے اس طرح اختلاف روحانی بھی پایا جاتا ہے ۔

بلکہ یہاں تک بھی مانا گیا ہے کہ بعض نباتات میں بھی ایک قسم کا شعور پایا جاتا ہے ۔ ایک بانس کا درخت گھر کی چھت کے نیچے لگایا جاوے ۔ مگر جب بڑھتے بڑھتے وہ چھت سے قریب ایک بالشت کے رہ جاوے گا تو وہ اپنا رخ بدل لیگا ۔ اور دوسری طرف کو بڑھنا شروع کر دے گا ۔ ایک اور قسم کی بوٹی ہے جس کو پنجاب میں چھوئی موئی کہتے ہیں ۔ وہ انسان کا ہاتھ لگتے ہی سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہے ۔ یہ باتیں یونانی اچھی اچھی طبیعات کی کتابوں میں لکھی ہیں اور نیز تجربہ سے بھی ثابت ہیں ۔ مگر ان کے پیچھے بہت زیادہ نہ پڑنا چاہیے ۔ وہ شعر کیا ہی موزون ہے کہ

تو کار زمیں را نکو ساختی ۔ کہ با آسمان نیز پرداختی

ان کے دقیق در دقیق مباحثات میں پڑ کر ان کی تفصیلات کی جستجو میں وقت ضائع کرنا ٹھیک نہیں ۔

سوال

میں ایک روز گرجا میں گیا تھا وہاں پادری صاحب نے لیکچر میں بیان کیا کہ ”انسان ایک بالکل ذلیل ہستی ہے ۔ اور گندہ کیڑا ہے ۔ یہ روز بروز نیچے ہی نیچے گرتا ہے ۔ اور ترقی کے قابل ہی نہیں اسی واسطے اس کی نجات اور گناہ سے بچانے کے واسطے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو کفارہ کیا“ مگر میں جاننا چاہوں کہ انسان نیکی میں ترقی کر سکتا ہے میرا یہ بچہ اس وقت اگر بے علمی کی وجہ سے کوئی حرکت ناجائز کرے تو پھر ایک عرصہ بعد جب اسے عقل آوے گی ۔ اور اس کا علم ترقی کرے گا تو یہ خود بخود سمجھ لیگا کہ یہ کام برا ہے اس سے پرہیز کر کے اچھے کام کرے گا ۔“

حضور کا اس میں کیا اعتقاد ہے ۔

جواب

فرمایا ۔ انسان نیک ہے ۔ نیکی کر سکتا ہے ۔ اور ترقی کرنے کے قویٰ اس کو دئے گئے ہیں ۔ نیکی میں ترقی کر کے انسان نجات پا سکتا ہے ۔

سوال

یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان لاکھ نیکی کرے مگر وہ برباد ہے بجز اس کے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لاوے ۔ آپ اس میں کیا فرماتے ہیں ؟

انسان کو عمل اور کوشش کی ضرورت ہے کفارہ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ جیسا جسمانی نظام ہے ویسا ہی روحانی نظام ہے ۔ نظام جسمانی میں ایک کاشتکار کی مثال ہی کو لے لو ۔ وہ کس قدر محنت سے قلبہ رانی کرتا ہے اور بیج بونا اور پانی دینے وغیرہ کی محنت برداشت کرتا ہے ۔ کیا اُسے کسی کفارہ کی ضرورت ہے ؟ نہیں ۔ بلکہ اُسے محنت اور عمل کی ضرورت ہے ۔ اس بات کو ہم ماننے ہی نہیں

کہ بجز کفارہ کے کوئی راہ نجات ہی نہیں۔ کفارہ تو بلکہ انسانی ترقیات کی راہ میں ایک روک اور پتھر ہے

سوال

پاکیزگی سے یہ مراد ہے کہ انسان کو جو اس کے جذبات نفسانیہ خدا سے روگرداں کرتے اپنے خواہشات میں محو کرنا چاہتے ہیں اُن کا مغلوب نہ ہو۔ اور کوشش کرے کہ خدا کی مرضی کے موافق اس کی رفتار ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی **قول فعل خدا کی رضامندی کے بغیر سرزد ہی نہ ہو**۔ خدا قدوس اور پاک ہے۔ وہ اپنے صفات کے مطابق ہی انسان کو بھی چلانا چاہتا ہے۔ وہ رحیم ہے انسان سے بھی رحم چاہتا ہے۔ وہ کریم ہے انسان سے بھی کرم چاہتا ہے۔ خدا کے صفات خدا کے قانون قدرت میں ظاہر ہیں۔ جسمانی طور سے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا مدتہائے دراز سے چلی آتی ہے۔ ان کو اناج۔ پانی۔ لباس روشنی وغیرہ تمام حوائج ضروریہ اور لازم انسانیہ ہمیشہ سے بہم پہنچایا چلا آیا ہے۔ اور ہمیشہ ہی اس کے رحم اور کرم کے صفات اور اسمائے حسنہ کے تقاضے ساتھ ساتھ مخلوق کی دستگیری کرتے چلے آئے ہیں۔ پس غرض یہ ہے کہ **خدا انسان کو اپنے صفات کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے**۔

اس کے بعد پروفیسر اور لیڈی نے حضرت اقدسؑ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم مشکور ہیں کہ آپ نے گفتگو کی عزت بخشی اور ہمارے معلومات میں ایک مفید اضافہ فرمایا۔ اور ہمارا وقت بہت اچھی طرح سے گذرا۔

فاضل امروہی کی ایک تحریر

اصل مضمون حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی ثم قادیانی نے زبان عربی میں لکھا تھا۔ جو اخبار بدر میں شائع ہو گا۔ اصل مضمون کا ترجمہ حضرت مولانا نے الحکم میں شائع کرنے کے واسطے روانہ فرمایا۔ جو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً

حضرتنا امیر تمام جماعت مومنین کے اور حکمت نظری و عملی سے کام لینے والے مولانا نور الدین صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بعض امور خارجیہ اور نیز خاکسار کا جوش قلبی ہر دو محرک ہوئے ہیں کہ ان چند سطور کو میں اخبارات میں شائع کروں۔ اور وہ سطور یہ ہیں کہ میرا اعتقاد آپ کی جناب عالی میں اول بعث و بعثت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ ہے کہ ابتک آپ حضرت کے ساتھ بڑی الفت اور اُنس رکھنے والے ہیں گویا کہ مجسم الفت اور اُن کے انیس تھے۔ اکثر مشوروں اور دینی معارف اور یقینی اسرار میں بمنزلہ اُن کے قلب مبارک کے تھے۔ جماعت احمدیہ میں دربارہ اخلاص و ایمان آپ سب سے زیادہ بڑھکر ہیں آپ کا یقین و عرفان سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف آپ کو سب سے زیادہ تر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جو علماء ربانی ہیں وہی زیادہ تر اُس سے خوف کرتے ہیں مع ہذا آپ کو ماسوی اللہ سے کمال درجہ پر عناد اور بے پروائی بھی سب سے زیادہ ہے۔ امام ہمام نے اپنی کتابوں میں آپ کے مناقب سب سے زیادہ بیان فرمائے ہیں۔ اس لئے آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ تر ہے آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصدیق اُس وقت میں کی جس وقت تمام آدمیوں نے تکذیب کی تھی۔ اس لئے میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ آپ صدیق ثانی ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ والذی جاء بالصدق وصدق به اول جملہ کے مصداق حضرت مسیح موعود تھے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے سچی باتیں اور سچے الہامات لائے تھے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی موت طبعی سے وفات دے دی۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے یا عیسےٰ انی متوفیک الخ یعنے اے عیسےٰ اگرچہ تمام لوگ تیرے قتل کرنے اور ہلاک کرنے میں بہت کوششیں کریں گے مگر میں تجھکو موت طبعی سے وفات دوں گا اور تمام اُن عیوب سے جو منکرین تجھے لگاتے ہیں میں تجھکو اُن سے پاک وصاف کروں گا اور جو لوگ جماعت کے تیری پیروی اور اتباع کرینگے میں اُنکو منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ پس اس وقت تم ہی اولی مصداق صدق بہ کے ہو اور بمنزلہ حضرت صدیق اکبر اللہ تعالیٰ کے دین اور جماعت احمدیہ میں اُس کے نائب ہو پس میں اس لئے صدق دلی اور اخلاص قلبی سے واسطے تائید کرنے دین اسلام کے بقدر اپنی طاقت اور بس کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اگرچہ بعض ضعیف الایمان کے خلاف ہوا اور اول امر سے میرے قلب کو کوئی تردد اس بات کا واقع نہیں ہوا۔ بجز اس کے کہ بعض آیات کی تفاسیر جواب کرنے میں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اور فوراً اُسی وقت کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالےٰ نے یہاں کے رفیقوں سے علیحدہ کر کر ملا اعلیٰ کی رفاقت میں پہنچا دیا میں اُسی وقت مکرر آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ ہمارے صدیق ہیں اور ہم آپ کی تابع ہیں ہاں آپ جو بعض آیات کی تفسیر الیسی فرماتے ہیں۔ جو میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ یہ تو اپنا اپنا مذاق ہے جو زمانہ حال کے موافق آپ کے مذاق میں تفسیراً آجاتا ہے یہ امر دوسرا ہے۔ اور اس سبب سے علیحدہ یہ چند سطریں میں نے اس لئے شایع کیں ہیں کہ بعض وہمی لوگ میرے قلب کی حالت کو مخالف اُس تحریر کے گمان نہ کریں کلا وحاشا۔ اس لئے اب آپکو ضروری ہے کہ ہم سب مومنین جماعت کے لئے جیسے کہ اُٹھانے سے ہم سب عاجز ہیں۔ اسپر بھی جو کوئی اس بیعت اطاعت سے پھر گیا۔ اللہ تعالےٰ کے دین اور جس بات کو کہ مسیح موعود لائے تھے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اور جو کوئی اس نعمت کا شکریہ کرے گا کہ اپنے اپنے بوجھ کو اُٹھایا بجا لاوے گا۔ اور آپ کی نصرت میں ہمہ تن متوجہ ہو جاوے گا اللہ تعالےٰ اُس کو دین و دنیا میں جزاء احسن عطا فرماوے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ دین کی تائید میں بحولہ و قوتہ میں آپ کا فرمانبردار ہوں اللہ تعالےٰ اپنی نصرت کے ساتھ آپ کی تائید کرے۔ اور آپ کے سینہ مبارک کو اپنے انوار سے روشن اور منور کرے۔ اور میں یہ بھی امید رکھتا ہوں۔ کہ جماعت میں سے کوئی شخص اس بارہ میں آپ پر کسی طرح کی نکتہ چینی یا عیب گیری نہیں کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی وفات انبیاء اولوالعزم سے نہایت درجہ مشابہت ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک رسالہ وفات الانبیاء کے بارہ میں لکھوں گا تا کہ لوگوں پر واضح ہو جاوے کہ جس شان کفائی سے حضرت مسیح موعود کی وفات واقع ہوئی ہے (کہ چند امور منتظر الوقوع رہی اور آپ کی وفات ہو گئی) اسی طرح سے اس وفات کا وقوع میں آنا ضروری تھا تا کہ حضرت مسیح موعود کی مماثلت دیگر انبیاء کے ساتھ ثابت رہے اور اس وفات کفائی سے واقع ہونا انکی وفات کا آپ کی صداقت دعاوی اور صداقت ماموریت کی دلیل ہو جیسا کہ الہامات الوصیت وغیرہ میں مندرج ہو چکا ہے دیکھو جری اللہ فی حلل الانبیاء وغیرہ وغیرہ الہامات کو اور سوائے اس کے اور بہت سے الہامات ہیں میں نے آپ کو اس لئے اطلاع کی ہے کہ آپ دعا کریں کہ اس رسالہ کی تحریر میں اللہ تعالےٰ میری تائید کرے (۲۷ مئی ۱۹۰۸ء روز چہارشنبہ سید محمد احسن)

الحکم دس ہزار چھپے گا

ہو دردِ قوم دل میں سودا یہی ہو سر میں
یہ زندگی بسر ہو اپنی اسی لگن میں

ایک عرصہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے کہ **الحکم** کے متعلق کسی قسم کی تحریک کروں یا اس کی اعانت کے لئے **اپیل** اسے میری غفلت کہو یا بے پروائی سمجھو۔ مگر اصل یہ ہے میں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ کام **قوم** کا اپنا ہے کہ وہ **قومی جراید** کی حمایت اور اعانت کے پہلو کو مدِ نظر رکھے۔ اور اس کے علاوہ جب آئے دن قومی ضروریات کے لئے دستِ سوال دراز کرنا پڑتا ہے تو اس میں مختلف اپیلیں اور تحریکیں قریباً سب کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اسی اور دوسری قسم کے خیالات سے متاثر ہو کر میں نے کسی قسم کی اپیل **الحکم** کے لئے نہیں کی۔ لیکن یہ امر ہمیشہ دل میں ہمیشہ کھٹکتا رہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو **الحکم** کی اشاعت اور تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا جاوے اور اس طرح پر وہ مقصد اور غرض جس کے لئے وہ جاری ہوا ہے زیادہ صفائی اور خوبی سے پوری ہو۔ اس کے ساتھ ہی **الحکم** کے **استحکام اور استقلال** کے لئے بھی مختلف تجاویز اور تدابیر میرے سر میں آتی رہیں مگر میں نے ان کو کاغذی لباس پہنا کر شائع نہیں کیا اس لئے کہ میں نے انہیں قبل از وقت سمجھا۔ **الحکم** کے **مفید اور موثر الشیوع** بنانے کے لئے اس کے کارخانہ میں چھاپنے کی مشین مہیا کی گئی لیکن مشین چاہتی ہے بہت سے کام کو اور اس کی مقدار ابھی یہاں پوری نہیں اس وجہ سے **مشین** کا لگانا مالی پہلو سے چنداں مفید ثابت نہیں ہو سکتا اس وقت تک جب تک کہ مطبع کا ذاتی کام اتنا نہ ہو کہ ایک مشین باقاعدہ جاری رہ سکے اس کے لئے **تالیفات مفیدہ** کا ایک سلسلہ ہونا چاہئے۔ اور وہ سلسلہ روپیہ کی کثیر مقدار چاہتا ہے بہر حال جب اللہ تعالیٰ چاہیگا اور جس طرح پر چاہے گا اس سلسلہ کو مفید اور بابرکت بنا دے گا مجھے اللہ تعالیٰ نے نہ گھبرانے والا اور ہمت نہ ہارنے **والا دل عطا** کیا ہے **والحمد للہ علی ذالک** اس یا اسی قسم کی تکالیف اور مشکلات میں آج تک مایوس نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ ہوں گا۔ بہر حال یہ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس کارخانہ کی اعانت اور حمایت کے لئے جو اس سے ممکن ہو کرے۔ اسی سلسلہ میں میں نے پسند کیا ہے کہ **الحکم** کی ایک اشاعت پوری دس ہزار چھاپ کر شائع کی جاوے اگرچہ **دس ہزار** کی تعداد اس زمانہ میں جبکہ عام اخبارات دس دس ہزار چھپ رہے ہیں اپنے اندر کوئی خصوصیت نہیں رکھتی لیکن جبکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ باقاعدہ شائع ہونے والے مذہبی اخبارات میں سے کوئی **دس ہزار** چھاپ کر تقسیم نہیں کیا گیا تو یہ خصوصیت قائم رہتی ہے۔ ہاں اس کے ساتھ یہ امر ملحوظ قوم رہنا چاہئے کہ آئندہ کے لئے اس دس ہزار کی اشاعت کو **باقاعدہ قائم** رکھنے کے لئے کوئی انتظام ضروری ہے اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ جدید خریداران کے بہم پہنچانے کی فکر ہو۔ فی الحال یہ پرچہ جو میں دس ہزار شائع کروں گا وہ انشاء اللہ

۱۰-اکتوبر ۱۹۰۸ء

کا الحکم ہوگا۔ اس نمبر کی اشاعت پر **چار سو روپیہ کے قریب** خرچ آئیگا اگر ہمارے سو دوستوں نے بھی اس کے لئے اعانت کی تو یہ **دہ ہزاری** نمبر اُن کی اعانت اور مروت کا ایک نمونہ ہوگا اور سعی فی الدین میں اُن کے لئے قابل قدر یادگار صدقہ جاریہ کی ہوگی۔ میں کسی ایک یا دوسرے دوست کا نام لیکر اعانت کی درخواست نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جس جس کو چاہے گا توفیق دیگا یہ **دہ ہزاری نمبر** اپنے اندر بہت سی خصوصیتیں رکھیگا اور اس کے مضامین انشاء اللہ العزیز سلسلہ عالیہ احمدیہ کی چوٹی کے بزرگوں کے قلم سے لکھوائے جائینگے اور ان مضامین میں یہ امر رکھا جائیگا کہ جو لوگ باوجود سلسلہ سے ناواقف ہونے کے اس ایک نمبر کو بھی پڑھ لیں وہ جہاں سلسلہ کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو سکیں وہاں انہیں سلسلہ کی **عظمت** اور صداقت کے دلایل پر بھی اطلاع مل جاوے۔ یہ چاہئے کہنا تو قبل از وقت ہی ہوگا کہ یہ نمبر کس قسم کا ہوگا۔ ہاں کوشش کی جاویگی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق مانگی جاریگی کہ دہ ہزاری نمبر ایک **مفید اور نمونہ** نمبر ہو۔

یہ نمبر اصل خریداران کے سوا اُن لوگوں کی خدمت میں بھیجا جاویگا۔ جو مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں اور باوجود بلحاظ اپنی وجاہت اور پوزیشن کے ایسے لوگ ہیں کہ اُن سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ آزادی اور بے تعصبی سے اسے پڑھیں گے۔ اس پہلو سے یہ نمبر ایسے دس ہزار آدمیوں کے پاس انشاء اللہ بھیجا جاوے گا جو تعلیم یافتہ اور معزز ہوں۔ اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے میں اپنے دوستوں سے ایسی فہرستوں کی اعانت کی اُمید کرتا ہوں جو وہ ایسے لوگوں کی بہم پہنچا سکیں۔ اس قسم تمام فہرستیں آخیر اگست ۱۹۰۸ء تک پہنچ جانی چاہیں۔

اس دس ہزاری نمبر کے ساتھ بطور ضمیمہ معتبر اور مشہور کارخانوں کے ایسے اشتہارات بھی شائع ہو سکینگے جو ایک مذہبی اخبار کی شان اور حیثیت کے خلاف نہوں۔ ایسے اشتہاروں کے نرخ کیلئے قبل از وقت فیصلہ کر لینا چاہئے اس لحاظ سے کہ اخبار کی اشاعت میں ایک معتد بہ ترقی ہو **آخیر اگست ۱۹۰۸ء** تک کے لئے میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس اثنا میں جس قدر جدید درخواستیں الحکم کی خریداری کے لئے آئیں گی ان میں سے پہلی پچاس درخواستوں کے خریداران کو ۱۹۰۳ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کے الحکم کے پُرانے فائل جو اب تک خاص درخواستوں کے سوا دس روپیہ سالانہ پر دئے گئے ہیں صرف **صـہ** پر دئیے جاوینگے اور اس کے بعد کی ... درخواستوں کو سورۃ بقرہ کی مکمل تفسیر جو ... پر دی گئی ہے صرف ... پر دی جاوے گی۔ اس کے علاوہ کارخانہ الحکم کی دوسری تصانیف کے متعلق **ایک اور رعایت** بھی کی جائے گی جس کے لئے علیحدہ اشتہار ہوگا۔

اب قوم کا فرض ہے کہ وہ اس مقصد میں میری اعانت کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا حامی اور ناصر ہوگا۔

گر مخلصانہ حق سے ہوگی دعا ہماری
خالی نہیں رہیگا۔ دستِ سوال اپنا

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر

چہ گویم با تو از آئی جہاد قادیاں ہیں - دوا ہینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

قیمت پیشگی سالانہ

نمبر ۳۶ | قادیان دار الامان مورخہ ۲ - جون سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

وفات مسیح پر ایک چٹھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرضداشت بہ خدمت شریف برادران سیالکوٹ شملہ - لدھیانہ - امرتسر - گوجرانوالہ - گجرات - جہلم - راولپنڈی پشاور - جموں - فیروزپور - بھیرہ اور تمام برادران پنجاب و ہندوستان اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - آپ نے سُن لیا ہوگا ہمارے امام ہمام مسیح موعود مہدی مسعود علیہ التحیۃ والسلام اپنے "پیارے اللہ" سے جا ملے ہیں اور آپ نے مکرمی ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کی تحریر سے یہ بھی خوب اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اس جانکاہ موقع پر حضور علیہ السلام کے عیال و اطفال نے کیسا قابل قدر نمونہ دکھلایا ہے کہ انھوں نے ایسے پُر معنے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں جن سے اُن کی پختگی ایمان اور صفائی معرفت کا پتہ لگتا ہے چونکہ میں بھی اس موقعہ پر حاضر تھا اس لئے میرا دل بھی اُن کے پاک نمونہ سے متاثر ہوا اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں تک اس بات کو پہنچا دوں جس نے ایسے خوفناک موقع پر ہمیں صبر و استقلال عنایت کیا تا کہ وہ بھی تسلی پائیں۔

حضور علیہ السلام کی موت کوئی انوکھی موت نہیں اور صرف یہی موت نہیں جس نے ایک قوم کو شکستہ دل و پریشان کیا ہے بلکہ اس سے پیشتر کے نمونوں پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت اللہ یہی ہے - حضرت فخر الرسل خیر البریۃ محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی چاکری اور غلامی کا دعوے ہمارے امام علیہ السلام کو تھا تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے - کیا بظاہر اُن کی موت قبل از وقت نظر نہ آتی تھی کیا اکابر صحابہ کو سخت صدمہ نے حد سے زیادہ بیقرار نہ کر دیا تھا اور کیا ایسا نہ ہوا تھا کہ اُن میں سے اکثروں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی طور پر مر جانے کا انکار کر دیا تھا - بے شک یہ سب کچھ ہوا - اور مسیلمہ کذاب آپ کے بعد تک زندہ رہا - اور مخالفوں نے وہ مضحکہ اڑایا وہ وہ شُتر بازی کی جس کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی - اور مسلمانوں کو بہت ہی سخت تنگ کیا یہاں تک کہ بہت سے ضعیف الاعتقاد جماعت محمدیہ سے علیحدہ ہو گئے اور تاریخوں میں بڑے بڑے خطرناک نقشے کھینچے ہیں جن نقشوں کا نقشہ اس جملے سے کر سکتے ہیں ارتدت العرب علی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے خطرناک موقع پر تمام عرب مرتد ہو گیا - پر کیا اس اضطراب اور اس ارتداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کا استیصال ہو گیا کیا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنیوالوں کی فتح ہوئی نہیں اللہ تعالیٰ نے خود مذہب اسلام کو دنیا کیلئے پسند فرمایا تھا اور اسکے پھیلانے کیلئے ایک پاک نفس مزکی و مطہر انسان کو چنا تھا جتنا کام اس سے لینا مناسب تھا تمام لیا اور جتنی تعلیم پاک کی تخم ریزی منظور تھی اسکے پورا کرنیکے بعد سرور کائنات کو بلا لئے مریدین میں سے اُٹھا لیا اور ان مریدین پر آزمایش و امتحان نازل فرمایا تا کہ پاک اور خبیث میں تمیز کر دی اور ان بزرگوں کو جو صبر و استقلال کیساتھ تعلیم اسلام کے پھیلانے کیلئے مستعد ہو کر کھڑے ہو جائیں انکو بڑے بڑے درجات عطا فرماوی - بڑا ہی رحیم کریم خدا ہے جو ہمارے لئے ایسی موقعہ نکالتا ہی جنکے امتحان ہو تو نہ ہم تک آئیں جنکے انعامات کی امید نہیں ہو سکتی - رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو مرتد ہو گئے پر وہ لوگ اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور وہ لوگ جنھوں نے استقامت کے ساتھ کمر ہمت کو باندھا اور تعلیم پاک کے پھیلانے میں سرگرمی دکھلائی اُنکے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے تکمیل کی انکو بڑے بڑے درجات عطا فرمائے اور اُن کی ہمت ہی کہ آج ہم اسلام میں داخل ہیں اور ہم ان کے ممنون ہیں اور اُنپر تہ دل سے درود بھیجتے ہیں - و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیا و سیجزی اللہ الشاکرین - یعنے وہ لوگ جنھوں نے اسلام چھوڑ دیا اُنھوں نے خدا تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ خود اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالا اور وہ لوگ جو استقلال و استقامت سے کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بادشاہ کر دیا وہ غریب تھے اُنھوں نے اپنا مال خرچ کر دیا اللہ تعالیٰ نے دولت ہی دولت اُن کے گھر و نمیں جمع کر دی - اور مکہ معظمہ کی گلیوں میں اشرفیاں لیکر نکلتے ہیں کہ کوئی فقیر ملے تو اُس کو دیں پر محتاج و فقیر کوئی نہیں ملتا جو خیرات لے - یہ فضل یہ کرم یہ نقطہ نوازی بے شک اُس غیور ذات کا خاصہ ہے - دنیا کے بادشاہ بھی خدمات کا بدلہ دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ جو بڑا ہی علیم ہے اور جو بڑا ہی غنی ہے اور جو ملا رب ہے وہ ہمیں کیونکر عظیم الشان اجر نہ دے وہ کبھی کسی کا احسانمند ہوتا ہی نہیں اُس کی راہ میں روپیہ خرچ کرو تا کہ دولتمند کئے جاؤ - اُس کی راہ میں جان خرچ کرو تا کہ ابدی زندگی حاصل کرو - اُس کی راہ میں ذلت اختیار کرو تا کہ تمہاری بڑی عزت کی جاوے - رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات سے اور آپ کے متبعین کے ہاتھ پر فتح اسلام کی تکمیل سے ہمیں یہ یقین آتا ہے کہ جس مذہب کو خود قائم کرتا ہی اس مذہب اور اس مذہب کے پیرو کبھی ذلیل نہیں ہوتے - خدا تعالیٰ اُن سے بڑے بڑے کام لیتا ہی خدا تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا ہی دنیا کی سلطنتوں کو اُنکے پاؤں کی چوکی بنا دیتا ہے اور ابد الآباد تک ان کے نام لیوا رکھتا ہے جو ہمیشہ دردِ دل سے اُنپر درود بھیجتے ہیں - افسوس ہوگا اور بہت ہی سخت افسوس ہوگا ہماری جماعتوں کے لئے جن کے سامنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سچا واقع موجود ہو اور ان کے متبعین کا سخت ابتلاء بھی سامنے موجود ہو اور اُن کے نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی تائید موجود ہے اور پھر وہ گھبرا جائیں یہ گھبرانے کا وقت نہیں - وہ رب العالمین جسکو منظور ہے کہ سچی تعلیم اسلام دنیا میں پھیلے اور تاریکی و ظلمت فسق و فجور دنیا سے دور ہو اور دنیا میں امن و صلح پھیلے وہ بڑا ہی غیور خدا ہے اُس نے خود حضرت مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا اور اُس نے خود اس تعلیم کے پھیلانے کا حکم دیا کیا وہ اس تعلیم کی اشاعت کی تکمیل خود نہ کریگا کریگا اور ضرور کریگا - پر مبارک ہیں وہ جو اس تائید میں حصہ لینے والے ہیں خدا کا کلام اٹل ہے ضرور ہو کر رہے گا - میرا دل چاہتا ہی کہ اپنے بھائیوں کے دلوں میں یہ یقین بٹھا دوں کہ وہ اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ دیں - غیر نہیں جانتے پر ہم جماعت احمدیہ خوب معرفت رکھتے ہیں کہ ہمیں کیسی سچی و پاک تعلیم دیگئی ہے - کیا لطیف ایمان باللہ ہمیں حاصل ہے ہمارے دل میں بھی نہیں گذرتا کہ وہ امن و صلح کے پیدا کرنے والی تعلیم کا استیصال ہونے دیگا وہ خدا جسکے ساتھ ہمیں از سر نو تعلق ہوا ہے ہم جانتے ہیں اور وہ قادر مطلق خدا جانتا ہے کہ کس مضبوطی کے ساتھ ہمیں اسکی قادر مطلق ہونیکا یقین ہے وہ معرفت اور وہ اعتقاد جو ہم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وفات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر موعودہ آرٹیکل لکھنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شائع کردہ تحریر الوصیت کا ابتدائی حصہ شائع کروں جس کو پڑھکر ناظرین کے سامنے وہ نقشہ آجائیگا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا آپ پر کھولا گیا تھا۔ علم الغیب اور قدرتوں والے نے لیکر اسے پڑھو اور غور کرو کہ کس طرح پر خدا تعالیٰ نے قبل از وقت آپ پر اس واقعہ کی حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ میں جو آرٹیکل لکھنا چاہتا ہوں اس میں تاخیر کی یہ وجہ بھی ہے کہ میں نے پسند کیا کہ دوسرے مخالف اخبارات جو اس پر لکھنا چاہتے ہیں لکھ لیں پھر لکھوں اس لئے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر کسی کو حضرت اقدس کی وفات کے متعلق کوئی اشتہار یا اخبار ملے تو اسے میرے پاس ضرور بھیجدیں۔ اب میں زیادہ تمہید کو چھوڑ کر ذیل میں الوصیت کے موعودہ حصہ کو درج کرتا ہوں (ایڈیٹر)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علے رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارہ میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لئے جو میرے کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے میں اس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے جو عربی زبان میں ہوئی ہے اور بعد میں اردو کی وحی بھی لکھی جائیگی۔ قرب اجلک المقدر ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔ قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئا۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ تموت وانا راض منک۔ جاء وقتک ونبقی لک الآیات باھرات۔ جاء وقتک ونبقی لک الآیات بینات۔ قرب ما توعدون۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ انہ من یتق اللہ ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (ترجمہ) تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑینگے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دور اور دفع کر دینگے اور کچھ بھی ان میں سے باقی نہیں رکھینگے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو۔

اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں ان میں سے تجھے کچھ دکھاویں یا تجھے وفات دیدیں۔ تو اس حالت میں فوت ہوگا جو میں تجھ سے راضی ہونگا اور ہم کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کیلئے ہمیشہ موجود رکھینگے جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے اپنے رب کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اس جگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑینگے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں (۱) اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہیگا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنیوالوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بدگوئی سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھا لینگے اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دینگے تب ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے بیہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائینگے۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت اردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئیگا۔

حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائیگی اور زلزلے آئینگے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ پھر وہ جو توبہ کرینگے اور گناہوں سے دستکش ہو جائینگے خدا ان پر رحم کریگا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کرینگے اور ان راہوں کو اختیار کرینگے جو خدا کو پسند ہیں ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اگر دنیا کی آنکھ کھلتی تو وہ دیکھتی کہ میں صدی کے سر پر ظاہر ہوا اور چہارم حصہ کے قریب اس چودھویں صدی کا بھی گذر گیا اور احادیث کے مطابق عین میرے دعویٰ کے وقت رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن بھی ہوا اور طاعون بھی ملک میں ظاہر ہوئی اور زلزلے بھی آئے اور آئینگے مگر افسوس ان پر جنہوں نے دنیا سے پیار کیا انہوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں تجھے اس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔

اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی اور فرمایا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوگی اس لئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے لیکن خدا سے ڈرنیوالے بچائے جائینگے۔ خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہونگے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائینگی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئینگی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کیساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں

[illegible] خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اس کے نبی غالب رہینگے

ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا

اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جاوے گی۔

اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔ اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی

خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری

ہو ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ منہ

جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے

ہر ایک حرکت اور نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمایش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے۔ اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندھیاں چلینگی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کرینگی۔ اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائینگے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سننے والو سنو!! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لا شریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے۔ اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا۔ اور مبدا ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے۔ اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں اور اُس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام روح اور ان کی طاقتیں اور تمام ذرات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور وہ اپنی قدرتیں اُن کو دکھلاتا ہے اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اُسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے۔ اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک

دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے

اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں

اُن کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں

رہی کیونکہ نبوت محمدیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئیگی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں۔ بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں اُمتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی

جمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہ تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اس کا سکھانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔ مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کے محویت کے آئینہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح انکو نصیب ہوا۔

٭ باوجود اس کے خوب یاد رکھنا چاہئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اسکا عمل قیامت تک ہے۔ منہ

پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئی یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ۔ و امامکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے وفات دیدی جیسا کہ خدا تعالیٰ کی صاف اور صریح آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اسپر شاہد ہے جس کے معنے آیات متعلقہ کے ساتھ یہ ہیں کہ خدا قیامت کو عیسیٰ سے پوچھیگا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو ان پر شاہد تھا اور ان کا نگہبان تھا اور جب مجھے تو نے وفات دیدی تو پھر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔ اب اگر کوئی چاہے تو آیت فلما توفیتنی کے یہ معنے کرے کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی

. . . .

. . . .

چاہے تو اپنی ناحق کی ضد سے باز نہ آ کر یہ معنے کرے کہ جب تو نے مع جسم عنصری مجھے آسمان پر اٹھا لیا۔ بہر حال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئے ہوتے اور صلیب توڑی ہوتی تو اس صورت میں ممکن نہیں کہ عیسےٰ جو خدا کا نبی تھا ایسا صریح جھوٹ خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن بولیگا کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کہ میرے بعد میری امت نے یہ فاسد عقیدہ اختیار کیا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دیا۔ کیا وہ شخص جو دوبارہ دنیا میں آوے اور چالیس برس دنیا میں رہے اور عیسائیوں سے لڑائیاں کرے۔ وہ نبی کہلا کر ایسا مکروہ جھوٹ بول سکتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں پس جبکہ یہ آیت حضرت عیسیٰ کو دوبارہ آنے سے روکتی ہے ورنہ وہ دروغ گو ٹھیرتے ہیں۔ تو اگر وہ مع جسم عنصری آسمان پر ہیں اور بموجب تصریح اس آیت کے قیامت کے دن تک زمین پر نہیں

اتریں گے تو کیا وہ آسمان پر ہی مریں گے اور آسمان میں ہی اُن کی قبر ہوگی لیکن آسمان پر مرنا آیت فیھا تموتون کے برخلاف ہے۔ پس اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے بلکہ مر کر گئے اور جس حالت میں کتاب اللہ نے کمال تصریح سے یہ فیصلہ کر دیا تو پھر کتاب اللہ کی مخالفت کرنا اگر معصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر میں نہ آیا ہوتا تو بعض اجتہادی غلطی قابل عفو تھی لیکن جب میں خدا کی طرف سے آگیا اور صحیح اور سچے معنے قرآن شریف کے کھل گئے تو پھر بھی غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں میرے لئے خدا کے نشان آسمان پر بھی ظاہر ہوئے اور زمین پر بھی۔ اور صدی کا بھی قریباً چوتھا حصہ گذر گیا اور ہزارہا نشان ظہور میں آ گئے اور دنیا کی عمر سے ساتواں ہزار شروع ہو گیا تو پھر اب بھی حق کو قبول نہ کرنا یہ کس قسم کی سخت دلی ہے۔ دیکھو میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جسکی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنیوالا ہے وہ بہار کے دن ہونگے نہ معلوم کہ وہ ابتدا بہار کا ہوگا جبکہ درختوں میں پتا نکلتا ہے یا درمیان اُس کا یا اخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں تھا اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئیگا اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتا نکلنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے اسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہونگے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہیں گے۔ ٭

وحی الٰہی ۱۰ مئی ۱۹۰۸ء

ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار۔ عادت مبارک یوں تھی کہ جب کوئی وحی یا الہام یا کشف یا رویا آپ کو خواہ رات کے کسی بھی حصہ میں ہوتا تو آپ اُسی وقت اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ نوٹ بک ہمیشہ حضور کے پاس رہتی تھی۔ مگر نوٹ بک میں لکھنے کے واسطے آپ نے ترتیب صفحات کا کبھی خیال نہ رکھا تھا بلکہ رات کی وقت نوٹ بک کھولنے پر جو صفحہ نکلا وہیں بقید تاریخ وحی یا الہام وغیرہ درج کر دیا۔ مذکورہ بالا الہام حضرت اقدس ؑ کے کاغذات میں سے ایک علیحدہ پرچے پر حضرت اقدس ؑ کے خود اپنے ہی قلم کا لکھا ہوا ملا ہے حضرت صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت اقدس ؑ کی نوٹ بکوں کا مطالعہ فرما رہے ہیں ممکن ہے کہ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۱۲ مئی ۱۹۰۸ء قبل ظہر بمقام لاہور

پروفیسر ریگ جو کہ انگلستان کے رہنے والا ایک بڑا بھاری ماہر علم ہیئت ہے وہ تمام دنیا کی سیر کے ارادے سے وطن سے نکلا - اور علم ہیئت پر بڑے بڑے لیکچر دیتا پھرتا ہے چنانچہ چند روز سے لاہور میں وارد ہے اور ایک لیکچر لاہور میں بھی دیا جس میں بڑے بڑے انگریز لیکچر سننے کے واسطے شامل تھے حضرت مفتی صادق بھی حسن اتفاق سے اس لیکچر میں موجود تھے - لیکچر کے خاتمہ پر مفتی صاحب ممدوح نے پروفیسر صاحب سے ملاقات کی - اور حضرت اقدس کے دعاوی اور دلائل وغیرہ اُن کو سنائے - چنانچہ پروفیسر موصوف اسی وقت تیار ہو گیا کہ حضرت اقدس کے حضور حاضر ہو کر مفتی صاحب نے کہا کہ پہلے میں حضرت اقدس سے اجازت لیکر وقت مقرر کرالوں - پھر آپ کو لے جاؤنگا - چنانچہ حضرت اقدس نے اجازت دی - اور ۱۲ مئی قبل ظہر ملاقات ہوئی - ایڈیٹر

سوال - میں ایک علمی مذاق کا آدمی ہوں - میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمین جس میں ہم رہتے ہیں ایک چھوٹی سی زمین ہے - اور ہزار در ہزار اور لاکھ در لاکھ حصے اس کے علاوہ مخلوق الہی کے موجود ہیں - اور یہ اُن کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی بھی حقیقت نہیں رکھتی - تو پھر کیا وجہ کہ خدا کے نفس کو صرف اسی حصہ زمین یا کسی خاص مذہب و ملت میں ہی محدود رکھا گیا؟ -

جواب - دراصل یہ صحیح نہیں اور نہ ہی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ایک خاص فرقے یا قوم کے ذریعہ خدا اپنی ہستی ظاہر کرتا ہے - خدا کو کسی خاص قوم سے اُنس یا رشتہ نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے - اور جس طرح اس نے ظاہر جسمانی ضروریات اور تربیت کے واسطے مواد اور سامان تمام قسم کی مخلوق کے واسطے بلا کسی امتیاز کے مشترکہ طور سے پیدا کئے ہیں - اور ہمارے اصول کی رو سے وہ رب العلمین ہے - اور اس نے اناج - ہوا - پانی - روشنی وغیرہ سامان تمام مخلوق کے واسطے بنائے ہیں اسی طرح سے وہ ہر ایک زمانہ میں ہر ایک قوم کی اصلاح کے واسطے وقتاً فوقتاً مصلح بھیجتا رہا ہے - جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ -

خدا تمام دنیا کا خدا ہے کسی خاص قوم سے اس کو کوئی رشتہ نہیں

اور یہ جو مختلف اوقات میں مختلف آسمانی کتابیں آئی ہیں ان میں بھی دراصل کوئی اختلاف نہیں - کیونکہ جو قابل اصلاح امور ہوتے ہیں جب دنیا عملی رنگ سے بالکل بگڑ جاتی ہے اور فسق و فجور اور چوری شرارت وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں اور لوگ پاکیزگی سے دور ہو کر نفسانی شہوات کے مغلوب ہو جاتے ہیں - اور اعتقادی طور سے بھی خدا کو چھوڑ کر بُت پرستی کی طرف جھک جاتے ہیں تو پھر خدا جو انسان کا جسمانی اور روحانی مربی ہے اس کی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ ان مفاسد کی اصلاح کے واسطے کوئی شخص پیدا کرے - اور اس طرح کا مصلح

قانون قدرت سے باہر نہیں

جس طرح ہمارے واسطے وہ اناج جو حضرت آدم یا اور گذشتہ انبیاء کے وقت میں پیدا ہوا تھا - باعث زندگی نہیں ہو سکتا - اور وہ پانی جو پہلے لوگوں کے واسطے تھا ہماری پیاس نہیں بجھا سکتا - اسی طرح سے روحانی طور سے بھی ہمیں تازہ بتازہ روحانی غذا اور پانی کی ضرورت ہے - یہ عادت اللہ ہے کہ جس طرح سے جسمانی سلسلے کی پرورش اور تربیت کرتا ہے اور گذشتہ پرورش کافی نہیں ہوتی اسی طرح سے روحانی سلسلہ کا حال ہے - اور روحانی جسمانی دونو سلسلے پہلو بہ پہلو چلتے ہیں - اگر کوئی شخص خدا سے ہی منکر ہو تو اس بحث کا الگ ایک طریق ہے - خدا کے قائل کو چاہیے کہ دونوں سلسلوں کو بالمقابل رکھکر ایک ہی نظر سے دیکھکر فائدہ اٹھائے - جس نے جسمانی سلسلہ پیدا کیا ہے

اسی نے روحانی سلسلہ پیدا کیا

ہے - جس طرح وہ جسمانی سلسلہ کی تازہ بتازہ پرورش کرتا ہے اسی طرح سے وہ روحانی سلسلہ کی بھی تازہ بتازہ پرورش کرتا ہے - جس طرح جسمانی حالت ایک تازہ پانی کی محتاج ہے اسی طرح روحانی حالت بھی تازہ آسمانی وحی کی محتاج ہے - جس طرح جسم بغیر پرورش کے مرجاتا ہے اسی طرح روح بھی بجز پرورش کے مردہ ہو جاتی ہے - روحانی امور میں اگر ہمیشہ گذشتہ ہی گذشتہ کا حوالہ دیا جاوے تو بجز اس کے کہ روحانی حالت ایک مردہ حالت ہو جاوے گی اور کیا ہو سکتا ہے؟

خدا ہمیشہ طبعاً چاہتا ہے کہ وہ پہچانا جاوے - وہ اپنی شناخت اور زندگی کے ثبوت میں ہمیشہ حقائق - معارف اور تازہ بتازہ نشان دکھایا کرتا ہے - اور یہ امور کوئی عقلی استنباط ہی نہیں رکھتے - یہی سلسلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے - ہزاروں لاکھوں انبیاء آئے - انہوں نے عملی طور سے ثبوت دے کر دنیا پر حجت پوری کی - اب کوئی شخص صرف یہ کہکر کہ میں سائنس دان یا فلاسفر ہوں ایک ایسی متواتر اور ثابت شدہ شہادت کو کیسے توڑ سکتا ہے - چاہیے کہ جس طرح سے اس گروہ پاک نے عملی زندگی اور نمونے سے اپنے دعوے کا ثبوت دیا اسی طرح سے اس کا رد بھی کیا جاتا -

ہاں البتہ - ان لوگوں کو یہ کہنے کا حق پہنچتا تھا - کہ پرانے قصے کہانیاں کیوں پیش کی جاتی ہیں - کوئی زندہ نمونہ یا ثبوت پیش کیا جاوے - سو اس کے واسطے ہم تیار ہیں - صرف ہیئت دان اپنی ہیئت وغیرہ یا نظام شمسی میں غور کرنے سے خدا کے وجود کا یقینی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکتا - البتہ ایک امکان پیدا ہو سکتا ہے - کہ خدا ہونا چاہیے - یہ بات کہ

خدا ہے اور یقیناً ہے

ہمیشہ انبیاء کے پیش کردہ اصول سے ہی ثابت ہوتا رہا ہے - اگر ہماری طرح کے انسان دنیا میں نہ آتے تو خدا کے ثبوت کا کوئی حقیقی اور کامل ذریعہ ہرگز ہرگز دنیا میں نہ ہوتا - زیادہ سے زیادہ اگر کوئی منصف مزاج ہوتا اور شرافت بھی اس کے حصہ میں آئی ہوتی تو اس ابلغ اور محکم ترتیب اور نظام شمسی وغیرہ سے اتنا نتیجہ نکال سکتا تھا کہ خدا ہونا چاہیے - باقی یہ امر کہ

یقیناً خدا ہے اور وہ دنیا کا مالک متصرف اور حکمران ہے

بجز خدا سے آکر خدا نمائی کرنے والوں کے ممکن نہیں - وہ لوگ مشاہدہ کرانے والے ہوتے ہیں - اور تازہ بتازہ نشانوں کے پیش کرنے سے گویا خدا کو دکھا دیتے ہیں -

سوال - لکھا ہے کہ ایک آدم اور حوا تھے - حوا ایک کمزور عورت تھی - اس نے ایک سیب کھا لیا - اب اس کے ایک سیب کھانے کی سزا ہمیشہ جاری رہیگی - یہ امر میری سمجھ میں نہیں آتا - اور کہ یہ زمین جس سے ہمارا تعلق ہے - اس کے سوا اور ہزاروں کروڑوں سلسلے خدا نے پیدا کئے ہیں تو خدا کی قدرت اور انعامات کو کیوں اس زمین تک محدود کیا جاتا ہے؟

جواب - ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے - ہم یہ نہیں کہتے کہ بس آسمان اور زمین کے سوا اور کوئی سلسلہ ہی نہیں - بلکہ ہمارا خدا کہتا ہے کہ وہ رب العلمین ہے - یعنی کہ وہ کل جہانوں کا رب ہے - اور کہ جہاں جہاں کوئی آبادی ہے وہاں وہاں ہی اس نے رسول بھیجے ہیں - عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتی جس خدا نے اس ایک چھوٹی سی زمین کے واسطے اتنا وسیع سامان پیدا کیا اس نے کیوں دوسری تمام آبادیوں کے واسطے سامان پیدا نہ کئے ہوں گے؟ - وہ سب کا یکساں رب ہے - اور سب کی ضرورتوں سے واقف -

باقی یہ کہنا کہ انسانی رنج و محن حوا کے سیب کھانے کی وجہ سے ہیں۔ اسلام کا یہ عقیدہ نہیں۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ **لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی**۔ زید کے بدلے بکر کو سزا نہیں مل سکتی۔ اور نہ ہی اس سے کچھ فائدہ متصور ہے۔ حوا کی سیب خوری ان مشکلات اور رنج و سزا کا باعث نہیں ہے۔ بلکہ ان کے وجوہات قرآن نے کچھ اور ہی بیان فرمائے ہیں۔

سوال۔ دو باتیں میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ **گناہ کیا چیز ہے**۔ ایک ملک کا انسان ایک امر کو گناہ یقین کرتا ہے۔ حالانکہ ایک دوسرے ملک کا انسان اسی امر کو گناہ نہیں سمجھتا۔ انسان دور ایک کیڑے سے ترقی کرتا کرتا انسان بنا۔ اور پھر عقل و بلوغ میں امتیاز حاصل کیا۔ صداقت اور جھوٹ میں فرق کیا۔ نیکی اور بدی کو سمجھا۔ گناہ اور ثواب کا علم پیدا کیا۔ بایں ہمہ پھر اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک امر ایک شخص کے نزدیک گناہ دوسرا اس کو گناہ نہیں سمجھتا اور کرتا ہے۔

دوسرا یہ کہ شیطان کیا چیز ہے۔ خدا کے اس علم اور قدرت کا مالک ہوتے ہوئے بھی شیطان کا اس قدر غالب پایا جانا کہ اس کی اصلاح کے واسطے خود خدا کو دنیا میں آنا پڑا اس سے کیا مراد ہے۔

جواب۔ اصل میں جو لوگ خدا کی ہستی کو مانتے رہے ہیں ہم ان کے مذاق پر گفتگو کرتے ہیں **خدا کی ذات** انسان کی زندگی کے واسطے ایک

دائمی راحت اور خوشی کا سرچشمہ

ہے۔ جو شخص اس سے الگ ہوتا ہے۔ یا کسی نہ کسی پہلو سے اس کو چھوڑتا ہے اس حالت میں کہا جاتا ہے کہ اس شخص نے **گناہ کیا**۔ خدا نے فطرت انسانی پر نظر ڈال کر جو اعمال باریک در باریک رنگ میں خود انسان کی اپنی ہی ذات کے واسطے مضر پڑنے والے تھے ان کا نام بھی گناہ رکھا۔ گو بعض اوقات انسان ان کی مضرت کو نہ سمجھ سکتا ہو۔ مثلاً چوری کرنا اور دوسروں کے حقوق میں دست اندازی کر کے ان کو نقصان پہنچانا۔ گویا خود اپنی پاک زندگی کو نقصان پہنچانا ہے۔ زانی کا زنا کرنا اور دوسروں کے حق میں دست درازی کرنا ہے اور خود اپنی فطرت کی پاکیزگی کو برباد کرنا اور طرح طرح کے مشکلات جسمانی روحانی میں مبتلا ہونا ہے۔ اسی طرح سے

وہ امور بھی جو فطرت انسانی کی پاکیزگی اور طہارت کے خلاف ہوں

گناہ کہلاتے ہیں۔ اور پھر ان امور کے لوازم قریبہ یا بعیدہ بھی گناہ کے ضمن میں ہی سمجھے جاتے ہیں۔ خدا جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ علیم والا انسان اور ذرہ ذرہ کا خالق حقیقی ہے اور وہ ان کے خواص کا بھی خالق اور دانا ہے وہ اپنی کامل حکمت اور کامل علم سے ایک بات تجویز کرتا ہے یہ تمہارے حق میں مفسد ہے اس کا ارتکاب ہرگز ہرگز تمہارے حق میں مفید نہیں بلکہ سراسر مضر ہے تو انسان ہاں سلیم الفطرت انسان کا یہ کام نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ڈاکٹر جب ایک مریض کے واسطے کوئی پرہیز تجویز کرتا ہے تو بیمار کس طرح بے چون و چرا اس کی تعمیل کرتا ہے کیوں ایسا کرتا ہے؟ اس لئے کہ وہ ڈاکٹر کو اپنے سے زیادہ وسیع معلومات رکھنے والا یقین کرتا ہے۔ غرض اسی طرح بعض امور ایسے بھی ہیں کہ وہ انسان کے جسم یا روح کے واسطے مضر ہوتے ہیں خواہ انسان سمجھے یا نہ سمجھے۔ بعض امور ایسے ہیں کہ اگر خدا ان کے واسطے نہ بھی حکم دیتا تو بھی وہ مضر ہی تھے۔ طب جسمانی میں بھی بعض گناہ رکھے گئے ہیں۔ قواعد طب کا علم نہ ہونا عذر نہیں ہو سکتا اس شخص کے واسطے جو خلاف ورزی قواعد طب کرتا ہے اگر کسی کو یقین نہ ہو تو ڈاکٹروں اور اطباء سے پوچھ لو۔ یاد رکھنے کے لائق نقطہ یہی ہے کہ گناہ کی جڑ وہی امور ہیں جن کے کرنے سے سچی پاکیزگی اور تقویٰ طہارت سے انسان دور جا پڑے۔

خدا کی سچی محبت اور اس کا وصال ہی سچی راحت اور حقیقی آرام ہے

پس خدا سے دوری اور الگ ہونا بھی گناہ اور باعث دکھ اور رنج و مصیبت ہے۔ جن باتوں کو خدا اپنی تقدیس کی وجہ سے پسند نہیں کرتا وہی گناہ ہے۔ اگر بعض امور میں لوگوں کا اختلاف ہے تو دوسری طرف اکثر حصہ گناہ کا دنیا میں مشترکہ طور سے مسلم ہے۔ جیسے چوری۔ زنا۔ اور ظلم وغیرہ ایسے امور ہیں کہ تمام مذہب و ملت کے لوگ مشترکہ طور سے ان کو گناہ ہی یقین کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ

گناہ کی جڑ وہی امور ہیں جو خدا سے بعید کرتے ہیں خدا کی تقدیس کے منافی ہیں۔ خدا کے ذاتی تقاضے کے برخلاف اور فطرت انسانی کیواسطے مضر ہیں وہی گناہ ہیں

ہر انسان گناہ کو محسوس کرتا ہے۔ دیکھو جب کوئی کسی بے گناہ کو طمانچہ مارتا ہے اور جانتا ہے کہ میرا حق نہیں کہ ایسا کروں وہ آخر ایک وقت جب ٹھنڈے دل سے بیٹھے گا اپنے دل میں خود نادم اور شرمندہ ہوگا اور محسوس کریگا کہ میں نے برا کیا۔ ایک انسان جو کسی بھوکے کو کھانا دیتا ہے۔ پیاسے کو پانی پلاتا ہے۔ ننگے کو کپڑا پہناتا ہے وہ اپنے اندر ہی اندر ایک قسم کا احساس پاتا ہے کہ میں نے نیکی کی اور اچھا کام کیا۔ انسان کا دل اور کانشنس نور ایمان ہر کام کے وقت اس کو معلوم کرا دیتا ہے کہ آیا اس نے ثواب کیا یا گناہ کیا۔

شیطان کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کی سرشت اور بناوٹ میں دو قوتیں رکھی گئی ہیں۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور یہ اس واسطے رکھی گئی ہیں کہ انسان ان کی وجہ سے آزمائش اور امتحان میں پڑ کر بصورت کامیابی قرب الٰہی کا مستحق ہو۔ ان دونوں میں سے ایک قوت نیکی کی طرف کھینچتی ہے۔ اور دوسری بدی کی طرف بلاتی ہے۔ نیکی کی طرف کھینچنے والی قوت کا نام ملک یا فرشتہ ہے۔ اور بدی کی طرف بلانے والی قوت کا نام شیطان یا بالفاظ دیگر یوں سمجھ لو کہ انسان کے ساتھ دو قوتیں کام کرتی ہیں۔ ایک داعی خیر اور دوسری داعی شر۔

اگر کسی کو شیطان اور فرشتہ کا لفظ گراں گذرتا ہے تو داعی سمجھ لے۔

انسان میں دو قوتوں سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ خدا نے کسی بدی کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ خدا نے جو کیا بلکہ خیر کیا ہے۔ دیکھو اگر دنیا میں گناہ کا وجود نہ ہوتا تو نیکی بھی نہ ہوتی۔ نیکی گناہ سے پیدا ہوتی ہے گناہ کے وجود سے ہی نیکی کا وجود پیدا ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کو زنا کا موقع ملتا ہے اور اس میں طاقت بھی موجود ہے اور پھر وہ گناہ سے بچتا ہے تو اس کا نام نیکی ہے۔ اگر کسی کو چوری۔ اور ظلم وغیرہ گناہ کے مواقع ملتے ہیں اور پھر وہ ان کے کرنے پر قادر بھی ہو بایں ہمہ وہ ان کا ارتکاب نہ کرے اور اپنے آپ کو بچا دے تو وہ نیکی کرتا ہے۔

گناہ کا موقع اور قدرت پاکر گناہ نہ کرنا ہی ثواب اور نیکی ہے۔

سوال۔ دنیا میں دو مختلف طاقتیں کام کرتی ہیں۔ مثبت اور منفی۔ اگر ہم ہمیشہ مثبت سے کام لیتے رہیں اور منفی سے کام نہ لیں تو ایک دن ایسا ہوگا کہ منفی آہستہ آہستہ جمع ہو کر زور پکڑ جاوے گی اور کسی وقت یکدفعہ پھوٹ کر دنیا کو تباہ کر دے گی۔ یہی حال نیکی اور بدی کا ہے۔ اگر تمام دنیا میں نیکی ہی نیکی

کی جاوے اور کوئی بدی نہ کرے تو اس طرح ایک دن بدی زور پکڑ کر دنیا کو تباہ کر دے گی۔

جواب۔ فرمایا دیکھو اگر ایک شخص چلا کر بولنے پر قادر ہی نہیں تو اس کا نرمی سے بولنا اخلاق فاضلہ میں سے نہیں سمجھا جاوے گا۔ اگر انسان ہمیشہ ایک ہی حالت پر قائم رہتا اور دوسرا پہلو بدل ہی نہ سکتا تو پھر نیکی نیکی ہی نہ رہ سکتی۔

افراط اور تفریط دونوں کی

[illegible] نیکی پیدا کرتی ہے۔ یکطرفہ حالات ہوتے اور دوسرے قویٰ انسان کو دیئے ہی نہ جاتے۔ اور انسان ہمیشہ نیکی کے واسطے ہی مجبور ہوتا بدی کرنے کی طاقت ہی اسے نہ ملتی تو پھر فرمانبرداری اور نیکی نام ہی کس چیز کا ہوتا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک حد تک اختیار دیا ہے۔ ادھر بھی پہلو بدل سکتا ہے۔ نیکی کی بھی طاقت ہے اور بدی کا بھی اختیار۔ اب جیسا کرے گا۔ اس کا اجر پاوے گا۔

دیکھو اگر اخلاق بد نہ ہوتے تو اخلاق فاضلہ کن کا نام ہوسکتا۔ اخلاق رذیلہ ہوئے جب ہی اخلاق فاضلہ بھی ہوئے۔ کوئی اخلاق بد انسان کے ذہن میں ہوتے ہیں جب ہی تو انسان ان کا نقشہ ذہن میں رکھ کر اُن کی مذمت کرتا اور اخلاق فاضلہ کسی خاص کام کا نام رکھتا ہے اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ اگر ذہن میں کوئی کسی امر بد کا نقشہ موجود نہیں تو پھر اخلاق حسنہ بھی کچھ نہیں۔ ہمیشہ بدی سے ہی نیکی ممتاز کی جاتی ہے۔ اگر ایک ہی پہلو پیدا کیا جاتا تو

یقیناً کوئی اجر بھی نہ ہوتا اور کوئی خوشنودی بھی نہ ہوتی

رنج سے راحت۔ دکھ سے سکھ۔ ظلمت سے نور۔ کڑوے سے میٹھا۔ زہر سے تریاق۔ بد سے نیک اور گناہ سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ ضدیں دنیا میں پیدا نہ کی جاتیں تو پھر زندگی ہی بدمزہ ہو جاتی) اگر صرف ایک ہی پہلو ہوتا تو وہ تو فطرت میں داخل تھا۔ اسپر اجر کیا اور ثواب کیا؟ وہ ذریعہ رضامندی کیونکر ہوسکتا؟ وہ تو ایک مجبوری تھی کہ فطرتاً انسان سے اس کے مطابق ہی اعمال سرزد ہوتے۔ یاد رکھو کہ

انسان ذو اختیار بنایا گیا ہے

انسان کو اختیار ہے کہ نیکی کرے یا بدی۔ احسان کرے یا ظلم۔ مروت کرے یا بخل۔ ہمیشہ دونوں پہلوؤں کو لحاظ رکھ کر ہی کسی خاص انسان کے متعلق رائے زنی ہوسکتی ہے کہ نیک ہے یا بد۔ اعمال کا مفہوم یہی ہے کہ دوسری طرف بھی قدرت رکھتا ہو۔ جو انتقام لینے کی طاقت رکھتے ہوئے انتقام نہیں لیتا وہ نیکی کرتا ہے مگر جس کو انتقام کے واسطے مکا مارنے کا ہاتھ ہی نہیں دیا گیا وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں نے نیکی کی اور احسان کیا کہ مکا نہیں مارا۔

قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا

آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور خوبی کا مدار ہی دونوں پہلوؤں پر ہے جس کو ایک ہی قوت دی گئی ہے اور دوسری قوت ہی اُس کو عطا نہیں ہوئی

وہ تو ایک نقش ہے جو مٹ نہیں سکتا

جو شخص ملک اور شیطان کا انکار کرتا ہے وہ تو گویا بدیہات اور امور مجربہ مشہورہ کا انکاری ہے۔ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ لوگ نیکی بھی کرتے ہیں۔ اور ارتکاب جرائم بھی دنیا میں ہوتا ہے اور دو قوتیں دنیا میں برابر اپنا کام کر رہی ہیں۔ اور ان کا تو کوئی فرد بشر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کون ہے جو ان دونوں کا احساس اور اثر اپنے اندر نہیں پاتا؟ یہاں کوئی فلسفہ اور منطق پیش نہیں جاتی۔ جبکہ دونوں قوتیں موجود ہیں اور اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔

باقی یہ امر کہ اگر نیکی ہی نیکی کی جاوے تو بدی زور پکڑ کر دنیا کو تباہ کر دے گی۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس سے تعلق نہیں کہ ایسا ہو تو ایسا ہو اور ایسا ہو تو ایسا ہو۔ ہم اتنا دیکھتے ہیں کہ طبعیں مستعد بنائی ہیں کیا اخلاق فاضلہ کے واسطے اور کیا رذیلہ کے واسطے ہم اس سے آگے نہیں بڑھتے۔

سوال۔ عیسائیوں میں یہ ایک مسئلہ مشہور ہے کہ دنیا گمراہ ہوگئی تھی مگر خدا نے پھر شیطان سے اس کو خرید لیا یہ صحیح ہے؟

جواب۔ فرمایا کہ ہم ایسی لغو باتوں کے قائل نہیں ہیں یہ ایک لغویات ہے۔ عیسائیوں سے پوچھا جاوے۔

سوال۔ عیسائی عقاید سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم ایک اعلیٰ حالت سے ادنیٰ حالت کی طرف آ گئے تھے۔ حالانکہ انسان ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا ہے۔

جواب۔ فرمایا کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی ہم اس کو مانتے ہیں۔

سوال۔ میں آئندہ زندگی کو مانتا ہوں کہ وہ ایک چولہ ہے انسان اس کے ذریعہ ایک حالت سے دوسری حالت میں چلا جاتا ہے۔ مجھے سپرچولزم سے خاص دلچسپی ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ زندگی کس طرح سے ہوگی اور وہاں کیا کیا حالات ہوں گے؟

جواب

فرمایا بے شک اس زندگی کا خاتمہ ہو کر ایک اور نئے رنگ کی زندگی شروع ہوگی۔ مگر اس وقت ابھی وقت نہیں کہ اس کی تفصیل بیان کریں۔ جنہوں نے اس زندگی میں اچھی تخم ریزی کی ہوگی اُن کے واسطے ایک پاک سلسلہ شروع ہوگا اور جنہوں نے بری تخم ریزی کی ہوگی اُن کے لئے مشکلات اور عذاب کا سلسلہ ہوگا۔ اُس نئی زندگی کا ایک قسم کا تعلق اس زندگی سے بھی رہتا ہے اور بالکل ٹوٹ نہیں جاتا۔ مثال کے طور پر عالم خواب موجود ہے۔ بیداری میں ایک زندگی ہوتی مگر سونے ہی ایک عظیم الشان انقلاب آجاتا ہے بعض تفاصیل معلوم تو ہیں مگر اُن کا بیان اس وقت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس امر کے واسطے ایک لمبا وقت چاہیئے منٹوں میں یہ امر طے نہیں ہوسکتا۔

سوال لیڈی صاحبہ

آیا یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اس دنیا سے گذر گئے ہیں اور مر چکے ہیں اُن سے باتیں ہوسکیں یا کوئی تعلق یا واسطہ ہوسکے۔ اور اُن کے صحیح حالات معلوم کر سکیں؟

جواب

یہ بات ممکن تو ہے کہ کشفی طور سے روحوں سے انسان مل سکتا ہے۔ مگر اس امر کے حصول کے واسطے ریاضات شاقہ اور مجاہدات سخت کی اشد ضرورت ہے۔ ہم نے خود آزمایا ہے اور تجربہ کیا ہے اور بعض اوقات روحوں سے ملاقات کر کے باتیں کی ہیں۔ انسان ان سے بعض مفید مطلب امور اور دوائیں وغیرہ بھی دریافت کر سکتا ہے ہم نے خود حضرت عیسیٰؑ کی روح اور آنحضرتؐ اور بعض صحابہ کرامؓ سے بھی ملاقات کی ہے۔ اور اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہیں۔ لیکن انسان کے واسطے مشکل یہ ہے کہ جب تک اس راہ میں مشق اور قاعدہ کی پابندی سے مجاہدات نہیں کرتا یہ امر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ ہر ایک کو یہ امر میسر بھی نہیں آسکتا۔ اس واسطے اس کے نزدیک یہ ایک قصہ کہانی ہی ہوتی ہے اور اس میں حقیقت نہیں ہوتی۔

انسانی قلب بڑے بڑے عجائبات کا مرکز ہے

مگر جس طرح صاف اور عمدہ پانی حاصل کرنے کے واسطے سخت سے سخت محنت اُٹھا کر زمین کھودی جاتی ہے مٹی نکالی جاتی ہے۔ اور پھر صفائی کی جاتی ہے اسی طرح دل کے عجائبات قدرت سے اطلاع پانے کے واسطے بھی سخت محنت اور مجاہدات کی ضرورت ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ اصلیت اس امر کی ضرور مانی جاتی ہے جس کے ہم خود گواہ ہیں اور صاحب تجربہ۔

سوال۔ مجھے اس قسم کی ایک کمیٹی کی طرف سے بعض کاغذات آئے تھے۔ اور میری خاص غرض آپ کے پاس حاضر ہونے کی یہی تھی کہ ان کے متعلق آپ سے دریافت کروں اور آپ کی ہدایات سنوں۔ کیا آپ مجھ کو ایسا کچھ عزیز وقت دے سکتے ہیں؟

جواب۔ فرمایا کہ ان دنوں میں ہماری طبیعت بیمار ہے ہم

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینہ کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم باتو گر آلی جہا در قادیاں بینی
دو بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے ۔۔۔ صہ؎
۲۔ خواص و معاونین سے ۔۔۔ عہ
۳۔ ہندوستان سے باہر ۔۔۔ ے
۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۔۔۔ ے ۱۲
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔۔۔ ۱۲
(نوٹ) عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا

نمبر ۳۷ — قادیان دارالامان مورخہ ۶ جون سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ — جلد ۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ایک سبق

ناظرین الحکم الوصیت کا اقتباس الحکم کی گذشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہیں اسے پڑھ کر وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے آج سے قریباً اڑھائی سال پیشتر آپ کے واقعہ **وفات** کو کھول دیا تھا۔ اور کوئی امر اس میں ایسا مخفی نہیں رکھا تھا جس کے لئے مجھے یا کسی اور کو تاویل کرنے کی حاجت یا ضرورت ہو۔ اگرچہ یہ واقعہ آپ پر عرصہ سے کھل گیا تھا جسکو انشاء اللہ میں ثابت کرونگا کوئی سلیم الفطرت اور خدا ترس انسان حضور کی شائع کردہ کتاب **الوصیت** پڑھ لینے کے بعد واقعہ وفات پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن جیسا کہ سنت اللہ قدیم سے جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں پر جسطرح ان کی بعثت کے وقت ایک انقلاب عظیم ہوتا ہے اور انھیں طرح طرح سے ہدف ملامت بنایا جاتا اور ان کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کے منصوبے اور حیلے تراشے جاتے ہیں اسی طرح پر ان کی **وفات** پر بھی ایک شور عظیم مچایا جاتا ہے۔ **حضرت مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام منہاج نبوۃ پر مامور ہوکر آئے تھے وہ اس سنت سے اگر باہر رہ جاتے تو یقیناً آپ پر اعتراض کرنے والوں کو ایک حق پیدا ہو جاتا۔ لیکن خدا کا صادق اور برگزیدہ بندہ جسے اس نے اپنے ہاتھ سے معطر کیا تھا اور جسے اپنے مکالمات کا شرف عطا کرکے فرمایا

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

کبھی اور کسی حال میں بھی سنت انبیاء سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کی زندگی اس کے مشاغل اسکے حرکات و سکنات اسکی رفتار و گفتار غرض اس کی ہر ادا میں

اسوہ نبوت

موجود تھا اور یہی ایک امر تھا جس نے اس کی سچائی کو روز روشن کی طرح ظاہر کیا۔ وہ زندگی میں جس طرح پر اس شان کا مظہر تھا اسکی **موت** نے بھی اس حقیقت کو کھول کر عملی رنگ میں دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب سچی اسکی الاولوالعزم رسل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سچے اور تمام انبیاء علیہم السلام راستباز تھے اور **خدا** ہی ہے جو **حی و قیوم** ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **وفات** ایک ایسا مضمون ہے جو مستقل کتاب یا آپ کی پاک سیرۃ کا ایک مستقل باب ہو سکتا ہے اور اگر میں اس وقت اس وفات کے مختلف پہلوؤں پر بحث اور تنقید کرنے بیٹھوں تو میرا ایسا یقین ہے کہ میں ایسی راہ اختیار کرونگا جو مصلحت وقت کے صریح خلاف ہے۔ اس لئے میں اس راہ کو فی الحال ایک وقت کے لئے چھوڑتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق ملی تو احباب کو اس

زندگی بخش اور زندہ جاوید وفات

کے حقائق پھر سناؤنگا۔ اس وقت میں جماعت کی خدمت میں اس سبق کا ایک اشارہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی یہ **زندگی بخش اور زندہ جاوید وفات** ہمیں دے رہی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفوں کے اعتراض ہونگے مگر یہ اعتراض نئے نہیں آج ہی نہیں ہوئے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ کبھی وقت بھی مردار خوروں کی زبان سے اور قلم سے نہیں چھوٹ سکتے کیا ان کی زندگی اور بعثت پر اعتراض نہیں ہوا کرتے؟ کیا کوئی ہے جو کسی نبی رسول مجدد محدث کا پتہ دیوے جس کی زندگی۔ بعثت اور موت پر اعتراض نہ کیا گیا ہو؟ حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک لمبے سلسلے پر نظر کرو۔ اور دیکھو کہ

آدم اور ابلیس کا مقابلہ

کس کس رنگ میں اپنے نمونے دکھاتا رہا اور کس کس طرح پر مخلوق کو اغوا کرنے کے لئے سعی کی جاتی رہی۔ پھر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر نکتہ چینیاں ہوں اور اعتراض کئے جاویں تو کیا وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ ہم ان اعتراضوں کی پروا کریں؟ ہرگز نہیں۔

اس لئے نہیں کہ محض ضد یا ہٹ کے طور پر ان اعتراضات کو بے وقعت سمجھا جاوے نہیں بلکہ درحقیقت ان میں کوئی وزن اور وقعت ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی خوشی کے ساتھ ان اعتراضات کو سننے اور ان پر غور کرتے اگر اعتراض کرنیوالوں نے آپکی زندگی میں نہایت صاف دلی اور خدا ترسی سے آپ کی تبلیغ کو سنا ہوتا اور تقویٰ سے کام لیکر اس پر غور کیا ہوتا۔ جب آپ کی بعثت کے ساتھ ہی

انت کاذب انت کاذب

کی آوازیں چہار طرف سے بلند ہوئیں اور کفر کے فتوے شائع کئے گئے تو اب ان زبان درازوں کی بکواس کیا اثر پیدا کر سکتی ہے یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی بعثت جیسے عظیم الشان واقعہ ہوتا ہے اسی طرح پر ان کی وفات ایک **انقلاب عظیم** ہوتا ہے مگر جس طرح پر فراست صحیحہ سے کام لینے والے مومن اس کی ابتدائی حالت میں اسکی شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح پر ان کی وفات اگرچہ ایک حد تک بعض ان کی ہستی کی بنیاد کو ہلا دیتی ہے مگر ان کا **ایمان**

اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے

چشمۂ معرفت

یاایہا الناس اشربوا من قربتی
قد ملأمن بحر الفیض سقائی

کتاب مستطاب چشمۂ معرفت یعنی مضمون (الہامی کتاب) جلسہ آریہ لاہور معہ ضمیمہ بجواب اعتراضات مضمون آریہ جو اوائل دسمبر ۱۹۰۷ء میں محلہ وچھووالی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مسلمانوں کو بذریعہ خطوط و اشتہار طلب کر کے آریہ قوم کے مہاتماؤں نے دلخراش گالیوں سے اپنے مہمانوں کے دلوں کو گھایل کیا تھا بفضل قادر مطلق ۴۳۰ صفحہ کے حجم میں حضرت اقدس مسیح موعود (انپر ہزاروں سلام و درود) کے قلم سے لکھی گئی ہے اور ۱۳ مئی ۱۹۰۸ء کو بحکم مسیح موعودؑ شایع ہو گئی۔ جن احباب کی درخواستیں پہلی سی موجود ہیں انکو بذریعہ وی پی روانہ ہو رہی ہے۔ جدید درخواستوں کی تعمیل بھی جلدی ہو جاویگی۔ . . . .

قیمت مجلد تین روپیہ ہے اور بلا جلد کی دو روپیہ آٹھ آنہ

جدید درخواستیں بھیجنے والے اس امر کی تشریح ضرور کریں کہ مجلد روانہ ہو یا بلا جلد۔

المشتہر مہتمم کتبخانہ حضرت مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

خطبہ جمعہ

از حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴ اپریل ۱۹۰۸ء مسجد اقصیٰ

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ الفلق تمام تر

چار قل جو نماز میں اور نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہ تیسرا قل ہے۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قرآن شریف میں فلق کا لفظ تین طرح پر استعمال ہوا ہے۔ فالق الاصباح۔ فالق الحب والنوی۔ پس خدا فالق الاصباح۔ فالق الحب اور فالق النوی ہے۔ دیکھو رات کے وقت خلقت کیسی ظلمت اور غفلت میں ہوتی ہے۔ بجز موذی جانوروں کے عام طور سے چرند۔ پرند بھی اس وقت آرام اور ایک طرح کی غفلت میں ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکیدی حکم دیا ہے کہ رات کے وقت گھروں کے دروازے بند کر لیا کرو۔ کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک رکھا کرو خصوصاً جب اندھیرے کا ابتدا ہو۔ اور بچوں کو ایسے اوقات میں باہر نہ جانے دو کیونکہ وہ وقت شیاطین کے زور کا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان کی تصدیق جو کہ آج سے تیرہ سو برس ۱۳۰۰ پیشتر ایک اُمی بیابان عرب کے ریگستانوں کے رہنے والے کے مونہہ سے نکلا تھا آج اس روشنی اور علمی ترقی کے زمانہ میں بھی نہایت باریک در باریک محنتوں اور کوششوں کی تحقیقات کے بعد بھی ہو رہی ہے۔ جو کچھ آپؐ نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر فرمایا تھا۔ آج بڑی بڑی اور ہزار کوشش کے بعد بھی کوئی سچا علم یا سائنس اُسے جھوٹا نہیں کر سکا۔ اس نئی تحقیقات سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہ بھی یہی ہے کہ کل موذی اجرام اندھیرے میں اور خصوصاً ابتدا ء اندھیرے میں جوش مارتے ہیں۔ مگر لوگ بباعث غفلت ان امور کی قدر نہیں کرتے۔

رات کی ظلمت میں عاشق اور معشوق۔ قیدی اور قید کنندہ۔ بادشاہ اور فقیر۔ ظالم اور مظلوم سب ایک رنگ میں ہوتے ہیں۔ اور سب پر غفلت طاری ہوتی ہے۔ ادھر صبح ہوئی اور جانور بھی پھڑپھڑانے لگے۔ مرغے بھی آوازیں دینے لگے بعض خوش الحان آنے والی صبح کی خوشی میں اپنی پیاری راگنیاں گانے لگے۔ غرض انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ سب پہ خود بخود ایک قسم کا اثر ہو جاتا ہے اور جُوں جُوں روشنی زور پکڑتی جاتی ہے توں توں سب ہوش میں آتے جاتے ہیں۔ گلی کوچے۔ بازار۔ دوکانیں جنگل ویرانے سب جو کہ رات کو بھیانک اور سنسان پڑے تھے اُن میں چہل۔ پہل اور رونق شروع ہو جاتی ہے گویا یہ بھی ایک قسم کا قیامت اور حشر کا نظارہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فالق الاصباح میں ہوں۔

حب۔ گیہوں۔ جو۔ چاول وغیرہ اناج کے دانوں کو کہتے ہیں۔ دیکھو کسان لوگ بھی کس طرح سے اپنے گھروں میں سے نکال کر باہر جنگلوں میں اور زمین میں پھینک آتے ہیں۔ وہاں ان کو اندھیرے اور گرمی میں ایک کیڑا لگ جاتا ہے اور دانے کو مٹی کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ نشوونما پاتا پھیلتا پھولتا ہے۔ اور کس طرح ایک ایک دانہ کا ہزار در ہزار بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک گٹک (گٹھلی) کیسی ردی اور ناکارہ چیز جانی گئی ہے۔ لوگ آم کا رس چوس لیتے ہیں گٹھلی پھینک دیتے ہیں۔ عام طور سے غور کر کے دیکھو تو گٹھلی کو ایک ردی اور بے فایدہ چیز جانا گیا ہے مختلف پھلوں میں جو چیز کھانے کے قابل ہوتی ہے وہ کھائی جاتی ہے اور گٹھلی پھینک دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں فالق الحب والنوی ہوں اس چیز کو جسے تم لوگ ایک ردی سمجھکر پھینک دیتے ہو اس سے کیسے کیسے درخت پیدا کرتا ہوں۔ کہ انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند سب اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اُن کے سائے میں آرام پاتے ہیں۔ اُن کے پھلوں سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ میوے۔ شربت۔ غذائیں۔ دوائیں اور مقوی اشیاء خوردنی اُن سے مہیا ہوتی ہیں۔ اُن کے پتوں اور اُن کی لکڑی سے بھی فایدہ اُٹھاتے ہو۔ گٹھلی کیسی ایک حقیر اور ذلیل چیز ہوتی ہے مگر جب وہ خدائی تصرف میں آکر خدا کی ربوبیت کے نیچے آجاتی ہے تو اس سے کیا کا کیا بن جاتا ہے۔

غرض اس چھوٹی سی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ فلق کے نیچے باریک در باریک حکمتیں رکھی ہیں اور انسان کو ترقی کی راہ بتائی ہے۔ کہ دیکھو جب کوئی چیز میرے قبضہ قدرت اور ربوبیت کے ماتحت آجاتی ہے تو پھر کس طرح ادنےٰ اور ارذل حالت سے اعلےٰ اور اعلےٰ بن جاتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو

مد نظر رکھکر اور اس کی کامل قدرت کا یقین کر کے اور اس کے اسماء اور صفات کاملہ کو پیش نظر رکھکر اس سے دعا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے۔

مجھے ایک دفعہ ایک نہایت مشکل امر کے واسطے اس دعا سے کام لینے سے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں لاہور میں گیا۔ میرے آشنا نے مجھے ایک جگہ لے جانے کے واسطے کہا اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ مگر نہیں معلوم کہ کہاں لے جاتا ہے اور کیا کام ہے۔ اس طرح کی بے علمی میں وہ مجھے ایک مسجد میں لے گیا جہاں بہت لوگ جمع تھے۔ قرائن سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ کسی مباحثہ کی تیاری ہے۔ میری چونکہ نماز عصر باقی تھی میں نے اُن سے کہا کہ مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ یہ مجھے ایک موقع مل گیا کہ میں دعا کر لوں۔ خدا کی قدرت اس وقت میں نے اس سورۃ کو بطور دعا پڑھا اور بار یک در بار یک رنگ میں اس دعا کو وسیع کر دیا۔ اور دعا کی کہ اے خدائے قادر و توانا تیرا نام فالق الاصباح فالق الحب والنوی ہے۔ میں ظلمات میں ہوں میری تمام ظلمتیں دور کر دے اور مجھے ایک نور عطا کر جس سے میں ہر ایک ظلمت کے شر سے تیری پناہ میں آجاؤں سو مجھے ہر امر میں ایک حجت نیرہ اور برہان قاطعہ اور فرقان عطا فرما۔ میں اگر اندھیروں میں ہوں اور کوئی علم مجھ میں نہیں ہے تو توان ظلمات کو مجھ سے دور کر کے وہ علوم مجھے عطا فرما۔ اور اگر میں ایک دانے یا گٹھلی کی طرح کمزور اور ردی چیز ہوں تو تو مجھے اپنے قبضہ قدرت اور ربوبیت میں لیکر اپنی قدرت کے کرشمہ دکھا۔ غرض اُس وقت میں نے اس رنگ میں دعا کی اور اس کو وسیع کیا جتنا کہ کر سکتا تھا۔ بعدہ میں نماز سے فارغ ہو کر اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہوا۔ خدا کی قدرت کہ اس وقت جو مولوی میرے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے تیار کیا گیا تھا وہ بخاری لیکر میرے سامنے بڑے ادب سے شاگردوں کی طرح بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھے آپ پڑھاویں۔ وہ صلح حدیبیہ کی ایک حدیث تھی۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق اُس میں کوئی ذکر نہ تھا۔ لوگ حیران تھے اور میں خدا تعالیٰ کے تصرف اور کاملہ قدرت پر خدا کے جلال کا خیال کرتا تھا۔ آخر لوگوں نے اس سے کہا کہ یہاں تو مباحثہ کے واسطے ہم لائے تھے۔ تم ان سے پڑھنے بیٹھ گئے ہو۔ اگر پڑھنا ہی مقصود ہے تو ہم مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیتے ان کے ساتھ جموں چلے جاؤ اور روٹی بھی مل جایا کرے گی۔

وہی شخص ایک بار پھر مجھے ملا اور کہا کہ میں اپنی خطا معاف کرانے آیا ہوں کہ میں نے کیوں آپ کی بے ادبی کی۔ میں حیران تھا کہ اس نے میری کیا بے ادبی کی۔ حالانکہ اس وقت بھی اس نے میری کوئی بے ادبی نہ کی تھی۔

غرض یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا قادر خدا ہے۔ اور اس کے تصرفات بہت یقینی ہیں۔ اس وقت تم لوگوں کے سامنے ایک زندہ نمونہ رب الفلق کے ثبوت میں کھڑا ہے۔ اپنے ایمان تازہ کرو۔ اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سچی تڑپ اور درد دل کی دعا کو ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

من شرّ ما خلق - مخلوق الٰہی میں بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ بعض اوقات انسان کے واسطے مضر ہو جاتی ہیں۔ اُن سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے کیونکہ وہ بھی خدا ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

ومن شرّ غاسق اذا وقب - اور اندھیرے کے شر سے جب وہ بہت اندھیرا کر دیوے۔ ہر اندھیرا ایک شر کو اٹھاتا ہے۔ جتنے بھی موذی جانور ہیں مثلاً بچھو۔ سانپ۔ کھٹمل۔ جوں۔ ادنے سے اعلیٰ اقسام تک کل موذی جانوروں کا قاعدہ ہے کہ وہ اندھیرے میں جوش مارتے ہیں اور اندھیرے کے وقت ان کا ایک خاص زور ہوتا ہے۔

ظلمت بھی بہت قسم کی ہے۔ ایک ظلمت فطرت ہوتی ہے۔ جب انسان میں ظلمت فطرت ہوتی ہے تو اس کو ہزار دلائل سے سمجھاؤ اور لاکھ نشان اسکے سامنے پیش کرو وہ اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتے۔ ایک ظلمت جہالت ہوتی ہے۔ ایک ظلمت عادت۔ ظلمت رسم۔ ظلمت صحبت۔ ظلمت معاصی غرض یہ سب اندھیرے ہیں۔ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے محفوظ رکھے۔

ومن شرّ النفّٰثٰت فی العقد - اس قسم کے شریر لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے لوگوں کی بہت تحقیقات کی ہے اور اس میں مشغول رہا ہوں۔ اور طب کی وجہ سے ایسے لوگوں سے مجھے واسطہ بھی بہت پڑا ہے کیونکہ اس علم کی وجہ سے ایسے لوگوں کو بھی میرے پاس آنے کی ضرورت پڑتی ہے اور میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا ہے۔ ان لوگوں کو خطرناک قسما قسم کے زہر یاد ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے بعض امراض انسان کے لاحق حال ہو جاتی ہیں۔ وہ زہر یہ لوگ باریک در باریک تدابیر سے خادماؤں یا چوہڑیوں کے ذریعہ سے لوگوں کے گھروں میں دفن کرا دیتے ہیں۔ آخرکار اُن کے اثر سے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے چھوڑے ہوئے لوگ مرد اور عورتیں اُن بیماروں کو کہتی ہیں کہ کسی نے تم پر جادو کیا ہے کسی نے تم پر سحر کیا ہے۔ لہذا اس کا علاج فلاں شخص کے پاس ہے۔ آخر مرتا کیا نہ کرتا۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی مستورات کے ذریعہ سے چونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ وہ زہر کہاں مدفون ہے۔ اور ان کے پاس ایک باقاعدہ فہرست ہوتی ہے وہ زہر مدفون نکال کر اُن کو بتاتے ہیں اور اس طرح سے ان بیماروں کا اعتقاد اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو چونکہ ان زہروں کے تریاق بھی یاد ہوتے ہیں ان کے استعمال سے بعض اوقات تعویذ کے رنگ میں لکھکر ہونے سے یا کسی اور ترکیب سے اُن کا استعمال کراتے ہیں اور اُن سے ہزاروں روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح سے بعض کو کامیاب اور بعض کو ہلاک کرتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کو اپنے فائدے کی غرض سے قسما قسم کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ شریر لوگ ہیں جو مومنوں کے کاروبار میں اپنی بد تدابیر سے روک اور ہرج پیدا کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے پھر مومنوں کی کامیابی میں مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر آخرکار وہ ناکام رہ جاتے ہیں اور مومنین کا گروہ مظفر و منصور اور بامراد ہو جاتا ہے۔

ومن شرّ حاسد اذا حسد - کسی کی عزت۔ بھلائی۔ بڑائی۔ بہتری۔ اکرام اور جاہ و جلال کو دیکھ جلنے والے لوگ بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی انسانی ارادوں میں بوجہ اپنے حسد کے روک پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

غرض یہ سورۃ مشتمل ہے ایک جامع دعا پر۔ رسول اکرمؐ نے اس سورۃ کے نزول کے بعد بہت سے تعویذ کی دوائیں ترک کر دی تھیں۔ اور اسی کا ورد کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سورۃ کو آپ کے دست مبارک پر پڑھ پڑھکر آپ کے مُنہ اور بدن پر ملتی تھیں مگر افسوس کہ مسلمانوں نے عام طور سے اب ان عجیب بابرکت اوراد کو قریباً ترک ہی کر دیا ہے۔

انسان جب ایک گناہ کرتا ہے تو اُسے دوسرے کے واسطے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک گناہ دوسرے کو بلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایک نیکی دوسری نیکی کو بلاتی ہے۔ دیکھو بد نظری ایک گناہ ہے۔ جب انسان اس کا ارتکاب کرتا ہے تو دوسرے گناہ کا بھی اسے ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور زبان کو بھی اس طرح شامل کرتا ہے کہ کسی سے دریافت کرتا ہے کہ یہ عورت کون ہے کس جگہ رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب زبان بھی ملوث ہوئی۔ اور ایک دوسرا شخص بھی

اور جواب سننے کی زہر کان بھی شریک گناہ ہو گیا ہے بولنے کے بل اور روپیہ پر اثر پڑتا ہی اور اس گناہ کے حصول کیواسطے روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہی۔ غرض ایک گناہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے پس مسلمان انسان کو چاہیے کہ ایسے ارادوں

کلمات طیّبات حضرت امام الزمان علیہ صلوات الرحمن مقام لاہور

۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۸ء قبل ظہر فرمایا

ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعوےٰ کسی کام کا نہیں۔ ایسے ہوں کہ نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں اور ہماری محبت میں رہ کر یا کم از کم ہماری کتابوں کے کثرت سے مطالعہ کرنے سے اُن کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔

البتہ **شیخ غلام احمد** اس کام کیواسطے اچھا آدمی معلوم ہوا ہے اس کی کلام میں بھی تاثیر ہے۔ اور اخلاص و محبت سے اُس نے اپنے اوپر اس شدت گرمی میں اتنا وسیع دورہ کرنیکا بوجھ اُٹھایا ہے۔ کچھ خدا کا حکمت ہے کہ لوگ اس کا کلام سننے کیواسطے جمع بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ ایک جگہ اس کو پتھر بھی پڑے مگر خدا کی قدرت سے وہ پتھر بجائے اُن کے کسی دوسرے کو لگا اور وہ زخمی ہوا۔ تبلیغ سلسلہ کے واسطے ایسے آدمیوں کے دوروں کی ضرورت ہے مگر ایسے لایق آدمی مل جاویں کہ وہ اپنی زندگی اس راہ میں وقف کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ بھی اشاعت اسلام کیواسطے دور دراز ممالک میں جایا کرتے تھے۔ یہ جو چین کے ملک میں کئی کروڑ مسلمان ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صحابہ میں سے کوئی شخص پہنچا ہوگا۔

اگر اسی طرح **بیس ۲۰ یا تیس ۳۰** آدمی متفرق مقامات میں چلے جاویں تو بہت جلد ہی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ مگر جب تک ایسے آدمی ہمارے منشا کے مطابق اور قناعت شعار نہ ہوں تب تک ہم اُن کو پورے پورے اختیارات بھی نہیں دے سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ ؓ ایسے قانع اور جفاکش تھے کہ بعض اوقات صرف درختوں کے پتوں پر ہی گذر کر لیتے۔

تمام ہندوستان ہمارے دعاوی سے ایسا بے خبر پڑا ہے کہ گویا کسی کو خبر ہی نہیں۔ میرے نزدیک یہ مدرسہ یا کالج وغیرہ کا بنانا اول سلسلہ کی مضبوطی پر موقوف ہے۔ اول چاہئیے کہ سلسلہ میں ایسے لوگ ہوں جو سلسلہ کی ضروریات کی مدد کرنیوالے ہوں۔ جب سلسلہ کی ضروریات **مثل لنگر** وغیرہ ہی پوری نہیں ہوتیں تو اور کاموں میں بہت توجہ کرنا بھی بے فایدہ ہے۔ اگر کچھ ایسے لایق اور قابل آدمی سلسلہ کی خدمات کے واسطے نکل جاویں جو فقط لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں تو بھی بہت بڑے فایدہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مسٹر ریگ (جس کے نام نامی سے الحکم کے ناظرین کو میں پیش ازیں بذریعہ دو مضامین بطور سوال و جواب انٹروڈیوس کرا چکا ہوں۔ اُن کے متعلق حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ) دیکھو وہ ہمارے پاس آیا تو آخر کچھ نہ کچھ تو تبادلہ خیالات کر ہی گیا۔

اسیر حضرت مفتی محمد صادق صاحب جن کو تبلیغ سلسلہ احمدیہ کی ایک قسم کی لو اور دھن لگی ہوئی ہے۔ اور بہت کم ایسے مقام ولایت میں ہوں گے جہاں کے محقق انگریزوں اور اخبارات کے ایڈیٹران وغیرہ کی اطلاع پا کر انھوں نے ان معاملات میں خط و کتابت نہ کی ہو۔ اور مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی تبلیغ اُن کو نہ کی ہو۔

امریکہ کے ڈوئی کی حسرت ناک تباہی اور لنڈن کے **پگٹ کی مایوسانہ نامرادی** بھی حضرت مفتی صاحب ممدوح ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ انھوں نے جس طرح ڈوئی اور پگٹ کا بیڑا غرق کر دیا اسی طرح کئی سعید روحوں کے واسطے باعث ہدایت بھی آپ ہی ہوئے اور آپ ہی کی سچی **مخلصانہ کوششیں** اور جوش تبلیغ حق کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ کے بعض انگریزوں اور لیڈیوں نے حضرت اقدس ؑ کی صداقت کو مان لیا اور اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کی۔ غرض مفتی صاحب موصوف کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ ساری احمدی دنیا اُن کے نام نامی سے واقف اور اُن کے اخلاص صدق و وفا سے آگاہ ہے۔ یہ شخص جو پروفیسر ریگ کے نام نامی سے مشہور ہے یہ بھی آپ ہی کی سعی اور جوش کا نتیجہ ہے۔ آپ نے آج کے تذکرہ پر حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اس کے خیالات میں حضور کی ملاقات کے بعد عظیم الشان انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔

چنانچہ

پہلے وہ ہمیشہ جب اپنے لیکچروں میں اجرام سماوی وغیرہ کی تصاویر دکھاتا اور کبھی مسیح کی مصلوب تصویر پیش کیا کرتا تھا تو یہ کہا کرتا تھا کہ یہ مسیح کی تصویر ہے جس نے دنیا پر رحم کر کے تمام دنیا کے گناہوں کے بدلے میں ایک اپنی اکلوتی جان خدا کے حضور پیش کی اور تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر دنیا پر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا۔

مگر

اب جبکہ اُس نے حضور سے ملاقات کی اور پھر لیکچر دیا تو مسیح کی مصلوب تصویر دکھاتے ہوئے صرف یہ الفاظ کہے کہ **یہ تصویر صرف عیسائیوں کے واسطے موجب خوشی ہو سکتی ہے۔ سچی تعریف اور ستائش کے لایق وہی سب سے بڑا خدا ہے** پہلے اپنے لیکچر میں بیان کیا کرتا تھا کہ نسل انسانی آہستہ آہستہ ترقی کر کے ادنےٰ حالت سے بندر اور پھر بندر سے ترقی پا کر انسان بنا۔ مگر اس دفعہ کے لیکچر میں اُس نے صاف اقرار کیا کہ یہ **ڈاروِن کا قول ہے اگرچہ اس قابل نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جاوے**۔ بلکہ انسان اپنی حالت میں خود ہی ترقی کرتا ہے۔ غرضیکہ اس پر بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ اور وہ حضور کی ملاقات کے بعد ایک نئے خیالات کا انسان بن گیا ہے اور اُن خیالات کو جرأت سے بیان کرتا ہے۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصل تقریر کی طرف رجوع کیا اور فرمایا کہ ابھی ایسے لمبے سفروں کی چنداں ضرورت نہیں کہ ممالک یورپ اور امریکہ میں جاویں۔ بلکہ ابھی تو خود ہندوستان ہی اس بات کا از بس محتاج ہے۔

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

ان ممالک میں جانا ایسے لوگوں کا کام ہے جو اُن کی زبان سے بخوبی واقف ہوں اور اُن کے طرز بیان اور خیالات سے خوب آگاہ۔ سفر کے شداید اُٹھا سکیں۔ اور اُن کی صحت کی حالت بھی بہت اچھی ہو۔

بصورت موجودہ یہ کام بھی بہت بڑا بھاری ہے کہ چند ایسے آدمی ہوں کہ وہ اسی ملک میں اچھی طرح سے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو ہماری بعثت کی اطلاع دے دیں۔

کسی لیکچر کے متعلق ذکر تھا کہ اُنھوں نے اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ "اسلام بذریعہ اخلاق کے پھیلا ہے نہ تلوار سے۔ جنھوں نے اپنے اخلاق کریمہ کی وجہ سے دنیا میں اسلام کو پھیلایا ہے وغیرہ۔ مگر موجودہ زمانہ کے متعلق بجز خاموشی کچھ پیش نہیں کر سکتے فرمایا تلک امۃ قد

خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم۔

اُن اولیاء اور بزرگوں کو اس موجودہ زمانہ سے تعلق ہی کیا ہے؟ وہ اپنے وقت پر آئے اور اپنا کام کر کے چلے گئے۔ اب زمانہ موجودہ میں بھی کسی مجدد یا خادم دین کی ضرورت ہے یا کہ بخیال اُن کے یہ زمانہ دجالوں ہی کے آنے کا زمانہ ہے؟۔ ضرورت کا احساس تو دلوں میں موجود ہے۔ حالات موجودہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آج ہی پیسہ اخبار میں ایک انگریز کا مضمون تھا اُس نے کسی جگہ پر اپنے لیکچر میں بیان کیا کہ زمانہ پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو اتفاق کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"مسلمان۔ یہودی اور نصرانی سب کے سب بلا امتیاز انسانی گروہ میں اتحاد و اتفاق دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ اور **مہدی موعود** کے آنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں جو کہ دیر یا سویر عالم وجود میں آکر تمام انسانوں میں **یگانگت کا رشتہ قائم کر دیگا** میں اس مہدی کے متعلق اپنی ذاتی رائے یہ رکھتا ہوں کہ وہ **اہل قلم میں سے ہوگا**۔ اور اسی زبردست آلہ کے ذریعہ سے اقوام عالم کے دلوں میں تخم یگانگت بو سکے گا" (پیسہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

غرض اس امر کا احساس تو ہر ملک و ملت کے لوگوں میں پایا جاتا ہے مگر چاہیے تھا کہ ضرورت کے مطابق کوئی پیدا بھی ہوتا اور وہ اسلام کا نور اور برکات دکھا کر زندہ معجزات سے اسلام کے فیوض اور زندگی کا ثبوت دیتا۔ نہ یہ کہ اس زمانہ پر پہنچ کر خاموشی اختیار کی جاتی اور کہا جاتا کہ اب اسلام زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے اور کوئی ولی یا بزرگ موجود نہیں جو نشانات دکھا کر اسلام کی زندگی کا ثبوت دے۔ مانا کہ اخلاق فاضلہ بھی کسی مذہب کی صداقت کی کسی قدر دلیل ہو سکتے ہیں اور ان کا بھی کسی قدر اثر بیرونی لوگوں پر ہوتا ہے مگر صرف اخلاق فاضلہ ہی حقیقی اور زندہ ایمان نہیں دے سکتے بلکہ وہ درجہ ایمان جو انسان کو خدا تعالیٰ پر کامل ایمان عطا کرتا ہے اور گناہ سوز زندگی کا آغاز ہوتا ہے وہ صرف خدا کے اپنے تازہ نشانوں سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جو وہ اپنے ماموروں کی معرفت دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔

فرمایا

موجودہ صورت میں تو بہ نسبت مسلمانوں کے ہمیں ہندوؤں سے زیادہ امید نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ تعلیم کی ترقی کی وجہ سے اور کچھ تجربہ کی وجہ سے بہت کچھ سمجھ گئے ہیں۔ ہمارا تو خود کبھی بھی یہ منشا نہیں کہ ان لوگوں کے مسلمہ بزرگوں کو گالیاں دی جاویں یا اُن کی عزت نہ کی جاوے۔ اور اسی طرح ہم اُن سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہ لوگ بھی اتنا ہی کریں خواہ ایمان نہ لاویں مگر اُن کو بُرا بھی نہ کہیں۔ اور کہہ دیں کہ سچا مانتے ہیں۔

یہ موجودہ زمانہ میں پھوٹ اور نفاق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کو بند کریں۔ اور بالکل ممانعت کر دیں کہ باہم ایک دوسرے مذہب کی مخالفت میں ہتک آمیز کلمات اور کتابیں بالکل بند کر دی جاویں اور چھاپے ہی نہ جاویں اور ایک ایسی ہوا چل جاوے کہ آپس میں محبت ہو اور اتفاق بڑھے۔ جس طرح سے ایک ہوا پہلے چل گئی تھی کہ بچہ بچہ بھی اسلام سے متنفر تھا اس طرح کی ایک ایسی ہوا چل جاوے کہ باہمی اخوت اور اتحاد بڑھے اور نفاق اور بغض و تعصب دلوں سے نکل جاوے۔

فرمایا

قاعدہ کی بات ہے انسان کو ایک مخفی امر پر جتنا اعتقاد ہوتا ہے اس پر اتنا اعتقاد نہیں رہتا جب وہ ظاہر ہو کر سامنے آجاوے۔ مثلاً ان ہندوؤں کی دیوی دیوتا جتنے بھی ہیں اور ان پر ان کو کامل اعتقاد ہے اگر وہ ان کے روبرو آجاویں تو ان لوگوں کے دلوں میں ہرگز ان کی اتنی وقعت نہ رہے۔ یہ نبیوں ہی کا کام ہے کہ وہ اپنی شکل بھی دکھا دیتے ہیں اور اپنی عظمت بھی دلوں میں قائم کر جاتے ہیں۔ مسیح جن کو آجکل لوگ خدا مانتے ہیں اگر وہ یہاں آجاویں اور لوگوں کے حلقے میں بیٹھیں تو ممکن نہیں کہ اُن کی بڑائی خدائی کی عظمت بھی لوگوں کے دلوں میں رہ سکے چہ جائیکہ وہ کچھ اور خدائی کا دبدبہ بٹھا سکیں۔ کیونکہ لوگوں نے جس خیال سے ان کو خدا تسلیم کیا ہوا ہے۔ ظاہر ہو جانے پر اُن میں وہ باتیں نہ پا کر ضرور ہے کہ انکار کر دیں۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب کسی خاص شخص کے متعلق کوئی اعتقاد پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی اُس کی ایک خیالی تصویر بھی اس کے ذہن میں آجاتی ہے۔ جب تک وہ اس کی نظر سے غائب ہے تب تک تو خیر مگر جب وہ شخص یا چیز اس کے سامنے آجاتی ہے اور انسان اس کو اپنے خیالی بت یا تصویر کے خلاف پاتا ہے تو اس کے دل سے اس کی عظمت اٹھ جاتی ہے۔ یا کم از کم وہ عزت نہیں رہتی چنانچہ یہی حال اُن لوگوں کے مصنوعی خدا کا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل میں وہ شخص اُن کے دل کی خیالی تصویر کے مطابق نہیں ہوتا۔ جو کچھ انھوں نے سمجھا ہوتا ہے وہ نہیں بلکہ کچھ اور ہی پاتے ہیں۔ تو بد اعتقاد اور بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور اصل میں یہ وہیں ہوتا ہے جہاں ایسے امور میں اول غلو سے کام لیا جاوے۔ مگر انبیاء ایسی ذات اور وجود ہوتے ہیں کہ وہ اپنا وجود دکھا کر اپنی عظمت قائم کرتے ہیں۔

---

۲۴ مئی ۱۹۰۸ء قبل عصر

۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد نماز عصر چند ہندو مستورات حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در دولت پر آئیں۔ اور بیان کیا کہ ہم **مہاراج کے درشن کے واسطے آئی ہیں** حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع کی گئی چنانچہ آپؑ نے نہایت لطف اور مہربانی سے اُن کو اجازت دی اور وہ گھر میں جا کر حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت اقدس چونکہ ان دنوں مضمون رسالہ **پیغام صلح** کے لکھنے میں مصروف تھے تھوڑی دیر کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اب درشن ہو گئے اب تم جاؤ۔ مگر انھوں نے عرض کی کہ ہم کو آپ کوئی وعظ سنا دیں ہم اسی واسطے حاضر خدمت ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے اُن کے اصرار اور اخلاص کی وجہ سے اُن کو یوں مخاطب کیا۔ (جو کہ آپؑ نے ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کو قبل عصر بیان فرمایا)

فرمایا

اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگوں میں اگر دو ایک باتیں نہ ہوں تو آپ لوگ آریہ وغیرہ لوگوں سے سو درجہ بہتر اور اچھے ہو۔ اُن میں سے پہلی بات تو یہی ہے کہ خدا کو جو کہ ہمارا تمہارا پیدا کنندہ اور پروردگار حقیقی ہے اس کو واحد لاشریک جان کر اس کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت میں کسی دوسرے دیوی۔ دیوتا۔ پتھر یا پہاڑ۔ سانپ یا کسی دوسرے حیوان یا درندے گنگا مائی یا جمنا کوئی درخت ہو یا نباتات غرض کوئی بھی بت اُس کے ساتھ شریک نہ کیا جاوے اور اُسے ایک اکیلا خدا کر کے پوجا کرو۔ یہ جو تم لوگوں نے ۳۳ کروڑ دیوتا بنا رکھے ہیں ان کی کیا ضرورت تھی اور یہ کیوں بنائے گئے ہیں؟۔ اتنے خدا تمام دنیا میں اور تو کسی کے بھی نہیں ہیں

[حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اتنا بیان سنکر ان مستورات نے طلب حق کی غرض سے عرض کی کہ یہ بات آپ ہمیں سمجھا دیں]

اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ دیکھو گدا دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک تو نر گدا - دوسرے خر گدا - نر گدا کا تو قاعدہ ہوتا ہے کہ ایک آواز کی اور کسی دروازے پر چل دیئے - کسی نے کچھ دے دیا تو ٹھیک ورنہ خیر - بلکہ ایسے لوگوں کو بعض لوگ پیچھے سے آ آ کر بھی خیرات دیتے ہیں اُن کا کام صدا کرنا اور آگے بڑھنا ہوتا ہے -

مگر برخلاف ان کے خر گدا دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک ہی دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں جب تک اُن کا سوال پورا نہ کیا جاوے - اور آخر ایسے گدا کو ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے - یہی حال خدا سے مانگنے والوں کا ہے - خدا سے بھی وہی پاتے ہیں جو خر گدا بن کر خدا ہی کے دروازے کے ہو رہتے ہیں - اور پکے ہو کر استقلال سے خدا کے حضور سے مانگتے ہیں - غیر مستقل اور جلد باز جو جلدی ہی ناامید یا بدظن ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ محروم رہتے ہیں - صدق اور ثبات کے ساتھ خدا کی ذات پر کامل ایمان اور یقین بھی ضروری ہے -

یہ امر صدق اور اخلاص کے خلاف ہے کہ جلدی ہی خدا سے مایوس ہو کر اوروں کی طرف اپنی حاجت کو لے جانا - اور در بدر مارے مارے پھرنا - کبھی کسی بُت کے حضور التجا میں کرنا کبھی کسی دیوتا پتھر پہاڑ جنگل کے درخت یا گئو ماتا کی طرف حاجت کو لے جانا اس امر کی دلیل ہے کہ ایک خدا پر بھروسہ نہیں - اور اس کو ساری حاجتوں کا پورا کرنے والا ہونے پر کامل ایمان نہیں - یا جلدی سے تھک کر اُس سے ناامید ہو کر اوروں کی طرف اس حاجت کو لے جانا خر گدائی کے بالکل خلاف ہے -

ایک چھوڑ کر دوسرا اور دوسرا چھوڑ کر تیسرا خدا بنانا اور اُن سے اپنی حاجتیں چاہنا بالکل غلط راہ ہے - بلکہ چاہیئے کہ ایک کو پکڑو اور اُسی سے اپنی ساری حاجتیں چاہو اور وہ سب کا حاجت روا ہے - شرط صبر اور استقلال اور ایمان ہے -

اتنا حصہ سُن کر بعضوں نے عرض کی کہ یہ بات تو سچ ہے مگر حضرت اقدس کے منشاء کو پا کر کہ حضرت اقدس چاہتے ہیں کہ جلدی چلی جاویں پھر نرمی سے عرض کی کہ ہم دور سے آئی ہیں پنکھا ہلانے کی خواہش ہے - اور صرف درشن اور باتیں سننے کو آئی ہیں - اب فرمائیے کہ پیشتر سے پرارتھنا کیسے کیا کریں -؟

فرمایا

پرارتھنا بے شک اپنی زبان میں کر لیا کرو - یوں کہا کرو کہ اے سچے اور واحد خدا - اے کہ تو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے - اور سب کے حالات سے واقف ہے تجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں - اور ہر ذرہ تیرے تصرف میں ہے - تو جو چاہے سو کر سکتا ہے - تو ہمیں گناہ اور پلید زندگی سے نکال کر سیدھا رستہ بتا - ایسا ہو کہ ہم تیری مرضی کے موافق ہو جاویں - بدیوں سے ہمیں بچا - بدیاں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں - ہم چاہتی ہیں کہ یہ ہم سے دور ہو جاویں - ان کا تو آپ ہی کوئی علاج کر - ان کا دور کرنا ہماری طاقت سے دور ہے - اور ایسا ہو کہ ہم تیری رضا کے راہوں پر چل کر ہمیشہ کی نجات اور سکھ کی وارث ہو جاویں - اور کوئی دکھ ہمارے نزدیک نہ آوے - پہلے بد کرموں کے پھل سے بچا اور آئندہ نیک کرموں کی توفیق عطا فرما -

اس طرح سے خدا سے سچے دل سے اور نیک نیتی سے خر گدا کی طرح پکی ہو کر اسی سے نہ کسی اور سے دعا کیا کرو - اور سب دیوی دیوتے ترک کر دو - آخر اس طرح کی پکی تڑپ اور دعا سے ایسا دن آجاوے گا کہ دلوں کے سب گند دھوئے جاویں گے - اور شانتی اور سکھ کی زندگی شروع ہو جاوے گی - فقط

فرمایا

ان عورتوں کی حالت سے پتہ لگتا تھا کہ شریف اور مخلص عورتیں تھیں - لاہور جیسے شہر میں ایسی شریف اور نیک عورتوں کا وجود غنیمت ہے - فقط

حضرت خلیفۃ المسیح کی پہلی تقریر

بعد کلمہ شہادت و تعوذ آپ نے آیت

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر - پڑھی اور اس کے بعد فرمایا

سنۃ اللہ متعلق وفات انبیاء

میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں - جو ابدی و ازلی ہمارا خدا ہے - ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کر جاتا ہے جب کر چکتا ہے - خدا تعالیٰ اُس کو بلا لیتا ہے - حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے - کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے - حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا ذکر فرمایا - کہ مجھے دی گئی ہیں بلکہ مگر آپ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ جلدی کئے ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کہ پیشگوئیاں کی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں -

پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوا کرتی ہیں

میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے - کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے جیسے پارہ میں فرمایا - حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے - پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں - اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنت ہے - کہ بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں اسی لئے فرمایا یصیبکم بعض الذی یعدکم اس بعض الذی پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سر تھا - کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہیں ہوں گے - حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا قد یوعد ولا یوفی - یعنے بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے - مگر پورا نہیں کرتا - نادان سمجھتا ہے - کہ اس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پیدا ہو جاتا ہے -

امامت کی خواہش نہیں

میری پچھلی زندگی پر غور کر لو - میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا - مولوی عبد الکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے - میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں - میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں - اگر خواہش ہے - تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے - اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا - میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہو گی - اسی لئے میں کوشش کرتا رہا - کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں - اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں - قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں - تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں اسی طرح خدمت گذاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں سید

ضروری اعلان - حضرت اقدس کے آخری مضمون سننے کا جلسہ جو ۱۳ جون کی تاریخ کو مقرر ہوا - وہ سردست کسی آئندہ تاریخ کے لئے ملتوی کیا گیا جس کی باضابطہ اطلاع دیجاوے گی - کمال الدین وکیل - لاہور

شاہیں صفات رہیں جن میں کبھی لیسے لیسے کام کئے ہیں کہ دیکھ کر انسان شرمندہ ہو جاتا ہے - آپ تو ضعیف العمر ہیں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے - بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں - جو ایسی ہی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں ان کی سکیم پر شب لوگ موجود ہیں - ان کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں -

یہ ایک بڑا بوجھ ہے خطرناک بوجھ ہے اسکا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے - کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے بوجھوں کے لئے جو پیچھے توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں - موجودہ حالت میں سوچ لو - کیا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے - اس وقت مردوں بچوں عورتوں سب کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو - میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود ضعیف ہوں - بیمار رہتا ہوں پھر طبیعت مناسب نہیں - اتنا بڑا کام آسان نہیں - حضرت صاحب کے یا تھ چار کام تھے -

اول ایک اُن کی اپنی عبودیت - دوم کنبہ پروری - سوم مہمان نوازی - چہارم اشاعت اسلام جو اُن کا اصل مقصد تھا - ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں وہ تو ان کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں ویسے ہی بعد الموت کریں گے باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعت اسلام کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کر لیا ہے تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے سمجھتے ہیں سخت مشکل ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عابد کا نام لیا ہے اُن میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور میرا سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال ...... شک نہیں کہ یہ بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے کوئی دوسرے کے لئے کیا اور کیونکر اٹھائے طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ اول بیمار پھر اس قدر بوجھ - نثر - نظم - تصنیف - دیگر ضروری کام - ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر - دہاں تائیدات روز افزوں موجود یہاں میری حالت ناگفتہ بہ - اسی لئے فرمایا - فاصبحتم بنعمتہ اخواناً - کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے -

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت

میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں کہ جناب ابو بکرؓ کے زمانے میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثہ کے سخت شور و شر اٹھا - مکہ والے بھی مرتد ہونے لگے مگر وہ بڑی پاک روح تھی جس نے انھیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو - مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو - صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میرے باپ کے اوپر جو پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور ہو جاتا - پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے چکے تھے کہ ایک لشکر روانہ کیا جائے بس اُس کو بھیج دیا - ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا نقشہ دکھلایا -

ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم - کا زمانہ آ گیا - اس وقت بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے - میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے نبی کریم صلعم کے بعد ابو بکر کے زمانہ میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں سب سے پہلا اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو -

پھر حضرت ابو بکر نے زکوٰۃ کا انتظام کیا - یہ بڑا عظیم الشان کام ہے - انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری کی ضرورت ہے -

پھر کنبہ کی پرورش ہے غرض یہ ایسے کام ہیں -

خلیفۃ المسیح اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمھیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمھیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں -

وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں اُن میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے واعظین کے بہم پہنچانے اور اُن امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں - پھر تعلیم دینیات - دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی - اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا - ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر -

یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں - جس کا کوئی رئیس نہیں - وہ مرچکی - فقط

※ انھیں خبر نہیں کہ مرزا نہیں مرا در اصل وہ آپ مر گئے ہیں اس وقت اپنے فرض کو شناخت کرنا چاہئے - اور وہ یہی ہے کہ ہم نہایت استقلال اور توجہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے اس قائم کردہ سلسلہ کی اعانت میں مصروف ہو جائیں اور اس اعانت میں جس رنگ کا اور جس طرح حصہ لے سکتے ہیں اس میں شریک ہوں اور سب سے بڑی بات جس کے لئے ہمیں طیار ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ

قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے مل کر دعائیں کریں

جیسا کہ حضرت امام علیہ السلام نے ہدایت فرمائی ہے دیکھو کتاب الوصیت صفحہ ۶

"میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان پر سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے"

یہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعود نے فرمائی ہے اسکے لئے جماعت کا فرض ہے کہ ہر جگہ اس قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے مل مل کر دعائیں کریں اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کے ظہور کا مظہر اول ہمیں عطا کیا وہ مظہر اول وہی ہے جسکا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں یعنی حضرت حکیم الامتہ - پس اس وقت ہمیں ضروری ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ بھی نہ کریں جو ہرزہ درا مخالف کرتے ہیں یا کرینگے بلکہ ہم اس قدرت ثانیہ کے ظہور کیلئے داعی رہیں ہاں کوشش کی جائیگی کہ شیطان کے حملوں سے کمزور طبیعتوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان اعتراضات اور نکتہ چینیوں پر بھی نظر کی جاوے جو ابلہ فریب مخالف کرتے ہیں اس وقت میرا مقصد صرف یہی تھا کہ حضرت مسیح موعود کی وفات سے آپکے اخلاص صدق وفا اور استقلال اور خارق عادت برداشت کا سبق دوں اس لئے میں اس مضمون کو جو وفات مسیح موعود کے سلسلہ میں میرا پہلا آرٹیکل ہے ختم کرتا ہوں اور نا خدا ترس نکتہ چینیوں اور معترضوں کو حضرت مسیح موعود کا یہ الہامی شعر سنا دیتا ہوں

اے معترض بخوف الٰہی صبور باش ... تا خود خدا عیاں کند آں نور اخترم

اور ایسا ہی ان لوگوں کو جو اب تک غفلت میں پڑے سو رہے تھے اور حضرت مسیح موعود کے معاملہ کی تحقیق و غور امروز فردا پر ڈال رہے تھے انھیں اسی قصیدہ الہامیہ کا اس شعر کیطرف متوجہ کر دیتا جو اسوقت انکی حالت کا اندازہ کر کے فرمایا تھا

امروز قوم من نشناسد مقام من ... روزے بگریہ یاد کند ایں وقت خوشترم

اب وہ وقت جاتا رہا اس کی یاد مدتوں نہ بھولیگی مبارک وہ جنھوں نے اس سے فایدہ اٹھایا اور افسوس ان پر جنھوں نے اس کو پایا اور نہ پہچانا - پر مبارک ہونگے وہ بھی جو اب بھی اسے شناخت کریں

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۶

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے — صہ ر

۲۔ خواص معاونین سے — عہ

۳۔ ہندوستان سے باہر — سے ر

۴۔ غیر مذاہب والون سے — ۱۲ر

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے گرون سے — ۱۲ر

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتون مین ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جون ۱۹۰۸ء مطابق ۱۴ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ ہجری | جلد ۱۲

امرتسری منکر ثناء الله کا اپنا فیصلہ اپنے حق مین

(پہلا نمبر۔)

ثناء الله مفسد اور نافرمان ہی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندہ جاوید وفات اگرچہ دوسرے اور واقعی معنون مین... حیوۃ طیبہ ہے۔ ایسی نہ تہی۔ کہ اس پر کسی خدا ترس اور سلیم الفطرۃ انسان کو نکتہ چینی کی گنجایش ہوتی۔ مگر منہاج نبوۃ اور سنن انبیاء سے ناواقف اور بے خبر یا تجاہل عارفانہ کرنے والے معترض جن کا عمل۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن ۔

کے مقولہ پر ہو۔ جن کا دل خدا تعالےٰ کے خوف سے تہی تعمق اور غور و فکر سے دماغ عاری ہو کر فساد عداوت کا مخزن بن رہا ہو۔ وہ ایسے موقعہ کو جوان کے لئے شہرت طلبی کا عمدہ ذریعہ ہو سکے کب ہاتھ سے جانے دیتے ہین۔ انہین مین سے امرتسری منکر ثناء الله امرتسری ہے۔ کچھ عرصہ کے لئے اس کا مین نے تعاقب چھوڑ دیا تھا۔ اس نے اس اعتراض کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر جو جی مین آیا کہا اور جو زبان قلم سے نکلا شایع کیا۔

لیکن

اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اس نے طوفان بے تمیزی برپا کرنا چاہا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل اور توفیق سے اُس کو اُس کی آریا مین داخل کر دیا جاوے۔ اور

آئینہ حق نما

مین اس کو اسکی اصلی شکل و صورت دکہا دی جاوے۔ مین اس امر کے لئے خود اُس کی اپنی تحریرین پیش کرونگا اور اسطرح اُسے معلوم ہو جاوے گا۔ کہ

اُسکا اپنا فیصلہ اُسکے اپنے حق مین کیا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے جس کی سرخی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی ثناء الله صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ رکہی تہی ثناء الله نے استشہاد کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وفات پا جانا ثناء الله کی سچائی کی دلیل ہے۔ اس اشتہار پر بہت کچھ بحث کیجا سکتی ہے۔ اور وہ نفسانیت یا دشمن کے رنگ مین نہین بلکہ قانون نفس الامری کے طور پر۔ مگر مین اس وقت اُس کے مختلف پہلوؤن کو چہوڑ کر صرف ایک پہلو پر بحث کرونگا۔ وبالله التوفیق۔

مین اس امر کو تسلیم کرتا ہون۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس اشتہار مین ایک دعا کی تہی۔ اور ثناء الله کو اس مین مخاطب کیا تہا۔ کہ

"اگر مین ایسا ہی کذاب اور مفتری ہون جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ مین مجھے یاد کرتے ہین۔ تو مین آپ کی زندگی ہی مین ہلاک ہو جاؤنگا۔ کیونکہ مین جانتا ہون۔ کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہین ہوتی۔ اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنون کی زندگی ہی مین ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اُس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے" الی آخرہ

مین پہلے لکھ آیا ہون۔ کہ یہ اشتہار بجائے خود ایک خاص بحث چاہتا ہے جس کے ایک ایک لفظ مین صداقت اور حق کی روح بول رہی ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق دعوی پر روشن دلیل ہے لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا مولوی ثناء الله صاحب نے اسی فیصلہ کو اپنے لئے آخری فیصلہ قرار دیا تہا؟ اگر نہین تو اب اس سے تمسک کرنا کسقدر شرارت اور بے حیائی ہے۔ لیکن اگر ثناء الله اس سے ہی تمسک کرنا چاہتا ہے اور اسی پر اپنا فیصلہ منحصر کرنا چاہتا ہے۔ تو مین انشاء الله العزیز اسی فیصلہ کے رو سے ثابت کر دونگا کہ ثناء الله مفسد اور نافرمان ہے۔ نہ کہ صادق اور مصلح اور اس فیصلہ مین مین کسی غیر کی شہادت کی ضرورت نہین سمجہتا۔ بلکہ خود ثناء الله کا اپنا ہی فیصلہ پیش کرونگا

اس فیصلہ کے اندراج سے پہلے مین ایک امر ظاہر کرنا چاہتا ہون۔ تاکہ ناظرین اسے بخوبی سمجھ لین۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ الله تعالےٰ کا نام نور ہے اور وہ ظلمت اور ضلالت کو نور اور ہدایت سے ممتاز

کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ کسی معاملہ کو ملتبس کرے اور حق و باطل کو ایسے طور پر ملا دے کہ لوگ شبہ میں پڑ کر ہلاک ہو جائیں۔ اور اس لئے ان علماء سوء کو جو حق باطل کو ملا دینے میں مشاق ہوتے ہیں۔ مخاطب کر کے فرمایا ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔ ان علماء سوء نے فقیہوں اور فریسیوں کی صورت میں خدا تعالے کے ایک برگزیدہ بندے۔

مسیح ابن مریم

کے مقدمہ کو جس طرح پر ملتبس کرنا چاہا۔ وہ تاریخ الانبیاء کا ایک نمایان صفحہ ہے۔ مگر خدا تعالے کی حکومت

شمشیر حکومت

ہے اُسنے آخر دکھایا کہ وہ حاملین تورات جو جبے اور دستاریں پہن کر نکلتے۔ اور الواح موسیٰ کے شارح اور مفسر کہلانے ہی پر اکتفا نہ کر کے نحن ابناء اللہ واحباءہ کہتے تھے۔ آخر اس ناصری نبی کے بالمقابل ذلیل ہوئے۔ اور ایسے ذلیل ہوئے کہ وہ قوم آج روئے زمین پر

ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ

کا زندہ نمونہ موجود ہے۔ اسی طرح پر مسیح ناصری کے نام سے آنے والے احمدی مسیح کے دعوے کو مٹا دینے کے لئے شیطان اور اُسکی ذریت نے زور لگایا اور پورا زور لگایا۔ اس لئے کہ یہ آخری جنگ۔

آدم اور شیطان کی تھی

جس میں اس خلیفۃ اللہ نے اسکی تیز کچلیوں کو ہمیشہ کے لئے کچل دیا ہے۔ شیطان مختلف راہوں اور طریقوں سے اس کی ایڑی کاٹنے کو نکلا۔ مگر ہر طرف سے اسپر لعنت کی مار پڑی اور وہ نامراد اور ناکام رہا۔ اب شیطان کا آخری حملہ باقی تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر اس نے نیا بہروپ بدلا ہے اور وہ چاہتا ہے۔ کہ آدم اور اسکی ذریت پر ڈنگ چلائے مگر خدا تعالے کے صلوٰۃ اور سلام ہوں

خلیفۃ اللہ آدم ثانی پر

جس نے اس کے تیز زہر ہلاہل سے بھرے ہوئے دانتوں کو پہلے سے توڑ ڈالا ہے۔

یہ فیصلہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے شایع کیا تھا۔ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ شیطان کو کچلنے کے لئے اور باطل کی ہلاکت کی خاطر۔ لیکن امرتسری منکر نے سعی کی کہ اسکو مشکوک اور بے اثر کر کے دکھا دیا جاوے تاکہ لوگ اس فیصلہ کے صدور پر ہدایت نہ پا جائیں۔ اس فیصلہ کا جو جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں شایع کیا تھا۔ وہ سارا ہی انشاء اللہ وقتاً فوقتاً درج کرونگا۔

مگر اس وقت میں اُس کا ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے اس فقرہ پر دیا گیا ہے۔

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔

اسپر جو نوٹ امرتسری مولوی فاضل کے نائب نے دیا ہے۔ اور جو اسی ایڈیٹوریل میں درج ہے جس پر فاضل۔ ایڈیٹر کی کوئی جرح نہیں وہ ناظرین کے لئے قابل غور ہے۔ اور یہی ایک نوٹ اس سانپ کے دانت توڑنے کے لئے زبردست ہتوڑا ہے اسطرح پر

ثناء اللہ کی جوتی اور اسیکا سر

ہمارے سامنے ہے۔ وہ نوٹ یہ ہے۔

آپ اس دعوے میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے۔ کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو۔ من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا (پ ۱۶ ع ۸) اور انما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹) اور ویمدھم فی طغیانھم یعمھون (پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو۔ بل متعنا ھؤلاء و اباءھم حتی طال علیہم العمر (پ ۱۷ ع ۴) جن کے صاف یہی معنے ہیں۔ کہ خدا تعالے جھوٹے دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو۔ کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی؟ کیوں نہ ہو دعوے تو مسیح۔ کرشن۔ اور محمدؐ اور احمدؐ بلکہ خدائی کا ہے۔ اور قرآن میں یہ لیاقت! ذالک مبلغھم من العلم۔"

یہ نوٹ ہے جو اس فیصلہ پر دیا گیا ہے فیصلہ کی راہ یہ تھی۔ کہ صادق کی زندگی میں کذاب اور مفتری ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور کذاب اور مفتری اور مفسد کو لمبی عمر نہیں دی جاتی۔ حضرت مسیح موعودؑ اس دعا کے ذریعہ جو اس اشتہار میں کی گئی تھی۔ یہ چاہتے تھے کہ مفسد اور کذاب کو لمبی عمر نہ دی جاوے۔ لیکن ثناء اللہ جس کے دل میں چور تھا۔ اور جسے اپنے کذب و فساد پر اعتماد تھا۔ اور جو یقیناً جانتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دعا خالی از اثر نہ رہیگی۔ اور ثناء اللہ کا بیڑا پار کردیگی وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے مقابلہ میں آنے والے ہلاک ہو چکے تھے۔ اس لئے ثناء اللہ نے اپنے متعلق اس فیصلہ آسمانی کو ملتبس کرنے کے لئے یہ راہ نکالی کہ مفسد اور کذاب اور نافرمان کو لمبی عمر دی جاتی ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور میں اسے سنجیدہ مزاج پبلک کے سامنے رکھتا ہوں کہ کیا وہ شخص جو حضرت اقدسؑ کی اس دعا کے نتیجے سے خائف اور متردد ہو کر قبل از وقت یہ عذر تراشتا ہے کہ صادق کی زندگی میں کاذب کا ہلاک ہو جانا کوئی دلیل فارق نہیں ہے؟ وہ اس امر کی کوشش نہیں کر رہا کہ یہ حق باطل کے ساتھ ملتبس ہو جاوے!

ضد اور عداوت کے تاریک بخار سے دماغ کو صاف کر کے سوچو کہ اگر ثناء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا تو ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے ۲۶ اپریل کے اہلحدیث میں مندرجہ بالا نوٹ پڑھا ہوا تھا۔ یہ صداقت مشکوک ہوتی یا نہ؟ پس خدا تعالے جو حق اور باطل کو ملنے نہیں دیتا۔ اور ایک امتیازی رنگ پیدا کر دیتا ہے۔ اسنے نہ چاہا کہ معاملہ کو مشکوک بنا وے۔

اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور اجل مقدر کے قریب ہونے کی وحی بھی ہو چکی تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالے کے وعدہ کے موافق اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور

ثناء اللہ کو روسیاہ کر گئے

ثناء اللہ پر اس کی اقبالی ڈگری موجود ہے۔ اس کی رو سے وہ خود نافرمان مفسد اور دغا باز ہے جن آیات کو اسنے حضرت مسیح موعودؑ پر چسپان کر کے آپ کی صداقت کو مشکوک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی رنگ میں خدا تعالیٰ نے انی مھین من اراد اھانتک کا کرشمہ آپ کی وفات پر دکھایا اور اس کا مصداق اول

ثناء اللہ امرتسری ٹھہرا

اب اسی کی جوتی ہے اور اسی کا سر احمدیوں کے اختیار میں ہے جس طرح چاہیں اس کے دماغ کا تنقیہ کریں۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ ثناء اللہ کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے استشہاد کر کے کوئی امر لکھے اسلئے کہ وہ اشتہار۔

جلی حروف میں

ثناء اللہ کے خلاف اسی کی تحریر سے فیصلہ دیتا ہے۔

ثناء اللہ کے شیدائیو اور اس کے قدیم اشناؤ! کیا تم کوشش کروگے کہ ٹھنڈے دل سے اس نوٹ کو پڑھو الیس فیکم رجل رشید!

میں اگلے نمبر میں انشاء اللہ العزیز امرتسری منکر کی خدمت میں ایک اور تحفہ پیش کرونگا۔ جو خود انہوں نے ہی طیار کر کے ہمارے ہاتھ میں دے رکھا ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت اس کا سر سہلاتے رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

اخبار وکیل کا قرضہ

خداتعالیٰ کی قدرتوں پر بے اختیاری اور وجد کے عالم میں کبھی زبان سے واہ اور کبھی کسی صاحب الرائے شخص کو حق کی مخالفت میں قابل شرم ٹہوکریں کہاتے ہوئے دیکھ کر دل سے آہ نکلتی ہے جبکہ میں امرت سر کے مشہور اخبار وکیل کا وہ مضمون پڑہتا ہوں جو اس کی ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت اور ایڈیٹوریل کالمز میں مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مندرج ہے۔ میں اس بات سے واقف ہوں کہ ملک میں کچھ لوگ اخبار وکیل کی رائے کو وقعت کی نظر سے دیکھتے اور دنیوی معاملات میں اس اخبار کے ایڈٹ کرنیوالے قلم اور دماغ کو چند آدمی قابل ستائش سمجھتے ہیں لیکن تعجب ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں پر ایمان قوی ہوتا ہے جبکہ وہی قابل ستائش دماغ مختل اور وہی قابل ستائش قلم اپنی متانت اور روانی سے معطل نظر آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وکیل نے جو کچھ لکھا ہے بظاہر عبارت میں متانت و سنجیدگی کو نبھانے کی کوشش کی ہے لیکن ابتدائی حصہ کے علاوہ باقی تمام مضمون کے نفس مطلب کی نادرستی کو الفاظ کا لباس کیسے پوشیدہ کرسکتا تھا۔ وکیل کے اس مضمون کی بقول وکیل واقعی ایسی ہی مثال ہے کہ اس نے گویا اپنے خیالات کی زہریلی گولیوں کو شائستہ الفاظ کے شہد میں لپیٹ کر لوگوں کے حلق سے اُتارنا چاہا ہے۔ وکیل کے مضمون کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے۔

"مرزا صاحب کی لائف میں ابتدائی صفحوں کے سوا آپ کو ایسے تہوڑے ہی صفحے ملیں گے جو حیرت انگیز واقعات سے معنون اور تعجب خیز کیفیتوں سے مزین نہ ہوں خواہ وہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں دشمنان اسلام کے ساتھ نبرد آزمائی کر رہے ہوں۔ خواہ قادیان میں بیٹھے ہوئے پیروان رسول پر مخالفت کی آگ برسا رہے ہوں خواہ یورپ میں مادہ پرست عیسائیوں کو مذہب اسلام کی برکتوں سے واقف کر رہے ہوں اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ مگر ان کی زندگی اور زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص فطرت لیکر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتی اونہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیم کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا ۱۸۷۷ء کے قریب جبکہ ان کی ۳۵-۴۰ سال کی عمر تھی۔ ہم انکو ایک غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اوسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی کہوئی چیز کی تلاش میں ہے جسکا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا ہے کبھی حمایت اسلام وحقیت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور آریوں سے جو مباحثات انہوں نے کئے تہے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں اونہوں نے تصنیف کی تہیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ان کی ایک کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑہا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑہا دئے تہے غرضکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جسکی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے بُرا ہونے کا فیصلہ دیدیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تہیں۔ اور بطور حفظ ماتقدم اپنے آئندہ دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تہا۔ لیکن اس کے بہترین فیصلہ کا وقت ۱۸۸۰ء تہا جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تہے یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنے تئیں اس کا مستحق نہ دکہایا۔ کیرکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چہوٹا سا دہبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضکہ مرزا صاحب کی زندگی کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار کیا بلحاظ مذہبی خدمات و حمایت دین مسلمانان ہند میں اونکو ممتاز برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہونچا دیا۔"

اس مندرجہ بالا حصہ مضمون میں پیروان رسول پر آگ برسانے یا براہین کے متعلق اپنے آپ کو مستحق نہ دکہانے کے دوتین فقرات کے علاوہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جو واقعہ کے خلاف اور دور از حقیقت ہو یہ فقرات بھی اس قسم کے ہیں۔ کہ میں ان کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ اب باقی مضمون کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جو اس عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"سنہ ۶۱۱ء جو رسول عربی کی عالمگیر خدائی پیغام کیوجہ سے دنیا کی مذہبی تاریخ میں بے نظیر اہمیت اور تقدس رکہتا ہے مرزا صاحب نے ۱۲۸۰ برس کے بعد (یہ ۱۲۸۰ برس شمسی حساب سے مضمون نگار نے نکالے ہیں ورنہ قمری یعنی اسلامی برسوں کے حساب سے سواتیرہ سو برس کے قریب ہوتے ہیں) اسی ۱۸۹۱ء میں پھر اوسی کے واقعات کو خدائی زبان میں دُہرانا شروع کر دیا اور اپنی ذات پر ایمان لانیکو کافۃ الناس کے لئے ذریعہ نجات قرار دیا۔" اگر وکیل کو مذہب سے تعلق ہوتا (جیساکہ وہ خود مذہبیت سے علیحدہ رہنے کو اپنے مضمون کے اخیر میں بیان کرتا ہے) اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعلیمات کی عظمت دل میں ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے وقت پر مبعوث ہونے اور خدائی زبان میں اسلام کی صداقت کے لئے واقعات کے دُہرائے جانے سے ذرا بھی متعجب یا رنجیدہ نہ ہوتا اور مسیح موعود و مہدی مسعود پر ایمان لانا ذریعہ نجات ہے اس کو بہ آسانی سمجھ جاتا۔ افسوس کہ راقم مضمون کو اس حدیث کی بھی خبر نہیں۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ بروائت دیگر من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ الامام مات میتۃ جاھلیۃ

آگے چلکر وکیل کہتا ہے۔ کہ ہمارے دوست ہمیں معاف رکہیں اگر ہم یہ کہیں کہ اونہوں نے اسی مرحلہ پر مرزا صاحب کے سمجھنے میں غلطی کہائی ہے۔ یہ تو مرزا صاحب کے موافق و مخالف دونوں کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اس زمانہ میں کسی نہ کسی وجہ سے اسلام کی عملیات کی پاک اور مقدس تعلیم کا اثر قلوب سے میٹ رہا ہے۔ طبعی جذبات غالب آرہے ہیں اور عام تاریکی پھیلی ہوئی ہے ایک انصاف پسند طبیعت جو مرزا صاحب کو اسی نظر سے دیکہتی ہے جسمیں کہ وہ تھے۔ کہدیگی کہ اونہوں نے اس تاریکی کے دامن کو نبوت کا جامہ پہنا کر چاک کرنا چاہا لیکن وہ طبائع جو مرزا صاحب کے خلاف ہیں اسی مسئلہ کو یوں کہیں گی کہ وہ عین اوس وقت جبکہ لوہا سُرخ تہا ہتوڑا مارنے سے نہیں چوکے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو۔ کہ انہوں نے نبی نوع انسان یا کم از کم مسلمانوں کو ایک مضبوط گرفت میں لینا چاہا۔"

مجھے کو فاضل منشی یعنے ایڈیٹر صاحب وکیل پر رحم آتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر ان کے توسن عقل نے بڑی زبردست ٹھوکر کہائی ہے۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ وہ اسلام کے عملیات کے پاک اور مقدس تعلیم کے قلوب سے مٹنے کا سبب بہی تلاش فرماتے۔ اور کسی نہ کسی وجہ سے کہہ کر اپنی بے التفاتی مذہب کا قابل شرم ثبوت نہ دیتے۔ انصاف پسند طبیعت تو بقول وکیل خود ہی یہ کہتی ہے۔ کہ انہوں نے (مرزا صاحب نے) اس تاریکی کو مٹانا چاہا۔ باقی سُرخ لوہے پر ہتوڑا مارنا کیوں ناجائز ہے۔ اور یہ کس زبان کا محاورہ ہے۔ اور کون

معنون میں استعمال ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا۔ میں یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ مسلمانوں کو ایک مضبوط گرفت میں لینے اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا پر عمل کرنے میں نقصان کیا ہے۔

پھر وکیل کہتا ہے۔ کہ "خواہ کچھ ہی ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ مرزا صاحب نے اقتضائے وقت سے فائدہ اٹھانے میں کچھ دوراندیشی سے کام نہیں لیا اونہیں خیال کرنا چاہیئے تھا کہ زمانہ بہت آگے بڑھ گیا ہے اور دنیا کسی انسان کو محض اس لئے ذریعہ نجات قرار دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کہ وہ ایک پہلے مذہب کی تجدید کے لئے آیا ہے۔ . . . . . . "

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک مسلمان اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ خدا تعالے کے مامور و مرسل ہمیشہ خدا تعالے کے حکم کے موافق کام کیا کرتے ہیں۔ یا اخبار وکیل کے ایڈیٹر کی رائے کے مطابق!؟ حضرۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے زمانہ میں کون مادی انسان یہ کہتا ہوگا کہ اونہوں نے نبوت کا دعوے کرنے میں دوراندیشی اور عقلمندی سے کام لیا ہے؟ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ تم امام وقت کی فرمانبرداری کرو۔ اور جس نے اس کی اطاعت نہ کی اوس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب وکیل یہ کہتے ہیں۔ کہ دنیا اس عظیم الشان مجدد یعنے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ذریعہ نجات قرار دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کے بعد دو رنگ منشی فاضل نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ سب اوس بدظنی کا نتیجہ ہے۔ جو ایک مامور من اللہ کے معاملہ میں خدائی قوانین کو زیر نظر نہ رکھنے اور عقل سلیم کو کام میں نہ لانے سے ایک مادہ پرست انسان کو ہوا کرتی ہے۔ پھر مضمون نگار اسبات پر سخت افسوس ظاہر کرتا ہے کہ مرزا صاحب نے لوگوں میں نہ صرف مناقشات و اختلافات ہی پیدا کئے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں تلواریں دیدیں۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ ان کے سب دعاوی سے قطع نظر معاشرتی پہلو سے بھی مرزا صاحب کی تعلیمات پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے۔ وہ اہمیت کے لحاظ سے ایسا ہے کہ جس سے مرزا صاحب کے تمام محاسن و محامد بن گراڑ جاتے ہیں۔ افسوس کہ اونہوں نے تفرقہ کے نتائج پر ایک لمحہ بھی غور نہیں کیا۔ اگر مضمون نگار کو یہ معلوم ہوتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تفرقہ کے نتائج پر اسی طرح غور نہیں کیا تھا۔ جس طرح کہ اب حضرت مرزا صاحب نے نہیں کیا۔ اور یہ کہ اگر

حضرت مرزا صاحب کی تعلیمات کے اثر نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں تلواریں دیدیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے اثر نے ہی نہ صرف ہاتھوں میں تلواریں دی تھیں بلکہ اون تلواروں سے کام بھی ایسا حیرت انگیز لیا کہ باپ نے بیٹے کو اور بیٹے نے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا کہ خدا تعالے کے فرستادے کبھی مداہنت اور منافقت سے کام نہیں لیا کرتے تو وہ اوس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے طرز عمل پر جو منشائے الٰہی کے موافق ظہور میں آیا اعتراض نہ کرتا اور اپنی ضعیف الایمانی یا مادہ پرستی کا ثبوت نہ دیتا کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ دروغگو را حافظہ نباشد ابھی اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ میں مضمون نگار حمایت و حقیت اسلام میں مرزا صاحب کے بسیط کتابیں لکھنے وغیرہ کا خود بڑی پرزور عبارت میں سچا اقرار کر چکا ہے۔ لیکن اب مخالفت کے جوش میں خود ہی اوس کے خلاف تحریر کرتا اور مرزا صاحب کی تصانیف کو اون کے دعاوی کی بحثوں کے علاوہ بے حقیقت ٹھہراتا ہے۔ پھر وکیل بلا دلیل لکھتا ہے۔ کہ

" مذہبی ریفارمر ہونے کے لحاظ سے ہم ان کا مرتبہ کسی طرح سرسید علیہ الرحمتہ سے نہیں بڑھا سکتے۔ کیونکہ جن مسائل اسلامی پر موخر الذکر بزرگ نے قلم فرسائی کی تھی۔ انھی راستوں پر مرزا صاحب بھی گئے۔ جس شخص نے سرسید کی مذہبی تصنیفات کو ایک نظر دیکھ لیا ہے اوسکو مرزا صاحب کی تصانیف میں سوائے دعوی مجددیت و مسیحیت کے اور کوئی نئی چیز نظر نہ آئیگی۔ "

تعجب ہے اور سخت تعجب کہ وکیل کی مذکورہ بالا عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے سرسید اور حضرت اقدس ع دونوں کی تمام و کمال تصانیف بڑے غور سے ملاحظہ کی ہیں۔ لیکن حقیقتاً یا تو فاضل ایڈیٹر نے سرسید اور حضرت اقدس ع دونوں کا ایک ایک مضمون یا رسالہ بھی نہیں دیکھا۔ یا یہ کہ دیدہ و دانستہ جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں فرمایا۔ سرسید فرماتے ہیں کہ وحی صرف ایک ملکہ فطرت کا نام ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں وحی خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو اپنے برگزیدہ بندوں پر وہ خود نازل فرماتا ہے۔ سرسید زبان سے تو خدا تعالیٰ کو مانتے ۔ اور قرآن شریف کو بھی منجانب اللہ مانتے ہیں لیکن سرسید کے افعال اور مجموعی اقوال سے نتیجۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو محض ایک علت موجبہ اور الہام و وحی کو محض دماغ انسانی کا نتیجہ جانتے ہیں۔ سرسید نے فلسفہ کے آگے قرآن شریف کی جانب سے دب کر صلح کا پیغام دینے اور خدا تعالے کے پاک کلام کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ لیکن حضرت مرزا صاحب ع نے خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو ظاہر کرنے خدا تعالیٰ کے مدبر بالارادہ اور قادر و توانا ثابت کرنے قرآن شریف کے آگے فلسفہ کے مارسیاہ کا سر کچل کر مادہ پرستوں کی ناک کاٹنے میں جو جو کارنمایاں کئے اس سے ساری دنیا واقف ہے۔ سرسید نے تو فلسفہ کو ذریعہ نجات ٹھہرایا۔ اور اس جری اللہ نے ایمان کو۔ سرسید نے آریوں کیطرح دعا کو انجاح حاجت کے لئے ایک غیر ضروری چیز ٹھہرایا۔ اور حضرت مرزا صاحب ع نے دعا ہی کے ذریعہ سے تمام حاجات کا پورا ہونا مشاہدہ کرا کر دعا کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ سرسید نے معجزات اور نشانات انبیاء کی وہ تعریف بیان کی جس سے انبیاء اور غیر انبیاء میں کوئی مابہ الامتیاز چیز ٹھہرایا جا سکتا لیکن حضرت مرزا صاحب نے خود معجزات و نشانات دکھا کر مخالفین اسلام کا ناطقہ بند کر دیا سرسید نے قرآنی تعلیم کے خلاف مسلمانوں کو مداہنت دنیا پرستی اور دنیا طلبی سکھائی۔ حضرت مرزا صاحب نے مذہبی حمیت خدا پرستی اور خدا طلبی کا سبق دیا۔ مضمون نگار نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ میں جن مذہبی کارناموں اور دینی خدمتوں کو خود تسلیم کیا ہے اسی کے ہم رنگ سرسید کے متعلق اس کو ثابت کرنا سخت دشوار ہوگا غرضکہ بہت سے ایسے اختلافات ہیں کہ جبتک ایک زنگی کی رنگت کو کافور سے تشبیہ نہیں دیجا سکتی اسوقت تک سرسید کی تصنیفات کو حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات سے کوئی مشابہت نہیں۔ معزز مضمون نگار کو چاہیئے کہ بے جا تعصب سے علیحدہ ہو کر ٹھنڈے دل سے سرسید اور حضرۃ مرزا صاحب کے حالات اور مذہبی کارناموں میں غور کرے اور پھر دیکھے کہ اس نے مذہبی ریفارمر ہونے میں سرسید کو حضرت مرزا صاحب

۳ اس بات کی مطلق پرواہ نہیں رہتی کہ دیکھنے والے اور سننے والے کیا کہیں گے۔ ایک بڑی ہی قابل مضحکہ بات ہے جسطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ و اشاعت وحی میں دیکھنے اور سننے والوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے اسیطرح حضرت مرزا صاحب نے بھی پرواہ نہیں کی اگر مضمون نگار نے قرآن شریف کے ایک ہی مقام پر صرف دو ہی سطروں میں مہین۔ ہماز۔ مشاء نمیم۔ معتد اثیم عتل۔ زنیم۔ سنسمہ علی الخرطوم کے الفاظ دیکھے ہوتے تو وہ ہرگز ہرگز حضرت مرزا صاحب کے علم کلام پر معترض نہ ہوتا جسطرح آجکل مخالفین اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بیجا اعتراض کیا کرتے ہیں۔ بالکل اونہیں الفاظ میں مضمون نگار نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کی نسبت لکھا ہے۔ کہ "جو دنیا کے اخلاق و عادات کی اصلاح کا مدعی ہو بڑا تحمل بڑا رحم بڑا عفو بڑی انکساری بڑی فروتنی کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے تھا۔" لیکن جسطرح اس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین کہتے تھے ایسا ہونا چاہیئے تھا ویسا ہونا چاہیئے تھا اور آخر کار مخالفین کی گفتار سب باد ہوا ثابت ہوئی اسی طرح اب بھی اگر کوئی کہے۔ کہ ایسا کہنا چاہیئے تھا تو ان کا کہنا کیا وقعت رکھ سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ بندوں کی مرضی کا ماتحت نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا اور کہلواتا ہے

اس نے جس شعل کو روشن کیا ہے وہ کسی کے منہ کی پھونکوں سے بجھ نہیں سکتی۔ مضمون نگار نے یہ تو لکھدیا۔ کہ مسیح کے حمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق سے وہ (حضرت مرزا صاحب) فرسنگوں دور تھے۔ لیکن اس نے کوئی مثال اور ثبوت پیش نہیں کیا لہذا ہمیں اسطرف التفات نہیں ہوتا۔ پھر مضمون نگار لکھتا ہے۔ کیونکہ ان کی بعض معرکتہ الارا پیشگوئیاں جن کا پورا ہونا ان کی زندگی میں ضروری تھا ابھی تک کتم عدم سے وجود میں نہیں آئیں۔ اس لئے اسے نہایت محفوظ طریقہ پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ تائید آسمانی نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔

ہزار ہا پیشگوئیوں کے آفتاب عالمتاب کی طرح سچا ثابت ہونے اور کسی ایک آدھ پیشگوئی کا کوئی جز و کسی مخالف کی سمجھ میں نہ آنے سے خدا تعالے کے اس برگزیدہ کی عظمت وشان میں کوئی فرق نہیں آسکتا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اور اگر بصورت تنزل یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی کوئی ایک آدھ پیشگوئی ان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی۔ تو پھر معترض نہ تنہا حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کرتا ہے۔ بلکہ اس کی دست درازی حضرت عیسےؑ و حضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاء علیہم السلام حتی کہ افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالے نے ملک شام کے دینے کا وعدہ کیا لیکن ملک شام کی سرحد میں پہونچنے سے بھی پہلے ہی راستہ میں وہ فوت ہو گئے اور ملک شام بنی اسرائیل کی آیندہ نسلوں کو ملا۔ اسی طرح آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں آئیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ کنجیاں حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کے ہاتھ میں آئیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو دو کنگنوں کی شکل میں دیکھا جو پھونک مارنے سے اڑ گئے لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ حضور نبی کریم کی اس پیشگوئی کا نصف حصہ ان کی حیات میں اور نصف ان کی وفات کے بعد پورا ہوا۔ یعنی اسود عنسی تو نبی کریم کے سامنے اور مسیلمہ کذاب ان کی وفات کے چھ ماہ بعد ہلاک ہوا۔ باقی اس بات پر زور دینا کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے مخالفین کے سامنے کیوں فوت ہوئے درحقیقت نہایت کمزور بات ہے۔ خدا تعالے کے ماموروں اور ان کے مخالفوں کی موت وحیات ان کے مشن کی موت وحیات ہوتی ہے۔ ورنہ مرنا جینا تو ہر شخص کی ساتھ لگا ہوا ہے حضرت مرزا صاحبؑ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کہ میں قیامت تک کی عمر لیکر آیا ہوں۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ آدمؑ و شیطان کے واقعہ سے لیکر اس وقت تک برابر اخیار و اشرار کے دونوں سلسلے پہلو بہ پہلو چلے آتے ہیں اور چلے جائینگے۔ اگر مرزا صاحبؑ ہزار برس عمر بھی پاتے تب بھی ان کی وفات کے وقت کسی نہ کسی مخالف مقابل کا موجود ہونا ممکن تھا۔ درحقیقت اب دیکھنا تو یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے جو سلسلہ دنیا میں قایم کیا ہے وہ قایم رہتا ہے یا ان کی وفات کے ساتھ ہی ان کا سلسلہ بھی نابود ہو جاتا ہے نیز یہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ اور ان کی جماعت کے ساتھ وہ تائیدات الہیہ جو ایک راستباز اور راستباز کی جماعت کے ساتھ ہونی چاہیئے شامل رہیں اور رہینگی یا نہیں؟

مضمون نگار یعنی ایڈیٹر اخبار وکیل نے اپنے سب سے آخری فقرہ میں احمدیوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ سب کو چاہیئے کہ مرتد ہو کر دنیا پرستوں کی برادری میں پھر شامل ہو جائیں لیکن مخالفوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی تدبیریں نہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کارگر ہوئی تھیں۔ نہ اب ہو سکتی ہیں۔

ایڈیٹر وکیل کو چاہئے تھا۔ کہ اول اس جماعت میں جو سر سید نے تیار کی ہے۔ ان کے دونوں صاحبزادوں کو ملاتے اور پھر اسلامی عملی حالت اور جماعت احمدیہ کی عملی حالت پر ضرور توجہ فرماتے۔ حضرت مرزا صاحبؑ مغفور کو دل کھول کر گالیاں دینے اور برا کہنے کے بعد احمدی جماعت کے ساتھ نیک سلوک کر کے ایڈیٹر صاحب نے بہت عمدہ طور پر ناسور بھرنے کی تدبیر کی ہے اور ابتداء مضمون کو آخر کے ساتھ اچھا پیوند کیا ہے۔

اللہ تعالے اپنے فضل وکرم اور
رحم سے فیصلہ فرما دے۔ آمین

راقم
اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی

رسالہ تشحیذ الاذہان۔

چونکہ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کی وفات کے متعلق ایک جامع مضمون لکھا ہے اور حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے۔ کہ یہ مضمون اعلےٰ طور پر چھپوایا جاوے۔ یعنی اسکی کتابت و چھپوائی اعلےٰ قسم کی ہونی چاہیئے۔ اور کاغذ بھی اعلےٰ قسم کا لگایا جاوے اور مضمون کے لئے ایک رسالہ کافی نہیں ہے۔ اس لئے انشاء اللہ تعالے ۱۰ رجولائی ۱۹۰۸ء تک یہ خاص پرچہ شایع کیا جاویگا۔ و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

عبدالرحیم منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ہر دو کاذب

خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

امرتسری منکر ثناء اللہ کے متعلق اسکا اپنا فیصلہ اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ دیا گیا ہے۔ تراوڑی اور پٹیالہ کے کانے دجال کی دوستی کے تدارک کے لئے میں ایک خار دار لگام دینے کی فکر میں تھا۔ کہ امرتسری منکر کا پرچہ مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۰۸ء میری نظر سے گذرا جس میں مرتد ڈاکٹر کا اپنا ایک آرٹیکل شایع کیا گیا ہے اور اس پر امرتسری منکر نے خود تنقید کی ہے اس سے پیشتر کہ میں کانے دجال کے پھنوڑے پر عملی جراحی کروں بہتر اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حق میں اس کے دوستوں کا فیصلہ درج کردوں یعنی یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے جس طرح ثناء اللہ کو کاذب ثابت کیا ہے (بحوالہ اہلحدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۸ء) اسی طرح مرتد ڈاکٹر کو بھی کاذب ثابت کیا ہے اور اس کے کذب پر گواہ ایسے ہیں جو ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کے نزدیک معتبر اور موقر ہیں۔ اس فیصلہ سے جو ثناء اللہ نے پیسہ اخبار کی تائید سے عبد الحکیم کے حق میں دیا ہے صاف ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مرتد ڈاکٹر کاذب ہے۔

اور ثناء اللہ کا کاذب ہونا پہلے ثابت کیا گیا ہے۔ اب یہ دونو کاذب پہلے اپنے گھر میں فیصلہ کرلیں۔ کہ دونوں میں سے بڑا کاذب کون ہے اور کون زیادہ حق رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں کذبیت کے قابل ہو اس فیصلہ سے ہمیں بھی سہولت ہوگی اور پبلک کو بھی فائدہ پہنچیگا۔ اب میں وہ رائے امرتسری منکر کی مرتد ڈاکٹر نے کانے دجال کے حق میں درج کرتا ہوں۔

ثناء اللہ کی رائے عبد الحکیم کی پیشگوئی پر۔

"ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس نہیں کرتے۔ یعنی چودہ ماہہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا چنانچہ ۱۵ رمئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں۔ کہ ۲۱ رساون یعنی ۴ راگست کو مرزا مریگا۔ تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا۔ جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۰ رکے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام چھپا ہوا پر کیا ہے۔ کہ ۲۱ رساون کی بجائے ۲۱ رساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض پیشگوئی سہ سالہ اور چودہ ماہہ کو اسی اجمال پر چھوڑے رہتے اور ان کے بعد یا کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کر دیتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا"

یہ رائے جو خدا لگتی ہے۔ کیا بتاتی ہے؟ مضمون صاف ہے کہ مرتد ڈاکٹر کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اور ڈاکٹر کاذب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک اور مقدس سیرۃ ہمیشہ ایک کامل رہنما کا کام دیگی۔ اس لئے کہ آپ کی زندگی اعجازی زندگی ہے۔ جو بطور تحدی اہل عالم کے سامنے پیش کی گئی اور ایسا ہی آپ کو چونکہ انک لعلی خلق عظیم کی وحی ہوئی تھی۔ اس پہلو سے اخلاق کے تمام مدارج کا وہ مکمل نمونہ اور اسوہ تھی مین اس امر کا تحریص رہا ہون۔ کہ سلسلہ کے مشاہیر کی عموماً اور حضرت مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً مکمل لائف لکھی جاوے۔ مین نے اس کام کو ابتداً شروع ہی کیا تھا۔ مگر وہ کسی دوسرے وقت پر میرے سنے یا کسی اور کے لئے ملتوی ہوا۔ پھر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کی لائف کا ارادہ مین نے ظاہر کیا۔ اور اس کا میٹریل بہم پہنچایا۔ یہانتک کہ اس کے متعلق صرف اب اتنا کام باقی تھا یا ہے کہ مین انہین صرف ایک ترتیب دیکر حوالہ کاتب کرون۔ اور اب جبکہ مجھے ایک محنتی اور جفاکش نائب محض خدا تعالےٰ کے فضل سے مل گیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ تفسیر اور مولوی صاحب کی لائف کے سلسلہ کو مکمل کرون۔ کہ اس اثنا مین حضرت حجۃ اللہ کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا اور مجھے اس کام کو پھر کچھہ عرصہ کے لئے سردست ملتوی کرنا پڑا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی لائف کے مواد جمع کرنیکا شوق پیدا ہوا۔ یہ شوق نیا نہین۔ مین حضرت ممدوح صاحب کی زندگی ہی مین اس کے لئے طیاری کر رہا تھا۔ چنانچہ الحکم کے بعض مقامات پر اس کے متعلق اشارات بھی کئے اور جناب خانصاحب مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی اس کام مین قلمی مدد کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اور انہون نے وعدہ بھی کیا تھا۔ مگر ہر ایک کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس ضروری کام کو کیا جاوے۔ مرزا سلطان احمد صاحب بھی اس ضروری کام مین میرے معاون ہونگے۔ اس لئے مین اس اعلان کے ذریعہ اپنے دوستون کو مطلع کرتا ہون۔ کہ ان مین سے جو کوئی بھی حضرت اقدسؑ کی لائف کے متعلق کوئی امر بتا سکتا ہو اس سے مجھے اطلاع دے اور اگر کسی کے پاس آپ کا دستخطی کوئی خط ہو۔ وہ بجنسہ مجھے بھیجدے مین اسکی نقل لیکر اصل واپس کر دونگا۔ مکتوبات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ میرے پاس پہلے ہی سے موجود ہے اور ایسا ہی حضرت اقدسؑ کی بعض بہت پرانی اور غیر مطبوع تحریرین بھی میرے پاس ہین۔ ان سب کو مین لائف کے ساتھہ شامل کرونگا (انشاء اللہ العزیز) یہ لائف ایک جلد مین ختم نہین ہوسکے گی۔ بلکہ اس کے کئی مجلدات ہونگے اور ایک مقدمہ ہوگا جس مین علم السیرۃ اور سیرۃ الانبیاء پر انشاء اللہ العزیز عجیب بحث ہوگی یہ سب کام اللہ تعالےٰ کے فضل اور توفیق پر منحصر ہے۔

اس لئے مین احباب سے پرمنت استجا کرتا ہون کہ وہ خصوصیت سے دعا کرین کہ اللہ تعالےٰ اپنا خاص فضل مجھہ پر نازل کرے میرے دل و دماغ کو اس مبارک کام کے لئے جہان روشنی اور قوت وہان اخلاص بھی عطا فرماوے اور اس سے مقصد خدمت دین ہو نہ حصول دنیا۔ . . . .

یہ کام چھوٹا کام نہین۔ اسکے لئے بڑی محنت۔ مطالعہ اور جستجو کی حاجت ہے اور پھر اس کے طبع کرانے کے لئے بہت بڑے مصارف کی ضرورت ہے۔ مصارف کے لئے مین کچھہ بھی نہین کہتا۔ اور نہ مین اس کی قیمت کا کوئی اندازہ کرسکتا ہون۔ البتہ مین نے یہ ارادہ کیا ہے اور اس مین خیر و برکت رکھدینا اللہ تعالےٰ کا کام ہے کہ مین اس لائف کو اگر پورا کرسکا جو خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے تو خواہ مجھے اس کے لئے اپنے اثاث البیت تک بیچہ دینا پڑے مین اسکو عمدہ سے عمدہ کاغذ پر اچھے سے اچھے کاتب سے لکھوا کر چھپوانا چاہتا ہون اور اس تحریر کی اشاعت کے ساتھہ مین نے اس کام کو خدا تعالےٰ سے دعا مانگ کر شروع کر دیا ہے۔ احباب سے صرف یہ درخواست ہے۔ کہ وہ مجھے جس قسم کا میٹریل دے سکتے ہین دین۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم

خریداران ریویو کو اطلاع

چونکہ رسالہ اس دفعہ بہ سبب ایک ضروری مضمون کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر لکھا گیا ہے۔ بڑا ہو گیا ہے اس لئے غالباً وقت پر شایع نہ ہوسکیگا۔ اور شاید چار پانچ یوم توقف ہوجاوے تفسیر القرآن بھی اسی وجہ سے وقت پر شایع نہ ہوسکیگی۔ اور اس مین قریباً آٹھہ دس دن کی دیر ہو جاویگی۔

منیجر ریویو آف ریلیجنز۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک خواہش

اللہ تعالےٰ کا شکر اور اسی کی حمد ہے کہ ہم ایک علم دوست اور امن پسند حکومت کے نیچے ہین۔ جس نے ہر قسم کی مذہبی آزادی عطا کر کے اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے۔ ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاج برطانیہ کی حکومت پر ہمیشہ فخر اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اس زمانے مین مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے جو کام قلم اور پریس سے لیا جا رہا ہے۔ وہ نہایت قیمتی ہے اس وقت جبکہ قلمی جنگ مختلف مذاہب کے درمیان ہو رہی ہے ہمارے ہتیار یہی ہین اشاعت اسلام کے سلسلہ مین اور مخالفین اسلام اور سلسلہ کے جوابات کے لئے ہماری طرف سے جو کتابین اور رسالے شایع ہون۔ وہ نہایت عمدہ اور خوشخط ہونے چاہئین اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک مجلس مین مجھے خاص طور پر خطاب کر کے فرمایا کہ اخبار مین شایع کر دو کہ ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ پسند فرماتے تھے۔ کہ عمدہ خوشخط کاتب یہان رہین۔ تاکہ وقت پر جلد تر کام ہوجاوے اس لئے اس وقت جبکہ ہمارے مقابلہ قلم کا میدان وسیع ہو گیا ہے ایسے لوگون کی ضرورت ہے۔ جو احمدی ہین اور پہلے سے اس کام کو قادیان سے باہر رہ کر کرتے ہین۔ وہ قادیان مین رہ کر اور خدا کے لئے رہ کر اس خدمت کو اپنے ذمہ لین۔ اسطرح پر وہ خدا تعالےٰ کو راضی کرنے والے ٹھیرین گے۔ اور خدا کے مرسل امام کی روح خوش ہوگی اور میرے اس کام مین جو خدا تعالےٰ نے میری خواہش کے بغیر اپنے فضل سے میرے سپرد کیا ہے۔ وہ معاون ٹھیرینگے اور کچھہ لوگ ایسے بھی چاہئین۔ جو اس کام کتابت کو اس مقصد اور نیت سے سیکھین۔ تاکہ وہ سلسلہ کی خدمت کرسکین۔

کاتبون کی فی الحقیقت بڑی دقت ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک ضروری رسالہ لاہور بھیجنا پڑا۔ اور ایسا ہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کا ایک پمفلٹ لاہور بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ وقت ہے کہ ہمارے وہ احباب جو اس فن سے مذاق رکھتے ہین۔ وہ لاہور مین ہون یا کسی اور جگہ اس سلسلہ کی خدمت کے لئے نکلین۔ قادیان مین انکا رہنا ان کے لئے انشاء اللہ برکات کا موجب ہوگا۔ اگرچہ یقین نہین کہ دوسرے شہرون کے مقابلہ مین قادیان کی رہایش ان کی آمدنی پر کوئی اثر ڈالے۔ لیکن اگر وہ ایسا خیال کرتے ہین تب بھی وہ یاد رکہین کہ خدا کی رضا ان سب سے افضل اور مقدم ہے اور خدا کی راہ مین کوئی کچھہ نہین کھوتا۔ جو اس سے کئی درجہ زیادہ نہین پالیتا۔ مبارک وہ جو اس کو سنے اور اس پر عمل کرے۔

حضرت مسیح موعود مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں

خطبہ جمعہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵ ؍ جون ۱۹۰۸ء

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

یایہا الذین اٰمنوا لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون الخ اولٰئک ھم المھتدون ٥

اللہ تعالےٰ کے یہ کلمات جو مین نے تم کو اس وقت سنائے ہین معمولی وعظ نہین ہے اور نہ ہی ان کے متعلق کچھہ بیان کرنا آج میرا مقصد تھا۔ یہ ایک امر ہے اور الٰہی علم ہے جو تمہارے سامنے پیش کرتا ہون۔ کلام خدا ہے۔ انسان کا کلام نہین۔ خدا کی پاک اور مجید کتاب کی سچی تعلیم ہے وہی کتاب جس کے واسطے اب اور پہلے بھی تم سب نے امام صاحب کے ہاتھہ پر بیعت کی تھی اور وہ کامل کتاب ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت قلم دوات منگائی۔ اور چاہا کہ مین تم کو ایسی بات لکھہ دون۔ کہ لن تضلوا (کہ تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو) جن لوگون کی عقل باریک اور سمجھہ مضبوط اور علم کامل تھا۔ وہ سمجھہ گئے۔ کہ انہون نے لوگون کو اللہ تعالےٰ کے پاک کلام کیطرف متوجہ کیا اور جن کی زبان پر حق چلتا تھا۔ اُس نے اس بات کا یقین کر لیا کہ آپ صلعم جو بات لکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہی پاک کتاب تھی۔ چنانچہ اُس رضؓ نے صاف کہا کہ حسبنا الکتاب یہ ایک نقطہ معرفت ہے جو ایک زمانہ مین اللہ تعالےٰ نے مجھپر کھولا تھا۔ آنحضرت صلعم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہین۔ کہ مین ایسی بات لکھہ دون۔ کہ لن تضلوا۔ دوسری طرف قرآن شریف مین یہ آیت موجود ہے۔ یبین اللہ لکم ان تضلوا ان تضلوا یعنے لئلا تضلوا پس تطابق سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ قرآن ایک کامل کتاب ہے۔

آج یہ جو دو آیت مین نے تمہارے سامنے پڑھی ہین۔ یہ میرے کسی خاص ارادے غور و فکر کا نتیجہ نہین۔ اور نہ مین کوئی طیاری قبل از وقت اس مضمون اور ان آیات کے متعلق آج جمعہ کے خطبہ مین سنانے کی کی تھی۔ وعظ کا بیشک مین عادی ہون۔ مگر یہ آیتین محض اللہ تعالےٰ کی ہی طرف سے دل مین ڈالی گئین۔ اس کا مطلب سمجھنے کے واسطے مین پہلے تمہین تاکید کرتا ہون۔ توجہ سے سنو اور یاد رکھو جب تمہین کوئی وسوسہ پیدا ہو۔ تو پہلے دائین طرف تھوک دو۔ پھر لاحول پڑھو۔ اور ان باتون کو کثرت سے استعمال کرو۔ دعا کرو۔ پھر تاکید سے کہتا ہون کہ اب

تمہارا کام یہ ہے کہ ہتھیار بند ہو جاؤ کمرین کس لو۔ اور مضبوط ہو جاؤ۔ وہ ہتھیار کیا ہین یہی کہ دعائین کرو۔ استغفار۔ لاحول۔ درود اور الحمد شریف کا ورد کثرت سے کرو۔ ان ہتھیارون کو اپنے قبضہ مین لو اور اُن کو کثرت سے استعمال کرو مین ایک تجربہ کار انسان کی حیثیت سے اور پھر اس حیثیت سے کہ تم نے مجھہ سے معاہدہ کیا ہے اور میرے ہاتھہ پر بیعت کی ہے تم کو بڑے زور سے اور تاکیدی حکم سے کہتا ہون۔ کہ سر سے پاؤن تک ہتھیارون مین محفوظ ہو جاؤ۔ اور ایسے بن جاؤ کہ کوئی موقعہ دشمن کے وار کے واسطے باقی نہ رہنے دو۔ بائین طرف تھوکنا۔ لاحول کا پڑھنا استغفار درود اور الحمد شریف کا کثرت سے وظیفہ کرنا ان ہتھیارون سے مسلح ہو کر ان آیات کا مضمون سن لو۔

تم نے سنا ہوگا اور مخالفون نے بھی محض اللہ کے فضل سے اس بات کی گواہی دی ہے اور تم مین سے بعض نے اپنی آنکھہ سے بھی دیکھا ہوگا۔ کہ حدیث شریف مین آیا۔ المبطون شہید۔ وہ جو دستون کی مرض سے وفات پا دے۔ وہ شہید ہوتا ہے مبطون کہتے ہین جس کا پیٹ چلتا ہون یعنی دست جاری ہو جاوین۔ اب جائے غور ہے کہ آپ ؑ کی وفات اسی مرض دستون سے ہی واقع ہوئی ہے۔ اب خواہ اسی پرانے مرض کی وجہ سے جو مدت سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطور ایک نشان کے آپ کے شامل حال تھا۔ یا بقول دشمن وہ دست ہیضہ کے تھے۔ بہر حال جو کچھہ بھی ہو یہ امر قطعی اور یقینی ہے۔ کہ آپ کی وفات بصورت مبطون ہونے کے واقع ہوئی ہے پس آپ بموجب حدیث صحیح کہ مطبون (اجو مرض دست سے خواہ کسی بھی رنگ مین ہو وفات پانے والا) شہید ہوتا ہے پس اس طرح سے خود دشمنون کے مونہہ سے بھی آپ ؑ کی شہادت کا اقرار خدا کرا دیا۔ یقتل فی سبیل اللہ سے مراد لڑائی اور جنگ ہوتی ہے لڑائی اور جنگ ہی مین صلح ہوتی ہے۔ خدا نے آپ ؑ کو پیغام صلح دینے کے بعد اُٹھا یا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب جنگ کا خاتمہ ہونے کو ہے۔ کیونکہ اب صلح کا پیغام ڈالا گیا ہے

مگر خدا کی حکمت اس مین یہی تھی۔ کہ آپ ؑ کو حالت جنگ ہی مین بلائے تا آپ ؑ کا اجر جہاد فی سبیل اللہ کا جاری اور آپ ؑ کو رتبہ شہادت عطا کیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی طور پر اس صلح کی کارروائی کے انجام پذیر ہونے سے پہلے جبکہ ابھی زمانہ زمانہ جنگ ہی کہلاتا تھا اُٹھا لیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ آپ ؑ نے اس سے کئی سال پہلے ایک دفعہ کل شہر کو بلا کر شیخ میران بخش کی کوٹھی مین جو کہ عین شہر کے وسط مین واقع ہے ایک فیصلہ سنایا اور اس کا نام آپ ؑ نے فیصلہ آسمانی رکھا۔ عزیز عبد الکریم مرحوم کو کچھہ تو اس خیال سے ان کی آواز اونچی اور ڈلر بھی تھی شاید ان کو خود ان کی اپنی آواز پر بھی کچھہ خیال ہوگا۔ اور کچھہ اس جوش سے جو عموماً ایسے موقعون پر ہوا کرتا تھا اس امر کی درخواست کی۔ کہ مین یہ مضمون سناؤن۔ مگر آپ ؑ نے بڑے جوش اور غضب سے کہا کہ اس مضمون کا سنانا بھی میرا ہی فرض ہے۔ غرض ہزارون ہزار مخلوق کے مجمع مین ایک مضمون آپ ؑ نے بیان کیا اور آپ ؑ نے دعاوی کو لوگون کے سامنے پیش کیا۔ پھر اس کے بعد دوسرا موقعہ جلسہ اعظم مذاہب مین آپ کے بے نظیر اور پر حقائق لیکچر کے سنائے جانے سے دنیا پر حجت قایم ہو گئی۔ پھر اپنے میلارام کے مکان پر ایک پر زور لیکچر تحریری اور تقریری دیا۔

پھر اس کے بعد آپ ؑ نے ہم لوگون کو حکم دیا کہ آریہ قوم پر بھی حجت قایم کر دی جاوے۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے آپ ؑ نے ایک مضمون دیا جو کہ شہادت کے طور پر سنایا گیا اور جس مین آپ ؑ کا حقیقی مذہب اور سچا اعتقاد دلی آرزو سچی تڑپ اور خواہش تھی۔ وہ دیکر ہمین بھیجا اور ہمارے آنے جانے کے کثیر اخراجات کو برداشت کیا۔ غرض اس طرح سے بھی آپ نے لاہور جیسے دار الحکومت مین لوگون پر اپنی حجت ملزمہ قایم کر دی پھر اس کے بعد آخری سفر مین بھی تمام امرا کو دعوت دیکر ان کو اپنے دعاوی دلائل اعتقاد اور مذہب پہونچا دیا۔

اب مین نہین سمجھہ سکتا کہ دار السلطنت مین اس طرح سے ہر بار پوری شان اور دھوم سے اتنی بار آپ نے اپنے پیغام رسالت کو پہونچایا۔ مگر اب بھی کوئی یہ کہہ دے کہ آپ ؑ جس کام کے واسطے آئے تھے وہ ابھی پورا نہین ہوا۔ یا ناتمام رہ گیا۔ اب آخر کار اس گرمی کے موسم مین حالت سفر مین اور جنگ مین آپ ؑ نے پیغام صلح ڈالا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ صلح اپنا عملی رنگ پکڑے خدا نے آپ ؑ کو اُٹھا لیا تا آپ حالت جنگ مین وفات پانے کا غیر منقطع اجر پاوین۔

اب اللہ تعالےٰ کہتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا ہم سناتے ہین۔ ذرا غور سے توجہ سے اور ہوشیار ہو کر سن لو اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو کیا کہتے ہین؟ یہی کہ تم

ان لوگون کے حق میں یہ کبھی بہی مت کہو۔ جو خدا کی راہ مین جان خرچ کر گئے ہین اور خدا کی راہ مین شہید ہوئے ہین کیا مت کہو؟ یہ مت کہو کہ وہ مر گئے ہین وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین۔ آپؑ نے خدا کی راہ مین تبلیغ احکام الہیہ مین خدا کی راہ مین حالت سفر مین وفات پائی ہے۔ پس یہ خدا کا حکم ہے اور کوئی بہی اس بات کا مجاز نہین کہ آپؑ کو مردہ کہے۔ آپ مردہ مین آپ ہلاک شدہ نہین۔ بل احیاء بلکہ زندہ ہین۔ یاد رکھو کہ یہ نہی الٰہی ہے۔ ہم وجوہات نہین جانتے کہ ایسا کیون حکم دیا گیا۔ بلکہ اس جگہ ایک اور نقطہ بہی قابل یاد ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اور جگہ جہان شہداء کا ذکر کیا ہے۔ وہان احیاء عند ربہم کا لفظ بہی بولا ہے مگر اس مقام پر عند ربہم کا لفظ چہوڑ دیا ہے۔ دیکھو انسان جب مرتا ہے تو اس کے اجزا منتفرق ہو جاتے ہین۔ مگر یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ اس نے حضرت مرزا صاحب کی جماعت کو جو بمنزلہ آپؑ کے اعضاء کے اور اجزا کے تہی اس تفرقہ سے بچا لیا اور اتفاق اور اتحاد اور وحدت کے اعلے مقام پر کہڑا کر کے آپؑ کی زندگی اور حیات ابدی کا پہلا زندہ ثبوت دنیا مین ظاہر کر دیا۔ صرف تخم ریزی ہی نہین کی بلکہ دشمن کے موہنہ پر خاک ڈالکر وحدت کو قایم کر دیا۔

دیکھو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ المبطون شہید اور دوسری طرف قرآن مجید مین اللہ تعالے نے ہمین جہنجوڑ کر کہا ہے کہ مردہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ احیاء۔ یہ بات ہماری سمجہہ مین نہین آتی۔ ہم نے خود دم نکلتے دیکہا۔ غسل دیا۔ کفن دیا اور اپنے ہاتہون سے گاڑ دیا اور خدا کے سپرد کیا پہر یہ کیسے ہوا کہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین۔ مگر دیکہو اللہ فرماتا ہے کہ تمہارا شعور غلطی کرتا ہے۔ مین یہ مسئلہ اپنے بہائیون کے سامنے پیش کرتا ہون کہ وہ اپنے اندر غیرت پیدا کرین اور سچے جوش جو حق اور راستی کے قبول کرنے سے ان مین موجود ہو گئے ہین انکا اظہار کرین اور ہمین دکہا دین کہ واقعی ان مین ایک غیرت اور حمیت ہے اور ان مخالفون سے پوچہین کہ دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہین۔ اچہا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے۔ پہر ہیضے سے مرنا شہادت نہین ہے؟ پیغام صلح جنگ کو ثابت کرتا ہے اور دشمن بہی اس بات کو تسلیم کرے گا۔ کہ واقعی آپؑ کی وفات عین جہاد فی سبیل اللہ مین واقع ہوئی ہے۔ دشمن نے خود ہی ہر طرح سے مورچہ بندی کی ہوئی تہی اور اپنے پورے ہتہیارون سے اپنی حفاظت کے سامان کرنے کی فکر مین لگ رہا تہا۔ اراکین اور امراء کو دعوت دیکر آپؑ نے اپنے تمام دعاوی پیش کئے تہے یا کہ نہین؟ پس ان سب لوازم کے ہوتے ہوئے بہی اگر دشمن آپؑ کے احیاء کے قایل نہین تو جا تو رہین۔

مانا کہ یہ رنگ ہمارے واسطے ایک ابتلائی رنگ ہے۔ صاحبزادہ میان مبارک احمد کی وفات اور پہر خود حضرت اقدس علیہ الف الف صلواۃ والسلام کا کوچ کرنا واقعی اپنے اندر ضرور ابتلاء کا رنگ رکہتے ہین۔ مگر اس سے خدا ہم کو انعام دینا چاہتا ہے۔ انعام الٰہی پانے کے واسطے ضروری ہوتا ہے کہ کچہہ خوف بہی ہو۔ خوف کس کا؟ خوف اللہ کا۔ خوف دشمن کا۔ خوف بعض نادان ضعیف الایمان لوگون کے ارتداد کا۔ مگر وہ بہت تہوڑا ہوگا۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ اور اللہ تعالے خود فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ خدا فرماتا ہے کہ میری راہ مین کچہہ خوف آویگا۔ کچہہ جوع ہوگی (جوع یا تو روزہ رکہنے سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کچہہ روزے رکہو) اور یا اس رنگ مین جوع اپنے اوپر اختیار کرو کہ صدقہ خیرات اس قدر نکالو کہ بعض وقت خود تمکو فاقہ تک نوبت پہنچ جاوے۔ اپنے مالون کو خدا کی راہ مین اتنا خرچ کرو کہ وہ کم ہو جاوین اور جانون کو بہی اسی کی راہ مین خرچ کرو۔ بلکہ اپنے پہلون کو بہی خدا کی راہ مین خرچ کرو۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ایسے لوگون کو جو مصائب اور شدائد کے وقت ثابت قدم رہتے ہین۔ اور تنگی پر ثبات رکہتے ہین۔ خدا کو نہین چہوڑتے اور کہتے ہین کہ ہم سب الٰہی رضا کے واسطے ہی پیدا ہوئے ہین جس طرح وہ راضی ہو۔ اس راہ سے ہم اس کے حضور اس کو خوش کرنے کے واسطے حاضر و تیار اور کمر بستہ ہین۔ ہم نے اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔ پس جس کے حضور انسان نے ایک نہ ایک دن حاضر ہونا ہے۔ وہ اگر ہم سے خوش نہین تو پہر اس ملاقات کے دن سرخروئی کیسے ہوگی؟ پس تم خود ہی پیشتر اس کے کہ خدا کی طرف سے تم پر خوف۔ جوع اور نقص اموال اور ثمرات کا ابتلا آوے خود اپنے اوپر ان باتون کو اپنی طرف سے خدا کی خوشنودی کے حصول کے واسطے وارد کر لو تاکہ دوہرا اجر پاؤ۔ اور یہ قدم خدا کے لئے اُٹہاؤ تاکہ اس کا بہتر بدلہ خدا سے پاؤ؟ یہ مصائب دینی نہین بلکہ صرف معمولی اور دنیوی ہونگے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ دشمن برا بہلا کہہ لیگا۔ کوئی گندہ گالیون کا بہرا اشتہار دے دے گا۔ یا خفگی اور ناراضگی کے لہجہ مین کوئی بڑا سا اعتراض کر دیگا مگر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ لن یضروکم الا اذی۔

یہ تکلیف ایک معمولی سی ہوگی کوئی بڑی بہاری تکلیف نہ ہوگی۔ دیکہو خدا نے ہم کو بڑی مصیبت سے بچا لیا۔ کہ تفرقہ سے بچا لیا۔ اگر تم مین تفرقہ ہو جاتا۔ اور موجودہ رنگ مین تم وحدت کی لڑی مین پروئے نہ جاتے اور تم تتر بتر ہو جاتے تو واقعی بڑی بہاری مصیبت تہی اور خطرناک ابتلا۔ مگر یہ خدا کا خاص فضل ہے۔ اگر کچہہ تہوڑی سی تکلیف ہم کو ہوگی بہی تو یہین ہوگی اس کا مابعد الموت سے کوئی واسطہ یا تعلق نہین۔ بلکہ مابعد الموت کو باعث اجر اور رحمت الٰہی ہوگی۔ اور اس تہوڑی سی مشکل پر صبر کرنے اور مستقل رہنے اور سچے دل سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کا بہتر سے بہتر بدلہ دینے کی قدرت اور طاقت رکہنے والا تمہارا خدا موجود ہے۔ وہ خاص رحمتین جو کہ ورثۃ الانبیاء اور شہداء ہوتی ہین وہ بہی تمہین عطا کرے گا۔ اور عام رحمتین تمہارے شامل حال کرے گا۔ اور آئندہ ہدایت کی راہین اور ہر مشکل سے نجات پانے کی ہر دکہہ سے نکلنے ہر سکہہ اور کامیابی کے حصول کی راہین تم پر کہول دے گا۔ دیکہو مین یہ اپنی طرف سے نہین کہتا۔ بلکہ بلوح خدا ہمین است۔ خدا کے اپنے وعدے ہین۔ اور خدا اپنے وعدے کا سچا ہے۔

آج کا مضمون اور اس کی تحریک محض خدا تعالے ہی کی طرف سے دل مین ڈالی گئی ہے ورنہ مین نے نہ اس کا ارادہ کیا تہا۔ اور نہ اس کے واسطے کوئی تیاری کی تہی۔ پس یہ خدا کی بات ہے۔ مین تمکو پہنچاتا ہون اور تاکید کرتا ہون کہ ایسے اوقات مین تم کثرت دعا۔ استغفار۔ درود و لاحول۔ الحمد شریف۔ کا ورد کیا کرو۔ مین بہی دعا کرتا ہون اللہ تعالے فرماتا ہے لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم۔ دیکہو دو کو ایک کرنا سخت سے سخت مشکل کام ہے۔ تو پہر ہزارون کا یکدم جمع کرنا اور ان مین وحدت اور الفت کا پیدا کرنا خدا کے فضل کے سوا کہان ممکن ہے؟ دیکہو تم خدا کے فضل سے بہائی بہائی ہو گئے ہو۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور اس کی حقیقت کو پہچانو تو سلسلہ اخلاص اور ثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔

جلسہ کے بعد

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ۔ الحمد للہ۔ تو خدا کی حمد کیا کرو۔ اشارہ الحمد شریف کیطرف تہا اس کا کثرت سے ورد کرو اور استغفار بہی اسی سے چاہو۔ ایاک نعبد وایاک نستعین کی طرف اشارہ ہے۔ استغفار کی الگ بار بار تم کو تاکید کی گئی ہے ایمان اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ کے سچے مفہوم اور حقیقت پر کاربند ہونے کا نام ہے۔ اسی پر توکل کرو۔ اور ہمیشہ پچہلے گناہون کے بد نتائج سے بچنے کے واسطے دعاؤن مین مصروف رہو جمعہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ۵ر
۲- خواص و معاونین سے ۵ع
۳- ہندوستان سے باہر ۷ر
۴- غیر مذاہب والوں سے
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ

پرچہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جون ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ ہجری | جلد ۱۲

ہمارا فرض اس وقت کیا ہونا چاہئے

میں اپنے پہلے آرٹیکل میں کسیقدر اشارہ کر چکا ہوں کہ ہمارا فرض کیا ہے لیکن آج کسیقدر اور صراحت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ احمدی احباب ان سطور کو توجہ سے پڑھیں گے ایمان کی شناخت اور امتحان کا وقت وہ وقت ہوتا ہے۔ جب انسان کسی ابتلاء عظیم میں ڈالا جاوے۔ اسوقت اگر وہ اس ابتلاء سے نکلنے کے لئے ایسے حیلے اور طریقے اختیار کرتا ہے جو اسکو خدا تعالیٰ سے دور لیجاتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ ضعف ایمان کی وجہ سے ہے لیکن اگر وہ پورے استقلال اور ہمت بلند سے اس ابتلا کا مقابلہ کرتا ہے اور رضاء الٰہی کی رضا کے ساتھ پوری مصالحت اور مسالمت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ تو یقین کر لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے اطمینان قلب عطا کر دیا ہے جو ایمان باللہ کا اصل نتیجہ ہے۔

کسی قوم پر اس سے بڑھکر کیا ابتلا ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا امام اور ہادی اس دنیا سے ایسے وقت اٹھایا جاوے۔ جبکہ وہ قوم ابھی منزل مقصود پر نہ پہنچی ہو۔ اور ابھی منزل ابھی دور اور کٹھن ہو۔ ایسی حالت اور صورت میں اگر وہ قوم اپنے استقلال اور ہمت بلند کا نمونہ دکھاتی ہے تو یہ اس امام اور ہادی کی سچائی پر ایک ایسی دلیل ہوتی ہے جو اس کی وفات پر کھل جاتی ہے۔

یہ وقت گھبرانے کا نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے ایک موقع ہوتا ہے۔ اور دانشمند اور دور اندیش جماعت اسکو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ یہی وقت ہم پر آیا ہے لیکن اگر اسوقت کو ہم نے مفید نہ بنایا۔ اور اب بھی کچھ نہ پایا۔ تو سمجھو کہ پھر بڑے خوف کا مقام ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم اسے غنیمت سمجھیں اور اس سے فائدہ حاصل کریں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ فرمایا ہے۔ اسلئے سب سے اول تو ہمیں

قدرت ثانیہ کے نزول اور ظہور

کے لئے دلی دعائیں کرنی چاہئیں جسکی وصیت حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اور جسکو پورا کرنیکے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے اعلان فرمایا ہے۔ ایسی مشکلات کے وقت دعاؤں سے وہ کام نکلتا ہے جسکو کوئی تدبیر اور عقل نہیں کر سکتی۔ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام تو

دعاؤں ہی کے حربہ

کو لیکر آئے تھے اس ہتھیار کو مضبوط پکڑو۔ یہی تمہارے لئے ہر میدان میں فتح کا موجب ہوگا۔

ہاں دعاؤں کے سلسلہ میں بھی عزم بالجزم اور نہ گھبرانے والی ہمت کی حاجت ہے اور دعا کے نتیجہ کے جلدی ظاہر نہ ہونے پر ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ اور نہ مایوس ہونا چاہئے اس لئے کہ

خدا سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے

کیا تم نہیں جانتے وہ نور مسیحا جو دعائے خلیل کا نتیجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے

تین ہزار سال بعد ظاہر ہوئی

پس سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم دعاؤں میں لگیں اور الگ الگ گھروں میں اور باہر بھی دعائیں کرتے رہیں۔ اسکے بعد جو ضروری اور اہم فرض ہمارے ذمہ ہے وہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقاصد کی تکمیل ہے

جس کام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا اور محض اپنے فضل سے اسنے ہم سب کو اسکا جوارح بنایا ہے اسکی تکمیل کے لئے پہلے سے زیادہ مستعد اور دلیر ہو کر ہمیں میدان میں آنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی اور بعثت کی اصل غرض

کسر صلیب ہے

اور اس سے مراد صلیبی مذہب کے فتنہ سے دنیا کو نجات دینا ہے۔ اس مذہب کے ذریعہ دنیا میں ہلاکت اور گمراہی کی غارتگری ہے۔ وہ ایک نمایاں بات ہے یہی جسطرح پر حضور علیہ السلام شبانہ روز اس باطل کو مٹانے کیلئے آمادہ رہے۔ ہمارا فرض ہے کہ

خلیفۃ المسیح کی لواء کے نیچے اس میدان میں ہم جمع رہیں

اور جن جن راہوں سے یہ باطل اپنا سر نکالتا ہے اور ناسور بن بن کر یہ نکلتا ہے۔ انہیں راہوں سے اسکا سر کچل دیں اور اسے بند کریں اس مقصد کے لئے ہمیں کسی نئے ہتھیار یا حربہ کی حاجت نہیں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ جو دنیا میں مسیح موعود کے نام سے آیا۔

ایک گھر اٹھڑا یا حربہ

ہمارے ہاتھ میں دے گیا ہے۔ یہ ہتھیار نہ کند ہونے والا ہے۔ اور نہ ٹوٹنے والا۔ اسکی ادنیٰ صحت یہ ہے۔ کہ مخالف دیکھتے ہی بھاگ جاتا ہے پس اس سے ہمیں کام لینا چاہئے۔ اور یہ وہ علم کلام ہے کہ حضرت مسیح موعود نے

پیش کیا ہے ؛۔

چونکہ ہر شخص کا یہ کام نہین کہ وہ میدان مناظرہ مین آئے اور اس کام کو مستقل اور بااثر بنانے کے لیے حضرت مسیح موعود کی زندگی ہی مین اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا۔ جو اب تک اسی طرح جاری ہے اسلئے ہم مین ہر ایک کا فرض ہے کہ اس سلسلہ کی اعانت کے لئے پہلے سے زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ تہیہ کریں تا کہ مستقل ماہوار رسالے کے علاوہ بعض ضروری اور وقتی مضامین پر خاص پمفلٹ شایع ہو سکیں ؛۔

اسی طرح پر آیندہ نسلوں کی حفاظت اور تعلیم اسلام کی خاطر مدرسہ تعلیم الاسلام ہے۔ جو جیسا کہ آپکو معلوم ہے۔ ہائی سکول تک بنا ہوا ہے اسکو مضبوط بنیاد پر قائم رکھنے کے لئے ہم مستعد ہون گریجویٹ اور ذی علم اپنی زندگیوں کے ایثار اور وقف سے اور دولتمند اپنے مالوں کے قربان کرنیسے اسکی اعانت کریں۔ اور جو بڑی بڑی رقمین نہیں دے سکتے۔ وہ چھوٹی ہی رقم جو اس راہ مین دے سکتے ہیں دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دعاؤں سے کام لیں ؛۔

ان ضروریات کے ساتھ بہت ہی اہم اور ضروری امر

لنگر خانہ ہے

لنگر خانہ کی ضرورت اور اہمیت کا اس سے پتہ ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکا اہتمام اپنے ہاتھ مین رکھا تھا۔ اور اب خلیفۃ المسیح کو اسکی طرف خاص توجہ ہے میرے اپنے ایمان مین لنگر خانہ حفاظت اسلام کی زبردست راہ ہے اور سیکڑوں اشاعت اسلام کا زبردست ذریعہ۔ اسلئے لنگر خانہ کی اعانت کے لئے بیش از پیش سعی کرنی چاہیے۔ پھر ایک بڑے پیمانہ پر ایک ترجمہ دینی کی ضرورت ہے اسکی سکیم زیر تجویز ہے۔ اور امید ہے کہ جلدی وہ پبلک مین آئے گی۔ خاصکر یہ کہ جن کاموں کو حضرت کی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ ان کی تکمیل اور انہین وسیع پیمانہ پر لیجانا اب ہمارا کام ہے۔ مین غلطی کرونگا۔ اگر اسکے ساتھ قومی اخبارات کی اعانت کے سوال کو چھوڑتا ہوں۔ اخبارات قوم کی بہت بڑی خدمت اور اندرونی اصلاح کا کام کر رہے ہین اسلئے ان کی بنیاد مضبوط کرنیکے لئے تمہیں اپنے مالوں کو قربان کرنا چاہیئے۔

غرض

اب وقت ہے کہ ہم دعاؤں سے کام لین۔ ہمت بلند اور استقلال کا نمونہ بنین اور اپنے مالوں کو سلسلہ کی اعانت کے لئے پہلے سے زیادہ دلیر ہو کر قربان کرین۔ خدا تعالیٰ خود تمہارا ناصر ہو اور وہ ان ضروریات کی اہمیت کا آپ تم کو علم دے ؛ ❖

ایک عظیم الشّان جلسہ

بروز اتوار بتاریخ ۲۱۔ ماہ جون ۱۹۰۸ء

ٹھیک بوقت ۷ بجے صبح

جس مین پنجاب یونیورسٹی ہال متصل عجائب گھر مین وہ

پیغام صلح

پڑھا جاویگا

جو

اعلیحضرت والامناقب جناب

مرزا غلام احمد قدس اللہ سرہٗ

نے اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں مین اس ملک سے نفاق اور پھوٹ کو دور کرنیکے لئے لکھا۔ اس مبارک پیغام کی سنانے کے لئے بالخصوص ہندو معززین ملک مین اہل ہند مین امن اور صلح کے خواہان تشریف لاویں ؛۔

الداعیان

خان بہادر محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لا۔ چوہدری شہاب الدین بخش بی۔ اے وکیل چیف کورٹ پنجاب میان فضل حسین بی۔ اے کیمرج یونیورسٹی بیرسٹر ایٹ لا۔ شیخ گلاب دین وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ میان محمد شاہنواز بی۔ اے کیمرج یونیورسٹی بیرسٹر ایٹ لا۔ مولوی احمد دین بی۔ اے وکیل۔ شیخ فضل الٰہی بیرسٹر ایٹ لا۔ مرزا جلال الدین بیرسٹر ایٹ لا۔ شیخ محمد عبد العزیز بی۔ اے ایڈیٹر ابزرور لاہور۔ میان عبد العزیز بیرسٹر ایٹ لا

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہٗ

۲۔ جون ۱۹۰۸ء قبل عصر

آپ کی خدمت مین سوال کیا گیا۔ کہ خلیفہ اور مامور مین فرق کیا ہے ؟ جسطرح مامور کی اقتدا اور اتباع کا حکم ہے اسی طرح خلیفہ کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ان دونوں مین فرق کس بات کا ہے۔

فرمایا

مامور کو اپنے کل امور مین خاص طور پر مکالمہ۔ مخاطبہ۔ اور کشوف اور رؤیائے صالحہ ہوتے ہین اور کثرت سے ہوتے ہین۔ اور اصل امور مین ذاتی اجتہاد کا بہت تھوڑا موقع دیا جاتا ہے۔ حتی کہ اسکا نطق بھی وحی خفی کے حکم مین ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ

خلیفہ کا معاملہ اسکے برعکس

ہوتا ہے کیونکہ خلیفہ کو بہت حصہ اپنی جزئی امور میں ذاتی اجتہاد سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور جس مامور یا مرسل کا وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ اسکی اقتدار اور اتباع کی پابندی اسکے پیش نظر ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ رویا صالحہ یا کشوف اور الہامات اسکو نہ ہون۔ بلکہ بات یہ ہوتی ہے۔ کہ وہاں اجتہاد قلیل اور تائید بذریعہ وحی الٰہی کثرت سے ہوتی ہے اور یہاں وحی قلیل اور اجتہاد کثیر ہوتا ہے۔ ہاں خلیفہ کو کسی زمانہ میں رویا و کشوف و وحی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی خلیفہ اصل مامور کا متبع اور اسکی ہدایات کا پابند ہوتا ہے۔ مامور کی بعض پیشگوئیاں باقی ہوتی ہین۔ ان کے پورا ہونیکے واسطے خلیفہ کا بھی ظہور ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ خلفاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ یہانتک کہ وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہو جاتی ہین۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس اصول کو قرآن شریف مین یوں فرمایا ہے۔ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہمیشہ سے سنت ہے کہ انبیاء کی بعض پیشگوئیاں ان کی زندگی مین پوری ہوتی ہین۔ اور بعض انکے بعد۔ ان کے خلفاء کے وقت مین پوری ہوتی ہین۔ [illegible] مامور پر پوری ہوتی ہین۔ انبیاء ہمیشہ پاک تعلیمات اور پاک اور روحانی تبدیلی کے واسطے بعض روحون کو مستعد کرکے اپنی تعلیمات کی تخم ریزی کر جاتے ہین۔ پھر ان کی حفاظت اور آبپاشی ان کے خلفاء کے زمانہ مین ہوتی ہے۔ تا بہت سی سعید روحون کو خدمت دین کا اجر اور ثواب ملے ؛۔ فقط عبد الرحمٰن قادیانی سب ایڈیٹر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس با ہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ہم اور علیمردان کی مردانگی

آج اس وقت ۹ رجون ۱۹۰۸ء کا روزانہ پیسہ اخبار میرے سامنے ہے اس میں کسی خاکسار علیمردان قریشی مختار عدالت کا مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ باطل نے حق کی مخالفت میں ایک اور ڈنک چلایا ہے۔ باطل ہمیشہ حق کے مقابلہ میں بے سود کوشش کرتا رہا ہے۔ اسی طرح حق کی جانب سے بھی ہمیشہ اسکی سرکوبی ہوتی رہی ہے لہذا اسی قدیمی باطل کا سر کچلنے کیلئے خدا تعالیٰ کے فضل سے قلم اٹھاتا ہوں وباللہ التوفیق۔

علیمردان قریشی نے اپنے بے ربط مضمون میں اگرچہ بہت کچھ بیہودہ باتوں کو طول دیا ہے۔ لیکن وہ باتیں جن سے ایک سادہ لوح دہوکا کھا سکتا ہے صرف چار ہیں۔

(۱) حضرت مرزا صاحب نے اپنے ۱۷۔ مئی کے لیکچر میں خدا تعالیٰ کی نسبت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے (۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ لہذا حضرت میرزا صاحب کا دعویٰ نبوت باطل ہے اور اسی لئے ان کے مسلمان ہونے میں شک ہے (۳) حضرت مرزا صاحب اپنے دعوٰی نبوت کے ثبوت میں آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پڑھا کرتے تھے اور ۱۷۔ مئی والے لیکچر کے آخر میں بھی انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا جو انکی بیجا دلیری اور گستاخی تھی اور اسی گستاخی کیوجہ سے وہ پکڑے گئے (فوت ہوئے) (۴) حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں :۔

مذکورہ بالا اعتراضات کے ملاحظہ سے بیچارے علیمردان قریشی کی تنگ نظری پوشیدہ نہیں رہتی اور کوئی اہل عقل ان باتوں کے جوابات کا منتظر بھی نہ ہوگا۔ لیکن معترض کی تنبیہ اور عوام کی تسکین کے لئے مختصراً کچھ لکھتا ہوں :۔

(۱) تعجب ہے کہ معترض نے باطل کو زیب و زینت دینے کے لئے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھدیا اور اسبات کا بھی خیال نہیں کیا کہ میں جن معمولی اردو فقرات کو اپنی اعتراض کا سنگ بنیاد قرار دیتا ہوں وہ ایسے ہیں کہ پرائمری کلاس کا ایک اردو پڑھنے والا طالبعلم بھی اعتراض کی لغویت پر ہنسے گا اور دہوکا دہی سے بخوبی واقف ہو سکیگا۔ حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے زندہ حی و قیوم ہونے اور تمام صفات حسنہ سے موصوف ہونیکو بدلائل ثابت کرنیکے بعد ان گستاخ اور بدتمیز لوگوں کو سمجھانیکے لئے جو خدا تعالیٰ کی بعض صفات سے گویا منکر ہو گئے ہیں الزامی جواب اور استفہام انکاری کے طور پر یہ کہا تھا کہ "کیا خدا مر گیا ہے۔ بوڑھا ہو گیا ہے یا قویٰ اسکے معطل ہو گئے ہیں" اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کی زبان سے جو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ثابت کرنے میں اپنی تمام عمر اور تمام کوششیں صرف کر چکا ہو کیسے درد اور جوش کے عالم میں نکلے ہونگے اور وہ خدا تعالےٰ کو ہر ایک صفات حسنہ سے متصف ثابت کرنیکے لئے کیسی سچی خواہش اور تڑپ اپنے قلب میں رکھتا ہوگا۔ لیکن۔ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔ اگر یہ کہا جائے کہ نفس مطلب سے قطع نظر یہ ادائے بیان نامناسب اور نازیبا ہے تو جواباً لکھا جاتا ہے۔ کہ اس قسم کے ادائے بیان کی تعلیم خود خدا تعالیٰ نے ہمکو دی ہے دیکھو وہ فرماتا ہے افاصفکم ربکم بالبنین واتخذ من الملئکۃ اناثا۔ معترض کو چاہیے کہ وہ عقل و ہوش کی عینک لگا کر دیکھے کہ حضرت مرزا صاحب نے جسطرح پر استفہام انکاری استعمال فرمایا ہے بالکل اسی طرح اس آیت میں بھی استفہام انکاری مستعمل ہوا ہے یا نہیں؟ اگر اس آیت کی رو سے معترض اسبات کو مانتا ہے کہ واقعی خدا تعالیٰ کے بیٹیاں ہیں تو بیشک اسکا حق ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الفاظ کو بھی خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی تصور کرے۔ خدا تعالیٰ تو خود حکم فرماتا ہے فاستفتہم الربک البنات ولہم البنون۔ لیکن جب اس حکم کی تعمیل میں دریافت کیا جائیگا۔ کہ "کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں اور انکے لئے بیٹے ہیں" تو علیمردان قریشی استفسار کنندہ پر ضرور ناراض ہوگا۔ افسوس ضد اور نابینائی نے حق کے مخالفوں کو کیسا آوارہ و گمراہ کر دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار :۔

(۲) میں نہیں سمجھ سکا کہ معترض نے جامع ترمذی کی حدیث سے کسطرح آپنے مفید استدلال کیا ہے یہ حدیث اور تمام صحیح احادیث ہمارے لئے مفید ہیں نہ ہمارے مخالفوں کے لئے۔ معترض نے نبی کلا نبی جس مضمون میں لکھا ہے۔ اسکو شاید وہاں یہ خیال نہیں رہا کہ قرآن شریف میں انک لا تہدی بھی آیا ہے۔ اور قرآن شریف ہی میں انک لتہدی بھی آیا ہے۔ یہاں نفی و اثبات کو دیکھکر نبی و لانبی کو سمجھے معترض نے صرف نبی کے لفظ سے دہوکا کھایا ہے۔ یا دہوکا دینا چاہتا ہے۔ قرآن شریف کی اصطلاح صاف بتا رہی ہے کہ نبی کے معنے خدا تعالیٰ سے علم پاکر غیب کی خبر دینیکے ہیں۔ اس حدیث میں جو لفظ نبی استعمال ہوا ہے اسکی تفسیر اس حدیث میں صاف موجود ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی۔ معترض چاہے تو اس حدیث کو مجمع البحار کے صفحہ ۸۵ میں اسطرح لکھا ہوا لاحظہ فرمالے۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا ناظر الی نزول عیسیٰ وھذا ایضا لاینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ۔ اور شرح فصوص الحکم مطبوعہ استنبول کے صفحہ ۴۰۵ میں پڑھ لے۔ کہ ان الرسالۃ والنبوۃ اعنی نبوۃ التشریع (ای رسالۃ لا الرسالۃ والنبوۃ بمعنی الاخبار من الحقائق الالٰہیۃ فانہما لا تنقطعان[1] لکونہما من الصفات البشریۃ۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے کبھی صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا وہ شریعت محمدی کو جسقدر کامل و اکمل دائم شریعت مانتے اور دوسروں سے منواتے تھے معترض بیچارے کو یہ بات کہاں نصیب! ہاں انکا یہ دعوےٰ تھا کہ میں ہی موعود عیسیٰ ہوں جسکا وعدہ نبی کریم صلی اللہ و آلہ وسلم نے دیا تھا۔ اور ٹھیک اپنے وقت پر آیا ہوں اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھپر جو چاہتا ہے غیب کی خبریں ظاہر فرما دیتا ہے اور اسی لئے میرا نام نبی ہے یہ بات کچھ شرع کے خلاف نہیں کوئی نئی بات نہیں مثنوی میں لکھا ہے ع آں نبی وقت باشد اے مرید۔ اسی طرح اکثر صوفیائے کرام اور علمائے دین و محدثین کا مذہب ہے۔ آخر وہ بات کیا ہے جس پر علیمردان قریشی سراج آپے سے باہر ہوا جاتا ہے :۔

(۳) آیت لو تقول علینا الخ پر اس سے پہلے متعدد رسالے اور بے نظیر مضامین حضرت مرزا صاحب کے شایع ہو چکے ہیں اور مخالفین کا اب تک ناطقہ بند ہے۔ علیمردان قریشی کو یہ خبر نہیں کہ حضرت مرزا صاحب تقریباً تیس ۳۰ سال تک خدا تعالیٰ سے پاکر اپنے الہامات شایع کرتے رہے۔ حالانکہ شرط صرف تیئس ۲۳ سال کی تھی یہ تو کسی نے دعوےٰ نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہے کہ جو سچا مدعی الہام ہو اسکو قیامت تک موت نہ آئیگی اور ہمیشہ زندہ ہی رہیگا۔ علیمردان قریشی کہتا ہے کہ سنت اللہ برسوں سے چپکے چپکے اپنا کام کر رہی تھی میں کہتا ہوں کہ یہ عجیب سنت اللہ ہے کہ ایک صادق اور سرور انبیاء کو تو ۲۳ سال سے زیادہ مہلت نہ دی اور (بقول خاکسار علیمردان) ایک کاذب کے لئے تیس سال تک چپکے چپکے کام کر کے تیئس سال سے بھی زیادہ زمانہ صرف کر دیا۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو غور کرو اور جلد باز نہ بنو!

[1] ترجمہ = بے ریب وہ رسالت اور نبوت جس سے نئی شریعت پیدا ہوتی ہے وہ دونوں منقطع ہوگئیں نہ وہ رسالت اور نبوت جسکے معنے ہیں۔ حقایق الٰہیہ سے اطلاع تو یہ دونوں منقطع نہیں ہونگی۔ کیونکہ وہ دونوں بشری صفات ہیں۔

(۴) پیشگوئیوں کے متعلق اعتراض کرنا بھی سراسر حماقت ہے ذرا یہ تو بتاؤ کہ لاکھوں پیشگوئیاں جو آفتاب عالمتاب کی طرح اپنی صداقت کو ظاہر کر چکی ہیں۔ ان سے آپنے کیا فائدہ اٹھایا جواب ایک یا دو پیشگوئیوں کے سمجھ میں نہ آنے پر اعتراض کرنے کا استحقاق حاصل کر لیا خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذا بدلنا اٰیة مکان اٰیة واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون معترض اپنے آپ کو محتاط عدالت بیان کرتا ہے لیکن اسکو یہ معلوم نہیں کہ پوتے بھی بیٹوں کے حکم میں ہوتے ہیں وحلائل ابنائکم میں کیا پوتے کی بیوی دادا کے لئے جایز ہو سکتی ہے؟ صحیح بخاری میں بصراحت مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کی کنجیاں دی گئیں۔ حالانکہ حضرت نبیؐ کے ہاتھ سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سپاہی کا ہاتھ تھا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سونے کے کڑے دیکھے جس سے مراد مسیلمہ کذاب و اسود عنسی تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں انکے ہلاک ہو جانے کا یقین تھا لیکن مسیلمہ حضور نبی کریم کی وفات کے بعد ہلاک ہوا۔ اکثر عظیم الشان پیشگوئیاں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں اور کتب سابقہ میں ان کے ذکر سے بھری ہیں وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پوری نہیں ہوئیں بلکہ بہت سی آپ کے جانشینوں کے ہاتھ پر پوری ہوئیں معترض کو چاہئے۔ ذرا صبر کام لے اور دیکھے کہ ہر ایک اعتراض کا کافی و وافی و شافی جواب انشاءاللہ تعالیٰ مفصل و مشرح طور پر ہماری جانب سے بار بار شایع ہو کر بیوقوفوں کے شکوک کا گرد و غبار دور کر کے عنقریب مطلع صاف کر دیگا۔ ہاں عناد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ ہدایت خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ وہ جسکو چاہتا ہے عطا کرتا ہے:۔

مضمون کے اخیر میں خاکسار علیمردان قریشی نے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عاجزانہ طور سے التماس کیا ہے کہ للہ اپنے مسلمان بھائیوں کی نماز اور جنازہ میں علیحدہ نہ ہوں اور حضرت مسیحؑ کو زندہ رہنے دیں مجھکو علیمردان کی بیکسی پر رحم آتا ہے۔ کہ اس نے مسیح ناصری کے زندہ رکھنے کے لئے کیسی بیکسی اور مجبوری کیساتھ درخواست کی ہے مگر اسکی اس آرزو کا پورا ہونا محالات سے ہے۔ کیونکہ اگر مسیح موسوی زندہ ہوتے تو بیشک انکو زندہ رہنے دیتے لیکن جبکہ انکو فوت ہوئے تقریباً دو ہزار برس ہو چکے تو اب زندہ رہنے دینے کے کیا معنے! ہاں وہ یوں کہہ سکتا تھا کہ مسیح علیہ السلام کو زندہ کر دو۔ سو یہ بھی غیر ممکن اور مسلمان بھائیوں کی قدرت سے باہر ہے۔

خاکسار علیمردان کو چاہیے۔ کہ وہ مسیح موسوی کو زندہ کرنیکی فضول کوشش نہ کرے کیونکہ انکی وفات میں اسلام کی حیات ہے یہ نہ معلوم ہوا کہ علیمردان قریشی کو مسیح ناصری اور انکی حیات سے کیا خاص تعلق ہے حالانکہ اسکے نام کے ساتھ قریشی کا لفظ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اسکو قریش کے سرتاج سرور انبیا سید الثقلین اور انکے مسیح یعنی مسیح محمدی سے خاص تعلق اور محبت ہونی چاہیے تھی۔ آہ! کیا سچ کہا ہے اس مسیح محمدی علیہ الصلوٰة والسلام نے کہ

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند	مگر مدفون یثرب را نداند این فضیلت را
زبوی نافہ عرفان چو محروم ازل بودند	پسندیدند در شان شہ خاق این مذلت را
ہمہ عیسیٰ بُرا نزا از مقال خود مدد دادند	دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را
بخاک انگیزی شان برضیا خود بمی سم	نہاں کے ماند آن نورے کہ حق بخشید فطرت را
کجا عالے شان بر خاطر من حشیت آرد	اگر صادق تر دلی منود گر بیند قیامت را

کیا اچھا ہو کہ علیمردان قریشی بجائے ناراض اور جز بز ہونے کے عقل و تدبر سے کام لے اور سچا پکا مسلمان بننے کیلئے بجائے مسیح ناصری کے مسیح محمدی کا دامن پکڑے۔ والسلام

راقمہ۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی

دوسری قدرت

برادران۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یہ تحریک خلیفہ مسیح موعود حضرت مولوی نورالدین صاحب کے حکم سے کیجاتی ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک جگہ جماعت کو الوصیتہ کے ذیل کے فقرات کی طرف توجہ دلائی جاوے "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اسلئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جسکا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤنگا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے

سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت میں ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو"۔ اس عبارت کے آخری الفاظ جن کو جلی قلم سے لکھا ہے۔ جماعت کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ ان الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسبات کو ضروری قرار دیا ہے بالفاظ دیگر اللہ تعالےٰ کے اس منشاء کو ظاہر فرمایا ہے کہ دوسری قدرت کے نزول کے لئے ہر ایک جگہ میں احباب اکٹھے ہو کر دعائیں کریں۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت مولوی صاحب نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ جہاں ہمارے دوست ہیں۔ وہ ہر روز یا جسطرح ممکن ہو ایکدفعہ اکٹھے ملکر نماز میں یا نماز سے باہر اس موعود قدرت ثانی کے نزول کے لئے دعائیں کریں۔ بلکہ ایسے مقامات میں بھی جہاں کوئی دوست تنہا ہوں انہیں یہ کوشش کرنی چاہیے۔ کہ کسی دوسرے دوست کیساتھ جو قریب ہوں۔ ملکر دعائیں کریں۔ اکٹھے ہو کر دعا کرنا منشا الٰہی کے ماتحت خود وصیت میں حضرت اقدس نے لازمی قرار دیا ہے اور اس حکم کی تعمیل سب احباب پر فرض ہے۔

محمد علی۔ از قادیان

انجمن احمدیہ ضلع کرنال

"خاص کرنال میں باقاعدہ طور پر انجمن احمدیہ قایم ہو گئی ہے۔ اسواسطے ضلع کرنال کے تمام احمدی احباب کی خدمت میں لکھا جاتا ہے کہ وہ چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ کرنال کے ساتھ خط و کتابت کریں۔ اور اپنے شہر اور گاؤں میں ضلع کرنال کی انجمن احمدیہ کے ماتحت شاخیں قایم کریں اور اپنے سلسلہ کے تعلقات کو بڑھادیں۔ والسلام

اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

اطلاع

سال رواں اور بقایاداران کے نام وی۔ پی جاری ہو رہے ہیں یہی اطلاع کافی ہے۔ مینیجر

کلمات طیّبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان ۲- مئی ۱۹۰۸ء بعد عصر

مسٹر محمد علی جعفری ایم-اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کو جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے حضرت اقدس ؑ نے مخاطب کر کے فرمایا

میں جب مامور ہوا تھا۔ اور خدا نے اس سلسلہ کو بہت صاف طور سے قایم کیا کوئی شک و شبہ نہیں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور قرآن شریف کے بیّن نشانات کے مطابق اور ٹھیک وقت پر ظہور تھا۔ اور پھر صداقت دعوے کیساتھ خدائی نشان بھی تھے۔ تو میں نے سب سے اول اس امر کو

گروہ علماء کے پیش کیا؟

کیونکہ میرا خیال تھا کہ علماء اس امر کو سب سے پہلے قبول کریں گے۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ بوجہ علوم دینیہ سے واقفیت رکھنے کے بلاعذر مجھے قبول کرلیں گے کیونکہ میرا دعوےٰ بیّن قرآن و حدیث سے ... اور ضرورت حقہ کیواسطے تھا۔ اور یہ لوگ خود انتظار میں تھے اور تحریراً تقریراً اپنے وعظوں اور لیکچروں میں کہا کرتے تھے کہ چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آنا یقینی اور قطعی ہے اور علاوہ ازیں کل علامات جو یہ بیان کرتے تھے میری صداقت کے لئے ظاہر ہو چکی تھیں مگر ہماری وہ امید بالکل غلط نکلی۔ علماء کی طرف سے ہمیں اس دعوت کا جو جواب ملا سو وہ ایک فتویٰ تھا جس میں ہیں کافر۔ اکفر۔ ضال مضل۔ دائرہ اسلام سے خارج یہود اور نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔ اور لکھا گیا کہ ان لوگوں کو اپنی قبروں میں داخل نہ کیا جائے۔ انکے جنازے نہ پڑھے جاویں ان کے ساتھ ملاقات نہ کی جاوے۔ ان سے مصافحہ نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ یہاں تک تشدد کیا کہ جو ان سے میل جول رکھیگا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے یہ جواب پاکر ہمیں خیال آیا کہ تعلیم یافتہ لوگ عموماً بے تعصب اور عناد سے پاک ہوتے ہیں۔ لہذا اسی خیال سے ہم نے پھر اپنی

دعوت نئے تعلیم یافتہ گروہ کے پیش کی

مگر ان میں سے اکثر کو بے قید پایا۔ اور اکثر کو دیکھا کہ وہ خود اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال ہے کہ اسلام کی تعلیم ایک جاہلانہ اور وحشیانہ زمانہ کی تعلیم تھی۔ اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب اس پر فراغت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور زمانہ کی رفتار کے مناسب حال ترمیم کرلینی چاہیئے۔ غرض اس طرح سے اس قوم کے لوگوں سے بھی محرومی ہی ہوئی۔ الا ماشاء اللہ :-

پھر رؤسا کے گروہ کی طرف اپنی دعوت بھیجی کہ ان کو دنیا کا حصہ دیا جاتا ہے اور یہ سیدھے سادھے مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص صدیق حسن خان نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کر کے واپس بھیج دیا۔ اور اسطرح سے اپنی قساوت قلبی کا اظہار کیا۔ ان کے بعد ہمنے سمجھا۔ کہ سعادت ہمیشہ ضعفا ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ خیال بالکل درست نکلا۔ اور سنت قدیمہ کے بموجب ضعفا ہی اکثر ہمارے ساتھ ہوئے۔ جنکو نہ مولویت کا گھمنڈ اور نہ دولت کا تکبر بلکہ بالکل سادہ لوح اور پاک نفس ہوتے ہیں۔ اور وہی خدا کے بھی مقرّب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی گروہ میں سے کئی لاکھ انسان اب ہمارے ساتھ ہیں :-

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب نبوت کا خلعت خدا سے پاکر دعوت اسلام کے خط بادشاہوں کو لکھے تھے تو ان میں سے ہرقل قیصر روم کے نام بھی ایک خط لکھا تھا۔ اسنے خط پڑھکر کسی عرب کی جو آپ ؐ کی قوم کا ہو تلاش کرائی چنانچہ چند قریشی جن میں ابو سفیان بھی تھا پیش خدمت کئے گئے۔ اس بادشاہ نے چند سوال کئے۔ جن میں یہ بھی تھے۔ کہ اس شخص کے آبا و اجداد میں سے کبھی کسی نے نبوت کا دعوےٰ تو نہیں کیا؟ جس کا جواب نفی میں دیا گیا پھر پوچھا گیا کہ کوئی بادشاہ تو نہیں گزرا اسکے بزرگوں میں؟ اس کا جواب بھی نفی میں دیا گیا۔ پھر یہ سوال کیا کہ اس شخص کے پیرو کون لوگ ہیں اسکے جواب میں کہا گیا۔ کہ اس کی

پیروی کرنیوالے غریب اور کمزور لوگ ہیں

پھر اس نے دریافت کیا کہ لڑائیوں میں کیا نتیجہ نکلتا ہے جواب دیا گیا کہ کبھی وہ فتح پاتا ہے۔ اور کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں۔ ان سوالات کے جوابات سن کر قیصر نے اقرار کیا کہ انبیاء ہمیشہ دنیا میں اسی شان میں آیا کرتے ہیں۔ انکے ساتھ اوّل میں ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی شامل ہوا کرتے ہیں۔ اس شخص نے اپنی فراست صحیحہ سے معلوم کرلیا۔ کہ واقعی یہ شخص سچّا نبی ہے۔ اور یہ وہی نبی ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس نے یہ بھی کہا وہ وقت قریب ہے کہ وہ میرے تخت کا بھی مالک ہو جاویگا :-

غرض یہ سنت قدیمہ ہے۔ کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ بڑی بڑی لوگ اس سعادت سے محروم ہی رہ جاتے ہیں ان کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ان باتوں سے پہلے ہی فارغ التحصیل سمجھ بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بڑائی اور پوشیدہ کبر اور مشیخت کی وجہ سے ایسے حلقہ میں بیٹھنا بھی ہتک اور باعث ننگ و عار جانتے ہیں۔ جس میں

غریب مگر مخلص کمزور مگر خدا کے پیارے

لوگ جمع ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں۔ جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائداد نہیں۔ مگر ان کے لا انتہا اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے۔ جو ان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتا رہتا ہے۔ یا جس کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان کے ایسے پکے اور یقین کے ایسے سچے اور صدق و ثبات کے ایسے مخلص اور باوفا ہوتے ہیں۔ کہ اگر ان مال و دولت کے بندوں اس دنیوی لذات کے دلدادوں کو اس لذت کا علم ہو جائے۔ تو اسکے بدلے میں یہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جاویں۔ ان میں سے مثال کے طور پر ایک شخص

شاہزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم

ہی کے حالات کو غور سے دیکھ لو کہ کیسا صدق کا پکا اور وفا کا سچا تھا۔ جان تک سے دریغ نہیں کیا۔ جان دیدی مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ان کی جب خبر کی گئی۔ اور ان کو امیر کے روبرو پیش کیا گیا تو امیر نے ان سے یہی پوچھا۔ کہ کیا تم نے ایسے شخص کی بیعت کی ہے ؟ تو اسنے چونکہ وہ ایک مستقل مزاج انسان تھا۔ صاف کہا کہ "ہاں میں نے بیعت کی ہے۔ مگر تقلیداً اندھا دھند بلکہ علیٰ وجہ البصیرت اس کی اتباع اختیار کی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں اسکی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دیدینا بہتر ہے۔" غرض مرحوم اس بات کا ایک نمونہ چھوڑ گئے ہیں کہ ہمارے تعلق رکھنے والے کیسے صادق الایمان اور صادق الاعتقاد ہیں :-

اصل بات یہ ہے کہ مشکلات صرف یہی ہیں۔ کہ لوگوں کو امور دینی میں تدبر کرنا اور خدا سے ڈر کر کسی معاملہ پر غور کرنا اور حق و باطل میں امتیاز چاہنا اور یہ تڑپ رکھنا کہ آیا یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں اس طرف توجہ ہی نہیں مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں۔ بلکہ اس نے حق و حکمت سے سلسلہ قایم کیا ہے اور ضرورت حقہ کیوقت اسکو کھڑا کیا ہے۔ پس وہ

منکروں سے ضرور مطالبہ کرے گا

ما ارسلنا ... رسولاً الا اخزی بہ قوم لا یؤمنون۔ یاد رکھو کہ دنیا میں ایسا کوئی بھی نبی یا رسول نہیں گذرا جسکے منکروں کو خدا تعالیٰ نے ذلت اور رسوائی کا عذاب نہ دیا ہو۔ یہ ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ رسول کو حجت پوری کر دینے کے بعد منکر قوم کو حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنیکے واسطے عذاب دیا جاوے۔ خدا کے نزدیک دو بڑے ہی سخت گناہ ہیں۔ اول افترا اور تقول علی اللہ یعنی یہ کہ کوئی شخص دعوے کرے۔ کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے یا وحی یا الہام کرتا ہے۔ حالانکہ اسے نہ کوئی وحی ہوتی ہے اور نہ الہام اور نہ خدا اس سے کبھی ہمکلام ہوا حتی کہ جھوٹی خواب کا بنا لینا بھی اسی مین داخل ہے غرض ایک تو یہ امر کہ

خدا پر افترا کرنا حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ کاذب ہے دوسرے وہ شخص خدا کے بڑے سخت غضب اور عقاب کا مورد ہوگا۔ جو ایک صادق اور خدا کی طرف سے آنیوالیکا انکار کرتا ہے۔ بہرحال ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ بات ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور اس زمانہ مین خدا تعالیٰ نے عملی طور پر ایک سلسلہ نبوت قائم کرکے دکھا دیا ہے۔ اس سے استفادہ فائدہ تو اٹھانا چاہیے۔ کہ جہان اور اپنے دنیوی کاروبار کے [illegible] میں اتنی سرگردانی اور محنت اور کوشش کرتے ہو اس بات کی بھی کچھ تحقیقات تو کرو۔ کہ آیا جو اپنے کاروبار کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اتنا بڑا دعوے پیش کرتا ہے۔ اتنا تو معلوم کر لیں کہ یہ صادق ہے یا کاذب پھر خدا فرماتا ہے۔ کہ جو شخص میرے رسول کی نافرمانی کرتا ہے میں اسکو نہیں چھوڑونگا جب تک اس سے اس انکار کا مطالبہ نہ کر لوں۔ معمولی حکام اور گورنمنٹ بھی اپنے احکام کی تحقیر کرنے والوں اور باغیوں کو بغیر سزا نہیں چھوڑتی تو پھر وہ خدا ہے اور احکم الحاکمین ہے۔ ذرہ ذرہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر اس کے رسل کی نافرمانی اور اس کے احکام کی ہتک کرنیوالا کسطرح امن میں رہ سکتا ہے:-

اگر میرے ساتھ خدا کا کوئی نشان نہ ہوتا۔ اور نہ اسکی تائید اور نصرت میرے شامل حال ہوتی اور میں نے قرآن سے الگ کوئی راہ نکالی ہوتی۔ یا قرآنی احکام اور شریعت مین کچھ دخل و تصرف کیا ہوتا۔ یا منسوخ کیا ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے باہر کوئی اور نئی راہ بتائی ہوتی۔ تو البتہ حق تھا اور لوگوں کا عذر معقول اور قابل قبول ہوتا۔ کہ واقع میں یہ شخص خدا اور خدا کے رسول کا دشمن اور قرآن اور تعلیم قرآن کا منکر اور منسوخ کرنے والا ہے۔ فاسق ہے فاجر ہے مرتد ہے۔ مگر جب میں نے نہ قرآن مین کوئی تغیر کیا۔ اور نہ پہلی شریعت کا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے ایک شعشہ اور نقطہ میں نے بدلا۔ بلکہ میں قرآن اور احکام قرآنی کی خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مذہب کی خدمت کے واسطے کمربستہ ہوں۔ اور جان تک میں نے اپنی اسی راہ میں لگا دی ہے۔ اور میرا یقین کامل ہے۔ کہ قرآن کے سوا جو کامل اکمل اور مکمل کتاب ہے۔ اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ [علیہ وسلم] کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں۔ اور قرآن میں کمی بیشی کرنیوالے اور آنحضرتؐ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے والیکو کافر اور مرتد یقین کرتا ہوں۔ تو پھر اس صورت میں اور باوجود میری صداقت کے ہزار نشان ظاہر ہو جانے کے جو کہ خدا نے آج تک میری تائید میں آسمان اور زمین پر ظاہر کئے پھر مجھے جو شخص کاذب اور مفتری اور دجال کے نام سے پکارتا ہے یا جو میری پرواہ نہیں کرتا اور میری آواز کی طرف کان نہیں دھرتا

یقیناً جانو کہ خدا بغیر مواخذہ

اسے ہرگز ہرگز نہ چھوڑے گا۔ اسلام کی کشتی غرق ہونے کو ہے۔ زمانہ شہادت دے رہا اور وقت پکار پکار کر ضرورت کو محسوس کر رہا ہے۔ اندرونی حالت ایسی خطرناک ہے کہ اس سے ہرگز ہرگز کسی کا دل مطمئن اور خوش نہیں ہو سکتا۔ بیرونی حملے ایسے خطرناک ہوئے کہ قریب ہے۔ کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ تو کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ کسی کو خدا اسلام کی حمایت کیواسطے مبعوث فرماتا۔ اور کوئی مجدد بھیجتا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو سنبھال لیتا؟ صدی کا سر بھی گذر گیا۔ مگر کل وعدے جھوٹے ہی جھوٹے نکلے۔ تو پھر تم ہی بتاؤ۔ کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں کہ خدا اسلام کی خبرگیری کرتا۔ یا کوئی اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نازک حالت ہوگی؟ کیا جب اسلام بالکل مر ہی جاویگا۔ اور اسمین کوئی دم باقی نہ رہے گا۔ اسوقت کوئی آوے گا؟ پھر ایسے آنیوالے سے کیا فائدہ اور کیا حاصل؟

یاد رکھو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر اسلام بھی جھوٹا ہے۔ اور اگر اسلام بھی دوسروں کی طرح ایک مردہ مذہب ہو تو پھر اسلام میں کیا بڑائی ہے اور اس کی کیا خصوصیت توحید جسکا ہمکو ناز ہے اس کے تو برہمو اور آریہ بھی دعوےدار ہیں ایک شخص نے اسی لاہور مین ایک دفعہ لیکچر دیا تھا۔ کہ ہم لوگ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں پھر ہمیں محمد رسول اللہ کی کیا حاجت ہے جب یہ صورت ہو اور توحید کے اور مذاہب بھی قائل ہیں تو پھر تم مین اور تمہارے غیروں مین ما بہ الامتیاز ہی کیا ہوا؟ اگر یہی جہاد وغیرہ کے عقاید ہی ما بہ الامتیاز ہیں تو پھر یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اور اسطرح تم اسلام کے حامی نہیں بلکہ دشمن ہو۔ اسلام کو بدنام کرتے ہو۔ دیکھو اگر ہمیں اسبات کا علم ہوتا کہ واقع مین قرآن شریف کا یہی منشا ہے۔ تو پھر ہم اس ملک کے باہر چلے جاتے اور ایسی جگہ اپنا قیامگاہ بناتے جہاں سے ہمیں ان احکام کی ادائیگی مین ہر طرح کی سہولت اور آسانی ہوتی اور خوب دل کھول کر ان احکام کو بجا لاتے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن کا یہ منشا نہیں جو بدقسمتی سے بعض نادان ملانوں نے سمجھا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ مین بڑے بڑے مشکلات کا سامنا تھا۔ آپؐ کے بہت سے جان نثار اور عزیز دوست ظالم کفار کے تیر و تفنگ کا نشانہ بنے۔ اور طرح طرح کے قابل شرم عذاب ان لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پہنچائے حتی کہ آخر کار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کر لیا چنانچہ آپ کا تعاقب بھی کیا۔ آپ کے قتل کرنیوالے کیواسطے انعام مقرر کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار مین پناہ گزین ہوئے۔ تعاقب کرنے مین کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ مگر یہ تو خدا کا تصرف تھا۔ کہ آپ کو ان کی نظروں کے باوجود سامنے ہونے کے بچا لیا۔ اور ان کی آنکھوں مین [illegible] ڈالکر خود اپنے رسول کو ہاتھ دے کر بچا لیا آخر کار جب ان کفار کے مظالم کی کوئی حد نہ رہی اور مسلمانوں کو ان کے وطن سے باہر نکال کر بھی وہ سیر نہ ہوئے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد نازل ہوا۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور اس اجازت مین یہ ثابت کر دیا کہ واقع میں یہ لوگ ظالم تھے اور شرارت ان کی حد سے بڑھ چکی تھی۔ اور مسلمانوں کا صبر بھی اپنے انتہائی نقطہ تک پہنچ چکا تھا۔ اب خدا نے فرمایا۔ کہ جن لوگوں نے تلوار سے مقابلہ کیا۔ وہ تلوار ہی سے ہلاک کئے جاوین۔ اور گو یہ چند اور ضعیف ہین مگر مین دکھا دوں گا کہ میں بوجہ اسکے کہ وہ مظلوم ہین۔ ان کی نصرت کرونگا اور تم کو ان کے ہاتھ سے ہلاک کراؤنگا۔ چنانچہ پھر اس حکم کے بعد ان ہی چند لوگوں نے جو ذلیل اور حقیر سمجھے گئے تھے اور جن کا نہ کوئی حامی و ہمنوا تھا نہ مددگار اور وہ کفار کے ہاتھ سے سخت درجہ تنگ اور مجبور ہو گئے تھے۔ ان کی مشارق اور مغارب مین دھاک بندھ گئی اور اس طرح سے خدا نے ان کی عزت کرکے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ واقعی وہ مظلوم تھے غرض ہر طرح سے ہر رنگ مین اور ہر پہلو پر نظر ڈالکر دیکھ لو۔ کہ واقع میں اسوقت مسلمان مظلوم تھے یا کہ نہیں؟ اگر خدا ایسے خطرناک اور نازک وقت میں بھی ان چند کمزور مسلمانوں کو اپنی حفاظت جان کیواسطے تلوار

اٹھانے اور دفاعی طور سے لڑائی کرنے کی اجازت نہ دیتا

تو کیا ان کو دنیا کے تختہ سے نابود ہی کر دیتا

تو یہ اس حالت میں ان کا تلوار اٹھانا جب کہ ہر طرح سے ان کا حق تھا کہ وہ تلوار اٹھاتے کیا تو شرعاً اور کیا عرفاً گروہ بھی آج تک نشانہ اعتراض بنا ہوا ہے۔ اور متعصب اور جاہل دشمن اب تک اس کو نہیں بھولتے تو کیا اب یہ لوگ خونی مہدی کا عقیدہ پیش کر کے ان کے ان اعتراضوں کو پھر تازہ کرتے اور مسلمانوں سے متنفر کرنا چاہتے ہیں یہ کہ مہدی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صاف فرمایا ہے۔ کہ یضع الحرب وہ جنگ کا خاتمہ کردیگا اور وہ جنگ ایک علمی جنگ ہوگا۔ قلم تلوار کا کام کرے گا اور اسرار روحانی برکات سماوی اور نشانات اقتداری ہر دنیا کو فتح کیا جاویگا اور تازہ بتازہ غیبی پیشگوئیوں اور تائیدات خدائی سے سچے مذہب کو ممتاز کر کے دکھایا جاویگا یہ کر دینا کہ معجزات سابقہ ... اس موجودہ میں کافی نہیں یاد رکھو کہ ہندوؤں کے پستکوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں کے قصے کہانیوں سے بڑھکر تمہارے پاس بھی کچھ نہیں۔ اگر تم قصے پیش کرو گے تو وہ تم سے بڑھ چڑھ کر قصے پیش کر سکتے ہیں۔

اگر اسلام کی سچائی کا معیار بھی صرف قصے کہانیوں کی بنا پر رہ گیا ہے تو پھر یاد رکھو کہ یہ امر مشتبہ ہے اسلام میں فرقان ہے۔ خدا نے ہمیشہ ... اسلام میں ایک امر فرقان رکھا ہے اور تازہ بتازہ نشانات ہیں۔ نشانات کا نام سن کر آج کل کے فلسفہ ... پڑھنے والے کچھ کشیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے وجود کا پتہ لگانے کے واسطے نشانات اور انبیاء کے وجود کی کیا ضرورت ... مگر یاد رکھو کہ اس نظام شمسی اور اس ترتیب عالم سے جو کہ ایک ابلغ اور محکم رنگ میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے نتیجہ نکالنا کہ خدا ہے یہ ایک ضعیف ایمان ہے اس سے خدا کے وجود کے متعلق پوری تسلی نہیں ہو سکتی۔ امکان ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یقیناً خدا ہے اگر اس میں یقینی اور قطعی دلائل ہوتے۔ تو پھر لوگ دہریہ کیوں ہوتے؟ بڑے بڑے محقق کتابیں تالیف کرتے ہیں مگر ان کے دلائل ناطقہ اور براہین قاطعہ نہیں ہوتے۔ کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے اور نہ ان سے یقینی ایمان تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص ان امور سے خدا کی ہستی کے دلائل بیان کرے گا۔ تو ایک دہریہ اس کے خلاف دلائل بیان کر دیگا۔

دراصل بات یہ ہے۔ کہ اس طرح اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہے۔ ہونا چاہیے اور ہے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہے مشاہدہ کو چاہتا ہے دوسرا حصہ جو وجود باری تعالیٰ کے واسطے انبیاء نے پیش کیا ہے کہ زبردست نشانات معجزات اور خدا کی زبردست طاقت کے ظہور سے اس کی ہستی ثابت کی جاوے یہ ایک ایسی راہ ہے کہ

تمام سر اس دلیل کے آگے جھک پڑتے

ہیں۔ اصل میں بہت سے عرب دہریہ تھے جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا الخ کیا عرب جیسے اجڈ اور بے باک۔ بے قید۔ بیدھڑک لوگ تلوار سے آپؐ کے مطیع کئے گئے تھے اور ان کی آپؐ کی بعثت سے پہلی اور پچھلی زندگی کا عظیم الشان امتیاز اور فرق اس وجہ سے تھا کہ وہ آنحضرتؐ کی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے تھے؟ یا کیا صرف سادہ اور نری اخلاقی تعلیم تھی جس سے ان کے دلوں میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ تلوار انسان کی ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہیں ہوتے بلکہ وہ وہ

انوار تھے جنہیں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا ان لوگوں کے سامنے آموجود ہوا تھا۔ اور انہوں نے خدا کے جلال اور جبروت کو دیکھکر گناہ سوز زندگی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔ اب پھر وہی وقت ہے۔ اور ویسا ہی زمانہ۔ پس اس وقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اسی ذریعہ سے ہوگا۔ جس ذریعہ سے ابتدا میں ہوا تھا۔ اسلام وہی اسلام ہے۔ لہذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذرایع ہیں جو ابتدا میں تھے۔ اب بھی ضرورت ہے۔ تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبت ناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں۔ اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک ہو سکتا جب تک خدا کی معرفت کامل نہ ہو۔ یہ گناہ اور طرح طرح کے معاصی جو چاروں طرف دنیا میں بکھرے پڑے ہیں انکے دور کرنے کے واسطے صرف خشک ایمان کافی نہیں۔ کیا وہ خوف خدا جیسا کہ چاہیے دنیا میں موجود ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اصل میں انسان نفس امارہ کے زنجیروں میں ایسا جکڑا ہوا ہے۔ جیسے کوئی چڑیا کا بچہ ایک شیر کے پنجے میں۔ جب تک اس نفس کے پنجے سے نجات نہ پا جاوے تب تک تبدیلی محال ہے۔ اور گناہ سے بچنا مشکل مگر دیکھو۔ اگر ابھی ایک ہیبت ناک زلزلہ آجاوے اور در و دیوار اور مکان کا چھت لرزنے لگے۔ تو دلوں پر ایک ایسی ہیبت طاری ہوگی۔ اور ایسا خوف دلوں پر چھا جاوے گا۔ کہ اس وقت گناہ کا خیال تک بھی دلوں میں نہ رہیگا ایک خطرناک مہلک مرض کے وقت جو حالت انسان کی ہوتی ہے وہ امن اور آرام و آسایش کی زندگی میں ہرگز ممکن نہیں۔

انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کیواسطے خدا تعالیٰ کی تجلیات اور زبردست نشانوں کا محتاج ہے۔ ضروری ہے کہ خدا کوئی ایسی راہ پیدا کردے۔ کہ انسان کا ایمان خدا پر تازہ اور پختہ ہو جاوے۔ اور صرف زبان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس ایمان کا اثر اس کی عملی حالت پر بھی ظاہر ہو جاوے اور اسطرح کہ انسان سچا مسلمان ہو جاوے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہاماً یہ فرمایا۔

چو دور خسروی آغاز کردند

مسلمان را مسلمان باز کردند

یہ خدا کا کلام ہے آج کل اگر نظر عمیق سے اور غور دیکھا جاوے۔ تو زبانی ایمان ہی کثرت سے نظر آویگا پس خدا کا یہی منشا ہے۔ کہ لفظی اور زبانی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جاوے۔ یہودی کیا توریت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قربانیاں نہ کرتے تھے۔ مگر خدا نے ان پر لعنت بھیجی۔ اور کہا کہ تم مومن نہیں ہو بلکہ بعض نمازیوں کی نمازوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جہاں فرمایا ہے۔ کہ ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الخ یعنی لعنت ہے ایسے نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے بیخبر ہیں:۔

صلوٰۃ۔ اصل میں آگ میں پڑنے اور محبت الٰہی اور خوف الٰہی کی آگ میں پڑ کر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوا اللہ کو جلا دینے کا نام ہے۔ اور اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہجاوے۔ اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اسکے کل حرکات اور سکنات اسکا فعل اور ترک فعل سب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہو جاوے ... خودی دور ہو جاوے۔

غرض یہ باتیں ہیں اگر خدا کسی کو توفیق دے تو مگر جب تک خدا کسی کے دل کے دروازے نہ کھولے کوئی کچھ کر نہیں سکتا دلوں کے دروازے کھولنا خدا ہی کا کام ہے۔

اذا اراد اللہ بعبد خیرا اقام واعظا فی قلبہ جب انسان کے اچھے دن آتے ہیں اور خدا کو انسان کی درستی اور بہتری منظور ہوتی ہے۔ تو خدا انسان کے دل میں ہی ایک واعظ کھڑا کر دیتا ہے۔ اور جبتک خود انسان کے اندر ہی واعظ پیدا نہ ہو۔ تب تک بیرونی وعظوں کا اسیر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا مگر وہ کام خدا کا ہے ہمارا کام نہیں ہے ہمارا کام صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔ ما علی الرسول الا البلاغ۔ تصرف خدا کا کام ہے۔ ہم اپنی طرف سے بات کا پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پیچھے جاویں۔ کہ کیوں اچھی طرح سے نہیں بتایا اسی واسطے ہم زبانی ہی لوگوں کو سنایا ہے

حضرت مرزا صاحب قادیانی کی اسلامی خدمات

"ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است"

اولیاء اللہ کی مخالفت سلب ایمان کا موجب تو ہوتی ہی ہے مگر ایسے مخالفوں کو رفتہ رفتہ عام انسانی اخلاق سے بھی گرا دیتی ہے۔ یہی حال امرتسری ایڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب کا ہے جنہوں نے ۱۳ جون ۱۹۰۸ء کے وکیل میں حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات پر بحث کرتے ہوئے اپنے مخفی کینہ کا ثبوت دیا ہے اسلئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی خدمات ایک ایسا روشن اور بین پہلو آپ کی زندگی کا ہے جس پر کہ بحث کی حاجت نہ تھی۔ اور دوست دشمن نے ان خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مگر مولوی ثناء اللہ نے ان خدمات کا سرے سے انکار کیا ہے۔ شاید یہ انکار اس بنا پر ہو کہ انکے مذہب میں جھوٹ بول کر بھی انسان متقی رہتا ہے میں اس مضمون پر تفصیلی بحث حضرت اقدس کی اسلامی خدمات پر نہیں کرونگا۔ کیونکہ شاید اخبار وکیل کے صفحات اس لمبے مضمون کی برداشت نہ کر سکیں اس لئے نہایت مختصر طریق پر مولوی ثناء اللہ کا جواب دونگا مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدالگتی کہنے کو طیار ہیں کہ سال نول سے ہوسکے تو مرزا صاحب کی کل کتابیں سمندر برد نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مورخ "تاریخ ہند یا تاریخ اسلام" انکا نام تک نہ لے"

مولوی صاحب کے اس مشورہ پر کوئی کاربند ہوگا۔ یا نہیں۔ اسکا فیصلہ تاریخ خود کرے گی اور دیکھنے والے دیکھیں گے اور سننے والے سنیں گے کہ کن کتابوں اور کتابوں والوں کا نام ونشان مٹتا ہے۔ اور کن کو شہرت عوام اور بقائے دوام کا تاج پہنایا جاتا ہے مگر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر اسمیں کچھ بھی غیرت اور حمیت ہے۔ اور وہ ان اشتہارات کا صحیح اور سچا مصداق نہیں جو اسکی شان میں امرتسر کے رہنے والوں نے اسکی اصلیت اور پاکیزہ زندگی کے اظہار کے لئے شایع کئے تھے تو اسے چاہئے۔ کہ جہاں تک اسکے لئے ممکن ہو۔ وہ ان کتابوں کے تلف کرنیکے لئے اپنے اگلے اور پچھلوں اور تمام حمایتوں اور پشت ٹھونکنے والوں کو ساتھ ملا کر زور لگائے اور پھر دیکھے کہ ید قدرت اسکو کیا دکھاتا ہے؟

ثناء اللہ نے اپنے اس آرٹیکل میں حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات کا سرے سے انکار کیا ہے حالانکہ اسکی اپنی تصانیف حضرت اقدس کا پس خوردہ ثابت ہوتی ہیں۔ تاہم میں اس بحث میں نہ پڑ کر حضرت اقدس کی اسلامی خدمات پر اسکے اباجان (روحانی باپ مراد ہے) کی رائے لکھتا ہوں۔ شاید اسے سمجھ آجاوے۔ اگرچہ وہ ایسا خلف الرشید ہے۔ کہ اسکی بات بھی ماننے والا نہیں۔ تاہم پڑھنے والوں کو پتہ لگ جائیگا۔ ناظرین شاید مولوی ثناء اللہ کے روحانی باپ کے نام کو نہ سمجھ سکیں اسلئے میں اسکو حل کر دیتا ہوں۔ اس سے مراد مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی ہے مولوی محمد حسین صاحب کو خود مولوی ثناء اللہ لاٹ مولوی لکھا کرتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب اپنے آپ کو مولوی ثناء اللہ کا روحانی باپ لکھا کرتا ہے۔ اسی نکتہ خیال سے میں مولوی محمد حسین صاحب کی رائے لکھتا ہوں۔ دیکھو ریویو براہین احمدیہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۷ ۱۸۸۴ء

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا اور اسکا مولف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی۔ لسانی۔ حالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہمکو کم سے کم ایسی کتاب بتاوے جسمیں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہے۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مالی جانی وقلمی لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا بھی اٹھا لیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کیساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ ومشاہدہ کرے اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو مگر افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی وبحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں ہی نے انکار کیا ہے اور بر طبق تجعلون رزقکم انکم تکذبون اس احسان مولف کے مقابلہ میں کفران کر دکھایا ہے" یہ رائے ثناء اللہ کے روحانی باپ کی ہے۔ چونکہ مجھے ثناء اللہ کے حقیقی والد کا پتہ نہ تھا۔ اور ان کی رائے کا علم نہیں اور شاید ان کی رائے اس معاملہ میں کافی بھی ہوتی اسلئے مولوی محمد حسین صاحب کی رائے بہتر پہلی رائے ہے اب اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات کا انکار

ماذا بعد الحق الا الضلال

اسلامی خدمات کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ پہلو مسلمانوں کی ملکی معاملات میں بہترین رہنمائی ہے اسکے متعلق میں اس اسلامی لیڈر کی رائے لکھنی ضروری سمجھتا ہوں جنکا فکر خود ثناء اللہ نے کیا ہے۔ یعنی

آنریبل سر سید احمد خان

حضرت مرزا صاحب نے ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار گورنمنٹ انگلشیہ کے متعلق شایع کیا تھا اسکو سید صاحب نے اپنے اخبار علیگڈہ انسٹیٹوٹ گزٹ مع تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا مرزا صاحب نے لکھا ہے" سید صاحب نے اپنی اس رائے کے اظہار میں مسلمانوں کیلئے گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ اپنے تعلقات کے طریق کے لئے حضرت مرزا صاحب کا اسوہ قابل تقلید بتایا ہے۔ اور اسلامی خدمات مذہبی رنگ میں جو کی ہیں ان کے لئے ثناء اللہ کے روحانی باپ کی شہادت پہلے دی جا چکی ہے اگر اس پر بھی ثناء اللہ کی تسلی نہ ہوئی۔ تو نیزہ قلم سے اور کام لیا جاویگا۔ (انشاء اللہ)

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے وفات مسیح موعود پر ایک مختصر سا پمفلٹ لکھا ہے جو اصولی طور پر ان تمام اعتراضات کا رد ہے جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر کئے جاتے ہیں یہ پمفلٹ الگ بھی شایع ہوگا اور ریویو کے ساتھ بھی۔

۲۔ فاضل امروہی نے بھی ایک قابل آرٹیکل لکھا ہے جسکا عنوان ہے۔ حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء۔ یہ آرٹیکل بھی ریویو کے ساتھ شایع ہوگا۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے تندرست ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بالقضا کے ساتھ پوری سلامت اور صبر کا عملی نمونہ دکھا رہے ہیں۔

۴۔ مختلف جگہ سے احباب آتے اور داخل بیعت ہوتے ہیں۔ اللھم زد فزد

امین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

ہر مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان

دار الامان سے شایع ہوتا ہے۔

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱ - عوام سے	صہ/
۲ - خواص و معاونین سے	عہ
۳ - ہندوستان سے باہر	۷ /
۴ - غیر مذاہب والوں سے	۱۲ /
۵ - اپنی جماعت کے غیر مستطیع روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے	۱۲ /

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے :-

نمبر ۴۸ | قادیان دار الامان مورخہ ۴ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۰ جمادی ثانی سنہ ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۲۶ جون کا دن

۲۶ جون کا دن اس امر کے اظہار کیواسطے کہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض خلیفۃ اللہ فی الارض حجۃ اللہ علی الانبیاء حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الف الف صلوٰۃ و السلام حسب وعدہ آلہیہ متوفی ہو کر حیٰوۃ طیبہ سے رفیع الرتبہ ہو کر اپنے فیوض و برکات سے ہمارے لئے بابرکت ہیں اور آپکا سلسلہ اسی طرح بلکہ پہلے سے بڑھکر جاری ہے۔ منقطع نہیں ہوا اور اگرچہ آپکا وجود با جود ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ اور ہماری نظروں سے غائب ہے مگر آپ کی پاک روح اور آپکی دعائیں خدا کے حضور حاضر ہو کر اب بھی اسی طرح بلکہ پہلے سے زیادہ قوت و عظمت اور شوکت کے ساتھ ہمارے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ اور آپ کی دعاؤں اور روحانی فیض کا سایہ ہمارے سروں پر نہایت تسلی بخش اور ٹھنڈے رنگ میں سایہ فگن ہے :-

۲۶ - جون کا دن تاریخ کے صفحوں میں ہمیشہ ہمیشہ زرین حروف سے لکھا جایا کرے گا۔ اور یہ دن اس سلامتی کے شاہزادہ امن پسند صلح جو کامل انسان کی ہمیشہ کے واسطے یادگار رہیگا۔ اور اس کی کامیابی ہمیشہ کے لئے موجودہ اور آیندہ نسلوں کے واسطے اس امر کا شاہد ہوگی۔ کہ واقعی ہمارا امام اس دنیا سے مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد گیا ہے :-

۲۶ - جون کا دن پکار پکار کر اس پاک مقولے کی تصدیق کرتا رہے گا کہ "خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے ہوتے ہیں"۔ اور کہ وہ سلامتی کے شاہزادے ہوتے ہیں۔ اور نادان۔ ناعاقبت اندیش۔ جلدباز دشمن کے سینے میں یہ دن ہمیشہ کانٹے کی طرح عذاب ہو کر کھٹکتا رہے گا :-

۲۶ - جون کا دن وہ مبارک دن ہے جس نے دنیا کو جتلا دیا بتا دیا۔ کہ کون صادق اور کون کاذب ہے۔ کون مقبول خدا اور کون راندۂ درگاہ ہے۔ کس میں دائمی زندگی۔ ابدی حیات اور قبولیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور کون مردہ و مردود اور مقہور نظر آتا ہے :-

۲۶ - جون کا دن ہمیشہ اس امر کا فخر کیا کرے گا۔ کہ اس دن میں تمام انبیاء۔ اولیاء۔ صلحاء۔ اتقیا۔ شہداء اور خدا کے پیارے مقبول اور برگزیدہ پاکباز اور معصوم انسانوں کو گالیاں دینے اور انکی ہتک کرنے کے مورد خشم آلہی بننے سے مخلوق آلہی کو بچانیکا بنیادی پتھر رکھا گیا ؛

۲۶ - جون کا دن اس امر کا ایک زندہ ثبوت اور بین دلیل ہمیشہ کے لئے دنیا میں قایم رہے گی۔ کہ درحقیقت یہی ایک پاک نفس اور پاک دل انسان تھا جس کا دل اس درد کی برداشت نہ کر سکا کہ خدا کے مقبولوں کی اس طرح سر بیہودگی سے ہتک اور توہین ہو۔ آپکے دل میں صادقوں کی محبت اور عزت اور انکی عصمت کا ایک ویسا جوش مارنے والا جوش اور غیرت تھی جس نے تقاضا کیا کہ ایک ایسی راہ نکالے جس سے انکی ہتک کرنے کا گند اور خدا کے نبیوں اور مقبولوں کی توہین کی لعنت کا ہمیشہ کے واسطے دنیا سے نام و نشان مٹ جاوے۔ اور یہ امر آپ کی کل انبیاء و صلحاء جو مختلف زمانوں میں مختلف اقوام اور ممالک میں خدا کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں سے عموماً اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خصوصاً محبت اور عظمت کے واسطے ایک روشن دلیل اور بین ثبوت ہے :-

۲۶ - جون کا دن دنیا سے فساد اور شرارت اور طرح طرح کے گناہ اور گند مٹانے اور خدا کے معصوم اور مقبول بندوں کی دشمنی کا جذام اور لعنت جس کی وجہ سے دنیا مورد غضب آلہی بنی ہوئی ہے اور طرح طرح کے عذاب طاعون اور قحط جنگ و جدال وباؤں اور باہمی پھوٹ کے رنگ میں دنیا پر نمودار ہو رہی ہیں۔ اور زمانہ بلحاظ اپنے ان حالات کے بڑا خطرناک زمانہ ہے۔ برکت دنیا سے اٹھ چکی ہے۔ دور کر کے ایک امن اور صلح کی زندگی اور رحمت آلہی کے نزول کا زمانہ جس کو دوسرے الفاظ میں **ست جگ** کا زمانہ کہا جا سکتا ہے اور ایک خوش آیند زندگی کا دور شروع کرنے کا بنیادی پتھر رکھا گیا ؛

۲۱-جون کا دن ان مبارک موعود دنوں مین سے ایک دن تہا جن کا احمدی قوم کو اسکے پاک امام نے اپنی وصیت مین وعدہ فرمایا ہے ؛

۲۱-جون کا دن۔ خدا کی پیاری اور برگزیدہ قوم کے واسطے قدرت ثانیہ کی ایک ابتدائی ابہوتی سی جہلک کے ظہور کا دن تھا ؛

۲۱-جون کا دن۔ وہ مقدس اور پاک یادگار زمانہ ہے جسکی نظیر دنیا کی تاریخ کے صفحوں مین نہین ملتی۔ آج حضرت اقدس کا وہ عظیم الشان مضمون جو آپ نے پیغام صلح کے نام سے اپنی زندگی کے آخری ایام مین خدا کے پاک نبیون کی محبت کی وجہ سے اور انکی ہتک نہ سن سکنے کی غیرت اور خلق خدا کو اس خطرناک عذاب اور اسکے بد نتایج سے بچانے کے واسطے جو اس گروہ پاک کی توہین کی وجہ سے دنیا پر نازل ہو سکتے ہین محض ازراہ کرم رحم اور ہمدردی بنی نوع کی وجہ سے اور دنیا سے شرارت اور فساد۔ نفاق اور عناد اور لڑائی جہگڑون کی بہسم کر دینے والی آگ کے فرو کرنے اور خدا کے برگزیدون کی عزت و عظمت اور اُن کے جلال کو قایم کرنے اور اُن کی زندگی سے بدنامی او تہمت و طوفان کے سیاہ دہبے مٹانے اور اُنکے نام کی عزت و توقیر کرنے اور باہمی محبت و اخوت میل ملاپ سے زندگی بسر کرنے اور انکے ثمرات حسنہ سے بارور ہونے کے واسطے لکھا تہا۔ وہ یونیورسٹی ہال لاہور مین قریباً چہہ ہزار معزز اور تعلیم یافتہ طبقہ کے انسانون کے روبرو جو کہ ہر مذہب و ملت مین سے دور دور سے بہی آئے ہوئے تہے۔ مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت بڑی شان اور دہوم سے پڑہا گیا۔ جو نہایت امن اور عمدگی سے انجام پذیر ہوا ؛

اس عظیم الشان جلسہ کے صدر جناب راے صاحب بہادر راے پرتول چند صاحب جج چیف کورٹ پنجاب بالقابہ تہے جو کہ ایک نہایت بیدار مغز بے تعصب باوقار انسان ہین۔ آپ نے افتتاحی

تقریر پریزیڈنٹ
تقریر زبان انگریزی مین یون فرمائی

مین اس عزت کا جو مجہے اتنے بڑے مجمع مین صدر بنا کر دی گئی شکریہ ادا کرتا ہون۔ جب پہلے مجہے پریزیڈنٹ بننے کی درخواست کی گئی تو مین نے اپنے آفیشل تعلقات کی وجہ سے ٹال دیا۔ مگر پہر مین نے اس خیال سے اس امر کو منظور کر لیا کہ ہندو مسلمانون مین باہمی اتفاق اور مودت کا ہونا تمام ملک کی بہتری اور بہبودی کا موجب اور گورنمنٹ کے واسطے باعث برکت ہے ؛

ہم سب کو اُن لوگون کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ جو اس مفید جلسہ کے محرک ہوئے ہین یہ امر واقعی بڑا اہم ہے اور اس امر کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ کہ ہندو مسلمانون مین باہمی اتحاد اور محبت قایم ہو (اس موقع پر جناب صدر جلسہ صاحب نے اپنے دونون ہاتہون کو کہڑا کر کے پہر دونو کی انگلیان باہمی ایک دوسرے مین ملا کر اشارہ کیا کہ اس طرح سے باہم ہندو مسلمانونکے تعلقات ہو جانے چاہئین ؛)

پہر فرمایا

اور اس معاملہ پر روشنی ڈالنے اور تحریک کرنے کے واسطے

قادیان کے ولی

سے بہتر اور کوئی آدمی نہین ہو سکتا تھا۔ جب یونیورسٹی ہال مین جلسہ کرنے کے واسطے مجہ سے درخواست کی گئی اور اجازت چاہی گئی تہی۔ تو مین نے یہ سوچکر کہ اس کام سے زیادہ مفید اور بہتر کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ جو اس ہال مین کیا جاوے۔ مینے اجازت دے دی ؛

اب مین امید کرتا ہون کہ آپ لوگ پوری توجہ اور شوق سے انکے پیغام صلح کو سنین گے اور اس سے پورا فائدہ اٹہانے اور اسپر کاربند ہونے کی کوشش کرین گے ؛

بعد ازان قبل اسکے کہ اصل مضمون کا آغاز ہو۔ مکرمی ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے تبرکاً چند آیات قرآنی نہایت جوشیلے سریلے اور موثر لہجے مین پڑہین جو کہ دل سے نکلکر دلون پر بیٹہین جزاہم اللہ احسن الجزا ؛

تلاوت قرآن شریف کے بعد اصل مطبوعہ مضمون جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے بڑے جوش اور بلند آواز سے پڑہا۔ دوران مضمون مین بعض بعض مقامات پر سامعین متاثر ہو کر تعریف اور داد کی غرض سے مروجہ رسم کے لحاظ سے بڑے جوش سے متواتر تالیان بجاتے تہے۔ اور مضمون سے متاثر ہو کر چہرون کی بشاشت سے اظہار خوشی کرتے تہے ؛

مضمون کل سامعین کو باوجود مجمع کثیر اور مکان وسیع ہونے کے اچہی طرح سے سنائی دیتا تہا۔ اور کسی نے اس امر کی شکایت نہین کی کہ اُن تک آواز نہین پہنچی ہین اسوقت جب اصل مضمون بڑے جوش اور زور سے پڑہا جا رہا تہا۔ آسمان سے رحمت الٰہی کا نزول ہوا اور بارش اسوقت تک جاری رہی۔ جب تک کہ جلسہ ختم نہ ہو لیا ؛

حکمت الٰہی سے جناب صدر جلسہ کی طبیعت ناساز ہونی شروع ہو گئی۔ جس سے صدر جلسہ نے جلدی جانا چاہا۔ لہٰذا خواجہ صاحب نے ایک خط حضرت خلیفۃ المسیح رضہ کا پیش کر کے پڑہا۔ جس مین حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے خواجہ صاحب کو حضرت اقدس کے اس مضمون پیغام صلح کے پڑہنے کی اجازت بحیثیت امام و مقتدا ہونے کے دی تہی اس خط کے پیش کرنے اور سنانے کی ایک غرض یہ بہی تھی۔ کہ تا پبلک کو معلوم ہو جاوے کہ احمدی قوم اب بہی اسی طرح ایک ہی سلک مین پروئی ہوئی ہے۔ اور کہ کل قوم بلحاظ اپنی وحدت کے ایک نفس واحد کا حکم رکہتی ہے ؛

اس تمام کارروائی کے بعد خواجہ صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی جس کا لب لباب یہ تہا۔ کہ چونکہ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حلال چیز کو بہی اس شرط پر ترک کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے کہ آپ لوگ ہمارے نبی کریم صلے اللہ کی ہتک اور توہین کو چہوڑ کر آیندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور برگزیدہ نبی مان لین اور آپکا نام اپنی تقریرون اور تحریرون مین بڑی عزت عظمت اور ادب سے لیا کرین لہٰذا ہم لوگون نے آج آپکو اپنی طرف سے اس صلح کی طرف مستفید ہی کر کے بلایا ہے۔ اور آج یہ کام ہماری طرف سے بہ تمام و کمال ادا ہو چکا ہے۔ اب قطع نظر اس کے کہ اسکا کیا اثر ہوگا۔ آپ لوگ ان شرایط کی پابندی کرینگے یا نہین مین خود آپ لوگونکے سامنے اس امر کا اقرار کرتا ہون کہ مین آج کی تاریخ سے اس خاص خوراک کو باوجود ایک حلال خوراک ہونیکے ترک کرتا ہون ؛

اس تقریر کے بعد چونکہ صدر جلسہ صاحب بوجہ علالت طبع جانیوالے تہے چوہدری رام بہجدت صاحب جو کہ اسوقت شریک جلسہ تہے۔ کہڑے ہوئے اور بڑے جوشیلے اور مؤثر الفاظ مین صدر جلسہ اور پبلک سے یہ درخواست کی۔ کہ یہ مفید اور بابرکت جلسہ جاری رہنا چاہیئے۔ صدر جلسہ اگر جاتے ہین تو آپ کی بجائے اپنا جانشین بنا جائین۔ چنانچہ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہاوس لاہور نے راے نرائن داس صاحب کو صدر جلسہ ہونیکی راے پیش کی جسکی تائید ہو کر منظور ہوا ؛

خواجہ صاحب کے بعد مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے کہڑے ہو کر صدر جلسہ اور پبلک کا شکریہ ادا کیا۔ اور یہ بہی خواہش کی کہ اگر جلسہ موجودہ صورت مین جاری رکہا جاوے تو خواجہ صاحب کی طرح طرفین سے بہت سے قول و اقرار و معاہدہ ابہی ہو جانے کی امید کی جاتی ہے ؛

مگر

بعض معزز اراکین اور پبلک کا رجحان دیکہکر یہی تجویز پاس کی گئی۔ کہ جلسہ اسوقت بند کیا جاوے۔ اور پبلک کے

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چہپا

تجویز پیش کردہ پر غور وفکر کرنے کا موقع دیا جاوے اور پھر کسی دوسرے موقع پر مناسب جلسہ کیا جاوے۔

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے پھر کھڑے ہو کر بڑے زور سے اس بات کا اپیل کیا کہ اسوقت ایک نیک کام کی تحریک دلوں میں پیدا ہو رہی ہے اور لیکچر کا اثر دلوں پر نمایاں ہے اور خاص جوش اس امر کا پایا جاتا ہے لہذا جلسہ جاری رکھا جانا چاہیے۔ اسپر

خان بہادر مسٹر محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لا

نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جلسہ ابھی ہو یا آیندہ کسی وقت غور وفکر کے بعد کیا جاوے اس میں میری رائے یہ ہے کہ جلسہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کیا جانا چاہیے کیونکہ اسوقت جب کہ پبلک متاثر ہو رہی ہے اور سوچنے اور غور کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ جو جوش اسوقت پڑھا گیا ہے اصول کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ اسکی تکمیل اسی جلسہ میں اسی منٹ میں کی جاوے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت جلسہ ختم کیا جاوے اور پبلک کو اسکے متعلق غور وفکر کرنے کا موقع دیا جاوے۔

اسکے بعد خواجہ صاحب نے اسی امر کا اعلان کیا کہ آج جلسہ ختم کیا جاتا ہے اور جلسہ برخاست ہوا۔

عبد الرحمن قادیانی احمدی۔ ۲۲ جون ۱۹۰۸ء

کیا ہم احمدی اسلام کو چھوڑ سکتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے کہ خداتعالیٰ کے وعدوں کے مطابق دنیا میں تشریف لائے تھے ویسے ہی اسی کے حکم اور وعدوں کے مطابق اس دنیا فانی سے تشریف لے گئے آپکا وفات پانا نہ تو کوئی انوکھی بات ہے اور نہ کوئی امر کہ جس پر کوئی حرف رکھ سکے یا کچھ کہہ سکے کیونکہ آخر ہر ایک کے لئے یہ دن موجود ہے سب پر اس دن نے آنا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

جناب سید حافظ مختار احمد صاحب نے کیا اچھا کہا ہے

جو آیا اس جہان میں اسکو لازم موت آنی ہے
یہ ثابت ہو گیا آنا ہے جانے کی نشانی ہے
نہیں منکر کوئی ہر شخص نے یہ بات مانی ہے
مسلم ہو گیا یہ مسئلہ انسان فانی ہے

گر وہ مبارک موت ہے جو خدا کی فرمانبرداری میں ہو۔ خدا کی رضامندی میں ہو۔ ایسا شخص اصل میں حیات جاودانی پاتا ہے وہ دنیا سے نہیں گذرتا اور نہ مرتا ہے کیونکہ جو وہ کر جاتا ہے۔ وہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی عقلمند اسکو مردہ کہہ سکے یا اسکی مبارک زندگی سے انکار کر سکے۔

ہمارے سید و مولا مسیح موعود علیہ الف الف سلام دنیا میں ایسے وقت تشریف لائے تھے کہ دنیا میں خداپرستی کی تمام راہیں دنیا پرستی نے بھلا دی تھیں۔ کوئی دل ایسا نہ تھا کہ جسمیں دنیا کی محبت یا شہرت کا شوق مدغم ہو دینداری اور خداپرستی اسپر غالب ہو بلکہ ہر طرف یہی نمونہ اور یہی نظارہ تھا کہ

ہر طرف کفر است جوشان ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اور آپ تشریف اسوقت لے گئے۔ کہ جب چار لاکھ سے زیادہ کی جماعت خداپرستی کی قایم کر دی یعنے جنہوں نے آپ کے آگے پیچھے دل سے اقرار کیا کہ **"دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"** یہ ایک ایسی بڑی کامیابی اور امداد ہوتا ہے کہ اس کی نظیر سوائے سلسلے انبیاء علیہم السلام کے کسی دوسری جگہ تلاش کرنا مشکل ہے۔ اور وہ بھی خاص خاص نبیوں میں جیسے حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم۔

حضرت اقدس کی وفات پر بھی یہ پایا اور اس بات کو مدنظر رکھکر ہرگز ہرگز سنا نہیں لیونا آپ کامیاب اور مظفر و منصور ہو کر گئے اور پھر باقیات الصالحات چھوڑ کر گئے آپ کی جماعت کا سلسلہ آپکے مقاصد و اغراض تمام میں۔ اسلئے کوئی بھی بات نہ رنج وغم کی نظر آتی ہے اور نہ ہم دخزن کی ہاں البتہ وہ پیارا پیارا چہرہ وہ ماہ کنعان جس کے دیکھنے سے ہمارے آنکھوں میں نور معرفت بھر جاتا تھا۔ وہ بیشک ہماری آنکھوں سے اوٹ ہو گیا۔ جسکی پیاری پیاری تقریریں اور پیاری باتیں ہمارے مردہ دلوں کو زندگی کا آب زلال پلاتی تھیں۔ گر ہم کو نہ تو ہراسان ہونا چاہئے اور نہ ناامید کیونکہ حضرت اقدس کے پیچھے جو آپ کی یادگار قایم خداتعالیٰ نے کی ہے۔ اسمیں بھی روح القدس کی مدد سے ایسی ہی برکت نور سے معمور ہو کر ہو جاوے گی۔ کہ ہمکو وہی حاصل ہوگا۔ جو پہلے حاصل ہوتا تھا۔ اور یہ تمام نشان بھی اس بات کی زندہ دلیل ہونگے۔ کہ حضور زندہ ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ خلق الانسان ضعیفا کے مطابق ہمارے دل ضرور بضرور حضرت اقدس کی جدائی کی تاب نہ لانے کی وجہ سے مغموم ہیں دل میں آپ کی جدائی سے سخت درجہ پر قلق وکرب ہے۔ کیونکہ دل آپ کی جدائی سے راضی نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ حضرت اقدس کا پیارا چہرہ کبھی بھی ہمارے نظروں سے دور نہ ہو گر یہ انکا غلط خیال تھا۔ کیونکہ

ہر کہ آمد بجہان اہل فنا خواہد بود
وآنکہ پایندہ و باقی است خدا خواہد بود

آخر یہ جسم خاکی کی جدائی تو بھی لازمی اور ضروری تھی اسلئے جدائی ہونی پر ہوئی۔ ہم اس جدائی سے ضعیف مخلوق ہونے کی وجہ سے سخت غم میں مبتلا ہوئے اور ہمارا غم والم میں مبتلا ہونا ایک طرح سے ضروری بھی تھا کیونکہ خداتعالےٰ نے جہاں کسی ہم وغم پر صبر کرنے کی تاکید فرمائی ہے وہاں خود مخلوق کے ضعف کا ذکر فرماتا ہے جیسے کہ فرمایا

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ الا علی الخشعین الذین یظنون انھم ملقوا ربھم وانھم الیہ راجعون ۝ سورہ بقر۔ یعنے (مصیبت کی برداشت کے لئے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ شاق ہے (ایسی حالت میں جب کہ کوئی تازہ مصیبت ہم وغم لاحق حال ہو صبر کرنا اور نماز سے سہارا پکڑنا) مگر انکے لئے نہیں کہ جو یہ خیال مدنظر رکھتے ہیں کہ وہ بھی آخرکار ایسے ہی اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہو جاوینگے (جسطرح کہ یہ انکا پیارا انسے جدا ہو کر اپنے مولا کے پاس حاضر ہو گیا) پس جب کہ یہ بات زیر خیال رہتی ہے۔ وہ کبھی بھی ہم وحزن کی پیش نہیں جانے دیتے۔ بلکہ بڑھ بڑھ کر محبت والفت میں اپنے مولا کریم کی ...لیتے ہیں کیونکہ ایسی حالت میں یعنے ایسے خیالات کے ... جو اسکے ایمان عرفان کا رنگ پکڑ جاتے ہیں اسلئے دنیا و مافیہا کی محبت کو بالکل سرد کر دیتے ہیں اور عشق آلہی کی محبت کو اپنے سینہ میں بھڑکا لیتے ہیں مگر یہ سچ ہے۔ کہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ کہ مصیبت اور تکلیف کے وقت انسان ضرور ایک ایسے ابتلا میں پڑ جاتا ہے۔ کہ اگر اسکی مولا کریم خود دستگیری نہ کرے تو اسکی تباہی کا سامان بن جانا ممکن ہوتا ہے جنہوں نے تاریخ کی ورق گردانی کی ہے وہ خدا کے لئے گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد کیا کچھ ظہور میں آیا تھا۔ وہ بھی اسی ابتلاء کا ایک نظارہ تھا،

منادی حضرت ابوبکر علیہ السلام کو جنت کی سبیل کا پانی پلادے اور آپ کا زیادہ سے زیادہ مرتبہ کرے کہ انہون نے تئین کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہلاکت سے بچایا تھا اگر جس نے اس صادق کی نہ مانی ، وہ تباہ ہوا ہلاک ہوا ذلیل وخوار ہوا۔

احمدی قوم کے آگے سیرت انبیاء کی کتاب ایسے طور پر کھلی پڑی ہے۔ کہ وہ کسی حالت مین انشاء اللہ ٹھوکر نہ کھانے والی جماعت ثابت ہوگی جیسے کہ اب تک ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ انکے دلون مین یہ بات ایسی بیٹھی ہے کہ وہ اس کو بھول ہی نہین سکتی کہ انبیاء کی وفات ضرور ہوتی ہے وہ آخر دنیا کو ضرور چھوڑتے ہین۔ دنیا مین جسقدر کام اُن سے خدا نے لینے ہوتے ہین اُتنے ہی لیتا ہے یعنی انکے خاص وجود مبارک سے اور بہت سے ایسے ہوتے ہین۔ کہ جو اُن کے صحابہ کے ہاتھ پر پورے ہونے ضروری ہوتے ہین۔ چونکہ وہ اسی کے ہاتھ کے لگائی ہوئے پودے ہوتے ہین اسلئے تمام کام انہین انبیاء کے ہوتے ہین۔ جو انکے خادم کرتے ہین۔ جیسے آنحضرت صلعم کے بعد ہوا ایسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ مبارک وہ جو اس راز کو سمجھے اور ٹھوکر سے بچے :۔

ہمارا سب کا اسوقت فرض یہی ہے کہ ہم سچے دل سے حضور کی صداقت پر فدا رہتے ہوئے آپکے خلیفہ برحق امیر المومنین حضرت حکیم الامة جناب مولانا نورالدّین علیہ السلام کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر اسبات کے لئے مستعد ہوجاوین کہ ان کی پوری پوری اطاعت و فرمانبرداری کرین۔ یہی عین ایمانداری اور برخورداری ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام وہ پاک وجود تھے کہ جب دنیا مین تشریف لائے تو خدا تعالیٰ کے نشانات قدرت ظاہر ہوئے۔ اور جبتک دنیا مین رہے تب تک بھی آپکے وجود کے ذریعہ خدا تعالے نے بے انتہا نشانات ارضی وسماوی دکھلائے۔ جب آپکا آخیری وقت آیا اور آپنے ہم سب خادمون کو اپنی جدائی کا ناگوار پیالہ پلایا۔ اور خدا تعالے کے نشانات قدرت کے ماتحت آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو اسوقت بھی خدا تعالیٰ کے نشانات کے مطابق آپ کی جماعت کو تسلی رہی وہ نہ تو ایسی حالت مین ہوئی۔ جس سے بے صبری ثابت ہو اور نہ اس کے متفقانہ فرق، آیا۔ جس سے آپ کی تعلیم کی خوبی ثابت ہوتی ہے یعنے جو کچھ آپنے خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کے متعلق تعلیم دی تھی۔ اسپر آپ کی جماعت نے عملی نمونہ سے ایسے وقت مین ثابت کردیا کہ واقعی حضور پُرنور کی تعلیم کا منشاء یہی تھا۔

غرضیکہ آپکا مبارک وجود خدا نما ثابت ہوا ہے ایسے وجود کی جیسا کہ دستور تھا۔ اس کی زندگی مین ایسی قدر نہین کی گئی۔ اکثرون نے اسکو قبول کرنے سے انکار کیا اور اسکی پُربرکت کتابون کو پڑھنے پڑھانے سے روکا۔ مگر ان لوگون نے جو خدا کے قدیم دستور سے آگاہ تھے۔ خدا کے وجود کو کسی صفت سے معطل نہ سمجھتے تھے۔ اسکو قبول کیا۔ اور اسکو ہر ایک نے عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اسپر عملدرآمد کرنے مین سبقت کی :۔

دنیا مین اسوقت ہزارون مذہب ہین لیکن اگر ایمان کی پوچھو کہ جو مذہب کی منشاء ہوتی ہے وہ سب جگہ مفقود ہے (یعنے خدا تعالیٰ کا جیتا جاگتا ہونا صفت تکلم سے کسی وقت عاجز نہ ہونا جیسا کہ سمیع و بصیر خالق آلک ہونے کا اقرار ہو ایسے ہی صفت تکلم کا اقرار ہو کہ دوسری صفات کا موجود ہونا اگر صفت تکلم کا معطل ہوجانا :۔

دنیا مین **اسلام** اسلئے آیا ہے کہ اہل زمین پر ظاہر کرے کہ تمہارا خداوند خدا رب العالمین ہے جسمین تمام صفات خیر و خوبی کی اور ازلی ابدی ہین کوئی معطل یا فنا ہونیوالی صفت اسمین نہین ہے بلکہ تمام کی تمام اسکی صفات غیر فانی ہین۔ مگر کیا کہین اور کس کے آگے جاکر روئین۔ اور نواور رہے وہ جو مسلمان کہلاتے ہین جن کو اسلام کا دعویٰ ہے ان کی حالت اس زمانہ مین ایسی ہو گئی ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کی طرح وہ بھی خدا کے کلام نازل کرنے کے منکر ہو گئے ہین سننا اور دیکھنا قبول کرتے ہین مگر اللہ تعالیٰ کو بولنے اور کسی اپنے بندے سے ہمکلام ہونے سے انکار و فرار کرتے ہین جیسے کہ دوسرے مذاہب والے اپنے بانی مذاہب کے بعد وحی والہام کا سلسلہ ختم کرنے کے اقراری ہین ایسے ہی یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہین۔ آنحضرت صلعم کے بعد وحی الہام کے سلسلے کا انکار کرتے ہین مگر یہ نہین سوچتے۔ کہ اگر واقعی اسلام مین بھی ایسا حال تھا تو دوسرون سے مابہ الامتیاز اسمین کیا ہے جو دوسرے مذاہب کے سامنے اسکو پیش کیا جاوے؟

یہ عقاید صرف اسوقت کے ہی ہین ان سے پہلے مسلمانونکی سیرت والایف کی اگر سیر کی جاوے۔ تو ہرگز یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ ان عقاید کے پابند تھے مسلمانون مین جناب **شیخ عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ عنہ خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے گئے ہین۔ یہانتک کہ بعض عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے اُن کی گیارہوان بارہوان بھی کرتے ہین وہ اس کتاب کے **غنیة الطالبین** کے صفحہ ۵۴ فصل نماز مین لکھتے ہین کہ "ورد ان اللہ اوحی الی بعض صدیقین ان عبادی من عبادی الخ" یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ "اور روایت ہے کہ خدا تعالےٰ نے بعض صدیقون کو وحی بھیجی الخ" جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت غوث پاک رضی کا یقین اسبات سے پر تھا کہ وحی و الہام آلہی کا سلسلہ بند نہین ہوا جبھی تو صاف ارشاد فرماتے ہین کہ بعض صدیقون کو خدا نے وحی بھیجی۔ ہان اسلامی شریعت کے منسوخ کرنیوالی یا اسکے خلاف بیان سنانیوالی وحی و الہام سے بیشک نقصان تھا نہ کہ تائید و تصدیق کرنے والی وحی سے۔ یہ جو اسلام کی تعلیم پر عملدرآمد کرنے سے وحی والہام کا دروازہ کھلتا ہے جسکے ہونے کے جناب پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ قائل تھے۔ وہ تو اسبات کی دلیل ہے کہ اسلام ایک زندہ جاوید مذہب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکی پیروی سے وہ خدا جو نہان در نہان ہے اپنے پاک کلام کے ذریعہ انا الموجود کی آواز سنا کر یہ ثابت کردیتا ہے کہ وہ جیسا کہ سمیع و بصیر ہے ویسا ہی کلام کرنے والا بھی ہے اور کہ اسکی کوئی صفت فانی اور معطل ہونیوالی نہین ہے :۔

جناب مسیح موعود دنیا مین کس لئے تشریف لائے تھے؟

حضرت تقدس مآب جناب مسیح موعود دنیا مین بھی ثابت کرنے آئے تھے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ کیونکہ اسکی پیروی سے زندہ خدا اپنے کلام پاک سے خود اپنی ہستی کا ثبوت انا الموجود کی آواز سنا کر دیتا ہے اسلام نے جیسا کہ اسکے سمیع بصیر ہونے کا بیان کیا ہے ویسا ہی اس کے کلام کرنے کا بھی اقرار کیا ہے زمانہ سے جو اسلام کے اندر علاوہ بیرونی عقاید فاسدہ کے خدا کی نسبت جو صفت تکلم سے انکار کا عقیدہ پڑگیا تھا۔ اسکو آپنے دلائل قاطعہ سے جو عقلی اور نقلی کے علاوہ تائیدات سماوی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ ثابت کرکے دکھلادیا کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات ازلی و ابدی ہین۔ کوئی ضایع اور فنا ہونے والی نہین جیسے کہ وہ ہمیشہ سے دیکھتا ہے سنتا ہے ایسے ہی بولتا بھی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کے لئے اپنے مبارک وجود کو پیش کرکے جہان پر زندہ نظیر سے بھی ثابت کردیا کہ بیشک اور یقیناً وہ خدا جسکو قرآن اور حضرت محمد الرسول اللہ

نے یہہ صفت پیش کیا ہے وہ جیتا جاگتا حیؔ قیوّم لم یزل لا یزال خدا ہے۔ اور یہ ثابت کردیا کہ حضرت محمد صلعم ہی دنیا مین ایک بابرکت رسول (صلعم) ہوئے ہیں کہ جن کی سچی پیروی سے خدا انسان سے منہ لگاتا یعنے الہام و کلام کرتا ہے جیسے کہ آنجناب کو خدا نے وعدے دئیے۔ کہ جو تیری سچی پیروی کرے گا۔ وہ نبی۔ صدیق۔ صالحین اور شہداء کے مراتب پائیگا۔ اور اسی لئے دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم کو دن رات مین پانچ دفعہ کرنے کی تاکید فرمائی :۔

جناب مسیح موعود دنیا مین کیا لیکر آئے تھے؟

یہی کہ خدا زندہ اور جیتا جاگتا خدا ہے۔ وہ اپنے پیارے بندون سے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی کامل پیروی کرتے ہین۔ کلام کرتا ہے اور اس کو اپنا پیارا و برگزیدہ انسان بنا لیتا ہے۔ اور کہ خدا تعالےٰ مین جو قوتین طاقتین کسی پہلے زمانے مین موجود تھین۔ وہ اب بھی ہین۔ وہ جیسے پہلے فعال لما یرید تھا۔ اب بھی ہے اور اس سے آگے کو بھی رہے گا۔ چنانچہ اپنی چھبیس سالہ ماموریت من اللہ کے دعوے سے ثابت کردیا کہ واقع بھی الا بادرہے ایک زمانے نے ملکر خدا کے مسیح موعود کو ہلاک کرنا چاہا۔ مٹانا چاہا۔ تباہ کرنا چاہا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدون کے مطابق جو اس نے پہلے سے اپنے پیارے بندے کو دے رکھے تھے کسی کی ابرے وغیرہ کی پیش نہ جانے دی۔ کیا ہم ان مقدمات کو بھول سکتے ہین کہ جو آپ کی عزت آبرو جان مال کے لینے کے لئے گئے تھے؟ اور ان مین دشمنوں نے ناخون تک زور لگا کر چاہا تھا کہ خدا کے مسیح کا عزت جائے مال جائے آبرو جائے مگر آخر کو نتیجہ یہی ہوتا رہا ہے۔ کہ دشمن ہی خائب ہوئے اور وہ فاتح مظفر و منصور اور کامیاب بامراد ہوا خدا کے مسیح نے اسی زندگی مین ایسی ایسی کامیابیان حاصل کین اور اسکے دشمن ایسے ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ ان کو اپنی ناکامی اور نامرادی کا ان الفاظ مین اقرار کرنا پڑا "تاہم ہالی کے بالمقابل جسقدر کوششین ہو رہی ہین حقیقت مین کافی سے زیادہ ہین۔ مگر انکے اثر سے کوئی عام اور دیرپا فائدہ نہین ہوتا" اہلحدیث صفحہ ۱۲ مصنفہ مسٹر ثناء اللہ اس اقرار کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے مسیح صادق کو ہر طرح کے براہین سے صادق کرنا تھا اسلئے ایک طرف تو خود قرآن شریف مین فرمایا کہ من اظلم ممن افترٰی علے اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح المجرمون ط اور دوسری طرف ایسے سیاہ مخالف و معاند سے جو کہ نہ صرف عملی طور پر اپنا یہودی ہونا ثابت کرتا ہے بلکہ اہلحدیث ۲۹ جلد ۳ مین علانیہ اقرار کرتا ہے کہ جو آیت یہودیون کے حق مین تھی تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتٰی۔ وہ اسکے حق مین ہے۔ دوستو آپ یقیناً سمجھین کہ یہ خدائی تصرف تھا جو اسنے مذکورہ بالا اقرار کرلے تا کہ زمین والون پر یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو کہ خدا نے اپنے برگزیدہ بندے مسیح موعود کو ایسا کامیاب کیا۔ کہ آخرکار دشمن بھی چلا اٹھے کہ ہماری کوششین باوجود کافی ہونے کے ناکامی نامرادی اور حرمان نصیبی کا ذریعہ بن رہی ہین۔ ورنہ ایسون سے ایسا کھلا اقرار ہونا امر محال تھا۔ یہ خدا کا خاص فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ وہ مثل انبیاء کے کامیاب مظفر و منصور دنیا سے اٹھائے گئے یعنی اپنی طبعی موت سے وفات پائی۔ اور یون ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدائی وعدون کے مطابق اسی طرح دشمنون کے حملون سے محفوظ رکھے گئے۔ اور اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے تھے :۔

غرضیکہ خدا کے القادر و فعال لما یرید ہونیکا ایسا عجیب نظارہ خدا کے مسیح صادق کی پاک زندگی نے دکھلایا کہ وہ کسی دوسری جگہ ہرگز ہرگز نہین ملسکتا۔ جیسے دوسرے تمام مذاہب فیضان الٰہی کے دروازے بند کر بیٹھے ہین جس سے وہ ثابت کرتے ہین کہ خدا کا فضل آگے کو نہین جاری رہ سکتا۔ بلکہ پیچھے رہگیا اسی طرح ان لوگون نے جو مسلمان کہلاتے ہین خدا کے فیض و فضل کے دروازے مین قفل فولادی لگا دیا انکے زعم ناقص مین آنحضرت صلعم باوجود افضل الرسل ہونیکے ایسے ہین کہ جن کی پیروی کا نتیجہ سوائے سردردی کے کچھ نہین وہ نہ فیضان الٰہی کے قابل ہین اور نہ وحی والہام کے کیونکہ انکے زعم باطل مین قرآن کے بعد کوئی ایسی وحی جو قرآن کی مصدق ہو اور اسلام کی معاون ہو آنحضرت صلعم کے ختم رسالت کے باعث اسکا آنا ناجائز ہے گویا کہ انہون نے ایک ایسے خود تراشیدہ خدا کو مان لیا ہے کہ جو قرآن کو نازل کرکے (نعوذ باللہ) گنگ و کر کی طرح ہوگیا۔ مگر ہماری سمجھ مین نہین آتا۔ کہ اگر اسنے ایسا ہی گنگ و کر ہوجانا تھا۔ تو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کیون سکھائی نیز آنحضرت صلعم کی کامل پیروی کرنے سے نبی صدیق شہید صالحین بنانے کے کیون وعدہ کئے؟ کیا یہ تمام باتین خدا نے محض فضول کین؟ تعالیٰ خدا تعالیٰ سچا اور صادق الوعد ہے :۔

پیارے ناظرین! یہ تمام بدراہیان ہین اور خدا تعالیٰ پر بدظنیان ہین۔ خدا تعالیٰ کے وعدے یقیناً سچے ہین اور اسکے سچے رسول حضرت محمد صلعم بالکل سچے ہین۔ آپ سے جسقدر خدا تعالیٰ نے وعدے کئے تھے۔ وہ سب سچ کرکے دکھلائے اور ایسے ایسے وقتوں مین آپکے ہاتھ کے لگائے ہوئے مبارک شجر اسلام کی مدد کی جبوقت کہ نہ صرف غیر ہی حملہ آور ہوئے تھے بلکہ وہ جو مسلمان کہلاتے تھے پیری کے جن کو دعوے تھے وہ بھی آنحضرت صلعم کی پیروی سے فیض و فضل کے منکر ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہمارے اس زمانے مین حضور انور کی صداقت نے حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کی شکل مین ظاہر ہوکر اس امر کو ثابت کردیا کہ درحقیقت آپ شمس ہدایت تھے۔ آپ کی قوت قدسی کا دائرہ وسیع ہے اور کسی وقت آپ کا پیارا اور مبارک شجر اسلام بے پھل نہین ہے اسوقت جبکہ اپنوں اور بیگانون نے ملکر اسلام کے مبارک اصولوں کی توہین کی اسکو بے پھل ثابت کرنا چاہا تو خدا نے حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ذریعہ ایک ایسی جماعت تیار کردی جنہون نے آنحضرت صلعم کے منشاء کے مطابق آپکے پیارے مذہب کو اسی طرح مبارک اور پر نور مان لیا اور کبھی دنکرنہ اٹھی۔ جبکہ خدا نے حضرت میرزا صاحب کے وجود مبارک کے ذریعہ یہ امر روز روشن کی طرح ثابت کردیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ ہے۔ اور تازہ تبازہ نشانون سے ہر زمانے مین اپنی زندگی کا ثبوت دے کر اپنے پیارے بانی کی صداقت کو اظہر من الشمس کرتا ہے چونکہ اس جماعت نے راستی سے پیار کیا اسلئے ان اسلام کے دعویدارون کے بالمقابل انکا امتیازی نام دیو اسلام کو زندہ مذہب یقین کرتے ہین اور حضرت اقدس میرزا صاحب کو اس زمانے مین اسلام کی لاج رکھنے والا اور اسلام کے سچے نشانون سے اور تازہ تبازہ نشانون سے سچا ثابت کرنیوالا یقین کرتے ہین (احمدی مسلمان) رکھا ہے احمدی اسلام کیا بات پیش کرتا ہے وہی جو پیشتر مذکور ہو چکی۔ تا کہ اسلام کو مثل دوسرے مذاہب کے بے اثر بے پھل بیان کرنیوالون اور عملی طور پر ماننے والون مین اور بابرکت با اثر اور زندہ جاوید یقین کرنیوالون مین جسکا موجودہ زمانے مین نمونہ حضرت میرزا صاحب کو مانتے ہین۔ امتیاز ہو سکے کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہم ایسے جیتے جاگتے اور زندہ جاوید اسلام کو جو اسوقت احمدی اسلام اپنا امتیازی نام رکھتا ہے جو خدا کے افضل بندے حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے

ذریعہ بیہودہ بہت سے گرد و غبار اور بیہودہ اور بوسیدہ عقاید کی ملونی سے پاک و صاف کیا گیا ہے چھوڑ سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ بھلا ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جو ایسا عقل کا اندھا ہو جاوے کہ کھرے کے بدلے کھوٹا خریدے لعل کے بدلے پتھر اور زندہ اور تازہ سے بیزار ہو کر مردہ اور بوسیدہ کے پیچھے جا پڑے؟ پھر کیا دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جو اس مذہب سے خوبی اور اور دیگر میں بہتر اور برتر ہو کیا آریہ سماج ہمارے لئے تسلی بخش ہو سکتی ہے یا عیسائیت سے ہمکو فائدہ پہنچ سکتا ہے یا ان موجودہ اسلام کے دعویداروں کے ہم آواز ہو کر ہم تسلی پا سکتے ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ اگر ہمکو ان سے کچھ فائدہ ملتا۔ تو ہم ان لوگوں سے الگ ہی کاہیکو ہوتے کیوں خدا کے مسیح صادق کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے جس نے اسلام کو ایسا منہ اور دلربا دکھلایا کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا اور اسکے حسن کو دیکھکر لٹو ہو گئے۔ بیخود ہو گئے پس ہم تو اس اسلام پر فنا ہو گئے اور مٹ گئے۔ اسلئے نہ چھوڑیں گے نہ چھوڑیں گے اسلام کا دامن (انشاء اللہ تعالیٰ)

پیارے احمدی بھائیو! تمہارا صادق امام علیہ السلام تمکو ورثہ اور ترکہ میں کیا دیگیا؟ جیتا جاگتا اور تازہ بتازہ اسلام وہی اسلام! جو حضرت محمد صلعم دنیا میں لائے تھے۔ پس چاہئے کہ تم اس نعمت کی قدر کرو اور اس سے اسلام سے چپٹے رہو اور کبھی بھول کر ایسی دیسی کی طرف نظر نہ کرنا کیونکہ اسکا احسان تمپر کچھ تھوڑا سا نہیں ہے جو تم اس سے دکنی کر کے اسے دیکھے تھوڑے کی طرف جھک پڑو۔

اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑہا ہے ہے

خاکسار

محمد حسین از لاہور چھاونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

النجم اور اُسکا سقوط

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے پاس کسی نے اخبار النجم لکھنو کا ایک ورق بھیجا۔ جسکے کئی کالموں میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ایک ایڈیٹوریل مضمون درج ہے حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ ورق مجھکو دیا کہ اسمیں اگر کوئی جواب طلب بات ہو۔ تو جواب لکھوں میں نے اس ورق کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ اسکے دونوں صفحوں پر تاریخ ۱۲۔ ربیع الثانی لکھی ہوئی ہے (انگریزی ماہ و تاریخ اس اخبار میں نہیں لکھی جاتی) تعجب ہے کہ ۲۴۔ ربیع الاخر کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی ہے ۱۲۔ ربیع الآخر کے النجم میں یہ مضمون کیسے لکھا جا سکا۔ اسپر میں کوشش کر کے ۱۲۔ ربیع الآخر کا پورا اخبار ایک کرم دوست سے منگایا۔ دیکھا تو اخبار کے ٹائیٹل پیج پر اور اول سے آخر تک ہر ایک صفحہ پر ۱۲۔ ربیع الآخر ہی درج ہے۔ ایڈیٹر النجم کے حواس کا اندازہ کرنیکے لئے یہی بات کافی ہے مضمون کو پڑھنے سے معلوم ہوا۔ کہ اخبار وکیل کے اس مضمون کا اکثر حصہ جو ۲۸۔ ربیع الآخر کے وکیل میں ایڈیٹر صاحب وکیل نے لکھا ہے اور جسکا پورا پورا جواب ۱۴۔ جون کے اخبار الحکم میں شایع ہو چکا ہے النجم کے ایڈیٹر نے نقل کر دیا ہے میری نزدیک ایک ایڈیٹر کے لئے یہ بڑی قابل شرم بات ہے کہ وہ کسی اپنے ہمعصر کے شایع شدہ مضمون کو کچھ معمولی ہی الفاظ کے تغیر کیساتھ نقل کر کے اسکو اپنے دماغ کا نتیجہ ظاہر کرے۔ اس مضمون کے اکثر حصہ کا حرف بحرف جواب وہی ہے جو الحکم میں "اخبار وکیل کا قرضہ" کی سرخی سے شایع کرا چکا ہوں۔

ایڈیٹر النجم لکھتا ہے کہ "یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں کیا دلائل پیش کئے۔ نہایت افسوس کیساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ کسی کو دکھایا۔ انکا دار و مدار پیشگوئیوں پر تھا انہیں پیشگوئیوں کو وہ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل سمجھتے تھے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ صرف پیشگوئی کا کسی سے صادر ہونا اسکی نبوت کی دلیل ہو سکتا ہے بلکہ پیشگوئی کا پورا اترنا البتہ ایک بات ہے مگر مرزا صاحب کی کوئی پیشین گوئی کبھی پوری نہیں ہوئی۔ جو پیشینگوئی انہوں نے کی وہ غلط ہو گئی" ایک مسلمان ایڈیٹر اخبار کی مذہب سے اسقدر ناواقفیت سخت حیرت میں ڈالنے والی اور نہایت ہی موجب حسرت و ملال ہے ایڈیٹر النجم پیشگوئی کو دلیل نبوت نہیں سمجھتا اور ایک بے حقیقت چیز جانتا ہے لیکن اسکو یہ معلوم نہیں۔ کہ نبیوں اور رسولوں کی نبوتیں اور رسالتیں ثابت کرنے کے لئے سب سے زبردست دلیل پیشگوئیاں ہی ہیں ایڈیٹر النجم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سے انبیاء سابقین نے پیشگوئیاں فرمائی تھیں اور ان پیشگوئیوں ہی سے بہت مسلمان ہوئے اب بھی جن لوگوں کے دلوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی پیشگوئیوں کی عظمت ہے ہوں انہوں نے مسیح موعود کو جو اپنے وقت پر آیا قبول کر لیا۔ جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کو ایک معمولی سی بات سمجھتے ہیں انکو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔ ایڈیٹر النجم کے دل میں اگر قرآن کریم کی عظمت ہوتی۔ اور اسنے کبھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں تدبر کیا ہوتا۔ تو کبھی وہ پیشگوئی کو ایک معمولی بات نہ سمجھتا خدا اور اسکے رسول کے کلام میں بمقابلہ دوسروں کے کلام کے اگر زبردست اور شاندار ما بہ الامتیاز ہے۔ تو وہ پیشگوئیاں ہی ہیں۔ پیشگوئیاں اسلام اور کسی نبی کی صداقت کے لئے کیسی ضروری ہیں۔ اسکے واسطے ایک علیحدہ مستقل رسالہ کی ضرورت ہے یہ مختصر آرٹیکل اور اخبار کے محدود کالم اسکی تفصیل کے متحمل نہیں ہو سکتے سردست پیشگوئی کی عظمت ذہن نشین کرنیکے لئے ایڈیٹر النجم کو سورہ جن کی یہ آیت تلاوت کرنی چاہئے۔ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ یہ کہنا کہ مرزا صاحبؑ کی کوئی پیشگوئی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ بیشرمی کی بات ہے اگر ایڈیٹر النجم نے تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی وغیرہ حضرت مرزا صاحب کی بے نظیر تصنیفات نہیں دیکھی ہیں تو اسکو چاہئے کہ اول کم سے کم ہر دو مذکورہ بالا کتابوں کو مطالعہ کرے اور اسکے بعد اپنی رائے کا اظہار کرے۔ ایڈیٹر النجم کی تنگ نظری اسی سے ثابت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ دکھایا میں علی الوجہ البصیرت کہتا ہوں کہ ایڈیٹر النجم نے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف اور انکے کارناموں کو ہرگز نہیں دیکھا اور ویسے ہی خواہ مخواہ دوسرے جاہلوں کی آواز میں سُر ملانے کے لئے ایک بیمعنی راگ الاپ دیا ہے ورنہ ممکن نہیں کہ گذشتہ تیس سالوں کی مذہبی جنگ و جدال کو جس شخص نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے وہ یہ کہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کسی سے کوئی مناظرہ نہیں کیا۔ اگر ایڈیٹر النجم کا یہ تجاہل عارفانہ ہے اور دیدہ دانستہ آسمان پر خاک ڈالنی چاہی ہے تو ایسے ہی اشخاص کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے قد کانت آیاتی تتلیٰ علیکم فکنتم علیٰ اعقابکم تنکصون ۰ مستکبرین بہ سامراً تھجرون ۰ افلم یدبروا القول ام جاءھم ما لم یات اباءھم الاولین ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون ام یقولون بہ جنۃ بل جاءھم بالحق واکثرھم للحق کارھون ط ایڈیٹر النجم کا یہ کہنا ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ تعجب انگیز ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کے معجزے دیکھنے کا شوق ہے تو اسکو چاہئے کہ وہ کم سے کم وہی دو کتابیں پڑھ لے جنکا میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں ایڈیٹر النجم نے نکاح والی پیشگوئی پر جو اعتراض کیا ہے وہ بھی اسکی

تلت تدبر کا نتیجہ ہے وہ لکھتا ہے کہ "اس پیشگوئی کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہو گیا" میں کہتا ہوں - اگر وہ اظہر من الشمس کی بجائے اظہر من النجم لکھدیتا تو کچھ کچھ بات بھی بن جاتی - کیونکہ النجم کے جس نمبر میں ۲۴ - ربیع الآخر کی خبر درج کرتا ہے اسکا نام ۱۱- ربیع الآخر کا النجم رکھا ہے - تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ (سورہ النجم)

ایڈیٹر النجم چونکہ سرے ہی سے پیشگوئی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے لہذا اسکو پیشگوئیوں کے متعلق اگر کوئی سمجھ اور واقفیت نہ ہو - تو تعجب نہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اسنے نکاح والی پیشگوئی پر اعتراض کیا ہے اس پیشگوئی کے متعلق اوّل تو حضرت مرزا صاحب خود ہی حقیقت الوحی میں بصراحت لکھ گئے ہیں اب کسی کو اسکے متعلق زیادہ لکھنے اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہی پھر یہ کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں کبھی کسی خاص شخص سے اسکا مانند اور کبھی اسکی اولاد میں سے کوئی شخص کبھی وہ شخص اور اسکے امثال دونوں مراد ہوتے ہیں اسکے متعلق ہمارے مقتدا و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ اپنے ایک رسالہ میں مفصل لکھ چکے ہیں - یہاں مجھکو اعادہ کی ضرورت نہیں اسلئے کنز العمال سے چند احادیث ایڈیٹر النجم کے غور کرنیکے لئے لکھدیتا ہوں جس سے حضرت مسیح موعود ع کی وہ ایک دو پیشگوئیاں بخوبی سمجھ میں آجائینگی جو بعض بلید الطبع عوام کی سمجھ میں نہیں آتیں - ایڈیٹر النجم بتائے کہ ذیل کی حدیث کے تمام وعدے خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پورے کئے گئے تھے یا انکے جانشینوں کے ہاتھ پر پورے ہوئے تھے : - (۱) ان اللہ تعالیٰ وعدنی فارس ثم الروم نساءهم وابناءهم ولامتهم وكنوزهم وامدنی بحمير اعوانا رواه نعيم - (كنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۴)

(۲) ان اللہ تبارك تعالیٰ اعطانی فارس ونساءهم وسلاحهم واموالهم واعطانی الروم ونساءهم وابناءهم وسلاحهم واموالهم وامدنی بحمير رواه ابن منده وابو نعيم (كنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۳)

(۳) رايت كانما فی يدی سوارين من ذهب فكرهتهما فنفختهما فذهب كسرىٰ وقيصر (كنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۴)

(۴) اللہ اكبر اعطيت مفاتيح الشام - واللہ انی لابصر قصورها الحمر من مكانی هذا - اللہ اكبر اعطيت مفاتيح فارس - واللہ انی لانظر المدائن وانظر قصرها الابيض من مكانی هذا - اللہ اكبر اعطيت مفاتيح اليمن واللہ انی لانظر الی ابواب صنعاء من مكانی هذا (كنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۴)

ایڈیٹر النجم نے کسقدر بیحیائی کو کام فرمایا ہے وہ کہتا ہے کہ "عبد اللہ آتھم کے متعلق جسقدر پیشگوئیاں مرزا صاحب نے کیں وہ سب غلط ٹھہریں" میں کہتا ہوں کہ کیا اسنے عبد اللہ آتھم اور حضرت مرزا صاحب کے تمام واقعات کو بغور پڑھکر ایسا لکھا ہے یا کسی بھنگڑخانہ میں سنکر النجم میں درج فرمادیا ہے ؟ کیا ایڈیٹر النجم نے حضرت مرزا صاحب کے وہ ایکہزار روپیہ دوہزار روپیہ تین ہزار روپیہ وغیرہ کے انعامی اشتہارات پڑھے ہیں کہ کس کس طرح عبد اللہ آتھم کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا - مگر وہ قسم نکھاسکا یا انجام آتھم وغیرہ رسالے لاحظہ کئے ہیں ؟ یا کبھی حضرت یونس علیہ السلام کے حالات میں غور و فکر کی ہے ؟ اگر ان کتابوں کو مطالعہ کئے بدوں اور کچھ سوچے سمجھے بغیر ہی یہ محض دیانہ بڑہانکدی ہے تو ایڈیٹر النجم خود ہی اپنے گریبان میں منہ ڈالکر سوچ لے - کہ اس نے کہاں تک اپنے فرائض کو انجام دیا ہے :-

اخیر میں ایڈیٹر النجم نے کچھ عجیب طرح سے لکھا ہے کہ یہ کرنا چاہیئے - یوں ہونا چاہیئے - یہ ہوگا وہ ہوگا - اسلام کے چہرۂ زیبا میں تغیر پیدا کیا جائیگا - وغیرہ اس قسم کی لغو لایعنی باتوں کی طرف التفات کی مطلق ضرورت نہیں - ایڈیٹر النجم سورہ النجم کی اس آیت کا پورا پورا مصداق ہے وما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن وان الظن لا يغنی من الحق شيئا - اپنے مضمون کے بعد ایڈیٹر النجم نے ثناء اللہ امرتسری کے بھیجے ہوئے کسی مضمون کا کوئی حصہ لکھا ہے اسکی طرف ملتفت ہونے کی مجھکو اسلئے مطلق ضرورت نہیں کہ میرے مکرم جناب ایڈیٹر صاحب الحکم نے ۱۴- جون کے الحکم میں ثناء اللہ کی کافی مزاج پرسی کردی ہے اور آیندہ بھی وہ اسکی مناسب تواضع کرنے کو طیار ہیں : والسلام

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی - ۱۶- جون ۱۹۰۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

برادران - السلام علیکم - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری پیغام پنجاب یونیورسٹی ہال میں بصدارت جناب مسٹر پرتول چیٹرجی صاحب جج چیف کورٹ پنجاب ہندو قوم کے مختلف فرقوں نے نہایت عزت و احترام کیساتھ سنا اس جلسہ کے حالات لکھنا میرا مقصد اس جگہ نہیں میری غرض یہاں اس پاک منشاء کے پورا کرنے کے متعلق بعض تجاویز پیش کرنا اور اسپر کوئی عملی کارروائی کرنی ہے جس نے حضور والا کو اس پیغام کے لکھنے پر تحریک دی - اس مبارک پیغام کے متعلق جہانتک میں اندازہ کرسکا ہوں - ہندو قوم کے مختلف خیالات ہیں - اکثر تو ان میں سے ابھی غور کر رہے ہیں - کہ اس پیغام کا کیا جواب دیا جاوے - لیکن علی العموم غیر مذہب اس پیغام کے بعد اس پاک طینی اور وسعت خیالی کو تسلیم کر گئے ہیں - جو مقدس راقم پیغام کی ایک لازمی سیرت تھی - اس پیغام سے آریہ سماج نے کسی قدر اختلاف کیا ہے درحقیقت وہ لوگ سوائے وید کے کسی اور کتاب کو الہامی کتاب ہونے کی عزت اگر دیں تو گویا وہ سماج کی عمارت کی ایک بھاری بنیاد کو خود ہلا دیں گے - اسلئے ان سے فی الفور اتفاق کی امید رکھنا کسی قدر مشکل ہے البتہ ہمیں اگر اس حد تک تو طیار ہیں - کہ وہ ہمارے نبی کریم کو عزت کی نگاہ سے آیندہ دیکھیں اور انہیں بدکلامی سے یاد نہ کریں اور انہیں ایک اولوالعزم انسان مانیں اور مفتری نہ کہیں ہاں جناب رسالتمآب کی نبوت کا قایل ہونا سردست مشکل ہے سناتن دھرمی فرقہ میں ایک حصہ تو اسوقت بھی جناب خاتم الانبیا کو خدا کا فرستادہ ماننے کے لئے بموجب شرائط پیغام صلح طیار ہورہا ہے اگرچہ انکی تعداد تھوڑی ہے - باقی حصہ اس فرقہ کا بھی ابھی کسی خاص نتیجہ پر نہیں آیا البتہ یہ ایک عام خواہش ہے - کہ کوئی راستہ آئین صلح و صفائی کا نکل آوے بہرحال میں اسبات سے بہت خوش ہوں کہ اسوقت تک یہ مبارک پیغام علی العموم ملک کے لئے مبارک ہی سمجھا گیا ہے اور عام خواہش ہے - کہ کسی ایک سمجھوتے پر فریقین آکر آئے دن کے تنازعات کو دور کریں یہ ایک نہایت خوشی کا مقام ہے کہ جناب رسول اکرم صلواۃ اللہ علیہ کو پیغام صلح کے بعد اولوالعزم انسان اور ایک صادق انسان ماننے کی خواہش عام طور پر ظاہر ہورہی ہے ہمیں اسوقت نتیجہ کے لئے کوئی گھبراہٹ دکھلانی چاہیئے - اور نہ کسی عجلت کی ضرورت ہے - ابھی تو ہمارا پیغام ملک ہند کے ہزاروں حصوں تک ہی نہیں پہنچا سب سے پہلا ہمارا تو یہ فرض ہے - کہ ہم اس پیغام کو ملک کے ہر ایک گوشہ تک پہنچا دیں ہندو قوم کا کوئی طبقہ نہ رہے جسکے معتدبہ آدمی اس لیکچر کو نہ دیکھ لیں -

اسکا انگریزی ترجمہ تو عنقریب ملک مین ریویو کے ذریعہ شایع بھی ہو جایگا لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ اس پیغام کی اردو - انگریزی بنگلہ - سندہی - ناگری کا پیان ہزار دو ہزار پھیلائی جاوین اور پھر آپ دیکھین کہ اسکا کیا نتیجہ ہوگا جو کچھ لاہور جیسے شہر مین جو آریہ سماج کا مرکز ہے - اور یہ یاد رکھین کہ اس پیغام صلح کے شرایط کے مخالف اگر کوئی ہو سکتے ہین - تو سماجک لوگ ہی ہونگے - تاہم مین جسقدر کامیابی اس لیکچر کی لاہور جیسے شہر مین باوجود سماجک مخالفت کے دیکھتا ہون - مجھے بہت کچھہ خداتعالیٰ کی ذات پاک سے امید ہے کہ اس پیغام کے ذریعہ اس ملک کا غیر اسلامی حصہ بہت جلد جناب رسالتماب کے آستانہ پر سر نیاز رکھنے والا ہے - اسلئے مینے سردست ارادہ کیا ہے - کہ اس پیغام کی ۵ ہزار اور کاپیان چھاپ کر مفت ہندو قوم مین تقسیم کی جاوین - لاہور کی جماعت نے دو ہزار کاپیان پہلے چھپوا دی ہین - اور اسمین سے صرف چند کاپیان باقی رہ گئی ہین اس دو ہزار مین سے نصف کے قریب مفت تقسیم کی گئی ہین - اب آیندہ کے لئے مینے اپنے بعض دوستوں کو لکہا ہے - کہ وہ کم و بیش ایک ایک صد کے قریب کاپیون کا خرچ بھیجدین - چنانچہ بعض نے سردست مطالبہ کر لیا ہے اور وہ میری خاطر بھیج بھی دینگے لیکن میرے دل مین آج یہہ خیال پیدا ہوا ہے - کہ مین اس نیک کام مین اور دوستوں کو بھی شامل کرون - میری رائے مین یہ ہے کہ ہمارے دوست عام طور پر کم از کم ایک روپیہ کی کاپیان خرید کر کے اپنے اپنے شہر مین ہندو احباب کی خدمت مین پہنچا دین یہ ایک کار خیر ہے اور ہمارے دوست بہت آسانی سے اسپر عمل کرینگے

میرا ارادہ ہے کہ آپکے اس پیغام کے شروع مین پیشوا صلح اور امن کے نبی جناب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کے متعلق بھی لگا دون - اس لیکچر کی قیمت دراصل کوئی نہ ہوگی صرف جسقدر لاگت اسکی اصلی ہوگی - اس حساب سے جسقدر کاپیان ایک یا دو پیسہ مین ان احباب کو برائے تقسیم بھیجدی جاوینگی جو بھی اس تجویز پر عمل کرنا پسند فرماوینگے ایسا ہی میرا ارادہ ہے کہ جب میگزین طبع ہو تو پیغام صلح والا حصہ ایکہزار الگ طبع کرا لیا جاوے - اور اسی ہی مفت تقسیم کیا جاوے - لہٰذا ان احباب کے علاوہ جن کو مینے الگ الگ خطوط لکھے ہین مین اس چٹھی کے ذریعہ دیگر خادمان سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت مین عرض کرتا ہون - کہ وہ ضرور اپنے پاکٹ خرچ مین سے کم از کم ایک روپیہ کو الگ کر کے یا تو مجھے ابھی بھیجدین یا مجھے اس تحریر سے پندرہ دن کے اندر اندر اطلاع دین کہ پیغام صلح کے طبع ہوتے ہی ایک یا زیادہ روپیہ کی کاپیان وی - پی کر کے مین انکی خدمت مین بھیجدون میرا خیال ہے کہ پانچ چھہ پیسہ کے قریب ایک کاپی پر خرچ ہوگا - اور اسکا حجم شاید اسی صفحہ کا ہو جاوے اگر میرے دوست اس تجویز پر کثرت سے پابند ہون تو ہمکو انگریزی کی مفت اشاعت کرنے مین بہت آسانی ہوگی - قادیان سے واپس جا کر مین پرسون اسکی کاپی لکھوانی شروع کرو دونگا اور دس دن تک انتظار کر کے اسکو چھپوا دونگا - ان دس دنون مین کاپیان انشاء اللہ العزیز مکمل ہو جاوینگی - میرا ارادہ ہے کہ مین پانچ ہزار کاپیان چھپوا دون لیکن اگر ان دس دنون کے اندر ہمارے احباب نے اس نیک کام مین میری مدد دی اور مجھے اطلاع کثرت سے دی تو ممکن ہے کہ اسکو دس ہزار تک مین چھپوا لون ۔

میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ اس طریق کی اشاعت کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہرون مین جلسہ کر کے اس پیغام کو سنایا جاوے :-

میرے دوستو! جہانتک مین ملک کی حالت کا اندازہ کر سکتا ہون - یا جہانتک مینے اسوقت تک لاہور کا اندازہ کیا ہے آپ یقین رکھین کہ ملک اس پیغام کو قبول کرنے کے لئے طیار ہو چکا ہے - اگر مخالفت کسی جگہ ہے - تو وہ سماجک کیمپ مین ہے - اور وہ کیمپ اول تو بہت ہی محدود ہے - اور پھر اسکا اثر پنجاب سے باہر بہت کم ہے :-

امید ہے - کہ بہت جلد میرے احباب اس میری تجویز کا جواب بواپسی مجھے دینگے - مین جن احباب سے مین نے اپنے ذاتی تعلقات کیوجہ سے مطالبہ پیش از ین کر لیا ہے انکے دیگر ہموطن خدام سلسلہ عالیہ احمدیہ یہ نہ سمجھ لین - کہ وہ اب اس تحریر کے مخاطب نہین ہوئے - اس تحریر کا دراصل مخاطب ہر ایک ایسا احمدی بھائی ہے - کہ جو علاوہ ضروریات خانگی ایک روپیہ ماہوار کم از کم ہر ماہ مین آسانی کے ساتھہ اپنے دیگر زاید ضروریات مثلاً میوہ جات یا آرایش سامان یا دیگر غیر ضروری باتون مین خرچ کیا کرتا ہے - مین یہ امر بھی ہرگز پسند نہین کیا کرتا - کہ اس کام کیلئے ہمارے دوست چندہ جمع کرین - مین اسکے ذریعہ کوئی قومی چندہ جمع کرنا پسند نہین کرتا - مین تو صرف یہ چاہتا ہون کہ جو میرے احباب ایک ماہ مین کم و بیش مثلاً آجکل ایکروپیہ کے آم یا انگور ایک ماہ مین بلا تکلیف کہا لیا کرتے ہین - وہ انگورون یا آمون کے کہانیکی بجائے ایکروپیہ مجھے بھیجدین - جواب مجھے لاہور مین دیا جاوے - والسلام

خواجہ کمال الدین - عزیز منزل سڑک کیلیانوالی متصل ریلوے سٹیشن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تشحیذ الاذہان

میری سنے جو تم مین کوئی اہل دل سر ہے
واللہ یہ اپیل میری درد دل سے ہے

ناظرین! مجھے اسبات کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ تشحیذ الاذہان کیا ہے - کیونکہ مین بار بار الحکم و بدر کے ذریعہ آپ صاحبان کے کانون تک یہ بات پہنچا چکا ہون - کہ یہ رسالہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور آپکی عین منشاء کے مطابق جاری کیا گیا ہے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اسکے مربی ہین اور صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلف الصدق معلی القاب عالیجناب حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے ایڈیٹر ہین -

یہ رسالہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے اور مخالفین اسلام کے اعتراضونکا عموماً اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے معاندین کے اعتراضات کا خصوصاً جواب دینا اسکا پہلا فرض ہے - حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مین آپکی وہ تقریریں اس مین درج ہوا کرتی تھی جو کوئی اور اخبار مہیا نہ کر سکتا تھا اور اب آپکی وفات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی نوٹ بک مین سے کچھ حصہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جایا کریگا یہ رسالہ چالیس صفحون پر ماہوار شایع ہوتا ہے - اسکی سالانہ قیمت بطور پیشگی عوام سے عمر اور طلباء سے عہ لیجاتی ہے -

الغرض ہمنے اسلئے قلم نہین اٹھایا کہ مین رسالہ کی خوبیان بیان کرون بلکہ اس سے میری یہ غرض ہے کہ مین ناظرین کی خدمت مین عرض کرون - کہ اس رسالہ کی طرف توجہ کی جاوے غالباً تمام ناظرین کو اسبات کا علم ہوگا - کہ اس رسالہ کو شایع ہوتے تین سال گذرے ہین مگر یہ بات کیسی افسوسناک ہے کہ ایک ایسی قوم کا رسالہ جو دینی خدمات کے لئے اپنا مال و جان کرا لوداع کہہ چکی ہو اور جسکا ثانی آج دنیا مین کوئی نہ ہو تین سال مین صرف سوا تین سو خریدار مہیا کر سکے اور وہ رسالہ ہمارے آقا و مولیٰ کی اجازت اور آپکے عین منشاء کے مطابق جاری ہوا ہو - اور انکی جانشین جو ہمارے آقا ہین - اسکے مربی ہون کیا یہ بات ناظرین کے لئے افسوسناک نہین ہے؟ کیا آپ صاحبان میری اس عاجزانہ درخواست کیطرف توجہ بھی نہ کرینگے!

رسالہ کے فنڈز مجھے اسی بات پر مجبور کرتے ہین - کہ مین بار بار جناب کو اسطرف توجہ دلاؤن کیونکہ آپ صاحبان سمجھ سکتے ہین - کہ ایک رسالہ جسکو صرف سوا تین سو خریدار ہون اور آمدنی کی کوئی مستقل صورت نہ ہو وہ کسطرح ایک لمبے عرصہ کیلئے جاری رہ سکتا ہے - مجھے ڈر ہے کہ کہین یہ رسالہ آپ لوگونکی بے توجہی سے بند نہ ہو جائے - اسلئے بار بار آپ لوگونکو اسطرف متوجہ کر کے اپنا فرض ادا کرتا ہون :-

وفات المسیح پر نوٹ

از مولوی کرمداد صاحب احمدی

ا فسوس ناک خبر آئی

یہ فروری ۱۹۰۸ء کا الہام ہے جسکی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا (دیکھو ریویو بابت مارچ ۱۹۰۸ء) پیشگوئی کے اصل معنے اسکے وقوع کے بعد کھلتے ہیں آخر یہ افسوسناک خبر لاہور سے آئی جسکو تمام اخبارون نے درج کر کے حضرت اقدس کی صداقت کو ظاہر کیا۔ مگر افسوس کہ سمجھنے والے تھوڑے ہیں۔ **ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں**۔ یہ الہام دو دفعہ ہوا فرمایا معلوم نہیں کہ یہ کن لوگون کی طرف اشارہ ہے (دیکھو ریویو بابت مارچ ۱۹۰۸ء) دیکھو آپ کی لاش لاہور سے قادیان لائی گئی جس سے اللہ تعالےٰ کے رسول کی بات پوری ہوئی۔ اے منکرو! غور کرو۔ آخر مرنا ہے والضحیٰ والیل اذا سجی ما ودعک ربک وما قلی و للاخرۃ خیر لک من الاولیٰ ترجمہ ہم قسم کہاتے ہیں وقت چاشت کی اور رات کی جب ڈھانپ لیوے کل چیزون کو کہ تیرے پروردگار نے تجھ کو چھوڑ نہیں دیا۔ اور نہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے۔ اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے۔ (دیکھو ریویو اپریل ۱۹۰۸ء) اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کا وقت بھی بتا دیا۔ چنانچہ چاشت کیوقت لاہور میں آپنے دارالآخرۃ کو اس دنیا سے سفر کیا۔ اور رات کیوقت قادیان میں پہنچائے گئے۔ اور دشمنون کے اس اعتراض کے جواب میں کہ بس اب یہ سلسلہ موقوف ہو جائیگا۔ بشارت دی کہ میں تیرے ساتھ ہون سلسلہ الہام بند نہیں ہوگا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ سوائے علام الغیوب خدا کے کوئی انسان قبل از وقت اس طرح خبر دے سکتا ہے **ماتم کدہ**۔ فرمایا اسکے متعلق کوئی تفہیم نہیں ہے پھر غنودگی میں دیکھا کہ ایک جنازہ آتا ہے (دیکھو الحکم ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۸ء) پھر یہی الہام ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ حضرت اقدس کا قادیان میں جنازہ آنا پہلے سے بتایا گیا۔

اپنے احمدی بھائیون کی خدمت میں عرض کرتا ہون کہ مخالفون کے شور و غوغا سے گھبرائیں نہیں بلکہ اپنے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پر نظر ڈالنی چاہئے اس سے ایمان قوی ہوتا ہے۔ ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۸ء کا الہام اعتراض کیوقت خصوصاً زیر نظر ہو۔ اور وہ یہ ہے ” ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے“ وہ امتحان یہی آپ کی وفات کا امتحان ہے۔ اور ہمیشہ نبیون کی وفات کے بعد یہ امتحان ہوا کرتا ہے۔ سو خبردار ایسا نہ ہو کہ باوجود اتنی تاکید کے پھر دہوکا کہا جاؤ۔ یہ جو ہمارے ساتھ ٹھٹھا مخول ہو رہا ہے۔ اس سے آزردہ دل مت ہو اور نہ ان دو تین اعتراضون سے جنکو مخالف ایک تیز ہتھیار سمجھکر ہم پر وار کر رہے ہیں۔ بہاگنے کا ارادہ کرو ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولھا بین الناس الخ زخمی ہو کر بھی قدم آگے بڑہاؤ تاکہ اجر عظیم حاصل کرو الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح الخ اجر عظیم آپ لوگون نے یکم جنوری ۱۹۰۸ء کا الہام پڑہا ہوگا ” وھم من بعد غلبھم سیغلبون“ پس یہ لوگ اپنے چند یوم غلبہ کے بعد مغلوب کئے جاوینگے۔ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کی صداقت سمندر کی طرح موجزن ہے مرتد ڈاکٹر کی گندی چھیٹری ان کے آگے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ حضور کو جو اس مرتد کے مقابلہ میں الہام ہوا۔ میرے نزدیک اسکا یہ مطلب ہے کہ اے عبدالحکیم تو نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہلاک ہوا۔ اسلئے میرے لئے کوئی عذاب نہیں سو یاد رکھ کہ تیرے اسوقت کے آگے (جسمیں تو خوشیان منا رہا ہے) فرشتے تلوار کھینچے کھڑے ہیں۔ جو مسیلمہ کذاب کی طرح تیرا کام تمام کردیگی۔ چونکہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اسلئے بروز الہام ہی تو اس صادق کے سامنے گویا ہلاک ہو چکا پر تو نے اس ہلاکت کو جو آسمان میں تیرے لئے واقعہ ہو چکی نہ دیکھا اور نہ اس بات کو جانا کہ جسکے ساتھ میں مقابلہ کر رہا ہون۔ یہ تو اس صدی کا مجدد ہے نہ دجال پس اسوقت ہر احمدی کی یہی دعا ہے کہ اے میرے رب تیرے فرستادہ اور صادق بندے کی موت سے کذب مرتد نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس اب یہ سلسلہ جسکو تو نے قایم کیا اسکے ہاتھ سے نابود ہو جائیگا۔ یہ سب کچھ تو دیکھ رہا ہے اور ہمیشہ سے تیری یہ سنت ہے کہ تو اپنے مقبول بندون کو جو سلامتی کے شاہزادے ہیں ضایع نہیں کرتا اور وہ بزرگی رنگ میں دنیا میں دورے کرتے رہتے ہیں پس یا رب اپنے وعدے کے موافق ہماری مدد فرما اور دشمن حق کو ناکامی میں ہلاک کر اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کو روز افزون ترقی بخش تاکہ تمام دنیا صادق کے صدق اور کاذب کے کذب پر گواہ ہو۔ الغرض جب تک مسیح موعود کی پاک جماعت اور سچی تعلیم دنیا میں موجود ہے وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعض وعدے اس رنگ میں پورے ہونگے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بعثت انا والقیامۃ کھذا (بخاری) حالانکہ تیرہ سو سال گذر چکے ابتک قیامت نہیں آئی۔ تو کیا اس سے یہ سمجھ لینگے کہ نعوذ باللہ آپ کی پیشگوئی غلط نکلی۔ نہیں جب قیامت آئیگی آپ کی اسی زندگی میں آئیگی۔ جیسا میں ذکر کیا پیشگوئیان طرح طرح کے رنگ میں پوری ہوتی ہیں۔ اور بعض وقت انکی اصلی حقیقت خود ملہم پر بھی نہیں کھلی جاتی ایک دجال ہی کی پیشگوئی کو دیکھو ایک طرف تو اسکی نشانیان ایسی واضح کر کے بتائی گئیں کہ کانا ہوگا ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہر ایک کو نظر آئیگا۔ گدھے پر سوار ہوگا اسکے ساتھ پانی اور آگ ہوگی وغیرہ وغیرہ اور دوسری طرف جابر بن عبداللہ اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کہا کر فرماتے ہیں۔ ان ابن الصیاد الدجال اور آپ منع نہیں کرتے کہ یہ وہ دجال نہیں فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (دیکھو بخاری اس قسم کے اور نظائر بھی حدیثون میں موجود ہیں) پھر اگر حضرت میرزا صاحب نے اس الہام سے جو انکو ڈاکٹر کے بارے میں ہوا یہ سمجھ لیا کہ وہ میرے سامنے میری اس زندگی میں ہلاک ہو جائیگا۔ اور وہ ہلاک نہ ہوا تو اس سے یہ لازم نہیں ہوا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ اسطرح تو کسی نبی کی نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ پیشگوئی کا اپنے ظاہر الفاظ پر پورا ہونا معیار صداقت ہے بخاری کتاب الادب میں انس سے روایت ہے ان رجلاً من اھل البادیۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقال یا رسول اللہ متی الساعۃ قایمۃ قال ویلک وما اعددت لھا قال ما اعددت لھا الا انی احب اللہ ورسولہ قال انک مع من احببت فقالوا ونحن کذالک قال نعم ففرحنا یومئذٍ فرحاً شدیداً فمر غلام للمغیرۃ وقال من اقرانی فقال ان اخر ھذا فلم یدرکہ الھرم حتی تقوم الساعۃ یعنے ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب آئیگی۔ تو آپنے مغیرہ کے غلام کو دیکھکر فرمایا کہ اسکے بوڑہا ہونے سے پہلے قیامت آجائیگی۔ اب ظاہر حدیث پر نفد دینے سے بجز ارتداد کے کچھ حاصل نہیں ایسے اعتقاد کے لوگ اگر اسوقت ہوتے تو مسیح موعود کے انکار کی طرح ضرور آپ سے بھی انکار کرتے۔ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں۔ واذ قلتم یا موسیٰ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی مدت پہلے فوت ہو چکے ایسا ہی شیخ الاسلام شرح بخاری میں حدیث ان من ضئضئی ھذا کے نیچے لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخویصرہ تیمی کی نسبت جو پیشگوئی فرمائی تھی کہ اسکی اصل سے ایک قوم پیدا ہوگی۔ یقرؤن القران لایجاوز حناجرھم مراد اصل این مرد ونسب ومذہب است نہ متولد از وے زیرا چہ خوارج۔

از نسل واولاد ذو الخویصرہ نبود ند" اور مسند دارمی میں ہے "ومولدہ بمکہ ومہاجرہ بطیبہ وملکہ بالشام" یہاں شام میں آنحضرت صلعم کی سلطنت اور ملک کا ہونا مذکور ہے حالانکہ آپ نے سلطنت شام کو نہیں دیکھا پس پیشگوئیوں میں ظاہر الفاظ پر زور دینا ٹھیک نہیں بہ کئی رنگوں میں پوری ہوتی ہیں۔ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ یہ کیم جنوری کا الہام ہے جس میں بتایا گیا کہ بعض وعدے ابھی پورے نہ ہونگے کہ آپ فوت ہو جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قرب اجلک المقدر۔ تیری اجل قریب آگئی ہے (دیکھو ریویو جنوری ۱۹۰۶ء) "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی" (دیکھو رسالہ الوصیت) یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی، مارچ ۱۹۰۶ء انت الذی طار الی روحہ۔ مارچ ۔ سنا میں کو ایک واقعہ دسمبر ۱۹۰۷ء سنا میں کو آپ کا جنازہ قادیان میں پڑا گیا۔ مباش ایمن از بازی روزگار ۔ ۲۶- اپریل ۱۹۰۸ء۔ الرحیل ثم الرحیل ۹ مئی ۱۹۰۸ء آپکے وکوچ ہے روح کا دنیا سے جسم کا لاہور سے مقبرہ بہشتی میں ڈر و مت مومنو - ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء۔ اسلئے ہم احمدی قوم جو خدا کے نزدیک اس الہام کی بلیغ مومنو کا خطاب پایا۔ ڈرنا نہیں چاہیئے صبر اور تقوے کو اختیار کریں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے : -

کرمداد احمدی از دوسمیال

۲۷ جون ۱۹۰۸ء - از انجمن احمدیہ کرنال

پیارے محترم ایڈیٹر صاحب دام لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج مورخہ ۲۶- جون ۱۹۰۸ء کو انجمن احمدیہ ضلع کرنال کا ایک جلسہ بتقریب یوم ولادت ہز موسٹ امپیریل مجسٹی ملک معظم پر اظہار خوشی کے لئے زیر صدارت میر مجلس صاحب انجمن احمدیہ لاج صدر کرنال منعقد ہوا۔ مختلف احباب نے پرزور تقریریں کیں اور بعد نماز ملک معظم کی بقاء عمر اور ازدیاد دولت اس کے اور اس کی قوم کے لئے شاندار مستقبل کی دعائیں نہایت زور اور گداز سے مانگی گئیں : -

میر مجلس کی تقریر کا خلاصہ بنا بر شیوع ذیل میں درج کیا جاتا ہے : -

خاکسار کریم الدین احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ کرنال

برادران - !

آج ہمارے قیصر ہز موسٹ امپیریل مجسٹی ایڈورڈ ہفتم شاہ انگلستان ایمپرر آف انڈیا کا یوم ولادت ہے ملک معظم کی وفادار رعایا دنیا کے ہر ایک خطہ پر اس خوشی سے حصہ لینے کے لئے فراہم ہے۔ مختلف ملکوں۔ مختلف رنگوں۔ مختلف قوموں اور مختلف نسلوں کے افراد کے واسطے شاہ ذی جاہ کی محبت رعایا پروری امن اور انصاف نے ایک مشترک پلیٹ فارم قایم کر دی ہے جس پر وہ پورے انشراح صدر کے ساتھ دوش بدوش صف بستہ ہیں۔ ہر ایک دل میں وفاداری - احسان شناسی اور محبت کے ولولے موجزن ہیں مگر ہم کمیونیٹی میں آج ایک خاص امتیاز ہے انکے لئے جمعہ خورشید کا حکم رکھتا ہے۔ لہذا خدا نے انکی خوشیوں کو بھی دوچند کر دیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم : -

برادران! من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ اس خاص امتیاز میں بھی جو خصوصیت ہمارے سلسلہ کو ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔ ہمارے پیارے امام علیہ الف الف صلواۃ والسلام اپنی بےمثیل اور غیر فانی تصانیف میں کالشمس فی نصف النہار دکھلا چکے ہیں۔ اور یہاں حضرت اقدس نے یہاں تک زور دیا کہ بعض شیرک چشم منافقوں نے ہمپر خوشامد کا الزام تک لگا دیا جن کے حق میں لا تعثو فی الارض مفسدین ہم کبھی قوم کی طرح بادشاہ کو خدا کی مانند کہنا سب سے بدتر جرم سمجھتے ہیں۔ چہ جائیکہ بعض صفات کی موجودگی میں لائق اسے پر بیشتر سے ہی ترجیح دیے کریں نہ کریں۔ نعوذ باللہ العزیز الکریم :-

میری یہ گذارش کبھی نہ کل سمجھی جاوے گی اگر میں بعض ان ناعاقبت اندیش غداران ملک کی طرف اشارہ کرنے سے اغماض اور ان کے قابل شرم کارروائیوں اور نفرت اور انگیز طاہر کردوں ایسے محسن کش اور ننگ انسانیت گروہ کو جس کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے کفران نعمت نے اتنا سمجھنے کے قابل نہیں رکھا کہ آخر یہ اصلاح کی ۱۱ اور سوراج کی تمرن کس قوم نے انکے ہاتھ میں دی ہے جو قوم تمکو انگلیاں پکڑ کر چلنا سکھارہی ہے۔ ضرور ہے کہ وہ تمکو شہسواری کے رتبوں سے بھی محروم نہ چھوڑے گی لیکن ہر سخن وقتے وہر نکتہ مکانے دارد۔ آلے دن جب پبلک کی طرف سے اس ناشدنی گروہ کی کرتوتوں پر اظہار ناراضگی ہوتا تو انکے ذیعقبین کو پڑھکر کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے ہنسی کو ضبط کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہا جاتا ہے۔ کہ پبلک اسوقت کی گھبرائی ہوئی ہے۔ جب ایک سفید چمڑے والا بادشاہ کا دوست ایک کالے غلام کو نشانہ بندوق بناتا ہے۔ یا ان جیتر کا بوٹ کسی سودیشی تلی کے ساتھ اپنی برتری قایم رکھنے کیواسطے کشمکش میں دکھا جاوے کہ ہم بختوں کو جرم اور سامارکی تک کا فرق ہی نظر نہیں آتا۔ گورنمنٹ کی مشین انسانی ہاتھوں کے ذریعے چل رہی ہے ہم بھی اسے نقص سے مبرا نہیں سمجھتے۔ لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ ہاتھ ہمدردی اور محبت کے پٹھوں کے ذریعے سے حرکت کر رہے ہیں۔ دنیا کے کسی پردے پر مذہب آبرو جان اور مال کی حفاظت کرنیوالا ہمارے ایڈورڈ کے ہاتھوں سے زیادہ مضبوط ہاتھ تم ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ لہذا ہم نہایت سوز و گداز سے ایسے ملک معظم کے طول عمر دراز اقبال کے لئے خواہش کرتے ہوئے اسکے اور اسکی قوم کے لئے صدق اور اخلاص بھرے دل کے ساتھ اس اعلے برکت الاسلام سے بہرہ اندوز ہونیکی دعا مانگتے ہیں جو ہر ایک کمال اور ہر ایک نعمت کا منتہی ہے

آمین

خاکسار کریم الدین احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ کرنال

دارالامان

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح بخیر وعافیت ہیں۔ آپ رض نے ۲۵ جون ۱۹۰۸ء سے پھر بذات خاص درس قرآن شریف دینا شروع فرمایا ہے : -

حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود کے اہل بیت بحمد اللہ بخیر وعافیت ہیں : -

حضرت صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک بسیط اور جامع مضمون حضرت اقدس ع کی وفات پر اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں لکھا ہے۔ جو انشاء اللہ ۱۰- جولائی ۱۹۰۸ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں اور الگ ایک کتاب کی صورت میں شایع ہوگا۔ قابل دید ہے

حضرت سیدنا مولوی محمد احسن صاحب بنی سخربت اپنے خدمات دینی میں مصروف ہیں : -

۳۰- جون کو بوقت صبح اچھی بارش ہوگئی ہے : -

۷- جولائی ۱۹۰۸ء بہر عصر کے وقت اچھی بارش ہوگئی۔

مثیل مسیح اور مثیل پطرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یوحنا باب ۱۳ مین پطرس حواری حضرت مسیح اول علیہ السلام کا دعوےٰ ہے کہ ای خداوند تجھپر مین جان قربان کرونگا۔ اور ہرگز ہرگز تیرا انکار نہ کرونگا۔ اگرچہ تجھ سے سارے پھرجاوین مگر مین تجھ سے نہ پھرونگا۔ گر مرتد ہوجانے والا شخص ذرا سی ابتلا پر بھی قایم نہ رہ سکا۔ اور جھٹ پھر گیا۔ اور اسی پر لعنت کرنے لگا۔ جسکو وہ پہلے امام مسیح اور صادق رسول مان چکا تھا۔ آہ اسی نے اسکا تین بار مسیح علیہ السلام کی زندگی مین انکار کیا جبکہ تھوڑی دیر ہنین گذری تھی۔ کہ خداوند خداوند کہتا تہا :۔

یہ مثال ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ایسی ہنین کہ اس سے انکار کیا جاوے۔ لاکھون انسان اسکی تصدیق کرنیوالے موجود مین جو انجیل کو مانتے ہین۔ یہ واقعہ انجیل کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے تواتر سے انکار کرنا حماقت ہے۔ بشرطیکہ وحی الٰہی باصداقت حقہ اسکی تردید نہ کردے۔ یہ اس مسیح علیہ السلام کے مرید ہوکر پھر نیوالے شخص کا ذکر ہے۔ جسکو قرآن نے ہی ۶۰۰ برس کے بعد نبی اللہ ثابت کیا۔ اور اسپر کے تمام الزامون کو دور کیا ورنہ اسپر انا قتلنا کا الزام مدت سے چلا آتا تھا اور وہ ایک ایسا الزام تھا جسکو خود عیسائیون نے بھی قبول کرنیکے بعد تین یوم تک نعوذ باللہ ملعون مان کر ایک نیا عقیدہ تراشا۔ کہ وہ چوتھے روز آسمان پر چڑھ گیا ہے :۔

ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ وہ مرتد نہ ہوگیا تہا۔ بلکہ یہ تو قدیم سے سنت اللہ جاری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہین جو ذرا سے ابتلا پر فوراً بدل جاتے ہین۔ اور اپنے پہلے قول و قرار کو نظرانداز کرکے نمک حرامون کی طرح اپنے محسن حقیقی کا مقابلہ کر بیٹھتے ہین یہ اسلئے ہوتا ہے کہ پختہ پیوند حاصل کرنیوالے کمال تام حاصل کرین۔ اسکی مثال قانون قدرت سے بھی ملتی ہے۔ دیکھو آندھی کے آنے پر کچے پھل گر بھی جایا کرتے ہین۔ وہ گر کر درخت کا تو کچھ نقصان ہنین کرتے۔ بلکہ خود ہی نیست و نابود ہو جاتے ہین وہ شاخ جو درخت سے علیحدہ ہوتی ہے۔ سوکھ جاتی ہے اور آگ مین جلائی جاتی ہے اور راکھ ہوجاتی ہے۔ مگر وہ پھل قدر کے لایق ہوتا ہے۔ وہی اچھی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا اسی کی عزت کرتی ہے جو درخت سے پورا تعلق قایم رکھکے پختہ ہوجاتا ہے۔ ہزارون آندھیان آوین۔ لاکھوں زلزلے اسکو ہلاوین۔ مگر وہ درخت سے جدا ہونے کو اپنی موت سمجھتا ہے۔ درخت سے گرنے والا ہی ہمیشہ تباہ ہوا کبھی دیکھا نہ سنا کہ وہ پھل بھی ضایع ہوگیا ہے جو درخت کے ساتھہ عسر اور یسر کی حالت مین رہا ہو۔ اور اسنے اسکے ساتھہ پورا تعلق پیدا کرکے اپنے آپکو گرنے سے بچا لیا ہو وہی شاخ ہی ہمیشہ پھلتی پھولتی ہے جو درخت سے علیحدہ ہنین ہوتی :۔

غرض تجلی الٰہی بھی ضرور ہوتی ہی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا کے سلسلون مین بعض لوگ ایسے بھی شامل ہو جاتے ہین جو بعد مین گر کر مرتد ہوکر دوسرون کی عبرت کا باعث ہوتے ہین گرنیوالے کو دیکھکر متقی خدا سے مدد طلب کرتا ہے۔ اور اسطرح اپنے آپ کو گرنے سے بچالیتا ہے سچ ہے

عشق اول سرکش و خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

اسی کی طرف اس آیت شریفہ مین باریک اشارہ ہے۔ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ۔ مسیح ع جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۳۰۰ بعد آیا تہا۔ جسنے اپنی زندگی مین یہودیوں سے کچھ آرام نہ پایا۔ جو گدھے کی سواری بھی کرتا تہا۔ جو اُس زمانہ مین کوئی معیوب نہ تھی اگرچہ اس زمانہ کے لوگ ایسی سواری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہون۔ ضرور تھا کہ اسکی مماثلت کو پورا کرنے کے لئے ایک مسیح محمدی بھی ہوتا جو اسی طرح اپنی زندگی مین یہودی صفت ملاؤں سے کچھ آرام نہ پاتا۔ اور ایک ایسے گدھے پر سوار ہوتا جو دجال کا گدھا ہے جسے ریل کہتے ہین۔ جو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اعلےٰ درجہ کی سواری ہے۔ اور کوئی معیوب ہنین تا آیت استخلاف کا کما اپنا پورا جلوہ دکہا کر ثابت کردیتا۔ کہ محمدؐ کو موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت تامہ حاصل ہے اور وہ نبی امی فداہ امی و ابی بالکل سچا تہا :۔

چونکہ مسیح محمدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مسیح اول سے پوری پوری مماثلت حاصل تھی۔ اسلئے ضرور تہا کہ پطرس ثانی اس زمانہ مین بھی ایسا ہو جو پطرس اول کی خو بو رکھتا ہو۔ اور اسی طرح لعنت بھیجے جسطرح کہ پطرس اول نے بھیجی تھی۔ اگر فرق ہو تو صرف اتنا ہی ہو جتنا کہ مسیح اول اور مسیح ثانی مین تھا۔ مسیح اول صرف ایک قوم کے لئے مبعوث ہوا تہا۔ اسواسطے وہ اتنی ہی طاقت لیکر آیا جتنی ایک قوم کے لئے ضروری تھی۔ مگر مسیح محمدی ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوا اسلئے وہ ایسی طاقت لیکر آیا۔ کہ اسنے ساری دنیا کو ہلا دیا۔ اور ساری دنیا پر ہی اتمام حجت کی کوئی شک ہنین کہ اسنے مسیح اول سے بہت بڑھکر کام کیا مولوی عبدالرحمٰن صاحب و سید صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدان رضوان اللہ علیہم کا شیر دل بہادرون کی طرح صداقت کو قبول کرکے دین حق پر اس طرح قربان ہوجانا کہ اپنی جان مال اور عزت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ سقراط کی سمع کو بھی غش غش کرا دیتا ہے۔ یہ مسیح موعود کی قوت قدسی اور آپکے بڑھکر کام کرنے کا ثبوت ہے۔ پس ضروری تہا۔ کہ پطرس اول سے بڑھکر پطرس ثانی اپنا کام کرے۔ اور لعنت کرنے مین اس سے بہت زیادہ حصہ لے۔ یہ پطرس ثانی جسکا مین ذکر کر رہا ہون۔ وہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان ہے جسنے حضرت مرزا صاحب کی بیس چوبیس سال تک بیعت کی ہے۔ اور اُسنے ایک تفسیر القرآن بھی لکھی جس مین حضرت مرزا صاحب کے دعوون کی تصدیق اس نے قرآن کی آیات سے کی ہے اور اسکو اسنے خود اپنے پیسوں مال سے چھپوا کر شایع بھی کیا۔ اسمین اسنے مرزا صاحبؑ کی صداقت پر وہ دلائل پیش کئے ہین جسکی تردید اس سے ہونی ناممکن ہے۔ اور جو آجتک اس نے کی بھی ہنین گویا اس نے اپنا مال قربان کرکے جان قربان کرنے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ مگر ایک ابتلا تفسیر کے نہ بکنے کا اسپر ایسا وارد ہوا۔ کہ اول تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی انکار کردیا۔ اور کہا۔ کہ مدار نجات صرف توحید ہی ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماننا نجات کے لئے کوئی ضروری ہنین۔ دیکھو اس کی دیگر کتب اور کانا دجال صفحہ ۵۴ پھر وہ اسی طرح مسیح ثانی سے پھر گیا جس طرح کہ اول مسیح سے پطرس اول پھر گیا تہا۔ ہان پطرس اول اور پطرس ثانی کے مرتد ہونے مین یہ فرق ضرور ہے۔ کہ پطرس اول خود بخود پھر گیا تہا۔ کیونکہ مسیح اول براہ راست نبی تھا۔ بغیر اتباع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مگر پطرس ثانی کو خود مسیح ثانی نے خارج از جماعت کیا کیونکہ مسیح ثانی نہ براہ راست نبی تہا بلکہ اتباع خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے امتی بھی تھا اور نبی بھی۔ اسی واسطے جب اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا۔ تو مسیح ثانی علیہ السلام نے جسنے جو کچھ پایا تہا۔ محض آنحضرت صلعم کی اتباع اور اسکی غلامی سے پایا تہا۔ فوراً اسکو علیحدہ کرکے خبیث کو طیب سے جدا کردیا جس طرح پطرس اول نے مرغ کے بانگ دینے سے پہلے یعنی صبح صادق سے پہلے مسیح اول کا تین بار انکار کیا۔ اسی طرح اسنے بھی صبح صادق اور مطلع الفجر کی گھڑی سے پہلے مسیح ثانی کا انکار تین رسائل لکھکر کیا۔ (۱) ذکر الحکیم۔ (۲) مسیح الدجال (۳) کانا دجال۔ صبح صادق یا مطلع الفجر سے میری مراد اسجگہ وہ صبح ہے۔ جو سورۂ قدر مین بیان کی گئی ہے جسمین پہلے روح اور ملائکہ نازل ہوتے ہین اور پھر مطلع الفجر ہوجاتا ہے اور تمام تاریکی دور ہوجاتی ہے۔ جو تھوڑی دیر کے لئے

پھیلی ہوئی تھی۔ اور وہ تمام گرد و غبار اس بارش آسمانی سے نیست و نابود ہو جاتا ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے لئے ہوتی رہتی ہے یہ زمانہ مامورین اللہ کے نزول کا ہوتا ہے جب کہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ نظر آنے لگتا ہے تب خدا کا نور نازل ہوتا ہے اور اسکے ساتھ روح اور ملائکہ بھی نازل ہوتے ہیں حتٰے کہ مطلع الفجر کر دیتے ہیں۔ اسکی طرف بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے الہام میں اشارہ ہے کہ تو نے وقت کو نہ دیکھا نہ پہچانا کہ مامورین اللہ کی صداقت کا بہت بڑا نشان زمانہ بھی ہوتا ہے جسکو دنیا کے تمام مذاہب مانتے چلے آتے ہیں۔

جسطرح پطرس اول نے مسیح اول کی زندگی میں ہی انکار کیا تھا۔ اسی طرح پطرس ثانی نے مسیح ثانی کی زندگی میں تین رسائل تحریر کئے۔ پطرس اول کا انکار جان کے ابتلا پر تھا مگر پطرس ثانی کا انکار مال پر ابتلا وارد ہونے پر ہوا۔ فرق صرف اتنا ہی ہے کہ پطرس ثانی نے زر رشوت سے انکار کیا ہے اور پطرس اول نے دیتے ہوئے اور یہ ضروری تھا کہ وہ ایسا ہی کسی ناسبات کی طرف اشارہ ہو کہ مسیح ثانی بہت سی طاقتین لے کر آیا۔ اور مسیح اول سے مرتبے میں بڑکر ہے کیونکہ جتنا کسی کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اسی قدر اسکی مخالفت ہوتی ہے جماعت سے خارج شدہ اور درخت سے علیحدہ کی ہوئی شاخ اور گرا ہوا کچا پھل مزید ڈاکٹر کا زور شور اسلئے بھی ضروری تھا۔ کہ تا گھر کا بھیدی کہلانے والا رحمن کے بھیجے ہوئے مسیح ثانی میں کوئی ناوٹ کوئی تفاوت کوئی نقص ظاہر کرے مگر اس نے آجتک جتنے اعتراض کئے وہ سب کے سب اسیر اور لوگوں نے پہلے سے ہی کئے ہوئے تھے۔ اگر وہ سب کے سب ایسے تھے جو پہلے تمام نبیوں اور مقدسوں پر لگائے جا چکے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ مامورین اللہ آیت اللہ ہوتے ان کا دعوے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون کا ایسا زبردست ہوتا ہے۔ کہ انکی سوانح میں کوئی شخص ایک چھوٹا سا سیاہ دھبا بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ ایک متقی کا جینا جیتے ہیں اور ایک پاکیزہ کی زندگی بسر کرکے دنیا سے ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھکر کامیاب اور بامراد جاتے ہیں۔ آیت اللہ سے گمراہ یا مرتد کون ہوتا ہے۔ وہی جو فاسق و فاجر ہو۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً و ما یضل بہ الا الفاسقین۔ ڈاکٹر عبد الحکیم خان اپنے رسالہ الکانا الدجال میں اپنے واسطے یہ الفاظ تجویز کرتے ہیں۔ (صفحہ ۹۴ پر) ناچیز (صفحہ ۱۰۰ پر) گنہگار اور بے عمل (صفحہ ۱۱۹ پر) فاسق و فاجر اب ان الفاظ کو ایک جگہ جمع کر کے ناظرین معلوم کرلیں۔ کہ وہ کیوں مرتد ہوا گر قرآن کی مذکورہ بالا آیت بھی ساتھ ہی پڑہیں۔

ناچیز گنہگار بے عمل فاسق و فاجر یہ ہی عبد الحکیم خان جو مسیح ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ جسے الہام اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ہوتا ہے جو باوجود ناچیز فاسق و فاجر اپنے منہ سے قبول کرنے کے ابراہیم آدم اور مسیح بھی ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کو نیست و نابود کرنے کا دعویدار ہے :۔ اور ایسے انسان کامل کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے جسکی ساری زندگی میں نکتہ چین نے کوئی عیب نہیں پایا جسکا دعوے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون تھا۔ یہ فاسق فاجر مرتد کس طرح کہتا ہے کہ میری پیشگوئی سچی نکلی۔ اور میرے ہاتھ سے یہ سلسلہ پاش پاش ہوگا۔ حالانکہ اسکی پیشگوئی یا حدیث النفس جو پیسہ۔ وطن وغیرہ اخبارات میں شایع کی گئی تھی جسمیں لکھا تھا۔ کہ ۴۔ اگست یا ۲۱۔ ساون کو مرزا ہلاک ہوگا جھوٹی نکلی۔ اور خدا نے اسکو جھوٹا کردیا جیسا کہ خدا نے اسکے بارے میں پہلے سے ہی خبر دے رکھی تھی۔ اور سلسلہ اسکے ہاتھ سے کسطرح پاش پاش ہوگا۔ جبکہ وہ ناچیز گنہگار بے عمل فاسق و فاجر ہے۔ اگر ایسا ہو کہ فاسق و فاجر پاکوں پر غالب آجاویں تو ایمان اٹھ جاوے اور دنیا کا تمام سلسلہ نیست و نابود ہو جاوے مگر وہ خدا جو ہمیشہ مقدسوں کی مدد کرتا آیا ہے اور مقدسوں کو جانتا ہے۔ اور اپنے قول کو پورا کرنیوالا ہے۔ وہ فاسق و فاجر کو تباہ اور ہلاک کر کے دکھائیگا۔ میں حیران ہوں ان لوگوں پر جو ایسے فاسق و فاجر گنہگار۔ بے عمل کی بات پر یقین کرتے ہیں۔ اور اسکی پیشگوئی کو اسی طرح سچا سمجھتے ہیں جسطرح کہ ایک متقی اور مومن کی ہوتی ہے۔ اسمیں کیا شک ہے کہ مرزا صاحب ۴۔ اگست کو فوت نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی وہ ہلاک ہوئے ہیں۔ ہلاک ہونیوالے تو فاسق و فاجر ہی ہوتے ہیں جنکے مرنیکے بعد انکا سلسلہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ دیکھو مسیلمہ کذاب باوجود ایک لاکھ اپنے معتقدین رکھنے کے ہلاک ہوگیا۔ کوئی ہے جو اسکی اولاد یا اسکے تابعدار ہونے کا دعویدار ہو اسی طرح یہ فاسق و فاجر ڈاکٹر بھی ہلاک ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ حضرت مسیح ثانی مسیح موعود علیہ السلام چونکہ مثیل مسیح اور بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسلئے ضروری تھا۔ کہ یہ مثیل پطرس اور بروز مسیلمہ کذاب ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی کے انکار کرکے بروز مسیلمہ کذاب ہوا۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کرکے مثیل پطرس ہوا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسیلمہ کذاب نصف ملک بانٹ لینے کا دعویدار تھا اور اسنے ایک لاکھ کی جمعیت بھی پیدا کرلی تھی اور وہ فاسق و فاجر بھی تھا جیسا کہ اسکے گندے اشعار سے ظاہر ہے اور شعراء سے آئین اڑانے سے بھی سمجھا جاسکتا ہے اسی طرح عبد الحکیم بھی اپنے کانے دجال میں الہامی آسمانی سلطنت کے نصفا نصف کرنے کا دعویدار ہے اور اسی طرح اب گندی تحریریں پیش کر رہا ہے۔ دیکھو کانا دجال خصوصاً

صفحہ ۱۰۰ سے ۱۱۷ تک :۔

پطرس اول نے مسیح اول پر لعنت کرنے کے بعد لوگوں کو مسیح کی طرف بلایا۔ مگر پطرس ثانی نے لعنت کرنے سے پہلے اپنی تفسیر القرآن کے ذریعہ لوگوں کو مسیح ثانی کی طرف بلایا۔ اسکی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ پطرس اول سے پطرس ثانی شقاوت میں بہت بڑھکر ہے۔ اور نیز یہ وجہ ہے کہ مسیح اول کی جماعت بہت کم تھی کیونکہ اسکی طاقت محدود ایک قوم کے لئے تھی۔ اسواسطے وہ پھر حواریوں میں داخل ہوگیا۔ کیونکہ اسکی ضرورت تھی مگر مسیح ثانی کی جماعت چار لاکھ سے بھی زاید ہے کیونکہ اسکی طاقت بہت ہی بڑھکر تھی اور ساری دنیا کے لئے تھی۔ اسواسطے پطرس ثانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ پطرس اول میں اور پطرس ثانی اگر تھا تو بہت ہی ضعیف۔ مگر پطرس ثانی میں تو اسکی انتہا ہی نہیں ہے۔ اسواسطے یہ اب ایسا جدا ہوا ہے کہ اسکے واپس آنیکی امید ہی نہیں مسیح اول نے بھی پطرس اول کی موت کی نسبت خدا کا جلال ظاہر کرنیکے لئے پیشگوئی کی تھی۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱۔ آیت ۱۹۔ اسی طرح مسیح ثانی نے بھی خدا ہی کا جلال ظاہر کرنے کے لئے پطرس ثانی کے لئے پیشگوئی فرمائی ہوئی ہے۔ جو اپنے وقت پر ضرور ہی پوری ہو کر رہیگی :۔

اور اس وقت خدا کا جلال ایسا ظاہر ہوگا۔ کہ دنیا دیکھ لے گی بالآخر میں یہ لکھکر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ کہ پطرس اول مسیح اول کے بعد فوت ہوا تھا۔ اور مسیلمہ کذاب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہلاک ہوا تھا۔ اسی طرح ضروری تھا۔ کہ یہ مثیل پطرس اور بروز مسیلمہ کذاب بھی بعد مسیح و بروز محمد الرسول صلعم کے ہلاک ہو۔ فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار اسکے آگے ہے خدا صادق اور کاذب میں فیصلہ کر کے دکھائیگا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور آسمان سے وہ نشان دکھا جس سے دلوں میں استقامت آئے :۔ آمین ثم آمین

راقم

حکیم ڈاکٹر احمد حسین از لائل پورہ

ارشادات امیر المومنین

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰- جون ۱۹۰۸ء- قبل ظہر

سید عبد الحی صاحب عرب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح رض کی خدمت مین ذیل کا سوال پیش کیا- کہ ابتداء سے ہم یہ دیکھتے چلے آتے ہین- کہ ہر نئے مذہب کے پیدا ہونے پر پچھلا مذہب تو بدستور باقی رہجاتا ہے- اور ایک نیا مذہب قایم ہوجاتا ہے حضرت مسیح کی بعثت پر یہودی یہودی ہی رہ گئے- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہی بدستور یہودی یہودی اور نصرانی نصرانی ہی رہے - اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام مین نئے نئے فرقے پیدا ہوگئے تھے- وہ بھی باقی رہگئے- اور اب حضرت مسیح موعودؑ کی آمد پر ایک نئی جماعت قایم ہوگئی- غرضیکہ نئے مذاہب اور فرقون سے فائدہ کیا؟ اور اُن پہلے پرانے مذاہب اور فرق کے انفا سے نتیجہ کیا حاصل ہوتا ہے ؟

جواب

فرمایا کہ یہ تو ایک سیدھی اور صاف بات ہے- اللہ جلشانہ کا نام رب العلمین ہے- اس کی ربوبیت کا اثر عناصر کو نباتات اور نباتات کو حیوانات بتدارج حیوانات کو انسان بنانا- تا اور پھر اپنی ربوبیت سے ہی انسان کو

باخدا انسان اور پھر مقرب بارگاہ

الٰہی بناتا ہے اور پھر اس کی یہ ربوبیت صرف ایک ہی زمانہ تک محدود نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر آن میں اس کی شان ربوبیت اپنی مخلوق کے شامل حال رہتی ہے- چنانچہ ہم ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت- اسکے رحم اس کے کرم اور اس کی شان کبریائی کا نئے نئے رنگ میں نظارہ کرتے ہین:-

ہم دیکھتے ہیں- کہ ایک زمانہ میں ..... حضرت موسیٰ کے اللہ تعالےٰ نے باخدا انسان بناکر کامل اور مکمل بنایا- کہ اسنے لوگوں کو ایک باخدا انسان بنایا- اور اپنا قرب ان کو عطا کرکے اپنی ربوبیت کی شان کا نمونہ دنیا میں ظاہر کیا- وہ ایک ایسا وقت تھا- کہ یہودی فرعون کے ظلم وستم اور طرح طرح کے دکھوں کے نیچے آنے کی وجہ سے انسانیت کے درجے سے بھی بہت نیچے گرگئے تھے- جیساکہ آیت

یسومونکم سوٓء العذاب الخ

سے استنباط ہوتا ہے سو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس قوم کو انسان اور پھر باخدا انسان اور پھر مقربان بارگاہ آلہی بناکر اپنی ربوبیت کا اظہار کیا :-

پھر ایک زمانہ کے بعد جب کہ یہودی وہ موسوی یہودی نہ رہے- بلکہ انکا صرف یہودیت کا دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا- وہ ممتاز نہ رہے بلکہ اپنے اعمال بد کی وجہ سے انسانیت سے ہی گرگئے- وہ موحد نہیں- بلکہ مُشرک- وہ خداپرست نہیں- بلکہ دنیا پرست رہ گئے- اور ایسے گرے- کہ وہ خدا سے بالکل دور جا پڑے- تو پھر خدا کی شان ربوبیت نے مسیح علیہ السلام کو پیدا کرکے اپنی شان کا جلوہ ظاہر کیا- اسوقت نام کے یہودنے کیسی مخالفت کی مگر بہت نے مسیحؑ کی تعلیم کی وجہ سے اعلےٰ ترقیاں پائیں- اور وہ باخدا اور مقرب بارگاہ آلہی بنے :-

مگر پھر جب ایک زمانہ گزرنے پر اُن میں بھی سُستی اور کاہلی پھیل گئی- اور وہ خدا کے احکام کو ترک کرکے شرک میں گرفتار ہوگئے- اور انکا اصل فرقہ باقی نہ رہا- بلکہ گندی اور بت پرست لوگونکا ایک فرقہ باقی رہ گیا- پیٹر اسون کو چھوڑا- تو مسیح علیہ السلام کو پکارنا شروع کردیا- غرض جب یہ حالت ہوگئی- تو پھر خدا کی ربوبیت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اپنی ربوبیت عامہ کا جلوہ دکھایا- اور قدیم بت پرستان عرب کو جو مسلم طور پر انسانی حالت سے بھی گرے ہوئے تھے- پہلے انسان پھر باخدا انسان اور پھر مقربان بارگاہ آلہی بناکر دکھا دیا اور ہزاروں ہزار یہودی اور ہزاروں ہزار عیسائی قوموں کی قومین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین آپ کی تعلیم کے نیچے آکر توحید کی قائل ہوئیں- حتیٰ کہ حضرت امام حسن بصری جیسے عظیم الشان لوگ جو کہ عیسائی خاندان سے تھے- ان لوگوں کو توحید سکھائی- اور یہ خدا کی ربوبیت عامہ کا ایک خاص جلوہ تھا- اسی طرح سلمان فارسی عیسائی تھے- جو آخر اہلبیت نبوی میں شامل ہونے کا فخر پاگئے- آپ کی طفیل یہودیوں میں بھی اسلام آیا اور صرف ارتصائی قومین باقی رہگئیں- جو اسلام سے باہر ہیں- جسکا نمونہ کچھ لاہور میں یہودی کنجریوں کی رنگ میں موجود ہے +

اس طرح سے مسلمانوں مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک انفاس کے ذریعہ سے بڑی مخلوق باخدا اور مقرب الٰہی بنی- اور برابر تین سو برس تک اسی طرح ہوتی رہی- پھر ہر صدی کے مجدد کے زمانہ مین سچائی کے قبول کرنے کے ذریعہ سے نئی نئی نسل مقرب آلہی بنتی رہی- دیکھو حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام باقر جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعہ ابوبکر و عمر تو مقرب نہیں بنے تھے- بلکہ ان کے زمانہ میں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل ان کی پاک تعلیمات کے نیچے آکر باخدا اور مقرب بنی +

پھر خواجہ معین الدین چشتی رح- شیخ شہاب الدین سہروردی خواجہ نقشبند- اور امام ربانی الف ثانی کے ہاتھ پر بڑی بڑی مخلوق اور ایسی مخلوق جو کہ اپنی انسانی حالت سے بھی گر چکی تھی- ان مین کی ہزاروں ہزار انسان باخدا اور مقرب بارگاہ بنے پھر ان کے انتقال ہوجانے پر اور کئی اولیاء دنیا میں پیدا ہوئے- جن کے ذریعہ سے خدا کی شان ربوبیت نے پھر ہزاروں لوگوں کو ادنیٰ اور گری ہوئی سفلی زندگی سے نکال کر اعلےٰ پایہ کا انسان بنادیا :-

اس زمانہ موجودہ مین ہماری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین لوگ کسقدر بدعات شرک اور کفر مین مبتلا تھے- حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے- کہ اس پُر آشوب زمانہ میں لوگونکا صرف اس امرکا اقرار کرنا کہ میں **احمدؑ** کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں- یہ بھی زمانہ کی حالت کے لحاظ سے بڑی بھاری اور پاک تبدیلی ہے- یہ خدا کی ربوبیت ہے کہ ایک ایسی جماعت باخدا انسانوں کی پیدا ہوگئی- جو کم از کم اللہ کے حضور اتنا تو اقرار کرتے ہین- کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے- دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے ہی حضرت آدمؑ تھے حضرت نوحؑ تھے- حضرت ابراہیمؑ تھے حضرت موسیٰؑ تھے حضرت عیسیٰؑ تھے- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے تمام خلفاء تابعین اور تبع تابعین تمام پاک نفس اور خدا کی طرف ہدایت لانیوالونکا بھی ایک اصول تھا- یہ ایک بیج تھا- سب زمانوں میں یہی بویا گیا تھا- غرض اگر یہ لوگ دنیا مین نہ آئے ہوتے تو یاد رکھو کہ انسان انسان ہی نہ ہوتا- بلکہ حیوان اور حیوان سے بھی بدتر ہوجاتا - ان سب کا الگ الگ زمانوں مین ظاہر ہونا اسواسطے ہوتا ہے- کہ اگر تمام دنیا ایک ہی وقت میں باخدا اور مقرب بنجاوے تو پھر آیندہ خدا کی صفات اور ربوبیت معطل اور بیکار ہوجاتی ہین- نیز ایک خاص وقت کی پاکیزگی ہمیشہ تک کے واسطے کافی نہیں ہوسکتی- بلکہ جسطرح ہر زمانہ مین جسمانی ضروریات کیواسطے کافی نہین ہوسکتی- بلکہ جسطرح ہر زمانہ مین جسمانی ضروریات کے واسطے نئے نئے اور تازہ تبازہ سامان قدرت نے مہیا کئے ہین اسی طرح سے روحانی سلسلہ کیواسطے بھی روحانی زندگی اور پاکیزگی کے سامانوں کی ہمیشہ تازہ بتازہ ضرورت ہوتی ہے- سو اسطرح سے اگر ایک ہی وقت میں تمام کچھ جو ہونا تھا ہوچکا ہوتا- تو اسمین بہت نقص لازم آتا تھا- دوسری بات یہ ہے کہ بنے ہوئے کسی کو نہین بنایا جاتا بلکہ دوسروں کو بنایا جاتا اور جو مردہ ہوتے ہین اور روحانی ترقیات کے محتاج ہوتے ہین- انکو زندہ کرکے ترقیات بخشی جاتی ہین +

حضرت اقدسؑ کے پیش نظر بھی ایک وفات کا مسئلہ ہی تھا- یعنی وفات مسیح کا ثابت کرنا- اب ہمارے آگے بھی وہی وفات ہی کا جھگڑا ہے- اور تب بھی وفات مسیح ہی کا . فرق ہے- تو صرف اتنا کہ وہاں تو نفس موت سے ہی انکار تھا- مگر یہاں

وقت اور بیوقت کا جھگڑا

ہے- مگر اس اختلافی امر پر ایک عقلمند سمجھدار انسان کے واسطے حق کے پانے اور اس امر کے جانچنے کی آیا کرو عا [illegible]

ارشاد یہ ہے - ایک راہ کبھی ہو اور وہ یہ ہے - کہ آپ کی وفات پر ہم لوگوں نے بھی ایک نمونہ دکھایا ہے اور ہمارے مخالفوں نے بھی اپنی کرتوت بتادی ہے - دشمن نے کیا کیا؟ سوانگ نکالے - خود مردہ بنے - اور اپنے ہی مُنہ کالے کئے - ایک ایسے شخص کو جو مُلّاں ڈھیل کے مجہول نام سے مشہور ہے اور جس نے خود اپنے نام کے ساتھ زٹلی کا لفظ لگایا ہوا ہے قومی پیشوائی کے اعزاز کا تمغہ دیا - وغیرہ وغیرہ :-

مگر اس کے مقابل پر ہماری جماعت نے کیسا پاک نمونہ دکھایا - کہ ایسے نازک وقت میں صبر - استقلال اور نرمی سے کام لیا - کسی نے جزع فزع نہیں کی - کسی نے بے صبری اور گھبراہٹ کا کوئی نمونہ نہیں دکھایا - بلکہ سب نے بڑے ثبات ہمت [illegible] سے خدائی امتحان کو قبول کیا - اور کوئی کمزوری قولاً فعلاً نہیں دکھائی :-

اب ایک سمجھدار عقلمند انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ انسانیت کے اعلیٰ پایہ کا ثبوت کس قوم نے دیا - اور کس نے انسانی حالت سے گرا ہوا کام دکھایا :-

یہ ایک نقطہ [illegible] ت ہے

اگر انسان کو سچائی کسی طرح سے بھی نہ سمجھ میں آوے - اور حق اور باطل میں [illegible] نہ کر سکے - تو اس کو چاہیے کہ دونوں کے حالات [illegible] اعتقادات پر نظر ڈال کر دیکھے کہ آیا ان دونوں میں سے پاکیزگی اور طہارت کا پہلو کس قوم نے اختیار کیا ہے - اور کون اس [illegible]

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے

یہ دیکھ سکے کہ وہ حالات خدا کے پیر اگر پیغمبر میں آنحضرت کی زندگی میں یا صحابہ کرام کے حالات میں یا تابعین تبع تابعین کی زندگی میں اس کا اسوہ ملتا ہے یا نہیں اگر وہ علامات نہیں پائے جاتے تو بات صاف ہے - پھر ان دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی صرف اتنا دیکھنا اور غور کرنا رہ جاتا ہے - کہ آیا خدا کی ربوبیت کس پر کام [illegible] اس قوم کیا کام کرتی ہے اور ان اعمال کیسے ہیں اور اسکے بالمقابل خدائی ربوبیت سے باہر [illegible] والی قوم ہے کیا کہتی ہے اور اسکی زندگی کس انداز پر چلتی ہے

خدا کی ربوبیت [illegible] کام کرتی ہے - ہر آن اور ہر زمان میں وہ کام کرتی ہے [illegible] معطل و بیکار نہیں رہتی -

فرمایا

یہی وجہ ہے - کہ ہمارا تو ایمان ہے - اگر ایک وقت میں بعض انبیاء بعض تکالیف میں ہوں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جا سکتا کہ واقعی وہ خدا کے غضب کے نیچے ہیں - بلکہ روح انسانی ہمیشہ کی ترقیات کے واسطے بنائی گئی ہے - اگر آج کمزوری ہے - تو وہ کل دور ہو سکتی اس دنیا کی تکلیفوں اور تکالیف کی . . . .

تلافی کے واسطے دوسرا جہان بھی موجود ہے +

فرمایا

ہمیں تو اللہ کے اس فضل کی یاد سے بڑا سرور اور راحت ہوتی - کہ اسنے قوم میں کیسی وحدت بخشی ہے - اسکا نمونہ دنیا میں کسی جگہ نہیں ملتا - ایک طرف تو دشمن حضرت مرزا صاحب کی وفات کو بے وقت بیوقت کہتے ہیں - دوسری طرف قوم پھر بھی ایک ہی رسی میں اور ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہو رہی ہے - یہ خدا کا خاص فضل ہے - اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کیواسطے ایک زندہ ثبوت اور بیّن دلیل - اور آپ کی سچی دعاؤں اور دلی آرزؤں اور تڑپ کا یہ نتیجہ ہے - کہ آپ کی قایم کردہ جماعت میں تفرقہ نہیں ہوا - بلکہ بیش از پیش جوش خدمت دین اور تائید حق کے واسطے ان کے دلوں میں ولولے پیدا ہوتے ہیں :-

ایک قدرت کا نمونہ قوم نے پہلے دیکھا ہے - اب دوسری قدرت بھی خدا دکھانے کو قادر ہے - مگر چاہیے کہ ہم سب کمربستہ ہو کر مل کر خدا کے حضور دعائیں کریں - اور خدا سے خدا کے فیضان طلب کریں - اور قدرت ثانی کے ظہور کے واسطے جو راہ خدا کے برگزیدہ مسیح نے الوصیۃ میں لکھی ہے اسپر کاربند ہو جاویں - خدا قادر ہے اور وہ اپنے وعدہ کا سچا ہے :-

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تعظیم الٰہی اور شفقت علی خلق اللہ کے لئے تعلیمات الٰہیہ دنیا میں قایم ہوا کرتی ہیں - جب ایک جماعت اس اصل صحیح کے لئے پیدا ہو جاتی ہے تو نئے مصلح کی ضرورت نہیں رہتی - بلکہ اس کی جماعت اس کام کو کرتی ہے - کہ تعظیم بھی قایم ہو جاوے - اور شفقت علی خلق اللہ کا عمل شروع ہو جاوے - ہاں جب ان میں سستی پیدا ہو جاتی ہے تو اسکے لئے پھر اللہ تعالیٰ ایک مصلح پیدا کر دیتا ہے تمام ان مصلحوں کا ایک ہی مذہب ہوتا ہے اور وہ سب ایک ہوتے ہیں ہمارے سید مولیٰ کو اسی واسطے فبھداھم اقتدہ کا ارشاد ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم — از عبد الرحمن قادیانی
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایک صداقت کا اظہار

جن لوگوں نے ٹھنڈے دل سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے اور جو لوگ بعث بعد الموت کے ماننے والے اور انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آکر ہدایت پھیلانے کے قایل اور حق باطل کی لڑائی کے نظاروں پر وسیع نظر رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جب سے شیطان نے آدم علیہم السلام کی مخالفت کی تھی اس روز سے لیکر آج تک وہ مخالفت بدستور قایم ہے اور تا قیام قیامت قایم رہنے والی معلوم ہوتی ہے - آدم ؑ کے جانشین رسول نبی - مامور - مجدد - سعید - سرشت - مومن وغیرہ اولیاء الرحمٰن ہر زمانہ میں حق کی حمایت کرتے رہے - اور کرتے رہیں گے اسی طرح شیطان اور اسکے چیلے چانٹے - کفار - اشرار - فساق رجس - ریبو - مشرک وغیرہ - اولیاء الشیطان بھی ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں - غرضیکہ غور کرنے سے بخوبی یہ بات روشن ہو جاتی ہے - کہ شیطانی اور رحمانی دونوں سلسلے ابتدائے آفرینش سے ایکدوسرے کے متوازی ہر زمانہ میں پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں - فرق صرف اسقدر ہے کہ ایک سلسلہ پر حق کی روشنی چمک دمک دکھلا رہی ہے اور قدم قدم پر کامیابی اور کامرانی کے جھنڈے لہرا رہے ہیں - دوسرے پر ضلالت کی ظلمت چھا رہی اور نامرادی اور [illegible] کے سیاہ چھاپے لگ رہے ہیں - ان رحمانی اور شیطانی دونوں گروہوں کی جنگ آزمائیاں بھی خاص قسم کی ہوتی ہیں - سعید اور شقی کا پورا پورا امتحان ہو جانے کی غرض سے خدا تعالیٰ عام لوگوں کی نظروں اور ظاہر بین نگاہوں میں کبھی رحمانی گروہ کو کامیاب کرتا ہے - تو کبھی شیطانی گروہ کو بھی جھوٹی خوشی کا موقع دیدیتا ہے - لیکن اہل معرفت اور دوربین اشخاص کی وہ نگاہیں جو عقل و ایمان کی روشنی اپنے ساتھ رکھتی ہیں تمام بیرونی اور ظاہری پردوں کو چیر پھاڑ کر اصلیت اور حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں اور جس حقیقت سے عوام ایک عرصہ کے بعد واقف ہوتے ہیں وہ پہلے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ کونسا گروہ مظفر و منصور ہونیوالا ہے - یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون ہے اور اسکے حسن طریق پر بیان کرنے کیلئے تصدیق براہین احمدیہ کے مؤید من اللہ مصنف رضی اللہ عنہ کی زبان اور زبان قلم کی ہمسری کوئی قلم اور کوئی زبان نہیں کر سکتی - میں اسوقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں - کہ میدان جنگ میں جب ان رحمانی اور شیطانی گروہوں میں سے بظاہر کسی ایک کا پلہ بھاری نظر آنے لگتا ہے اور وہ گروہ اپنے آپ کو فتحمند کہتا ہے تو اس فتحمندی کے وقت کس کس طرح اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے - اس بات کے سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ غور و خوض کی ضرورت نہیں کہ جب کوئی فوج دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر لوٹتی ہے - تو وہ بامید تحسین و آفرین اپنے آقا اور افسر کی طرف متوجہ ہوتی اور پیشتر از پیشتر تقرب حاصل کرتی ہے - چنانچہ شیطانی گروہ شیطان کی طرف اور رحمانی گروہ رحمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے - کامیابی کے بعد شیطان یا رحمان کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہونا ایک بڑا معیار کسی گروہ کے شیطانی یا رحمانی قرار دینے کا ہے - جو خدا والے ہیں - وہ تقرب الی اللہ میں ترقی کرتے اور ان سے وہی افعال و حرکات سرزد ہوتے ہیں جو خدائی تعلیمات کے موافق ہوتے ہیں - اور اس گروہ کا رحمانی گروہ ہونا ثابت کر دیتے ہیں - اسی طرح شیطانی گروہ کی خوشی کا اظہار شیطانی رنگ میں ہوتا ہے جس سے اس گروہ کا شیطانی ہونا [illegible] ہو جاتا ہے - اسی طرح دونوں

رنج وغم کا اظہار بھی بالکل ایکدوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ رحمانی گروہ خوشی کیوقت خداتعالیٰ کی حمد اور سجدہ شکر بجا لاتا ہے اور رنج والم کے عالم میں صبر اور دعا سے کام لیتا ہے۔ بخلاف اس کے شیطانی گروہ خوشی کیوقت شیطانی تعلیم کے موافق آپے سے باہر ہوجاتا۔ اچھلتا۔ کودتا۔ سوانگ بناتا۔ مخلوق آزاری سے کام لیکر ہر قسم کا چھچھورا پن اُٹھاتا ہے۔ پھر رنج ومصیبت کے وقت بے صبری اور جزع فزع سے کام لیکر دیوانوں کی مانند ازخود رفتہ ہوجاتا ہے۔ دیکھو ایران کے مجوسیوں اور ہندوستان کے بُت پرستوں میں نوروز اور ہولی موسم بہار میں اعلیٰ درجہ کی خوشی کے دن منائے اور مانے جاتے ہیں نوروز اور ہولی میں مجوسیوں اور ہندوؤں کی کیا حالت ہوتی ہے اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح رنج وغم مثلاً کسی عزیز کی موت کے وقت مجوسیوں اور ہندوؤں اور دیگر مشرکوں میں جو جو رسمیں برتی جاتی ہیں۔ اور جس جس قسم کے حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں دحتی کہ بعض تو اپنی صورتوں کو بھی مسخ کر لیتے ہیں، وہ بھی غیر مشہور نہیں۔ اب اسکے بالمقابل دیکھو۔ مسلمان عیدوں کے دن کس طرح شہر سے نکلکر نمازیں پڑھتے دعائیں مانگتے اور مصیبت کیوقت مثلاً کسی عزیز کی وفات پر کسطرح انکے لئے دعائیں مصروف ہوتے اور صبر وخاموشی سے کام لیکر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ میری یہ تمہید صرف اسوجہ سے لکھی ہے کہ اس بات کی جانچ کی جاسکے کہ لاہور میں حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر انکے دشمنوں نے جو جھوٹی خوشی کا اظہار اور مسیح موعودؑ کی جماعت نے جو اظہار غم کیا ہے۔ ان دونوں میں سے کس نے شیطانی اور کس نے رحمانی طرزعمل اختیار کیا۔ جبوقت حضور مسیح موعود مہدی مسعودؑ کی وفات ہوئی تو انکے اہل بیت اور جماعت کے مردوں عورتوں میں سے کسی نے جزع فزع اور سینہ کوبی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ صبر اور دعا اور یاد الٰہی میں اسطرح مشغول رہے کہ جو خداتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا شیوہ اور انبیا علیہم السلام اور ان کی پاک جماعت کا قدیمی طریقہ ہے۔ لیکن مخالفین نے جیسے جیسے سوانگ نکالے اور جس جس سفلہ پن اور شیطانیت کا اظہار کیا وہ سوائے اولیاء الشیطن اور شیطانی گروہ کے دوسرے کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس شیطانی لشکر نے جو کچھ کیا تھا۔ کیا ہی تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ بڑے بڑے مدعیان تہذیب دنیا پرستوں مثلاً بعض ایڈیٹروں سے ضبط نہ ہوسکا۔ اور اپنی نرخی اور جھوٹی تہذیب اور مصنوعی وجاہت کے کپڑوں کو پھاڑکر اس شیطانی اکھاڑہ کی اسٹیج پر آکر اپنے کمالات دکھانے سے باز نہ رہے۔ اور لاہوری شریروں کی شیطانی کارروائیوں کو روغن قاز مل مل کر شایع کرنے اور دل ہی دل میں مزے لینے لگے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ کبھی حق کی مخالفت اور باطل کی حمایت سے فائدہ نہ اٹھائینگے خداتعالیٰ نے جس مشعل کو اپنے ہاتھ سے روشن کیا ہے اسکو باطل کے فرزند ہرگز ہرگز اپنے منہ کی پھونکوں سے نہیں بجھا سکینگے اے نادانو! اب تم پر اتمام حجت ہوچکا۔ تم اپنے طرزعمل سے دنیا پر اپنا شیطانی گروہ میں شامل ہونا ثابت کرچکے اب تمہاری تباہی کے دن قریب ہیں یاد رکھو منظفر ومنصور ہم ہونگے اور کامیابی وکامرانی ہمارا حصہ ہے۔ اے لوگو فریب اور دھوکا دیکر گمراہ کرنے اور رحمانی سلسلہ سے دور رکھنے کی کوشش کرنیوالے اخبار والو تم اچھی طرح اپنا کام کرلو اور سارا زور جو لگانا ہو لگا لو۔ قولہ تعالیٰ۔ وکذالک جعلنا لکل نبی عدواً شیطٰن الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غروراً ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم ومایفترون۔ حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ اور تو اور۔ لاہوری بدتمیزوں کی دیکھا دیکھی بعض نیچریوں کے دل میں بھی دور بیٹھے ہوئے گدگدی پیدا ہوئی۔ اور بیٹھے بیٹھے ان کے پیٹ میں بھی درد ہونے لگا۔ چنانچہ اپنی بناوٹی ثقاہت اور اپنے فریب مرنجان مرنج پالیسی کو بالائے طاق رکھکر اپنی پست فطرتی کا اظہار کرہی دیا۔ یٰحسرۃ علی العباد مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ط اے آپے سے باہر ہوکر خوشیاں منانے والے بیوقوفو! میں پھر کہتا ہوں کہ تم پچھتاؤ گے اور نامراد رہوگے خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہر موقع پر ہماری مدد کرتا رہا ہے اور ہمیشہ کرے گا۔ تمہارے ہر ایک اعتراض کا انشاء اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے کافی وشافی جواب دیا جائیگا۔ اہل عقل فائدہ اٹھائینگے اور نادان ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئیں۔ تو ہمارا قصور نہیں انکو خدا خود سیدھا کرے گا

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی۔ ۱۰ جون ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک خط کا جواب

جناب عبدالکریم صاحب! السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ آپ کا خط حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کی خدمت میں پہنچا۔ اور انہوں نے مجھکو ارشاد فرمایا۔ کہ اسکا جواب لکھدو۔ آپ کی زباندرازی سے گذر کی جاوے تو اسمیں صرف دو باتین جواب طلب ہیں۔

(اوّل) حضرت مرزا صاحب کا قول ہے کہ جو کچھ قرآن شریف میں مابین الدفتین ہے۔ اسمیں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ اس قول کے خلاف دو مختلف آیتیں لکھتا ہوں۔ انکی تطبیق فرمائیں سورۃ نساء میں محرمات کو بیان کرنیکے بعد فرمایا۔ الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المومنین۔

(دوم) منجملہ پیشگوئیوں کے ایک پیشگوئی مرزا صاحب کی یہ تھی۔ کہ میرا نکاح ایک عورت سے ہوگا۔ اب جبکہ حضرت مرزا صاحب کی وفات ہوگئی اور پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ تو آپ لوگ کیا کہتے ہیں :۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں کا جواب اختصار کے ساتھ میں خود لکھتا ہوں۔ بحولہ وقوتہ

(جواب اول) (۱) سورہ نساء کی آیت جس مقام پر ہے۔ وہاں ذکر ہی دوسرا ہے۔ اسکو سورہ نور کی آیت سے تعلق ہی نہیں سورۃ نساء میں مومن اور محصنہ کے تعلقات کا ذکر ہے۔

(۲) سورۂ نساء کی آیت واحل لکم ما وراء ذلکم میں در حقیقت عام حکم نہیں ہے۔ اگر عام حکم ہوتا۔ تو آگے چلکر غیر مسٰفحین ولا متخذات اخدان کیوں فرمایا جاتا جب حکم عام نہیں ہے۔ تو سورہ نور والی آیت کو ناسخ کیوں کہا جائے ۔

(۳) حُرّمَ۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ خداتعالیٰ زانیوں کا ذکر کرنیکے بعد فرماتا ہے .... کہ یہ زانیوں کا طرزعمل مومنوں پر تو حرام ہو ہی چکا ہے لا ینکح ایک خبر ہے اور ذالک کا اشارہ شرک اور زنا کی طرف ہے اسلئے زانیہ سے نکاح کرلینا جائز ہوا۔ اور یہ مذہب ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔ محدثین اور دوسرے ائمہ نے زانیہ سے نکاح کرلینا جائز نہیں سمجھا انہوں نے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی سے تمسک کیا ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے مقتدا اور پیشوا کا بھی۔

غرضیکہ ان دونوں آیتوں میں کسی قسم کا تناقض نہیں میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ آپنے اسمیں کونسی ایسی بات دیکھی ہے جو انکی تطبیق و توفیق کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کو تکلیف دینے کی ضرورت سمجھی اگر آپ کو اسکے متعلق اب بھی کوئی اور بات سمجھنی باقی ہے۔ تو بایزدہ صحبت باقی ۔

(جواب دوم) بعض پیشگوئیاں ملہم کی زندگی میں پوری ہوتی ہیں بعض اسکے بعد پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ اکثر پیشگوئیاں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تھیں اور کتب سابقہ میں بھی انکا بکثرت ذکر تھا انمیں سے بعض آپکی زندگی میں پوری ہوئیں۔ اور بعض آپکے جانشینوں کے ہاتھ پر پوری ہوئیں۔ اول تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں لکھدیا تھا۔ کہ یہ پیشگوئی منسوخ ہوگئی۔ دوم یہ کہ کبھی کسی شخص سے اسکی اولاد اور اسکی مثل میں بھی مراد ہوا کرتی ہے۔ قرآن شریف میں اسکی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو خداتعالیٰ مخاطب کرکے فرعون کا حال سناتا اور فرماتا ہے کہ وانتم تنظرون۔ یا حضور نبی کریم کے زمانے کے مسلمانوں یعنی صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرماتا ہے [illegible] انہیں بزرگوں [illegible] تمام مسلمانوں کو یہ حکم [illegible]

مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک ضروری خط

میرے مکرم مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار۔ ذیل کا ایک خط مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال جالندھر صاحبزادہ حضرت سیدنا و مرشدنا مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کا آپ کی خدمت مین بغرض اشاعت بھیجتا ہوں۔ یہ ان بیہودہ اور لغو افواہوں کا جواب ہے۔ جو بعض بازاری لوگوں نے صاحب موصوف کی نسبت اڑا کر انہیں بیجا تکلیف دی اور یہ خط انہوں نے اپنے ایک قدیمی رفیق کو جواباً تحریر فرمایا ہے۔

خاکسار حکیم محمد حسین قریشی از لاہور

دہوا ہذا۔

مکرم بندہ۔ والا نامہ پہونچا۔ مشکور فرمایا ہمیشہ لوگ اپنی ذاتیات اور اپنے نفس پر دوسرون کا فیصلہ کیا کرتے ہین۔ ذاتی کاوشون کو مذہبی رنگ مین لاکر نتایج نکالنے کے عموماً عادی ہین جن جلد بازون نے میری نسبت قادیان کے متعلق یہ خبرین اڑائین انہوں نے اپنے خیال مین یہ سمجھا کہ سچا اسلام صرف یہی ہے کہ ایک لڑکا اپنے باپ کے مرنے پر شرارت اُٹھائے قفل بند کردے۔ لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مین اس قسم کے اسلام سے بیزار ہون اور میری رائے مین جو اسلام یہ سکھاتا ہے۔ کہ باپ کی بے عزتی اور بے وقری کیجاوے اور باپ کے پسماندگان کے ساتھ فساد کیا جاوے وہ کفر اور ارتداد سے بھی بدتر ہے۔ اگر ایسے شرمناک اسلام کیوجہ سے بہشت بھی مل سکے تو پھر کہلانے مین وہ دوزخ سے بھی زیادہ تر خوفناک ہے۔ لعنتی ہے وہ بیٹا اور کمبخت ہے وہ لڑکا جو باپ کی میت کو خراب کرے اور چھوٹے بھائیون سے ناحق اُلجھے۔ مسلمان ایک طرف تو یہ کہتے ہین۔ کہ ماں باپ کے قدمونکے نیچے بہشت ہے اور دوسری طرف یہ امید رکھتے ہین کہ ایک سمجھدار لڑکا باپ کی تخریب کا موجب ہو اور دین و دنیا مین روسیاہی سہیڑے۔ اور اگر مین یہ حرکت کرتا بھی۔ تو کیا اس قصور پر کہ قادیان مین اُن کی بدولت شب و روز قرآن کریم کا [illegible] تھا مجھے اسلامی جوش اسقدر مجبور کرتا۔ اور مین اس قدر مومن ہو جاتا۔ کہ قرآن خوان جماعت کو قادیان سے نکالنے کی فکر کرتا۔ حاشا و کلا۔

مرزا صاحب میرے والد تھے۔ اگر وہ مجھ پر میری بعض کوتاہیون کیوجہ سے ناراض تھے تو اس کا بدلہ یہ تھا کہ مین ان کی قفل بندیان کرتا پھرتا۔ گو مجھے بعض مسلمان بھائی اس خاموشی کی وجہ سے کافر کہین گے اور یہ کہ مین غیرت مند مسلمان نہین ہون۔ لیکن مین ایسون کو یاد دلاتا ہون کہ وہ اسلام مجھے ہرگز منظور نہین۔ جو والدین کی بے عزتی کو موجب رضائے خدا قرار دیتا ہے۔ مین اس اسلام کا قایل ہون۔ کہ جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ماں باپ کے قدمون کے نیچے جنت ہے

مسلمانون نے صرف افواہون پر ہی بس نہین کی بلکہ یہ تحریک بھی کی کہ "اب اسلام کی مدد کا وقت ہے" یہ مسلمانون کا اسلام ہے کہ باپ کو بے عزت کرکر لڑکے کو جنت کا وعدہ دلاتے ہین۔

اختلاف خیالات ایک جدا رنگ ہے مین خوش ہوتا اگر مرزا صاحب مرحوم کے مخالف باوجود مخالفت کے مجھے یہ لکھتے کہ اگرچہ ہماری مذہبی مخالفت ہے۔ مگر تم نے کوئی ایسی حرکت خلاف آبروئے والد نہ کرنا۔ افسوس مسلمانون نے تو یہ افواہین اڑائین اور ایک عیسائی افسر نے جب مسلمانون کی اڑائی ہوئی یہ خبر سُنی تو بذریعہ چٹھی کے یہ لکھا کہ ہم کبھی امید نہین کرتے کہ تم سے کوئی ایسی ناجائز حرکت سرزد ہو۔

آپ میرے پرانے دوست اور بھائی ہین۔ آپ خوب جانتے ہین کہ مین ایسے معاملات مین کیسی طبیعت رکھتا ہون۔ خیر مجھے بعض مسلمانون کا مذاق طبیعت اور اسلامی جوش معلوم ہوگیا۔ کہ وہ اسلام کا منشاء صرف فساد ہی جانتے ہین۔ اور ان کی نگاہ مین ادب۔ بُردباری اور احترام بزرگان خاندان کوئی شئے نہین۔

قادیان کی جماعت خدا کے فضل و کرم سے بمقابلہ میرے ہزارہا درجہ نیک اور متقی۔ عامل شریعت عاشقِ رسول عربی ہے۔ قرآن ان کے ہاتھون مین ہے اور ورد ان کی زبان پر۔ شب بیدار اور پرستار خدائے لایزال ہین۔ اور میرے اعمال خود آپ جانتے ہین۔ کیا ہین۔ باوجود ان اعمال کے ایسی جماعت کی مخالفت کر سکتا ہون۔ لوگ انہین کافر سمجھین اور قابل دار۔ لیکن وہ مجھ سے صد درجہ نیک اور قابل عزت ہین اور مین... اُن کو مسلمان جانتا ہون۔ میرا مذہب یہ ہے۔ جو خدا کو واحد۔ رسول عربی کو نبی اور قرآن ... فروعی جھگڑے ان پر کوئی بھی مسلمان باقی نہین رہتا۔

مرزائی ٹولہ کو اگر خدا اپنی مرضی سے قادیان سے نکالے تو نکالے نہ وہ سلطان احمد کے کہنے سے نکلتے ہین نہ سلطان احمد اُن کو نکالتا ہے بلکہ ان کی دلجوئی پر مستعد اور تیار ہے۔ مین کیا کل خاندان سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہین کی۔ آخر غیرت بھی تو کوئی شئے ہے اور وہ منجملہ فرایض اسلام کے ہے۔

آپ بالکل مطمین رہین۔ نہ مجھ سے کوئی ایسی شرمناک حرکت سرزد ہوئی اور نہ انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ ہوگی۔ دنیوی معاملات مین اگر خاندان کے ممبرون مین کبھی کبھی اختلاف رائے ہو جاوے۔ تو اس سے جلد باز لوگون کو خوش نہ ہونا چاہیے۔ آخر ایک خاندان کے چھوٹے بڑے ممبر ایک ہی گوشت پوست کے ہین۔

۲۴ر جون ۱۹۰۸ء

سلطان احمد جالندھر۔

منقول از روزانہ پیسہ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

رسالہ تشحیذ الاذہان

چونکہ صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے متعلق ایک جامع مضمون لکھا ہے۔ اور حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے۔ کہ یہ مضمون اعلیٰ طور پر چھپوایا جاوے۔ یعنی اس کی کتابت و چھپوائی اعلیٰ قسم کی ہونی چاہیئے۔ اور کاغذ بھی اعلیٰ قسم کا لگایا جاوے۔ اور مضمون کے لئے ایک رسالہ کافی نہین ہے۔ اس لئے انشاء اللہ تعالےٰ ۱۰ر جولائی ۱۹۰۸ء تک یہ خاص پرچہ شایع کیا جاوے گا۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

عبدالرحیم منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان۔

نمبر ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

پیامِ صلح

برادران! السلام علیکم۔ میری چٹھی مطبوعہ بدر مورخہ ۹ جولائی ۱۹۰۸ء معنون بعنوان بالا آپ نے پڑھ لی ہوگی جس میں تجویز کی تھی کہ انگریزی ترجمہ پیام صلح ایک ہزار کاپی اور اردو کاپیاں پانچ ہزار مفت شایع کرنے کے لئے طبع کرائی جاویں جس دلچسپی اور محبت کیساتھ اس مبارک پیغام کی پبلک میں مانگ ہے جسکے متعلق آئے دن مجھے چٹھیاں مل رہی ہیں۔ اس کو میں نے پسند کیا ہے کہ میں آپکے جواب کا انتظار نہ کروں اسکے انگریزی ترجمہ کی تین ہزار کاپیاں طبع کرانے کا حکم دیدیا ہے اور اردو دس ہزار کے لئے میں نے تجویز کی ہے۔ یہ کاپیاں ہندوستان میں مفت تقسیم ہونگی۔ آپ کی خدمت میں جیسے کہ پہلے عرض کر چکا ہوں اب پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ میں سے اکثر احباب کم از کم ایک روپیہ کی متعدد کاپیاں لے کر مفت تقسیم کریں۔ لاگت فی کاپی جو حساب معلوم ہوئی۔ تین چار پیسے کے درمیان فی کاپی پوری ہوگی:۔ والسلام جواب جلد عنایت ہونا چاہئے:۔

خواجہ کمال الدین وکیل (عزیز منزل)
چیف کورٹ۔ پنجاب لاہور۔ مورخہ
۱۲- جولائی ۱۹۰۸ء

تکمیل التبلیغ
اتمام الحجۃ

انی مع الرسول اقوم۔ وحی الٰہی ہے جو کہ ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو خدا کے برگزیدہ نبی خلیفہ اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی مذکورہ بالا عنوان کے نیچے حضرت اقدسؑ کی جو تقریر درج کی گئی ہے وہ تقریر اسی پاک کلام اور تسلی بخش روح افزا وحی کی برکت اور تاثیر کا نتیجہ ہے کیونکہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو جو کہ اس تقریر سے پہلے دن تھا حضرت اقدسؑ کی طبیعت بوجہ دست آجانے کے بہت کمزور ہوگئی تھی۔ اور یہ امید نہ رہی تھی۔ کہ حضرت اقدسؑ جیسا کہ ارادہ کیا گیا تھا۔ اس دعوت کے موقع پر تقریر فرماسکیں گے چنانچہ اسی خیال سے آپؑ نے حضرت مخدوم مولانا مولوی نور الدین صاحب کو حکم دیا کہ ان معزز مہمانوں کو کچھ سنا دیں مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد جب کہ حضرت مولوی صاحب نے اپنی تقریر کا ابتدائی حصہ شروع ہی کیا تھا۔ آپؑ بذات خاص تشریف لے آئے اور ڈیڑھ گھنٹہ تک بڑی پر زور پر تاثیر اور جامع تقریر فرمائی جسکی کہ آپ کی علیل طبیعت سے ہرگز امید نہ کی جاسکتی تھی مگر خدا کا پاک کلام

انی مع الرسول اقوم

یعنے میں خود اپنے رسول کیساتھ اس کی تائید اور نصرت کے واسطے کھڑا ہوں کوئی بے فائدہ اور لغو کلام نہ تھا۔ آخر اس خدا نے جس نے یہ کلام نازل کیا تھا کر دکھا دیا۔ کہ واقعی آپ کا کھڑا ہونا اور اتنی لمبی جامع اور پر جوش تقریر فرمانا **خارق عادت** اور خدا کی خاص تائید اور نصرت ہی کا نتیجہ تھا۔ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ تقریر شروع کرنے سے آدھ گھنٹہ پہلے آپ کی طبیعت کیسی تھی اور پھر آدھ گھنٹہ بعد انہوں نے کیا دیکھا وہ نظارہ مومنوں کے ایمانوں کی تازگی اور مخلصوں کے اخلاص کی ترقی کا باعث ہوا۔

وہ آخری تبلیغ تھی

جو آپؑ نے پنجاب کے صدر مقام میں اہل اسلام کے چیدہ معزز اور تعلیم یافتہ رؤسا کو جمع کر کے پہنچائی:۔

بارہ بجے کے قریب آپ نے فرمایا۔ اگر آپ لوگ چاہیں۔ تو میں اپنی تقریر بند کر دوں۔ آپ کا منشا تو یہ تھا کہ مگر آپ کی تقریر میں وہ ربانی اور قوت جذب اور تاثیر خدا نے بھر رکھی تھی کہ لوگوں کو اس کھانے کی لذت جسمانی کھانے سے بھی بے پرواہ کر رکھا تھا تمام معززین نے یک زبان ہوکر جواب میں یہی کہا کہ نہیں آپ تقریر فرماویں۔ وہ کھانا تو روز کھاتے ہی ہیں آج روحانی غذا ہی سہی غرض اس طرح پر حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی تقریر ایک بجے کے بعد ختم کی۔ جو ان صفحات میں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے :۔ فقط

(عبد الرحمن قادیانی)

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی جیبکر شایع ہوا

تکمیل التبلیغ و اتمام الحجۃ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۱۷ مئی ۱۹۰۸ء ۱۱ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک

مجھے اسوقت اس بات کا اظہار ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت ہمین تین قسم کا شکر کرنا چاہیے سب سے مقدم اللہ کا شکر ہے جس نے ہمین زندگی دی صحت دی تندرستی بخشی۔ امن دیا۔ اور اشاعت دین کے لئے سامان مہیا کر دئے۔ اور حقیقتاً سچی بات یہی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کی اُن نعمتون کا شمار کرنا چاہین تو ہرگز ممکن نہین۔ کہ اس خدا کی مہربانیوں اور احسانوں کا شمار کر سکین۔ اسکے انعامات ہر دو روحانی اور جسمانی رنگ مین محیط ہین اور جیسا کہ وہ سورہ فاتحہ مین جو کہ سب سے پہلی سورہ ہے اور تمام قرآن شریف اسی کی شرح اور تفسیر ہے۔ اور وہ پنج وقت نمازون مین بار بار پڑہی جاتی ہے۔ اسکا نام ہے **رب العالمین** یعنی ہر حالت مین اور ہر جگہ پر اسی کی ربوبیت سے انسان زندگی اور ترقی پاتا ہے اور اگر نظر عمیق سے دیکھا جاوے تو حقیقت مین انسانی زندگی کا بقا اور آسودگی اور آرام راحت وغیرہ اسی صفت آلہی سے وابستہ ہے اگر اللہ تعالےٰ اپنی صفت رحمانیت کا استعمال نہ کرے اور دنیا سے اپنی رحمانیت کا سایہ اٹھا لے۔ تو دنیا تباہ ہو جاوے۔ پھر اس سورہ مین اللہ تعالےٰ نے اپنا نام رحمان اور رحیم رکھا ہے مین چاہتا ہون کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان اور رحیم مین فرق بیان کرون :-

سو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا نام جو بغیر کسی عوض یا انسانی عمل محنت اور کوشش کے انسان کے شامل حال ہوتی ہے۔ رحمانیت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے نظام دنیا بنا دیا۔ سورج پیدا کیا۔ چاند بنایا ستارے پیدا کئے۔ ہوا۔ پانی۔ اناج بنائے۔ ہماری طرح طرح کی امراض کے واسطے شفا بخش دوائین پیدا کین غرض اسی طرح کے ہزارون ہزار انعامات ایسے ہین کہ بغیر ہمارے کسی عمل یا محنت و کوشش کے اُسنے محض اپنے فضل سے پیدا کر دئے ہین۔ اگر انسان ایک عمیق نظر سے دیکھے تو لاکھون انعامات ایسے پائے گا۔ اور اسکو کوئی وجہ انکار کی نہ ملیگی اور ماننا ہی پڑیگا کہ وہ انعامات اور سامان راحت جو ہمارے وجود سے بھی پہلے کے ہین۔ بھلا وہ ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہین دیکھو یہ زمین اور یہ آسمان اور انکی تمام چیزین اور خود ہماری بناوٹ اور وہ حالت کہ جب ہم ماؤن کے پیٹ مین تھے اور اسوقت کے قوے یہ سب ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہین۔ مین ان لوگونکا یہان بیان نہین کرنا چاہتا جو تناسخ کے قائل ہین گران اتنا بیان کئے بغیر رہ بھی نہین سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر اتنے لاتعداد اور انعام اور فضل ہین۔ کہ ان کو کسی ترازو مین وزن نہین کر سکتے۔ بھلا کوئی بتا تو دے۔ کہ یہ انعامات کہ چاند بنایا۔ سورج بنایا۔ زمین بنائی اور ہماری تمام ضروریات ہماری پیدائش سے بھی پہلے مہیا کر دین یہ کل انعامات کس عمل کیساتھ وزن کرین گے ؟

پس ضروری طور سے یہ ماننا پڑے گا کہ خدا رحمن ہے اور اسکے لاکھون فضل ایسے ہی ہین۔ کہ جو محض اسکی رحمانیت کی وجہ سے ہمارے شامل حال ہین اور اسکے وہ عطایا ہمارے کسی گذشتہ عمل کا نتیجہ خیال کرتے ہین۔ وہ محض کوتہ اندیشی اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہین خدا کا فضل اور رحمانیت ہماری روحانی جسمانی تکمیل کی غرض سے ہے اور کوئی دعوے نہین کر سکتا۔ کہ یہ میرے اعمال کا نتیجہ ہین :-

الرحیم انسان کی سچی محنت اور کوشش کا بدلہ دیتا ہے ایک کسان کی سچی محنت اور کوشش کرتا ہے اسکے مقابل مین یہ عادت اللہ ہے۔ کہ وہ اسکی محنت اور کوشش کو ضایع نہین کرتا اور بابرگ و بار کرتا ہے شاذ و نادر حکم عدم کا رکہنا ہے اللہ کی ایک صفت رب ہے۔ یعنی پرورش کرنے اور تربیت کرنیوالا کیا روحانی اور کیا جسمانی دونوں قسم کے قوے اللہ تعالےٰ نے ہی انسان مین رکھے ہین۔ اگر قوی ہی نہ رکھے ہوتے۔ تو انسان ترقی ہی کیسے کر سکتا۔ جسمانی ترقیات کیواسطے بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم اور انعام کے گیت گانے چاہئین کہ اس نے قوی رکھے اور پھر ان مین ترقی کرنے کی طاقت بھی فطرتاً رکھدی :-

مالک یوم الدین۔ خدا مالک ہے جزا سزا کے دنکا۔ ایک رنگ مین اسی دنیا مین بھی جزا سزا ملتی ہے۔ ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہین کہ چور چوری کرتا ہے ایک روز نہ پکڑا جاوے گا دو روز نہ پکڑا جائیگا۔ آخر ایک دن پکڑا جائے گا۔ اور زندان مین جائے گا۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتے گا یہی حال زانی۔ شرابخور اور طرح طرح کے فسق و فجور مین بے قید زندگی بسر کرنے والونکا ہے کہ ایک خاص وقت تک خدا کی شان ستاری انکی پردہ پوشی کرتی ہے۔ آخر وہ طرح طرح کے عذابوں مین مبتلا ہو جاتے ہین۔ اور دکھوں مین مبتلا ہو کر انکی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس آخروی دوزخ کی سزا کا نمونہ ہے۔ اس طرح سے جو لوگ سرگرمی سے نیکی کرتے ہین۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور فرمانبرداری انکی زندگی کا اعلےٰ فرض ہوتا ہے۔ تو خدا انکی نیکی کو بھی ضایع نہین کرتا۔ اور مقررہ وقت پر انکی نیکی پھل لاتی اور بار دار ہو کر دنیا مین ہی ان کے واسطے ایک نمونہ کے طور پر مثالی جنت حاصل کر دیتی ہے :-

غرض جتنے بھی بد یونکا ارتکاب کرنیوالے۔ فاسق فاجر شرابخور اور زانی ہین۔ انکو خدا کا اور روز جزا کا خیال آنا تو درکنار۔ اسی دنیا مین ہی اپنی صحت۔ تندرستی۔ عافیت اور اعلےٰ قوی کھو بیٹھتے ہین اور پھر بڑی حسرت اور مایوسی سے ان کو زندگی کے دن پورے کرنے پڑتے ہین۔ سل۔ دق۔ سکتہ اور رعشہ اور اور خطرناک امراض ان کے شامل حال ہو کر مرنے سے پہلے ہی مر رہتے اور آخر کار بے وقت اور قبل از وقت موت کا لقمہ بنجاتے ہین :-

پس انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کا جو اس نے انسانی تربیت اور تکمیل کیواسطے مہیا کئے ہین ان کا خیال کرکے اسکا شکریہ کرے اور غور کرے کہ اتنے قوے اسکو کس نے عطا کئے ہین۔ انسان شکر کرے یا نہ کرے یہ اسکی اپنی مرضی ہے مگر اگر فطرت سلیم رکھتا ہے اور سوچکر دیکھے گا۔ تو اسکو معلوم ہوگا۔ کہ کیا ظاہری اور کیا باطنی ہر قسم کے قوے اللہ تعالیٰ ہی کے دئے ہوئے اور اسی کے تصرف مین ہین چاہے تو انکو شکر کی وجہ سے ترقی دے اور چاہے تو ایک دم مین ضایع کرے۔ غور کا مقام ہے کہ اگر یہ تمام قوی خود انسان کے اپنے اختیار اور تصرف مین ہون . . . . تو کون ہے کہ اسکا مرنے کو جی چاہے انسان کا دل دنیا کی محبت کی گرمی کی وجہ سے آخرت سے بیفکری

وسرد مہری اختیار کرلیتا ہے۔ غافل انسان ایسا نادان ہے کہ اگر اسکو خدا سے پروانہ بھی آجاوے کہ تمہین بہشت ملیگا آرام ہوگا۔ اور طرح طرح کے باغ اور نہرین عطا کی جاوینگی تمہین اجازت ہے اور تمہاری اپنی خواہش اور خوشی پر منحصر ہے۔ کہ چاہو تو ہمارے پاس آجاؤ اور چاہو تو دنیا مین ہی رہو۔ تو یاد رکھو کہ بہت سے لوگ ایسے ہونگے کہ وہ اس دنیا کے گذارہ کو ہی پسند کرینگے اور باوجود طرح طرح کی تلخیوں اور مشکلات کے اسی دنیا سے محبت کرینگے۔

دیکھو عمر کا بھروسہ نہین زمانہ بڑا ہی نازک آگیا ہے۔ آپ لوگ دیکھتے ہونگے۔ کہ ہر سال کئی دوست اور کئی دشمن کئی عزیز اور کئی پیارے بھائی بہن اس دنیا سے کوچ کرجاتے ہین۔ اور اُن مین سے کوئی بھی عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی رشتہ دار انسان کے مشکلات کا سہارا دینے والا نہین ہوسکتا۔ مگر با این ہمہ انسان جسقدر محنت اور کوشش اور مجاہدہ انکے واسطے اور اپنے دنیوی امور کے واسطے کرتا ہے وہ بمقابلہ خدا کے بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی عبادت اور فرمانبرداری اور اس کی راہ مین کوشش اور سوز و گداز بہت کچھ نابود ہے اعتدال نہین کیا گیا دنیا حد اعتدال سے باہر ہوچکی ہے۔ دنیوی کاروبار مین ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ اور ترقی ہو رہی ہے۔ مگر بھلا کسی نے ایسی کوشش بھی کی ہے۔ کہ ایکدن اسکی موت کا مقرر ہے اس سے بھی یہ خود اپنے آپکو یا کوئی دوسرا شخص اسکو باز رکھ سکے۔ یا بچاسکے ہرگز نہین۔ بلکہ اگر کوئی موت کا یاد دلانے والا ہوگا تو اسکی بھی پرواہ نہ کرینگے اور ہنسی ٹھٹھے مین ٹال دینگے اکثر انسان بہت ہی غلطی پر ہین۔

دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ ان باتون سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم تجارت نہ کرو یا کاروبار دنیا کو ترک کرکے بیٹھ جاؤ۔ عیال و اطفال جو تمہارے گلے مین پڑے ہوئے ہین انکی خبرگیری نہ کرو۔ یا بیوی بچون اور بنی نوع انسان کے بعض حقوق جو تمہارے ذمہ داری مین داخل ہین۔ انکی پرواہ نہ کرو۔ نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو بھی بجا لاؤ اور خدا سے بھی غافل نہ ہو۔ جب تم اپنی دنیوی آنی اور فانی منزلیت مین اسطرح کا انہماک اور استغراق پیدا کرتے ہو تو خدا سے منہ پھیر لینا اور اسکی رضا جوئی اور خوشنودی کے حصول کے واسطے کوشش نہ کرنا اور خدا سے منہ پھیر لینا بھلا کس عقلمندی کا کام ہے وہ خدا جس نے ابتدا مین پیدا کیا اور درمیانی حالات بھی اسکے قبضہ اور تصرف مین ہین اور انجام کار بھی اسی کی حکومت اور اسی سے واسطے پڑیگا اس خدا سے فارغ محض اور غافل ہوجانا اسکا نتیجہ ہرگز خیر نہین ہوسکیگا۔

وہ خدا جس کے انعامات انسان کے ساتھ ہر حال مین شامل رہتے ہین اور وہ بیشمار اور بے اندازہ احسانات ہین اسی کا شکر کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ شکر اسی کو کہتے ہین۔ کہ سچے دل سے اقرار کرے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمتین ایسی ہین کہ بیشمار اور بے اندازہ ہین۔

دوسری بات جو مین کہنا چاہتا ہوں اور کہونگا۔ گو بعض لوگ اسے ظاہری خیال یا بناوٹ یا کچھ سمجھین اور وہ یہ ہے

کہ گورنمنٹ انگریزی کا احسان ہم مسلمانون پر بہت

بڑا احسان ہے۔ اور وہ اس قابل ہے۔ کہ اسکا شکریہ ادا کیا جاوے۔ سوچکر دیکھ لو جاننے والے جانتے ہین۔ کہ اس عہد حکومت سے پہلے سکھون کے زمانہ مین ہی ہم لوگون پر کیسے کیسے مشکلات تھے۔ ہمارے باپ دادا کی حالت کیسی خطرون مین گھری ہوئی تھی اور احکام شرعیہ کا رواج تو بجائے خود آذان تک تو اونچی آواز سے کوئی کہہ نہ سکتا تھا بلند آواز سے آذان کہنا ایک ایسا جرم تھا جس کی سزا موت ہوتی تھی کسی قسم کے حلال شرعیہ بھی استعمال نہ کئے جاسکتے تھے بات بات پر انسان کیڑے مکوڑون کی طرح ذلت سے ہلاک کردیا جاتا تھا۔ مگر اب آج اس عہد حکومت مین کیسا امن کیسی آزادی ہے کہ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ اپنی نیت مین خرابی نہ رکھتا ہو تکمیل دین کے واسطے ہر کام کو آزادی سے ادا کرسکتا ہے چاہے جس زور سے اذانین کہو نمازین پڑھو اعمال بجا لاؤ۔ علوم کی تحصیل کرو یا کسی کا رد لکھو۔ خواہ خود عیسائیون کا رد لکھو کوئی ناراضگی نہین۔

ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ جناب فنانشل کمشنر صاحب بہادر دورہ کرتے ہوئے قادیان مین تشریف لائے۔ ملاقات کے وقت انہون نے بیان کیا کہ کیسی آزادی ہے کہ ہر ایک شخص ایک خاص حد تک جو قانون کی حد سے نہ نکل جاوے آزادی سے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے کتابین لکھ سکتا ہے تقریرین کرسکتا ہے اگر کوئی تعصب ہوتا۔ تو عیسائیون کے رد کرنیوالوں پر تو کم از کم سختی کی جاتی غرض یہ امر اس گورنمنٹ کی انصاف پسندی اور بے تعصبی کا ایک عمدہ نمونہ اور دلیل ہے۔ مگر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ بات کو اس حد تک نہ پہنچا دے کہ قانونی گرفت کے اندر آجائے اور جرم کی حد تک پہنچا دے پس یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہوکر اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔

حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص بندے کا شکر نہین کرتا وہ خدا کا بھی شکر گذار نہین بن سکتا۔

یاد رکھو کہ گورنمنٹ کی ناراضگی کی وجہ بغاوت ہوتی ہے۔ ورنہ جائز طور سے دینی معاملات کی انجام دہی اور امن کی زندگی گذارنے سے گورنمنٹ ہرگز کسی پر عتاب نہین کرتی۔ ایسے صلح کاری امن پسندی اور انصاف شعاری کے اصول رکھنے والی گورنمنٹ کا شکریہ نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ پس مسلمانوں پر عموماً اور ہماری جماعت پر خصوصاً واجب ہے۔ کہ اپنی مہربان گورنمنٹ کا بھی شکریہ کرین اگر یہ گورنمنٹ سر پر نہ ہو تو پھر دیکھ لو کہ کیا حال ہوتا ہے انسان کس طرح سے بے دریغ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے جاتے ہین۔ اس گورنمنٹ کی حکومت آئی تو ان پر کیا الزام یہ تو مشیت ایزدی ہی اسی طرح پر واقع ہوئی تھی مسلمان بادشاہون نے اپنے فرائض کو چھوڑ دیا عیش و عشرت مین پڑ کر حکومت اور رعایا کے حقوق کی پرواہ نہ کی۔ عورتوں کی طرح زیب و زینت مین مصروف ہوگئے سیاست و مدن کے امور کو ترک کردیا خدا نے انکو نااہل اور ان کو اہل پاکر عنان حکومت انہی کے ہاتھ مین دی۔

یہ اگر کسی پر سختی کرتے بھی ہین۔ تو کسی وجہ سے البتہ اگر کسی معاملہ مین علم نہ ہو تو مجبوری ہے۔ کیونکہ بے علمی کی وجہ سے تو زاہد اور پارسا آدمی بھی غلطی کر بیٹھتے ہین۔ دیدہ دانستہ ظلم کو ہرگز پسند نہین کرتے بلکہ سلیم الطبع حکام بعض اوقات ظاہری امور کی پرواہ نہ کرکے اور اُن سے تسلی نہ پانے کی وجہ سے مقدمات کی تہ نکالنے کیواسطے اور اصلیت دریافت کرنے کی غرض سے اکثر بڑی محنت اور جانفشانی اور سچی انصاف پسندی سے کام کرتے ہین۔

ہمارا ہی ایک مقدمہ تھا۔ جو کہ ایک معزز پادری نے ہم پر اقدام قتل کا کیا۔ کہ گویا ہم نے اسکے قتل کرنے کے واسطے آدمی بھیجا۔ عبد الحمید اسکا نام تھا۔ آٹھ نو آدمی گواہ بھی گذر گئے مدعی نہین بلکہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب جو کہ مسلمانون کے پیشوا کہلاتے ہین انہون نے بھی ایسی گواہی دی۔ جس منصف مزاج حاکم کی عدالت مین ہمارا مقدمہ تھا اسکا نام ڈگلس تھا اس نے ان سب امور کے ہوتے ہوئے کہا کہ مجھ سے ایسی بدذاتی نہین ہوسکتی۔ کہ اسطرح سے ایک بیگناہ انسان کو ہلاک کردون اور حالانکہ مقدمہ سیشن سپرد کرنے کے لایق ہوگیا تھا۔ مگر اس نے پھر کپتان صاحب پولیس کو حکم دیا کہ اس کی اچھی طرح سے تحقیقات کی جاوے چنانچہ آخر کار اسی عبد الحمید نے

اقرار کیا کہ مجھے اصل میں ان پادریوں نے سکھایا تھا کہ میں ایسا کہوں۔ اصل میں کوئی بات نہیں۔ یہ معلوم کرکے وہ ایسا خوش ہوا۔ اور ہمیں اسکے تبسم سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایسا خوش ہے جیسا کہ کسی کو بہت سا مال و دولت حاصل ہونے کی بھی اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آخر کار خود مجھے کہا کہ مبارک ہو آپ بری کئے گئے۔ اب بتائیے کہ اگر کسی مسلمان کی عدالت میں ایسا مقدمہ ہوتا تو وہ ایسا کر سکتا تھا؟ اور وہ اس طرح سے صفائی اور انصاف کی جستجو کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمیں تو حالات موجودہ کے ماتحت بھی امید پڑتی ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کے پاس ہمارا ایسا مقدمہ ہوتا تو وہ ہمیں ضرور ہی خوار کرتا۔ آٹھ نو گواہ گذر چکے تھے مسل مکمل ہو چکی تھی۔ اب چھوڑتا تو کیونکر؟ مگر یہ قوم ہے۔ کہ اس کو اسی انصاف کی وجہ سے ہر جگہ فتح نصیب ہوئی ہے۔ جب کوئی جسقدر انصاف اختیار کرتا ہے اسی قدر روشن ضمیری بھی اسے عطا کی جاتی ہے۔ مخالفت دینی اور مذہبی اور شے ہے اور حکومت اور چیز ہے۔ اگر عدالت کو مدنظر نہ رکھیں تو ایک دن میں یہ تختہ الٹ جاوے:۔

مسلمانوں کا یہ خیال کہ ہمیں اعلےٰ اعلےٰ عہدے کیوں نہیں ملتے جلتے۔ یہ انکی اپنی غلطی ہے یاد رکھو کہ کوئی کام جب تک پہلے آسمان پر نہیں ہو لیتا زمین پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خود نیک چلنی اختیار کرو۔ اور اپنی حالت کو سنوارو اس قابل بنو کہ خدا کی نظر میں آسمان پر تم اس قابل ٹھیر جاؤ کہ تمہیں عزت مل سکیں تو پھر خود خدا تمہیں سب کچھ دے دیگا۔ اپنی حالتوں کو بدل کرتا خدا ہی تمہارے واسطے کوئی اور راہ بناوے۔ ورنہ یاد رکھو کہ خدا نہیں چھوڑیگا جب تک کہ تم اپنی حالت کو نہیں سنوارو گے +

تیسرا مقام خدا کے شکر کا یہ ہے کہ یہ خاص خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے آپ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ ڈالی۔ اور آپ لوگ یہاں تکلیف اٹھا کر تشریف لائے۔ خدا کرے کہ جس طرح ہم جسمانی طور سے مل کر بیٹھے ہیں اور جسمانی ملاقات ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک دن وہ بھی آوے کہ روحانی طور سے بھی ہم مل بیٹھیں

خدا نے انسان کو زبان دی اور ایک دل بخشا ہے صرف زبان سے کوئی فتح نہیں ہو سکتی۔ دلوں کو فتح کرنے والا دل ہی ہوتا ہے۔ جو قوم صرف زبانی ہی زبانی جمع خرچ کرتی ہے یاد رکھو۔ کہ وہ کبھی بھی فتحیاب نہیں ہو سکی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نمونہ دیکھو کیا انکے پاس کوئی ظاہری سامان تھے؟ ہرگز نہیں مگر پھر باوجود یکہ وہ بے سر و سامان تھے اور دشمن کثیر اور ہر طرح کے سامان اسے مہیا تھے۔ انکو خدا نے کیسی کیسی بے نظیر کامیابیاں عطا کیں بھلا کہیں کسی تاریخ میں ایسی کامیابی کی کوئی نظیر ملتی ہے۔ تلاش کرکے دیکھ لو۔ مگر ماحصل بس جو شخص خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی دنیا ٹھیک ہو جاوے۔ خود پاک دل ہو جاوے۔ نیک بن جاوے اور اسکے تمام مشکلات حل اور دکھ دور ہو جاویں اور اسکو ہر طرح کی کامیابی اور فتح و نصرت عطا ہو تو اسکے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتایا ہے اور وہ یہ کہ **قد افلح من زکٰھا** کامیاب ہو گیا بامراد ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ تزکیۂ نفس میں ہی تمام برکات اور

فیوض اور کامیابیوں کا راز نہان ہے

فلاح صرف امور دینی ہی میں نہیں بلکہ دنیا و دین میں کامیابی ہو گی۔ نفس کی ناپاکی سے بچنے والا انسان کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو +

میں یہ قبول نہیں کر سکتا کہ فلسفہ ہیئت اور سائنس کا ماہر ہونے سے تزکیۂ نفس ہی ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں البتہ یہاں سکتا ہوں کہ ایسے شخص کے دماغی قویٰ تیز اور اچھے ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ان علوم کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بعض اوقات یہ امور روحانی ترقی کی راہ میں ایک روک ہو جاتے ہیں۔ اور آخری نتیجہ اسکا بجز اس خوش قسمت کے کہ وہ فطرت سلیم رکھتا ہے اکثر کبر و نخوت ہی دیکھا ہے۔ کبھی نیکی اور تواضع ان میں نہیں ہوتی +

ایک اور امر قابل یاد رکھنے کے یہ ہے۔ کہ یہ قاعدہ ہر اور قانون قدرت میں داخل ہے کہ ہر چیز ضرورت سے پیدا ہوتی ہے جس طرح ظاہری طور سے ہم دنیوی امور میں ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ لباس۔ خوراک۔ سواریاں اور اور آلات معیشت جتنے بھی ہیں۔ یہ تمام ضرورت سے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح سے روحانی امور میں بھی بہت سے امور ضرورت سے پیدا ہوتے ہیں اور جب کبھی ضرورت ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے پوری کی جاتی ہے ضرورت انسان کی روحانی جسمانی تمام امور میں راہ نما ہے اور اسی سے حق و باطل میں امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ جس طرح کوئی چیز بلا ضرورت اور بے فائدہ نہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھکر ضرورت حقہ کے وقت یہ خیال کرنا کہ خدا نے اسوقت کوئی سامان پیدا نہیں کیا سخت غلطی ہے +

اب ہمارا یہ زمانہ جس میں ہم موجود ہیں کیا اندرونی اور کیا بیرونی طور سے اسمیں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں کہ جس پہلو پر نظر ڈالو۔ کوئی بھی خوش کن نہیں بیرونی طور پر اسلام پر اسقدر حملے ہوئے ہیں اور اسلام نے اسقدر صدمے اٹھائے ہیں کہ ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کا ان سے متاثر ہو کر خود دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا ہے پھر ان کے بعد ایک بہت بڑا حصہ مذبذب لوگوں کا پیدا ہو چکا ہے۔ جن کو اسلام کے متعلق اطمینان حاصل نہیں اور وہ بالکل کمزور ہیں۔ باقی یقین کامل رکھنے والے اور علیٰ وجہ البصیرت اسلام پر ایمان لانے والے بہت ہی قلیل ہیں + کئی قسم کے حملے ہو رہے ہیں منقولات کے اسلحہ اسلام پر چلائے جاتے ہیں اور آریہ اور پادری لوگ اعتراضات کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ خود وہ گندے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں بلکہ نکتہ چینی کرنا سہل ہے مگر خوبی بیان کرنا مشکل۔

علوم جدیدہ کا بھی ایک قسم کا اسلام پر حملہ ہے آجکل کی تعلیم۔ فلسفہ۔ طبعی اور ہیئت بھی انسان کو ایک غلطی میں ڈالتی ہے میں تجربہ سے دیکھ رہا ہوں کہ اکثر لوگ جنہوں نے خواہ مکمل طور سے ان علوم کو حاصل کیا ہو خواہ ناقص طور سے وہ عموماً بے قید زندگی اختیار کر لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت ہی ان کے دلوں سے اٹھ جاتی ہے اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ خود خدا سے بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ انکے کلام سے ہی ایک قسم کی بدبو آتی ہے اور وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ آج بھی ہاتھ سے گئے اور کل بھی گئے۔ اور درحقیقت اس گروہ کا حملہ آریوں اور پادریوں کے حملوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے اعتراض عموماً منقولات کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ ان میں صدق و کذب کا احتمال ہوتا ہے مگر یہ لوگ تو اپنا ذاتی تجربہ اور روزانہ مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسکا اثر بہت سخت اور برا پڑتا ہے۔

غرض یہی بات ہے کہ اندرونی حملے بیرونی حملوں سے بہت بڑھے ہوئے اور خطرناک اور زہریلا اثر ڈالنے والے ہیں۔ سچ ہے **از ماست کہ بر ماست** اصل میں یہ قصور خود مسلمانوں کا ہے جنہوں نے اپنی سادہ لوح اولاد کو بغیر اسکے کہ انکو قرآن اور اسلام کے ضروری علوم سے آگاہ کریں ان مدرسوں اور کالجوں میں بھیج دیا۔ ہاں اگرچہ طلب علم ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ جیسا کہ حدیث **طلب العلم فریضة علےٰ کل مسلم و مسلمة** سے ظاہر ہے۔ مگر اول علوم

دینیہ کا حصول فرض ہے جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہوجاویں اور انکو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہوجاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھنے کا کوئی ہرج نہیں اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو پہلے ایک عورت کو بازاری کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جاتی۔ تو وہ کیسی توبہ کرے گی؟ شراب بدکاری اور بے قید زندگی اسکی عادت ثانی ہوجاوے گی تو اول تو اُسے توبہ کرنا ہی مشکل اور کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہوگی۔ اسکو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے یہی حال ان لڑکوں کا ہے جنکو پہلے فلسفہ اور سائنس کے زہریلے علوم سکھا کر خود خدا کی ہستی پر ہی شبہات پیدا کرا دئے جاتے ہیں اور پھر اُن سے امید کیجاتی ہے۔ کہ وہ اسلام کے بھی شیفتہ ہوں ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ کوئی فلسفہ اور سائنس خواہ وہ اپنی اس موجودہ حالت سے ہزار درجہ ترقی کر جاوے مگر قرآن ایسی ایک کامل کتاب ہے کہ یہ نئے علوم کبھی بھی اس پر غالب نہیں آ سکتے۔ مگر اس شخص کی نسبت ہم کیونکر ایسی رائے قائم کرسکتے ہیں کہ جسکی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ اس کو علوم قرآن سے مس ہی نہیں اور اس نے اسطرف کبھی توجہ ہی نہیں کی بلکہ کبھی ایک سطر بھی قرآن شریف کی غور و تدبر کی نظر سے نہیں پڑھی:۔

مثال کے طور پر قرآن کی تعلیم روحانی کا ایک فلسفہ بیان ہوا ہے۔ جو بعد الموت اعمال کے نتیجہ میں انسان کو بہشت کے رنگ میں ملے گا۔ جس کے نیچے نہریں چلتی ہونگی۔ بظاہر یہ ایک قصہ ہے مگر قصہ نہیں گو کہ قصہ کے رنگ میں آگیا ہے۔ اس کی حقیقت یہی ہے۔ کہ اسوقت کے لوگ علوم روحانی کے نہ جاننے کیوجہ سے نادان بچوں کی طرح تھے۔ ایسے باریک اور روحانی علوم کے سمجھانے کے واسطے ان کے مناسب حال استعارات سے کام لینا اور مثالوں کے ذریعہ سے اصل حقیقت کو اُن کے ذہن نشین کرنا ضروری تھا۔ اسی واسطے قرآن شریف نے بہشت کی حقیقت سمجھانے کے واسطے اس طریق کو اختیار کیا۔ اور پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون الخ یہ ایک مثال ہے نہ کہ حقیقت۔ قرآن شریف کے ان الفاظ سے صاف عیاں ہے۔ کہ وہ جنت کوئی اور ہی چیز ہے اور حدیث میں صاف یہ بھی بیان ہوچکا ہے کہ ان ظاہری جسمانی دنیوی امور پر نعماء جنت کا قیاس نہ کیا جاوے کیونکہ وہ ایسی چیز ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی وغیرہ مگر وہ باتیں جن کی مثال دیکر جنت کی نعمائے

کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تو ہم دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں ایک مقام پر قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصالحات ان لہم جنت تجری من تحتہا الانہار۔ اس آیت میں ایمان کو اعمال صالح کے مقابل پر رکھا ہے جنّت اور انہار یعنے ایمان کا نتیجہ تو جنت ہے۔ اور اعمال صالح کا نتیجہ انہار ہیں۔ پس جسطرح باغ بغیر نہر اور پانی کے جلدی برباد ہو جانے والی چیز ہے اور دیرپا نہیں اسی طرح ایمان بے عمل صالح بھی کسی کام کا نہیں پھر ایک دوسری جگہ پر ایمان کو اشجار (درختوں) سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ایمان جس کی طرف مسلمانوں کو بلایا جاتا ہے وہ اشجار ہیں اور اعمال صالحہ اُن اشجار کی آبپاشی کرتے ہیں۔ غرض اس معاملہ میں جتنا جتنا تدبر کیا جاوے اسی قدر معارف سمجھ میں آویں گے جس طرح سے ایک کرسان کاشتکار کے واسطے ضروری ہے کہ وہ تخم ریزی کرے اسی طرح روحانی منازل کے کاشتکار کے واسطے ایمان جو کہ روحانیات کی تخم ریزی ہے ضروری اور لازمی ہے اور پھر جس طرح کاشتکار کھیت یا باغ وغیرہ کی آبپاشی کرتا ہے اسی طرح سے روحانی باغ ایمان کی آبپاشی کے واسطے اعمال صالحات کی ضرورت ہے یاد رکھو کہ ایمان بغیر اعمال صالح کے ایسا ہی بےکار ہے جیسا کہ ایک عمدہ باغ بغیر نہر یا کسی دوسرے ذریعہ آبپاشی کے نکما ہے۔

درخت خواہ کیسے ہی عمدہ قسم کے ہوں۔ اور اعلیٰ قسم کے پھل لانے والے ہوں۔ مگر جب مالک آبپاشی کی طرف سے لاپرواہی کریگا۔ تو اسکا جو نتیجہ ہوگا وہ سب جانتے ہیں یہی حال روحانی زندگی میں شجر ایمان کا ہے ایمان ایک درخت ہے جسکے واسطے انسان کے اعمال صالح روحانی رنگ میں اس کی آبپاشی کے واسطے نہریں بن کر آبپاشی کا کام کرتے ہیں:۔

پھر جس طرح ہر ایک کاشتکار کو تخم ریزی اور آبپاشی کے علاوہ بھی محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ نے روحانی فیوض برکات کے ثمرات حسنہ کے حصول کے واسطے بھی مجاہدات لازمی اور ضروری رکھے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا نفس انسانی ایک بیل کی مشابہ ہے اور اس کے تین درجے ہوتے ہیں۔ نفس امارہ۔ امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امارہ کہتے ہیں بدی کی طرف لیجانیوالا بہت بدی کا حکم کرنے والا:۔

دوسری قسم نفس کی نفس لوامہ ہے لوامہ کہتے ہیں ملامت کرنیوالے کو۔ انسان سے ایک وقت بدی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی اسکا نفس اسکو اس بدی کی وجہ سے ملامت بھی کرتا اور نادم ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ مگر بعض طبائع ایسے بھی ہیں۔ کہ اپنی گندہ حالت اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے وہ ایسے محجوب ہوجاتے ہیں کہ ان کی فطرت فطرت سلیم کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی ان کو اس ملامت کا احساس ہی نہیں ہوتا مگر شریف الطبع انسان ضرور اس حالت کا احساس کرتا اور بعض اوقات وہی ملامت نفس اسکے واسطے باعث ہدایت ہوکر موجب نجات ہوجاتی ہے مگر یہ حالت ایسی نہیں کہ اسپر اعتبار کیا جاوے:۔

نفس کی ایک تیسری حالت ہے جسے مطمئنہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور وہ انسان کو جب حاصل ہوتی ہے۔ کہ انسان نفس امارہ اور پھر نفس لوامہ کے مشکلات کو حل کرجاوے اور اس جنگ میں اسکو فتح نصیب ہو۔ نفس امارہ انسان کا دشمن ہے اور وہ گھر کا پوشیدہ دشمن ہے۔ لوامہ بھی کبھی کبھی دشمنی کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر باز آجاتا ہے۔ مگر برخلاف ان دونوں حالتوں کے جب انسان ترقی کرکے نفس مطمئنہ کے درجے تک ترقی کر جاتا ہے۔ تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ گویا اس کا دشمن اسکے زیر ہوگیا۔ اور اس نے دشمن پر فتح نمایاں حاصل کرلی اور صلح ہوگئی۔ انسانی ترقیات کی آخری حد اور اس کی زندگی کا انتہائی نقطہ اسی بات پر ختم ہوتا ہے۔ کہ انسان حالت مطمئنہ حاصل کرلے اور وہ ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ اسکی رضا خدا کی رضا۔ اور اس کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہوجاتی ہے اسکا ارادہ خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور وہ خدا کے بلائے بولتا اور خدا کے چلائے چلتا ہے۔ تمام افعال حرکات و سکنات اس سے نہیں۔ بلکہ خدا سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور انسان کی پہلی حالت پر ایک قسم کی موت وارد ہوجاتی ہے۔ اور ایک نئی زندگی کا جامہ اسے از سر نو عطا کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایسا انسان ایک ممتاز انسان ہوجاتا ہے غرض قانون قدرت میں ایسا پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے دو سلسلے پہلو بہ پہلو بنائے ہیں جسمانی اور دوسرا روحانی جو کچھ جسمانی طور سے مہیا ہے وہی روحانی طور سے بھی ہوتا ہے پس جو شخص ان دونوں سلسلوں کو نصب العین رکھکر کاروبار میں کوشش اور محنت کرے گا وہ جلدی ترقی کرے گا اسکے معلومات وسیع ہونگے ہر صورت میں جسمانی

ہم نظام جسمانی میں دیکھتے ہیں کہ جسمانی کاشتکار باوجود ہر قسم کی باقاعدہ محنت و مشقت کے بھی پھر آسمانی پانی کا محتاج ہے۔ اور اگر اسکی محنتوں اور کوششوں کے ساتھ آسمانی پانی اسکے فصل پر نہ پڑے تو فصل تباہ محنت برباد ہو جاتی ہے پس یہی حال روحانی رنگ میں ہے انسان کو خشک ایمان کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ روحانی بارش نازل ہو کر بڑے زور کے نشانات سے اسکو اندرونی گندہ ہو کر اسکو صاف نہ کرے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع۔ یعنے قسم ہے آسمان کی جس سے بارش نازل ہوتی ہے۔ اور قسم ہے زمین کی جس سے شگوفہ نکلتا ہے بعض لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے ندامت اٹھاتے ہیں قسم کا مفہوم اصل میں قایم مقام ہوتا ہے شہادت کے ہم دنیوی گورنمنٹ میں بھی دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات مقدمات کے فیصلوں کا مدار ہی قسم پر رکھا جاتا ہے پس اسی طرح سے خدا تعالے بھی بارش آسمانی کی قسم کھا کر نظام جسمانی کی طرح نظام روحانی میں اس بات کو بطور ایک شہادت کے پیش کرتا ہے کہ جس طرح سے زمین کی سرسبزی اور کھیتوں کا ہرا بھرا ہونا آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ اور اگر آسمانی بارش نہ ہو تو زمین پر کوئی سبزی نہیں رہ سکتی۔ اور زمین مردہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ کنوؤں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔ اور دنیا زیر و زبر ہو کر ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے اور لوگ بھوکوں پیاسوں مرتے ہیں قحط کی وجہ سے انسان حیوان اور پھر چرند پرند اور درند وغیرہ پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے بعینہ اسی طرح سے ایک روحانی سلسلہ بھی ہے:۔

یاد رکھو کہ خشک ایمان بجز آسمانی بارش کے جو مکالمہ مخاطبہ کے رنگ میں نازل ہوتی ہے۔ ہرگز ہرگز باعث نجات یا حقیقی راحت کا نہیں ہو سکتا جو لوگ روحانی بارش کے بغیر اور کسی مامور من اللہ کے بغیر نجات پا سکتے ہیں۔ اور ان کو کسی مزکی اور مامور من اللہ کی ضرورت نہیں سب کچھ ان کے پاس موجود ہے۔ ان کو چاہئے کہ پانی بھی اپنے گھروں میں ہی پیدا کر لیا کریں۔ انکو آسمانی بارش کی کیا احتیاج۔ انکھوں کے سامنے موجود ہے کہ جسمانی چیزوں کا مدار کن چیزوں پر ہے۔ پس اس سے سمجھ لو کہ بعینہ اسی کے مطابق روحانی زندگی کے واسطے بھی لازمی اور لابد اور ضروری ہے۔ انسان کا یہ دعوے کہ میں نے سب کچھ سیکھ لیا ہے اور میں نے سارے علوم حاصل کر لئے ہیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ انسان کا علم کیا ہے۔ جس طرح سے سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر نکال لی جاوے یہی حال انسان کے علم کا ہے۔ کہ اس کو معارف اور حقایق میں سے دیا گیا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

پھر تعجب آتا ہے کہ بعض لوگ معمولی مروجہ علوم کے پڑھ لینے سے بڑے بڑے دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ دین کی راہ ایک عمیق در عمیق راہ ہے اور اس کے حقایق اور روحانی فلسفہ ایسا نہیں کہ ہر فرد اس کا ماہر ہونے کا دعوے کر سکے۔ یہ دین آسمان سے ہی آیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اس کی سرسبزی کے سامان بھی آسمان ہی سے نازل ہوتے رہیں گے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر یزی علوم اور مروجہ تعلیم کے پاس یافتوں کا سوال کیا جاوے تو اکثر اصحاب ایسے نکلیں گے کہ ان کے ماہر ہی ہونگے مگر ہمیں اس جگہ ان اصحاب کی خدمت میں کہ دہ مینی اور دنیوی علوم کے ماہر ہیں یہ بھی کہنا ہے کہ ؎

اے کہ خواندی حکمت یونانیان
حکمت ایمانیان را ہم بخوان۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل بہت سے ایسے ہی خیالات والے لوگ موجود ہیں۔ کہ ان کی نظر میں دین ایک جنون ہے اور انکی قدر انکے دلوں میں نہیں ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ عرب کے لوگ وحشی تھے۔ اور امی تھے اسوقت ان کی ضرورتوں کے مناسب حال قرآن نازل ہوا۔ اب دنیا ترقی کر گئی ہے اور روشنی کا زمانہ ہے اب موجودہ زمانہ کے مناسب حال دین میں ترمیم ہونی چاہئیے۔ مگر آپ لوگ سن رکھیں کہ دین کوئی لغو نہیں ہے بلکہ دنیا کی حقیقی راحت اور آخروی نجات اسی دین میں ہی وابستہ ہے۔ وہ عرب کے امی جو اس دین کے سچے خادم تھے۔ اُن کا امی ہونا بھی ایک معجزہ ہی تھا تا کہ دنیا کو دکھا دے کہ امی لوگوں نے قرآنی تعلیم کے نیچے آ کر کیا کچھ کر دکھایا۔ کہ بڑے بڑے علوم کے مدعیوں سے بھی ان کے مقابلہ میں کچھ بن نہ آیا۔

خدا خوب جانتا تھا۔ کہ اس زمانہ میں کیسے کیسے جدید علوم پیدا ہوں گے اور خود مسلمانوں میں کیسے کیسے خیالات کے لوگ پیدا ہو جائیں گے ان سب باتوں کا جواب اللہ تعالے نے قرآن میں دے رکھا ہے اور کوئی نئی تحقیقات یا علمی ترقی نہیں۔ جو قرآن شریف کو مغلوب کر سکے اور کوئی صداقت نہیں کہ اب پیدا ہو گئی ہو اور وہ قرآن شریف میں پہلے ہی سے موجود نہ ہو۔

جو راہ قرآن شریف نے پیش کی ہے۔ وہ نہ انجیل میں پائی جاتی ہے۔ نہ توریت میں اسکا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی دنیا کی کوئی کتاب اس کمال اور جامعیت کا دعوے کر سکتی ہے۔ جو اللہ تعالے نے اپنی حکمت کاملہ سے قرآن شریف کو عطا کی ہے۔ قرآن کے مقابل پران کا ذکر ہی کیا ہے۔ انجیل نے ایک ضعیف ناتوان انسان کو خدا بنایا۔ مگر اس کی طاقت کا اندازہ قوم یہود کے مقابلہ سے ہی ہو سکتا ہے:۔

دوسری بات اور مایہ ناز انجیل کا اخلاقی تعلیم تھی مگر وہ ایسی بودی اور ناکمل ہے۔ کہ کوئی صحیح الفطرت انسان اس کی پابندی نہیں کر سکتا۔ بلکہ خود پادری صاحبان کا عمل بھی اس تعلیم کے بالکل برخلاف ہے۔ مثلاً انجیل تعلیم دیتی ہے کہ اگر تجھے کوئی ایک طمانچہ مارے تو تو دوسری گال پھیر دے۔ اور اگر کوئی تیرا کرتا مانگے۔ تو اسکو چادر بھی اتار دے۔ اور اگر کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جانا چاہے تو دو کوس اس کے ساتھ چل اب ہم اول ان انجیل کی حمایت اور تعریف کرنے والے پادری صاحبوں سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ ان کا اس تعلیم پر کہاں تک عملدرآمد ہے انہوں نے اس تعلیم کا عملی نمونہ کیا دکھایا ہے۔ کہ دوسروں کو بھی اس تعلیم کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر اسی انجیل میں لکھا ہے۔ کہ تو بدی کا مقابلہ نہ کر غرض انجیل کی تعلیم تفریط کی طرف جھکی ہوئی ہے اور بجز بعض خاص حالات کے ماتحت ہونیکے انسان اسپر عمل کر ہی نہیں سکتا۔

دوسری طرف توریت کی تعلیم کو دیکھا جاوے۔ تو وہ افراط کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ اور اس میں بھی صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑ دیا جاوے اس میں عفو اور درگذر کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ کتابیں مختص الزمان اور مختص القوم ہی تھیں مگر قرآن شریف نے ہمیں کیا پاک راہ بتائی ہے جو افراط اور تفریط سے پاک اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہے مثلاً شال کے طور قرآن شریف میں فرمایا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله یعنے جتنی بدی کی گئی ہو۔ اسی قدر بدی کرنی جایز ہے۔ مگر اگر کوئی معاف کر دے اور اس معافی میں اصلاح مد نظر ہو

دیکھو کیسی پاک تعلیم ہے نہ افراط نہ تفریط۔ انتقام کی اجازت ہے۔ مگر معافی کی تحریص بھی موجود ہے۔ بشرط اصلاح یہہ ایک میرا مسلک ہے۔ جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اب ایک سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے کہ ان میں خود موازنہ اور مقابلہ کر کے دیکھ لے کہ کونسی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے اور کونسی تعلیم ایسی ہے کہ فطرت صحیح اور کانشنس اسے دھکے دیتا ہے

یہودیوں میں باپ اپنی اولاد کو وصیت کرتا تہا۔ کہ میرا انتقام میرا بیٹا لے۔ میرا پوتا لے۔ چنانچہ بعض اوقات بیٹا اور پوتا باپ کے انتقام لیتے تھے غرضیکہ توریت میں تو سخت تشدد کیا گیا تہا۔ باقی رہی انجیل سو اس کی اخلاقی تعلیم پر ناز کرنے والے نہیں سمجھتے کہ اول تو وہ تعلیم ہی ایسی ناقص ہے کہ بوجہ مختص الزمان اور مختص القوم ہونے کے آج اس کی ضرورت ہی نہیں اور نہ وہ اسوقت اخلاقی تعلیم کہلانے کی مستحق ہے۔ اور اگر مان ہی لیا جائے۔ تو کوئی شخص نہیں کہ اس تعلیم کا عامل نظر آتا ہو خود اس کے شیفتہ لوگ ہی اسکا عملی نمونہ پیش کریں اصل میں یہ ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانیکے اور۔ تاہم فلسفہ حقہ اس کے بالکل خلاف ہے انسان ایک شاخ دار درخت ہے اور انجیلی تعلیم اس کی صرف ایک شاخ۔ کیا باقی قوائے انسانی بے کار ہیں؟

یاد رکھو۔ کہ کل قوائے انسانی اسی خالق فطرت ہی کی طرف سے انسان کو ملے ہیں ان میں ایک قوت غضبی بھی ہے قوت انتقام بھی ہے یہ قوی بیکار یا فضول نہیں ہیں بلکہ ان کی بد استعمالی اور انکا بے محل و بے موقع استعمال برا ہے انجیل میں تو ایک موقع پر خصی بن جانے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر سچے عیسائی اس تعلیم کا عملی نمونہ بنتے تو یقین ہے کہ دنیا کا خاتمہ ہی ہو گیا ہوتا عجیب بات یہ ہے۔ کہ صرف حکم ہی نہیں بلکہ اس عمل پر بڑے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ایسے کار خیر میں کوئی عیسائی بھی حصہ نہیں لیتا؟

قرآن شریف میں کوئی دکھا تو دے کہ کوئی ایسا حکم بھی دیا گیا ہو جس پر عمل کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہو یا کوئی ایسا حکم بھی ہو جس کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہو یا نظام دنیا میں فساد کا اندیشہ ہو؟ کیا ایسی ایک کتاب جسمیں ایسے احکام داخل ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں یا ان کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہے۔ اور نظام عالم درہم برہم ہوتا ہے کبھی اس خدا کی طرف منسوب ہو سکتی ہے جو خالق فطرت اور منظم نظام دنیا اور قوی انسانی کے پورے اندازے جاننے والا ہے اور کیا وہ کتاب کامل اور مکمل شریعت کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے؟

لیکن میں اعتراض نہیں کرتا۔ بلکہ میرا مقصد اس بیان سے اس امر کا اظہار ہے کہ یہ دونوں کتابیں صرف ایک ہی خاندان کی تہیں نہ حضرت عیسیٰؑ نے اور نہ حضرت موسیٰؑ نے کبھی یہ دعوےٰ کیا کہ وہ تمام دنیا کیواسطے رسول ہو کر آئے تھے۔ بلکہ وہ تو صرف اسرائیلی بھیڑوں تک ہی اپنی تعلیم محدود کرتے ہیں انکا اپنا اقرار موجود ہے پس بلحاظ ضرورت کے انکو جو کتاب ملی۔ وہ بھی ایک

قانون مختص الزمان اور مختص القوم تھا

اب ظاہر ہے کہ ایک چیز جو ایک خاص ضرورت کے لئے ایک خاص زمانے اور مکان کیواسطے آئی تھی۔ اسکو زبردستی اور خواہ نخواہ تمام دنیا پر محیط ہونے کیواسطے کھینچ تان کی جائے گی۔ تو اسکا لازمی یہی نتیجہ ہوگا کہ وہ اس کام سے عاری رہے گی اور اس بوجھ کے اٹھانے کیواسطے وہ وضع ہی نہیں کی گئی اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان تعلیمات میں موجودہ زمانہ کے حالات کے ماتحت نقص ہیں۔

مگر قرآن مجید مختص الزمان نہیں مختص القوم نہیں اور نہ ہی مختص المکان ہے بلکہ اس کامل اور مکمل کتاب کے لانیوالے کا دعویٰ ہے۔ کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور ایک دوسری آیت میں یوں بھی آیا ہے کہ لانذرکم به ومن بلغ یعنے لازمی ہوگا کہ جسکو قرآنی تعلیم پہنچے وہ خواہ کہیں بھی ہو اور کوئی ہی ہو۔ اس تعلیم کی پیروی کو اپنی گردن پر اٹھائے۔

انسانی فطرت کا پورا اور کامل عکس صرف قرآن شریف ہی ہے۔ اگر قرآن نہ بھی آیا ہوتا۔ جب بھی اسی تعلیم کے مطابق انسان سے سوال کیا جاتا کیونکہ یہ ایسی تعلیم ہے جو فطرتوں میں مرکوز اور قانون قدرت کے ہر صفحہ میں مشہود ہے جن کی تعلیمات ناقص اور خاص قوم تک محدود ہیں۔ اور وہ آگے ایک قدم بھی نہیں چل سکتیں انکی نبوت کا دروازہ بھی انکے اپنے ہی گھر تک محدود ہے مگر قرآن شریف کہتا ہے ان من امة الا خلا فیها نذیر۔ دیکھو یہ کیسی پاک اور دل میں دخل کر جانیوالی بات اور کیسا سچا اصول ہے۔ مگر یہ لوگ ہیں۔ کہ خدا کی خدائی کو صرف اپنے ہی گھر تک محدود خیال کرتے ہیں یہی حال آریوں کا ہے۔ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ وید ہی اتارا جاتا ہے۔ اور صرف چار آدمی ہی اس کام کے واسطے مخصوص ہیں۔ اور ہمیشہ کیواسطے زبان سنسکرت ہی خدا کو پسند آگئی ہے مجال نہیں کہ خدا کی یہ نعمت وحی و الہام کسی اور انسان یا زبان کو مل سکے۔ ان لوگوں کے اعتقاد کے موجب وحی الٰہی اب آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور اب ہمیشہ کے واسطے اسکو مہر لگ چکی ہے۔ مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح سے تو خدا کی ہستی کے ثبوت میں ہی مشکلات پڑ جاویں گے۔ صرف شنیدے انسان کب مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور کامل یقین اور سچی معرفت صرف دوسروں کی زبانی سن لینے سے کہاں میسر آتی ہے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جب تک خدا خود انا الموجود کی آواز نہ دے۔ یا اپنے پیارے کلام سے اور زبردست غیبی نشانات سے اپنا چہرہ نہ دکہاوے تب تک وہ پیاس کب مٹ سکتی ہے جو حق کی طلب کی پیاس انسان کو لگی ہوئی ہے یہ کہنا کہ خدا پہلے تو نشانات اور معجزات دکہاتا تہا رسول بھیجتا تہا۔ مگر اب نہیں یہ نعوذ باللہ خدا کی ذات کی سخت توہین اور بے ادبی ہے کیا وجہ کہ اب وہ سنتا ہے اور دیکھتا بھی ہے۔ مگر بولتا نہیں۔ اچھا تو اسپر تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ قوت شنوائی اور بینائی بھی قوت گویائی کی طرح جاتی نہیں رہیں:۔

انسان اپنی فطرت سے الگ نہیں ہو سکتا۔ بکری کبھی بھیڑئے کا کام لیں تو دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں پس یہی حال فطرت انسانی کا ہے۔ کہ اپنی بناوٹ کے خلاف ہرگز نہیں چل سکتی۔ نرے قصوں سے کب وہ تسلی پا سکتی ہے۔ اگرچہ کوئی ظاہر داری کے واسطے ہاں میں ہاں ملا دے مگر دل لعنت بھیجتا ہوگا۔ اور انکار کرتا ہوگا کہ میں نہیں مانتا یاد رکھو۔ کہ اگر پہلے کبھی الہام تہا تو اب بھی ضروری ہے۔ کہ الہام ہو۔ اسلام جب صرف ایک ہی فرقہ تہا۔ اور متفق ہی تو اسوقت تو نبی اور رسول کے آنے اور الہامات ہونے کی ضرورت تہی۔ مگر اب جب کہ ایک سے ۷۳ فرقے ہو گئے ہیں۔ اور تفرقہ کی حد نہایت نہیں رہی کلام الٰہی پر مہر لگائی جاتی ہے۔ اور خدا کا منہ بند کیا جاتا ہے۔ کوئی فطرت سلیم اور عقل صحیح اس منطق کو قبول نہیں کر سکتی۔

ہر چیز کے پیدا ہونے کی ماں ضرورت ہے۔ دیکھو ایک چھوٹی سی مثال ریلوے تصادم کی ہے۔ تصادم کے واردات ترقی کرنے لگے۔ تو اصلاح کے سامان بھی

پیدا ہو گئے۔ یہ سب طرح طرح کی کلین جو دیکھنے مین آتی ہین یہ سب ضرورت نے ہی مہیا کرا دی ہین۔ تو اب جبکہ انسانی حالت کیا بلحاظ اپنی ظاہری حالت کے اور کیا بلحاظ اپنی باطنی حالت کے ابتری کے انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے اور ہر فرقہ پر دہریت (ناستک مت) نے اپنا تسلط جمایا ہوا ہے۔ زندہ ایمان کسی مین باقی نہین اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ

زندہ ایمان ہی اعمال کی تحریک کرتا ہے

جب ایمان ہی نہین جو کہ اعمال کا اصل محرک ہے تو پھر عمل کیسے؟ غرض اس طرح ایمان کے دنیا سے اٹھ جانے کے باعث اعمال صالح کا بھی ساتھ ہی نام و نشان مٹ چکا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ خدا نے ایسی خطرناک حالت اور ایسی سخت ضرورت کیوقت بھی اپنی سنت قدیمہ کو ترک کر کے کوئی رسول اور نبی یا ملہم نہ بھیجا:-

لا الٰہ الا اللہ۔ یہ توحید کا کلمہ ہے اس کے معنے ہین کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت اور سچی فرمانبرداری کے لایق نہین ہے خدا اگر توحید کے پھیلانے مین کسی دوسرے کا محتاج ہوتا یا کسی اور کو اس کام مین اپنا شریک بناتا۔ تو یہی شرک لازم آتا تھا۔ محمد رسول اللہ کا جز کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ شامل کرنے مین ستر یہی ہے کہ تا توحید کا سبق کامل ہو۔ اور دنیا کو معلوم ہو کہ جو کچھ آتا ہے۔ درحقیقت اسی خدا کی طرف سے آتا ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ان ہدایات کے خدا سے پا کر مخلوق کو پہنچانے والے ہین۔ اور کہ جو کچھ ادھر سے آتا ہے۔ وہ اسی راہ سے آتا ہے:-

شرک صرف پتھرون کے پوجنے ہی کا نام نہین ہے بلکہ شرک کی ایک قسم یہ بھی لکھی ہے کہ انسان خدا کو چھوڑ کر صرف اسباب ہی پر تکیہ کرے اور یہ شرک فی الاسباب کہلاتا ہے:-

برہمو وغیرہ اس راز توحید کو نہین سمجھے جو خدا را بخدا باید شناخت مین دکھایا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے آنے والا ایسا ہی ہے کہ گویا خود خدا ہی ہے۔ انسانی گورنمنٹ کی طرف سے آنے والا نائب ہوتا ہے اسی طرح سے رسول بھی خدا مین فنا ہو کر وہ وہ نہین ہوتا۔ بلکہ خود خدا ہوتا ہے غرض محمد رسول اللہ کا فقرہ توحید کامل کرنے کے واسطے لازمی تھا۔ خدا توحید کو پسند کرتا ہے۔ اور یہ شکر کا مقام ہے کہ یہ خصوصیت صرف اسلام مین پائی جاتی ہے جسکو آج ہم پیش کرتے ہین۔ کسی دوسرے مذہب مین نہین۔

عیسائیونکی دوڑ کفارہ مسیح تک ہے

باپ بیٹا اور روح القدس تین ہین۔ مگر تین مت کہو۔ ایک کہو یہ عجیب گورکھ دھندا ہے۔ جو سمجھ مین نہین آتا۔ یہودی بھی بڑے سخت دل ہین اور طرح طرح کے شرک مین مبتلا ہین۔ انکو اسطرف توجہ ہی نہین۔ آجکل کے آریہ صاحبان جن کو اسلام کے خلاف اپنے عقاید پر بڑا گھمنڈ اور ناز ہے۔ انکا مذہب ہے کہ روح بمعہ اپنے تمام صفات کے اور مادہ بمع اپنے تمام صفات کے خود بخود ہین۔ اور اعتقاد رکھتے ہین۔ کہ نیستی سے ہستی ممکن نہین غرض انہون نے ذرہ ذرہ کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے انسانی ظاہری قوے کو تو خدا کی طرف سے مانتے ہین مگر کہتے ہین کہ روح مین جو قوے ہین وہ خود بخود ہین خدا کی طرف سے نہین وہ مانتے ہین کہ ارواح اور ذرات بمع اپنے قوی کے خود بخود موجود ہین۔ خدا کا کام صرف ان کو جوڑنا ہی ہے مگر ہم پوچھتے ہین کہ کیون جایز نہین کہ باہمی جوڑ ملاپ کی طاقت بھی ان کی اپنی ذاتی خاصیت نہ مانی جاوے؟

غرض تازہ معجزات کے یہ لوگ منکر ہین وید مین معجزات کا کوئی ذکر نہین۔ تو

پھر خدا کے وجود پر نشانی ہی کیا ہے؟

اور اس کی زندگی کی علامت ہی کیا؟ جب دو حصے خود بخود موجود ہین تو پھر کیون نہ مان لیا جاوے۔ کہ تیسرا حصہ (باہمی جڑ جانے کی خاصیت) بھی خود بخود ہے۔ جب ایک اہم کام خود بخود ہے۔ تو سہل کے واسطے کیون کسی کی احتیاج مانی جاوے؟

غرض یہ خدا کا خاص فضل ہے۔ جو صرف اسلام ہی کے شامل حال ہے کہ اسلام کی کوئی بھی تعلیم عقل سلیم اور فطرت سلیم کی مخالف نہین۔ لا الٰہ الا اللہ ایک قول ہے اسکا عملی ثبوت بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فعل ہے نرا قول (ایمان کا دعوے) کسی کام کا نہین اور نہ ہی وہ کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ خشک ایمان ایک بے بال و پر مرغ کی مثال ہے۔ جو ایک مضغہ گوشت ہے جو نہ چل پھر سکتا ہے نہ اڑنے کی اسمین طاقت ہے۔ بلکہ اسلام اسکو کہتے ہین کہ انسان باوجود ہیبت ناک نظارے دیکھنے اور اس امر کا یقین ہونے کے کہ اس مقام پر کھڑا ہونا ہی گویا جان کو خطرہ مین ڈالنا ہے پھر بھی خدا کی راہ مین سر ڈالدے اور خدا کی راہ مین اپنے کسی نقصان کی پرواہ نہ کرے جنگ کے موقع پر سپاہی جانتا ہے کہ مین موت کے منہ مین جا رہا ہون اور اسے بہ نسبت زندہ پھرنے کے مرنا یقینی نظر آتا ہے مگر باین ہمہ وہ اپنے افسر کی فرمانبرداری اور وفاداری کر کے آگے ہی بڑھتا ہے۔ اور کسی خطرے کی پرواہ نہین کرتا اس کا نام اسلام ہے:-

غرض ایک فقرہ (لا الٰہ الا اللہ) مین تو اللہ تعالے نے توحید سکھائی ہے اور دوسرے (من اسلم وجھہ للہ) مین یہ سکھایا کہ اس توحید پر سچے اور زندہ ایمان کا ثبوت اپنے اس فعل سے دو اور خدا کی راہ مین اپنی گردن ڈالدو۔ اس بات کو توجہ سے سننا چاہئے۔ مسلمانون کیواسطے یہ ایک مفید مسئلہ ہے۔ صرف اس بات پر راضی نہ ہونا چاہئے۔ کہ ہم مسلمان ہین یا ظاہری نماز روزے کی پابندی کرتے ہین خطرناک مشکلات مین ثابت قدم رہنا اور قدم آگے ہی آگے اٹھانا اور خدائی امتحان مین پاس ہو جانا سچے اور حقیقی ایمان کی دلیل ہے مشکلات کا آنا اور ابتلاؤن کا آنا مومن پر ضروری ہے تا ظاہر ہو کہ کون سچا مومن اور کون صرف زبانی ایمان کا مدعی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون۔ مسلمانون کے صدر نے عمل سے ثابت کیا تھا۔ کہ واقعی انہون نے اپنی زندگیان اللہ کے دین کی خدمت کے واسطے وقف کر دی تھین۔ کوئی دین ترقی نہین کر سکتا جب تک خدا کے احکام کو دنیا کے کل کامون پر مقدم نہ کیا جاوے معمولی نماز روزے زکوٰۃ وغیرہ اعمال تو کرتے کرتے آخر عادت مین داخل ہو جاتے ہین۔ مثنوی رومی مین ایک شعر مین یہ مضمون خوب ادا کیا گیا ہے جسمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ

"ہم اپنے کوٹھے مین غلہ بھرتے رہتے ہین مگر وہ بھرنے مین نہین آتا جب دیکھو خالی ہی نظر آتا ہے۔ آخر کوئی چوہا تو ہے جو اس کوٹھے کو لگا ہوا ہے اسکا اناج کھائے جاتا ہے اور اسے خالی کرنے کی کوشش مین لگا رہتا ہے ہم بھرتے ہین۔ وہ خالی کرتا ہے آخرکار دروازہ کھولکر دیکھا۔ تو واقعی ایک چوہا تھا کہ اس غلہ کو کھا جایا کرتا تھا۔"

پس انسان کو اپنے اعمال پر ہی راضی نہ ہونا چاہئے بعض بدیون سے بعض اعمال حبط ہی ہو جاتے ہین - ریاکاری بھی حبط اعمال کے واسطے ایک خطرناک کیڑا ہے مثلاً ایک مجلس مین چندہ ہوتا ہے ایک شخص اٹھتا ہے میرا پانصد روپیہ لکھا جاوے اب اگر صرف دکھاوے اور واہ واہ کی آواز کے واسطے یا نام پیدا کرنے کے واسطے ایسا کرتا ہے تو اسکا اجر اس نے پا لیا عنداللہ اسکے واسطے کوئی اجر نہ ہوگا۔ اس موقع پر ہمین

ایک نقل تذکرۃ الاولیاء کی

یاد آگئی ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ تھے ان کو دس ہزار روپیہ کی سخت ضرورت پیش آگئی۔ انہون نے اپنی ضرورت کا اظہار کیا۔ تو ایک شخص نے دس ہزار روپیہ کی تھیلی ان کے آگے لا رکھی اب وہ بزرگ لگے اس شخص کی تعریف کرنے اور ایک گھنٹہ تک برابر اس کی تعریف کی۔ آخر وہ شخص جس نے روپیہ دیا تھا۔ مجلس مین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر سے واپس لوٹ کر عرض کی۔ کہ مجھ سے تو سخت غلطی ہوئی۔ اصل مین وہ روپیہ تو میری مان کا تھا اور مین اسکا روپیہ خود بخود دینے کا مختار نہ تھا۔ روپیہ مجھے دے دیا جاوے۔ اب لگی اسکو بجائے تعریف کے لعن طعن ہونے اور لوگ کہنے لگے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بناوٹ کی ہے۔ بہانہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ مگر جب وقت گزر گیا۔ اور رات کی سنسان گھڑیان تھین کہ وہی شخص وہی روپیہ لے کر اسی بزرگ کے مکان پر چپکے سے گیا اور وہی روپیہ پیش کر کے عرض کی کہ حضور مین نے

روپیہ اللہ کیواسطے دیا تھا نہ کہ تعریفین سننے کیواسطے

اب آپ کو قسم ہے خدا کی کہ آپ اس روپیہ کا کسی کو ذکر نہ کرین یہ سن کر وہ بزرگ رو پڑے۔ اس خیال سے۔ کہ اب جب تک یہ شخص جئے گا لوگ اسے گالیان دین گے طعن و تشنیع کرین گے۔ ملامت کیا ہی کرین گے ان کو اس حقیقت کی کیا خبر!

غرض جس کام مین ریاکاری کا ذرہ بھی ہو۔ وہ ضائع جاتا ہے اسکی وہی مثال ہے۔ جیسے ایک اعلیٰ قسم کے عمدہ کھانے مین کتا منہ ڈالدے۔ آج کل بھی یہ مرض بہت پھیلا ہوا ہے - اور اکثر امور مین ریاکاری کی ملونی ساتھ ہوتی ہے - پس اعمال مین یہ ملونی ہی نہ ہونی چاہئیے۔ اصل مین انسان ایک حد تک معذور بھی ہے کہ ملونی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کمل تو ہے نہین جب تک اسے نفس مطمئنہ حاصل نہ ہو جائے اور کسی کی لعن طعن کی پرواہ نہ کرے اسکے اعمال مین ایسا اخلاص ہو جائے کہ تعریف کرنے والا - اور گالی دینے والا - مناقب بیان کرنیوالا اور حقارت سے دیکھنے والا اس کی نظر مین یکسان ہو جاوین اور یہ دونون کو برابر جانے - مردے کی طرح جانے جو نہ اسکا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ سنوار-

اس وقت مین سراً و علانیۃً پر بحث نہین کرتا - بلکہ نفس ملونی کا ذکر کرتا ہون مین یہ نہین کہتا۔ کہ ہمیشہ خفیہ ہی خیرات کرو - اور علانیہ نہ کرو - نیک نیتی کے ساتھ ہر کام مین ثواب ہوتا ہے - ایک نیک طبع انسان ایک کام مین سبقت کرتا ہے - اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس کار خیر مین شریک ہو جاتے ہین - اس طرح سے اس شخص کو بھی ثواب ملتا ہے بلکہ ان کے ثواب مین سے بھی حصہ لیتا ہے - پس اس رنگ مین کوئی نیک کام اس نیت سے کرنا کہ دوسرون کو بھی ترغیب و تحریص ہو - بڑا ثواب ہے :-

شریعت اسلام مین بڑے بڑے باریک امور ایسے ہین تاکہ اخلاص کی قوت پیدا ہو جائے - اخلاص ایک موت ہے - جو مخلص کو اپنے نفس پر وارد کرنی پڑتی ہے جو شخص دیکھے کہ علانیہ خرچ کرنے اور خیرات دینے یا چندون مین شامل ہونے سے اس کے نفس کو مزہ آتا ہے اور ریا پیدا ہوتا ہے تو اسکو چاہئیے کہ ریاکاری سے دست بردار ہو جائے اور بجائے علانیہ خرچ کرنے کے خفیہ طور سے خرچ کرے اور ایسا کرے کہ اس کے بائین ہاتھ کو بھی علم نہ ہو۔ پھر خدا تعالیٰ دیتا ہے کہ نیک کو اس کی نیکی اور پاک تبدیلی کی وجہ سے بخش .... دے - اس مین کوئی سو برس کی ضرورت نہین - اخلاص کی ضرورت ہے :-

دیکھو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک بڑھیا کو بلا ناغہ حلوا کھلایا کرتے تھے اور ان کے اس فعل کی کسی کو خبر نہ تھی - ایک دن جب کہ بوڑھیا کو حلوا نہ پہنچا - اس نے اس سے یقین کر لیا - کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ وفات پا گئے - اب چاہئے غور سے - کہ آپ رضی اللہ کیسے تعاہد سے اس غریب بڑھیا کی جو کہ اور کچھ نہ کھا سکتی تھی - خدمت کیا کرتے تھے کہ ایک دن حلوا نہ پہنچنے سے اس کو یقین ہو گیا۔ کہ آپؓ وفات پا گئے۔ یعنے اس بڑھیا کے وہم مین بھی نہین آ سکتا تھا۔ کہ آپؓ زندہ ہون اور اس کو حلوا نہ پہنچے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

غرض یہ ہے اخلاص اور یہ ہین محض خدا کی راہ مین نیک نیتی کے اعمال -

اخلاص جیسی اور کوئی تلوار دلون کے فتح کرنیوالی نہین

ایسے ہی امور سے وہ لوگ دنیا پر غالب آ گئے تھے صرف زبانی باتون سے کچھ ہو نہین سکتا۔ اب نہ پیشانی مین نور اور نہ روحانیت ہے اور نہ معرفت کا کوئی حصہ۔ خدا ظالم نہین ہے۔ اصل بات ہی یہی ہے۔ کہ ان کے دلون مین اخلاص نہین رہا۔ صرف ظاہری اعمال سے جو رسم اور عادت کے رنگ مین کئے جاتے ہین۔ کچھ نہین بنتا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے۔ کہ مین نماز کی تحقیر کرتا ہون۔ وہ نماز جس کا ذکر قرآن مین ہے۔ اور وہ **معراج** ہے بھلا ان نمازیون سے کوئی پوچھے تو بھی کہ ان کو سورہ فاتحہ کے معنے بھی آتے ہین۔ پچاس پچاس برس کے نمازی ملین گے۔ مگر نماز کا مطلب اور حقیقت پوچھو تو اکثر بے خبر ہون گے حالانکہ تمام دنیوی علوم ان علوم کے سامنے ہیچ ہین۔ دنیوی علوم کے واسطے تو جان توڑ محنت اور کوشش کی جاتی ہے اور اس طرف سے ایسی بے التفاتی ہے کہ اسے جنتر منتر کی طرح پڑھ جاتے ہین :-

مین تو یہان تک بھی کہتا ہون کہ اس بات سے مت رکو۔ کہ نماز مین اپنی زبان مین دعائین کرو۔ بے شک اردو مین۔ پنجابی مین۔ انگریزی مین۔ جو جس کی زبان ہو۔ اسی مین دعا کرے۔

مگر ہان یہ ضروری ہے کہ خدا کے کلام کو اسی طرح پڑھو اس مین اپنی طرف سے کچھ مت دخل دو۔ اس کو اسی طرح پڑھو۔ اور معنے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اسی طرح ماثورہ دعاؤن کا بھی اسی زبان مین التزام رکھو۔ قرآن اور ماثورہ دعاؤن کے بعد جو چاہو خدا سے مانگو اور جس زبان مین چاہو۔ مانگو وہ سب زبانین جانتا ہے سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

اگر تم اپنی نماز کو با حلاوت اور پُر ذوق بنانا چاہتے ہو
تو ضروری ہے کہ اپنی زبان مین کچھ نہ کچھ دعائین کیا کرو

مگر اکثر یہی دیکھا گیا ہے۔ کہ نماز ٹکرین مار کر پوری کر لی جاتی ہے۔ پھر لگتے ہین دعائین کرنے۔ نماز تو ایک ناحق کا ٹیکس ہوتا ہے۔ اگر کچھ اخلاص ہوتا ہے تو نماز کے بعد مین ہوتا ہے۔ یہ نہین سمجھتے کہ نماز خود دعا کا نام ہے۔ جو بڑی

عجز انکسار خلوص اور اضطراب سے مانگی جاتی ہے بڑے بڑے عظیم الشان کامون کی کنجی صرف دعا ہی ہے۔ خدا کے فضل کے دروازے کہولنے کا پہلا مرحلہ دعا ہی ہے :-

نماز کو رسم اور عادت کے رنگ مین پڑہنا مفید نہین۔ بلکہ ایسے نمازیون پر تو خود خدا نے لعنت اور ویل بہیجا ہے چہ جائیکہ ان کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ ویل للمصلین۔ خود خدا نے فرمایا ہے۔ یہ اُن نمازیون کے حق مین ہے جو نماز کی حقیقت سے اور اس کے مطالب سے بے خبر ہین۔ صحابہ تو خود عربی زبان رکہتے تہے۔ اور اس کی حقیقت کو خوب سمجہتے تہے۔ مگر ہمارے واسطے یہہ ضروری ہے کہ اسکے معانی سمجہین۔ اور اپنی نماز مین اس طرح حلاوت پیدا کرین۔ مگر ان لوگون نے تو ایسا سمجہ لیا ہے۔ جیسے کہ دوسرا نبی آگیا ہے اور اس نے گویا نماز کو منسوخ ہی کر دیا ہے :-

دیکہو خدا کا اس مین فائدہ نہین بلکہ خود انسان ہی کا اس مین بہلا ہے۔ کہ اس کو خدا کی حضوری کا موقع دیا جاتا ہے۔ اور عرض معروض کرنے کی عزت عطا کی جاتی ہے۔ جس سے یہ بہت سے مشکلات سے نجات پا سکتا ہے۔ مین حیران ہون کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہین جن کا دن بہی گذر جاتا ہے۔ اور رات بہی گزر جاتی ہے۔ مگر وہ نہین جانتے کہ ان کا کوئی خدا ہی ہے۔ یاد رکہو کہ ایسا انسان آج بہی ہلاک ہوا اور کل بہی مین ایک ضروری نصیحت کرتا ہون کاش لوگون کے دل مین پڑ جاوے۔ دیکہو عمر گذری جا رہی ہے غفلت کو چہوڑ دو۔ اور تضرع اختیار کرو۔ اکیلے ہو کر خدا سے دعا کرو۔ کہ خدا ایمان کو سلامت رکہے۔ اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے :-

انسان کے واسطے ترقی کرنے کے دو ہی طریق ہین

اوّل تو انسان تشریعی احکام۔ یعنی نماز روزہ زکواۃ۔ اور حج وغیرہ تکالیف شرعیہ کی پابندی سے جو کہ خدا کے حکم کے موجب خود بجا لاکر کرتا ہے۔ مگر یہ امور چونکہ انسان کے اپنے ہاتہ مین ہوتے ہین اس لئے کبہی ان مین سستی اور تساہل بہی کر بیٹہتا ہے۔ اور کبہی ان مین کوئی آسانی اور آرام کی صورت ہی پیدا کر لیتا ہے لہذا دوسرا وہ طریق ہے۔ جو براہ راست خدا کی طرف سے انسان پر وارد ہوتا ہے۔ اور یہی انسان کی اصلی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ تکالیف شرعیہ مین انسان کوئی نہ کوئی راہ بچاؤ یا آرام و آسایش کی نکال ہی لیتا ہے دیکہو کسی کے ہاتہ مین تازیانہ دے کر اگر اسے کہا جاوے کہ اپنے بدن پر مارو۔ تو قاعدہ کی بات ہے۔ کہ آخر اپنے بدن کی محبت دل مین آہی جاتی ہے کون ہے جو اپنے آپ کو دکہ مین ڈالنا چاہتا ہے ؟

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے انسانی تکمیل کے واسطے ایک دوسری راہ رکہدی۔ اور فرمایا۔ ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم آزماتے رہین گے تمکو کبہی کسی قدر خوف بہیجکر۔ کبہی فاقہ سے کبہی مال جان اور پہلون پر نقصان وارد کرنے سے مگران مصائب شدائد اور فقر و فاقہ پر صبر کرکے انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے والون کو بشارت دے دو کہ ان کے واسطے بڑے بڑے اجر خدا کی رحمتین اور اس کے خاص انعامات مقرر ہین۔

دیکہو ایک کسان کس محنت اور جانفشانی سے قلبہ رانی کرکے زمین کو درست کرتا پہر تخم ریزی کرتا۔ آبپاشی کے مشکلات جہیلتا ہے۔ آخر جب طرح طرح کے مشکلات محنتون اور حفاظتون کے بعد کہیتی تیار ہوتی ہے۔ تو بعض اوقات خدا کی باریک در باریک حکمتون سے ژالہ باری ہو جاتی یا کبہی خشک سالی ہی کی وجہ سے کہیتی تباہ و برباد ہو جاتی ہے غرض یہ ایک مثال ہے۔ ان مشکلات کی جن کا نام **تکالیف قضا و قدر** ہے۔ ایسی حالت مین مسلمانون کو جو پاک تعلیم دی گئی ہے۔ وہ کیسی رضا بالقضا کا سچا نمونہ اور سبق ہے اور یہ بہی صرف مسلمانون ہی کا حصہ ہے آریہ جو کہ روح اور ذات کو مع ان کے خواص کے خود بخود اور خدا کی طرح ازلی ابدی مانتے ہین وہ کیونکر انا للہ کہ سکتے ہین۔ اور یہ توفیق ان کو کیسے نصیب ہو سکتی ہے :-

غرض تکالیف دو ہی قسم کی ہین ایک حصہ تو وہ ہے جو احکام پر مشتمل ہے۔ جن مین نماز، روزہ، زکواۃ۔ حج وغیرہ داخل ہین۔ ان مین کسی قدر عذر اور حیلے وغیرہ کی بہی گنجایش ہے۔ اور جب تک پورا اخلاص اور کامل یقین نہ ہو انسان ان سے کسی نہ کسی قدر بچنے کی یا آرام کی صورت پیدا کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتا ہے۔ پس اس طرح کی کوئی کسر جو انسانی کمزوری کیوجہ سے رہ گئی ہو۔ اس کسر کے پورا کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تکالیف قضاء و قدر۔ رکہی ہین۔ تاکہ انسانی فطرت کی کمزوری کی وجہ سے جو کمی رہ گئی ہو۔ خدا کے فضل کے ہاتہ سے پوری ہو جاوے :-

تکالیف قضاء و قدر کا نام آریہ لوگ پہلی جون کا پہل رکہتے ہین۔ مگر ہم اُن سے پوچہتے ہین کہ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پہر تمہارے **جپ تپ** کس مرض کی دوا ہین۔ اگر آسمانی تکالیف تمہارے پہلے اعمال کا نتیجہ ہین تو کیون ایک دوہرا عذاب جپ تپ کی مصیبت مین پڑ کر اپنے واسطے پیدا کرتے ہو؟

غرض یہ دونوں سلسلے کہ کبہی انسان تکالیف شرعیہ کی پابندی کرکے اپنے ہاتہون اور کبہی قضا و قدر کے آگے گردن جہکاتا ہے۔ اسواسطے ہین کہ انسان کی تکمیل ہو جاوے۔ اسی کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلیٰ من اسلم وجہہ للہ۔ یعنی اسلام کیا ہے یہی کہ اللہ کی راہ مین اس کی رضا کے حصول کے واسطے

گردن ڈال دینا

ابتلاؤن کا ہیبتناک نظارہ لڑائی مین ننگی تلوارون کی چمک اور کہٹا کہٹ کی طرح آنکہون کے سامنے موجود ہو جان جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر کسی بات کی پرواہ نہ کرکے خدا کے واسطے یہ سب کچہ اپنے نفس پر وارد کر لینا یہہ ہے۔ اسلام کی تعلیم کی ...... لب لباب :-

دوسرا حصہ خلق اللہ اور حق العباد کے متعلق ہے اسکے متعلق قرآنی تعلیم یون بیان ہوئی۔ کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ پہلے فرمایا کہ عدل کرو پہر اس سے بہی آگے بڑہکر فرمایا۔ احسان کا بہی خدا نے تم کو حکم کیا ہے۔ یعنے صرف اسی سے نیکی نہ کرو۔ جس نے تم سے نیکی کی ہو۔ بلکہ احسان کے طور پر بہی جو کہ کوئی حق نہ رکہتا ہو کہ اس سے نیکی کی جاوے اس سے بہی نیکی کرو۔ مگر احسان مین بہی ایک قسم کا باریک نقص اور مخفی تعلق اس شخص سے رہ جاتا ہے جس سے احسان کیا گیا ہے۔ کیونکہ کبہی کسی موقع پر اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جو اس محسن کے خلاف طبیعت ہو یا نافرمانی کر بیٹہے تو محسن ناراض ہو کر اس کو احسان فراموش یا نمک حرام وغیرہ کہ دے گا۔ اور اگرچہ وہ شخص اس بات کو دبانے کی کوشش ہی کریگا۔ مگر پہر اس مین ایک ایسا مخفی اور باریک رنگ مین نقص باقی رہجاتا ہے کہ کبہی نہ کبہی ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ اسی واسطے اس نقص

اورکمی کی تلافی کرنے کیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ احسان سے بھی آگے بڑھو اور ترقی کرکے ایسی نیکی کرو کہ وہ ایتاء ذالقربیٰ کے رنگ مین رنگین ہو۔ یعنے جس طرح سے ایک ماں اپنے بچہ سے نیکی کرتی ہے۔ ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے۔ نہ کسی طمع پر۔ دیکھو بعض اوقات ایک ماں ۶۰ برس کی بڑھیا ہوتی ہے اسکو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہین ہوتی کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ مین اس کے جوان اور لایق ہونے تک زندہ بھی رہون گی۔ غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرت انسانی مین رکھا گیا ہے ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ خود گیلی جگہ لیٹتی ہے اور اُسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے۔ بچہ بیمار ہو جاوے۔ تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے اس مین تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شعبہ پایا جاتا ہے ؟ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ احسان کے درجہ سے بھی آگے بڑھو اور ایتاء ذی القربیٰ کے مرتبہ تک ترقی کرو۔ اور خلق اللہ سے بغیر کسی اجر یا نفع و خدمت کے خیال سے طبعی اور فطری جوش سے نیکی کرو تمہاری خلق اللہ سے ایسی نیکی ہو کہ اس مین تصنع اور بناوٹ ہرگز نہ ہو۔ ایک دوسرے موقع پر یون فرمایا ہے۔ لا نرید منکم جزاءً و لا شکوراً۔ یعنے خدا رسیدہ اور اعلیٰ ترقیات پر پہنچے ہوئے انسان کا یہ قاعدہ ہے کہ اس کی نیکی خالصاً للہ ہوتی ہے۔ اور اس کے دل مین یہ خیال نہین ہوتا کہ اس کے واسطے دعا کی جاوے یا اسکا شکریہ ادا کیا جاوے۔ نیکی محض اس جوش کے تقاضا سے کرتا ہے۔ جو ہمدردی بنی نوع کے واسطے اس کے دل مین رکھا گیا ہے۔ ایسی پاک تعلیم ہم نے توریت مین دیکھی ہے۔ اور نہ انجیل مین ورق ورق کرکے ہم نے پڑھا ہے مگر ایسی پاک اور کمل تعلیم کا نام و نشان نہین ہے۔

اس وقت دنیا مین تاریکی بہت پھیلی ہوئی ہے خدا کی کتاب پر عمل کرنے کیواسطے جو قوت درکار ہے اس مین بہت کمزوری ہے۔ خدا کی یہ قدیم سے عادت چلی آئی ہے۔ کہ جب دنیا مین گناہ کی ظلمت پھیل جاتی ہے لوگ زندگی کے مقصد اصلی سے دور جا پڑتے ہین۔

اسوقت اللہ تعالےٰ خود اپنی طرف سے ایمانون کو تازہ کرنے کیواسطے انتظام کرتا ہے۔ اور مصلح اور مجدد مبعوث کرتا ہے۔ نقلی ریفارمر اسوقت کچھ نہین کرسکتے خدا کے مقرر کردہ لوگون ہی کا یہ منصب ہوتا ہے۔ کہ دلون پر قابو پاکر ان مین پاک زندگی پیدا کر جاتے ہین خدا کی طرف سے روحانی اصلاح کے لئے مقرر ہونیوالے لوگ چراغ کی طرح ہوتے ہین اسی واسطے قرآن شریف مین آپ کا نام

دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً

آیا ہے دیکھو کسی اندھیرے مکان مین جہان سو پچاس آدمی ہون اگر ان مین سے ایک کے پاس چراغ روشن ہو۔ تو سب کو اس کی طرف رغبت ہوگی اور چراغ ظلمت کو پاش پاش کرکے اُجالا اور نور کردیگا :-

اس جگہ آپ کا نام چراغ رکھنے مین۔ ایک اور باریک حکمت یہہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزارون لاکھون چراغ روشن ہوسکتے ہین۔ اور اس مین کوئی نقص بھی نہین آتا۔ چاند۔ سورج مین یہ بات نہین۔ اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کرنے سے ہزارون لاکھون انسان اس مرتبہ پر پہنچینگے۔ اور آپ کا فیض خاص نہین بلکہ عام اور جاری ہوگا :-

غرض یہ سنت اللہ ہے کہ ظلمت کی انتہا کے وقت اللہ تعالےٰ اپنی بعض صفات کی وجہ سے کسی انسان کو اپنی طرف سے علم اور معرفت دے کر بھیجتا ہے۔ اور اس کی کلام مین تاثیر۔ اور اس کی توجہ مین جذب اور اس کی دعائین مقبول ہوتی ہین۔ مگر وہ انہی کو جذب کرتے ہین۔ اور انہی پر ان کی تاثیرات اثر کرتی ہین جو اس انتخاب کے لایق ہوتے ہین دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

سراجاً منیرا

ہے۔ مگر ابوجہل نے کہان قبول کیا :-

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جس طرح بارش آسمانی سے زمینین اپنی اپنی استعداد کے موافق روئیدگی پیدا کرتی ہین۔ کہین خس و خاشاک اور کہین گلاب کے پھول۔ یعینہٖ یہی حال روحانی بارش کے وقت انسانی روحانیت کا ہے عادت اللہ اسی طرح پر

ہے۔ کوئی نرالی بات نہین آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ وحی جاری رہا۔ بعد ازین اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ تجدید دین کے واسطے مجدد پیدا کرے گا۔ تجدید کہتے ہین۔ ایک کپڑا جو کہ میل کچیل سے آلودہ ہوگیا ہو۔ اس کو دھوکر صاف کرلیا جاوے۔ اور میل اس سے قطعاً الگ کر دیجاوے اور بالکل نئے کی طرح کر دیا جاوے اسی طرح جب دین مین ایک زمانہ گزرنے کے بعد عقاید اور اعمال مین طرح طرح کے گند داخل ہو جاتے ہین اور ایمان کی بنا صرف پرانے قصہ کہانیون پر ہی رہ جاتی ہے۔ اور قصون کے سوائے کچھ ہاتھ مین نہین رہتا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ایسی حالت مین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ وعدہ دیا ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص بھیجتا رہے گا جو تجدید دین کیا کرین گے مگر چودھوین صدی کا سر تو بجائے خود ۲۶ برس بھی گذر گئے آخر حسب وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین وقت پر آگیا مگر یہ لوگ اب تک بھی شک مین ہین۔ اور مجھ پر خواہ مخواہ جھوٹ اور تہمت سے الزام لگاتے ہین کہ نعوذ باللہ مین پیغمبرون کو گالیان دیتا ہون مگر کیا ہی خبیث اور ملعون ہے وہ شخص جو کہ برگزیدہ بندون کا انکار کرے یا اُن کی کسی طرح سے اپنے قول سے یا فعل سے توہین کرے۔

یہ بھی مجھ پر الزام لگایا گیا ہے۔ کہ مین معجزات سے منکر ہون۔ حالانکہ میرا ایمان ہے۔ کہ بغیر معجزات کے زندہ ایمان ہی نصیب نہین ہوسکتا۔ عقل انسان کا کہان تک ساتھ دے سکتی ہے اور اسکی مدد سے یہ کہان تک ترقی کرسکتا ہے ؟ خدا زندہ موجود ہے۔ اور جس طرح اس نے پہلے کام کئے ہین۔ اب بھی ضرور ہے۔ کہ اسی طرح کرے کیا وجہ کہ پہلے معجزات اور خوارق پر ایمان لایا جاتا ہے اور گذشتہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کیا اب خدا بڈھا ہو گیا ہے ؟ یا خدا کی قوت گویائی جاتی رہی ہے ! یا اس کی قوت نصرت اور قدرت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے؟

حال کے فلسفہ والے ان باتون کو نہین مانتے مگر مین خود اس مین صاحب تجربہ ہون۔ جسطرح پہلے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ اب بھی ہوتے ہین اور اسی طرح خدا اپنے خاص بندون کی تائید اور نصرت کرتا ہے۔ اور اسی طرح وحی اور الہام سے ان کی تائید کرتا ہے۔ اگر تمہارے اعتقاد کے موافق مان لیا جاوے کہ اب کوئی سلسلہ وحی و الہام نہین رہا۔ اور وہ مردہ ہوگیا ہے تو پھر مردے سے کیا امید رکھ سکتے ہو؟ کیا مردہ

مردے کو زندہ کر سکتا ہے؟ اور اندھا اندھے کی راہ بری کر سکتا ہے؟:-

میں سچ کہتا ہوں کہ خدا اسی طرح زندہ ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ تھا۔ خدا نے ہمیں ایک خاص مقام پر پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا اب وہ ہمیں رستے میں ہی چھوڑ دے گا؟ مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ مثلاً ایک اندھے سے کسی نے وعدہ کیا۔ کہ تمہیں مدراس یا کلکتہ تک پہنچا دینگے مگر جب وہ نصف راستہ میں پہنچا۔ تو اس کو چھوڑ دیا اب وہ نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔ کیا یہ انصاف ہے اور ظلم نہیں:

ہم خدا پر ایسا الزام نہیں لگا سکتے

کہ اس نے وعدہ تو کیا کہ قیامت تک خلفاء اور مجددین کا سلسلہ جاری رکھونگا۔ مگر ایک خاص وقت کے بعد اس نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ سورہ نور میں آیت استخلاف کو غور سے پڑھکر دیکھ لو۔ میں بھی اسی وعدہ کے موافق آیا ہوں اور اسواسطے **موعود** کہلاتا ہوں۔ یہ نہیں کہ **آواگون** کے طور پر وہی مسیح آگیا ہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو علم تہا کہ آخری زمانہ میں امت بگڑ جائے گی۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کی حالت تہی۔ وہی حالت مسلمانوں کی موعود مسیح محمدی کے زمانہ میں ہو جائے گی۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں اسی کی طرف تو اشارہ ہے۔ خود مسلمانوں سے پوچھ لو۔ کہ آخری زمانہ کے مسلمانوں اور علماء کا کیا حال لکھا ہی یہی کہ لکھا ہے کہ ایسے ہو جاوینگے کہ قرآن پڑہینگے مگر قرآن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ایمان صرف زبانوں پر ہی ہوگا۔ اب صاف ہے کہ ایسے وقت میں ان کی اصلاح کے واسطے جو شخص آویگا۔ وہ بھی مناسب حال ہی آویگا۔ اور ضرورت اور کام کے لحاظ سے اس کا نام بھی **مسیح** ہوگا:-

کیا یہ ظاہر نہیں۔ کہ دین مرگیا تو پھر جب کسی آدمی عزیز دوست حتی کہ پالتو کتا۔ بلی ہی مرجائے تو اسے رنج ہوتا ہے اور افسوس آتا ہے تو کیا وجہ کہ دین کی موت کا کسی کو رنج نہیں اور کسی کے دل میں ماتم نہیں نظر آیا؟

یہ بھی مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں **نبوت** کا دعوےٰ کرتا ہوں اور کہ میں نے نیا دین بنا لیا ہی یا میں کسی الگ قبلہ کی فکر میں ہوں۔ نماز میں نے الگ بنالی ہے یا قرآن کو منسوخ کر کے اور قرآن بنا لیا ہے۔ سو اس تہمت کے جواب میں میں بجز اس کے کہ

لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں

اور کیا کہوں۔ میرا دعوےٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفا نہیں کر سکتا۔ کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام **نبوت** ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔ نباء ایک عربی لفظ ہے جسکے معنے ہیں خبر کے اب جو شخص کوئی خبر خدا سے پاکر خلق پر ظاہر کرے گا۔ اسکو عربی میں نبی کہیں گے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوکر کوئی دعوےٰ نہیں کرتا یہ تو نزاع لفظی ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے:-

دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ اس امر کی صراحت کرتا ہے نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مرگیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے ایک باغ جسکو اسکے مالی اور **باغبان** نے چھوڑ دیا۔ اسے بھلا دیا اسکی آبپاشی کی اسکو فکر نہیں۔ تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ چند سال بعد وہ باغ خشک ہوکر بے ثمر ہو جاویگا۔ اور آخر کار لکڑیاں جلانے کے کام میں لائی جاوینگی اصل میں ان کی اور ہماری تو

نزاع لفظی ہے

مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں۔ مجدد صاحب بھی اس کے قایل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔ وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔ اچھا میں پوچھتا ہوں کہ ایک انسان خدا سے خبر پاکر دنیا پر ظاہر کرے۔ تو اسکا نام آپ لوگ عربی زبان میں بجز نبی کے اور کیا تجویز کرتے ہیں؟ عجیب بات ہی کہ اسی لفظ کے مفہوم کو اگر زبان اردو میں یا پنجابی میں بیان کیا جاوے۔ تو مان لیتے ہیں اور اگر عربی میں پیش کریں۔ تو نفرت اور انکار کرتے ہیں۔ یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

اب صرف یہی بات باقی ہے جسے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں نے شاید اس مہذب اور تعلیم یافتہ گروہ کو بھی اس امر میں دہوکا دیا ہو اور ہم سے بدظن کرنے کی کوشش ہو۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں پر ظاہر کردوں۔ کہ

خدا نے مجھے تجدید دین کیواسطے تائید اور نصرت کیساتھ تازہ نشانات دیکر بھیجا ہے۔ تا دین کو تازہ کر دیا جاوے۔ آپ یقیناً سمجھیں۔ کہ اگر خدا نے مجھے نہ بھیجا ہوتا تو یہ دین بھی اور دینوں کی طرح صرف قصے کہانیوں میں ہی محدود ہو جاتا۔ خدا سے آنیوالا نابود نہیں کیا جاتا۔ انجام کار خدا اسکی سرسبزی دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے:-

ان لوگوں نے میری توہین کے واسطے جہوٹ سے تہمت سے۔ افترا سے اور طرح طرح کے حیلوں سے کام لیا ہے اور ہماری ترقی کو روکنے کے واسطے ہم سے لوگوں کو بدظن کرنے کے واسطے سخت سے سخت کوششیں کی ہیں مگر خدا کی قدرت باین ہمہ ہماری ترقی ہی ہوتی گئی۔ اور ہو رہی ہے حتےٰ کہ اب چار لاکہ سے بھی زیادہ لوگ مختلف ممالک میں ہماری جماعت کے موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سمجھدار لوگ جب سمجھ لیتے ہیں۔ کہ یہی راہ دشمن پر غلبہ پانے کی ہے تو پھر وہ اس پر سچے دل سے قایم ہو جاتے ہیں:-

اب ہم میں بتائیں کہ ان کا یہ مذہب ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں۔ بلکہ زندہ ہیں۔ اور آنحضرت صلعم وفات پاکر مدینے میں مدفون ہیں۔ بتائیے انہوں نے آنحضرتؐ کی عزت پر کیسا حملہ کیا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ وہی اسرائیلی نبی پھر دنیا میں آکر امت محمدیہ کی اصلاح اور تجدید دین کرے گا۔ اب فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ کے بعد جب ایک اسرائیلی نبی آگیا تو پھر آنحضرت صلعم کسطرح خاتم النبیین رہے؟ اس اعتقاد سے تو خاتم النبیین حضرت عیسےٰؑ ہوئے۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا عیسےٰؑ تو خود براہ راست خدا کے نبی تہے کیا ان کی پہلی شریعت اور نبوت منسوخ ہو جائے گی؟ جب سورہ نور میں ہمیں صاف الفاظ میں وعدہ مل چکا ہی کہ جو آویگا تم میں سے ہی آویگا۔ تمہارے غیر کو قدم رکہنے کی اب گنجایش نہیں۔ اور بخاری میں بھی جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اماکم منکم

موجود ہے۔ اور پھر جب کہ ان کی وفات بھی صراحت سے قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے تو کیوں ایسا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر قرآن شریف اور آنحضرتؐ کے خلاف ایک عقیدہ ہے۔ آنحضرتؐ نے خود انکو معراج کی رات میں وفات شدہ انبیاء کے ساتھ دیکھا۔ اگر وہ زندہ تھے تو انکے واسطے الگ کوئی مقام تجویز ہونا چاہیئے تھا۔ نہ کہ مردوں میں۔ زندہ کو مردہ سے کیا تعلق اور کیا واسطہ؟

غرض خدا نے قول سے اور آنحضرتؐ نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ وفات پا چکے۔ اب ما ذا بعد الحق الا الضلال :-

مسلمان کہلا کر قرآن اور قول رسولؐ کو قبول نہیں کرتے۔ تو نہ کریں۔ ان کا اختیار ہے میری تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس کی جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ اور اس کی جس کا میں غلام ہوں۔ تکذیب کرتے ہیں۔ میں کیا اور میری تکذیب کیا۔ بلکہ یہ تو آنحضرتؐ کی تکذیب کرتے ہیں :-

بات تو ایک ہی ہے قرآن میں خلیفہ کے آنے کی نص موجود ہے۔ اور احادیث میں قرب قیامت کے وقت آنیوالے خلیفہ کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ اب ان میں اختلاف کیا ہے؟ ان الزامات کے سوا دوسرے الزام بھی اسی قسم کے بے حقیقت اور ضد اور تعصب کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان سب کا رد مفصلاً ہم نے اپنی کتابوں میں کر دیا ہے :-

ان لوگون کے بعض عقاید تو ایسے ہیں جن سے ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے مثلاً ان لوگون کا عقیدہ ہے۔ کہ

کوئی بھی مس شیطان سے پاک نہیں بجز عیسیٰ علیہ السلام کے

ان کا یہ مسئلہ کیسا قابل شرم ہے۔ ہمارے نبی کریمؐ افضل الرسل پاکون کے سردار تو مس شیطان سے (نعوذ باللہ) پاک نہیں۔ اور حضرت عیسےٰؑ پاک ہیں۔ کیسا افسوس کا مقام ہے۔ خدا جانے مسلمان کہلا کر ان کو کیا ہوگا۔ دیکھو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے اور خود مسلمان آریوں اور عیسائیوں کے ہمزبان بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا اپنا سب سے پیارا نبی جس کی پیروی ہمارا فخر اور ہمارے واسطے باعث عزت اور موجب نجات ہے۔ اگر وہ وفات پا چکے ہیں۔ تو ہم عیسےٰؑ کو کیا کریں :-

بس

یہ باتیں ہیں جن پر ہمیں کافر کہا جاتا ہے۔ دجّال کہا جاتا ہے اور اسلام سے خارج کہا جاتا ہے اور ہم سے سلام علیکم کرنے مصافحہ کرنے ملاقات کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے ایسا متعدی کفر ہے اور تمام جماعت ایک کافرون کا مجموعہ ہے کیسا افسوس آتا ہے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپکے دین کی تجدید اور خدمت کرنے کے واسطے ہر وقت کمر بستہ ہے اسکو گندی گالیان نکالتے ہیں۔ بُرے بُرے نامون سے یاد کرتے ہیں۔ میرے صندوق بھرے پڑے ہیں ان کی گالیون کے گندی خطوط سے بعض اوقات بیرنگ خط محصول ادا کر کے وصول کیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں اول سے آخر تک بے نقط گالیون کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اور مولوی کہلا کر چوہڑے چمارون کی طرح گندی اور فاحش گالیان نکالتے ہیں۔ کہ انسان کو پڑھتے ہوئے بھی شرم آجاتی ہے :-

ابھی کہتے ہیں کہ اسلام کو کسی کی کیا ضرورت ہے جب کہ قرآن موجود ہے اور مولوی موجود ہیں یہ نہیں جانتے کہ ان کے مولوی جو آنحضرتؐ کے گلہ بان ہیں خود بھیڑیے ہیں اور وہ ریوڑ کیسے خطرہ میں ہے جسکا کوئی گلہ بان نہ ہو اسلام پر اندرونی اور بیرونی حملے ہو رہے ہیں۔ اور دین کمزور ہو رہا ہے پس ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ مغالطے اور مشکلات دور کر کے پیچیدہ مسائل کو حل کر کے رستہ صاف کرتا اور اسلام کی اصلی روشنی اور سچا نور دوسری قومون کے سامنے پیش کرتا۔ دیکھو ایک وہ زمانہ تھا کہ عیسائی لوگ کہتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ کی نہ کوئی پیشگوئی ہے۔ نہ معجزہ۔ مگر اب میرے سامنے کوئی نہیں آتا۔ حالانکہ ہم بلاتے ہیں :-

خدا کا یہی ارادہ تھا۔ اس نے اپنے وعدہ کے موافق وقت پر اپنے دین کی خبر گیری اور دست گیری فرمائی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اسلام کو اس نے دنیا میں قائم کیا قرآن کی تعلیم پھیلائی اور اس کی حفاظت کا بھی وہی خود ذمہ وار ہے جب انسان اپنے لگائے ہوئے **بوٹے** کو التزام سے پانی دیتا ہے۔ تا وہ خشک نہ ہو جاوے۔ تو کیا خدا انسان سے بھی گزرا۔ اور لاپرواہ ہے؟ یاد رکھو کہ

اسلام نے جن راہون سے پہلے ترقی کی تھی اب بھی انہی راہون سے ترقی کرے گا

خشک منطق ایک ڈائن ہے۔ اس سے انسان آدمی کے اعتقاد میں خلل آجاتا ہے۔ اور ظاہری فلسفے روحانی فلسفے کے بالکل مخالف ہیں :-

صاحبان۔ یہ امور ہیں۔ جن کی اصلاح کیواسطے میں بھیجا گیا ہون۔ میں یہ بھی جانتا ہون۔ کہ اس مجلس میں سے بعض ایسے بھی لوگ اٹھیں گے۔ کہ ان میں کچھ بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی ہوگی یا ان کے خیالات پر میری ان باتون کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ مگر یاد رکھو۔ جو مجھ سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ مجھ سے نہیں۔ بلکہ اس سے مقابلہ کرتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر ادنیٰ چپراسی کی ہتک کی جائے اور اس کی بات نہ مانی جاوے۔ تو گورنمنٹ سے ہتک کرنے والے یا نہ ماننے والے کو سزا ملتی ہے اور باز پرس ہوتی ہے۔ تو پھر خدا کی طرف سے آنیوالے کی بے عزتی کرنا اسکی بات کی پرواہ نہ کرنا کیونکر خالی جا سکتا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہون۔ کہ اگر میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو یون ہی بگڑ جائے گا۔ خواہ کوئی اسکی مخالفت کرے یا نہ کرے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قد خاب من افترٰی۔ اور ومن اظلم ممن افترٰی علے اللہ کذباً۔ اور وہ شخص جو رات کو ایک بات بناتا۔ اور دن کو لوگون کو بتاتا اور کہتا ہے کہ مجھے خدا نے ایسا کہا ہے۔ وہ کیونکر بامراد اور بابرکت بار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین جب ایسے ایک عظیم الشان انسان کے واسطے ایسا فرمان ہے۔ تو پھر ادنیٰ انسان کے واسطے تو چھوٹی سی چھری کی ضرورت تھی۔ اور کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا

مرتبہ

(عبد الرحمان قادیانی احمدی)

خوشخبری

علیگڈھ کالج کے نتائج شایع ہو گئے ہیں۔ ماسٹر محمد دین صاحب امتحان بی۔ اے اور منشی عزیز احمد صاحب امتحان ایف۔ اے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مبارک

یہہ خبر بھی بڑی مسرت سے پڑھی جاویگی۔ کہ اس سال امتحان انٹرنس میں ڈسٹرکٹ بورڈ کا وظیفہ ضلع گوجرانوالہ میں ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام

یادگار حضرت مسیح موعود (علیہ السلام)

(یعنی)

مدرسہ دینیہ کے متعلق بعض ضروری تجاویز

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو تحریک خاکسار راقم اور بعض دیگر ممبران مجلس معتمدین نے بہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ماہ گذشتہ میں حضرت مسیح موعود کی یادگار کے لئے کی تھی۔ کہ ایک اعلیٰ پیمانہ پر ایک دینی مدرسہ قایم کیا جاوے۔ جسکی غرض نہ صرف علم دین سکھانا ہی ہو۔ بلکہ خصوصیت سے دین اسلام کے واعظ تیار کرنا۔ وہی تحریک مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ میں پیش ہوکر ایک سب کمیٹی تجویز کیگئی ہے۔ جسکے سپرد یہ کام کئے گئے ہیں۔ کہ وہ "مدرسہ دینیہ کے لئے روپیہ فراہم کرے اور اسکے لئے سکیم اور بجٹ تجویز کرے۔ اور مدرسین مہیا کرے" چونکہ خاکسار راقم کو اس سب کمیٹی کا سکرٹری قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ آپ مندرجہ ذیل امور کو اپنی اپنی انجمنوں میں پیش فرما کر بہت جلد اطلاع دیں۔ کہ ان پر کیا کارروائی ہوئی ہے۔

اسوقت تین باتیں ہیں جن کے متعلق سب کمیٹی نے غور کرکے رپورٹ کرنی ہے۔

(۱) **فراہمی سرمایہ۔** اس کے متعلق کوئی اطلاع مختلف انجمنوں کی طرف سے اب تک نہیں آئی۔ گو امید ہے کہ اس سوال پر پہلے ہی سے انجمنیں اور احباب غور کررہے ہونگے اور ایک حد تک کارروائی بھی ہوچکی ہوگی۔ مگر تجویز کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس کارروائی سے سب کمیٹی کو بھی اطلاع ہو۔ لہٰذا التماس ہے کہ جو کچھ کارروائی کسی جگہ ہوچکی ہے۔ یا جس جگہ کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ وہاں یہی تحریک کو اب پیش کرکے ۲۵۔ جولائی تک یا زیادہ سے زیادہ اخیر جولائی تک خاکسار کو مطلع فرماویں کیونکہ ۱۵۔ اگست سے پہلے پہلے سب کمیٹی نے اپنی رپورٹ کو مکمل کرکے مجلس میں پیش کرنا ہے۔ یہ اطلاع ہر ایک انجمن اور ہر ایک ایسے دوست کی طرف سے جو اس تحریک میں شامل ہونا چاہتا ہو۔ آنی ضروری ہے۔ کہ یکمشت چندہ مکان اور لائبریری کیلئے کسقدر ہوگا اور مستقل ماہوار چندہ کسقدر؟

اس جگہ ایک بات ضروری بیان کرنیکے قابل ہے اور وہ یہ کہ جسقدر چندے۔ لنگر خانہ۔ مدرسہ۔ اشاعت اسلام یعنی میگزین۔ مسکین فنڈ۔ مقبرہ تعمیر کے پہلے دئے جاتے ہیں ان میں حتی الوسع کچھ ایزادی ہی ہونی چاہیئے۔ اور کسی قسم کی کمی اس وجہ پر واقع نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ ایک نیا چندہ یادگار کے لئے قایم کیا گیا ہے۔ یہ وہ شاخیں اس سلسلہ کی حضرت مسیح موعود کی اپنے ہاتھ کی لگائی ہوئی ہیں اور خدا کے فضل سے مفید اور بابرکت ثابت ہوئی ہیں انکی خبرگیری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جاوے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ توجہ انکی طرف رکھی جاوے۔ مذکورہ بالا چندوں میں سے بعض چندے جیسے لنگر خانہ۔ مدرسہ۔ اشاعت اسلام کے چندے ایسے ہیں جنکے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خاص طور پر بہت تاکید سے حکم دیا تھا۔ پس اس حکم کی تعمیل اب پہلے سے بھی زیادہ توجہ اور اخلاص کیساتھ ضروری ہے۔ اس بات کی طرف میں نے خصوصیت سے احباب اور انجمنوں کو اسلئے بھی توجہ دلائی ہے کہ چندماہ سے قحط کی وجہ سے یہ سب فنڈ تنگی کی حالت میں ہیں جیسا کہ آمد و خرچ کے نقشوں سے جو ماہوار چھاپے جاتے ہیں ظاہر ہے اب چونکہ خدا تعالیٰ نے ایک حد تک قحط کی تنگی کو دور کردیا ہے۔ اسلئے امید ہے کہ ہمارے احباب اس کمی کی طرف جو واقع ہوئی ہے۔ خاص توجہ کرکے اب اسے پورا کرنیکی کوشش کرینگے باقی رہا یادگار کا چندہ سو اسکے لئے اخلاص اور محبت سے جو کچھ بہا جاوے خدا تعالیٰ اسمیں بہت برکت ڈالیگا اور میں تو یقین رکھتا ہوں کہ وہ بابرکت نام جسپر اس چندہ کی تحریک کی گئی ہے ایسا نام ہے۔ کہ خود بخود ہی محبت کے دلوں میں ایک جوش پیدا کرنیوالا ہے۔ اور جب خود خدا تعالیٰ اس کام کو چاہتا ہے تو ہو کر ہی رہیگا۔ اسوقت میں بھی اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے مکرم اور مخدوم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور نے اس چندہ کیلئے ایک ایسا نمونہ دکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس سلسلہ کے مخلصین کے دلوں میں الہام کررہا ہے کہ وہ اسکی اشاعت میں اپنے مالوں اور جائیدادوں کو قربان کردیں چنانچہ شیخ صاحب نے تو پچاس روپیہ ماہوار کا وعدہ فرمایا ہے اور سید صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ اپنی پریکٹس کی آمدنی کا قریباً نصف حصہ اس غرض کے لئے دیا کرینگے سید صاحب کی پریکٹس چونکہ لاہور میں خدا کے فضل سے بہت وسیع ہے اسلئے امید ہے کہ انکی طرف سے ایک بڑی بھاری رقم مستقل طور پر اس چندہ میں پہنچتی رہیگی جزاہم اللہ احسن الجزاء یہ وہ نمونے ہیں جو آخر دنیا کو دکھاوینگے کہ اس سلسلہ کا ہادی اپنے اندر کیسی تڑپ اور کیسا سچا جوش اعلاء کلمۃ اللہ کا رکھتا تھا۔

(۲) دوسرا امر مدرسہ دینیہ کے سکیم کے متعلق ہے سو یہ تو چندوں کے تخمینہ کے بعد ہی تجویز ہوگا۔ اور سکیم بھی اگرچہ ایک حد تک سرمایہ کی حالت پر غور کرکے ہی تیار ہوسکتی ہے مگر اسکے لئے میں اس بات کو بھی پسند کرتا ہوں کہ سب کمیٹی کے سامنے اہل الرائے احباب اور انجمنوں کی طرف سے اسکے متعلق بھی کچھ رائیں ہوں جن سے سب کمیٹی کو فیصلہ پر پہنچنے میں مدد ملے۔ اسوقت تک میرے ذہن میں یا ممبران سب کمیٹی کے ذہن میں کوئی خاص تجویز نہیں ہے کہ یہ مدرسہ کس طرز پر چلایا جائیگا مگر صرف غور کے لئے چند باتیں میں اسجگہ پیش کرتا ہوں۔ اور یہ بھی ساتھ ہی عرض کرتا ہوں کہ انجمنوں یا احباب کیطرف سے جو رائیں پہنچیں وہ مدلل ہوں تاکہ انپر غور کرنا آسان ہو۔

اسوقت بھی مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک شاخ دینیات یا عربی کی ہے جسکی تعلیم سال گذشتہ میں غور کے بعد یوں تجویز کی گئی تھی۔ کہ پرائمری پاس شدہ طلبا اس مدرسہ میں داخل کئے جاویں۔ اور انکو مولوی۔ مولوی عالم۔ اور مولوی فاضل کے امتحانوں کیلئے بھی تیار کیا جاوے۔ یعنی علاوہ ضروری تعلیم دینیات کے جس سے وہ دنیا میں تبلیغ کرنیکے قابل ہوں یہ امتحان جو یونیورسٹی کے امتحان ہیں اسلئے رکھے گئے تا کہ سبیل معاش کے لئے بھی ایک صورت ملازمت کی بوقت ضرورت نکل سکے۔ گو یہ کہا جاسکتا ہے کہ چھ سال میں ان امتحانوں کے پاس کرنیکے ساتھ بہت کم وقت ایسا نکلیگا جو ان طلباء کو تبلیغ کا اہل اور اس کرنیکے قابل بنائے۔ کیونکہ زیادہ حصہ اسکے وقت کا امتحانوں کے کورس تیار کرنے میں صرف ہوگا گو جو قابلیت زبان عربی کی انکو پیدا ہوگی۔ وہ بھی دینیات کے لئے مفید ہوگی اور ایسا ہی ممکن ہے کہ آخری امتحان یعنی مولوی فاضل کے بعد خاص وظائف دیکر چند ایسے طلبا کو جو خاص قابلیت رکھتے ہوں واعظ بننے کے لئے تیار کیا جاوے اور انکی تعلیم کا سلسلہ اسکے بعد دو یا تین یا چار سال تک جاری رکھا جاوے اسی شاخ میں طب کی پڑھائی بھی ضروری رکھی گئی تھی تا کہ ایسے واعظین جسمانی علاج سے بھی لوگوں کو فائدہ پہنچائیں اور خود انکے گذارہ کی بھی ایک صورت ہوجائے علاوہ اسکے مروجہ مضامین بھی جیسے جغرافیہ تاریخ سائنس انگریزی کی بھی تھوڑی تھوڑی واقفیت ضروری قرار دیگئی تھی۔ یہ تو موجودہ شاخ دینیات یا شاخ عربی کی حالت ہے جسپر ہمارے احباب غور اور بحث کرسکتے ہیں۔ اور امور جن پر غور ہوسکتا ہے یہ ہیں کہ ہمیں ضرورت دو قسم کے واعظوں کی ہے اول وہ جو ہندوستان اس ملک میں کام کرسکیں اور دوسرے وہ جو دیگر ممالک میں کام کرسکیں اول قسم کے واعظین بھی پھر دو قسم کے ہونگے۔ ایک وہ جو دیہات میں کام کریں اور دوسرے وہ جو شہروں میں کام کریں۔ غیر ممالک میں کام کرنیوالے واعظ لازماً ایسے ہونگے جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کی ہو اور کسی دوسری زبان میں خاص قابلیت پیدا کی ہو۔ پس تین قسم کے واعظ درکار ہونگے جنکی تعلیم کا معیار بھی الگ الگ ہونا چاہیئے۔ یا ایسا ہوسکتا ہے۔ کہ بعض واعظین ایسے ہوں جنکو پرائمری یا مڈل کے بعد چند سال تک تعلیم دینی دیجاوے۔ اور کسی خاص امتحان یونیورسٹی کیلئے انہیں تیار نہ کیا جاوے بلکہ دینی تعلیم کیساتھ کسیقدر طب کی تعلیم دیجاوے بعض طلباء اس مدرسہ میں ایسے ہوں جن کو انٹرنس کے بعد دینی تعلیم پر خصوصیت کیساتھ لگایا جاوے۔ اور بعض ایسے ہوں جنکو بی۔ اے یا ایم۔ اے پاس کرنیکے بعد خالص دینی تعلیم دیجاوے اور پھر انمیں سے ہر ایک سے اسکی لیاقت اور قابلیت کے مطابق کام لیا جاوے بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بعض کو ڈاکٹری کی پوری تعلیم دیکر پھر انہیں دینی تعلیم دیجاوے اور تبلیغ کا کام ان سے لیا جاوے یا ایسا ہی اور کوئی مفید پیشہ جسکا اثر بھی پبلک پر نیک ہو دینی تعلیم کیساتھ یا اس سے پہلے یا بعد جیسا مناسب ہو سکھایا جاوے۔ یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ اگر جیسا کہ مدرسہ کی موجودہ صورت ہے۔ ہر ایک طالب علم کو مدرسہ دینیہ میں داخل کرلیا جاوے تو آیا ہمارے پاس بالفعل اسقدر ذرایع ہیں۔ کہ ان سب کو بلا تخصیص کیفیت تبلیغ کے کام پر لگا کر انکو گذارہ دے سکے اور اگر یہ صورت نہ ہو۔ تو پھر آیا اس دینی مدرسہ میں خالص خاص ان لڑکوں کو داخل کیا جاوے جنکو تبلیغ کے کام کے لئے موزوں سمجھا جاوے کیونکہ اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کوئی قابلیت خاص دیکھنے کے بغیر طلباء [illegible] مدرسہ میں داخل کیا جاویگا تو بہت سے طالب علم ایسے بھی ہونگے جو آخر تبلیغ کے کام کے قابل نہ ہونگے اور اگر انکو دینیات کے سوا کچھ نہیں سکھایا گیا جس سے وہ سبیل معاش اپنے لئے پیدا کرسکیں تو پھر انکی کیا حالت ہوگی۔ میں بالفعل کوئی ایک رائے پیش نہیں کی بلکہ در اصل مختلف خیالات کی کچھ تصویر پیش کی ہے۔ شاید ان میں سے کوئی بات کسی صاحب کے لئے رائے قایم کرنے میں ممد ہو اور اسطرح پر کوئی مفید رائے اور مفید مشورہ مل سکے گو یہ ضروری ہے کہ عموماً ایسی رائیں انجمنوں کے ذریعہ سے آئیں۔ سوا بحث کے گو ملی ہوں کیونکہ اگر سب دوست الگ الگ رائیں بھیجیں گے

قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے ایک درد دل کا اظہار

۱۶- جولائی ۱۹۰۸ء کے درس قرآن شریف میں سورہ الشوریٰ کا پہلا رکوع تھا۔ آپؓ نے ابتداء درس میں فرمایا کہ اس سورت شریف کا ابتداء نہایت ہی عجیب رنگ میں ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے باریک اسرار اور پر معارف نکات بھرے ہوئے ہیں مگر آج میری طبیعت پر ایسا کچھ غیر معمولی صدمہ ہے کہ طبیعت میں ان معارف اور باریک علوم کے بیان کرنے کی برداشت نہیں۔ خدا کا فضل اور توفیق شامل حال رہی اور زندگی ہوئی۔ تو انشاء اللہ کسی دوسرے وقت بیان کرونگا

آپؓ کے اس رنج اور صدمے کا باعث یہ ہے کہ خدا کی ایک دربار یک حکمتوں اور مخفی در مخفی مصالح سے حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار جو انہی کالموں میں **اشتہار مفید الاخیار** کے عنوان کے نیچے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ آپؓ کے ہاتھ میں آ گیا اسکا مضمون جیسا کہ آپکو پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ آپؓ نے پڑھا اور پھر یہ خیال کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایسی پاک تجویز جسکا اظہار حضور نے ۹- ستمبر ۱۹۰۱ء کو کیا جسپر آج ساتواں برس جاتا ہے مگر اسکی عملی صورت ابھی تک قایم نہیں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پاک خواہش کا اتنا لمبا عرصہ معرض التوا میں پڑے رہنا اور قوم میں سے کسی ایک فرد کا بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہونا یہ **خیال** ایک ایسے انسان کے واسطے جس نے حضرت اقدسؑ کے ایک اشارہ پر ترک دنیا ترک وطن ترک جان و چشم کر دیا ہو۔ اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشات کو اس امام برحقؑ کے ارادوں پر قربان کر دیا ہو۔ اور وہ اسکی محبت میں ایسا گداز ہو۔ کہ ایک رات کے واسطے اسکی جدائی اسکو موت نظر آتی ہو کیسا دکھ دہ اور کیسا رنج رسان اور کیسا درد پیدا کرنیوالا ہو سکتا ہے۔ اسکا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو کسی سے ایسا ہی اخلاص و ارادت ہو۔

بہرحال حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے یہ خواہش کی ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کی اشاعت کیجاوے اور جن احباب کو اخبار نہیں پہنچتے یا وہ اخباروں سے مذاق نہیں رکھتے اخبار پڑھنے والے احباب انکو یہ اشتہار سنا دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے اگر ۹- ستمبر سے ۲۴- دسمبر تک اس کام کیواسطے مہلت دی تھی۔ تو اب ۲۰- جولائی سے ۲۴- دسمبر تک مہلت ہے کیا اچھا ہو کہ ایک بڑی جماعت حضرت اقدسؑ اور پھر خلیفۃ المسیحؓ کی اس خواہش کے پورا کرنیکے واسطے کمر ہمت باندھیں اور خدا سے مدد پا کر دسمبر ۱۹۰۸ء کے جلسہ پر اس امتحان میں شامل ہوں (جو لوگ اسمیں شامل ہونا چاہیں لو ضروری شامل ہوں مجھے از راہ محبت اطلاع دیں۔ اس اطلاع میں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ احباب توجہ کریں اور عبد الرحمٰن پوری توجہ کرو۔)

(حضرت اقدسؑ کا اشتہار ذیل میں درج ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار مفید الاخیار

چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایکسو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ ان سب کا اسکو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے اور انکے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے اور خدا تعالیٰ کی حجت جو انپر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اسکو سمجھا سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے وساوس شایع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے پس ان تمام امور کیلئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اسطرف توجہ دیجاوے کہ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھکر اس امتحان کے لئے طیار ہو جائیں اور دسمبر آیندہ کی تعطیلوں پر قادیان میں پہنچکر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔ اسجگہ اسی غرض کیلئے تعطیلات مذکورہ میں ایک جلسہ ہوگا اور مباحث مندرجہ کے متعلق سوالات دیئے جائیں گے۔ ان سوالات میں جو علمیت جو اس نکلیگی انکو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جائے گا اور وہ اس لائق ہونگے۔ کہ انمیں سے بعض دعوت حق کے لئے مناسب مقامات میں بھیجے

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپ کے شایع ہوا۔

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی ایک تقریر بمقام لاہور

۲۱-جون ۱۹۰۸ء کو جب کہ احمدی قوم کے کئی سو احباب اس مبارک پیغام کے یونیورسٹی ہال لاہور مین سنائے جانے کی تقریب پر مختلف اطراف سے لاہور مین جمع ہوئے تھے جو کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی کے آخری چند ایام مین دنیا مین حقیقی امن اور صلح قائم کرنے اور ہر قسم کے فساد اور آئے دن کے جھگڑون کی خطرناک آگ کے بجھانے اور خدا کے پیارے برگزیدہ اور مقبول انسانون کی (جو دنیا کے مختلف حصون مین وقتاً فوقتاً دنیا کی ہدایت اور نجات کے واسطے خدا سے مبعوث ہو کر آتے تھے) عزت اور عظمت قائم کرنے اور انکی ہتک اور توہین کی لعنت اور جذام کا (جس کیوجہ سے دنیا نے یہ دن دیکھے۔ کہ آئے دن دنیا پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ اور دنیا مورد قہر الٰہی بن رہی ہے اور خدا کا غضب مختلف شکلون مین کبھی طاعون کے رنگ مین اور کبھی زلازل کی تباہ کن زجر کی شکل مین کبھی قحط بنکر اور کبھی وبا ہو کر دنیا کو نگل رہا ہے) دنیا سے خاتمہ کر دینے کی غرض سے لکھی تھی۔ ایسے موقع پر صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق احمدیہ بلڈنگز لاہور مین ایک پرجوش تقریر بڑے موثر لہجے اور پرزور الفاظ مین بیان فرمائی۔ جسکا خلاصہ ہدیہ ناظرین ہے۔ (عبدالرحمان قادیانی)

خلاصہ تقریر

میرا در اصل کچھ کہنے کا منشا نہ تھا۔ مگر روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ کہ ایسے موقع پر جب کہ بہت سے دوست مختلف شہرون سے ایک جگہ جمع ہون گے ضروری ہے کہ کچھ بیان کیا جاوے۔ لہذا مین صرف اس حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوا ہون آج کل بعض اعتراض کئے گئے ہین۔ انکا دفع کرنا میرا مقصود ہے:

اگر حضرت مرزا صاحب کی وفات پر اسقدر اعتراض واقع نہ ہوتے۔ اور اسطرح سے بیجا نہ ہنسی ٹھٹھا نہ کیا جاتا۔ تو پیشگوئی کا ایک بڑا حصہ پورا ہونے بغیر ہی رہجاتا لہذا ضروری تھا کہ آپ کی وفات پر بھی بعض پیشگوئیان جو وفات کے متعلق تھین۔ پوری ہو کر رہتین ضروری تھا کہ ہنسی ٹھٹھا بھی کیا جاتا۔ اور طرح طرح کے اعتراض بھی کئے جاتے تا آپ کے وہ الفاظ جو آپ نے **الوصیۃ** مین لکھے تھے کہ "ہاں ایسے وقت مین ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفون کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیدیتا ہے" نیز یہ کہ "گروہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئین گے اور حوادث کی آندھیان چلین گی۔ اور قومین ہنسی ٹھٹھا کرین گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کیساتھ پیش آئے گی" پھر ان ابتلاؤن اور مشکلات کے پہاڑون اور مصائب کے زلزلون مین ثابت قدم رہنے اور قدم آگے ہی آگے بڑھانے کی قوم کو وصیت فرمائی ہے۔ تا خدا کی تائید اور نصرت کا نور نازل ہو اور وہ دلون پر سکینت اور طمانیت نازل فرماوے

اعتراض ایک ایسی چیز ہے کہ جب کبھی کوئی عظیم الشان انسان دنیا مین کوئی خاص اور اہم مقصد لیکر کھڑا ہوا ہے لازماً دنیا نے اس کو نشانہ اعتراض بنایا ہے سب سے بڑھکر اعتراض اسلام اور بانئے اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوئے ہین کیونکہ جسقدر آپ اہمیت اور عظمت مین سب سے بڑھکر تھے اسی قدر شیطان نے آپ کی مخالفت مین بھی اپنا پورا زور اور ساری طاقت صرف کی ہے اسلام پر اسقدر اعتراض ہوئے ہین۔ کہ اگر انکو جمع کیا جاوے تو ایک عظیم الشان پہاڑ بنتا ہے۔

اسی طرح اسی سنت قدیمہ کے موافق ضروری تھا کہ احمدی قوم اور اسکے معصوم اور محترم بانی کی حیات اور وفات پر بھی اعتراضات کئے جاتے اور ابھی تو یہ ابتدائی اعتراض ہین۔ ابھی خدا جانے آپ لوگون کو یا اس قوم کی آیندہ نسلون کو کن کن اعتراضات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

کتنا بڑا اور کیسا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگون نے کرنا ہے گویا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ آپکے رستہ مین ہے جسے اٹھا کر آپنے رستہ صاف کرنا ہے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا لینا تو آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے۔ جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے۔

اسلام کو دنیا مین پھیلانا

یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے یا کوئی آسان بات؟ مگر تسلی دینے والی اور کمر ہمت کو مضبوط کرنے والی جو بات ہے۔ وہ یہی ہے کہ خود خدا کا یہ وعدہ ہے کہ "مین اس جماعت کے ذریعے سے اسلام کو غلبہ دونگا" پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی وجہ نہین۔

دیکھو حضرت اقدس ؑ نے خود اپنی تحریرون مین لکھا ہے خدا جانے مجھے کن دشوار گذار گھاٹیون خار دار جنگلوں اور سنسان بیابانون مین سے گذرنا ہے پس جس کے پاؤن نازک ہین اسکو چاہیے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائے۔

دوستو! اب وہ وقت آگیا ہے اور وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیان اور خار مغیلان کے بھرے ہوئے جنگل اور بھیانک اور ڈراونے بیابان ابھی ہمارے سامنے آئے ہین جن کو طے کر کے ہمین اپنے امام پاک اور ہادی برحق کے بتلائے ہوئے منزل مقصود تک پہنچنا ہے اس سے پہلے تو ایک ایسا وجود ہم مین موجود تھا۔ جو اپنے ہاتھون تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن طرز سے انجام دیتا تھا اور در اصل سچ پوچھو۔ تو بات یہی تھی کہ ہم اسوقت مزے کی نیند اور استراحت کے نرم نرم بچھونون پر سوتے تھے۔ اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑھکر ہمین آرام دیتا تھا اور ہر بلا کے لئے ہمارا خود سپر بن جایا کرتا تھا۔ ہمین اس کی زندگی مین نہ کوئی فکر تھی اور نہ کوئی خوف ہم مطمئن اور بے فکر تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ خدا کا مقدس اور برگزیدہ رسول ہمارے سارے کام کر رہا ہے اور اس ایک تن واحد نے (خدا کے ہزار ہزار صلوٰۃ اور سلام ہون اسکی پاک روح پر) ہم سب کو ان افکار سے مستغنی کر رکھا تھا۔

مگر پیارے بھائیو!

اب وہ وقت گذر گیا ہے۔ اور ہمارے سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدون کے مطابق اپنا کام کر کے خدا کو جا ملا ہے اور وہ تمام بوجھ آپ لوگون نے اپنے سرون پر اٹھانے ہین اور اب آپ ہی لوگون نے ان کو انجام دینا اور ان کی تکمیل کرنی ہے پس اپنے آپکو مضبوط کرو۔ کسی معترض کے اعتراض کی اور لومۃ لائم کی پرواہ مت کرو نہ ڈرو اور نہ گھبراؤ مستقل ہو جاؤ اور اپنی کمر ہمت کو مضبوط کس لو۔ اگر پہاڑ بھی کاٹنا پڑے تو کیا خوف؟

یہ خیال کہ قوم کا ہر فرد معترضین کے تمام سوالات کا جواب دینے کیواسطے طیار رہے۔ ٹھیک نہین۔ اور نہ ہی خالی سوالات کے جواب یا بحث مباحثے کچھ مفید ثابت ہوئے ہین۔ بحث مباحثہ سے کبھی کوئی قائل ہوتا دیکھا نہیں

اگر دلائل سے کسی کو ساکت بھی کر دیا جاوے۔ تو بھی تعصب اور ضد ایسی بلا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی پہلو گریز کا نکال ہی لیا جاتا ہے۔ آخر کفارہ اور تثلیث جیسے بیہودہ اور بے دلیل ننگ عقل انسان عقاید بھی تو دنیا میں موجود ہیں اور کثرت سے موجود ہیں۔ مگر کیا یہ لوگ کبھی بحث مباحثے سے اپنے عقاید کو ترک کرتے بھی کسی نے دیکھے ہیں ؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی تو طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے تھے۔ اب ہمارے لئے غور طلب امر ہے تو یہی کہ اس گروہ پاک کو غلبہ کیسے نصیب ہوا تھا پس اس راہ کو دریافت کرنا اور اسپر چلکر انہی نتائج کا حاصل کرنا ہمارا فرض ہے ×

ظاہر ہے کہ اسوقت علم و ہنر کا یہ چرچا نہ تھا اور نہ ان مقدسوں کو یہ اسباب میسر آئے تھے جو آج اس زمانہ میں ہمیں مسیح موعود کی دعاؤں اور انفاس سے میسر ہیں وہ ایک اُمّی گروہ تھا۔ اکثر ان میں ایسے تھے۔ جن کو نہ توریت کا علم تھا۔ اور نہ انجیل کا۔ یہ نہ تھا کہ وہ مختلف ممالک کی زبانوں کے ماہر تھے؛ اگر کوئی افغانستان میں گیا۔ تو اس نے وہاں کی زبان میں مہارت پیدا کر لی۔ اور اُس کے رسم و رواج اور مذہبی اعتقادات کا مطالعہ کر لیا اور اسکے رد کے دلائل سوچ لئے اور ایک خاص تیاری کے بعد وہاں پہنچا ہو۔ یا جو چین کے واسطے منتخب کیا گیا تھا اس کو وہاں کے ملکی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ اور مذہبی حالات سے خاص طور سے آگاہ اور تیار کر کے روانہ کیا جاتا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک

پاک تعلیم اور نیک نمونہ

اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جو تعلیم وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے تھے۔ پہلے وہ خود آپ اسکا پورا اور کامل نمونہ اپنی زندگی میں دکھاتے تھے اور ان کی تعلیمات کی کتاب ان کی عملی اور اخلاقی حالت پر صاف صاف لکھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اخلاقی ترقی کے انتہائی نقطہ تک وہ ترقی کر چکے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں صرف یہی۔ بس یہی ایک ہی روشن دلیل ان کی سچائی کی تھی۔ انکی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا اسکا پورا انعکاس انکی عملی حالت میں موجود ہوتا تھا۔ یہی ایک ہتھیار تھا جس سے انہوں نے دنیا کو فتح کیا۔ اور وہ جہاں گئے۔ عزت و سلطنت عظمت و جبروت نے انکے پاؤں چومے اور اقبال نے انکا استقبال کیا +

ورنہ تو یاد رکھو کہ اگر ان کے ہاتھ میں یہ عملی قوت اور سچا نمونہ نہ ہوتا جیسے جادو کہو یا سحر کہو۔ تو بیچ طلسم کہو تو صحیح۔ تو پھر خواہ وہ دنیا کے تمام علوم کے ماہر ہی کیوں نہ ہوتے کیسی ہی جادو بیانی اور سحران کی تقریروں میں کیوں نہ بھرا ہوتا۔ کروڑوں دلائل ہی کیوں نہ انکے ساتھ ہوتے مگر کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ اور وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکتے۔

پس

یاد رکھو کہ دنیا کو فتح کرنے اور ان کو اپنی بات منوانے کیواسطے نیکی کی ضرورت ہے۔ نیکی کے کامل نمونے اور اخلاق کے پتلے پر کون ہے جو اعتراض کرے گا۔ آؤ بھائیو ہم تم اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور وہی راہ اختیار کریں۔ ایک خاص وقت تک تبلیغ اور اتمام حجت کی غرض سے دلائل اور رسائل کی بھی ضرورت تھی۔ سو اسے ہمارے امام صادق علیہ السلام نے کامل اور اکمل طور سے پورا کر دیا۔ تمام دنیا بالاتفاق کہتی ہے۔ کہ دنیا میں نیکی پھیلے۔

اب اگر ہم اس تعلیم کے مطابق جو ہمیں دیگئی ہے اپنے نفسوں اور روح کو پاک کر کے اس سلسلہ کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دیں اور اس تعلیم کے اصلی نور اور حقیقی اثر کو اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ سے دنیا کے آگے پیش کریں۔ تو تمام اعتراضات خود بخود حل ہو جاویں گے اور ہمیں لمبے چوڑے مباحثات کرنے اور عقلی نقلی دلائل بیان کرنیکی چنداں ضرورت ہی نہ رہیگی

قرآن شریف میں جہاں علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ غور اور تدبر کے لایق ہے۔ میرے خیال میں تو اس آیت کا یہی منشا ہے کہ تم اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ جب تمہارا نفس پاک اور صاف ہو جاوے گا تو پھر گمراہ لوگ تمہیں کوئی ضرر نہیں دے سکیں گے۔ نہ کسی کا اعتراض اور نہ کسی کا ہنسی ٹھٹھا اور مخالفت یا دشمنی کوئی بھی تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے کیونکہ ان باتوں سے نقصان کا احتمال اسی شخص کے واسطے ہو سکتا ہے جسکو اس امر میں شک ہو کہ آیا میں راہ راست پر ہوں یا گمراہ۔ مگر جب تم قرآن شریف کی تعلیم کے اصل منشا پر قایم ہو جاؤ گے اور قرآن کی تمام تعلیمات کا اثر تمہارے وجود میں عملی طور سے نظر آتا ہوگا اور نیکی کے انتہائی درجہ پر قایم ہو جاؤ گے۔ اور اصلاح اور تزکیہ نفس کے تمام مدارج طے کر لو گے تو پھر کسی کا اعتراض ہرگز ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ نقصان اس شخص کو ہوتا ہے۔ جو ابھی کامل نہ ہو۔ یا کوئی کمی اپنے نفس میں محسوس کرتا ہو۔ اور وہ اصلاح کے تمام مدارج اس نے طے نہ کئے ہوں۔ مگر تم جب تزکیہ نفوس کر لوگے اور نیکی کے تمام مدارج حاصل کر لوگے۔ تو پھر کسی گمراہ مفسد اور بدراہ کا کوئی حیلہ اور اعتراض تمہیں ضرر نہ دیسکیگا سو اصل میں حقیقی اور اصولی جواب ان تمام اعتراضات کا میرے نزدیک یہی ہے +

اتنا بیان کر چکنے کے بعد میں دعوے سے کہتا ہوں کہ

بحیثیت ایک جماعت ہونے کے

اور ایک ہی شیرازہ اور ایک ہی حکم کے ماتحت ہونے کے گویا کہ تمام قوم نفس واحد کا حکم رکھتی ہو۔ اسکی نظیر کہیں بھی ہرگز ہرگز نہ ملے گی۔ میں افراد کو پیش نہیں کرتا۔ بلکہ مجموعی طور پر مقابلہ کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں۔ کہ ہم میں بھی بعض کمزور ہیں۔ جو ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات بعض احکام کی پابندی میں سستی کرتے ہوں یا کمزوری دکھاتے ہوں۔ اور ان میں غلطیاں ہوں مگر مجموعی حیثیت میں اس جماعت کی نظیر ہرگز نہ پاؤ گے۔ قرآن شریف نے اس اصول کو یوں بیان فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ اکثرھم فٰسقون۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نیکی یابدی کا حکم افراد کی حالت پر ہرگز نہیں لگایا جاتا۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے جسطرف کثرت ہو وہی فتوے لگایا جاتا ہے کثرت سے نیکوکار عابد زاہد اور پارسا سچے خشیۃ اللہ رکھنے والے خدا اور اس کے رسول کے احکام کے پابند اور پاک نفس ہے رہا لوگ ہیں تو تمام قوم نیک کہلائے گی ورنہ اگر معاملہ اسکے برخلاف ہے۔ تو فتوے بھی خلاف ہوگا +

آج کل تاریخوں یا اخبارات سے اقوام دنیا کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور میں اس معاملہ میں بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو خاص امتیازی نشان اس جماعت میں پایا جاتا ہے ہرگز کسی دوسری قوم میں نظر نہیں آتا۔ اور وہ خصوصیت ہی اسکے منجانب اللہ ہونے پر ایک کافی شاہد ہے +

ہمیں کہا جاتا ہے کہ ؎

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

عبد الحکیم اور ثناء اللہ کے اشتہارات میں یہی شعر میں نے پڑھا ہے ان کی۔ اس تحریر سے مجھے معاً خیال آیا کہ یہ لوگ ہم سے

کس بات کی توبہ کرانا چاہتے ہیں

کیا پابندی نماز سے توبہ کراتے ہین؟ یا روزون سے یا محبت قرآن اور تلاوت قرآن سے ہمین باز رکھنے کے خواہان ہین یا یہ لوگ رسول کی عظمت اور عزت اور آپ کی محبت سے ہمین روکنا چاہتے ہین۔ مین حیران ہون کہ اگر یہ لوگ ہم سے یہہ سب کچھ چھڑانا ہی چاہتے ہین۔ اور انکے خیال مین یہ تمام اعمال اسلام کے خلاف ہین۔ تو پھر وہ کونسا اسلام ہے جس کی طرف یہ لوگ ہمین بلاتے ہین؟ اس جماعت سے نکال کر جس گروہ مین ہمین یہہ داخل کرنا چاہتے ہین وہ کونسا گروہ ہے؟ آخر اس گروہ اور جماعت کا ہمین بھی علم تو ہونا چاہئے:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی بعض کمزور اور ضعیف لوگ مرتد ہو گئے تہے۔ اور بعض تزلزل مین پڑ گئے تہے مگر اس صدیق ظل الرسول نے ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم پڑھکر ان کو یہ بتایا کہ آنحضرت ایک رسول ہین آپ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے۔ سب اسی طرح اپنے اپنے وقت پر وفات پا چکے ہین۔ اب جب کہ تم نے آپ کو خدا کا سچا رسول اور برگزیدہ بندہ مانا تہا۔ اور تمہین یقین ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تھا تو کیا اب آج اسکی وفات سے یا بفرض محال اسکے قتل کئے جانے کیوجہ سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تم اس نیکی اور تقویٰ کو ترک کر دو؟ اور پھر وہی بدیان اختیار کر لو۔ بدی خود اپنے نفس مین بدی اور قابل نفرت چیز ہے اگر کوئی رسول نہ بھی آیا ہوتا جب بھی بدی بدی ہی تہی۔ اور اسی طرح قابل نفرت۔ نیکی ترک کر کے بدی کو مہیا کر لینا یہہ کہان کی عقلمندی ہے؟

پس اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا وجود باجود اس زمانہ مین ہمارے واسطے خدا کی طرف سے ایک ابر رحمت اور سایہ کرم تھا۔ آپ نے ہمین بدیون سے ہٹا کر نیکی پر قایم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا۔ اور ہمارے دلون مین خدا اور اس کے رسول کی عزت و عظمت اور صداقت میخ فولاد کی طرح قایم کر دی ہماری عملی حالتین ناگفتہ بہ تھین۔ مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی مین ہمین لذت اور سرور آنے لگا۔ اور قرآن کی محبت ہمارے دلون مین موجزن ہوئی۔ اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدرت اور استعداد کے موافق نیکی مین ترقی کی اور ہر طرح کی بدی اور گناہ سے پاک و صاف ہوا تو کیا اب آپ کی وفات اور ان معترضون کے تمسخرات سے ہم لوگ ان نیکیون کو ترک کر دین؟ اور پھر لوٹ کر اپنی اسی پہلی حالت مین واپس چلے جاوین؟

بلکہ ہمین آپ کی اس وفات سے سبق حاصل کرنا چاہئے حضرت اقدس کا ایک یہ بھی الہام تھا۔ یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ اس وحی الٰہی کا جو مفہوم ہے وہ آپ پر پوشیدہ نہین۔ آپ لوگ ہی اہل بیت مین داخل ہین۔ کیونکہ آپ نے حضرت اقدس کے ہاتھ مین ہاتھ دینے اور اس شجر طیبہ سے تعلق پیدا کرنے سے آپ کے روحانی دار مین داخل ہونے کا شرف حاصل کیا ہے پس ضروری تھا کہ ارادہ الٰہی جو اہل بیت کی تطہیر کے متعلق ہو چکا تہا۔ پورا ہوتا۔ اور اس کے واسطے مشکلات اور ابتلاؤن کا آنا لازمی تھا کیونکہ کھرے اور کھوٹے صادق اور کاذب۔ کچے اور پکے مین صرف یہی ایک ذریعہ تمیز ہے۔ اور وہ اسوقت آپ کی وفات کے رنگ مین ظاہر ہوا۔ پس

مبارک ہین وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور ثبات قدم کا بہترین نمونہ دکھائین +

مومن کی نشانی ہی یہی ہے کہ وہ دکھ کے وقت بھی آگے ہی قدم اٹھاتا ہے۔ اور دکھ اور مشکلات اس کے واسطے روک نہین بلکہ تازیانہ کا کام دیتے ہین۔ اور وہ نیکی کے لینے مین پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو جاتا ہے ×

مشکلات مومن اور کافر ہر دو پر آتے ہین۔ مگر مومنون کے واسطے آخر ان مشکلات اور مصائب کی آگ گلزار ہو جاتی ہے۔ اور کامیاب مومنون کے واسطے ابتلا انعام کے رنگ مین تبدیل ہو جاتے ہین عین دکھ کی حالت مین خدا انکے واسطے راحت کے سامان پیدا کر دیتا ہے +

ایک مومن مشکلات مین انا لله وانا الیه راجعون کہہ کر رضا بالقضا اور ثبات قدم کا اظہار کرتا ہے۔ جو کہ خدا تعالے کے انعامات اور فضلون کا جاذب ہے +

مومن پر خدا ابتلا اسواسطے خود وارد کرتا ہے۔ تاکہ اسکی تکمیل ہو جاوے۔ اور جو کمی احکام شرعیہ مین اس سے رہ گئی ہے۔ وہ تکالیف قضا و قدر کے ذریعہ سے پوری کر دیجاوے۔ اور وہ کامل مومن ہو کر خدا کے کامل انعامات کا وارث ہو جاوے +

تلک الایام نداولها بین الناس۔ اور دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔ احمدی قوم کیواسطے دو نمونے قابل غور ہین۔ ایک مین تسلی اور دوسرے مین ایک واقعہ کا بیان ہے۔ دشمن کا وار اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ خود حضرت اقدس کا وجود مبارک ہم مین سے اٹھ گیا ان کو دل کھول کر سلسلہ حقہ کی توہین کرنے اور ہنسی کرنے کا موقع ملگیا اللہ تعالے نے ہمکو اس کا علم اپنے رسول کی معرفت اس واقعہ سے دو سال پہلے عطا فرمایا تہا۔ سو وہ عین حکمت الٰہی اور وعدہ الٰہی کے مطابق پورا ہوا۔ مگر اب دشمن کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ تلک الایام نداولها بین الناس۔ کل کو ان کی بھی باری آنی ہے اور وہ یقین جانین کہ اب انکی باری بھی آ ہی گئی +

احمدی قوم پر جو ابتلا اور مصیبت آئی اسکا جو نتیجہ ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ خدا کی قدرت ہماری اس تکلیف مین بھی دشمن کو بجز حسرت و ارمان کے کوئی خوشی نصیب نہین ہوئی۔ ان لوگون کا یہ خیال بلکہ یقین تھا۔ کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی یہ کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا۔ اور یہ درخت جڑ سے اکھڑ جائے گا۔ ثناء اللہ اور عبد الحکیم کی تحریرون کو دیکھ لو۔ ان کا یہی مقصد تھا کہ یہ سلسلہ نیست و نابود ہو جائے اب جائے غور ہے۔ کہ انکی وہ امیدین پوری ہوئین یا خاک مین ملین اور انکو بجز حسرت و یاس کے کچھ ہاتھ بھی آیا؟ آجا کر ان بیچارون کی ساری امیدین اسوقت پر منحصر تھین۔ مگر خدا کی شان کہ جب وہ وقت آیا۔ تو ان کی تمام امیدون اور آرزوؤن پر پانی پھر گیا۔ اور ان کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ زبان نہ سہی۔ مگر ان کے دل تو اسبات کے قائل ہو گئے ہونگے۔ کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مین خود اپنے دل کو اور اپنے احباب کے دلون کو دیکھتا ہون تو ایسا پاتا ہون کہ جس طرح کسی عظیم الشان فتح کے بعد ایک انشراح اور اطمینان ہوتا ہے کوئی قبض نہین کوئی گھبراہٹ نہین نہ کسی قسم کی کمزوری ہے اور نہ ہی تزلزل کیا یہ اس قدرت ثانیہ کا ابتدا نہین جس کا ہمین وعدہ دیا گیا تھا؟

قاعدہ کی بات ہے کہ بھاری غم کے بعد دل کمزور ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک **احمدی** کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا صدمہ ہوگا۔ کہ اسکا امام۔ اسکا پیشوا اسکا پیر و مرشد۔ جو اس کے واسطے احب الناس تہا۔ اور جس کی محبت کی نظیر اس کے کسی دنیاوی رشتہ مین بھائی مین نہ بہن مین باپ مین نہ ماں مین اولاد مین۔ نہ بیوی مین۔ غرض کسی مین پائی نہ جاتی تہی۔ ایسا ایک

پیارا محبوب اور شفیق باپ سر سے گذر گیا۔ اس سے بڑھکر اور کونسی بات دل کو کمزور کرنے والی ہوگی اور کونسا غم ہوگا۔ جو اس سے بڑھکر بیتاب کرنیوالا ہو۔

مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون

کہ باوجود ان امور کے قوم مین ایسی تقویت اور ثبات قدم رہا ہے اور ایسے استقلال کا نمونہ اس جماعت نے دکھایا ہے جسکی نظیر نہین بتا سکتے۔ غم تو سنت اللہ کے مطابق پہنچا اور سخت پہنچا۔ مگر نتیجہ مین ایک عظیم الشان خارق عادت نشان باقی رہ گیا ہے چھوٹے کے غم مین اور خوشی مین ہرگز ہرگز یہ بات نہ پاؤ گے +

اچھا یہ تو ہماری باری تھی۔ اب انکی باری بھی جلد تر آنیوالی ہے۔ جب خوشی مین انکا یہ حال ہو کہ تمام امیدون پر پانی پھر گیا۔ اور انکی کمر ہمت ٹوٹ گئی ہے تو پھر ان کے غم مین خدا جانے انکا کیا حال ہوگا؟ اور اس نے ہماری اس ابتلا اور مصیبت کیوقت مین نصرت اور مدد کی ہے۔ **تو پھر فتح مبین** کے دن کیوں ہماری نصرت نہ کرے گا؟ پس ہمارے دلون مین کمزوری اور بزدلی کے راہ پانے کی کوئی وجہ نہین کیونکہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یقین کرتے ہین کہ ہم نیکی اور تقوے کی راہ پر چل رہے ہین اور یقیناً یہی ایک خدا کی بتائی ہوئی اور اسکی رضا تک پہنچنے کی راہ ہے ہم اسکو چھوڑ نہین سکتے۔ اور ترک نہین کر سکتے۔ ہمین دوسری کوئی ایسی جماعت نظر ہی نہین آتی۔ کہ ہم اس سے قطع کر کے اس سے وصل کر لین +

ان امور کے بعد جو مینے بیان کئے ہین کسی کے کسی اعتراض کے جواب کی ضرورت ہی نہین رہتی گر تاہم مین ان مذبذب لوگون کیواسطے جو نہ ان امور کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین۔ اور نہ ہی اعتراض کرنے کی جرأت رکھتے ہین۔ بلکہ اندر ہی اندر ایک کھچڑی سی پکاتے رہتے ہین کچھہ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہون +

یاد رکھنا چاہیے کہ اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہین ہوا۔ جو کسی کے دل مین کسی اعتراض کی جرأت پیش کرتا۔ مین دعوے سے کہتا ہون کہ اے حق کے مخالفو! اور سچائی کے دشمنو! ہمین منہاج نبوت کے خلاف کوئی امر اس سلسلہ مین بتاؤ۔ تو ہم سب کچھہ ترک کر دین گے کچھہ سوچ لو۔ کہ اس راہ مین قدم ذرا سوچکر رکھنا! ایسا نہ ہو کہ تم جو اعتراض کرو۔ وہ خود نعوذ باللہ اسلام یا آنحضرت صلعم کی نبوت ہی کے خلاف ہو۔ قرآن۔ اسلام اور منہاج نبوت کو زیر نظر رکھکر زبان کھولنا +

ان لوگون نے حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیون پر اعتراض کیا ہے مگر دیکھو۔ پیشگوئیان ہمیشہ انتظار اور اسکے مطابق ہی واقع نہین ہوا کرتین۔ آج سے ہی نہین اور نہ صرف مرزا صاحب کے معاملہ مین۔ بلکہ ہمیشہ سے اور تمام انبیاء کی سنت قدیمہ ہین۔ اسی طرح سے چلا آیا ہے۔ پیشگوئیون مین اخفا ضروری ہوتا ہے اگر ہر پیشگوئی کو اس کے ظاہری الفاظ مین پورا کرنا چاہو۔ تو پھر اس طرح سے تو کوئی مذہب اور نہ کوئی نبوت کچھ بھی قایم نہین رہ سکے گا۔

اجتہاد اور پیشگوئی دو الگ الگ باتین ہین

خدا کی طرف سے ملہم کو ایک الہام ہوتا ہے اور بعض وقت اس کے ساتھ اسکی کوئی تشریح نہین بتائی جاتی اسصورت مین ملہم اپنے فہم کے مطابق اجتہاد سے اسکے ایک معنے کر لیتا ہے۔ پھر کبھی وہ الہام اس کے اجتہادی معنون کے مطابق پورا ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے اور معنے ہوتے ہین اور وہ دوسرے رنگ مین پورا ہوتا ہے تمام انبیاء کے حالات مین غور کر کے دیکھ لو۔ کہ یہی سنت پائی جاتی ہے۔ اس سے انبیاء کا کذب یا ان کی ہتک لازم نہین آتی بلکہ یہ ان کے صدق پر ایک بین دلیل ہوتی ہے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ **کلام کا نازل کرنیوالا** کوئی اور ہے اور جسپر نازل ہوتا ہے۔ وہ الگ ہے +

ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام اس شخص کا من گھڑت ہوتا تو اس کے ٹھیک وہی معنے کرتا جو اس کی سمجھ مین صحیح ہوتے اور کوشش کرتا کہ کلام کے معانی کے ظہور مین کوئی اختلاف واقع نہ ہو۔ پس ملہم کا کبھی اجتہادی غلطی کرنا بھی اسکی صداقت کی ایک دلیل ہے +

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین ہی غور کر لو۔ کہ ہجرت کی زمین آپ کو بتائی گئی آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے **یمامہ** کی زمین سمجھ لیا حالانکہ وہ اور زمین نکلی۔ آپ نے ایک رؤیا کی بنا پر ابوجہل کا مسلمان ہو جانا سمجھا مگر وہ نکلے عکرمہ رضہ۔ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں مجھے دی گئی ہین۔ مگر وہ حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ مین ان کے ایک سپاہی کے ہاتھ لگین +

اسی طرح آپ نے ایک رؤیا مین دیکھا۔ کہ آپ کے ہاتھون مین دو کنگن ہین۔ جن کو آپ نے پھونک مار کر اڑا دیا۔ جس کے معنے آپ نے یہ کئے۔ کہ دو جھوٹے پیغمبر ہونگے۔ اور وہ میری پھونک سے (دعا سے) ہلاک ہونگے۔ اور وہ مسیلمہ اور اسود تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ مسیلمہ آپ کی وفات کے بعد تک زندہ رہا۔ حالانکہ الفاظ سے صاف یہی نکلتا ہے کہ وہ دونون کذاب آپ کی زندگی مین ہلاک ہونگے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہین۔

فاوحي الي ان انفخهما فنفختهما فذهبا۔ مگر آپ کی وفات پر مسیلمہ کیسے زور پر تھا۔ اسود کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال مسیلمہ اسوقت زندہ اور زور دن پر تھا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہین۔ کہ غالباً مسیلمہ نے بھی عبد الحکیم کی طرح بڑا شور مچایا ہوگا۔ اور وہ بھی کہتا ہوگا کہ مجھے پھونک کر اڑانے والا خود ہی اڑ گیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ مسیلمہ کے ساتھ تو بہت سے لوگ شامل بھی ہو گئے تھے۔ مگر خدا نے عبد الحکیم کو یہ عزت بھی نہین دی۔ اور ایک بھی متنفس نہین جو اس کیساتھ ہوا ہو +

میرے اس بیان سے کسی کو یہ وہم نہ پیدا ہو۔ کہ نعوذ باللہ مین انبیاء کی پیشگوئیون کے پورے ہونیکا منکر ہون۔ بلکہ میرا مدعا اس بیان سے یہ ہے کہ ملہم کو کبھی الہام کے معنے سمجھنے مین، بشری کمزوری کی وجہ سے اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے۔ مگر اس سے نہ تو اس نبی کی شان مین کوئی فرق آتا ہے اور نہ اسکا کذب لازم آتا ہے۔ اور نہ ہی نفس الہام کے صحیح ہونے مین کوئی شک پیدا ہوتا ہے۔ الہام چونکہ خدائے علام الغیوب کی طرف سے نازل ہوتا ہے لہذا اسکا علم جب تک خود خدا ملہم کو یا کسی اور کو نہ دے۔ تب تک وہ کیسے اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے +

پس حضرت مرزا صاحب بھی چونکہ منہاج نبوت ہی پر ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا ایک مسلمان کا جو قرآن اور سنت کا پابند ہے۔ یہ فرض ہونا چاہیے۔ کہ وہ اس سلسلہ پر اعتراض کرتے وقت منہاج نبوت کو مد نظر رکھ لیا کرے کیونکہ مسلمان کہلانے والے کے واسطے تو پہلے نظائر بھی موجود ہین۔ اور وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ جو بات خود اسکے مسلمات مین موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتراض نہ کرے یا کوئی ایسا اعتراض نہ کرے۔ جو خود اس کے اپنے ہی مسلمات پر پڑتا ہو۔

جب ان لوگون کو اپنی معتبر اور مسلمہ کتب مین حضرت ابوبکر صدیق رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قائمقام قرار دیا گیا ہے اور صاف اقرار موجود ہے۔ کہ مسیلمہ

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ قتل کیا گیا گویا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قتل کیا جانا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا۔ کہ آپؑ کے جانشین اور مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا خود آپؑ کی اولاد کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے۔

دوسری بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ انذاری پیشگوئیوں میں سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ وہ بعض اوقات توبہ و استغفار تفرع و ابتہال سے ٹل ہی جایا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود قرآن شریف میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صادق کے صدق کی شناخت کیواسطے ضروری نہیں کہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوں۔ بلکہ بعض حصہ ان پیشگوئیوں کا پورا ہوتا ہے۔

تیسری بات جو پیشگوئیوں میں دیکھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں کثرت کا لحاظ رکھا جاوے۔ اگرچہ چند مثالیں بظاہر مخالف نظر آویں۔ تو بھی تکذیب کر دینی چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہوں اور اصل میں وہ درست ہوں۔

النادر کالمعدوم

تعجب آتا ہے۔ کہ ایک بات کو ہاتھ میں لے کر ان سینکڑوں اور ہزاروں نظیروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں۔ کہ خود بخود گھر میں بیٹھکر لوگوں نے مباہلہ کیا اور اپنی ہی بد دعاؤں سے ہلاک ہو گئے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائے گی۔

میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ یقیناً وہ دونوں ہلاک ہونیوالے ہیں۔ اور ان کی ہلاکت سے ہمیں خدا ویسی ہی خوشی دیگا۔ جیسی کہ مسیلمہ کذاب کی ہلاکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہوئی تھی۔

آخر میں میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے دین کے لئے سچا جوش اور خدا کی راہ میں سچا اخلاص اور صدق دکھاؤ۔ آپ لوگ بحث مباحثات سے وہ بات دنیا پر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ جو نیک نمونے اور نیک چلنی سے کر سکو گے۔ دیکھو وہ پاک وجود صرف ایک نفس واحد تھا۔ مگر اس نے اپنے اسوہ حسنہ نیکی۔ اور کمال کی وجہ سے کئی لاکھ انسانوں کو تھوڑی ہی عرصہ میں باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے کس طرح اپنی طرف کھینچا۔ کہ اسکی راہ میں جان و مال تک فدا کرنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ صرف ایک پاک نفس کی محنت توجہ اور دعاؤں کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کئی لاکھ کو باوجود ایسے مشکلات کے اپنی بات منوا گیا۔ تو پھر آپ لوگ تو لاکھوں ہو۔ راہ کھلی ہے ہمیں بھی اتنی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے

اھدنا الصراط المستقیم

اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قایم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہئے مانگنے والا ہو

غرض جب ایک مسیح دنیا میں یہ کچھ کارنمایاں کر گیا ہے تو پھر آپ لوگ جن میں وہ ایسی روح پیدا کر گیا۔ کیا اب وہ کام نہ کر سکو گے؟ کر سکو گے اور ضرور کرو گے۔ اور آپ سے بھی اسی کے ہم رنگ کام ظاہر ہونگے آپ لوگوں کے ہاتھوں پر بھی روحانی فتوحات کے دروازے کھولے جاویں گے بشرطیکہ آپ بھی اُسی راہ پر قدم ماریں اور وہی صدق وثبات اور اخلاص خدا کی راہ میں دکھائیں دیکھو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ نے کیسے کیسے فتوحات حاصل کئے۔ اور کہاں تک سلطنت اسلام وسیع ہو گئی۔ علی ہذا القیاس۔ ان کے بعد بھی بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ وہی آنحضرتؐ کی روح صحابہ میں کام کرنے لگی۔ اگر پہلے ایک وجود تھا۔ تو پھر ہزاروں لاکھوں وجود پیدا ہو گئے تھے۔ اسی طرح سے اب ہمارے حضرت مسیح موعود کی وفات پا جانے سے بھی سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ کوئی کمی نہیں آگئی۔ خدا تعالےٰ نے وہ دروازے بند نہیں کر دئے۔ مگر ہاں

یہ آپ لوگوں کا فرض ہے

کہ کوشش اور محنت سے وہ کام کو کھاؤ۔ اور اس قوت ایمانی اور نور کا ثبوت دو۔ اور اس کے اثر دکھاؤ اور اس مقصد عالی کو مدنظر رکھکر کام کرو۔ . . . . . .

اور اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کرو پہلے خود اپنے آپ میں اسلام کی پاک تعلیمات کا پورا اور سچا فوٹو دکھاؤ۔ اور لوگوں کو اس کی تعلیمات کے برکات لوٹنے فیوض سے اس طرح اطلاع دو۔ کہ وہ اس نور کو خود بخود آپکے چہروں سے آپ کے چلنے سے پھرنے سے بیٹھنے سے۔ اٹھنے سے کاروبار سے لین دین سے غرض اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اسکا عملی نمونہ دکھاؤ۔ تا ہر اعتراض کرنے والا خود بخود شرمندہ ہو جائے۔ اسکا منہ بند ہو اور وہ اندر ہی اندر مر رہے۔ واقعی اب بحث کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی بحث سے کام نکلتا ہے

ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنے کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسی کے اثر نے جوش کیا اور اسکا اثر دنیا میں پھیلا۔ اسمیں قوت قدسی اور قوت جذب تھی۔ انہی باتوں سے وہ دنیا میں کامیاب بامراد مظفر و منصور ہوا۔ اور وہی راہ ہے کہ آپ لوگ بھی اسپر قدم مار کر کامیاب ہو گے

اللہ تعالےٰ اپنی خاص نصرت
ہمارے شامل حال کرے
اور ہمیں خاص توفیق
عطا فرماوے
آمین

مرتبہ عبدالرحمان قادیانی ۔ ۱۶- جولائی ۱۹۰۸ء

معذرت

الحکم کے بعض پرچے بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے مقررہ تاریخوں پر شایع نہیں ہو سکے اس کمی کو انشاء اللہ مقررہ صفحات سے اخبار کا حجم بڑھا کر شایع کرنے کے ذریعہ سے پورا کر دیا جاوے۔ نمبروں کی ترتیب میں کوئی نقص نہیں آتا

ینیجر

حضرت اقدس کی آخری تقریر

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام

قبل عصر ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل مختلف فیہ پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کرونگا۔ حضرت اقدس نے قبل عصر حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب سے انکے متعلق دریافت کیا۔ کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے یا بھڑک اٹھنے والی طبیعت کے تو نہیں ہیں؟ اسکے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے البتہ اگر بعض عوام کا ہجوم انکے ہمراہ ہوگا تو اندیشہ ہے۔ (حضرت اقدس خود چونکہ خود پیغام صلح کے لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی ایسے) حضرت اقدس نے مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ انکو خط کا جواب لکھدیں۔ اصل خط ان کا ہم بھیجینگے اور بیشک نرمی سے اور آہستگی سے ان کے ان مسائل میں گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ انکے ہمراہ سوا دو چار معزز اور شریف آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو۔ اور آپ بھی علیحدگی میں بیٹھکر گفتگو کریں اسمیں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی سولی پر لٹکائے جانے کے ہی قائل نہیں۔ اور کہ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل میں آیت کریمہ اذ کففت عنک بنی اسرائیل الخ پیش کرتے ہیں۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے

فرمایا

خلاف تواتر امور محسوسہ مشہودہ کی پرواہ نہ کرکے ایسی ایک راہ اختیار کرنا جس کی کوئی بھی دلیل نہیں۔ یہ عقل اور ایمان کے سراسر خلاف ہے۔ میں کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ اور نہ ہی میں کسی ایسی بے دلیل بات کے منوانے کی کوشش کرتا ہوں جسکا قوی ثبوت اور بین شہادت میرے ہاتھ میں نہیں۔ میرے ساتھ میری شہادت کیواسطے اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں۔ قوموں کی قومیں اپنی متواتر اور متفقہ شہادت پیش کر رہی ہیں اگر کسی کو کوئی شک وشبہ ہو تو یہودی موجود ہیں۔ نصرانی موجود ہیں ان سے پوچھ لو۔ کہ ان کا اسبارہ میں کیا عقیدہ ہے دونوں متخاصم موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ کہ آیا وہ بھی اس بات کے قائل ہیں جو تم پیش کرتے ہو۔ دیکھو تواتر قومی کو بغیر کسی زبردست دلیل اور حجت نیرہ کے توڑ دینا اور اسکی پرواہ نہ کرنا یہہ بڑی بھاری غلطی ہے۔

تعجب کی بات ہے۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ کسی دوسرے آدمی کو پکڑکر خواہ مخواہ بے قصور سولی پر چڑھا دیا جاوے اور وہ چون وچرا بھی نہ کرے اور دہائی بھی نہ دیوے۔ کہ میں تو تمہارا ساتھی ہوں۔ مجھے کیوں بے گناہ سولی پر چڑھاتے ہو۔ تمہارا اصل ملزم تو بچ گیا۔ اور میں جو کہ تمہارا ہی ساتھی ہوں۔ یہ میرا نام فلانے ماں باپ کا بیٹا ہوں۔ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ مجھے کیوں مارتے ہو؟

جان کا معاملہ اور لعنتی موت کا نشانہ بننا ہے اصل ملزم بچایا جاتا ہے۔ ایک بیگناہ بے قصور بے تعلق آدمی سولی چڑھایا جاتا ہے اور پھر تعجب یہ کہ بولتا تک نہیں یہ بھید تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

علاوہ وحی اور علم غیب کے جو ہمیں خدا نے محض اپنے فضل سے بخشا اور مکالمہ مخاطبہ کا خاص فیضان جاری کر کے ہمیں اس نے ان امور میں حقیقی علم عطا کیا۔ ہمارا ضمیر اسکو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتا۔ کہ اتنا بھاری تواتر اور کروڑوں انسانوں کی متفقہ شہادت بالکل غلط ہے اور یہ سب جو سمجھے بیٹھے تھے ایک وہم تھا اور خیال غلط۔ دیکھو

تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا

میں نہیں سمجھتا کہ خدا کو ایسی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ علیٰ رؤس الاشہاد مسیح کو بچانے پر قادر نہ تھا کہ اسکو ایسا ظلم روا رکھنا پڑا۔ اور بیگناہ انسان کی جان خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالی۔

قرآن اور حدیث کے خلاف ایک نئی راہ نکالکر پیش کرنا اسکا بار ثبوت مدعی کے ذمے ہے۔

میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ سب امور ایسے نہیں کہ آسانی سے انکو رد کیا جاوے۔ قرآن شریف میں صرف لفظ توفی ہی کو لیکر اسکو دیکھ لو۔ کہ بھلا کسی مقام پر اسکے معنے بجز موت کے کچھ اور بھی ہیں۔ یا مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں؟ یہی توفی کا لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے آیت کریمہ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک غور کرکے دیکھ لو پھر یہی توفی کا لفظ ہے جو حضرت یوسفؑ کے حق میں وارد ہے پھر ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ کہ برخلاف نص قرآنی کے اور تمام انبیاءؑ کے کیوں حضرت عیسیٰؑ کو یہ خصوصیت دیجاتی ہے۔

کتب احادیث میں قریباً تین سو مرتبہ یہی لفظ توفی کا آیا ہے مگر کہیں بھی بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے معنے نہیں ہیں جہاں دیکھو یہ لفظ موت ہی کے معنوں میں وارد ہوتا ہے۔

اصل میں جو شخص طالب حق نہیں اور محض ایک قسم کی شیخی اور تکبر کے واسطے ایسی خواہش کرتا ہے۔ اس سے

مجھے بدبو آجاتی ہے

میں ایسے آدمی پر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا جسکو حق کی سچی پیاس نہیں اور جسکی تڑپ خدا اور خدا کے دین کیواسطے نہیں بلکہ نفس کا بندہ اور نفس کی عزت وجاہ کیواسطے مرتا ہے۔ میرے پاس اگر کوئی شخص طلب حق اور خدا جوئی کی پیاس اور سچی تڑپ لیکر آتا ہے۔ تو مجھے اس سے ایک قسم کی

خوشبو آجاتی ہے

اور پھر میں اسکے واسطے اپنے بازو بچھا دیتا ہوں اور اسکو اپنی آنکھوں سے قبول کرتا ہوں۔ اور جہاں تک مجھ سے بن پڑتا ہے میں اسکی خدمت کو اپنا فخر سمجھتا ہوں۔ مگر ایک ناپاک دل انسان جسمیں شرارت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور وہ حق جو نہیں بلکہ دنیا طلب ہوتا ہے تو ہمیں اس سے بدبو آجاتی ہے اور پھر اس کے بعد ہم اس سے کلام کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔

خدا نے جس بات پر ہمیں قائم کیا ہے وہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید میں حضرت مسیحؑ کی موت کو صراحت سے ایک نہیں بلکہ بیسیوں مقام پر ظاہر کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے شہادت دیدی کہ اسکو مردوں کی ذیل میں دیکھا اور کوئی مابہ الامتیاز اسمیں اور اسکے غیروں میں بیان نہیں فرمایا۔

آج ہندوستان میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ مرتد صرف اسی بات سے ہو چکا ہے کہ تمام کے مسلمانوں کے عقاید غلط ہیں۔ عیسائیوں نے مسیحؑ کی فضیلت ثابت کرکے اپنے مذہب کو ناواقف لوگوں کے سامنے اسے پیش کیا۔ اور ان کے اپنے ہی معتقدات میں سے انپر ایسے ایسے الزام دئے جن کا جواب ان میں سے کسی سے بھی بن نہ پڑا۔

مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالے نے ان کی کسی بھی خصوصیت کو قائم نہیں رہنے دیا۔ بلکہ انکی ہر بات کا جواب دیکر خود ان کو ہی خوار کیا ہے۔

نصاریٰ نے ایک عقیدہ پکڑا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ بن باپ کے ہیں ؟ اور یہ انکا مسلمانوں پر ایک بھاری اعتراض تھا

اور اس سے وہ حضرت عیسٰے میں ایک خصوصیت ثابت کرکے ان کی خدائی کی دلیل پکڑتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے اس کے جو آمین انکا یون منہ توڑا۔ اور ان کا رد یون بیان کیا کہ ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل آدم الخ یعنے اگر حضرت عیسٰے کی پیدایش اعجازی رنگ مین پیش کرکے تم اس کی خدائی کی دلیل ٹھیراتے ہو تو پھر آدم بطریق اولیٰ خدا ہونا چاہئے کیونکہ اسکا نہ باپ نہ مان۔ اسطرح سے اول آدم کو بڑا خدا مان لو پھر اس بات کو عیسٰےؑ کی خدائی کی دلیل ٹھہرانا۔ پس اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے انکے اس استدلال کو غلط ثابت کردیا +

غرض نصارےٰ کے مسیح کو بن باپ کی پیدایش سے ان کی خدائی کی دلیل اور استدلال پکڑنے کو اللہ تعالےٰ نے

آدم کی نظیر پیش کرکے

باطل ٹھہرا دیا +

ایک دوسری دلیل نصارےٰ نے مسیح کی خدائی کی یہ پیش کی تہی کہ وہ زندہ ہین۔ اور مع جسم عنصری آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہین۔ اور اس امر سے انہون نے مسیح ؑ کی ایک خصوصیت ثابت کرکے اسی کو انکی خدائی کی ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اب ہمین کوئی بتادے کہ اگر توفی کے معنے مع جسم عنصری آسمان پر ہی اٹھائے جانے کے ہین۔ اور اس کے معنے حضرت عیسٰی کے لئے موت کے نہین ہین۔ تو پھر نصارےٰ کے اس اعتراض کا قرآن نے کہان جواب دیا ہے؟ یا جسطرح انکی دلیل اول کا ایک نظیر پیش کرکے توڑا تھا۔ اسی طرح کہین سے ہمین یہی نکال کر بتاؤ کہ حضرت مسیح سے پہلے یا پیچھے اور کوئی ایسی ہی نظیر پائی جاتی ہے اور اگر کوئی نظیر نہین تو یاد رکھو کہ

اسلام آج بھی گیا اور کل بھی گیا

نصارےٰ تم کو خود تمہارے اپنے عقیدہ سے ملزم کرتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ تم خود حضرت عیسٰےؑ کو زندہ اور جسم عنصری سے آسمان پر مانتے ہو حالانکہ تمہارے رسول خاک مدینہ مین مدفون ہین۔ اب بتاؤ کون افضل ہے۔ عیسیٰ یا محمدؐ؟ افسوس ہی ان نام کے مسلمانون پر کہ اپنی ناک کاٹنے کے واسطے آپ ہی دشمن کے ہاتھ مین چھری دیتے ہین +

یاد رکھو کہ اگر خدا تعالےٰ کا یہی منشا ہوتا اور قرآن و حدیث مین حقیقتاً یہی امر بیان کیا ہوتا کہ واقع مین حضرت مسیح زندہ ہین اور وہ مع جسم عنصری آسمان پر بیٹھے ہین اور یہ عقیدہ بھی حضرت مسیحؑ کے بن باپ کے پیدا ہونے کی طرح خدا کے نزدیک سچا عقیدہ ہوتا تو ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کی بھی کوئی نہ کوئی نظیر پیش کرکے قوم نصارےٰ کو اس امر کے حضرت مسیحؑ کی خدائی کی دلیل پکڑنے سے بند اور لاجواب کردیتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے اس امر کی دلیل پیش نہ کرنے سے صاف عیان ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہین جو تم محض افترا سے خدا کے کلام پر تھوپ رہے ہو۔ بلکہ توفی کا لفظ خدا تعالےٰ نے محض موت ہی کے معنون کے واسطے وضع کیا ہے۔ اور یہی حقیقت اور اصل حال ہے +

دیکھو ہر ایک خصوصیت جو کہین کسی خاص شخص کے متعلق پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کا ضرور جواب دیا ہے۔ مگر کیا وجہ کہ اتنی بڑی خصوصیت کا کوئی جواب نہ دیا۔ خصوصیت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے شرک پیدا ہوتا ہے + فقط

یہہ حضرت اقدسؑ کی زندگی مین آپ کی آخری تقریر ہے جو آپ نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی۔ دوران تقریر مین آپ کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشان ہوگیا تہا۔ کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہین جاتا تھا حضور علیہ الصلواۃ و السلام کی تقریر مین ایک خاص اثر اور جذب تھا۔ رعب۔ ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تہا۔ بعض خاص خاص تحریکات اور موقعون پر حضرت اقدسؑ کی شان دیکھنے مین آتی ہوگی جو آج کے دن تھی۔ اس تقریر کے بعد آپؑ نے کوئی تقریر نہین فرمائی + فقط مرتبہ عبد الرحمٰن قادیانی

آخری نظم

از ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری

جو ۱۶- مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدسؑ کے حضور پڑھی گئی۔ اس نظم کے بعد کوئی نظم حضرت اقدسؑ کے حضور مین نہین سنائی گئی

یارب قادیان مین میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
عبد الکریم یارب جیسا ہوا ہے مدفون
وہ خاک پاک میری دار القرار ہووے
اس مین مسیح آیا۔ اس نے خدا دکھایا
اس پر خدا کی رحمت بس بیشمار ہووے
آیا ہے تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
آمد پہ کیون نہ تیری فصل بہار ہووے
تیرے لئے خدا نے لاکہون نشان دکہائے
پھر کیون نہ تیرا دشمن دنیا مین خوار ہووے
قرآن مین خدا نے یہ لکھدیا ہے پڑھ لو
گستاخ حق کا دشمن ہر جا پہ خوار ہووے
قرآن کتاب رحمان۔ سکھلاوے راہ عرفان
اسکی طفیل سے دل حق پر نثار ہووے
قرآن نے ہی بتائی عیسیٰ کی خبر ہمکو
اس کے نزول کا پھر کیون انتظار ہووے
شیطان کو یا الہٰی دکھلاوے مار کرکے
مشکل یہی ہے باقی کشتی یہ پار ہووے
اے مہدی و مسیحا بہتر خدا سے دعا کر
رحمت خدا کی ہمپر بس بے شمار ہووے
یارب قادیان مین میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اسپر نثار ہووے

خاص توجہ کے لایق

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تمام جماعت مبایعین کی ایک مکمل اور مفصل فہرست طیار ہو تاکہ تمام جماعت کے نام اور پورے پتے معلوم ہونے کیوجہ سے وہ ضروری امور جو وقتاً فوقتاً قادیان سے قومی معالات کی نسبت شایع ہوتے ہین۔ ان سے حتی الوسع تمام قوم کو اطلاع پہنچانے کا انتظام ہو سکے۔ لہذا تمام احباب کی خدمت مین گذارش ہے کہ جنہون نے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے ہاتھ پر بیعت کی خواہ تحریراً یا خود قادیان مین حاضر ہوکر وہ تمام احباب اپنے نام مع پورے پتے کے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت مین ارسال کردین حتی الوسع کوشش یہ ہو کہ جس مقام پر بہت سے احباب ہون وہ اکٹھی فہرست تیار کرکے روانہ فرماوین۔ اور جن جن مقامات سے خطوط یا فہرستین آچکی ہین انکو دوبارہ ارسال کرنیکی ضرورت نہین۔ بعض دوست صرف معہ اہل و عیال کا لفظ لکھدیتے ہین۔ اس سے بھی فہرست مین ایک قسم کا نقص رہجاتا اور صحیح تعداد معلوم کرنے مین مشکل پیش آتی ہے لہذا کیا اچھا ہو کہ بجائے اہل و عیال کے لفظ کے ایسی راہ اختیار کیا کرین کہ ایک احمدی کنبہ کی صحیح تعداد معلوم ہوجائے۔ اول تو مستورات کے [illegible] مین کوئی حرج ہی نہین اگر نام لکھنے مین کسی قسم کا مضایقہ ہو [illegible]

جلد ۱۲ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ | نمبر

تف لکم ایہا المفترون

نادان اور شریر کی وہ حالت نہایت ہی قابل رحم ہوتی ہے جب صادق کے مقابلہ میں ہر طرح سے ذلیل ہو کر حرکات مذبوحی کرتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالف اور معترض چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ سے ہر قسم کی نامرادیوں اور تلخ ناکامیوں کا مزا چکھتے چکھتے کچھ ایسے ڈھیٹھ اور بے حیا ہو گئے ہیں۔ کہ ان میں سے وہ بھی جو تہذیب و تعلیم یافتہ ہونے کے مدعی تھے۔ اور جو اپنے زعم میں ملکی اور قومی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر نکلے تھے سلسلہ عالیہ کی مخالفت میں ایسے ہتھیاروں پر آ گئے ہیں جو ایک شریف اور راستی پسند انسان کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا +

دلایل و براہین سے عاجز ہو کر اب مخالفین نے یہ راہ اختیار کی ہے کہ وہ اس سلسلہ کے متعلق افترا سے کام لیں۔ اور خدا اور خلق کی لعنت کی ذرا بھی پرواہ نکریں میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ ایسے لوگوں کا افترا کرنا بھی سلسلہ کی سچائی کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب وہ ہر طرح سے عاجز آ گئے اور انکے ہاتھ میں کوئی مقام ۔۔۔ کا نہیں رہا۔ تو آخر بدنام کرنے کی خاطر افترا سازی سے کام لیا گیا۔

ان مفتریوں میں سے اول نمبر پر تو وہ مراسلہ نویس ہے جس نے اخبار وطن میں عبد اللہ احمدی کے نام سے ایک خط لکھا ہے اور وطن کے دانشمند ایڈیٹر نے بغیر کسی قسم کی تحقیق اور تنقید کے اسکو چھاپ دیا +

مجھے مولوی انشاء اللہ خان صاحب پر سخت افسوس ہے کہ انہوں نے حمیت و غیرت اسلام کا کچھ بھی پاس نہیں کیا۔ اور چار لاکھ احمدیوں کے مذہبی فیلنگس کو صدمہ پہنچانے کے لئے بلا تردد ایک خط چھاپ دیا۔ حالانکہ اگر وہ ذرا بھی اصول ثقاہت سے کام لیتے تو اسے محض بے بنیاد یقین کر سکتے تھے۔ اسکے متعلق معزز ہمعصر بدر نے وطن کو توجہ دلائی ہے۔ اور میں بھی اسے متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس خط کے متعلق اظہار افسوس کرے۔ اور احمدی قوم سے معذرت چاہے ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ اسکا نتیجہ اچھا نہو۔ اور وطن کے ایڈیٹر کو جوابدہ ہونا پڑے یہ امر تحدی سے پیش کیا جاتا ہے کہ کوئی عبد اللہ احمدی پٹیالہ شیرانوالہ دروازہ میں نہیں ہے اور نہ کسی احمدی کے وہ معتقدات ہو سکتے ہیں مجھے رہ رہ کر اس امر پر افسوس آتا ہے کہ وہ شخص جو ہندوستان کے باہر دور دراز ممالک کے معاملات پر رائے زنی کرنے کے لئے آمادہ رہتا ہے۔ وہ کیوں اپنے گھر کے واقعات پر غور نہیں کر سکا۔ کیا اگر مولوی انشاء اللہ خان صاحب دوسرے لوگوں کو یہ اجازت دے سکتے ہیں کہ اگر کوئی شریر ان کے بچے کے نام سے خط لکھ کر ایسا مشتہر کرنا چاہے۔ کہ انکا فلاں بچہ اپنی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے مجھے افسوس ہے کہ اس مثال سے مجھے کام لینا پڑا۔ مگر بجز اسکے چارہ نہ تھا۔ وطن کا ایڈیٹر ایسے موقعہ پر کسی شخص کو ایسی اجازت نہیں دے سکتا۔ کہ وہ اسے صحیح یقین کرے اور فی الحقیقت ایک سلیم الفطرت انسان کو ایسا خیال کرنا بھی نہیں چاہئے۔ پھر کیوں ایڈیٹر وطن نے ایسے گندہ اور شرافت سے دور مضمون اپنے اخبار میں چھاپ کر موقعہ دیا۔ کہ لوگ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔

اسی سلسلہ میں ایک پنجابی نقاش کا مضمون ہے جو اسنے اخبار وکیل میں چھپوایا ہے اخبار وکیل کے کالموں سے بہتر کوئی جگہ اسے افترا کے لئے نہ ملنا حیرت انگیز امر ہے شاید شیخ غلام محمد صاحب نے قوم میں ایسے بیہودہ مذاق کو پیدا کرنا ہی اپنی نجات کے لئے کافی سمجھا ہے اگر یہ سچ ہے تو نہایت ہی افسوس ہے لوگ نقاش کے نام سے شاید واقف نہیں اسلئے میں فی الحال ناظرین کو ان سے اتنا انٹروڈیوس کرانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شایع ہوا۔

ہماری معزز ہم عصر زمیندار کے پوت پاکپٹت ہین اور علی گڈھ کالج کے تعلیم یافتہ اور ظفر علیخان نام رکھتے ہین۔ اور اگر میرا خیال صحیح نہین تو مشیک ایڈیٹر صاحب زمیندار یا مسٹر ظفر علیخان تردید کرسکتے ہین۔ اور مجھے میری غلطی پر مطلع کرنے کا انہین حق ہے۔

انہون نے عالم ارواح سے خط کا ایک مضمون گھڑا ہے ملاء اعلیٰ کی خبرون کے حصول کے لئے شیطان بہی کوشش کیا کرتا ہے مین مسٹر نقاش کو شیطان تو نہین سمجھتا۔ لیکن اس مین کوئی کلام نہین ہو سکتا۔ شیطانی روح نے انکے اندر حلول کرکے یہ خط ان سے لکھوایا ہے۔

مسٹر نقاش کے لئے اور اسکے مضمون کے شایع کرنیوالے کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ ایک نے

افترا کیا اور دوسرے نے شایع کیا

پس ہمارے لئے کیون خوشی کا مقام اور محل نہ ہو کہ ہمارے مخالفون کے پاس

افترا کے سوا کچھ نہین

پھر اسی سلسلہ مین ایک اور گریجویٹ مین جو شیعہ قوم کے رکن اور صیغہ اصلاح کے حامی ہین۔ یہ بزرگ خواجہ غلام الثقلین صاحب ہین اسوقت مجھے اس سے بحث نہین کہ مین انکے گذشتہ کارناموں پر ریویو کرون یہ باتین پھر بہی ہوسکتی ہین۔ بار زندہ صحبت باقی۔

خواجہ صاحب نے اپنے رسالہ عصر جدید مین الانصاف کا خاتمہ کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھا ہے اسپر تنقید شاید ہمارے سلسلہ کے ایک گرامی قدر نوجوان کرینگے بشرطیکہ انہون نے ضروری سمجھا۔ عصر جدید مین راقم مضمون کا نام [illegible] دیا گیا۔ لیکن ایڈیٹر صاحب نے اس مضمون کی کوئی تردید نہین کی۔ اور اسکے غلط واقعہ پر نوٹ نہین لکھا۔ اسلئے ہمین حق حاصل ہے کہ اس مضمون کا جوابدہ انہین کو سمجھین۔

اس مین سب سے پہلا افترا تو حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب پر کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ * پھر نزول اور [illegible] معترض نے ایک اور افترا کیا ہے کہ گویا اس جماعت کا ایک لیڈنگ ممبر عیسائی رہ چکا تھا۔ اور بعد مین مدرس تھا۔ اور شان اور مدمعنع طلب تھا۔ وغیرہ۔ اگر وہ نام دیتا تو اسکی حقیقت اسے معلوم ہوجاتی۔ لیکن احمقون کو دہوکا

* مرزا صاحب کے پورے دعوون کو اگر خلیفہ کے روبرو چہپا جاوے تو خود انکو خلیفہ مولوی نور الدین نہین مانتے۔ ۔ ۔ اس سے بڑھکر افترا کیا ہوگا؟

دینے اور مغالطہ مین رکھنے کے لئے ایک گول مول بات لکھدی۔ اسیطرح پر اور بہت سی باتین ہین۔

تحریرون ہی کام نکلتا نہ دیکھکر مفتریانہ افواہون سے کام لیا گیا اسی ہفتہ مجھے جالندہر جانے کا اتفاق ہوا اور خانصاحب مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال سے ملنے پر معلوم ہوا کہ یہ عام افواہ ہے کہ قادیان مین معاذ اللہ حضرت خلیفۃ المسیح اور چند اور دوستون مین تقسیم روپیہ پر جنگ ہوا ہے معلوم نہین اور کسقدر افترا سازیان یہ لوگ کرینگے پس انکی ایسے مفتریات سے سلسلہ کی شان اور بہی بڑھ جاتی ہے اور اسکی سچائی روز روشن کی طرح کہل جاتی ہے جب ایک دانشمند سوچتا ہے۔ کہ

مخالفون کے ہاتھ مین افترا کا ہتھیار ہے

اور یہ پکی بات ہے کہ مفتری کامیاب نہین ہوسکتا مجھے اس امر کے کہنے کی حاجت نہین کہ ہمارے دوست ایسی مفتریانہ باتون پر توجہ نہ کرین۔ اسلئے کہ خدا تعالیٰ نے انہین دور اندیش دل و دماغ دیا ہے اسلئے مین ان مفتریون کو خطاب کرکے کہتا ہون

تف لکم ایہا المفترون

اپنے مرکز سے مت ہٹو

مخالفین کی طرف سے جو کوشش اسوقت ہو رہی ہے اسکا کسی قدر نمونہ مینے اوپر دکہایا ہے۔ چالاک معترض اسوقت جو کچھ کر رہے ہین۔ انکی اصل غرض یہ ہے کہ وہ ہمکو ہمارے مرکز سے پرے لے جا کر حملہ کرین۔ اسلئے میری اپنی یہی رائے ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ کہ ہم مین سے کسی کو کسی اعتراض کا جواب دینے کے لئے جلدی نہین کرنی چاہیے۔ بلکہ التفات بہی نہین کرنی چاہئے۔ ہان جہان کسی عظیم الشان غلط فہمی کا اندیشہ ہو۔ وہان چپ رہنا سخت نادانی اور غلطی ہے۔

معترضین کے اعتراضونکا خلاصہ ادر زور بعض پیشگوئیون پر ہے۔ اور وہ چاہتے ہین کہ ان طفیلی امور مین کسی سیدھے سادے احمدی کو الجھا کر دہوکا دین یا کسی دوسرے سلیم الفطرت انسان کو حق سے دور رکھین اسلئے مین اپنے دوستون کے یہ امر ذہن نشین کرنا چاہتا ہون کہ وہ کبھی ایسے موقعون پر اپنے اصل مرکز سے نہ ہٹین وہ انشاء اللہ العزیز دیکھ لینگے کہ اس مین دشمن روسیاہ ہوگا۔ وہ اصل مرکز کیا ہے؟

جو تعلیم اور اصلاح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے تھے۔ آپنے آکر یہ ظاہر کیا کہ مسیح ناصری اسرائیلی نبی فوت ہوچکا ہے۔ اور اسکا زندہ ماننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ہتک ہے۔ اور آنے والا اسی امت مین سے ہوگا اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وہ مین ہون

پس اس مرکز کو چھوڑنا نہین چاہئے۔ اور اس کی اشاعت مین بہت زور دینا چاہئے۔ کیونکہ یہی ایک عقیدہ ہے جسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور خود خدا تعالےٰ کے حی و قیوم ہونے کا مدار ہے یہ سچی توحید کی جڑ ہے۔

پیشگوئیان حضرت حجۃ اللہ کے تائیدی نشانات تھے۔ کیا پہلے نبیون نے پیشگوئیان نہین کی ہین۔ اگر کی ہین۔ تو ان کی ایک فہرست معترض سے مانگو اور پوچھو کہ ان مین سے کتنی پوری ہوئین۔ اور کسقدر کی تاویل کی گئی؟

آدم سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ان سے اس سلسلہ مین سند مانگو۔ انہین حیران ہونا پڑے گا۔ خصوصاً انذاری پیشگوئیان بالاتفاق مانا گیا ہے کہ مشروط ہوتی ہین۔ کیا اس سے پہلے انہون نے کسی پیشگوئی کو مان لیا ہے۔ جو کسی دوسرے پر اعتراض کرتے ہین۔ کہ پوری نہین ہوئی۔ اگر انکی غرض احقاق حق ہوتی تو وہ ان کثیر التعداد نشانات سے فائدہ اٹھاتے۔ . . . . جو انہین دکہائے گئے تھے۔

ہماری جماعت کا فرض اسوقت یہ ہے کہ وہ اس درخت کی آبیاری کرین جو اُن کے آقا مہدی نے لگایا ہے۔ معترضین کے اعتراضات ہمارے لئے نئے نہین بہت کچھ سنا اور بہت کچھ کہا گیا۔ اب مناسب ہے کہ اس طرف چندان التفات نہ کرین۔ جو احباب معمولی سے معمولی اور ادنیٰ سے ادنیٰ اعتراض بہی لکھ بھیجتے ہین۔ کہ ان کا جواب چہاپ دیا جاوے۔ وہ یاد رکھین کہ یہ سلسلہ ختم نہین ہوسکتا۔ تم اپنے لئے فیصلہ کرو کہ حضرت مسیح موعود کو تم نے کس طرح شناخت کیا ہے! اور اپنے معیار پر اسے صادق اور مصدق پایا ہے۔ یا نہین۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات اور واقعات قرآن مجید نے خود بیان کر دئے ہین۔ اسی منہاج پر اس امام کو پرکھو۔ ضرورت وقت کو دیکھو۔ پھر اسکی زندگی اور سیرۃ پر غور کرو۔ اس کی تعلیم کو سوچو۔ اسکی کامیابی اور تائید کو دیکھو۔ ان نشانات پر نظر کرو جو آنحضرت صلے اللہ نے اس موعود کے لئے رکھے تھے

ان امور کو یکجائی نظر سے دیکھنے پر حقیقت کھل جائے گی پھر اپنے آپ پر بھی غور کرو۔ کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے کوئی تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں؟

مین بڑے زور سے کہتا ہون کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی مطہر اور پاکیزہ زندگی ہے اور ضرور ہے اگر اس کی تعلیم وہی ہے جو خدا اور اسکے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور وہی ہے۔ اگر اس نے تمہین کتاب و سنت پر قائم ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی رنگ مین رنگین ہونے کی ہدایت کی ہے۔ اور ضرور کی ہے تو پھر کونسا امر ہے جو تمہین مخالف کے کہنے سے متزلزل کر سکتا ہے۔ معترض لکھتا ہے اسے بکواس کرنے دو۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والے اب تک موجود نہین۔ کیا آپ کی لائف آپ کی تعلیم پر اعتراض نہین ہوئے؟ پھر اس سے کیا آپ کا سلسلہ باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہین۔

اسی طرح پر معترض اعتراض کرین گے تمہین اسکی پرواہ نہین ہونی چاہئے۔ تم اس تعلیم اور ہدایت کی اشاعت مین لگے رہو جو تمہارا امام لے کر آیا تھا۔ اور جس کی اشاعت مین ہی اس نے جان دی۔ تمہارا فرض یہی ہے جو تمہین کرنا چاہئے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

آپکے اطمینان کیلئے

دفتر کتب خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مین جو درخواستین کتب زیر طبع کی خریداری کے لئے موصول ہوئی ہین۔ وہ محفوظ رکھی گئی ہین لیکن کتابین ابھی زیر تکمیل ہین ٹائیٹل وغیرہ ضرور درستی کے بعد روانہ کیجاویگی۔ بعض احباب نے تحریر فرمایا ہے کہ کتابونکے لئے ہر روز سٹیشن پر آدمی روانہ کیا جاتا ہے۔ مگر خالی واپس آتا ہے ایسے شدید الانتظار اصحاب کی اطمینان خاطر کے لئے یہ چند سطور درج اخبار کرائے جاتے ہین انشاء اللہ بعد تیاری ان کو کتابین روانہ کی جاوینگی۔ کتابیں مطبوعہ موجود ہین۔ صرف خاتمہ اور ٹائیٹل پیج وغیرہ شامل کرنے کی دیر ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ جلدی شامل کرنیکی کوشش ہو رہی ہے۔ والسلام

مہتمم کتب خانہ حضرت مسیح موعودؑ
از قادیان

ایک سوال اور اس کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک بھائی صاحب لکھتے ہین کہ بدر نے کسی گذشتہ پرچہ مین ایک الہام کے ذیل مین حضرت اقدس کا یہ ارشاد لکھا ہوا تھا۔ کہ اگرچہ اس مین بظاہر عبارت مین غلطی معلوم ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ اس صرف ونحو کا ماتحت نہین۔ اور ایسی مثالین قرآن شریف مین بھی موجود ہین۔

ایک مولوی صاحب اسپر لکھتے ہین کہ یہ غلط ہے بلکہ ضروری ہے کہ خداوند تعالےٰ کا کلام صرف ونحو کے مطابق ہو کیونکہ خداوند کریم کا کلام معجزہ ہے تو اگر وہ ان قواعد کے مطابق نہ ہو تو پھر اسکا معجزہ ہونا کس طرح کسی کو معلوم ہوگا۔

لہٰذا آپ ایک تو ایسے آیات چند ایک لکھدین۔ دوم یہ لکھدین کہ پھر اعجاز کس طرح معلوم ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اصل بات یہ ہے کہ تھوڑا علم بھی بڑی مصیبت ہوتا ہے۔ اور خصوصاً جب کہ اسکے ساتھ ہمہ دانی کا خیال بھی ملجائے پھر تو بلائے جان ہی ہو جاتا ہے۔ سچ ہے بیت

ہر کہ نداند وبداند کہ بداند ٭ در جہل مرکب ابدالدہر بماند ٭ عربی زبان کے قواعد مین خصوصیت سے ایک مشکل پیش آئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عربی زبان بڑی وسیع زبان ہے پہلے لوگونکا مثل سیبویہ۔ عبدالقادر جرجانی حماد۔ خلیل۔ اخفش۔ فراء۔ کسائی وغیرہم نے جب بذات خود استقرار کیا تو انہون نے تسہیل زبان کے لئے قواعد استنباط کئے لیکن چونکہ وہ لوگ اس زبان کی وسعت کو خوب جانتے تھے۔ کہ ہمارے مقرر کردہ قواعد عموماً اکثریہ ہین اور اہل زبان نے عموماً ان کے خلاف بھی استعمال کیا ہے لہٰذا انہون نے اپنے مستنبط قواعد کے تنگ دائرہ کے اندر زبان کی وسعت کو بند نہ کیا اور بار بار ظاہر کرتے رہے کہ ان کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اور ہوا ہے بلکہ نظم یا نثر لکھکر بتاتے رہے کہ فلان فلان نے فلان عبارت مین اسکے خلاف استعمال کیا ہے۔ لیکن انکے بعد جب وہ لوگ آئے جو کہ خود زبان اور اسکی وسعت سے ناواقف ہونیکے علاوہ اختصار پسند تھے اور قوم پر یہ بدظنی رکھتے تھے کہ اگر ان کو ہم مختصر اور مہذب کتابین اور رسالے نہ دین گے تو ان مبسوط اور رطب ویابس کی جامع کتابون کی طرف اول تو رخ ہی نہ کرینگے اور اگر کرینگے تو متمتع ہونے سے پہلے ہی گھبرا جاوینگے۔ لہٰذا انہون نے بسیط کو حذف کر کے بڑے جامع مانع اور خاص اصطلاحی الفاظ مین ان اکثری قواعد کو کلیات کی صورت مین جمع کر کے متون اور رسالے لکھے اور جو بعد مین آئے انہون نے انکو اور مختصر کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ وہ مبسوط کتابین بالکل مفقود یا متروک ہو گئین۔ اور لوگون کے ہاتھون مین وہی مختصر یا مختصر کتابین رہ گئین جنکے پڑھنے والے نہایت تنگ خیال بن گئے اور یہ یقین کر بیٹھے کہ اہل زبان تو کیا خدا تعالےٰ بھی ان قواعد سے جکڑا ہوا ہے۔ اور بال بھر کسی نے کبھی انکا خلاف کیا ہے۔ اور نہ ایسا کرنا کسی کے لئے جائز ہے اور آجکل اگرچہ بہت سی پہلے لوگون کی مبسوط کتابین موجود ہین لیکن پھر بھی ہمارے علماء ان مروجہ رسائل اور متون کے سوا ان کتابونکو نہین دیکھتے اب مین پہلے قرآن مجید کی چند ایک آیتین لکھتا ہون جنمین ہمارے علماء کے مروجہ صرف ونحو کے قواعد کے خلاف کیا گیا ہے پھر بتاؤنگا کہ باوجود اس خلاف کے پھر اعجاز کیونکر معلوم ہوتا ہے۔ ایسے آیات کریمہ بہت ہین جو صرف ونحو کے مروجہ قواعد کے خلاف کیا وہ قواعد انکے خلاف ہین چند ایک بطور نمونہ مین یہان پر لکھدیتا ہون۔ ان ھٰذان لساحران۔ ما اکنا تمنیج ٭ فاصدق واکن من الصالحین۔ والمقیم الصلوۃ والمؤتی الزکوٰۃ والموفون بعہدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ۔ عاھد علیہ اللہ۔ وما انسانیہ وعلیٰ ہذا القیاس اور بہت سی آیتین ہین رہا یہ کہ جب صرف ونحو کے خلاف ہین تو پھر اعجاز کیسا بس واضح ہو کہ یہ نہایت ہی نادانی کا کلمہ ہے۔ صرف ونحو کے قواعد نزول قرآن سے بعد بنائے گئے ہین پس اگر اعجاز کلام کے یہ معنے ہین۔ کہ ان قواعد کے مطابق ہو تو پھر لازم آئیگا کہ ان سے پہلے نہ کوئی کلام معجز تھا اور نہ اسکے معجز ہونے کا کسیکو علم تھا اور نہ ہو سکتا تھا اصل بات یہ ہے کہ قرآن نے اپنے اعجاز کی نسبت ہرگز یہ بیان کیا ہی نہین کہ وہ اسوجہ سے معجز ہے کہ اسکی عبارت اعلیٰ درجہ کی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام مین آج تک اختلاف ہے بعض کہتے ہین۔ اسکی مثل لانے سے عاجز ہونا اسوجہ سے نہین کہ اسمین کوئی خاص بات ہے جسکو کوئی انسان نہین کر سکتا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ لوگون کی قدرت اور ہمت سلب کر لیتا ہے۔ بعض کہتے ہین اسمین چونکہ غیب کی خبرین دیگئی ہین۔ جو انسانی طاقت مین نہین۔ اسوجہ اسکی مثل نہین لا سکتا۔ اس طرح اور بہت سے اقوال ہین۔ پر جو یہ کہتے ہین کہ اسکی نفس عبارت ہی ایسی اعلےٰ درجہ کی ہے کہ انسان اسکی مثل لانے سے عاجز ہے انکے نزدیک بھی یہ ضروری نہین کہ ان مرتبہ قواعد کے مطابق ہو بلکہ یہ کہتے ہین۔ کہ عرب کے فصحا وبلغاء کے کلام کا جو طرز ہے اسکے اس اعلیٰ درجہ پر یہ کلام ہے جسکو کوئی انسان نہین نبھا سکتا۔ پس اگر ضروری ہے تو یہ کہ کلام عرب کے طرز کے خلاف نہ ہو نہ اس کے جو چند انسانون نے بعد مین چند قواعد اخذ کئے ہین۔ انکے خلاف نہ ہون کیونکہ وہ قواعد خود ناقص ہین۔ زبان عرب ایک بحر ہے قواعد بنانیوالا اسکا احاطہ ہرگز نہین کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک قاعدہ رکھتے ہین اور اسکے خلاف عرب کے ان بلغاء کے کلام مین عبارت موجود ہوتی ہے جو کہ زبان کے استاد مسلم ہین چنانچہ قرآن مجید مین جو جو مقام قواعد صرف ونحو کے خلاف پائے گئے۔ اگرچہ وہ قواعد کے خلاف تو ہین۔ پر فصحا وبلغا عرب کے کلام مین انکے نظائر باوجود موجود ہین۔ اور جو لوگ اس بات

صادق کی وفات اور دشمن کی ناکامی

تمہید سنا ہے کہ حضرت امام احمد کی وفات پر مرتد عبد الحکیم نے پٹیالہ میں دو جہوٹی خوشیوں کا جلسہ کیا ہے۔ اور اس تقریب پر اس نے اعلان الحق نام ایک رسالہ شایع کیا ہے۔ ڈاکٹر کے اس ٹریکٹ کو میرے کئی عزیز دوستوں نے پیش کر کے تحقیق چاہی ہے انہی میں سے ڈاکٹر عبد الحکیم کا عزیز میاں محمد ہے۔

میں اس رسالہ کے اس لغو اور غیر متعلق حصہ کا کوئی جواب دینا نہیں چاہتا جس میں اس قسم کی بہت سے لغویات ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا تھا۔ یا مبارک احمد اسکی پیشگوئی سے مرا تھا۔ بلکہ میں اس رسالہ پر صرف اس لحاظ سے نظر کرنا چاہتا ہوں جسکے کیلئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اور اصل مقصود یہی جو باتیں دو رہیں۔ ان سے میں کوئی تعرض نہیں کرونگا

(حصہ اول)

میں نے جب اس رسالہ کو پڑھا تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے ۱۶-اگست ۱۹۰۶ء کو ان کے مقابلہ میں کوئی مباہلہ کا اشتہار دیا تھا۔ کہ عبد الحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔ پھر

نمبر ۱- صفحہ ۶ پر ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء کا اپنا یہ الہام لکھا ہے کہ "مرزا پھیپھڑے کے مرض سے ہلاک ہوگا" اور آگے چلکر صفحہ ۱۲ پر کہا ہے۔ کہ "میری پیشگوئی کے مطابق مرزا صاحب کو پھیپھڑے کا مرض بھی ہوا"

نمبر ۲- پھر صفحہ ۹ پر چل کر لکھا ہے۔ کہ مجھے الہام ہوا تھا کہ مرزا کی جڑ بنیاد اکھڑ جائیگی" اور صفحہ ۱۲ پر اس کے متعلق یوں تحریر کیا ہے" مرزا کی بیوی اور محمدی بیگم کی موت سے مرزا کی جڑ بنیاد اکھڑ جائیگی"

نمبر ۳- پھر صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ مجھے دسمبر ۱۹۰۷ء کے الہام سے جس عذاب کے ملنے کی بشارت دیگئی تھی۔ وہ موعود عذاب مرزا صاحب کو نہیں ملا۔ اور وہ ہیضہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔

نمبر ۴- پھر لکھا ہے کہ میرے دسمبر ۱۹۰۷ء کے الہام "مرزا پھیپھڑے کے مرض سے ہلاک ہوگا" کے مطابق موت سے چند مہینے پہلے مرزا کو پھیپھڑے کا مرض شروع ہوا جس سے اسے متنبہ ہونا چاہیے تھا۔ مگر افسوس اس نے اور اس کے مریدوں نے بجائے متنبہ ہونیکے الٹا اسکو چھپایا اور امر خدا سے جنگ کر رکہا" صفحہ ۹-۱۰

نمبر ۷- پھر صفحہ ۱۱ پر کہتا ہے کہ میں نے پیسہ اور وطن اور اہلحدیث- اخبارات میں ۱۶- فروری ۱۹۰۸ء کا الہام "مرزا ۲۱-ساون ۱۹۶۵ تک ہلاک ہوگا" چھپوایا تھا اور ۲۱-ساون کو والے الہام کا انکار کیا ہے۔

نمبر ۸- پھر صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے کہ ۲۴-مئی ۱۹۰۸ء کے رویا میں مجھے مرزا صاحب کے جلد تر مرنے کی اطلاع دی گئی تھی"

نمبر ۹- پھر صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے الہاماً شایع کیا تھا کہ مرزا وفات نہیں پائیگا۔ جب تک براہین احمدیہ اور منارہ کی تکمیل نہ ہوگی۔ میں نے واقعات کی تطبیق کی غرض سے ۱۶-اگست ۱۹۰۶ء کے اشتہار کو اٹھا کر پڑھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی مباہلہ کا اشتہار نہیں اور نہ ہی اس میں مباہلہ کا ذکر ہے۔ بہت غور کی مگر اشتہار مذکور میں ڈاکٹر کے نقل کردہ یہ الفاظ ہی نہ ملے کہ "عبد الحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا"[1]

۳- پھر صفحہ ۶ کے الہام اور صفحہ ۹-۱۰ کی عبارتوں کا جو مضمون ہے کہ "مرزا صاحب پھیپھڑے کے مرض میں کبھی مبتلا ہوئے" یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے۔ جسکے کذب پر روئے زمین کے احمدی گواہ ہیں اور اس خلاف واقعہ افترا پر دنیا میں ایک بھی انسان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ عیاذاً باللہ کبھی حضرت مرزا صاحب کو پھیپھڑے کا مرض ہوا ہے

۴- پھر صفحہ ۹ کے اپنے الہام "مرزا کی جڑ بنیاد اکھڑ جائیگی" کی جو صفحہ ۱۲ پر یہ تاویل کی ہے۔ کہ "مرزا کی بیوی اور محمدی بیگم کی موت سے یہ الہام پورا ہوگا" یہ ایسی بیوقوفی ہے کہ کوئی سلیم العقل انسان اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ حضرت کی بیوی یا محمدی بیگم حضرت مرزا صاحب کی جڑھ اور بنیاد کہ اکھڑ جانا مانا جاسکے۔

خدا تعالی کی جو عجیب قدرت ہماری حضرت امام کی وفات پر خارق رنگ میں سلسلہ کی تائید اور نصرت کیلئے ظاہر ہوئی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ عبد الحکیم خاکم بدہن کے تمام الہامات شیطانی ہیں۔

ہاں جڑھ اور بنیاد کا مطلب اگر سلسلہ کے علاوہ ہے تو اسوقت خدا کے فضل سے حضرت کے چار ہونہار اور لایق فرزند اور دو لڑکیاں موجود ہیں اور خدا کا وعدہ ہے کہ وہ بار ور ہونگے انہی میں سے ہے جسکو عالم کشف میں حضرت امام نے فرمایا کہ" اب تو ہماری جگہ بیٹھ۔ اور ہم چلتے ہیں۔ ۳- جنوری ۱۹۰۸ء"

۵- پھر صفحہ ۹ پر یہ لکھنا کہ مجھے الہاماً بتایا گیا تھا۔ کہ مرزا صاحب ضرور قطعی طور پر پھیپھڑے کی مرض سے ہلاک ہونگے اور پھر خود ہی صفحہ ۹ پر اس کے خلاف یہ اقرار لکھنا۔ کہ مجھے جس عذاب کے مرزا صاحب کو ملنے کی الہاماً اطلاع ملی تھی۔ وہ موعود عذاب مرزا صاحب کو نہیں ملا۔ عبد الحکیم کے شیطانی تعلقات کی بین دلیل ہے۔

۶- پھر صفحہ ۱۰ پر جو امر لکھا ہے۔ کہ "مرزا صاحب کو پھیپھڑے کا مرض تو ہوا پر مریدوں نے اسکو چھپا رکھا" اسپر غور کرتے ہوئے مجھے یقین ہوا کہ عبد الحکیم ایک نہایت لعنتی انسان ہے جس نے اتنے بڑے خلاف واقعہ امر کے کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا جسپر تمام احمدی لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کو طیار ہیں۔ اسکے علاوہ یہ کذاب اور بیباک بایں کہ اہلحدیث ۱۵- مئی ۱۹۰۸ء اور پیسہ اخبار ۱۵ اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء۔ وطن ۸- مئی ۱۹۰۸ء سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸- مئی ۱۹۰۸ء- ایڈوانس ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء اور وکیل و دیگر متعدد اخبارات میں یہ پیشگوئی شایع کر چکا ہے کہ "مرزا ۲۱-ساون ۱۹۶۵ مطابق ۴- اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک ہوگا" مگر بایں اپنے جھوٹ اور افترا کے کھل جانیکے بعد یہ لعنتی صفحہ ۱۱ میں اس امر سے انکار کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ میں نے ان اخبار و میں اسطرح پیشگوئی شایع نہیں کی بلکہ یہ شایع کیا ہے کہ "مرزا ۲۱-ساون ۱۹۶۵ مطابق ۴- اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوگا" حالانکہ اخبارات محولہ کی مسطورہ تاریخیں اس کے اس جھوٹ کو ظاہر کر رہی ہیں۔

۷- پھر صفحہ ۱۲ میں ہے کہ ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء کے رویا میں میں نے دیکھا کہ "میں نے ایک لومڑ اور دو چیلوں کو مار ڈالا اور پاؤں سے کچلا ہے" ۲۱-ساون ۱۹۶۵- مطابق ۴- اگست کو والی پیشگوئی کے منسوخ ہونے کا کوئی اشارہ نہیں۔ عبد الحکیم کے شیطانی رویا کی دو چیلونکا زندہ بسلامت موجود ہونا- اور مرزا صاحب کے ساتھ انکا وفات نہ پانا اس کے کاذب ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اگر عبد الحکیم سمجھتا ہے

---

[1] ڈاکٹر عبد الحکیم نے مرزا صاحب کے ۱۶-اگست کے اشتہار کو مباہلہ کا اشتہار ظاہر کرنے کے لئے اپنے اعلان الحق صفحہ ۱۷ میں حضرت مرزا صاحب کے اس اشتہار محولہ کو نقل کر کے اس کی پیشانی پر از خود یہ سرخی جمائی ہے مرزا قادیانی کا اشتہار مباہلہ جو بالکل جھوٹ ہے۔

کہ اس رؤیا کے ذریعہ اسکو حضرت مرزا کی وفات کے حادثہ کی اطلاع بایں طور دیگئی تھی۔ کہ ۴۔ اگست سے پیشتر آپکی وفات کا واقعہ ہوگا۔ تو ضروری تہا کہ دوچیلونکی موت کا حادثہ بھی اسی تاریخ کو ہوتا۔

۸۔ پھر حضرت مرزا کی طرف یہ نسبت کہ حضور نے الہاماً یہ بھی لکھا تہا۔ کہ جب تک براہین احمدیہ اور منارہ کی تکمیل نہ ہوگی وفات نہ پاؤنگا۔ محض افترا ہے خلاصہ یہ کہ نہ حضرت نے ۱۶۔ اگست ۶ء کے اشتہار مین مباہلہ کیا اور نہ اس مین یہ لکہا۔ کہ عبدالحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔ اور نہ کبہی حضرت کو پھیپھڑے کا مرض ہوا۔ اور نہ حضور نے بعارضہ ہیضہ وفات پائی۔ بلکہ عبدالحکیم کا یہ محض افترا ہے۔ کہ کبہی پھیپھڑے کا مرض ہوا یا آپنے بعارضہ ہیضہ انتقال فرمایا۔ اُس کے علاوہ عبدالحکیم نے صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ میری تحریرون اور تقریرون اور پیشگوئیون نے مرزا صاحب کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ حالانکہ صفحہ ۴ پر لکھتا ہے کہ میری رسالہ جات وغیرہ کا مرزائیون پر کچہہ اثر نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ان کو نہ کبہی انصاف اور سچائی کے ساتھ پڑہتے تھے۔ اور نہ سنتے تھے۔ کیا یہ بات کسی سلیم العقل کے ذہن مین آسکتی ہے کہ جب حسب تسلیم ڈاکٹر عبدالحکیم کے مرزائیون پر بہی اس کی تحریرون اور تقریرون کا کچہہ اثر نہ ہوا۔ تو کیا ان تحریرون اور تقریرونکا مرزا صاحب پر یہ اثر مانا جاسکتا ہے۔ کہ وہ اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ مرزائیون پر اثر نہ ہونے کا اقرار اور دوسری طرف مرزا صاحب کے متعلق یہ تحریر۔ ڈاکٹر کے خبط الحواس ہونے پر دال ہے۔

۹۔ پھر صفحہ ۱۱ پر ایک دجالانہ چال چلتے ہوئے لکھتا ہے کہ چودہ مہینے والی پیشگوئی کی میعاد ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء تک تہی۔ مگر چونکہ مرزا بدستور مرزا اور سرکش بنا رہا۔ مبارک احمد کی موت سے جو میری (پیشگوئی) کے مطابق واقع ہوئی۔ مطلق خوف زدہ نہ ہوا۔ تو اس کو خوفناک خوابات آئے۔ اور متعدد الہامات ہوئے۔ مگر کسی طرح اسکی بیباکی اور سرکشی مین کمی نہ ہوئی۔ مرزائیون کا ارتداد اور کفر زیادہ بڑھ گیا پھر ایک موقع پر میری زبان سے یہ بددعا نکلی ”اے خدا اس ظالم کو جلد غارت کر اے خدا اس بدمعاش کو جلد غارت کر“ اس لئے ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱۔ ساون سمت ۱۹۶۵ کی میعاد بہی منسوخ کی گئی“

اس عبارت مین بہت سے وجوہات بیان کرکے مرتد عبدالحکیم نے یہ بیان کرنا چاہا ہے کہ میری مقرر کردہ میعاد ۴۔ اگست سے پہلے مرزا صاحب کی وفات واقع ہوجانا ان امور کے سبب سے ہے۔ جو اس عبارت مین بیان کئے گئے ہین۔

مثل مشہور ہے چور کی ڈاڑہی مین تنکا۔ بظاہر اس وجہ سے جیسا کہ عبدالحکیم کہتا ہے۔ کہ میری پیشگوئی یہہ تہی۔ کہ ”مرزا صاحب ۲۱۔ ساون مطابق ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک وفات پائینگے“ کوئی ضرورت نہ تہی۔ کہ عبدالحکیم یہ وجوہات بیان کرکے لکہتا۔ **کہ ان امور کے باعث میری مقرر کردہ میعاد سے پہلے** مرزا صاحب نے وفات پائی ہے۔ کیونکہ اگر درحقیقت یہی آخری پیشگوئی تہی۔ اور اسی کے مطابق مرزا صاحب کا انتقال ہوا تو پھر ۲۶۔ مئی کی تاریخ کے متعلق یہ لکہنے کی کوئی ضرورت نہین کہ مرزا صاحب نے میری پیشگوئی کی میعاد سے پہلے وفات پائی ہے۔ کیونکہ اس صورت مین مرزا صاحب کا ۲۶۔ مئی ۸ء کو وفات پانا عین اس پیشگوئی کی میعاد کے مطابق واقع ہوا ہے۔ جسکو عبدالحکیم ان الفاظ مین نقل کرتا ہے۔ کہ ”مرزا ۲۱۔ ساون سمت ۱۹۶۵ تک ہلاک ہوگا“

مگر باوجود اس جہوٹے دعوے کے کہ میری آخری پیشگوئی ۲۱۔ ساون تک تہی۔ پھر بہی عبدالحکیم ان وجوہات کا ذکر کرکے بیان کرتا ہے کہ میری مقررہ میعاد سے پہلے مرزا صاحب کی وفات ہوئی۔ اور پیشگوئی کی تاریخ انہی کے سبب سے منسوخ ہوگئی۔ ناظرین اصل باعث اسکا وہی مثل مشہور ہے جسکو مین موٹے الفاظ مین درج کرچکا ہون۔ کیونکہ گو اس نے اپنے اس رسالہ مین **۲۱۔ ساون تک کی پیشگوئی** . . . . کو ذکر کرکے **۲۱۔ ساون کو والی پیشگوئی** کو جو آخری پیشگوئی تہی۔ اور جس کے کذب کو مرزا صاحب کی وفات نے ظاہر کردیا ہے۔ بار بار چہپانے کی کوشش کی ہے مگر یہ وہ جانتا ہے کہ میرا یہ دہوکا صرف ان ناواقف لوگون پر کارگر ہوگا۔ جن کو میری اس آخری پیشگوئی کہ ”مرزا ۲۱۔ ساون کو ہلاک ہوگا“ کی اطلاع نہین۔ پر جن لوگون کو میری اس پیشگوئی سے واقفیت ہے اور وہ جانتے ہین۔ کہ مین بہت سے اخبارات مین اپنی اس پیشگوئی کو آخری پیشگوئی قرار دے کر اپنی پہلی پیشگوئیون کو منسوخ کرچکا ہون۔ انپر غیر ممکن ہے۔ کہ میرا یہ چل کارگر ہو۔ اسلئے ڈاکٹر صاحب نے بڑی مکاری سے ان لوگون کے اس اعتراض کا جواب جو وہ اس پیشگوئی پر کرتے بطور پیش بندی اس طور پر دیا ہے کہ میری پیشگوئی کرنے کے بعد چونکہ مرزا صاحب کی طرف سے یہ واقعات نئے پیش آئے۔ اسلئے پہلی پیشگوئیون کی طرح اس مین بہی ان وجوہات کے باعث مقررہ میعاد منسوخ ہوکر مرزا صاحب کی وفات پہلے واقع ہوگئی۔

مگر اے ناظرین! آپ خوب یاد رکہین۔ کہ ڈاکٹر نے جو وجوہات **۴۔ اگست** کو والی پیشگوئی کے منسوخ ہوجانے کے بیان کئے ہین۔ وہ کسی طرح بہی **۴۔ اگست** کو والی پیشگوئی کے منسوخ ہونے کا سبب قرار نہین دئے جاسکتے۔

کیونکہ یہ امور **۴۔ اگست** کو والی پیشگوئی کی منسوخی کا سبب تب مانے جاسکتے ہین۔ کہ اس پیشگوئی کے بعد ان واقعات کا ظہور مرزا صاحب کی طرف سے ہوا ہو۔ حالانکہ ان واقعات مین سے جن کو ڈاکٹر **۴۔ اگست** کو والی پیشگوئی کی منسوخی کا باعث ٹھہراتا ہے۔ ایک واقعہ بہی ایسا نہین جو اس کی اس پیشگوئی کے بعد واقع ہوا ہو جس کے لئے انکو سبب تنسیخ ٹھہراتا ہے۔ **۴۔ اگست** کو والی پیشگوئی کے منسوخ ٹھہرانے کے لئے ڈاکٹر کو ایسے اسباب اور وجوہات بیان کرنے چاہئے تھے جو اس پیشگوئی کے شایع کرنیکے بعد نئے پیدا ہوتے یہ جسقدر بہی وجوہات بیان کئے ہین۔ وہ سب ایسے ہین جو اس آخری پیشگوئی کے شایع ہونے سے عرصہ پیشتر مرزا صاحب مین موجود تھے۔ اگر یہ وجوہات ڈاکٹر کی کسی پیشگوئی کی تنسیخ کا سبب ٹھہرائے جاسکتے ہین۔ تو وہ چودہ ماہ والی پیشگوئی ہوسکتی ہے۔ نہ کہ اس ۴۔ اگست کو والی پیشگوئی کا جس کے شایع ہونے سے مدت پہلے یہ واقعات ہوچکے تھے۔ ڈاکٹر نے ان وجوہات کو بیان کرکے گو عوام کو دہوکا مین ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر ان وجوہات کے بیان کردینے سے ہمکو یہ فائدہ ہوا ہے۔ کہ اب ڈاکٹر علاوہ ان وجوہات کے اس اعتراض کے پیدا ہونیکے بعد کوئی نئی وجہ ان کے اور لئے اس پیشگوئی کے منسوخ ہونے کی بیان نہین کرسکیگا۔ اور اگر وہ اس تحریر کے بعد کوئی بات بنانے کی کوشش کرے گا۔ تو وہ اس کے کاذب ہونے کی ایک نئی دلیل ہوجاوے گی۔

ایک اور بات جو ڈاکٹر کی اس صفحہ ۱۱ والی عبارت مین قابل توجہ ہے۔ وہ لفظ مگر جس کے

وجوہات کو بیان کیا ہے۔ اور اس نتیجے کا تعلق ہے جو اس نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ اس لئے ۴۔ **اگست کی پیشگوئی کی میعاد بھی منسوخ ہو گئی** +

اگر ناظرین اس عبارت کو پھر ذرا غور سے پڑھیں گے تو ظاہر ہو گا۔ کہ نتیجہ اور وجوہات میں کوئی ربط نہیں۔ اگر عبارت کے لفظ اگر سے پایا جاتا ہے تو بس یہی کہ یہ وجوہات چودہ ماہ والی پیشگوئی کے منسوخ ہونے کا سبب ہیں۔ اور ڈاکٹر کا یہ نتیجہ کہ "اس لئے ۴۔ اگست کی پیشگوئی کی میعاد بھی منسوخ ہو گئی" سراسر غلطی پر مبنی ہے۔

میں اس موقع پر اپنی جماعت کی توجہ ان الزامات کی طرف بھی پھیرنا چاہتا ہوں۔ جو عبدالحکیم نے جماعت کے تمام لوگوں پر بلا استثناء لگائے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ مرزائی۔ حرامزادے۔ بدمعاش۔ سرکش۔ مرتد۔ کافر۔ بیدین۔ ظالم۔ خدا کے مقابلہ میں ضدی۔ قرآن رسول کے مخالف۔ مردود عیار۔ بدعہد۔ بددیانت بے حیا ہیں۔ یہ الزامات جو عبدالحکیم نے الہاماً احمدی جماعت پر لگائے ہیں۔ اگر تم اعتقاد کرتے ہو۔ کہ اس کے یہ تمام الزامات درست ہیں۔ اور تم واقع میں ایسے ہی ہو۔ تو تم سمجھو کہ درحقیقت تم جھوٹے اور مرزا بھی جھوٹا تھا۔ اور عبدالحکیم راستباز ہے اور اگر تم یقین کرتے ہو۔ کہ اس کے یہ الہامی الزامات اسکا افترا ہے اور وہ کذاب مفتری ہے تو تم یقین کرو کہ ایسے لعنتی اور خبیث انسان پر خدا کے کلام کا نزول ہرگز نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ وہ سب اسکا افترا ہے +

حصہ دوم

مضمون کے پہلے حصہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ثابت ہے کہ عبدالحکیم ایک لعنتی انسان ہے جسکو خدا سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اب اس حصہ میں میں اس امر سے قطع نظر کر کے اس بات پر غور کرنا چاہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی پڑتال کروں جس کی وجہ سے عبدالحکیم کا خیال ہے۔ کہ مرزا صاحب کی وفات اسکی پیشگوئی کا نتیجہ ہے۔ **عبدالحکیم کی پیشگوئی کس نہج پر ہوئی تھی۔ اور کیا واقعات اس کو مانتے ہیں کہ اس کی پیشگوئی پوری ہوئی؟**

جب میں اس معاملہ پر نظر کرتا ہوں۔ تو میں دیکھتا ہوں۔ کہ عبدالحکیم کی تحریروں میں پہلا الہام جو مرزا صاحب کے خلاف پایا جاتا ہے۔ وہ الہام ہے جو ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو ان الفاظ میں اس نے شائع کیا ہے "مرزا مسرف، ہے کذاب ہے عیار ہے صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا اور اس کی میعاد تین سال ہے" اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا۔ کہ دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیشگوئی کے جواب میں مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء کے اشتہار میں صرف یہ لکھا۔ کہ "خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے ہوتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔ رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح و صادق" اس کی تشریح میں حضرت نے یہ بھی لکھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں۔ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ یعنے ذلت کی موت کہ میرے آگے بھی لعنت ہو۔ اور میرے پیچھے بھی[1]

اور ذلت کا عذاب انکو نصیب نہیں ہوتا اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا۔ کہ خدا مجھکو ایسی ذلت کی موت نہیں دیگا۔

اس الہامی دعا میں مرزا صاحب نے فقط خدا تعالیٰ سے یہ چاہا ہے کہ خواہ کسی رنگ میں ہو۔ صادق اور کاذب میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے۔ نہ یہ کہ انہیں یہ درخواست کی کہ عبدالحکیم میری زندگی میں ہلاک کیا جاوے۔ بلکہ اس اشتہار میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ مرزا صاحب باوجود ایسے مقابلوں میں اسوقت تک صادق کے سامنے کاذب کے مرنے کو مدار فیصلہ قرار دیتے رہے تھے۔ عبدالحکیم کی جنگ میں باوجود اسکے کہ فتح آپ کے ہی نام پر مقدر تھی۔ حضور نے اس امر کو مدار فیصلہ قرار نہیں دیا بلکہ اس جنگ میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ لیا ہے۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ کے کامل علم اور اسکی نصرت پر بین دلیل ہے کہ انہیں علاوہ اسکے کہ صادق کے سامنے کاذب کے مرنے کو مدار فیصلہ قرار نہیں دیا حضرت امام ہمام مسیح موعود و مہدی معہود حضرت مرزا صاحب نے اپنے لئے عبدالحکیم کی زندگی میں مطلق موت کے حادثہ کی بھی نفی نہیں کی بلکہ جس رنگ کی موت کے عدم وقوع کی اس اشتہار میں پیشگوئی کی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب مطلق موت کے وقوعہ کو اپنی پیشگوئی متعلقہ عبدالحکیم کے منافی ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور نے لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ مجھکو ایسی ذلت کی موت ہرگز نہیں دیگا۔ کہ میرے آگے

[1] اس مقام پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ نے [illegible] آپ کو [illegible] اور الہام میں [illegible] کہ آپ کی پیشگوئی [illegible]

بھی لعنت ہو اور میرے پیچھے بھی" ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ ذلت کی موت کے عدم وقوع کی پیشگوئی سے نفس موت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا صاحب کا اس اشتہار میں بار بار اپنے لئے **ذلت کی موت** سے سلامتی کی پیشگوئی کرنا اور صادق کے سامنے کاذب کی ہلاکت کو مدار فیصلہ قرار نہ دینا ہماری جماعت کے لئے بہت ہی قابل غور کا مقام ہے۔ آجتک جسقدر مخالفوں نے عبدالحکیم کے رنگ میں مرزا صاحب سے مقابلہ کیا۔ ان سب کے لئے تو خدا تعالیٰ نے اس معیار کو مدار فیصلہ ٹھیرایا کہ صادق کے سامنے کاذب ہلاک ہوگا مگر اس جنگ میں خدا تعالیٰ نے **ذلت کی موت سے سلامتی کا وعدہ کر کے فیصلہ** اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اور یہ امر خدا تعالیٰ کے کامل علم اور اس کی خاص تائید پر بین دلیل ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ اب ان کلمات اللہ کے پورا ہونے کا وقت بہت قریب ہے جسکا ذکر حضور نے عبدالحکیم کی اس

کیوں عبدالحکیم کو مرزا صاحب کے سامنے ہلاک نہیں کر دیا اس لئے کہ عبدالحکیم کا ہر صورت خواہ پیشگوئی ہوتی یا نہ ہوتی، مرزا صاحب کی زندگی میں ہلاک ہونا جب ضروری ہوتا کہ خدا کی یہ سنت ہوتی۔ کہ صادق کے سامنے ہی اس کے تمام دشمنوں کا مرنا ضروری ہے۔ جب صادقوں کے بعض دشمن انکی زندگی کے بعد بھی بعض مصالح الہیہ سے ہلاک ہو کر مخلوق کے لئے عبرت کا نمونہ بنتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب دشمن اس کے سامنے ہی ہلاک ہو جاویں پس اگر مرزا صاحب کے بعض دشمن عبدالحکیم وغیرہ ان کی زندگی میں ہلاک نہیں ہوئے اور خدا نے انکو پر حکمت مصلحت سے مسیلمہ کی طرح آپ کی وفات کے بعد ہلاک کیا جانا مقدر کیا ہے۔ تو پھر بتاؤ۔ اس میں کیا اعتراض ہے ہاں ایسے دشمن کا جن کی نسبت راستباز نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر مخلوق کو یہ بتایا ہو۔ کہ خدا کے اذن سے میری زندگی میں ہی نیست و نابود کئے جاوینگے صادق کی زندگی میں ہلاک ہونا البتہ ضروری ہے منہ

پیشگوئی کے آٹھ ماہ پیشتر رسالہ الوصیت میں یوں فرمایا ہے اور ضروری ہے کہ وہ تقدیر مبرم اس عرصہ تین سال میں نافذ ہو اسلئے کہ وہ صادقوں کا حامی ہے اور نہیں چاہتا کہ کوئی کاذب اپنی کسی پیشگوئی میں بھی صادق پر فتح پاوے۔ اس مقام پر اس نے اپنی خاص نصرت کا ہاتھ دکھایا کہ دشمن کو اور رنگ میں پکڑنے کا وعدہ فرمایا! اگر خدا ایسا نہ کرتا تو اسکے علم اور حکمت پر حرف آتا۔ مگر غور کرو یہ کیسی نصرت ہے؟

اس پہلے سہ سالہ پیشگوئی کے الہام کے بعد جس پر میں یہاں تک کچھ لکھ آیا ہوں۔ عبد الحکیم نے پھر ۱۴ مئی ۱۹۰۶ء کو ایک اور الہام ان لفظوں میں شایع کیا کہ "مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاویگا"

اس جگہ اس امر کا لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ایک طرف دشمن کو اپنے سہ سالہ پیشگوئی کے بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے مجبور کیا۔ دوسری طرف اپنی اس مبرم تقدیر کے متعلق جسکا وقوعہ مقدر ہو چکا تھا۔ **الوصیت** کے کلام کے علاوہ اس کثرت سے الہامات نازل فرمائے۔ کہ جن کے سبب **واقعہ وفات** کا بہت قریب عرصہ میں ہونا یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ کلام آلہی یہ ہے[۱]

مگر ہم پر خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہوا کہ اس تسلی بخش کلام کے علاوہ اس نے ہمکو ابتلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے دشمن کو ہر رنگ میں جھوٹا کیا۔ خدا کے اس کلام کی موجودگی میں جسکا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اگر یہ پیشگوئی برقرار رہتی۔ اور دشمن اسکو نہ بدلتا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی وفات کا واقعہ بھی کسی قریب ترین تاریخ میں واقع ہو جاتا تب بھی ظاہر ہے کہ یہ حادثہ عین کلام الٰہی کے منشا کے مطابق ہوتا لیکن ہرگز یہ نہ سمجھا جاتا۔ کہ حضرت کی وفات دشمن کی پیشگوئی کا نتیجہ ہے کیونکہ جب ڈاکٹر کی پیشگوئی سے بہت پیشتر خدا کے کلام کے ذریعہ اسکی خبر اور اطلاع ہو چکی تھی۔ پھر کیونکر خیال کیا جاتا۔ کہ یہ خدا کے کلام کے مطابق وقوع نہیں پایا۔ اور ڈاکٹر کی پیشگوئی کا اثر ہے پر خدا کی قدرت اور عجائبات پر قربان جائیں کہ اس نے ان آخری ایام میں جب کہ خدا تعالیٰ کی مبرم تقدیر کا ارادہ پورا ہونے کو تھا۔ اور ممکن تھا کہ کسی قریب ترین تاریخ میں اس حادثہ کے وقوع پانے کی باعث نادانوں کو ٹھوکر لگتی۔ اور کم فہمی سے دشمن سمجھتا کہ میری فتح ہوئی نافہموں پر رحم فرمایا۔ اور اس سلسلہ کی خاص نصرت اور تائید کر کے انجام کار دشمن کو روسیاہ اور ناکام کیا کہ وہ لوز ہی اندر ایسا نادم اور پشیمان ہوا ہے کہ مخلوق کو منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہا اور یہ رحم اس صورت میں جلوہ گر ہوا۔ کہ عبد الحکیم نے اپنی پہلی دونوں پیشگوئیوں کی طرح یہ تیسری پیشگوئی کہ "مرزا ۲۱۔ ساون تک ہلاک ہوگا" بھی ان آخری دنوں میں ان الفاظ سے تبدیل کر دی کہ "مرزا ۲۱۔ ساون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگا"

اس الہام کے رو سے حضرت مرزا صاحب کی وفات کے لئے ایک خاص تاریخ معین کی گئی تھی جسطرح اس خاص تاریخ سے پیچھے وفات پانا اس الہام کے کلام الٰہی نہ ہونے کا ثبوت ہوتا اسی طرح معین تاریخ سے پہلے حضرت کی وفات پانا اس الہام کے شیطانی ہونے کی علامت ہے۔ خدا کے اس ارادہ کی (جسکی اطلاع حضرت مرزا صاحب کو متواتر طور پر دسمبر ۱۹۰۵ء سے مل رہی تھی) ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو پورا ہونے سے ڈاکٹر کی تمام پیشگوئیوں پر پانی پھیر دیا اور ثابت کر دیا کہ صادق کون ہے۔ اور کاذب کون۔ اگر خدا کی نظر میں مرزا صاحب کاذب تھے اور عبد الحکیم صادق تو خدا نے مرزا صاحب کو کیوں ایسے طور پر وفات دی جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ خدا کے مقبول تھے۔ اور عبد الحکیم مخذول اگر خدا عبد الحکیم کا حامی تھا۔ تو اس کو یہ الہام کسنے کیا اور عبد الحکیم کو کسنے مجبور کیا کہ وہ دنیا کے بہت سے اخبارات میں یہ الہام شایع کرے کہ **"مرزا ۲۱۔ ساون مطابق ۴۔ اگست کو ہلاک ہوگا"**

عبد الحکیم کے الہام کنندہ نے اس الہام سے عبد الحکیم کی بنی بنائی بات کو بگاڑ دیا۔ اور اس کے قابو آئے ہوئے شکار کو اس کے ہاتھ سے نکال لیا۔ اور ایسے نازک وقت میں مرزا صاحب کی نصرت اور تائید کر کے ثابت کر دیا۔ کہ وہ عبد الحکیم کا سخت دشمن ہے اگر خدا تعالیٰ عبد الحکیم کے شر سے ہر طرح سے مرزا صاحب کی حفاظت نہ کرتا تو آج دشمن کہتے۔ کہ عبد الحکیم کی پیشگوئی سچی نکلی۔ مگر چونکہ عبد الحکیم خدا کی نظر میں مخذول تھا۔ اور مرزا مقبول۔ اسلئے خدا نے ایسی نصرت کی کہ دشمن ہی بول اٹھے۔ کہ عبد الحکیم کی پیشگوئی غلط نکلی۔

اس بات پر غور کرنے سے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے باوجود تین سال کے اندر اپنا مقدر ارادہ پورا کرنے کے حضرت کی وفات کو مجموعہ آیات بنایا۔ ایک عجیب سرور پیدا ہوتا ہے۔ آخر میں عبد الحکیم نے اپنی بطالت کے ظاہر ہو جانے کے بعد اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایک اور دھوکا دینا چاہا ہے۔ اور لکھا ہے کہ گو مرزا صاحب کی وفات میری آخری پیشگوئی **۲۱۔ ساون کو** والی کے مطابق تو واقع نہیں ہوئی۔ مگر جو پیشگوئی سہ سالہ اور چودہ ماہہ تھی وہ تو پوری ہو گئی ہے۔

سو اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ عبد الحکیم کا یہ محض فریب ہے کیونکہ وہ خود اپنے اسی رسالہ اعلان الحق کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۳ میں مانتا ہے۔ کہ پہلی پیشگوئیاں اس آخری پیشگوئی سے منسوخ ہو گئی تھیں چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"اس لئے ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۱۔ ساون ۱۹۶۵ سمت کی میعاد ہی منسوخ کی گئی" یہ لفظ ہی صاف بتا رہا ہے کہ اس پیشگوئی سے پہلے بھی بعض پیشگوئیاں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اور وہ وہی سہ سالہ اور چودہ ماہ والی پیشگوئیاں ہیں

دوسرا جواب ایک اور بھی ہے جو ذرا غور سے سمجھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم عبد الحکیم کی پیشگوئیوں کی ترتیب پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی پیشگوئی سہ سالہ تھی (جو ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو شایع ہوئی ہے اور اس کی میعاد ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۹ء تک تھی) اور دوسری پیشگوئی ۱۴ مہینے کی تھی جو ۲۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو شایع ہوئی جس کی میعاد ستمبر ۱۹۰۷ء تک تھی) اور تیسری پیشگوئی ۱۶۔ فروری ۱۹۰۸ء کو شایع ہوئی تھی کہ "مرزا ۲۱۔ ساون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴۔ اگست تک ہلاک ہوگا" اور چوتھی پیشگوئی جو ۹۔ مئی ۱۹۰۸ء کے بعد اخبارون میں چھپی تھی یہ کہ "مرزا ۲۱۔ ساون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک ہوگا"

اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس چوتھی پیشگوئی نے جو سب سے آخری پیشگوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام معتقدین کو اس بات کا یقین کرا دیا تھا۔ کہ اگر مرزا صاحب کی وفات کی انتظار کسی قریب ترین تاریخ میں کی جا سکتی ہے۔ تو ۴۔ اگست کی تاریخ ہے۔ ڈاکٹر کے الہام کنندہ نے اس تاریخ کے ظاہر کرنے سے یہ بتلایا تھا۔ کہ اس تاریخ سے پہلے کسی صورت میں بھی مرزا صاحب کی وفات واقع نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کے علم میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی تاریخ ہوتی تو ضروری تھا کہ وہ اسکی اطلاع دیتا اس الہامی وعدہ کے رو سے کبھی بھی خیال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کہ اس سے بھی اقرب کسی تاریخ میں حضرت کی وفات ہو سکے گی۔ یہ چوتھا الہام اپنے اندر معین تاریخ کی ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے۔ کہ اسکو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد ہم کبھی خیال نہیں کر سکتے۔ کہ اس خاص تاریخ سے پہلے

[۱] چونکہ الوصیت کی عبارتیں بہت دفعہ نقل ہو چکی ہیں اسلئے اس مضمون میں انکے نقل کی حاجت نہیں سمجھی گئی۔ ایڈیٹر

[illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرکا سرمہ

اصلی ممیرا جو آج کل قریباً ڈیڑھ سو روپیہ تولہ پر فروخت ہوتا ہی اور ممیرکا سرمہ دو روپیہ تولہ پر فروخت کیا جاتا ہے ایسا اپس موجود ہی میں اسکے لئے چوڑی سندات پیش نہیں کرنا چاہتا۔ اسلئے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے بزرگان قوم نے اسکو اصلی ممیرا شناخت کرکے خود خرید فرمایا ہی میں عام لوگوں کے نفع کے لئے اصلی ممیرا (چھ روپیہ) تولہ اور سرمہ ممیرا ہر فیتولہ پر فروخت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ ہی یقین دیتا ہوں۔ اگر ممیرا اس اشتہار کے موافق مصدقہ نہ ہو تو میں قیمت واپس دونگا۔ سچائی کے اظہار کیلئے یہی ایک امر کافی ہے۔

نوٹ۔ میری دوکان سے ہر قسم کی لنگی اور کلاہ بھی مل سکتی ہی

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر قادیان دار الامان

سامان ورزش کی عجائب فہرست

کرکٹ بیٹ بید رنشی وا کشمیر کی لکڑی کے ہینڈل کا کین اور دو ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائدار ہے۔ قیمت ۔ روپیہ کرکٹ بیٹ بید رنشی دار کشمیر کی لکڑی کا کین ہینڈل دو ربڑ کے میچ کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوئم کی ہوگی۔ ہینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا۔ کرکٹ بیٹ معمولی، پریکٹس کیلئے

بچوں کے کرکٹ بیٹ ۱۲-۱۳ کیواسطے دو سٹ ایک کرکٹ کی بال لکڑی کا فی کیس فی سٹ

فٹ بال عمدہ کاوا مد پائدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پائدار

کیلئے فٹ بال معہ بلیڈر

کرکٹ بال گسٹ سٹ نہایت عمدہ اور مضبوط چمڑے کے دھاگے کے میچ

پریکٹس

کرکٹ وکٹس فی کاپی

المشتہر

نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

سارٹیفکیٹ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال از قسم کرکٹ بیٹ بال پریکٹس وکٹ۔ فٹ بال ہمیں پہنچا ہر طرح سے قابل تعریف پایا ہے میں اس کام میں اسکو صحیح بالانشین کا مصداق پاتا ہوں نیاز مند حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجان پور ضلع کانگڑہ

آئینے کا عراس

مستریان مولا بخش و غلام حسین بٹالہ ضلع گورداسپور

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست ہو اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی شکایت ہی آپ ضرور سی یہ ضرور سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں مجھے ایک مرتبہ دست صاف ہوجاتا ہی؟ اگر یہ بات نہو۔ تو رات کو سونے وقت دو یا تین ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلس) کھا لیجئے۔ دوسرے روز صبح آپکو دست صاف ہوگا۔ اور پیشتر کی بہ نسبت آپکو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں۔ اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جایگا کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکایات ہیجان صفرا صفراوی بخار یا تپ۔ بدہضمی۔ سوء ہضمی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ جسم کی نقاہت امراض قلب یعنی دل دوداریعنی چکر آنا۔ درد سر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکار آنا اور مستورات کی بیماریاں وغیرہ اگر کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی۔ تو خون کثیف ہوجاتا ہی اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہوجاتی ہی ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکور الصدر مرضوں کو ہٹاتی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادہ اور زہریلے اخراجوں کو آنتوں میں سے نکالتی ہیں جگر کو قوت عطا کرتی ہیں۔ صفرا یعنی پت کو اچھی طرح بہاتی ہیں جسم کو پاک اور صاف کرتی ہیں۔ اور مرد عورت اور بچہ کو جلد لعد ہمیشہ کے لئے بخشتی ہیں۔

بارہ آنہ والی

قیمت ۸ر اور بارہ آنہ والی شیشی میں ساٹھ گولیاں ہیں۔ جو بارہ آنہ والی شیشی کی گولیوں سے ۲۶ گئی ہیں۔ کل دوا فروش فروخت کرتے ہیں یا ڈون پی او باکس بمبئی سے

ڈون کا مرہم (ڈونس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہو فوراً کم ہوجاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیا چھاجن بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سر خباوہ۔ کھجوا۔ کیڑ چیٹہ۔ داد۔ اور جلد کی سب طرح کی سوزش جلن بثور اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے۔ تمام دوکانداران کے پاس قیمت ۲ دو روپیہ فی ڈبیا۔

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز و طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماد کھار ہی ہے لیکن ہمارا کام باتوں سی نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اسمیں کچھ بھی دھوکا ہے قوائے متناسلہ کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت کی ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کیلئے یہ لاجواب معجون طیار کیا ہے جسکے چند ے استعمال کر امراض متعلقہ قوائے متناسلہ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی باہ شکایات کے لئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھ ماریں۔ جواہرات سے طیار ہوتی ہے اول نمونہ مفت منگا لیجئے پھر طلب فرماویں۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ

طلا طلسمی۔ پیرانہ سال کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے جو امراض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتی ہیں۔ ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائینگے۔ منگوانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزماؤ قیمت چھ ماشہ دو روپیہ۔

سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنیوالا اور بصارت بڑھانیوالا قیمت ایک تولہ ۸ر

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرکے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے۔ فی بکس ۴ر

المشتہر حکیم محمد حسین خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ المسیحہ گنڈہ

اسکاٹ اینڈ براؤن لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور اور معروف اخبار ہر مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰۔ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے۔

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے	(صہ)
۲۔ خواص و معاونین سے	(عہ)
۳۔ ہندوستان سے باہر	(ے)
۴۔ غیر مذاہب والون سے	(۱۲)
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگون سے	(۱۲)

نوٹ عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتون مین ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

جلد ۱۲ قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ نمبر

اب اسکی بہت بڑی ضرورت ہے

اس سے پہلے جب مین نے قومی معاملات پر مضامین لکھے ہین تو قومی اتحاد پر سب سے اول زور دیا ہے۔ اور در اصل یہی بنیادی پتھر کسی قوم کے قوم بننے کا ہے۔ ہماری قوم اس امر مین دوسرے تمام مذاہب اور انکے فرقون سے ممتاز ہے اسلئے کہ وحدت پیدا کرنے کے جسقدر ذریعے ہین۔ ان مین سے افضل اور عملی طور پر مفید اور مجرب یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ وہ قوم ایک امام کے نیچے ہو خدا تعالےٰ کا ایک خاص فضل اور احسان ہے کہ ہم نے ایک امام کو جو خدا تعالےٰ کی طرف سے اصلاح عالم کے لئے مامور ہو کر آیا تھا۔ اپنا امام تسلیم کیا اور ایک عرصہ تک اسکی تربیت مین ہم نے اس فضل اور فیض کو حاصل کیا جو وحدت پر آیا کرتا ہے اب جبکہ وہ خدا تعالےٰ کی مشیت اور منشاء کے ماتحت ہم سے جدا ہو گیا ہے یہ وقت امتحان کا وقت تھا اور بدخواہ دشمن آرزو مند تھا۔ کہ اسوقت تفرقہ پیدا ہو کر یہ سلسلہ مٹ جائے گا۔ وہ اپنی اس تمنا مین شیطان کی طرح نامراد رہا۔ در اصل اس نے اندازہ کرنے مین غلطی کھائی۔ وہ اس کو محض خیالی یا بناوٹی سلسلہ سمجھتا تھا۔ بحالیکہ خدا تعالےٰ کی فوق العوق اور ورا الورا طاقت وقدرت نے دکھا دیا تھا۔ کہ یہ درخت اس نے خود لگایا ہے اور وہ آپ اس کا نگہبان اور متولی ہے

بہرحال

خدا تعالےٰ نے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اپنی قدرت کا ہاتھ پھر دکھایا اور ہم سب کو ایک واجب الاحترام مسالح کے ہاتھ مین ہاتھ دینے اور اسے اپنا امام یقین کرنے کی توفیق دی۔ پس ایک ایسی قوم جس کے اندر وحدت کی سعی پھونکی جا چکی ہے۔ اور جب کہ خلیفۃ المسیح نے عہد لیا ہے کہ

مین اخوت اور محبت کو بڑھاؤنگا

تو ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم باہمی اخوت اور محبت کے رشتہ کو ایسا مضبوط اور مستحکم کرین کہ انما المومنون اخوۃ کا صحیح مضمون ہم پر صادق آجاوے۔

مگر اس سے پیشتر کہ ہم اس سلک مین منسلک ہون۔ یہ بہت ضروری امر ہے کہ ہم اپنی قوم کے افراد کا پتہ لگا سکین مجھے اس امر کی ہمیشہ آرزو رہی کہ کل افراد قوم کی باضابطہ مردم شماری ہو جاوے۔ نیز اپنی طاقت کے موافق اس مین سعی کی مختلف اوقات مین تحریکین کین اسوقت ان تحریکون کو انہون نے ہنسی اور مذاق مین اڑا دیا۔ مین نے فہرستین شایع کین تو بعض نے مجھے تماشا سمجھا اور مجھے نت نئی تجویزین کرنے والا قرار دیا۔ مین ان باتون سے گھبرایا نہین اور نہ ایسے اعتراض سن کر مین نے برا مانا۔ مین نے اخلاص سے ایک بات کی تھی۔ قوم کی بہتری کے لئے ضرورت وقت سمجھکر کی تھی۔ آخر میری اس تجویز نے عملی رنگ اختیار کرنا شروع کیا اور وہی تجویز جو الحکم کے کالمون مین ایک وقت نہایت بے پرواہی اور کم توجہی سے دیکھی گئی تھی کہ تحصیل وار اور ضلع وار کمیٹیان قائم ہون اور ایک صدر انجمن ہو۔ آج ایک ثمردار درخت کی شکل مین نظر آتی ہے صدر انجمن احمدیہ موجود ہے اسکے ساتھ مختلف ضلع کی شاخین اور دیہات کی انجمنین وابستہ ہین۔ ایسی صورت مین اس سے زیادہ خوشی میرے لئے کیا ہو سکتی ہے اسی طرح پر مین نے بہت زور دیا ہے کہ احمدی افراد کی ایک باضابطہ مردم شماری ہو۔ تاکہ کم از کم ہم ایک صحیح اندازہ پر پہنچین۔ اور قومی تحریکون کے لئے ہمین پورا موقع مل سکے یہ کام ایسا ضروری ہے جو میری اپنے رائے مین اسکے مقابلہ مین بعض کئی کام غیر ضروری ہین۔ اسلئے مین یہان اپنے احباب کو وہان صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلاتا ہون۔ کہ وہ اس فوری کام کی تکمیل کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ آدمی مقرر کرے

جو کل ہندوستان مین پھر کر باضابطہ نقشے طیار کرین اور تبلیغ کرین۔ جبتک وہ پوری فہرست مکمل نہ کر لین۔ اس سلسلہ کو جاری رکھا جاوے۔ خواہ اسپر کچھ ہی خرچ ہو۔ اس سے پرہیز نہ کیا جاوے۔ اگر صدر انجمن اس مقصد مین کامیاب ہوگئی۔ تو اس کے پیش پا افتادہ کامون کی تکمیل کے لیے بہت آسانیان ہو جائین گی۔

مین صدر انجمن احمدیہ کی خدمت مین یہ بھی آزادی اور دلیری کے ساتھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہون کہ وہ قوم مین اہل الرائے لوگ پیدا کرنے کے لئے اپنے دائرہ کو وسیع کرے۔ تا کہ کام کرنے والے لوگ پیدا ہون۔ اور وہ امر جو چند آدمیون کی رائے تک محدود رہتا ہے۔ وہ بہت سے افراد کی رائے کے نیچے ہو۔ اس کو مین کھولکر کسی دوسرے وقت لکھونگا۔ کیونکہ یہ سوال انجمن کی کانسٹیٹیوشن کے متعلق ہے ہم مین سے کسی کا یہ کام نہین ہونا چاہئے۔ کہ اپنے خیالات کو نیک نیتی سے ظاہر کرنے مین ایسی حالت مین پرہیز کرے جب کہ ان کا اثر بھلا یا برا قوم پر پڑ سکتا ہو۔ تبادلہ خیالات ایک ایسی شے ہے جو انسان کو بہت کچھ سکھا سکتی ہے۔

مین اس جملہ معترضہ کی وجہ سے اصل مطلب سے دور جا رہا ہون۔ یا اصل مطلب کی طرف دور چلا گیا۔ اس لیے مین صاف طور پر عرض کرتا ہون کہ اسوقت ضرورت ہے اس امر کی کہ قوم کی مردم شماری کا مناسب انتظام کیا جاوے اور اس کے لئے جو کچھ بھی خرچ ہو۔ اس کی پرواہ نہ کی جاوے۔ ہان اس کام کے لئے موزون آدمیون کا انتخاب بھی انجمن کا بہترین فرض ہے۔

احمدی قوم کے واعظین

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے مبلغین اور واعظین کی ایک خاص جماعت کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت آج ہی نئی محسوس نہین ہوئی۔ اس سے پہلے سنہ ۱۹۰۰ مین بھی خادم الحکم مین اس ضرورت پر متعدد مضامین لکھے گئے ہین مگر تجربہ نے بتایا کہ شاید اس کے لئے وہ وقت مناسب نہ تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا۔ اور قوم مین تحریک بھی فرمائی جیسا کہ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت مین اشتہار **سفینۃ الاخبار** * اس تحریک کی تجدید کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کے ایما اور ارشاد سے چھاپا گیا ہے۔ مگر یہ تحریک کا عمل اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر ملتوی ہوتی آئی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام مین اس تحریک مین پھر حرکت پیدا ہوئی۔ اور حضرت اقدس نے ارادہ فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہون جو اپنی زندگیان وقف کرین تا کہ انہین اطراف و اکناف عالم مین تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجا جاوے ہمارے چند احباب نے ایسے وقف نامے بھیجے جن کی یادداشت اگر مین غلطی نہین کرتا میرے محترم بھائی مفتی محمد صادق صاحب کے پاس ہوگی۔ اب خلیفۃ المسیح نے اس تحریک کو پھر زندہ کیا ہے اور عملی طور پر اس سے کام لینا چاہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اقرار بیعت مین اشاعت اسلام کے لئے سعی کو داخل فرمایا ہے۔ اور ہم مین سے ہر فرد جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی ہے۔ اس بات کا پابند ہے۔ کہ وہ اشاعت اسلام کے لئے کوشش کرتا رہے اب اشاعت اسلام کے طریق کا سوال قابل غور رہ جاتا ہے۔ میری اپنی سمجھ مین اسوقت ہمین دو ضرورتین ہین۔ ایک حفاظت اسلام دویم اشاعت اسلام۔

اگرچہ یہ سچ ہے کہ حفاظت اسلام کا ذمہ دار خود رب العالمین ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

مگر اس حفاظت کے مختلف طریق ہین اور مختلف رنگون مین وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو عملی اور علمی غلطیون سے اسلام کو پاک کرتا ہے اور اپنے اسوہ اور نمونہ سے اسلام اور اس کی برکات کا ثبوت دیتا ہے یہ سب سے بڑھکر زبردست اور قابل قدر ہے اور در اصل اسلام کی حفاظت اس کی تعلیم پر

عمل ہے

یہ ایک ایسا مستحکم اور مستحسن ذریعہ ہے کہ صرف اسی کی تجدید کے لئے اللہ تعالےٰ ہر صدی پر

مجدد بھیجتا ہے

اور یہی ایک غرض تھی۔ جو ہمارا آقا ہمارا محبوب مولا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا مین آیا اور اپنا کام کر کے ہم سے رخصت ہوا۔ لیکن عمل کے لئے ضرورت ہے علم کی۔ جب تک مسلمان قرآن مجید کے مضامین اور تعلیمات سے واقف ہی نہ ہون۔ انکے اندر عملی قوت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ میری اپنی سمجھ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدارج اور اوصاف مین جہان یہ لکھا ہے۔ یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ ..... وہان تزکیہ کا طریق یعلمھم الکتب والحکمۃ بھی بتایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسوقت ایک تو ہمین ضرورت ہے۔ حفاظت اسلام کی۔

اسلام پر مختلف مذاہب کے لوگ مختلف طریقون سے حملہ کر رہے ہین۔ اور جہان انہین موقع ملے وہ اسلام کے گلہ مین سے بعض بھیڑون کو پکڑ لیجاتے ہین اور اس طرح پر انہون نے کئی لاکھ کو مرتد اور گمراہ کر دیا ہے اس سے پہلے تو یہ غلطو اسلام کو عیسویت کی ہی طرف سے تھا اب دوسرے مذاہب سکھ اور آریہ بھی اس سے حصہ لینے لگے ہین۔ پس حفاظت اسلام کی تہ ہی مین اشاعت اسلام کا راز مخفی ہے۔ اگر ہم لوگ اپنے نمونون سے اسلام کی خوبیان دکھانے کے قابل ہو سکین تو اسلام کی اشاعت کا سلسلہ خود بخود وسیع ہونے لگیگا۔

مین اصل مطلب کی طرف آ کر پھر کہتا ہون کہ واعظین کی ضرورت ہے۔ اور یہ واعظین اپنی علمی اور عملی قابلیت کے لحاظ سے نمونہ ہونے چاہئین اس سے میری مراد یہ ہرگز نہین کہ وہ کسی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ اور ڈپلوما ہولڈر ہون نہین بلکہ خواہ وہ ایسے ہی کیون نہون لیکن اسلام کے صحیح عقاید سے واقف ہون اور حتی الوسع قرآن کریم کی تعلیم اور ہدایت کے عامل ہون۔ انہین اس بات کا بھی علم ہو کہ مختلف مذاہب کن راہون سے اسلام پر حملہ آور ہوتے ہین۔ اور یہ امر خدا کے جری اور برگزیدہ بندے حضرت مسیح موعود نے ایسے طور پر کھولدیا ہے۔ کہ اسپر زیادہ لکھنے کی حاجت نہین۔ جو لوگ اس مقصد کے لئے نکل سکتے ہون انکا فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ قادیان مین ایک عرصہ تک رہین اور قادیان مین اس غرض کے لئے ایک کلاس (انجمن) ہو جسمین مختلف مضامین مذہب پر غور و فکر کیا جاوے۔ اور انمین مباحث ہون۔ ایسے لوگ جو یہان سے نکلینگے۔ وہ خدا کے فضل سے مفید ثابت ہونگے۔ اور ہان یہ مین کبھی پہلے الحکم مین لکھ آیا ہون کہ ایسے لوگون کو دست خود دہان خود کا مصداق بنا کر روانہ نہین کرنا چاہئے۔ کہ چرہ جگوا در رہا پیٹ پالو بلکہ انجمن ان کے لئے ایک فنڈ قایم کرے اور انکی ضروریات کے تکفل کے لئے راہ نکالے۔ تا کہ وہ

پراگندہ روزی پراگندہ دل

کے مصداق نہ ہون اور قوم مین ذلیل نہ سمجھے جاوین بلکہ انکا ایک وقار اور عظمت ہو قوم جب تک خود انکی قدر نہ کریگی دوسرے کیا کرینگے پس اسی گروہ کے طیار کرنے کے لئے خاص فکر کرنی چاہئے

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہرچند اس زبان مبارک کی باتیں ہمیں سنائی نہیں دیتی ہیں جس پر خدا تعالیٰ کی پاک وحی اپنے اوقات پر جاری ہوتی تھی تاہم ایڈیٹر الحکم کے پاس یادداشتوں کا ایک کافی ذخیرہ ہے جس میں سے وہ اپنے ناظرین کے لئے کم از کم مہینے میں دو بار آپ کے کلمات کا تحفہ پیش کرتا رہیگا۔ جب تک خدا چاہے (ایڈیٹر)

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء - آج حضرت اقدس صرف مغرب کی نماز میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آج میں کنز العمال میں مہدی کی حدیثوں کو دیکھتا تھا۔ ۱۵ حدیثیں ایسی لکھی ہیں کہ جن میں صاف لکھا ہے۔ کہ آتے ہی جنگ و جدال اور قتال شروع کر دیگا۔ ادھر مار ادھر قتل بس اسکا یہی کام ہوگا۔ **فرمایا** میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ کس قسم کی اصلاح ہے۔ حالت تو یہ ہے کہ بعد زمانہ ہی بجائے خود بہت کچھ قابل رحم حالت ہوتی ہے اور اسپر تو ہزاروں فتنے اور آفتیں بھی ہونگی۔ **پھر قتال سے کیا فائدہ؟** خیر آخر میں یہ بھی لکھدیا ہے **لا مہدی الا عیسیٰ**

فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات قرآن سے ہی ہے جب ہم اس ترتیب کو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو رسول اللہ کی زندگی کے دو ہی مقصد بیان فرمائے ہیں۔ تکمیل ہدایت۔ اور تکمیل اشاعت ہدایت اور اول الذکر تکمیل چھٹے دن یعنے جمعہ کے دن ہوئی جب کہ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ** نازل ہوئی اور دوسری تکمیل کے لئے بالاتفاق مانا گیا ہے۔ کہ وہ مسیح ابن مریم یعنے مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگی۔ سب مفسروں نے بالاتفاق لکھدیا ہے کہ ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ یہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگی۔ اور جبکہ پہلی تکمیل چھٹے دن ہوئی۔ تو دوسری تکمیل بھی چھٹے دن ہی ہونی چاہئے تھی۔ اور قرآنی دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے۔ گویا

مسیح موعود چھٹے ہزار میں ہوگا

پھر فرمایا کہ قرآن ہی پڑھنے کے قابل ہے کیونکہ قرآن کے معنے ہی یہ ہیں ضمناً یہ بھی فرمایا کہ آریوں نے قرآن کریم کے نہ سمجھنے سے خیر الماکرین وغیرہ الفاظ پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ خود وید میں اِندر کو بڑا مکّار لکھتا ہے۔

پھر مہدی کی حدیثوں کی نسبت فرمایا کہ سلطنت کے خیال سے وضع کی گئی ہیں۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۰۰ء پیدائش آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا کہ آدم عہ کیوقت چھٹے دن پیدا ہوتا تھا۔ اس وقت مشتری کا دورہ ختم ہو کر زحل کا شروع ہونے والا تھا چونکہ زحل کی تاثیرات خونریزی اور سفاکی ہیں۔ اسلئے ملائکہ نے اس خیال سے کہ یہ زحل کی تاثیرات کے ماتحت پیدا ہوگا۔ یہ کہا اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس طرح انسان ارضی تاثیرات اور بوٹیوں کے خواص سے واقف ہوتا ہے اسطرح پر آسمانی مخلوق آسمانی تاثیرات سے باخبر ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایّاک نعبد میں جہاں الرّب الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین کے حسن و احسان کی طرف سے تحریک ہوتی ہے وہاں انسان کی عاجزی اور بے کسی بھی ساتھ ہی محرک ہوتی ہے اور وہ ایّاک نستعین کہہ اٹھتا ہے

پھر **فرمایا** دعا بہترین دعا وہ ہوتی ہے۔ جو جامع ہو تمام خیروں کی۔ اور مانع ہو تمام مضرات کی اسلئے انعمت علیھم کی دعا میں آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کے حصول کی دعا ہے۔ اور غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔

پھر فرمایا کہ اسلام کی نسبت جو کہتے ہیں کہ تلوار سے پھیلا یہ بالکل غلط ہے اسلام نے تلوار اسوقت تک نہیں اٹھائی۔ جب تک سامنے تلوار نہیں دیکھی۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ جس قسم کے ہتھیاروں سے دشمن اسلام پر حملہ کرے اسی قسم کے ہتھیار استعمال کرو۔ مہدی کے لئے کہتے ہیں۔ کہ آکر تلوار سے کام لیگا۔ یہ صحیح نہیں۔

اب تلوار کہاں ہے جو تلوار نکالی جاوے

پھر افسوس تو یہ ہے کہ باوجودیکہ مسیح ان لوگوں کے مسلمات کو تسلیم کرلے گا۔ اور فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اُتریگا۔ مگر پھر بھی اس پر کفر کا فتوےٰ دیا جاویگا (جیسا کہ کتابوں سے ثابت ہے) بلکہ ایک شخص اُٹھ کر کہدیگا۔ **ان ھذا الرجل غیّر دیننا**

آخر میں فرمایا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ ان **دلائل سے باخبر ہوں**۔ تاکہ کسی محفل میں ان کو شرمندہ نہ ہونا پڑے اور فرمایا کہ میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی اور یعقوب علی اور اور چند دوست ایسی کتابیں سوال و جواب کے طور پر تالیف کریں۔ جو ہمارے مقاصد کو لئے ہوئے ہوں۔ اور مدرسہ میں رائج کی جاویں۔

(یہ نوٹ اب پرانی نوٹ بکوں کے معاینہ سے معلوم ہوا اس لئے میں میر محمد سعید صاحب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس حکم کی تعمیل کے لئے سعی کریں۔ اور انشاءاللہ خاکسار بھی توجہ کریگا۔ (ایڈیٹر)

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۰ء - مولوی جمال الدین صاحب جو سید والہ سے تشریف لائے ہوئے تھے ان کے واقعات سنتے رہے اور پھر فرمایا۔ کہ آج میں ایّدناہ بروح القدس کی بحث لکھتا تھا۔ اس میں میں نے بتایا ہے کہ مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں روح القدس کے فرزند وہ تمام سعادت مند اور راستباز ہیں جن کی نسبت **ان عبادی لیس لک علیھم السلطان** وارد ہے۔ اور قرآن کریم سے دو قسم کی مخلوق ثابت ہوتی ہے اول وہ جو روح القدس کے فرزند ہیں۔ اور بن باپ پیدا ہونا تو کوئی خصوصیت نہیں۔ دوم شیطان کے فرزند

۲۱ - اکتوبر ۱۹۰۰ء سیر میں علماء سو کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو ان کو جا کر سمجھاوے اور کہے کہ تم کوئی نشان لو کہ تسلی دل سے دیکھ پھر فرمایا کہ یہ لوگ کم ہی امید ہے کہ رجوع کریں۔ مگر جو **آئندہ ذرّیت ہوگی وہ ہماری ہی ہوگی**۔

۲۴ - اکتوبر ۱۹۰۰ء سیر میں بہشت دوزخ کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں خدا تعالےٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے وہاں بہشت کے انعامات کے لئے فرمایا۔ عطاءً غیر مجذوذ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو امید ہی نہ رہتی اور مایوسی پیدا ہوتی۔

بہشت کے دوامی انعاموں کو دیکھکر مسرت ہوتی ہے اور دوزخ کے ایک متعین عرصہ تک ہونے سے امید پیدا ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے اسکو یوں بیان کیا ہے۔

گویند کہ بحشر جستجو خواہد بود + وآں یارِ عزیز تندخو خواہد بود

از خیرِ محض شرّے نیاید ہرگز + خوش باش کہ انجام بخیر خواہد بود

پھر **فرمایا** ہمارا ایمان یہی ہے کہ دوزخ میں ایک عرصہ تک آدمی رہیگا۔ پھر نکل آئیگا۔ گویا جن کی اصلاح نبوت سے نہیں ہو سکی۔ ان کی اصلاح دوزخ کرے گا حدیث میں آیا ہے۔ یاتی علیٰ جھنم زمان لیس فیھا احد یعنے جہنم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں کوئی متنفس نہیں ہوگا اور نسیم صبا اس کے دروازوں کو کھٹکھٹائے گی۔

معجزات مسیح پر گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا۔ کہ معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دعائیہ ارہاصیہ اور قوت قدسیہ کے معجزات۔ ارہاصیہ میں دعا کو دخل نہیں ہوتا۔ قوت قدسیہ کے معجزات ایسے ہوتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں انگلیاں رکھدی تھیں اور لوگ پانی پیتے چلے گئے۔ یا کنوئیں میں لب گرا دیا اور اس کا پانی میٹھا ہو گیا مسیح کے معجزات اس قسم کے ہی تھے۔ خود ہم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے

مختصر نوٹ اور واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحقیقت دنیا کے لئے ایک ابر رحمت ہو کر آئے تھے اور **شہزادہ امن** کی حیثیت سے آپ نے اپنا کام کیا۔ آخری ایام آپ کے جس مقدس غرض کو پورا کرنے میں بسر ہوئے وہ **پیغام صلح** کی تحریر تھی جس کے ذریعہ آپ ہندو مسلمانوں کے درمیان منافرت کے بڑھتے ہوئے سلسلے کو الفت اور محبت سے بدل دینا چاہتے تھے۔ وہ لیکچر لاہور کے ایک بڑے مجمع میں پڑھا گیا اور اس کی ہزاروں کاپیاں ملک میں شایع کی گئی ہیں۔ اور ہزاروں شایع ہونگی۔ برادران وطن نے اس پیغام کا کیا جواب دیا۔ ابھی اس کے سننے کے لئے ہمیں کچھ عرصہ تک انتظار کرنا چاہیے لیکن چونکہ ہمارے امام و مقتدا کی یہ آخری وصیت ہے اسلئے ہم میں کا ہر ایک فرد اس امر کے لئے کوشش کریگا۔ کہ ہندو مسلمانوں میں اتحاد کا سلسلہ وسیع کیا جائے۔ اور یہ اتحاد نفاق کے رنگ میں نہ ہو۔ بلکہ نہایت اخلاص اور وفاداری سے ہو۔ اس لئے وقتاً فوقتاً اس تحریک کو میں تازہ کرتا رہونگا انشاء اللہ

صوبہ بنگال کی کونسل کے دو ہندو ممبروں نے لفٹنٹ گورنر کے حضور اظہار وفاداری کیا۔ اور وائسرائے بہادر نے اس پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ اسپر ایک مسلمان ہمعصر طعنہ دیتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی طرف سے اس قسم کے خیالات کا اظہار ہوتا تو اسے ڈرپوک بزدل وغیرہ کہا جاتا۔ ہمری رائے میں اس قسم کی طعنہ زنی منافرت کو بڑھاتی ہے۔ کیوں معزز ہمعصر یہہ نہیں سمجھ لیتا کہ صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آگیا۔ اگر وہی خیالات جو ہم لوگوں میں گورنمنٹ کی نسبت پیدا کرنے چاہتے ہیں ہماری ہمسایہ قوم کے لیڈر ہمیں ہمارے ہمخیال ہو کر ہوئے ہوں تو قابل شکر گذاری ہے اور انہیں اپنے بہت قریب سمجھنا چاہئے۔ نہ یہہ کہ ان کی غلطی یاد کرا کر انہیں بھڑکانے کی کوشش کی جاوے آخر ہم اور وہ دونو [illegible] ہیں۔

قومی ضروریات کا احساس جن لوگوں میں پیدا ہو ہی قوم کے جسم کے صحیح اکسیں اعضا ہیں ورنہ دوسرے جو قوم کی درماندہ حالت کو دیکھتے ہیں اور ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ ان کا عدم وجود برابر ہے پھر اس احساس میں بھی ایک خاص امر قابل لحاظ ہے کہ قومی ضروریات کے پورا کرنے میں جو سعی کی جاوے وہ محض اخلاص اور نیت پر مبنی ہو۔ نہ کہ ریا اور نمایش پر۔ آنریبل راجہ تصدق رسول خانصاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی تعلقدار جہانگیر آباد نے جلیہ خطاب کی خوشی پر پچیس ہزار کی لاگت کا ایک بورڈنگ ہوس علیگڈہ کالج میں بنوانا تجویز کیا ہے۔ اس خبر کو تار برقی کے لئے جسقدر شہرت دی گئی ہے۔ وہ اس کی نمایش کے لئے کافی ہے مگر میں تو ایک خوشی کی تقریب پر اظہار خوشی کی اس راہ کو بہت ہی پسند کرتا ہوں اس سے دوسروں کو بھی تحریک تو ہوگی کہ ہم اپنی خوشیوں کی تقریب پر بجائے فضول اور لغو طریق پر خرچ کرنے کے قومی انسٹیوٹیشنز کو نہ بھولیں۔

اسلامی دنیا کا مطلع سخت غبار آلود اور کدر ہو رہا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک بلند مینار پر کھڑا ہو کر نیچے نگاہ کرے۔ تو اس کو اسلامی دنیا میں خونی منظر نظر آئیگا۔ جو لوگ اخبار پڑھنے کے عادی ہیں انہیں معلوم ہے۔ کہ مراکش۔ مقدونیہ۔ یمن اور ایران کی حالت آج کل کیا ہو رہی ہے اور یورپی سلطنتیں ان اسلامی ملک میں ایک یا دوسری وجہ سے رسوخ اور اقتدار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ وہ اپنے نفع نقصان کو نہ سوچکر خانہ جنگیوں پر تلے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر کو جلا دینے کے لئے گھر ہی کا چراغ کافی ہوگا۔ آہ! مسلمانوں کی یہ حالت اور پستی سخت دکھ دینے والی ہے مگر اسکا علاج کیا؟ اگر کوئی علاج ہے تو وہ ایک ہی ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

اگر اسی علاج سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ تو یہ رہا سہا نام و نشان بھی مٹ جائیگا

بمبئی کی ملوں کے مزدوران نے فساد کر دیا۔ جسکا اندیشہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فساد مسٹر بال گنگا دہر تلک سے اظہار ہمدردی کے لئے ہوا ہے جس ملک میں ایسے خیر خواہ ایز لیڈر رونق بخش ہوں اس کی بدنصیبی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ کیا یہہ بھی کوئی ہمدردی کا طریق ہے کہ اپنی اور اپنے ہمسایوں کی جان خطرہ میں ڈالی جاوے۔ اس قسم کی وحشیانہ حرکات قیام امن کے لئے گورنمنٹ کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ سختی سے نوٹس لے۔

بنگہ کے راجہ صاحب نے کہتری ہائی سکول بنارس کے لئے دس لاکھ روپیہ کا عظیم عطیہ مرحمت کیا ہے اور اس کے علاوہ عمارت کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے سوائے کہتری قوم کے اور کسی قوم کے لڑکے اس سکول میں تعلیم نہ پا سکیں گے۔ اس قسم کی حدبندیاں اور قیود ہی ہندو مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کا ذریعہ ہوتی ہیں تعلیم کے معاملے میں ہی اگر ہم اکٹھے نہیں ہو سکتے تو پھر باہمی اتحاد اور اتفاق کی تعلیم اور خیال محض ایک بیہودہ بات ہوگی۔ تعلیمی کاموں میں اگر ہندو مسلمانوں کی کوششیں متحد ہوں تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ بہت سا روپیہ دونوں قوموں کا بچ سکتا ہے اور وہ قومی بھلائی کی دوسری تجاویز پر صرف ہو سکتا ہے اگر کہتری قوم کے سربرآوردہ اصحاب راجہ صاحب بنگہ کی اس تجویز کی اصلاح کے لئے کوئی میموریل بھیج سکیں۔ تو ان کی ایسی ساعی ملک میں اتحادی نکتہ خیالی سے نہایت قابل قدر ہونگی۔ اور اگر اس قسم کی تفریق معمولی اور مشترکہ کاموں میں بھی جایز رکھی جاسکتی ہے۔ تو پھر دوسروں سے یہ توقع کیوں کی جاتی ہے۔ کہ وہ ہمارے ساتھ مساوات کے اصول برتیں۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

لاہور کے ڈپٹی کمشنر صاحب نے اپنے ہیڈ کلرک اور محرر کو معقول انعام دلوایا ہے۔ کہ انہوں نے رشوت دینے والوں کو گرفتار کرا دیا۔ رشوت ستانی کے بڑھتے ہوئے رواج کو روکنے کے لئے یہ عمدہ ذریعہ ہے مگر بعض رشوتیں ایسے طور پر لی جاتی ہیں۔ کہ سب جانتے ہیں اور وہ بڑی سنگین ہوتی ہیں۔ مثلاً سرکاری مالیہ جب خزانہ میں داخل ہوتا ہے تو خزانچی صاحب فی نمبردار ایک روپیہ کم از کم ضرور لے لیتے ہیں۔ ورنہ نمبرداروں کو عجیب مشکلات پیش آتے ہیں۔ اور یہہ ہر فصل پر لیا جاتا ہے۔ اب اسکا تدارک اور انسداد ہو۔ تو کیونکر ہو اس کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ نمبردار مفت وہ روپیہ بذریعہ ڈاکخانہ روانہ کریں۔ اور اسکا کمیشن سرکار ادا کرے۔ تب امید ہے کہ یہ رشوت یا اسکا کچھ اور نام رکھو۔ بند ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ ضلع گورداسپور میں چار ہزار گاؤں ہیں اگر فی گاؤں ایک نمبردار ہی فرض کر لیا جاوے تو سمجھ لو۔ کہ ۱۶ ہزار روپیہ سالانہ نمبرداران کو نذرانے میں دینا پڑتا ہے۔ بہرحال رشوت ستانی کا انسداد بھی بہت ضروری امر ہے جو گورنمنٹ اور اہل ملک کے لئے یکسان قابل لحاظ ہے۔

مہاراجہ صاحب بڑودہ نے حال میں ایک عجیب اور قابل قدر سرکلر جاری کیا ہے۔ کہ ریاست کی نئی لیجسلیٹو کونسل میں صرف وہ لوگ ممبری کے لئے امیدوار ہو سکیں گے جو ذات پات کے قیود توڑ کر ہر شخص سے مصافحہ کر سکیں۔ مہاراجہ بڑودہ کے حکمران کی روشن ضمیری اس سے پہلے بھی قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی ریاست میں جو کام کر رہے ہیں۔ وہ ان کے ہمعصروں کے لئے واجب التقلید ہیں۔ اس آزاد خیال اور وسعت حوصلے سے امید ہے کہ ہندو مسلمانوں اور دوسرے لوگوں میں ایک قسم کا سوشل اتحاد پیدا ہوگا۔ اور اسکے خوشگوار ثمرات قابل قدر ہونگے۔ کیا دوسرے رئیس اسی نظیر سے کوئی فائدہ اٹھائینگے اور کم از کم ہمارے برادران وطن ہندو اس قسم کے سوشل تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے قدم بڑھائیں گے؟

معزز ہمعصر البشیر نے پیغام صلح کا وہ حصہ جو ہم عصر بدلہ

نے شایع کیا تھا۔ اپنے کالمون مین چھاپ کر اپنی وسعت حوصلہ کا ثبوت دیا ہے اور مین دیکھتا ہون کہ ہمعصر مذکور نے مسلمانون کے اس طریق کو سخت ناپسند کیا ہے جو انہون نے حضرت اقدس کی وفات کے بعد ظاہر کیا۔ ایسا ہی اسنے **پرکاش** کے ایک سخت بیہودہ اور قابل نفرت مضمون پر اسکا جواب اپنے ایک مضمون نگار کی طرف سے چھاپ کر ہمین شکر گذاری کا موقعہ دیا ہے ورنہ بہت سے ہمعصرون کی تنگ خیالیان قابل افسوس ہین۔

وکیل لکھتا ہے۔ کہ یورپین اندازے کے مطابق چین کی اسلامی آبادی ساڑھے تین کروڑ نفوس کی ہے ولایتی اخبارات متعجب ہین کہ وہان اسلام اپنی پوری طاقت سے بڑھ رہا ہے گو لباس اور طرز ماند و بود مین چینی مسلمان اپنی دیگر ہمسایہ قومون سے مختلف نہین ہین۔ مگر بہادری۔ استقلال اور اخوت و اتحاد کے لحاظ سے وہ مسلمانان ہند سے بالکل مختلف ہین۔ ہندوستان اور چین کے مسلمانون کو دیکھکر ایک سیاح ان کو کبھی ایک مذہب کا پیرو ماننے کے لئے طیار نہ ہوگا۔ وہان بہت سے مسلمان طلباء ہر سال صنعت و حرفت کی تعلیم کے لئے انگلستان اور دیگر ممالک مین بھیجے جاتے ہین اگرچہ چین مین افیون نوشی کا بہت رواج ہے مگر چینی مسلمان افیون کا استعمال بالکل نہین کرتا۔ بلکہ تنباکو کو بھی شراب کی طرح حرام جانتا ہے:۔

ملک مین کیا ہو رہا ہے

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

ہندوستان کی نجات اور آزادی کے خواہشمند کے خواب دیکھنے والے جو حرکات بم سازی اور بم اندازی کی کر رہے ہین۔ اس سے کبھی بھی محب ملک و قوم کو ہمدردی نہین ہو سکتی۔ بنگال مین جو راز سرکاری گروہ نے کہولے ہین۔ انپر نظر کرتے ہوئے بے اختیار اس گروہ کو

ملک کے لئے لعنت

کہنا پڑتا ہے۔ وہ انسانیت کے جامے سے نکل کر خونخوار درندے اور ڈاکو ثابت ہو رہے ہین۔ جن طریقون سے روپیہ جمع کرنے کی تجویزین کی گئین۔ کیا انہین معلوم کر کے کوئی صائب الرائے خوش ہو سکتا ہے؟ کیا ڈاکوؤن اور راہزنون سے امید ہو سکتی ہے کہ وہ انصاف و اعتدال کی میزان ہاتھ مین لین گے؟ اس سے بھی بڑھکر جو قابل توجہ امر اس تحقیقات مین ظاہر ہوا ہے۔ وہ بعض سنجیدہ مزاج ملازمین کا تعلق ہے

اور اس سے بڑھکر نمک حرامی کیا ہوگی۔ مدناپور مین ایک سب انسپکٹر پولیس کی تلاشی ہوئی۔ اور اس کے گھر سے بم کا گولہ نکلا۔ اور ایک فہرست قومی والنٹیرون کی ملی جسمین اسکا نام بھی درج تھا۔ اہل ملک کا فرض ہے کہ وہ متفق ہو کر اس محنت سے اپنے ملک کو بچائین اور ان لوگون سے احتراز کرین۔ جو احسان فراموش اور غدار ہین۔

> باخویشتن چہ کردی کہ باکسی نظری
>
> حقا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

مسٹر تلک کالے پانی بھیجے گئے اوپر کے نوٹ کی سیاہی ابھی ختم نہین ہونے پائی تھی کہ مسٹر تلک کی سزایابی کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر بظاہر سخت رنجدہ ہے۔ مسٹر تلک پر تین الزام ثابت ہوئے۔ اور انہین چھ سال قید۔ اور ایک ہزار روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی۔ اور ملزم کی عمر اور ملک کے امن و امان کا لحاظ کر کے عدالت نے عبور دریائے شور کی سزا تجویز کی۔ مسٹر تلک کی سزایابی پر افسوس ہے کاش وہ اپنی لیاقت اور قابلیت سے کوئی ایسا کام کرتا۔ جو اس کے اور اس کے پیروؤن کے حق مین مفید ہوتا۔

مسٹر تلک کی اس سزایابی پر سوگ کر کے صوفی انبا پرشاد۔ اجیت سنگھ اور لال چند فلک نے فقیری لباس پہن لیا۔ اس حرکت سے ملک اور اہل ملک کو کیا حاصل؟ کیون یہ لوگ ایسی حرکات کرتے ہین۔ جو اہل وطن کے لئے کچھ بھی مفید نہین:۔

رسالہ تشحیذ الاذہان یہ رسالہ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب خلف الرشید سیدی مولائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور اس کی اشاعت کی غرض جہان اسلام کی صداقت کو ظاہر کرنا ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقانیت کو ذہن نشین کرنا ہے۔ وہان یہ بھی ہے۔ کہ اپنی قوم کے نوجوانون کو خدمت اسلام کے لئے آمادہ کیا جاوے اور انہین تحریری اور تقریری طور پر اسلام کی حقانیت کے اظہار کی جرأت دلائی جاوے۔ یہ رسالہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہین اور نہ کسی کو اس کی آمدنی سے ذاتی تعلق ہے۔ اسلئے اس قسم کے رسالہ کی اشاعت کثرت سے ہونی چاہئے حضرت حجۃ اللہ کی وفات پر صاحبزادہ صاحب نے جو زبردست آرٹیکل مخالفین کے اعتراضون کے جواب مین لکھا ہے قابل دید ہے۔ رسالہ کے لئے مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان کے نام درخواست کرو۔ یہ رسالہ ماہوار شایع ہوتا ہے۔ اسکا حجم ۴۰ صفحے ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ صرف عہ

سب انسپکٹر بھیرہ بھیرہ ضلع شاہ پور کو معلوم ہوتا ہے وہان کے احمدیون سے کوئی خاص دشمنی ہے۔ میرے پاس اس کی طویل شکایت پہنچی ہے کہ اسنے وہان کے احمدیون کو بلا کر سخت دست کہنے کے علاوہ ایسی دہمکیان دی ہین۔ جو اس قابل نہین کہ ان پر پرانوٹس لیا جاوے۔ واقعات کی تصدیق کے لئے ان شکایات کو فی الحال اشاعت سے روکا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ شکایات درست ہین۔ تو کچھ شک نہین۔ کہ سب انسپکٹر صاحب کو جواب دینا پڑیگا۔ دراصل ایسے لوگ جو مذہبی تعصب کے زہریلے اثر کے نیچے ہوتے ہین وہ خواہ کسی قوم اور فرقہ کے ہون۔ سخت خطرناک ہوتے ہین۔ احمدی قوم ملک بھر مین امن پسند اور بے ضرر قوم ہے مگر اسکے غریب افراد کو ایک متعصب سب انسپکٹر اسطرح پر ستاتا ہے۔ کہ وہ بھی آخر شکایت کرنے پر مجبور پائے جاتے ہین۔ معاملہ کی اہمیت اور میرا قومی فرض مجھے مجبور کرتا ہے کہ واقعات کو روز روشن لا کر انسپکٹر جنرل پولیس کے سامنے رکھون اسلئے مین ان شکایات کو بعد تصدیق درج اخبار کرونگا۔ لیکن اتنا کہدینا بھی نامناسب نہین ہے کہ کیا شاہ پور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس صاحب بہادر ایسے شخص کو بھیرہ مین رکھنا پسند فرماوین گے جو مذہبی تعصب اور مخالفت کی وجہ سے ایک غریب اور کمزور فرقہ کو ستانا اپنا فرض سمجھ کر بہتر ہو سب انسپکٹر صاحب ہی اپنا رویہ بدلدین۔ اور وہ اپنے فرض منصبی کے مقابلہ مین مذہبی اختلاف کی پرواہ نہ کرین۔

گورنمنٹ کے سررشتہ تار کے جدید انتظام کے رو سے قرار پایا ہے کہ اتوار کے روز اور سرکاری تعطیلات کو ڈیفرڈ قسم کا کوئی پیغام قبول نہین کیا جاویگا۔ اور بعض درجہ دوم کے سٹیشنون پر جہان کام تھوڑا ہے رات کو پیغام تار قبول نہین کرینگے ایسے مقامات کی فہرست عنقریب شایع کی جاوے گی:۔

کابل کی خبر ہے کہ امیر صاحب وہان ایک کارخانہ پارچہ بافی کا جاری کرنا چاہتے ہین۔ اور اگر یہ چلگیا۔ تو واقعی معقول فائدہ ہوگا۔ افغانستان مین اون بافراط میسر آتی ہے اور اسکی مقدار ہندوستان مین لائی جاتی ہے پچھلے سال اُن کی قیمت سستی تھی۔ اسباعث قندہار مین ذخیرے بھرے ہوئے ہین بہر حال یہ کارخانہ مفید ثابت ہوگا۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

بشپ لیفرائے انڈیا کی بے چینی پر

بشپ لیفرائے کے نام سے الحکم کے اخبار خوان دنیا خوب واقف ہیں یہ وہی بشپ صاحب ہیں جن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے متعدد مرتبہ زک اٹھانی پڑی۔ آخر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود نے جب مقابلہ کی دعوت کی تو آپ نے باوصفیکہ انگریزی اور دیسی پریس نے انہیں غیرت دلائی۔ گریز ہی کیا آجکل آپ لندن میں وارد ہیں۔ اور ایک کانفرنس میں شریک ہیں جہاں دنیا کے تمام انگریز بشپ جمع ہیں بشپ لیفرائے نے اپنی تقریر کے دوران میں انڈیا کی بے چینی پر گفتگو کرتے ہوئے جو رائے دی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مغربی تعلیم اور اثر نے مشرقی مذاہب اور معابد کی بنیاد کو ہندوستان میں کھوکھلا کر دیا ہے اور چرچ کے لئے موقعہ ہے کہ ہندوستان کو عیسائی کرے۔ بشپ صاحب کا مذہبی خیال کے لوگوں کے سامنے اس قسم کی تقریر کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہمارے صوبہ کے کسی زمانہ کے لاٹ صاحب ینگ نام نے لندن میں کئی سال گذرے۔ ہندوستانی وفاداری کی ایک ہی صورت بتائی تھی۔ کہ وہ عیسائی ہوجائیں۔ اب بشپ لیفرائے ہندوستان کی بے چینی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کہ گویا لاٹ عیسائی ہونے کو آمادہ ہیں۔ اس خوش فہمی کی جسقدر داد دیجاوے وہ کم ہے کیا موجودہ ایجی ٹیشن کی حالت انگریزوں اور ان کے مذہب سے نفرت کا سبق دیتی ہے یا الفت کا واقعات خود ثابت کر دیں گے کہ بشپ لیفرائے کی رائے کو کیا درجہ دینا چاہیے اور اس کی اصابت کے لئے گذشتہ دس سال کا تجربہ اچھا معیار ہے۔

تاریخ مذاہب کی کانفرنس

یہہ زمانہ جدوجہد اور کانفرنسوں کا زمانہ ہے۔ یورپ میں باوجودیکہ مذہب کی طرف سے پوری بے پرواہی برتی جاتی ہے۔ اور دن بدن مذہب انحطاط کی طرف جا رہا ہے پھر اواخر ستمبر میں ایک کانفرنس بمقام اوکسفورڈ ہونیوالی ہے اور دنیا کے مختلف حصوں سے اس مضمون کے متعلق تقریباً ایکسو کاغذات پڑھے جائیں گے یہ کانفرنس ایک وسیع پیمانہ پر ہوگی اور برطانیہ کی یونیورسٹی میں مطالعہ مذہب کے متعلق کانگرس خاص طور پر مندرج ہوگی۔ یہ حالات اسلام کے لئے بہت خوش کن ہیں کیونکہ جسقدر مذاہب کی تحقیق کا شوق بڑھے گا۔ اسی قدر اسلام کی خوبیاں اور صداقت ظاہر ہوگی۔

عیسائی یونیورسٹی

کی نسبت جو عرصہ سے زیر تجویز تھی طے پاگیا ہے۔ کہ سیرامپور (بنگال) میں قایم کی جائے بیپٹسٹ مشن (کلکتہ) جو ہندوستان میں قدیم ترین مسیحی مشن ہے۔ اس تجویز کا اصلی مرکز ہے کیونکہ پیشتر سے اسی مشن کا ایک کالج وہاں موجود تھا۔ اب یہی کالج ۲۵ لاکھ کے صرف سے یونیورسٹی کے درجہ تک صعود کر یگا۔ اور تمام صرف انگلستان کے مشن سے موصول ہوگا۔

ہمارا لکھنوی معاصر ہندوستانی لکھتا ہے۔ کہ اس یونیورسٹی کے قیام کا مقصد حقیقی مسیحی مذہب کے الہیات کی تعلیم ہے عام تعلیم ضمناً ہوگی۔ اور اسکی ڈگریاں بدستور بنگال یونیورسٹی سے حاصل کی جائینگی۔ پس جب ایک محض مذہبی یونیورسٹی کے لئے موجودہ مسیحی انگلستان ۲۵ لاکھ دینے کے لئے قدم بڑھاتا ہوا نظر آتا ہے تو پھر اس سرگرمی کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یورپ میں مسیحی مذہب کا جوش روبہ تنزل ہے؟“

مگر ہم کو حیرت ہے کہ ہمارے ذی علم اور وسیع النظر دوست نے نتیجہ نکالتے ہوئے ایسی عاجلانہ رائے کیونکر قایم کی۔

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ سامنے کی ہر موجود شے ہر منور آنکھ کو یکساں نظر آئیگی؟ اگر سچ ہے تو ہم اپنے دوست کو اس سوال پر توجہ دلانے کی تکلیف دیتے ہیں کہ کیا وہ سینکڑوں تصنیفات ان ہزاروں مضامین اور ان بیسیوں پبلک کوششوں سے بیخبر ہیں جو ہم کو مجبور کرتی ہیں۔ کہ یورپ میں ایک مسیحی طاقت کو ایک ایسا زین خول تسلیم کرلیں۔ جسکے اندر کچھہ بھی نہیں ہے۔ اگر بیخبر نہیں ہیں تو صرف ۲۵ لاکھ کی اعانت کی خبر سنکر اسقدر گھبرا کیوں گیا ہے؟

مسیحیت

اب ایک ایسے جسم سے زیادہ نہیں جو ایک مدت کی زندگی بسر کرلینے کے بعد اپنی آخری گھڑیوں کی سسک دکھہ ایک عبرت کا پامال اثر دلوں پر چھوڑ جانیوالا ہے۔ ہمارے معاصر کو چاہیے کہ بالخصوص فرانس اور جرمنی کی حالت پر نظر ڈالے یورپ کہتے ہوئے اس غلطی میں نہ پڑجائے کہ اس کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے صرف انگلستان کا آئینہ ہی کافی ہے مشعل بیان۔ پروڈن کیون ظاہرین اور بالخصوص اگسٹ کونٹ کی تصنیفات اور مقالات کا مطالعہ بتلاسکتا ہے کہ یورپ کی ادبیات اور جدید اکتشافات علمیہ سو انیس برس کا کسی زمانہ میں طاقتور مذہبی دیوتا کس درجہ مضروب ہوا ہے۔ اخر الذکر مصنف اپنی ایک تصنیف میں جو نظام سیاست کے موضوع پر بمطابقت فلسفہ حسی مرتب کی گئی ہے لکھتا ہے۔ کہ

کچھہ نہیں یہ ایک دھوکا انگیز رنج ہے جس میں ہم سالم زندگی بسر کررہے ہیں۔ مذہب کی ہمنے سب سے پہلے اپنی سوسائٹی کے عین وسط میں حقارت کی اور کہا کہ اسے نکال دو۔ اخلاق اعلیٰ کو مذہب کا نتیجہ قرار دینا گویا بالکل کسی تھیٹر کا فرضیہ ایکٹ ہو۔ مگر ہم اس جمہوری خیال سے بالکل استقلال کے ساتھ چشم پوشی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جس پہلی چیز کی تم حقارت کرچکے ہو۔ وہ رو ما کے ایک قدیم خیال کی بموجب اس امر کا صاف شگون ہے۔ کہ بعد کی چیز بھی تم سے آجکل میں رخصت ہوجانیوالی ہے۔ (دیکھو اخلاق حقیقی)

یورپ میں تو مذہب نے ایک عجیب کشمکش اور الجھاؤ پیدا کر رکھا ہے دنیا جانتی ہے کہ جب تک یورپ مسیحیت کے دام میں رہا۔ جہالت کے دیو کی پرچھیاں کہا کہا کر پیر پٹکتا رہا۔ لیکن جوں ہی آفتاب علم طلوع ہوا اور استبداد و شخصیت کے ساتھ ارباب مذہب کی غلامی سے نجات پائی معاً ایک ایسا نیا دور شروع ہوگیا۔ جسکی نظیر ادوار قدیمہ میں نہیں مل سکتی اب تو یورپ جس میں انگلستان بھی داخل ہے۔ مذہب کو سوسائٹی کے عام تہذیبی قوانین کی طرح برتتا ہے اسکے شاندار گرجے خوبصورت عورتوں سے بھری ہوئی گیلریاں اور آرگن کی دلفریب آواز بلاشبہہ اثر انگیز ہوتی ہیں۔ مگر یہ سب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مذہب و اخلاق کی جب کبھی حکومت ہوتی ہے۔ تو دل پر ہوتی ہے۔ کشادہ سڑکوں پر رومی طرز عمارت کو یاد دلانے والے کلیسا پر نہیں ہوتی۔ اصلی بات تو یہ ہے کہ مسیحیت تو علم و عقل کا ساتھہ دے ہی نہیں سکتی بائیبل کی تعلیم کو جو شخص بیسویں صدی میں موثر سمجھتا ہے اس کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو کلیلہ و دمنہ کے اخلاقی قصص کو موجودہ زمانہ میں حقیقی اور اصلی سمجھنے کے لئے طیار نظر آئے اور اسکو بیان واقعہ سمجھے۔ (وکیل)

عیسائیت کی ترقی کی نئی سبیل

امریکن پیر کلیسا نے عیسائیت کی ترقی اور گرجاؤں کی رونق بڑھانے کے لئے ایک جدید سکیم تجویز کی ہے۔ اور وہ ایسی قابل شرم ہے کہ اس کا ذکر بھی نامناسب ہوتا لیکن یہ دکھانے کے لئے کہ عیسویت کے حاملان تابوت کی حالت کس درجہ تک گر گئی ہے اس خبر کا لکھدینا ضروری ہے۔ شکاگو کے گرجا میں خفیہ بازی کے کمرے بنائے گئے ہیں۔ پر تکلف پردے نظر فریب ہیں دیکھا اور بے اختیار جی چاہا کہ اندرونی لطف حاصل کئے جائیں۔ اندرونی آراستگی اور بھی غضب ہے۔ انہیں دھیمی روشنی بجلی کی ہلکا رنگ لئے ہوئے ہے کہ حسن و عشق کے راز و نیاز کی رازدار ہے۔ پیر کلیسا کا یہ خیال ہے۔ کہ یہی لگاؤ نوجوان کو کلیسا لا سکتا ہے۔ خلوت کے کمرے رہبری کریں گے۔ کہ وہ کلیسا کے فرایض ادا کرنے کے لئے گرجے جائیں جب عبادت سے جی گھبرائے تو مجازی کیفیت سے طبیعت کو تازگی بخشیں کیا یہ شرمناک طریق عیسائی گرجوں کی رونق بڑھائیگا یا انکو بالکل نیست و نابود کردے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان ہو۔ تو عیسائی مذہب کے رو سے گناہ ہی نہیں رہ سکتا۔ پھر کیوں وہ گرجوں کو اس مقصد کے لئے کام میں نہ لائیں۔ شرم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

از دفتر سکرٹری نمبر ۱۳۴۴ مورخہ ۲۱-جولائی ۱۹۰۸ء۔ نمبر رسید
بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب الحکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اطلاع

چوہدری محمد حسین صاحب گرداور قانونگوی سکنہ سیالکوٹ نے چھ ماہ کی رخصت حاصل کی ہوئی ہے آپ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا اخلاص رکھتے ہیں یون تو خدا کے فضل سے ضلع سیالکوٹ کی ساری جماعت دینی خدمات کی بجا آوری میں سبقت لیجانے میں مشہور ہے مگر منجملہ انکے چوہدری صاحب موصوف کو بھی اس بات کا بہت دلی جوش ہے۔ کہ کوئی دینی خدمت ان سے ہو جائے چنانچہ آپ کی بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ یہ رخصت کے ایام ضایع نہ ہو جاوین ان مین کوئی دینی خدمت ہو جائے۔ اسوجہ سے انہون نے اول تو ضلع سیالکوٹ مین بغرض فراہمی چندہ و تبلیغ دورہ کیا اور باقی وقت کے لئے صدر انجمن احمدیہ نے انکی دلی خواہش کے مطابق اجازت دی ہے کہ دیگر اضلاع مین بھی وہ بغرض تبلیغ و فراہمی چندہ دورہ کرین۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے معہ ڈاکٹر احمد حسین صاحب ضلع لائلپور و سرگودہ کا دورہ شروع کیا ہے اسی طرح وہ انشاء اللہ تعالیٰ دیگر اضلاع کا دورہ بھی فرماوین گے[1] اس دورہ مین سب سے مقدم مدرسہ دینیہ کے لئے چندہ فراہم کرنا ہوگا جو حضرت اقدس کی یادگار مین قایم ہوگا۔ اور اسکے ساتھ دیگر مدات کے لئے بھی چندہ فراہم کرینگے احمدی احباب کو یکمشت چندون سے اور ماہوار چندون سے امداد سلسلہ کرنی چاہیے۔

اسکے متعلق صدر انجمن احمدیہ کی تمام سکرٹری صاحبان فی جہات انجمنہائے احمدیہ کی خدمت مین درخواست ہے کہ وہ چوہدری صاحب کی مدد کرین اور اگر ضرورت ہو تو سکرٹری صاحب ضلع کا کوئی واقف آدمی ساتھ کر دین جس سے انہین سہولت ہو۔

خلیفہ رشید الدین

خوشخبری

میری نہایت ہی مکرم اور عزیز بھائی شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کے نام سے الحکم کی اخبار خوان دنیا واقف ہے یہ ایک غیور اور متدین احمدی مسلمان ہین حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ صاحب کے متعلق جو قابل رشک رائے ظاہر فرمائی تھی وہ شایع ہو چکی ہے۔ شیخ صاحب اپنی زندگی اشاعت سلسلہ مین خرچ کرنا چاہتے ہین انہون نے حضرت اقدس کی زندگی ہی مین تبلیغ کے لئے سفر کیا تھا۔ اب وہ بہت جلد پھر اسی مقصد کے لئے سفر کرنا چاہتے ہین احباب ان کو اس غرض کے لئے جہان وہ پہنچین۔ مدد دین انکے لئے ایسے مکان کا انتظام کر دین جہان وہ لیکچر دے سکین +

آخر قادیان نوٹیفائڈ ایریا قرار دیا گیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ لالہ شرمپت رائے اور مرزا نظام الدین صاحب اسکے ممبر قرار پائے ۲۱-جولائی ۱۹۰۸ء کو اسکا پہلا اجلاس بہ صدارت جناب ملک قادر بخش صاحب تحصیلدار بٹالہ قادیان مین ہوا۔ چند ابتدائی اور ضروری امور طے پائے۔ آیندہ رقبہ مشتہرہ ہونے کی حیثیت سے قادیان کی عام حالت مین کیا تبدیلی ہوگی واقعات معلوم ہونگے مگر اس مین شک نہین۔ کہ قادیان کی عام حالت صفائی اب سے بہتر صورت پیدا کریگی اور گلی کوچون مین پختہ فرش لگایا جاویگا۔ نالیون کی اصلاح ہوگی۔ اور عام روشنی کا انتظام ہوگا۔ ملک صاحب ایک بیدار مغز اور با اخلاق انسان ہین۔ اپنے فرایض اور نازک ذمہ داریون کو ادا کرتے ہوئے رعایا کی بہتری اور بھلائی کا خیال ان کے مدنظر رہتا ہے +

۲۰-جولائی ۱۹۰۸ء کو کنور رگھبیر سنگھ صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ ای۔ اے سی گورداسپور دورہ کی تقریب پر آئے ہوئے ڈلہ سے قادیان تشریف لائے۔ کنور صاحب کپورتھلہ سٹیٹ کی رائل فیملی سے تعلق رکھتے ہین اور مذہبا عیسائی ہین۔ وہ ایک شریف اور تعلیم یافتہ نوجوان ہین۔ خیالات سنجیدہ اور طبیعت ملنسار ہے فی الحقیقت اس قسم کے عہدہ دار رعایا کے لئے بہترین حاکم ہوتے ہین۔ مین فی الحال اس سے زیادہ انکی نسبت کچھ نہین کہہ سکتا۔ آپنے مدرسہ تعلیم الاسلام اور سلسلہ کی دوسری انسٹیٹیوشنز کو نہایت شوق اور دلچسپی سے دیکھا۔ اور بزرگان ثیت خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح سے مل کر بہت محظوظ ہوئے۔

دو مفید رسالے

رسالہ ثبوت واجب الوجود۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک دہریہ کے اعتراضات کا لطیف اور فلسفیانہ جواب جس مین آریہ سماج کے بعض اصولون کی حقیقت بھی کھول کر بتائی ہے۔ قیمت ۲؍
رسالہ تدبیر۔ اسمین مسئلہ تقدیر کی حقیقت بیان کی ہے اور تدبیر اور تقدیر کے فلسفہ پر بحث کی ہے۔ قیمت ۲؍ دونون رسالے بٹالہ ضلع گورداسپور

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔ اور درس قرآن مجید اور درس حدیث شریف کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور متعلقین کی صحت کی خبر خوشی کا موجب ہے۔

۳۔ مدرسہ تعلیم الاسلام گرمی کی تعطیلات کے بعد ۱۸-جولائی ۱۹۰۸ء کو کھل گیا ہے۔ طالب علم آگئے ہین اور آرہے ہین۔ مدرسہ دینیہ کی سکیم اور اس کے اجرا کا سوال مجلس کے سامنے ہے۔

۴۔ بارش اچھی ہوگئی ہے۔ اور ابھی بادل گھرے ہوئے ہین

۵۔ فاضل امروہی امروہہ مین تبلیغ کر رہے ہین آپکے ہمراہ حافظ احمد اللہ خان اور مولوی محبوب الرحمان نباتی بھی ہین۔ وہان آپکے پر زور خطبے ہوئے۔ اور مخالفین پر اتمام حجت ہوا +

قادیان مین ہوس ٹیکس

چونکہ قادیان نوٹی فائڈ ایریا قرار دیا جا چکا ہے۔ اس لئے اخراجات ضروریہ کے لئے باشندگان پر ہوس ٹیکس لگایا گیا ہے جس کی وجہ سے قادیان کے رہنے والون مین ایک گھبراہٹ پائی جاتی ہے ہوس ٹیکس اگرچہ اول اول جب یہان نوٹی فائڈ ایریا کی تجویز کی گئی تھی تو باشندگان کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ اغراض مد صفائی و روشنی و حفاظت وغیرہ کے پورا کرنے کے لئے ہوس ٹیکس لگانا پڑے گا۔ اور ہوس ٹیکس کا مفہوم بھی بتا دیا گیا تھا۔ اسوقت باشندگان نے منظور کیا تھا چنانچہ مثل مین یہ امر صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جہان تک مجھے باشندگان قادیان کے خیالات معلوم کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور مختلف فرقون کے سرکردہ آدمیون نے مجھے بیان کیا ہے۔ نفس ہوس ٹیکس کے ان فواید کے مقابلہ مین جو ان کو پہنچانے مقصود بتلائے گئے ہین برا نہین سمجھتے۔ لیکن جس طرز پر یہ تشخیص ہوئی ہے اس کے متعلق انہین اعتراض ہے۔ اور یہ اعتراض ایک حد تک معقول اور مضبوط ہے ہوس ٹیکس کی جو فہرست منظور ہو کر آئی ہے معلوم نہین۔ وہ کسوقت طیار ہوئی۔ اور کس نے کی؟ اتنا تو بہر حال کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب قادیان

[1] ذیل کے مقامات کا دورہ کرین گے۔ امرتسر۔ گجرانوالہ۔ جالندہر۔ بنگہ۔ کریام۔ کاٹھگڑہ۔ راہون۔ لدھیانہ۔ مالیرکوٹلہ۔ نابھہ۔ پٹیالہ۔ انبالہ۔ سہارنپور۔ دیوبند۔ مظفرنگر۔ میرٹھ۔ دہلی۔ شاہجہانپور۔ رام پور۔ بریلی

کے نوٹی فایڈ ایریا قرار دئے جانے کی ابتدائی تجاویز کے وقت یہ فہرست طیار ہوئی ہو گی - یہ وہ وقت تہا - جب کہ قادیان میں طاعون کا حملہ نہیں ہوا تہا - اور فہرست قیاسی طور پر طیار کی گئی ہو گی - پس عقل باور نہیں کرتی کہ اتنے سال پیشتر کی طیار شدہ فہرست اب کیونکر کار آمد ہو سکتی ہے اس فہرست میں بعض ایسے لوگون کے نام درج ہین جو فوت ہو چکے ہین - اب ان کا ہوس ٹیکس کہان سے وصول کیا جاوے - ہوس ٹیکس جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مکانات پر ہونا چاہیئے - نہ کہ حیثیت کے پہلو سے لگایا جاوے لیکن اگر حیثیت کا سوال بہی زیر نظر ہو تو اس لحاظ سے بہی یہ فہرست نامکمل اور قابل ترمیم ہے بعض ایسے لوگ جو چہ کیدارہ بہی بمشکل دے سکتے ہتے تو اُن پر ہوس ٹیکس کے کئی روپیہ لگا دئیے گئے ہین اس سے لوگون مین بے چینی اور گہبراہٹ پہیلے گی مین اس نوٹی فایڈ ایریا کا سویداور ممبر ہون - لیکن میری نظر مین ہوس ٹیکس کی فہرست از سر نو مرتب اور مکمل ہونی چاہیئے - اور مین امید کرتا ہون - کہ جناب ملک قادر بخش صاحب تحصیلدار بٹالہ جو رعایا کے فیلنگس کو پورے طور پر نگاہ رکھتے ہین - اور جن کی شرافت اور وسعت اخلاق کے تمام لوگ مداح ہین - میری اس تحریر پر توجہ فرمائین گے جو قادیان کے باشندون کے خیالات کا اظہار ہے ملک صاحب بمشورہ دیگر معزز ممبران یہ رپورٹ کر سکتے ہین کہ چونکہ اس فہرست کو مرتب ہوئے کئی سال گذر گئے ہین اور بعض آدمی اس مین سے فوت ہو چکے ہین - اسلئے اسکی ترمیم کی ضرورت ہے - اور جدید فہرست مرتب کرکے بہیجدی جاوے تو مجہے یقین ہے کہ ہمارے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سپارش کرکے منظوری کے لئے اوپر بہیجدین گے اس طرح پر قادیان کی پبلک کو بہت کچہ شکر گذاری کا موقعہ ملے گا - مین اس امید کے ساتہ اس نوٹ کو ختم کرتا ہون کہ جیسا کہ ہمیشہ سے الحکم کی تجاویز اور تحریرون پر نوٹس لیا گیا تہا اس کو بہی قابل التفات سمجہ کر پورا نوٹس لیا جاویگا۔

الحکم کا آنیوالا رنگ

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اگرچہ الحکم کے مقاصد اور اغراض مین کوئی فرق نہین آیا - لیکن مین یہ یقین کرنے کے وجوہات رکہتا ہون - کہ اس کے مقاصد کا دایرہ اور تکمیل اغراض کا احاطہ وسیع ہو گیا ہے اس سے پہلے لوگون کی خواہش اور غرض حضرت اقدس کے ملفوظات آپکے ارشادات اور خدا تعالیٰ کی تازہ وحی کے پڑہنے اور سننے کے لئے محدود تہی - لیکن اب جہان ان مضامین کا سلسلہ گوشہ بند ہو گیا ہے وہان اس امر کی ضرورت پیش آگئی ہے کہ اخبار جو قوم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہین - اور فی الواقع ایک طاقت ہین ان سے وہی کام لیا جاوے جسکے لئے وہ وضع ہوئے ہین - اسلئے مین وقتاً فوقتاً الحکم کے ذریعہ قومی ضروریات اور قومی کامون پر رائے زنی کرنے کی ضرورت سمجہونگا اور قوم کو اُن کی مفید یا مضر پہلوون سے بخیال خود آگاہ کرنے کی سعی کرونگا - انشاء اللہ العزیز اسکے یہ معنے نہین ہونے چاہئین کہ جو رائے ایڈیٹر اخبار ظاہر کرے اسے قطعی اور یقینی سمجہ لیا جاوے - اسلئے کہ یہ عزت اور یہ فخر صرف صرف حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے کو حاصل ہے ہم مین سے ہر ایک کا فرض ہے کہ آپکے حکم کو بلا عذر تسلیم اور واجب التعمیل سمجہین - الا قومی مشترکہ کامون پر ہر ایک کو اسکی بہتری کے پہلوؤن پر غور کرنی چاہیئے - اگر ہم اپنے پیش یا افتادہ ضروریات پر غور نہیں کرینگے اور قوم کو ان کے مفاد اور مضار پہلوؤن سے آگاہ نہ کرینگے - تو شاید اپنے مقصد سے دور رہین گے قوم مین آزادی رائے کی قوت پیدا کرنا ضروری ہے - اور اس بات کی کبہی پرواہ نہین ہونی چاہیئے - کہ مخالف کیا کہتے ہین - پس اخبار الحکم کے آنیوالے رنگ مین ناظرین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق قومی پالٹکس کے مضامین کا اکثر حصہ پائین گے - جس کی ضرورت اب اللہ تعالےٰ نے پیدا کر دی ہے۔

سرپرستانِ الحکم کے نام

سال رواں کی پہلی ششماہی ختم ہو کر دوسری ششماہی کا بہی ایک مہینہ گذرنے کو ہے لکین مین دیکہتا ہون - کہ ابہی تک اخبار کے سرپرستون کا بہت بڑا حصہ اخبار کی واجب الادا قیمت کا دیندار ہے - ایسے تغافل اور تساہل کا اثر جو کچہ اخبار کی حالت پر پڑ سکتا ہے - وہ ایک نمایان بات ہے گذشتہ جون کے آخر مین کچہ اسی قسم کی دقتون نے منہ دکہلایا - اسپر بہی کہا جاتا ہے - کہ اخبار کی روانگی مین تاخیر ہوتی ہے - یا بعض وقت اشاعت ہی ملتوی ہوتی ہے مین ایک عرصہ سے ایسی تحریکون کے نہ کرنے کا عادی ہو چلا ہون - اشاعت ذیل کے لحاظ سے گویا اخبار کا سال ختم ہو چکا - مگر ابہی تک بہت سے دوستون کا اس کی قیمت کے ادا کرنے کی طرف توجہ نہ کرنا حیرت ناک امر ہے - مین چاہتا ہون کہ اخبار کے کاروبار کو پہلے اپنے ہاتہ مین لون - اور ماتحت عملہ پر ہی اس کا بوجہ نہ رہنے دون - اسلئے اگر میرے محترم ناظرین اور سرپرست جنہون نے ہمیشہ اپنے قومی خادم کی حوصلہ افزائی کی ہے - اور اسکی تحریرون پر شکریہ اور مسرت کے خطوط بہیجکر اسے جوش دلایا ہے وہ میری اس تحریر پر توجہ فرمائین - اور اپنے اپنے ذمہ کی واجب الادا رقوم کو فوراً ادا کر دین - اور مطبع کے بہیجے ہوئے وی - پی وصول کرکے مجہے شکر گذاری کا موقع دین اور کام کے کرنے کے لئے فرصت اور فراغت کا باعث بنین - لیکن اگر انہون نے عدم توجہی سے کام لیا - تو یاد رہے کہ وہ اس غفلت کے نتیجے کے لئے خود جوابدہ ہونگے اگر ایک قومی دیرینہ خادم کو کسی قسم کا نقصان مالی مشکلات کی وجہ سے ہوا - تو اس کے ذمہ دار بہرحال وہ آپ ہین - ایسا ہی مین اُن سے جو میری تحریرون کے قدردان اور میری خدمات کے معترف ہین - یہ بہی کہنا چاہتا ہون ہر ایک ان مین سے کم از کم دو خریدار پیشگی قیمت دینے والے مہیا کرکے مجہے شکر گذاری کا موقع دین - ترسیل وی پی کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے - اور مین احباب نے مال کا نقایا ہے - اور ان مین سے بعض کے نام اخبار بند کیا گیا ہے اگر وہ از خود توجہ نہ فرمائین گے - تو مین مجبور ہونگا کہ بعض کرمفرماؤن کے ذریعے انہین توجہ دلاؤن - آخر مین مجہے امید ہے کہ مزید یاد دہانی کی حاجت نہ ہو گی - میرے معاونین اسوقت اپنی توجہ سے میرا ساتہ دین - حسبی اللہ نعم المولیٰ و نعم الوکیل

(یعقوب علی ایڈیٹر الحکم)

اظہار رائے مدت سے کئی رسالے اور کتابین ریویو کیلئے آئی ہوئے ہین مجہے افسوس ہے کہ اس سے پہلے کچہ نہین لکہ سکا اب انشاء اللہ جلد تر ان پر کچہ نہ کچہ لکہونگا۔

دیو سماج کا عبد الغفور اور آریہ سماج کا دہرمپال اس نام کا ایک رسالہ دیو سماج کیطرف سے مضمون آریہ دہرمپال ان رسالوں کو جواب مین شایع کیا گیا ہے جو اُس نے اگنی آسمانی گورو وغیرہ نامون سے دیوسماج پر گندے اور ناپاک حملے کرنیکے لئے شایع کئے تہے - اس رسالہ دہرمپال کی حقیقت کو طشت از بام کر دیا ہے اور نہایت متانت اور شرافت کے ساتہ اسکی اپنی ہی تحریرون کی بنا پر بتایا ہے وہ کس سپرٹ کا انسان ہے - میری رائے مین یہ کتاب سچ مچ ایک نعمت غیر مترقبہ مطالعہ اور نتیجہ خیز مقابلہ ہے - اسکی قیمت ۳ ہے اور دیوسماج آفس لاہور سے ملے گی

پرماتما اور آتما یہ کتاب ایک انگریزی تالیف کا ترجمہ ہے جسکو برہم سماج لاہور نے چہاپ کر مشتہر کیا ہے - کتاب اچہے کاغذ پر خوبصورت چہاپی گئی ہے اور مفت قیمت پر منیجر برہم سماج لاہور کے نام درخواست کرنے سے ملے گی۔

شیخ اللہ دیا احمدی پرنٹر پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شایع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما با نفسھم سلسلہ
عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی
۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان
دارالامان سے
شایع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے (صہ)
۲۔ خواص و سجادہ نشین سے (عہ)
۳۔ ہندوستان سے باہر (سے)
۴۔ غیر مذاہب والون سے (۱۲ روپے)
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے
کم آمدنی والے لوگون سے (۱۲ آنے)

نوٹ
عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتون مین ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

قادیان دارالامان مورخہ ۲ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۳ رجب المرجب ۱۳۲۶ ہجری

ابھی سے انتظام کرو

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال اور رفع کے بعد پہلا سالانہ جلسہ آنے کو ہے جو حسب معمول دسمبر ۱۹۰۸ء کے ایام کرسمس مین بمقام قادیان ہوگا۔ مین ابھی نہین کہہ سکتا کہ صدر انجمن اس جلسہ کے لئے کیا انتظام کریگی لیکن مین اپنا فرض سمجھتا ہون کہ چند ایسی باتین پیش کردون جو صدر انجمن اور قوم ہر دو کی توجہ طلب ہین

صدر انجمن احمدیہ کا فرض ہے کہ اس جلسہ کو مفید اور کارآمد بنانے کے لئے ابھی سے فکر کرے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کی حیات مین لوگ حضور کے منتظر رہتے تھے۔ اور بندگان عالی کے اوقات گرامی کی مصروفیت کسی باضابطہ پروگرام کی پابند نہین ہو سکتی تھی اسلئے کوئی پروگرام اسکے لئے تجویز نہین ہو سکتا تھا۔ اسلئے سب سے اول تو اس امر پر توجہ ہونی چاہئے کہ جلسہ کے ایام کا ایک خاص پروگرام ہو جو پہلے سے مشتہر کیا جاوے یہ مین نہین کہتا کہ اسے اسوقت مشتہر کرو لیکن پروگرام ہونا ضروری ہے اور پروگرام مین اسبات کو ملحوظ رکھا جاوے کہ وقت جو بہت قیمتی ہے ضایع نہ ہو۔ ان اغراض و مقاصد کی تکمیل اور اصلاح کے لئے کافی مدت رکھا جاوے جو قوم کی اہم ضروریات مین اور جنکے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

مین یہہ بھی کہنا چاہتا ہون کہ شاعری کے مذاق بڑھتے ہوئے مذاق کو روکنے کی بھی اصلاح ہونی چاہئے یہہ خیال مجھے اسلئے پیدا ہوا ہے کہ سالانہ جلسہ کے پروگرام کو مختلف انجمنین اور سوسائٹیان دلچسپ بنانے کے لئے ایک اچھا خاص وقت شعر و شاعری کی بھی نذر کر دیتی ہین۔ اسلئے مین سمجھتا ہون کہ ہماری انجمن اس پہلو کو خصوصیت سے مدنظر رکھیگی اور تجویز پروگرام کیلئے اسے ابھی سے غور کرنا چاہئے کیونکہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ مشکل یہی کام ہوتا ہے۔ اسکے بعد دوسرے انتظامی امور کی طرف متوجہ ہونا لازمی ہے۔ اگر اب سے اس سوال پر غور کیا جاویگا تو میری رائے مین اسوقت تک انتظام ہو جائے گا۔ اسکے متعلق بعض اور ضروری امور مین اسوقت اشارہ کرونگا جب انجمن اسپر کوئی نوٹس لیگی۔

پھر ایک اور امر جسپر انجمن کو اسوقت پہلا نوٹس لینا چاہیے وہ یہہ ہے کہ جائے کرایہ کے لئے ابھی سے کوشش کی جاوے عین وقت بہت ہی تنگ رہجاتا ہے اسوقت اسکے لئے کوشش شروع کی جاتی ہے جو مفید نہین ہوتی ہین کئی سال سے اس کی طرف توجہ دلا رہا ہون اگرچہ پچھلے دو سال کسی حد تک توجہ ہوئی ہے۔ مگر نہونے کے برابر سکرٹری صاحب صدر انجمن اپنا فرض سمجھین کہ ہر ایک انتظام کو بدایت لیوین اور وہ اس معاملہ کو اسکے سلسلہ کہین اور انہین بتائین کہ کسطرح پر انہین ایک بڑا نقصان سے محروم کیا ہے۔ یہ محض اللہ کوشش کی ہے یہ وقت بیٹھ رہنے کا نہین بلکہ کام کرنیکا ہے

اسکے بعد مین قوم کی طرف توجہ کرتا ہون اس جلسہ کو کامیاب بنانے کیلئے ہماری سعی متفق ہونی چاہئے اور میرا جی چاہتا ہے کہ اس دفعہ یہ مجمع کئی ہزار انسانون کا مجمع ہو ہر ایک احمدی کو خواہ کچھ ہی ہو یہان آنیکی کوشش کرنی چاہئے۔ تا کہ سلسلہ عالیہ کی عظمت اور شوکت کا اظہار ہو اور قومی کامون مین حصہ لینے کا انہین موقع ملے مخالفین اگرچہ حضرت حجۃ اللہ کے رفع اور وصال پر اپنی امیدون مین ناکام ہو کر مایوس ہو چکے ہین۔ اور شرمندہ ہو گئے ہین لیکن یہ وقت اور بھی انہین شرمندہ کرنیکا ہے اسلئے ہر شخص کو ابھی سے یہان آنیکی طیاری کرنی چاہئے۔ ابھی پانچ مہینے باقی ہین۔ ان مہینون مین ہر شخص طیاری کی فکر کر سکتا ہے قوم کا فرض ہے کہ وہ جلسہ کو کامیاب اور شاندار بنانے کے لئے بڑی جدوجہد کرے جلسہ کی کامیابی دو باتون پر منحصر ہے اول اجتماع دوم قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے فراہمی سرمایہ۔ یہ دو امر قوم کی خاص توجہ چاہتے ہین۔ فراہمی سرمایہ کے لئے میری رائے میں اگر کم از کم ایکہزار آدمی ایسے نکل آئین جو پچیس پچیس روپیہ خواہ خود دین یا جمع کر کے لائین تو کم از کم ایک مد کے لئے ہی کافی رقم جمع ہو سکتی ہے اسوقت یقطعی تجویز نہین اسپر عمل کرنا یا انکو کامیاب بنانا قوم کے اختیار مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس سال کے جلسہ کو کامیاب اور شاندار بنانیکے لئے ابھی سے طیاری ہونی چاہئے۔ اور قوم کو ابھی سے اپنے فرض کو پورا کرنیمین مستعد ہونا چاہئے۔ گذشتہ سے بہت ہی زیادہ احباب اس دفعہ خصوصیت سے جمع ہونے چاہئین اور فراہمی سرمایہ کے لئے بھی خاص جوش سے سعی ہونی

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان مین باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر شایع ہوا۔

القول الفصیح فی تائید المسیح

۱۶ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کے درس قرآن شریف کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ آج مجھے ایک نہایت ہی لطیف سوال اور اس کا نہایت ہی لطیف جواب پہنچا ہے چونکہ وہ ایک علم اور معرفت کا نکتہ ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کروں۔

وہو ھذا

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حضرت اقدس سے آپ کی زندگی میں یہ سوال کیا کہ ہم لوگ آپ کے واسطے آپ کی زندگی میں اور بعد الموت کس رنگ میں دعا کریں؟

نفس سوال ہی کس شان کا ہے؟ صاحب ذوق لوگ اسکو خوب سمجھتے ہیں مگر اسکا جواب جس ایمان اور صداقت کا ثبوت ملتا ہے وہ نہایت ہی پر ذوق اور وجد انگیز ہے +

اس سوال کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میرے واسطے جب جب ہی کوئی دعا کرے تو ان الفاظ میں کرے کہ جب نبی کریم کیواسطے دعا کرے۔ اور آپ پر درود بھیجے تو ہمارے واسطے بھی ان الفاظ میں اللہ جل شانہ کے حضور التجا کرے۔ کہ

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ

اب ظاہر ہے کہ اس میں حضرت اقدس نے اپنا نام یا کوئی اور خصوصیت نہیں کی۔ بلکہ صرف **خلفاء محمد** کے واسطے دعا کا ارشاد فرمایا۔ غور کرنے والے دل اور ایک پاک دل اور خدا ترس متقی انسان کے واسطے صرف یہی ایک امر آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونیکا کافی ثبوت ہے +

ظاہر ہے کہ اگر (نعوذ باللہ) آپ کے یہ تمام دعاوی از خود ساختہ اور افترا ہی ہوتے۔ تو آپ ان الفاظ میں دعا کرنے کے واسطے ہرگز ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ نام وغیرہ کی خصوصیت کی ضرور قید لگاتے۔ پس موجودہ صورت جواب اس امر کی ایک روشن دلیل ہے کہ حضرت اقدس کو اپنے مامور من اللہ اور خلیفۃ اللہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہونے کا یقین کامل تہا۔ اور آپ کو پورا وثوق اور بصیرت حاصل تھی کہ آپ کا نام آسمان پر خدائی دفتر میں **خلیفۃ اللہ** اور خلیفہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم درج ہے +

اور ضروری ہے کہ جب کوئی مومن صدق دل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریگا۔ تو آپ کو ان دعاؤں کا اثر ضرور پہنچیگا +

حضرت خلیفۃ اللہ حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کے دشمنوں اور ان لوگوں کے واسطے جو لوگ آپ کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں یہ امر قابل غور ہے۔ کہ اگر آپ واقع میں ویسے ہی ہوتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کو شیطان نے دہوکہ میں ڈال رکہا ہے۔ اور دل میں آپ کو اپنی ماموریت اور منجانب اللہ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو آپ کم از کم اپنے واسطے اس رنگ میں تو دعا کرنے کی تعلیم نہ فرماتے۔ بلکہ اپنے واسطے کوئی خاص خصوصیت پیدا کر جاتے +

ایک غور کرنیوالا دل و دماغ اگر صدق نیت اور خلوص طویت سے حق کی پیاس اور سچی تڑپ لیکر انہی باتوں میں غور کرے کہ اس پاکباز انسان نے اپنے نفس کیواسطے کیا کیا!؟ پھر اپنے نفس کے بعد انسان کو اپنی اولاد اور اقارب کا خیال ہوتا ہے۔ تو انکے واسطے آپ نے کیا کیا؟

یہ دو سوال اور ان کے جواب ہی اس کے واسطے حق پاجانے کیواسطے کافی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پاک دل اور طالب حق ہو +

اپنے نفس کے واسطے تو آپ نے یہ کہا۔ کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو۔ اور وہ بھی نام لے کر نہیں۔ کسی خصوصیت سے نہیں بلکہ یوں کہو کہ

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ

باقی رہی اولاد اور اقارب سو ان کو بھی آپ نے **اللہ** کے سپرد کیا ہے۔ اور آپ کی وصایا میں کبھی نہ پاؤ گے۔ کہ میری اولاد کی خدمت کرنا۔ یا میرے اقارب کو نذر نیاز دینا۔ بلکہ آپ کی وفات پر باوجود آپ کی اولاد اور اقارب میں سے لایق اور قابل انسانوں کے ہوتے ہوئے ایک غیر کا خلیفہ مقرر ہونا اور پھر تمام خاندان نبوت کا اس کو صدق دل اور شرح صدر سے خلیفہ مان کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا۔ یہ بھی آپ کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔

اب بھلا تم ہی اے دشمنان مسیح اور مکذبان رسل خدا ذرا انصاف سے بتاؤ کہ کیا یہی علامات ہیں جن سے تم نے ایک فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول پاکباز کے حق میں حب دنیا اور جاہ طلبی کے فتوے دئے ہیں۔ **یلیت قومی یعلمون**

پس یقین جانو۔ کہ جس رنگ میں اس صادق انسان کے حالات میں اور طرز زندگی میں غور کروگے اور آپ کی لائف کا جو ورق بھی الٹوگے اسی میں لکھا ہوگا۔ کہ آپ ضرورت حقہ کیوقت آئے۔ اور صادق تھے۔ مصدوق ہوئے اور عین وقت پر اپنا تمام کام پورا کرکے رفیق اعلےٰ میں جا ملے پس ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و علی خلفاء محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کپورتھلہ کی ملتمس بخدمت میں

آج کل مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلواۃ والسلام کی وفات کے بعد ملک کے مختلف حصص سے مخالفین معاندین کی کائیں کائیں کا شور بلند ہو کر خموشی طاری ہو چکی ہے اور مخالفت میں لوگ ناخنوں تک اپنا زور لگا کر خاموش ہیں لیکن تاہم ابھی تک کبھی کبھی کسی اخبار کے ذریعہ سے کوئی کوئی بے ہنگم آواز آجاتی ہے ہماری جانب سے اب اسقدر مضامین شایع ہو چکے ہیں۔ اور ہر ایک مغالطہ اور اعتراض کا نہایت تفصیل اور تشریح کے ساتھ ایسا کافی و شافی جواب دیا جا چکا ہے۔ کہ اب کچھ لکھنے اور جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی باقی یہ تو بہت آسان ہے کہ جس اعتراض کا ہم کل جواب دے چکے ہیں آج اسی اعتراض کو کوئی دوسرا شخص بیشرمی سے پھر پیش کر دے۔ اور اسی طرح پرسوں کوئی اور غرض کہ ہم کو فرداً فرداً ہر معترض کے جواب دینے کی احتیاج نہیں۔ ہاں اگر کوئی اعتراض ایسا ہے کہ جسکا جواب ہماری طرف سے نہیں دیا گیا تو پھر البتہ حریف کا حق ہے۔ کہ وہ جواب کے لئے ہمیں تقاضا کرے۔ میرے ایک معزز دوست اور بزرگ بھائی نے کوہ منصوری سے مجھکو تاکید لکھا کہ کپورتھلہ اخبار مطبوعہ ۱۱۔ جولائی کے مندرجہ مضمون کا جواب ضرور شایع ہو لہٰذا بتعمیل ارشاد آں مکرم ذیل میں مختصراً چند سطور لکھتا ہوں۔ پہلی قابل توجہ بات یہ ہے۔ کہ اخبار کے آخری کالم میں صاف درج ہے۔ کہ "یہ اخبار بسرپرستی ہز ہائینس سر مہاراجہ صاحب بہادر والی ریاست کپورتھلہ شایع ہوتا ہے اور مذہبی مباحثوں اور فضول یاوہ گوئیوں سے پاک ہے" میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا ایڈیٹر کپورتھلہ اخبار نے اس مراسلت کے اخبار میں درج کرنے سے اپنے فرایض کو ادا کیا ہے؟ اور کیا اس نے مذہبی مباحثوں اور فضول یاوہ گوئیوں کی اشاعت سے سر مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ اور ذمہ وار اہلکاروں کی عزت پر حملہ نہیں کیا؟ اگر ایڈیٹر کپورتھلہ اخبار نے اپنی خط پر اصرار کیا اور اپنی غلطی کا اعتراف نہ کیا تو آیندہ وہ خود جواب دہ ہے مضمون زیر توجہ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مضمون نگار کہتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی عمر اسی یا اسی برس کے قریب نہیں ہوئی اسلئے اسکے دل میں کچھ شک پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس شک کا مرزا صاحب کے مریدوں سے ازالہ چاہتا ہے۔ مضمون نگار کو جو مغالطہ لگا ہے یا اس نے لوگوں کو دہوکہ دینا چاہا ہے

انشاء اللہ آگے چل کر اس کے متعلق لکھا جائے گا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جب مضمون نگار کو صرف یہی ایک شک پیدا ہوا ہے جسکو نہایت منت وسماجت کیساتھ مرزا صاحب کے مریدوں سے رفع کراتا اور ثواب اور اپنی ممنونیت کا لالچ دلاتا ہے۔ تو اس نے اب تک یعنے اس شک کے پیدا ہونے سے پہلے تک حق کے قبول کرنے اور باطل کو چھوڑنے میں کیوں قدم نہیں اٹھایا۔ سمجھا جہاں تک معلوم ہوتا ہے۔ راقم مضمون تقریباً نو سال سے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات دعاوی اور دلائل سے واقف ہے۔ صرف اس غرض سے کہ کسی جعفر علی یا حامد حسین کو نہ سہی تو ان کے سوا کسی اور سعید روح کو فائدہ پہنچ جائیگا کچھ مختصراً لکھنے کی تکلیف گوارا کیجاتی ہے سنئے آپ اگر ہم لوگوں کے مخالف اور ضدی نہیں ہیں۔ تو یہ بتائیے کہ آپنے کسی راستباز کو راستباز ماننے کے لئے کونسا معیار قایم کیا ہے تاکہ اسی معیار کی بنا پر آپ کو جواب دیا جائے۔ اگر آپ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے پیغمبروں کو راستباز مان چکے ہیں اور سچا جانتے ہیں۔ اور قرآن شریف کو خدا تعالےٰ کی کتاب مانتے ہیں۔ تو آپ کا یہ ایک کیا اگر ہزار شکوک بھی ہوں تو رفع کئے جاسکتے ہیں۔ براہین کے حصہ پنجم میں حضرت مسیح موعود نے اسی برس والی پیشگوئی کے متعلق صاف لکھا ہے کہ عمر اسی برس سے پانچ چھہ سال زیادہ ہو گی۔ یعنی ۷۴ سال کی عمر سے ۸۶ سال کی عمر تک پیشگوئی کا زمانہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحبؑ کی عمر وفات کیوقت کیا تھی؟ حضرت مرزا صاحبؑ نے ڈوئی کے مقابلہ میں جو اشتہار شایع کیا ہے اس میں اپنی عمر ۶۶ سال سے زیادہ لکھی ہے اس حساب سے حضرت صاحبؑ کی عمر کے ۷۵ سال قمری بنتے ہیں پھر نصرۃ الحق میں ۱۳۲۳ھ میں آپ لکھتے ہیں کہ میری عمر ستر سال سے اوپر ہے لہذا آپ کی عمر کے قمری سال ۷۵ بنتے ہیں۔ اخبار زمیندار کے ایڈیٹر (جو حضرت صاحبؑ کے مرید نہیں ہیں) ۱۸۶۱ء میں حضرت صاحبؑ کی عمر کا ۲۴ سال ہونا لکھتے ہیں اور اسکو اپنی چشم دید شہادت بتاتے ہیں۔ اس حساب سے بھی عمر تقریباً ۷۵ سال قمری بنتے ہیں مرزا سلطان احمد صاحب ای۔ اے سی کے بیان سے بھی عمر تقریباً ۷۵ سال ہی ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ ۷۴ سے لیکر ۸۶ سال تک پیشگوئی کا زمانہ تھا۔ اور عمر ۷۴ سال سے زیادہ ہوئی پھر اعتراض کی کونسی بات رہگئی۔ اور شک کس بات پر پیدا ہوا۔ آپ کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب کی عمر بعض تحریروں سے ایک آدھ سال کم ہی ثابت ہوتی ہے۔ اسی کے جواب میں ہماری طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ حضرت صاحب کی عادت نہ تھی۔ کہ شمار اعداد اور حسابات کی طرف زیادہ توجہ اور احتیاط سے کام لیں اسلئے تخمیناً کسی تحریر میں ایک آدھ سال کم ہی لکھا گیا یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور اس سے اصلیت اور حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ دنیا میں عام طور پر اپنی عمر کے سال بتانے وقت اکثر اشخاص اندازہ اور تخمینہ ہی سے کام لیتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دو سال کی کمی بیشی ضرور ہوجاتی ہے اور یہ عیب نہیں سمجھا جاتا آخر حضرت صاحبؑ ہی کی تحریریں بڑے زور سے ۷۵ سال کی عمر ہونا ہی تو ظاہر کر رہی ہیں۔ آپنے اس ایک معمولی سی بات پر جو کچھ اظہار کیا ہے اس سے یقین ہے کہ آپ کا ضمیر خود آپ کو ملامت کرتا ہوگا۔ اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ تو کیا اس ایک پیشگوئی کے پورا نہ ہونے سے آپ ہزارہا صداقتوں پر خاک ڈال دینگے۔ اسکی مثال تو آپ کو ہر ایک نبی اور رسول کے حالات میں ملے گی پھر وہاں آپ کیا کرینگے؟ آپکا یہ اعتراض کہ حضرت صاحبؑ کو جو الہامات انکی موت کے متعلق ہوئے تھے ان میں کوئی دوسرا پہلو ہی نکل سکتا ہے عجیب مضحکہ خیز بات ہے بھلا کوئی پوچھے کہ جبکہ وفات کے متعلق الہامات اپنے ظاہری اور صاف صاف الفاظ میں پورے ہوگئے تو اب اور تاویل کی کیا حاجت جبکہ آپنے ظاہری الفاظ میں پورا ہوتے ہوئے دیکھکر نہیں مانا تو اگر کسی دوسرے معانی کی مطابق الہامات پورے ہوتے۔ تو آپ سے کیا امید ہوسکتی تھی۔ کیونکہ اسوقت تو اور بھی زیادہ آپ کو اعتراض کا موقع تھا۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے آپ کا ایک اعتراض نقل کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ ”حضرت مرزا صاحب کا ایک یہ الہام ہے کہ بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ اگر حضرت صاحب دس پندرہ برس اور زندہ رہتے تب بھی مرید کہہ سکتے تھے کہ دس پندرہ برس تھوڑی مدت ہے“ سچ ہے توریت و انجیل میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی ہے لیکن وہاں نہ نبی کریم کا نام ہے نہ شہر کا نام نہ قبیلہ کا نام نہ صحیح صحیح زمانہ کا تعین۔ اسیطرح لقد صدق اللہ رسوله الرؤیا بالحق الخ کی نسبت آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اوس زمانہ کے مخاطب یعنے صحابہ کرام اور حضرت نبی کریم سب سر منڈواتے اور بال کترواتے۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نبی کریم کے سوا سب سر منڈواتے۔ غرضکہ آپ کی تحریر سے تو کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ آپکے اعتراضات وسیع نہ ہوں۔ آپنے اپنے مضمون میں جس صاحب کا ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے وفات کے تار کو جھوٹا تار سمجھا تھا۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ ان صاحب کے لئے جائے فخر ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس خبر کی تغلیط کی تھی میرے نزدیک اب آپکے مضمون میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی جسکا جواب لکھا جاوے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

راقم (ڈاکٹر شاہ خان۔ نجیب آبادی ثم قادیانی)

تعلیم النسوان

البوا کے چیف ایڈیٹر نے کثیر التعداد حاضرین کے جلسہ میں تقریر کی اور عورتوں کی تعلیم پر طول طویل بحث کرتا رہا اس نے کہا دیکھو مرد عورت میں قابلیت کا فرق موجود ہے عورت نزاکت اور خوبصورتی کی دیوی ہے اور مرد قوت اور شجاعت کا پتلا ہے۔ اسلام کی تعلیم اس سادہ اور تحقیقی اصول پر قایم ہے کہ عورت خانگی معاملات کی نگرانی کیے اور مرد بیرون خانہ سے تعلق رکھنے والے کاموں کی انجام دہی میں مصروف رہے جبتک عورت ناکتخدا ہو۔ اس کی پرورش اس کے والدین پر فرض ہے اسکے بعد اس کی خورد و نوش کا کفیل اس کا شوہر ہونا چاہیے کیونکہ شارع اسلام پیغامبر خدا علیہ الصلوٰۃ نے یہی حکم دیا ہے۔ خانگی انتظام کیا تھ بچوں کی نگرانی بھی خصوصاً شیر خوارگی کے زمانہ میں عورتوں کے ذمہ کی گئی ہے عورتوں کو ان کی ذمہ داری اور حالت کا احساس اور علم ہونے کی غرض سے انہیں وہ باتیں سکھانی ...... چاہیئں جن سے ان کی مادرانہ شفقت اور اس قسم کی دوسری باتوں میں ترقی ہوتی ہو پھر اس کے ساتھ حفظ صحت۔ حساب کھانا پکانے اور پارچہ دوزی سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ ہم ایک مصنف کے ہمخیال نہیں کہ عورتوں میں جسقدر قابلیت ہونی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اخبارات پڑھکر انکا مطلب سمجھ سکیں اور کسی قدر مالی معاملات سے بھی آگاہ ہوں ان کے لئے ہر بات میں سطحی واقفیت کافی ہے۔ ورنہ گہری قابلیت مردوں کو وبال جان ہوجائے گی آخر میں اس نے زور دیا کہ قاہرہ اسکندریہ اور دیگر مقامات میں زنانہ مدارس قایم کرنے کی سخت ضرورت ہے جہاں عورتوں کو ایسی باتوں کی تعلیم دیجائے اور میرے نزدیک یہ تجویز ہر پہلو سے پسند ہے۔

اے بےخبر بخدمتِ قرآن کمر بہ بند
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

مختلف تجویزیں اور آئے دن خیالات کی جدت شاید دماغ کی پریشانی اور جنون کی کوئی قسم بھی جاوے لیکن عقل سلیم رکھنے والے یہ کبھی نہیں مان سکتے کہ ایک ہی امر کی تکمیل کے لئے مختلف راہوں یا صورتوں کا اختیار کرنا پریشانی دماغ کا نتیجہ ہے۔ علاوہ بریں اگر کوئی آدمی محض اس خیال پر مفید اور مبارک اور ضروری کام کے کرنے سے رکتا ہے۔ کہ اسکے احباب اور معاصر اسے کیا کہینگے تو میرے اپنے ایمان میں وہ دنیا کی جھوٹی مدح و ذم کا اسیر ہے اور اخلاص اور خالصتہً لوجہ اللہ ایک کام کرنے سے عاری ہے۔

میں نے جب سے الحکم جاری کیا ہے جن کاموں کو قوم کے لئے ضروری سمجھا مختلف اوقات میں انکی تحریک کرتا رہا اور حتی الوسع خود ان میں حصہ لیا۔ ان کا مکمل ہو جانا ایک وقت کو چاہتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیگا ہو رہیگا۔ جو لوگ ان باتوں میں پڑتے ہیں۔ وہ سنت اللہ سے واقف ہوتے ہیں اس مختصر تمہید کے بعد میں پھر ناظرین کو **خوشخبری** سنانی چاہتا ہوں کہ میں **قرآن مجید** کے ترجمہ اور تفسیر کی بہت بڑی ضرورت محسوس کرتا ہوں میں نے جب اولاً تفسیر القرآن لکھنی شروع کی تھی تو ہمارے موجودہ امام اور خلیفۃ المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر اس طرز پر سورہ فاتحہ کی تفسیر بھی شایع ہو جائیگی تو میں کامیابی سمجھونگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں سورہ بقر کی تفسیر شایع کر سکا اور سورہ آل عمران کا بھی ایک حصہ چھپا ہوا ہے شروع سال میں قرآن مجید کے ترجمہ کے متعلق تجویز ہوئی۔ جو ہا آخر ملتوی کرنی پڑی۔ اور باوجود سات مہینے گذرنے کے منشی عبد الرشید صاحب کی طرف سے کوئی طیاری مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ اور اگر ایسے طور پر ہو چکا۔ مجھے علم نہیں تو وہ مجھے ایسا کہنے سے معذور رکھینگے اسلئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بیعت میں قرآن مجید کے پڑھنے کا خاص طور پر اقرار لیا تو میرے دل میں جنبش اور جوش پیدا ہوا۔ کہ اس اقرار کی عظمت اور ضرورت کے لحاظ سے جلسی کچھ بھی ہو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ قدر ہونی چاہئیے۔ اور آپ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک ترجمہ مع .... نوٹوں کے شایع ہو جاوے اور اسکے لئے میں نے یہ پسند کیا ہے۔ کہ خلافت کے بعد جہاں سے حضرت خلیفۃ المسیح نے درس شروع کیا ہے وہاں سے ہی اس کو چھاپا جاوے اور ایک ایک پارہ شایع ہوتا رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ توفیق دے +

بعض کہینگے کہ پہلے تفسیر نامکمل ہے اسکو پورا کیوں نہ کیا۔ ہوا اور وہ ہوا میں اسکا مختصر جواب اور پردے آیا ہوں ان باتوں میں بیں نہیں پڑونگا میں اس کام کو قرآن شریف کی خدمت سمجھ کر کرنی چاہتا ہوں جتنی ہو اور جس طرح ہو۔

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ کس قسم کا ہوگا۔ اسکا نمونہ میں ذیل میں دیتا ہوں۔ اس اعلان سے میری غرض صرف یہ ہے۔ کہ میں اپنے اخبار کے ناظرین کو مطلع کروں کہ میں ان میں سے ہر ایک کے نام دو دو جلدیں اسکے شایع ہونے پر قیمت طلب بھیجونگا اور اسی لحاظ سے میں دو ہزار کاپیاں چھاپونگا۔ جن میں سے پانچ جلدوں کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ خاص انتظام کیا جائیگا۔

۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ پارہ خریداران الحکم کے پاس پہنچیگا۔ اس میں یہ لحاظ رکھا جاوے کہ سورہ کے شروع سے ہو۔ اور سورہ پر ختم ہو۔ اسطرح پر بعض اوقات ایک پارہ سے یہ حصہ بڑھ جایا کرے۔ مگر یہ طریق اس .... سلئے ملحوظ رکھا ہے تاکہ سلسلہ مطمون میں فرق نہ آوے کاغذ انشاء اللہ عمدہ لگایا جاویگا اور تقطیع موزون ہوگی۔ ہدیہ کے متعلق ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو صاحب نہ لینا چاہیں وہ ابھی سے مجھے اطلاع دیں ورنہ اگر میں نے انپر اعتماد کر کے کہ وہ اس کی اشاعت .... میں میرے معاون ہیں۔ اور اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی اشاعت کریں) ان کو وی۔ پی بھیجا اور انہوں نے واپس کر دیا تو اس کو بجز تکلیف دہ اور کیا ہوگا؟ اسلئے میں ۱۸۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کو چھاپ تیار ہونگا جو احباب اسوقت تک مجھے اطلاع دینگے کہ وہ کسی وجہ سے نہیں لے سکینگے انکے نام ہرگز نہیں بھیجا جاویگا۔ ورنہ کل خریداران الحکم کے نام دو دو کاپیاں بھیجدی جائینگی اور اگر کوئی دو سے زیادہ لینا چاہیں تو بھی اطلاع دیں۔ نمونہ کے لئے ایک رکوع درج ذیل ہے۔ جس سے ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کا اندازہ آسانی سے معلوم ہو سکیگا۔ بالآخر التماس ہے کہ ناظرین اس خادم کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کے لئے جوش اور جوش کیساتھ اخلاص اور سمجھ اور فہم اور اسکے ساتھ اسباب عطا فرماوے کسی سے ایک پائی بھی بطور پیشگی نہیں لیجاویگی۔

یاد رہے یہ خط اور کاغذ کا نمونہ نہیں ہے وہ کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ دونگا۔

(یعقوب علی ایڈیٹر الحکم)

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ۝ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۝ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ۝ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝

ترجمہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے (اپنے لئے) بیٹیاں اختیار کیں اور تمکو بیٹوں کے ساتھ برگزیدہ کیا (۱۶) اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی بشارت دیجاوے۔ جو وہ رحمٰن کے لئے بیان کرتا ہے تو اس کے چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غضب اندر ہی اندر کر کے گھونٹ کر رہ جاتا ہے (۱۷) کیا وہ مخلوق جو زیورات میں پرورش پائے اور مقابلہ میں کھل کر نہیں نکل سکتی (۱۸) اور ان لوگوں نے فرشتوں کو جو عباد الرحمٰن ہیں دیویاں ٹھیرایا ہے کیا یہ لوگ ان کی بناوٹ کیوقت موجود تھے۔ ضرور ان کی یہ شہادت محفوظ رکھی جاویگی۔ اور ان سے پوچھا جاویگا (۱۹) اور انہوں نے کہا کہ اگر اللہ رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان کے پاس کوئی علمی دلیل اس عذر پر نہیں ہے وہ انکل بازی کرتے ہیں (۲۰) کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب اس سے پہلے دی ہے؟ جس سے وہ دلیل پکڑتے ہوں (۲۱) بلکہ انکا تو یہ قول ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی (مذہب عقیدہ) پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں (۲۲) اور اسی طرح تجھ سے پہلے بھی (ہوتا رہا) جس کسی بستی میں ہم نے اپنا رسول ڈرانے والا بھیجا۔ اس بستی کے آسودہ حال لوگوں نے کہا۔ کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک دین پر پایا ہے انہیں کے نقش قدم پر ہم چل رہے ہیں (۲۳) اس نذیر نے کہا کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ منزل مقصود پر پہنچانے والا دین لایا ہوں؟ جسپر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ انہوں نے کہا ہم تو آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ (۲۴) اسپر ہم نے ان سے انتقام لیا پس دیکھو! کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا (۲۵) (سورہ زخرف رکوع ۲)

اس رکوع پر تفسیری نوٹ

قرآن شریف کا اسلوب کلام

یاد رکھو کہ قرآن شریف کا اسلوب کلام ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ وہ رذایل کو چھوڑ کر فضایل کو اسکے بالمقابل پیش کرتا ہے یہ رذایل خواہ اعتقاد کے متعلق ہوں خواہ عملیات سے وابستہ ہوں اور پھر ان میں سے خواہ اور اخلاقیہ کے متعلق ہوں یا مجلسی اور سیاسی قوانین سے منسوب۔ غرض ہر پہلو میں رذایل کو دور کر کے فضایل عطا

کرتا ہے اور یہ ایک امر قرآن کریم کے منجملہ دوسرے اعجازوں کے ایک اعجاز ہے۔

پھر قرآن شریف میں جہاں مناظرہ کے علوم پر بحث کی ہے یعنے اسلام کے سوا ملل باطلہ سے جہاں کلام کیا ہے وہاں سب سے اول جس امر کو قرآن شریف ملحوظ رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ غلط مبحث نہیں ہونے دیتا۔ جس امر کو شروع کیا ہے اس پر **قول فیصل** دیکر دوسرے امر کو چھیڑتا ہے اور اگر قرآن شریف کے اس طرز اور اسلوب کو ملحوظ رکھکر ملل باطلہ سے کلام کیا جاوے تو انشاءاللہ ضرور مفید اور بابرکت نتیجہ پیدا ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔

پھر ایک اور ضروری **نکتہ** ہے جسکے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے قرآن کریم پر اعتراض کیا ہے۔ یا اس کی خوبیوں کے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ **قرآن شریف** اور دوسری **وحیوں** کا بھی یہ عام اسلوب ہے کہ جبتک ان کے ساتھ بعض خاص الفاظ مثلاً **ابداً** یا **خالدین** یا **کلھم** یا **اجمعین** نہ ہوں وہ ایک مختص المقام یا مختص الزمان کے طور پر ہوتے ہیں اگر انکو عام کیا جاوے تو کم از کم وہ لطف اور ذوق نہیں آسکتا جو اس مقام پر رکھا گیا ہے پس ان ہر سہ اصولوں کو مدنظر رکھکر اس سورہ زخرف کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالے ایک خاص قوم کا رد کرتا ہے۔

اس رکوع میں کس قوم کا رد منظور ہے

عرب میں ایک قوم تھی جو ابو عامر کہلاتی تھی۔ اس قوم کا اعتقاد تھا کہ فرشتے خدا کی **بیٹیاں** ہیں اور اس اعتقاد کی بنا پر ان کو ہی معبود سمجھتے تھے پس اللہ تعالے انکی تردید کرتا ہے جیسا کہ فرمایا **ام اتخذ مما یخلق بنت** الآیۃ۔

اس اعتقاد کی تردید کے دلایل

سب سے پہلی دلیل تو خود انہی الفاظ میں موجود ہے۔ **ام اتخذ مما یخلق** کیا معنی کیا وہ اپنی **مخلوق** میں سے اپنے لئے لڑکیاں تجویز کرتا ہے یہ الفاظ اس طرح پر دلیل کے رنگ میں ہیں کہ بنات یا بنون صورت **نوعی** میں اپنے والد کے شریک اور اسکا ایک جزو ہوتے ہیں لیکن جو چیز اللہ تعالے کی **مخلوق** ہے وہ اس کی شریک بصورت **نوع** کیونکر ہو سکتی ہے۔؟

دوسری دلیل فطرتی اور وجدانی ہے یعنے لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکے تمہارے نزدیک ممتاز مخلوق ہے کیونکہ تم لڑکوں کی حفاظت کرتے اور لڑکیوں کو مار ڈالتے ہو تو پھر کیا اسنے اپنے لئے ناقص اور معیوب مخلوق کو تجویز کرنا تھا اور تمہارے لئے افضل امر؟ اسپر فطرتی شاہد پیش کیا۔ **وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ** الآیہ یعنے اگر کسی شخص کو تمہاری قوم میں سے مثلاً یہ اطلاع دیجاوے کہ اسکے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اندر ہی اندر اسکا دل بجھ جاتا ہے اور اس غیظ و غضب کے سبب سے چہرہ پر رونق اور تازگی کی بجائے جو نشاط کا نتیجہ ہوتی ہے سیاہی اور مردنی چھا جاتی ہے ایسی حالت اور صورت میں جو امر تم اپنے لئے بھی تجویز نہیں کرتے خداتعالے کے لئے اسکا جواز کیوں پسند کرتے ہو؟

پھر

نوع انسان کی اس صنف کی دوسری فطری کمزوری بیان کو پیش کیا۔ کہ چونکہ وہ مرد کی دلربائی کے لئے پیدا ہوئی ہے اسوجہ سے وہ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے زیورات سے کام لیتی ہے اور بوجہ اپنے قویٰ کی نزاکت کے اس قابل نہیں کہ مقابلہ میں علی رؤس الاشہاد نکل سکے گویا ایسی کمزور اور ضعیف الفطرۃ مخلوق کو تم اللہ تعالے کا شریک اور عبادت میں شریک ٹھہراتے ہو۔ جو بالبداہت باطل ہے۔

اس اعتقاد کی کمزوری اور بطالت پر پھر اور آفاقی دلایل پیش کئے پہلے دلایل النفسی تھے۔ ان دلایل افاقیہ میں سے پہلی دلیل

اشہدوا خلقہم

یہ ہے۔ یعنے ملایکۃ اللہ کو جو تم بنات الرحمن اور دیویاں قرار دیتے ہو۔ کیا تم ان کی فطرت اور بناوٹ پر کوئی **عینی شہادت** دے سکتے ہو؟

پہلی دلیل سے عام اخلاقی سبق

اس دلیل کو پیش کرکے قرآن مجید ایک عام اخلاقی سبق سکھاتا ہے۔ کہ جس امر کے متعلق تمہارا ذاتی مشاہدہ اور کامل علم نہ ہو۔ اس پر اصرار نامناسب اور بیجا ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی صریح رد ہے جو یہ کہتے ہیں۔ کہ **اسلام** دلایل عقلی اور مشاہدہ صحیحہ سے الگ رہنا سکھاتا ہے حالانکہ اسلام اور قرآن مجید **مشاہدہ** صحیحہ کو اول لیتا ہے۔ قرآن مجید کی ہی اصل ہے جو موجودہ گورنمنٹ کے **قانون شہادت** میں کام کر رہی ہے +

اس دلیل میں پیشگوئی

اس دلیل میں یہ حصہ ستکتب شہادتہم ویسئلون ایک پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے یعنے اس شہادت کے متعلق جو گویا جھوٹی شہادت ہے۔ ہم مؤاخذہ کرینگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب وہ وقت آتا ہے جب بنات الرحمن اور اناث الرحمن تجویز کرنیوالے مغلوب اور مقہور ہوجاینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوجاینگے۔

مکی سورتوں میں خصوصیت

بہت تھوڑے لوگ ہونگے جو قرآن کریم کی مکی سورتوں کی خصوصیتوں پر توجہ کرتے ہوں۔ منجملہ اور خصوصیتوں کے ایک بڑی بھاری خصوصیت ان سورتوں میں یہ ہے کہ **دلایل نبوت** اور **ثبوت نبوت** کیلئے ایسی عظیم الشان جلالی پیشگوئیاں ہیں۔

دوسری دلیل جو بطور نقض قول مشرکین بیان کی ہے

پھر اناث الرحمن تجویز کرنیوالے یہ عذر پیش کرتے ہیں **وقالوا لو شاء الرحمن** ما عبدنٰہم یعنے اگر رحمن نہ چاہتا تو ہم ان دیویوں کی پرستش نہ کرتے؟ اس کا نقض یوں فرمایا۔ **ما لہم بذالک من علم** اس امر پر ان کے پاس کوئی علمی دلیل نہیں ہے نری اٹکل بازی ہے

صفت رحمن عبادت کو نہیں چاہتی

اس کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ صفت رحمانیت کا اقتضا عبادت نہیں ہے وہ تو بلا مانگے اور بغیر کسی عمل کے اپنا ظہور دو بروز فرما رہی ہے پس یہ کہنا انکا غلط ہے۔ کہ گویا **رحمن** کی ایسی ہی مشیت ہے۔ کہ ہم **اناث الرحمن** تجویز کرکے ان کو معبود ٹھیرائیں۔

ایک غلط فہمی کا دفاع

مسئلہ تقدیر کا یہاں پیش کرنا سخت نامناسب امر ہے مگر بعض لوگ اپنی **قلت نظر** کی وجہ سے تقدیر کے مسئلہ کو جو تمام بلند پروازیوں کی جڑ ہے لے بیٹھے ہیں اسلئے نہایت ہی مختصر طور پر یہاں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قویٰ انسانی کی بناوٹ دو قسم کی واقع ہوئی ہے ایک حصہ وہ ہے جو انسانی تصرف اور عمل کے نیچے ہے مثلاً آنکھ کا کھولنا اور بند کرنا اسلئے شریعت حقہ نے اوامر و نواہی کا جوا ان قویٰ پر رکھا ہے جنپر انسانی تسلط اور حکومت ہے۔ جیسے اوپر کی مثال میں غض بصر کا حکم دیا۔ ان قویٰ کے متعلق جو احکام دئے گئے ہیں انکے فعل یا ترک پر خلاف ورزی کی صورت میں سزا مترتب ہوتی ہے۔ لیکن دوسرا حصہ بناوٹ انسانی کا وہ ہے جس پر انسانی تصرف کچھ نہیں۔ مثلاً ہڈیوں کا بننا جسم کا نشوونما پانا قد کا چھوٹا بڑا ہونا یا مختلف رنگ کا ہونا انپر کوئی حکم اور شرعی قانون نافذ نہیں کیا گیا۔ جب انسان اس تقسیم کو مسئلہ تقدیر میں ملحوظ رکھیگا تو ایسے انشاءاللہ العزیز ان شبہات سے بچ رہیگا جو اسپر وارد کئے جاتے ہیں۔

غرض اس دوسری دلیل میں مشرکین سے علمی دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔ کہ اسے پیش کرو۔ اب فطرت صحیح مشاہدہ صحیح علم صحیح کے بعد پھر نصوص اور منقول کا مطالبہ کیا۔

ام اتینٰہم کتاباً الآیۃ

اچھا اگر فطرتی۔ عینی علمی دلایل پیش نہیں کرتے۔ تو پھر نقل صحیح پیش کریں۔ مگر وہ نہیں کر سکتے۔ صرف ایک عذر ہے **وہ کیا؟** **بل قالوا انا وجدنا اباءنا** الا آیۃ۔ یعنے ہم نے باپ دادوں کو اسی طریق پر پایا۔ یہ عذر کوئی معقول عذر نہیں بلکہ وہی پرانا عذر ہے جو ہر زمانہ میں **منکران رسالت** نے پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **مرسل اللہ** کے بالمقابل ایسا عذر کرنا یہ بھی ایک سنت پیشینیاں چلی آتی ہیں۔ آج حضرت مسیح موعود کے بالمقابل بھی یہی رونا رویا جاتا ہے مگر خداتعالے اس عذر کو بھی باطل کرتا ہے۔

۳۰۔ جولائی کا اخبار شایع نہیں ہو سکا

(مینیجر)

اصلی ممیرا اور ممیریکا سرمہ

اصلی ممیرا جو آج کل قریباً اڑھائی سو روپیہ تولہ پر فروخت ہوتا ہے اور ممیریکا سرمہ دو روپیہ تولہ پر فروخت کیا جاتا ہے میرے پاس موجود ہے میں اسکے لئے لمبے چوڑے سندات پیش نہیں کرنا چاہتا اسلئے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے بزرگان ملت نے اسکو اصلی ممیرا شناخت کرکے خود خرید فرمایا ہے میں عام لوگوں کے نفع کیلئے اصلی ممیرا (چھ روپیہ) تولہ پر اور سرمہ ممیرا (دو روپیہ) پر فروخت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ ہی یقین دلاتا ہوں۔ اگر ممیرا اس اشتہار کے موافق مصدقہ نہ ہو تو میں قیمت واپس۔ اسکے سچائی کے اظہار کیلئے یہی ایک امر کافی ہے +

نوٹ۔ میری دوکان سے ہر قسم کی لنگی اور کلاہ بھی ملسکتی ہے

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر قادیان دارالامان

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ سیدھی دستہ کشمیر کی لکڑی کے ۔ ہینڈل کارک کین اور دو ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائدار ہیں قیمت سے کرکٹ بیٹ سیدھی دستہ کشمیر کی لکڑی ۔ کین ہینڈل دو ربڑ کے میچ کے لئے نہایت عمدہ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی۔ ہینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا عہ کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ۸ عہ

بچوں کے کرکٹ بیٹ ۱۲-۱۴ کیواسطے وسٹ ایک رگس ایکل لکڑی کا نکس فی سٹ ۔ے

فٹبال عمدہ کاو پائدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پائدار ۔
کیلئے فٹبال ۔ بلیڈر
کرکٹ بال گٹ ہیں نہایت عمدہ مضبوط چمڑے والے گرے پیچ
پریکٹس
کرکٹ وکٹیں
فی کابلی

المشتہر نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ... ہر قسم کرکٹ ... فٹبال وغیرہ پہنچا ہر طرح سے قابل تعریف ...

... میں اس کم خرچ بالانشین کا مصداق پاتا ہوں + نیاز مند حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجان پور ... کانگڑہ

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت سست ہو اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی شکایت ہے آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں سے ایک مرتبہ دست صاف ہوجاتا ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈوڈنس ڈنر پلیس) کھالیجئے دوسرے روز صبح آپ کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپکو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا قبض کیوجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جائیگا کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکایات ہیجان صفرا صفراوی بخار یا تپ۔ بدہضمی سوہضمی پٹھوں کی کمزوری جسم کی نکاہت امراض قلب یعنے دل دھڑکنا یعنے چکر آنا۔ درد سر نفخ۔ کھٹے ڈکاریں آنا اور مستورات کی بیماریاں وغیرہ اگر کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی تو خون کثیف ہوجاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہوجاتی ہیں۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈوڈنس ڈنر پلیس) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکور الصدر مرضوں کو شافی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادے اور زہریلے انجروں کو آنتوں میں سے نکالتی ہیں جگر کو قوت عطا کرتی ہیں صفرا یعنے تپ کو اچھی طرح بہاتی ہیں جسم کو پاک اور صاف کرتی ہیں اور مرد عورت اور بچہ کو جلد اور ہمیشہ کے لئے صحت بخشتی ہیں۔

بارہ آنہ والی

قیمت ۴ روپیہ اور بارہ آنہ والی شیشی میں ساٹھ گولیاں ہیں جو ۴ روپیہ والی شیشی کی گولیوں سے پانچ گنی ہیں کل دوافروشوں سے ملتی ہے۔ یا ڈون پی اور باکس بمبئی کے پاس سے

ڈون کا مرہم (ڈوڈنس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو فوراً کم ہوجاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی دفعہ۔ چھاجن بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سر فبادہ۔ کیڑا کیڑا۔ چنبہ داد اور جلد کی سب طرح کی سوزش نمکین ثور اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے تمام دوا کا مداران کے پاس قیمت ۱۲ دو روپیہ فیڈ ببا

لاکھوں روپیہ کمانیکا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے علاوہ لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہو تو حکیم نور محمد پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور کے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگوا کر فروخت کریں جسکی کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہوسکتے ہیں۔ اس تریاق بے نظیر و سریع الاثر و مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالے بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنیسے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے۔ اگر مبتلائے طاعون کے کان میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گلٹی میں ملا کر مالش کی جاوے تو سر درد بخار چند منٹ درد اور سرسام گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت و سرور حاصل ہوگا تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور انکے لئے جن کو بیہوشی یا بندش گلو کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہوسکتا ہے۔ یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے تعمیم افادہ کے لئے بشرط حلفی اقرار عدم افشا و ادائے فیس اس کا تیار کرنا بھی سکھایا جاتا ہے قیمت فی شیشی عہ گران انجمن سے جو ایجنٹ ہونا چاہیں کے ارادہ سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت (للعہ) جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نرخ نرخ اجرت سے مطلع فرماویں +

المشتہر فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون مقام موکل ضلع لاہور

اسکاٹس امیلشن

اسکاٹ اینڈ براؤن لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

آٹا پیسنے کا خراس

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے
۲۔ خواص و معاونین سے
۳۔ ہندوستان سے باہر
۴۔ غیر مذہب والوں سے
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ

یہ سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ٹکٹ کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے مشہور اور معروف اخبار ہر مہینے کی ۲ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہ ہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

نمبر ۲۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۶۔ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۸۔ رجب ۱۳۲۶ھ ہجری | جلد ۱۲

موجودہ شورش میں ہمارا مسلک

اگرچہ احمدیوں کو اسوقت کسی نئی ہدایت یا تاکید کی حاجت نہیں ہے کہ وہ ان بیہودگیوں میں کوئی حصہ لیں جو ایجی ٹیشن کے رنگ میں کیجاتی ہے۔ کیونکہ انکا سید و مقتدا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ پورے طور پر انکے ذہن نشین کر گیا ہے۔ اور مذہبی رنگ میں انہیں بتا گیا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا سایہ انکے لئے ابر رحمت ہے اسلئے ایک احسان شناس قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے محسن کی اطاعت اور محبت میں سرگرم ہے۔ برٹش گورنمنٹ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی نعمت ہے کہ وہ اسکی شکر گذاری سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے انہیں خوب معلوم ہے۔ کہ سکھوں کے ایام سلطنت میں انہیں امن کے سوال کو چھوڑ کر مذہبی احکام کی بجا آوری میں کسی حد تک تکلیف تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اذان تک دینے پر بھی سخت سے سخت سزاؤں کے مستحق سمجھے جاتے تھے دوسرے احکام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

وہ زمانہ جہالت اور تاریکی کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں جہاں مذہبی آزادی عطا ہوئی اسکے ساتھ علوم و فنون کی ترقی کی راہیں کھلیں۔ ڈاکخانہ۔ مطبع کے اجرا اور کاغذ کی کثرت نے نایاب سے نایاب مذہبی اور دینی کتابوں کو چھاپ کر کم سے کم قیمت پر عام کر دیا غرض اگر مذہبی نکتہ خیال سے ہی دیکھا جاوے تو مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھکر عمدہ زمانہ ابتک نہیں آیا۔ مسلمانوں کی اپنی سلطنت میں بھی ایسی آسانی اور سہولت سے کتابیں بہم نہ پہنچ سکتی تھیں۔

غرض مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے محسن کی پوری اطاعت اور وفاداری کا نمونہ دکھائیں اور ان سے یہی توقع ہے انہیں سے احمدی خصوصیت سے ان احسانات سے سرگراں ہیں کیونکہ یہی ایک مذہبی تحریک ہے وہ اگر آج مخالفوں کے ہاتھ سے بچے ہیں تو گورنمنٹ کی مہربانی اور حسن انتظام کو اس میں بہت بڑا دخل ہے ورنہ علماء نے کفر اور قتل کے فتوے دیکر خون کی ندیاں بہانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ اسی وجہ سے اس سلسلہ کا بانی اپنی ہر تقریر اور تحریر میں گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گذاری کیلئے ایک جوش پاتا تھا۔ اور اپنی قوم میں اسنے یہ روح ایسی نفخ کر دی ہے کہ اب اسے کوئی خیال اور طاقت دور نہیں کر سکتی۔

مسٹر تلک کی سزایابی پر اور بمبئی پریسیڈنسی میں بعض مقامات پر لوگوں اور جاہلوں نے اپنی بیوقوفی کے کرشمے دکھلائے ہیں یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ مسلمان ایسی تحریک میں شریک نہیں ہوئے۔ بمبئی پریسیڈنسی میں ہماری جماعت گیارہ ہزار سے زیادہ ہے۔ ان لوگوں کا ایسی مجلسوں اور جلسوں میں شامل نہ ہونا اللہ کی رضامندی اور انکے موجودہ امام اور خلیفہ کی خوشنودی کا موجب ہے۔

پس جہاں کہیں بھی ایسی تحریک ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے بالکل الگ رہیں اور کسی رنگ میں بھی شامل نہ ہوں گورنمنٹ کے مقاصد اور اغراض کے خلاف جو تحریکیں ہیں وہ ہمارے سلسلہ کے خلاف ہیں ہمارے لئے امن اور سلامتی اللہ نے اسی سلطنت کے سایہ میں تجویز کی ہے اسلئے ہم اسکی خیر سگالی چاہتے ہیں خواہ ہمیں خوشامدی کہا جاوے یا بزدل کہا جاوے اسکی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ آخر یہ بیان سیدجمال کے مقابلہ میں یہ الفاظ کچھ بھی نہیں ہیں جبکہ ایک امر حق کے قبول کرنے پر نادانوں نے گالیاں دیں دکھ دئے تو پھر ایک دوسرے حق کی بات اگر خوشامدی یا بزدل کہا جاوے تو کیا حرج ہے ہم ایسی خوشامد پر اس آزادی اور خودسری کو لاکھ درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ جو امن عامہ کے لئے مفید اور موید ہے۔ ہم اس دلیری اور بے باکی کو بھی قربان کرنیکو طیار ہیں جو خونریزیوں اور شورشوں کا موجب ہوتی ہے۔

ان لوگوں کے ساتھ جو عیب سازی اور عیب اندازی کے قابل کام کر رہے ہیں کچھ بھی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی کیا یہ بہادری ہے۔ اس سے بڑھکر بزدلی اور دون ہمتی اور کیا ہوگی۔ اگر لوٹ مار کرکے مال بہم پہنچانا اور اس ایسا سامان کرنا جو دوسروں کی جان لینے کے کام آوے۔ بہادری ہے۔ تو پھر دنیا بھر کے ڈاکو۔ رہزن اور قاتل پرلے درجہ ہی بہادر اور شیر ببر ہونگے۔ اس قوم پر افسوس جو بہادری اور بزدلی میں فرق کرنیکے قابل نہیں کیا وہ ملک ترقی کرنیکے قابل ہے جس میں ان لوگوں کی عزت کیجاوے جو خفی ہتھیاروں کی مذاق اور اخلاق کسطرح بگڑ کر گیا ہے۔

بہرحال ہمارا مسلک ان تمام قسم کی شورشوں اور تحریکوں میں یہی ہے کہ ہم ان سے بیزار اور الگ رہیں ہم جانتے ہیں کہ اسپر ہمیں خوشامدی کہا جاتا ہے کہے دو۔ اسکی کچھ پرواہ نہیں ہم جو کچھ کہتے ہیں اور کرتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گورنمنٹ خود

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پرنٹر پبلشر چھپا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۳۔ مئی ۱۹۰۸ء بروز اتوار

(ایک دہریہ سے ملاقات)

فرمایا۔ طبائع مین اختلاف ہوتا ہے۔ بعض طبائع مین ایسی استعداد ہوتی ہے۔ کہ وہ حق کے قبول کرنے مین جلدی کرتی ہین اور بعض ایسی بھی ہوتی ہین۔ کہ حق ان کی سمجھ مین آ تو جاتا ہے مگر دیر بعد۔ اور بعض ایسی بھی ہین۔ کہ اُن مین قبول حق کی استعداد دبتے دبتے ایک وقت بالکل زایل ہی ہوجاتی ہے:۔

خدا جس کا وجود مخفی در مخفی اور نہان در نہان ہے ہم نے اس کو ایسا نہین مانا کہ وہ ایک **ہیولا** ہے ایسا ایک انسان جسکو سچا شوق حقیقی جوش اور دلی تڑپ ہے کہ وہ خدا کو پہچانے اسکے لئے تمام گذشتہ قصص اور واقعات پر نظر ڈال کر غور کرنا از بس مفید ہو سکتا ہے۔ تاریخ ایسے انسان کے واسطے رہبری کر سکتی ہے۔ تاریخ اور تمام واقعات سلف بجز اسکے اور کوئی راہ نہین بتلاتے کہ خدا کو خدا کے عجائبات قدرت اور تصرفات سے جو کہ وہ بذریعہ اپنے الہامات۔ وحی اور مکالمات دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ پہچان سکتے ہین۔ اس راہ سے بڑھکر اور کوئی یقینی راہ خدا کی شناخت کی ہرگز نہین ہے:۔

جن لوگون کو وہ خاص کر لیتا ہے اور حصہ معرفت اُن کو عطا کرتا ہے۔ ان پر وہ مکالمہ مخاطبہ کا فیضان جاری کرتا ہے مشتاق کی تسلی اور تسکین کے لئے

دیدار یا گفتار

وہ ہی چیزین ہین جہان دیدار نہین ہو سکتا۔ وہان گفتار دیدار کی جا بجا اور قایم مقام ہوجاتی ہے ایک مادر زاد نابینا گفتار ہی کے ذریعے شناسائی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ چونکہ غیر محدود ہے اور اسکی ذات ایسی نہین کہ اس کی رویت اور دیدار جسمانی چیزون کی طرح ہو سکے اس واسطے اسنے اپنی **گفتار** جسکو بالفاظ دیگر الہام وحی مکالمات کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دیدار کے قائمقام رکھدی ہے کم ہین جن کو دیدار ہوتا ہو اکثر گفتار ہی کے ذریعہ تسلی پانے اور طمانیت حاصل کرتے ہین+

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا یہہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ گفتار جو انسان سنتا ہے۔ واقعی خدا کا کلام ہے کسی اور کا نہین؟ سو اسکے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے کلام کے ساتھ خدائی طاقت جبروت اور عظمت ہوتی ہے جس طرح تم لوگ ایک معمولی انسان اور بادشاہ کے کلام مین فرق کر سکتے ہو۔ اسی طرح اس احکم الحاکمین کے کلام مین بھی شوکت و سطوت سلطانی ہوتی ہے۔ جس سے شناخت ہو سکتی ہے کہ واقعی یہہ کلام بجز خدائے عزوجل کے اور کسی کا نہین +

دوسرا بڑا بھاری نشان اس شناخت اور تمیز کا یہ ہوتا ہے کہ جس انسان سے خدا کلام کرتا ہے وہ خالی نہین ہوتا بلکہ اسین ہی خدائی شان جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ بھی ایک گونہ خدائی صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ ہوتا ہے اس مین وہ لوازم پائے جاتے ہین۔ اس مین ایک خاص امتیاز ہوتا ہے۔ علوم غیبی جو سفلی خیالات کے انسانون کے وہم و گمان مین بھی نہین آ سکتے وہ ان کو عطا کئے جاتے ہین۔ اس کی **دعائین** قبول کرکے اسکو اطلاع دیجاتی ہے۔ اور اس کی اس کے کاروبار مین خاص نصرت اور مدد کی جاتی ہے۔ اور جس طرح خدا سب پر غالب ہے اور اس کو کوئی جیت نہین سکتا اسی طرح انجام کار وہ بھی غالب اور ہر طرح سے مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد ہو جاتے ہین+

غرض یہہ نشان ہوتے ہین جن کے ذریعے سے عقلمند انسان کو ضرورتاً ماننا پڑتا ہے۔ کہ

واقعی یہہ انسان مقرب بارگاہ

ہے۔ اور پھر یہہ بھی ماننا ہی پڑتا ہے۔ کہ خدا ہی ضرور ہے **مگر مین** ایسے لوگون سے ہی گفتگو اور **ملاقات کا اتفاق** ہوا ہے۔ جو مصنوعات سے صانع کو پہچاننے اور شناخت کرنے کی راہ اختیار کرتے ہین۔ اور اس طریق کو ہم نے آزمایا بھی ہے مگر یاد رکھو کہ یہ راہ ٹھیک نہین ادھوری ہے۔ اس راہ سے انسان کو حقیقی معرفت اور یقین کامل جو انسان کی عملی حالت پر اثر ڈال سکے ہرگز ممکن نہین زیادہ سے زیادہ بس یہی ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے۔ مگر **ہے** اور ہونا چاہئے مین زمین و آسمان کا فرق ہے +

اس بیان سے ہمارا مطلب یہہ ہے۔ کہ معرفت ہی وہی فائدہ بخش ہو سکتی ہے جس سے انسان مین ایک تبدیلی ہی پیدا ہو ایک **شخص** جو بینائی اور قوت رویت کا دعوےٰ کرے مگر اسکے دعوے کیساتھ کوئی عملی ثبوت نہ ہو۔ اور وہ کھڑا ہوتے ہی دیوارون سے ٹکرین کھائے کیا اسکا دعوےٰ قابل پذیرائی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ کار آمد صفت **کمال** ہی ہے۔ نیم ملّان خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان مشہور مقولے ہین۔ پس کامل معرفت کی تلاش کرنا شرط ہے۔ اور یہ اسی راہ سے میسر آ سکتی ہے۔ جو راہ انبیاء دنیا مین لائے +

ایک دہریہ تو وہ ہے۔ جو صانع کے وجود کا منکر ہے اور یہ گروہ قدیم سے ہے۔ مگر مین کہتا ہون فرض کر لو کہ دنیا مین ایسا ایک ہی شخص نہین تو بھی ہر وہ جس کو کامل معرفت نہین وہ بھی دہریہ ہے۔ جب تک کامل معرفت نہ ہو اسوقت تک کچھ نہین جسطرح ایک دانہ بھوک کو اور ایک قطرہ پیاس کو نہین مٹا سکتے۔ اسی طرح خشک ایمان جس کے ساتھ کمال معرفت اپنے تمام لوازم کیساتھ نہین نجات نہین دلا سکتا جس طرح وہ انسان زندہ نہین رہ سکتا۔ جسکو بھوک کے وقت کھانا اور پیاس کے وقت پانی دیکھنا تک بھی نصیب نہیں ہوا اسیطرح وہ بھی ہلاک ہوجائیگا جس نے بھوک کے وقت ایک دانہ دیکھ لیا۔ یا کھا لیا۔ اور ایک قطرہ شدید پیاس کیوقت دیکھ لیا یا پی بھی لیا ہو پس بعینہ اسی طرح ہے

معرفت کامل ہی موجب نجات

ہو سکتی ہے +

ہم دیکھتے ہین کہ ان محسوسات مین بھی کامل علم اور معرفت ہی کا اثر ہوتا ہے۔ ایک انسان کے پاس خواہ ایک شیر یا بھیڑیا آجاوے مگر جب تک وہ شیر کو شیر اور بھیڑیئے کو بھیڑیا مع ان کے تمام لوازم اور خواص کے یقین نہین کر لیتا۔ اُن سے کوئی خوف نہین کرتا۔ ایک زہریلے سانپ کو جو انسان ایک چوہا یقین کرتا ہوگا۔ وہ اس سے ہرگز گریز اور پرہیز نہ کریگا مگر اس علم کے ساتھ ہی کہ یہہ ایک زہریلا سانپ ہے۔ اور اس کا کاٹنا گویا پیغام اجل ہے۔ وہ اس سے خوف کرے گا اور معاً الگ ہوجاویگا +

دیکھو نفس امارہ انسان کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ اور خون کی طرح انسان کے ہر رگ و ریشہ مین اور ذرہ ذرہ مین داخل ہے عیسائیون نے تو ایک سہل اور آسان راہ نکال لی ایک شخص کو سولی پر چڑھا دیا۔ اب قیامت تک عیسائی نسل کا ہر فرد جو چاہے سو کرلے اس کو کوئی سوال ہی نہین ہوگا خون مسیح ان کے تمام گناہون کا کفارہ ہوچکا ہے۔ نادان نہین سمجھتے کہ زید کے تو سر درد ہے بکر نے اٹھکر اپنے سر مین پتھر مار لیا۔ بھلا زید کو اس سے کیا فائدہ؟ مین یقیناً کہتا ہون کہ ایک بیمار کو مرغ کی یخنی جسقدر فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ان کا کفارہ اور خون مسیح اس قدر بھی مفید نہین ہے +

ان کے پادری جو دوسرون کو تعلیم دیتے ہین خود ان کے اپنے حالات نہایت ہی خطرناک ہین۔ کفارہ کے عقیدہ نے ان کو بہت دلیر کر دیا ہے۔ گناہ ایک خطرناک زہر ہے مگر جو شخص یہہ اعتقاد رکھتا ہے کہ خون مسیح کافی ہے اور کفارہ پر ایمان لے آنا تمام گناہون کیواسطے کفارہ ہوجاتا ہے۔ وہ گناہ کے زہر کو زہر یقین کرے تو کیسے؟

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک پادری زنا کے جرم مین پکڑا گیا

عدالت میں جب اس سے سوال ہوا تو اس نے بڑی دلیری اور جرأت سے کہا۔ کہ کیا مسیح کا خون میرے واسطے کافی نہیں ہو چکا ہے۔ غرض یہ کفارہ ہی تمام بدیوں کی جڑ ہے +

ہمارے نزدیک کوشش کر کے انسان جب تک ایک پاک تبدیلی کی طرف نہیں جھکتا۔ اسوقت تک کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ نفس امارہ کا مغلوب کرنا بہت بڑا بھاری مجاہدہ ہے اسی نفس امارہ ہی کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے انسان نہ حق اللہ کو ادا کر سکتا ہے اور نہ حق العباد سے سبکدوش ہو سکتا ہے شریعت نے دو ہی حصے رکھے ہیں۔ ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ **حق اللہ** کیا ہے وہی کہ اس کی عبادت کرنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور ذکر اللہ میں لگے رہنا اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کرنا اسکے محرمات سے بچتے رہنا وغیرہ۔ **حق العباد** کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرنا اور کسی کے حقوق میں دست اندازی نہ کرنا جہاں اس کا کوئی حق نہیں ہے جھوٹی گواہی نہ دینا۔ وغیرہ +

اب یہ دونوں امر ایسے مشکل ہیں۔ کہ تمام گناہ۔ جرائم معاصی اور دوسری طرف تمام نیکیوں کے اصول اسی میں آگئے ہیں کہنے کو تو ہر ایک کہہ لیتا ہے۔ کہ میں اپنی قوت سے گناہ سے بچ سکتا ہوں مگر انسان فطرت سے الگ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فطرت انسانی کسی کپڑے کا دامن تو ہے نہیں کہ پلید ہوا تو کاٹ کر الگ کر دیا جا سکے۔ فطرت روح کا پیدائشی جزو ہے۔ پس جب کہ انسانی فطرت میں ہی یہ رکھا گیا ہے کہ انسان انہی امور سے خائف ہوتا اور پرہیز کرتا ہے جن کو وہ اپنی ہلاکت کا باعث اور مضر یقین کرتا ہے۔ کسی نے کوئی نہ دیکھا ہوگا کہ وہ آسٹرکنیا کو باوجود آسٹرکنیا یقین کرنے کے دانستہ استعمال کرے یا سانپ کو سانپ یقین کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑ لے۔ ایک طاعون زدہ گاؤں میں جہاں ہر روز موتوں کا بازار گرم ہے خواہ مخواہ جا گھسے اس اجتناب اور پرہیز کی وجہ کیا ہے یہی کہ ان باتوں کو وہ مہلک یقین کرتا ہے پس انسان

معاصی اور جرائم کی مرض

سے تب ہی نجات پا سکتا ہے کہ اسے چوہڑ اور سانپ وغیرہ سے بڑھ کر ان کے مضر اور نقصان دہ ہونے کا یقین ہو اور خدا کا جلال اس کی عظمت اور جبروت ہر وقت اس کے مدنظر ہو انسان اپنی حرص و خواہش اور دلی آرزوؤں کو بھی ترک کر سکتا ہے مثلاً ایک ذیابیطس کا مریض جس کو ڈاکٹر کہہ دے کہ شیرینی کا استعمال بالکل ترک کر دو۔ پھر اپنی جان کی خاطر میٹھے کو چھوڑتا ہی نہیں پس یہی حال روحانی حرص و ہوا اور خواہشات نفسانی کا ہے اگر خدا کی عظمت اور اس کا جلال سچے طور سے اس کے دل میں گھر کر چکا ہو تو پھر اس کی نافرمانی آگ کے کھانے اور موت سے بھی بدتر محسوس کریگا +

انسان کو جس قدر خدا کے اقتدار اور سطوت کا علم ہوگا اور جسقدر یقین ہوگا۔ کہ اس کی نافرمانی کرنے کی سخت سزا ہے اسی قدر گناہ اور نافرمانی اور حکم عدولی سے اجتناب کریگا۔ دیکھو بعض لوگ موت سے بھی ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ

اخیار ابدال اور اقطاب

کیا ہوتے ہیں؟ اور ان میں کیا چیز زائد آجاتی ہے؟ وہ **یہی یقین** ہوتا ہے۔ یقینی اور قطعی علم ضرورتاً اور فطرتاً انسان کو ایک امر کے واسطے مجبور کر دیتا ہے۔ خدا کی نسبت ظن کفایت نہیں کر سکتا۔ شبہ مفید نہیں ہو سکتا۔ اثر صرف یقین ہی میں رکھا گیا ہے۔ خدا کی صفات کا یقینی علم ایک **ہیبت ناک تجلی** سے بھی زیادہ اثر رکھتا ہے۔ اسی کے اثر سے تو یہ لوگ سر ڈال دیتے اور گردن جھکا دیتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ جسقدر کسی کا یقین بڑھا ہوا ہوگا۔ اسی قدر وہ گناہ سے اجتناب کرتا ہوگا +

بظاہر نظر تو گناہ سے بچنے والے اور اس قسم کا دعوے کرنے والے بہت ہونگے مگر ان کی مثال وہی ہے جسطرح ایک پھوڑا جو کہ پیپ سے خوب بھر گیا ہو ظاہری جاب سے چمک اٹھتا ہے اور باقی حصہ جسم سے بھی اس کی چمک دمک اور روشنی بڑھی ہوئی نظر آتی ہے مگر اندر اس کے پیپ اور گندہ مواد بھرے ہوتے ہیں گناہ سے بچنے کے آثار بھی تو ساتھ ہوں۔ روشنی دھوپ اور گرمی اس بات کے شاہد ہیں کہ آفتاب نکلا ہوا ہے۔ حالانکہ آفتاب کے آثار نہیں اب بتاؤ کوئی اس کی بات کو باور کریگا ہرگز نہیں پس یہی حال ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم **اللہ پر ایمان** لاتے ہیں۔ حالانکہ اس ایمان کے آثار یعنے گناہ سے بکلی نفرت اور پھر اس کے آثار کہ خدا کے فیوض و برکات اور تائیدات اور سچی پاکیزگی تقوے اور طہارت ان میں مفقود ہوتے ہیں +

یہ بات کہ انسان خدا کی رضا کے خلاف کا سوچ سے بالکل دستکش ہو جائے۔ اور گناہ اور خدا کی نافرمانی اسے آگ کھانے سے بھی بدتر نظر آوے اور خدا کے مقابلہ میں کسی دنیوی جاہ و جلال کا رعب داب اس پر اثر نہ کرے بلکہ یہ ماسوی اللہ کو بجز ارادہ الٰہی کسی کے نفع اور ضرر پہنچانے میں لنگ مرے ہوئے کیڑے کی طرح سمجھے اور ایسا ہو جائے کہ اس کا سکون اور اس کی حرکت اور اس کے تمام افعال خدا کی مرضی کے تابع ہو جاویں اور یہ اپنے آپ سے فنا ہو کر خدا میں محو ہو جائے یہ تمام امور انسانی طاقت سے بالاتر ہیں انسان کی اپنی طاقت نہیں۔ کہ ان سب فضائل کو حاصل کر سکے اور تمام رذائل سے بکلی پاک ہو سکے۔ سو اس غرض کیلئے اللہ تعالٰے کا یہ ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ وہ دنیا میں

ایک انسان کو مامور کر کے

بھیجا کرتا ہے اور اپنے عجائبات قدرت اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے اس کی دعائیں قبول کر کے اس کو اطلاع دیتا ہے اس پر مکالمہ مخاطبہ کا فیضان جاری کرتا ہے۔ اور اسکے ہاتھ پر ایسے ایسے خارق عادت معجزات اور غیبی امور ظاہر کرتا ہے جن سے عقلی خیالات کے انسان عاجز ہوتے ہیں اور ایسے چمکتے ہوئے اور ہیبت ناک امور اس کی تائید میں ظاہر کرتا ہے کہ لوگوں کے دل نور عرفان اور لذت یقین سے پر ہو کر گویا خدا کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس طرح سے خدا کی عظمت اور جبروت سطوت اور ہیبت کے نظارہ کرنے سے ان کے دلوں میں سے غیر اللہ۔ اور تمام گندی اور نفسانی خواہشات جو گناہ کا سبب ہوتی ہیں جل جاتی ہیں۔ اور خدا کا جلال اور اس کی کبریائی ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے غرض اس طرح سے وہ **ایک جماعت** کامل انسانوں کی تیار کر دیتا ہے +

گناہ سوز حالت جب ہی پیدا ہوتی۔ جب کہ خدا اپنے جلال اور ہیبت کو دنیا میں ظاہر کرتا اور جب اس کے جبروت وسطوت کا دورہ ہو کر دنیا پر ایک قہری تجلی ہوتی ہے اور جس طرح ایک خطرناک بجلی جس میں ایک خوفناک کڑک اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک ہوتی ہے۔ دلوں پر اپنا تسلط اور رعب بٹھا جاتی ہے۔ اسی طرح اس مامور کے زمانہ میں خدا کی جلالی صفات جلوہ گر ہو کر دنیا میں ایک پاک تبدیلی پیدا کر جاتا ہے:-

دیکھیے اگر آپ کے پاس ایک آدمی نہایت ہی ردی اور خستہ حالت میں آوے خواہ وہ درحقیقت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور آپ اس کے آنے کی کچھ پرواہ نہ کریں گے بلکہ اگر وہ کچھ کہنا چاہے گا تو آپ حقارت سے اس کی بات کی طرف بھی متوجہ نہ ہوں گے مگر اگر وہی شخص اپنی شاہانہ شان و شوکت اور سلطانی جلال اور ہیبت لے کر آوے تو آپ کو اس کا استقبال بھی کرنا پڑیگا عزت و عظمت بھی کرنی پڑیگی۔ اور ضرور ہے کہ آپ ہمہ تن گوش ہو کر اس کے احکام کی بجا آوری کے لئے طیار ہو جائیں۔ پس یہی حال خدا کی معرفت کا ہے۔ جب تک کسی کو خدا کی معرفت ہی نہیں وہ تذلل اور انکسار جو عبادت کا خلاصہ ہے کیسے بجا لاویگا۔ سچ ہے۔ ؎

آنان کہ عارف ترند ترسان ترند

میں نے آپ کو یہ سب کچھ قصے کہانی کے رنگ میں نہیں سنایا

بلکہ خدا اب بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ وید۔ توریت اور انجیل کے زمانہ مین تھا۔ اور اسی طرح اب بھی سنتا ہے جیسا کہ پہلے زمانون مین سنتا تھا۔ اور اسی طرح اب بھی بولتا ہے جس طرح ان زمانون مین بولا کرتا تھا۔ اور اسی بات کے ثابت کرنے کے واسطے ہم آئے ہین +

حضرت اقدس علیہ الصلاۃ والسلام اپنی تقریر فرما چکے تھے کہ سوال کیا گیا۔ کہ بعض لوگ ایک امر کو گناہ یقین کرتے ہین حالانکہ ایک دوسرے ملک یا خود اسی ملک کے بعض لوگ اسی امر کو گناہ نہین مانتے یا ثواب یقین کرتے ہین۔ تو اب ان مین امر فیصل کیا ہوا؟

فرمایا آپکے بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کم از کم اختلاف تو ہے۔ پس اسی اختلاف مین ہی **ہماری فتح** ہے ایک مومن اور عقلمند انسان کی شان سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ مختلف امور کو اختیار کرے مثلاً آپ ہی کے سامنے ایک کھانا رکھا جاوے۔ اتنے مین کوئی شخص آپ کو یہ بتا دے۔ کہ اس کھانے مین زہر کا احتمال ہے۔ اب آپ ہی فرما دین کہ کیا آپ اس کو استعمال کرینگے؟ مین تو ہرگز یقین نہین کر سکتا کہ ایک ایسا آدمی جسکو اپنی زندگی عزیز ہو اس کا ایک لقمہ بھی کھا سکے +

بیشک یہ سچی بات ہے۔ کہ **دھریہ** ایک بیباکی کا طریق اختیار کرتا ہے۔ مگر اس کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ امر اس کے واسطے مضر نہین اور وہ بچ گیا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے۔ کہ جس طرح ہر درخت کے پھل لانے کا ایک معین وقت ہوتا ہے اسی طرح ہر زہر کے اثر کا بھی ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ بعض زہر ایسے ہین کہ انھون نے فوراً اپنا اثر دکھا دیتے ہین۔ بعض گھڑی اور بعض گھنٹے بعد اور بعض کی میعاد اس سے بھی زیادہ کئی دنون کی ہوا کرتی ہے +

عقلمند انسان کو دیکھنا چاہیئے کہ اتنے نامی اور مشہور اوتار نبی رسول جو کیون کہ دنیا مین آئے انہون نے دنیا مین کیا راہ قائم کی اچھا آپ ہی بتائین کہ مذہب فرقہ کے لوگ چوری جھوٹ زنا وغیرہ امور کو کیسا خیال کرتے ہین۔ پس اب یقین جانین کہ خود یہ اختلاف ہی ظاہر کرتا ہے کہ واقعی وہ امور جن مین اختلاف کیا گیا ہے **گناہ ہین** علاج مرض کا کیا جانا چاہیئے۔ ہم کہتے ہین کہ گناہ تو ایسی چیز ہے۔ کہ خدا کی ہستی کو نہ ماننے والا بھی طبعاً اس سے نفرت کرتا ہے بس ایک صحیح الفطرت انسان خواہ اس تک آسمانی تعلیم نہ بھی پہنچی ہو۔ فطرتاً گناہ کو گناہ یقین کرنا اور قابل نفرت جانتا ہے۔

دوم یہ کہ بعض امور جو ممنوعات مین سے ہوتے ہین وہ قانون اور باریک حکمت کے خلاف ہوتے ہین۔ اور خود انسان کے اپنے حق مین یا بنی نوع انسان کے واسطے بھی ان کا ارتکاب مضر ہوتا ہے مثلاً زنا ہے۔ زانی کو آتشک سوزاک وغیرہ خطرناک امراض لاحق ہو کر وبال جان ہو جاتی ہین +

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ خدا نے گناہ سے اسواسطے روکا ہے۔ کہ اس مین اسکا کوئی نقصان متصور ہے اور نہ نیکی کی۔ اسواسطے تاکید فرمائی ہے۔ کہ اس مین اسکا کوئی فائدہ ہے۔ بلکہ یہ اسکا رحم ہے۔ کہ اس نے ایسے امور جو خود انسان کے اپنے ہی واسطے مضر تھے یا بنی نوع انسان کے واسطے مضر تھے۔ ان سے روک دیا۔ اور یہ اس کا کمال رحم ہے وہ چونکہ قدوس اور پاک ہے اس کی قدوسیت اور پاکی کا تقاضا ہے کہ دنیا مین نیکی پھیلے ورنہ انسان اگر بے قید ہو کر بدی اور گناہ کرے گا۔ اور ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب کریگا۔ تو اس کا وبال بھی خود ہی برداشت کریگا۔ خدا کا اس مین کچھ نقصان نہین +

مرتبہ عبدالرحمن قادیانی اسسٹنٹ ایڈیٹر

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(الحکم کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کا لکھا ہوا)

۲۹- اپریل ۱۹۰۸ء کو جب کہ بٹالہ سے لاہور کو جانیوالی ٹرین سٹیشن امرتسر پر پہنچی۔ جس مین حضرت اقدس خلیفۃ اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام [illegible] بیٹھے اور مخلصین جماعت احمدیہ امرتسر صدق اور [illegible] مندی کا ایک نہ رکنے والا جوش اور اپنے آقا و مولا کی زیارت کے شوق کو دل مین لئے ہوئے پہلے ہی سے سٹیشن پر موجود تھے +

ٹرین کے کھڑا ہوتے ہی تمام عقیدتمندان مخلص آگے بڑھ بڑھ کر سعادت مصافحہ اور شرف حضوری حاصل کرتے تھے۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا۔ کہ مین آگے بڑھون اور اُن کے دلون کا شوق عقیدت ان کے چہرون سے نمایان تھا +

جذب جو خاصہ خاصان خدا اور علامت بندگان عالی ہوتی ہے۔ اور وہ خدا کی طرف سے آنیوالون کو بطور نشان کے عطا ہوتا ہے۔ اسکا یہ عالم تھا۔ کہ سٹیشن بھر کے جس انسان کے کان مین آپ کا نام پہنچا اسکے دل مین شوق زیارت نے گدگدی کی اور وہ بے تحاشا بھاگا چلا آیا۔

وہ سلامتی کا شاہزادہ

اور محبوب خدا سکینڈ کلاس ڈیپارٹمنٹ مین متمکن تھا جلال و شوکت اور رعب و وقار شہادت صداقت ادا کرنے کیواسطے حضور مین حاضر کھڑے تھے لوگ آتے اور زیارت کر کے چلے جاتے تھے۔ اہل ہنود اور سکھ صاحبان اپنے طرز مین اور مسلمان اپنے طریق سے سلام و نیاز عرض کرتے تھے پلیٹ فارم کی جانب پلیٹ فارم پر اور گاڑی کے دوسرے پہلو سے لوگ پایدانون پر کھڑے کھڑکیون مین سے حضور پر نور کی صورت دیکھنے کیواسطے شوق سے جھانکتے تھے۔ سیری کسی کو نہ ہوتی تھی۔ اتنے مین ایک مسلمان صاحب معہ چند آدمیون کے تشریف لائے۔ حضرت اقدس نے اُن کو گاڑی کے اندر بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا اور ان کے سوال پر ان کو یون مخاطب

فرمایا

خدا کی شہادت سب سے پہلے زیادہ معتبر ہے۔ خدا کا پاک کلام قرآن شریف ہمارے پاس موجود ہے مسائل مختلفہ مین فیصلہ کرنے اور حق پانے کیواسطے مسلمانون کو اول قرآن شریف ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ابدی کی کوئی دلیل اگر اُن کے پاس ہے تو ان کو چاہیئے۔ کہ قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کرین +

گو قرآن شریف مین جب ہم اس غرض کے لئے غور کرتے ہین۔ تو ہمین تو ان کے حق مین خدا کا یہی کلام ملتا ہے۔ کہ **انی متوفیک فلما توفیتنی** اب جائے غور ہے کہ آیا یہ لفظ قرآن شریف مین کسی اور نبی کے حق مین بھی آیا ہے۔ یا کہ نہین؟ سو ہم صاف پاتے ہین کہ اور انبیاء اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مجتبیٰ احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین بھی یہی لفظ توفی کا استعمال ہوا ہے۔ جہان اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ **اما نرینک بعد الذی نعدھم او نتوفینک**۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے حق مین بھی یہی لفظ نظر آتا ہے۔ **توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین**

اب ہم پوچھتے ہین کہ ہمین کوئی اس خصوصیت کی وجہ تو بتا دے کہ کیون یہ لفظ اور انبیاء پر۔ تو موت کے معنون مین وارد ہوتا ہے؟ اور کیون حضرت عیسیٰ ؑ کے حق مین آ کر تو اس لفظ کی یہ خاصیت بدل جاتی ہے۔ اور یہ لفظ موت کے معنے نہین دیتا؟

ان کو چاہیئے۔ کہ تعصب کو الگ کر کے ایک گھڑی بھر کے لئے حق جو ہو کر اس مین غور کرین +

گالیان دینا تو ان لوگون کا ایک فرض ہو چکا ہے سو دے لین مگر اب ہمین شوق ہے تو صرف یہی کہ آیا تقوے اور خشیت الٰہی کو مد نظر رکھکر اس فرقہ کے منہ

سے کوئی علمی بات بنتی ہے؟ مگر افسوس یہہ بات کبھی پوری نہ ہوئی۔

جو حق پر ہوتا ہے اسکے ساتھ خدا کی تائید اور نصرت۔ اسکے کلام میں قوت اور شوکت اور اس کے انفاس میں ایک جذب ہوتا ہے۔

فرمایا

حیات کا مسئلہ ان کو مبارک نہ ہوا کیونکہ ان میں کے بہت سے **حیات حیات** ہی پکارتے بصد حسرت گذر گئے۔ مگر حیات مسیح نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔

اتنے میں گھنٹی بجی۔ وسل ہوا۔ اور گاڑی لاہور کو چل دی۔

دنیا میں کیا ہو رہا ہے

پیرس کی **انجمن اخوت** اسلامیہ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کرنے کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا ہے۔

روس میں تین مسلمان جو پہلے ڈوما کے ممبر تھے اس شبہ میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ وہ باشندوں کو ٹیکس دینے سے روکتے ہیں۔

ایرانیوں نے نجف اعظم کے مجتہد سے درخواست کی ہے کہ وہ شاہ ایران کے معزول کئے جانے کا فتوےٰ دیں۔

اخبار اسٹیٹسمین لکھتا ہے کہ پولیس کلکتہ کو آسام کے پہاڑوں میں [illegible] مقام گولہ بارود کے بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ ملا ہے [illegible] لیکن کچھ خبر نہیں ملی کہ گورنمنٹ نے اس کی نسبت کیا کارروائی کی۔

انگلستان [illegible] کوشش [illegible] آزادی [illegible] صاحب [illegible] آزادی کے حامی تھے لیکن اب خلاف ہو گئے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ ہندوستان اور مصر دونوں جگہ آزادی کے نتائج خراب نکلے ہیں۔

مصر میں مسلمانوں اور قبطیوں کے مابین سرکاری ملازمت کے بارہ میں سخت اختلاف ہو رہا ہے۔ گر جانبین کے اعتدال پسند لوگ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہندوستانی ریجسٹروں کی ایک لیگ ساحل پر قائم ہو رہی ہے جس کا اصل مقصد یہ ہے کہ برٹش کی حکومت کو مضبوط کیا جاوے۔ لیگ کے ممبروں کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ چکی ہے اور ان کا ایک منتھلی آرگن نیو ہندوستان نکلتا ہے ایڈیٹر یہ ہندوستانیوں کی بدنصیبی اور شومی اعمال کے دن ہیں۔

انگلستان میں ایک مہاتما سنیاسی گاسیا گرم کے خلاف ایک نہایت شرمناک مقدمہ چل رہا ہے۔ الزام یہ ہے کہ اسنے ایک سترہ سالہ فرانسیسی لڑکی پر ناشائستہ اور خلاف قانون حملہ کیا۔ ملزم کے وکیل نے اسکی بریت میں اس کی قابلیت اور سنسکرت دانی کو پیش کیا۔ جسے فاضل جج نے نہایت لغو قرار دیکر مہاتما جی کو چار ماہ قید سخت کی سزا دی۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو سوامی کو بدنام کرتے ہیں۔ اس کی علمی قابلیت اور فضیلت اس کے جرم کو اور بھی سنگین کرتی ہے۔ خصوصاً اسکا مذہبی رہنما ہونا۔

پریسیڈنٹ کپورتھلہ کونسل کی توجہ طلب

کپورتھلہ اخبار ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر کی سرپرستی میں نکلتا ہے اور چونکہ رعایا میں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں اس لئے اخبار مذکور کو مذہبی مباحثات سے بکلی پاک رکھنا ضروری سمجھا گیا ہے اسی مقصد اور غرض کے لئے اس کی پیشانی پر صاف یہہ ہدایت لکھی ہوتی ہے لیکن اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں اس رفتار میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف مضامین لکھنے کی جرأت کیجاتی ہے کپورتھلہ کونسل کے معزز ممبروں کے سامنے یہ سوال قابل غور ہے۔ اگر ایڈیٹر صاحب اپنی دینی حرارت اور جوش سے ایسے ہی وارفتہ اور شیدہ ہو رہے ہیں کہ وہ کونسل یا ریاست کے اعزاز اور احکام کی پروا ہی نہیں کرنا چاہتے تو پھر معلوم نہیں ریاست والی کونسل کے ممبروں کو کیا بیٹھا ہے جو اخبار کو اس سے نہیں لے لیا جاتا۔

ایک سرکاری اخبار کا خواہ وہ کسی ہی گورنمنٹ کا ہو۔ یہہ مقدم فرض ہے کہ وہ مذہبی تنازعات سے پاک رہے ایک ملکی اخبار کے ایڈیٹر تو بحیثیت ایڈیٹر کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا پھر سرکاری اخبار کے ایڈیٹر کو تو ایسے جھگڑوں سے بالکل [illegible] کپورتھلہ اخبار میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف [illegible] لکھے گئے ہیں۔ سو اگر متعلق کونسل نے اگر کوئی نوٹس نہ لیا تو سمجھا جائیگا کہ ریاست کپورتھلہ کی احمدی رعایا کی دل آزاری کے لئے ریاست کی طرف سے ایسا ہوا ہے۔ اس لئے میں اس معاملہ پر عالیجناب جناب آنریبل دیوان مجگران داس صاحب پریسیڈنٹ کونسل کپورتھلہ کی توجہ اسی امر کی طرف منعطف کراتا ہوں کہ وہ ضرور ضروری نوٹس لیں ورنہ ریاست کے احمدیوں کا فرض ہوگا کہ وہ کپورتھلہ اخبار کے جوابات کپورتھلہ اخبار میں شائع کرائیں اس صورت میں اگر یہہ مذہبی سبا مشتعل ہوا تو اس کے ذمہ وار ممبران کونسل ہونگے یا ریاستی اخبار کا ایڈیٹر۔

میں اس معاملہ پر آئندہ بھی لکھونگا اگر فرصت ہوئی۔ بالفعل اسی پر کفایت کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ کہ ایڈیٹر اخبار کپورتھلہ سے اس بیضابطگی کا کیا نوٹس لیا جاتا ہے

قادیان میں ہوس ٹیکس

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہاں ہوس ٹیکس لگایا گیا ہے۔ تا کہ اس کی آمدنی سے صفائی کا انتظام ہو۔ نیز یہ بھی لکھا تھا۔ کہ ہوس ٹیکس کی فہرست قابل اصلاح ہے۔ باشندوں میں اسکے متعلق بے چینی پائی جاتی ہے چند آدمیوں نے چندہ کر کے ایک درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی عدالت میں دی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ درخواست کس مضمون کی تھی مگر معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کا منشاء تھا۔ کہ کمیٹی کو توڑ دیا جاوے۔ یہ درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مسترد کر دی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ درخواست کیسی تھی۔ اور کیوں نامنظور ہوئی۔ میں اس سوال کو چھوڑ نہیں سکتا۔ کہ یہہ فہرست **بہرحال** ترمیم کے قابل ہے۔ کیونکہ اگر ہوس ٹیکس سے یہہ مراد ہے۔ کہ مالکان مکانات پر ٹیکس لگایا جاوے تو پھر ایسے لوگوں پر ٹیکس موجود ہے۔ جو ایک چھپر کے بھی مالک نہیں۔ اور بعض صورتوں میں مالک مکان پر الگ ٹیکس ہے اور کرایہ دار پر جدا۔ اور اگر اخراجات پورا کرنے کی خاطر صرف یہہ ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اور حیثیت کے لحاظ سے لگایا گیا ہے۔ تو اس پہلو کو بھی قطعاً مدنظر نہیں رکھا گیا۔ میں اس فہرست کی نامعقولیت پر بہت سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ذمہ دار آفیسر اس پر ضرور غور کریں گے۔ اور خواہ مخواہ رعایا کو بیدل نہ کریں گے کیا ملک [illegible] بخش صاحب تحصیلدار بٹالہ قادیان کی پبلک کو مایوس کر دینگے۔ میں امید نہیں کرتا وہ ضرور سفارش کریں کہ فہرست ترمیم ہونی چاہئے۔ ایسی سفارش سے وہ اپنی غریب رعایا کا دل تسخیر کر لیں گے۔

دو مفید رسالے

رسالہ ثبوت واجب الوجود۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دہریہ کے اعتراضات کا لطیف اور فلسفیانہ جواب جس میں آریہ سماج کے بعض اصولوں کی حقیقت بھی کھول کر بتائی ہے قیمت ۲/

رسالہ تدبیر۔ اسمیں مسئلہ تقدیر کی حقیقت بیان کی ہے اور تدبیر اور تقدیر کے فلسفہ پر بحث کی ہے۔ قیمت ۲/

دونوں رسالے بٹالہ ضلع گورداسپور منشی حسین بخش اپیل نویس سے مل سکتے ہیں۔

مراسلات

اللہ کی ہستی اور ثناء اللہ کا تعصب

مسلمانوں کی نماز پر بصیرت اور لذت سے غور کرنیوالا انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ نماز پڑھنے والوں کا مقصد اللہ ہی ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے کہ وضو کرنے کے وقت سے لیکر اخیر تک نماز اللہ کے نام سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کے ہی نام پر ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً وضو کی ابتدا بسم اللہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اور دعا اللھم اجعلنی من المتطہرین سے لیکر اتوب الیک پر اذان۔ اللہ اکبر سے شروع ہو کر رحمۃ اللہ پر ختم ہو جاتی ہے تدبر کرنیوالی آنکھ جو فرزند جیفہ ابن الدرہم نہیں ذرا ٹھنڈے دل اور شرح صدر سے غور کرے کہ کس ہستی کی تلاش اسمیں پائی جاتی ہے کس نے دسکومان کی گود سے لے کر عمر کے ارذل حصہ تک باوجود بڑے سے بڑا ساہوکار دولت مند بادشاہ ہونے کے ہی مطمئن اور خوش نہیں ہونے دیا۔ عمر کے منازل کو طے کرنے کے بعد وہ اس مقام پر پہنچتا ہے۔ کہ اسکا حقیقی آرام اور تسلی اللہ ہی ہے نماز ہی اس فطرتی پیاس کو بجھاتی ہے جسمیں مطلوب حقیقی کا چہرہ دکھلایا جاتا ہے اور مادیات کی طرف جھکنے والے خشک فلسفیوں کی ناقص تحقیقات جو ہونا چاہیے کی حد تک ہوتی ہے اسکو ہے کے مرتبہ یقین کامل تک پہنچا دیتی ہے انبیاء کا ہمیشہ وجود اسی لئے ہوتا ہے کہ وہ اس مرتبہ یقین کامل تک پہنچا دیں۔ جس تک پہنچنے کی تڑپ فطرت انسانی میں پائی جاتی ہے۔ تمام انبیاء اسی لئے آئے اور اسی تک پہنچنے کی تعلیم دیتے رہے احید اللہ ربی و ربکم کے نعرے انہوں نے بلند مناروں پر چڑھ کر دیئے۔ آہ گر کتوں کی طرح زندگی بسر کرنیوالوں نے ان کی نیک نیتی کی طرف توجہ نہ کی اور اپنے طبعی جوش کو بھونک بھونک کر ظاہر کیا ہاں سعید اور تقوے کی راہوں کو قبول کرنیوالوں نے ہی لبیک کہا اور امنا وصدقنا یقیناً کو ورد کر رہا۔ تمام انبیاء نے عموماً اور محمد رسول اللہ نے خصوصاً اپنی زندگی کی کتاب کا ہیڈنگ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین متی تم سے تحریر کر کے پڑھنے والوں کے لئے راہ مستقیم قایم کر دی جسپر زمین زادہ دنیا کا فرزند کرم زمین کا بیٹا نہیں چل سکتا۔ اور نہ اس کی طرف اس کی توجہ ہوتی ہے اس پاک گروہ اور خدا کی طرف کھینچنے والی غالب جماعت کا تعلق پیدایش سے لے کر دنیا کی عمر کے اخیر سٹیج یعنی موت تک خدا ہی سے رہتا ہے وہ جب آتے ہیں تو اللہ اللہ کہتے ہوئے آتے ہیں۔ اور جب جاتے ہیں تو اللہ اللہ کہتے ہوئے جاتے ہیں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو دیکھو کہ جب

وہ آئے تو اللہ کو ہی لیکر آئے اور جب گئے تو اخیر کا کلمہ انکا یہی میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ تھا اس عرصہ زندگی میں انہوں نے ساری دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اللہ ہی کی طرف بلایا جو اللہ کو بھول چکے تھے اور تعلیم ہی دی وہی جو اللہ ہی کی طرف کھینچتی ہے اسنے اپنی ساری زندگی میں اللہ کی ہستی کو ہی ثابت کرنے کی انتھک کوشش کی اسکی یہی دھن ابتدا سے انتہا تک رہی اس نے ہر رنگ میں اللہ کو ظاہر کیا۔ اور اس نے ہر ایک کے سامنے وہ خوش ذائقہ اور لذیذ میوہ پیش کیا جسکی لذت سے وہ خود ہی مسرور تھا جو اس کے نزدیک تمام میوؤں سے اعلےٰ تھا جس کے برابر کوئی نہیں کبھی وہ زمانہ کی موجودہ حالت کو پیش کرتا رہا اور کبھی وہ انبیاء کی پیشگوئیوں کو اتمام الحجۃ بیان کرتا تھا اور کبھی وہ نصرت الہی کے نشانات دکھلا کر اپنے وجود کو اسکی طرف سے ظاہر کرتا تھا۔ اور اس ظاہر کرنے میں بھی اس کا مدعا اللہ کو ہی منوانا تھا اس کا ذاتی نفع کچھ بھی نہ تھا کہ ساری کی ساری دنیا اسکے خلاف ہر ایک اسکے نیست و نابود کرنے کی جان توڑ کوشش میں لگا ہوا تھا پھر اسکا نیک اور باخدا خسر موجود اسکی پاک نرینہ اولاد موجود اور اسکا معزز متقی داماد موجود ان سب کے ہوتے اسکے بعد اسکا جانشین بھی ایک اجنبی بھیرہ کا رہنے والا جو اسکے حلقہ غلامی میں تھا مقرر ہوا۔ ای مرنیوالو اور مرکر خدا کی طرف جانیوالو! کیا اسی کا نام دنیا طلبی ہے خدا کیواسطے ذرا سوچو اور کچھ غور کرو آخر تمنے بھی مرنا ہے۔ خدا کو کیا جواب دوگے اللہ نے اسکے لئے اسکے ہاتھ پر لاکھوں نشان دکھلائے۔ اور ایسے دکھائے کہ جسکی نظیر نہیں کہ کسی نے دعوے کیا کرے

آسمان بارد نشان الوقت می گوید زمین
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

طاعون کس کے دعوے ماموریت پر گواہ تھی اور کسوف خسوف نے کس کی تصدیق کی وہ نشانات جو انبیاء نے مقرر کئے ہوئے تھے جب وہ پورے ہوئے تو کس نے یہ دعوے کیا کہ یہ میرے لئے ظاہر ہوئے ہیں اسکے وہ نشانات جو خدا کی ہستی کو ثابت کرتے ہیں اور جو ایک دہریہ کو بھی چپ کرا دیتے ہیں ٹھنڈے دل اور غور سے سوچنے والے سعید لوگوں کیواسطے ہدایت ہیں خدا کی کلام میں قدیم سے یہ سنت جاری ہے کہ کچھ حصہ اسکا محکمات ہوتا ہے۔ اور کچھ متشابہات کیونکہ خدا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہمیشہ سے متشابہات پر اعتراض کرنیوالے لوگ وہی ہوئے جنکے دلوں میں دنیا کی محبت مرض تپ دق کے انتہائی مرتبہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ بدمعاش شریر دنیا کا کیڑا بنیلت سے اشد لعنت حاصل نہیں کرتا گندگی کا کرم گلاب کی خوشبو سے مر جاتا ہے مگر سعید اور پاک روحیں ہمیشہ سے بہیات سے ہی زندہ ہوتی رہیں انہوں نے اسی کو آب حیات جان کر پیا۔ اے حق کے طالبو! دوڑو۔ اور

اسے پیاسو آؤ اور اس زندگی کے جام کو بےخطر پی جاؤ جسکو ہمیشہ سر پاک ہی پیتے آئے جسکو خبیث طبع لوگوں نے کبھی نہیں پیا اور نہ وہ پی سکتے ہیں دیکھو میں تم کو ایک لذیذ میوہ دیتا ہوں جسکی لذت کہا کر معلوم ہو سکتی ہے۔ بدظنی سے اسکو مت پھینکو اسے کہا کر دیکھو اسمیں کچھ شک نہیں کہ متشابہات میں ہی ایک مخفی حقیقت ہوتی ہے اس میں ایک راز معرفت ہوتا جسکو وہی پاتے ہیں جو غیب پر ایمان لاکر محکمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں اس جگہ میں نشانات سے ایک نشان مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ جو اللہ کی ہستی کو ثابت کرنے کے علاوہ مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونے پر ایک برہان قاطع ہے جس سے ایک متقی اور نیک طبع انسان کا ایمان ترقی کر سکتا ہے۔ توریت کتاب استثنا باب ۱۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے ان کلمات کی تصدیق (کہ وہ نبی جو کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا وہ قتل کیا جاویگا) اسکے بعد جس قدر نبی آئے سب نے کی چنانچہ خرقی ایل نبی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ خدا کا ہاتھ ان نبیوں پر جو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں۔ چلیگا ۱۳ اسی طرح ذکریاہ نبی نے کہا کہ جب کبھی کوئی نبوت کرے گا تو اس کے ماں باپ جن سے وہ پیدا ہوا ہے اسے کہینگے کہ تو نہ جئے گا کیونکہ تو خدا کا نام لے کر جھوٹ بولتا ہے ۱۳ اسی طرح ملاکی نبی نے کہا اور کہا دغاباز پر لعنت ۱۴ پھر قوم نصاریٰ بھی اس پیشگوئی کو مانتی ہے چنانچہ اعمال ۱۳ میں اس کی تصدیق ہو چکی ہے پھر سب کے بعد آخری شریعت جو لے کر آیا جو داؤد کا پہلوان زبور ۴۵ اور مسیح کا فارقلیط اور روح حق اور شیل اور سردار دنیا باب ۱۴-۱۶ یوحنا اس کے منہ سے بھی خدا کی کلام نکلتی ہے۔ وہ بھی اس پیشگوئی کی تصدیق کرتی ہے۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین ط سورہ الحاقہ اسی پیشگوئی کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کی غرض سے مثیل موسیٰ نے بڑے زور سے دعوے کیا۔ واللہ یعصمک من الناس یعنے خدا تجھے لوگوں کے ہر ایک شر سے بچائیگا۔ اور تو قتل نہیں کیا جائیگا بلکہ تو اپنی طبعی موت سے فوت ہوگا۔ تب اس دعوے کو توڑنے کے لئے اس مقدس کو تمام قوموں نے ناخنوں تک زور لگا کر نیست و نابود کرنا چاہا یہودی مجوسی صابئین نصارے اور بت پرست وغیرہ وغیرہ اقوام تو رات دن اسی دھن میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح اسکے دعوے کو غلط ثابت کر دیں مگر آخر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ برس کی نبوت یا وحی کی کامیابی زندگی کو حاصل کر کے اپنے دشمنوں کو نامرادی کا نظارہ دکھا کر اپنی طبعی موت سے واصل باللہ ہوا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اے

قوم کے دانا لوگ اور شریف بسبب طبیعتوں والوں کے اسکے لہو کے پیاسے ہو رہے تھے۔ ایک شخص جسکے نیست و نابود کرنیکے لئے زمینی کوششیں یا سامان سارے کے سارے موجود ہوں ہر ایک اسکے خون کا پیاسا ہو اور پھر اسپر طرہ یہہ کہ نبیوں کا متفق علیہ مسئلہ بھی موجود ہو کہ جھوٹا نبی ہلاک ہو جائیگا اور اسوقت یہ کہتا ہے۔ اور بڑی تحدی کیساتھ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور خدا کی طرف سے ہوں اسکا ثبوت یہ ہے کہ مجھے کوئی قتل نہیں کر سکیگا اور نہ میں ہلاک ہونگا۔ بلکہ میں اپنی طبعی موت سے فوت ہونگا۔ کوئی نہیں جو اس بات کو ٹال سکے پھر جب وہ فوت ہوتا ہے تو اپنی طبعی موت سے کیا آپ لوگوں کی عقل سلیم گواہی نہیں دیتی کہ وہ ایک سچا نبی تہا۔ اور اسمیں جھوٹ کی بوئی ذرا نہ تھی یہ تو ظاہر بات ہے کہ اگر وہ ایک اعلیٰ اور علیٰ کل شئی قدیر ہستی کی طرف سے نہ ہوتا اور اس کا قتل ہو جانا کونسی بات تھی کیا اس ملک میں جس میں اس نے دعوے کیا تہا کوئی قتل نہ ہوتا تہا یا قتل کر دینا کوئی بڑی بات تھی۔ میں فی الحال اسپر کوئی لمبی بحث نہیں کرنا چاہتا مگر آپ کی توجہ کو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

نبیوں کے مذکورہ بالا متفق علیہ فتوے کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب علیہ السلام نے بھی یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس کا دعوے کیا اور بڑے زور اور تحدی سے کیا یعنے یہہ کہ اللہ تجھے لوگوں کے ہر ایک شر سے بچائیگا۔ اور تو قتل نہیں کیا جائیگا بلکہ تو اپنی طبعی موت سے فوت ہوگا۔ اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں۔ یہ دعوے براہین احمدیہ کیساتھ شایع ہو کر ملک میں ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا تہا جسکو شایع ہوئے اٹھائیس برس ہوئے ہیں اس کے بعد اسکی مخالفت وہ ہوئی جسکی نظیر سوائے آنحضرت صلعم کے دوسری جگہ تلاش کرنی عبث ہے پھر بتاؤ کس نے اسکے نیست و نابود کرنے کی کوشش نہیں کی کس نے اپنے زور اور طاقت کو اسپر ظاہر نہیں کیا۔ اقدام قتل کا مقدمہ اسپر کیا گیا جسمیں نبیوں تو موسٰی کے جوشیلے لیڈروں نے اپنی قوت بازو کا زور اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے دکہایا کفر اور قتل کے فتوے اسکے لئے دئے گئے پتھر اسپر برسائے گئے پہلو اسکا دعوے بہی ایسے ملک میں تہا جس میں قتل کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں بم کے گولے چلانیوالے موجود طمنچہ اور بندوق کے چلانے کے ماہر موجود مگر کوئی اس کو مار نہ سکا۔ پھر اسکے ملنے کے لئے چین افغانستان عرب امریکہ افریقہ حبشیا یورپ اور آسٹریلیا وغیرہ وغیرہ ممالک کے لوگ دور دراز سے سفر کرکے آتے ہیں اور فوج در فوج آتے ہیں اسوقت اسکے ساتھ کوئی باڈی گارڈ نہیں کوئی محافظ نہیں سوائے ایک کے مگر ان تمام لوگوں میں جو اسکے ساتھ ہاتھ ملاتے ہیں ایک بہی ایسا نہ نکلا جو اس کو چپکے سے خنجر ہی مار دے پھر وہ لاہور میں آ کر لوگوں کیساتھ رہتا ہے جہاں کہ لالہ لیکھرام صاحب کا واقعہ ہوا مگر اسکے دعوے کو توڑنیوالا کوئی نہ پیدا ہوا باوجود اسکے کہ وہ بآواز بلند کہہ رہا تھا ؎ منم مسیح زمان منم کلیم خدا اور کہتا ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جو اس امت میں سے ہوگا۔ اور نبی ہوگا جسکا وعدہ ہر ایک نبی نے دیا۔ اور خصوصاً آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ منکم میں سے ہوگا اور کہتا ہے کہ میری تصدیق کے نشانات ہر ایک مذہب میں موجود ہیں میں اس زمانہ کا مصلح نبی امتی یا اوتار ہر ایک قوم کے لئے ہوں جو اسوقت آسمان کے نیچے رہتی ہے پھر وہ للکار کر ہر ایک اس شخص کو جو اسکے تباہ کرنے کے پیچھے پڑا ہوا ہے کہتا ہے اگر تیرا یہ خیال ہے کہ میں بدل دی جیون کہتا ہوں کہ عزت مجھکو اور تجھکو ذلت آنیوالی ہے پھر یوں ہی نہیں بلکہ ان سب کو اشتعال پر اشتعال دلاتا ہے ؎

مرد میدان باش حال ما بہ بین
نصرت ان ذوالجلال ما بہ بین
طعنہ ہاے امتحان نامردی است
امتحان کن پس حال ما بہ بین

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے آخر وہ سلامتی کا شہزادہ صلح پسند جس نے جہاد کی خونریز لڑائیوں کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا جو گورنمنٹ کی امن پسند حکومت کا ہمیشہ شکر گذار تہا۔ جس نے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان پر پورا پورا عمل کرکے دکہا دیا اپنی طبعی موت سے وفات پا کر دشمنوں کو حسرت اور نامرادی کے جلتے ہوئے تنور میں جہونک گیا۔ جہاں ہمیشہ ان کی خوراک زقوم اور گندگی ہوگی اور پھر اس نے وحی کی کامیاب زندگی بہی ۲۳ برس سے زیادہ کی پائی اور اسطرح نامراد رہنے والے ذلیل اور مغضوب علیہم فرقہ کو دو فاش شکستوں سے پامال کر گیا کیا قوم کے بیوقوف ملہم فاسق حق وغیرہ نے بہی کبہی اس قسم کا دعوے کیا اور پھر کیا اسکی مخالفت بہی کبہی ایسی ہوئی۔ یا آیندہ کیا وہ بہی ۲۳ برس دعوے کی عمر حاصل کریگا پھر لے عقلمند وذرا اسکی مثال تو تلاش کرو اے تواریخ کے ماہرو تم ہی کچھ مدد کرو للہ اس دلیل کو توڑو کیا کوئی ایسا ملہم ہوا ہے جس نے ۲۳ برس کی وحی اور دعوے کی عمر پائی ہو۔ اور وہ جھوٹا ہو اے ساری دنیا کے لوگو تمہیں انصاف کی قسم اور خدا کی قسم کبہی کیا تم نے اس تحدی سے دعوے کرکے ۲۳ برس کی دعوے کی عمر حاصل کرکے اپنی طبعی موت سے فوت ہونیوالا کوئی جھوٹا نبی دیکھا یا سنا اگر سنا ہے تو اسکا نام لو یقیناً یقیناً تم نہیں بتلا سکتے پھر کیا اس میں نشان سے فائدہ نہ اٹھانیوالے جس عذاب کے مستحق ہونگے جس سے ڈرانیوالا ڈرا گیا کیوں اس سے نہیں ڈرتے ہو یاد رکھو ہم سچ کہو کہ وہ عذاب عنقریب آنیوالا ہے مبارک وہ جو آنیوالے عذاب سے پہلے اپنی حالت درست کر لیتے ہیں۔ میرے دوستو کیا قرآن شریف کے پڑہنے والے سارے قرآن کو سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ کون ہے جو دعوے کرتا ہے یا کیا انجیل و توریت و زبور اور صحایف انبیا کے پڑہنے والے ساری کی ساری کتاب کو سمجھ چکے ہیں۔ یا کیا وید کے پڑہنے والوں نے سارے وید کی باتوں کو ذہن نشین اچھی طرح سمجھکر کر لیا ہے پھر کس کتاب والے نے اپنی ساری کتاب کی باتوں کو پہلے ہی سے سمجھ رکہا ہے صحیفہ قدرت کو خدا کی کتاب کہنے والوں نے ہر ایک دقیق در دقیق باتوں کو پا لیا ہے پھر جب یہ نہیں تو مرزا صاحب علیہ السلام کی تمام پیشین گوئیاں ساری کی ساری کسطرح جلد بازوں کی سمجھ میں جلدی سے آجائینگی۔ کیوں وہ کل کا آفتاب آج دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کس طرح الف بے کے پڑہنے کے بغیر لکہہ پڑھ سکتے ہیں اے عزیزو کیوں تم بینات سے صبر کرکے فائدہ اٹھا کر دوسرے حصہ پر جو غیب یا متشابہات ہے ایمان نہیں لے آتے غیب پر ایمان لانا ہی تو خوبی ہے کیا کوئی فخر کر سکتا ہے یہہ کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ دنیا میں گدھے گھوڑے اور بیوقوف بہی ہوتے ہیں۔ نہیں بلکہ فخر اسی میں ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاوین وہی شاگرد استاد سے کچھ حاصل کر سکتا ہے جو استاد سے حسن ظنی سے پیش آتا ہے۔ اگر وہ استاد پر پہلے ہی سے بدظنی کرے اور وہ علم جو غیب میں ہے اسپر ایمان نہ لاوے۔ تو تم ہی انصاف کرو کیا ایسے شاگرد کو بدبخت نہ کہا جائیگا۔ میں افسوس کرتا ہوں امرتسری ملاں پر جو باوجود بہشت دوزخ قبر اور حشر کو زبانی ماننے کے حالانکہ اس نے نہیں دیکہے پھر حضرت مرزا صاحب کی پیشینگوئیوں میں جو حصہ متشابہات کا ہے اسپر اعتراض کرتا ہے اور وہ غیب ہے ایک طرف تو وہ یومنون بالغیب پڑہتا ہے اور دوسری طرف اس سے انکار کرتا ہے۔ اور پھر ایسے بودے اعتراض کرتا ہے۔ جس سے انصاف سے دیکہنے والے کی آنکھ معلوم کر لیتی ہے کہ تعصب میں اندہا انسان نبیوں کو اور خصوصاً محمد الرسول اللہ صلعم کو بہی نہیں مانتا۔ مثلاً مرقع جولائی و اگست ۱۹۱۰ء کے صفحہ اول پر وہ نبیوں کے خلفاء کو سکہوں کے خلفاء سے تشبیہ دیتا ہے مرزا صاحب سے جو تعصب اسکو ہے۔ اسکی تو حد و نہایت ہی نہیں ہے صفحہ ۱۰ پر وہ لکہتا ہے اور اپنا ایمان ظاہر کرتا ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب دن کی دوپہر کیوقت کو دن کہیں تو مجھے شبہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ رات ہے۔ یہہ تو اسکا ایمان ہے کہ مرزا صاحب کے ہر ایک قول پر اسے شبہ ہے جب یہہ حال ہے تو میں کسطرح کہوں۔ کہ اسکا ایمان قرآن یا اسلام یا محمد رسول اللہ پر ہے مرزا صاحب کہتے ہیں ؎

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

مولوی کو تو اسمیں بہی شبہ ہے پہر مرزا صاحب کہتے ہیں ؎

اسلام سے نہ بہاگو راہ ہدایی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

مولوی کو اس مین بھی شبہ ہو۔ پھر مرزا صاحب فرماتے ہین ؎

بدگمان و وہم سے احمد کی شان ہے
اور احمد آخر زمان کو اولین را کیا فخر
آخرین را مقتدا و ملجا و کہف و حصار
یا نبی اللہ تو ای خورشید رہ ہا ہدی
بے تو نارد رو براہی عارف پرہیزگار

مولوی ثناء اللہ کو اس مین بھی شبہ ہے۔ پھر جیسے شبہات مین پھنسا ہوا ہو وہ اسکو گمراہ نہین کرتا تو اور کیا کرتا ہے اسوقت مین اس کے شبہات کا تذکرہ چھوڑ کر اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون اس جگہ مین صرف اس کے ایک قول کا جواب اسی کے مرقع تازہ بنام یادگار مرزا سے دونگا۔ باقی اعتراضوں کا جواب بہت دفعہ البدر و الحکم مین دیا جا چکا ہے۔ اور اگر پھر بھی ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ گھر تک ہی پہنچا کر چھوڑین گے مرقع کے صفحہ ۵ پر شبہات مین پھنسے ہوئے متعصب نام کے مولوی نے چھوٹ کو رات مانتا ہے۔ خدا کے مذکورہ بالا نشان کو کمزور کرنا چاہا ہے اسلئے مناسب ہے کہ اسکا جواب اسی جگہ دیدیا جاوے وہ لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے حمامة البشریٰ مین لکھا ہے کہ بھلا یہ مجھ سے کب ہو سکتا ہے۔ کہ مین نبوت کا دعویٰ کر کے کافر بنون یہ لکھکر خود ہی نتیجہ نکالتا ہے کہ انہون نے اسوقت دعوےٰ نبوت نہین کیا۔ دعوے ۱۹۰۱ء مین کیا ہے۔ پس اس طرح نومبر ۱۹۰۱ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک چھ برس اور سات ماہ ہوتے ہین۔ اور اسطرح ۲۳ برس نہین ہوتے ہم اسکا جواب اسی کے اسی مرقع سے دیتے ہین۔ صفحہ ۵ پر لکھتا ہے ۱۸۸۰ء مین مرزا صاحب نے پہلا اشتہار شایع کر کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ پھر اسی سال براہین احمدیہ لکھی جو ایک عمدہ اچھی کتاب ہو لیکن اس کے زیادہ حصے مین اپنی پیشگوئیون اور الہامون اور دعوونکا ذکر کیا ہے مولوی اس جگہ مانتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوے ۱۸۸۰ء مین ہوا اور تمام دعوے براہین مین موجود ہین سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد ۱۸۸۰ء کو آج ۲۸ برس ہوتے ہین۔ باقی رہا یہ کہ حمامة البشریٰ مین نبوت کے مدعی کو کافر کہا ہے۔ اسکا جواب یہ ہو کہ یہ سچ ہے کہ انہون نے اس کے بعد بھی ایسی نبوت کا دعوے نہین کیا جسکا ذکر حمامة البشریٰ مین موجود ہے۔ بلکہ انہون نے تین چار روز پہلے بھی ایسی نبوت کی تردید کی ہے۔ دیکھو البدر ۲۴۔ مئی ۱۹۰۸ء وہ خود بھی اور اس کی جماعت بھی ایسے مدعی نبوت کو کافر کہتے ہین جو ختم نبوت کے خلاف ہو۔ ہان وہ جو امتی ہو اور اسے مکالمات الٰہیہ کثرت سے ہون۔ وہ متبع نبی یا مجدد یا محدث یا فنافی الرسول ضرور کہلا سکتا ہو اور ایسی نبوت نبوت محمدیہ کے مخالف نہین بلکہ اس مین اس کی چمک ہو۔ کیونکہ یہ خیر امت ہے اس مین پہلوں کے سب مراتب موجود ہین العلماء ورثة الانبیاء

امتی ہونے کا دعوے انکا ابتدا ہی سے ہے۔ اور اسکو مولوی نے بھی مان لیا ہے کہ ۱۸۸۰ء مین دعوے کیا شرم کرنی چاہئے ایک صفحہ پر تو دعوے کے ۲۸ برس ظاہر کرتا ہے۔ مگر دوسری طرف حافظہ پر خدا کی مار پڑ جاتی ہے عقلمند خود سمجھ سکتا ہے مولوی تو ہماری بات کو ہرگز نہین مانیگا کیونکہ وہ ہمارے مقابل دن کو رات کہنے پر آمادہ ہو جیسا کہ اسکا مذہب یا ایمان ہو کیا انہین اعتراضات پر آنکھین مار کر بغلین بجاتا ہے شرم کچھ ہوش کی دوا کرے اور آیندہ سوچ سمجھکر کہا کرے کیونکہ مقابلہ پر وہ ہے جس پر یہ پڑے تباہ کر دے اور جو اسپر پڑے نامراد رہے با الآخر مین دعا کرتا ہون کہ الٰہی میری اس تحریر کو بہتون کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا آمین ثم آمین

راقم

حکیم ڈاکٹر احمد حسین از لائل پور

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

مختلف تجویزین اور آئے دن خیالات کی جدت شاید دماغ کی پریشانی اور جنون کی کوئی قسم سمجھی جاوے لیکن عقل سلیم رکھنے والے یہ کبھی نہین مان سکتے کہ ایک ہی امر کی تکمیل کیلئے مختلف راہون یا صورتون کا اختیار کرنا پریشانی دماغ کا نتیجہ ہے علاوہ ازین اگر کوئی شخص محض اس خیال پر مفید اور متبارک اور ضروری کام کے کرنے سے رکتا ہے کہ اسکے احباب اور ہمعصر سے کیا کہین گے تو میرے اپنے ایمان مین وہ دنیا کی جھوٹی ننگ و ذم کا اسیر ہے۔ اور اخلاص اور خالصةً لوجہ اللہ ایک کام کرنے سے عاری ہے۔

مین نے جب سے الحکم جاری کیا ہے جن کامون کو قوم کیلئے ضروری سمجھا مختلف اوقات مین انکی تحریک کرتا رہا۔ اور حتی الوسع خود ان مین حصہ لیا۔ ان کا مکمل ہو جانا ایک وقت کو چاہتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہیگا ہو جاویگا جو لوگ ان باتون مین پڑتے ہین وہ سنت اللہ سے ناواقف ہوتے ہین اس مختصر تمہید کے بعد مین پھر ناظرین کو خوشخبری سنانی چاہتا ہون۔ کہ مین **قرآن مجید** کے ترجمہ اور تفسیر کی بہت بڑی ضرورت محسوس کرتا ہون جب اول تفسیر القرآن لکھنی شروع کی تھی تو ہمارے موجودہ امام اور خلیفة المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر اس طرز پر سورہ فاتحہ کی تفسیر بھی شایع ہو جاویگی۔ تو مین کامیابی سمجھونگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ مین سورة البقر کی تفسیر شایع کر سکا اور سورہ آل عمران کا بھی ایک حصہ چھپا ہوا ہے شروع سال مین قرآن مجید ترجمہ کے متعلق تجویز ہوئی جو آخر ملتوی کرنی پڑی اور باوجودیکہ چند مہینے گذرنے کے منشی عبد الرشید صاحب کی طرف سے کوئی طیاری ابھی مجھے معلوم نہین ہوئی۔ اور اگر ایسے طور پر تیار ہو کہ مجھے علم نہین تو وہ بھی ایسا کرنے سے معذور کئے گئے ہیں

اب جبکہ حضرت خلیفة المسیح نے بیعت مین قرآن مجید کے پڑھنے کا خاص طور پر اقرار لیا۔ تو میرے دل مین جنبش اور جوش پیدا ہوا کہ اس اقرار کی عظمت اور ضرورت کے لحاظ سے جیسی کچھ بھی جوش نیت اور اخلاص کے ساتھ قدر ہونی چاہئے۔ اور آپ لوگون کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک ترجمہ مع نوٹون کے شایع ہو جاوے۔ اور اس کے لئے مین نے یہ پسند کیا ہے کہ خلافت کے بعد جہان سے حضرت خلیفة المسیح نے درس شروع کیا ہے وہان سے ہی اسکو چھاپا جاوے اور ایک ایک پارہ شایع ہوتا رہے جب تک اللہ توفیق دے +

بعض کہین گے کہ پہلے تفسیر نامکمل ہے اسکے لئے یہ وعدہ ہوا اور وہ ہوا۔ مین اس کا مختصر جواب اوپر دے آیا ہون ان باتون مین مین نہین پڑونگا۔ مین اس کام کو قرآن کی خدمت سمجھکر کرنی چاہتا ہون جتنی ہو اور جس طرح ہو +

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ کس قسم کا ہوگا۔ اسکا نمونہ ۲۰ اگست ۱۹۰۸ء کے الحکم مین چھپ چکا ہے۔ اس اعلان سے میری غرض صرف یہ ہے کہ مین اپنی اخبار کے ناظرین کو مطلع کر دون کہ مین ان مین سے ہر ایک کے نام دو دو جلدین اسکے شایع ہونے پر قیمت طلب بھیجدونگا اور اسی لحاظ سے مین دو ہزار اسکا پیان چھاپونگا جنمین سے پانچون جلدون کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ خاص انتظام کیا جاویگا۔ ۲۱ اگست ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ پارہ خریداران الحکم کے پاس پہنچیگا۔ اسمین یہ لحاظ رکھا جاوے کہ سورہ کے شروع ہو۔ اور سورہ پر ختم ہو اسطرح پر بعض اوقات ایک پارہ سے یہ حصہ بڑھ جایا کرے گا یہ طریق اسلئے ملحوظ رکھا ہے تا کہ سلسلہ مضمون مین فرق نہ آوے کاغذ انشاء اللہ عمدہ لگایا جاویگا اور تقطیع موزون ہوگی۔ ہدیہ کے متعلق ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتا جو صاحب نہ لینا چاہین وہ مجھے ابھی سے اطلاع دین ورنہ اگر میری اس پر اعتماد کر کے کہ وہ اسکی اشاعت مین میرے معاون ہین۔ اور اپنا فرض سمجھتے ہین۔ کہ قرآن مجید کی اشاعت ہو ان کو وی۔ پی بھیجا اور انہون نے واپس کر دیا تو اس سے بڑھکر تکلیف وہ امر کیا ہوگا؟ اسلئے مین ۱۸ اگست ۱۹۰۸ء تک اسکو چھاپتا رہونگا۔ جو احباب اسوقت تک مجھے اطلاع دینگے۔ کہ وہ کسی وجہ سے نہین لے سکین گے ان کے نام ہرگز نہین بھیجا جاویگا۔ منکل خریداران الحکم کے نام دو دو کاپیان بھیجی جائینگی اور اگر کوئی دو سے زیادہ لینا چاہین تو بھی اطلاع دین۔ بالآخر التماس ہے کہ ناظرین اس خادم کے لئے دعا کرین کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کے لئے جوش اور جوش کیساتھ اخلاص اور پھر سمجھ اور فہم اور اس کے ساتھ اسباب عطا فرماوے کسی سے ایک پیسہ بھی پیشگی نہین لیجاویگی۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہ ہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے	(للعہ)
۲۔ خواص و معاونین سے	(عہ)
۳۔ ہندوستان سے باہر	(للعہ)
۴۔ غیر مذاہب والوں سے	(للعہ)
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے	(عہ)

نوٹ

سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈاک کی شرح کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

جلد ۱۲ — قادیان دارالامان مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۱۶۔ رجب المرجب ۱۳۲۶ھ — نمبر

سالانہ جلسہ کے متعلق

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں آنیوالے سالانہ جلسہ کے متعلق جو تجویز لکھا گیا تھا۔ فیروزپور سے کرمی ملک محمد حیات خان صاحب نے ایک مفصل خط میں اس کی تائید کی ہے البتہ شاعرانہ مذاق کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ اس سے متفق نہیں وہ چاہتے ہیں کہ شاعرانہ مذاق رکھنے والے احباب ضرور کچھ نہ کچھ سنائیں میں ملک صاحب کی اس تجویز پر آگے چلکر لکھونگا ابھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسقدر افسوس کی بات ہے۔ کہ الحکم کے کئی ہزار پڑھنے والوں میں سے صرف ایک شخص کو اس قومی مشترکہ معاملہ پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور باقیوں نے اسے یا تو غیر ضروری سمجھا یا وہ جرأت نہیں کرتے کہ اسپر کچھ لکھیں۔

قوم میں بہت سے اہل الرائے اہل قلم موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں وجاہت علم۔ اصابت رائے عطا کی ہے۔ وہ پھر قومی معاملات میں خاموشی اختیار کرتے ہیں ایک ہی تحریک جب مختلف اشخاص اور مختلف اطراف سے تائید میں ہوتی ہے تو وہ خواہ نخواہ موثر ثابت ہوتی ہے اور اگر ایک ہی شخص ایک مرتبہ ایک تحریک کر کے خاموش ہو رہے تو اس کا اثر ظاہر ہے خصوصاً لاہور یا سیالکوٹ کی جماعت کے معزز اور بارسوخ اصحاب کی طرف سے اسپر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا جانا چاہیے اسلئے میں میر حامد شاہ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس تجویز کی تائید یا تردید میں جو کچھ بھی انکی رائے ہو قلم اٹھائیں تاکہ دوسرے بھائیوں کو بھی خیال پیدا ہو میں جناب ملک محمد حیات خان صاحب کی اس توجہ فرمائی کیلئے انکا قوم کی طرف سے شکر گذار ہوں۔

شاعرانہ مذاق کو روکنے سے میری یہ غرض نہیں ہے۔ کہ اس فطرتی اور قدرتی عطیہ کو ناقدری کی نظر سے دیکھا جاوے نہیں۔ بلکہ میری غرض اور منشا یہ ہے کہ نظموں کے لئے اسقدر وقت نہیں دیا جانا چاہیے جو دوسرے ضروری اور اہم کام رہ جائیں جلسہ پر آنیکی غرض محض تفریح نہیں ہوتی بلکہ اصل غرض وہی ہے جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق بڑہیں دنیا کی محبت سرد ہو۔ بھائیوں میں اخوت مضبوط ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی یہ ضروری امر ہے کہ قوم اپنی ذمہ واریوں سے آگاہ ہو اور اسے معلوم ہو کہ وہ قومی کام جو اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کی خاطر اسنے یہاں جاری کر رکھے ہیں انکے قیام اور استحکام کیلئے اسے کیا کرنا ہے۔ شاعری کے پاک جذبات مقدم ہوتے ہیں۔ اسلئے ان سے اگر کام لیا جاوے تو وہ رنگ اور اسلوب پر جو ہمارے سید و مولا امام علیہ السلام کی ہے ایک ایک لفظ نفس مطلب کی طرف رہنما ہو۔ قرآن کریم کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت حقہ پر اگر مختصر اور سچے عمدہ نظمیں ہوں۔ تو وہ بیشک مفید اور موثر ہیں۔ نوحہ خوانی اور مرثیہ گوئی کا مذاق مٹا دینا چاہیے آگے رونے پیٹنے والی قوم نے کیا بنا لیا ہے۔ غرض میں اس امر کا مخالف نہیں ہوں کہ کوئی بھی نظم نہ پڑہی جاوے میرا منشا یہ ہے کہ بہت ہی کم وقت اس مقصد کے لئے ہو اور اسمیں صرف کام کی نظمیں پڑہی جاویں اگر پڑہی جائیں سالانہ جلسہ کی باقاعدہ ایک رپورٹ طیار ہو کر شائع کیجاوے خواہ وہ اخبارات میں چھپے یا میگزین میں یا الگ ایسا ہی سالانہ رپورٹ پہلے سے طیار ہونی چاہیے جس میں ان کاموں کے متعلق جو یہاں جاری ہیں تفصیلی اور مفید علم جماعت کو ہو سکے اور آیندہ ان امور کے متعلق انہیں سوچنے اور غور کرنیکا موقع مل سکے یہ رپورٹ بڑی محنت اور قابلیت سے طیار ہونی چاہیئے۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ سالانہ جلسہ میں وقت بہت ہی تھوڑا ہے اسکی طیاری اور انتظام کے لئے ابھی سے کوشش ہونی چاہیے اور جیسا کہ میں نے ظاہر کیا تھا۔ اسکو شاندار اور کامیاب بنانے کیلئے احباب ابھی سے فکر کریں اور دونوں پہلو مد نظر رکہیں قومی ضروریات کے لئے کافی سرمایہ بہم پہنچایا جاوے اور کثرت کیساتھ احباب جمع ہوں تاکہ انہیں ذاتی واقفیت اور علم ان کاموں کا ہو جو انکے مرکز میں قومی کاموں کے نام سے ہو رہے ہیں۔

میں نے بطور خود تجویز کی تھی کہ اگر ایک ہزار آدمی ایسے نکل آئیں جو یا تو خود پچیس پچیس روپیہ داخل کر دیں اور یا جمع کر کے لا دیں تو کم از کم قومی سرمایہ میں مستقل فنڈ کی کوئی صورت نکلے اسوقت جتنی مدات ہیں وہ سب کی سب بہت بڑی توجہ کی محتاج ہیں لنگر کو روز و شب آگے دن کی ضروریات کیلئے متفکر رہنا پڑتا ہے اگرچہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو کام محض اسکی رضامندی کیلئے کئے جاتے ہیں انکا وہ خود ہی متکفل ہوتا ہے لیکن کوشش اور سعی انسان کا فرض ہے اسلئے اس سے بیخبر نہیں

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۳- مئی ۱۹۰۸ء اجلاس دوم

حضرت اقدسؑ کو لاہور میں رونق افروز ہوئے آج پہلا اتوار ہے۔ ملازمت پیشہ احباب اور مریدان با اخلاص کے واسطے گویا یہی عید کا دن ہے۔ اگرچہ حضور علیہ السلام کو لاہور میں تشریف لائے آج پانچواں دن ہے کئی ایک تقریریں بھی ہو چکی ہیں اور تمام عشاق اس رُخ پر نور کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہوئے ہیں مگر چونکہ ابھی تک ملازمت پیشہ اصحاب کو دل کھول کر زیارت کرنے اور کلمات طیبات سننے کا موقع نہیں ملا تھا کیونکہ وہ بیچارے دفتروں کی پابندی اوقات سے مجبور اور ظہر و عصر کی نمازوں میں شریک ہونے سے معذور تھے۔ اور جب اُن کو فرصت ملتی تو حضرت اقدسؑ بوجہ اسی پرانی مرض دوران سر جس کا دورہ خصوصاً پچھلے حصہ دن میں تیز ہو جایا کرتا تھا۔ شام وقت کو باہر تشریف نہ لا سکتے تھے۔

آج اُن پیاسوں کو اپنی پیاس بجھانے اور دل کھول کر شرف زیارت سے مشرف ہونے اور کلام فیضرسان سے مستفید ہونے کا موقع اور فرصت میسر آئی ہے چونکہ صبح سویرے ہی حضرت اقدسؑ حسب درخواست کرنل جناب خواجہ کمال الدین صاحب و سید محمد حسین علی صاحب اسسٹنٹ سرجن ہر دو صاحبان موصوف کے ہمراہ ان سیر کے واسطے تشریف لے گئے (جس کی کیفیت انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کی جائیگی) تھے اتنے میں تمام دوستوں کو جمع ہونے کا اچھا موقع لگ گیا۔ اور آپؑ کی واپسی تک بہت کثرت سے احمدی اور غیر احمدی احباب احمدیہ بلڈنگز لاہور میں جمع ہو گئے سیر سے واپس تشریف لاتے ہی حضرت اقدسؑ چند منٹ کے واسطے دولتسرائے میں تشریف لے گئے چونکہ دو ایک معزز رئیس حضرت کی ملاقات کے واسطے آئے ہوئے تھے لہذا پہلے حضرت اقدسؑ انہی کی ملاقات کے واسطے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے اُن ہی کے استفسار پر حضورؑ نے ایک مبسوط پر جوش اور پر معرفت تقریر فرمائی جو کہ ۳- مئی ۱۹۰۸ء کے کلمات طیبات میں بزیر عنوان ایک دہریہ سے ملاقات ۱۰- اگست ۱۹۰۸ء کے الحکم میں بدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔

وہاں سے فارغ ہو کر حضورؑ اپنے خدام کے حلقہ میں رونق افروز ہوئے جو کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان کے اس وسیع حال میں جو کہ انہوں نے محض حضرت اقدسؑ کی تشریف آوری کی خاطر طیار کرایا تھا۔ بڑے جوش اور شوق سے بیٹھے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے۔ اس سلطانی مرسل یزدانی ملہم ربانی علیہ الف الف صلوٰۃ و السلام ایک کرسی پر صدر نشین ہوئے۔ تاکہ تمام حاضرین چہرہ مبارک کی زیارت کر سکیں۔ اور کلام روح پرور کو سن سکیں۔

نور آسمان سے تازہ بتازہ اس جری اللہ پر اترتا نظر آتا تھا۔ اور جلال چہرہ سے نمایاں تھا۔ ایک نہایت ہی سنسان خاموشی اور سکون کا عالم تھا نظریں اس پیارے چہرہ کی طرف ٹکٹکی باندھے تھیں کوئی جرأت بولنے کی نہ کرتا تھا اور سب اس بات کے منتظر تھے۔ کہ وہ مہ لقا شیرین سخن حبیب رب العالمین کیا فرماتے ہیں۔ کہ اتنے میں خلیفہ رجب الدین صاحب نے اس مہر خموشی کو ذیل کے سوال سے توڑا کہ حضور بعض لوگ دریافت کرتے ہیں کہ وفات مسیحؑ کے کیا دلائل ہیں؟ اس سوال کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کی تقریر فرمایا۔

فرمایا

حضرت عیسیٰ کی وفات قرآن شریف میں بہت آئی ہے۔ دو قسم کی آیات ہیں جن سے ان کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے۔ بعض آیات عام ہیں اور بعض خاص حضرت عیسیٰؑ ہی کے متعلق۔ عام طور پر تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات کے متعلق جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں۔ یہ آیت واضح اور کھلا بیان کرتی ہے۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ خلت کا لفظ قرآن شریف کے محاورے میں ہرگز کسی ایسے شخص کے واسطے استعمال نہیں ہوا جو زندہ ہو بلکہ ہمیشہ وفات یافتہ لوگوں پر ہی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہی معنے کیے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر جب کہ حضرت عمرؓ نے جوش محبت و فرط الفت کی وجہ سے تلوار کھینچ لی تھی۔ اور آپؓ ننگی تلوار لیے گلیوں میں پھرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جو کوئی کہیگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ اس کی گردن اڑا دونگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقع سے خبر پا کر مسجد میں آئے اور ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں ابتداً یہی آیت پڑھی ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم الخ اس وقت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ اس آیت کو سن کر رو پڑے اور یہ سمجھا کہ گویا یہ آیت آج ہی اتری ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی جن کو اتنا جوش تھا کہ تلوار لیے پھرتے تھے۔ اور انکا یہ خیال تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی وفات نہیں پائی۔ اس خطبہ کے بعد تلوار چھوڑ دی اور پھر کبھی کوئی ایسا ذکر نہ کیا۔

اب ظاہر ہے کہ اگر صحابہ میں سے کسی ایک نفس واحد کا بھی یہ اعتقاد ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ بجسم عنصری آسمان پر ہیں۔ تو کیوں وہ اس وقت اعتراض نہ کرتے اور کہتے۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ ایک چھوٹی سی قوم کا رسول تو زندہ ہے پر ہمارا رسول جس کو خدا نے تمام جہان کے واسطے قیامت تک کی تمام انسانی نسلوں کے لیے بلا کسی خصوصیت کے بھیجا۔ وہ تو ساٹھ ستر برس تک بھی زندہ نہ رہ سکے پس صحابہ کا سکوت اور خاموشی اور کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ تمام صحابہؓ حضرت عیسیٰ کو دوسرے انبیاء کی طرح **وفات یافتہ** یقین کرتے تھے۔ اور کسی ایک کا بھی ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا۔ کہ وہ آسمان پر زندہ بجسم عنصری خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں اور یہ اسلام میں سب سے پہلا اجماع ہے۔

دوسری آیت جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بارہ میں خصوصیت سے ذکر ہوئی ہے۔ وہ خود حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے جو وہ قیامت کے دن خدا کے حضور عرض کرینگے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علیٰ کل شیء شہید۔ اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰؑ کیا تو نے اس قوم کو ایسی بداہی اور گمراہی کی تعلیم دی کہ تجھے اور تیری ماں کو معبود بنا لیں۔ اور خدائے عزوجل واحد و یگانہ کی عبادت کو ترک کر دیں؟ حضرت عیسیٰؑ کانوں پر ہاتھ دھرینگے اور قوم نصاریٰ کے گمراہ ہونے سے اپنی لاعلمی اور معذرت عرض کرینگے کہ اے خداوند مجھے ان کے حالات سے اسی وقت تک اطلاع تھی جب تک کہ میں ان میں رہا اور جب تک میں ان میں رہا۔ تب تک میں نے ان کو یہی تعلیم دی تھی۔ کہ تم اس خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا ایک ہی خدا ہے پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی اسکے بعد کا تو ہی نگران اور واقف حال ہے مجھے کوئی علم نہیں۔

اب یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ لوگ اقرار کریں کہ واقعی قوم نصاریٰ ابھی تک بگڑی نہیں۔

اور جو عقیدہ اتخاذ ولد اور تثلیث وغیرہ کا انہوں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ یہی مین توحید اور رضا الٰہی کا موجب اور موافق تعلیم حضرت مسیحؑ ہے جس کا اقرار انکی زبانی قرآن مین موجود ہے +

اور یا یہ لوگ اس بات کا اقرار کریں کہ درحقیقت مسیح ناصری جو کہ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے واسطے مامور کیا گیا تھا۔ اپنی مفوضہ خدمت کو انجام دیکر بموجب حکم الٰہی اپنی طبعی موت سے وفات پا گیا ہے۔ اور کہ آیندہ وہ کبھی دنیا مین نہین آ سکتا۔ بلکہ آنیوالا امت محمدیہ مین سے ہوگا جو کہ ان کی خو بو پر ہونے اور مناسبت وقت اور مناسبت کام کے لحاظ سے مسیح کہلائیگا +

ظاہر ہے کہ صورت اوّل خدا اور خدا کے رسول قرآن اور قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اور ایسی ہے کہ اس کے ماننے کے ساتھ ہی تمام اسلام کی عمارت گرتی ہے +

اور صورت دوم خدا کے منشاء کے مطابق حقیقت الامر اور قرآنی تعلیم کا سچا اصول ہے اور اسی مین اسلام کی فتح اور کامیابی صداقت اور بزرگی کا اظہار ہے۔ اب ان کا اختیار ہے۔ کہ ان دونوں راہوں مین سے جو راہ چاہین اختیار کر لیوں۔

ہم علی وجہ البصیرت یقین رکھتے ہین کہ توفّی کے معنے لغت عرب مین نہ کلام خدا اور رسول میں ہرگز مع جسم عنصری اٹھائے جانے کے نہیں ہیں۔ تمام قرآن شریف کو یکجائی نظر سے دیکھنا چاہئے قرآن خدائے علیم خبیر کی طرف سے کامل علم اور حکمت سے نازل کیا گیا ہے اس مین اختلاف ہرگز نہین بعض آیات بعض کی تفسیر واقع ہوئی ہین اگر ایک متشابہات ہین۔ تو دوسری محکمات ہیں +

جب یہی لفظ اور مقامات مین دوسرے انبیاء کے حق میں بھی وارد ہے تو اسکے معنے بجز موت کے اور کچھ نہین لئے جاتے تو پھر نہ معلوم کہ کیوں حضرت مسیحؑ کو ایسی خصوصیت دیجاتی ہے۔ کیا ابھی تک مسیحؑ کو خصوصیت دینے کا انہوں نے مزہ نہین چکھا +

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین صاف یہ لفظ ہین۔ **اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک**۔ پھر حضرت یوسفؑ کے متعلق بھی قرآن شریف مین بھی **توفّی** کا لفظ وارد ہے اور اس کے معنے بجز موت اور ہرگز نہین ہیں دیکھو **توفنی مسلماً والحقنی بالصّٰلحین**۔ یہ حضرت یوسفؑ کی دعا ہے تو کیا اس کے بھی یہی معنے ہین کہ اسے خدا

مجھے زندہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھا لے اور پہلے صلحاء کے ساتھ شامل کر دے جو کہ زندہ آسمان پر موجود ہین۔ **تعالی اللہ عما یصفون** +

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں جو ساحر فرعون نے بلائے تھے ان کے ذکر مین **توفی** کا لفظ مذکور ہے جہاں فرمایا۔ **ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا مسلمین**

اب ایک مسلمان کی یہ شان نہین کہ خدا اور اسکے کلام کے مقابلہ میں دم مارے۔ قرآن حضرت عیسیٰؑ کو سراسر مارتا ہے اور ان کے وفات پا جانے کو دلائل اور براہین قطعیہ سے ثابت کرتا ہے اور رسول اکرمؐ نے اس کو معراج کی رات مین وفات یافتہ انبیاء مین دیکھا جائے غور ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ زندہ مع جسم عنصری آسمان اٹھائے جا چکے تھے تو پھر ان کو وفات شدہ انبیاء سے کیا مناسبت زندہ کو مردہ سے کیا تعلق اور کیسی نسبت ان کے لئے تو کوئی الگ کوٹھڑی چاہئے تھی

قد تبین الرشد من الغیّ

کوئی گڑبڑ نہین اور نہ کوئی شک و شبہ اس مین باقی ہر مسلمان کہلا کر ایسی بات پیش کرنا جو قرآن کے خلاف اسلام کی منتضاد کیا عقلمندی ہے؟

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف جو شخص کسی امر پر اجماع کا قائل ہے وہ کذاب ہے۔ صوفیاء کرام اور بعض صلحاء امت خیر الانام کا یہی مذہب تھا۔ کہ وہ وفات پا چکے اور آنیوالا اسی امت مین سے ہوگا۔ مگر تعصب ایک ایسی بلا ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہین دیکھتے اور باوجود جاننے کے نہین سمجھتے باوجود کانوں کے نہیں سنتے افسوس تعصب اور ضد نے ان مین اپنے نفع نقصان کی بھی تمیز باقی نہیں رہنے دی **چالیس کروڑ** انسان ایک ضعیف اور ناتوان انسان کو انہی دلائل سے خدا مان رہا ہے کہ وہ ازلی ابدی ہے زندہ آسمان پر موجود ہے۔ اور اس نے خلق طیر کیا مُردوں کو زندہ کیا اور یہ مسلمان ہین کہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے اور اپنی گردن کاٹنے کے واسطے خود ان کے ہاتھ میں چھری دیتے اور ان کی اس خطرناک بت پرستی میں مدد کرتے ہین جس کیواسطے خدا نے ایسا غضب ظاہر کیا **تکاد السمٰوات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا** ○

ان نام کے مسلمانوں کو اتنا بھی علم نہین۔ کہ ان کی اپنی ہی اولاد کو خود انکے اپنے مزعوال کو حجت پکڑ کر ملزم کر کے مرتد کیا جاتا ہے۔ کاش یہ اس خواب غفلت سے بیدار ہوں اور دوست و دشمن اور اپنے نفع نقصان کو پہچانین +

یہ اسلام کے نادان دوست اتنا نہین سمجھتے۔ کہ خدا تو ایسا غیور ہے۔ کہ ان کے عقاید فاسدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑتا اور ذرا سی دیر کیواسطے بھی ان کے مشرکانہ اصولوں کو سُن نہیں سکتا قرآن شریف میں تدبر اور خوض کرنے والے جانتے ہین کہ باطل کا سر کچلنے کے واسطے خدا نے کیسے کیسے حربے اختیار کئے ہین

دیکھو نصاری نے مسیحؑ کے بن باپ ہونے کو اس کی خدائی کی دلیل خیال کیا تھا۔ خدا نے کس طرح اُن کو آدمؑ کی نظیر پیش کر کے نادم و ذلیل کیا۔ اور ان کے دعوے کو باطل کیا **ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم**۔ مسیحؑ تو بن باپ تھا آدم اس سے بھی بڑھکر خدائی کے لائق ہے۔ کیونکہ یہاں باپ نہ ماں دونوں ندارد +

پس

یاد رکھو کہ اگر فی الواقعہ حضرت مسیحؑ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر گئے ہوتے اور خدا ان کی اس دلیل کو بھی سچا مانتا تو ضرور تھا کہ اس کی کوئی نظیر پیش کر کے ان کے اس باطل کو بھی ملیا میٹ کر دیتا۔ مگر خدا نے ان کی اس بات کو نفی کے رنگ میں باطل کیا ہے اور یہی جواب دیا ہے کہ وہ تو مر گیا۔ آسمان پر جانا کیسا؟

یاد رکھو۔ کہ اگر خدا کا بھی یہی منشا ہوتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر ہیں تو ضرور تھا کہ بت پرستی کی اس دلیل اور باطل کے اس دیو کے سر کچلنے کیواسطے بھی **کوئی نظیر** ہی کا حربہ چلاتا مگر خدا کا نظیر پیش نہ کرنے سے اور وفات کا جا بجا ذکر کرنے سے یہ صاف عیاں ہے۔ کہ وہ ضرور وفات پا چکا اور زندہ آسمان پر نہین ہے اور خدا نے اُن کی اس دلیل کو مانا ہی نہیں ورنہ ضروری تھا۔ کہ جس طرح پہلے نظیر پیش کر کے ان کو ملزم و خوار کیا یہاں بھی نظیری وجہ سے عیسائیت کے بت کو پاش پاش کرتا مگر خدا نے ایسا نہیں کیا اس کی یہی وجہ ہے کہ خدا نے انکی اس دلیل کو ان کی وفات کے بیان سے رد کیا ہے۔ اور درحقیقت ان کی اس حجت کا حقیقی اور اصل جواب یہی ہے کہ قرآن کا یہ منشاء ہرگز نہین

کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے بلکہ وہ بھی وفات پاچکے جسطرح تمام انبیاء وفات پاگئے +

یہ عجیب بات ہے کہ چونکہ وہ قتل نہیں ہوئے اسواسطے آسمان پر چڑھ گئے۔ کیا جو قتل نہیں کیا جاتا وہ لازماً آسمان پر چلاجاتا ہے جب تو پھر لاکھوں کروڑوں کو زندہ آسمان پر ماننا پڑے گا +

اصل جھگڑا تو یہود کا یہ تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ وہ تو اس بات کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہ نعوذ باللہ مسیح لعین اور مردود ہیں اسی واسطے وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہم نے مسیح کو صلیب دیا اور اس طرح سے ان کو قتل کرنے کے مدعی تھے تاکہ اپنی کتاب کے فرمودہ کے مطابق ان کو جھوٹا نبی ثابت کریں۔ رفع جسمانی کے متعلق تو کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔ قرآن شریف چونکہ بنی اسرائیل کے متنازعہ فیہ امور میں حکم اور قول فیصل ہے اس لئے یہود کے اس اعتراض اور بہتان کا جو انہوں نے مسیحؑ کو لعنتی اور جھوٹا نبی ثابت کرنیکے واسطے باندھا تھا۔ جواب دیا کہ **ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ** کہ یہود نے جیسا کہ انکا زعم ہے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس طرح سے وہ ان کو جھوٹا نبی ثابت کرنے کے دعوے میں کامیاب ہوئے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انکا رفع روحانی کیا اور ان کو ایسی ذلت اور ادبار سے بچالیا +

اگر رفع جسمانی ہی نجات اور پاکیزگی اور مقبول اور محبوب الٰہی ہونے کا موجب ہے تو پھر تو سارے نبی ہی جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور کوئی بھی نجات یافتہ نہیں رہتا چہ جائیکہ کوئی خدا کا محبوب اور مقبول ہی ہو۔ (نعوذ باللہ من ذالک) تعصب نے ان کو کسی کام کا نہیں چھوڑا + عبدالرحمٰن قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرہ سو برس کی پیشگوئی ہمارے زمانہ میں آج پوری ہوئی

جب میں امام ہمام کے بارہ میں یہود خصلت مسلمانوں کے بکواس اور شیطان سیرت انسانوں کے وسواس سنتا ہوں تو مجھے ان لوگوں پر بہت ہی افسوس آتا ہے کہ حضرت اقدس کی سچائی کا آفتاب روشن و تاباں ہے مگر خدا جانے ان اندھوں کا کدھر منہ اور کس طرف دھیان ہے۔ سینکڑوں آیات قرآنی اور ہزاروں احادیث رسول ربانی اور لاکھوں نشانات آسمانی اسپر گواہ ہیں کہ حضور سراپا نور خدا کے مامور اور منجانب اللہ ہیں۔

(۱) ابتدائے قرآن سورہ فاتحہ کا بیان مغضوب علیہم کی رمز اور ولا الضالین کا نشان بتارہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور ان کے دشمن سوانگ بنانیوالے یہود مردود ہیں۔

(۲) آیۃ استخلاف حضور کے دعوے پر ایک ایسی دلیل ہے جس کے سامنے آپ کا دشمن عاجز و ذلیل ہے اور اسمیں جو لفظ کما ہے اس نے منکروں کا سر جھکا دیا ہے۔ ہاں جو بے شرم اور بےحیا ہے اس کی بات ہی جدا ہے۔

(۳) آیۃ اذا فتحت یاجوج وماجوج کی تفسیر میں حضرت اقدس نے وہ عجائبات دلربا اور اشارات حق نما بیان فرمائے جنکو سن کر ایک مردہ میں بھی جان آجائے۔ حدیث فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج میں جناب رسول خدا صلعم کا گھبرا کر لا الہ الا اللہ پڑھنا اس طرف اشارہ ہے کہ وہ شیرینی الوہیت مسیح اور وہ یاجوج یہی قوم نصاری ہے لنڈن گلڈ ہال میں انکے بتوں کا موجود ہونا بھی ثبوت ہمارا ہے۔

(۴) آیت وجمع الشمس والقمر حدیث ان لمھدینا آیتین الخ قول بزرگ۔ ورس غاشی مجری وغیرہ حضرت اقدس کے گواہ ہیں جن کی شہادت سے دشمنوں کے منہ سیاہ ہیں۔

(۵) آیۃ اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم الخ حدیث۔ فیرسل اللہ علیہم النغف فی رقابھم لایدخلھا الطاعون ولا الدجال کے موافق طاعون دجال جہاں میں لوگوں کا قرضی مسیح آسمان میں آ کر نہ ملا تو +

(۶) آیۃ اذا العشار عطلت۔ حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا۔ لاتقوم الساعۃ حتی تخرج نار من ارض الحجاز۔ لاتقوم الساعۃ حتی تخرج نار من رکوبۃ۔ تخرج نار من حبس السیل۔ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب۔ لقصدنکم نار ھی الیوم خامدۃ۔ تبعث نار علی اہل المشرق۔ قال فی الدجال ان معہ ماءً ونارًا۔ یخرج الدجال الاعور واحد ھافیہ دخان ونارہ یہاں سے مراد ریل کی سواری ہے۔ جواب عرب میں بھی جاری ہے اسی سے اونٹوں کی بیکاری ہے پھر تلو منکرو کسوقت کی انتظاری ہے۔

(۷) انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ واللہ متم نورہ۔ لیظھرہ علی الدین کلہ سے ظاہر ہے کہ ظہور مسیح محمدی کا یہی زمانہ ہے کیونکہ اتمام نور کے لئے چودھویں ہی رات قانون ربانی ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر کی باطنی آنکھ کا یہی نشانہ ہے تعصب کا ستیاناس آج قرآن ہی بیگانہ ہے حدیث ان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ سنۃ کی نسبت بتاؤ۔ اب کیا بہانہ ہے یاد رکھو بصورت انکار جہنم ہی ٹھکانہ ہے وہ آیۃ یدبر الامر من السماء الی الارض کیا ٹھنہ حدیث خیر القرون قرنی کو پڑھو اور الا اتجاہ المتقین کا بھی خیال کرو تین سو برس کے بعد جو ہزار برس گذرنے کا حساب ہے اسی میں پھر مشرق سے طلوع ہوا۔ وہ جو صداقت کا آفتاب ہے لیکن شپر کمبخت نہیں دیکھتے ان کی آنکھوں پر تعصب اور عناد کا حجاب ہے مسیح کب ظاہر ہوگا۔ حافظ برخوردار صاحب کا اس بارہ میں یہ جواب ہے ؎

پچھے ہک ہزار دے گذسے ترے سو سال
عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب کی حجج الکرامہ ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ تیرھویں صدی بوجہ دجالی فتنوں کے بہت خراب ہے اسلئے چودھویں صدی کے سر پر ایک شخص ظاہر ہوگا جسکو مہدی کا خطاب ہے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی سید گلاب شاہ کو ٹھے والے بزرگ۔ پیر صاحب سندھی چاچڑاں والے حضرت جی وغیرہ۔ حضرت اقدس کے حق میں بعض کا الہام بعض کی خواب ہے۔ اب سوچو۔ قرآن شریف۔ احادیث بندگان امت سب کی شہادت کو رد کردینا عنداللہ موجب ثواب ہے یا عذاب۔ **فتدبروا یا اولی الالباب**۔

(۸) آیۃ واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ حدیث لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس الہام مندرجہ براہین صفحہ ۲۴۲ خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس میں حضور کے دعویٰ کا پورا ثبوت ہے۔ جسکے سامنے مخالف حیران و مبہوت دکھائی دیتا ہے تو عند الثریا علماء میں تو شر من تحت ادیم السماء سمجھیں ہیں تو رہی خراب من الہدیٰ۔ مدرسوں میں تعلیم ہے۔ تو اتخذ اللہ ولداً پھر یہ کہنا کہ دعوی مسیحیت مہر نہ۔ ایسے وقت میں جھوٹ ہو اور افترا۔ بھلا بجوابہ کسقدر ظلم ہے اور جفا سنو ولعذاب الاخرۃ ھی اشد وابقی۔ الہام خلقت لک لیلاً ونہاراً کے مہم کو یہ گالیاں اور ایذا اچھا۔ فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اھتدیٰ

(۹) آیۃ ضرب اللہ مثلا للذین امنوا الخ۔ ومریم ابنت عمران الخ اور حدیث جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہے اسمیں ہمارے لئے یہ عمدہ دلیل ہے کہ ہمارا مرشد حضرت عیسیٰ کا مثیل ہے اور اسکی سید وہ محی رب جلیل ہے جو مدت سے براہین میں طبع ہوکر موجود ہے جمع کثیر و قلیل ہے دیکھو صفحہ ۴۹۶ یا مریم الخ نفخت فیک من لدنی روح الصدق ایضاً صفحہ ۲۲۶ ھزالیک بجذع النخلۃ (صفحہ ۲۲۶ الی لک ہذا) غور کرو کیا یہ انسانی منصوبہ ہے یا کلام جبرائیل ہے میرے بھائیو مفتری کے حق میں تو لو تقول علینا بعض الاقاویل ہے

(۱) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے معنے سمجھنے کیلئے آیۃ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس کو پڑھو مفسرین نے الناس سے مراد لی ہے الدجال اور حدیث مین بھی آیا ہے۔ ثم تغزون الدجال۔ پھر مسیح ناصری کا جو نزول ہے وہ کیونکر قابل قبول ہے کیونکہ جو حکم خدا اور رسول ہے اس سے تو حیات مسیح کا خیال بالکل لغو اور فضول ہے پس بموجب وعدہ قرآنی وعداللہ الذین اٰمنوا منکم اور حدیث رسول حقانی واماکم منکم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود تھے اور مہدی محمود جنہوں نے صلیب کو توڑا نہ سکھ انکے ہاتھ سے بچے نہ آریوں کو چھوڑا حمایت اسلام اور تائید دین خیر الانام میں اپنی جان دی اور ہم اہل اسلام کو مخالفین کے حملہ سے امان وہ اپنے آقا و مقتدا سید المعصومین والاتقیا جناب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے عاشق تھے اور ان کی آبرو پر قربان علیہ الف الف صلوٰۃ من اللہ المستعان ومن الملائکۃ المقربین وعباد الرحمٰن اب مین ناظرین باتمکین اور منصفین دانش آگین کی خدمت مین دو حدیثیں پیش کرتا ہوں جن میں مذکور توسیع موعود کی وفات ہے مگر شکوک و شبہات کے مردود کیلئے یہ وفات بمنزلہ آبحیات ہے حدیث اول ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض یتزوج ویولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت۔ حدیث دوم ثم یمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون بظاہر ان مین اختلاف ہے اگر غور کرین تو مطلب صاف ہے یعنی حدیث اول سے وہ میعاد مراد ہے جو حضرت اقدس کے دعوے کی بنیاد ہے اور حدیث دوم مین زمانہ وحی کی میعاد چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۸ مین ہے جو منجملہ انکے ایک وہ جواب ہے۔ جسمین اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء مین ... جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور اسوقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کی اسکا نام مین نے قطبی رکھا ہے جس نام کی تعبیر اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جسکے کامل استحکام کو پیش کرکے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے غرض آنحضرت نے وہ کتاب مجھ سے لیلی اور جیسے وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آں صاحب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوشرنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنیکے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اسقدر اس میں سے شہد نکلا کہ آں جناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہوکر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور **باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈالدیں** اور وہ ایک قاش مینے اس زندہ کو دیدی اور اس نے وہیں کھا کر پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو مینے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہوگئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی والحمد للہ علی ذالک ایضاً صفحہ ۵۱۴ اور اس برکت کے بارہ میں ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء مین بھی ایک عجیب الہام اردو میں ہوا ..... فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دیگا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔“

دیکھو۔ حضرت اقدس کی خواب کو چھتالیسواں اور الہام کو چالیسواں سال ہے اب مقام غور اور جائے خیال ہے کہ کیا یہ کسی انسان کی طاقت یا مجال ہے کہ مفتری ہوکر وہ زمانہ پائے جسکا مخبر محبوب ذوالجلال ہے اور حسب پیشگوئی طبعی موت سے فوت ہو حالانکہ ہر قوم سے اسکا جنگ وجدال ہے۔ میرے بھائیو! ایسا ہونا غیر ممکن اور سراسر محال ہے نہ تم اسکی کوئی نظیر پاؤگے نہ اس کی کوئی مثال ہے ان دلائل کو پڑھو اور خدا سے ڈرو۔ امام برحق کا انکار موجب وبال ہے الغرض آمد مسیح موعود کی جو پیشگوئی آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئی۔ بہلک وہ جو اس سے خدمت دین کیلئے دلوں کو آمادہ اور ایمان کو تازہ کررہے ہین اور افسوس انپر جو اس شیرین چشمہ کے کنارے پیاسے مر رہے ہین اللہ تعالےٰ انکو ہدایت کرے اور چشم بصیرت عنایت آمین یا رب العالمین۔

کرم داد احمدی از دولمیال ضلع جہلم

۵- اگست ۱۹۱۸ء

اے بیخبر بخدمت قرآن کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

مختلف تجویزیں اور آئے دن خیالات کی جدت شاید دماغ کی پریشانی اور جنون کی کوئی قسم سمجھی جاوے۔ لیکن عقل سلیم رکھنے والے یہ کبھی نہیں مان سکتے۔ کہ ایک ہی امر کی تکمیل کیلئے مختلف راہوں یا صورتوں کا اختیار کرنا پریشانی دماغ کا نتیجہ ہے علاوہ بریں اگر کوئی شخص محض اس خیال پر مفید اور مبارک اور ضروری کام کے کرنے سے رکتا ہے کہ اسکے احباب اور ہمعصر اسے کیا کہیں گے تو میرے اپنے ایمان مین وہ دنیا کی جھوٹی مدح و ذم کا اسیر ہے اور اخلاص اور خالصاً لوجہ اللہ ایک کام کرنے سے عاری ہے۔

مین نے جب سے الحکم جاری کیا ہے جن کاموں کو قوم کیلئے ضروری سمجھا مختلف اوقات مین انکی تحریک کرتا رہا ہوں جنمین الوسع خود ان میں حصہ لیا ان کا مکمل ہوجانا ایک وقت کو چاہتا ہے جب اللہ تعالےٰ چاہیگا ہوجائیگا جو لوگ ان باتوں مین پڑتے ہیں وہ سنت اللہ سے ناواقف ہوتے ہین اس مختصر تمہید کے بعد مین پھر ناظرین کو **خوشخبری** سنانی چاہتا ہوں کہ مین **قرآن مجید** کے ترجمہ اور تفسیر کی بہت بڑی ضرورت محسوس کرتا ہوا مینے اول تفسیر القرآن لکھنی شروع کی تھی کہ ہمارے موجودہ امام اور خلیفۃ المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر اس طرز پر سورہ فاتحہ کی تفسیر ہی شایع ہوجائیگی تو میں کامیابی سمجھونگا۔ گر اللہ تعالےٰ نے مجھے توفیق دی کہ مین سورہ بقر کی تفسیر شایع کرسکا اور سورہ آل عمران کا پہلا ایک حصہ چھپا ہوا ہے شروع سال مین قرآن مجید کے ترجمہ کے متعلق تجویز ہوئی تو آخر ملتوی کرنی پڑی اور باوجود سات مہینے گذرنے کے منشی عبدالرشید صاحب کی طرف سے کوئی طیاری مجھے معلوم نہیں ہوئی اور اگر ایسے طور پر ہو جس کا مجھے علم نہین تو وہ مجھے ایسا کہنے سے معذور سمجھینگے اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بیعت میں قرآن مجید کے پڑھنے کا خاص طور پر اقرار لیا تو میرے دل میں جنبش اور جوش پیدا ہوا کہ اس اقرار کی عظمت اور ضرورت کے لحاظ سے جیسی کچھ بھی ہو جس نیت اور اخلاص کے ساتھ قدر ہوتی چاہیئے اور آپ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک ترجمہ معہ نوٹوں کے شایع ہوجاوے اور اسکے لئے مین نے یہ پسند کیا ہے کہ خلافت کے بعد جہاں سے حضرت خلیفۃ المسیح نے درس شروع کیا ہے۔ وہاں سے ہی اسکو چھاپا جاوے اور ایک ایک پارہ شایع ہوتا ہے جب تک اللہ توفیق دے۔

بعض کہیں گے کہ پہلے تفسیر ناکمل ہے اسکے لئے یہ وجہ ہوا اور وہ ہوا ہیں اسکا مختصر جواب اوپر سے آیا ہو

ان باتوں میں میں نہیں پڑونگا۔ میں اس کام کو قرآن کی خدمت سمجھکر کرنی چاہتا ہوں جتنی ہو اور جس طرح ہو +

ترجمہ اور تفسیری نوٹ کس قسم کا ہوگا اس کا نمونہ ۱۴ اگست ۱۹۰۸ء کے الحکم میں چھپ چکا ہے اس اعلان سے میری غرض صرف یہ ہے کہ میں اپنی اخبار کے ناظرین کو مطلع کردوں کہ ان میں سے ہر ایک کے نام دو دو جلدیں اسکے شایع ہونے پر قیمتاً بھیجونگا۔ اور اسی غرض سے میں دو ہزار کاپیاں چھاپونگا جن میں سے پانسو جلدوں کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ خاص انتظام کیا جاویگا۔ ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالےٰ نے چاہا تو یہ پارہ خریداران الحکم کے پاس پہنچیگا اس میں یہ لحاظ رکہا جاوے کہ سورہ کے شروع سے ہو اور سورہ پر ختم ہو اس طرح پر بعض اوقات ایک پارہ سے یہ حصہ بڑھجایا کرے گر یہ طریق اسلئے ملحوظ رکہا ہے تاکہ سلسلہ مضمون میں فرق نہ آوے کاغذ انشاء اللہ تعالےٰ عمدہ لگایا جاویگا اور تقطیع موزون ہوگی۔ ہدیہ کے متعلق ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا جو صاحب نہ لینا چاہیں وہ مجھے ابھی سے اطلاع دیں ورنہ اگر میں اپنے اس اعتماد کرکے کہ وہ اسکی اشاعت میں میرے معاون ہیں اور اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی اشاعت ہو اُن کو وی۔ پی بھیجدیا اور انہوں نے واپس کردیا تو اس سے بڑھکر تکلیف دہ امر کیا ہوگا۔ اس لئے میں ۱۸۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اسکو چھاپتا رہونگا اور جو احباب اسوقت تک مجھے اطلاع دیں گے کہ وہ کسی وجہ سے اسے نہیں لے سکیں گے ان کے نام ہرگز نہیں بھیجا جاویگا۔ ورنہ کل خریداران الحکم کے نام دو دو کاپیاں بھیجی جائینگی اور اگر کوئی دو سے زیادہ لینا چاہیں تو ابھی اطلاع دیں بالآخر التماس ہے۔ کہ ناظرین اس خادم کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ خدمت دین کے لئے جوش اور جوش کے ساتھ اخلاص اور سچی سمجھ اور فہم اور اس کے ساتھ اسباب عطا فرماوے کسی سے ایک پائی بھی پیشگی نہیں لی جاویگی :-

(یعقوب علی ایڈیٹر الحکم)

اعلان

قابل توجہ بقایا داران -

لہذا سال ختم ہونے کو ہے۔ مگر ابھی تک بعض خریداران نے اپنے پچھلے بقایا کو بھی صاف نہیں کیا۔ لہذا ان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ پچھلا حساب صاف کرنے کی طرف توجہ فرمائیں

مینیجر

مراسلات

تتمہ

اخویم اڈیٹر صاحب۔ آہ کیا عرض کروں حضرت مسیح موعود کے اچانک اُٹھ جانے سے جو اسوقت دل کی حالت ہو رہی ہے اسکا نقشہ کسی صفحہ کاغذ پر نہیں کھینچ سکتا ہوں ہاں اسوقت اپنا ایک خواب ضرورۃً سناتا ہوں جو اس مصیبت کے آنے سے چند ہفتے پہلے مجھکو دکہایا گیا تھا جسکی حقیقت تک اسوقت میری کوتاہ نظر نے رسائی نہ کی اور باوجود بہت سے غوض وفکر کے میرا ذہن اس کے نتیجہ نکالنے میں بالکل ناکام رہا آخر میں مجبور ہوکر اس کی طرف سے توجہ اٹھالی اب جو یہ اُفتاد پڑی تو معلوم ہوا کہ اسی کی طرف اشارہ تہا اور نرا اشارہ ہی نہیں۔ بلکہ سمجھدار کے لئے اسکے اندر ایک صداقت پوشیدہ تھی جسکے خیال سے اسوقت میری روح مسرور ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس خواب کو میرے احمدی بھائیوں کی تازگی ایمان کے لئے الحکم میں درج فرما دیجئے ای سبوح قدوس خدا تو اپنے اس برگزیدہ بندے کی پاک روح پر بیشمار برکات نازل فرما۔ میں نے دیکھا کہ میں دکن کی طرف کہیں جارہا ہوں۔ رفتہ رفتہ ایسی جگہ پر پہنچا ہوں کہ داہنی جانب ایک شاہی وقت کی مسجد آپڑی ہے جو شاہ وقت یا کسی دوسرے دولتمند نے اسکو بڑے اہتمام سے بنوایا ہے اور وہ مسجد اپنی نمود میں بہت مشہور و معروف ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ چند ہی قدم آگے چلکر ایک دوسری مسجد بائیں جانب کو ملی ہے اسکی کرسی بہت بلند ہے اور بہت سی سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ملتی ہے کہنے والے نے کہا کہ وہ پہلی مسجد اصلی ہے اور یہ دوسری اس کی نقل ہے۔ اور کیسی نقل کہ ہر وصف میں اصل سے ملالو۔ مگر ہاں کسی بات میں کسی وجہ سے ذرا سا فرق رہ گیا ہے پس میں نے اس نقلی مسجد میں جانیکا قصد کیا اور چاہتا تھا۔ کہ پہلی سیڑھی پر قدم رکھوں کہ کسی شخص نے مجھکو روکا اور کہا کہ اس مسجد میں داخل ہونیکا یہ طریقہ نہیں۔ ذرا صبر کرو۔ میں اس کے کہنے سے ٹھہر گیا۔ کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص ایک جرمی لباس لے کر آیا اور اسکو پہلی سیڑھی پر بچھوایا اور مجھ سے کہا کہ لو اب تم اس بساط پر بیٹھ جاؤ یہی تمکو لوپر تک پہنچائیگی میں اس کے کہنے سے اُسپر بیٹھ گیا پس اس بساط کو خود بخود حرکت ہوئی اور وہ مجھکو اوپر کی جانب لے اڑی آگے خبر نہیں کہ کیا گذرا۔ ایمان ناظرین پچھ آپ سمجھے یہ کیا اسرار تھا کوئی ملنے یا نہ مانے یہ مسیح موعود کے رفع روحانی کا نقشہ دکہایا گیا تھا۔ ایک صورت خواب کی یہ بھی ہے کہ دوسرے کا حال اپنے پر وارد کرکے دکہایا جاتا ہے اصلی مسجد مقام مصطفوی اور نقلی مسجد مقام مسیح موعود تھا۔ نقلی مسجد میں کچھ فرق رہ جانا لازمی تھا آخر ولی و نبی کے مقام میں کچھ فرق ضرور چاہیے اب میں اس موقع پر بزرگان قوم کی خدمت میں ایک گزارش ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی قدرو منزلت کو ملحوظ رکہکر اگر اس ہمدرد کی شان میں بجائے وفات وغیرہ کے رفع کا لفظ تحریراً و تقریراً استعمال کیا جائے تو آج جو کچھ اسپر شور و غوغا اٹھ رہا ہے آیندہ نسلوں میں جب کہ لوگ اسکے معنے سمجھنے لگیں گے اور جان لینگے کہ خدا اور رسول کا قرار دادہ ہے یہ ہوحق نہ رہی گی۔ بلکہ دوسرے صلحاء کے لئے بھی بعد مرگ ایک عزت کا لقب سمجھا جائیگا اسکو ضرور رواج دینا چاہئے

خاکسار خلیل الدین احمد راضی صدیقی تلہری

اظہار رائے

خاتون نامہ ہلیند اس نام کی ایک کتاب لالہ رگہوناتھ سہائے بی۔ اے ہیڈ ماسٹر نائی سکول لاہور نے تالیف کی ہے کتاب کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہے چھوٹی تقطیع کے ۸ جزو پر طبع ہوئی ہے ظاہری مراتب عمدہ ہیں۔ قیمت ۸ ہے جو کسی قدر زیادہ ہے ملک میں عمدہ لٹریچر کے پھیلانے کی سعی عمدہ بات ہے۔ اور خوشی کی بات ہے۔ کہ برہم سماج اس معاملہ میں کوشش کررہی ہے یہ کتاب منیجر برہم پرچارک لاہور یا لائبریرین برہم کالج لاہور سے ملے گی۔

شرح حدیث مسِ شیطان پادری لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے صحیح بخاری کی ایک حدیث کو عموماً پیش کیا کرتے ہیں جو مسِ شیطان کی حدیث ہے یعنے پیدا ہونے کیوقت جو بچہ چلاتا ہے اسے شیطان مس کرتا ہے اس مس سے مریم اور ابن مریم بچے ہوئے ہیں۔ یہ حملہ اسلام پر ایسا خطرناک حملہ ہے کہ تمام مقدسوں اور راستبازوں اور انکے سردار پر اسکی زد پڑتی ہے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس حدیث کی شرح لکھنے کیلئے فاضل امروہی کو حکم دیا تھا وہ رسالہ چھپ کر شایع ہوگیا ہے اور ۱/ قیمت پر دفتر میگزین قادیان سے ملیگا صرف ایک ہزار طبع ہوا ہے۔ حالانکہ ایسے رسالے کثیر التعداد میں چھپکر شایع ہونے چاہئیں جماعت کے متمول اور اہل دل اصحاب کو چاہئے کہ متعدد کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کردیں

آئینہ صداقت نہایت مختصر مگر مفید رسالہ جو برادرم مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وفات پر لکھا اور شایع کیا مخالفین کے اعتراضوں کے جواب خوب دئے ہیں چھوٹی تقطیع ہر وقت پاس رہ سکے۔ بہت مفید ہے اور قیمت پر مفتی محمد صادق ایڈیٹر بدر سے ملے گا متعدد رسالے مفت تقسیم ہونے چاہئیں +

غیر معمولی جلسہ تشحیذ الاذہان

آج ۷۔ اگست صبح ۷ بجے تشحیذ الاذہان کا ایک غیر معمولی جلسہ ہوا حاضرین کی تعداد معقول تھی مگر افسوس کہ ہمارے سکول کے طلباء اس میں کم دلچسپی لیتے ہیں جس کیلئے ہم ہیڈ ماسٹر صاحب کی توجہ خاص طور سے مبذول کرتے ہیں۔

چودہری فتح محمد صاحب نے اپنا لکھا ہوا مضمون پڑھا۔ یہ بھی ایک نئی بات ہے کہ ممبران تشحیذ عام طور سے تو زبانی تقریر کرتے ہیں مگر اس موقع پر لکھے ہوئے مضمون پڑھے گئے

چودہری صاحب کو چونکہ اپنے کالج کا کام تھا اس لئے غالباً وہ اپنے مضمون کے لئے کافی تیاری نہ کر سکے آپنے میرے آقا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی خدمات کا ذکر کیا۔

(۱) دہریہ اور مادہ پرستوں کو وحی و الہام و پیشگوئیوں کے ذریعہ خدا کی ہستی کا ثبوت دیا (۲) عیسائیوں کی مذہب بنیاد عیسےٰ کی موت ثابت کر کے اکھیڑ دی۔ اس بات کے دشمن بھی قائل ہوگئے پھر ڈوئی اور آتھم پر روحانی حربہ چلا کر اس مذہب کا باطل ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچایا۔ (۳) آریہ کے تناسخ اور نیوگ کے مفاسد کو دکھایا کہ تناسخ مان کر خدا کو سرب شکتیمان نہیں کہہ سکتے نیوگ ایسی گندہ تعلیم کا سرچشمہ وہ قدوس خدا نہیں ہو سکتا۔

پھر مکالمہ و مخاطبہ الٰہی کو اسلام کی روح اور اس کا تا قیام قیامت جاری رہنا بنا دیا جہاد کا خود ساختہ بدنما دھبا اسلام کے مقدس چہرے سے مٹا یا (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور سچے عاشقوں کی جماعت بنائی جو روحانیت و ایمان سے خالی ایمان کو پہنچے چوہدری صاحب اگر آئینہ صداقت اور معیار الصادقین کو دیکھ لیتے تو ان کو مسیح کی خدمات کی ایک فہرست مل جاتی اور پھر سیدی و مولائی کی کتابوں سے ان کے متعلقات کو پیش کر سکتے۔

اس کے بعد امام زادہ سید محمود اٹھا اور اپنا مضمون پڑھا اصل میں حضور علیہ السلام کے بعد مشتاقان احمد کے لئے کوئی چیز تسلی بخش ہو سکتی ہے تو آپ ہی کی تقریر ہے ؎

کیونکہ ہے کچھ کچھ نشان اس میں جمال یار کا

آپنے بتایا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کو اشاعت دین میں کیا کیا تکالیف برداشت کرنی پڑیں طائف کا واقعہ یاد آیا اور سب کچھ سمجھایا کہ یہ سب کچھ وما نقموا منہم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید کی بنا پر تھا۔ پھر آپنے ان واقعات کے سلسلہ میں اپنے حضور مسیح کی مشکلات کا ذکر کیا جو مخالفین نے دیں اخیر میں اپنی جماعت کو متوجہ کیا کہ وہ بار گران جو پہلے صرف ایک جان پر تھا اب ہم سب پر تقسیم ہو گیا ہے خدا کا منشا ہے کہ تمام سعید روحوں کو توحید پر جمع کرے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ یہ پیغام تمام دنیا کے رہنے والوں کے کانوں میں پہنچائیں۔ اس بات سے ہمت نہیں ہارنی چاہیئے کہ ہم لڑکے ہیں کیونکہ اس سے پہلے بھی یوسفؑ۔ اسمٰعیلؑ داؤدؑ عیسیٰؑ علیؓ نے لڑکپن کی حالت ہی میں وہ کام کئے جن کی امید بڑوں سے کی جاتی ہوگی۔

اس کے بعد آپنے عام مفاسد زمانہ بیان کئے اس کے ضمن میں وہ فقرہ بھی کیا پر اثر تھا جو کسی خاص جوش اخلاص سے نکلا کہ دنیا کے زر و مال کا ایک بڑا حصہ خدا پرستوں کو انسان پرست بنانے اور مریم کے بیٹے کی خدائی منوانے کیلئے خرچ ہو رہا ہے پھر نبی کریم کے اوصاف بیان فرمائے اور دردمندوں سے کہا کہ اب اس اعلیٰ انسان کو جس سے بڑھکر کوئی اعلیٰ انسان تصور نہیں ہو سکتا۔ ایک ادنےٰ انسان کہا جاتا ہے بلکہ ہر ایک عیب اس کی ذات بابرکات سے منسوب کیا جاتا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہے۔ دعا ہمدردی (جو کامل احساس سے پیدا ہوتی ہے) جوش استقلال کی قرآن حدیث مسند تفقیت کی حضرت اقدس کی کتابوں کے مطالعہ کی حلم۔ خوش اخلاقی صبر تحریر و تقریر میں مشاقی پیدا کرنے کی اور رسالہ تشحیذ کی اور جلسہ پندرہ روزہ کے انعقاد کی۔ پھر اتفاق و اتحاد کی اور سب بڑھکر جو لطیف بات کہی وہ یہ کہ شیطانی چیزوں کے بائیکاٹ کی چونکہ آجکل بائیکاٹ پر زور دیا جا رہا ہے ہم کو اس سے تعلق نہیں ہمارا ملک یہ ملک نہیں مومن کا اصل ملک آخرت ہے پس خدا کی سلطنت میں جن شیطانی اشیاء کا زور ہے ہمیں اس کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ لوگ دنیا کے لئے مال و جان کی پروا نہیں کرتے افسوس ہے اگر ہم دین کے لئے صرف مال سے بھی دریغ کریں۔ تقریر ایک (۱) بجے ختم ہوئی بہتر تھا۔ کہ آپ مضمون نہ پڑھتے بلکہ تقریر فرماتے جس میں اس سے زیادہ جوش اور اثر ہوا کرتے ہیں۔ اللہم اید اماما نبصرۃ العزیز

(راقم)

ضرورت ملازمت

میاں عبدالخالق صاحب ایک ہوشیار منتی۔ جفاکش آدمی ہر محرر اور منشی کا کام بخوبی کر سکتے ہیں محکمہ ڈاکخانہ میں ملازم رہ چکے ہیں انگریزی حروف شناسی رکھتے ہیں ہندوستان کے کسی حصہ میں ضرورت ہو اور مناسب تنخواہ مل جائے تو جانیکو تیار ہیں امید ہے کہ دوست ان کا خیال رکھینگے اور جہاں موقع ہو عاجز کو اطلاع دینگے۔

شیخ غلام احمد صاحب نو مسلم

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے واعظ مقرر کئے گئے ہیں اور وہ سردست ہوشیارپور۔ کانگڑہ جالندہر اور مانہوں حضرت خلیفۃ المسیح الموعود علیہ السلام کے ارشاد کے موافق دورہ کرنے کو عنقریب قادیان دارالامان سے روانہ ہونگے ان کو بموجب قواعد و ضوابط منظور کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان جن کی نقل ان کے پاس موجود ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام مدات کے لئے چندہ فراہم کرے جہاں باقاعدہ طور پر انجمن احمدیہ نہ ہو۔ وہاں احمدی احباب کی فہرست مکمل کر کے باقاعدہ طور پر انجمن احمدیہ قائم کرنے کی اجازت ہے جہاں وہ پہونچیں وہاں کے احباب شیخ صاحب موصوف کے اغراض مذکورہ بالا کے پورا کرنے میں ہر طرح سے مدد دیں۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام

خلیفہ رشید الدین اسسٹنٹ سکرٹری
صدر انجمن احمدیہ قادیان
۱۰ اگست سنہ ۱۹۰۸ء

تائید۔

اس پرچہ کے شروع میں منے جو آرٹیکل لکھا ہے وہ لکھا جا چکا تھا۔ کہ میرے ایک محترم بھائی شیخ ہاشم علی صاحب گرداور سرودل گڈھ ریاست پٹیالہ کی چٹھی مجھے ملی جس میں انہوں نے ایکہزار آدمیوں کی تجویز سے اتفاق کر کے لکھدیا ہے کہ میں ان میں سے ایک ہونگا جو عـــہ روپیہ جمع کر کے سالانہ جلسہ پر لاؤنگا میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک شروع ہوئی ہے اللہ تعالےٰ اس میں برکت ڈالدے دوسرے احباب ہمت کریں اور منشی ہاشم علی صاحب کے نمونے سے فائدہ اٹھائیں بات مشکل نہیں۔ اگر ایکہزار آدمی ایسے نکل آئیں جو اس جلسہ پر یا تو از خود عـــہ روپیہ دیں یا جمع کر کے لائیں تو میں بتا سکونگا۔ کہ قوم موجودہ جاری کاموں میں سے ایک کی طرف سے انشاءاللہ بے فکر ہو جائے گی۔ اس تحریک کو عام کیا جاوے۔ اور دوستوں اور احباب کو اکسایا جاوے۔

اصلی میرا اور میرے کا سرمہ

اصلی میرا جو ... ل قریباً اڑہائی سو روپیہ تولہ پر فروخت ہوتا ہے اور میرے کا سرمہ دو روپیہ تولہ پر فروخت کیا جاتا ہے ہمارے پاس موجود ہے میں اسکے لئے لمبے چوڑے سندات پیش نہیں کرنا چاہتا اسلئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے بزرگان ملت نے اسکو اصلی میرا شناخت کر کے خود خرید فرمایا ہے میں عام لوگوں کے نفع کیلئے اصلی میرا چھ روپیہ تولہ پر اور سرمہ میرا ...تولہ پر فروخت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ ہی یقین دلاتا ہوں اگر میرا اس اشتہار کے موافق مصدقہ نہ ہو تو میں قیمت واپس لونگا سچائی کے اظہار کے لئے یہی ایک امر کافی ہے +

لوٹ۔ میری دکان سے ہر قسم کی لنگی اور کلاہ بھی ملسکتی ہے

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر قادیان دارالامان

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ سیدھے ریشمی دار کشمیر کی لکڑی کے ہینڈل کا کین اور ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائدار ہے قیمت سے ر کرکٹ بیٹ سیدھے ریشمی دار کشمیر کی لکڑی کیس ہینڈل و ربڑ کے میچ کے لئے نہایت عمدہ عہ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوئم کی ہوگی ہینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا عہ کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے عہ

سیمپلنگ کرکٹ بیٹ | ۱۲-۱۳ کیواسطے دوسٹ ایک ترکس ایکمال کی لکڑی کا فی سٹ سے

فٹ بال عمدہ دکاہ وام پائدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پائدار ہے سے
کیلئے فٹ بال عمدہ ... بلیڈر

کرکٹ لیگ گٹ سوں نہایت عمدہ اور مضبوط
پریکٹس
نی کا بل

کرکٹ وکٹیں

المشتہر
نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

سارٹیفکیٹ | السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال ہذا قسم کرکٹ پریکٹس اور کٹ فٹ بال وغیرہ پہنچا ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میں اس کم خرچ بالا نشین کا مستحق پاتا ہوں +
نیاز مند۔ حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجان پور ضلع کانگڑہ ۲۰؍

آٹا پیسنے کا خراس

مستریان مولا بخش و غلام محی الدین بٹالہ ضلع گورداسپور

کیا آپ بیمار رہتے ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست ہو اسکو کچھ بحث نہیں کہ کونسی نصیحت ہے آپ اپنے آپ سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایک مرتبہ دست صاف ہوتا ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلز) کھا لیجئے دوسرے روز صبح آپ کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپکو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا قبض کیوجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ تک سڑتے ہیں اور بہت فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں۔ کہ جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جائیگا کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جگر کی شکایات ہیجان صفرا۔ صفراوی بخار یا تپ۔ بدہضمی بدبودار بھونکیں کمزوری جسم کی کاہت امراض قلب یعنی دل و درد سینے جگر کا درد سر قے ڈکاریں آنا اور مستورات کی بیماریاں وغیرہ اگر کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی تو خون کثیف ہو جاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہیں ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلز) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکور الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادے اور زہریلے اکٹروں کو آنتوں میں سے نکالتی ہیں جگر کو قوت عطا کرتی ہیں معدہ یعنی تپ کو اچھی طرح بناتی ہیں جسم کو پاک اور صاف کرتی ہیں اور مرد عورت اور بچہ کو جلد اور ہمیشہ کے لئے صحت بخشتی ہیں۔

بارہ آنہ والی

قیمت ۱۲؍ ۸؍ اور بارہ آنہ والی شیشی میں سا ٹھ گولیاں ہیں جو ۸؍ والی شیشی کی گولیوں سے تیگنی ہیں کل دوا فروشوں سے ملتی ہے یا ڈون اینڈ باکس (بمبئی) کے پاس سے

ڈون کا مرہم (ڈونس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو فوراً کم ہو جاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیا چاہئیں بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سر خارہ کھرا کیرا چنبل داد اور جلد کی سب طرح کی سوزش بہلیں تپہ اور خارش وغیرہ کو بہت بگڑی ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے کے لئے کافی پائی گئی ہے تمام دوکانداروں کے پاس قیمت عہ فی ڈبیا

دو مفید رسالے

رسالہ ثبوت واجب الوجود | خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دہریہ کے اعتراضات کا لطیف اور فلسفیانہ جواب جس میں آریہ سماج کے بعض اصولوں کی حقیقت بھی کھول کر بتائی ہے۔ قیمت ۲؍ رسالہ تدبیر | جس میں مسئلہ تقدیر کی حقیقتیں بیان کی گئی ہے اور تدبیر اور تقدیر کے فلسفہ پر بحث کی گئی ہے قیمت ۳؍ دونوں رسالے بٹالہ ضلع گورداسپور منشی حسین بخش اپیل نویس سے ملتے ہیں

لاکھوں روپیہ کمانے کا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے علاوہ لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہو تو حکیم نور محمد ماسٹر نوری شفاخانہ مول ضلع لاہور کے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگا کر فروخت کریں اسکی کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں اس تریاق منظور سریع الاثر مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بعض دفعہ بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنے سے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے اور اگر مبتلائے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اسکے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گھی میں ملا کر گلٹی پر مالش کیجائے تو مسدود بخار چند منٹ میں قدرے اور سرسام و گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت و سرور حاصل ہوگا تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور انکے لئے جنکو بیہوشی یا بندش گلو کے باعث دوا حلق سے اتارنا محال ہو جاتا ہے یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے تعمیم افادہ کیلئے بشرط حلفی اقرار عدم افشا اور ادائے فیس اسکا بنانا بھی سکھایا جاتا ہے قیمت فی شیشی دو روپیہ مگر ان اشخاص جو ایجنٹ ہوئے یا سیکھنے کے ارادہ سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت (نوٹ) جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نمونہ مع قیمت سے مطلع فرمادیں

المشتہر فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون مقام مول ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیز و طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ۔ بھلا اس میں کچھ بھی دھوکہ ہوتا ہے قنا سلہ کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت کی ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کیلئے یہ لاجواب مضمون طیار کیا ہے جسکے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوت ضعف قلت الانتشار و عدم تعلقہ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی باہ شکایات کے لئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھا ہیں کہ عمدہ طیار ہوتی ہے اول نمونہ مفت منگائیے پھر سیدھو طلب فرماویں قیمت فی بکس ۸؍

طلا طلسمی — بیرانہ سال کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے بعض مرض لاحق ہونے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتی ہیں ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیں اور جوان طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کے مفید پائینگے۔ منگانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزماؤ۔ قیمت چھ ماشہ دو روپیہ

سرمہ سلیمانی — آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور بصارت بڑھانے والا قیمت ایک تولہ ۸؍

سنون دندان — دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کر کے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے قیمت فی بکس ۴؍

المشتہر
حکیم محمد حسین خلف حکیم سرور حسین مالک کارخانہ احمدیہ طب دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲، ۶، ۱۰، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۶، ۳۰ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

قیمت پیشگی

نوٹ

الحکم کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ رجب ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(از تشحیذ الاذہان)

صبر فرمایا کہ وہ ایمان کیا ہے اگر کوئی شخص کسی چیز کو یا کسی انسان کو خدا پر مقدم کر لے جب تک ہر ایک چیز پر خدا کو مقدم نہ کیا جائے تو وہ شرک کہلاتا ہے دیکھو ہمیں دو دفعہ موقع پیش آیا ہے ایک دفعہ تو مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر جب کہ نہایت زور سے دعا مانگی کے بعد الہام ہوا۔ ان المنایا لا تطیش سہامہا۔ اور پھر بھی دعا کا سلسلہ جاری رہا تو الہام ہوا کہ یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔ یعنی اے لوگو اس خدا کی پرستش کرو جس نے تم کو پیدا کیا پھر مبارک احمد کی وفات کے وقت بھی یہی الہام ہوا۔ کہ ان المنایا لا تطیش سہامہا۔ اور پھر الہام ہوا کہ یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔ یعنے اس شخص نے مرنا ضرور ہے اور عبادت کے لائق وہی ہے جس نے تمکو پیدا کیا یعنی زندہ رہنے والا وہی ہے اسی سے دل لگاؤ پس ایمانداری تو یہی ہے کہ خدا سے خاص تعلق رکھا جائے اور دوسری سب چیزوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جائے اور جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے بت پرستی کے یہی تو معنے نہیں کہ ہندوؤں کی طرح بت لیکر بیٹھ جائے۔ اور اسکے آگے سجدہ کیا جائے حد سے زیادہ پیار و محبت بھی عبادت ہی ہوتی ہے ہمیں تو بچپن سے اس بات کی سمجھ آگئی تھی۔ اور اب بھی ہمارا لڑکا مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ اور اگر ایک مبارک کی جگہ لاکھ مبارک بھی آ جائے اور خدا تعالے فرمائے کہ یا ان کی طرف جاؤ یا ہماری طرف تو قسم بخدا ایک منٹ کے لئے یا ایک سکنڈ کے لئے بلکہ اسکے ہزارویں حصہ کے لئے کبھی دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ اسکی طرف نہ جائیں اور مبارک احمد کی طرف چلے جاویں اولاد چیز کیا ہے بچپن سے ماں باپ جان فدا کرتی ہے۔ مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دکھ اور تکلیف کیوقت وہ اسکو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آ جاتے ہیں نہ بیٹا کام آ سکتا ہے نہ باپ نہ ماں نہ کوئی اور عزیز اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس ان کی اس قدر محبت اور پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے خدا تعالے فرماتا ہے کہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ مال اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں دیکھو اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کل اولاد جو مر چکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جائیگا خیال بھی کریگا پس **انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے**۔ جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر صبر کرتا ہے وہ بخیل ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا نے اس کے سپرد کی تھی بخل کرتا ہے۔ بخیل کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ پس جو شخص خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے۔ اس کی عبادت نماز روزہ وہ کسی کام کے نہیں۔ حضرت ایوب کی طرف دیکھو کہ وہ کیسے صابر تھے۔ خدا تعالے نے انکا ذکر قرآن شریف میں بھی کیا ہے کہ وہ میرا ایک صابر بندہ ہے۔ پہلی کتابوں میں ان کا ذکر بالتفصیل لکھا ہے۔ کہ شیطان نے خدا تعالے سے کہا کہ ایوب کیوں صبر نہ کرے کہ اس کو تو نے مال بیشمار دولت دی ہے۔ غلام دئیے ہیں۔ نوکر چاکر دئیے ہیں۔ اولاد دی

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپ کر شایع ہوا

پوری دی ہے صحت دی ہے تو خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تو اسکو آزما۔ اسپر پہلے تو انکی بھیڑ بکریاں ماری گئیں پھر اور بڑے بڑے جانور مارے گئے مگر پھر بھی حضرت ایوب نے صبر سے کام لیا اسپر شیطان نے کہا کہ ابھی اس کے پاس دولت اور غلام اور اولاد ہے وہ صبر کیوں نہ کرے اسپر اُسکے غلام بھی مر گئے پھر انہوں نے صبر کیا یہانتک کہ ہوتے ہوتے سب کچھ ہلاک ہوگیا۔ ایک وہ اور انکی بیوی رہ گیئں۔ پھر بھی شیطان نے کہا کہ ابھی انکی صحت درست ہے۔ اسپر ان کو جزام ہوگیا یعنی کوڑھ ہوگیا پھر بھی انہوں نے صبر سے کام لیا۔ پس جب وہ اس طرح صابر اور صادق ثابت ہوئے۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کو آگے سے بھی زیادہ مال و دولت غلام لونڈیاں اور اولاد عطا فرمائی۔ اور صحت بھی عطا فرمائی۔ پس جب انسان صبر سے کام لے تو اسکو سب کچھ ہی مل رہتا ہے انسان کو چاہیئے جو کام کرے۔ خدا کی رضا کے مطابق کرے۔ شیخ سعدی صاحب کیا عمدہ فرماتے ہیں کہ ؎

کہ بے حکم شرع آب خوردن خطا است
اگر خون بفتوےٰ بریزی روا ست

یعنی اگر تم خدا کے منشاء کے برخلاف پانی پیو۔ تو وہ گناہ ہے۔ لیکن اگر اس کے حکم کے مطابق خون بھی کردو۔ تو وہ جایز ہے۔ پس میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا کے سوا جس چیز کی انسان کو خواہش کرتا ہے نہ وہ اسکو ملتی ہے۔ نہ خدا کیونکہ اس کے سوا ہر ایک چیز فانی ہے۔ لیکن جو شخص خدا کو پسند کرتا ہے۔ اس کو خدا بھی ملتا ہے۔ اور دوسری چیزیں بھی ملتی ہیں اور اسکو جو خواہش ہوتی ہے۔ وہ پوری ہوکر رہتی ہے۔ **اب میں نے جو کچھ خدا کے لئے کہنا تھا وہ کہہ چکا تمکو چاہیئے کہ اپنے دین کی حفاظت کرو۔**

خریداران الحکم توجہ کریں

اخبار کی واجب الادا قیمتوں کے لیے بار بار تقاضا کرنا اور یاد دلانا شاید نامناسب امر ہو۔ اور میں پسند نہیں کرتا کہ اس قسم کے معاملات اخبار میں زیر بحث ہوں۔ قومی اخبارات کی فکر بجائے خود قوم کو کرنی چاہیئے اگر وہ انکی ہستی اور زندگی کی ضرورت سمجھتی ہیں تو انکی اعانت اور سرپرستی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔ معزز اخبار بدر نے تین ہزار سے زیادہ بقایا دکھایا ہے اور الحکم کا بھی اس سے کم نہیں ایسی صورت میں خیال کرلو۔ کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ کہ اگر قومی حمیت کوئی چیز ہے۔ تو اسکی قدر کی جائیگی اور اعانت کے ۔۔

مختصر نوٹ

وکیل لکھتا ہے۔ اسلام نے قسم کہانے کی سخت ممانعت کی ہے قسم کہانے والوں کو ذلیل قرار دیا ہے اور ان کی بات نہ ماننے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ولا تطع کل حلاف مھین ہر ایک ذلیل قسم کہانیوالوں کی بات نہ مانو افسوس ہے کہ مسلمان اسپر عمل نہیں کرتے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے یورپ میں قسم کہانا بڑی بدتہذیبی سمجھی جاتی ہے۔ ایڈینبرا کے ایک ہوٹل میں دستور ہے کہ جہاں کسی گاہک یا مہمان نے کسی بات پر قسم کہائی اسکو ایک صندوقچہ میں ایک پنی ڈالنا پڑتا ہے وہاں کے ہوٹل بھی اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور ہمارے یہاں کی عام سوسئیٹیاں بھی اسکی پرواہ نہیں کرتیں مسجدیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں وہاں بھی شور و شغب برپا رہتا ہے۔

کورٹ آف وارڈس کا راحت بخش قانون دنیا کو اسلام نے عطا فرمایا ہے اور قرآن کریم نے یتامیٰ اور نادان اور کم عقل لوگوں کے اموال کی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ جہاں مسلمانوں نے اور بہت سی خیر و خوبی کی باتوں کو ترک کردیا اسپر بھی عمل نہ رہا اور اسکا نتیجہ ہے کہ آج کروڑوں روپیہ کی مسلمانوں کی جایدادیں محض اس بے انتظامی اور عدم نگرانی کی وجہ سے ضایع ہوچکی ہیں اور ہورہی ہیں۔ خلیفہ **فاروق اعظم**رض کے وقت میں ایسے اموال کی توفیر کے لئے یہ بھی انتظام کیا گیا تہا کہ اسے تجارت میں لگا دیتے تھے۔ مسلمانوں نے اس اصل کو چھوڑا مگر **تاج برطانیہ** نے اسکو اپنے آئین میں داخل کرکے بہت فائدہ پہنچایا ہے سال گذشتہ کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ۷۴ ریاستیں کورٹ کے نیچے تھیں۔ جن میں سے ایک واگذار ہوکر تین جدید داخل ہوئیں۔ ان ریاستوں کا مجموعی رقبہ ۲ ۱۳۱۴۱۵ ایکڑ اور آمدنی ۹۶ ۱۹۲۲۱ روپیہ تھی۔ گورنمنٹ کے اس انتظام سے ریاستہائے زیر کورٹ کی بہت بڑی اصلاح اور انکی آمدنیوں میں جائدادوں میں توقیر اور روسا کی حالت میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

صدر انجمن احمدیہ اگر نیامی اور علم اقتصاد سے ناواقف احمدیوں کی جایدادوں کا انتظام کرنے کی طرف توجہ کرے تو قوم پر بہت بڑا احسان ہے۔ میں سمجھتا ہوں صدر انجمن تو اس کار خیر کے لئے ضرور آمادہ ہوگی اور اسے کوئی عذر نہ ہوگا۔ بلکہ جہانتک میرا علم ہے انجمن کے ماتحت ایک یتیم کی جائداد زیر انتظام ہے بھی کیونکہ اسنے پسند کیا تہا کہ انجمن کے ہاتھ میں رہے لیکن اس کام کے ذمہ انجمن کرنیکا قوم کا فرض ہے۔ اگر لوگ اپنی جائدادوں میں اس امر کا التفا نہ کریں۔ غالباً تو انجمن اس میں دخل دے سکیگی۔ یا اس سوال پر غور کرسکیگی ؛

لیکن اگر لوگ نہ چاہیں تو وہ کسی کی جائداد کی نگرانی کرے۔ پھر جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے املاک اور اموال انکے بعد ضایع نہ ہوں اور نابالغ اور کم عقل بچے اسکو تباہ نہ کریں انہیں اس قاعدہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور خدا کی مجید کتاب میں یہ ایک نشہ ہے ✦

کہلی چٹھی کا جواب

الحکم مورخہ ۲۲۔ جولائی ۱۹۰۷ء میں میں نے مخالفوں کی اس کرتوت پر کچھ لکھا تہا جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں انہوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ جہاں دلائل اور حجج سے کام نہیں چلتا۔ وہاں افترا سازی سے کام لیتے ہیں۔ میں نے اس معیوب اور نہایت ہی ذلیل طریق مخالفت سے انہیں روکا۔ اور اس فعل کی شناعت ظاہر کی تہی اسمیں حضرت حق کے اس تازہ افترا کا بھی ذکر تہا۔ جو انہوں نے ایک فرضی خط کے ذریعہ اخبار وکیل کے کالموں میں شایع کیا تہا اسکے ضمن میں میں نے نقاش صاحب سے اپنے اخبار پڑھنے والوں کو انٹروڈیوس کیا ہے اس سے بیزار ہوکر معزز ہم عصر زمیندار نے جسکے وہ خلف الرشید ہیں میرے نام اپنے اخبار میں ایک کہلی چٹھی شایع کی ہے میں انکا شکر گذار ہوں۔ کہ درد گردہ کی شکایت کے باوجود انہوں نے یہ تکلیف کی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہیں شفا دے (آمین)

مجھے افسوس ہے کہ منشی سراج الدین صاحب کو میرے اس مضمون نے یہ تکلیف دی کہ انہیں کہلی چٹھی لکھنے پر مجبور کیا مگر وہ غور کرینگے تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ دراصل اس تکلیف کا موجب ظفر علیخان ہی ہے۔ نہ وہ اس قسم کا خانہ ساز خط لکھتا اور نہ مجھے پبلک ضرورت پڑتی۔ کہ اسپر کچھ لکھوں۔ اسلئے وہ مجھے معذور سمجھکر ظفر علیخاں کو ہدایت کریں گے (اگر ماننے والا ہو) کہ آیندہ ایسی تحریروں سے احتراض کرے جو متانت اور ثقاہت سے گری ہوئی ہوں۔ فسانہ کی اڈیٹری کرتے کرتے اسے یہ ہرگز زیبا نہیں۔ کہ ایک قوم کے مسلم ہادی اور مقتدا امام پر افترا کرے

بہرحال میں منشی صاحب کی اس چٹھی کی رسید دیتا ہوں اور انہیں اگلی اشاعت میں انشاء اللہ جواب دونگا کہ وہ تندرست ہوکر پڑھنے کے قابل ہوگئیں ✦

تقریر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

بمقام لاہور بموقع جلسہ پیغام صلح

(۲۱ - جون ۱۹۰۸ء)

کسی گذشتہ اشاعت میں ایک تقریر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے کی ہدیہ ناظرین کی گئی تھی۔ عنوان بالا کے نیچے جو تقریر ذیل میں درج کیجاتی ہے یہ اسی دن اور اسی موقع پر جب کہ احمدی احباب مختلف شہروں سے پیغام صلح کے جلسہ کی تقریب پر جمع ہوئے تھے۔ حضرت مولانا موصوف کے تقریر کر چکنے کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب نے . . . . . نہایت درد مندانہ الفاظ میں بیان فرمائی

خلاصہ تقریر

غرض ہے کہ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا جو صدمہ تمام احمدی قوم کو ہوا۔ اسکے بیان کی ضرورت نہیں مگر ایسے مشکل وقت میں جو قوت اللہ تعالے نے محض اپنے فضل سے ہمیں عطا کی اسکے واسطے جتنی خدا کی شکر گذاری کریں ضروری ہے۔ ہم اسکی شکر گذاری کا حق ادا نہیں کر سکتے پہلے جب کبھی ہم اس نظارہ کا خیال کیا کرتے تھے کہ اُس وقت کیا ہوگا - اور کیسا وہ وقت ہوگا۔ تو ہم میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوا کرتی تھی۔ کہ

ہمارا جنازہ مسیح موعود پڑھے

مگر اللہ تعالے کے ہر فعل میں ایک حکمت ہے اور اس کا کوئی کام خالی از حکمت نہیں۔ کبھی وہ محض از راہ لطف اپنے بندوں کی عرضداشت کو قبول کرتا اور مان لیتا ہے اور کبھی اپنی منوالیتا ہے اگرچہ حضرت اقدس کی وفات کا صدمہ ہم نے دیکھا ہے مگر خدا کا احسان اور فضل ہو کہ آخری خدمت کا موقع بھی اُس نے ہمیں دیا۔ اور ہم میں سے ایسے وقت اٹھایا گیا جب کہ وہ ہم سے راضی تھا اور اپنی پوری رضامندی کا اظہار کر کے گیا ہو۔ آپ کا آخری الہام بھی یہی تھا الرحیل ثم الرحیل۔ ڈرو مت مومنو۔ اس سے پہلے آپ کو علم تھا کہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا اسی علم کے مطابق اس حکیم کریم انسان نے کشتی بنائی اور سلسلہ بیعت جاری کیا۔ اور چار لاکھ انسان کو اس طوفان بے تمیزی سے جو ضلالت اور فسق و فجور کے رنگ میں دنیا کو گھیرا ہوا تھا۔ اسنی نجات دی۔ ایسے پاک محسن اور شفیق روحانی باپ کی جدائی کا صدمہ طبعاً ہمیں ہونا چاہئے تھا مگر ہم اس کامیابی پر جو آپؑ کو عطاء فرمائی خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے امام کو دنیا سے ایسی حالت میں واپس بلایا جب کہ وہ اپنا تمام کام کر چکا تھا۔ جس کیواسطے وہ مبعوث ہو کر آیا تھا۔

اور پھر میں آپ لوگوں کو بھی مبارکی دیتا ہوں۔ کہ آپ لوگ کیسے خوش قسمت ہیں کہ جس امام کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر آپ نے اقرار کیا تھا کہ

ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے

اور کہ امام کی محبت میں ایسا خاص اثر اور نمونہ دکھائیں گے کہ ہمارے کسی دنیوی رشتہ میں اس کی نظیر نہ پائی جاتی ہے سو آپ لوگ اپنے اس اقرار میں پکے اور وعدے کے سچے نکلے۔ اور آپ کا امام آپ سے راضی گیا اور بارہا حضرت امامؑ نے اس خوشنودی مزاج کا اظہار بھی کیا۔

اب جب کہ ہمکو حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صحبت میں رکھکر مدارج روحانی طے کرائے اور ہماری روح کی نجات دل کی صفائی اور خدا تک پہنچانے کے واسطے بڑے سوز و گداز سے خدا کے حضور التجائیں کیں محنتیں اٹھائیں اور وہ ایسا خیر خواہ تھا کہ ہمارے والدین بھائی نہ بہن اور نہ کوئی اور رشتہ دار ایسی خیر خواہی اور غمگساری ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے اس نے ہم پر ایسے احسان کئے کہ ہمارا ذرہ ذرہ اس کے احسانات کا گرویدہ ہے کسی پہلو میں بھی ہم اس ابر رحمت کی نظیر نہیں پا سکتے اگر تمام عمر بھی اُس کے احسان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کریں تو ممکن نہیں ہم ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے اس نے آکر ہمارا ہاتھ پکڑا۔ اور اس ہلاکت سے بچا لیا۔ ہمارے دل جب دنیا کے گندے ناپاک عقاید اور سفلی اور مادی خیالات کے جذام میں مبتلا ہو چکے تھے کہ اُس نے آکر شربت صحت پلایا۔ اور طرح طرح کی دواؤں سے اس نے ہمارے دلوں سے شرک اور دہریت کے گندے مواد کو خارج کیا اور ان کی جگہ نورانی اور یقین اور معرفت الٰہی کا حقیقی جام پلا کر ایسا مومن بنا دیا کہ . . . آسمان پر بھی ہمارا نام مومن رکھا گیا۔

اب وہ محسن اور مربی تو ہم سے جدا ہو گیا اس نے جو کچھ کرنا تھا کر گیا اب بھی آپؑ کی روح ہمارے واسطے دعاؤں میں ہے چنانچہ حضور علیہ السلام بہتوں کو خواب میں ملے ہیں تین چار بار مجھے بھی ملے ہیں اور تسلی دی ہے کہ مت گھبراؤ۔ گھبرانے کا وقت نہیں ہے۔ مت سمجھو کہ میں مر گیا ہوں نہیں بلکہ میں زندہ ہوں میں تو قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہی زندہ کیا گیا تھا۔ پس اے عزیزو! دوستو اور بھائیو! وہ روح جب کہ اس جسم خاکی کے حجاب میں تھی تو اسوقت زمین پر سے عرض معروض کر کے نصرت کرا سکتی تھی تو پھر اب تو وہ خود بہ نفس نفیس خدا کے حضور میں حاضر ہے اب وہ ہمارے لئے کیا کیا نہ کرائے گی ضرور ہے کہ اب خدا کی تائید اور نصرت اور اس کے فضل اور رحمت کی تجلیات پہلے سے دہ چند ہو جاویں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پہلے سے ہی ہم لوگوں کو یہ وعدہ دیا گیا ہے۔ کہ قدرت ثانی قدرت اول سے بڑھکر ہوگی۔ چنانچہ آج کا جلسہ اور اس کی کامیابی آپؑ کے ان کلمات کی عظمت اور شوکت اور اس وعدہ کا ابتدائی زینہ ہے پس اسی سے آپ لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خدا کی تائیدات کس شوکت سے اور خدا کی نصرتوں کا خود کیسی رونق سے اور خدا کے رحمت اور فضل کی بارشیں کس کثرت سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغ کی آبپاشی کریں گے۔

مبارک ہو تجھ کو اے قوم کہ تو بوجہ اپنی نیکی اور صداقت کے ممتاز ہو چکی ہے۔ احمدیت کی مہر لیکر تیرا ایک کم سن بچہ بھی غیر احمدیوں سے معتبر مان لیا گیا ہے جو قدر اور عظمت اور اعتبار تیرے ایک فرد کے منہ سے نکلی ہوئی بات کا کیا جاتا ہے وہ تیرے مقابلہ میں دوسروں کو ہرگز نصیب نہیں دنیا جان چکی ہے کہ احمدی جھوٹ نہ بولے گا لہذا اسکی بات ضرور سچی مانی جاتی ہے دنیا جانتی ہے کہ احمدی قوم صلح اور امن کا پتلا ہے۔

اب جب کہ اس پاکباز مامور من اللہ اور مزکی انسان کے تم پر ایسے احسان ہیں۔ کہ اس نے دل صاف کیا لا تعداد رسم و رواج کی خطرناک پابندی کی زنجیروں کو گلے سے اتارا۔ خدا تک پہنچایا۔

آں خدائے کہ از و اہل جہاں بے خبر اند - بر من او جلوہ نمود . . .

وہ ہم میں سے ہر ایک پر ظاہر ہوا اور اسکی تجلیات کو ہم میں سے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور غرض ہمیں وہ راہ بتائی۔ اور ایسا رستہ چلایا کہ نہ ہم خدا کے روبرو شرمندہ ہیں اور نہ اس کی خلقت کے سامنے ہمیں شرمندگی ہے تو اب ہماری باری ہے کہ ہم ان انعامات اور احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ (لفظوں سے نہیں) بلکہ اپنے افعال سے اسکا اثر ہم تک ہی محدود نہ ہے بلکہ دوبارہ خدا وہیں عرش سے تصدیق فرما دے کہ واقعی ہم نے اسکو خوش کر لیا ہے اور جس طرح حضرت امامؑ کی زندگی میں آسمان سے ہمیں مومن ہونے کا تمغہ ملا۔ اب بھی خدا کی خوشنودی مزاج کا پروانہ آ جاوے اور دنیا بول اُٹھے کہ واقعی سچا اسلام اسی قوم میں ہے مگر ہمارے اعمال خالصاً للہ ہوں۔ نہ کہ مخلوق کی خوشنودی کی غرض سے۔

خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی پاک کلام مین اپنے پیارے رسولؐ کی زبان پر آخرین منہم لما یلحقوبہم کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ اب ہمیں آٹھوں پہر اس کوشش میں لگے رہنا چاہئے کہ اس جماعت کے کارناموں کو پڑہیں ان کی کارگذاریوں کو دیکھیں اور پہر انہی کے نمونے کو اختیار کرین تاحقیقتاً ہم آخرین منہم ہونے کے مصداق ہوسکیں +

قرآن شریف کا نزول تمام وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوچکا تہا۔ جمع قرآن کا شرف اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو عطا فرمایا اسی طرح یہاں بہی حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کیوقت ایک خصوصیت کردی ہے کہ قرآن و سنت کا پڑہنا پڑہانا۔ سننا اور سنانا اور اسپر عمل کرنا لازمی ہوگا اور کہ زکوٰۃ کا التزام خصوصیت سے کیا جاویگا اور کہ یہ ایمان وعمل اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکہا جاوے بلکہ دوسروں تک بہی اسکو بطرز احسن پہنچانا لازمی ہوگا اور ایسا ہو کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے جاویں اور یہ سلسلہ ہمیشہ تک جاری رہے اسلام۔ میں کے معنے ہیں کہ اپنی خواہشات کو ترک کرکے خدا کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر لے لینا اور خود سے فنا ہوکر فنافی اللہ ہوجانا اور ایک بکرے کی طرح گردن ڈال دینا۔ اس اللہ کی پرستش کرنا اور اس کام کے واسطے مشکلات سے نہ ڈرنا اور ہر حالت میں قدم آگے ہی بڑہانا۔

غرض یہ وہ شرائط ہیں جن کو حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے تجدید بیعت کے وقت آپ لوگوں سے عہد لیا ہے ان میں بعض وہ ہیں جو تزکیہ نفس اور اپنی ذات کیواسطے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا دنیا سے تعلق ہے پس جسطرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے تمام کاموں کا خود کو ذمہ وار بنا لیا تہا۔ اور ہر ایک یہی خیال لیکر کھڑا ہوگیا تہا۔ کہ گویا ان تمام کاموں کو اکیلا میں نے ہی کرنا ہے۔ اسی طرح اب بہی جبتک یہی اہی قوت نہ ہوئے کہ ہم لوگ نہ دکھڑیں ہونگے اور ہم مین کا ہر ایک اپنے آپ کا حضرت مسیح موعود کا قائمقام نہ سمجہیگا تب تک ہم بہی اس کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

پس

آج سے ہم میں سے ہر ایک احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس قاعدہ کو یاد رکھے۔ کہ گو احضرت مسیح موعودؑ سے جو کام ہمیں ملے وہ تنہا مین نے کرنا

صاحبان قومی کمزوریوں کا اثر رسول کی تابعین پر ہوا کرتا ہے۔ دیکہو حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی کمزوریوں ہی کی وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے اور رستے ہی میں رہ گئے +

مین دعا کرتا ہوں کہ خدا کے رسول حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی طفیل ہم ایسی کمزوری دکہانے سے محفوظ رہیں۔ بلکہ صحابہؓ کی طرح ان ہی تمام وعدوں کے پورا ہونے کے مورد اور مصداق بنیں۔ آمین +

بالآخر ایک اور بات جو میں عرض کرنی بہول گیا وہ یہ ہے کہ حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ ہم نے یہاں لاہور مین التزام کرلیا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کا باقاعدہ درس ہر روز شام کو ہوتا ہے اور تمام احمدی اس مین شامل ہوتے ہیں اور قدرت ثانیہ کے واسطے دعائیں بہی کی جاتی ہیں۔ لہذا تمام احمدی احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بہی اپنے اپنے شہروں مین شرائط بیعت کے مطابق درس قرآن اور حدیث جاری کرین اور اس کا پورا التزام رکہیں کسی کو یہ خیال درس قرآن سے روک نہ ہوے کہ ان مین کوئی باقاعدہ سند یافتہ اور عالم فاضل مولوی موجود نہیں ہے قرآن شریف کے واسطے اللہ تعالےٰ نے شرط تقویٰ رکھی ہے تقوےٰ ہونا چاہئے قرآن اللہ تعالیٰ خود سکہا دیگا۔ واتقوا اللہ و یعلمکم الرحمٰن علم القرآن ۔ شرط نیکی اور تقویٰ طہارت ہے۔ پس کسی نیک اور متقی بہائی کے سپرد یہ خدمت کردو۔ اللہ تعالےٰ خود اس کا متکفل ہوگا۔ اور خود ہی معلم۔

غور تو کرو بہلا آنحضرت صلے اللہ کچہہ لکہے پڑہے تہے؟ پس یقین جانو کہ جس نے اس کی زبان ہو ایسے علوم کا چشمہ جاری کیا اور دل میں ایسے معارف بہر دیئے کہ تمام جہان کے اولین و آخرین میں ان کمالات علوم کی نظیر ممکن نہین تو پہر تم بہی اسی خدا کو اپنا معلم و متکفل بناؤ۔

بہرحال درس قرآن اور حدیث کو عملی رنگ میں قایم کرین اور اس کا التزام رکہیں اور ساتھ ہی خاتمہ پر قدرت ثانیہ کے واسطے مل جل کر اور دل سے دعائیں کی جاویں

بھیرہ کا متعصب سب انسپکٹر

میں نے اس سے پہلے ایک مختصر نوٹ بہیرہ کے ایک متعصب مسلمان سب انسپکٹر کے متعلق لکہا تہا۔ کہ اس نے ناجائز طور سے وہاں کی احمدی جماعت کو محض اختلاف عقیدہ کے باعث سخت تنگ کیا ہے۔ اور انہیں ایک ایسا اقرارنامہ دینے پر مجبور کیا جو وہ نہیں دینا چاہتے تھے اور نہیں دے سکتے تہے میرا خیال تہا۔ کہ یہ متعصب سب انسپکٹر اپنے رویہ کو بدل لیگا اور اپنے فرض منصبی کو شناخت کریگا۔ احمدی جماعت محض دینی بنا پر کہتی ہے۔ اور کہے گی۔ کہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت وہ امن اور سلامتی ہے کہ کسی مسلمان سلطنت میں بہی اسوقت نہیں مل سکتی۔ ایسے ہی مسلمان وہاں ہیں۔ جیسے بہیرہ کا سب انسپکٹر معلوم نہیں اس شخص کو **خونی مہدی** کے عقیدہ نے ایسا اندہا کیوں کر رکہا ہے۔ کہ وہ غریب احمدیوں کے درپے آزار ہے۔ انہوں نے اس کے ظلم سے تنگ آکر وہاں کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر کے پاس ایک درخواست اس کے مظالم کے متعلق دی ہے اور صاحب موصوف نے دیوان بہادر جواہر لال صاحب کے پاس وہ مقدمہ بغرض تحقیقات دیا ہے لیکن میں معزز ہم عصر بدر کی اس رائے سے متفق ہوں اور صاحب بہادر کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک سب انسپکٹر مذکور بہیرہ میں ہے احمدی جماعت اپنے ثبوت کو اطمینان کیساتھ پیش نہیں کرسکتی۔ اسلئے کہ پولیس کی حکومت گواہوں پر موثر ہوگی۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ سب انسپکٹر کو وہاں سے تبدیل کردیا جاوے پہر حقیقت کہل جائے گی۔ +

مجہے اس امر کے کہنے کی کچہہ بہی ضرورت نہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر ہر قسم کے فسادوں اور امن عامہ میں مخل امور سے مذہبی طور پر متنفر کردئے گئے ہیں اور ہمیشہ ایسے مقامات سے الگ رہتے ہیں۔ وہ گورنمنٹ کے زیر سایہ نہایت امن اور خاموشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر قسم کے ایجیٹیشن سے وہ بیزار اور جدا ہیں۔ یہ ایسے امور ہیں۔ جن کا ثبوت واقعات دے رہے ہیں۔ اور پنجاب کے کسی ضلع کا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ان سے ناواقف نہیں پہر اس غریب اور بیکس جماعت کو دکھ دینے والے ان مخالف مسلمانوں سے بڑہکر کوئی نہیں یہ کیسی شرم کی بات ہے بہرحال اب جبکہ مقدمہ عدالت میں چلا گیا ہے مجہے اس کے متعلق زیادہ لکہنے کی ضرورت نہیں بجز اس درخواست کے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بہیرہ کو توجہ دلائی جاوے کہ وہ احمدیوں کو اپنے ثبوت کو پیش کرنے کے قابل بنانے کیلئے سب انسپکٹر موصوف کو وہاں سے بدل دینے کا انتظام کردیں امید کیجاتی ہے۔ کہ اس واجب درخواست +

قدرت ثانیہ کا ظہور

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال اور رفع قدرت ثانیہ کا ظہور اور نزول کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہے اسلئے خود آنحضرت نے الوصیۃ میں فرمایا تھا۔ کہ

وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں؟

لیکن جب میں جاؤنگا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا۔ اس قدرت کے ظہور کے لئے آپنے یہ بھی وصیت فرمائی تھی۔ کہ ہر ایک نیکوں کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وصیت کی تکمیل اور تعمیل کے لئے قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح نے اخبارات میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ لوگ مل کر دعائیں کریں وہ اعلان سب احباب نے پڑھ لیا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اسپر بھی عمل کیا جاتا ہوگا۔ قادیان دارالامان میں اس مقصد کے لئے چند احباب نے مل کر ایک مجمع بنا لیا ہے۔ جو فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دعا میں مصروف ہوتا ہے۔ اس مجمع کی اغراض میں مذاکرہ علمیہ اور محبت و مواساۃ کا بڑھانا بھی رکھا ہے۔ اگرچہ یہ اغراض بظاہر ایسے اغراض ہیں۔ کہ ہر احمدی اقرار بیعت کیساتھ ان کو دینا فرض سمجھتا ہے مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے امور اور رسل اور ان کے خلفاء اور نواب جن امور کو اپنی بیعت یا تعلیم میں رکھتے ہیں وہ بے محل نہیں ہوا کرتی۔ حضرت خلیفۃ اللہ نے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا تو اس کی جڑ حد سے بڑھی ہوئی دنیا پرستی تھی اور ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے جو اقرار بیعت میں اسکے ساتھ باہم محبت بڑھانے اور قرآن کریم کے پڑھنے کا اقرار لیا۔ تو اس کی جڑ ان امور کی طرف کمی توجہ تھی اور ہے۔ یہ لوگ طبیب روحانی ہوتے ہیں جس مرض میں قوم کو مبتلا دیکھتے ہیں اسی کا علاج کرتے ہیں۔ میری اپنی سمجھ اور فکر میں یہی وہ سر ہے جو بعض احادیث کے مضامین میں رکھا گیا ہے۔ اور جو معترضین اور مخالفین کے لئے باعث ٹھوکر ہے۔ مثلاً ایک شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑی نیکی ماں باپ کی عزت بتاتے ہیں دوسرے کو ایسے ہی سوال کے جواب میں کوئی اور کام بتا دیا جاتا ہے نادان اسکو اختلاف کہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ غور کرتے تو یہ چشمہ حکمت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال کا ثبوت جس مرض میں مبتلا کسی کو حضور نے پایا۔ وہ کا نسخہ شفا اسکو دیدیا۔ اسی طرح یہ سنت چلی آتی ہے۔ باہم سوءت محبت اور مواساۃ کی ضرورت بہت ہی ہو رہی ہے۔ اس لئے خلیفۃ المسیح نے اسے اپنے اقرار بیعت میں داخل کر لیا۔ غرض حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی تعمیل کی خاطر یہ انتظام کیا ہے۔ کہ وہ احباب جو شامل ہوسکیں۔ مل کر باقاعدہ ہر روز دعا کریں۔ دوسرا اس طرح پر باہم محبت اور تعلق بھی بڑھتا رہے گا۔ محبت اور مواساۃ کو بڑھانے کے لئے یہ بھی تجویز کیا ہے۔ کہ یہ لوگ آٹھویں دن باہم ملکر کھانا کھاتے ہیں۔ اپنے اپنے گھروں سے کھانا لے آتے اور ایک جگہ بیٹھکر کھا لیا۔ اسی طرح ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک رہنے کو مستعد رہنا ضروری سمجھا گیا ہے اس تجویز کو حضرت خلیفۃ المسیح نے اگر عملی طور پر اسکی پابندی ہو بہت پسند فرمایا ہے اور فی الحقیقت کوئی شخص بھی نہیں ہو سکتا جو اسکو پسند کرے امید کی جاتی ہے کہ دوسرے شہروں میں احباب ایسا انتظام بطور خود کر لیں گے۔ بدھ وار اور جمعہ کی شام کو حضرت ام المؤمنین علیہا السلام نے اپنے ان بچوں کی دعوت کی۔

جزاھا اللہ احسن الجزاء +

بہرحال میرا مقصد اس نوٹ سے صرف یہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس **قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے مل مل کر دعائیں کریں۔** اور باہم محبت اور مواساۃ کو بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین اس مجمع کے محرک حضرت میر ناصر نواب صاحب ہیں اللہ تعالیٰ اس نیک ارادے میں برکت دے آمین۔

سالانہ جلسے کے متعلق

باہر سے منشی محمد حسین صاحب چھاونی لاہور نے میری تحریک کی تائید کی ہے۔ اور اسپر ایک آرٹیکل لکھکر بھیجا ہے۔ جس کے شایع کرنے کی گنجایش نہیں اسکا خلاصہ اور اصل مقصد یہی ہے۔ کہ جو تحریک الحکم کے ذریعہ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کی خاطر کی گئی ہے۔ احباب عملی رنگ میں اسپر توجہ کریں۔ قادیان سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ارادہ کیا ہے کہ وہ بھی سالانہ جلسہ کی تقریب پر روپیہ جمع کر کے پیش کریں گے۔ یہ تحریک سرد نہیں ہونی چاہئے۔ میں نے جن احباب کا نام لیکر گذشتہ اشاعت میں خطاب کیا ہے۔ وہ حضرات سے توجہ کریں +

مدرسہ دینیہ

مدرسہ دینیہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار میں قائم کرنا تجویز ہوا ہے۔ اسکے متعلق مولوی محمد علی صاحب کی مندرجہ ذیل تقریر دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

میں نے ۔ جولائی میں احباب کی خدمت میں چند امور پیش کئے تھے۔ اور آخیر جولائی تک ان کا جواب چاہا تھا۔ کہ مدرسہ دینیہ کے متعلق کوئی سکیم تجویز کی جائے۔ مگر اب تک حسب ذیل کے احباب کی طرف سے اطلاع آئی ہے

(۱) جماعت شملہ۔ ما ۳۱۵ یکمشت چندہ مدرسہ دینیہ کے لئے دیں گے اور ... ماہوار مستقل مدد

(۲) جماعت کرنال ۔ یکمشت چندہ اس کے علاوہ کل ممبران اپنے موجودہ چندہ کو ڈیوڑھا کر دیں گے زائد رقم دینی مدرسہ کے لئے مستقل مدد ہوگی۔

(۳) میرزا محمد شفیع از ڈیرہ اسمٰعیل خان عا روپیہ ماہوار مدد دیں گے پٹیالہ سے بھی جواب آیا ہے۔ مگر ہنوز تعیین چندہ نہیں ہوئی اور جیسا کہ میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور و شیخ رحمت اللہ صاحب نے معقول اعانت کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے تو اس کام کو شروع بھی کر دیا اور اس طرح اس کار خیر میں ہر طرح سبقت کا فخر ان سب کو حاصل ہے۔ میں نے ۳۱-جولائی کے بعد ۱۶ دن تک انتظار کیا ہے مگر اور کہیں سے جواب نہیں آیا میں یہ جانتا ہوں کہ اسکی وجہ زیادہ تر جماعت پر پہلے سے چندہ تعمیر کا اور دیگر مدات کے چندوں کا بوجھ ہے مگر تاہم میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ان تین جماعتوں اور ان تین احباب کے علاوہ باقی بڑی بڑی جماعتوں اور ذی وسعت احباب میں سے کوئی اس مبارک تحریک میں شامل نہ ہوگا۔ سرگودہ سے کسی قدر رقم آچکی ہے اور قادیان میں بھی ایک معقول رقم جمع ہوئی تھی مگر جماعت کے ایک کثیر حصہ کی طرف سے ہنوز ہم جواب کے منتظر ہیں۔ اسلئے ابھی تک سب کمیٹی کوئی کام شروع نہیں کر سکی بعض احباب نے یہ دریافت کیا ہے کہ یہ چندہ کب سے دینا ہوگا۔ سو جملہ احمدی احباب کی اطلاع کے لئے یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ جسقدر جلدی اسے شروع کر سکیں اچھا ہوگا۔ مدرسہ غالباً نومبر سے جاری ہوگا۔ مگر ابتدائی اخراجات لائبریری اور مکان کے کثیر رقم کو چاہتے ہیں۔ اور جسقدر رقم سرمایہ کے رنگ میں جمع ہوئی۔ وہ آئندہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی میں امید کرتا ہوں کہ جہاں جہاں جو جو کچھ احباب کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی اطلاع اخیر اگست سے پہلے پہلے کر دیں ورنہ مجبوراً جو اطلاع آچکی ہے اس پر مخفیہ تجاویز کی بنیاد رکھنی پڑے گی۔ والسلام۔

خاکسار محمد علی از قادیان

۱۷-اگست ۱۹۰۸ء

مراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازالہ وساوس شیطان

دلی اخبار مورخہ ۲۴ - جولائی ۱۹۰۸ء میں جو ایک مضمون بعنوان اسرار القادیان چھپا ہے جو میری نظر سے گذرا۔ اس مضمون نگار نے چند معمولی اور پرانے بوسیدہ اعتراض کر کے احمدیوں سے جواب چاہا ہے۔ جہانتک میں نے اعتراضات پر غور کیا ہے وہ وہ اعتراض ہیں جن کے جواب نہایت مشرح اور مفصل کئی بار الحکم کے گذشتہ نمبروں میں شائع ہو چکے ہیں ہماری مخالفین و معترضین انہی اعتراض کا بار بار دہرانا جنکے بارہا جواب دئے جا چکے اس امر کی دلیل ہے کہ درحقیقت انکو ہرگز احقاق حق کی پیاس نہیں ہے۔ اور نہ وہ چاہتے ہیں کہ حق اور ابطال باطل ہو بلکہ وہ پرانے اعتراضات کرنے سے لباس پہنا کر حق کو نیست کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ ایسا کرکے حق کی آگ پر پھونس کا سرپوش ڈھانپتے ہیں دنیا ان کی ملمع سازی سے خوب واقف ہوگئی اب وہ وقت آگیا ہے کہ الباطل کو ہر ایک پہلو سے چکنا چور کیا جائے اور الحق اپنی پوری قوت اور طاقت سے دنیا پر تسلط کرے سلسلہ حقہ کے مخالفین کی یہ بھی عجیب طرز ہے کہ جب ترکش میں کوئی تیر نہ رہا تو وہ ہماری ہی پٹے پرانے اعتراض دہرانے لگے اگرچہ اس کے اس خستہ حالی پر رحم آتا ہے۔ مگر بقول شخصے ار کشتن و بیچارگی گر کشتن کار خردمندان نیست ۔ اسلئے ہم معترض صاحب کے نمبروار اعتراض لکھکر انکے جواب دیتے ہیں ۔ اللھم رب زدنی علماً

۱) مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کی غیر معمولی لیاقت کو تسلیم کرنے میں یقیناً کسی کو تامل نہ ہوگا۔ مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دینا انہی کا حصہ تھا۔ گورنمنٹ کی اطاعت کی پالیسی کو انہوں نے شروع سے مد نظر کر لیا تھا۔ جب تک آپ اس دائرہ کے اندر ہے ۔ سب اہل اسلام کو ان کی ذات سے ہمدردی رہی انکو بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے مگر جب سے انکو ایک علیحدہ فرقہ قائم کرنے کا اور از خود مسیح بننے کا اور اپنے فرقہ کو دیگر اہل اسلام کی نماز با جماعت سے علیحدہ کر دینے کا خیال پیدا ہوا ۔ تو اسوقت اہل اسلام سے ایک فریق مخالف پیدا ہو گیا۔

یہ اعتراض محض منہاج نبوت کی ناواقفیت سے معترض کے دل میں پیدا ہوا۔ اسکو واضح ہو ۔ کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہے ایسا اعتراض خود معترض کے لئے خطرناک ہے جو تمام انبیا پر گذر کر سید ما جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچتا ہے کیا اسکو معلوم نہیں ہے۔ کہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوئے نبوت سے پیشتر تمام اہل مکہ امین اور مامون اور صادق مانتے تھے اور جب تک آپ اس دائرہ کے اندر رہے سب اہل مکہ کو آپ سے کمال ہمدردی رہی اور انکو بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے مگر بقول معترض نعوذ باللہ جب ان کو ایک علیحدہ فرقہ قائم کرنے اور از خود نبی بننے اور اپنے فرقہ کو علیحدہ کر دینے کا خیال آیا۔ تو اس وقت سے تمام اہل مکہ مخالف ہو گئے۔ اور آپکو مفتری اور کذاب اور جادوگر اور بجائے محمدؐ کے مذمم سخت مذمم کہنے لگے معترض صاحب کو یاد رہے کہ خدا کے کسی صادق مرسل پر اعتراض کرنا آسان نہیں ہے جب وہ کسی ایک سے انکار کریگا۔ تو سب کا انکار لازم آئے گا۔ اگر معترض کے نزدیک اسکا یہ اعتراض کچھ وزن دار ہے تو وہ خود انصاف کرلے کہ جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وارد ہوتا ہے اسی حیثیت سے انکے آقا و مخدوم حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر تطبیق پاتا ہے اگر معترض صاحب سلسلہ حقہ کے رسائل ملاحظہ فرما لیتے تو ان پر ان سے سنائے بیہودہ اعتراضات کی حقیقت کھل جاتی مگر مشکل یہ واقع ہو رہی ہے کہ اسکے بزرگ اور پیشوا مولوی صاحبان نے فتوے دے رکھا ہے کہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کتب یا رسائل دیکھے گا کافر ہو جاسکے گا ہم معترض صاحب کے اس دلیری اور ہمت پر ہزار آفرین کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے بلا خوف اپنے پیشوایان کے ہم پر مہربانی کر کے حضرت اقدس علیہ السلام کی نسبت لکھدیا کہ آپ مسیح موعود کو ہم کاذب و دجال ہرگز نہیں کہتے بلکہ ایک اولیٰ مسلمان۔ جزاکم اللہ۔ اگرچہ ہمیں ضرورت نہ تھی کہ اس اعتراض کے جواب میں اور لکھیں مگر اپنے سادہ معترض کے تشفی کیلئے ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ اسکو جتا دیں کہ الہی سنت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ مامور من اللہ کے زیر بعثت سے پیشتر دنیا کی نظر میں وہ نہایت مکرم اور معظم ہوتا ہے اور خلقت انکی نہایت ثنا خوان اور مداح ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے ہی حضرت مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے مگر جب ہی خدا کی طرف سے مامور ہو کر از راہ ہمدردی دنیا کو اسکی غلطی سے مطلع اور متنبہ کرنے سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اندھی دنیا دیدہ عاقبت اندیشی سے اس کی جان و آبرو کی دشمن ہو جاتی ہے اور اس کو قتل یا نابود کرنے کی فکر میں لگ جاتی وہ جو دنیا کا ہادی اور رہنما خدا کی طرف سے ہو کر آتا ہے اسکو گمراہ مفتری کذاب اور ساحر دجال کہنے لگتے ہیں تب وہ بامر الہی طیب کو خبیث سے جدا کرتا ہے جسکو احمق اور نادان تفرقہ خیال کرتے ہیں حالانکہ اس تفرقہ میں ایک اعلیٰ قسم کی وحدت ہوتی ہے اور یہ خیال معترض کا بالکل لغو اور بیدلیل ہے کہ مرزا صاحب خود مسیح موعود بن گئے اگر آپ کو اس وعید کی جو مفتری علے اللہ کے لئے اللہ تعالے نے اپنے پاک کلام میں فرمائی ہے خبر ہوتی تو یہ وسوسہ ہرگز انکے دل میں پیدا نہ ہوتا۔ اللہ تعالے مفتری کو ہرگز مہلت نہیں دیتا بلکہ خود اسکو ہلاک کر دیتا ہے حضرت مرزا صاحب خود مسیح موعود نہیں بنے بلکہ الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم اللہ تعالے نے انکو عین ضرورت کے وقت مسیح و مہدی کر کے بھیجا اور جسقدر علامات اور نشانات اسکے شناخت اور صداقت کے لئے اللہ تعالے نے اسکے رسول اور حضرت نبی کریم صلی اللہ نے فرمائی تھی اول سب کا وقوع ہوا۔ مثلاً خاص نشان رمضان شریف میں چاند گرہن اور سورج گہن کا ہونا زلزلہ اور طاعون کا واقع ہونا اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چھٹے ہزار کے اخیر مدعی مسیحیت کا پیدا ہونا صدی کے سرے پر دعوے کرنا دریاؤں کا چیرا جانا اخباروں اشتہاروں کی کثرت دجال کا خروج مذہب اسلام کا غلبہ وغیرہ وغیرہ پھر ہزارہا خارق نشانات اور معجزات اور غیب کی پیشگوئیاں حضور انور علیہ السلام سے ظہور میں آپ کی صداقت پر گواہ ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہ خود مسیح بن گئے معترض کے صدمہ لاعلمی یا ہسٹیریا ہو گئی ہے۔

(۲) مرزا صاحب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں کہ میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل ہی ہوں اب ہر شخص کے نزدیک مثیل اپنے اصل سے فائق نہیں ہو سکتا۔

لاریب حضرت اقدس مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت تام اور مماثلت شدید رکھتے ہیں اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معترض کا یہ کہنا بالکل خدا کے پاک کلام کے خلاف ہے کہ مثیل اپنے اصل سے فائق نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے بموجب آیت کریمہ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً کما ارسلنا الی فرعون رسولا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دیا ہے تو کیا آپکے خیال و عقاید کے بموجب حضرت نبی کریمؐ اپنے اصل یعنی موسیٰ علیہ السلام سے فائق تر نہیں ہو سکتے حالانکہ حضور والا تو تمام انبیاء کے سردار ہیں سارے حضرت موسیٰ سے کہیں افضل اور برتر ہیں۔ پس مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور برتر ہے۔ اسلئے مثیل عیسیٰ عیسیٰ سے بزرگ تر ہیں۔

مرزا صاحب نے حضرت عیسےٰ مرگ انکا پیشگوئی کو از رو قال اللہ عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم الخ

اپنی ذات خاص پر چسپان کر دیا ہے۔ اور اس واقعہ پر مرزا صاحب پر یہ الہام بھی قابل غور ہے جسمیں اللہ تعالیٰ اسے مقام محمود کا وعدہ فرماتا ہے۔ **انت منی بمنزلۃ اولادی وانا منک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔** معترض کو اس فہم نے پریشان کیا۔ ان الہامات سے حضرت اقدس مسیح موعود ا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائی صفات ذاتی میں شریک پائے جاتے ہیں۔ معترض کو یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی طور پر کوئی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات قدسیہ سے مساوات نہیں رکھتا بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ ملائکہ کو اس جگہ برابری کا دم مارنے کی گنجایش نہیں چہ جائے کہ کسی اور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نسبت ہو مگر یہ بات حضرت اقدس حجۃ اللہ کے الہامات ایک قسم کی شراکت ظاہر کرتے ہیں انکا سر یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اس بنا پر کہ تا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے برکات ہمیشہ ہوں انکی فضیلت کا زندہ ثبوت ملتا رہے اور حضور کے ومقبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم کرتی رہیں اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلے اللہ کی متابعت اختیار کریں۔ اور خاکساری سے اللہ کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنی نفس سے گئے گذرے ہو جائیں انکو خانی اور صفا شیشہ پا کر اپنی رسول صلے اللہ کی برکات انکے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کہ منجانب اللہ اپ کی تعریف کی جاتی ہے یا جو کچھ برکات یا آیات ان سے صدور پاتی ہیں حقیقت میں ان تمام تعریفوں کا مرجع تام اور ان تمام برکات کا مصدر کامل رسول کریم ہی ہوتے ہیں مگر چونکہ مسیح سنن آن سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لیے وجود باوجود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہے مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے۔ اسلئے جو کہ اس شخص مقدس میں انوار اللہ پیدا ہوتے ہیں یہ امر مدارج اور مراتب پر منحصر ہیں جس جس قدر کوئی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں بڑھتا جاتا ہی اسی قدر یہ اس میں منعکس ہوتا جاتا ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ سایہ میں وہ تمام وضع اور انداز ظاہر ہوتی ہے جو اس کے اصل میں ہوتی ہے۔ ہان سایہ اپنی ذات میں قایم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں۔ بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے۔ وہ اسکے شخص اصلی کی ایک تصویر ہے جو اسمیں نمودار اور نمایاں ہے۔ اب اس امر کا بیان کرنا خالی از منفعت نہیں ہے۔ کہ چونکہ مسیح موعود شخص ہوا ہے جو شدت متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

کے باعث ایسا فانی فی الرسول ہوا کہ وہ مہدی ہونے کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر آیا گویا جمیع افراد امت محمدیہ میں سے شدت متابعت اسکو حاصل ہوئی۔

پس لازمی طور پر مسیح موعود کے مکالمات اور محامد اور صفات اللہ تعالے نے وہی بیان کئے جو اوس کے اصل صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں جسکا یہ ظل واقع ہوا۔ جو صوفیوں کی اصطلاح میں بروز کہلاتا ہے۔ اس طریق انعکاس انوار سے جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہی جسکا اکمل فرد مسیح موعود ہوا ہے۔ فائدہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال تام بطریق تواتر ظاہر ہوتا ہے کیونکہ جو چراغ سے چراغ روشن ہو سکتا ہے اور ہمیشہ ہوتا ہے وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے کوئی دوسرا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ اور پھر اس سے امت محمدیہ کا کمال اور حقیقت دوسری امتوں پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اسمیں افاضہ دائمی موجود ہے۔ جو دوسری امتوں میں نہیں ہے۔ اور پھر حقیقت اسلام کا ثبوت ہر وقت تازہ رہتا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے کیونکہ اوس کے انوار و برکات ایسے نہیں ہیں جن کا گذشتہ زمانہ پر حوالہ دیا جاوے۔ بلکہ اب بھی وہ برکات اور انوار اس طرح موجود ہیں جو دوسرے مذاہب میں نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں جو آپ کی بڑی بڑی تعریفیں کی گئی ہیں انکا سر یہ ہے کہ تا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی تاثیر دنیا کو معلوم ہو جاتے۔ اور حضرت خاتم النبیین کی شان بزرگ پر دنیا کو اطلاع ملے کہ اس آفتاب عالیجناب کے کیسی اعلے درجہ کی تاثیریں ہیں۔ جسکا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ اور کسیکو عارف کے درجہ تک پہونچاتا ہے اور کسی کو آیۃ اللہ اور حجۃ اللہ کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ اور محامد اللہ کا مورد ٹھیراتا ہے۔ غرض یہ ایک لطیف اور لذیذ سر ہے جسکو معترض نے اعتراضات کی شکل میں ظاہر کیا۔ معترض کے لیئے اعتراض اوس وقت وارد ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت مسیح موعود جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے علیحدہ ہو کر اپنے لئے کوئی خاص منفعت تجویز کرتے۔ در اصل جسقدر الہامات حضرت مسیح موعود کی تعریف میں ہیں اوسنے فی الاصل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی عظمت اور شان معلوم ہوتی ہے۔ ؎

احمد اندر جان احمد شد پدید۔ اسم من گردید آن اسم وحید

پھر اگر معترض نیک بینی سے غور کرتا تو ایسے وساوس اوسکو پراگندہ نہ کرتے۔

تیرہ سو برس ہوئے کہ اللہ تعالے قرآن شریف میں نصاریٰ کی تردید میں بہت

دفعہ فرما چکا۔ کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے بلکہ اس کو کفر میں داخل کر دیا۔ اور سورہ اخلاص بھی **لم یلد ولم یولد** ہی فرما چکا۔ مگر مرزا صاحب تیرہ سو برس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں خدا کی اولاد ہوں اور خدا مجھ سے ہے۔ افسوس افسوس معترض کے دل میں اگر کچھ بھی خدا ترسی ہوتی۔ یا تعصب اور حق پوشی کی تاریکی اسپر چھائی ہوئی ہو تو عمداً حق سے چشم پوشی کر کے حضرت اقدس پر یہ الزام نہ لگاتا حضرت صاحب علمہ الاولادی پر یہ نوٹ لکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ خدا اولاد سے پاک ہے نہ اسکا کوئی شریک ہے۔ نہ بیٹا ہے۔ اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس جگہ از قبیل مجاز اور استعارہ ہے۔ خدا تعالے نے قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے اور فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی بھی کہا اور یہ بھی فرمایا۔ فاذکر اللہ کذکرکم آباءکم پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور غور سے پڑھو اور از قسم متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ۔ اور اسکی کیفیت میں دست مت دو اور حقیقت حوالہ خدا کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے باہم متشابہات کے رنگ میں بہت کلم اسکے کلام میں پایا جاتا ہے پھر اس سے ایسا نہو کہ متشابہات کی پیروی کرو۔ اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل **انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد والخیر کلہ فی القرآن** مقدر۔ تشریح کے بعد بھی اگر دانشمند اور عقل کا پتلا یہ سمجھے کہ مرزا صاحب نے ابن اللہ کا دعوے کیا ہے۔ تو ہم بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہیں۔ فقط۔ عاجز عبد الخالق احمدی از مظفر نگر

الحکم کے پچھلے فایل

الحکم کے پچھلے فایل بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئے ہیں گذشتہ گیارہ سالونکے الحکم میں ہر قسم کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ انکی پسندیدگی میں کبھی شبہ نہیں کیا گیا حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بڑی تقریریں آپکے کلمات طیبات۔ مکتوبات اور مراسلات بزرگان ملت کے خطبے اور خطوط الہامات اور کشوف غرض ہر قسم کے مضامین کا وہ ایک بے نظیر اور بیش قیمت مجموعہ ہیں۔ اب ان پرچوں کا دوبارہ چھپنا آسان امر نہیں اس لیے جو صاحب ان نایاب اور گراں قدر اخبارات کے شائق ہوں۔ وہ مجھ سے خط و کتابت کریں قیمت کا فیصلہ خط و کتابت سے ہو سکے گا۔

ایڈیٹر الحکم قادیان
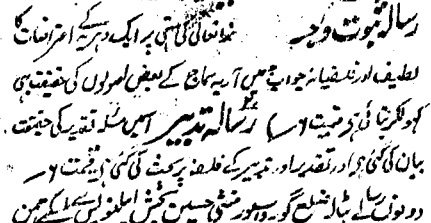
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے (صہ)
۲۔ خواص و معاونین سے (عہ)
۳۔ ہندوستان سے باہر (سہ)
۴۔ غیر مذاہب والوں سے (سے)
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے

نوٹ

پیر کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈیل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے ×

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر ۴۹ و ۵۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ و ۳۰ اگست ۱۹۰۸ء مطابق ۲ شعبان ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲
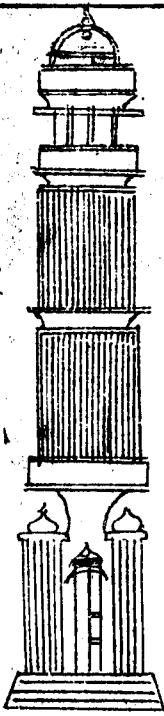
مختصر نوٹ

کورٹ آف وارڈس کی رپورٹ پر لکھتے ہوئے میں نے گذشتہ اشاعت میں احمدیوں کی توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ اپنی وصایا میں اپنی جائیدادوں کا انتظام صدر انجمن کے ہاتھ میں رکھدیں تو بہت مفید ہو سکتا ہے میں نے یہ بھی ظاہر کیا تھا۔ کہ انجمن اسوقت بھی ایک یتیم کی جائیداد کی محافظ ہے مگر اس نے اپنا سہو خود دیا۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ خلیفۃ المسیح نے یتیم مذکور کو نابالغ اور اپنی جائیداد کے انتظام کے ناقابل پاکر اس سے روپیہ لے کر انجمن کے ہاتھ میں اسکا انتظام سپرد کر دیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یتیم مذکور اب بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتا ہے۔ اور ایک ہونہار نیک چلن نوجوان ہے۔ اس کے اخراجات ضروریہ کا باضابطہ سالانہ بجٹ طیار ہوتا ہے۔ اور اس کے موافق ماہ بماہ اسے ملتا رہتا ہے اس انتظام سے جہاں اسکی جائداد محفوظ رہی ہے۔ وہاں اس کی تعلیم۔ تربیت اور نگرانی ایسے عمدہ طور پر ہوئی ہے۔ کہ میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ کوئی عزیز اور قرابت دار بھی نہ کر سکتا۔ اس مفید اور مبارک اصل سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور احمدیوں کو قرآن کریم کی تعلیم کے احیاء کے لئے عملی طور پر اسے جاری کرنا چاہئے۔ +

خفیہ انجمنوں پر اپنے درس قرآن مجید میں ضمناً ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح نے بم سازی اور بم اندازی پر بھی ریمارک کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نیکی اور بھلائی اور رفاہ علم کے کام کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے اخفاء ضروری ہے۔ اسلئے اگر کوئی خفیہ انجمن اپنے اغراض نوع انسان کی بھلائی کے متعلق ظاہر نہیں کرتی۔ یا نہیں بتاتی ہے وہ کبھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان انجمنوں میں شرارت اور شیطنت ہوتی ہے۔ خفیہ انجمنوں کی تاریخ پر نظر کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ جہاں کہیں وہ ہیں۔ انہوں نے امن عامہ میں خلل ڈالا ہے۔ ہم ایسی انجمنوں سے سخت بیزار ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ہیں نوجوان لڑکے جو بمب بنانے اور بمب پھینکنے میں پکڑے گئے اور انہوں نے سزائیں پائی ہیں۔ انکے محرک سخت نفرت کے قابل ہیں۔ کیا کسی معصوم اور بے گناہ کی جان لینا یہ ملکی بھلائی ہو سکتی ہے۔ اور یا خدا تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ کام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ +

ہماری جماعت خدا کے فضل سے ایسی باتوں سے پاک ہے اور بیزار ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے طرز عمل سے ثابت کر دکھائے گی۔ کہ وہ خفیہ سوسائٹیوں سے سخت بیزار ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ ایسی انجمنیں کبھی ملک۔ قوم۔ اور اسلام کے لئے مفید اور بابرکت ثابت نہیں ہوئی ہیں۔ اور تو اور وہ اپنی ذات کے لئے بھی مفید نہیں ہوتی ہیں۔ پس ان سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

ہمارے امام علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے دکھا دیا ہے کہ ہم منصوبہ باز نہیں۔ اور نہ ہمیں ایسی باتوں کی ضرورت۔ یہ شریروں بزدلوں اور بے ایمانوں کا کام ہے۔ کاش اس زمانہ میں ملکی بہتری اور بھلائی کا دعوے کرنے والے ایسی باتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پوزیشن کا پتہ لگتا ہے جو ملکی معاملات میں رکھتی ہے۔

مسلمانوں کی بدقسمتی کے آثار کا پتہ ان مشاغل سے ملتا ہے جن میں وہ آج کل مصروف ہیں۔ علی العموم وہ ہیں۔ جن کو پابندی احکام شرعیہ کی عزوہ نہیں افراد اور رویا اگلو ذکر ہی جانے دو۔ جن مشاغل میں وہ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں انکا بھول جانا ہی بہتر ہے۔ علماء اور صوفیوں میں باہم جدال کا سلسلہ جاری ہے۔ اور وہ ضروریات دین سے جو اس وقت پیدا ہو رہی ہیں بے خبر ہیں یا اس پر توجہ نہیں۔ انہوں نے نئی مہمات خود پیدا کر لی ہیں۔ ایسے مسائل پر بحث اور مناظرہ کے سلسلے جاری ہیں۔ جو مسلمانوں کو مذہبی یا ملکی حیثیت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ آج کل پیسہ اخبار میں دو بحثیں عجیب چھپ رہی ہیں ایک خدا حاضر ہے یا غائب۔ دوسری تسخیر ہمزاد۔ مجھے منشی محبوب عالم صاحب پر سخت افسوس ہے کہ ایک طرف تو وہ اخبار کی کمی اشاعت اور خسارہ مال کے لئے چیختے چلاتے اور دوسروں کو بھی اپنا ہم آہنگ بنانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف بعد از کار بیہودہ مضامین سے اخبار کے کالم سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ حاضر اور غائب کی بحث مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے کہاں اللہ تعالےٰ کا نام حاضر و غائب قرآن کریم میں آیا ہے کس حدیث صحیح سے متامیں یہ اسماء اللہ میں کہہ سکتے ہیں۔ ایسا ہی ہمزاد کی بحث سے کیا فائدہ؟ کیا ہمزاد ان کو سلطنت دلائے گا۔ اسی سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مسلمان صراط مستقیم سے دور جا پڑے ہیں اور اسوقت ضرورت ہے کہ انہیں

اسلام کا ایڈیل قایم کیا جاوے۔ ایسے بیہودہ مباحث سے اپنے اخبار کو پاک رکھنا چاہئے۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کے بگڑے ہوئے ذاق کو زیادہ بگاڑنا نہیں چاہئے۔ اور اگر مضامین کی ضرورت ہے۔ تو میں انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ریویو آف ریلیجنز کے ان مضامین کو جو منقولات میں چھاپ رہے ہیں۔ جو اسلام کی حقیقت میں لکھے جاتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین چھاپنے سے ہمیشہ اخبار کو فائدہ ہو سکتا ہے اور مسلمان نکمی بحثوں میں اپنا وقت ضایع نہ کریں گے۔

اسلام اور قسم

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں قسم کے متعلق ایک مختصر نوٹ نکلا ہے۔ اس پر میری محسن و مخدوم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین سلمہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس نقص کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کی اگر اصلاح نہ کی جائے تو یہ نوٹ قرآن کریم اور اسلام پر سخت حملے کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنا فرض سمجھا۔ کہ یہ نوٹ بغرض تصریح لکھوں۔ +

گذشتہ نوٹ کے پڑھنے والوں کو یہ مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جس حال میں کہا جاتا ہے۔ کہ قسم کھانا منع ہے پھر قرآن کریم میں ۲۶ مقامات پر مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ اور اسی مسئلہ پر آریوں نے اپنے زعم میں بڑے بڑے اعتراض کئے ہیں۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام اور قسم پر کسی قدر صراحت سے لکھا جاوے۔ +

سب سے اول تو یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ فی الحقیقت قسم کوئی مکروہ اور غیر مالوف شئے نہیں ہے۔ ورنہ لامعلوم زمانوں سے اقوام متمدنین اس کا اثر اور رواج کیوں ہے؟ دنیا بھر کے کسی ملک اور حصے میں چلے جاؤ۔ کسی قوم اور قبیلہ کے حالات پڑھو۔ قسم کا رواج جاری ساری ہوگا۔ بنی اسرائیل کی تمام کتب مقدسہ اور ان کی قوموں میں عیسائیوں کی کتب مقدسہ اور ان کے فرقوں اور قبیلوں میں یہ جاری ہے۔

یورپ کی متمدن عیسائی قوموں کے مدبروں نے پولیٹکس کو جس نے مذہب سے الگ کیا۔ اور مذہب اور امور سیاسیہ دو جداجدا چیزیں قرار دیں۔ لیکن با ایں جد و جہد وہ قسم کے مسئلہ کو الگ نہیں کر سکے۔

غور کرو کہ سرکاری ذمہ داری کے تمام نازک مناصب اور عہدوں پر مقرر ہونے سے پہلے قسم کھانی لازم قرار دی گئی ہے عدالتہائے عالیہ کے جج سے لیکر وائسرائے اور خود ملک معظم کو اپنے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے حلف اٹھانا ضروری ہے قانون کی دفعتوں اور الجھنوں میں پھنس کر جب اصل معاملہ تاریکی میں چلا جاتا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں بھی قسم ہی ضروری ہے۔ +

اس عمل درآمد سے جو مختلف قوموں اور مذہبوں اور ملتوں میں مختلف قوموں اور مذہبوں اور ملتوں میں مختلف ممالک اور مختلف حصص عالم میں باوجود آپس کے شدید تخالف کے یکساں پایا جاتا ہے۔ یہ امر بڑی صفائی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ خالق فطرت نے انسانی فطرت میں قسم کی عظمت رکھدی ہے اور اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ بالاتفاق یہ مسلم امر ہے کہ قسم کھانے والے کی حقیت اور صداقت کا معیار اس کی قسم ہے۔ اور اگر جعل اور فریب اور دغا بھی حق کے مقابلہ میں قسم کھا کر راستبازی دیانت۔ اور صداقت کو شکست دے سکتے ہیں۔ تو یہ اتفاق اس مسئلہ پر نہ ہوتا۔ کم از کم یورپین قومیں یا نصرانی لوگ جو رسمی غیرت سے بیزار ہیں۔ اس بار عظیم کو اپنی گردن سے اتار ڈالیں۔ اس بیان یا تمہید کے بعد میں نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی اعتراض قسم کے متعلق رہ سکتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کو جو اس زمانہ کے تمدن کی ہوا کو صحت بخش مانتے ہیں۔ اور رات دن اسی کو اپنا اسوہ جانتے ہیں۔

الغرض قسم انسانی فطرت کے خواص میں سے ایک خاصہ ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ حقیقی اور واقعی زمانہ تمدن میں انسانی اجتماع کی فلاح کے لئے اس مسئلہ پر بلا اختلاف عمل کیا ہے۔ اور فی الواقعہ یہ اصل انسانی معاملات کے انتظام میں ایک بہترین امر ہے ایسی حالت اور صورت میں اسلام فطرت کے اس سچے اور واقعی مفید اور مؤثر تقاضے اور خاصہ کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اور نہ اس نے چھوڑا ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے ۲۶ مقامات پر قسموں کے ذریعہ ان عظیم الشان امور کو حل کیا ہے۔ جو دنیا کی نظر میں ایک ایک وقت دقیق اور نظری مسائل تھے۔ اور جن کی حقیت اور حقیقت اسلام سے پہلے کوئی مذہب نہیں بتا سکتا۔ اگرچہ اعتقادی رنگ میں وہ امور اس نے پیش ہی کئے ہوں۔ میں اگر قرآن کریم کی قسموں کے مسئلہ پر بحث شروع کروں۔ تو یہ مضمون بہت لمبا ہو جائیگا۔ ایسی حالت میں میرا فرض ہوگا۔ کہ ان ۲۶ مقامات کی قسموں پر بالتفصیل گفتگو کروں۔ اسلئے میں اس طوالت سے اسوقت الگ رہکر اپنے ناظرین کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ نوٹ مذکور میں جو لکھا ہے کہ اسلام نے قسم کھانے سے منع کیا ہے اس سے میری مراد یہ ہے۔ کہ لغو طور پر تکیہ کلام واللہ باللہ۔ جو بعض لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ اسے ترک کیا جاوے چنانچہ ارشاد الٰہی یہ ہے۔ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم اور جھوٹی قسمیں نہ کہا دے جیسے لا تطع کل حلاف مھین الآیۃ۔

نفس قسم جو ایک فطری خاصہ ہے اور جو متمدن اقوام اور مہذب ممالک میں بطور دستور العمل ہے اس سے نہیں روکا گیا۔ اور نہ میرا اس میں یہ منشا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی قسمیں پرمعنے دلائل اور براہین قاطع اور آیات باہرہ ہیں اور یہ ایسا زبردست معجزہ اور نشان قرآن مجید کا ہے کہ دوسری کتابیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اللہ تعالےٰ نے صحیفہ قدرت کے بدیہات کو امور نظریہ کے دقایق کے حل کرنے اور سمجھانے کے لئے شواہد کے طور پر قسم کے پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔ اور نہایت فصیح اور بلیغ طرز بیان سے حکیمانہ رنگ میں۔ نبوت۔ الہام و وحی و جزا و سزا۔ قیامت و حشر وغیرہ مسایل پر دلائل دئے ہیں۔ پس جھوٹی قسمیں کھانا۔ اور لغو طور پر تکیہ کلام بنا لینا۔ اور اللہ تعالےٰ کے نام کی عظمت و کبریائی کا لحاظ نہ رکھنا یہ بیشک منع ہے۔ لیکن اس فطرتی اصل اور رنگ میں جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ قسم اکثر مشکل اور مغلق معاملات میں

مشکل کشا ہے

میں سمجھتا ہوں۔ اسقدر اس نوٹ کی اصلاح اور توضیح کیلئے کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے پڑھنے والوں کو توفیق دے۔ کہ ہم ایسی راہ اختیار نہ کریں۔ جو اسلام کے لئے موجب اعتراض ہو۔ بالآخر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی اس ہدایت کے لئے از بس ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے ایک لطیف نکتہ معرفت پر غور کرنیکا موقع دیا۔ دراصل اخبار کے ناظرین میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ جہاں کہیں کوئی امر ایسا پائیں کہ اس کی اصلاح کی حاجت ہو وہ اسپر خود لکھیں۔ یا ایڈیٹر کو اشارہ کریں۔ ترقی علوم اور تبادلہ خیالات کا یہی ذریعہ ہے۔ +

اعلان

مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی جو زبان پنجابی شاعر بھی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے واعظ مقرر کئے گئے ہیں۔ اور وہ سرحد۔ جہلم۔ پونچھ۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ وغیرہ کے شہروں اور دیہات میں بغرض تبلیغ جائیں گے۔ انکو بموجب قواعد منظور شدہ جن کی نقل انکے پاس ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام موجودہ مدات کے لئے چندہ فراہم کرنے اور جہاں انجمنیں قایم نہ ہوں۔ وہاں انجمن احمدیہ قایم کرنے کی اجازت ہے۔ جہاں مولوی صاحب موصوف جائیں۔ وہاں کے احمدی احباب اغراض مذکورہ بالا کے پورا کرنے میں ان کی ہر طرح سے امداد کریں۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام۔

خلیفہ رشید الدین۔ اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

۲۴۔ اگست ۱۹۰۸ء

خریداران الحکم توجہ کریں

میں اطلاع دے چکا ہوں۔ کہ ابھی بہت سے خریداروں کے ذمہ قیمت اخبار باقی ہے۔ اسکے وصول کرنیکے لئے وی۔ پی بھیجے جا رہے ہیں۔ جداگانہ اطلاعوں کی نہ حاجت نہ گنجایش اسلئے اگر کسی صاحب کو کوئی امر دریافت کرنا ہو۔ تو وہ امانت میں رکھکر دریافت کرلیں۔ وی۔ پی واپس کرکے نقصان رسانی کا موجب نہ ہوں۔ یہی ایک امر ہے جو اخبار کی راہ میں مشکلات کا موجب ہو جاتا ہے۔ اسپر مجھے مطعون کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لاہور۔ احمدیہ بلڈنگز

۳۰ - اپریل ۱۹۰۸ء

فرمایا۔ صدق وصفا۔ تقویٰ طہارت۔ یہ اسلام کے برکات ہیں جو کہ مسلمانوں میں لازماً پائے جاتے ہیں۔ مگر اب تو ان صفات سے لوگ بکلی محروم ہو گئے ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں تو بہت ہی کم مسجدیں ویران پڑی ہیں نمازی کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک وقت تھا۔ کہ نمازیوں کو مسجدیں نہ ملتی تھیں جتنے پڑھتے ہیں ان میں بھی اکثر دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں کیونکہ حقیقی نماز کے آثار برکات اور ثمرات سے محروم ہیں۔ عیسائی تو حضرت مسیحؑ کو پھانسی دیکر بے فکر ہو بیٹھے تھے مگر اکثر مسلمان حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں نجات پا چکے ہیں + —

فرمایا جسمانی شہوات کے دلدل میں سے نکلنا ہی مشکل ہوتا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے کسی انسان کے واسطے مقدر کیا ہوتا ہے۔ کہ اسے سعادت میں سے کوئی حصہ عطا فرماوے تو اس کے واسطے کوئی ایسا عجوبہ اور خارق عادت نشان یا اپنی کوئی دل کو پکڑ لینے والی تجلی دکھا دیتا ہے بجز اس کے دلوں کی گندگی دھوئی نہیں جاتی اور شہوات کی آگ بجھائی نہیں جاتی + =

فرمایا۔ جس قدر کسی کو دنیا کے سامان عیش وعشرت کثرت سے ملتے جاتے ہیں اسی قدر وہ خدا سے غافل اور بے پرواہ ہو کر متکبر ہو جاتے ہیں۔ اور اسی قدر اسکا تکبر بڑھ جاتا ہے۔ امرتسر میں ہمیں پتھر مارے گئے۔ سیالکوٹ میں ہمارے ساتھ کیا برا سلوک کیا گیا یہ سب غفلت اور بے باکی ہی کے آثار ہیں + —

فرمایا۔ خدا نے ہمیں ایک پکا وعدہ دیا ہوا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اور وہ یہ ہے کہ **بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے** اس الہام کے بعد وہ بادشاہ بھی دکھائے گئے تھے + —

فرمایا۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہی اسی میں ہے کہ مسیح مر جاوے اب زمانہ ہی ایسا آگیا ہے کہ خیال تبدیل ہوتے ہیں۔ کچھ مان جاوینگے کچھ مر جائیں گے باقی بے ضعیف ہو جائیں گے کہ ان کو طاقت ہی نہ رہیگی اور انکا عدم وجود برابر ہوگا +

پس مسیح کو مرنے دو کہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے۔

فرمایا۔ متکبر [illegible] تکبر سے [illegible] جاتا ہے۔ پس اس

قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو۔ خدا تعالےٰ کے تمام وعدے بھی خواہ تمہارے ساتھ ہوں مگر تم جب بھی فروتنی کرو کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیاء سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر آپؐ کو خدا تعالےٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں۔ آپؐ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص حضورؐ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ وہ آپؐ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا۔ اور خوف کھاتا تھا۔ مگر جب وہ قریب آیا تو آپؐ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں۔ اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں +

فرمایا۔ جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے تو فیصلہ کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے ہمیں چھبیس سال ہوئے تبلیغ کرتے اور جہاں تک ممکن تھا ہم **ساری تبلیغ کر چکے ہیں** اب وہ خود ہی کوئی ہاتھ دکھلاوے اور فیصلہ کریگا +

پس جس نے یہ شرط کرلی ہو کہ میں نے تو اس شخص کو ماننا ہی نہیں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اور اس کا غلو حد سے بڑھ گیا ہو۔ تو اس کا حال خدا ہی کے سپرد ہے اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ خدا کی حکمتوں کو کوئی نہیں پا سکتا۔ یہ خدائی تصرفات ہیں جس کو چاہے اپنی طرف کھینچ لے اور جسکو چاہے رد کردے +

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود دنیا کے واسطے رحمت تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ مگر کیا ابوجہل کے واسطے بھی آپؐ رحمت ہوئے؟ وہ لوگ تو خیال کرتے ہونگے۔ کہ ابھی یہ ایک یتیم بچہ تھا۔ بکریاں چرایا کرتا تھا کمزور اور غریب تھا نکاح تک بھی تو میسر نہ آیا غرض کچھ ایسے ہی خیالات اُن کے دل میں آتے ہونگے مگر اُن بدقسمتوں کو کیا خبر تھی۔ کہ ایک دن یہی یتیم دنیا کا شہنشاہ اور نجات دہندہ ہوگا + =

یکم مئی ۱۹۰۸ء کو نماز جمعہ سے پہلے جب کہ چند اجنبی آپؑ کی ملاقات کے واسطے آئے

فرمایا۔ ہمیں تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل اسلام کی خوش قسمتی نہیں بلکہ بدقسمتی کے دن ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو دینی امور سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ لوگ خدا کو ہی بھول چکے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ ایک غلطی ہے جو شاید غرغرہ کے وقت ان کو معلوم ہو جائیگی۔ اور لوگ اسوقت یقین کریں گے

کہ واقعی ہم نے جو کچھ سمجھا ہوا تھا وہ سارا تانا بانا ہی غلط تھا جو انسان کوشش کریگا وہی پائے گا کوشش تو ہو۔ ساری دنیا کیواسطے۔ اور خدا کا نام درمیان بھولے سے بھی نہ آئے تقوے ہو نہ طہارت۔ پھر ایسا انسان امیدوار ہو خدا کے ملنے کا یہ محال ہے +

آخر اب وقت آگیا ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں اجر دیا جاوے۔ جو دین کو دنیا پر مقدم کریں۔ بجز توفیق آلہی کے کچھ نہیں ملتا دیکھو نبی کریمؐ نے دنیا کو خدا کے لئے ترک کر دیا تھا مگر خدا نے کس طرح ذلیل کر کے دنیا کو آپؐ کے سامنے غلاموں کی طرح حاضر کر دیا۔ دنیا طلب سے دنیا بھاگتی اور کوسوں دور جاتی ہے مگر جو صدق دل سے خدا کی طرف جاتا ہے اور خدا کی راہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا اس کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے + —

دیکھو حضرت مسیحؑ کو اسوقت چالیس کروڑ انسان پوجنے والا موجود ہے نبی ماننا تو درکنار اس کی خدائی کے قایل ہیں یہ سب خدا کی قدرت کے نمونے ہیں کہ خدا کی طرف آنے والا کبھی ضایع نہیں کیا جاتا دین بھی اُسے ملتا ہے۔ اور دنیا بھی اس کے لئے حاضر کی جاتی ہے دنیا کا پرستار چند روز جو چاہے سو کرے مگر آخر کار دنیا بھی چھوٹ جائے گی اور آخرت بھی برباد

دیکھو دنیا بھی آخر مفت تو نہیں ملجاتی۔ دنیا کے وعدے دینے والے بھی تو محنتیں چاہتے ہیں امتحان لیتے ہیں ملیوت کامیابی اور پھر عمدہ کارگذاری سے کچھ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر وہی محنت دوسرے رنگ میں خدا کے واسطے کیجاوے۔ تو امر یقینی ہے نہ دین جاوے اور نہ دنیا بلکہ بیک کرشمہ دو کار والی بات نالے حج نالے ونج کا معاملہ ہو جاوے مگر کم ہیں جو ان باتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ دعا میں لگا رہے اور کسی قدر تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے شاید ہے کہ اللہ تعالےٰ توفیق دے دے +

ہم یہ نہیں کہتے کہ زراعت والا زراعت کو اور تجارت والا تجارت کو ملازمت والا ملازمت کو اور صنعت وحرفت والا اپنے کاروبار کو ترک کر دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاوے **بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ**

لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ والا معاملہ ہو دست باکار دل بایار والی بات ہو تاجر اپنے کاروبار تجارت میں اور زمیندار اپنے امور زراعت میں اور بادشاہ اپنے تخت حکومت پر بیٹھکر غرض جو جس کام میں ہے۔ اپنے کاموں میں خدا کو نصب العین رکھے اور اس کی عظمت اور

جبروت کو پیش نظر رکھکر اس کے احکام اوامر و نواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو چاہے کرے۔

اللہ سے ڈر اور سب کچھ کر

اسلام کہاں ایسی تعلیم دیتا ہے کہ تم کاروبار چھوڑ کر لنگڑے لولوں کی طرح نکمے بیٹھ رہو اور بجائے اس کے کہ اوروں کی خدمت کرو خود دوسروں پر بوجھ بنو نہیں بلکہ سُست ہونا گناہ ہے۔ بھلا ایسا آدمی پھر خدا اور اس کے دین کی کیا خدمت کر سکے گا۔ عیال و اطفال جو خدا نے اسکے ذمے لگائے ہیں ان کو کہاں سے کھلائے گا پس یاد رکھو کہ خدا کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ تم دنیا کو بالکل ترک کر دو بلکہ اس کو جو منشاء ہے وہ یہ ہے کہ قد افلح من زکّٰھا۔ تجارت کرو۔ زراعت کرو۔ ملازمت کرو اور حرفت کرو جو چاہو کرو مگر نفس کو خدائی نافرمانی سے روکتے رہو اور ایسا تزکیہ کرو کہ یہ امور تمہیں خدا سے غافل نہ کر دیں پھر جو تمہاری دنیا ہے وہ بھی دین کے حکم میں آ جاوے گی۔

انسان دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا۔ دل پاک ہو اور ہر وقت یہ لو اور تڑپ لگی ہوئی ہو کسی طرح خدا خوش ہو جائے تو پھر دنیا بھی اس کے واسطے حلال ہے۔

انما الاعمال بالنیات

بھیرہ ضلع شاہ پور کے احمدیوں پر ابتلاء

بھیرہ ضلع شاہ پور کے غریب۔ امن پسند احمدیوں پر وہاں کے متعصب مسلمان سب انسپکٹر نے جو ستم کیا ہے۔ اس کو ناظرین کو کسی حد تک واقفیت ہو چکی ہے۔ اس کے لئے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور چارہ جوئی کی گئی۔ اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع شاہ پور موقع پر تشریف لائے۔ آپ نے مصلحت وقت اور امن عامہ کے اصول کو مدنظر رکھکر چاہا کہ فریقین میں صلح ہو جائے۔ احمدی جماعت (جو امن پسندی اور غربت اور مسکینی کیساتھ اپنی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور جسکو انکے امام نے نرمی۔ انکسار اور صبر اور استقلال کی تعلیم دی ہے) نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ مگر فریق ثانی کی طرف سے ایت ... ہوئی۔ اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے۔ کہ صلح ہو گئی ہے اور یہ قرار پایا ہے۔ کہ ایک جمعہ احمدی پڑھا کریں۔ اور ایک اہل سنت والجماعت۔

قطع نظر اور باتوں کے یہ کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ ایک معمولی معاملہ کو ... نالفوں نے یہاں تک بڑھنے دیا کہ انہیں امن عامہ کے قیام کے لئے اپنے مذہبی فرائض ... تارک ہونا پڑا۔ یہ مذہب الٰہی نہیں تو کیا ہے۔ ان مسلمانوں کو جو اپنے آپکو اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ کیا اس خدا نے ... نہیں ہوا ہوگا۔ ایک مسلمان ان خداترس اور خدا کا قرب چاہنے والا انسان اس قسم کے فیصلے کو اپنے لئے عذاب الیم سے کم نہیں سمجھ سکتا۔ مگر ان اہل سنت والجماعت کہلانیوالوں پر تعجب ہے کہ وہ اس پر رضامند ہو گئے۔ گر خود کردہ را علاج نیست۔

ایک وقت تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نصاریٰ نجران کو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی میں اپنے طرز پر ادائے عبادت کی اجازت دی۔ اور آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمانوں کو محض معمولی اختلاف کیوجہ سے مسجدوں سے نکالنے اور ترک نماز پر مجبور کر رہے ہیں۔ آہ!

یالیت قومی تعلمون

احمدیوں کی اپنی مسجد احمدی اسکے متولی و دیگر مخالف الرائے مسلمان ان کی مخالفت میں ایک سب انسپکٹر کے تعصب سے فائدہ اٹھا کر آخر اس نتیجے پر پہونچے ہوئے ہیں۔ کہ ایک جمعہ انہیں اور ایک جمعہ احمدیوں کو وہاں نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو۔ احمدی ایسے فسادوں کے بانی نہیں ہوتے۔ اور نہ کبھی اس قسم کا کوئی مقدمہ سنا گیا۔ کہ کسی احمدی نے اپنے کسی مخالف الرائے مسلمان کو اپنی مسجد سے نکال دیا ہو۔ یہاں قادیان میں جو سلسلہ احمدیہ کا مرکز ہے اکثر مخالف الرائے آتے ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں۔ لنگرخانہ سے کھانا کھاتے ہمارے مہمان خانوں میں آ رہتے اور مخالفت کرتے ہیں۔ مگر ان سے کسی قسم کا کبھی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس کی ضرورت اور نہ اسلام کی یہ تعلیم۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپکو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ اگر وہ اہل سنت والجماعت ہوں۔ تو ایسی حرکات ان سے سرزد نہ ہوں۔

اخراج عن المساجد کہاں کسی اہل سنت مسلمان کا عمل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار تو پہلے جو نصاریٰ نجران کیساتھ آپنے دکھایا۔ اور یہاں آمین اور رفع الیدین کے جھگڑوں پر مسجدوں سے نکالنے اور جھگڑے کے مقدمات ہائی کورٹوں تک پہنچتے ہیں۔ اس سے بڑھکر مسلمانوں کے تفرقہ و ذلت میں گر جانیکا اور کیا ثبوت ہوگا۔ اور انکے اس تفرقہ اور انتشار کی حالت کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ

ایک جماعت ہیں

اصل بات یہ ہے۔ کہ کوئی جماعت جماعت نہیں بن سکتی۔ جبتک وہ ایک امام کے ماتحت نہو۔ امام کی ماتحتی ہی۔ ایک ایسی شے ہے جو تمام اختلافات کو مٹا کر ایک سطح پر کھڑی کر دیتی ہے اور یہ وبال جو مسلمانوں پر آیا ہے اسکی جڑ

کفر بالامام ہے

مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ جب امام کا انکار کرتے ہیں پھر اپنے آپ کو الجماعت کیوں کہتے ہیں؟ یہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے اور جو بجا نازاں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہہ سکتے ہیں

وہ احمدی ہیں

جن کا امام (خلیفۃ المسیح) زندہ ہے۔ (ہماراتہ اللہ علیہ) وہ قوم جو کہ لیجرا و منتشر اور پراگندہ ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل نہیں۔ اور جو زندہ امام کی منکر ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت نہیں ہے۔

بہرحال بھیرہ میں جو احمدیوں اور مخالف مسلمانوں کے جھگڑے کا انجام ہوا ہے وہ مسلمانوں کی ذلت اور ادبار کا ایک نمونہ ہے۔ اور اسکا بانی ایک مسلمان کہلانے والا ہے۔

اگر مسلمانوں میں شرم و حمیت مذہب باقی ہے۔ تو وہ اس قسم کی بیہودگیوں سے باز آئیں اور اخراج عن المساجد کے مسائل کو پارینہ تقویم قرار دیں۔ مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق پھیلانے کے مدعی اور احمدیوں کو قوم میں اتفاق کو توڑنے والے قرار دینے والے ریفارمر ملکر غور کریں کہ بنا فساد کون پیدا کرتے ہیں۔ کیا کسی احمدی نے کسی ایسے شخص کو جو مسیح ابن مریم کو اپنی غلط فہمی سے زندہ مانتا ہے اور آنے والے مسیح اور مہدی کو خونی یقین کرتا ہے اس اختلاف پر اپنی مسجد سے نکالا ہے؟ کبھی نہیں۔ احمدیوں کی مسجدوں میں شیعہ۔ سنی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ بدعتی وغیرہ سب نماز پڑھتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں اور وہ اخراج عن المساجد کو خطرناک اور خزی فی الدنیا کا موجب یقین کرتے ہیں۔ اسکی جڑ یہی ہے۔ کہ یہ ایک امام ہاں زندہ امام (علیہ السلام) کے ماتحت ہیں۔ اور دوسروں کا کوئی امیر نہیں۔ اور نہ امام ہے۔ اسلام کی اس بیکسی کی حالت پر

جو رو سکتا ہے روئے

آخر میں ضلع شاہ پور کے ذمہ وار افسروں کو میں پھر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ جب تک سب انسپکٹر بھیرہ وہاں سے تبدیل نہیں کیا جاویگا یہ فساد قایم رہے گا۔ اور غریب احمدی اسکی اذیتوں سے امن میں نہیں رہ سکتے۔ اسلئے امن عامہ کے قیام۔ اور ایک غریب قوم کی دستگیری اور حمایت کے لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ اسے وہاں سے تبدیل کر دیا جاوے۔ اگر اسکو وہیں رکھا گیا۔ تو یقیناً یہ فتنہ بدستور قائم رہے گا۔ آخر میں میں بھیرہ کے احمدیوں سے اظہار ہمدردی کرتا ہوا۔ یہ بات کہنے سے نہیں رک سکتا۔ کہ ہر حال میں وہی اہل سنت والجماعت کہلانیکے مستحق ہیں۔ انہوں نے کیوں اس امر پر زور نہیں دیا۔ آیندہ کے لئے ہر ایک جماعت اور ہر احمدی کا یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ کوئی ایسا معاہدہ کرنے سے پیشتر خلیفۃ المسیح سے مشورہ کر لینا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات ذرا سی فرو گذاشت سے دین میں ہرج واقع ہوتا ہے۔ یا اسکا اثر جماعت پر پڑتا ہے۔ اسلئے کبھی بھی اس اصل اور مقصد کو اپنی نظر سے پرے نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارا کوئی کام جسکا اثر سلسلہ پر پڑ سکتا ہو حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ اور اجازت کے بغیر نہیں ہونا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک مٹھی آٹا

"صدقہ رد بلا" ایک مشہور اور عام طور پر زبان زد خلائق کلمہ ہے جو حضرت ختم المرسلین رسول رب العالمین شفیع المذنبین سید الخلق سرور عالم کی ایک حدیث الصدقۃ تطفئ غضب الرب کا ترجمہ ہے غرض یہ ایک مسلم اور متفق علیہ مسئلہ ہے۔ کہ صدقہ اور خیرات ہر ایک رنگ میں صدقہ کنندہ کے حق میں مفید اور بابرکت ہوتا ہے صدقہ کبھی انسان کیلئے مخفی در مخفی مشکلات اور مصائب کے واسطے سپر بنجاتا ہے۔ اور کبھی روحانی اور جسمانی مراتب کمال کے طے کرنے میں انسان کیواسطے عصا کا کام دیتا ہے اور اللہ کیواسطے کافی اور مفید زاد راہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی بظاہر لاینحل پیچیدگیوں اور ظلمات اندھیری گھٹا ٹوپ اندھیری اور ابر آلودہ راتوں میں انسان کیواسطے نور ہدایت ہوکر اسکی رہبری کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح رض

اکثر اپنے درس اور وعظ میں ایک مفید نتیجہ خیز۔ اور پر مغز حکایت بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک بزرگ جو کہ بڑے با خدا اور کامل انسان تھے۔ انکا یہ دستور تھا۔ کہ وہ اکثر اپنے شہر کے امرا کے ہاں چلے جاتے اور انکا سو ہند میدوں کا سوال کرتے مثلاً آج ہمیں اس کی یا در کی سخت ضرورت ہے۔ آپ دے ہی دیں۔ انکی وجاہت اور ایسی خفیف سی رقم لوگ عموماً انکو دے ہی دیا کرتے تھے۔ انکا یہ کام تھا۔ کہ ان سے لیکر باہر نکلے۔ اور کوئی محتاج سائل فقیر سامنے آیا۔ تو جو کچھ لایا اسکو دیدیا۔ انکے کسی مرید یا شاگرد کو انکے اس طرز عمل کی خبر ہوگئی۔ کہ یہ صاحب لوگوں سے سوال کیا کرتے ہیں اور وہ بھی نہایت ایک حقیر سی رقم کا۔ وہ اس ٹوہ میں لگ گیا۔ خدا کی شان ایکدن وہ شاگرد اس مطلب کیواسطے انکے پیچھے ہولیا۔ مگر انکو خبر نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایک شخص سے سوال کیا اسدن اس نے انکو جھڑک دیا۔ اور نہایت ترش روئی کی مگر آخر انکے اصرار اور الحاح سے اس نے کچھ پیسے ان بزرگ کو دے ہی دئیے شاگرد یا مرید جو کچھ بھی کہ وہ تھا۔ اسکو یہ امر نہایت شاق گذرا اور پھر یہ معلوم کرکے کہ وہ پیسے انہوں نے باہر نکلتے ہی ایک سائل کو دیدئیے ہیں۔ جو کہ ایسی لجاجت اور ایک طرح کی بےشرمی سے انہوں نے حاصل کئے تھے۔ اسکی حیرت اور بھی بڑھ گئی اور اس راز اور حقیقت کے معلوم کرنے کے لئے اور بھی خواہشمند ہوا۔

وہ بزرگ جو کہ اس کے پیر و مرشد یا استاد تھے۔ اپنے مکان پر پہنچے تو اس نے اس راز کی عقدہ کشائی چاہی۔ اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔ کہ میں بھی انکے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ آپ میرے لئے اس عقدہ کو حل فرماویں۔ کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسے بزرگ پاک نفس۔ خدا رسیدہ انسان اس طرح کی ذلت گوارا کریں اور پھر اس کے نتیجہ سے کوئی ذاتی فائدہ نہ اٹھائیں اور ایسا ایک عبث فعل کریں۔ یہ آپ کی شان کے شایان نہیں۔ آپ مہربانی فرماکر مجھ پر یہ عقدہ کھول دیں۔ اور اس راز سے مجھے آگاہ فرماویں۔ وہ بزرگ اس کی اس رسائی پر بہت متعجب ہوئے۔ اور اپنے افشائے راز ہو جانے سے بہت گھبرائے . . . . آخر اس کے اصرار کی وجہ سے اس یوں مخاطب ہوئے۔

"دیکھو میں اس شہر میں رہتا ہوں۔ اور یہ لوگ میرے اہل شہر ہونے کی وجہ سے میرے ہمسائے ہونیکا حق رکھتے ہیں۔ شریعت الٰہیہ نے جہاں جہاں حق اللہ کی ادائیگی کے واسطے تاکید یں اور احکام نافذ فرمائے ہیں۔ وہاں حق العباد کا ادا کرنا ایک بہت بڑا معیار دین و ایمان قرار دیا ہے۔ اور پھر حق ہمسائیگی کی اور بھی خصوصیت بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے بوجہ میرے ہمسایہ ہونیکے مجھ پر بہت حقوق واجب الادا ہیں سو ان حقوق کی ادائیگی اور بجا آوری کے لئے میں نے یہ راہ اختیار کی ہے۔

تم جانتے ہو کہ انسان ایک کمزور اور ضعیف الخلقت ہستی ہے اور اس سے کمزوریاں سستیاں کوتاہیاں اور غفلتیں ہو ہی جاتی ہیں خصوصاً یہ لوگ جو بڑے بڑے امرا اور رئیس سا ہیں۔ یہ تو ایسی غفلتوں میں اکثر مبتلا رہتے ہیں۔ اور ہر کمزوری یا غفلت کا لازمی نتیجہ کچھ دکھ۔ درد۔ بیماری یا مصیبت خیز ہوتا ہے۔ پس میں نے انکی حالت پر رحم کھایا۔ اور انکی ہمدردی نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں ان سے کچھ لیکر غربا فقرا۔ اور مساکین کو دیدوں تا وہ صدقہ انکی بعض غفلتوں کی تلافی کرتا رہے۔ اور ان پر آنیوالی مشکلات کے لئے وہ صدقہ سپر ہو جایا کرے میں ان سے کچھ نہ کچھ گاہ گاہ وصول کرکے محتاجوں کو دیدیا کرتا ہوں اور خدا سے انکے واسطے التجا اور دعا کیا کرتا ہوں کہ تو ان کی حالت پر رحم فرما۔ اور یہ صدقہ انکی طرف سے تو خود قبول فرما کیونکہ تو بڑا ہی رحیم کریم ہے"

صاحبان ۔ یہ کوئی ناول نہیں اور نہ ہی مصنوعی اور بناوٹی قصہ کہانی ہے۔ بلکہ یہ ایک سچے واقع کا بیان ہے۔

حضرات بزرگان قوم ۔ یہ تمہید میری جس غرض کے لئے اٹھائی ہے اور آپکی توجہ کو اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہے۔ وہ آپسے پوشیدہ نہیں آپ سمجھ ہی گئے ہونگے۔ میرا آپ سے

صرف ایک مٹھی بھر آٹے

کا سوال ہے اور یہ بھی کوئی نیا سوال نہیں بلکہ اسی تجویز کی یاد دہانی آپکو کراتا ہوں۔ جو **سیالکوٹ** کی نہایت سرگرم۔ جوشیلی اور سابق بالخیرات جماعت احمدیہ نے کئی سال گذرے قوم کے سامنے پیش کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خود اسکا عملی نمونہ بھی دکھایا۔ اور غالباً وہ اب تک بھی اس تجویز پر کاربند ہیں۔

مانا ۔ کہ آپ پر بہت سے چندوں کے بوجھ ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے۔ کہ آپ کسی دینی چندہ میں کبھی بھی پیچھے نہیں ہیں۔ اور ہر قومی کام میں اپنی بساط سے بڑھکر چڑھکر ہی قدم مارتے ہیں۔ پس ایسی ایک نیکی کی حریص اور خدا کی راہ میں مال و جان تیار رکھنے والی قوم سے مجھے اپنے سوال میں ناکامی اور مایوسی کا ہرگز ہرگز وہم بھی نہیں ہے۔

صاحبان ۔ فرائض کیساتھ کچھ سنن موکدہ غیر موکدہ اور کچھ نوافل بھی لگائے گئے ہیں۔ وہ اسی لئے نہیں ہیں۔ کہ فرائض میں کمی کر دیجائے یا نعوذباللہ فرائض خدا کے حضور مقبول نہیں ہیں۔ بلکہ وہ فرائض کی تکمیل کے واسطے ہیں۔

پس جہاں آپ خدا کی راہ میں اس کے دین کی تائید اور نصرت کیلئے اور چندوں میں شامل و شریک ہیں۔ وہاں اس نفل کو بھی خدا کی رضا کیلئے اپنے اوپر لازم کر لیں خدا کی راہ میں صدق اور اخلاص سے نکالی ہوئی ایک مٹھی اجر کے لحاظ سے بعض اوقات احد پہاڑ سے بھی بڑھ سکتی ہے گھر کے روزمرہ دو وقتہ کھانے میں آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی بھر آٹا صبح و شام کو نکال کر ایک الگ برتن میں جمع کرتے جانا بظاہر کوئی بڑا کام نہیں اور نہ ہی یہ کچھ مشکل ہے مگر التزام اور تعہد کہ اگر یہ کام تمام قوم میں جاری ہو جائے تو سلسلہ حقہ کی اہم ضروریات میں سے کم از کم وہ بھاری مد جسکی طرف حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص توجہ تھی۔ اور جسکی اہمیت کا صرف اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ حضرت **اقدس مسیح موعود مہدی مسعود** نے اسکا تمام انتظام آخری وقت تک اپنے ہاتھ میں رکھا اور حضور علیہ السلام کو اسکی طرف خاص التفات تھی۔ اور پھر اب آپ کے وصال اور رفع الی اللہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کو بھی اسکی طرف خصوصیت سے توجہ ہے۔ اور اس کے واسطے آپ کو خاص فکر ہے یعنی **لنگر خانہ** کے تمام اخراجات صرف **قوم کے اس مٹھی بھر آٹے** ہی سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں۔ کوئی صاحب یہ خیال نہ فرماویں۔ کہ ایسی ذلیل سی چیز سے کیا ہو سکتا ہے یا ایک مٹھی بھر آٹا کیا بنا سکتا ہے صاحبان! دانہ دانہ شود انبار۔ اور قطرہ قطرہ شود دریا۔ یہ بھی سچے مقولے ہیں اور روزمرہ کے مشاہدات ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ مٹھی بھر جو وہ بازاروں میں محنت مزدوری کی کمائی میں سے دیا کرتے تھے۔ وہ خدا کی نظر میں کیسی مقبول ہوئیں۔ ایسا ہی وہی خدا ہے اور خدا کے فضل سے دنیا ہی وقت۔ چاہیئے نیت اخلاص صدق اور ثبات۔ ایسے کاموں میں تھوڑے اور بہت کے سوال کو درمیان سے اٹھا دینا چاہئے۔ اور جو ہو سکے خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے۔ دشمن اور منافق تو اسوقت بھی اعتراض کیا ہی کرتے تھے۔ مگر کیا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ انکے اعتراضوں کے خیال سے نیکی کرنے سے رک گئے تھے؟ ۔ ہرگز نہیں۔ التزام استقلال اور ادوام علیہ نیکی خدا کو پسند اور منظور ہوتی ہے۔

پس احمدی قوم کے تمام ارکان اور افراد سے یہ عرض ہے کہ اس عرضداشت کے پڑھنے کے ان سے گھر کی منتظمہ نیک دل۔ پاک نفس۔ بیبیوں خاتونوں اور خادماؤں کو اسکی نسبت تاکید کردیں۔ کہ التزام سے دو وقتہ آٹے میں سے ایک مٹھی بھر آٹا الگ رکھ لیا کریں اور وعظاً اس اجر کی بھی طرح سے یہ بات انکے دلوں میں جانشین کر دیں۔ جو ایسے کام پر انکو اللہ کے حضور سے ملیگا۔ ہر جگہ کی مقامی احمدی انجمن کا یہ فرض ہوگا۔ کہ وہ ایسے آٹے کو ہفتہ وار تمام احمدی احباب کے گھروں سے جمع کرالیں۔ یا خود بخود تمام احمدی جمعہ کے دن جب نماز جمعہ کیواسطے جمع ہوں آٹا بھی ہمراہ لیجاویں اور اس طرح سے تمام آٹا ہفتہ وار جمع ہو جایا کرے اور اسکو فروخت کرکے اسکی رقم ماہوار یا جیسا کہ مناسب ہو الگ اس نام سے کہ یہ رقم

ایک مٹھی بھر آٹے

کی ہے۔ دارالامان میں بھیجدیا کریں۔

صاحبان آخر میں پھر میری یہی عرض ہے کہ اس کام میں تساہل نہ کیا جاوے اور نہ اسکو ہلکا سمجھا جاوے۔ بلکہ اس سہل الحصول اور کثیر الفوائد و البرکات کام میں خاص التزام اور توجہ سے کام کریں۔ اور صاحب اثر احباب جو کہ دینی خدمات کے واسطے اپنے اندر ایک سچا جوش اور تڑپ رکھتے ہیں وہ دوسری احباب میں اس قسم کی تحریکات کریں۔ اور تکلیف اٹھا کر بھی اس کار خیر کو جاری کریں ایک چھوٹا سا فائدہ اور کم از کم جو اس تحریک پر عمدہ آمد کرنے سے ہو سکتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ لنگرخانہ کے تمام اخراجات اس رقم سے پورے ہو سکتے ہیں اگر یہ تجویز تمام قوم میں جاری ہو جاوے۔ پس اسے آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ کیسے

مُراسلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وعلیٰ خلفاء محمد وبارک وسلّم انّک حمید مجید ؕ

اوم ست تت

آریہ گزٹ مورخہ ۱۱-۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ پر ایک مضمون زیر عنوان "پیشگوئی از حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وعلیٰ خلفاۂ وسلم) کسی گنیش لعل گہیوت آریہ پٹیالوی" کی طرف سے شایع ہوا ہے جس میں مضمون نویس نے خواہ مخواہ اپنی پردہ دری کر کے مخلوق کو بنایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صاحب موصوف کسی اوباش سوسائٹی میں بیٹھنے والے ہیں جن کو "مذہب" کے معنوں سے بھی مس اور علم نہیں ہے۔

مضمون نویس لکھتا ہے کہ میں کتاب سائل العیدین مصنفہ مولوی محمد صالح صاحب صوفی پڑھ رہا تھا جس میں یہ عبارت درج تھی۔ اس کے آگے تھوڑی سی عبارت دیباچہ کتاب سے نقل کر کے تمسخر اڑایا ہے جس میں حضرت سرور کائنات کی نسبت پیشگوئی تھی۔ کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا۔ کہ نہیں باقی رہیگا۔ اسلام سے مگر ایک نام اسکا اور نہ باقی رہیگی قرآن سے مگر رسم اس کی۔ مسجدیں انکی آباد ہوں گی۔ گر ہدایت کے نہ ہونسی خراب علماء مسلمانوں کے بدترین خلائق کے نیچے آسمان کے ہونگے انہیں کے پاس سے فتنہ اٹھیگا۔ اور انہیں میں بیٹھیگا۔" اس مضمون پر راقم مضمون آریہ اپنی سادہ لوحی سے ہنسی کرتا ہے۔ اور نہیں جانتا۔ کہ آج سے ۱۳۰۰ سو برس پہلے کا اس پاک وجود کا کلام کیسے لفظ بلفظ پورا ہو رہا ہے۔ اور اسلام میں ملمانیت کے ہونے اور اسکے ہمیشہ تا قیامت رہنے کا ثبوت دے رہا ہے بیچارا سیدھا سادا معترض ان باتوں سے محض نا آشنا ہے۔ وہ کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ پیشگوئی کیا ہوتی۔ اسکے وہم میں پیشگوئی اسکا نام ہے کہ نجومی کچھ حساب لگا کر ٹل مارے۔ کہ کل بارش ضرور ہوگی۔ اور اسدن بادل کا نام بھی نہ ہو۔ اور اس کا نام انہوں نے غیب دانی رکھا ہے۔ ہمارے اسلام میں اسکو پیشگوئی نہیں کہتے بلکہ پیشگوئی وہ اصطلاح ہے جس کے معنے۔ اس خدا سے جو ان بادلوں کو لانے اور پانی برسانے کا حکم دینے والا ہے۔ جیسا کہ نجومی نے بڑے زور سے دعوے کر دیا ہے۔ لیکن وہ قادر ہے۔ کہ انکو حکم نہ دے اور پانی نہ برسے وہ عالم غیب اپنے بندوں کو اطلاع دیتا ہے کہ اگرچہ اس شخص کے حساب میں ایسا ہے کہ اسکا دائمی یہی کہتا ہے۔ کہ بارش نہیں ہوگی۔ اور سچ مچ بارش نہیں ہوئی۔ ایک طرف سائنس دان بڑے زور سے اپنا تمام قوت اور علم خرچ کر کے کہہ رہا ہے۔ کہ آج سے دو سو برس تک سخت زلزلہ نہیں آئیگا۔ مگر خدا اطلاع دیتا ہے کہ بھاری زلزلہ آنے کا۔ اور سچ مچ آگیا۔ پس پیشگوئی اس کا نام ہے۔ جو خدا کے علم اور منشا سے ہوتا ہے۔

اور ویسا ہی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اب اسی پیشگوئی کو جو کس صفائی سے ہو رہی ہے کیسا اسلام کی سچائی کا بین اور کھلا نشان ہے ہمارا قرآن ہمکو چھوڑتا نہیں۔ بلکہ وہ ایک مادر مہربان کی طرح ہماری دستگیری کرتا ہے۔ قرآن ہی تھا کہ اگر نہ ہوتا۔ تو آج کشتی اسلام اس زمانہ کی گرداب سے نجات نہ پاسکتی۔ اور ضرور گہرے پانی کی تہ میں ہوتی۔ برخلاف اس کے وید نے تمکو چھوڑ دیا۔ وہ خود ہی بڈھا ہو گیا۔ وہ تمکو کیا دے سکتا ہے۔ اس کی صرف صورت ہی دیکھکر خوش ہو رہا ہے سو جو پہلوں نے تو بہت کچھ تغرات کئے اور کیوں نہیں پنڈت صاحب نے بھی بہت کچھ تگ و دو کی ہے۔ ویدوں سے بھی روحانیت نکل چکی ہے۔ اب وہ بالکل ہماری سمجھ میں کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ کہ کوئی آسمانی اور الہامی کتاب ہو کر نیوگ سا گندہ مسئلہ سکھا دے مگر بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا پرستی کو چھوڑ کر انسان کی پوجا شروع کر دی۔ اور مذہبی تعلیم اور خدا اور اس کی صفات کو محدود اور بالکل محدود کر دیا ہے جس سے بہت کچھ فتور پڑ گیا۔ وہ لوگ جو ویدوں کو جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی نفس پرستی سے تحریف تبدیل کرنی شروع کر دی۔ اور ان پڑھوں نے ان کی باتوں کو محض حسن ظن اور اعتقاد سے آمنا و صدقنا کہا جو کچھ ان سادھو پنڈتوں نے اپنے نفس پرستی سے چاہا۔ لکھ لیا۔ اور ان مورکھوں نے اسے وید کی آگیا سمجھکر بلا چون و چرا قبول کر لیا۔ کیونکہ علمیت تو خاص ہو چکی تھی۔ دوسرے پجاری صرف مہاراج مہاراج کرنیکو ہی فخر اور مذہب اور عبادت سمجھتے تھے۔ جو کچھ انہوں نے کہدیا قبول کر لیا۔ سادھوں کے قانون جو خلاف فطرت تھے وہ مجبور ہوئے ایسے احکام گھڑے جن سے انکی نفس پروری ہو۔ اور وہ مجبور بھی تھے۔

اب ہم مضمون نویس معترض کے اصل مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ سادہ منش معترض اردو لٹریچر سے بھی شاید پورے طور پر واقف نہیں۔ ہم ان کو صرف ان کے پیش کردہ مضمون کا ہی مختصراً جواب دیتے۔ امید ہے کہ ان کی تسلی کا موجب ہوگا۔ اور آئندہ ایسے بے بنیاد اعتراض کرنے سے اجتناب کر کے کروڑوں کے شکریہ کا موجب ہونگے۔ اعتراض اگر کچھ معقولیت ہو تو کچھ مضایقہ نہیں ہم ہر ایک مسلمان ایسے اعتراض سننے اور جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر لچر اور فضول باتوں سے کاغذ سیاہ کر کے دوسروں کو تکلیف دینے سے کچھ حاصل نہیں ہے ہم تو گالیاں بھی سن لیتے ہیں۔ اور آریہ صاحبان بخوبی واقف ہیں کہ ہم خاموشی سے سن سکتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس گالیوں کا کچھ جواب نہیں۔ اس میں ضرور ہم کو مات ہے۔

معترض صاحب کے چار اعتراضات ہیں۔ جن سب کے اوپر میں نمبر لگا آیا ہوں۔ اول اعتراض پیشگوئی کی منشا اول یہ ہے جسپر آپ رقمطراز ہیں کہ جو کوشش بچاؤ اسلام کے لئے جاری ہے۔ وہ خلاف کلام رسول اللہ کیونکہ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وخلفاۂ وسلم) نے جو کہا ہے۔ سچ ہے" کیا آپ کے لیڈنگ ممبر لاجپت رائے کا کہنا کہ "آریہ سماج کی کشتی بھنور میں ہے جھوٹ ہے

اگر سچ ہے تو چھوڑ دو۔ اور کوئی کوشش اس کے بچاؤ کے لئے نہ کرو۔ اور کیا منشی رام جھوٹ کہتا ہے۔ آریہ سماج جلد غارت ہو جائیگی کیونکہ دھرمپال کا رونا پیٹنا اس کے لئے دیاسلائی کا کام نہ کرے گا" اگر لاجپت رائے اور منشی رام جھوٹے ہیں تو ضرور ہے کہ آریہ سماج اپنے گھٹنوں پر کھڑی ہو کر گرے۔ ورنہ آج ہی یہ کشتی ڈوب جائیگی پھر کوئی بچاؤ سماجیوں کو اس کے لئے نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے لیڈر کے قول کی تائید میں اسکے ڈبانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ دراصل یہ سب ناواقفیت کے ہی جھگڑے ہیں۔ اصل مقصد سے دور کہیں۔ مطلب برآری چاہنا مشکل امر ہے کیا ویدوں کی یہی تعلیم ہے۔ کیا وید ویسا ہی سکھاتی ہیں؟ مہربانی کر کے بتائیں کہ اس کے معنے کیا ہیں کہ پرمیشور ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے دور تک پہنچ جائیں۔

اب ہم مختصراً اصل مطلب اس پیشگوئی کا بیان کر کے بتاتے ہیں کہ معترض نے کہاں تک نیک نیتی اور سمجھ سے کام لیکر اپنا قلم چلایا ہے۔ پیشگوئی کے معنے اوپر بیان کر آیا ہوں۔ جس کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے حضرت (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وعلیٰ خلفاۂ وبارک وسلم) نے اس وقت جب کہ اسلام کا ہرا بھرا سرسبز باغ مسلمانوں کے لئے مسرت اور تازگی ایمان کا باعث ہوتا تھا۔ اور کفار کے لئے ہمیشہ روسیاہی اور ناکامی ہوتی تھی۔ اور ہر طرف اسلام کی قبولیت تھی اور اسلام کا خوبصورت ہلال تمام دنیا کے لئے طلوع ہوا تھا۔ اور جس کے لئے بڑی بڑی بشارات تھیں اور اسوقت بھی کامیابیوں سے خدا اس کی امداد کرتا تھا۔ اور آئندہ کے لئے وعدہ دیتا تھا۔ ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ ایک وہ زمانہ آئیگا۔ کہ ہر طرف سے کوئی کوئی آواز آئے گی۔ اور اسوقت اسلام سے کوئی باقی نہ رہیگا۔ یعنی اسلام پر پورے طور پر کوئی بھی عامل نہیں ہوگا۔ کوئی ایسا نہ ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی چوک نہ ہو۔ ہر ایک میں دین اسلام سے فرو گذاشت ہوگی اور وہ وہ وقت ہوگا۔ جب کہ قرآن کے احکام کی پورے طور پر تعمیل نہ ہوگی۔ قرآن کو پڑھتے بھی ہونگے۔ مگر سمجھتے نہ ہونگے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے۔ کہ قرآن حلقوں کے نیچے نہیں اتریگا۔ بلکہ ظاہری رسم کے طور پر رٹ لینگے۔ نہ لوگ توجہ کریں گے نہ ہی اسپر غور ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ کتابیں اور قرآن اس گدھے کی طرح لادی ہوئی ہونگی۔ جو بوجھ میں دبا ہوا ہوتا ہے۔ مگر اس بوجھ سے خود فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ گدھے پر اگر بہت سے کتب لاد دی جاویں تو وہ مولوی نہ ہو جائیگا۔ بلکہ گدھا ہی رہے گا۔ ایسا ہی بہت سی کتب پڑھ لینے سے عالم نہیں ہو جاتا۔ جبتک کہ ان پر عمل نہ کرے اگر عمل نہ کرے تو کچھ نہیں۔ بلکہ اس سے تو جاہل بے علم اچھا ہے جسکو نہ علم ہے۔ نہ عمل سے

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ برود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

کہ جانے سے گدھا حاجی نہیں ہو سکتا۔ وہ تو گدھا ہی رہیگا۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اسوقت کے مسلمانوں کی مثال یہودیوں کی دی ہے۔ کہ جیسے یہودیوں کے عالم ربی بہت کچھ

کتب پڑھکر اپنے کو عالم کہتے ہیں۔ اور عمل بالکل نہین کرتے تھے۔ وہی حال اسوقت کے مسلمانوں کا ہوگا۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف مین بہی آیا ہے کہ اسوقت کے مسلمانوں کی حالت بالکل یہود سے مشابہ ہوگی۔ کہ اگر ایک یہودی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے۔ ضرور ہے تو اسکو بہی کوئی کرے۔ اور اسوقت مسجدیں تو آباد ہونگی۔ مگر رسم ہی باقی رہے گی۔ ایمان کے نہ ہونے سے خالی ہونگی۔ کیونکہ ان مین ہدایت نہ ہوگی۔ گمراہ ہونگے۔ اسوقت نمازیں بہی ہونگی۔ اذانیں بہی جماعت بہی۔ غرض سب کچھ ہوگا۔ مگر ہدایت نہ ہوگی۔ جیسا کہ اس زمانے مین ہے۔ اور علماء بدترین خلایق سے ہونگے۔ تو آجکل کے علماء کی حالت سے کون واقف نہین ہر ایک جانتا ہے جس سے آنحضرت صلعم کی یہ پیشگوئی صادق آتی ہے۔ اور یہی ہین جن سے فتنہ اٹھا۔ کیونکہ یہ سب خود وہ کام نہین کرتے۔ جن کے لئے دوسرون کو نصیحت کرتے ہین۔ تو دوسرون پر ایسی نصیحت کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چون بخلوت می روند۔ آن کار دیگر میکنند

جب دوسرے انکو ایسے افعال شنیع کے مرتکب دیکھتے ہین تو خود بہی کرنے لگتے ہین۔ چونکہ ان کے دل مین ان کی عظمت ہوتی ہے۔ اس عظمت سے وہ اس برائی کو برائی نہین سمجھتے۔ بلکہ حسن ظنی اور نیک اعتقاد کی وجہ سے اچھا ہی سمجھ لیتے ہین بعض ان سے سمجھ جاتے ہین۔ کہ ایسے عالم پرہیزگار کرین۔ تو ہم کیا ہین۔ جو ان سے بڑھکر پرہیز اور اتقا کر سکتے ہین۔ اور اکثر اوقات بعض باتین انسانی طاقت سے بالا تر بہی جاتے ہین۔ کیونکہ مولوی تو ان کے لئے ایک مجسم نعیت ہوتے ہین۔ وہ خیال کرتے ہین۔ کہ یہ اسلام اور دین کا پورا نقشہ ہین جو یہ کرتے ہین حق اور راست کرتے ہین۔ اور قرآن اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشا کے مطابق کرتے ہین۔ اور علماء فی زمانہ دنیا کے ساتھ دین کو بہی لگائے رکہنا چاہتے ہین۔ مگر نا ممکن بات اللہ تعالیٰ کب پسند کرتا ہے کہ ایسا مشترک ہو۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون۔
این خیال است و محال است و جنون

بس وہ دین کو دنیا سے لائے رکہنا چاہتے ہین۔ مگر چونکہ یہ نا ممکن ہے۔ وہ دین کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور دنیا کی لذتوں عیشوں اور آراموں کو دیکہکر اس کی طرف جہک جاتے ہین۔ تب دین اسلام یتیم اور بیکس کی طرح ہوگا۔ ان سب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی طرف سے ایک مرسل کو مبعوث فرمائیگا۔ جیسا کہ اسکا قاعدہ اور عادت ہے کہ جب گرمی حد درجے کی حدت کو پہنچ جاتی ہے۔ اور سخت التہاب ہو جاتا ہے۔ اور تمام درخت مرجہا جاتے ہین۔ اور تمام پودے سوکہنے کو ہو جاتے ہین۔ اسوقت اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے اور تمام پیاسی زمین کو سیراب کرکے زندگی بخشتا ہے۔ ایسا ہی قانون قدرت کے مطابق اللہ تعالیٰ جبکہ دنیا مین تباہی پہیل جاتی ہے۔ اور تمام اقسام کی بیماریان پہیل جاتی ہین۔ اور ہر قسم کے گناہ اور فسق و فجور ہونے لگتے ہین اور خدا کا نام دنیا سے مفقود ہونے کو ہوتا ہے۔ اور لوگ خدا کو بہول جاتے ہین تب خداوند خدا پر شور سرے شکیتان کسی مجدد یا مصلح کو مبعوث فرماکر دنیا کو روحانیت کا پانی برساکر سیراب کرتا ہے اور اس اپنے پاک نبی اور مرسل کے ذریعہ سے دنیا کو تمام بدیوں سے پاک کرکے اپنے فیضان سے سرشار کرتا ہے دنیا چنانچہ پہر اس سرسبز ہوتی ہے اور بہت سی خوشگوار پہلدار شاخین نکلتی ہین۔ اور پہر وہ علماء اس فتنہ کو بیٹھا دیتے ہین۔ اور پہر اسلام ہرا بہرا ہو جائیگا۔ اور خدا کا نام بڑے زور شور سے لیا جاتا ہے اور تمام اطراف سے کفر اٹھ جاتا ہے اور ایمان کی خوشگوار سٹیشن مومنوں کے دلوں کو فرحت پہنچاتی رہتی ہین جس سے انکی زندگی (ایمان) کی تازگی ہوتی رہتی ہے بالآخر ہم ایک باریک نکتہ بیان کرکے معترض کے شکوک کو رفع تمسخر کو در گذر۔ اور اسکی ایسی خوشی کو جو اسے اس پیشگوئی سے اپنی کم علمی کیوجہ سے ہوئی۔ پامال کرکے انکو بتلاتے ہین جیسا کہ وہ سمجہا ہے۔ کہ اب قریب ہی وہ دن ہے کہ اسلام نابود ہوتا ہے۔ اور اسکے بعد ہم مزے لوٹینگے۔ خوب نیورگ ہوگا۔ مگر یاد رہے کہ اسلام کبہی بہی نابود نہین ہو سکتا۔ یہ اسلام کا نورانی چہرہ ہمیشہ درخشاں رہیگا۔ اور ہمیشہ اپنے معتقدین کو نا منصور و بامراد اور کافرین کو نامراد و خائب و خاسر کرتا رہیگا۔

معترض آریہ اگر تہوڑا سا بہی غوض کرتا اور سمجہ سوچکر اور کچہہ آگا پیچہا دیکہکر تامل سے کم از کم کل کتاب کو دیکہکر ہی اپنا قلم کسی کے لئے خنجر لند کی طرح اٹھاتا تو وہ ضرور سمجہ جاتا۔ کہ اسکے کیا معنے ہین۔ جلدباز آریہ کیا ہمکو بہی خدا کا ایسا ہی معتقد جانتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود ہے یاد رہے کہ ایسا نہین ہے۔ ہم خدا کو جملہ صفات اور اسماء حسنہ سے موصوف سمجہتے ہین۔ سو وہ مخرج الحی من المیت اور مخرج المیت من الحی ہے۔ اسلام کی سچائی کے لئے صرف یہ ہی پیشگوئی کافی ہے اسمین اول تو ایک ایسی خبر دیگئی ہے۔ جسکا کہ کسی فرد کو وہم و گمان بہی نہ تہا اور نہ ہی کسیکو ہو سکتا تہا۔ پہر ایک اس مین بشارت دیدی۔ تاکہ محبوبان خدا سنکر محزون نہ ہوجاوین کہ اگرچہ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ نام کو ہی اسلام ہوگا۔ اور رسم ہی ہوگی ہدایت نہ ہوگی اور سب سے بڑہکر بات یہ کہ علماء فتنہ انگیز ہونگے مگر یہی بتادیا۔ کہ علماء سے ہی یہ فتنہ دور بہی ہو جائیگا۔ جو صاف کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً و اللہ وعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم کی طرف اشارہ ہے یعنی جب ایسی حالت ہوگی۔ تو حسب قانون قدرت اللہ تعالیٰ نے جسطرح یہودیوں کی ہدایت کیلئے حضرت موسیٰ کے بعد خلفاء آتے رہے ایسا ہی اسلام مین بہی اللہ تعالیٰ ان مین سے نیک افراد کو ایسی خدمت سپرد کریگا اور ان سے تجدید دین کا کام کرائیگا۔ پس فطرت اللہ کے مطابق جیسا جیسا وقت اور ضرورت تہا۔ ہر صدی پر مجدد آئے اور اپنا کام کرکے چلے گئے اور جیسا کہ چودھوین صدی موسوی پر ایک نبی آیا تہا اور اسلئے آنحضرت نے اس آخری مجدد کو نبی اللہ لکہکر یاد فرمایا ہے۔ اور اسکو اپنے سلام کیساتھ معزز و ممتاز فرمایا ہے۔ وہ خدا کا رسول ہم تم سب کو پہنچ ہوئے اپنا کام کرکے اپنے مولا کریم سے جاملا ہے جسکا نام نامی حضرت میرزا غلام احمد قادیانی ہے اللّٰہم صلِّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علیٰ خلفاء محمد و بارک وسلم انک حمیدٌ مجیدٌ۔ مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان تہا۔ حضرت موصوف کی وفات پر جیسا کہ سنت اللہ ہے مخالفوں نے بہت سے بے بنیاد اعتراض کئے ہین۔ مگر چونکہ بہت سے بزرگان نے مفصلاً اور مجملاً ہر طرح سے جوابات کافی شافی دیدئے ہین۔ اور نہ اسمین کوئی اسبات پر اعتراض ہے۔ اسلئے اس سوال کی ہمین کچھ ضرورت نہین۔ سو انہوں نے اس آگ کو بجہا دیا ہے۔ اور جیسا کہ آگ کے بجہنے کے بعد دہوآن نکلتا ہے۔ اور گو کبہی وہ دہوآن آگ ہی بنجاتا ہے۔ مگر حضرت اس آگ کو ایسا بجہا گئے ہین۔ کہ کچہہ بہی باقی نہین چھوڑا۔ جس سے پہر اشتعال ممکن ہو اگر کچہہ دہوآن ہے تو یہ دہوآن مولویوں (علماء) بیٹھیگا۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے۔ علماء ریاد ہوآن یا دوسرے لفظوں مین فتنہ دو طرح سے بیٹھیگا ایک تو وہ خود اپنے افعال شنیع کو ترک کرکے عامل شریعت ہو جائینگے اور دوسرے وہ اپنی مخالفت اور موت وغیرہ سے۔ مخالفت اور موت سے بہی کئی فائدے اسلام کو پہنچتے ہین جیسے کہ ایمان کے آنے سے بڑے فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے مخالفت سے ایک تو تشہیر اور تبلیغ عام ہو جاتی ہے۔ دوسرے سعید الفطرت اس مخالفت سے فائدہ اٹھا دیتے ہین۔ اور وہ تلاش مین ہو جاتے ہین اور آخر حق پالیتے ہین۔ اور موت سے ایک تو انکا جہوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے امتیاز حق بہی کرلیتے ہین۔ اور ہدایت کو قبول کر لیتے ہین۔ اور جو فتنہ اندازی وہ کرتے ہین۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابل مین کچھ بہی نہین ہوتی۔ تاہم خدا اس تہوڑی سی بہی نقصان کو دور کر دیتا ہے اور پہر کوئی روک سد راہ نہین رہتی۔ ظاہر ہے کہ یہ آخری زمانے کیلئے پیشگوئی تہی۔ اور اسمین آخری زمانے کیلئے حالت بتائی گئی تہی جس مین کہ اسلام کی حالت بتا کر اور پہر اسکے زندہ کرنیکی نسبت وعدہ دیکر بتایا تہا کہ اسلام کبہی بہی نیست و نابود نہین ہوگا۔ بلکہ جو کچہہ تہوڑی سی اسمین کمی پیدا ہوگی وہ پہر بالکل دور ہوکر بہت ترقی ہو جائیگی۔ اور ہر طرف اسلام ہی اسلام کا ڈنکا بجیگا اسلام سورج ہے اور کون ہے جو اسکی طرف نظر اٹھائے۔ اور اسلام شمس نصف النہار ہے۔ جو اسکی طرف ہاتھ اٹھائیگا وہ اسکا خمیازہ خود بہگتیگا۔

ہم نے مجملاً مختصراً جواب معترض موصوف کا اپنے وعدے کے مطابق انکے اپنے مرقومہ عبارت سے اسکی تشریح کرکے دیدیا ہے۔ امید ہے۔ کہ آریہ صاحب کی تشفی کا باعث ہوگا۔ دراصل اتنی مدت ہم انکے وعدے کے مطابق انتظار میں رہے کہ مسٹر گہیسوت نے لکہا تہا۔ کہ آئندہ جو حکم حضرت محمد صاحب ملیگا۔ وہ بہی پیش کرونگا۔ کہ اتنک قریب ۱۸ دن کے عرصہ گذر چکا ہے خیال تہا۔ کہ دیکہئے دیباچہ کے ہی اعتراض شروع ہین تو آئندہ دیکہیں مگر یا تو ابہی تک وہ کتاب ہی ختم نہین ہوئی اور یا کہین آپکی خواہش پوری نہین ہوئی۔ جو کسی طرح سے کوئی اعتراض اسلام پر ہوتا۔ گو اتنک کوئی مضمون آپکی طرف سے شایع نہین ہوا۔ لہذا بہت انتظار شدید کے انکی خدمت مین کچہہ عرض کیا۔ آخر مین ہم مسٹر گہیسا لعل صاحب گہیسوت آریہ سے درخواست کرتے ہین۔ وہ مہربانی کرکے ان متعصبانہ خیالات کو چھوڑ دین۔ مسلمان تو رات کٹتے کر دیتے ہین۔ اور کسی کام کا نہین چھوڑتے۔ اب وہ زمانہ نہین رہا۔ جنگ و جدال ہو چکے۔ اب صلح کا زمانہ آگیا۔ دیکہ لو اسنے دنوں کی تگ و دو کیا کر لیا۔ کتنی کچہہ ترقی کی یا کسقدر پیچہا دیکہا جیتنے والے جیت گئے اور بہت آگے نکل گئے اب تمہاری مجال نہین کہ اس اوج کو پہنچکر پہر ایکبار ان سے سامنا کرو۔ اگر کچہہ ہندو مذہب مین سچی بات تہی ہی تو وہ آپ لوگوں کی مہربانی سے صاف ہو گئی۔ چلو ہم تمکو صلح کا پیغام دیتے ہین غنیمت جانو اور اپنا پیچہا چھوڑاؤ۔ دیکہو ہمارا مسیح تمکو پیغام صلح دے چکا ہے۔ اسکو غور سے پڑہو۔ اور اسپر عمل کرو گورنمنٹ سے ناحق چھیڑ چھاڑ مت کرو۔ گورنمنٹ کو چھیڑنا کانٹوں کی جہاڑی مین کودنا ہے۔ اور نافرمانی اللہ سے رہی اب بہی باز آؤ معافی مانگ لو۔ ملک قربان ہونے اور سیکرفاس کے یہ معنے نہیں جو تم سمجہے رہو۔ یہ لفظ تم نے اسلام ہی سے سیکہا ہے اسکے معنے بہی سمجہکر سیکہو لفظ سیکرفایس گاتا گانا ہی تہا اس حرکت سے جو تم کر رہے ہو۔ سراسر ملک کا ہی نقصان ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد تمنے کتنے عرصہ تک ہندوستان کو پستی مین ڈالے رکہا اور اب پہر جو شروع کیا ہے۔ اسکا یہ مطلب ہے۔ کہ اب ہمیشہ کے لئے ہندوستان کو پستی کے سمندر کی تہ مین جا بٹہائے۔ جہاں سے پہر نکلنا نا ممکن ہو جائے۔ جانے دو۔ ان کرتوتوں سے کچہہ فائدہ تمنے سودیشی سسٹم کو کیا پایا۔ جو تمہارا کام ہی تہا۔ اور کیا کرو گے جو کبہی تم مٹی بہی نہین۔ تجارت مین تو پہر بہی بہت کچہہ سست رہی ہے۔ سودیشی سسٹم گرہی علیحدہ

نمبر | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ء مطابق ۱۴ شعبان سنہ ۱۳۲۶ ہجری المقدس | جلد ۱۲

الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اُس نے مجھے پھر توفیق دی کہ میں اُس کے حمید و مجید کلام کی اشاعت اور خدمت کر سکوں جیسا کہ اعلان کیا جاتا رہا ہے۔ قرآن مجید کے ترجمہ معہ تفسیری نوٹ کا پہلا پارہ کاتب کے پاس جا چکا اور کچھ حصہ پریس میں بھی چلا گیا۔ چنانچہ اس وقت تک ۲۴ کاپیاں چھپ چکی ہیں مجھے خدا کے فضل و کرم سے یقین ہے۔ کہ احباب اس کو پسند فرماویں گے + الحکم کے ایک ہزار ناظرین میں سے تیس کے قریب مجھے ایسے خطوط پہونچے ہیں۔ جنہوں نے یا تو اس وقت پارہ کا وی۔ پی۔ لینے کے لئے آپ کو ناقابل بتایا ہے اور یا صرف ایک جلد کے لینے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک رقم پیشگی دینے کو آمادہ ہیں۔ مگر یہ سلسلہ مسلسل جاری رہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ کیوں شروع سے اس سلسلہ کو شروع نہ کیا گیا۔ اس کے سوا باقی احباب نے اعلان کے مضمون کے موافق اپنی خاموشی سے ظاہر کیا کہ وہ مطبع کے مرسلہ وی۔ پی کے دو دو جلد کے لینے کو آمادہ ہیں

گر میں نے بطور خود احتیاط مزید کو مدنظر رکھ کر صرف ۱۲۰۰ کاپیاں طبع کرانے کا انتظام کیا ہے۔ اور بجز اُن مخلص اور خاص دوستوں کے جو الحکم کے ساتھ مربیانہ تعلقات رکھتے ہیں باقی احباب کو جنہوں نے اپنی خاموشی سے اظہار رضامندی کیا ہے صرف ایک ایک جلد بصیغہ وی پی ارسال ہوگی۔ چونکہ تعداد مقررہ سے بہت کم چھاپا گیا ہے۔ اس لئے جو احباب اس موقع کو ہاتھ سے دیں گے۔ اُنہیں ایسی گرانقدر نعمت کے لئے پھر کسی دوسرے وقت کا انتظار کرنا پڑیگا۔ **قرآن مجید** کے فہم کے لئے روپیہ کے خرچ کا مضائقہ خدا پرست اور خدا جو قوم قطعاً نہیں کر سکتی۔ اس سے سابقہ سلسلہ تفسیر پر کوئی اثر نہیں ہوگا ہاں صرف سورہ **آل عمران** کی تفسیر جو نامکمل حالت میں پڑی ہے اس کو انشاء اللہ پورا کر دیا جائے گا۔ اور پھر جب تک اس اصول اور نہج پر قرآن مجید کا ترجمہ شائع نہ ہو لیگا۔ اس سلسلہ میں کچھ نہ لکھا جائیگا (بعونہ تعالیٰ)

چونکہ یہ پارہ بجائے خود مکمل ہونگے۔ اس لئے ان کی جدا جدا جلد تیار ہو سکتی ہے اس لحاظ سے کہ حاشیہ پر یادداشت لکھنے کا موقعہ مل سکے۔ حاشیہ خاطر خواہ رکھا گیا ہے۔ میں اس کام کو پوری دلچسپی سے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مگر توفیق کا ملنا اس کے فضل پر موقوف ہے۔ اگر احباب نے

کما ینبغی قدر کی اور مجھے امداد دی۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ یہ کام خاص سرعت اور تندہی سے جاری ہو سکے احباب کی امداد کی دو صورتیں ہیں **اوّل** وہ میرے لئے پوری توجہ اور دردِ دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے اور اپنا فضل شامل حال کرے۔ میری راہ سے وہ روکیں اُٹھا دے۔ جو ہرج اور دیر کا موجب ہوتی ہیں۔ مجھے سمجھ اور قوت بیان دے۔ جو ایسے انداز اور طرز پر مطالب قرآنی ادا کر سکوں۔ جو لوگوں کے لئے نافع اور اس جلیل القدر کتاب کے حقائق کے اظہار کا ذریعہ ہو **دوم** جسقدر جلدیں طیار ہوں۔ ان کے ہدیہ ہو جانے کی فکر کریں۔ پہلا پارہ جو طیار ہو رہا ہے۔ وہ سورہ زمر سپارہ ۲۳ سے لیکر سورۃ حٰم سجدہ سپارہ ۲۴ تک ہے۔ اور اس طرح پر اس جزو میں ڈیڑھ سپارہ کے قریب قریب قرآن مجید کا حصہ آجاتا ہے۔ یہی طرز آئندہ رہے گا یعنی شروع سورۃ سے آخر سورۃ تک ہوگا۔ اگلا نمبر سورۃ شوریٰ سے لیکر سورۃ **جاثیہ** تک ہوگا۔ کبھی ایک سپارہ سے بڑھ جائیگا اور کبھی شائد کم ہو جاوے۔ میں امید کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں کہ اس ستمبر کے مہینے میں دوسرا **پارہ** بھی نکل جاوے۔ کیونکہ کاتب کی دقت کی وجہ سے اب تک دیر ہوئی۔ ورنہ ۳۱ اگست تک پہلا پارہ ضرور شائع ہو جاتا بہرحال

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہوا۔

اب توفیقیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر اب بھی کوئی صاحب نہ لینا جائیں تو **وہ بے شک اطلاع دیدیں**۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر کوئی اطلاع نہ دی اور پھر واپس کریں تو اس کار خیر میں وہ ایک روک کا موجب ہوں گے۔ اور باعث نقصان۔ جس کی میں احمدی جماعت کے کسی فرد سے توقع نہیں کرتا۔ یہ بہتر ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی صاحب نہ لے سکتے ہوں تو اطلاع دیدیں۔ والسلام

خادم قوم **یعقوب علی** عفی اللہ عنہ

کیا ایک ہزار آدمی نہیں ملیں گے؟

الحکم کے ذریعہ جو تحریک۔ قومی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اس سالانہ جلسہ پر ۲۵ ہزار روپیہ جمع کرنے کی گئی ہے اس کے لئے ابھی تک جس قدر درخواستیں یا اطلاعیں آنی چاہئیں۔ نہیں آئی ہیں۔ کیا اس کے یہ معنے سمجھ لئے جاویں۔ کہ ایک ہزار آدمی اس مقصد کو لیکر نہیں آسکتا؟ یعنی وہ پچیس روپیہ یا تو اپنے پاس سے جمع کردے اور یا پچیس روپیہ جمع کرکے لادے۔ قومی ضرورتوں کا احساس جن قلوب میں ہے اور جو **سابق بالخیرات** ہونے کے آرزو مند رہتے ہیں۔ وہ ایسے موقعوں کو کبھی ہاتھ سے نہیں دے سکتے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال اور رفع کے بعد ان امور کا بوجھ کامل طور پر قوم کے ہر ہر فرد کے ذمہ ہے۔ بہت سے ایسے احباب بھی ہوں گے۔ جو پچیس کیا پچیس سو تک بھی دے سکتے ہیں لیکن مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ابھی تک میں پچاس ہزار کی تعداد تو بڑی تعداد کہنی چاہئے۔ پورے دس آدمیوں کے نام بھی نہیں لے سکتا۔ جنہوں نے یہ عزم کیا ہو کہ وہ اس جلسہ پر پچیس پچیس روپیہ لائیں گے۔ اس وقت تک بڑے زور سے **بینٹ** کی صداؤں کو نہ اٹھنا اگرچہ مایوسی بخش امر ہوسکتا ہے۔ لیکن مومن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مایوس نہیں ہوسکتا یہ کام محض خدا کی رضا کے لئے اور اس کے دین حق کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے ہے۔ اس کے واسطے اسباب کا بہم پہونچانا اور سہولتیں بہم پیدا کرنا اسی کے قبضۂ قدرت اور دست تصرف کے نیچے ہے۔ وہ جن قلوب کو برگزیدہ کریگا کہ وہ اس راہ میں اپنے اموال سے حاضر ہوں۔ انہیں آمادہ کریگا۔ اور انہیں ایسے اسباب سے متمتع فرمائے گا۔ جو اس موقعہ پر پیش از پیش مستعدی اور ہمت سے آئیں اور سعی کریں۔ یہ یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ نے جن کاموں کا ارادہ فرمایا ہے وہ تو ہو کر رہیں گے۔ لیکن افسوس ہوگا ہم پر اگر ہمارے ہاتھوں سے نہ ہوں۔ خدا نہ کرے کہ ہم محروم کئے جائیں اور کوئی اور قوم آئے اور اُن کو سرانجام دے!

میں اس سے پہلے جن خادمان قوم کے نام دے چکا ہوں اس کے بعد مجھے چودہری غلام حسین صاحب اسٹیشن ماسٹر بہاولپور غربی اور منشی عبدالمجید صاحب اکونٹنٹ کسولی نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس تجویز کے ساتھ نہ صرف متفق ہیں بلکہ وہ پچیس پچیس روپیہ داخل کریں گے اور ان سے بھی بڑھ کر ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وٹرنری اسسٹنٹ مونہ نے اپنا نمونہ دکھایا ہے کہ انہوں نے پچیس روپیہ نقد صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جمع کردیئے ہیں ایسے باہمت اصحاب نے اگر توجہ کی جس کی امید کی جاتی ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔

میرے دوستو! وہ قومیں جن کو روحانیت اور خدا پرستی سے کوئی تعلق نہیں اور جو برائے نام مذہب کو آگے رکھتے ہیں۔ وہ قومی ضرورتوں کے نام پر ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ یکدم جمع کرلینے کو آسان سمجھتے ہیں۔ ان کا اپیل شائع ہوتا ہی ہے۔ جو اس کی تعمیل کرنے والے زر نثار کردیتے ہیں یہ سچ ہے کہ وہ دولتمند لوگ ہیں اور ان میں سے ایک ایک کو کئی کئی ہزار دیدینا مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ اور یہاں کئی کئی کو ایک آنہ دینا بھی دوبھر اور مشکل معلوم ہوتا ہے مگر جو برکت اور خوبی ان پیسوں میں ہے وہ ان ہزاروں اور لاکھوں میں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیسے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیئے جاتے ہیں اور ان ہزاروں اور لاکھوں کی غرض **دنیا اور صرف دنیا ہے**۔

میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ہماری قوم پر چندوں کا بہت بڑا بوجھ ہے۔ لیکن میری ہمیشہ سے یہ رائے ہے کہ چندوں کی وصولی میں بے ترتیبی اور بے قاعدگی ضرور ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ چار لاکھ کی جماعت میں سے پچیس ہزار آدمی بھی ایسے نہ نکلیں۔ جو سلسلہ کی متعارف مدّات میں ایک ایک روپیہ بھی سالانہ دے سکیں اس وقت سلسلہ کی ضروریات کے لئے دو اور چار ہزار کے درمیان ماہوار آمدنی ہے اور یہ تسلی بخش امر ہے لیکن اگر مستقل سرمایہ جمع ہوجاوے اور ایک ایک مد کے لئے خواہ ایک ایک سال میں ہی کیوں نہ ہو جمع ہوسکے تو میرا اپنا خیال ہے کہ قوم ایک حد تک سبکدوش ہوسکتی ہے اگرچہ سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات شائد انہیں ایسا سبکدوش نہ ہونے دیں۔ لیکن پھر بھی یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ پیدا ہونے والی ضروریات ایسی حالت میں انشاء اللہ آسانی سے پوری ہو سکیں گی۔ میں اس مضمون کو لمبا کرنا نہیں چاہتا۔ اور امید کرتا ہوں کہ احباب اس پر توجہ کریں گے۔ اور بہت جلد ایک ہزار کی تعداد پوری کردی جائیگی ہر ہفتہ ایسے بزرگوں کے نام چھاپا جاوے گا۔ انشاء اللہ العزیز

تعلیم الاسلام کا ایک فرزند

باوجودیکہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی تکمیل اور اصلاح کے لئے بہت بڑی گنجائش ہے اور قوم اور ناظمان مدرسہ کی بہت بڑی توجہ درکار ہے تاہم اب تک مدرسہ نے جو بچے طیار کئے ہیں خدا کے فضل سے وہ دوسرے مدرسوں کے مقابلے میں قابل قدر نمونہ ہیں۔ ذیل میں ایک نوجوان طالب علم کا مضمون درج کیا جاتا ہے۔ جو اسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے اس مضمون کو پڑھ کر معلوم ہوجاویگا۔ کہ یہاں رہکر اس نے قرآن کریم کے سمجھنے اور پڑھنے میں کہاں تک فائدہ اٹھایا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ الحکم کی کسی مخصوص اشاعت میں صرف تعلیم الاسلام کے طالبعلموں کے مضمون درج کروں۔ تاکہ قوم کو اپنے بچوں کے خیالات کا اندازہ کرنے کا موقع ملے۔ اس امر کا جلد انشاء اللہ جلد انتظام کرکے شائع کروں گا۔ بہرحال وہ مضمون یہ ہے:۔

ذکر نعمت

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

"یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین"۔ الخ

(ترجمہ) "اے بنی اسرائیل (بہادر سپاہی کی اولاد) یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں۔ اور یہ کہ میں نے تم کو جہان پر فضیلت بخشی"

اب ہم کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کون سی نعمتیں تھیں جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خاص کر متوجہ کیا ہے۔ ورنہ یوں تو ہماری ہر ایک چیز اللہ کی نعمت ہے۔ کیونکہ ہم نے کون سے نیک عمل کئے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو آنکھیں۔ ناک۔ کان وغیرہ عطا کئے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو عطا کیں۔ مگر وہ نعمتیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر بنی اسرائیل کو توجہ دلائی ہے۔ تین ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذ قال موسی لقومہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے واذ فرقنا بکم البحر فانجینکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون۔ یعنی ایک تو اس میں سے نبی بنائے۔ دوسرے بادشاہ بنائے۔ تیسرے تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے دشمن (فرعون) کو غرق کردیا۔ اس امر کی تشریح کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ رسول صلعم کے وقت کیوں نازل فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو آیتیں وارد ہوئی ہیں۔

وہ قیامت تک صحیح ہیں۔ اور وہ ہر وقت ایسی ہی ہیں۔ جیسا کہ خاص اس وقت میں وارد ہوئی ہیں اور اُسی کے لئے ظاہر ہوئی ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو بھی ماننا پڑے گا۔ کہ ان آیات کے مخاطبین اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان آیات کے مخاطب عام مسلمان اور خصوصاً احمدی جماعت ہے۔ انعام اول کا ظہور یعنی جعل فیکم انبیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرمایا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل چنانچہ ابھی بہت سے احباب موجود ہیں (جن کی تعداد لاکھوں تک پہونچ چکی ہے) جنہوں نے خدا کے مرسل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اُن کو پہنچانا۔ اور انہوں نے ایک ایسا مبارک زمانہ پایا ہے۔ جس کو حبیب خدا نے بھی مبارک زمانہ فرمایا ہے۔ پھر جعلکم ملوکا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے تھے[۵۱]۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں۔ اور پھر جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ایک غیر سلطنت کے نیچے بنی اسرائیل کو رکھا تھا۔ اسی طرح مسیح موعود کے وقت ہم کو ایک ایسی پُرامن گورنمنٹ کے سایہ میں جگہ دی جس کی نظیر آجکل دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اور وہ مسلمانوں کی گورنمنٹ نہیں۔ بلکہ غیر کی گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کی گورنمنٹ کو یاد کرکے خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ مسلمانوں کو بلند آواز سے اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ اور نہ کوئی ظاہر طور پر نماز ادا نہیں کر سکتا تھا۔ گویا کہ خدا تعالیٰ کو ظاہراً یاد کرنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا تھا۔ مگر آجکل دیکھو کہ برٹش گورنمنٹ نے ہم کو ہر قسم کی مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اس سے بڑھکر کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہو سکتی ہے۔ پھر مسلمانوں کی سلطنت کی طرف بھی توجہ کرو۔ ہمارے پیارے بھائی صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کس طرح بے رحمی سے شہید کئے گئے پھر برٹش گورنمنٹ ہے۔ ہم ان کے مذہب کے برخلاف خواہ کتنا ہی لکھیں۔ مگر وہ ہم کو پوچھتے تک نہیں۔ بشرطیکہ ہم حق پر ہوں تیسرا انعام۔ کہ بنی اسرائیل کو دشمنوں سے نجات دی۔ غور کر لو۔ کہ کس طرح مسلمانوں کو اُن کے دشمنوں سے بچایا۔ اور کس طرح اُن کے سامنے اُن کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے جتنے دشمن ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب کو یکے بعد دیگرے ہمارے دیکھتے دیکھتے تباہ کر رہا ہے۔

[۵۱] جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اُس وقت بنی اسرائیل بادشاہ نہ تھے بلکہ ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد بادشاہ ہو چکے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کے سلف صالحین بھی بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ منہ

اب اے قوم! اگر باوجود اتنے فضلوں اور انعامات کے پھر بھی ناشکری کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کو تسلیم نہ کرو۔ جو تم پر ایک بڑا انعام ہے۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ کی ناشکری کا تمہیں وہی نتیجہ ملیگا۔ جو کہ بنی اسرائیل کے وقت میں ان کی ناشکری کی وجہ سے ملا تھا۔ یعنی قردۃ خاسئین (دھتکارے ہوئے بندر) ہو جاؤ گے۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ لفظ قردۃ سے مراد اصل بندر نہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے۔ کہ بندروں کی طرح ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنے مرسل کو بھیجا تھا وہ اپنا کام کر کے اور ہم میں قریباً ۷۶ برس رہکر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا جس نے کہ اُس کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ بہت سے لوگ ہیں جو افسوس کریں گے۔ کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکے اور کہیں گے کاش! کہ ہمیں اس مرسل کی زندگی میں خبر ملتی۔ لیکن ایسے لوگ یاد رکھیں کہ ابھی وہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس خدا کے برگزیدہ کا جانشین خدا کی مرضی کے مطابق مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ اسی راہ کی طرف لیجاتا ہے۔ جس کی طرف اس کے آقا حضرت مسیح موعود لے جاتے تھے۔ لہذا جو شخص وہ انعام ایزدی حاصل کرنا چاہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے مرسل کی معرفت ہم پر نازل فرمائے تھے۔ ان کے لئے میں ڈنکے کی آواز سے کہتا ہوں۔ کہ وہ حضرت خلیفہ خلیفۃ اللہ کی بیعت کر کے وہی انعامات حاصل کر سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی۔ اسی طرح آج ہم یہ کہنے کو تیار ہیں۔ کہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کے تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ آج جبکہ تمام مذاہب کے مدعی اپنے آپ کو سچا کرنے کے درپے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ اور ہمیں وہ مکالمات عنایت فرمائے۔ جو آج سوائے احمدی جماعت کے اور کسی پر نہیں۔ اور خدا کے فضل سے صرف یہی جماعت اس بات کی قائل ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں بولتا ہے۔ جس کے نشان یہ جماعت ابھی اپنے آقا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کے ہاتھ پر دیکھ چکی ہے۔ لہذا ہمیں ان تمام انعامات کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اور کوشش کرنی چاہئے۔ کہ وہ ہم ہی ہوں جو تمام جہان سے بڑھ کر ثابت ہوں۔ آخر ایک قوم تو ایسی ضرور ہوگی۔ پر افسوس یہ ہے کہ کہیں یہ فضیلت ہمارے گھروں سے نکل کر اور گھروں میں نہ چلی جائے۔ اس لئے بڑی کوشش سے حبل اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو۔ اور خدا تعالیٰ کے انعامات کو یاد کر کے اُن کا شکریہ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ شکریہ سے انعامات بڑھتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ اب یاد رکھو کہ جو اس جماعت میں داخل ہو کر پھر مرتد ہوگا۔ اور ان انعامات کی ناشکری کرے گا اُس کے لئے خدا تعالیٰ عذاب شدید کا وعدہ دیتا ہے۔ والسلام

فاعتبروا یا اولی الابصار

خاکسار

فضل الدین احمدی از پشاور

گورنمنٹ پنجاب سے اپیل

لالہ دینا ناتھ سابق ایڈیٹر ہندوستان کی رہائی کے لئے پھر تحریک شروع ہوئی ہے۔ اور ہز آنر سر لوئیس ڈین کی گورنمنٹ کو نوجوان دینا ناتھ کی حالت پر توجہ دلائی گئی ہے۔

میں نے اس وقت بھی پنجاب گورنمنٹ کو متوجہ کیا تھا۔ جبکہ گذشتہ شورش کے بعض ملزموں پر رحم کیا گیا تھا۔ مگر دینا ناتھ کی بدقسمتی ابھی اُس کے ساتھ تھی۔ اب جب کہ سر لوئیس ڈین کی گورنمنٹ کو صوبہ کے اخبارات نے اس نوجوان پر رحم فرمائی کے لئے متوجہ کیا ہے۔ تو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں ان کی تائید کروں۔ پنجاب کے اخبارات کی طرز تحریر بہت موڈریٹ ہو گئی ہے اور چیف کورٹ پنجاب نے تسلیم کر لیا تھا۔ کہ ہندوستان کا طرز تحریر قانونی حدود سے باہر نہیں نکلا۔ بہرحال اس وقت جب کہ ہز آنر سر لوئیس ڈین نے عنان حکومت ہاتھ میں لی ہے اُن کی گورنمنٹ سے یہ امید کرنا بیجا نہیں۔ کہ وہ دینا ناتھ کی نوجوانی پر رحم کر کے پندرہ سولہ مہینے تک کی سزا اس کے لئے کافی سمجھیں۔ اور اُسے رہا کر کے پنجاب کی تعلیم یافتہ پارٹی کو شکر گزاری کا موقعہ دیں۔ مجھے اخبار ہندوستان کے موجودہ ایڈیٹر پر افسوس ہے۔ کہ وہ دینا ناتھ کی رہائی کی اپیل کرتا ہوا۔ مسلمانوں پر بلاوجہ غصہ ظاہر کرتا ہے۔ بہرحال اس جھگڑے میں نہ پڑ کر میں پھر استدعا کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہز آنر کی یہ مہربانی پنجاب میں نہایت قدر اور دلی شکر گزاری سے دیکھی جائے گی۔ اور دینا ناتھ کو رہا کر کے وہ اپنی رحمدلی اور کرمفرمائی سے تعلیم یافتہ گروہ کو ممنون فرمائیں گے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ دینا ناتھ اگر آئندہ اس پیشہ اخبار نویسی کو اختیار کریگا تو پہلے سے بھی زیادہ محتاط ثابت ہوگا۔

کھلی چٹھی کا جواب

بخدمت منشی سراج الدین صاحب ایڈیٹر زمیندار

میں نے زمیندار ۱۶ر اگست ۱۹۰۸ء میں اس کھلی چٹھی کو پڑھا جو جناب نے درد گردہ کی سخت تکلیف کے باوجود لکھی ہے۔ اس توجہ فرمائی کے لئے میرا شکریہ قبول کیجئے۔

جناب نے لکھا ہے کہ "الحکم مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۸ء میں آپ کا ایڈیٹر نقاش کے اس مضمون پر دیکھا جو اخبار وکیل میں شائع ہوا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس نوٹ کو آپ جیسے عالی ظرف بزرگ کی شان سے بہت بعید پایا اور بہت افسوس کیا۔" جو حسن ظن جناب نے میری نسبت ظاہر فرمایا ہے۔ اس کے لئے افسوس ہے کہ میں آپ کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اگر عالی ظرفی سے یہ مراد ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس اور راستباز امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مفتریات کو سن کر خاموش رہنا۔ اور ایک گریجویٹ اور اب تبلیغ اسلام کا کام ہاتھ میں لینے والے نوجوان کو اس کے افترا پر ملامت نہ کرنا۔ تو میں بڑی صفائی کے ساتھ اس کا اعتراف کرنے کو تیار ہوں کہ میں ایسی عالی ظرفی کو اس تنگ ظرفی پر ہزار مرتبہ قربان کرنے کو سعادت یقین کرتا ہوں جس میں حمیّت اور غیرت ہو۔

منشی صاحب! مجھے نہایت ہی افسوس اور درد دل سے اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ میرے نام کھلی چٹھی لکھ کر آپ نے نقاش کو اور زیادہ بے باک کرنا چاہا ہے۔ آپ کا ایک دانشمند اور تجربہ کار باپ کی حیثیت سے فرض تھا کہ اس کو ایسی شوخی اور بے باکی پر ملامت کرتے اور سمجھاتے کہ فرضی خطوط بنانا اور پھر ان کو ایک کثیر جماعت کے امام اور پیشوا کی طرف منسوب کرنا اور وہ بھی بعد مردن دانشمندی سے ہی بعید نہیں۔ بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے بھی ایک خطرناک جرم ہے۔

مگر آپ نے نہیں معلوم کیوں اس پیرانہ سالی میں بھی امر حق کی تبلیغ سے کنارہ کشی کی اور میں نے بحیثیت ایک ہمعصر کے آپ کا فرض ادا کرنا چاہا۔ تو آپ نے ناپسند فرمایا۔ مجھے اس کا تو افسوس نہیں کہ آپ کو میرے اس نوٹ کو پڑھ کر افسوس کرنا پڑا۔ مگر آپ پر رحم ضرور آیا۔ کہ پیرانہ سالی نے آپ کو اس حالت تک پہنچایا۔ کہ باوصفیکہ نقاش کے متعلق آپ کے خیالات کیا تھے یا خود نقاش کی آپ کی نسبت کیا رائے تھی۔ لیکن عمر کے ان آخری ایام کے فطرتی اثر نے آپ کی اس جرأت اور دلیری کو سلب کر لیا۔ جو اس سے چند روز پیشتر دیکھنے میں آتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ امر حق کے اظہار میں آپ کی زبان قلم بلا خوف لومۃ لائم چلتی ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ نہیں۔ **منشی صاحب!** آپ کی اس چٹھی نے مجھے زمیندار میں ان ظاہر کردہ خیالات پر غور کرنے کا موقعہ دیا۔ جو یکم اگست ۱۹۰۸ء کو **ڈاکٹر عبدالحکیم خان** کی کسی مراسلت کے عدم اندراج کے متعلق ہیں۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ اس مراسلت میں مرزا صاحب کے متعلق ایسے الفاظ درج ہیں۔ جن کو ہم اسلامی احکم

(دفعہ الیق ہی) کے خلاف سمجھتے ہیں"۔

میں نہیں جانتا وہ الفاظ کیا ہوں گے۔ لیکن اس بزرگ کی نسبت جس کو آپ مرحوم و مغفور کہتے ہیں اور اس کے خلاف کہنے والوں کو ایک ایک وقت جواب دینے کو آمادہ ہوتے ہیں۔ آپ کا ہی صاحبزادہ بلند اقبال ایسے الفاظ استعمال کرے۔ جو ایک جماعت کی دل آزاری اور مذہبی فیلنگس کو زیادہ صدمہ پہنچانے والے ہیں اور پھر ایسی صورت اور ہیئت میں جسکا اسے کوئی حق او اختیار نہیں ہے۔ تو یہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کیا

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

پر عمل نہیں کیا جاتا۔

مجھ پر تو آپ افسوس ظاہر کرتے ہیں۔ اور اسے عالی ظرفی کے منافی بتاتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب! نقاش کے مضمون کو پڑھ کر آپ کی وہ رگ حمیّت جوش میں نہ آئی۔ جو زمیندار مورخہ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں **میر محمد حسن** صاحب کے جواب میں آئی تھی۔ اور یا جو آپ نے **امام الدین** گجراتی کے جواب میں ظاہر کی تھی۔ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ بلکہ آپ کی اس خط و کتابت کو یہاں درج کروں۔ جو زمیندار ۲۴ جون ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۵ پر درج ہے۔

ہمارا نیاز نامہ

جناب مولانا مکرمنا۔ مدظلکم۔ السلام علیکم

والا نامہ کو شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگرچہ پرائیویٹ طور پر جواب دینا مناسب تھا۔ مگر جس مسئلہ میں جناب نے مجھ سے سوال کیا ہے میرے خیال میں اس کا عام اعلان اور آپ جیسے عالم فاضل کی رائے بہت سے ناظرین اخبار کے لئے مفید ہوگی۔ میں جو میرزا صاحب کو مرحوم و مغفور اور رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہوں۔ اس کے جواز کے متعلق میرے خیالات حسب ذیل ہیں:۔

اوّل یہ کہ جس شخص کو بقول بعض ۲۰ ہزار اور بقول بعض تین لاکھ آدمی مقدس اور متبرک اور اپنا پیشوا اور مقتدا مانتے ہوں۔ اور وہ مدعی اسلام اور کلمہ گو بھی ہو۔ اس کو اس کی وفات کے بعد معمولی الفاظ دعائے مغفرت سے یاد نہ کرنا اور بغیر ان الفاظ کے اس کا نام لینا میرے خیال میں نہ صرف تنگدلی اور تعصّب میں داخل بلکہ خلاف اخلاق بھی ہے۔ شائد آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہندو بزرگوں کو ان کی وفات کے بعد سرگباش (جنت نصیب) لکھنے کا عام رواج ہے۔ پس جب ہندو بزرگوں کے متعلق جنت نصیب کے لفظ پر کسی مسلمان نے آج تک گرفت نہیں کی تو ایک مدعی اسلام کلمہ گو کو مرحوم و مغفور اور رحمۃ اللہ علیہ کہنا کیوں مورد اعتراض بنایا ہے

دوئم۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ مسٹر گاڈفری ہگنس جیسے غیر مسلمان اور منکر رسالت شخص کو سر سید مرحوم و مغفور نے علیہ الرحمۃ لکھا تھا۔ کہ اس نے بمقابلہ دیگر عیسائیوں اور یورپینوں کے ہمارے ہادی برحق کی حمایت کی تھی۔ تو مرزا صاحب جیسے بزرگ کو جو توحید اور رسالت کا قائل اور معتقد تھا۔ ان الفاظ سے کیوں نہ یاد کیا جائے۔

سوئم۔ کسی شخص کو داخل جنت کرنا۔ دوزخ میں دھکیلنا کسی کے باکم از کم میرے اختیار میں نہیں۔ نہ میری سفارش پر کوئی شخص جنت میں جا سکتا ہے۔ ورنہ میرے کہنے سے کوئی دوزخ میں پڑ سکتا ہے۔ البتہ میری خواہش یہ ہے۔ جیسے کہ ہر ایک نیک نیت اور بہی خواہ عوام کی نیت ہونی چاہیئے کہ خدا سب کو بخشے اور اسی نیت سے میں مرزا صاحب کو مرحوم و مغفور و رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہوں۔

چہارم۔ اگر حضرت منصور باوجود دعوئے انا الحق کے مرحوم و مغفور اور رحمۃ اللہ علیہ کہلانے کا استحقاق رکھتے ہیں تو میرزا صاحب انا مثیل المسیح یا انا المسیح کہنے سے اس استحقاق سے کس طرح محروم ہو سکتے ہیں

پنجم۔ اب میں آپ کی اجازت سے چند آیات قرآنی پیش کرتا ہوں جن میں وعدہ مغفرت ہے اور جن میں مستحقین مغفرت کا مجمل طور پر ذکر ہے۔

(الف) وللہ ما فی السموات وما فی الارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ غفور الرحیم (سورۃ آل عمران ۱۲۴)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور تمام چیزوں کا جو ان میں ہیں خالق اور مالک ہے۔ جس کو وہ چاہیئے بخش سکتا ہے اور جس کو چاہے عذاب دے سکتا ہے۔ خدا غفور و رحیم ہے۔

(ب) ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (سورۃ نسا۔ آیت ۵۱)

یعنے خداوند کریم اس گناہ کو نہ بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک مانا جائے اور اس کے سوا سب گناہ بخش دیگا۔ جو شخص کسی کو خدا کا شریک مانتا ہے۔ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

(ج) وقالت الیہود والنصاری نحن ابناء اللہ واحباءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وللہ ملک السموات والارض وما بینہما والیہ المصیر

(د) قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم (سورۃ زمر آیت ۵۴)

یعنی اے پیغمبر ان لوگوں کو کہہ دو۔ کہ اے ہمارے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ رہو کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے اور وہ بیشک غفور و رحیم ہے۔

(ہ) وللہ ملک السموات والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وکان اللہ غفورا رحیما۔

مندرجہ بالا آیات سے پایا جاتا ہے کہ خداوند کریم جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے اور باوجودیکہ بخشنے اور عذاب دینے کی طاقت

اُس کو یکساں حاصل ہے۔ مگر زیادہ میلان بخشایش اور رحمت کی طرف ہے۔ شرک ہی ایک ایسا جرم ہے۔ جو نہ بخشا جائیگا اور باقی تمام گناہ بخشے جاسکتے ہیں۔ جو شخص سلام علیک کرے۔ اسکو غیر مومن نہ کہا جائے۔ خدا کا فیض تو عام ہے اور اس امر کا فیصلہ بھی اُسی کے اختیار میں ہے کہ مرزا صاحب کو اُس فیض عام سے حصہ ملنا چاہیئے یا نہ ملنا چاہیئے۔ لیکن اگر ہمارے مرحوم و مغفور یا مغضوب ملعون لکھنے کا خدا کی بے نیاز اور بے پرواہ درگاہ میں کچھ اثر ہوسکتا ہے۔ تو

ہر کہ شاہ آں کند کہ او گوئید
حیف باشد کہ جز نکو گوئید

غالباً آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ میں مرحوم مرزا صاحب کے دعاوی اور الہامات کا قائل اور معتقد نہیں۔ لیکن میں اُن کا اس قدر مخالف بھی نہیں کہ انہیں خدا کے فیض عام سے محروم رکھنے کی خواہش یا دعا کروں۔ مرزا صاحب کے متعلق ایک بار سرسید نے مجھے خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنے کو لکھا تھا۔ آپ مضمون بھیجیں لیکن اخبار کے ایک کالم سے زیادہ نہ ہو

خاکسار سراج الدین احمد

آپ کے اس جواب کو پڑھ کر اور پھر نقاش کے مضمون کی داد دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے خیالات اور معتقدات کو مدنظر رکھتے ہوئے نقاش کے اس مضمون پر غور کریں گے۔ جو اس نے وکیل میں شائع کیا ہے

منشی صاحب! کیا آپ ہی نے نہ لکھا تھا کہ "میرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۴ء کے وقت ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۲ یا ۲۴ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد اُن کا تمام وقت دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپکے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اسقدر مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں۔ کہ آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی جو آپنے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ منصور کا دعوی انا الحق تھا۔" اس قسم کی تحریریں اور حسن ظن کا اظہار ایک طرف۔ اور نقاش کے مضمون کی تعریف ایک ایسا حیرت انگیز معما میرے سامنے ہے۔ جس کو میں حل کرنے سے عاجز ہوں

منشی صاحب! میں آپکے ساتھ اس امر میں متفق ہوں کہ

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

پر نظر ہونی چاہیئے۔ لیکن کیا آپ کو علم نہیں کہ متکلم کی ذاتی وجاہت قابلیت اور سب سے بڑھ کر اس کے عمدہ چال چلن کا جو اثر ہوسکتا ہے۔ وہ کسی گمنام اور فرضی نام سے لکھنے والے کا نہیں ہوسکتا۔ آپ تو پرانے تجربہ کار اور ذی علم آدمی ہیں۔ پھر میں حیران ہوں۔ کہ آپنے یہ کیا لکھا کہ

"شائستہ اخبارات اور مہذب افراد قوم بفحوائے انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال فرضی نام کی پرواہ نہ کرکے نفس مضمون پر توجہ کرکے اور خامہ فرسائی فرماتے ہیں فرضی نام کی بیڑیاں پڑھنی شروع نہیں کر دیتے"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درد گردہ کی شدت نے آپکو واقعات پر غور کرنے نہیں دیا۔ میرے اس اظہار پر کہ ظفر علی خان آپکا بیٹا ہے۔ آپ کو معلوم نہیں کیوں ناگوار معلوم ہوا۔ اور انظر الی ما قال کیوں پیش کرنے کی حاجت محسوس ہوئی۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ کی طرف اس کی جائز نسبت ہے اور اس سے آپ کو کوئی عار نہیں ہوسکتا۔ کہ میرے اس طرز تحریر سے آپ کا اظہار رنج اور شائستہ اخبارات اور مہذب افراد قوم کے خلاف بتانا بتاتا ہے کہ یہ امر آپ کو سخت ناگوار اور باعث رنج ہے کاش میں اس کو پہلے سے جانتا اور میں بلاوجہ آپ کو دکھ پہنچانے کا موجب نہ ہوتا۔ مجھے اس کے لئے دلی افسوس ہے اور آپ سے معذرت چاہتا ہوں لیکن منشی صاحب! آپ مجھے معاف فرمائیں گے اور معذور سمجھیں گے کہ آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہرحال آپ کے لئے قرۃ العین نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ عبداللہ اور آپ کی تحریروں کو درمیان میں نہیں لاؤنگا۔ البتہ یہ ظاہر کئے بدوں نہیں رہ سکتا۔ کہ

نقاش پر افسوس!

میں مہذب افراد قوم اور شائستہ اخبارات کی طرز اور اٹیکیٹ سے شائد ناواقف ہوں۔ جو میں نے بخیال جناب اس کا خلاف کیا اور غیظ و غضب میں بقول آپکے واہی تباہی لکھ مارا کہ

"وہ ہمارے معزز زمیندار کے پوت یا کپوت اور علی گڈھ کے تعلیم یافتہ ہیں اور ظفر علی خان نام رکھتے ہیں"

اگر نقاش کو آپ کا بیٹا ظاہر کرنا واہی تباہی ہے تو میں بھی آپ کی خاطر مان لیتا ہوں اور آئندہ یہ غلطی مجھ سے نہ ہوگی۔ کہ میں اسے آپ کا فرزند رشید ظاہر کروں۔ یا اُس کا نام لوں۔ میں اپنی اس واہی تباہی تحریر کو ادب سے واپس لیتا ہوں۔ اور اگر آپ کہیں تو تردید کردوں۔ منشی صاحب! یہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کیا کوئی دانشمند اور سلیم الفطرت ان کو پڑھکر ہنسے گا نہیں؟

میں ان مہذب افراد سے محض ناواقف ہوں۔ جو فلاں ابن فلاں کی واقعی اور جائز نسبت کو واہی تباہی قرار دیں۔ لیکن اتنا مجھے علم ہے کہ مسلمانوں کو اپنے علم **اسماء الرجال** پر بجا فخر اور جائز ناز ہے۔ جس کے ذریعے دنیا میں **تاریخ صحیح** کا علم پیدا ہوا۔ اور میں آپ کو ایسا نادان نہیں کہتا اور ابھی تک کی **لایعلم بعد علم شیئاً** کا مصداق یقین نہیں کرتا۔ اور پھر آپ نے اس کو بچشم عیب کیوں ملاحظہ فرمایا۔

تنقید روایات کے لئے ضروری امر ہے کہ راوی اور بیان کنندہ کے حالات کا علم پبلک کو ہو۔ اور اسی وجہ سے ایک مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ آپ کو اپنے بعض نامہ نگاروں کو پبلک میں انٹروڈیوس کرنا پڑا ہے۔ اگر آپ انکار کریں گے۔ تو میں انشاء اللہ تعالیٰ پتہ بتا دوں گا۔ کسی تحریر یا تقریر کی عظمت اور وقعت یا اس کی خفت اور بے وقعتی کے لئے انٹروڈیوس کا طریق آپ کے مسلم مہذب افراد قوم اور شائستہ اخبارات میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان حالات کے ماتحت میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس عالی ظرفی پر توجہ کریں گے جو میرے اس نوٹ کے جواب میں کھلی چٹھی لکھنے کیلئے آپنے اختیار کی؟

منشی صاحب! پھر آپ نے لکھا ہے کہ

"مولانا! اوّل تو آپ کے مندرجہ بالا الفاظ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مصداق ہیں۔ دوئم آپ کا استحقاق آپ کو ان الفاظ کے استعمال کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے یہ مکروہ اور خلاف شان اڈیٹری پیرایہ غالباً اس نظر سے اختیار کیا کہ اس سے مضمون مندرجہ وکیل کی قدر و قیمت کم ہو جائیگی۔ لیکن میرے خیال میں آپ غلطی پر ہیں۔ جو اہل علم و فضل ظفر علی کی علمی قابلیت اور فضیلت سے واقف نہیں۔ وہ کسی مضمون کو جو ظفر علی کی طرف منسوب کیا جاوے ہزار درجہ زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔"

جناب من! میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اس ضابطۂ حقوق سے میں ناواقف ہوں۔ جس میں ایک بیٹے کو اُس کے باپ کی طرف نسبت کرنا منع ہے میں تو آجتک اسے جائز سمجھتا رہا مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ میں عمر ابن الخطاب۔ عثمان ابن عفان۔ خالد بن ولید۔ حسین ابن علی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کو کبھی ناجائز حقوق کا استعمال قرار نہیں دیا گیا۔ اور اسی اصول کو مدنظر رکھ کر میں نے حضرت **نقاش** کی شان میں اور آپ کی جناب میں گستاخی کی۔ اس کے لئے میں معذرت کر چکا ہوں۔ مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ **سوال از آسمان جواب از ریسمان** کا فقرہ یہاں کیونکر چسپاں ہوسکتا ہے۔ خیر یہ میری ناواقفیت کی وجہ سے ہوگا۔ مگر یہ تو فرمائیے۔

کہ مضمون مندرجہ وکیل کی عظمت اور وقعت جو آپ کے نزدیک ہے؟ میں اُن اہل علم اور اہل فضل کا تو پیچھے قائل ہونگا۔ لیکن پہلے آپ سے ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک شخص زید کی نسبت جو اس کے باپ کی نظر میں جوانی کے ایام میں جبکہ دور جوانی انتد چنانکہ افتد کا زمانہ ہوتا ہے) بھی صالح اور متقی ہو۔ مطالعہ دینیات میں اُس کی اوقات بسری ہو اور پھر چالیس برس کے قریب بھی وہ اسے زہد و عبادت میں محو و مستغرق پائے اس کے مرنے کے بعد اُس کی طرف سے فرضی خط بنائے۔ اور ایسے زندان جہنم کی کسی کوٹھڑی میں جہاں خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والے موجود ہوں مقید بتائے اور اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کیا کہیں گے۔ آپ اس بحث کو جانے دیں کہ وہ ظفر علی خان ہے یا ظفر علی خان کا باپ کسے باشد۔ آپ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عمل کرکے جواب دیں۔

اگرچہ یہ جرأت سمجھی جاوے مگر میں کہہ سکتا ہوں۔ ایک دیندار اور خدا ترس انسان ایسے شخص کو اس امر میں مفتری قرار دے گا۔ اور اسے اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے سخت قابل نفرت امر کا مرتکب سمجھیگا۔ ایک وفات یافتہ شخص انسان کی نسبت ایسے افترا سے کام لینا کہاں کی تہذیب۔ دیانت اور قابلیت ہے۔ ایسے لوگوں کو اہل علم و فضل قرار دینا آپ ہی کا کام ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اہل علم و فضل خالی الذہن ہو کر اس مضمون کو پڑھیگا۔ تو وہ اس پر نفرین کریگا۔ اور اگر وہ اس کی تعریف کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہئیے کہ اسے علم و فضل سے حصّہ ہی نہیں دیا گیا اور اخلاق اور شرافت سے اسے مس ہی نہیں۔ جو ایک گھڑے ہوئے بیان اور دور از قیاس امر کی تحسین کرتا ہے۔ میرا یہ سوال بے محل نہیں ہوگا اگر میں آپ سے آخر میں پوچھنے کی جرأت کروں کہ کیا آپ ظفر علی خان کی کسی ایسی علمی یا مذہبی تصنیف کا پتہ دے سکتے ہیں جو اُس کی علمی قابلیت اور فضیلت کی شاہد ہو اور اگر وہ ایسا ہی قابل اور لائق نوجوان تھا۔ تو آپ کو کسی وقت اس کے متعلق جو کچھ لکھنا پڑا تھا۔ اُس نے اُس کی علمی قابلیت پر اخلاق اور مذہبی حیثیت سے کیا اضافہ کیا تھا۔

آپ نے میرے ایک فقرہ پر یوں تحریر فرمایا ہے کہ

"پھر آپ نے اُسی نوٹ میں لکھا ہے۔ کہ ملا اعلیٰ کی خبروں کے حصول کے لئے شیطان بھی کوشش کرتا ہے۔ برائے خدا غور فرمائیے کہ اگر آپ کے اس قول کو صحیح مان لیا جاوے تو آپ کے یہی الفاظ بہت سے مدعیانِ الہامات تک بلکہ خود آپ کے گھر تک پہنچ سکتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ ان مدعیان الہام کی بہت سی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوں۔ اور ملہموں کو تاویلات بعید از قیاس سے کام لینا پڑے۔"

منشی صاحب! اگر آپ دینی معاملات میں واقفیت نہیں رکھتے تو آپ کو کیا مصیبت پڑی ہے جو اس میں دخل دیکر اپنے لئے خفت کا موجب ہوں۔ اس امر پر لمبی بحث شائد مناسب نہ ہو۔ کہ ملا اعلیٰ کے خبروں کے حصول کے لئے شیطان کوشش کرتا ہے یا نہیں مگر میں آپ کو قرآن مجید (جو میرے ایمان اور یقین میں خدائے حمید و مجید کی کامل اور آخری کتاب ہے) کی ایک آیت سنانا چاہتا ہوں۔ غور سے سنئیے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وحفظنٰھا من کل شیطان رجیم۔ الا من استرق السمع فاتبعہ شھاب مبین۔ یعنے ہم نے آسمانوں کی حفاظت ہر ایک شیطان مردود سے کر دی ہے یعنی آسمانوں میں فرشتوں کی مجالس علوی میں کوئی شیطان جانے نہیں پاتا۔ جو فرشتوں سے غیب کی باتیں سُن سکے۔ مگر چوری چھپے کوئی بات سُن بھاگتا ہے۔ کیونکہ شہاب کا روشن انگار جس اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ تب وہ عالم سفلی میں بھاگ آتا ہے پس استراق سمع شیاطین کی کوشش میں داخل ہے اور ایسا ہی وانا لمسنا السماء فوجدنٰھا ملئت حرسا شدیدا و شھبا و انا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الاٰن یجد لہ شھابا رصدا۔ اس طرح پر قرآن کے اور مقامات سے بھی ثابت ہے کہ شیطان کوشش کرتا ہے۔ میں یقین نہیں کرتا کہ منشی سراج الدین صاحب ایسے ناواقف ہونگے کہ انہوں نے شیطانی الہام کا نام کبھی نہ سُنا ہو۔

منشی صاحب! شیطان کا ملاء اعلیٰ کی خبروں کے لئے کوشش کرنا امر دیگر ہے اور ان سے متمتع نہ ہونا شے دیگر۔ افسوس ہے کہ یا تو آپ ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتے۔ اور یا عمداً واقعات حقہ کا آپ انکار کرتے ہیں محض اس بنا پر کہ بیٹے کی تائید ہو اور حق ہاتھ سے جاتا ہے۔

مجھے تعجب ہے۔ کہ **استراق الشیاطین** کا اثر مدعیان الہام ربانی پر کیا ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس آیت میں رجوماً للشیاطین موجود ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کلام الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو اس کی کس قدر حفاظت کی جاتی ہے۔ سنو قرآن مجید کیا کہتا ہے:۔ فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا۔ شیطانی اور ربانی الہامات میں امتیاز ہوتا ہے۔ پھر اس سے مدعیان الہام پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اور نہ ہمارے گھر پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ ہاں! اگر آپ کا مسئلہ تسلیم کیا جاوے تو البتہ الہام ربانی کی وقعت مٹ جاتی ہے۔ کیونکہ جب اس کے مقابلہ میں شیطانی آوازیں نہ ہوں۔ اور ایسے کاذب مدعی پیدا ہو کر صادق کے سامنے ذلیل اور خوار نہ ہوں۔ اُس وقت تک اللہ کے پُر ہیبت اور پُر شکوہ کلام کی حقیقت کیونکر کھلے۔ باقی رہا مدعیان الہام کی پیشگوئیوں کا غلط نکلنا بے شک جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل نہیں ہوتے اور وہ خدا سے سُنکر نہیں بولتے وہ جو کچھ بھی کہیں قابل پذیرائی نہیں۔

لیکن خدا تعالیٰ کے مامورین اور مرسلین کی پیشگوئیاں جو فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کے نیچے ہوتی ہیں۔ وہ کبھی **غلط نہیں ہوا کرتیں**۔ زمین و آسمان ٹل جاوے۔ مگر خدا کی باتیں سچی ہوتی ہیں۔ ہاں! عقل کے اندھے اور حق سے دور سنت اللہ سے ناواقف جو چاہیں کہیں۔ اور اگر تاویل سے مراد ھٰذا تاویل رؤیای اور ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم پر آپ کا اعتراض ہے۔ تو مجھے آپ کی حالت پر بہت رحم آتا ہے۔ تاویل تو حقیقت الشے ہوتی ہے اور پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہی اس کی حقیقت کھلتی ہے جو لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں اور کتاب اللہ اور سنن انبیاء سے بے بہرہ ہیں۔ وہ جو چاہیں کہیں معذور ہیں۔ کیونکہ جہالت ایک موت ہے۔ لیکن منہاج نبوت سے آگاہ شخص ایسے کلمات زبان پر لاتے ہوئے ڈرتا ہے۔ اور ایسی جرأت سے کانپ جاتا ہے۔ کہ وہ کسی راستباز مامور اور مرسل کی نسبت یہ یقین کرے۔ کہ اس کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوتیں۔ آپ نے بہت جرأت سے کام لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن پیشگوئیوں پر جن کی حقیقت اپنے وقت پر کھلی۔ اور قبل از وقت اجتہادی طور پر کچھ اور سمجھا گیا۔ آپ حملہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر آپ کی صداقت اور راستبازی پر معترض ہیں۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کا اعتقاد معلوم ہوتا ہے۔ میں صدق دل سے آپ کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ آپ اس سے توبہ کریں۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے لا تبدیل لکلمات اللہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیاں اٹل ہوتی ہیں۔ ہاں پیشگوئیوں کے فلسفے اور اُن کے متعلق سنت اللہ سے آگاہی ضروری ہے۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ جناب کی کھلی چٹھی کا کھلا جواب میں نے دیدیا ہے۔ میں نے نہایت نیک نیتی سے لکھا ہے۔ اور سلسلہ بحث شروع کرنے کے لئے نہیں۔ آپ اگر اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو میری عین خوشی اور مُراد ہے اور اگر آپ اس سلسلہ کو بڑھانا چاہینگے۔ تو میں اعراض پسند کرونگا ہاں اگر کوئی ایسا موقع دیکھوں گا کہ خاموشی گناہ ہے۔ تو مجھے قلم اُٹھانا پڑیگا بحولہ و بعونہ تعالیٰ۔

آخر میں میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ فراخدلی اور توجہ سے اسے پڑھیں گے۔ اور نقاش کو بہ حیثیت ایک دانشمند اور خیرخواہ باپ کے ہدائیت کریں گے۔ کہ وہ اس قسم کے طریق مخالفت کو چھوڑ دے۔ اُسے یا آپ کو یا کسی اور کو سلسلہ عالیہ حقہ کے کسی ایک یا دوسرے مسئلہ سے اختلاف ہونا امر دیگر ہے۔ لیکن ایک گریجویٹ اور تبلیغ اسلام کا کام ہاتھ میں لینے والے نوجوان کے لئے سخت مکروہ اور دور از شرافت ہے۔ کہ اعتراضوں کے لئے استہزا کا رنگ اختیار کرے۔

بہرحال اگر میرے اس جواب میں کوئی امر ایسا ہو۔ کہ آپ کے لئے موجب رنج ہو۔ تو آپ اپنے اخلاق سے مجھے معذور سمجھینگے۔ کیونکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ محض نیک نیتی اور دفاعی پہلو کی بنا پر لکھا ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید

آپ کا نیاز مند دینی خیر خواہ دلی یعقوب علی (تراب) احمدی

سوال معہ جواب

سوال۔ کیا سبب ہے۔ کہ دُنیا بھر کے مذہبی فرقے اور گروہ سب کے سب ہی حضرت مرزا صاحب کو بُرا بھلا کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے خود بھی فرمایا ہے ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں   نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے
قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے   آج شورِ محشر ترے کوچے میں مچایا ہم نے

جواب۔ اس کا سبب تو دریافت کرنا تو نہایت سہل اور آسان ہے بلکہ سچ پوچھو تو حضرت مرزا صاحب کے منجانب اللہ اور مامور من اللہ ہونے کا منجملہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک بڑا بھاری نشان ہے۔ ہاں ایسی باتیں انسان کو بالکل ہی خالی الذہن اور بے تعصب اور نہایت ہی ٹھنڈے دل سے تفکر اور تدبر کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو طرح طرح کے حجاب اور پردے گھیر لیتے ہیں تو دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا۔ اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ابتدا ہی سے آدم اور شیطان یعنے نیکی اور بدی کا جھگڑا چلا آتا ہے۔ وہی تنازع اور مخاصمت وقتاً فوقتاً بھیس بدل بدل کر نمودار ہوتی رہی ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش   من انداز قدت را می شناسم

دیکھو نوحؑ اور اُن کی قوم۔ ابراہیمؑ اور نمرود۔ موسیٰؑ و فرعون عیسیٰؑ اور یہودی لوگ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل وغیرہ کے وقتوں میں وہی پُرانی جنگ اور قدیمی لڑائی ہر ہر موقع پر اپنا جلوہ دکھاتی رہی ہے اور دکھا رہی ہے اور دکھاتی رہیگی۔ حضرت مرزا صاحب تو آخری زمانہ میں تشریف لائے ہیں۔ ذرا متقدمین اور سابقین کے حالات پر غور فرماویں اور کسی ایک کا تو نام لیں جس کے ساتھ حسن سلوک برتا گیا ہو۔ اور تہذیب و شائستگی سے پیش آنا تو درکنار ستایا اور رتیا ہی نہ ہو۔ بس چلا۔ تو جان ہی سے مار ڈالا۔ ورنہ قید ہی سہی۔ اگر اس سے بھی بچ گئے۔ تو گالی گلوچ اور کفر کے فتووں سے تو خوب ہی خبر لی۔ قصص الانبیا اور تذکرۃ الاولیا پڑھنے والوں سے مخفی نہیں۔ کہ پاک بازوں اور پاک بازوں کے بزرگوں کی شیاطین اور شیاطین کے مظہروں نے کیسی گت بنائی اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب کبھی کوئی خاص بندۂ خدا محض توحید حق پھیلانے اور شرک بدعت کا نام و نشان مٹانے کے لئے منجانب اللہ مامور اور مقرر ہو کر آتا ہے۔ تو شیطان کو فکر دامنگیر ہو جاتی ہے۔ کہ آج میرے راج اور تسلط میں ضرور تباہی واقع ہوگی۔ وہ ملعون پنجے جھاڑ کر اُس بزرگ کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور ناخنوں تک زور لگاتا ہے۔ کہ کسیطرح اس کو شکست دیوے۔ اب دُنیا میں عام طور پر دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ سعید تو اُس پاک ذات کے قدموں پر سر رکھ کر آمنا صدقنا کے الفاظ سے رطب اللسان ہوتے ہیں۔ اور شقی شیطان کے ہمراہ ہو کر آپ سے باہر ہو کر اپنی طرف سے اس کی بیخکنی میں کچھ کسر باقی نہیں رکھتے۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت نہ کرے۔ تو اس کا اور اُس کے ہمراہیوں کا بچنا ہی محالات سے ہو جاوے۔ اور دشمنی اور عداوت کا باعث یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدائی بندہ تو ان کی غلطیاں اور سقم نکال نکال کر دور پھینکدینا چاہتا ہے اور مخالفین محض تکبر اور ضد سے اپنی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا تو بجائے خود رہا اُلٹا اُس کو مفتری اور جھوٹا اور دوکاندار اور کیا کیا کہنے لگتے ہیں۔ آپ ہر روز دیکھتے اور سُنتے ہیں کہ جسقدر پیرزادے یا سجادہ نشین یا مولوی یا واعظ وغیرہ وغیرہ مرنجان مرنج اور صلح کل اور مداہنت سے ہر ایک قسم کے لوگوں سے میل جول رکھتے اور اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ کر اُن کے ہی حسب منشا تعویذ گنڈے دیتے اور جھوچھا کر کے نذر و نیاز اور گیارہویاں وغیرہ لیکر اپنے اپنے کام چلا رہے ہیں + اور دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مطلق پرواہ نہ کرکے اُلٹا اُن کی بدعتوں اور بدرسمیوں میں شامل ہو کر بُرا نمونہ قائم کرتے ہیں۔ ایسے ایسے پیشواؤں اور ہادیوں کی ملک میں کسقدر تعریف اور ثنا خوانی اور مدح سرائی ہوتی ہے اور حد درجہ کے مبالغہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں پیر صاحب تو نہ کسیکے بھلے میں دخل دیتے ہیں نہ بُرے میں گردن نیچی کئے ہوئے اللہ اللہ کئے جاتے ہیں اور بس۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ زمانہ کے غوث۔ قطب۔ اوتار ابدال۔ یہی ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرے فلاں مقدمہ میں اُنہوں نے ہی دعاخیر فرمائی تھی تو فتح ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ تیسرا فرماتا ہے کہ مجھے لڑکا انہوں نے ہی دلایا تھا خدا کے گھر کے مختار ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ سال بھر میں اپنے پیر پیشواؤں کے متعدد تو عرس کرتے ہیں جن پر سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں قوالوں کی جوڑیاں دور دور سے منگائی جاتی ہیں۔ روضۂ مبارک سنگ مرمر کا کئی سال میں جا کر تیار ہوتا ہے۔ غرض جو پیر پیشوا عوام کو خوش کرنے کے ساز و سامان مہیا کرے اور گویا اُن کی ہاں میں ہاں ملا کر توحید خالص اور سنت نبوی کا نام تک نہ لیویں۔ صرف گول مول مجمل طور پر درود وظایف بتلاتے رہیں عوام الناس کے راہ و رسم اور شرک و بدعت اور بے دینی اور بدعملیوں پر تنبیہ کرنا تو ایک طرف رہ گیا میلی نظر تک کی۔ بلکہ اُن کی دلداری اور دلجوئی کے لئے اپنے گھروں میں بھی غمی شادی کے موقعوں پر بھی وہی بدعتیں اور بدرسمیاں بجا لاکر عوام کی رضامندی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ تو ایسے حضرات زمانہ کے ولی۔ اولیا بھی۔ اور جو کچھ کہو وہ بھی۔ مگر جو شخص واقعی منجانب اللہ اور مامور من اللہ ہو کر آیا ہو اور سات پانیوں سے اُس کا سینہ بے کینہ دھو دھا کر ہر قسم کی کدورتیں اور میل اور آلائش دور کر کے ریاکاری اور دکھلاوے اور نفسانیت وغیرہ جذبات بشری کو اُن کے اندر سے نکال کر دور پھینکدیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق اور محبت الٰہی پر غالب ہونے کے سبب ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ تک نوبت پہنچ گئی ہو اور اطمینان قلب کا یہ حال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے شہنشاہ سے گدا تک کو مرے ہوئے کیڑے کے برابر نہ سمجھتا ہو اور الٰہی صفات اس میں جلوہ گر ہو رہی ہوں وہ بھلا کسی کی کیا پرواہ کر سکتا ہے اور خدائی پیغام اور احکام پہنچانے میں کیونکر سستی اور تساہل کر سکتا ہے اندھی دُنیا کچھ دنوں تک تو مقابلہ کرتی رہتی ہے اور اپنے زعم ناقص میں بہت کچھ کامیابی کی اُمیدیں لگائے رکھتی ہے مگر بھلا خالق کے آگے مخلوق کی کچھ پیش جا سکتی ہے آخر منہ کی کھا کر حاصل کیا کرتے ہیں دونوں جہان کی روسیاہی۔ اور بس اب مفصل عرض کرتا ہوں کہ کون کون لوگ کس کس بات سے ناراض اور خفا ہیں (۱) عیسائی تو اس لئے ناراض ہیں کہ ان کے خداوند مسیح کو مرا ہوا ثابت کرکے کفارہ ہی کی نہیں بلکہ صلیبی مذہب کی جڑ ہی اُکھاڑ ڈالی ہے اور ڈاکٹر ڈوئی سے مقابلہ کرکے ثابت کرکے دکھلا دیا کہ عیسائی مذہب اسلام کے سامنے کیا وقعت رکھتا ہے (۲) آریہ مت کو مباحثہ اور مباہلہ میں پچھاڑ کر سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت لکھکر ہمیشہ کے لئے اُس کا خاتمہ کر دیا (۳) سکھوں کے گرو بابا نانک صاحب کو اُن ہی کی جنم ساکھیوں اور چولے صاحب اور پنجہ جلیہ کشتی کے مکانوں میں اور حج کرنے اور نماز پڑھنے وغیرہ وغیرہ سے عاشق اسلام ثابت کرکے سکھوں پر حجت پوری کر دی چنانچہ بہت سے سکھ اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے اسلام میں شامل ہو کر اور داخل ہو کر اور قومی بھائیوں کو بھی بُلا رہے ہیں (۴) برہمو اس لئے خفا ہیں کہ انہوں نے تو وحی اور الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا انکار کرکے صرف تمام مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کو ایک ریفارمر کی حیثیت سے اچھا سمجھ لینا ہی باعث نجات گردان لیا اُن کی غلطی نکالی گئی کہ اگر مکالمہ الٰہیہ اور الہام نہ مانا جاوے تو امر کون ہوا اور مامور کون ہوا اور دوسرا آثار قدرت سے یا صنعت صانع سے تو ضرورت صانع ثابت ہوتی ہے یعنی اُن کا کوئی خالق ضرور ہونا چاہئے مگر اس سے یہ تو نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ صانع اور خالق حقیقت میں موجود بھی ہے ہونا چاہئے تھا اور ہے میں زمین و آسمان کا فرق ہے (۵) دہریہ اس واسطے ناراض ہیں کہ آپ کے تازہ بتازہ نشان اور پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھ کر اُن کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا خواہ مخواہ قائل ہونا پڑا (۶) یہودی اس لئے بُرا سمجھتے ہیں کہ اُن کو اچھی طرح ذہن نشین کر دیا گیا ہے کہ جب تک وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا برگزیدہ نبی اور رسول اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل وسید الانبیا خاتم النبیین نہ مان لیں گے۔ خوب یاد رکھیں کہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہی رہینگے الغرض کر دیا غیر مذاہب کو خوب پامال۔ تمام جہان کے مخالفین کو مخاطب کرکے بذریعہ اشتہارات و کتب و رسائل ڈنکے کی چوٹ ثابت کرکے دکھلا دیا ہے کہ اُس وقت صرف ایک مذہب اسلام ہی زندہ ہے باقی سب کے سب مردہ ہیں۔ اور صرف قرآن کریم ہی زندہ کتاب اور بابرکت صحیفہ ہے باقی سب محرّف اور مبدّل ہونے کے سبب بے تاثیر محض ہیں اور صرف ایک محمد رسول اور اُن کی تعلیم ہی زندہ ہے۔ باقی سب مر چکے اور اُن کی تعلیمیں بھی قصہ کہانی کے رنگ میں ہیں۔ اصل میں مر چکے ہیں۔ آ گیا

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

اصلی ممیرا۔ جو آجکل قریباً اڑہائی سو روپیہ تولہ پر فروخت ہو رہا ہے اور ممیرے کا سرمہ دو روپیہ تولہ پر فروخت کیا جاتا ہے۔ میرے پاس موجود ہے۔ میں اس کیلئے لمبے چوڑے سندات پیش نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود و حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے بزرگان سلسلہ نے اس کو اصلی ممیرا شناخت کر کے خود خرید فرمایا ہے۔ میں عام لوگوں کے نفع کے لئے اصلی ممیرا عہ روپیہ تولہ پر اور اصلی سرمہ ممیرا ۲ر تولہ پر فروخت کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی یقین دلاتا ہوں کہ اگر ممیرا اس اشتہار کے موافق نہ ہو۔ تو میں قیمت واپس دونگا۔ سچائی کے اظہار کے لئے یہی ایک امر کافی ہے۔

نوٹ۔ میری دوکان سے ہر قسم کی لنگی و کلاہ بھی مل سکتی ہیں۔

المشتہر:۔ احمد نور مہاجر کابلی مہاجر قادیان دارالامان

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ نہایت بہترین و شمیری لکڑی کے ہینڈل کاک کین اور دوہرے بہترین نہایت پائیدار ہے قیمت ... کرکٹ بیٹ بہترین دار کشمیری لکڑی کین ہینڈل ... نہایت عمدہ ... کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی ہینڈل میں ایک ... کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کیلئے ...

کرکٹ بیٹ ۱۲×۳۰ کے واسطے درست ایک ٹرکس ایک سال لکڑی کا درست ...

فٹبال عمدہ و کارآمد ... مضبوط بلیڈر نہایت پائیدار ... فٹ بال عمدہ ...

کرکٹ وکٹیں ...

المشتہر مستری نظام الدین کلاں سیالکوٹ

سارٹیفکیٹ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال از قسم پریکٹس بیٹ پریکٹس وکٹ فٹ بال وغیرہ پہنچا۔ ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میں اسے کم خرچ بالانشین کا مصداق پاتا ہوں۔

نیازمند۔ حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجانپور ڈیرہ۔ کانگڑہ

آٹا پیسنے کا خراس

یہ خراس آٹا پیسنے کی مشین تمام ہندوستان میں چلتی ہیں۔ آٹا فی گھنٹہ تیس سیر پختہ پیس جاتا ہے۔ قیمت درجہ اول فی من پختہ ۔۔ دوم مبلغ ... نیا نمونے بیعہ خراس وی پی کیا جاتا ہے۔

مستریان مولا بخش و غلام حسین بٹالہ ضلع گورداسپور

کیا آپ بیمار ہیں؟

جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی تکلیف آپکو ہے۔ ضرور خود سے یہ سوال لیجئے کہ آیا دن میں کمسے کم ایک مرتبہ دست صاف ہوجاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلس) کھا لیجئے۔ دوسرے روز ہی آپ کو دست صاف ہوگا اور پیشتر کی نسبت آپکو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ جو دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے بخوبی سمجھا جائیگا۔ کہ کیوں قبض کی وجہ سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جگر کی شکایات ہیجان صفراوی بخار یا تپ۔ بدہضمی۔ سوء ہضمی۔ پٹھوں کی کمزوری جسم کی نقاہت امراض قلبی دل دھڑکنا چلنے میں چکر آنا۔ درد سر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکاریں آنا۔ اور مستورات کی بیماریاں وغیرہ۔ اگر کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی تو خون کثیف ہوجاتا ہے۔ اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہوجاتی ہے۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنرپلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں کیونکہ وہ فاسد مادے اور زہریلے اجزاء کو آنتوں میں سے نکالتی ہیں جگر کو قوت عطا کرتی ہیں صفرا یعنے تپ کو اچھی طرح بہاتی ہیں جسم کو پاک اور صاف کرتی ہیں اور مرد اور عورت اور بچہ کو جلد صحت بخشتی ہیں

بارہ آنے والی

قیمت ۸ر اور بارہ آنہ والی شیشی میں ساٹھ گولیاں ہیں جو ۸ر والی شیشی سے بیچ گئی ہیں۔ کل دوا فروشوں کے پاس سے ملتی ہیں یا ڈون پی او ربا کس بمبئی کے پاس سے

ڈون کا مرہم (ڈونس اینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگا لینے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو۔ فوراً کم ہوجاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیہ۔ چھاجن۔ بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سر خبادہ۔ کھرجوا۔ کیڑ۔ چنبہ۔ داد اور جلد کی سب طرح کی سوزش شورا اور خارش وغیرہ کو بہت گری ہوئی حالت میں بھی شفا بخشنے میں کافی پائی گئی ہیں تمام دوا فروشوں کے پاس سے مل سکتی ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ عا۔

دو مفید رسالے

رسالہ ثبوت واجب الوجود۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دہریہ کے اعتراضات کا لطیف اور فلسفیانہ جواب جس میں آریہ سماج کے بعض اصولوں کی حقیقت بھی کھول کر بتائی ہے۔ قیمت ۲ر رسالہ تدبیر۔ اس میں مسئلہ تقدیر کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور تدبیر اور تقدیر کے فلسفہ پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲ر

دونوں رسالے بٹالہ ضلع گورداسپور منشی حسین بخش اپیل نویس سے مل سکتے ہیں

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی و طراری مریضوں کی آزاری آجکل وہ سماد کھا رہی ہے لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے۔ ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول منگاؤ۔ پھر آزماؤ۔ بھلا اس میں کچھ بھی دھوکہ ہے۔ خواتین کے متعلق ان ڈولوں مختلف قسم کی بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہم نے امراض مخصوصہ کی شکایت کے علاج کیلئے یہ لاجواب مضمون تیار کیا ہے جس کے چند استعمال سے امراض متعلقہ تولیدی سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگے اور ہر قسم کی شکایات کیلئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھدیں جو اہرات کیا بہتے ہیں اول نمونہ مفت منگائیے پھر شفا ہو۔ طلب فرماویں۔ قیمت فی بکس ...

طلا طلسمی پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے جو امراض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتے ہیں ہمارے اس طلا سے اٹھائیں اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائینگے۔ منگوانے سے پہلے نمونہ منگوا کر آزماؤ۔ قیمت چھ ماشہ ۲ عہ

سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور بصارت بڑھانیوالا۔ قیمت ایک تولہ ۲ر

سنون دندان۔۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرکے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے۔ قیمت فی بکس ۴ر

المشتہر حکیم محمد حسین خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی

لاکھوں روپیہ کمانیکا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے واسطے لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں تو حکیم نور محمد پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور کے ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگوا کر فروخت کریں۔ جس کی کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہوسکتے ہیں اس تریاق بے نظیر و سریع الاثر مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنے سے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے۔ اگر مبتلائے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں اور گھی میں ملا کر بدن پر مالش کی جائے۔ تو سر درد بخار چند منٹ میں دور اور سرسام و گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت سرور حاصل ہوگا۔ تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور ان کیلئے جن کو بے ہوشی یا بندش گلا کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہوجاتا ہے۔ یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے۔ تعمیم افادہ کے لئے بشرط حلفی اقرار عدم افشائے راز بعد ادائے فیس اس کا بنانا بھی سکھا دیا جاتا ہے قیمت فی شیشی عا۔ مگر ان اشخاص سے جو ایجنٹ ہونگے یا سیکھنے کے ارادے سے بغرض تجربہ منگائیں۔ نصف قیمت لی جائیگی

نوٹ:۔ جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں۔ نرخ اجرت سے مطلع فرمائیں

المشتہر فتح الدین کارخانہ تریاق طاعون بمقام موکل ضلع لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

ایڈیٹر۔ شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے (صہ)
۲۔ خواص و معاونین سے (عہ)
۳۔ ہندوستان سے باہر (ے)
۴۔ غیر مذاہب والوں سے (ے۱۲)
۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے (عہ۱۲)

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۵۲ — قادیان دار الامان۔ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۰۸ء مطابق ۱۱ شعبان ۱۳۲۶ ہجری المقدس — جلد ۱۲

الٹی میٹم

آج کل جبکہ مختلف تحریکیں کی جا رہی ہیں اور قوم پر مختلف اور ضروری مصارف کا بوجھ آئے دن بڑھ رہا ہے میرا دل رکتا ہے کہ اخبار کے متعلق کسی قسم کی تحریک کروں لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ آب از سر گذشت الامعاملہ ہو چکا ہے تو خاموش رہنا بھی معصیت معلوم ہوتا ہے پچھلے دنوں الحکم پر شین کی وجہ سے بہت بڑا بوجھ پڑ گیا ہے اس کے ماہواری اخراجات کے لئے ہی ایک معقول رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ڈبل اشاعت کی وجہ سے بھی اخراجات میں بیشی ہوئی اسطرح سے گزشتہ جولائی سے لیکر جولائی ۱۹۰۸ء تک قریباً ایک ہزار روپیہ کے خسارہ اٹھانا پڑا ہے۔ باوجود اس کے جیسا کہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ لکھ چکا ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے نہ گھبرانے والا دل اور نہ ہارنیوالی ہمت عطا فرمائی ہے میں ان باتوں سے گھبراتا نہیں اور تھکتا نہیں لیکن ہر ایک بات کی ایک حد ہوتی ہے و سر پرستان الحکم میں بہت سے احباب ایسے ہیں۔ جو اپنے ذمہ کے واجب الادا روپیہ کو بعض مجبوریوں یا دقتوں کے مد سے وقت پر ادا نہیں کر سکتے یا نہیں کرتے۔ اور اس سے مطبع اُٹھا وی پی کے اخراجات کا زیر بار ہوتا ہے ایک قومی اور مذہبی اخبار کے لئے اس سے بڑھکر نقصان رسان کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی اس لئے میں بدوں اس کے کہ کسی قسم کی اپیل کروں اور ناظرین کے جذبات پر اثر ڈالوں میں بالکل صاف اور کورے الفاظ میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ جن حضرات کے ذمہ مطبع کا ایک پیسہ بھی باقی ہے۔ وہ براہ کرم از خود بھیجدیں مجھے معاف کریں

اگر میں سپیدہ دلی سے یہ عرض کروں کہ اگر آپ لوگ اپنے قومی خادم کو جو بارہ سال سے لگاتار آپ کی خدمت کر رہا ہے اتنی بھی قدر نہیں کر سکتے کہ اس کی واجب الادا قیمت ہی بھیجدیں۔ تو کیوں اپنے نام سے اسے بند نہیں کر دیتے۔ بالاتفاق یہ رزولیوشن پاس کر دو کر اسے بند کرنا چاہیئے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں۔ جیسے الحکم کو کبھی آپ لوگوں کے بھروسہ پر شائع نہیں کیا میں نے اس کا بنیادی پتھر توکلاً علی اللہ رکھا تھا اور اب تک اسی ایک سہارے پر میں چلا رہا ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ مجھے توفیق و موقع دیگا چلاؤنگا میں اس امر کی کچھ پرواہ نہ کرکے کہ دوست اور دشمن کیا کہینگے۔ آیندہ ان احباب کے نام قطعاً اخبار بند کر دونگا جن کے وی پی بلا عذر معقول واپس آئینگے اور پھر دوسری اشاعت میں اُس جگہ کی مقامی انجمن میں ایسے بزرگوں کی فہرست بھیجکر درخواست کرونگا کہ وہ اُن سے قیمت وصول کرنے میں مدد دیں۔ الحکم کبھی اور کسی حال میں بھی کسی شخص کے نام بلا درخواست نہیں بھیجا گیا۔ یہاں تک کہ نمونے کے پرچے بھیجنے سے بھی ہمیشہ سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور اس امتیاز کو آجتک برابر قائم رکھا گیا ہے۔

مگر آیندہ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنے آپ کو اس قسم کی تکلیفوں میں ڈالوں کہ ایک طرف تو ان بزرگوں کی شکائتیں سنوں۔ جو الحکم کے سچے مربی اور عند الطلب اُس کی قیمت اور بعض صورتوں میں زر اعانت سے بھی دریغ نہیں کرتے اور دوسری طرف مطالبہ کرنے میں اپنے وقت عزیز کا حصہ صرف کروں۔ اور اُن کی شکایت کروں۔

اس لئے میں اس قاعدہ کی پابندی کرنے پر مجبور ہوں کہ جس شخص کی پیشگی قیمت وصول نہ ہوگی۔ اُس کے نام کسی صورت میں بھی اخبار جاری نہ ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ اس قاعدہ کی پابندی الحکم کی اشاعت پر یکدم اثر ڈالیگی۔ لیکن میں انشاء اللہ العزیز اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرونگا اور میں ان وفادار سرپرستان الحکم کا وجود غنیمت سمجھونگا جو اس کے زندہ رہنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور شماتت اعداء سے بچانا اپنا فرض۔ اس لحاظ سے ۳۰ نومبر ۱۹۰۸ء تک ایسے سب بقایا صاف ہو جانے چاہئیں اور جو شخص اس قاعدہ کی پابندی نہ کرنا چاہے وہ بڑی خوشی سے اس بات کی اجازت دے کہ اس کے نام اخبار بند کر دیا جاوے۔ کیونکہ اول دسمبر ۱۹۰۸ء کا الحکم حسب معمول سالانہ قیمتوں کے لئے وی پی ہوگا۔ جو شخص ایک قومی خادم کے لئے ایک ادنیٰ سا بھی پر بند نہیں نکال سکتا اس سے اور کیا امید کی جا سکتی ہے۔ اس لئے توسیع اشاعت کا خیال کرنے کے بجائے میں اس کے سرپرستوں کی تعداد مخصوص کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی امر قومی آداب کے خلاف لکھا گیا ہو۔ تو مجھے معذور سمجھکر معاف کریں ؎

موسیا آداب داناں دیگر اند
سوختہ جان و رواناں دیگر اند

وی۔ پی بھیجے جا رہے ہیں جو احباب کے واپس آئینگے۔ اُن کے نام ہو باقیداران کے ایک ہفتہ انتظار کرکے چھاپ دیئے جاوینگے اور مقامی انجمنوں کے ذریعہ مطالبہ کیا جاویگا۔

خاکسار یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان

نوٹ :۔ فی الحال تا اطلاع ثانی اخبار ہفتہ میں ایک بار شایع ہوگا
ایڈیٹر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شایع ہوا۔

حضرت خلیفۃ المہدی کا فرمان

تمام جماعت احمدیہ کے نام

أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم

اس وقت میں اپنی تمام جماعت کو ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا ایک ضروری جزو گورنمنٹ کی وفاداری تھی۔ یہاں تک کہ کوئی کتاب آپ کی ایسی نہیں جس میں اس بات پر زور نہیں دیا گیا۔ آپ نے نہ صرف اپنی جماعت کو عام طور پر گورنمنٹ کے احسان اور اس کی برکات یاد دلا کر یہ نصیحت کی تھی۔ کہ وہ اس گورنمنٹ کے دل وجان سے وفادار اور ہر حال میں خدمات کے لئے تیار ہیں جیسا کہ تعلیم قرآنی هل جزاء الاحسان الا الاحسان کا منشا ہے۔ بلکہ اپنی اس تعلیم سے کہ جہاد اور غازی مہدی کے آنے کا عقیدہ جو ایک دوسرے کے مؤید ہیں۔ دونوں سراسر تعلیم الاسلام کے خلاف ہیں۔ اس سلسلہ میں شامل ہونے والوں کے دلوں کو ہر ایک قسم کے بغاوت اور فساد اور شر کے خیالات سے پاک کر دیا تھا۔ ایسا ہی سال گذشتہ میں جب اس ملک کے بعض اطراف میں بعض لوگوں نے فساد اور بغاوت کے خیالات پھیلانے شروع کئے تو اس وقت بھی ہمارے امام نے پُر زور الفاظ میں ساری جماعت کو یہ نصیحت کی کہ وہ گورنمنٹ کی وفاداری پر ثابت قدم رہیں اور نہ صرف ایسے لوگوں کے ساتھ جو گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اکساتے ہیں شامل نہ ہوں بلکہ حتی الوسع اپنے دوسرے وطنی بھائیوں کے ان غلط اور مفسدانہ خیالات کی اصلاح کی کوشش کریں چنانچہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں جو عنوان "اپنی تمام جماعت کے لئے ضروری نصیحت" شایع فرمایا تھا آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ "چونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں۔ جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں۔ جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں، جو قریباً چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یعنی کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے" اور پھر میں آگے چل کر یوں تحریر فرمایا تھا "سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا۔ جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے۔ اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے۔ کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں۔ اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اس کے احسان کے ہم شکر گزار نہ ہوں۔"

اس تعلیم کے ہوتے ہوئے مجھے ضرورت نہ تھی کہ میں کچھ لکھتا۔ مگر اس وقت بعض اور واقعات ایسے پیش آ گئے ہیں۔ کہ حضرت امام کی اس تعلیم کی یاد دہانی میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اس وقت بنگال میں اس بغاوت نے جس کے متعلق حضرت امام نے فکر ظاہر کیا تھا بمب سازی نے خطرناک رنگ اختیار کیا ہے۔ اور بعض شریر اور مفسد لوگوں نے بعض جوشیلے مگر کم عقل نوجوانوں کو ساتھ ملا کر ملک میں بدامنی اور بدعملی پھیلانی چاہی ہے۔ مگر خوش قسمتی سے اس باخبر گورنمنٹ نے وقت پر اطلاع پا کر مفسدوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

ان مفسد لوگوں کی کارروائیوں کو ہم سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ جماعت جس کے امام نے گورنمنٹ کے مقابلہ پر کسی باغیانہ خیال کے دل میں جگہ دینے کو سخت ترین بدذاتی قرار دیا ہے بلکہ ایسے شخص کو جماعت سے خارج کیا ہے۔ تمام مفسدین کی کارروائیوں کو اسی طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پھر بھی میں اپنی تمام جماعت کو جس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ یہ تاکید اور نصیحت کرتا ہوں۔ اور خصوصاً جماعت کے اس حصہ کو جو بنگال میں رہتے ہیں کہ وہ ایسے تمام مفسد لوگوں کی صحبت سے اجتناب کریں۔ بلکہ جس شخص کے خیالات میں کچھ بھی بغاوت اور فساد کی بو آتی ہو اس سے قطع تعلق کریں اور حتی الوسع ایسے مفسد لوگوں کے خیالات گورنمنٹ کے نوٹس میں لانے کی کوشش کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے اس گورنمنٹ کی خدمت کو اپنی عین سعادت سمجھیں۔

ایک اور امر بھی اس جگہ ذکر کرنے کے قابل ہے۔ "آجکل بہت سے اخبارات نے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ وہ باغیانہ یا مفسدانہ خیالات کو پھیلاتے اور پبلک کو گورنمنٹ یا اس کے معزز یورپین افسروں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ میں اپنی جماعت کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسے اخباروں کو ہرگز نہ خریدیں اور نہ پڑھیں۔"

اور نہ ہی ایسے لوگوں کے ساتھ جو اس قسم کے جرائم کے بدلے سزایاب ہوتے ہیں۔ کسی قسم کی ہمدردی کا کوئی اظہار کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسی ہمدردی دراصل ایک قسم کا ظلم ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مفسدانہ خیالات کے پھیلانے کا جرم کوئی بڑا جرم نہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اکسانا اور مفسدانہ خیالات کی اشاعت کرنا نہ صرف گورنمنٹ کے خلاف ہی کارروائی ہے۔ بلکہ اس کا بُرا اثر عام طور پر پبلک کے امن پر پڑتا ہے۔ اور جو لوگ ایسے مفسدانہ خیالات کو پھیلاتے ہیں۔ وہ ملک کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے بلکہ وہ دراصل اپنے ہموطنوں سے دشمنی کرتے ہیں۔

پھر یاد رکھو۔ کہ بعض سوسائٹیاں قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ قرآن میں ہے۔ انما النجوى من الشيطان۔ اور فرمایا ہے۔ يا ايها الذين آمنوا اذا تناجيتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصية الرسول وتناجوا بالبر والتقوى۔

یہ صریح احکام قرآن کریم ہیں اور ہر ایک مسلمان ان صریح احکام کا پابند ہونا چاہئے۔ نیز یاد رکھو کہ ہمارے نبی کریم جو ہمارے حقیقی مطاع و مقتدا ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے عملی طور پر مختلف گورنمنٹوں میں رہ کر صحابہ کرام کو مکہ معظمہ کے بے قانون شہر و ملک میں کیسے تیرہ برس بسر کئے۔ کہ عقل حیران ہوتی ہے۔

اور جب دیکھا کہ صحابہ کرام پر طاقت سے زیادہ تکالیف پڑتے اور بڑھتے جاتے ہیں اور ایذائیں ناقابل برداشت ہیں۔ تو آپ نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ ملک حبشہ میں جہاں کا بادشاہ عیسائی تھا۔ ہجرت کر دو۔ اس میں ایک مخفی راز یہ بھی تھا کہ میری قوم کو کسی نہ کسی وقت عیسائی سلاطین کے ماتحت رہنا پڑیگا۔ اُس وقت مسیحی سلطنت کے ماتحت اس طرح رہیں جس طرح صحابہ کرام حبش کے مسیحی بادشاہ کے ماتحت رہے۔

پس ہمارے اس سلطنت کے ماتحت رہنے کا نمونہ صحابہ کرام موجود ہیں۔ جس طرح وہ حبشہ میں رہے۔ اسی طرح تم ہندوستان میں رہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ہمارے امام صاحب کس طرح بلا کسی طمع اور غرض کے اپنی اسی کتابوں میں ہم کو تعلیم کر گئے ہیں۔ اس کی خلاف ورزی مت کرو۔ اتباع قرآن و اتباع نبی کریم و اتباع صحابہ کرام کو نہ چھوڑو۔

نور الدین

مختصر نوٹ اور واقعات

حجاز ریلوے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظیم الشان پیشگوئی جو وَيُتْرَكُ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا کے الفاظ میں تھی حجاز ریلوے کی تعمیر سے پوری ہو گئی یکم ستمبر ۱۹۰۸ء کو مدینہ طیبہ تک یہ ریلوے لائن جاری ہو گئی۔ مسلمانان عالم نے اس مبارک تقریب پر جا بجا خوشی کا اظہار فرمایا جا بجا جلسے ہوئے اور چراغاں کی گئی۔ مدینہ منورہ سے افتتاح ریلوے کی خبر بذریعہ تار لنڈن ٹائمز کو اس کے نامہ نگار نے بھیجی جس پر اس نے لکھا۔ کہ لاریب اس پُر اسرار شہر سے اخبارات کے لئے پہلے تار برقی پیغام کو

ضرور اس سے زیادہ اہمیت ملنی چاہیئے تھی۔ مدینہ گو بلحاظ آبادی یا دولت کے دنیا کا نہائیت اہم شہر نہ ہو۔ لیکن بوجہ مدینۃ النبی اور اسلام کا منبع اور مرجع ہونے کے دنیا بھر میں نہائیت اہم اور نہایت عجیب شہر ہے۔

بہرحال اس ریلوے کا اجرا اگرچہ مسلمانانِ عالم کے لئے مسرت بخش ہے۔ مگر احمدی قوم اس مسرت سے جو حصّہ لیتی ہے۔ اس میں دوسرے شریک نہیں۔ کیونکہ دوسروں نے حجاز ریلوے کے تمدنی یا سیاسی یا تجارتی مقاصد اور اغراض پر اور فوائد پر نظر کی ہے۔ مگر **احمدی** اسے اپنے سید و مولیٰ مقتدا حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ایک **زبردست** اور **روشن نشان** کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ وہ اُن کے امام **مہدی** اور **مسیح** کے وقت سے مختص تھا۔ جو ٹھیک اپنے وقت پر پورا ہوا۔ اور انہوں نے سچے مدعی کو شناخت کرنے کی توفیق پائی۔

اسلام کے نادان دوست

اسلام کو اُس کے مخالفین سے اتنا صدمہ نہیں پہنچا۔

جسقدر اُس کے نادان دوستوں نے اُسے نقصان پہنچایا ہے۔ پیسہ اخبار کی قسمت عجیب واقع ہوئی ہے کہ اُس میں بعض اوقات ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے مذہبی رنگ میں سخت مضر ہوتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک لغو سلسلہ حاضر و غائب کی بحث پر شروع تھا۔ اب ترقی و تنزل اسلام کے اسباب پر ۸ ستمبر کی اشاعت میں کسی شیعہ کا نہائیت بیہودہ مضمون شائع کرکے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مساعی جمیلہ پر حملہ کیا گیا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر درپردہ زد کی ہے۔ اور مسلمانوں کی ترقی کے اسباب اور ذرائع میں سے ایک بینک سازی اور سود خواری بھی بتائی ہے۔ اگر سود کے جواز کی یہی دلیل ہے کہ مسلمان دوسرے لوگوں کو سنگین سود دیتے ہیں۔ اس لئے قلیل شرح پر سود دینے کا نظام ضروری ہے۔ تو بقول ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کل کو ایسے خیر خواہ کم خرچ کے چکلے اور شراب خانے بھی جاری کرنے کی تجویز کریں گے۔ یہ کیسے شرم کی بات ہے۔ مسلمانوں نے جب ترقی کی ہے۔ قرآن مجید کی ہدائیتوں پر عمل کرکے کی ہے اور جب کریں گے اسی راہ سے کریں گے۔ اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اسوہ حسنہ** پر عمل کرنا چاہیئے۔ پیسہ اخبار کا فرض ہے۔ کہ وہ مذہبی مضامین سے اپنے اخبار کو بکلی پاک رکھے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہاں سیاسی اور وقتی ضرورتوں پر یا عام اخباری مقاصد پر جو چاہے رکھے۔ اور شائع کرے!

ایک ہزار والنٹیران کی تحریک

ایک ہزار والنٹیروں کے لئے جو تحریک کی گئی ہے

وہ خدا کے فضل سے محسوس ہونے لگی ہے۔ اگرچہ رفتار بہت سُست ہے۔ لیکن اس کا شروع ہو جانا بھی کم از کم اس وقت غنیمت ہے۔ احباب کو یہ سوچ لینا چاہیئے۔ کہ وقت بہت ہی تھوڑا ہے۔ دو تین مہینے بہت وقت نہیں۔ اگر کم از کم دس آدمیوں کی طرف سے بھی روزانہ خطوط آنے لگیں۔ تو سمجھا جائے کہ وقت معینہ تک ایک ہزار آدمی پورے ہو جائیں گے۔ گذشتہ تحریک کے بعد مندرجہ ذیل بزرگوں نے اس تحریک میں حصہ لینے کا وعدہ کیا ہے:۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی لکھتے ہیں کہ اگرچہ وہاں کی جماعت کے بہت ہی تھوڑے آدمی ہیں۔ تاہم جماعت مذکور نے صعـہ روپے جمع کر دینے کا وعدہ کیا ہے جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَا۔

۲۔ بابو نورالدین صاحب نقشہ نویس لائل پور نے ایک مفصل خط میں الحکم کی اس تحریک پر اظہار مسرت کیا ہے اور سالانہ جلسہ کو شاندار اور کامیاب بنانے کے لئے جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ صعـہ سالانہ جلسہ پر جمع کرکے پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی ہمت میں برکت دے اور ان کے رفقا اور معاونین کو توفیق سعادت دے۔ آمین!

لائل پور میں اور بھی ایسے اصحاب ہیں جو اس عزم میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً شیخ محمد اسماعیل صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب جو اکیلے ہی ءعـہ سے زیادہ دے سکتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگلی اشاعت میں ان کے نام درج کر سکوں گا۔

قومی تحریکیں

کسی قوم کے بیداری کے نشانات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قومی تحریکوں کو محسوس کرے اور حتی الوسع ان پر رائے زنی کرے۔ پچھلے دنوں سے الحکم میں جن تحریکوں کا سلسلہ شروع ہے۔ تاکہ دوسروں کو بھی تحریک ہو۔ ممکن ہے روحانیت کی چاشنی کی شیدا قوم اس قسم کے روکھے پھیکے مضامین کو اپنی ضیافت طبع کے لئے اُبلی ہوئی کھچڑی سمجھے۔ مگر وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ قومی ضرورتوں کے پورا کرنے کیلئے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ وہ اُس کو اپنے لئے بہترین غذا سمجھیں گے۔ اور الحکم خصوصیت سے یہ امتیاز قائم رکھنا چاہتا ہے۔ کہ وہ قومی خادم ہونے کی حیثیت سے جو کچھ قوم کے لئے مفید اور ضروری سمجھے۔ اُن کے سامنے رکھے۔ اس لئے میں ذیل میں اُن خطوط کو درج کرتا ہوں جو سالانہ جلسہ کی متعلق تحریک میں آئے ہیں میں ان میں سے کسی پر کوئی رائے نہیں لکھتا۔ اور سردست جماعت کے روشن خیال لوگوں کو رائے زنی کیلئے تحریک کرتا ہوں۔

منشی عبدالحمید صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست پٹیالہ کوہ کسولی سے لکھتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

کوہ کسولی۔ ۲۳ اگست ۱۹۰۸ء

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب الحکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سالانہ جلسہ کی بابت آپ نے جو کچھ الحکم میں شائع کیا ہے احباب اس پر بعد غور مناسب تجویزیں پیش کریں گے اس میں تو شک نہیں کہ جلسہ کو بارونق اور مفید بنانے کے لئے ابھی سے تیاری اگر نہ کی گئی۔ تو اس کے مفید مطلب ہونے میں احتمال ہی ہوگا۔

پروگرام کا قبل از جلسہ تیار ہونا نہائیت ضروری ہے۔ میری رائے میں تو آپ صدر انجمن سے اس بارہ میں زبانی مشورہ کرکے ایک ڈرافٹ پروگرام "الحکم" میں شائع کر دیں۔ اور اُس پر جماعت کی رائے طلب کر لیں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی ردّ و بدل مناسب معلوم ہو تو وہ آپ کو تحریر کرے اور آپ اُس کو انجمن میں پیش کرکے فیصلہ کرالیں۔ اگر انجمن کی رائے میں مجوزہ تبدیلی مناسب معلوم دے۔ تو پروگرام میں اصلاح کر دی جاوے۔ ورنہ نہیں۔

لیکن اس پروگرام کے ردّ و بدل میں رائے زنی کرنے کی اجازت مقررہ میعاد تک ہونی چاہیئے۔ اور میعاد مقررہ کے بعد یکجا پروگرام ہر دو اخبار الحکم و بدر میں چھپ جانا چاہیئے۔

شعر و شاعری کیواسطے میں آپ سے بالکل متفق ہوں اس کے لئے بہت وقت دینا وقت کا ضائع ہی کرنا نہیں بلکہ جماعت کو غلط راہ پر چلانے کی ترغیب دینا ہے۔ دیگر مذاہب آریہ۔ سکھ۔ عیسائی وغیرہ کے جلسوں و عبادت گاہوں میں شعر و شاعری کے سوا کچھ رہا ہی نہیں بلکہ اس سے کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔

رعایتی کرایہ کی بابت تو ضرور انتظام کرنا چاہیئے جب عام رعایا اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ تو ہماری جماعت اس سے کیوں محروم رہے۔ البتہ کوشش شرط ہے۔ اگر یہ انتظام ہو جاوے۔ تو تمام احمدیوں کو جو اس جلسہ میں شریک ہوں۔ اُن کو چاہیئے۔ کہ وہ نصف کرایہ جو انجمن اور آپ کی کوشش اور ریلوے ڈیپارٹمنٹ کی مہربانی سے بچ رہے۔ وہ مدرسہ دینیہ میں چندہ دیدیں۔ اس طرح سے اس مد کی فراہمی سرمایہ میں بڑی مدد مل جاویگی۔ پچیس روپیہ فی کس جو تجویز پیش کی ہے۔ بہت معقول ہے۔ خدا کرے کہ ایک ہزار سے بھی زیادہ دینے والے ہوں۔ ان میں سے ایک مجھے بھی شمار کریں۔

میری ایک اور گزارش ہے۔ وہ یہ کہ لنگر خانہ کا خرچ ایسے موقع پر (یعنی جلسہ پر) بہت ہی زیادہ بڑھ جائیگا۔ اور غالباً موجودہ سرمایہ اس کے لئے کافی نہ ہو گا۔ جس کے لئے بڑی دقت اور تکلیف کا اندیشہ ہے میری رائے ہے کہ لنگر خانہ کو خاص اس جلسہ کے دنوں تک۔ ہوٹل کی شکل میں تبدیل کر دیا جاوے۔ اور بجائے مفت کھانا دینے کے مناسب دام مقرر کئے جاویں۔ تاکہ یہ فنڈ اپنا آپ گزارہ کر سکے۔ البتہ غریب احمدیوں کو مفت کھانا دیا جاوے۔ مگر جو متموّل ہوں۔ اور کھانے کا دام آسانی دے سکتے ہوں۔ اُن کو لنگر خانہ پر بار نہیں ڈالنا چاہئے۔ البتہ ایسے صاحبان کو اچھا اور وقت پر کھانا ملنا نہائیت ضروری ہے۔ یا اگر یہ تجویز مناسب خیال نہ کی جاوے۔ تو ہر متموّل شخص جو لنگر خانہ سے کھانا کھاوے۔ کم از کم پانچ روپیہ یا آٹھ آنہ یومیہ کے حساب سے تو لازمی طریق سے دیوے۔ اس کے علاوہ جو صاحب زیادہ دینا چاہیں۔ وہ حسب معمول چندہ کی صورت میں دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ اب دیتے ہیں۔ چندہ ان پانچ روپیوں سے بالکل الگ رہیگا۔ کیونکہ جو لوگ اس فنڈ میں چندہ دیتے ہیں۔ وہ تو دوسروں کی مدد کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ اپنے کھانے کا دام۔ اگر کسی نے دو چار روپیہ چندہ دیکر خود ہی دوسرے طریق کھانے وغیرہ میں وہ روپیہ یا کم و بیش وصول کر لئے۔ تو ایسے چندہ کا ثواب ہی کیا ہوا۔

میں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے۔ آگے جیسی آپ صاحبان کی رائے ہو۔

جلسہ کے موقعہ پر پردہ دار مستورات کی رہائش کا کیا انتظام رہتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس جلسہ پر میں اپنی اہلیہ کو بھی اپنے ہمراہ لاؤں۔

عبد الحمید سپرنٹنڈنٹ دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست پٹیالہ (کرلی)

چودہری غلام حسین صاحب سٹیشن ماسٹر بہاولپور

سے لکھتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اخی مکرمی جناب شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ایک کارڈ اول ازیں جناب کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں امید ہے کہ مطالعہ سے گزرا ہو گا۔ اب مفصل عرض کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت نے اپنے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے۔ کہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ ہماری جماعت چار لاکھ ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے (امید قوی ہے کہ یہ شمار ٹھیک ہو گا۔ کیونکہ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات میں بھی چار لاکھ کے قریب لکھا ہے) تو کیا چار لاکھ سے ایک ہزار آدمی بھی ایسا نہیں ہو گا جو آپ کی تجویز کے ساتھ متفق ہو۔ اگر ایک ہزار متوسط الحال آدمی آئندہ سردی کے اخراجات کو کم کر کے یہ رقم اپنی اپنی گرہ سے بھی ادا کر دیا تو کوئی بڑی بات نہیں اور آپ کی تجویز کی تکمیل بھی ہو جاوے۔ اور چنداں تکلیف بھی نہ ہو۔ جب تک ہم اپنے اوپر دین کی خاطر تکلیف گوارا نہیں کریں گے۔ ہم کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ اخویم جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنی تقریر میں ٹھیک فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک جماعت کے فرد کو یہ اتنا خیال کرنا چاہئے۔ کہ سب کام میرے ہی سر پر ہیں۔ اور جب تک میں خود ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں گا۔ کام نہیں چلیگا۔ اور یہ باتیں کاغذات تک نہیں رہنی چاہئیں۔ بلکہ عملی صورت اختیار کر لی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دیوے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آپ نہائیت عمدہ عمدہ تجویزیں سلسلہ عالیہ کی ترقی کے واسطے سوچتے رہتے ہیں۔ والسلام۔ آپ کا دعاگو۔

نیاز مند غلام حسین سٹیشن ماسٹر بہاولپور غربی

بابو نور الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ

لائل پور سے لکھتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مکرمی و معظمی جناب شیخ یعقوب علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مزاج شریف

جناب کی خدمت میں یہ التماس ہے۔ کہ آپ نے جو تجویز سالانہ جلسہ کے بارونق بنانے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ نہائیت احسن ہے۔ یہ کہ ہر ایک احمدی کو ابھی سے اس میں حصّہ لینے کے لئے کوشش فرمانی چاہئے۔ قدرت ثانیہ میں یہ پہلا سالانہ جلسہ ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ گورنمنٹ کی خاص فرمانبردار قوم دُنیا میں اس وقت احمدی قوم ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے امام کی تابعدار ہے۔ جو گورنمنٹ کا ہمیشہ شکرگزار اور شکرگزار رہنے کی تعلیم دیتا رہا۔ جبکہ ریلوے اتھارٹی دوسری انجمنوں کے اجلاس کے موقعہ پر دوسروں کو نصف کرایہ کی رعائیت دے دیتی ہے۔ تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ضرور یہ رعائیت کرے گی۔ مگر اس کے حاصل کرنے کے لئے ہماری طرف سے بھی کوشش ہونی چاہئے۔ اور ابھی سے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد جلسہ پر تحریک فرمائی جاوے۔ کہ اس نعمت کے شکریہ میں وہ تمام بھائی جو پورا کرایہ دینے کے عادی ہیں۔ اپنا نصف کرایہ سالانہ جلسہ کے اخراجات کے لئے دیدیں۔ تو میرے خیال میں اس طرح سالانہ جلسہ کا خرچ نکل آئے گا۔ اور کسی بھائی کو تامل بھی نہ ہو گا۔ اور میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مبلغ صہ۲۵ سالانہ جلسہ کے موقع پر جمع کر کے پیش کروں گا۔ المرقوم ۱ستمبر ۱۹۰۸ء

الراقم

خاکسار نور الدین احمدی نقشہ نویس لائل پور۔

محترم میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹ سے رقمطراز ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

محبی اخویم جناب شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مَیں چونکہ بہت عدیم الفرصت ہو گیا ہوں۔ کچھ اس وجہ سے اور کچھ اس خیال سے کہ سلسلہ احمدیہ میں بہت سے قابل دوست خدا کے فضل سے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو اس خدا کے پاک سلسلہ کی امداد قلمی کرنے کے خوب اہل ہیں۔ خاموش رہتا ہوں ؎

چو کارے بے فضول من بر آید
مرا در وے سخن گفتن نشاید

آپ نے پرچہ الحکم میں سیالکوٹ کی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے میرا نام صرف اپنی قدیمی محبّت اور خاص توجّہ کی وجہ سے لے دیا ہے۔ ورنہ ایسے اہم امور میں جبکہ شاعرانہ مذاق اندریں سلسلہ روز افزوں ترقّی پر ہے۔ قلم اُٹھانے کی جرأت کر کے اس مضمون کو معرکتہ الآرا بنانا کسی صورت میں مناسب نہیں۔ ابتداء تمدن سے نظم و نثر نے ایشیائی مجالس میں موزون طبع افراد مجلس کی طبع زبان کے جوہر دکھلائے ہیں۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں ان کا وجود ارباب مجلس کی خوشی اور انبساط کا باعث ہوا ہے۔ پس اس مقبول طبائع رنگ پر ان میں سے خصوصاً نظم کی دخل درمانی کے برخلاف ایک عام بحث کرنا یا عام بحث کا اُٹھانا خواہ کسی پہلو پر ہی ہو۔ کچھ اتنا مفید ہی نہیں ہو گا۔ جن اصحاب کی طبع موزون واقع ہوئی ہے۔ اور جن کو شعر و شاعری کا مذاق ہے۔ وہ تو ایک ایک مصرعہ کے موزون ہو جانے پر تڑپتے ہیں۔ اور اُن کی بیتابی اور بے چینی اُن کو جامہ سے باہر کر کے اہل مجلس کے سامنے پرچہ کاغذ ہاتھ میں لئے لا کھڑا کرتی ہے۔ اس اُٹھتے جوش کو آپ کا خیال اور میرا ناگوار مضمون کب روک سکتا ہے۔ میں یہ مانتا ہوں۔ کہ بعض اصحاب کی نظمیں صرف اُن کی طبیعت کے کسی اندرونی درد اور جوش کے لحاظ سے اُن کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور باریک بین اور لطایف پسند نکتہ سنج۔ موزون طبع۔ نازک خیال ناظموں کو بُری معلوم ہوتی ہیں مگر کیا کیا جائے ہر ایک آدمی ہر ایک زبان میں اسی اندرونی درد اور جوش کے ظاہر کرنے میں قابل افراد کی شعر فہمی اور نکتہ گیری کا انداز بہت ہی کم کرتا ہے اور اُن کی پرواہ نہیں کرتا۔ مجلس کے اراکین بھی مجبور ہوتے ہیں۔ وہ مجلس میں اپنے اعتراض اور مشورہ کی نسبت عام

قبولیت کو پیدا کرانا چاہتے ہیں۔ بہرحال اُن کو بھی خاموش ہی ہونا پڑتا ہے۔ اور نظمیں سُنانے والے اپنے اُٹھتے ہوئے جوش میں جو تیار کرکے لاتے ہیں۔ سُنا جاتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔ بہرحال میں اس قدر عرض کرنے کے واسطے ضرور تیار ہوں۔ کہ حضور مقدس حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد ہمارے سالانہ جلسہ کا رنگ ایک خاص نظام پر ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہی ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کے صائب رائے بزرگ اور دوسرے ذی قدر و ذی فہم اہل فطنت۔ اہل مذاق ناظم و ناثر مضامین اور نظمیں ملاحظہ کریں اور جن کو وہ انتخاب کریں۔ وہی جلسہ میں سنائی جائیں۔ جلسہ کا پروگرام باضابطہ تیار ہونا چاہئے۔ لیکچراروں کے نام اور اُن کے لیکچر دینے کے گھنٹے معین ہونے چاہئیں۔ اور یہ سب کچھ جلسہ سے پیشتر طے ہو کر قبل اس کے کہ احباب دارالامان میں حاضر ہوں۔ اخباروں میں طبع ہو جانا چاہئے۔ آپ کی تحریک پر میں اسی قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کو اس پاک سلسلہ کی ہر قسم کی امداد کی بیش از پیش توفیق دے۔ ۳۰ر اگست ۱۹۰۸ء

خاکسار

میر حامد شاہ از سیالکوٹ

تعزیت کا خط

ذیل میں مَیں ایک خط اپنے ایک مکرم دوست بابو محکم دین صاحب مختار عدالت امرتسر کا شایع کرتا ہوں۔ بابو صاحب سے ایڈیٹر الحکم کو پندرہ سال سے نیاز حاصل ہے۔ اُن کو ہمیشہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بہت محبت رہی ہے۔ وہ اپنے مذاق کے ایک خاص آدمی ہیں اُنہوں نے یہ خط ایک خاص جوش ارادت سے لکھا ہے۔ اور میں اس کا شایع کرنا ضروری سمجھتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ میں جلد اس کے لئے جگہ نہ نکال سکا۔ اس لئے اپنے معزز دوست نہیں بھائی سے معذرت چاہتا ہوں۔ ایڈیٹر

از امرتسر ۲۷ اگست ۱۹۰۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بخدمت شریف جملہ قرابت داران و ارادت داران حضرت مرزا غلام احمد صاحب بالقابہ مرحوم مسیح موعود بعد دعائے مغفرت بحق مرزا صاحب مرحوم بالقابہ یہ عاجز محکم دین مختار عدالت حال بازار امرتسر نہایت ادب سے گزارش کرتا ہے کہ بجائے علیحدہ ہر ایک صاحب تعلقدار کی خدمت میں اظہار افسوس ناگہانی کرنے کے میں بذریعہ طبع کرانے خط ہذا باخبار الحکم اپنا فرض دینی و دُنیوی سمجھتا ہوں۔ کہ بلحاظ ہمدردی انسانی جتلاؤں۔ کہ دراصل ایسے بزرگ اور ابو الوقت مسیح روحانی کی وفات کا صدمہ آپ صاحبان کو کم حوصلہ نہ کرے۔ اور یہ میری دُعا ہے۔ اور ایسا ہی ہر ایک پڑھنے والے سے مَیں اُمید اور بھروسہ رکھتا ہوں۔ کہ وہ بھی جناب مرزا صاحب کے حق میں خصوصاً اور قرابت داران و ارادت داران کے حق میں بالعموم دلی توجہ سے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں اور کرتے رہیں۔ مجھے اُن کی ذات خاص سے دینی اور دُنیوی امور میں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ میں نے اُن کو اپنے حق میں خاص ذریعہ دیکھا ہے۔ میرے نزدیک تمام جماعت احمدیہ میں سب کے سب ایسے پکے مسلمان کم ہوں گے۔ جن کو یہ یقین کمال کے درجہ پر لے گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ زندگی دیتا ہے۔ موت اور حیات سب اُسی کے اختیار خاص میں ہیں۔ اُن کی نظر میری طرح بہت وسیع نہیں ہوتی۔ اس لئے میں اُن کی خاطر اظہار افسوس چھاپ کر ہمدردی کرتا ہوں۔ میں بھی بچہ ہوں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ اس ہمدردی سے جس جگہ جاؤں۔ جماعت سے روٹیاں کھاؤں۔ اللہ تعالےٰ اُن کے دلوں کو صبر دیوے اور ترقی درجات بخشے کہ دوسرے مسلمان غیر ملت والوں سے نفرت نہ کیا کریں۔ اور نہ اُن کے طعنہ و گالیاں سے ڈرا کریں۔ جو لوگ قادیان میں جا کر آباد اور رہائش ہوئے ہیں۔ اُن کی طرف میرے مضمون کا خاص طور پر مقصود ہے۔ والسلام

محکم دین بقلم خود۔

احمدی انجمنوں کی روئیدادیں

مَیں نے کئی مرتبہ لکھا ہے کہ جہاں جہاں انجمنیں قایم ہو چکی ہیں۔ ان کو اپنے ہفتہ وار یا ماہواری جلسوں کی مختصر روئیدادیں بھیجدینی چاہئیں۔ تاکہ وہ الحکم میں چھپ کر دوسروں کے لئے ترغیب و تحریک کا موجب ہوں۔ اس تحریک کا بہت ہی خفیف سا اثر شروع ہوا ہے امید ہے دوسری انجمنیں غور کریں گی۔ فی الحال انجمن احمدیہ لائل پور اور پٹیالہ کی مرسلہ روئیدادیں درج کی جاتی ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

انجمن احمدیہ لائل پور

بروز اتوار مورخہ ۳۰۔ اگست ۱۹۰۸ء کو بر مکان شیخ میاں محمد صاحب مالک چکی گھر منعقد ہوا۔ جس میں بہت سی تجاویز پیش ہو کر پاس ہوئیں۔ ان میں سے مفصلہ ذیل تجاویز درج اخبار ہونے کے قابل سمجھ کر انجمن آپ کی طرف ارسال کرتی ہے۔ امید ہے کہ آپ اُن کو اخبار میں درج فرما کر مشکور فرماویں گے

(۱) ہر پندرہ یوم کے بعد ایک ایسا جلسہ ہونا چاہئے۔ جس میں مضمون مقرر کردہ پر ہر ایک بھائی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا کرے۔

(۲) مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی یادگار میں جو مدرسہ دینیات کھولا جاتا ہے اس کے لئے مستقل ماہوار چندہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اسی مجلس میں موجودہ سب برادران نے حسب توفیق ماہوار چندہ لکھوا دیا۔ جس کی تعداد فی الحال مبلغ سات روپیہ ہے۔ آئندہ امید ہے۔ یہ تجویز مفصلات میں بھی پیش کرکے اس پر عمل کرنے کی تحریک کی جاوے گی۔ اس چندہ کا عمل یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے شروع ہو گیا ہے۔

(۳) خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام کی تحریک کے بموجب انجمن نے حکیم احمد حسین صاحب کے لئے پسند کیا کہ وہ دارالامان قادیان شریف میں کم از کم تین ماہ تک رہ کر قرآن شریف سیکھیں۔ تاکہ وہ ہمیں درس دینے کے قابل ہو جائیں۔ اور اُن کے خرچ کے لئے کم از کم ۱۵ روپے ماہوار تجویز کئے گئے۔ جو علیحدہ طور پر ممبران سے جمع کئے جانے چاہئیں چنانچہ اس پر اسی مجلس میں عمل کیا گیا۔ اور مفصلہ ذیل احباب نے حصہ لیا:۔ (۱) شیخ محمد اسماعیل صاحب ۱۵ (۲) شیخ محمد حسین صاحب ۳ (۳) منشی نورالدین صاحب ۲ (۴) شیخ اصغر علی صاحب ۲ (۵) مستری عبدالرحمٰن صاحب ۸ (۶) مستری عبداللہ صاحب والدہ مستری صاحب ۸ (۷) منشی محمد حسین صاحب ملازم آبکاری ۸ (۸) شیخ خدابخش صاحب ۸ (۹) میاں محمود الدین صاحب نقشہ نویس ۸ (۱۰) منشی محمد حسین صاحب نقشہ نویس ۴

کل میزان ۳۱ روپے

الراقم

نورالدین سیکرٹری انجمن احمدیہ لائل پور

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ

جلسہ انجمن احمدیہ پٹیالہ

مورخہ ۶ر ستمبر ۱۹۰۸ء کو انجمن احمدیہ کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ بعد تلاوتِ قرآن مجید مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی گئیں:۔

(۱) جلسہ احمدیہ پندرہ روزہ منعقد ہوا کرے اور ایک فنڈ بنام جلسہ فنڈ کھولا جائے۔ جس میں تمام احباب ایک ایک پیسہ دیا کریں۔ اور جو رقم اس طور پر وصول ہو۔ وہ قومی اور دینی مصارف کے صرف میں لائی جائے۔ سب احباب نے اس فنڈ اسی وقت اپنا اپنا چندہ دے دیا۔

(۲) یادگار مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مزید توجہ کی جائے۔ اور تمام رقم چندہ اس ہفتہ میں وصول کی جائے۔

(۳) موافق تجویز اخبار الحکم مطبوعہ ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء مُٹھی بھر آٹا کا سسٹم جاری کر دیا گیا۔

(۴) ڈاکٹر عبدالحکیم سے مولوی محمد یٰسین صاحب کے مباہلہ کا تحریری جواب لیا جائے۔ ورنہ آپ کی گریز شایع کر دی جائے۔

ازاں بعد محمد مرتضیٰ خان نے اپنا مضمون خاتم النبیّین پر پڑھ کر سنایا۔ اور باوا شام داس (مولوی عبدالصمد) صاحب نے ایک نظم نعتیہ بزبان ہندی سنائی۔ جو اپنی طرز پر بہت عجیب تھی۔ خاتمہ پر قدرتِ ثانی کے ظہور کے لئے دعا کی گئی۔ یہ جلسہ جناب شیخ محمد افضل صاحب تھانیدار (جن کے مکان پر جلسہ منعقد ہوا) کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جنہوں نے حاضرین جلسہ کی پان بسکٹ سے دعوت کی۔ فقط

محمد مرتضیٰ خان احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ

مورخہ ۶ر ستمبر ۱۹۰۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

میری اپیل

میں اُن تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میری پہلی عاجزانہ درخواست پر توجہ کی ہے۔ لیکن میں اس کے ساتھ ہی افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ جیسی توجہ کی مجھے اُمید تھی وہ نہیں کی گئی۔ یا کم از کم ابھی مجھے یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ احباب نے کہاں تک توجہ کی ہے۔

اگرچہ بہت سے اسباب ہوں گے۔ جن کی وجہ سے اکثر احباب ان باتوں پر توجہ نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے۔ لیکن جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں۔ قوم کو ایک ایسے خادم کی طرف ضرور توجہ رکھنی چاہیئے۔ . . . . اور اُس کی مدد کرنی چاہیئے۔ جو معرضِ خطرہ میں پڑا ہوا ہو۔ رسالہ

تشحیذ الاذہان

ایک ایسے نفس[1] کی زیر ایڈیٹری میں شایع ہوتا ہے۔ جس کی پیدائش اور تربیت اُس جگہ میں ہوئی ہے۔ جو فی زماننا خدا تعالیٰ کی وحی کی مورد ہے اور اُس کی تعلیم و تربیت خدا تعالیٰ کے رسول کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ اس کی تحریریں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ آج جبکہ خدا تعالیٰ کا رسول ہم سے جُدا ہو چکا ہے۔ اس نفس کی تحریروں سے خدا تعالیٰ کے رسول کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُن کی اس طرز تحریر میں اُس پیارے امام کی تحریر کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جیسا کہ آپ اُن خطوط سے معلوم کر سکتے ہیں۔ جو اکثر احباب نے مجھے وقتاً فوقتاً لکھے ہیں۔ یا اُن ریویوز سے جو معزز ہمعصر اخباروں کے ایڈیٹروں نے کئے ہیں جن کو یہاں درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

رسالہ تشحیذ الاذہان خواہ کچھ ہی ہو۔ مگر یہ میں ضرور عرض کروں گا۔ کہ اس کو مخالفین و موافقین نے عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور میرے پاس بہت تعریفی خطوط بھی موصول ہوئے ہیں۔ اور زبانی بھی بہت تعریف سُنی ہے۔ مگر میں ان تمام باتوں کو کیا کروں۔ جبکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ عملاً اس تعریف و توصیف میں کوئی نمایاں ترقی نہیں دکھائی گئی۔ اور نہ کافی طور سے اس کا ہر ایک میں ہاتھ بٹایا گیا ہے۔ اور نہ اس ہونہار نوجوان کی کافی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اور نہ داد دی گئی۔

پھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ رسالہ کی مالی حالت بہت ہی نازک ہے۔ اور اسی غرض کے لئے میں پہلے ایک اپیل پیش کر چُکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ اے بزرگانِ قوم میری اس اپیل پر توجہ فرمائیں۔

میں اپنی اس اپیل کے ذریعہ آپ صاحبان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان خریدار مہیا فرما کر اس رسالہ کی مدد فرمائیں۔ جو احباب خریدار نہیں ہیں۔ وہ خریدار ہوں۔ اور جو خریدار ہیں۔ وہ اور خریدار مہیا کرنے کی کوشش فرماویں اور موجودہ خریداران اگر پانچ پانچ اور خریدار مہیا کریں۔ تب بھی وہ ہزار خریدار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

میں اسی موقعہ پر اسی اپیل کے ذریعہ

ممبران انجمن تشحیذ الاذہان

کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوا اُن کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس وقت اپنے فرض منصبی کی طرف خیال فرمائیں۔ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ انجمن کی ہر طرح سے مدد کریں۔ اور چونکہ یہ رسالہ آپ لوگوں کا ہی ہے۔ اس لئے آپ خاص طور پر کوشش فرماویں اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ کم از کم دس خریدار فی ممبر مہیا کر کے ممنون فرمائیں۔ والسلام

نوٹ:۔ رسالہ ماہوار ہر قمری مہینہ کی دس تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔ قیمت عام سے دو روپیہ علاوہ۔ طلباء سے ڈیڑھ روپیہ سالانہ لی جاتی ہے۔

الملتمس

منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

[1] یعنی صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلف الصدق عالی جناب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت خلیفۃ المسیح کا خطاب

طلباء مدرسہ کو

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بروح القدس نے اپنے معمولی درس قرآن مجید کے علاوہ ارادہ فرمایا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً طلباء مدرسہ کو خصوصیت سے ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ بعد مغرب خطاب کریں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تحریک میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوئی ہے۔ ورنہ ہر روز آپ وعظ فرماتے ہی ہیں۔ طلباء مدرسہ کو یہ خصوصیت اور امتیاز قابل ناز ہے۔ کہ اُن کے امام نے اُن کے لئے اپنے گرامی اوقات میں سے کچھ حصہ مخصوص کیا ہے جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں انہیں حاصل نہ تھا۔ اس سے اُن والدین کو کیسی خوشی ہو سکتی ہے۔ جنہوں نے اپنے بچوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام میں بھیجا ہے مدرسہ کی یہ خصوصیت باعث فخر ہے۔

ان دنوں جبکہ طلباء سے بعض پولیٹیکل لیڈر نہایت خطرناک کام لے رہے ہیں۔ اور اُن کی آتشین تقریروں نے ناعاقبت اندیش نوجوانوں کے دلوں کو پھونک ڈالا ہے۔ اور وہ اخلاق اور حقوق العباد کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے سوراجیہ کی خواہش کی گونج اپنے دماغ میں سنتے ہیں اور لبرٹی لبرٹی کے نعرے مارتے ہیں۔ یہ بہت ہی ضروری پہلو ہے جو ہمارے امام کے خلیفہ نے (ایدہ اللہ بنصرہ) اختیار کیا ہے۔ اس مقام پر یہ ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کہ جس طرح پر ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم اپنے اصول میں رکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح پر ہمارے خلیفۃ المسیح نے اس کو ضروریات دین میں سے یقین کیا ہے چنانچہ اسی اشاعت میں جو اعلان شایع کیا گیا ہے۔ وہ اس امر کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔ غرض حضرت خلیفۃ المسیح نے طلباء مدرسہ کو خصوصیت سے ہفتہ میں دو مرتبہ تلقین کے لئے وقت دینا پسند کیا ہے۔ گزشتہ ہفتہ میں آپ نے دو مرتبہ جو تقریر کی اُس کا خلاصہ میرے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ نہایت توجہ سے پڑھا جاویگا۔ ایڈیٹر

پہلی تقریر

ابتداءً آپ نے اپنے تعلقات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے مخلوق سے بے نیاز کر دیا ہے۔ میری حاجتوں اور ضرورتوں کا وہ خود کفیل ہے اور ذمہ وار رہا ہے۔ اور ایسے طریق پر میری مدد کرتا ہے کہ دوسرے سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اس سے تم لوگ سمجھ

سکتے ہو کہ میرا تمہیں نصیحت کرنا محض خدا کی رضا کے لئے ہے۔ اور نیز اُسی ذمہ داری کی وجہ سے جو مجھ پر تم لوگوں نے آپ ہی رکھ دی ہے۔

بہر حال میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اُس کی مخلوق پر شفقت کی غرض سے تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں جو کچھ کہتا ہوں۔

آجکل تم دیکھتے ہو کہ بعض **ناعاقبت اندیش** لوگوں نے طالب علموں سے کس کس قسم کے خطرناک کام لئے ہیں۔ وہ طالب علم یا اُن کے وہ لیڈر اور سرپرست اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اُس کی مخلوق پر شفقت کی تعلیم اُن کو دی گئی ہوتی۔ تو اس قسم کی کمینہ اور باجی پن کی حرکات ان سے سرزد نہ ہوتیں۔ جن کو وہ اپنے اور اہل ملک کے لئے مفید اور بہتر یقین کرتے ہیں۔ یہ امور ملک کی بہتری کی بجائے اُس کے لئے سخت مضر اور نقصان رساں ہیں۔ ایسی حرکات محض اس لئے ہوتی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ہدائیتوں پر عمل نہیں۔ میں تمہیں ہدائیت کرتا ہوں۔ کہ اس قسم کی شرارتوں سے بالکل الگ اور بیزار رہنا چاہئے۔ **اسلام** فرمانبرداری کا نام ہے۔ اور **حاکم وقت** کی اطاعت ضروری ہے۔ اس کے لئے ہمارا **امام** ہمیشہ یہی تعلیم دیتا رہا ہے۔

اس کے بعد تمہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ تمہارا فرض ہے کہ تم سچے وفادار اور سچے مسلمان بنو۔ قرآن مجید نے دو بچوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک حضرت **اسماعیل** کا۔ دوسرے حضرت **یوسف** کا۔ حضرت اسماعیلؑ ایک نوجوان تھے۔ اُن کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رویا میں دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو ذبح کرتے ہیں۔ اس خواب کا اظہار انہوں نے اسمٰعیل سے کیا۔ انہوں نے اُن کو کیا کہا۔

اے میرے باپ! جو کچھ آپ کو حکم ملا ہے چلد کرو۔ آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور باپ کی اطاعت میں سر رکھدیا۔ اور یہی وفاداری اور فرمانبرداری ہے۔

حضرت یوسف نے اپنی عفت اور طہارت کا جو نمونہ دکھایا وہ ایک ظاہر امر ہے۔ پس ان دو بچوں کے ذکر سے تمہیں خدا تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت اور اولوالامر کی اطاعت اور وفاداری کا سبق لینا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی عفت اور طہارت کی زندگی بسر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی توفیق کو مانگنا چاہئے۔

دعا بہت بڑا ہتھیار ہے اس کو کبھی ہاتھ سے نہ دو۔

یہ آپ کی پہلی تقریر کا خلاصہ ہے۔ دوسری تقریر میں آپ نے اس امر پر زور دیا۔ کہ وحدت پیدا کرنی چاہئے۔ اوّلاً۔ آپ نے نظارۂ عالم سے دکھایا کہ دنیا میں اختلاف موجود ہے۔ لیکن باوجود اختلاف کے پھر بھی ایک اتحاد ہے اگر اس اتحاد سے کام نہ لیا جاوے۔ تو یہ سارا کام بگڑ جاوے۔

اس موقعہ پر آپ نے مختلف مثالوں کے ذریعہ سے اس صداقت کو بتایا پھر طلبار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارے مدرسوں میں رسّہ کا ایک کھیل ہوتا ہے۔ اس کی تعلیم قرآن مجید کی ایک آیت سے ملتی ہے۔ **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً**۔ یہ رسّہ جو مدرسوں میں ورزش کے لئے رکھا جاتا ہے جب تک متحد طاقت سے اسے ایک جماعت نہ کھینچے وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح پر اس وقت ضرورت ہے کہ ہم قرآن مجید کے **حبل** کو مضبوطی سے پکڑلیں **اسلام** پر سخت حملے ہو رہے ہیں فلاسفر اپنے رنگ میں حکیم اپنے طرز پر اور طبابت والے اپنے طریق پر عیسائی آریہ برہمو اور مختلف فرقوں اور مذاہب کے لوگ جدا جدا چاہتے ہیں کہ وہ اس پاک تعلیم کا نام و نشان مٹا دیں۔ بیرونی حملہ آور ہی نہیں اندر والے لوگ بھی بگڑے ہوئے ہیں ان کی علمی اور عملی طاقتیں کمزور ہو چکی ہیں۔

ایسی حالت میں سب کا فرض ہے کہ ہم علمی طور پر اس رسن کو مضبوطی سے پکڑلیں۔ پس وحدت پیدا کرو اور علمی طور پر۔

وہی بھیرہ کا قضیہ نامرضیہ

بھیرہ کی مسجد کے متعلق جو جھگڑا تھا۔ اُس کا فیصلہ باہمی راضی نامہ سے ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اس میں ایک امر قابل اصلاح ہے کہ جمعہ کے متعلق جو فیصلہ ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک جمعہ احمدی لوگ دالان اور صحن میں پڑھیں۔ اور مخالف اندر مسجد کے کوٹھہ میں۔ اور دوسرے جمعہ مخالفین باہر اور احمدی اندر یہ مصیبت اور تکلیف ہی کم نہ تھی۔ کہ اس پر یہ اور اضافہ ہوا۔ کہ مسجد کے ساتھ ایک بنگلہ اس غرض کے لئے بنایا گیا تھا۔ کہ آنے والے مہمان اس میں ٹھہریں اور آرام پائیں۔ مگر اس مکان میں مہمانوں کا ٹھہرنا بند کر دیا گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہ پور احمدی جماعت کے شکر گزاری کے مستحق ہیں۔ کہ آپ نے اس معاملہ پر نوٹس لیا۔ اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو موقعہ پر بھیجنے کی تکلیف گوارا کی۔ مگر کیا وہ اس امر پر توجہ نہیں کریں گے۔ کہ ہماری جماعت کو تنگ کرنے کے لئے کس کس قسم کے شرمناک منصوبے کئے جاتے ہیں دراصل اس ساری تکلیف کا موجب سب انسپکٹر بھیرہ جو ایک متعصب حنفی ہے اور رضا علی خاں ہیڈ کنسٹیبل شیعہ ہے ہیں اور جب تک اُن لوگوں کو وہاں سے تبدیل نہیں کیا جاتا غریب **احمدی امن** نہیں پا سکتے اس لئے کہ انہوں نے ایک **امن** جو اور **امن پسند** جماعت کے متعلق جس قسم کی تحریریں کیں ہیں وہ اب واقعات کی بنا پر انہیں صحیح ثابت کرنیکی کوشش کریں گے اور اس سے ہمارے غریب احمدی بھائیوں کو جن مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے وہ ایک ظاہر بات ہے اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اس معاملہ پر تھوڑی سی توجہ فرما کر ان دونوں آدمیوں کو وہاں سے تبدیل کرنیکی تجویز کر دیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سارا فساد مٹ جاوے اگرچہ دوسرے مسلمان ہمارے مخالف ہیں مگر صاحب موصوف یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سالہا سال سے وہ لوگ یہاں رہتے ہیں اور احمدیوں اور غیر احمدیوں کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اور یہ مسجد بجائے خود احمدیوں کی ہی مسجد ہے۔ مفسدہ پردازی کے مزید سلسلہ کو روکنے اور ایک وفادار امن جو قوم کے حقوق کی حفاظت اور امن عامہ کے لحاظ سے ضروری ہے کہ صاحب موصوف اس انتظامی امر میں دخل دیکر ان دونوں آدمیوں کو وہاں سے تبدیل کر کے بھیرہ کے مسلمانوں پر رحم فرما دیں۔

نمبر ۴۴ ۴۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۲۶ھ المقدس | جلد ۱۲

گر نباشد بدوست رہ بُردن
شرطِ عشق است در طلب مُردن

انسان ہاں مستعد اور باہمت انسان کے فرائض میں ہے کہ وہ اپنے **مقصود** کے لئے پویا قدم رہے۔ کامیاب ہونا یا نہ ہونا یہ امر دیگر ہے۔ اور یہ منحصر ہے اللہ تعالیٰ کے فضل پر اس کی توفیق پر۔

سالانہ جلسہ کے متعلق لکھتے ہوئے مجھے عرصہ گزر گیا ہے۔ اگر اس مایوسی اور ناکامی کا خوف دامنگیر ہو۔ جو اب تک اس تحریک میں ہوئی ہے۔ تو آئندہ شاید مجھے اس کا نام بھی نہیں لینا چاہئے۔ مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ تحریک ایڈیٹر **الحکم** کی ذات خاص سے متعلق نہیں۔ اور اس طرح جمع شدہ روپیہ اُس کی ضروریات پر خرچ ہونے کو نہیں۔ ایسی حالت اور صورت میں میرا فرض یہی ہے کہ میں اس تحریک سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤں۔ اور

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم

پر عمل کرکے کہتا جاؤں۔ آخر کچھ دل تو ایسے نکلیں گے ہی جو اس تحریک کو بار آور بنانے کے لئے قدم اُٹھائیں گے۔ سالانہ جلسہ کیلئے پروگرام بنانے کی تجویز تو صدر انجمن احمدیہ کے دفتر سے نکل چکی ہے۔ یہ ہمیں امید کرنی چاہئے کہ پروگرام میں زیادہ تر حصہ ایسے کاموں کے لئے رکھا جاویگا جو **قومی ضروریات** اور **قومی انسٹیٹیوشنز** کے متعلق ہوں۔ اور جن سے باہر سے آنے والے احباب پر ایک خاص اثر پیدا ہو اور وہ محسوس کریں کہ اُن کے فرائض اُن ضروریات کے متعلق کس حد تک ہیں اور کہاں تک وہ انہیں پورا کر رہے ہیں۔ اور اب کس رفتار سے انہیں قدم اٹھانا چاہئے۔ اگرچہ یہ مضامین بالکل خشک اور دلچسپی سے معرا ہوں گے۔ لیکن احمدی قوم کے لئے ان میں دلچسپی پیدا کرنا ہی اُس کی خصوصیت کا موجب ہوگا۔

میں پورے بارہ سال سے ان سالانہ جلسوں کو دیکھتا آیا ہوں اور اس موقع کی ضروریات اور حاجات کا مجھے بطور ایک ذمہ دار اور کارکن وجود ہونے کی حیثیت سے مطالعہ کرنا پڑا ہے۔ اس میں جو کچھ لکھوں گا۔ وہ بالکل میرا ذاتی تجربہ اور واقعات کے رنگ میں ہوگا۔ میں ان امور کو آئندہ بیان کروں گا کہ ان کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

سر دست میں اس تحریک کی پھر یاد دہانی کرتا ہوں کہ اس جلسہ کو **کامیاب** بنانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔ کہ پوری سعی کرے اور یہ **کامیابی** کثرت **اجتماع** اور **مقدار چندہ** کے پہلو سے سمجھی جاویگی۔ میں نے تحریک کی ہے۔ کہ اگر **ایک ہزار** آدمی ایسے باہمت نکل آئیں۔ جو یا تو از خود یا دوسروں سے جمع کرکے اس موقعہ پر ۵ پیش کریں۔ تو انہیں اپنے **سید و مولا امام** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے موافق سلسلہ کی کسی ایک مد کے اخراجات سے سبکدوش ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ میں یہ امر ابھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ کہ یہ جمع شدہ روپیہ کس مصرف میں لگے گا۔ ہاں! اتنا کہہ دینا قبل از وقت نہیں کہ چندہ دہندگان کی مشورت سے صدر انجمن احمدیہ کے اغراض کے لئے یا **خلیفۃ المسیح** کے حکم کے نیچے صرف ہوگا۔

اب صرف دو مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ اور اس کے لئے نام لکھانے والوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ میں اس خیال میں ہوں۔ کہ اگر ۲۰ اکتوبر تک دو سو نام بھی پورے نہ ہوئے۔ تو پھر رسید بہیاں چھپوا کر منتخب احباب کو بھیجی جاویں۔ بہرحال احباب کا فرض ہے۔ کہ وہ پوری مستعدی سے اُٹھیں۔ کام کرنے کا یہی وقت ہے۔ اور ورنہ یاد رکھیں کہ وقت آتا ہے کہ **سلسلہ اُن کی مدد کا محتاج نہ ہوگا۔** اور وہ پھر اس وقت کو نہ پا سکیں گے۔

مطبع انوار الحکم میں باہتمام ... قادیان دارالامان میں ... یعقوب علی (تراب) احمدی مہتمم ... کے شایع ہوا۔

گزشتہ اشاعت کے بعد مندرجہ ذیل احباب نے لکھا ہے۔ کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیں گے:۔

۱۔ میاں رحمت اللہ صاحب سکرٹری انجمن ضلع جالندھر بنگہ۔
۲۔ چوہدری غلام سرور صاحب نونگو ضلع رہتک
۳۔ منشی محمد اسماعیل صاحب ماسٹر شیلہ چکروتہ

۴۔ میر قاسم علی صاحب دہلی۔
۵۔ شیخ غلام نبی صاحب راولپنڈی۔
۶۔ منشی محمد دین صاحب گرداور قانونگو جہلم کنال
۷۔ جماعت لودہانہ بھی تجویز کر رہی ہے۔

اسی سلسلہ میں حکیم فضل دین صاحب کا خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب جیسی کے کاموں اور خدمت دین کے لئے بہت حریص ہیں۔ اور ان کی یہ قابل رشک حرص لازم نہیں متعدی ہے۔ جب سے میں نے اس تحریک کو شروع کیا ہے۔ وہ پہلے خود اپنے دوستوں اور واقفوں کو جو احمدی ہیں اس تحریک کے لئے زور دے رہے ہیں اور بذریعہ خطوط ان سے وعدہ لے رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تین آدمیوں کے نام حصہ بھیج چکے ہیں۔

تعجب کی بات ہے۔ کہ باقی احباب کیوں خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا چار لاکھ کی جماعت میں ایک ہزار بھی اپنی خدمات نہیں دے سکتا۔ جو اس وقت صرف ۵ روپیہ جمع کر سکے آئے۔ دیکھو ہمارا کام تو صرف آپ تک ایک بات کو پہنچانا ہے۔ اسے سرسبز کرنے کے لئے سعی کرنا آپ کا کام۔ اور اپنے فضل و کرم سے توفیق دینا اللہ تعالیٰ کا۔ ہمتی کرو۔ اور ہمت نہ ہارو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیگا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دشمنوں کی نگاہیں تمہاری طرف ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو جو حضرت مسیح موعود کے وصال پر ان کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں اور آئندہ ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم یہی یقین دلا آیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے جن کاموں کا ارادہ کیا ہے۔ وہ ہو کر رہیں گے۔ مگر مبارک ہونگے وہ لوگ جن کے ذریعے ہوں گے۔ کیونکہ وہ گویا اللہ تعالیٰ کے جماعت ٹھیریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور وہ خود سلسلہ کی ضروریات کے لئے تمہارے دل میں جوش پیدا کرے۔ آمین!

اسی سلسلہ میں خان صاحب محمد احمد شیر خان صاحب احمدی پنشنر دارو غہ محلہ ڈاکخانہ گنج ضلع فرخ آباد سے تحریر کرتے ہیں کہ مبلغ ۲۵ روپیہ وہ اپنے پاس سے اور ۲۵ جناب منشی محمد فرخند علیخان صاحب اپنے پاس سے داخل کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

ترجمۃ القرآن

ترجمۃ القرآن کا وہ پارہ جس کا اعلان ہو رہا تھا شائع ہوا۔ احباب کو بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ احباب اسے پسند کر رہے ہیں اور پسندیدگی کے خطوط آ رہے ہیں۔ میں ان خطوط میں سے بعض کا خلاصہ اپنے موقعہ پر درج کرونگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس کے بعد چھبیسواں پارہ کاتب لکھ رہا ہے۔ جس کے جلد ختم ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ احباب کی قدردانی اور حوصلہ افزائی پر یہ کام انشاء اللہ جاری رہ سکتا ہے۔ ہاں سب سے بڑھ کر اس کے لئے ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق کی پچھلے کئی دنوں تک میں ڈاڑھ کے درد اور بخار کی وجہ سے بیمار رہا۔ اور ایک حرف بھی لکھ نہ سکا۔ اس لئے جب تک فضل الٰہی دستگیری نہ کرے۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب پھر مجھے توفیق ملی ہے۔ اور میں کام کر رہا ہوں۔ اُن احباب کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ جنہوں نے اس پارہ کو پڑھ لیا ہے۔ وہ اپنی اپنی رائے سے مطلع کریں۔ اور جن بعض بزرگوں نے (باوجودیکہ میں نے ایک مہینہ پہلے اعلان کیا تھا کہ جو نہ لینا چاہیں۔ وہ پہلے اطلاع دیں) واپس کیا ہے۔ اُن پر افسوس ہے کہ وہ کم از کم اطلاع دے دیتے۔ تو اُن کا یہ بار کارخانہ کو نہ ہونا پڑتا۔ **بہرحال آئندہ کے لئے پھر عام اطلاع ہے۔ کہ جو صاحب نہ لینا چاہیں۔** وہ بڑی خوشی سے اطلاع دیں۔ ایسی قیمتی اور قابل قدر شے کے ہزاروں قدردان نکل آوینگے مگر لکھا جاتا ہے۔ کہ آئندہ جو نہ لینا چاہیں۔ اطلاع دیدیں ۲۷ر اکتوبر تک یہ پارہ انشاء اللہ تیار ہو جائیگا۔ جو لوگ قرآن کریم سے محبت اور عشق رکھتے ہیں۔ اور وہ اس کی اشاعت کے کام کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ **اُن سے ہاں صرف اُن سے** اپیل ہے۔ کہ وہ اس کام کو عملاً کرنے میں میرا ہاتھ بٹائیں۔ قلم **میرے ہاتھ** میں خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ مگر اس کی اشاعت روپیہ چاہتی ہے۔ اس پر وہ غور کریں۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ میں ہرگز اس امر کا مدعی نہیں کہ یہ ترجمہ بہمہ وجوہ مکمل اور اس کی صحت **لوح محفوظ** کی طرح ہے۔ دوسرے انسانی کاموں کی طرح اس میں انسانی کمزوریوں اور فرد گزاشتوں کا ہونا ممکن نہیں یقینی ہے۔ مگر ہاں میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں۔ کہ قرآن کریم کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار میں کوشش کی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کے مطالب عالیہ کا کوئی حصہ بیان کرنے کی فکر۔ خدا کرے۔ کہ یہ کوشش کامیاب کوشش ہو۔ اور مجھے اس خدمت کے لئے توفیق اور توفیق کے ساتھ اخلاص نصیب ہو۔ آمین!

آخر میں پھر اُن دوستوں سے خاص التماس ہے جن کو قرآن کریم کی محبت اور اُس کی اشاعت کے لئے جوش ہے کہ وہ اُس کی اشاعت کے لئے سعی کریں۔

عید فنڈ کی طرف توجہ کرو

سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ اپنے اس قومی فرض سے غالباً غافل نہیں ہوں گے۔ کہ وہ عید فنڈ کی طرف مختلف شہروں کی جماعتوں کو یاددہانی کرائیں۔ تاہم میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ چونکہ عید کی تقریب سعید کی تقریب بالکل قریب آ رہی ہے اس لئے جگہ کی مقامی انجمن نہائیت احتیاط اور ہوشیاری سے عید فنڈ کا **ایک روپیہ** فی کس اعلیٰ قدر مراتب ایک سے زیادہ یا کم وصول کر کے مدرسہ تعلیم الاسلام کی **عام اغراض** کی مد میں روانہ کریں۔ اور **صدقہ فطر** مدرسہ کے مسکین اور یتیم بچوں کی ضروریات کے واسطے۔

ہر سال ہر عید پر لکھا جاتا ہے اگر اس تقریب پر احباب باقاعدہ اور سب کے سب مدد کریں تو مدرسہ تعلیم الاسلام کے عام اغراض کے اخراجات سے وہ سال بھر کے لئے فارغ ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ عید فنڈ کا روپیہ سال بسال بڑھنے کی بجائے کم ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ اس لئے یہ کہنا چاہئے کہ پوری مستعدی کے ساتھ وصول نہیں کیا جاتا۔ اور چونکہ باقاعدہ انجمنوں کے بننے سے پہلے یہ روپیہ زیادہ آتا تھا۔ اس لئے اب اس کمی کے لئے انجمنیں زیادہ ذمہ وار ہیں۔ مجھے امید کرنی چاہئے۔ کہ ہمارے احباب اس مبارک اور خوشی کی تقریب پر اپنے مدرسہ کو نہیں بھولیں گے۔ اور انجمنیں سعی کریں گی کہ اس مرتبہ گزشتہ سالوں کی بھی تلافی ہو جاوے۔ یہ فقط یاددہانی ہے۔ ورنہ عید فنڈ ایک **معمولی** بات ہو گئی ہے۔ اور ہر احمدی جانتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے چندہ دینا لازمی ہے یہ سب روپیہ پوری تفصیل کے ساتھ محاسب **صدر انجمن احمدیہ قادیان** کے نام آنا چاہئے +

قہری تجلی کا نمونہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کے حالات سے واقف ہیں۔ ان پر مخفی نہیں کہ اُن کی تبلیغ پر انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب مختلف رنگوں میں آیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت پر اہل دنیا کو آگاہ کیا۔ مگر شوخ اور بیباک لوگوں نے خود مخالفت کر کے دوسروں کو بھی گمراہی میں ڈالا۔ طاعون نے ملک پر جو آفت برپا کی۔ وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ قحط کی بلا نے بھی لاکھوں جانوں کا نقصان کیا۔ پھر زلزلہ نے جو تباہی دکھائی۔ وہ ابھی کل کی بات ہے۔ اس پر بھی لوگوں نے بس نہ کی۔ اور خدا تعالیٰ کی قہری تجلیوں کے اور تماشے دیکھنے کی آرزو کی۔

اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال اور رفع ہو گیا۔ اس پر نادانوں نے خوشیاں منائیں۔ اور امراض مہلکہ کو معاذ اللہ آپ کی نحوست بتائی اُسی طریق پر جو پہلے بدکاروں اور شریروں نے کیا تھا اور شائع کیا کہ اب امن ہو گیا۔ مگر وہ **مکر اللہ** سے غافل تھے اور اوروں کو غافل کر رہے تھے۔ اس سال جیسا کہ قبل از وقت اپنے بندے کو خبر دی تھی۔ ایسی تند و بارشیں ہوئیں۔ جن کی نظیر چھ صدی پہلے تک نہیں ملتی۔ ان بارشوں نے سینکڑوں مکانات اور جانوں کا نقصان کیا۔ اور اس پر بھی بس نہیں ہوا

بخار اور ہیضہ نے اس مرتبہ وہ کام کیا ہے۔ جو طاعون کی سختی بھی بھول گئی۔ جس قسم کے خطوط یہاں آتے ہیں۔ اُن کو پڑھ کر سنگدل سے سنگدل انسان بھی کانپ جاتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی قہری تجلی کے نمونے ہیں۔ یاد رکھو جس قدر تکذیب۔ شرارت۔ شوخی بڑھیگی۔ اُتنی ہی عذاب الٰہی زیادہ آئے گا۔ ان احمقوں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود تو

ایک امان تھا

وہ امان اب نہیں رہی۔ اب اس سے زیادہ خطروں کے دن ہیں۔ ابھی اس سطور کی سیاہی بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ حیدرآباد دکن کی تباہی کی خبر پہنچی۔ عبرت کے لئے اُسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ کے موعود کے منہ سے نکل چکی تھیں۔ پوری ہوئیں۔ احمق کہہ گئے کہ حیدرآباد کا نام بتاؤ۔ صریح الہام بتاؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہتے رہیں اور بکتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ خود اُن کے لئے کافی ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ حیدرآباد کی تباہی سخت عبرت ناک ہے۔ وہ شہر جو **عروس دکن** تھا۔ آج تباہ اور برباد پڑا ہے۔ یہاں لاشوں کے ڈھیر اور کھنڈرات کا نظارہ نہایت ہی موثر ہے۔ مفصل پھر لکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مختصر حالات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

حیدرآباد کا خوفناک سیلاب

ہمعصر پانیر کا نامہ نگار ۲۷ر ستمبر کو سکندرآباد سے حیدرآباد کے طوفان آب کے متعلق حالات تحریر کرتا ہے:۔ کہ جب میں دو بجے ریذیڈنسی پہنچا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ تمام ریذیڈنسی پانی میں گھری ہوئی ہے۔ اور فرسٹ اسسٹنٹ کی کوٹھی کے چاروں طرف چھاتی چھاتی پانی بھرا ہوا تھا۔ تمام سامان برباد ہو گیا۔ جو تباہی اس طوفان نے ڈالی۔ وہ نظام دکن کی عملداری میں موجودہ انسانی نسل سے پہلے دو نسلوں تک کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔ افضل گنج اور چادرگھاٹ پلوں پر سے دریائے موسی کا بہ نکلنا۔ لب ساحل کی تمام گنجان آبادی کے صدہا دیہاتوں کی تباہی ایسی تھی۔ جو حکام کو پریشان کر رہی تھی۔ اور وہ لوگوں کی جان و مال بچانے کو حتی المقدور سر توڑ کوشش میں مصروف تھے۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے ہزاروں جانیں بچ گئیں۔ مگر بہت سے لقمۂ نہنگ اجل ہو گئے۔

ہز ہائی نس نظام نے پرانی حویلی محل واقعہ شہر سے محل فلک نما میں چلے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس کے لئے انہوں نے اپنے ایڈی کانگ سر افسر الملک کو پل افضل گنج سے عبور کرنے کی کوئی تدبیر نکالنے کے لئے بھیجا تھا۔ مگر ناکامیابی ہوئی۔ پانی سخت تیزی سے بہ رہا تھا۔ اس لئے پل چادرگھاٹ سے گزرنا پڑا۔ سواری کو اس پل سے گزرتے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے تھے۔ کہ پانی کے زور سے دونوں پل بیٹھ گئے۔ اور ایک عظیم سیلاب پیدا ہو گیا۔ پلوں کے ٹوٹنے سے پانی نے بہ نکلنے کی راہ پائی۔ اور سب سے پہلے حملہ میں افضل گنج ہسپتال کو جو پل سے چند گز کے فاصلے پر تھا۔ منہدم کر دیا۔ بہت سے مریض عمارت کے تلے دب گئے۔ پانی نے سب چیزوں کو جو اس کی روک کے سامنے پڑیں آگے دھر لیا۔ سڑکوں پر اور جہاں جہاں جگہ ملی بہ نکلا۔ اور جملہ چیزوں کو اپنے ساتھ بہا ڈالا۔ پختہ مکان بتاشے کی طرح پانی میں بیٹھے جاتے تھے اور صدہا آدمی خوفزدہ مضطرب الحواس پھرتے نظر آ رہے تھے۔ بعض پختہ مکانات جو اس سیلاب کی دست برد سے بچ گئے ہیں۔ اور سامان پر پانی کا جو نشان چھوڑ گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانی ۸ فٹ بلند پہنچ چکا تھا۔ کئی ہزار آدمی جو غرق آب ہونے سے بچے ہیں۔ ان کی بری حالت ہے۔ سینکڑوں غرق آب ہو گئے۔ صدہا مکانات کے نیچے دب گئے اور بہت سے پانی میں بہ گئے۔ ان بدنصیبوں کی جانیں بچانے کے لئے جو اپنے گھروں کی تباہی و بربادی کے بعد جہاں موقع ملا۔ بلند جگہوں یا درختوں پر چڑھ گئے تھے کشتیاں اور ہاتھی کام میں لائے گئے تھے۔ مال جائداد کا اس قدر نقصان ہوا کہ اس کا اندازہ کرنا فی الحال مشکل ہے۔ ہزارہا مکان منہدم ہو گئے۔ دو لاکھ روپیہ قیمت کا اناج پانی میں بہ گیا۔ ہزاروں آدمی بے خانماں پھر رہے ہیں۔ جگہ جگہ نعشیں پڑی ہوتی ہیں۔ پولیس کو سخت مصیبت ہے۔ سپاہی اور آفیسر نہیں مل سکتے۔ تعجب ہے کہ ہز ہائینس نواب کی ریلیف پارٹی کو حکم امداد نہیں دیا گیا۔ بلکہ جو لوگ موقعہ واردات سے نزدیک تھے۔ انہوں نے ہی لوگوں کی جانیں بچانے میں بہت کچھ مدد کی ہے۔ جمعدار غلام مرتضیٰ۔ عبدالصمد سپرنٹنڈنٹ ڈموخیلڈ اور مسٹر ڈنسبٹ بالی کی خدمات خاص طور پر قابل قدر ہیں جنہوں نے بہت جانیں بچائیں۔

خوش قسمتی سے پانی تھم گیا۔ مگر ابر غلیظ اب تک محیط آسمان ہو رہا ہے اور خوف ہے کہ رات (ستمبر ۲۸ کی رات) ختم ہونے سے پہلے بارش نہ ہونے لگے۔ شہر حیدرآباد کا تعلق بالکل منقطع ہو گیا ہے تار یا ٹیلیفون کے ذریعہ سے خبر دینا یا رسل رسائل نہیں ہو سکتی۔ چند لوگوں کے ذریعہ خبر ملی ہے کہ حیدرآباد میں بھی تباہی و بربادی کی یہی حالت ہے اکاؤنٹنٹ جنرل۔ اور محکمہ کسٹم و ڈیکٹی کے کاغذات ضائع ہو گئے۔ تمام پبلک دفاتر بند پڑے ہیں۔

۳۶ گھنٹہ متواتر بارش ہوئی جس میں ۱۵ انچ پانی گرا ہے۔

مدراس سدرن مرہٹہ ریلوے کا سخت نقصان ہوا چند جگہ سے ٹوٹ گئی۔ جنوب میں ورنگل۔ اور شمال میں کالون دبیر داؤ کے پرے ڈاک گاڑی نہیں جا سکتی۔

وکاسٹیشن۔ آج علی الصبح جب میں حیدرآباد دیکھنے گیا تو میں نے معلوم کیا کہ حسین ساگر تالاب کا پانی معمولی سیلابی سطح پر رکا ہے۔ دریائے موسیٰ کی طرف والے سکندرآباد کے بازار میں جو پانی چڑھا ہوا تھا وہ کچھ اتر گیا ہے۔ آج صبح سے ان ہر دو شہروں کے درمیان آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کل وکٹوریہ زنانہ

ہاسپٹل اسسٹنٹ کے مریضوں کو بروقت امداد پہنچ گئی۔ اور انہیں چہار مینار میں پہنچا دیا گیا۔ ورنہ بہت جانیں ضائع ہو جاتیں۔ شہر کے اندر سواحل کے برابر برابر ۵۰ گز تک پختہ و خام مکانات کا جو نقصان ہوا۔ وہ اس نقصان سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ جو دریا کے اس طرف واقع ہوا۔ اس طرف کے کنارے کا نظارہ جہاں ہزاروں آدمی اپنے مکانات میں ان چیزوں کو جو کل رکھی ہوتی تھیں۔ بیفائدہ تلاش کر رہے تھے۔ نظارہ سخت مایوسی بخش اور خوفناک تھا۔ ہزاروں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ کسی کا مکان کے تلے دب کر سر کچلا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ کوئی نعش پانی کے صدمہ سے پھولی ابھری پڑی تھی۔ صدہا نعشیں مکانات کے ملبہ کے تلے دبی ہوئی تھیں۔ مکانات کا آہنی اور چوبی ملبہ جگہ جگہ پڑا ہوا بربادی اور تباہی کا نقشہ دکھا رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے عورتوں سے لپٹے ہوئے ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے۔ اور لوگ مضطرب الحواس ان کی لاشوں پر سے گزرتے اور اپنی اپنی چیزوں کی تلاش میں دیوانہ وار مارے مارے پھر رہے تھے۔ اسی اثنا میں ان آدمیوں کے درمیان جو ٹوٹے پھوٹے پل کے پیل پاؤں پر چڑھے ہوئے بربادی اور تباہی کا افسوس کے ساتھ نظارہ کر رہے تھے۔ "کہ پانی پھر چڑھنے لگا" اس آواز نے لوگوں کو از سر نو خوفزدہ بنا دیا اور وہ یہ سمجھ کر کہ عالم تالاب پھوٹ نکلا۔ مضطرب الحواس ہو کر بھاگنے لگے۔ ارد گرد میلوں تک یہ خبر برقی رو کی طرح پھیل گئی۔ اور پھر ایک نئی تشویش میں لوگ مبتلا ہو گئے۔ میرا فوٹوگرافک اسسٹنٹ میرے ساتھ تھا۔ قلیوں کے سروں پر پلیٹوں کے صندوق تھے۔ وہ بھی صندوقوں کو پٹک پٹک کر بھاگ گئے۔ جس سے تمام پلیٹیں ٹوٹ گئیں۔ مگر تشویش ایک رومن کیتھلک پادری کے تسکین بخش اشارے سے جو ایک بلند جگہ پر کھڑا تھا۔ جلد تر رفع ہو گئی۔ جس نے لوگوں کو اطمینان دلایا۔ کہ پانی بڑھ نہیں رہا۔

دریا پار کر میں نے نظارہ جو دیکھا۔ وہ اس طرف کے نظارہ سے بھی خوفناک تھا۔ پولیس۔ میونسپل اور محکمہ حفظان صحت کے ملازم حتی المقدور کوشش اور پھرتی کے ساتھ دبی ہوئی لاشوں کو نکال رہے تھے۔ لاشوں کا نظارہ نہایت خوفناک تھا ایک معزز خاندان کے پانچ افراد کی لاشیں ایک ہی جگہ پڑی تھیں جن میں سے ایک ماں کی چھاتی سے بچہ چپٹا ہوا تھا۔ اور دونو اسی حالت میں مردہ ہو گئے تھے۔ گھوڑے۔ بھیڑ۔ بکریاں۔ کتے اور ہر قسم کے جانداروں کی جگہ جگہ پڑی ہوئی لاشیں یہ ظاہر کر رہی تھیں۔ کہ ان جانوروں نے بھی اپنی جان بچانے کی بہت کوشش کی اور جگہ جگہ چھپتے پھرے ہیں۔ وکٹوریہ ہسپتال اپنی بربادی کے حالات خود اپنی زبان سے بیان کر رہا تھا پرانے پل کے قریب دریا کے نیچے کی طرف کی آبادی کا اندازہ یہ خیال کر کے اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔ کہ یہ حصہ سب سے زیادہ آباد تھا۔ دوپہر کو اندرون شہر حیدرآباد میں بربادی کی مزید تحقیقات کی گئی۔ تو ان تمام نظاروں سے جو صبح میں نے دیکھے خوفناک نظارہ دیکھنے میں آیا۔ شہر کی بائیں طرف مڑنے اور ملک پیٹ کی طرف جاتے ہوئے میں نے معلوم کیا۔ کہ مشرقی نواح شہر کا بہت بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ ہزارہا آدمی ڈوب گئے۔ جن کی لاشیں نکالی جا رہی ہیں۔ اور صدہا لاشیں ابتک ملبہ کے تلے دبی ہوئی ہیں۔ شہر میں پھر داخل ہونے پر میں چہار مینار سے گزرا۔ اور پناہ گزینوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا شہر کے مغربی طرف کو پہنچا تو دیکھا کہ سیلاب نے اس طرف بھی بربادی میں کچھ کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور شہر کو ایک میل لمبائی اور نصف میل چوڑائی میں بالکل صاف کر دیا ہے۔ پرانا پل محلہ جو شہر کا نہایت گنجان آباد حصہ تھا وہاں سوائے بربادی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ منظر کچھ ایسا ہیبتناک ہے۔ کہ سنگ دل سا سنگ دل بھی خوف اور دہشت کے مارے زرد ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مصیبت زدوں اور امداد کے خواستگاروں کی یہ کثرت ہے۔ کہ ہر شخص کو گھبرا اور امداد کرنے کے قابل بنا رکھا ہے۔

یہ حالت اس حصہ ملک کی ہے۔ جو مقام حسینی علم سے مغربی دیوار تک چلا گیا ہے۔ جو شخص اس مقام کو دیکھیگا۔ اس سیلاب کی تباہ کن حالت کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس طرف سیلاب نے اس قدر تباہی بپا کی ہے۔ کہ ہزاروں میں سے صرف چند ہی نفوس بچ سکے ہیں۔ نہ سڑک کا نشان باقی رہ گیا ہے۔ نہ کوئی ذریعہ شہریت معلوم کرنے کا دکھائی دیتا ہے۔ ہر طرف منہدم شدہ مکانات کا ڈھیر ہے جن میں لاشیں دبی ہوئی ہیں۔ جن پر کوئی چار آنسو بہانے والا بھی نہیں۔

ایک بڑا عبرت ناک منظر جو مجھے آج نظر آیا۔ وہ ایک برہمن وکیل کی لاش تھی۔ جو پگڑی سے درخت کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ وکیل کے پسماندہ بھائی کا بیان ہے۔ کہ وکیل خوفزدہ ہو کر درخت پر چڑھ گیا تھا۔ اور اپنے آپ کو گرنے سے بچانے کے لئے پگڑی سے لپیٹ لیا تھا۔ مگر پانی نے وہاں بھی اُسے نہ چھوڑا۔ اور وہ میرے سامنے غرق آب ہو گیا۔ اس وکیل کا باپ اور گھر کے اور چار شخص مکان کے تلے دب گئے۔

وہ مکانات جو مخدوش حالت میں ہیں۔ وہ ہاتھوں سے گروائے جا رہے ہیں۔ ہز ہائی نس نظام کی ریگیولر فوج کے بہت سے آفیسر بھی امدادی کاموں پر تعینات ہیں۔

خوش قسمتی سے سوائے ہندوستانیوں کے دوسرے باشندوں میں سے ایک نہیں مرا۔ یورپین اور یوریشین لوگ سب محفوظ رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ظہور قدرت ثانیہ کے واسطے

حامد

کی عاجزانہ دعا

پناہ درکار ہے مجھ کو خدا کی — نہ شیطان الرجیم بے حیا کی
بھروسہ ہے فقط نام خدا کا — بڑا جو مہرباں ہے رحم والا
بحمد آنکہ نام پاک اللہ — صفات اپنی میں ہے وہ ذات یکتا
صفت اک یہ کہ رب العٰلمین ہے — ہر ایک مخلوق سے بالاتریں ہے
پھر اک رحمٰن پیارا نام اُس کا — ہے جاری جس سے فیض عام اُس کا
رحیم بندگان مخلصین ہے — پناہ اُن کو سوا اُس کے نہیں ہے
وہی مالک ہے بس روز جزا کا — کرے گا فیصلہ ما و شما کا
تجھے ہے بندگی اللہ ہمارے — ترے مسکین بندے ہم ہیں سارے
مدد کر تو ہماری رب اعلیٰ — تو خود کر دے ہمارا بول بالا
چلا ہم کو براہ راست رحمان — عطا کر تو ہمیں فضل فراواں
ترے بندے جو مخلص ہیں رحیما — عطا جن پہ ہوئی تیری کریما
انہیں کی راہ پر ہم کو چلا تو — انہیں منعم علیہم میں ملا تو
غضب جن پر ترا اے مالک آیا — ہلاکت اور مصیبت میں پھنسایا
ہوئے گمراہ جو بھولے ہدا کو — جو بیٹھے چھوڑ ہیں راہ صفا کو
ہمیں انکی روش سے تو بچانا — نہ اُن کی راہ پر ہم کو چلانا
سکھایا تو نے خود ہے اس دعا کو — تو اب منظور کر اس التجا کو
نہیں طاقت سوا تیرے کسی میں — کہ کام آوے کسی کی بیکسی میں
ہیں بیکس تو ہمارے کام آنا — ہمارے کام خود تو نے بنانا
ہیں بیچارے تو خود کر چارہ سازی — ترے بندے ہیں کر بندہ نوازی
ہمارے کام میں تو یار ہو جا — جو یہ ہو جا تو بیڑا پار ہو جا
خدا ہے تو تری ہے سب خدائی — کرے بندوں کی تو حاجت روائی
تری درگاہ ہے درگاہ عالی — نہیں جاتا یہاں سے کوئی خالی
عمل میں ہم بھلے ہیں یا بُرے ہیں — غرض جو کچھ کہ ہیں بندے ترے ہیں
بُروں کو نیک کرنا کام تیرا — بڑا ہے تو بڑا ہے نام تیرا
زمین و آسمان کا تو ہے خالق — ہر اک مخلوق کا تو ہی ہے رازق
ہر اک جان تجھ سے اے جان جہاں ہے — تو رب العٰلمین ہے مہرباں ہے
ہو تجھ سے نیستی کا ہست کرنا — پھر ہستی کا بندوبست کرنا
تری ہر شے ہے اور تجھ سے ہے پیدا — یہ سب عالم کئے تو نے ہو پیدا
ہر اک شے تجھ سے پر تجھ سی نہیں ہے — ترا ثانی نہیں ممکن کہیں ہے
بنانا اس کو اور اس کو گرانا — یونہی چلتا ہے تیرا کارخانہ

الٰہی قدرت ثانی دکھا دے — ہماری بگڑی حالت کو بنا دے
مسیح احمدی کی سب دعائیں — ہماری عاجزانہ التجائیں
بحقِ آں محمد مصطفےٰ — شفیع اُمتان خیر الوریٰ
اجابت ہا بسوئے ما فزوں کن — ہمیں کُن تو ہمیں کن تو ہمیں کن
بکن حل مشکل ما آمدہ پیش — عنایت ہا بفرما بیش از پیش
منور کن ز نور حق جبیں ہا — بکن اظہار دین بر جملہ دیں ہا
بفرما نصرت ما ہمچو اصحاب — ہلال ما بکن روشن چو مہتاب
بکار ما بکن جملہ جہاں را — تو بنما شوکتِ اسلامیاں را
تو پیدا کن رِجَالٌ ھُمْ یُحِبُّوْنَ — وَلَوْمَۃَ لَاۤئِمٍ ھُمْ لَا یَخَافُوْنَ

بفرودی اُجِیْبُ اِذَا دَعَانِیْ
دَعَوْتُکَ یَا مُجِیْبُ الْمُسْتَغَاثِ

مختصر نوٹ

کیا اسلام میں اصلاح ممکن ہے؟

اسلام کے ساتھ عیسائیوں کو جو عداوت اور عناد ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ عیسائی مشنریوں کا تو خیر یہ کام ہی ہے کہ وہ اسلام پر حملے کریں اور اسے بدنام کریں مگر جب کسی گورنمنٹ آفیشیل کی طرف سے ایسی کارروائی عمل میں آتی ہے تو تعجب ہوتا ہے۔ کسی پچھلی مردم شماری کی رپورٹ کرتے ہوئے لیفٹننٹ گورنر پنجاب ابٹسن صاحب نے بھی اسلام کو بُری شکل میں پیش کیا تھا۔ اب لارڈ کرومر نے مصر سے رخصت ہوتے وقت انتظامی رپورٹ میں اور پھر **مصر جدید** اپنی تصنیف میں دل کھول کر حملے کئے ہیں۔ آپ **اسلام** کو سختی **اصول کی وجہ سے ناقابل اصلاح بتلاتے ہیں**۔ اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کے **اصولوں** کو بدلنا چاہتے ہیں۔ تو ہم بڑی خوشی اور جائز فخر سے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہاں اس کے اصولوں کا **استحکام** اور **رسوخ** ایسا ہے۔ کہ وہ بدلے نہیں جا سکتے۔ اس لئے کہ خالق فطرت نے مقرر کئے ہیں۔ اور **اسلام** فطرتی مذہب ہے۔ جو لاتبدیل قواعد پر واقع ہے۔ مسٹر ماریسن نے جو کسی زمانہ میں علی گڑھ کالج کے پرنسپل تھے۔ اس تصنیف پر مندرجہ بالا عنوان سے ایک آرٹیکل ولائت کے مشہور رسالہ انیسویں صدی میں لکھا ہے اور وہ اسلام میں اصلاح ممکن بتاتے ہیں۔ ابھی ان کا چھپا ہوا آرٹیکل یہاں نہیں آیا۔ اس لئے رائے زنی یہاں نہیں ہو سکتی۔ تاہم میں نے جس غرض کیلئے یہ نوٹ لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے مضامین پر ریویو آف ریلیجنز میں مفصل آرٹیکل نکلنے چاہئیں یا جدید ٹریکٹ سیریز کے سلسلہ میں کوئی ٹریکٹ لکھا جاوے اور وہ ولائت اور مصر میں بکثرت شائع ہو۔ یہ سلسلہ کی اشاعت کا اور اسلام کی خدمت کا بہت بڑا ذریعہ ہو گا۔ مصر اور انگلستان میں **لارڈ کرومر** کی یہ تالیف نہائت شوق اور کثرت سے پڑھی گئی ہے اور چونکہ یورپین سوسائٹی کے اعلیٰ طبقہ میں پڑھی گئی ہے۔ اور خصوصاً اُن لوگوں میں جو حکومت سے حصّہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر اس کتاب کی کافی تردید نہ ہوئی۔ تو میری اپنی سمجھ میں **اسلام** کے متعلق خطرناک غلط فہمی حکّام کو ہو گی۔ **مسلم لیگ** اور دوسری مسلمان انجمنیں اس کتاب کے لئے ایک قابل شخص کو منتخب کریں۔ اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اسے شائع کریں۔ اگرچہ مجھے بہت ہی کم امید ہے کہ یہ نام کی انجمنیں کچھ کام کریں۔ تاہم ان پر اتمام حجت کر دیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ **ریویو آف ریلیجنز** کا قابل قدر ایڈیٹر اس تالیف کو اپنے قلم کے سامنے رکھیگا۔ اور احمدی قوم اس معاملہ میں بڑھ کر قدم رکھیگی۔ تاکہ اس کا جواب کثرت سے شائع ہو سکے۔

انجمن اتحاد و ترقی

قرآن کریم نے مخفی سوسائٹیاں بنانے سے منع کیا ہے مگر یہ ایسا مرض ہے۔ کہ اکثر پھیلا ہی ہوا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر کوئی نیکی کا کام ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ پوشیدہ طور پر ہو۔ ہاں یہ تو ممکن ہے۔ کہ ایک فرد واحد کسی پر احسان بھلائی کرتا ہے یا اپنے کسی گرے ہوئے بھائی کی دستگیری کرتا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کا اظہار ہو۔ لیکن جہاں کمیٹی یا انجمن کا سوال ہے۔ وہ مخفی کیوں ہو؟ بہرحال یہ کوشش ہمیشہ جاری رہی ہے۔ بجز تھوڑے سے وقفہ کے۔ حال میں ممالک عثمانیہ میں اس نام ایک انجمن کا پتہ چلا ہے جو حجاز و یمن کے سوا کل بلاد عثمانیہ میں اس کی شاخیں تیندوے کی طرح پھیلی ہوئی ثابت ہوئی ہیں۔ عجیب اتفاق کی بات یہ ہے کہ جیسے یہ خفیہ انجمن تھی ویسے ہی جاسوس نے اس پر جی کھول کر حملے کئے۔ اور اب اس کے ایک ممبر کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ جاسوسوں کے ذریعہ آستانہ کی کمیٹی کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ ایسی مخفی مجلسوں کو سب سے بڑا یہ نقصان تو ضرور ہوتا ہے کہ خفیہ خبر رسان جو کچھ ان کے متعلق کہیں۔ اس کے ممبروں کو حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تردید کر سکیں۔ کیونکہ وہ تو اپنے آپ کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ پس ایسی مجلسوں اور کمیٹیوں سے قرآن کریم کے اصول کے موافق ہمیشہ بچنا چاہئے۔ نوجوانوں میں یہ مرض متعدی پھیلتا ہے۔ اس لئے ہمارے **امام اور خلیفۃ المسیح نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً اپنے نوجوانوں کو ایسی مجالس کی خرابیوں اور نقصانات سے منع کرتے رہیں۔**

کابل میں ہیضہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک وحی ہوئی تھی۔ جو ریاست کابل میں کثرت موت پر دلالت کرتی ہے آجکل ہیضہ وہاں بہت زور و شور سے اپنا کام کر رہا ہے اور اموات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں۔ گو قبل از وقت انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ کس طرح پوری ہوں گی۔ لیکن مومن ایمان لاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ حق ہے۔ منکر کا کام ہے کہ وہ انکار کرے۔ اور سحر مستمر پکارتا جائے۔ آہ! یہ لوگ کیسے بدقسمت ہوتے ہیں۔

مدینہ طیبہ تک ریل اور ایک بزرگ

مدینہ طیبہ تک ریل کے پہنچ جانے پر مسلمانانِ ہند نے خوشی کا اظہار کیا مسلمانانِ ہند نے کیا مسلمانانِ عالم نے۔ اس پر آنریبل حاجی محمد اسمعیل خان صاحب کو سخت رنج ہوا۔ اس اظہار مسرت میں شائد انہیں بدخواہی سرکار کے جرم نظر آ گئے۔ جو آپ نے ایک طویل آرٹیکل لکھ مارا۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمان اہل الرائے بعض وقت کیسی خطرناک غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ حاجی صاحب کہتے ہیں۔ کہ مدینہ میں ریل کا پہنچنا **کوئی مذہبی بات نہیں**۔ کاش! انہیں مذہبی معاملات سے باخبر رہنے کی ضرورت ہوتی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو۔ اور وہ اسے مذہب سے خارج تصور کریں۔ یترک القلاص فلا یسعی الیھا اور واِذَا العشار عطلت پر اگر نظر ہوتی۔ تو ایسی بات مُنہ سے نہ نکالتے۔ مسلمانانِ عالم اس خوشی منانے پر برسرِ حق ہیں۔ پھر دوسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے۔ کہ مسلمانانِ ہند کو کیا فائدہ۔ اگر مسلمانانِ عالم تباہ ہو جائیں۔ اور مسلمانانِ ہند اپنی حالت درست کر لیں تو ان کے واسطے یہ فخر اور فائدہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ حاجی صاحب کی یہ منطق بھی مذہبی اصولوں کی ناواقفیت اور قرآن مجید کی اسلامی اخوت کی تعلیم سے ناآشنائی کا باعث ہے۔ کیا حاجی صاحب ایسے خود غرض ہیں؟ کہ

مسلمانانِ عالم کے ساتھ انہیں کوئی تعلق نہیں
اسلام نے تو سب کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔
اگر آپ کے اس کلیہ کو ذرا مختصر کرتے ہوئے لے آئیں۔ تو
کیا حاجی صاحب کے کسی عزیز کے لئے یہ سزاوار ہے۔
کہ وہ اپنی ہی اصلاح حالت میں لگا رہے۔ اور حاجی صاحب
کے کسی نفع و نقصان رنج و راحت سے اسے واسطہ نہ ہو؟ تعجب!
اسلام تو سکھاتا ہے **لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ
ما یحب لنفسہ**۔ اور آپ ہیں کہ **مسلمانانِ عالم**
کو مسلمانانِ ہند سے الگ کرتے ہیں۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا۔
آخر میں آپ نے لکھا ہے۔ کہ رعایا کو آزادی کا بے موقع
استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بہت درست ہے۔ مگر آپ نے جس
امر پر اسے لکھا ہے۔ اُس کے معنے یہ نہیں کہ **سلطان روم**
کو مسلمانانِ ہند کا تار دینا غلطی ہے اور آزادی کا ناجائز
استعمال ہے۔ یہ سیاسی مسئلہ ہم ایسے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا
اس کو تو کچھ حاجی صاحب جیسے مدبر ہی سمجھ سکتے ہیں۔
سلطنت عثمانیہ اور **دولت برطانیہ** میں اتحاد ہو۔ اور
ہماری گورنمنٹ اس اتحاد کو بڑھانا چاہے۔ اور حاجی صاحب
سلطان کو مبارکبادی کا تار دینا آزادی کا غیر محل استعمال سمجھیں۔
یہ دانشمندی اور سیاسی معاملہ فہمی ہماری عقل سے بیشک
باہر ہے۔

مراسلات اور احمدی انجمنیں

اخوانان! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

حضرت اقدس مرحوم مغفور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی نسبت
جس قدر ارشادات فرمائے ہیں اور دعا مانگنے کی طرف جس قدر توجہ دلائی
ہے [illegible] بھائی کو علم ہے۔ بندہ ۲۸ و ۲۹ اگست کو دارالامان میں تھا۔ وہاں
[illegible] دیکھکر بندہ کو ایک خاص ضرورت اور طلب محسوس ہوئی ہے
[illegible] بہت سے بھائیوں کو بندہ کی طرح ضرورت اور طلب محسوس ہوئی ہوگی
[illegible] ہے کہ نمازوں کے اندر [illegible] تضرع سے دعا کریں کہ اسے
[illegible] اے حی و قیوم اے مولا کریم اپنے خاص فضل و کرم و احسان سے
حضرت خلیفۃ المسیح کو صحت کے ساتھ [illegible] رکھ۔ اور اُس کی عمر دراز فرما۔ اور
[illegible] اُن کے [illegible] شفاخانہ میں ان کی [illegible]
[illegible] علم میں اُن کا سا واقف [illegible] بھائیوں میں اُن کا سا محبت
[illegible] اُن کا سا تسلی بخش بیماروں پر اُن کا سا شفیق [illegible]
[illegible] — **تقبل منا انک
انت السمیع العلیم**۔ آمین

خاکسار [illegible] علی [illegible]

حالات انجمن لودیانہ

(۱) انجمن احمدیہ لودیانہ کی طرف سے ایک رسالہ موسومہ "صادق ول کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے"۔ ایک مخالف کے رسالہ موسومہ "انجام قادیانی" کے جواب میں ۵۰۰ چھپوا کر مفت شائع کیا گیا۔
(۲) سلسلہ احمدیہ کے ایک بزرگ بابو محمد بخش صاحب پنشنر نے ایک ہزار کی معقول رقم اشاعت اسلام کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو یکمشت عطا فرمائی ہے۔
(۳) انجمن احمدیہ لودیانہ ایک مٹھی آٹا کا الحکم کی تحریک کے مطابق انتظام کر رہی ہے۔
(۴) ایام جلسہ پر حصہ روپیہ والا معاملہ بھی زیر غور ہے

مراقم

محمد شفیع سکرٹری۔ لودیانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب ایڈیٹر صاحب۔
السلام علیکم۔ آج بموجودگی شیخ غلام احمد صاحب واعظ کی تشریف آوری پر خاص ہوشیارپور میں شاخ انجمن احمدیہ ضلع انجمن مقام کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور کے نام سے نامزد کی گئی۔ براہ مہربانی اخبار الحکم میں شائع کر دیں۔ مندرجہ ذیل احباب حسب ذیل عہدوں پر مقرر کئے گئے۔ پیر محمد حسین صاحب۔ حاجی احمد صاحب شیخ سلطان محمد صاحب سکرٹری محاسب و امین۔ ماسٹر شیخ غلام مصطفیٰ صاحب۔ ماسٹر شیخ محمد عظیم صاحب ناظر۔
دیہات مندرجہ ذیل اس کے متعلق ہونگے۔ قصبہ ہریانہ۔ نندا چور۔ ضرب دیال۔ پھنیان۔ پھگوڑیاں۔ پنڈوری۔ انحد تحصیل دسوہہ وغیرہ وغیرہ شامل انجمن مذکورہ ہونگے

دستخط

سلطان محمد کمپونڈر احمدی سول ہسپتال ہوشیارپور سکرٹری انجمن ہذا

ان الہامات پر توجہ کرو!

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند الہامات جو قبل ازیں اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں درج کرتا ہوں۔ میری غرض یہ ہے کہ ناظرین ان پر غور کریں تاکہ وہ ان واقعات پر جو آجکل پیش آرہے ہیں۔ توجہ کر کے عبرت حاصل کریں اور انہیں معلوم ہو جاوے کہ خدا تعالیٰ کی باتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں۔ میں نے کسی دوسری جگہ لکھا ہے کہ سیلاب **حیدرآباد** پر میں ایک آرٹیکل مفصل لکھوں گا۔

لیکن اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ناظرین ان الہامات پر غور کریں اس کے سوا اور بھی الہامات ہیں جن کو میں اس آرٹیکل میں لکھوں گا اور میری غرض صرف حیدرآباد کے سیلاب پر ہی نظر کرنا مقصود نہیں بلکہ ملک کی عام حالت جو بیماری کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اُسے بھی دکھانا ہے۔ بہر حال وہ الہامات یہ ہیں:

(۱) ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء — **ایک وبا پڑیگی**۔
(۲) ۷۔ اپریل ۱۹۰۶ء — **ایک اور قیامت برپا ہوئی**۔
(۳) ۱۹ مارچ ۱۹۰۶ء — **لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا**
(۴) ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء **واستوت علی الجودی** یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ **غیض الماء وقضی الامر**
(۵) ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء — **آسمان ٹوٹ پڑا سارا**۔
(۶) ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء — **طوفان آیا وہی طوفان**۔
(۷) ۲۴۔ فروری ۱۹۰۸ء — **اٹھو۔ نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں**۔

یہ الہامات خصوصیت سے توجہ طلب ہیں۔ ناظرین غور کریں۔ اگلی اشاعت میں ان پر ایک مضمون پڑھینگے

ایڈیٹر۔

دارالامان کی خبریں

۱۔ حضرت **خلیفۃ المسیح** اور بزرگانِ ملت کی صحت کی خبر قوم کے لئے خوش کن امر ہے۔ درس **قرآن مجید** اور درس حدیث شریف باقاعدہ ہوتا ہے۔
۲۔ حضرت **خلیفۃ المسیح** تہجد کے وقت قرآن مجید جماعت کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور مسجد اقصیٰ میں اوّل حصہ شب میں قرآن مجید سنایا جاتا ہے۔
۳۔ موسمی بخار کی عام شکائیت ہے۔
۴۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام اور آپ کا خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت سے ہے۔

ایک موت

دارالامان کا ہفتہ لکھ چکا تھا کہ آج ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو صاحبزادہ منظور محمد صاحب کی اہلیہ کی وفات کا واقعہ پیش آیا۔ مرحومہ ایک عرصے بیمار تھی اور مرض سل میں مبتلا تھی۔ مرحومہ کی وفات کے متعلق کسی قدر کھول کر لکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر لکھوں گا۔ اس وقت گنجائش نہیں۔ مرحومہ نے بہشتی مقبرہ میں جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ اُس پر بیش از بیش رحم فرمائے اور اپنی رحمت کے مقام پر اسے اٹھائے۔ آمین

سلسلہ احمدیہ کے نوجوانوں کی خدمت میں اپیل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یہ امر ہر ایک پر روز روشن کی طرح ظاہر اور عیاں ہے۔ کہ پڑھے لکھے لوگ اپنوں اور غیروں کو دو ہی طرح سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ایک تحریری دوسرا تقریری۔ سو یہ کا مقام ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی ہدایت خاص کے مطابق **انجمن تشحیذ الاذہان قادیان** نے اپنے مولیٰ و مقتدا کے حکم اور دلی خواہش کے موافق یہ دونوں پہلو فائدہ رسانی کے اپنے ذمہ لے لئے ہیں۔ اور جو جو نوجوان اس انجمن کے ممبر بنتے ہیں یا خریدار مہیا کرتے ہیں۔ اُن کا منجملہ اور وظائف کے ایک یہ امر بھی بطور فرض لازم ملزوم کے ہے۔ کہ سال میں کبھی کبھی تحریری اور تقریری طریق سے لوگوں کو مستفید کر سکیں۔ اور لیکچر دے سکیں اور وعظ کر سکیں۔

یہ زمانہ اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ ہم لوگ اس قابل ہو جاویں کہ اپنے خیالات کو تقریر یا تحریر کا لباس پہنا سکیں اور پبلک کے سامنے اپنے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکیں۔ اگر ہم صرف خود راہ راست پر قائم ہو جاویں۔ تو اتنے پر ہی بس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ خدا نے ہمیں **خیر امت** کے خطاب سے سرفراز کیا ہے۔ اور ہمارے پر یہ بھی فرض حتمی ہے۔ کہ ہم دوسروں کو نیکی اور بدی سے اطلاع دے سکیں۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے نفس کیلئے ہی نیک ہے یا عالم اور عامل ہے۔ وہ اس قدر خدا کے ہاں عزت نہیں دیا جاتا جس قدر وہ عزت پاتا ہے۔ جو اپنے تئیں درست کر کے دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت اقدس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے تھے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کو **مبلغ** بننا چاہئے۔ اور اسلام کی اشاعت میں سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ میرے خیال میں وہ شخص نہایت بے رحم و سفاک ہے۔ جو دوسروں کو ورطۂ ضلالت میں سرگرداں دیکھتا ہے۔ پر اُن کے بچانے کے لئے کوئی تدبیر اور حیلہ کام میں نہیں لاتا۔ پہلے زمانہ میں تو اس کار خیر اور **تبلیغ اسلام** کیلئے گلے کٹوا کر جانوں کو قربان کرنا پڑتا تھا۔ مگر ان دنوں وہ تکالیف دور ہو گئی ہیں۔ اور **خدا نے اشاعت اسلام** کے لئے ایک سہل طریق پیدا کر دیا ہے۔ تاکہ ہم جیسے بھی اس ثواب عظیم سے تہیدست نہ رہ جاویں۔

سو میرے پیارے بھائیو۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو۔ کہ تمہیں ویسے ہی ثواب اور اجر خدا تعالیٰ کی طرف سے ملیں۔ جو صحابہ رضی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اپنا خون پانی کی طرح بہا کر ملا کرتا تھا۔ تو صرف یہی راہ ہے۔ کہ آپ لوگ لیکچر دینے اور مضامین لکھنے میں ایک حد تک مشق کر لیں۔ تاکہ اپنی سکونت گاہوں کے ارد گرد۔ اپنے دوستوں اور آشناؤں میں اگر کوئی موقع **تبلیغ** کا پیش آوے تقریری یا تحریری طریق سے حسب موقع **جہاد** کے ثواب عظیم سے محروم نہ رہ جاؤ۔

ضرور ہے کہ ہم اُن **ملاؤں اور مولویوں** کی طرح نہ بن جاویں۔ جو پڑھے لکھے تو ہیں مگر بر سر مجلس اُنہیں تقریر یا تحریر کرنا ایک امر محال دکھائی دیتا ہے۔ اور مخالفین اسلام اُن پر ہنسی کر کے اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ پس اس مبارک زمانہ میں قلمی جہاد کا ثواب حاصل کرو۔

[illegible] آپ لوگ

انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبر بنیں اور دوسروں کو ترغیب دے دلا کر اور خریدار پیدا کریں۔ تاکہ یہ رسالہ جو نوجوانوں کے لئے تختۂ مشق ہے آئندہ نسلوں کے لئے تازے تازے مبلغ تیار کرتا رہے۔

بالآخر میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ صرف تقریر یا تحریر چنداں کارگر نہیں ہو سکتی۔ جب تک خود عملی نمونہ بن کر استقلال سے عاجزانہ دعائیں نہ کی جاویں۔ والسلام

سالانہ چندہ دو روپیہ ✣ طالبعلموں سے ڈیڑھ روپیہ

الراقم خیر خواہ اسلام

محمد عبد الخالق گھوگھیاٹ کلرک تشحیذ الاذہان

تفسیر القرآن

سورۃ بقرہ کی مکمل تفسیر جس کو خاکسار ایڈیٹر الحکم نے لکھا تھا اُس کی اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں حضرت **خلیفۃ المسیح** نے قرآن مجید کی پڑھنے کی شرط کو داخل بیعت کر دیا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی احمدی نہیں جو لکھ پڑھ سکتا ہو۔ قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے کوشش نہ کرتا ہو۔ ایسا ہی دوسرے لوگ بھی اب قرآن مجید کے پڑھنے اور اس کے مطالب کا علم پیدا کرنے کے لئے توجہ کر رہے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے لئے یہ ایک قابل قدر تفسیر ہے۔ جو حضرت حکیم الامت کے درس قرآن مجید سے لئے ہوئے نوٹوں کی بنا پر مرتب کی گئی ہے اور جس میں حضرت مسیح موعود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور دوسرے بزرگان ملت کے مواعظ اور خطبات یا اُن کی تحریروں اور تقریروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جس اسلوب پر یہ تفسیر لکھی گئی ہے میں خدا کے فضل کی تحدیث کے لئے کہتا ہوں کہ اردو زبان میں اس سے پہلے یہ سامان نہیں ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں یہ پہلی تفسیر ہے جس کے مرتب کرنے کا شرف مجھے ملا۔ مکمل سورۃ بقرہ کی قیمت ۳ روپے ہے۔

درخواستیں **ایڈیٹر الحکم قادیان** کے نام ہونی چاہئیں

ضرورت ہے

عمارات صدر انجمن احمدیہ قادیان کیلئے ایک لائق۔ تجربہ کار معمار مستری کی ضرورت ہے۔ جو نقشے کو بخوبی سمجھ سکتا ہو۔ اور کام تعمیر کرانے کے علاوہ اپنے ہاتھ سے بھی کام کر سکتا ہو۔ تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

المشتہر

خلیفہ رشید الدین۔ سکرٹری سب کمیٹی تعمیر

کار خیر

میرے پاس مفصلہ ذیل کتابیں سلسلہ حقہ کی تائید میں ہیں اور بسبب مکان بنوانے کے میں مبلغ چار سو روپیہ کا مقروض ہوں۔ اگر اس وقت احباب ایک ایک روپیہ کی کتب فی کس منگوا لیں۔ تو میری امداد ہو جائیگی۔ اور کتابیں اُن کے کام آ جائیں گی۔ ایک روپیہ سے کم کی کتب ارسال نہ ہوں گی۔ خرچ ڈاک سب میرے ذمہ ہوگا۔

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
سلاسل الفضائل	۶؍	سلاسل التعلیم	۲؍
تعلیم القرآن	۱؍	رسالہ فدک	۲؍
النظر	۱؍	چٹھی مسیح	۱؍
کامن احمدی	۱؍	احمدی کامن	۱۰؍
مسیح کی آمد	۱؍	گلدستہ احمدی	۳؍

المشتہر

عبد الحی عرب۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور

علمی اور اخلاقی کتابیں

گو ناولوں کے مذاق نے علمی مذاق کی کساد بازاری کر رکھی ہے۔ اور علمی کتابوں کی اشاعت اور آمدنی بہت ہی کم ہوتی جاتی ہے مگر پھر بھی بعض مصنف علمی مضامین پر کچھ نہ کچھ کتابیں لکھتے ہی رہتے ہیں جس سے امید پڑتی ہے۔ کہ شاید ناولستانہ مذاق کے مقابلہ میں کسی وقت علمی مذاق میں ترقی ہو۔ مندرجہ ذیل کتابیں علمی رنگ میں لکھی گئی ہیں اچھے اچھے مبصروں نے اُن کی تعریف کی ہے۔ اور اردو زبان کو ترقی دینے کی خدمات میں بسال ۱۹۰۷ء مصنف کو دو سو روپیہ انعام بھی پنجاب گورنمنٹ سے مل چکا ہے۔ ان کتابوں کی قیمتیں علاوہ محصول ڈاک وغیرہ حسب ذیل ہیں مندرجہ ذیل پتہ سے شائقین طلب کر سکتے ہیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
(۱) ریاض الاخلاق	۱۰؍	(۲) سراج الاخلاق	۱۰؍
(۳) مشیر باطن	۶؍	(۴) خیالات	عہ؍
(۵) فن شاعری	عہ؍		

نوٹ:۔ یکم دسمبر ۱۹۰۸ء کو ان کتابوں کی قیمتوں میں حسب موقعہ کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا پڑیگا۔

المشتہر

قاضی علی محمد محلہ عالی ضلع جالندھر

وجہ ہے۔ جو کھن ہے۔ وہ مریم ہوتا ہے اور جب اس کو روح کا نفخ ہوتا ہے۔ تو مریم سے ابن مریم ہو جاتا ہے
اور تیسری وجہ یہ ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

چوتھی وجہ حدیث صحیح یبنزل فیکم ابن مریم

۵- آپ کا دعوے کہ ابن مریم مر گئے اس کے دلایل کے لئے آپنے اسّی رسالہ لکھے۔

۶- جو طبعی موت سے مر گئے۔ وہ دُنیا میں بااین جسم عنصری واپس نہیں آتے **ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون**۔

۷- آپنے ہزاروں پیشگوئیاں کیں جو صحیح ہوئیں۔ جو بظاہر کسی کو نظر آتا ہے کہ صحیح نہیں۔ ان پر مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔

آپنے باینکہ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین مانا اور اُن کے عشق و محبت میں ہزاروں صفحہ لکھا ہے۔ بے ریب لکھا ہے کہ میں نبی بمعنے پیشگوئی کرنے والا ہوں۔ مجھے احادیث اور کلام الٰہی میں نبی کہا گیا۔ مگر نہ نبی تشریع۔ اور یہی مذہب تمام صوفیاء کرام کا ہے۔ فتوحات مکیہ اب پر آپ غور کریں۔

آپ کی سرخی اور آپ کا مضمون کم سے کم چار لاکھ مسلمان احمدیوں کو دُکھ دینے والا ہے۔ اگرچہ آپ کے ساتھ بھی بہت سے اخبار اور رسائل ہیں۔ مولوی صاحب! آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں۔ اس پر دریافت طلب امر ہے کہ آپ کو اس بارے میں وحی نبوت ہوئی ہے کہ آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں۔ یا آپ کی دہریت کا فتوٰی ہے۔ نور الدین۔

قومی تحریکیں

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ میں اب وقت بہت ہی کم باقی رہ گیا ہے۔ مجھے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ابتک کوئی اطلاع نہیں ملی۔ کہ اس نے اس تحریک پر جو الحکم میں کی گئی ہے کیا نوٹس لیا ہے۔ رعایتی کرایہ کے لئے ابھی سے درخواست ہونی چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ درخواست جلد تر بھی منظور ہو جاوے۔ تو اکتوبر کا مہینہ سرٹیفکیٹ وغیرہ اجرا کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ بہرحال اس کے لئے مجھے توقع ہے کہ انجمن بے فکر نہیں ہوگی۔ اور اگر ابھی تک اس پر کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ تو سکرٹری صاحب بہت جلد اس پر توجہ کریں۔ باہر سے میری تجویز کے تائید میں مندرجہ ذیل خطوط آئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ؏ ؏ دینے والے یا جمع کرنے لانے والے احباب کی تعداد میں سرگرم ترقی نہیں ہے ممکن ہے کہ بہت سے احباب اس قسم کے ہوں کہ وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہوں۔ کہ ہم جائیں گے۔ تو ؏ روپیہ داخل کردیں گے۔ مگر قومی کاموں کی تحریکوں کو بار آور اور کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے ناموں سے مجھے اطلاع ہو۔ تاکہ اندازہ کرنے کا موقع مل جاوے۔ کہ کسقدر بزرگ ابتک اس کام کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ ایک ہزار کی تعداد میں سے ابھی تو بیس بھی نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ سینکڑوں پر نوبت آئے۔ اس لئے بہت جلد اس تعداد کو پورا کرنے کی کوشش کی جاوے۔

بھیرہ سے حکیم فضل دین صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ چودہری خواجہ احمد صاحب چک ۸۸ ؏ داخل کریں گے اور شیخ مولابخش صاحب سوداگر ڈھرانجہا بھی ؏ داخل کریں گے ہفتہ بھر میں صرف دو ناموں کا آنا بہت ہی تعجب انگیز امر ہے۔ احمدی انجمنوں کو چاہئے۔ کہ اس تحریک کی خصوصیت سے اشاعت کریں۔

تعجب خیز امر ہے۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ امرتسر۔ کپورتھلہ۔ لودہانہ۔ مالیر کوٹلہ ضلع جالندہر وغیرہ سے ابھی تک ایک خط بھی اس کے متعلق نہیں آیا۔ کیا احمدی انجمنیں توجہ کریں گی۔

انبالہ چھاونی سے عبد العزیز احمدی حسب ذیل لکھتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از انبالہ چھاونی ۱۴ ستمبر

سالانہ جلسہ کے متعلق

آج تک سالانہ جلسہ آئیندہ کے متعلق متعدد آرٹیکل الحکم میں نکل چکے ہیں اور تمام ممبران جماعت احمدیہ اس امر کو بصدق دل جانتے ہیں۔ کہ جلسہ کے استحکام اور فنڈ لنگر خانہ کے متعلق جسقدر کوشش کی جاوے وہ کافی سے بھی بہت تھوڑی ہے۔

اوّل جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حیات میں لنگر خانہ کا انتظام اور اُس کے اخراجات کا بار جناب کے خاص مبارک ہاتھ میں اور مبارک ذات پر تھا۔ اس لئے ہر ایک شخص جماعت کا بے فکر تھا۔ اب اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ بوجھ بھی صدر انجمن احمدیہ پر ڈال دیا ہے۔ اگرچہ پیشتر ازیں انجمن مذکور کی تحویل میں اور بہت سے امورات ضروری۔ اشاعت دین اسلام و تعلیم تھے۔ مگر انجمن ان تمام خدائی کاموں کو بغیر امداد روپیہ کے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ لہذا انجمن کو کسیقدر بوجھ سے سبکدوش ہونے کی ایک دو ناقص تجاویز ذیل میں عرض کرتا ہوں۔ شاید انجمن اور ممبران جماعت احمدیہ پسند فرماکر اس کے متعلق اپنی اپنی کوشش مبذول فرماویں۔

(۱) سالانہ جلسہ پر جسقدر اصحاب بیرونجات سے تشریف لاکر جلسہ میں شریک ہوں۔ غرباء کو چھوڑ کر ان میں سے جو صاحب مبلغ ؏ یا زیادہ ماہوار آمدنی رکھتا ہو۔ وہ اپنی خوراک کے لئے موازی ۸ روپیہ (۸ رفی خوراک) انجمن میں داخل کرے۔ اس آمدنی کے جمع کرنے کے لئے انجمن ایک صندوق مقفل جس کے اوپر روپیہ اٹھنی۔ چونی۔ دوانی ڈالنے کے چار سوراخ بنائے جاویں۔ یہ صندوق خاص لنگر خانہ میں جہاں کھانا کھلایا جاوے۔ لگایا جاوے۔ اور صندوق پر یہ عبارت جلی قلم سے لکھی جاوے۔

"جو اصحاب مبلغ ؏ روپیہ یا زیادہ ماہوار مستقل آمدنی رکھتے ہوں۔ وہ فنڈ لنگر خانہ کی معاونت کے لئے ۸ روپیہ بابت خوراک اس صندوق میں داخل فرماویں۔ اس سے کم آمدنی والے اصحاب اور غرباء و مساکین معاف ہیں۔"

اسی قسم کے چند ایک اشتہارات بھی اطلاع عام کے لئے جابجا لگوا دیئے جاویں۔

(۲) صدر انجمن احمدیہ امسال بھی حکام ریلوے سے تخفیف کرایہ ریل کی نسبت کوشش فرماکر کنسیشن حاصل کرے۔ جب اللہ تعالیٰ انجمن کی اس کوشش کو فائز المرام کردیوے۔ تو جسقدر رقم سفر حکام ریلوے کی مہربانی سے ہر ایک ممبر کو رعائیت ملے۔ وہ رقم اشاعت دین و تعلیم میں داخل کردیجاوے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ایک کثیر رقم اس طرح سے انجمن کے ہاتھ میں آجاوے گی۔ **وما توفیقی الا باللہ**۔

نیسیمان

خادم عزیز احمدی ثم نوشہروی

نئی انجمنیں نادون ضلع کانگڑہ سے منشی شہامت خان اطلاع دیتے ہیں۔ کہ شیخ غلام احمد صاحب سفیر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے بہ منشاء صدر انجمن احمدیہ قادیان نادون میں انجمن احمدیہ نادون ضلع کانگڑہ کے لئے مقرر کی ہے۔ اس لئے ضلع کانگڑہ کے احمدی اس میں شامل ہو جائیں۔ مفصلہ ذیل عہدہ مقرر ہوئے ہیں۔ منشی شہامت خان صاحب میر مجلس شیخ محمد بخش صاحب سکرٹری۔ منشی محمد طفیل صاحب ناظر۔ منشی ایوب خان صاحب محاسب و امین۔

درخواست جنازہ غائب۔ مستری محمد موسیٰ صاحب سوداگر پاٹیکہ لاہور سے اطلاع دیتے ہیں کہ مولوی کرم الدین صاحب احمدی موضع بھڈیار ضلع امرتسر ڈاکخانہ آناری ۵ ستمبر شنبہ بروز منگل بعارضہ بخار فوت ہوگئے ہیں۔ ہر جگہ احمدی احباب ان کا جنازہ غائب پڑہیں۔

قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے دعا کرنے والی باضابطہ انجمن یا مجلس قادیان میں

مقرر ہوئی ہے۔ جس کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہ امر بخوبی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس انجمن کے اغراض و مقاصد خصوصیت کے ساتھ یہیں تک ہیں۔ کہ باہم اخوت و مودت بڑھائی جائے۔ اور ہر روز باقاعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے موافق قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے دعا کی جاوے۔ اور اپنے مقامی غریب اور ضعیف احباب کی دلجوئی اور مناسب موقع خدمت سے پرہیز نہ کیا جاوے۔ سلسلہ کی اغراض عامہ و مشترکہ کے لئے صدر انجمن احمدیہ ہی ہے۔ جو کام اور خدمات صدر انجمن احمدیہ کر رہی ہے۔ اس میں شریک ہونا اور اس کی اعانت اور دستگیری اس انجمن کا فرض اولین ہے الحکم میں اس خبر کے لکھنے پر بعض مخلص اور نیکدل احباب کے قلوب پر یا برسی اثر ہوا ہے اور حکیم فضلدین صاحب نے بھیرہ میں تین ایسی انجمنیں بنا دی ہے جہاں لوگ جمع ہو کر دعا کرتے ہیں دعا صرف ایک وقت کی جاتی ہے یعنی بعد نماز مغرب بہت ہی اچھا ہو گا اگر حکیم صاحب صبح کی نماز کے بعد بھی دعا کا سلسلہ جاری کرا دیں۔ دو انجمنیں تو صرف دعا میں شامل ہوتی ہیں اور تیسری انجمن کے احباب ایک وقت جمعہ کی شب کو ملکر کھانا بھی کھاتے ہیں یہ بہتر ہو گا اگر دوسری انجمنوں میں بھی ایسا ہو۔ اگر ہر جگہ احباب حضرت صاحب کی اس وصیت کو پورا کرنے کا تہیہ کریں۔ تو بیک کرشمہ دو کار مضمون ہو گا۔ دعاؤں کے لئے موقعہ ملیگا۔ باہم محبت بڑھے گی۔

ایک پولیٹیکل غلطی کی اصلاح

سید حیدر رضا دہلی احمدی قوم کے نکتہ خیال سے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔ اس سے مسلمان اور سید کہلا کر وہ کام کیا ہے۔ جس کو کوئی مسلمان بلکہ منت کے لئے بھی پسند نہیں کر سکتا گورنمنٹ انگلشیہ کے حقوق اور احسانات جو مسلمانوں پر ہیں وہ دیندار اور فرض شناس مسلمان کبھی نہیں بھول سکتے حیدر رضا نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر جو مسلمانوں کے مذہبی اور ملکی نکتہ خیال سے دشمن ہیں۔ گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے۔ پرجوش سپیچ کیا پر لیکچر دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس نے گیتی کے نمونہ پر جس سے پولیٹیکل ہنگامے پیدا ہو چکے ہیں پونا میں جا کر لیکچر دینے چاہے اور مجسٹریٹ پونا نے اُس کو روک دیا اس پر لاہور کے پنجابی اخبار نے ہندو اور مسلمان کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھ کر حیدر رضا کے مقصد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام صلح کو ایک ہی سپرٹ میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے یہ کوشش جیسی بے سود ہے۔ ایسی ہی فتنہ زا اور مغالطہ افزا ہے اس سے احمدی سلسلے پر سخت اعتراض کیا گیا ہے۔ کہاں حیدر رضا کی غرض ناپاک ہندو و مسلمانوں کے اتحاد میں اور کہاں حضرت مسیح موعود کا مقصد اعلیٰ پیغام صلح میں۔

میں اس پر کسی قدر کھول کر لکھتا۔ مگر میرے ایک مکرم بھائی نے اس پر ایک مختصر سا نوٹ الحکم میں چھپنے کو بھیجا ہے۔ میرے احمدی مضمون نگار نے موجودہ پولیٹیکل ہلچل میں آریہ سماج کے پولیٹیکل ویوز کو نہایت قابلیت کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور اس کے انہیں ایک وسیع نظر ہے بہر حال وہ ناقل و دل کا مصداق مضمون حسب ذیل ہے۔ ایڈیٹر۔

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ پچھلے ہفتے پنجابی اخبار میں ایک مضمون زیر عنوان

HINDOOS & MOHAMMEDANS.

دیا گیا ہے۔ کہ جس میں پونا کے مجسٹریٹ کے اس عمل پر کہ اُس نے حیدر رضا کو مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد کے متعلق لیکچر دینے سے روکا ہے۔ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اور دوران مضمون میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کے مضمون بنام پیغام صلح کو بھی پیش کیا ہے۔ جس سے پبلک اور گورنمنٹ انگلشیہ پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت اقدس مغفور کا اس مضمون کے لکھنے سے مدعا بھی وہی ہے۔ جو حیدر رضا کا اس مضمون پر لیکچر دینے سے ہے۔ اور ان دونوں مضامین کو ایک ہی پلیٹ فارم پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے عرض ہے۔ کہ حضرت اقدس کی ساری زندگی گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے میں گزری۔ اور آپ نے بار بار اپنی زندگی میں اپنی جماعت کو یہ خیال جمانے میں کوشش کی ہے۔ کہ اشاعت اسلام میں جو کہ اُن کی بعثت کا مطلب ہے۔ گورنمنٹ انگلشیہ ایک برکت الٰہی ہے۔ اور اس کی احسان فراموشی باعث غضب الٰہی ہے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب مغفور کے اس مضمون کا مدعا دین اسلام کی اشاعت اور دنیا میں امن چین قائم کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ خیال کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کا ارادہ اس طرح کرنے سے یہ تھا کہ ہندو مسلمان آپس میں اتفاق کر کے گورنمنٹ کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ دیں۔ آپ کا مشن مذہبی تھا۔ اور مذہبی اشاعت کے لئے ہی یہ مضمون لکھا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کب ان کا مدعا پورا ہو گا۔ مگر اتنا کہہ دینا ضروری ہے۔ کہ امام کی کہی ہوئی بات اثر لائے بغیر نہیں رہ سکتی اور وہ گورنمنٹ کے لئے باعث برکت ہو گی۔ کیونکہ جو دلی وفاداری گورنمنٹ کے ساتھ اس جماعت کو ہے۔ وہ صرف یہ جماعت ہی موازنہ کر سکتی ہے جتنی یہ جماعت بڑھیگی۔ اتنے ہی زیادہ وفادار انسان گورنمنٹ کے احسانوں کا بموجب هل جزاء الاحسان الا الاحسان شکریہ کرنے والے پیدا ہوں گے اور ان میں سے جو ایسا نہ کریں گے۔ وہ اپنے مشن کے دشمن ہوں گے کیونکہ اس مشن کی ترقی ایسی مذہبی آزادی دینے والی گورنمنٹ کے ماتحت رہنے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ایسے مضامین کا حیدر رضا کے مضامین کے ساتھ مقابلہ کرنا جو کہ ایک مسلمہ Seditious خیالات رکھنے والا آدمی ہے۔ اور انہیں ایک پایہ دینا ایک بڑا ظلم ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ پبلک اور گورنمنٹ کو دھوکا لگ جاوے اس لئے میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اس کی تردید کی جاوے۔

الراقم

ایک احمدی از لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعلان

جلسہ سالانہ قادیان جو عموماً دسمبر کے آخری ثلث میں ہوا کرتا ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال بھی اپنی تاریخوں میں ہو گا۔ جو صاحب اس موقعہ پر کوئی نظم پڑھنا چاہیں۔ یا کوئی لیکچر دینا چاہتے ہوں۔ اُس کی نسبت مفصلہ اطلاع خاکسار کر دیں۔

(۱) کس زبان میں ایسی نظم یا نثر ہو گی (۲) مضمون کیا ہو گا۔ (۳) کسقدر وقت تخمیناً اُس کے لئے کافی ہو گا (۴) خود مصنف پڑھیں گے یا کسی دوسرے صاحب سے پڑھانے کا انتظام کیا جاوے۔ کون سا دن آخری ہفتہ دسمبر میں ایسے ناظم یا لیکچرار صاحب کے لئے زیادہ سہولت یا آرام کا باعث ہو گا۔

یہ اطلاع بہت جلد دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ میں آنی چاہیئے۔ کیونکہ پروگرام کے بننے کے لئے اس اطلاع کا آنا ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ بالکل بے انتظامی کا طریق ہے۔ کہ پہلے تو اطلاع نہ دیجاوے اور وقت پر کسی خاص نظم یا نثر وغیرہ کے سُنانے کے لئے زور دیا جاوے۔ یا حضرت امام صاحب سے خاص اجازت لی جاوے۔ میں نے حضرت امام صاحب خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اس رائے کو عرض کر دیا ہے۔ اور اغلباً وہ مقررہ پروگرام کے خلاف کسی صاحب کو جس کا نام اس میں درج نہ ہو گا۔ اپنی نظم یا نثر کو سُنانے کی اجازت دیں گے۔

برادران مہربانی فرماکر ۲ آخر اکتوبر تک مجھے اطلاع دیں - والسلام

خلیفہ رشید الدین

اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اعلان

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب متعلق امتحانات دینیات اخبار میں شائع کردیں۔ تا اس کے متعلق دیگر احباب بھی اپنی رائے سے مشکور فرماویں:-

"حضرت سید و مولائی حجۃ اللہ خلیفۃ المسیح الموعود علیہ السلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس وقت اخبار الحکم میرے سامنے ہے۔ میں نے جناب کی خواہش کے متعلق اشتہار مفید الاخیار حضرت اقدس کو بڑی مسرت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ یہ عاجز تو امتحان دینے کیلئے اس وقت بھی جب یہ اشتہار نکلا تھا۔ تیار تھا۔ اور آرزو تھی۔ کہ اس قسم کا امتحان ہو۔ مگر اُس وقت امتحان کا اعلان نہ ہوا۔ غالباً اس میں یہ سر تھا۔ کہ اس مبارک کام کی تکمیل حضور کے ہاتھ سے ہو اس کے متعلق چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔ اگر جناب کو پسند ہوں۔ تو ان کے مطابق یا کچھ ترمیم کرکے امتحان لیا جاوے

(۱) سلسلہ حقہ کے متعلق دلائل اور براہین اور اسلام پر اعتراضات کا جواب اور دوسرے مذاہب کے رد کے متعلق صرف چند ماہ کے بعد یا سال میں ایک دفعہ لینا موزون نہ ہوگا۔ بلکہ تین چار سال میں اس امتحانوں کے سلسلہ کو ختم کرنا چاہئے۔

(۲) امتحان سال میں ایک دفعہ ہونا چاہیے۔ اور ہر امتحان کے لئے کتب نامزد کرنی چاہئیں جن میں سے سوال دیئے جائیں گے۔

(۳) امتحان اس ترتیب سے لئے جاویں۔ کہ جیسے حضرت اقدسؑ نے خود اس اشتہار میں تحریر فرمایا ہے یعنی

(۱) دسمبر ۱۹۰۸ء میں اس سلسلہ اور حضرت اقدسؑ کے دعوے کے متعلق دلائل اور براہین قویہ قطعیہ جو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں جن میں مسائل مفصلہ ذیل ہوں گے۔

(الف) مسئلہ وفات مسیح (ب) آیات و علامات حضرت مسیح موعود و مہدی معہود (ج) مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے متعلق آیات و نشانات (د) مرزا صاحب کی تعلیم (ہ) مرزا صاحب کی کرامات و معجزات وغیرہ (و) مخالفین کے اعتراضات کا جواب

میرے خیال میں مذکورہ بالا امور کے متعلق مفصلہ ذیل کتب کافی ہوں گی۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ حقیقۃ الوحی۔ عسل مصفیٰ۔ کشتی نوح۔ الوصیت۔ تقریر جناب خلیفۃ المسیح و متعلقہ اعتراضات بر وفات مسیح موعودؑ

(۲) دسمبر ۱۹۰۹ء ردّ مذاہب نصاریٰ و آریہ کے متعلق امتحان ہو جس میں مسائل مفصلہ ذیل ہوں۔ ردّ الوہیت مسیح۔ کفارہ۔ تثلیث۔ تحریف انجیل۔ انجیل اور قرآن کا مقابلہ۔ تناسخ۔ مسئلہ صفات باری تعالیٰ۔ نیوگ۔ وید اور قرآن کا مقابلہ۔ قدامت وید۔ مفصلہ ذیل کتب اس کے لئے کافی ہوں گی۔ جنگ مقدس۔ آریہ دھرم۔ سرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ رسالہ نور الدین۔ چشمہ معرفت۔ ردّ تناسخ مولفہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوۃ والسلام۔

(۳) دسمبر ۱۹۱۰ء دین اسلام کی حقانیت پر دلائل اور مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب اس میں مفصلہ ذیل مسائل ہوں۔ آخرت۔ ثبوت نبوت حضرت محمد صلعم (ب) مختصر سوانح رسول کریم صلعم (ج) پنج ارکان اسلام اور اُن کی فلاسفی (د) قرآن مجید کی کتاب منجانب اللہ ہونے کا ثبوت (ہ) الہام اور وحی کی کتاب (و) اسلام کے امتیازی نشان (ز) اسلام و بانیٔ اسلام پر اعتراضات کے جواب۔ اس کے متعلق مفصلہ ذیل کتب ضروری ہوں گی براہین احمدیہ۔ رسالہ نور الدین۔ فصل الخطاب۔ تصدیق براہین احمدیہ جنگ مقدس۔ چشمہ معرفت۔ حقیقۃ الوحی۔

(۴) دسمبر ۱۹۱۱ء میں تمام قرآن مجید میں امتحان ہو۔

(۵) دسمبر ۱۹۱۲ء میں تمام بخاری میں امتحان ہو۔

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اکثر مقامات میں درس قرآن مجید و بخاری شریف شروع ہوگیا ہے چوتھے سال میں قرآن مجید اور پانچویں سال میں صحیح بخاری ضرور ہے۔ کہ خدا کے فضل سے ختم کریں اور اگر امتحان کی تیاری کا خیال ہوگا۔ تو محنت اور غور سے پڑھینگے۔ اس کے علاوہ جن مقامات میں درس جاری نہیں ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی جاری ہو جاوینگے" حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے حکم سے یہ اعلان اخبار میں شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ احباب کا بہت جلد اپنی رائے سے مشکور فرما دیں گے۔ والسلام

خلیفہ رشید الدین

اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

فتح الحمید یعنے ترجمہ قرآن مجید

یہ اس جدید ترجمہ قرآن مجید کا نام ہے جو حال میں مولوی فتح محمد خان صاحب جالندہری نے لاہور کے رفاہ عام سٹیم پریس میں چھپوا کر شائع کیا ہے قرآن مجید کے ترجمہ کی اس زمانہ میں کیا ہر زمانہ میں ضروریات زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی ضرورت رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں تو خصوصاً حاجت ہے۔ اس سے پہلے کئی ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ اور ان میں زیادہ تر حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ مشہور رہا ہے۔ مگر حافظ صاحب کے ترجمہ میں جو بہت بڑا نقص ہے وہ یہ ہے کہ اس کو ترجمہ کہنا میری رائے میں صحیح نہیں کیونکہ تصریح مطلب کی خاطر وہ آیات کے الفاظ کو مدنظر نہیں رکھ سکے۔ اور ہر شخص کو اس کا سمجھ لینا آسان نہیں۔ مگر یہ ترجمہ جس کا نام فتح الحمید ہے۔ اس نقص سے مبرا ہے۔ مترجم کی قابلیت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا قابل فخر امر ہو سکتا ہے۔ کہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ کے وقت مولوی فتح محمد خان صاحب اُن لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اُن کے ترجمہ کو دیکھا اور ایک یا دوسرے پہلو سے اصلاح کی۔ مولوی فتح محمد خان صاحب اردو زبان میں اپنے قلم کے ذریعہ زبان پر پوری حکومت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کے ترجمہ میں میری سمجھ میں یہ خوبیاں ہونی چاہئیں:-

اوّل سلاست بیان **دوم** مطلب خیز **سوم** حتی الوسع مقدرات کم نکالے جاویں **چہارم** محاورہ کے ساتھ لفظی ترجمہ کی رعایت ہو **پنجم**۔ ترجمہ میں اُن اعتراضات کو زیر نظر رکھا جاوے۔ جن پر معترضین نکتہ چینی کرتے ہیں۔ باایں اس کا ہدیہ ایسا ہو کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں جا سکے۔ میں نے فتح الحمید کے جستہ جستہ مقامات سے دیکھا ہے۔ اور میں بلا تکلف اور بلا مبالغہ یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ اس ترجمہ میں پہلے چار امروں کو حتی الوسع ہمہ زیر نظر رکھا ہے اور مولوی فتح محمد خان صاحب نے ترجمہ کی زبان میں سلاست کے ساتھ وہ زور اور شوکت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو قرآن مجید جیسی مجید کتاب کے شایان شان ہے۔ میری اپنی رائے میں اس وقت تک جتنے ترجمے حال میں شائع ہوئے ہیں۔ یہ ترجمہ اُن سب سے نسبتاً بہتر ہے۔ اور ہدیہ ایسا تھوڑا ہے کہ ہر شخص آسانی سے لے سکتا ہے یعنے صرف تین روپیہ یہ امر بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ترجمہ متن کے نیچے سطر بہ سطر ہے۔ اور آسانی کے لئے متن اور ترجمے میں ہر آیت کا نمبر بھی دیدیا گیا ہے۔ اور متن کا قلم ایسا موزون رکھا ہے کہ بچے سے لیکر بوڑھوں تک اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کاغذ سفید ڈمئی لگایا گیا ہے۔ تقطیع موزون ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ احمدی جماعت اس ترجمہ کی خصوصیت کے ساتھ

تذکرہ کی۔ کیونکہ یہی ایک قوم اور جماعت ہے۔ جو اس وقت قرآن کریم سے محبت رکھتی اور اس کی اشاعت کے لئے فکرمند رہتی ہے۔ غرض آجکل کے مروجہ ترجموں میں یہ نسبتاً مفید اور عمدہ ہے۔ مولوی فتح محمد خان صاحب سے جالندھر کوٹ اچھے کے پتہ پر درخواست کرنے پر ملے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو کرامت نامے

ذیل میں حضرت حجۃ اللہ کے دو گرامی نامے درج کرتا ہوں جو محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام ہیں۔ ان خطوط کے اندراج سے یہ غرض ہے۔ تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی **پاک سیرت** پر غور کرنے کا ہم کو موقع ملے۔ کہ آپ اپنے مخلص اور وفادار **خدام** اور احباب کے ساتھ کس **محبت** اور **لطف** سے پیش آتے تھے۔ اور اُن کی خدمت گزاریوں کے کیسے قدردان تھے اُن کے دُکھوں کو کیسے محسوس کرتے تھے۔ فی الحقیقت محبت، اخلاص اور وفاداری ہی ایک ایسی شے ہے۔ جو قابل قدر ہے۔ بلکہ وہ محض اللہ ہی کے لئے ہو۔ ڈاکٹر صاحب قابل مبارکباد ہیں۔ کہ انہیں خدائے تعالیٰ نے موقعہ اور توفیق دی۔ کہ اپنے محسن امام کو خوش رکھتے۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم خلیفہ صاحب سلمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہونچکر باستماع خبر دردناک واقعہ لخت جگران عزیز دل کو صدمہ پہونچا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شائد دانتوں کی بیماریوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ پیش آیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدائے تعالیٰ اس کی والدہ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ اور نعم البدل عطا کرے۔ فرزندوں کی موت انسان کے دل پر طبعاً بہت دردناک اثر کرتی ہے۔ اور یہ مصیبت اگر صبر کے ساتھ برداشت کی جائے۔ تو وعدہ الٰہی ہے کہ صاحب عمر اولاد عطا کی جاتی ہے۔ اس طرف بچوں کی بیماری کی ایک وبا پھیلی ہوئی ہے ایک سخت تپ چڑھتا ہے۔ ساتھ ہی قے اور دست آنے لگتے ہیں۔ الناکو شروع ہوکر آٹھ بجے تک بچہ مرجاتا ہے۔ **مبارک** کو یہی بیماری ہوگئی تھی۔ دن میں آٹھ دفعہ سخت غشی اور تشنج ہوا۔ آٹھویں دفعہ میں دعا میں تھا کہ خبر دی گئی۔ کہ لڑکا فوت ہوگیا جب میں نے آکر دیکھا۔ تو تنفس اور نبض کچھ باقی نہ تھا۔ اور برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ بہت حیلہ کیا گیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ جب سمجھ چکے کہ حقیقت میں مرگیا اور سب حاضرین نے اِنَّا لِلّٰہِ کہدیا۔ تو یک دفعہ کچھ حرکت محسوس ہوئی۔ پانی گرم میں دیر تک رکھا گیا۔ مدت دراز کے بعد زندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آخری دوسری رات کے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ زندگی خدا تعالیٰ نے عطا کی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ آپکے لئے وہ دن جلد لاوے کہ خدا تعالیٰ عمر والا بدل عطا کرے۔ زیادہ خیریت۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۱۸ر اگست ۱۹۰۱ء روز یکشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ

محبی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ کل کی ڈاک میں آپکے مبلغ پانچ روپیہ مجھکو پہونچے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ آپ کو خدا تعالیٰ بہت جزائے خیر بخشے۔ آپ صدق اور وفا سے اپنے اس وعدہ کو جو امداد للہ کے لئے کیا تھا۔ ادا کررہے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہے۔ جو اس گندے زمانہ میں لاکھوں کروڑوں آدمیوں میں سے کسی کسی فرد بشر میں پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بات اور وعدہ کا پاس جو سچی جوانمردی کی نشانی ہے۔ بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ اور بیوی بچوں کی ہمدردیوں یا زینتوں میں ان کے مال خرچ ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یکدفعہ اس بیوفا دُنیا سے واپس بُلائے جاتے ہیں۔ دین کی طرف جُھکنا انہیں دلوں کا کام ہے۔ جن کو آخرت پر سچا ایمان ہوتا ہے۔ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور آپ میں **رشد اور صلاح** کے آثار پاتا ہوں۔ اور ایک خاص تعلق آپکا سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال آیا تھا۔ کہ اب میرے یہ چھوٹے تین لڑکے ہیں۔ **محمود** (ہفت سالہ)۔ **بشیر** (تین سالہ)۔ **شریف** (پانچ ماہہ)۔ بہتر ہو کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے۔ قریب بلوغ ہوکر بشرطیکہ جانبین کی اولاد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت رہے۔ آپ کی کسی لڑکی سے کوئی لڑکا منسوب ہو۔ یہ خیال صرف میرے اس نیک ظن سے پیدا ہوا تھا جو مجھے آپ کے باطنی اخلاص اور محبت پر ہے مگر پھر میں نے یہ خیال کیا۔ کہ یہ سب امور آپکے والد صاحب کے اختیار میں ہیں۔ اور ابھی اُن کا ذکر بھی نامناسب۔ اگر کوئی ایسا موقعہ ہوا۔ کہ آپ کی رائے بھی اُن بزرگوں کی مجلس میں سُنی جائے تب بشرط خیریت جانبین۔ یہ تحریک ہوسکتی ہے۔ اس شرط سے کہ موقعہ بنا ہوا ہو۔ کوئی تجویز نہ ہوگئی ہو۔ اس لئے اس خیال کو ابھی قابل ذکر نہ سمجھا گیا۔ کہ خود بچے بہت کم سن ہیں۔ ابھی بلوغ تک زمانہ پڑا ہے۔ وہی ہوگا۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور اُس کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ رسالہ ست بچن۔ آریہ دھرم نور القرآن۔ منن الرحمان طیار ہو رہی ہیں۔ بعض ان میں سے تین ہفتہ تک انشاء اللہ شائع ہوجائیں گے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد۔ ۴ر اگست ۱۸۹۵ء

مختصر نوٹ

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت نے مذہبی دُنیا میں ہلچل ڈالدی ہے اور ہر مذہب و ملت کے افراد کو فکر دامنگیر ہے۔ کہ وہ اپنے عقائد کے استحکام کے لئے جہاں تک ان سے ممکن ہو۔ کوشش کریں۔ اسلام کے مخالف مذاہب کا اپنی حفاظت اور اشاعت کے لئے تیار ہو جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ وقت کسی آسمانی مصلح اور ریفارمر کا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کا اپنے گھر میں حفاظت اسلام کی فکر کرنا بتا رہا ہے کہ اسلام مختلف حملہ آوروں کی زد میں ہے اور یہ وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی **نصرت** فرمائے۔ اور اپنے وعدہ کے موافق حفاظت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اپنا بندہ بھیجا وہ ہم میں آیا اور اپنا کام کرکے رخصت ہوا۔ مگر بہت لوگوں نے اسے نہ دیکھا اور نہ پہچانا۔ بلکہ اُس کی مخالفت کی اور اُس کی راہ میں روک کا موجب بننا پسند کیا۔ لیکن اب ضرورت زمانہ نے انہیں مجبور کیا ہے کہ وہ عملی طور پر اُسی کا اقتدا کریں۔ چنانچہ حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے مختلف مقامات پر انجمنیں اور مدرسے قائم ہورہے ہیں۔ یہ آثار مبارک ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس قدسیہ کی تاثیر لئے ہوئے ہیں اور اس سے اُن کی سچائی اور بعثت حقہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔ میں ایسے مدرسوں اور انجمنوں کے مہتمموں کی خدمت میں یہ گزارش کرنے سے رُک نہیں سکتا۔ کہ اگر فی الحقیقت وہ **اسلام** کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور مخالفین مذہب اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے قابل اپنے بچوں اور نوجوانوں کو بنانے کے آرزومند ہیں تو وہ تنگ خیالی اور تعصب اور بیجا عداوت کو دل سے نکال دیں اور اپنے سلسلہ تعلیم کے نصاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو رکھیں ان کو پڑھکر جو نوجوان خدمت اسلام کے لئے تیار ہوں گے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دوسرے **مذاہب باطلہ** کے مقابلہ میں لاجواب نوجوان ثابت ہوں گے۔ اور جو علم کلام حضرت مسیح موعودؑ نے اس زمانہ کے حسب حال سکھایا ہے اسے دستور العمل بنا کر دیکھیں کہ مخالفین ان سے کس طرح

بھاگتے اور بدکتے ہیں۔ اگر میری اس نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ تو اس کے ذمہ وار وہ لوگ ہوں گے۔ جو حفاظت اور اشاعت اسلام کے دعوے کرکے اٹھتے ہیں۔ اور اپنا روپیہ اور وقت خرچ کرتے ہیں ورنہ

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

سالانہ جلسہ کا پروگرام

میں نے کسی جگہ لکھا ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں صدر انجمن نے سالانہ جلسہ کے متعلق کیا تجویز کی ہے۔ مگر ناظرین اسی اخبار میں خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سکرٹری کی طرف سے سالانہ جلسہ کے پروگرام کے متعلق اعلان پڑھکر خوش ہوں گے۔ کہ انجمن بے فکر نہیں۔ سال کے آخیر مہینوں میں کام بہت ہوتا ہے نئے سال کے لئے بجٹ کی تیاری۔ سالانہ رپورٹ کی فکر۔ غرض بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ تاہم میں نہائیت مسرت اور شکرگزاری سے یہ امر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ صدر انجمن نے اپنے خادم **الحکم** کی تجویز اور رائے کو قدر کی نظر سے دیکھا اور سالانہ جلسہ کو باقاعدہ اور مفید بنانے کے لئے اُس نے پروگرام تجویز کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسی نہج پر سالانہ جلسہ کے متعلق دوسرے مفید مشوروں پر بھی انجمن غور کریگی۔ اور سکرٹری صاحب رہائش کرایہ کے لئے ابھی سے تجویز کریں گے۔

احمدی جماعت کے ڈاکٹر صاحبان کی توجہ طلب

صدر انجمن احمدیہ کے آمد و خرچ کے گوشوارہ کی اشاعت کی یہ غرض نہیں ہے۔ کہ لوگ اسے معمولی ہندسوں کا صفحہ سمجھکر چھوڑ دیا کریں بلکہ یہی وہ ورق ہے۔ جس میں وہ اپنی قومی انسٹیٹیوشنز کی حالت کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جو میری رائے میں بہت ہی اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں۔ کہ شائد بہت ہی تھوڑے آدمی ہوں۔ جو اس پر غور کرتے ہوں۔ ستمبر کا گوشوارہ میرے سامنے ہے۔ اس میں شفاخانہ کا نقشہ آپ دیکھیں۔ یکم ستمبر کو شفاخانہ اڑہائی سو روپیہ کے قریب مقروض ہے۔ اگرچہ اگست کی آمد بمقابلہ خرچ کے گیارہ روپیہ ساڑھے پانچ آنہ کے زیادہ ہے۔ مگر پچھلا بقایا قرض ایک معقول رقم اڑہائی سو سے زیادہ ہے۔ ایسی حالت میں ان ڈاکٹروں اور اطباء سے اپیل کرنا بے محل نہیں۔ جنہوں نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ ایک دن کی آمدنی فیس داخل کر دیا کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اطباء اور ڈاکٹر صاحبان اگر اس رزلیوشن پر جو انہوں نے خود پاس کیا ہے پوری توجہ کریں۔ تو قادیان کا شفاخانہ بہترین حالت میں ہو جاوے۔ انشاء اللہ العزیز۔ کیا امید ہونی چاہیئے۔ کہ اکتوبر میں شائع ہونے والے گوشوارہ کے وقت شفاخانہ مقروض نظر نہ آوے گا۔

قادیان کی کمیٹی

قادیان میں نوٹیفائیڈ ایریا تو ہو چکا۔ مگر اشیاء خوردنی کی طرف کسی کو توجہ ہی نہیں یا جو سڑی بُسی چیزیں بکیں بکتی رہیں۔ عام طور پر بخار کی بیماری کی وجہ سے لوگ پہلے ہی نالاں ہیں۔ پھر جب دوائیوں کے لئے عطاروں کے ہاں پہنچتے ہیں۔ تو وہاں سے جو کچھ اُنہیں ملتا ہے۔ وہ یا بیمار جانتے ہیں یا دینے والے عطار۔ اس قسم کی اشیاء جو مضر صحت ہوں اور خراب اور ناقص ہوں۔ اگر یہاں کمیٹی مقرر نہ بھی ہوتی۔ تب بھی تحصیلدار صاحب کے فرائض میں داخل ہے۔ کہ وہ حفظ صحت کے خیال سے کبھی کبھی ان کا معائنہ کر لیا کریں۔ لیکن موجودہ حالت میں کم از کم کوئی ڈاکٹر ایسا مقرر ہو جانا چاہیئے۔ جو ان اشیاء کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرے میں سمجھتا ہوں کہ اگر قادیان کی کمیٹی سردست اس پر کچھ خرچ نہیں کر سکتی تو وہ صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ڈسپنسری کے انچارج ڈاکٹر کو ایسے اختیارات دے سکتی ہے۔ اور وہ بدوں کسی معاوضہ کے محض عام خلق اللہ کی بھلائی کے لئے ایسا کام کرنے کو تیار ہوں گے۔

اشتہارات

تفسیر القرآن

سورۃ بقرہ کی مکمل تفسیر جس کو خاکسار ایڈیٹر الحکم نے لکھا تھا۔ اس کی اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح نے قرآن مجید کے پڑھنے کی شرط کو داخل بیعت کر دیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی احمدی نہیں جو لکھ پڑھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے کوشش نہ کرتا ہو۔ ایسا ہی دوسرے لوگ بھی اب قرآن مجید کے پڑھنے اور اس کے مطالب کا علم پیدا کرنے کے لئے توجہ کر رہے ہیں پس ایسے لوگوں کے لئے یہ ایک قابل قدر تفسیر ہے جو حضرت حکیم الامت کے درس قرآن مجید کے لئے ہوئے نوٹوں کی بنا پر مرتب کی گئی ہے۔ اور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور دوسرے بزرگان ملت کے مواعظ اور خطبات یا اُن کی تحریروں اور تقریروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جس اسلوب پر یہ تفسیر لکھی گئی ہے میں خدا کے فضل کی تحدیث کے لئے کہتا ہوں کہ اردو زبان میں اس سے پہلے یہ سامان نہیں ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں یہ پہلی تفسیر ہے جس کے مرتب کرنے کا شرف مجھے ملا۔ مکمل سورۃ بقرہ کی قیمت ہے درخواستیں **ایڈیٹر الحکم قادیان** کے نام ہونی چاہئیں

ضرورت ہے

عمارات، صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے ایک لائق تجربہ کار معمار مستری کی ضرورت ہے۔ جو نقشے کو بخوبی سمجھ سکتا ہو۔ اور کام تعمیر کرانے کے علاوہ اپنے ہاتھ سے بھی کام کر سکتا ہو۔ تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

المشتہر
خلیفہ رشید الدین سکرٹری سب کمیٹی تعمیر

کارِ خیر

میرے پاس مفصلہ ذیل کتابیں سلسلہ حقہ کی تائید میں ہیں اور بسبب مکان بنوانے کے میں مبلغ چار سو روپیہ کا مقروض ہوں۔ اگر اسوقت احباب ایک ایک روپیہ فی کس کی کتب منگوالیں۔ تو میری امداد ہو جائیگی۔ اور کتابیں اُن کے کام آجائینگی۔ ایک روپیہ سے کم کی کتب ارسال نہ ہوں گی۔ خرچ ڈاک سب میرے ذمہ ہوگا۔

سلاسل الفضائل	۶ر	سلاسل التعلیم	۲ر
تعلیم القرآن	۱ر	رسالہ فدک	۲ر
النظر	۱۰ر	چٹھی مسیح	۱ر
کامن احمدی	۱ر	احمدی کامن	۰ر
مسیح کی آمد	۰ر	گلدستہ احمدی	[illegible]

المشتہر
عبد المحی عرب۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور

علمی و اخلاقی کتابیں

گو ناولوں کے مذاق نے علمی مذاق کی کساد بازاری کر رکھا ہے اور علمی کتابوں کی اشاعت اور آؤبھگت بہت ہی کم ہوتی جاتی ہے مگر کبھی بعض مصنف علمی مضامین پر کچھ نہ کچھ کتابیں لکھتے ... ہیں جس سے امید پڑتی ہے کہ شائد ناولسٹانہ مذاق کے مقابلہ ... کسی وقت علمی مذاق میں ترقی ہو۔ مندرجہ ذیل کتابیں علمی ... میں لکھی گئی ہیں اچھے اچھے مبصروں نے اُن کی تعریف کی ہے ... اردو زبان میں ترقی دینے کی خدمات میں بہ سال ۱۹۰۶ء مصنف ... ہزار روپیہ انعام بھی پنجاب گورنمنٹ سے مل چکا ہے ان کتابوں کی قیمتیں علاوہ محصول ڈاک وغیرہ حسب ذیل ہیں۔ مندرجہ ذیل پتہ پر شائقین طلب کر سکتے ہیں۔

(۱) ریاض الاخلاق	۱۰ر	(۲) سراج الاخلاق	۱۶ر
(۳) مشیر باطن	۶ر	(۴) خیالات	عہ
(۵) فن شاعری	عہ		

(نوٹ) یکم دسمبر ۱۹۰۸ء ان کتابوں کی قیمتوں میں حسب موقعہ کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا پڑے گا۔

المشتہر
قاضی علی محمد محلہ ... ضلع جالندھر

ترجمۃ القرآن

قرآن مجید کے فہم اور اسکی اشاعت کے خیال کو مدنظر رکھکر یہ ترجمہ شائع ہو رہا ہے۔ ترجمہ میں لفظی ترجمہ کی رعایت ساتھ محاورہ اور سلاست کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح کو دکھا لیا جاتا ہے۔ متن اور ترجمہ میں آیات کے نمبر ساتھ ساتھ دئے ہیں۔ اور حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں۔ جن میں اسی امر کو ملحوظ رکھا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کوئی ایسا امر نہ ہو۔ جس کیلئے قرآن مجید سے استشہاد نہ ہو سکے۔ اس طرح پر انکو تفسیر القرآن بالقرآن کہنا چاہئے۔ اور پھر اسلوب ایسا ہے۔ کہ جس سے قرآن مجید کی حقیت اور حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ ان اعتراضات کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے۔ جو قرآن مجید پر معترضین اور مخالفین ۔ ۔ ۔ کرتے ہیں۔

یہ ترجمہ اور نوٹ حضرت خلیفۃ المسیح کے درس سے لئے گئے ہیں۔ اور انکو کھول کر لکھا گیا ہے۔ کہ جس سے پڑھنے والا پورا فائدہ اٹھا سکے۔ بعد ترتیب جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور بغرض اصلاح پیش کر دئے جاتے ہیں۔ آپ کی اصلاح کے بعد حوالہ کاتب ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کو حضرت خلیفۃ المومنین کے عہد خلافت کا ایک تاریخی واقعہ قرار دینے کی نیت سے وہاں سے شروع کیا ہے جہاں سے بہ حیثیت خلیفۃ المسیح آپ نے درس شروع فرمایا۔

پہلا پارہ سورہ زمر سے لیکر حٰمٓ السجدہ تک چھپ کر شائع ہو چکا۔ قیمت فی پارہ ۱۲/

دوسرا سورہ شوریٰ سے لیکر سورہ جاثیہ تک پریس میں جا رہا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت تک کاتب دو جزو سے زیادہ لکھ چکا۔ اور ایک جزو چھپ چکا ہے۔ حسب معمول سابق ۳۰۔ اکتوبر تک انشاء اللہ شائع ہو جائیگا۔

میں ان احباب کا شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے قبل از وقت کسی وجہ سے معذور ہو کر اطلاع دی۔ کہ انہیں اس سلسلہ ترجمۃ القرآن کو فی الحال کوئی کاپی نہ بھیجی جاوے۔ کیونکہ انہوں نے بہرحال مطبع کو کوئی نقصان تو نہیں پہونچایا۔ ان احباب کا سخت گلہ ہے۔ جنہوں نے متواتر ایک مہینے کی اطلاع پہلے خبر تو نہیں دی مگر پارہ جانے پر جھٹ واپس کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر قرآن کریم کی اشاعت اور خدمت کا بوجھ ایسے ہی بزرگواروں پر ہو۔ تو سخت وقت کا سامنا ہے۔

مگر

نہیں۔ ایسے بھی عالی ہمت بزرگ اور قرآن کریم کی اشاعت کے دلدادہ ہیں۔ کہ انہوں نے اس پارہ کو سر آنکھوں پر جگہ دی۔ اور نہایت محبت اور قدر کی نگاہ سے اسے دیکھا۔ جہانتک اسباب کا تعلق ہے۔ میں ایسے ہی دوستوں کے ذریعہ اس خدمت کے قابل ہو سکونگا۔ میں اپنے ناظرین کو پھر بتاتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میرے سر میں عقل اور فہم کی توفیق رکھی ہیں۔ اور میرے ہاتھ میں قلم اور قلم میں زور اور روانگی بخشی ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ مگر میرے پاس روپیہ نہیں جو قلم کے نتائج پیش کر سکوں۔ اسکے لئے میں

صرف ان دوستوں

کو مخاطب کرتا ہوں۔ جو ترجمۃ القرآن کی ضرورت اور اسکی اشاعت کی حاجت محسوس کرتے ہیں۔ وہ میرے معاون ہوں۔ اور میری ان رکاوٹوں میں جو مالی مشکلات کی شکل میں سد راہ [illegible] میرا ہاتھ بٹائیں۔ اور دعا کریں۔ تاکہ [illegible] اور ہمت عطا کرے کہ میں اس خ[illegible] انجام دے سکوں جن حضرات نے یہ پارہ واپس [illegible] وہ [illegible] مطمئن رہیں یہ قرآن مجید

کا ایک پارہ بھی بھیجکر انہیں تکلیف نہیں دونگا - اسلئے وہ احباب جو خریدار ہیں - وہ توجہ کریں - اور اس کی اشاعت کے لئے خاص توجہ سے کام لیں - وہ بیت روز قرآن مجید کے حقائق ومعارف کے لئے خرچ کرنے میں جو بخل سے کام لینا چاہتے ہیں - میں ان کو متوجہ نہیں کرتا - میرے معاونین اگر ایسی سعی کر سکیں - کہ وہ کم سے کم ایک ایک خریدار اور مہیا کریں - یا خود دو دو کاپیاں خرید لیں - تو میں یقین کرتا ہوں - کہ اس صیغہ میں کافی مالی مدد مل سکتی ہے - بالآخر میں یہ کہکر اس کو ختم کرتا ہوں کہ آپ خود خریدیں - اور دوسروں تک اسے پہنچائیں اگر چاہتے ہیں - کہ اس کام میں کوئی روک پیدا نہ ہو جہاں تک ہماری سعی اور محنت سے متعلق ہے - اور باقی اس میں برکت رکھدینا اور توفیق عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے -

سورہ بقر کی تفسیر کا ہدیہ ۱۲ ہے - اور حقیقت نماز ۲ عصر اور الاسماء الحسنیٰ قیمت ۵ - یہ ایسے قابل قدر تحفے ہیں جو کسی دیندار مسلمان کا کتب خانہ ان سے خالی نہیں رہنا چاہئے تمام درخواستیں **یعقوب علی تراب** احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان کے نام آنی چاہئیں۔

قومی ضروریات کے متعلق تحریکیں

پچیس روپیہ کا فنڈ | گذشتہ ہفتہ نو بزرگوں کے نام ذکر چکا ہوں - جنہوں نے سالانہ جلسہ پر پچیس پچیس روپیہ اپنی جیب سے دینے یا جمع کر کے لانیکا وعدہ کیا ہے - اللہ تعالیٰ انکے ارادوں میں استحکام اور برکت دے اور انہیں توفیق ایفا عطا فرماوے آمین :-

اس اشاعت کے بعد سالانہ جلسہ میں صرف نو ہفتہ باقی رہجائیں گے اور اگر خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھنے والی اور زندہ خدا اور زندہ رسول پر ایمان لانے والی قوم نے اس تحریک کو بارآور کرنیکے لئے عملی قدم اٹھایا - تو فی ہفتہ ایک سو زیادہ نام میرے پاس آنے چاہئیں - تب جا کر ایکہزار کی تعداد پوری ہوگی - ورنہ اگر یہی رفتار رہی تو مشکل معلوم ہوتا ہے بہر حال ہم قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھتے ہیں - آخر یقین ہے - کہ یہ تحریک خالی نہ جائے گی - اور کسی نہ کسی وقت اپنا اثر پیدا کریگی۔

اس تحریک پر ڈاکٹر سید **محمد حسین** صاحب نے ایک آرٹیکل لکھکر بھیجا ہے - جو دوسری جگہ درج ہے - میں اسکو بھی ایک کامیابی سمجھتا ہوں جو اسنے سید صاحب جیسے عدیم الفرصت مگر ضروریات قوم [illegible] دل میں درد رکھنے والے انسان کو جاگا دیا - اور میری آواز میں شریک ہونے کو اٹھے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے - قوم میں ملتے زنی کی قوت کو پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری امر ہے - کہ اسکے مختلف طبقوں کے لوگ رائے زنی کریں - میں سمجھتا ہوں - کہ خدا کے فضل سے **الحکم** اس بات کے پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ہے - جلسہ کے متعلق اس کی تجاویز قابل غور سمجھی گئی ہیں - میں عزیز اور معزز ہم عصر بدر کو توجہ دلانا چاہتا ہوں - کہ وہ اس تحریک کو اپنے کالموں میں محبت اور جوش سے جگہ دے - تا کہ قوم میں بہت سے لوگ پیدا ہو جائیں - جو اس جلسہ کی تقریب پر ۲۵ روپیہ جمع کر کے لانے کے لئے طیار رہیں - بہرحال اس ہفتہ اس تحریک کے متعلق مندرجہ ذیل خطوط قابل قدر ہیں

(۱) سید حیات علی صاحب دانے ۲۵ اسی تحریک میں اور صد رسالانہ جلسہ کے اخراجات کے لئے دینے کا وعدہ کرتے ہیں - اور خود بھی شمولیت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(۲) بابو منظور الٰہی صاحب ٹیلیگراف سپروائزر لاہور ۲۵ جمع کر کے داخل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں -

(۳) ملک مولابخش صاحب رئیس گورالی ضلع گجرات نے ۲۵ بھیجدئے ہیں - جزاہم اللہ احسن الجزا

مجلس معتمدین کے ایک ٹرسٹی کا ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخی مکرمی جناب شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - جناب کی تحریک درباره جمع کرنے مبلغ ۲۵ روپیہ پڑہی اور جو مختلف اصحاب نے اس پر رائے زنی فرمائی ہے - اسکو بھی پڑہتا رہا ہوں - اور اس امر کا انتظار کرتا رہا ہوں - کہ قوم اس کا کیا جواب دیتی ہے - مگر افسوس کہ اب تک اللہ تعالیٰ کی خاطر جانوں کو حاضر کر دینے کا دعویٰ کرنیوالی قوم میں سے ۱۰۰ آدمی نے بھی لبیک کا لفظ آپکے سوال کے جواب میں نہیں کہا - مگر ساتھ ہی یہ تو میرا دل مان نہیں سکتا - کہ ہماری قوم میں ایسے دل نہیں ہیں - کیونکہ میں دیکھتا ہوں - کہ ہر ایک بشر اس قوم کا اپنے دل میں ایسی ایسی خواہشیں لئے بیٹھا ہے - اور اپنا ایمان اللہ اور آپکے رسول اور کلام پر رکھتا ہے - کہ ہر دم اس سفلی زندگی اور اسکی چیزوں کو لات مارنے کیلئے طیار ہے - تو پھر اسکی وجہ کہ کیوں آپکے سوال کا جواب جیسا کہ چاہئے تھا - نہیں دیا گیا - جہاں تک میں خیال کرتا ہوں - یہ معلوم ہوتا ہے - کہ یہ تحریک احباب احمدیہ کو جیسا کہ چاہئے - نہیں پہنچی - اور جیسا کہ چاہئے - سربرآوردگان قوم کی توجہ اس طرف نہیں کھینچی اور مذہب اور اقوام کے لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آنحضرت پر رسمی رنگ میں ایمان رکھتے ہیں - اور پھر بھی خواہ دکھاوے کے لئے یا کسی اور خود غرضی کو مدنظر رکھکر جس وقت قومی چندہ کھلتا ہے دل کھول کھول کر چندہ دیتے ہیں - اور بعض ان میں سے فدایان قوم بننے کی خاطر اپنی جانوں کو بھی پیش کر دیتے ہیں اس لئے ضروری ہے - کہ ایسی قوم جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو چکی ہو - اور اس کی پاک طاقتوں پر پورا یقین ہو - اور آنحضرت پر بھی ایمان ہو - ان سے کچھ زیادہ بڑھ چڑھ کر نمونہ دکھاوے - پچھلی اقوام کے صفحہ تاریخ کو الٹ کر دیکھا جاوے تو انبیاء کرام کے صحابہ عوام الناس کی نسبت اپنی قربانی میں بہت بڑھے ہوئے تھے - اسلئے یہ ضروری ہے - کہ یہ قوم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے طیار فرمائی ہے - اور تازہ تازہ نشانوں سے جسکے ایمان کو تازہ کیا ہے - وہی پورا نمونہ دکھاوے چند روپیہ انکے دینے میں کوئی خصوصیت نہیں دیکھتا - کیونکہ جو نام انکے آگے ہے - وہ بہت بڑا ہے میں چاہتا ہوں - کہ اس جلسہ میں جو کہ ہمارا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلا جلسہ ہے - نہ صرف ہر ایک ممبر کم از کم مبلغ ۲۵ روپیہ چندہ ہی لاوے - بلکہ اشاعت اسلام کے لئے کم از کم جیسا کہ حضرت اقدس نے بھی اپنی زندگی میں خیال کیا تھا - چالیس آدمی اپنے دل طیار کر کے آویں - کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں باہر نکل پڑیں - اور نہ کسی تنخواہ کے لئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اس کام کو اپنے سر پر اٹھا رکھنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے - کہ وہ اب سونا اور سستی کرنا چھوڑ دیوے کیونکہ مومن چالاک اور تیز ہوتے ہیں - زندگی کا کچھ اعتبار نہیں - اور کوئی وقت مقرر نہیں - ایسا نہ ہو - کہ دل کے غبار اور آرزوئیں کل پر ملتوی کرتے کرتے کسی دم جھپکے سے ان طاقتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ایک کام کیلئے دئے ہیں - انکے سپرد کرتے ہوئے کف افسوس ملیں - میں دیکھتا ہوں - کہ بڑی بھاری وجہ دین کے کاموں میں سستی کی یہی ہے - کہ بہت سا حصہ ہماری جماعت کا ان امنگوں اور خواہشوں کو جو وہ دین کے پھیلانے کی نسبت اپنے اندر رکھتے ہیں - بسبب دنیاوی دہندوں کے آئندہ وقت پر پھینکتا چلا جاتا ہے - اور اس طرح پر نفس کو دہوکا دیکر اپنے اس وعدہ کو کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا - چھوڑ جاتا ہے اور جو کہ ہمارے لئے گناہ ہے - اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت میں مجرم لاتا ہے - سو اے برادران آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ

اسلامی ٹیکنیکل سکول پنجاب میں

زمانہ کی نبض شناس قوم اہل ہنود نے ملازمت کے دائرہ کی تنگی کا عرصہ ہوا اندازہ کر لیا تھا۔ اُس نے آزاد پیشوں کی طرف اپنے نوجوانوں کو متوجہ کیا۔ تجارت پہلے ہی اُن کے ہاتھ میں تھی۔ پھر صیغہ صنعت کی خوبیوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے پنجاب میں ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ ہندوؤں کے لئے ذیلم کی جو کامیابی سے چل رہی ہے۔ اب مسلمانوں کو بھی ہوش آیا ہے۔ اور پنجاب میں وہ ایک سکول صنعت کا کھولنا چاہتے ہیں۔ لفٹننٹ ملک مبارز خان ٹوانہ نے اس کے لئے دس ہزار کے عطیہ کا وعدہ کیا ہے۔ ملک صاحب نے بہت بڑی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ لیکن اگر ملک صاحب اور دوسرے لوگ جو اس سکول کے بانی ہوں گے اور مہتمم ہوں گے۔ اُن مسلمان بچوں کے لئے مذہبی واقفیت کے لئے دینی تعلیم بھی شامل نصاب کر لیں۔ تو یہ کار خیر اُن کے لئے باقیات الصالحات ہوگا۔ اتنی ہی تعلیم کافی ہے۔ کہ مسلمانوں کے بچے اسلامی اصولوں سے واقف ہو جائیں اور عملی طور پر انہیں ارکان اسلام کی پابندی سکھائی جائے۔ کیا اس نیک مشورت کی قدر کی امید کرنی چاہیئے؟

تو کار زمین را نکو ساختی۔ کہ با آسمان نیز پرداختی

اعظم گڑھ کے مدارس کی اصلاح پر چھاؤنی بنارس کے ایک حاجی قادر بخش صاحب نے پیسہ اخبار میں ایک مضمون لکھا ہے۔ کہ ان مدارس میں حساب اور ترکی اور فرنچ وغیرہ پڑھائی جائے۔ تاکہ وہ طالب علم مدرسے سے نکل کر حجاز ریلوے میں ملازمت کر سکیں۔ دنیوی نکتہ خیال سے یہ تجویز بُری نہیں۔ مگر کیا حاجی صاحب انڈیا کے اسلامی مدارس (جن سے مراد مکاتب ہیں) کی اصلاح سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اسلامی مدارس کے نصاب کا سوال بڑا ہی قابل غور سوال ہے جس پر علماء کی ایک مشترکہ مجلس کو غور کرنی چاہیئے۔ ندوہ نے یہ کام اپنے ذمہ لیا تھا۔ مگر نصاب تعلیم کی اصلاح کی سکیم ابھی تک بہت کچھ قابل غور ہے۔ جہاں ایک طرف مدت تعلیم کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہاں سلسلہ تعلیم میں ایسی مفید اور ضروری کتابیں ہوں جن سے طالب علم عربی علوم کے ساتھ جدیدہ علوم کی واقفیت پیدا کر کے خدمت اسلام کر سکیں۔

ٹرکی میں تخفیف تنخواہ

دستوری حکومت کے ساتھ ہی اعلیٰ عہدہ داران ٹرکی کی تنخواہوں میں معقول تخفیف کی گئی ہے۔ جس سے یہ غرض ہے۔ کہ سلطنت عثمانیہ کی مالی حالت کی اصلاح کی جاوے۔ اور اس طرح پر جو بچت ہو سکے وہ اعلیٰ پیمانہ پر جنگی تیاریوں کے لئے کام آوے۔

انجمن حمایت حاجیان ہند

جدہ میں ہندوستانی حجاج کی حمایت کے لئے ایک انجمن قائم ہوئی ہے۔ یہ انجمن ہندی حاجیوں کی حمایت اور اعانت کریگی اور وقتاً فوقتاً مسلمانان ہند اور گورنمنٹ آف انڈیا کو ضروری حالات سے اطلاع دیتی رہیگی۔ یہ ترکی کی دستوری حکومت کا نتیجہ ہے امید کی جاتی ہے۔ کہ یہ آزادانہ کام کرنے والی انجمن مسلمانان ہند کو اُن نقصانات سے بچانے میں مدد دیگی۔ جو آئے سال انہیں اُٹھانے پڑیں گے۔

مشرق ادنے کی حالت

جرمنی اور آسٹریا نے بلغاریہ پر لکھا ہے کہ اورنٹیل ریلوے کے قبضہ کے دعاوی کا تصفیہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ کہ پیشتر بابعالی کی رضامندی حاصل کر لی جائے۔

(بعد کی خبر) ایم اسوالسکی سر ایڈورڈ گرے سے روزمرہ طویل طویل مشورے کر رہے ہیں طے ہوا ہے کہ برطانیہ عظمےٰ اور فرانس کی فیاضانہ امداد سے دردانیال کے مسائل ٹرکی اور روس کے مابین جدا جدا طے ہوں گے۔ سرویا کو علاقہ کی تمام اور ڈینیوب کمیشن میں داخلہ کی صورت میں غالباً کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور دیا جائیگا۔ پیرس کے اخبار میٹن کے نامہ نگار نے بلغاریہ کے وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ وزیر اعظم نے بلغاریہ کے صلحکارانہ ارادوں کا ارادہ کیا۔ لیکن کہا کہ اگر ہمیں آزادی خریدنی پڑی تو ہم اپنے خون کے عوض اسے خریدلیں گے۔ (بعد کی خبر) برطانیہ عظمیٰ فرانس اور روس دول کی کانفرنس میں جو پیش کرنے پر متفق ہو گئے ہیں جس کی رو سے عہدنامہ برلن کے بجا دفعات قایم کی جائینگی جن کا منشاء یہ ہوگا کہ بوسینیا ہر زیگووینا کے الحاق اور بلغاریہ کی آزادی کو تسلیم کیا جائے۔ رومیلیا اور بلغاریہ اور یونان پر ٹرکی کے لئے مالی ذمہ داریاں عائد کی جائیں مانٹی نیگرو سے متعلق جسقدر دفعات ہیں اُن سب کے بجائے ایک فقرہ ہو جس کی وجہ سے تمام قیود جو مانٹینگرو پر عائد ہیں اُٹھا دی جائیں اور ریاست مذکور کے ڈینیوب کے حقوق بھی تسلیم کئے جانے چاہیئے۔ اس مضمون کا اعلان ہو کہ جس وقت آئینی اصلاحیں عمل میں لائی جائیں تو ٹرکی سے ممالک غیر کے مطالبات اور ڈاکخانے اُٹھا لینے چاہئیں۔ ریاستوں کا مسئلہ روس اور ٹرکی کے مابین تصفیہ کے لئے چھوڑا جائے اور اس تصفیہ کی بنا اس پر ہونی چاہیئے کہ روس کے جنگی جہازوں کو دردانیال سے گزرنے کا حق دیا جائے اور روس کے ساتھ جنگ کی صورت میں دوسری سلطنتوں کو بھی اس قسم کا حق ہونا چاہیئے۔ صیغہ خارجہ کا اسلسلہ خبر مذکورہ بالا کی تصدیق کرتا ہوا یہ ظاہر کرتا ہے کہ سر ایڈورڈ گرے اور ایم سوالسکی کے درمیان معاہدہ روس و انگلستان کے متعلق بھی گفتگو ہوئی ضروری ہے اور اس بات کے وعدہ ہو گئے ہیں کہ وسط ایشیا کے معاملات کو اتفاق کے ساتھ [illegible]

اصلی ممیرا اور ممیرہ کا سرمہ

حضرت مسیح علیہ السلام و خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ۔ سرمہ حضرت علیہ السلام کے شاہی نسخوں کے مطابق طیار ہوا ہے۔ فی تولہ ممیرا قسم اول ...، دوم ...۔ سرمہ قسم اول ...، دوم ...، قسم سوم ...۔

ہر قسم کی پشاوری لنگی و کلاہ مجھ سے خرید و۔

المشتہر۔ احمد نور کابلی مہاجر از قادیان ضلع گورداسپور

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

فٹ بیٹ بیڈ ریشمی دار لکڑی کے ہینڈل کاک کین اور دو ربڑ سے بنے ہوئے نہایت پائدار ہیں قیمت ... کرکٹ بیٹ ریشمی دار کشمیری لکڑی کے کین ہینڈل دو ربڑ کے بنے ہوئے پیچ کے نہایت عمدہ ...۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہو گی۔ ہینڈل میں ایک ربڑ اور ایک کین ہوگا۔

کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ...

بالوں کے کرکٹ بیٹ { ۱۲×۱۳ کے واسطے درست ایک برس کی ایک سال کی لکڑی کا ...

فٹ بال عمدہ کالر دار و پائدار اور مضبوط بلیڈر نہایت عمدہ و پائدار ... کے لئے فٹ بال

کرکٹ بال ... نہایت عمدہ و مضبوط ... دھاگے کے پیچ ...

کرکٹ وکٹس پریکٹس ... فی کالی

المشتہر:۔ مستری نظام الدین شہر سیالکوٹ

سارٹیفکیٹ:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مال از قسم ... کرکٹ وکٹس و فٹ بال وغیرہ پہنچا۔ ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میں اسے کم خرچ بالا نشین کا مصداق پاتا ہوں ...

نیاز مند: حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجان پور تحصیل ... کانگڑہ

آٹا پیسنے کی چکی یا لوہے کا خراس

یہ خراس یعنے آٹا پیسنے کی چکی تمام ہندوستان میں چلتی ہیں۔ آٹا فی گھنٹہ تیس سیر ... پیس جاتا ہے۔ قیمت درجہ اول ... درجہ دوم ... بذریعہ دی پی کیجاتا ہے۔

صحت بسہل طریق حاصل کرنا

اکثر اوقات بیماری کا سبب پیشاب کا تیز آبی مادہ ہے۔ کہ جسکو کمزور اور ضعیف گردے خون میں سے غطرت جلیا جاتا ہے۔ اس طرح چھانٹ نہیں سکتے ہیں۔ کیونکہ اس پر ہی جسم کی صحت کا بہت کچھ دارومدار ہے۔ گردوں کے ضعف اور مرض کے علامات حسب ذیل ہیں پشت میں درد۔ نیند نہ آنا۔ پیشاب کم اور اس کا رنگ خراب یا دھندلا ہونا۔ پیاس ہمیشہ لگنا۔ جسم میں تکان معلوم ہونا۔ دل کی کمزوری درد سر۔ پٹھوں کی بیماریاں۔ نظر کا دھندلا پن۔ چکر آنا جوڑوں میں درد یا سختی۔ حافظہ خراب ہونا اور جسم کی عام نقاہت وغیرہ اگر توجہ نہ کی گئی۔ تو پیشاب کے امراض گنٹھیا۔ جالندھر۔ ذیابیطس۔ اور گردوں کا اختلاط یعنے سڑنا۔ اور مستورات کی اس قسم کی بیماریاں کہ جن کو اکثر غلطی سے آبائی امراض خیال کیا جاتے ہیں۔ پیدا ہوتی ہیں۔ ڈون کی درد پشت اور گردہ کی گولیاں (ڈونس بیک ایچ کڈنی پلس) گردوں اور پیشاب کے اعضا کو قوت بخشتی ہیں اور پیشاب کا تیز آبی مادہ خون میں نکالنے میں مدد کرتی ہیں کہ جس وجہ سے عمدہ صحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ اچھا رہنا چاہتے ہیں۔ تو گردوں کو اچھا رکھئے۔ ڈون کی درد پشت اور گردہ کی گولیاں (ڈونس بیک ایچ کڈنی پلس) جو کہ ان کے لئے مجرب دوا ہیں ان کو اچھا رکھتی ہیں۔

Doans Backache Kidney Pills

دو روپیہ یا چھ شیشوں کے ساڑھے دس روپیہ تمام دوا فروش فروخت کرتے ہیں۔ یا ڈون پی او باکس بمبئی کے پاس سے

ڈون کا مرہم (ڈونس آینٹ منٹ) ایک مرتبہ لگانے سے کسی قسم کی خارش کیوں نہ ہو۔ فوراً کم ہوجاتی ہے اور اکثر وقت تو ایک ہی ڈبیہ میں بواسیر (باہر نکلی ہوئی یا خونی) سرخ کھوجا۔ کیٹر جیڈ اور داد اور جلد کی سب بیماریاں خارش وغیرہ کی بہت بگڑی ہوئی حالت میں شفا بخشنے کیلئے کافی پائی گئی ہے۔ تمام دوکانداروں کے پاس سے ... قیمت فی ڈبیہ پر مل سکتی ہے۔

اسکاٹس ایملشن

تمہارا جسم جسکے کمزور مقامات سے ضعیف اور لاغر السداد مرض کرتا ہے۔ ہمیشہ اس نشان والا ایملشن لو۔ اسکاٹ ... کا نشان ہے۔ ... فروخت ... سب دوا فروشوں ...

اسکاٹ اینڈ برنس لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹ ... لندن

لاکھوں روپیہ کمانیکا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کیواسطے لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہو۔ تو حکیم نور محمد صاحب پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور کی ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگواکر فروخت کریں جس کی منافع و کمیشن کر آپ مالا مال ہو سکتے ہیں۔ اس تریاق طاعون بے نظیر سریع الاثر و مجرب کی خاصیت ہے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ما تقدم استعمال کرنے سے طاعون جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے۔ اگر خیال طاعون کے شروع ہونے سے پہلے کانوں میں چند قطرے ٹپکائے جائیں۔ اور گھی میں ملکر بدن پر مالش کی جائے۔ تو سردرد بخار چند منٹ میں دور اور سرسام و گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں جلد صحت و سرور حاصل ہوگا۔ تمام مریض بچوں اور انکے لئے جنکو بیہوشی یا بندش گلا کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہوجاتا ہے۔ یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے۔ تعمیم افادہ عام کیلئے بشرط حلفی اقرار عدم افشائے راز بعد ادائے فیس اسکا بنانا بھی سکھا دیا جاتا ہے قیمت فی شیشی ... مگر ان اشخاص سے جو بیچنے کی غرض کر بغرض تجربہ منگائیں۔ ان کو نصف قیمت لیجاویگی

نوٹ۔ جو اخبار یہ اشتہار درج کرانا چاہیں۔ نرخ اجرت سے مطلع فرمائیں

المشتہر

نور الدین۔ کارخانہ تریاق طاعون۔ مقام موکل۔ ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری۔ مضمونوں کی تیز طراری ریفیوں کی آوردن آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ٹھیک ہے۔ ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ۔ بھلا اسمیں بھی کچھ دھوکا ہے۔ قوی متناسلہ کیواسطے ان دونوں قسم کی بیماریوں کیوجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہمنے امراض مخصوصہ کی شکایت کے علاج کیلئے یہ لاجواب معجون طیار کیا ہے۔ جسکے چند استعمال سے امراض متعلق قوائے متناسلہ فوراً انشاء اللہ تعالیٰ دفع ہونگے۔ اور ہر قسم کی امراض کیلئے مفید ہے۔ ہمارا کام نہیں۔ کہ ہم کہدیں۔ کہ جو امرت طیار ہوتی ہے۔ اول نمونہ مفت منگائیں۔ اگر فائدہ ہو طلب فرمائیں فی بکس عہ۔

طلا طلسمی: پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے یا امراض لاحق ہوتی ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتی ہیں ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیں۔ اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکو مفید پائینگے۔ نمونہ منگواکر آزمائیں۔ قیمت و ماشہ ...

سرمہ سلیمانی:۔ آنکھوں کی بیماریوں کو دفع کرنیوالا اور بصارت بڑھانیوالا قیمت ...

سنون دندان:۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرکے دانتوں کو مثل گوہر ...

المشتہر

حکیم محمد حسین خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڑھ ضلع دہلی۔

دو مفید رسالے:۔ رسالہ ثبوت واجب الوجود: خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دہریہ کے اعتراضات کا ایک لطیف اور فلسفیانہ جواب جس میں آریہ سماج کے اصول کی حقیقت کو لکر بتائی ہے۔ قیمت ...

رسالہ تدبیر: اسمیں مسئلہ تقدیر کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اور تقدیر اور تدبیر کے فلسفہ پر خوب بحث کی گئی ہے۔ قیمت ...

دونوں رسالے بٹالہ ضلع گورداسپور منشی حسین بخش ... سے مل سکتے ہیں۔

ضرور اس جلسہ کو بارونق بنا دیں۔ اور ہر ایک بشر خواہ کہرے خواہ مانگ کر مبلغ کم از کم عہ روپیہ ہمراہ لاوے اسوقت اپنے اخراجات کر کے اور جو اصحاب وسعت ہوں وہ زیادہ زیادہ حصہ اس میں لیں۔ اور جو صاحب قادیان کی وجہ سے نہ آسکیں۔ مبلغ عہ روپیہ کم از کم بہجوا دیں۔ سب کی سب احمدیہ انجمنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ہر ایک ممبر کو تحریک کریں۔ کہ ایسا ضرور کیا جاوے تاکہ آئندہ سال میں اشاعت اسلام کے لئے کوئی زیادہ مضبوط عملی رنگ دکہایا جاوے۔ باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے بہی قربانی ایک بڑا بہاری وسیلہ ہے دیکہو جتنی عبادات اسلام میں ہیں۔ سب اسی ایک روح کی طاقت کو بڑہانے کیلئے ہیں۔ اس میں کامیابی ہی اسی وصال کے لئے ایک سیڑہی ہے۔ دوسرے یہ عرض ہے کہ جو جو صاحب اچہے واعظ بن سکتے ہیں۔ بپشیر اسکے کے کالج کے ذریعہ واعظین کا گروہ طیار ہو سکے۔ ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ انکو ترغیب دے۔ کہ وہ اپنی قیمتی عمر سے اچہا کام لیں اور باہر نکل پڑیں۔ سو ایسی پاک انسان اپنی کمر ہمت باندہ کر اپنے آپ کو قوم کے پیش کردیں قوم کا کام ہوگا۔ کہ ان کی عزت و توقیر کرے اور انکے لئے وسائل سفر وغیرہ مہیا کرے ایسے واعظین اگر بیوی بچوں والے ہوویں۔ تو انکے بچوں کے لئے قادیان میں تکمیل تعلیم کا انتظام کیا جاوے۔ اور انکی اہلیہ کو انکے ہمراہ رہنے کے لئے خرچ اخراجات دئے جاویں۔ یا جیسا وہ پسند کریں۔ یہ بہی تو جی چندہ سے ہونا ہوگا۔ غرض قوم کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا کام بڑی مردانگی اور شجاعت سے اسکے سپرد کر گئے ہیں۔ ہر ایک فرد احمدی کا فرض ہے۔ کہ ان سب کاموں کا جو حضرت اقدس کر رہے تہے کرنا اپنا خاص فرض سمجہے۔ اور ہر ایک اپنے کام کو اپنا ہی کام سمجہے۔ اور یہ یقین کرے کہ یہ اسنے ہی کرنا ہے۔ یہ کام اللہ تعالےٰ کا جاری کیا ہوا ہے۔ ہو کر تو ضرور رہیگا گر ایسا نہ ہو۔ کہ ہم میں سے کوئی بدقسمت ایسے ہوں۔ جو اپنے فرایض کی ادائیگی میں کوتاہی دکہاویں۔ مکرر عرض ہے کہ اپنی تحریک کو احمدیہ احباب عملی رنگ دینے کے لئے ہاتہ میں لیں۔ اور کچہ کر کے دکہا دیں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ سے ضرور اجر پاویں۔

جواب قوم کا منتظر
سید محمد حسین (اسسٹنٹ سرجن ریٹائرڈ)

مراسلات آمدہ از دفتر صدر انجمن احمدیہ

بخدمت سیدنا و مولانا حضرت خلیفۃ المہدی المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

امتحان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحکم نمبر ۵۳ جلد ۱۲ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۵ پر میں نے اپنے گرامی قدر اور مخلص بہائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا وہ نیاز نامہ پڑہا ہے۔ جو کہ انہوں نے حضور کی خدمت میں متعلق امتحانات دینیات لکہا ہے۔ اس سے پیشتر یہ عاجز انجمن احمدیہ سیالکوٹ کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی خدمت میں اس تجویز کے متعلق مختصر طور پر عرض کر چکا ہے۔ وہ مختصر گذارش اگرچہ اخبار میں طبع نہیں ہوئی۔ مگر نصاب یا کورس امتحان کے بارہ میں اسمیں عرض کیا گیا تہا۔ اور جن احباب نے اسوقت امتحان میں شامل ہونا منظور کیا تہا ان کے اسما گرامی سے بہی اطلاع دیگئی تہی۔ برادر گرامی قدر حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنی وسعت نظر کی وجہ سے نصاب کی تقسیم بہت موزون کی ہے اور ہر ایک امتحان دینے والے کو وسیع معلومات کے ساتہ وہ امتحان کی مجلس میں داخل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اگرچہ ایسے وسیع پیمانہ کے امتحانات کی مشکلات کے لحاظ سے جو قدرتاً پیدا ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے ۵ سال تک اس امتحان کی سیعاد کو بڑہا دیا ہے۔ اور بلحاظ اس ترتیب نصاب کے جو انہوں نے تجویز فرمایا ہے۔ اسقدر سیعاد یا مہلت کا دیا جانا ضروری ہے مگر میرے خیال میں میرے معزز اور جز رس بہائی کی بعض مضامین جن کو انہوں نے نصاب کی قید میں لاکر زیر امتحان لانا چاہا ہے۔ وہ اپنی وسعت دلائل اور عمومیت طرز بیان کے لحاظ سے امتحان کے طور پر سوال و جواب کے تنگ دائرہ میں محصور ہونے سے امتحان دینے والے کے قلم سے نکلنے کے قابل نہیں ہیں۔ میری مراد جن مضامین سے ہے وہ برادر محترم ڈاکٹر صاحب کے مسائل نمبر ۳ و ۴ میں درج ہیں۔ ان مضامین عالیہ کے زیر امتحان نہ لانے سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امتحان دینے والے ان مضامین کے اہل نہ ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ مضامین بلحاظ اپنی وسعت کے اور ذوق عارفانہ کے اور رنگ میں ظاہر ہونیکے لائق ہیں۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح ان مضامین پر وقتاً فوقتاً جواب مضمون کے طور پر مضامین لکہوا سکتے ہیں اور ان مضامین کو حوالہ قلم کرنے والا مضمون نگار بہی فرصت اور آزادی کیوقت کیساتہ بتوفیق الٰہی عمدہ طور پر نباہ سکتا ہے۔ مجہے یاد ہے۔ کہ حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وقت اس طریق کو بہی امتیاز فرمایا تہا۔ اور بعض احباب نے مضامین تحریر بہی فرمائے تہے۔ اور حضور کی خدمت میں پیش بہی ہوئے تہے۔ ان مضامین عالیہ کے اس رنگ میں ادا ہونے سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جو بزرگ واقعی ان مضامین کے اہل ہیں۔ اور شاید وہ امتحان کی مجلس میں شامل ہونے کیلئے طیار نہ ہوں۔ اس طریق سے انکے پاک خیالات ظاہر ہو جاوینگے اور پبلک احمدی بزرگوں کی پاک طبائع کے نتائج سے عام طور پر فائدہ اٹہائیگی۔ اور اس طرح ہر ایک بزرگ کی تصنیف و تالیف کا مادہ بہی پیدا ہوگا۔ اور ایسے بزرگوں کی ایک جماعت برجستہ اور موزون طبیعت والی ظاہر ہوگی خواہ یہ مضمون نگار زیر امتحان احباب ہوں۔ یا ان بزرگوں میں سے ہوں۔ جو زیر امتحان نہ ہوں۔ باقی رہا۔ امتحان۔ کہ جن سے عام طور پر ایسے معلومات کے افراد پیدا ہوں۔ کہ جن کی نسبت یقین ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص مشن اور آپ کی تعلیم کے مسائل جدیدہ اور دلائل اور براہین سے کہانتک واقفیت ہے۔ اسکے واسطے میرے معزز و محترم بہائی کے نصاب مجوزہ کے شق اول دوم سوم اور پنجم سے مجہکو اتفاق کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ صرف براہین احمدیہ کو شق دوم کے نصاب میں داخل کر لینا چاہیئے اور فصل الخطاب و تصدیق براہین بہی اسی شق میں داخل ہونی چاہئیں۔

شق ہشتم۔ جو حدیث کے متعلق ہے یہ بہی ضروری ہے۔ بخاری شریف تو داخل ہی ہے۔ اسکے سوا اگر حضرت خلیفۃ المسیح ایک ایسی کتاب داخل کر دیں۔ کہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کے مختلف مسائل کیساتہ خاص تعلق ہو۔ تو پہر اس شق کی بہی تکمیل ہو جاتی ہے۔ والسلام۔ عاجز میر حامد شاہ از سیالکوٹ

اعلان

بعض اوقات صدر انجمن احمدیہ کے مختلف افسروں کی طرف سے جماعت احمدیہ میں چندوں کی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ تو احباب انہیں افسران کے نام منی آرڈر ارسال کر دیتے ہیں۔ لہذا تمام احمدی احباب کی خدمت میں بطور یاد دہانی لکہا جاتا ہے کہ مہربانی فرما کر ہر ایک قسم کا روپیہ جو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف مدات کے لئے یا افسران انجمن کی تحریک پر بہیجیں بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان بہجوایا کریں۔ والسلام

خلیفہ رشید الدین۔ اسسٹنٹ سکرٹری
۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء

الحکم الالٰهیه فی اجمال الاخبار النبویه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
حامداً و مصلیاً

اما بعد واضح خاطر ناظرین ہو کہ سنت جاریہ الٰہیہ اکثر یہی ہے۔ کہ اخبار الٰہیہ اور مبشرات و منذرات نبویہ میں قولاً تو اجمال ہوا کرتا ہے۔ اور بوقت وقوع ان اخبار مستقبلہ کے فعل الٰہی میں ان اقوال اخباریہ کی تفصیل بہ بیان واضح ایسی واقع ہوا کرتی ہے[1]۔ یہ دعویٰ اور مقدمہ ہمارا کتب سماویہ سابقہ اور قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر نظر ڈالنے سے کالشمس فی نصف النہار روشن اور ہویدا ہے اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت اور واضح ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم۔ چونکہ اول آیت میں اکراہ جو نکرہ ہے۔ حیز نفی میں واقع ہوا ہے بایں وجہ کسی طرح کا اکراہ اور اجبار ہو جس کو تحکم اور زبردستی کہتے ہیں۔ دین اسلام میں واقع نہ ہونے کو ارشاد فرمایا ہے یہ اس لئے کہ اس آیت سے آیات سابقہ میں ذکر جہاد کا فرمایا گیا ہے۔ اس سے شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ دین اسلام میں زبردستی ہی ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اس شبہ کو یوں دفعہ فرماتا ہے۔ کہ لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض الآیہ کہ جہاد سے یہ غرض نہیں۔ کہ کسی کو دین اسلام میں زبردستی داخل کیا جاوے بلکہ بطور جواب اور ڈیفنس کے مفسدین کے فساد کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے جو ہر ایک گورنمنٹ زمینی کو بھی ضرور ہوا کرتا ہے۔ پھر گورنمنٹ آسمانی کو کیونکر ضروری نہ ہو گا۔ یہاں پر ہر ایک اکراہ کی بطور نفی جنس کے نفی فرمائی گئی ہے یعنی دین اسلام میں وہ فرد اکراہ کی ہی نہیں موجود ہے۔ جو بموجب اخبار مستقبلہ مجملہ مندرجہ کلام و الہام الٰہی کے مبشرات اور منذرات واقع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اخبار مستقبلہ میں ایک ایسا اجمال ہوتا ہے۔ کہ متعصب غبی اور معاند بعد ہی پیشین گوئی کے اس وقوعی بیان الٰہی کو بسبب اپنی عباوت و عناد کے اس اجمال کے ساتھ تطابق نہیں کر سکتا ہے بلکہ اور پہلے زیادہ انکار اور تکذیب کے درپے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر پیشن گوئی میں بھی بعینہ ایسی ہی تفصیل ہو۔ جیسے کہ اسکی وقوع کے وقت میں ہوا کرتی ہے۔ تو پھر مجبوراً اس کو قبول ہی کرنا پڑیگا۔ خواہ طوعاً ہو یا کرھاً۔ لیکن اس صورت میں اکراہ اور اجبار لازم آویگا۔ ولا اکراہ فی الدین آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ دین اسلام کو کسی طرح کے اکراہ اور اجبار کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان اخبار مجملہ کا بیان فعل الٰہی سے ایسے زور و شور کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔ کہ اہل عقل و انصاف پر حقیقت اس پیشگوئی کی کالشمس فی نصف النہار واضح ہو جاتی ہے۔ اور حق و باطل میں ایسا تمیز ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ جیسا رات اور دن میں ہوتا ہے کہ قد تبین الرشد من الغی۔ پھر اکراہ کی کیا ضرورت باقی رہ سکتی ہے پس جبکہ اس اجمال کا بیان اللہ تعالیٰ اپنی فعل سے بڑے زور و شور کے ساتھ واقع کرتا ہے تو جو شخص ان طاغوتوں کا انکار کرے (جو باوجود ایسے بیان فعلی الٰہی کے بھی مکذب اور منکر ہی رہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ پر یعنی اس کے ایسے اقوال مجملہ اور افعال مفصلہ الٰہیہ پر بھی ایمان لاوے۔ جو متعلق پیشین گوئی اور وقوع پیشین گوئی کے ہیں۔ تو وہ شخص ایسے قوی وسیلہ اور مضبوط دستہ کو پکڑتا ہے۔ جو کبھی ٹوٹنے والا ہی نہیں ہے۔ طاغوت اصل میں طیغوت تھا۔ جو حرف یا الف سے بدل گیا ہے۔ بروزن فعلوت جیسا کہ ملکوت و رہبوت ہے مراد اس سے وہ سرکش ہے جو باوجود ایسے وقوعی زور و شور کے بھی ایمان نہیں لاتا ہے۔ لیکن جو شخص کہ ایمان لاتا ہے تو اس نے ایسے قوی دستہ کو پکڑ لیا ہے۔ جو لا انفصام لہا کا مصداق ہے۔ عروہ کی جمع عرا آتی ہے۔ جس کے معنے دستہ وغیرہ کے ہیں۔ جس کو انسان بوقت ضرورت ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اور یہ ایک عجیب استعارہ ہے۔ جو کہ امر معقولی کو امر محسوس کی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا دستہ غیبی ہوتا ہے۔ کہ نہ مومن کا ہاتھ اس سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ وہ دستہ ٹوٹ سکتا ہے۔ خواہ کیسے ہی مصائب اور ابتلاؤں کا سامنا اس کو پیش آوے۔ اسی کو استقامت کہتے ہیں اور آیت یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا الآیہ میں اسی کا بیان ہے۔ اور چونکہ لفظ انفصام بھی نکرہ حیز نفی میں آیا ہے۔ اسلئے باہم ان میں کسی طرح کی جدائی اور انفصال واقع نہیں ہو سکتا۔ نہ عروہ کے لحاظ سے اور نہ مومن کے استمساک کے اعتبار سے کیونکہ جملہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ جزا واقع ہوئی ہے۔ شرط فمن یکفر بالطاغوت الخ کی اور وثقیٰ صیغہ مؤنث افعل التفضیل کا ہے۔ بروزن فعلیٰ کے مذکر اسکا اوثق مثل اوسط و وسطیٰ کے ہے اور لا انفصام لہا حال واقع ہوا ہے۔ ضمیر وثقیٰ یا عروہ سے لہذا اس جزا میں تاکید پر تاکید ثابت ہوتی ہے۔ اور آخر آیت کو ختم فرمایا گیا ہے۔ واللہ سمیع علیم پر صفت سمیع بآواز بلند کہہ رہی ہے۔ کہ منکرین کے اقوال بیہودہ جو دربارہ تکذیب ایسی پیشگوئی کی جو بسبب عناد یا نہ سمجھنے اس اجمال و تفصیل کے عباوت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں سو اللہ کی سماعت سے باہر نہیں ہیں۔ اور صفت علیم میں علاوہ اس اشارہ کے ایک یہ اشارہ لطیفہ بھی ہے۔ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ جس تفصیل اور جزئیات کیساتھ یہ پیشین گوئی واقع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے اس کی خبر نہیں تھی۔ کلا وحاشا۔ بلکہ وہ ذات پاک متصف ہے ایسے علم عمیق کیساتھ جس پر صیغہ علیم مبالغہ کا دلالت کرتا ہے۔ بلکہ جو اجمال پیشگوئی میں تھا۔ وہ بسبب چند حکم الٰہیہ کے واقع ہوا تھا۔ جس میں ایک حکمت یہ تھی۔ کہ دین اسلام میں کسی طرح کا اجبار اور اکراہ واقع نہیں ہے۔ بلکہ اختیار دیا گیا ہے۔ اگر پیشین گوئی میں بھی وہی تفصیل جزئیات کی واقعہ ہوتی جو بوقت ظہور کے وقوع میں آئی۔ تو پھر تحکم اور زبردستی منوانا لازم آتا۔ جو دین اسلام میں نہیں ہے لا اکراہ فی الدین پس اجمال پیشین گوئی میں حکمت تو یہی ہوئی۔ اب دوسری حکمت کا بیان یہ ہے۔

حکمت ثانی

قرآن مجید کے اکثر مقامات سے م

الحکمۃ الثانیۃ

م واضح ہوتا ہے۔ کہ آیات معجبہ اور مقترحہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نبی کے ہاتھ پر بالخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بھی صادر نہیں فرمائیں۔ جس کی وجہ منکرین معاندین

[1] تاکہ اہل انصاف تعصب اور عناد سے پاک اور صاف ہوتے ہیں کوئی شبہ انکو باقی نہیں رہتا ہے۔

نشانات اور آیات کو آنحضرت صلعم سے ہمیشہ طلب کیتے رہے ہیں۔ باوجودیکہ ہزارہا معجزات قولی اور فعلی آپکے ہاتھ پر ایسے صادر ہوتے رہے ۔ کہ اُنکے مشاہدہ میں بھی آتے رہے ۔ کما قال اللہ تعالیٰ واقسموا باللہ جہد ایمانھم لئن جاءتھم اٰیۃ لیؤمنن بھا قل انما الاٰیات عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون۔ ظاہر ہے۔ کہ جب مخالفین معاندین ہزارہا آیات کو دیکھتے تھے۔ اور پھر بھی اقسام غلاظ کھا کر طلب آیات کی کرتے تھے۔ تو اس طلب آیات سے یا آیات ملجۂ مراد ہو سکتی ہیں۔ یا وہ آیات کہ وہ خود اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر مانگتے تھے۔ دونوں صورتوں میں جواب یہ ملا۔ کہ آیات و نشانات تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہیں۔ لیکن میرے اختیار میں نہیں ہیں یعنے اگر وہ آیات میرے ہی اختیار میں ہو دیں۔ تو پھر وہ آیات میرے منجانب اللہ ہونیکی کیونکر دلیل ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جو امر انسان کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر اسکو صادر کر کر وہ کہے۔ کہ یہ فعل اختیاری میرا میرے دعویٰ رسول اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ تو یہ قول اسکا محض از قسم سفاہت ہوگا۔ مثلاً شعبدہ باز جو کوئی شعبدہ اپنا اختیاری دکھلاتا ہے۔ تو نہ کوئی شخص اسکو منجانب اللہ مان سکتا ہے۔ اور نہ وہ شعبدہ باز اس شعبدہ کو اپنے مامور من اللہ ہونیکی دلیل گردان سکتا ہے۔ اور اگر انبیا علی نبینا وعلیہم السلام کے اختیار میں ہی ہوتے۔ تو وہ آیات اور معجزات انکے لئے ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے کے کیونکر دلیل ہو سکتے تھے۔ اسی حکمت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے نشانات اور معجزات کو اپنی ہی اختیار میں رکھا ہے اور نبی علیہ السلام کے اختیار میں نہیں رکھا۔ اور یہی امر جو اُن کی حقیت اور نبوت صداقت کے لئے ایک بڑی حجت تھی مخالفین کے لئے باعث شبہات کا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس سے ایک قسم کا خفا اُن آیات میں آگیا ہے۔ مگر معاندین ہی کے لئے نہ کہ مخلصین کے لئے۔ پس اس آیت سے بلحاظ اس حکمت کے ثابت ہوا۔ کہ پیشگوئیاں اور اخبار مستقبلہ میں ایک طرح کا خفا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو دوسرا اجمال مذکورہ ہے جو مذکور ہوا۔

الحکمۃ الثالثہ

تیسری حکمت اس آیت کے اخیر میں یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ جو مخالفین معاندین کی انتہا اور ان اور فطرتوں کیساتھ بخوبی علیم وخبیر ہے وہ خوب جانتا ہے۔ کہ اگر آیات مقترحہ مخالفین کی بھی اللہ تعالیٰ ظہور میں لادیگا تو بھی وہ معاندین ایمان نہ لاویں گے۔ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون۔ اسی مطلب کو آیندہ آیات میں بشرح وبسط اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ وکلمھم الموتیٰ وحشرنا علیھم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ الایۃ۔ لہذا چونکہ فعل حکیم مطلق کا خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔ تو ایسے نشانات بدیہہ کا صدور جو وہ دونی چار کے مصداق ہوں۔ حکمت الٰہی کے محض خلاف ہے۔ بلکہ محض عبث اور لغو ہے۔ وتعالیٰ شانہ عن ذٰلک علوا کبیرا پس آیات مقترحہ یا ملجئہ کا صدور انبیاء کے ہاتھ یا اختیار میں نہیں ہو سکتا۔ اسلئے علم کلام کی کتابوں میں یہ مسئلہ بلا اختلاف اتفاقاً لکھا ہوا ہے۔ کہ معجزہ نبی کا فعل اللہ تعالےٰ کا ہوتا ہے۔ نہ فعل انبیاء کا۔ عبارات علم کلام کے نقل کرنے میں طوالت موجب ملالت ہوگی اسلئے نقل نہیں کی گئیں اور حسبنا کتاب اللہ پر اکتفا کیا گیا ۔

الحکمۃ الرّابعۃ

حکمت چوتھی۔ اگر ایسی بدیہی آیات و نشانات انبیاء کے ہاتھ سے صادر ہوویں۔ یا پیشین گوئیوں میں وہی تفصیل جزئیات کی واقع ہووے کہ جو بوقت ظہور پیشین گوئی کے جو جو جزئیات وقوع میں آتے ہیں ۔ وہ سب موجود ہوں! تو پھر مابین اہل علم وعقل اور جہلا اغبیا کے کیا فرق ہوگا! اور علوم مدونہ معانی وبیان وغیرہا کس کام کے رہینگے؟ اور مخلص باعمل اور غیر مخلصین بے عمل میں کیا فرق باقی رہیگا؟ لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ کہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا بتول تھے کہ حفظ [illegible] فرماتا ہے۔ والذین اوتوا العلم درجات وغیرہ وغیرہ اسلئے یہی حکمت الٰہی مقتضی ہے کہ پیشین گوئیوں میں کچھ نہ کچھ اجمال کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ فرق مراتب مقررہ الٰہیہ اصطلاح سے باقی رہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وما یذکر الا اولوا الالباب۔ یعنی متشابہات کے وجوہ کثیرہ کو جو متمیز وجوہ محذورات سے ہوویں۔ انکو بجز علمائے صاحبان بواطن علوم کے اور کوئی نہیں یاد رکھ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اور فرقہ سوائے اولوالالباب کے نصیحت اور تذکر متشابہات سے حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ غیر اولوالالباب کے ہیں۔ وہ دو ان سے معانی باطل مراد لیتے ہیں۔ جو محکمات کے مخالف ہوں حالانکہ عندالعقل یہی ضروری ہے۔ کہ متشابہات ذو الوجوہ یعنے جو آیات متشابہات ہیں۔ ان سے مراد وہ لیجاوے جو مطابق محکمات کے ہووے۔ کیونکہ محکمات میں تو سوائے ایک وجہ کے دوسری وجہ کا احتمال ناشی عن الدلیل نہیں ہوتا۔ بخلاف متشابہات کے کہ وجوہ کثیرہ کے محتمل ہوتی ہیں۔ پس متشابہات کا ارجاع جو ذو الوجوہ ہیں۔ محکمات کی طرف ضروری ہے۔ کیونکہ وہ تو سوائے ایک وجہ کے دوسری وجہ کا احتمال ہی نہیں رکھتی۔ اگر ایسا کچھ نہ کیا جاویگا۔ تو اللہ تعالےٰ نے انکا نام والذین فی قلوبھم زیغ ۔ اسی آیت میں رکھا ہے۔ کما فی الحدیث پس اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ کلام الٰہی میں متشابہات کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی امر جہلا معاندین پر باعث خفا ہو جاتا ہے۔ یہی ہے چوتھی حکمت ۔

الحکمۃ الخامسہ

پانچویں حکمت یہ ہے۔ کہ احکام الٰہیہ کی بجاآوری میں جب تک انسان اپنی محبوبات کو خرچ نہ کرے اور فی سبیل اللہ انکو استعمال میں نہ لاوے تب تک کسی فلاح کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ اسلئے ہر ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کا خرچ کرنا ضروری ہے۔ اور اپنی جوارح اور اعضا اور قوائے ظاہری کا استعمال میں لانا بھی ضروری ہے۔ پس اسی طرح پر اپنی قوائے باطنیہ یعنے نظر اور فکر اور قوت نظریہ عقلیہ و اخلاقیہ کا صرف کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ بغیر صرف کرنے ان قوائے طیبہ کے استحقاق حصول ثواب کا اسکو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ جو وارد ہے۔ فلہذا حکمت الٰہیہ مقتضی ہے۔ اس امر کی کہ پیشین گوئیوں میں بالضرور ایک طرح کا اجمال ہونا ضروری ہے۔ تاکہ [illegible] اہل عقل اپنی غور اور فکر کو استعمال کر کر حقیقت پیشین گوئی کی سمجھے۔ اور حسب بیان سابق کے مستحق ثواب کا ہووے۔ اور اگر پیشین گوئیوں میں اجمال نہ ہووے بلکہ وہی جزئیات کی تفصیل موجود ہو۔ جو بوقت ظہور پیشگوئی کے اسکے جزئیات تفصیلیہ وقوع میں [illegible] ہیں۔ تو پھر فرمائیے کہ علوم کی کیا حاجت رہی اور [illegible] اہل فکر و نظر کی کونسی ضرورت موجود رہی۔ جو موجب [illegible] استحقاق ثواب کی تھی۔ علماء جہلا [illegible] ہو سکتے حالانکہ نصوص بینہ کے

یہ امر محض خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ یہ پانچویں حکمت ہوئی۔ پیشین گوئیوں کی اجمال میں جس کا بیان تفصیلی بوقت ظہور پیشین گوئیوں کے اللہ تعالیٰ خود اپنے فعل سے فرما دیتا ہے۔ اب حکمت چھٹی کا بیان کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ہر ایک قوۃ انسانی ظاہری و باطنی کا یہ حال ہے۔ کہ جب اسکو معطل اور بیکار رکھا جاوے۔ تو وہ قوۃ ضعیف یا سلب ہوتی جاتی ہے۔ اور جب اسکو کام میں لایا جاوے۔ تو ایک اپنی دائرہ استعداد تک قوی ہوتی چلی جاتی ہے اللہ تعالےٰ نے اس فطرت انسانی کی ترقی کا لحاظ امت محمدیہ میں فرما کر قرآن مجید میں آیات متشابہات بھی نازل فرمائیں۔ اور پیشین گوئیوں میں جو قیامت تک واقع ہونے والی ہیں۔ ایک قسم کا اجمال ہی رکھا۔ اور آیات متشابہات کلام مجید اور کلام نبوت اور الہامات تینوں میں نازل فرمائیں۔ تاکہ ہر ایک انسان مومن اپنی فکر اور نظر کو وقتاً فوقتاً تیز کرتا رہے۔ اور اپنے قوائے نظریہ کو معطل نہ کر دیوے چنانچہ سلف صالح اور اوائل امت نے اس حکمت اور اشارہ الٰہیہ کو سمجھکر بڑے بڑے علوم دقیقہ میں جنکے ساتھ وہ مختص ہیں۔ اپنے اذہان کو دوڑایا اور بحکم وعدہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے ایسے ایسے علوم ایجاد کئے جو دنیا بھر میں کسی پیغمبر کی اُمت نے اپنی پیغمبر کی کتب الٰہیہ کی اور احادیث نبویہ کی حفاظت کے لئے ایسے علوم الٰہیہ ایجاد نہیں کئے تھے۔ امت محمدیہ کی توجہ اس حکمت الٰہیہ پر کیونکر راجع ہوتی۔ کہ بشارت الٰہیہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہو چکا تھا۔ اور قیامت تک کتاب اللہ اور سنت محمدیہ کا بلا تغیر و تبدیل جاری رہنا منظور الٰہی روز ازل سے مقرر ہو چکا تھا۔ خصوصاً قرآن مجید ایک ایسی کتاب باوجود اختصار کے جامع اور مانع ہے۔ کہ کوئی معرفت اور کوئی صداقت کسی مذہب میں ایسی نہیں پائی جاتی۔ جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ اور کوئی شبہ و وسوسہ اہل باطل کا نہیں۔ جسکا جواب باصواب خواہ صراحتہً ہو یا اشارتاً قرآن مجید میں نہ پایا جاتا ہو قوانین اور جو کتب اصول میں مدون ہیں۔ ان کے ملاحظہ سے ثابت ہے۔ کہ اجتہاد اسی امت کیساتھ مخصوص ہے۔ لیکن معارف غیر متناہی اور حقایق لامتناہی کے لیے جو قرآن مجید باوجود اس اختصار

کے موجود ہیں۔ انکے اظہار کے لئے علمائے ظاہری کیواسطے ان علوم مختلفہ دین اسلام کا مدون ہونا ضروری تھا کیونکہ وجود مجدد کا تو بموجب حدیث صحیح کے ایک صدی کے بعد ہوتا ہے تاکہ جو اغلاط ان علمائے ظاہری سے بسبب موجود ہونے قوت وہمیہ علماء کے باوجود اہل علم ہونے کے دین اسلام میں واقع ہو گئی ہوں۔ ان اغلاط کا وہ ازالہ کر دیوے یہ تجدید دین محمدیہ کی بذریعہ مجدد صدی کے ایک مزید فضل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مخصوصات اسی امت سے ہے۔ اور اس سے ہی مقصود و مراد الٰہی یہی ہے۔ کہ اگر صدی میں جو بسبب خلط اوہام علمائے ظواہر کے دین اسلام میں کچھ اغلاط واقع ہو جاویں۔ وہ مجدد اسکو رفع کر دیوے اور مجدد کا نفس قدسی کچھ ایسا واقع ہوتا ہے۔ کہ قطع نظر ان الہامات کے جو اسکو منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ ان علوم مدونہ کی تعلیم منجانب اللہ اسکو ایسی ہو جاتی ہے۔ کہ کوئی عالم متبحر بھی اگر اسکا مخالف ہو جاوے تو ان علوم میں بھی اس مجدد کا ہرگز ہرگز کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور علوم آلیہ جیسے کہ علم معانی و بیان علم بدیع علم کلام علم فقہ۔ علم اصول حدیث۔ علم حدیث۔ علم تصوف حقہ علم تفسیر علم مناظرہ علم منطق وغیرہ وغیرہ علوم میں اس مجدد کو ایسا ملکہ راسخہ ہوتا ہے کہ اسکے مقابلہ میں تمام علمائے متبحر ٹھوکر کھا کر ایسے گرجاتے ہیں۔ کہ پھر سنبھل ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ الحق دہلی کے ملاحظہ سے ناظرین کو واضح ہے۔

"حضرت فاضل امروہی نے یہ ایک مبسوط مضمون شروع کیا ہے۔ مگر ناسازی طبیعت و نصیب اعداء کیوجہ سے وہ اسکو پورا نہیں کر سکے۔ اسلئے فی الحال یہیں تک درج کیا جاتا ہے۔ باقی پھر دوسرے وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ لکھا جائیگا۔" ایڈیٹر

دارالامان کی خبریں

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں اور برکات سے حصہ لے رہے ہیں۔ ۲۰ رمضان المبارک کی صبح کو آپ مسجد مبارک میں معتکف ہوئے۔ آپ نے ارادہ فرمایا ہے۔ کہ آپ اسی عشرہ میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر سنائیں گے۔ یعنے پوری قرآن مجید کا۔ چنانچہ آپ نے شروع فرمایا ہے۔

آپکے ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب اور پیر منظور محمد صاحب، پیر محمد اسحاق صاحب بھی معتکف ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے خاص برکات سے بہرہ ور فرمائے۔

۲۔ حضرت اُم المومنین علیہا السلام اور آپکا خاندان بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ تندرست ہے۔

۳۔ راس التین سے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ایک خط آیا ہے جس میں ڈیڑھ سو آدمیوں نے بیعت کی ہے۔ اسقدر دور دراز ملک سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد ایک کثیر تعداد کا داخل سلسلہ ہونا اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کی بات ہے۔ اصل خط معہ ترجمہ اگلی اشاعت میں انشاء اللہ درج کیا جائیگا۔

۴۔ ۱۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے معائنہ کیلئے انسپکٹر صاحب حلقہ امرتسر آنے والے ہیں

اسلامی دنیا

امرتسری منکر امرتسری منکر کی حالت قابل رحم ہے جو آیات اللہ کو دیکھتا ہوا بھی انکار کرتا ہے۔ امرتسر کی حالت پر لکھتا ہے "امرتسر میں تعداد اموات اکثر زیادہ سے زیادہ بیس پچیس تک ہوا کرتی تھی۔ لیکن ان دنوں موسمی بخار نے ایسی مہلک صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ تعداد اموات قریباً دو سو تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں دو ثلث سے زیادہ مسلمان ہوتے ہیں۔ اور ابھی کمی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

جس کو دیکھو۔ وہی بخار میں مبتلا ہے۔ اور سوئے پر سو دُرے والی مشہور مثل آجکل امرتسر پر خوب صادق آتی ہے۔ گرانی کی بھی حد ہو گئی ہے۔ الاخرہ۔

خود ایڈیٹر صاحب۔ ان کا منیجر۔ کاتب۔ پریس کے ملازم تک بیمار ہیں۔ اس پر شوخی یہ کرتے ہیں۔ کہ

آہ! مرزا صاحب قادیانی زندہ ہوتے تو اُن کا معجزہ تھا!

اے نادان۔ یہ معجزہ تو اب بھی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ آپنے شائع کر دیا تھا طاعون جاتی رہی مگر بخار رہ گیا۔ یہ موتا موتی کی گرم بازاری آپ کی سچائی کی گواہ ہے۔ اور جیسا تو خود لکھتا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ پتہ لگ جائیگا۔

منتظر باش!
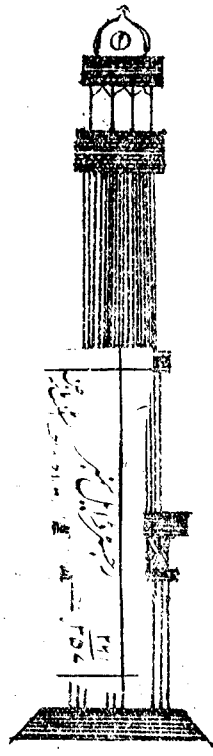
نمبر ۶۰ | قادیان دارالامان۔ مورخہ ۱۸۔ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مطابق ۲ ذیقعد ۱۳۲۴ ہجری المقدس | جلد ۱۰

مستقل سرمایہ جمع کرو!

کثرت سے تحریکیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور کم و بیش اُن پر عمل درآمد بھی ہوتا رہتا ہے۔ مگر جو سوال میں آج قوم کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ معمولی نہیں قابل غور ہے۔ سلسلہ عالیہ کی ضروریات پر ایک سال کے اندر کسی صورت میں ایک لاکھ سے کم خرچ نہیں ہوتا۔ اور قوم اس خرچ کو ادا کرتی ہے۔ یہ رقم سال بسال قومی ضروریات کے دائرہ کی وسعت کے ساتھ ہی بڑھتی جاتی ہے۔ اور یوں قوم کا بوجھ بڑھ رہا ہے۔

اگر ان بڑھتے ہوئے اخراجات کے لئے کوئی مضبوط انتظام نہ کیا جاوے۔ تو اس میں تو شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی نہ کوئی راہ نکالتا رہیگا۔ جو یہ اخراجات پورے ہوتے چلے جائیں۔ مگر جہاں ہم اپنی ضروریات کے لئے مناسب جدوجہد کرتے ہیں۔ وہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ اُن ضروریات کے لئے جو قومی ضروریات ہیں۔ بہت کچھ سوچ بچار کریں۔ کیونکہ اگر انتظام مناسب نہ کیا جائیگا۔ تو آئندہ وسعت سوال دراز کرنا شائد مناسب نہ ہوگا۔

علاوہ بریں ایک لاکھ کی رقم کا ہر سال قومی سرمایہ سے کم ہو جانا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ فقرہ کسی قدر تشریح طلب ہے۔ قوم جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ ہر سال ضروریات قوم کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیتی ہے۔ اور یہ روپیہ چونکہ دوسرے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ اس لئے بالکل واضح بات ہے۔ کہ قوم ہر سال اپنے سرمایہ میں سے ایک لاکھ روپیہ کم کر دیتی ہے۔ میں اس کو ایک مثال سے واضح اور کھولتا ہوں۔ فرض کرو۔ قومی سرمایہ کی مقدار ۲۰ لاکھ ہے۔ اور اس میں سے ایک لاکھ کی رقم ہر سال نکلی چلی جاتی ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ ۲۰ سال میں یہ سرمایہ ختم ہو جائیگا۔ کہا جائیگا۔ کہ ۲۰ سال کے اندر قومی سرمایہ میں کبھی افزائش ہوگی۔ مگر اس میں وہ اخراجات شامل نہیں ہوں گے۔ جو قومی سرمایہ دار لوگ اپنی ضروریات کے لئے کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے اس پیشین گوئی [illegible] جاتا چاہئے۔

یا اس کو یوں سمجھ لو۔ کہ فرض کرو۔ کہ مدرسہ کے اخراجات کے لئے ہم ہر سال بیس ہزار خرچ کرتے ہیں اور یہ رقم قوم کے روپیہ میں سے نکل جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ کوئی رقم داخل نہیں ہوتی۔ تو یہ صریح کمی قومی سرمایہ کی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ علم اقتصاد کا ہے تاہم ایسا نہیں کہ سمجھ میں نہ آسکے۔

پس اس نقصان کو جو قومی سرمایہ کے لئے خطرناک نقصان ہے۔ روکنا اور اس کا انسداد کرنا ضروری ہے۔ اس سے یہی نہیں۔ کہ قومی نقصان ہے۔ بلکہ قومی ضروریات میں بھی روکیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس نقصان کا انسداد اور قومی ضرورتوں کی رکاوٹوں کا دور کرنا بجز اس کے نہیں ہوسکتا۔ کہ

انجمن کے ہاتھ میں مستقل سرمایہ ہو

اور انجمن اس سرمایہ کو کسی کام میں لگا کر اسے آمدنی کا ذریعہ بنائے۔ انجمن کے روپیہ کا یوں ہی بیکار پڑا رہنا کسی صورت میں مفید نہیں ہوسکتا۔ مگر ابھی تک تو انجمن کے ہاتھ میں کوئی ایسی معتدبہ رقم نہیں۔ جس کو وہ کسی تجارتی کام میں یا ایسے محفوظ رنگ میں لگا سکے۔ جس سے اخراجات سلسلہ کے لئے ایک آمدنی کی صورت پیدا ہو۔

میں جو کچھ کہتا ہوں۔ خدا کے فضل سے کام کی بات [illegible]

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

...ہے۔ اس میں غلطی کا ہونا یا اس تجویز میں کسی نقص کا ہونا بھی ممکن ہے۔ مجھے اپنی کسی رائے یا تجویز کے مکمل اور ناقابلِ خطا ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں اس کو بُرا مناتا ہوں۔ کہ کوئی اس پر نکتہ چینی کرے۔

اور اصل یہ ہے کہ تبادلہ خیالات سے ہی انسان صحیح واقعات پر پہنچ سکتا ہے۔ کسی قوم یا سوسائٹی کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسے اس کی غلطیوں پر اطلاع ملے۔ اس لئے میں ہمیشہ خوش ہوتا ہوں اور اپنی بہتری اور بھلائی کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کم از کم ان معاملات پر جن کا تعلق قوم کے سود اور بہبود سے ہو۔ اُن لوگوں کو جو اہل الرائے اور اہلِ قلم ہیں بولنا چاہئے۔ یہی مقصد شوریٰ اور مجلسوں کی تہ میں کام کرتا ہے۔ بہر حال میں جو کچھ لکھتا ہوں یہ میری ذاتی رائے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس میں غلطی ہو۔

میری غرض اس مضمون میں قوم کو انجمن کے لئے مستقل سرمایہ کی تجویز پر متوجہ کرنا ہے۔ اور یہ ایسی تجویز ہے۔ کہ اگر اس پر توجہ نہ کی گئی۔ تو قوم کے قومی سرمایہ میں معتدبہ کمی کا اندیشہ ہے۔ اشاعتِ اسلام کی مد میں اگر پانچ سو روپیہ ماہوار کا خرچ ہو۔ تو اس قدر سرمایہ جمع ہو جانا چاہئے جو پانچسو روپیہ کی آمدنی اس سے ہو سکے۔ اور اس طرح یہ وہ اُن اخراجات کا کفیل ہو۔ اسی غرض کو مدنظر رکھ کر میں نے ۵ فیصدی کی تحریک کی تھی۔

انجمن نے اس رقم کو جو جمع ہو۔ خواہ وہ کسی قدر بھی ہو مستقل سرمایہ قرار دینے کی تجویز منظور کر لی ہے۔ لیکن یہ رقم ایسے طور پر پوری نہیں ہونی چاہئے۔ کہ اس کے لئے برسوں کا انتظار کرنا پڑے۔ اس لئے اس کام کو پوری کوشش اور توجہ سے شروع کرنا ضروری ہے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو۔ یہ پچیس ہزار روپیہ تو جمع ہو جاوے۔ تاکہ اسے کسی نفع بخش کام میں لگا کر اس کی آمدنی سے کسی ایک صیغہ کے اخراجات کی صورت پیدا ہو۔ مستقل سرمایہ کا سوال ایک ضروری سوال ہے۔ جو قوم کو اس سال احمدیہ کانفرنس میں سوچنا چاہئے۔ اور اس کے متعلق فیصلہ ہو کر کام کی صورتیں اختیار کی جاویں۔ جن سے جلد تر یہ رقم پوری ہو جاوے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ بزرگانِ ملت اس تحریک کو مفید اور مؤثر بنانے کی فکر کریں گے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اخباروں کا ایک ورق | میں نے اس سے پہلے ..... کسی اشاعت میں ذکر کیا تھا۔ کہ یہ وہ میگزین کا آخری ورق سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات مالی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اور قوم کو سب سے صرف ہندسوں کا ورق سمجھ کر یا توجہ ہی اس پر سے نہیں گذر جانا چاہئے۔ بلکہ پورا غور کرنا ضروری ہے۔ اور قومی اخبارات کا فرض ہے۔ کہ وہ اس **ورق** کے متعلق وقتاً فوقتاً قوم کو متوجہ کریں۔ یہ **ورق** میرے سامنے ہے۔ اور مجھے اس کو پڑھ کر دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔

شفا خانہ کی ایک مد کے متعلق قوم کے معزز ڈاکٹروں کو میں نے توجہ دلائی تھی۔ کہ اس مد کا مقروض ہو جانا درست نہیں ہے اور بہت جلد یہ کمی پوری ہو جانی چاہئے۔ مگر اب اواخر سال پر تین سو سینتیس روپے چار آنہ کی یہ مد مقروض ہے۔ **مقبرہ بہشتی** کی ایک پائی بھی یکم دسمبر کو جمع نہیں ہے۔ **بیت المال** میں اڑھائی سو روپیہ کے قریب ہے۔ کیا یہ قوم قوم کو اس کی ضروریات پر متوجہ نہیں کر سکتی ہیں؟

سالانہ جلسہ | سالانہ جلسہ کے لئے انجمن کی طرف سے ضروری انتظام ہو رہا ہے۔ چونکہ اس مرتبہ گذشتہ سالوں سے بہت زیادہ احباب کے آنے کی توقع کی گئی ہے۔ جیسا کہ خطوط سے معلوم ہوا ہے اس لئے ان کی رہائش کے لئے ایک بہت بڑے چھپر کا انتظام کرنا پڑا۔ جس پر ایک معقول رقم خرچ آئے گی۔ اس کے علاوہ اور جو انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان کی اطلاع وقتاً فوقتاً اخبار میں کی جاتی رہی ہے۔ اب وقت قریب ہے۔ اور یہ آخری پرچہ ہے جو جلسہ سے پہلے ہمارے بھائیوں کو ملیگا۔ اس لئے ایک آخری بات ان سے کہہ دینی ضروری ہے۔ کہ ہم سب جو یہاں ہیں آپ کو قادیان آنے کے لئے خیر مقدم کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں۔ کہ آپ ان اغراض کو مدنظر رکھیں گے جن کے لئے آپ نے یہ **سفر** محض خدا کے لئے اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جزا ہو۔ اور اُن برکات سے بہرہ ور کرے۔ جو اس سفر کا نتیجہ ہیں (آمین)۔ جلسہ کا دنیوی اسباب اور رنگ میں کامیاب ہونا **قومی فنڈز** کی تکمیل پر منحصر ہے۔ اور یہ سوال آپ کے سامنے رہنا چاہئے۔ کہ اس کے لئے آپ نے کیا کرنا ہے؟

بین الاقوام اسلامی کانفرنس | یہ زمانہ تبلیغ کے لئے ازل سے بہتر نیا اسباب کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ کل دُنیا اس وقت ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ روس کے ایک سر برآوردہ مسلمان اسماعیل غصبر نسکی اس فکر و تردد میں ہیں۔ کہ روئے زمین کے مسلمانوں کی ایک کانفرنس قائم کی جاوے۔ جس میں اسلامی دُنیا کے اخلاقی۔ تمدنی۔ اور اقتصادی زوال کے بواعث پر غور کی جاوے اور اس کانفرنس کو پولٹیکل معاملات سے بالکل الگ رکھا جاوے۔ ایسی انجمن کا قیام فی الواقعہ ہمارے لئے انشاء اللہ العزیز **نفع بخش** اور مفید ہو گا۔ یہ انجمن ہمارا ہی راستہ صاف کرے گی۔ اس لئے کہ دُنیا میں صرف یہی ایک **سلسلہ** ہے جو اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حقیقی اصلاح کا خواہشمند ہے۔ اور نہ از خود بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے ہی برگزیدہ کیا ہے۔ اس انجمن کے پہلے اجلاس کے لئے **قاہرہ** دارالسلطنت مصر میں کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کانفرنس میں **احمدی سلسلے** کے کسی ممبر کا موجود ہونا انشاء اللہ خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ اور ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس موقعہ کے لئے ایک **موجز رسالہ** لکھا جاوے۔ جس میں مسلمانوں کے اسباب ضعف اور اُن کی اصلاح پر بحث ہو۔ اور اگر غور کیا جاوے۔ تو ایسا جدید رسالہ لکھنے کی بھی حاجت نہ ہو گی۔ ہمارے سید و مولیٰ امام علیہ الصلوٰة والسلام نے اس مضمون پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اسے جمع کر دینا ہی کافی ہو سکتا ہے۔ یہ ایک موقعہ ہے۔ سلسلہ کی اشاعت کا۔ اور اسے ہاتھ سے کھونا نہیں چاہئے۔

میں تقریر کرونگا | صدر انجمن احمدیہ کے پروگرام جلسہ میں آخری دن کی شام کو میری تقریر ظاہر کی گئی ہے۔ اگرچہ مجھے خدمت احباب سے بہت ہی کم وقت مل سکیگا۔ اور آخر سال کی وجہ سے انجمن کے ضروری کام سے آجکل بھی بہت ہی کم فرصت ملتی رہی ہے۔ بلکہ قریباً نہیں ملتی۔ تاہم میں انشاء اللہ العزیز کوشش کرونگا۔ کہ تقریر کروں۔ اور احباب کو اپنے خیالات سے آگاہی کا موقعہ دوں۔ میری تقریر کا موضوع یا مضمون

آرگنازیشن یا نظام قومی

ہو گا اور اس خیال سے کہ یہ مضمون محفوظ ہو جاوے میں اس کو پہلے سے لکھ دینے کے لئے سعی کرونگا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

جلسہ پر آنے والے احباب یاد رکھیں | اوّل سرٹیفکیٹ

جو ریلوے کمپنی کی طرف سے جاری ہوئے ہیں۔ وہ صرف ایک آدمی کے لئے ہیں۔ ان میں اندراج صاف ہو۔

۲۔ روانہ ہونے سے پہلے ہر شخص اپنے بستر پر اپنا نام اور پتہ لکھ کر چٹ مضبوط لگا دے۔ اور اگر ایک جماعت ایک شہر یا گاؤں سے آنے والی ہو۔ تو اس جماعت کی پوری فہرست آنے والے احباب کے ساتھ۔ اور تمام بستروں کی بھی فہرست ہو۔ تاکہ بٹالہ سٹیشن پر پہنچتے ہی استقبالی کمیٹی کے آنریر...

ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب کو دی جاوے۔

۳- بٹالہ سٹیشن پر ڈاکٹر صاحب اپنے دوسرے مددگاروں سمیت احباب کا استقبال کریں گے۔ اور اُن کی روانگی کے لئے مناسب انتظام بستروں اور اسباب کے لئے گڈوں اور بہیروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ جن احباب کو یکہ چاہیئے۔ وہ بٹالہ پہنچنے کی تاریخ اور وقت سے اطلاع دیں سکرٹری انجمن احمدیہ کو اطلاع دیں۔ تاکہ وہ انتظام کرا دیں۔

۴- بٹالہ سٹیشن پر یہ انتظام ۲۵ کی صبح سے لیکر ۲۷ کی شام تک ہوگا۔ ان تاریخوں سے پہلے یا بعد میں آنے والے احباب کو خود انتظام کرنا پڑیگا۔ اور انہیں تکلیف ہوگی۔

۵- قادیان پہنچنے پر حافظ عبد الرحیم اور شیخ عبد الرحمن صاحب مہمانوں کو اُن کی فرودگاہ کا پتہ بتائیں گے۔ اور اُن کے لئے مناسب انتظام اُن کی رہائش کا کریں گے۔

۶- انتظام کو قائم رکھنے اور اپنے آرام کے لئے احباب سب انتظامی کمیٹی کے قواعد کو ملحوظ رکھیں گے۔

چوہدری مولا بخش کی چٹھی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے ہر چند کوشش کی۔ اور دُعا بھی کی۔ لیکن امسال دار الامان کی جلسہ مبارک پر شامل ہونے کے لئے کوئی راہ نہ نکلی۔ بیرونجات کے اکثر احباب نے مجھ کو بذریعہ تحریر و تقریر جلسہ مبارک پر حاضر ہونے کے لئے مجبور کیا۔ اور میں نے اُن کے ساتھ صرف ایک دن کے لئے جلسہ پر جانے کے لئے وعدہ بھی کر لیا۔ لیکن افسوس ہے کہ میں اس وعدہ کو بھی پورا نہیں کر سکتا ہوں۔ اب میں آپ کے اخبار کے ذریعہ اُن دوستوں کی خدمت میں جن کے ساتھ میں نے وعدہ کیا تھا۔ اطلاع دیتا ہوں۔ کہ میں جلسہ مبارک پر حاضر ہونے سے مجبور ہوں۔ شرح کرایہ میں رعائیت ہونے کے باعث اب سیالکوٹ سے بٹالہ تک انٹرمیڈیٹ کلاس کے درجہ میں سفر کرنے پر صرف ۲/ روپیہ کرایہ آنے جانے میں خرچ ہوگا۔ اور ایک روپیہ کرایہ یکہ بٹالہ سے دار الامان تک۔ اس مبارک موقعہ پر صرف مبلغ ۳ روپیہ کرایہ خرچ ہوتے ہیں۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں مبلغ ۱۰/ روپیہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ مبلغ ۲۵/ روپیہ والے فنڈ میں اس رقم کو جمع کرا دیں۔ کیونکہ بموجب رزولیوشن ۵۵۲ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۸ء مجلس معتمدین مبلغ ۱۰/ روپیہ بھی اس فنڈ میں جمع ہو سکتے ہیں۔

میں یہ رقم سید حامد شاہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ کی معرفت آپ کی خدمت میں بھیجتا۔ جیسا کہ میں اخبار بدر مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۸ء میں عرض کر چکا ہوں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب موصوف نے یہاں سے ۲۴ تاریخ کو روانہ ہونا ہے اور اُن کے پہنچنے پر فی الفور کارروائی جلسہ شروع ہو جاویگی اور میری غرض اس تحریک سے یہ تھی۔ کہ وہ تمام دوست جن کو میری طرح کسی اشد ضروری وجوہات کے باعث شمولیت جلسہ نصیب نہ ہوتی ہو۔ وہ اپنے آنے جانے کا خرچ اس فنڈ میں جمع کرا دیں۔ اور یہ تحریک قبل از کارروائی جلسہ ہی مفید ہو سکتی ہے۔ اس لئے قبل از کارروائی جلسہ مبلغ ۱۰/ روپیہ ارسال خدمت بذریعہ منی آرڈر کرتا ہوں۔ کہ حساب صاحب کو دے کر رسید بھجوا دیں۔

آجتک مجھ کو جس قدر دوست ملے ہیں۔ میں نے زبانی ہی اُن سب کو ایک روپیہ نذرانہ ادا کرنے کی تاکید کر دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب دوست ایک ایک روپیہ نذرانہ ادا کریں گے بلکہ اکثر دوستوں نے یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اس نیک رسم کو جاری رکھیں گے۔ والسلام

الراقم

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی موعود کا ادنےٰ خادم

بندہ مولا بخش بھٹی احمدی سیالکوٹی۔

ایک نہائیت مفید و کار آمد نسخہ

گھر میں صابون بنانے کا

پچھلے دنوں ایک شخص لائل پور میں اخبارات میں اشتہار دے کر اس نسخہ کو مبلغ پانچ روپیہ کو بیچتا رہا ہے۔ اور اب تک وہ بیچ رہا ہے۔

میں نے خوب تجربہ کیا ہے۔ اور اکثر میں خود اپنے گھر کے لئے یہ تیار کر چھوڑتا ہوں۔ اس سے کپڑے نہائیت صاف اور سفید دُھلتے ہیں۔ درحقیقت یہ نسخہ صابون بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ میں اسے فائدہ عام کے لئے نیچے درج کرتا ہوں۔ مگر یہ التجا ہے۔ کہ جو صاحب اس نسخہ کو تجربہ فرما دیں یا یاد کریں۔ یا پڑھا ہیں۔ وہ میرے لئے دعا ضرور فرما ویں کہ اللہ جل جلالہ مجھے دین اور دُنیا کی حسنات عنائیت فرماوے۔

نسخہ معہ ترکیب یہ ہے۔ **نوٹ**۔ جو ہی کی ترکیب ہے۔ اسی طرح کریں۔ ورنہ صابون نہیں بنے گا۔

۱- ایک چھٹانک سوڈا کاسٹک ۱/ یا ۲/ کا (بازار سے مل جاتا ہے۔ اور روپے کا دو سیر ملتا ہے۔ ایک چھٹانک کے تین پیسے لیتے ہیں) اس کو تین چھٹانک پانی میں بھگو رکھیں یہ پانی ہو جائے گا۔ مگر شب بھر بھیگا رہے۔ **نوٹ** اس کو ہاتھ نہ لگاویں۔ کیونکہ یہ جلا دیتا ہے۔ کسی برتن میں لے آویں پانی میں بھگونے کے بعد لکڑی سے ہلاتے رہیں۔

۲- میٹھا تیل ایک پاؤ میں ایک چھٹانک چربی گلا لیتا پھر تیل علیحدہ کر لیں۔ ٹھنڈا ہونے دیں۔ یہاں تک کہ شیر گرم رہ جاوے۔

اب ۲ میں ۱ ملانا شروع کریں مگر آہستہ آہستہ ملاویں۔ اور ایک لکڑی سے ہلاتے جاویں۔ یہاں تک کہ ۱ بالکل ختم ہو کر تیل میں مل جاوے۔ ازاں بعد سوڈا سادہ ایک چھٹانک ڈلی سفوف کر کے مرکب میں آہستہ آہستہ ملاتے ہوئے لکڑی سے ہلاتے جاویں۔ یہ اب صابون تیار ہو گیا۔ اسے جس برتن میں آپ ڈالیں گے۔ اُسی کی شکل اختیار کر لیگا پھر اسے اٹھوا کر ہوادار کمرہ میں رکھدیں۔ جب خشک ہو جاوے۔ استعمال فرما دیں۔ کپڑے سفید کرنے میں لاثانی ہے۔

نوٹ:- یاد رہے کہ نسبت مذکورہ بالا وزن کے لحاظ سے کمی بیشی نہ ہو۔ اگر زیادہ بنا دیں۔ تب بھی یہی نسبت ہو۔

راقم

خاکسار احمد حسین احمدی لائل پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مراسلات

جناب مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم قادیان!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جو مولوی ابو سعید صاحب عرب کو بکمال عنائیت و شفقت ہم دور افتادوں کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ اُس کے شکریہ کا عریضہ جو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں انجمن کی جانب سے روانہ کیا گیا ہے۔ اُس کی ایک نقل اطلاعاً مرسل ہے۔ براہ کرم اپنے اخبار گوہر بار میں درج فرما کر مشکور فرماویں۔

میر محمد سعید سکرٹری جماعت انجمن احمدیہ حیدر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعالی خدمت خلافت مآب خلیفۃ المسیح والمہدی امیر المومنین حضرت اعلیٰ نور الدین ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جماعت احمدیہ حیدر آباد حضرت خلافت پناہی کا کس زبان سے شکریہ ادا کرے۔ کہ ان ایام نمونہ حشر میں جبکہ آیہ شریفہ یوم یفر المرء من اخیہ و

اخوۃ وابیہ وصاحبتہ دینیہ کا مضمون اُلٹیان دکن پر پورے طور سے صادق آرہا تھا۔ کہاں شفقت و مرحمت کی جستہ جستہ خطوط و تار روانہ فرمائے۔ مگر افسوس کہ بسبب بد امنی کے وہ ہم تک نہ پہنچ سکے۔ اور نہ اُن کا جواب ادا کیا گیا۔ مگر پھر امیر المومنین کی خاص شفقت قلبی و ہمدردی آخر کار رہ سکے بغیر نہ رہ سکی۔ کہ اپنے ایک مخلص محب جناب حافظ ابو سعید صاحب عرب کو اس قدر دور دراز مسافت سے اور خاص اپنے ذاتی مصارف سے مزید ہم دردا فتادوں اور مصیبت زدگوں کی خبرگیری کے لئے روانہ فرمایا۔ جناب عرب صاحب موصوف نے یہاں تشریف لا کر باوجود اپنی علالت کے فرائض مفوضہ کو بخوبی ادا کیا۔ اور ہر ایک احمدی بھائی کو تسلّی و تشفّی دینے سے احمدی اخلاق کے اعلیٰ نمونہ کا کامل ثبوت دیا اور حضرت خلافت مآب کا یہ پیغام بھی پہنچایا کہ اگر کسی احمدی کے اہل و عیال اس ناگہانی طوفان سے لاوارث ہوگئے ہوں۔ یا کسی کا خانمان برباد ہوگیا ہو۔ تو اُن کو اگر وہ چاہیں۔ فوراً قادیان روانہ کردو۔ ہم اُن کے ہر طرح سے بار برداری کے ذمہ دار و کفیل ہو جائیں گے۔ حضرت عالی کی ذات بابرکات سے ہم کو ایسی ہی امید ہے اور رہیگی۔ مگر یہ خبر یقیناً امیر المومنین اور دیگر ممبران سلسلہ عالیہ کی خوشی کا باعث ہوگی۔ باوجودیکہ اکثر احمدیوں کے مکانات ایسے نشیبی مقامات پر واقع تھے جو فی الحال کالعدم ہیں اور جہاں سے ہزاروں نعشیں برآمد ہوئیں۔ اور اُن محلوں کے تمام مکانات بیخ و بنیاد سے اکھڑ گئے۔ اور نیست و نابود ہو گئے۔ ایک احمدی بھی بلکہ اُن کے متعلقین میں سے ایک بھی اس طوفان عظیم میں ضائع نہیں ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب تمام جماعت احمدیہ حیدرآباد بکمال ادب بارگاہ خلافت میں گذارش پرداز ہے کہ عالی جناب ہم بیکسوں اور دور افتادوں کے حق میں دعا فرماویں۔ کہ خداوند کریم ہمارے ایمانوں کو کامل کرے۔ ہماری عملی حالتیں درست ہو جائیں۔ ابتلاؤں میں استقامت عطا کرے۔ ہم میں پاک تبدیلی ہو جائے۔ اور دوسروں کے لئے پاک نمونہ ہوں۔ جبکہ ہم اس دار فانی سے کوچ کریں۔ تو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سچے وفادار اطاعت گذار مخلص تابعدار ہوں۔ آمین۔

مولوی ابو سعید صاحب عرب جن کی شفقت ہر دل عزیز ہے صاحب موصوف کا یہاں رہنا ہمارے تسکین و اطمینان کا باعث ہوتا تھا بغنیمت تھا۔ لیکن اُن کی روانگی کا خیال ہم پر سخت ناگوار گزرتا ہے۔ مگر حضرت خلافت پناہی اور اراکین سلسلہ کی ذرہ مندی کا خیال ہو نیز ایک حامل مکرم کے ذریعہ ہماری حالت کے اظہار کی تمنّا اس امر پر مجبور کرتی ہے۔ کہ عرب صاحب کو نہایت شکریہ کے ساتھ رخصت کریں۔ اب ہم اپنے عریضہ کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔ کہ اے خداوند کریم و رحیم اُس وجود باجود کو جو تیرے پانچ لاکھ بندوں کے لئے مجسّم رحمت ہے۔ جس کی بابرکت ذات ہمارے لئے فخر و افتخار کا موجب ہے۔ اور جو تیرے پاک اور سچے فرستادہ اعلیٰ حضرت مسیح موعود (ان پر خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیارا اور بہت پیارا ہے۔ سالہا سال ساتھ صحت و تندرستی کے زندہ رکھ۔ اور اس کی ذات فیض مآب کے مبارک سایہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کو نشو و نما دے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

معروضہ جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن

۱۴ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۱ نومبر ۱۹۰۸ء دوشنبہ حیدرآباد دکن

حافظ میر محمد سعید احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

آں اے پروانہ ایں گرمی شمع محفل داری
چو من در آتش خود سوز اگر سوز دلی داری

برادر مہربان! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کی باتوں کا اور آپ کے فقرات اور الفاظ کا قولہ و اقول کی طرز پر جواب دینے میں بہت لمبی عبارت اور زیادہ وقت صرف ہونے کا احتمال ہے۔ پھر بھی امید نہیں کہ وہ مدعا حاصل ہو سکے جو ذیل کی عبارت سے انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔ میں جو کچھ لکھنا شروع ہوں گا۔ اُس کو پڑھتے ہوئے آپ کبیدہ خاطر تو ہوں گے۔ لیکن خاتمہ تک پہنچکر غالباً آپ کی تسکین ہو جائے گی۔ اور آپ اپنے اعتراضات کا کافی جواب پالیں گے سُنئے اور بغور سُنئے۔ آج کل گدی نشین صوفیوں اور جبہ پوش مولود خوانوں کی کمی نہیں۔ یقیناً آپ بہت سے صوفیوں اور صوفیوں سے واقف ہوں گے۔ جن کی تمام ہمتیں اوراد و وظائف اور مریدین کو حلقہ میں توجہ دینے اور ترک حیوانات وغیرہ کے مجاہدات تعلیم کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ اس زمانہ میں دیندار اور باخدا ہونے کا ثبوت عام طور پر ان باتوں میں محدود سمجھا جاتا ہے۔ کہ کسی بزرگ کی اولاد میں ہونا۔ راتوں کو اُٹھ کر ذکر کرنا۔ چلہ میں بیٹھنا۔ ترک حیوانات کرنا۔ ہر وقت تسبیح ہاتھ میں رکھنا اور اس کے دانوں کو حرکت دینا۔ حزب البحر اور حزب الاعظم اور درود تاج وغیرہ وغیرہ وظائف پڑھنا۔ باتیں بہت کم کرنا یا اشاروں سے باتیں کرنا۔ یا ایسا وعظ کہ سامعین کو رُلا دینا۔ دُنیا داروں سے قطع تعلق کرنا۔ ہر شخص سے فروتنی اور عاجزی کے ساتھ پیش آنا۔ غرضیکہ اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو عام لوگوں کی نگاہ میں دینی اعتبار سے کسی شخص کو معزز بنا دیتی ہیں۔ ہم احمدی لوگ ان سب باتوں کے مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ بعض باتوں کو اچھا بھی جانتے ہیں اور اُن کے موئید ہیں لیکن اس وقت اپنے عقائد اور خیالات سے قطع نظر میں آپ سے مستدعی ہوں کہ اب آپ ان چلہ کشی اور گوشہ نشینی کرنیوالے بزرگوں میں سے کسی ایک کو فرض کر لیجئے کہ زمانہ نبوی میں کسی ایک کو نبی کریمؐ اور اصحاب نبی کریم کی زیارت کے لئے جاتا ہے وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ نبی کریمؐ اسلحہ جنگ زیب تن کئے ہوئے اپنے مسلح اصحابؓ کے جھرمٹ میں کھڑے ہیں اور مکہ پر فوج کشی کی تیاری اور مشورہ کر رہے ہیں بُزدلوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے ہیں اور جو لوگ لڑائی سے جی چراتے ہیں ان کو اس سبب سے نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ زبیر بن العوامؓ اپنی تلوار کا امتحان کر رہے ہیں اور سعد بن وقاصؓ اپنی کمان اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اپنے نیزے کو ٹھیک کر رہے ہیں اب غور فرمائیے کہ یہ بیچارا ہندوستان کی اُبلی ہوئی دال کے ساتھ چند لقمے کھانے والا جس نے کبھی اپنے ہاتھ سے ایک مرغی بھی ذبح نہیں کی ضرور حیران ہوگا اور اپنے دل میں کہیگا کہ یہ لوگ تو بڑے خونخوار بے رحم اور فسادی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس روحانی فوج کے وقت اُس بیچارے کی کچھ زیادہ آؤ بھگت بھی نہ ہوگی اور نہ کوئی اُس کی تعظیم تکریم کے لئے اُٹھ کر دوڑ ہوگا۔ ایک دوسرا نظارہ بھی دیکھئے۔ امیر تیمور کی فوج کا ایک نہایت بہادر سپاہی جو تیمور کی تمام لڑائیوں میں شریک رہا ہے بڑے شوق کے ساتھ اشجع الناس سید الثقلین خاتم الانبیاء اور اُن کے بہادر اقبالمند اصحاب کرامؓ کی زیارت کے واسطے ملک حجاز کا سفر اختیار کرتا ہے اور نبی کریم کی خدمت بابرکت میں اُس وقت پہنچتا ہے جبکہ حدیبیہ کا صلحنامہ تحریر ہو رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ کفار نے محمدؐ رسول اللہ کے بجائے محمدؐ بن عبداللہ لکھنے کو کہتے ہیں اور نبی کریم باوجود بہادر اصحابؓ کی ایک معقول جماعت ہمراہ رکھنے کے اور اصحاب کرامؓ کے غیرت دلانے کے بھی پرواہ نہ کر کے کفار کی اس سخت شرط کو بھی منظور کر لیتے ہیں اسی طرح باقی شرائط بھی اسی قسم کی ہیں۔ ایک ایسا شخص اس کو بُزدلی پر محمول کر سکتا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ دونوں شخص اگر اپنی اپنی محدود لیاقت و رحم و نظر کے پیمانہ سے نبی کریم اور اُن کے اصحاب کرام کے مدارج کو ناپنے لگیں تو کہاں درست نتائج پر پہنچ سکتے ہیں جو کچھ میں نے لکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ تو بس اسی قدر ہے جو لکھ چکا ہوں لیکن اب سیقلکیلئے بھی بتاؤں کہ کیونکر معلوم ہوتی ہے حضرت اقدس قادیان میں رہنے والے جو عموماً مہاجرین اور اپنے وطنوں اور مکانوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر یہاں مدینۃ المسیح میں دھونی رما کے بیٹھے ہیں وہ ہرگز کسی ہی نسبوی غرض سے یہاں نہیں بیٹھے اُن کے حالات کا اندازہ آپ کو یا کسی کو دو چار دن میں کیا ہو سکتا ہے۔ آپ تو نہیں وہ ہرگز نہیں لیکن اگر کسی غیر احمدی کا یہی فیصلہ لکھتا۔ تو اُس میں یہ شعر لکھتا۔ ترا از کار و کفر تو ہم بر خود اول جدائی۔ سو بندہ تو اُن کا ہم ہے کم و وسال ہے تو بلا استقلال یہاں رہنے کا تو مجھکو حاصل ہے اور خدا کا شکر ہے کہ میرے دماغ میں انسان شناسی و کسی اجمالی کے تفصیل سے سمجھنے کا مادہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے میرے تعلقات بھی یہاں کے تمام بزرگوں کو ملنے کا طور پر ہے

قدیم آریوں کے لچھن

ہندوستان میں آریہ جماعت بھی ایک نرالی جماعت ہے دُنیا کے کسی حصہ یا ملک میں اگر کوئی خوبی کی بات ظاہر ہو۔ تو جھٹ قدیمی آریوں کی طرف اس ایجاد کو منسوب کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر یورپ یا امریکا میں کوئی نئی قسم کی مشین یا غبارہ یا توپ ایجاد ہو۔ تو سماجی ویدک علوم کی عظمت بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اگر کسی مذہب میں عمدہ اخلاق تہذیب اور شائستگی نظر آئے۔ تو اسے ویدوں کا سرقہ بتا دیا جاتا ہے۔ غرض یہ چال بازی اور دھوکہ دہی ہے۔ جس سے لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس سماجی اخبار یا رسالہ کو دیکھو۔ اس میں یہی ہڑبونگ مچی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ ہندوستان ترقی نہیں کر سکتا اور نہیں کرے گا۔ جب تک پُرانے آریوں کے نقش قدم پر نہیں چلیگا۔ چونکہ جس شخص کو پُرانے آریوں کے لچھن معلوم نہ ہوں۔ وہ حیران ہوتا ہے۔ کہ ”ہے ایشور! پُرانے آریوں کے لچھن کیا بند نہ ہوں گے“۔ اس لئے عام لوگوں کی آگاہی کے لئے پُرانے آریوں کی تہذیب اور شائستگی کو ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ آریہ سماج لوگوں کو کہاں لیجانا چاہتی ہے۔ اور ان کے بزرگوں میں ترقی کے کون سے اوصاف تھے؟ بہر حال یہ مضمون ہندوؤں کے سب فرقوں کے لئے بالخصوص اور ماسوائے ہندوؤں کے دیگر قوموں کے لئے بالعموم فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

لالہ دولت رائے صاحب مشہور آریہ مصنف ”سوامی دیانند کیا پیغام لایا“ ”سچا یاتری“۔ ”کوشلیا“ ”بھیشم پتامہ“۔ ”نانک دیو“۔ ”رانی تارا“۔ ”ارجن دیو“۔ وغیرہ وغیرہ نے ایک کتاب ”دہرم یدہ سنشر یعنی اصلی مہابھارت“ حال میں شایع کی ہے۔ جس میں انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اصلی اور نقلی مہابھارت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابتدائے کتاب میں ایک پُرزور دیباچہ لکھا ہے۔ اس میں لالہ صاحب نے مہابھارت کے زمانہ۔ بھارت کے مہارشیوں کے اخلاق۔ عادات۔ اطوار۔ تہذیب اور شائستگی کا بڑی تحقیق سے تذکرہ لکھا ہے اور یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ دُنیا میں کوئی ملک یا کوئی قوم اگر ترقی کر سکتی ہے۔ تو صرف ان ہی اصول پر چلنے سے۔ چنانچہ لالہ صاحب نے دیباچہ میں اپنے پوتر مسئلہ نیوگ پر بھی بڑی عمدہ بحث کر کے اس کی خوبیوں کو ظاہر کیا ہے۔ بلکہ یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آریوں کے جتنے مشہور بزرگ اور معروف بزرگ تھے۔ وہ اکثر اس پوتر نیوگ ہی کے ذریعہ سے اس دُنیا میں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے

کہ دوسرا امر مہابھارت میں بطور شہادت اور وضاحت امور متذکرہ بالا کے مسئلہ نیوگ ہے۔ مہابھارت میں کئی اکابران زمانہ کے نام آیا ہے۔ ان میں سے چند کی پیدائش نیوگ کے قاعدے سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً چیتر انگدر اور چیتر وسریہ یہ نیوگ زادے تھے۔ دھرت راشٹر اور پانڈو نیوگ زادے۔ یدہشٹر اور ارجن وغیرہ بھی نیوگ زادے خیال کئے جاتے ہیں۔ بدہر اور کرن کنواری ماؤں سے پیدا ہوئے تھے۔ بیاس ویدوں کا مؤلف یا مصنف بھی غیر شادی شدہ جوڑے کی اولاد تھا (ناظرین اس فقرہ کو بغور ملاحظہ فرما دیں) درونا اور کرپا چارج کی پیدائش کی نسبت یہی شُبہ ہے۔ باوجود ان واقعات کے جو مہابھارت میں درج ہیں۔ دیگر ایسے واقعات اُن کی پیدائش کی نسبت بیان کئے گئے ہیں۔ جو نیوگ کے خیال پر پردہ ڈالدیں۔ یا ناجائز ولادت کے خیال کو چھپا دیں۔ (بڑی غلطی کی) حالانکہ یہ خیال مہابھارت کے زمانہ کے بعد کے ہیں۔ مہابھارت کے زمانہ میں نہ ایسی اولاد معیوب خیال کی جاتی تھی۔ اور نہ نیوگ کو بُرا سمجھا جاتا تھا۔ (بھلا کون ایسے پوتر کام کو بُرا سمجھے) کیونکہ ایک وقت نیوگ کو ناجائز تصوّر نہیں کرتے تھے (بھلا کیوں ناجائز تصوّر کریں ایسی نعمت خداداد کو کون چھوڑتا ہے)۔

غرضیکہ اس قسم کے کئی عجیب و غریب فہم انسانی سے بالاتر مسائل بیان کرنے کے بعد لالہ صاحب موصوف صف اوّل پر مہابھارت کے مہاپُرشوں کی تہذیب اور شائستگی کی تصویر مندرجہ ذیل عبارت میں دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو ناظرین کے بغور پڑھنے کے قابل ہے۔

(اوّل) مہابھارت میں سوائے ویدوں کے کسی اور مذہبی کتاب کا ذکر نہیں آیا (شکر ہے)

(دوم) کسی قسم کی دیگر عبادت ایشور کی ان میں مذکور نہیں۔ اور وہ بطریق سندھیا (دیگر دیوتاؤں کو اطلاع ہو گئی۔ تو وہ ضرور کوئی اودہم مچائیں گے)

(سوم) کسی اوتار کا اس میں تو ذکر نہیں۔ سوائے کرشن کے اور کرشن کی الوہیت بھی ایسے حصّوں میں بیان ہوئی ہے جو بعد کے شامل شدہ ہیں۔ رامچندر کا نام تو آیا ہے (ہندو غور

ل شکر ہے کہ آریہ بھی اب ویدوں کو انسان کے بنائے ہوئے ماننے لگے ہیں۔ سچائی اپنی خود ہی دلیل ہوتی ہے۔

پڑھیں۔ اور اپنے بڑوں کی تعظیم کی داد دیں) لیکن ان کا اوتار ہونا اُس میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اصل حصّہ میں کرشن کو بھی اوتار نہیں تسلیم کیا گیا۔

(چہارم) اصل مہابھارت کے تواریخی حصّے میں کسی بُت کا ذکر نہیں ہے۔ ملاوٹی حصّوں میں صرف وشنو۔ اِندر۔ شیو کا نام ملتا ہے۔ دیگر بیشمار دیوتے جو آجکل ہم گنتے ہیں ان کا کوئی ذکر درج نہیں ہے۔ (مہابھارت میں نہیں۔ تو کیا ڈر ہے۔ وید میں ہزارہا دیوتاؤں کی پرستش کی تعلیم موجود ہے۔

(پنجم) برہمنوں کو بہ لحاظ اعلیٰ برن ہونے کے کوئی خاص بزرگی اس زمانہ میں حاصل نہ تھی۔ بلکہ کھتری برہمنوں سے افضل خیال کئے جاتے تھے۔

(ششم) برہمن اپنی لڑکیاں کھتریوں کو بیاہ دیتے تھے۔ (بڑی مبارک رسم تھی)

(ہفتم) برہمن علم اسلحہ سیکھتے تھے۔

(ہشتم) نیوگ کا رواج تھا۔ اگر بیاہ نہ ہو۔ اور اولاد پیدا کرنی چاہے۔ تو ایسی اولاد چنداں معیوب خیال نہیں کی جاتی تھی۔ (یہ اولاد معیوب کیوں خیال کی جاوے۔ جبکہ اس میں کئی فائدے ہیں۔ نہ کسی مرد دے کا دباؤ اور نہ ڈر اور آزادی کی آزادی۔ اولاد کی اولاد۔ آریوں کا فرض ہے کہ اس پوتر رسم کا بڑی جانفشانی سے بھارت ماتا میں رواج دیں)

(۹) یگ میں جانور قربانی کئے جاتے تھے۔ بلکہ انسانی قربانی کا بھی رواج تھا۔ لیکن کم (شکر ہے۔ کہ مسلمانوں کی جان چھوٹی)

(۱۰) رشی اور برہمن گوشت استعمال کرتے تھے۔ گو کلیہ قاعدہ نہ تھا۔ (مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ آریہ تو ان کے بھائی نکلے۔ گھاس پارٹی والو۔ اب تو مان لو)

(۱۱) بھیس کا شکار مروج تھا۔ (گھلے ہی نے بُرا کیا تھا)

(۱۲) اصل باشندوں کو آریہ لوگ راکش۔ دیت اور پشاچ وغیرہ کہتے تھے۔ اور انہیں کا نام شودر تھا۔ ان کو حقیر سمجھا جاتا تھا۔ (اس برتے پر تتا پانی۔ عالمگیر برادری کے مدعی شرم کریں)

(۱۳) عورتیں مردوں کی مجلس میں گو بے نقاب آتی تھیں۔ لیکن مُنہ ڈھانپنے کا بھی کسی قدر رواج تھا (اس لئے کہ انسانی کانشنس اس بات کا ہادی ہے۔ کہ عورت غیر مردوں کے سامنے بے حجاب نہ ہو)

(۱۴) عورتیں اور مرد مل کر رقص و سرود کی محفل کیا کرتے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲-۶-۱۰-۱۴-۱۸-۲۲-۲۶-۳۰ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شایع ہوتا ہے۔

Registered No. L. 77

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

الحکم

ایڈیٹر: شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے (صہ)

۲- خواص سے (عـہ)

۳- ہندوستان سے باہر (ے)

۴- غیر مذاہب والوں سے (۱۲ ؍)

۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے (۱۲ ؍ ۶)

نوٹ

عہ سالانہ کا اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔
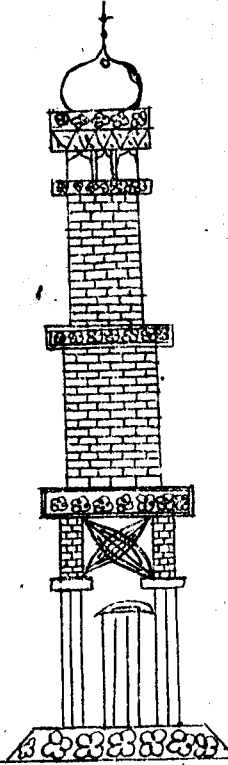
نمبر ۵۶ | قادیان دار الامان مورخہ ۳۰- اکتوبر ۱۹۰۸ء مطابق ۴ شوال ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

بول کر مضمون لکھانا

جولیس سیزر کے متعلق تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ وہ عموماً اپنے مراسلات اور فرامین کے لئے یہ انتظام کیا کرتے تھے۔ کہ ایک ہی وقت میں اپنے سات سکرٹریوں کو بلا کر ایک کمرہ میں بیٹھ جاتے۔ اور ایک ہی وقت میں اُن سات منشیوں کو اپنے مراسلات و فرامین املا کراتے جاتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ہر ایک کا مضمون جدا اور الگ ہوتا تھا۔ پھر بھی اُن میں باہم ربط اور ترتیب قائم رہتی تھی۔ ایسا ہی نپولین اور بعض دوسرے مصنفوں کے متعلق تاریخ میں واقعات ملتے ہیں۔ میں آج محض اس وجہ سے کہ میرا ہاتھ مجروح القلم ہے۔ آپ لکھنے سے قاصر ہوں۔ اور اخبار نویسی کا فرض مجبور کرتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ لکھوں۔ اس لئے جولیس یا نپولین سے تجربہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہوں اور اس طرح پر گویا ہ

زبان سے کام لینا کام ہے وقت رقم میرا
برائے ہاتھ میں بھی میری کہتا ہے قلم میرا

سالانہ جلسہ کی تقریب بہت ہی قریب اور احباب کی خود فراموشی اور سہل انگاری اُن تجاویز کے متعلق جو میں متواتر شایع کر رہا ہوں۔ اب تک وہی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ جوں جوں جلسہ کے دن قریب آتے جاتے ہیں اُسی قدر احباب ان تحریکوں کو بھلا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ وقت ہمارے لئے ہمہ تن مصروف اور متحد فی الارادہ ہو کر کام کرنے کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد اُس فرض اور ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے ہم سب ذمہ وار ہیں اور میری رائے میں صرف اخلاقی ہی نہیں۔ بلکہ شرعی فرض ہے۔ کہ ہم اُس کام کے کرنے کے لئے جو آپ کی بعثت کا مقصد اولی تھا۔ پوری سعی کریں۔ اور اگر اُس میں کسی قسم کی کوتاہی یا غفلت ہوئی۔ تو خدا تعالے نے جس کام کے کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ کسی حال اور کسی صورت میں رُک نہیں سکتا۔ اور نہیں رُکیگا۔ مگر واویلا اور افسوس ہوگا۔ (خدا نہ کرے) ہم پر جو ہم اُس خدمت سے محروم کئے جا کر کسی دوسرے کو یہ فخر اور سعادت ملے۔ کسقدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ ایک ایسی جماعت جو خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر اور اپنی تعداد میں سینکڑوں کا عدد رکھنے والی ہے۔ اپنا ایسا گہرا اثر تعلیم یافتہ قلوب پر کر سکے۔ کہ وہ اپنے مفاد اور دنیوی منافع کو کچل کر ہمارے اپنے مذاق کے موافق ایک نہائیت ہی لغو کام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور صرف قوت لایموت لیکر خدا تعالے کے خلاف جنگ کرنے کے لئے میدان میں نکلیں۔ اس سے میری مراد اُس قوم اور گروہ سے ہے جو دیو سماج کے نام سے نامزد ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے منکر اور اس کے ضمن میں انبیا و رسل اور نبوّت اور مکالمات الٰہیہ کے دشمن ہیں۔ خدا تعالے کے نشانات پر ہنسی کرتے۔ اور ایام اللہ کو استہزا سے دیکھتے ہوئے بھی وہ اپنے مشن کے لئے بلا خوف لومۃ لائم باہر نکلتے ہیں۔ اور کام کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جو جیسا کہ ابھی میں نے کہا۔ خدا تعالے کا منکر اور صرف سینکڑوں آدمیوں کا مجموعہ ہے۔ دوسری طرف ایک جماعت ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر منکر نہیں۔ بلکہ دیکھ کر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دار الامان میں شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی کے اہتمام سے چھپ کر شایع ہوا

ایمان لاتی ہے۔ اُس نے مسئلہ نبوت کو قیاسی اور خیالی طور پر نہیں۔ بلکہ یقینی اور مشاہدہ کی صورت میں قبول کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشان دیکھے اور اس کے مامور و مرسل کے مُنہ سے وہ باتیں سُنیں جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس کا گزرا ہوا زمانہ یاد دلادیا بلکہ دکھا دیا۔ ایسی حالت صورت میں آؤ ہم سب بجائے خود اُس قربانی اور ایثار کا مقابلہ کریں۔ جو ہمارے بالمقابل منکران خدا کی جماعت کر رہی ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دکھاؤ۔ کہ تمہارے اندر وہ بات اور وہ اسپرٹ پیدا نہیں ہوئی۔ جو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ پیدا کرنی چاہتا تھا۔ خدا تعالیٰ کو عضو معطل کی طرح ماننے والے آریہ سماج کا ایک لیڈر قحط زدگان کی امداد کے لئے اپیل کرتا ہے۔ اور ایک یا دو گھنٹوں کے اندر اُس کی قوم ساٹھ ستر ہزار روپیہ اُس کے قدموں پر نثار کر دیتی ہے۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کو قادر مطلق، مقتدر، متصرف بالارادہ مان کر اُس کے وعدوں پر ایمان رکھتے ہوئے اُس کی قائم کردہ ضروریات میں سے ایک شاخ کے لئے پچیس ہزار روپیہ بھی نہیں نکال سکتے؟ اگر ہماری یہی حالت ہے۔ اور قربانی کی یہی صورت ہے۔ اور اقرار بیعت کا یہی حال ہے۔ تو مجھے معاف رکھا جائے۔ کہ ابھی ہم اس مقصد سے بہت دور ہیں۔ جو اسلام کے مفہوم میں داخل ہے۔ ہمارے اندر حقیقت اسلام کا عملی رنگ میں پیدا ہو جانا ہی ہماری کامیابی کے لئے خضر راہ ہوگا اور وہ حقیقت ہم سے

ایک فدیہ چاہتی ہے۔

یہ قربانی جہاں ایک طرف ہمارے ناجائز ارادوں اور خواہشوں کو کچلنے کی تحریک کرتی ہے۔ جس سے تزکیہ نفس پیدا ہوتا ہے۔ وہاں دوسری طرف ہمارے اموال اور اوقات پر اپنا اثر پیدا کرنا چاہتی ہے۔ جس سے استقلال اور وفاداری اور اسلام کے لئے مرد میدان ہونے کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ جب تک ہم اس راہ پر قدم نہیں مارتے۔ یہ حقیقت پیدا نہیں ہوگی۔ میں حقیقت اسلام کے فلسفہ پر بحث کرنا [illegible] نہیں سمجھتا۔ اور شاید اس پہلو سے میں [illegible] گیا ہوں۔ اس لئے میں [illegible] کی طرف آکر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس وقت ہمیں ضرورت ہے ایسے آدمیوں [illegible] اوقات کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے کا [illegible] طرح پر وہ اپنے انفاس سے

جہاد کرنے والے ٹھہریں۔ چونکہ اس مقام پر جہاد کا ایک لفظ آگیا ہے۔ اس لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جہاد سے مراد سعی فی الدین ہے۔ اور قرآن مجید میں بِاَنْفُسِهِمْ وَبِاَمْوَالِهِمْ اس کی دو صورتیں لکھی گئی ہیں۔ میں اُن لوگوں کے ساتھ متفق نہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بِاَنْفُسِهِمْ کا جہاد اس وقت نہیں ہو سکتا۔ میری اپنی سمجھ میں اس کی اب بھی ویسی ہی ضرورت ہے۔ جیسی پہلی تھی۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ ہم میں سے ایسے لوگ نکلیں۔ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں میں وقف کر کے اشاعت اسلام کے لئے وہ بیدہ بلکہ کو بکو پھریں۔ اور ہر شخص کے کانوں تک اسلام کا پیغام پہونچادیں۔ اس کے لئے ضرورت نہیں کسی تلوار کی۔ کسی تیر اور تفنگ کی۔ اور حاجت نہیں کسی لڑائی اور جنگ کی۔ بلکہ ضرورت ہے صبر اور استقلال کی۔ اپنی خواہشوں اور ضروریات کو کم کرنے کی۔ بردباری اور برداشت کی۔ ایسا ہی ضرورت ہے ایسے لوگوں کی۔ جو اس صورت جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ اپنے اموال شرح صدر کے ساتھ اُن ضروریات کے لئے نثار کر دیں۔ جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے ہمیں در پیش ہیں۔ متواتر اس قسم کی اپیلوں کا شایع ہونا اور ایسی تحریکوں میں ناکامی کے لئے اظہار افسوس کرنا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک ایک فرد کی ہتک اور بے عزتی ہے مومن گوارا نہیں کر سکتا یا اُسے نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی عزت اور حیثیت پر فرق آنے دے۔ آپ کب تک مجھ کو مجبور کریں گے۔ کہ میں اس قسم کی اپیلوں کو شایع کرتا رہوں۔ مجھ کو امید کرنی چاہیئے کہ میری اس تحریر کے بعد وہ دل جو سلسلہ کی اشاعت کے لئے ہمیشہ درد سے بیقرار رہتے ہیں۔ پچیس روپیہ (عشرہ ۲۵) والی تحریک کو بہت جلد کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر چار لاکھ کی جماعت میں ایک ہزار آدمیوں نے بھی اپنے اموال میں سے صرف پچیس روپیہ (عشرہ ۲۵) فی کس نکالنے کی جرات نہ کی۔ تو سمجھ لو کہ اس سے قومی وقار اور ایثار پر کیا الزام عائد ہوگا۔ صرف روپیہ ہی کی ضرورت نہیں جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ بلکہ ایسے نفوس اور قلوب کی بھی ضرورت ہے۔ جو ایک وقت میں بھوکے پیاسے رہ کر بھی خدمت دین کے لئے اُسی طرح آمادہ اور مستعد ہوں۔ جس طرح پر وہ برگزیدہ قوم تھی جس کو ہمارے اور ہمارے سیّد و مقتدا امام احمدؐ قادیانی

کے مخدوم اور مطاع حضرت سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے تیار کیا تھا۔ اور جس گروہ اور جماعت کے ساتھ ملنے کے ہم مدعی ہیں۔ ایسے آدمیوں کے میسر آجانے پر اگر کافی اموال ہمارے ہاتھ میں نہ بھی ہوں تب بھی مجھ کو یقین ہے۔ کہ ہمارے امام اور موجودہ الوقت خلیفۃ المسیح کی وہ خواہشیں اور آرزوئیں جو وہ اشاعت اسلام کے لئے اپنے دل میں رکھتے رہے ہیں۔ بآسانی پوری ہو سکتی ہیں۔ ہمیں ضرورت ہے۔ ایسے آدمیوں کی جو خطیب ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے۔ ایسے آدمیوں کی جو واعظ ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے۔ ایسے آدمیوں کی جو اردو و فارسی۔ عربی انگریزی میں اہل قلم ہوں۔ اور زبان و قلم پر پوری حکومت رکھتے ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے ایسے آدمیوں کی جو تعلیمی اور انتظامی امور سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے ایسے آدمیوں کی جو محاسبہ کے کام سے واقف ہوں اور پھر ہمیں ضرورت ہے ایسے نفوس کی جو سلسلہ کی خدمت کے لئے ہر قسم کی محنت و مشقت کے لئے تیار رہوں۔ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت اور سعادتمند ہوں گے۔ جو ان میں سے کسی ایک خدمت کے لئے اپنے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کرنے کی جرات کریں گے۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہم میں ایسی قابلیت اور قوت نہیں۔ ہم کسی ابتلا اور مصیبت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایسا خیال میرے نزدیک بدگمانی میں داخل ہے۔ جو شخص محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اُس کے دین کی خدمت کے لئے قدم اُٹھاتا ہے۔ وہ کیسا ہی ناطاقت۔ کمزور اور علوم سے عاری اور تہیدست ہو۔ خدا تعالیٰ خود اُس کی مدد کرتا۔ اور اُس کے ملائکہ اس کے ناصر اور مددگار ہو جاتے ہیں۔ ہاں اس راہ میں ضرورت ہے۔ صدق کی اخلاص کی۔ وفاداری اور استقلال کی۔ ان چیزوں کو لے کر قدم بڑھاؤ۔ کامیابی اور خدا تعالیٰ کا فضل تمہارا استقبال کریگا۔ یہ وقت نہایت سعادت اور خدا تعالیٰ کے برکات کے نزول کا ہے اس کو ہاتھ سے مت دو۔ اب میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کہ جو کچھ میں نے اس آرٹیکل میں لکھا ہے۔ وہ حضرت خَلِیْفَۃُ الْمَسِیْح کی سچی آرزوؤں اور خواہشوں کا ایک نمونہ ہے۔ مبارک ہوں گے۔ وہ لوگ جن کو توفیق ملیگی۔ کہ وہ اپنے امام کو راضی کر سکیں۔ جس کے ذریعے اُن کا خدا اُن سے راضی ہوگا۔ اس کے لئے خدا کے

فضل پر بھروسہ اور یقین ہے۔ کہ وہ خود قلوب میں حرکت اور حس پیدا کرے۔ جو اس وقت کی ضرورتوں کو محسوس کرسکیں اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ ان چند سطور پر غور کیا جاوے گا ایسا سرسری نظر سے ان کو نہیں دیکھا جاویگا۔ اسی سلسلہ میں میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ پچیس روپیہ والی تحریک میں بہت ہی کم دلچسپی لی جارہی ہے اور جو لوگ اس کے لئے آمادہ ہوئے ہیں۔ اُن میں سے اکثر متوسط الحال ہیں۔ شائد اس تحریک کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہو۔ اس لئے میں کسیقدر صراحت کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس تجویز کا یہ منشا نہیں۔ کہ ہر شخص ۲۵؎ ہی داخل کرے۔ بلکہ جو لوگ اپنی جیب سے ۲۵؎ داخل کرسکتے ہیں۔ وہ تو ۲۵؎ دیں۔ اور جو خود نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے احباب اور دوسرے لوگوں سے جمع کرکے لائیں۔ غرض یہ ہے کہ ایک ہزار آدمی ایسا ہو۔ جو یا تو خود ۲۵؎ دیوے یا اور جمع کرکے لاوے۔ سالانہ جلسہ پر عام ضروریات سلسلہ کے لئے چندہ دینے والوں کے لئے کسی رقم کا معین کرنا یہ تو میرا کام نہیں۔ ہاں صدر انجمن یا حضرت خلیفۃ المسیح یہ منصب اور جائز حق رکھتے ہیں۔ کہ وہ کوئی رقم متعین کر دیں۔ یہ تو میرے دردِ دل کا ایک جوش ہے جس کو میں نے کاغذی لباس پہنا کر آپ کے سامنے محض اس غرض سے رکھدیا ہے۔ کہ اگر ایسے قلوب اور نفوس قومی ضرورتوں کے احساس کرنے والے نکل آئیں۔ تو کم از کم ایک مد ہی آئے دن کی تحریکوں سے ایک عرصہ کے لئے سبکدوش ہوجاوے۔ اس ہفتہ میں مندرجہ ذیل بزرگوں نے مجھے لکھا ہے۔ کہ وہ اس تجویز پر عمل کرنے کو آمادہ ہیں

شیخ محمد فضل کریم صاحب داروغہ صفائی لاہور

لاہور سے یہ پہلی آواز ہے۔ جس نے اس تحریک پر لبیک کہا ہے۔ برادران۔ یہ رفتار بہت سست بلکہ بہت ہی سست ہے۔ تاہم خدا کا شکر ہے۔ کہ ایسے قلوب ہیں تو سہی۔ جو ضروریات قوم کا درد رکھتے ہیں۔ خدا اُن لوگوں کو بیدار کرے۔ جو سینکڑوں۔ ہزاروں دے سکتے ہیں۔ آمین۔

زلزلہ:۔ ہفتہ زیر اشاعت میں دو روز متواتر زلزلہ کے شدید دھکے محسوس ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی عاجز مخلوق پر رحم فرمائے۔ یہ زلزلہ ورد میں محسوس ہوا ہے اور سخت محسوس ہوا ہے۔ کوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی ان تنبیہوں سے عبرت پکڑے!

حضرت خلیفۃ المسیح کا انضباطِ اوقات

ہر شخص کا مذاق جدا ہوتا ہے۔ اسی لئے اخبار نویس کے لئے یہ امر بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے تمام ناظرین کے مختلف تقاضاؤں یا خواہشوں کو جو وہ اخبار کے متعلق رکھتے ہیں۔ پورا کرسکے۔

الحکم کے ایک نہایت ہی مخلص ناظر نے بڑی تڑپ کے ساتھ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ میں کیوں حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کے انضباط اوقات کا ذکر اخبار میں نہیں کرتا۔

چونکہ یہ خواہش سراسر محبت اور اخلاص پر مبنی ہے میں پسند کرتا ہوں۔ کہ مختصر طور پر اپنے علم کے موافق ظاہر کردوں۔ کہ خلیفۃ المسیح کا وقت کس طرح پر گذرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے انضباط اوقات کو اجمالی رنگ میں میں ایک ہی فقرہ میں ادا کرسکتا ہوں۔

تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ

میں آپ کا وقت گذرتا ہے۔ مگر اس کی کسیقدر تفصیل یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عنصری زندگی میں اگرچہ آپ ہی امامت کراتے تھے۔ مگر جب مولوی عبدالکریم صاحب تو وہ صرف چھوٹی مسجد میں امام ہوا کرتے تھے۔ پھر مولوی عبدالکریم کی وفات کے بعد [illegible] کے امام آپ ہی تھے۔ یہ امر میں [illegible] ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت حکیم الامت طبعاً ناپسند کرتے تھے۔ ایسے امور کو جو کسی قسم کے لیڈر شپ [illegible] ہوں۔ اس لئے آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم مرحوم کو اپنی جگہ امام مقرر کیا ہوا تھا۔ اور خوش رہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کو امام بنانا تھا۔ اس [illegible] اللہ تعالیٰ نے ایک اور راہ نکالی۔ یعنی حضرت مولوی [illegible] کے بعد مجبوراً آپ کو امام ہونا پڑا۔ اور اب دوسرے رنگ میں امام ہوکر باوجود ضعف اور آئے دن ہدف امراض کے اپنے سید و مولیٰ مقتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر نمازوں کے امام خود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ گھر پر بعد نماز صبح آپ کے قرآن مجید کے کئی درس عورتوں میں ہوتے ہیں۔ جو سبقاً پڑھتی ہیں۔ پھر حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و محمد اسحاق کی تعلیم کی طرف خصوصیت سے توجہ ہے۔ ان کے سبق

آپ نے اپنے ذمہ رکھے ہیں۔ ایک گھنٹہ سبق سے پہلے چند مریضوں کو ضرور دیکھتے ہیں۔ جو باہر سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ باہر حدیث اور قرآن مجید کا اور اصول فقہ کا درس جاری ہے۔ دعاؤں میں آپ کا بہت بڑا حصہ گزرتا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا ہے۔ ہاں اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ کہ جب آپ کے پاس ڈاک آتی ہے۔ تو ایک ایک خط کو آپ اپنے ہاتھ میں لیکر آپ دعا کرتے ہیں۔

پھر یہ سلسلہ ایسا وسیع ہے۔ نمازوں میں درس قرآن مجید کے بعد بیسیوں عرضیاں دعا کی آپ کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ ایک ایک کو پڑھ کر ان کے مطالب کو مد نظر رکھکر دعائیں کرتے ہیں پہلے آپ کو جماعت کے ساتھ رشتہ اخوت تھا۔ اور اس حیثیت سے آپ جماعت کے لئے دعائیں کرتے ہونگے مگر اب خدا نے اس رشتہ کو

رشتہ ابوت

سے بدل دیا ہے۔ اور یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ باپ کو اولاد کے لئے کیسی تڑپ اور اضطراب ہوتا ہے۔ چار لاکھ کی جماعت میں۔ کتنے بیمار۔ کتنے تنگدست۔ کتنے مشکلات میں مبتلا۔ کتنے فوت ہوتے ہیں۔ اس کا اثر جو اس قلب پر ہو سکتا ہے۔ اور ہر روز ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ بجز رب العالمین کے۔

آپ کی طبیعت میں اس انعام امامت کے بعد ایک [illegible] اللہ تعالیٰ نے رکھدی ہے۔ کہ عقل حیران ہے آپ ایک ایک متنفس کے متعلق جو قادیان میں ہے ذاتی واقفیت اور خبر رکھتے ہیں۔ کہ وہ کن حالات میں ہے۔ اور اس کے دکھ درد میں مہربان باپ کی طرح بے قرار ہوتے ہیں ایڈیٹر الحکم خصوصیت سے ان ہمدردیوں کا زیر بار ہے۔ [illegible] کی گئی ہیں اس کی بیماری میں بلا درخواست روحانیت کی صفت سے متعلق ہوکر اس کی بیمارداری فرمائی۔ اب اس کی اہلیہ کی بیماری میں متواتر ایک نہیں دو دو تین تین آدمی متعین فرمائے۔ جو خبر لیں۔ دوا دیں۔ اور آپ کو حالات بتائیں۔ اس لئے کہ آپ اعتکاف میں تھے۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ خاص التفات اور مہربانی ہے۔ اور یہی حضرت امام علیہ السلام کا معمول تھا

پھر باوجودیکہ غم قوم اور فکر اسلام نے آپ کو گداز کردیا ہے۔ اور طبی شغلوں کے لئے اوقات خالی نہیں ہے۔ مگر جو مریض آپ تک پہنچ جاتا ہے۔ اُس کو دیکھنا اور دوا دینا بھی آپ کا کام ہے۔

احباب کے بعض ضروری خطوط کے جواب لکھنا۔
صدر انجمن احمدیہ کے انتظامی امور کو سر انجام دینا جہاں تک آپ کی ذات سے اُن کا تعلق ہے۔ احباب آمدہ بیرونجات سے ملنا اور اُن کی درخواستوں اور حالات کو سُننا اور مفید اور ضروری مشورے دینا۔
اشاعت اسلام اور تبلیغ سلسلہ کے لئے تجاویز پر غور کرنا اور احباب کو توجہ دلانا۔
اگر کوئی ایک کام ہو۔ تو میں بتاؤں۔ اور اس کے لئے وقت مقرر ہو۔ تو تعین کروں۔ نمازوں کے اوقات تو مقرر ہیں۔ باقی امور کے لئے جو جس وقت پیش آئے۔ **قومی درد** کا پر معہ گیا ہے۔ کہ کہاں حیدر آباد دکن وہاں سیلاب آیا۔ جماعت کے لئے ایسے مضطرب ہوئے۔ متواتر تاریں خیریت دریافت کے لئے دیں۔ آخر ایک آدمی خاص اسی غرض کے لئے بھیجا۔ ان حالات کو معلوم کرکے جماعت کے عام افراد کو کیسی خوشی اور کیسا اطمینان ہوگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے فی الحقیقت انہیں بہترین انسان **بعد امام** عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں برکت دے۔ اور بہت مدّت تک ہم اُس کے زیر سایہ رہ کر اُس کے فضل اور فیض کو حاصل کریں جو **نور الدین** میں ہوکر ہم پا کر رہے ہیں۔ آمین۔ یہ مختصر حالات آپ کے مشاغل ہیں۔ **اندرونی زندگی** کا پہلو پھر کسی وقت دکھایا جائیگا۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ میرا عزیز بھائی ان حالات کو پڑھ کر اپنے حکم کی تعمیل میں میرے لئے دعا کریگا۔

نماز میں خصوصیت سے دعا کرتے ہیں۔ عید کے دن عید کے خطبہ میں اتفاقاً ہم نے سُنا ہے۔ کہ کہا:۔

"قوم کے لئے ترقی ہو۔ اُن میں استقامت ہو۔ باہمی الفت ہو۔ قوم خادم دین ہو۔ روح القدس سے موئید ہو۔ آفات ارضیہ سماویہ سے محفوظ رہیں۔ بلیّات روحانیہ و جسمانیہ سے الٰہی تیری حفظ میں ہوں۔ مظفر و منصور رہیں۔ ان میں مخلص اور داعی الی اللہ علی بصیرۃ خطیب و وعاظ پیدا ہوں۔ ان کے تائید دین اسلام کے واقف۔ دین اسلام کے عامل منشرح الصدر ہوں۔ اُن کے وزرا مخلص عاقبت اندیش ہوں۔"

جمعہ میں بعد الجمعہ تا مغرب خصوصیت سے ایسی دعاؤں میں وقت گذرتا ہے۔ یہ ان دعاؤں کا ایک مختصر حصّہ ہے جو جماعت کے لئے مانگتے ہیں۔ اور خدا جانے کس کس رنگ میں یہ **چوپان قوم** رات کی اندھیری اور تنہا گھڑیوں جبکہ ہم میں سے ہر ایک آرام سے سوتا ہے اپنے مولا کے حضور ہمارے لئے چلّاتا ہے۔ خدا اُس کی دعاؤں میں قبولیت کا اثر پیدا کرے۔ اور ہم اُن سے متمتع ہوں۔ آمین۔

دارالامان میں عید الفطر

۲۶ - اکتوبر ۱۹۰۸ء کی شام کو ہلال عید نظر آیا - ۲۷ - کی صبح کو عید ہوئی۔

صبح ہی خاکسار ایڈیٹر نے عرض کیا کہ نماز اگر گاؤں سے باہر قدیم عید گاہ میں پڑھی جاوے۔ اور دوسرے لوگ بھی حضور کے کلام سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو بہتر ہے۔ نوع انسان کی بھلائی اور تبلیغ اسلام کے شیدائی نے ایک عاجز انسان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اور قادیان کے کُل مسلمانوں نے باستثنائے بعض اس جگہ نماز عید پڑھی۔ جہاں قدیم الایام میں ہمارا سید و مولا امام پڑھا کرتا تھا۔ **علیہ الصلوٰۃ والسلام**۔ بعد نماز حضرت خلیفۃ المسیح نے خطبہ پڑھا۔ جس کو میں بوجہ مجروح القلم ہونے کے لکھ نہ سکا۔ میرے عزیز بھائی اور ایک وقت اسسٹنٹ شیخ عبد الرحمان قادیانی نے ناظرین الحکم کے لئے لکھا ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ صاف ہونے پر درج اخبار ہوگا۔ آپ کا خطبہ **سورۃ جمعہ** کی ابتدائی آیات پر تھا۔

نماز سے فارغ ہوکر آپ مسنون طریق پر جس راستہ سے گئے تھے اُس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تشریف لائے اور آتے ہی حکم دیا۔ کہ اہل الرائے احباب جمع ہوکر قوم کی بھلائی اور سلسلہ کی خدمت کے لئے مفید تجاویز سوچیں جن پر عمل کیا جاوے۔ **مشورہ** کے اصول اور قانون پر آپ کا ایسا وسیع عمل ہے۔ کہ بعض دوست اپنی ایمانی ترقی کی وجہ سے کہ اُٹھتے ہیں۔ کہ کیوں **حضرت خلیفۃ المسیح** خود ہی جو چاہیں نہیں کرتے۔ مگر آپ ہیں کہ **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی امر مشورہ کے بغیر نہیں کرنا چاہتے بہرحال احباب نے تعمیل ارشاد میں بھلائی قوم کے لئے تجاویز پر غور کیا۔ اور بالاتفاق اس تحریک کی قدر کی۔ جو ایڈیٹر الحکم نے اس **سالانہ جلسہ** کو جو حضرت حجۃ اللہ کے رفع کے بعد ڈسمبر میں آنے والا ہے۔ کامیاب بنانے کے لئے پیش کی ہے۔ اور یہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اس موقع پر نہایت کثرت سے لوگ جمع ہوں۔ اس موقع پر **قومی ضروریات** اور آئندہ کام کرنے کے طریق پر غور ہو۔ امید ہونی چاہیئے۔ کہ قوم اپنے امام کی آرزوؤں کو بامراد کرنے کے لئے پیش از پیش تیار ہوگی۔ اور کوئی فرد بشر جو اس موقع پر قادیان پہنچ سکتا ہے۔ پہنچ جاوے۔ کوئی معذوری اور مجبوری اس کی راہ میں روک نہ ہو۔ یہ جلسہ بہت سے فیوض اور برکات کا موجب ہوگا۔ شائد بہت تھوڑے لوگ اس امر سے واقف ہوں۔ کہ مامور اور مرسل کی وفات یعنے رفع کے بعد اس کی روحانی قوّت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور اُس کے جانشین پر اللہ تعالےٰ کے فضل اور برکات کا بہت بڑا نزول ہوتا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یشوع بن نون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات پر غور کرو۔ پس اجتماع پر جو یدِ قدرت کام کرتا ہے۔ اسے نصب العین رکھ کر اس موقعہ کو جو شخص کھوئے گا۔ وہ سخت غلطی کریگا۔ **خود آؤ۔ اور اپنے احباب کو ساتھ لاؤ**۔ رعایتی کرایہ کے لئے تحریک جاری ہے۔ جلد اس کے متعلق اطلاع دی جاوے گی۔

اس موقع پر ہم کئی ہزار کا مجمع دیکھنا چاہتے ہیں۔ احباب زندگی کو غنیمت سمجھ لیں۔ اور اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں۔

عید کی تقریب پر لاہور۔ کپور تھلہ۔ سیالکوٹ سے احباب آئے ہوئے تھے۔

چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر

کے احباب کو اطلاع

ہمارے سلسلہ کے ایک درخشان گوہر چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ پنشن لے کر قادیان اپنے امام کی خدمت میں حاضر ہوگئے ہیں۔ اور بقیہ زندگی خدمت سلسلہ میں صرف کریں گے۔ اس لئے اُن کے دوست مطلع رہیں ہمیں ایسے بہت سے دوستوں کی حاجت ہے۔ جو اپنی زندگیاں سلسلہ کے لئے وقف کریں۔ اور قومی کاموں میں خادمانِ قوم کا ہاتھ بٹائیں۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کا سا اخلاص ہم سب کو عطا کرے۔ اور اُنہیں اپنے اس نئے مشغلۂ زندگی میں نیکی اور بھلائی کی فرشتوں کے ذریعہ مدد دے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سیلاب حیدر آباد میں ہماری احمدی جماعت بال بال محفوظ رہی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کا اثر ہے۔ مفصل صفحہ ۵ کالم ۳

حیدر آباد کی تباہی پر حضرت المسیح الموعود کی ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

برادرم - السلام علیکم - عنوان بالا پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ بانی جزو میں بصورت ایک مبسوط مضمون بصورت کتاب لکھوں - لیکن چونکہ ہمارے اخبار نویسوں نے اس واقعہ کو ایک نشان مسیح قرار دیکر اس خاص الہام کی طرف اشارہ نہیں کیا - جس میں کھلے الفاظ میں شہر نظام کی تباہی کی طرف اشارہ تھا - اس لئے مجھے اس چٹھی کی ضرورت پڑی میگزین ۱۹۰۸ء کے ماہ فروری کے نمبر میں سب سے پہلا الہام جو جناب المسیح الموعود علیہ السلام کا شائع کیا گیا ہے - وہ بالفاظ ذیل ہے :-

دبدبۂ خسروئیم شد بلند

زلزلہ در گور نظامی فگند

یہ کون نہیں جانتا کہ جو شہر لہو و لعب میں پڑ کر یاد خدا بھول جاوے - وہ شہر اور اس کے باشندے کالمیت ہی ہوتے ہیں - ایسے شہر خدا کی نگاہ میں ایک گور کی کیفیت اپنے اندر رکھتے ہیں - ویسی ہی وہ بستی یا علاقہ جو عنقریب تباہ ہونے والا ہوتا ہے - وہ بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک اپنی زندگی میں مردہ ہوتا ہے - شہر نظام دنیا کی نگاہ میں ایک معمور اور آباد شہر تھا - اور اپنی خوبی کے لحاظ سے عروس دکن کہلاتا تھا - لیکن جس قہار خدا نے اپنی جبروت کو قائم کرنے کے لئے اس کے تباہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا - اس کی نگاہ میں شہر نظام نہ تھا - بلکہ گور نظام تھا - چنانچہ اس نے جہاں مختلف وقتوں میں مختلف حوادث کی اطلاع دی - وہاں اس نے آج سے آٹھ ماہ پہلے اس زلزلے کی بھی اطلاع دی - جس نے سیلاب کا رنگ اختیار کر کے ایک آباد اور بھرے ہوئے شہر کو تباہ کر کے اپنا جلال اور جبروت قائم کرنا تھا - بہرحال چونکہ میں عنقریب اس مضمون کو کتاب کے رنگ میں لکھنے والا ہوں - اس لئے یہاں اسی قدر کافی سمجھتا ہوں - البتہ میں ایک نکتہ اہل بصیرت کے لئے امرتسر کی موجودہ حالت کے متعلق لکھوں گا - آج کل رمضان کا مہینہ ہے - اور ایام صیام ہیں - اور میں سنتا ہوں کہ بخار نے زیادہ تر مسلمانوں کو ہی دبا رکھا ہے - بعض اہل ثروت نے غربا کے لئے سنا ہے اعلیٰ - آلو بخارا کی وہاں سبیلیں لگا رکھی ہیں - رمضان کے مہینہ میں ایک مسلمان شہر میں مسلمانوں کے پینے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے روزے کے وقت سبیلوں کا لگایا جانا ایک واقعی ایک حیرت ناک امر ہے - کیا امرتسر کے مسلمان رمضان شریف کی حرمت بھول گئے ہیں - آخر یہ تو وہی شہر ہے - جہاں آج سے دو سال پہلے ماہ رمضان میں جناب حضرت مرزا صاحب بطور مسافر تشریف لائے - اور ان پر اہل امرتسر نے اس لئے پتھر برسائے - کہ انہوں نے کیوں روزہ نہیں رکھا - آج وہی شہر ہے - جہاں کثرت سے مسلمان روزہ نہیں رکھتے - اور ان روزہ نہ رکھنے والوں میں کثرت سے وہ خبیث اور پلید انسان ہوں گے جنہوں نے غیرت رمضان میں پتھر اچھالے تھے - آج وہ کیوں روزہ نہیں رکھتے - جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جاوے گا - کہ وہ مریض ہیں - اور مریض کو روزہ معاف ہے - اے ظالم طبع انسانوں آخر جس آیت نے تم کو بحالت مرض روزہ چھڑایا ہے - وہی آیت ایک مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے - دیکھو! خدا کا قہری سبق پلید اور خبیث طبع منافقوں کے لئے یوں اترا کرتا ہے - تم نے ایک خدا کے مرسل پر اس لئے پتھر برسائے - کہ اس نے رمضان میں بحالت سفر کیوں روزہ چھوڑا - خدا نے کل دنیا میں بخار ضرور بھیجا - لیکن کل پنجاب میں سے تمہارے شہر کو چن کر تم کو اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا -

فاعتبروا یا اولی الابصار

راقم

خواجہ کمال الدین وکیل لاہور - ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۸ء

کچھ اپنی نسبت

موسمی عوارض نے دنیا پر جو اثر کیا ہے وہ ظاہر ہے - میں اس کے اثرات سے محفوظ نہیں اور میرے متعلقین خواہ وہ سٹاف کے آدمی ہوں یا اہل و عیال - سب کے بعد دیگرے زیر اثر رہے ہیں -

اس کے علاوہ سلسلہ مشین میں بہت بڑا خسارہ ہو چکا ہے - جس کی وجہ سے مالی مشکلات کا دائرہ اور بھی وسیع ہوا مگر اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے قلب میں پورا اطمینان اور سکینت ہے کہ یہ پہاڑ مشکلات کے بفضلہ تعالیٰ چور چور ہو جائیں گے - اور یہ بادل غبار آلود پھٹ جائیگا - احباب کی توجہ کی ضرورت ہے - اور خصوصیت سے انہیں دعا سے اپنے بارہ سالہ خادم کی مدد کرنی چاہیئے - اس کے مشکلات میں وہ اس کے شریک ہوں - انہیں امور کا اثر ہے - جو الحکم دیر سے شائع ہوتا رہا ہے -

نادان اور احمق مخالف جس نے الحکم کے ان مشکلات سے اطلاع پا کر لکھا تھا - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد الحکم پر بجلی گری - اب خود بیماری کی لپیٹ میں آکر وقت پر اخبار نہ نکالنے کے لئے عذر کرتے ہوئے کیوں شرم نہیں کرتا -

الحکم مشکلات میں ہے - مگر نہ اس لئے کہ خدا اسے ضائع کر دے - بلکہ اس لئے کہ اسے زیادہ برومند کرے - وہ ایک ایک وقت مشکلات کے عمیق ترین سمندر میں چھپ جاتا ہے - مگر نہ اس لئے کہ غرق ہو - بلکہ اس لئے کہ معرفت کے قیمتی موتی لا نکال لاوے - اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھے - بہرحال ناظرین اور سرپرستان الحکم کا قومی فرض ہے - کہ وہ اس کی طاقت اور استقلال کے لئے عنایت ہمت اور فراخ حوصلگی سے قدم اٹھائیں -

اس وقت ضرورت ہے ایسے سرپرستوں کی جو اس کے فنڈ کو مضبوط کریں -

---

یاد رفتگان

چوہدری محمد سرفراز خان صاحب بلاہی سے ایک مخلص اور معزز احمدی چوہدری کرم الٰہی صاحب کی وفات کے متعلق ایک مراسلہ بھیجتے ہیں جو اس مرتبہ شائع نہیں ہو سکتا - فی الحقیقت چوہدری صاحب ایک بے ریا اور مخلص احمدی تھے - اور خدمت دین کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے - اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے مقام رضا پر اٹھائے - اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے - آمین!

۲ - منشی عبد المجید صاحب اکزیمینر دفتر اکونٹنٹ جنرل پٹیالہ کے بڑے بھائی بابو عبد الحکیم صاحب بعارضہ سل ۸ / اکتوبر ۱۹۰۸ء کو اس جہان سے رخصت ہوئے - منشی عبد المجید صاحب جو ایک بڑے سرگرم اور مخلص احمدی ہیں - مرحوم کے لئے جنازہ غائب اور دعا مغفرت کی اپنی جماعت سے درخواست کرتے ہیں - امید ہے چوہدری کرم الٰہی اور بابو عبد الحکیم صاحب کا جنازہ غائب م پڑھا جاوے گا -

مسلمانوں کو غیر مذاہب حکومت کا محکوم ہو کر کیوں رہنا چاہئے؟

(رقمزدہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی مدظلہٗ)

مسلمانوں نے چار دانگ عالم میں بارہ تیرہ سو برس حکومت کی۔ حکومت کا آغاز عین بانیٔ اسلام کے زمانہ میں ہوا۔ اور آج تک جا بجا اسلامی حکومتیں قائم ہیں۔ سینکڑوں غیر قومیں ان کی محکوم ہوئیں۔ ان اسباب سے یہ بدیہی ہے۔ کہ اسلام نے غیر مذاہب والوں پر حکومت کرنے کے دستور اور آئین مفصل منضبط کئے ہونگے۔

لیکن اسلام کو محکوم ہو کر بہت کم رہنا پڑا۔ اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس حالت کے متعلق حدیث۔ فقہ۔ تاریخ سے ہم کو کوئی ہدایت نہیں مل سکتی۔ اور فقہ کا حصہ بالکل ادھورا رہ گیا۔

چونکہ یہ نہایت سخت خطرناک غلطی ہے۔ اس لئے ہم تفصیل سے بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام میں اس کے متعلق کافی قواعد و احکام موجود ہیں۔ اور حدیث۔ فقہ۔ تاریخ سب اس قسم کے مسائل اور واقعات سے لبریز ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق اصل میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی غیر مذاہب حکومت مسلمانوں کے ملک اور زمین پر قابض ہو جائے تو

(۱) یہ قبضہ حقیقی ہوتا ہے یا غاصبانہ

(۲) مسلمانوں پر غیر حکومت کی اطاعت فرض ہوتی ہے یا نہیں۔ فقہ میں اس کا ایک مستقل باب ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے **باب استیلاء الکفار**۔ اس کی ذیل میں یہ حکم ہیں۔ **وان غلبوا علی اموالنا واحرزوھا بدارھم ملکوھا ویجب علینا اتباعھم** (درمختار)

اگر غیر مذاہب والے ہمارے مال پر غالب آجائیں اور اس کو اپنے گھر میں جمع کریں۔ تو وہ اس کے مالک ہوں گے اور ہم پر ان کی اطاعت فرض ہوگی۔

چونکہ اسلامی احکام کی اصلی بنیاد قرآن اور حدیث ہے۔ اس لئے فقہی روایتوں سے پہلے ہم قرآن و حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں ان صحابہ کو جو دولتمند تھے اور اپنی دولت چھوڑ کر ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔ اور ان کے مال و دولت پر اہل مکہ نے قبضہ کر لیا تھا خدا نے فقیر فرمایا ہے **للفقراء المھاجرین الخ**۔ اس فقہانے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ جب اہل مکہ نے ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کے حقیقی مالک ہو گئے۔ اس بناء پر صحابہ کو خدا نے فقیر فرمایا۔ شائد کسی کو خیال ہو۔ کہ چونکہ صحابہ کا قبضہ جاتا رہا تھا۔ اس لئے خدا نے ان کو مفلس کہا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے جو گھر سے نکل آئے اور اس کے مال و اسباب پر اور لوگ قابض ہو جائیں۔ اصطلاح شرع میں ایک دوسرا لفظ موجود ہے۔ یعنی ابن السبیل شامی شرح درمختار میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ کہ قبضہ کی حالت میں قابض لوگ حقیقی مالک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ استدلال کیا ہے۔

لقولہ تعالیٰ للفقراء المھاجرین سماھم فقراء فدل علی ان الکفار ملکوا اموالھم التی ھاجروا عنھا ومن کا یصل الی مالہ لیس فقیرا بل ھو ابن السبیل۔

کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "للفقراء المھاجرین" اس آیت میں خدا نے مہاجرین کو فقیر کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار صحابہ کے مال کے حقیقی مالک ہو گئے تھے کیونکہ جو شخص اپنے مال کا مالک ہوتا ہے۔ اور صرف اس کا قبضہ اٹھ جاتا ہے۔ تو اس کو فقیر نہیں۔ بلکہ ابن السبیل کہتے ہیں۔

فقہا کے [illegible] دقیق [illegible] کی ہم داد دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اس [illegible] کی ضرورت نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا۔ اور اس طرز عمل سے صاف معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو غیر مذہب کی حکومت میں کیونکر رہنا چاہئے۔

مکہ میں جب مخالفوں نے مسلمانوں کو بہت زیادہ ستانا شروع کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ ہجرت کر کے حبش (ابی سینا) چلے جائیں۔ چنانچہ بہت سے صحابہ جن میں حضرت عبدالرحمن رض بن عوف بھی تھے۔ حبش میں چلے گئے۔ حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ جس کو اہل عرب نجاشی کہتے تھے۔ صحابہ جب حبش میں آئے۔ تو اتفاق سے چند روز بعد کسی بادشاہ نے ملک پر چڑھائی کی اور نجاشی نے اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں صحابہ نے خود بلا کسی کے اپنی طرف سے ایک قاصد بھیجا۔ کہ فوج کے ساتھ جائے اور دم دم کی خبریں بھیجتا رہے۔ تاکہ اگر ضرورت ہو۔ تو ہم لوگ نجاشی کی مدد کو آئیں۔ صحابہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پنجوقتہ نمازوں میں نجاشی کی فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ محدث طبری نے اپنی تاریخ میں پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کوئی رعایا حکومت کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا وفاداری اور اطاعت شعاری کر سکتی ہے؟ کیا آج گورنمنٹ کو اس سے زیادہ کچھ درکار ہے؟

اسلام کی تاریخ میں اکثر غیر قومیں اسلامی ملکوں پر قابض ہو گئیں۔ اس وقت ہزاروں فقہا اور علماء موجود تھے کیونکر ممکن تھا۔ کہ وہ اس کے متعلق فقہی احکام نہ مرتب کرتے۔ تاتاریوں نے جب تمام ایران و عراق پر قبضہ کر لیا تو اس وقت جسقدر فقہ کی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ سب میں ان کے متعلق تفصیلی احکام موجود ہیں۔ اصل بحث یہ پیدا ہوئی۔ کہ یہ ممالک دارالاسلام ہوں گے یا دارالحرب۔ تمام فقہانے بہ اتفاق لکھا۔ کہ جب تک اسلامی احکام یعنی نماز و روزہ وغیرہ جاری رہیں۔ اس وقت تک دارالاسلام باقی رہے گا۔ اور مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی۔ جو اسلامی ملک میں ہوتی ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں یہ ہے:-

واما البلاد التی علیھا ولاۃ کفار فیجوز فیھا ایضاً اقامۃ الجمع والاعیاد والقاضی قاض تبراضی المسلمین وقد تقررات لقاء شئ من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ھذہ البلاد قبل استیلائھم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتاوی والتدریس شائع بلا نکیر من ملوکھم فالحکم بانھا من دار الحرب لا جھۃ لہ

باقی وہ مقامات جن کے حاکم کافر ہیں۔ تو وہاں بھی جمعہ اور عیدین کا ادا کرنا جائز ہوگا۔ اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی ہوگا۔ کیونکہ یہ طے ہو چکا ہے۔ کہ جب تک علت باقی رہتی ہے۔ حکم باقی رہتا ہے۔ اور یہ متفقاً ہم لوگ طے کر چکے۔ کہ یہ مقامات تاتاریوں کے آنے سے پہلے دارالاسلام تھے۔ اور ان کے قابض ہونے کے بعد اذان جمعہ اور جماعت باعلان ہوتی ہے۔ اور فیصلے شریعت کے موافق کئے جاتے ہیں۔ اور درس و تدریس بغیر روک ٹوک کے جاری ہے۔ تو ایسی حالت ان مقامات میں کو دارالحرب کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔